فتاویٰ امن پوری

۱ تا ۱۵۰

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پور

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ''اللہ میاں''اور''اللہ سائیں'' کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال مناسب نہیں، بلکہ اللہ کے لیے ''اللہ تعالیٰ''، ''اللہ جل ذکرہ''اور''اللہ جل جلالہ''وغیرہ کے الفاظ کہنے چاہیے۔

سوال: کیا عذاب قبر کی حقیقت ہے؟

جواب: قرآن مجید، احادیث متواترہ، اجماع امت اور مشاہدہ سے عذاب قبر کی حقیقت ثابت ہے۔اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا منکر نہیں۔جو جہاں ہے، وہ اس کی قبر ہے، وہیں اسے جزا وسزا ہوگی۔

سوال: کیا کلمہ طیبہ کا ذکر قرآن میں ہے؟

جواب: کلمہ طیبہ کے دونوں جز وقرآن میں مذکور ہیں۔ایک ساتھ ذکر نہیں۔ویسے بھی کلمہ کا قرآن وحدیث سے ثابت ہونا ضروری نہیں۔مسلمان توحید ورسالت پر مبنی کوئی بھی کلمہ وضع کر سکتے ہیں، بشرطیکہ قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو۔روافض کے کلمہ کا جزو''علی ولی اللہ''(علی خلیفہ بلافصل ہیں۔) گمراہی وضلالت پر مبنی ہے، کیونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالاجماع خلیفہ بلافصل ہیں۔اہل بیت اور علمائے اہل بیت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل تسلیم کرتے تھے۔آپ کے ہاتھ پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت کر رکھی تھی۔

سوال: قیامت کب واقع ہوگی؟

جواب: قیامت کے وقوع کا علم اللہ کے پاس ہے، البتہ اس کی علامات بیان ہوئی ہیں۔

سوال: دجال کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: متواتر احادیث اور اسلاف امت کے اجماع سے ثابت ہے کہ دجال ایک انسان ہوگا، اس کی بائیں آنکھ کانی ہوگی اور دائیں آنکھ اُبری ہوئی ہوگی۔ اسے استدراج حاصل ہوگا، کہ اس کے ہاتھوں خارق عادت اُمور کا صدور ہوگا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سب سے بڑا فتنہ یہی ہوگا۔ ہر نبی نے اس سے پناہ مانگی۔ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے اُتریں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ اور اپنے نیزے سے اس کا خون دکھائیں گے۔

سوال: جنت کے کھانے کیسے ہوں گے؟

جواب: جنت کے کھانے نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے، نہ کوئی انہیں حاشیہ خیال میں لا سکتا ہے۔

سوال: برزخ سے کیا مراد ہے؟

جواب: مرنے کے بعد قبر سے اٹھنے تک کے درمیانی عرصہ کو برزخ کہتے ہیں۔

سوال: لفظ ''مولانا'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مولا کے کئی معانی ہیں۔ یہ لفظ ربّ، مالک، سردار، محسن، آزاد کرنے والے آقا، ناصر، محبّ، تابع، پڑوسی، چچازاد، حلیف، معاہد، سسرالی رشتہ دار، غلام، آزاد کردہ غلام اور اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے، جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو۔ احادیث میں لفظ مولیٰ مذکورہ بالا اکثر معانی میں استعمال ہوا ہے۔

یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، وہاں اس کا معنی کارساز اور مددگار کا ہے۔ مخلوق کے لیے اس معنی میں استعمال نہیں ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو''مولانا''(ہمارا آزاد کردہ غلام) فرمایا۔

(صحيح البخاري : 2699)

لہٰذا کسی کو''مولانا'' کہنا درست اور جائز ہے، بشرطیکہ اس کے مناسب اور شایان شان معنی مراد ہوگا۔

سوال: کیا نیل پالش کے ساتھ وضو ہو جائے گا؟

جواب: نیل پالش کا استعمال جائز ہے، کیونکہ اس میں کسی حرام چیز کی آمیزش نہیں ہے۔ البتہ اس کی وجہ سے ناخن پر جھلی سی آ جاتی ہے، جو ناخن تک پانی پہنچنے میں مانع ثابت ہوتی ہے، لہٰذا وضو کے وقت نیل پالش کو زائل کرنا ضروری ہے۔

سوال: کیا جھوٹ بولنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جھوٹ سنگین گناہ ہے، مگر اس سے وضو ٹوٹنے پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: دوران نماز وضو ٹوٹ گیا، تو کیا کرے گا؟

جواب: نماز سے نکل کر وضو کرے اور نماز میں شامل ہو جائے، اگر اس دوران کوئی کلام نہ کیا ہو، تو نماز جہاں چھوڑی تھی، وہیں سے شروع کر دے اور اگر کلام کر دیا، تو از سر نو نماز پڑھے۔

سوال: آنکھیں دکھی ہوئی ہیں، پانی بہہ رہا ہے، وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو باقی ہے، ٹوٹنے پر کوئی دلیل نہیں۔ نہ ٹوٹنا اصل ہے، ٹوٹنے کے لیے دلیل چاہیے۔

سوال: فطری ایام میں معلمات اور طالبات تعلیم قرآن کے حوالے سے کیا کریں؟

جواب: قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتیں، نہ چھو سکتی ہیں، البتہ تفسیر پڑھ پڑھا

سکتی ہیں۔

(سوال): پان یا نسوار منہ میں رکھ کر سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے؟

(جواب): جی، دے سکتے ہیں۔

(سوال): ڈرائی کلین کیے ہوئے کپڑوں کی طہارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ ڈرائی کلین کیے ہوئے کپڑے پاک ہیں۔

(سوال): بغل اور زیرِ ناف بالوں کے ازالہ کے لیے کون سا طریقہ بہتر ہے؟

(جواب): ٹریٹ والوں کا پاکی ریزر بہتر ہے، یہ خشک جلد پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے جلد کی حفاظت بھی ہے اور وقت بھی کم صرف ہوتا ہے۔ شوگر کے مریض اور بڑے پیٹ والے بآسانی استعمال کر سکتے ہیں۔

(سوال): ٹی وی یا ریڈیو سے اذان سن کر اس کا جواب دینا اور آخر میں دعا پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، البتہ یہ اذان نماز کے لیے کفایت نہیں کرتی، بلکہ اس حوالے سے ہر علاقے کی اپنی اذان کا اہتمام اور اعتبار ہوگا۔

(سوال): اذان کے بعد تثویب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): درست نہیں۔

(سوال): بیت الخلاء میں اذان کے جواب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اذان کا جواب ذکر ہے، دوران قضائے حاجت ذکر درست نہیں۔ البتہ اگر غسل خانہ میں ہیں، تو جواب دے سکتے ہیں، کیونکہ ذکر اللہ کی طرف اٹھ جاتا ہے۔

(سوال): دوران خطبہ کلام کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعی ضرورت ہو، تو خطیب سے ہم کلام ہوا جا سکتا ہے، آپس میں گفتگو منع ہے۔

(سوال): خطبہ کے دوران تشہد کی حالت بیٹھنا کیسا ہے؟

(جواب): خطبہ سنتے وقت اجتماعی طور پر کوئی خاص کیفیت اختیار کرنا بدعت ہے۔

(سوال): رکوع وسجود میں کتنی دیر ٹھہرنا چاہیے؟

(جواب): رکوع وسجود میں طمانیت واجب ہے۔ تسبیحات کم از کم تین مرتبہ پڑھنی چاہیے، زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

(سوال): تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مسنون ہے۔ مگر اسے شہادتین کے ساتھ خاص کرنا بے دلیل ہے۔ التحیات کے شروع سے لے کر سلام تک اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ انگلی کو حرکت دینا اور صرف اشارہ کرنا دونوں درست اور ثابت ہیں۔ نظر انگلی کے اشارہ پر ہونی چاہیے۔

(سوال): نمازِ امام کو رکوع میں پائے تو کیا کرے؟

(جواب): راجح یہ ہے کہ وہ رکعت شمار نہ کرے۔

(سوال): نابالغ بچے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے، احادیث سے ثابت ہے۔

(سوال): سورت فاتحہ کے بعد قرأت میں دو آیات پر اکتفا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): نماز ہو جاتی ہے۔

(سوال): کیا قرآن کریم کی سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا ضروری ہے؟

(جواب): ضروری نہیں، البتہ ترتیب سے پڑھنا بہتر ہے۔

(سوال): اگر پہلی رکعت میں سورت الناس پڑھ لی، تو دوسری میں کیا کرے گا؟

(جواب): کوئی بھی سورت پڑھ لے، ترتیب واجب نہیں۔

(سوال): بعض ائمہ کا تلفظ کمزور ہوتا ہے، مخارج کا بھی خیال نہیں رکھتے، ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز درست ہے، البتہ صحیح قرأت اور مخارج سیکھنے کی کوشش کرے۔

(سوال): پہلے تشہد کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سنت ہے۔ بھول جانے پر سجدہ سہو ہے۔

(سوال): وتر میں قنوت کی جگہ کوئی اور دعا پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں، قنوت یاد نہیں ہے، تو یاد کرے۔

(سوال): مسجد میں دوبارہ جماعت کرانا جائز ہے؟

(جواب): دوبارہ جماعت کرانا جائز ہے۔ صحیح احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہے۔

(سوال): کیا میاں بیوی ایک ساتھ، ماں اپنے بیٹے کے ساتھ یا خالہ بھانجے کے ساتھ الگ جائے نماز پر نماز ادا کر سکتی ہے؟

(جواب): اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہوں، تو کر سکتے ہیں۔

(سوال): کیا میاں بیوی با جماعت نماز پڑھ سکتے ہیں؟

(جواب): پڑھ سکتے ہیں، شوہر آگے کھڑا ہو جائے اور بیوی پیچھے کھڑی ہو جائے۔

(سوال): امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے، تو کیا مسبوق کے لیے بھی کافی ہوگا؟

(جواب): جب مسبوق اپنی بقیہ نماز ادا کر رہا ہو، تو وہ امام کی اقتدا سے نکل جاتا ہے، لہٰذا اس کے لیے امام کا سترہ کافی نہیں، اس کے آگے سے گزرا نہیں جا سکتا۔

(سوال): نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بغیر عذر بیٹھ کر نوافل پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ البتہ عذر کی صورت میں بیٹھ کر نوافل پڑھنے پر پورا ثواب ملتا ہے۔

(سوال): فوجی ٹوپی اور ہیٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں۔

(سوال): ننگے سر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز میں سر ڈھانپنا بالا جماع نماز کا لباس نہیں، ننگے سر نماز درست ہے۔

(سوال): قضائے عمری کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔ گزشتہ کسی سالوں کی نمازوں کی قضا شرعا جائز نہیں، اس پر توبہ ہے۔

(سوال): نماز وتر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وتر با جماع محدثین سنت ہے، واجب نہیں۔

(سوال): وتر رہ گیا، فجر کی اذان ہوگئی، تو کیا کرے؟

(جواب): پہلے وتر پڑھے، پھر فجر پڑھ لے۔

(سوال): وتر رہ گیا، فجر کی جماعت کھڑی ہے، کیا کرے؟

(جواب): نماز فجر کے بعد وتر پڑھ لے۔

(سوال): وتر پڑھنا بھول گیا، سورج طلوع ہونے کے بعد یاد آیا، تو کتنی رکعات پڑھے گا؟

(جواب): چاہے ایک پڑھ لے، چاہے تین پڑھ لے، چاہے پانچ پڑھ لے، چاہے سات پڑھ لے، چاہے نو پڑھ لے۔

(سوال): نماز تہجد نہ پڑھ سکا، تو کیا کرے؟

(جواب): سورج طلوع ہونے کے بعد بارہ رکعات ادا کر لے۔

سوال: ظہر سے پہلے کی چار سنتیں رہ گئیں، تو کب پڑھے گا؟

جواب: فرض کے بعد پڑھ لے۔

سوال: جمعہ سے پہلے کتنی رکعت ثابت ہیں؟

جواب: خطبہ شروع ہونے سے پہلے جتنی جی چاہے، رکعات ادا کر لے، البتہ خطبہ شروع ہو جائے، تو دو رکعت پڑھ کر بیٹھے۔

سوال: کیا مریض دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے؟

جواب: مرض کی شدت میں جمع کر سکتا ہے۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا یہی فتوی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8258، وسندهٗ صحيحٌ)

جمع تقدیم و تاخیر دونوں کر سکتا ہے۔

سوال: فجر کی سنتیں رہ جائیں، تو کب پڑھے گا؟

جواب: فرض کے بعد پڑھ لے۔ سورج طلوع ہونے کے بعد بھی پڑھ سکتا ہے۔

سوال: کیا فرض نماز اوقات ممنوعہ میں ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: کر سکتا ہے۔ ممنوعہ اوقات میں مطلق نوافل ممنوع ہیں، فرائض اور سببی نمازوں کے لیے ممانعت نہیں۔

سوال: نماز فجر کے بعد نوافل پڑھے جا سکتے ہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے، البتہ جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہو، تو نہیں پڑھ سکتا، صرف سببی نماز پڑھ سکتا ہے، تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء وغیرہ۔

سوال: سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر سنتیں بھی پڑھے گا؟

جواب: سفر میں دو نمازوں کے جمع کرنے پر سنتیں چھوڑ سکتا ہے۔

سوال: بارش کی صورت میں دو نمازیں جمع کیں، کیا سنتیں پڑھی جائیں گی؟

جواب: جی ہاں، سنتیں بھی پڑھی جائیں گی۔

سوال: نماز شروع کر دی، بعد میں پتہ چلا کہ الٹی شلوار پہنی ہوئی ہے، تو کیا کرے گا؟

جواب: کوئی حرج نہیں، نماز جاری رکھے۔

سوال: شلوار یا پینٹ کو نیچے سے فولڈ کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔ اس کے بارے میں ممانعت ثابت نہیں۔

سوال: آستین چڑھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں آستین نہیں چڑھانی چاہیے، البتہ اگر پڑھ لی، تو نماز ہو جائے گی، کیونکہ اس کے بارے میں نہی تنزیہی ہے۔

سوال: اگر بھول کر رکوع میں سجدے کی تسبیح پڑھ لی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز درست ہے۔

سوال: اگر امام نماز عید میں زائد تکبیرات بھول جائے، تو کیا کرے؟

جواب: سجدہ سہو کر لے۔ نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

سوال: دعائے قنوت بھول جائے تو کیا کرے؟

جواب: سجدہ سہو کر لے۔

سوال: جان بوجھ کر دعائے قنوت ترک کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔

سوال: نماز میں بھول کر ایک دو بار پڑھ لی، تو کیا اس پر سجدہ سہو ہے؟

جواب: اس پر سجدہ سہو نہیں۔

(سوال): قنوت رکوع سے پہلے کرنی تھی، مگر بھول کر رکوع میں چلا گیا، تو کیا کرے؟

(جواب): قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح صحیح ہے۔ رکوع کے بعد کر لے۔

(سوال): کیا قرأت میں غلطی یا سہو پر سجدہ سہو ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): فاتحہ کے بعد قرأت بھول گیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز درست ہے۔

(سوال): نماز عید میں بھول جائے، تو کیا سہو کرے گا؟

(جواب): جی ہاں، کرے گا۔

(سوال): نماز میں سجدہ تلاوت کا کیا طریقہ ہے؟

(جواب): اللہ اکبر کہے، رفع الیدین کرے اور سجدہ میں چلا جائے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے، جلسہ استراحت نہ کرے۔

(سوال): کیا نماز فجر اور عصر کے بعد تلاوت میں سجدہ آ جائے، تو کیا سجدہ کرے گا؟

(جواب): جی ہاں۔ امام بھی سری نمازوں میں سجدہ تلاوت کر سکتا ہے اور اس کی اقتدا میں مقتدی بھی سجدہ تلاوت کریں گے۔

(سوال): کیا نامحرم عورت عالم سے شرعی راہنمائی لے سکتی ہے؟

(جواب): لے سکتی ہے۔

(سوال): فیکٹری، کارخانے میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر قریب مسجد موجود نہیں، تو جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط②)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نماز جمعہ کی قضا ہے؟

جواب: جمعہ کی قضا نہیں۔ جمعہ رہ جائے، تو ظہر ادا کرے گا۔

سوال: کیا شوہر اپنی بیوی کی میت کو غسل دے سکتا ہے؟

جواب: مجبوری ہو، تو دے سکتا ہے۔

❁ تابعی، سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُغَسِّلُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ .

''خاوند بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 10983، وسنده حسنٌ)

❁ تابعی، ابو قلابہ رحمہ اللہ نے اپنی بیٹی کو غسل دیا تھا۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 10987، وسنده صحيحٌ)

سوال: ایک سے زائد میتوں پر ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

سوال: ایک میت پر کئی بار نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔ جنہوں نے پہلے نماز جنازہ پڑھ لیا ہو، وہ بھی دوبارہ پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: سوگ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سوگ مشروع ہے۔ میت کی قریبی عورتیں تین دن سوگ کریں گی، البتہ بیوی چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔ اگر حاملہ ہے، تو وضع حمل پر سوگ ختم ہو جائے گا، خواہ اگلے لمحے بچہ جنم دے۔ یاد رہے کہ اسلام میں مردوں کے لیے سوگ نہیں ہے۔

سوال: کیا میت کی آنکھ سے لینس نکالنا ضروری ہے؟

جواب: لینس نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

سوال: نماز جنازہ میں تکبیر چھوٹ جائے، تو کیا کرے گا؟

جواب: امام سلام پھیرے، تو اپنی تکبیر ادا کر لے۔

سوال: میت کے اہل خانہ کے ہاں کھانا کھانا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔ سنن ابن ماجہ (۱۶۱۲) والی روایت اسماعیل بن ابی خالد کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: میت کے ترکہ سے ایصال ثواب کے لیے صدقہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: ورثا چاہیں، تو صدقہ کر سکتے ہیں۔

سوال: اسلام میں سوئم، دسواں اور چہلم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: بدعت ہیں۔ خیر القرون میں ان کا وجود نہیں۔

سوال: سرکاری جگہ پر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

جواب: سرکاری جگہوں پر بغیر اجازت کے مساجد کی تعمیر جائز نہیں۔ البتہ اگر پہلے سے ہی تعمیر کر دی گئی ہے، تو سرکار کو چاہیے کہ اسے قائم رکھے، ورنہ کسی دوسری جگہ منتقل کر دے، بالکل مسمار کر دینا مناسب نہیں۔

سوال: ایک مسجد کی رقم یا مال دوسری مسجد پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مسجد کے نمازی رضا مند ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح ایک مسجد کی آمدن سے دوسری مسجد بھی تعمیر کی جا سکتی ہے۔ نیز اگر کوئی مسجد ویران ہو چکی ہو، تو اس کی جگہ بیچ کر دوسری جگہ مسجد تعمیر کی جا سکتی ہے۔

(سوال): مسجد کی تعمیر میں غیر مسلم کا چندہ لگانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): حرام مال سے مسجد کی تعمیر کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): مساجد و مدارس میں تعلیم القرآن کے لیے زکوٰۃ وفطرانہ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): مسجد کے فنڈ سے میلاد النبی یا عرس وغیرہ کی محافل پر مسجد میں چراغاں، جھنڈیاں لگانا کیسا ہے؟

(جواب): ناجائز ہے۔ چونکہ یہ اُمور بدعت ہیں، ان پر خرچ کرنا باطل ہے۔

(سوال): کیا مسجد میں محراب ہونا ضروری ہے؟

(جواب): ضروری نہیں ہے۔

(سوال): مسجد میں گیس لیمپ اور ہیٹر وغیرہ جلانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بعض لوگ نماز کے بعد مصلیٰ موڑ دیتے ہیں، اس کی کیا حیثیت ہے؟

(جواب): کسی خاص نظریے کے تحت ایسا کرنا باطل ہے۔

(سوال): نمازی پر سلام کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ سلام کا جواب زبان سے نہیں دے گا، بلکہ انگلی، ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دے گا۔

(سوال): غیر مسلم نے مسجد کے لیے جگہ وقف کی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر مسلم کا مسجد تعمیر کرنا اور مسجد کے لیے جگہ وقف کرنا جائز اور درست ہے۔

(سوال): استخارہ کیا ہے؟

(جواب): کسی اہم کام میں خیر و برکت کے لیے مخصوص دعا کرنا استخارہ ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نوافل ادا کیے جائیں اور بعد میں دعائے استخارہ پڑھی جائے اور کام شروع کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس میں موجود شر کو ختم کر دے گا۔

(سوال): مسجد میں اپیل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): روزے کی زبانی نیت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): غسل واجب تھا، تاخیر سے اٹھا ہے، سحری کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سحری کھالے، بعد میں غسل کر لے۔

(سوال): سحری اور افطاری کے لیے سائرن بجتے ہیں، یا اعلان ہوتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ اذان پر روزہ رکھا جائے اور اذان پر ہی افطار کیا جائے۔

(سوال): کیا روزہ جھوٹ، غیبت اور چغلی سے فاسد ہو جاتا ہے؟

(جواب): یہ تینوں گناہ کبیرہ ہیں، ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اجر و ثواب میں کمی

واقع ہوجاتی ہے۔

(سوال): روزے کی حالت میں خون دینا کیسا ہے؟

(جواب): مجبوری ہو،تو جائز ہے۔

(سوال): روزے کی حالت میں وکس لگانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بچے کی ولادت کے کتنے دن بعد روزہ رکھا جائے؟

(جواب): نفاس کا خون آنا بند ہوجائے یا زیادہ سے زیادہ چالیس دن گزر جائیں،تو عورت پاک ہے،اس پر نماز اور روزہ فرض ہے۔

(سوال): ایامِ مخصوصہ میں نماز کیوں معاف ہے؟

(جواب): شریعت کا حکم ہے۔اس میں کیا کیا حکمتیں ہیں،اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ہمیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم ہے۔ہمارے لیے سب سے بڑی حکمت یہی ہے۔

(سوال): بعض تاجر تین،پانچ یا دس روز تراویح ادا کرتے ہیں،باقی رمضان نہیں کرتے، ایسا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ایسا کرنا مناسب نہیں،پورا رمضان قیام کرنا چاہیے۔گاہے بہ گاہے لوگوں کو ترغیب دیتے رہیں۔بعض حفاظ شروع رمضان میں ڈیڑھ ڈیڑھ یا دو دو پارے قرأت کرتے ہیں اور آخر میں بہت کم کر دیتے ہیں،لوگوں کا تراویح سے پیچھے رہ جانے کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ائمہ کو چاہیے کہ روزانہ ایک پارہ پڑھا کریں،اس میں پڑھنے اور سننے والوں کے لیے سہولت اور آسانی ہے۔تراویح میں پارے کا چوتھائی حصہ تلاوت کیا جائے، یا پورا پارہ پڑھا جائے،فرق پندرہ بیس منٹ کا پڑتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی سمجھ آتی ہے کہ بیس رکعات تراویح پڑھنا لوگوں کے لیے بوجھل ہوتا ہے، جبکہ بیس رکعات تراویح مسنون بھی نہیں، لہٰذا آٹھ رکعات مسنون تراویح پڑھی جائے، تو کافی حد تک یہ مسئلہ حل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

اکثر وبیشتر تراویح میں سستی وہی لوگ کرتے ہیں، جو سال بھر فرض نماز ادا نہیں کرتے۔ فرائض کا ترک نوافل کے ترک کا سبب ہے اور نوافل کا ترک فرائض میں سستی وکاہلی کا موجب ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ نماز جو ایمان کی دلیل ہے، کبھی نہ چھوڑیں۔

سوال: جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے دن کو روزہ کے ساتھ خاص نہ کیا جائے، البتہ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ ساتھ ملا لیا جائے۔ اگر کوئی صرف جمعہ کا روزہ رکھ لیتا ہے، تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ مطلب کہ بچنا بہتر ہے، رکھ لے، تو گناہ گار نہیں۔

سوال: کیا سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: راجح یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے زیورات اگر نصاب کو پہنچ جائیں، تو ان پر زکوٰۃ ہے۔

سوال: شادی کے موقع پر دولہا والوں کی طرف سے دلہن کو جو زیورات دیے جاتے ہیں، تو کس کی ملکیت ہوتے ہیں؟ ان کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: وہ بیوی کی ملکیت ہیں، ان کی زکوٰۃ بھی بیوی پر ہے۔

سوال: کیا زکوٰۃ فنڈ سے کسی کو قرض حسنہ دیا جا سکتا ہے؟ جو بعد میں اقساط کی صورت میں وصول کیا جاتا ہے؟

جواب: مناسب یہی ہے کہ زکوٰۃ فنڈ سے قرض حسنہ نہ دیا جائے، اس میں کئی

قباحتیں ہیں۔

(سوال): ایک ادارہ ہے، جو زکوٰۃ فنڈ کو سودی اسکیموں میں لگاتا ہے، اس سے حاصل شدہ سودی رقوم مستحقین میں تقسیم کر دیتا ہے، ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(جواب): ناجائز وحرام ہے۔

(سوال): ہر سال بنک اپنی مرضی سے ہمارے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ کاٹ لیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بنک میں دو قسم کے اکاؤنٹ ہوتے ہیں؛ سیونگ اور کرنٹ۔ سیونگ اکاؤنٹ میں رقم رکھنا جائز نہیں، حرام ہے، کیونکہ اس رقم پر بنک سود ادا کرتا ہے اور سال کے بعد زکوٰۃ بھی کاٹ لیتا ہے۔ بنک کو شرعاً اور اخلاقاً کوئی حق نہیں کہ وہ کسی کے مال سے زکوٰۃ نکالے۔ ہر سال اربوں روپے خورد برد ہو جاتے ہیں، لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے مال سے خود زکوٰۃ نکالے، اور وہ رقم مستحقین تک پہنچائے۔ البتہ بنک زکوٰۃ کاٹ لیتا ہے، تو بہر صورت زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(سوال): پیشہ ور بیکاریوں کو دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ اس سے مستحقین کا مال غیر مستحقین تک پہنچ جاتا ہے۔ اسلام پیشہ ور بیکاریوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔

(سوال): کیا جہیز پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): گھریلو سامان پر زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر سونا چاندی وغیرہ ہے، تو نصاب کو پہنچنے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ ہے۔

(سوال): حج فرض تھا، ادا نہیں کیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا عذر حج نہیں کیا، تو سخت گناہ گار ہے۔ اگر ساری دنیا بھی ہر سال اس کی طرف سے حج ادا کرے، تو بھی اس سے بوجھ نہیں اترے گا۔

(سوال): غیر شادی شدہ بالغ بیٹی گھر میں بیٹھی ہو، تو حج پر جانا کیسا ہے؟

(جواب): حج فرض ہے، تو ادا کیا جائے گا۔ بے شک ایک نہیں، کئی بیٹیاں غیر شادی شدہ گھر میں بیٹھی ہوں۔ حج اللہ تعالیٰ کا حق ہے، مخلوق کی وجہ سے اللہ کا حق نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(سوال): عورت مخصوص ایام میں ہے، یا میقات پر ماہواری شروع ہو گئی یا احرام باندھے گی؟

(جواب): اس پر احرام باندھنا لازم ہے۔ تمام مناسک حج یا عمرہ ادا کرے گی، البتہ طواف کعبہ نہیں کرے گی۔ وہ پاک ہونے کے بعد کرے گی، کیونکہ طواف افاضہ حج کا رکن ہے، اس کے بغیر حج نہیں۔ ہاں واپسی کی ایسی اضطراری حالت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ حیض سے پاک بھی نہیں ہوئی، تو اسی حالت میں طواف افاضہ کر لے۔

(سوال): کیا عورتیں گروپ کی صورت میں عمرہ یا حج کے لیے جا سکتی ہیں، جبکہ ان کے ساتھ محرم بھی نہ ہو؟

(جواب): نہیں جا سکتیں۔

(سوال): اگر کوئی عورت بغیر محرم کے عمرہ یا حج کر لے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): عمرہ یا حج درست ہے، البتہ بغیر محرم کے سفر کرنے پر گناہ گار ہے۔

(سوال): حج و عمرہ میں مانع حیض دوائیوں کا استعمال کیسا ہے؟

(جواب): حج و عمرہ میں مانع حیض دوائیوں کا استعمال سے بچنا چاہیے، کیونکہ حیض کو روکنا فطرت کو روکنا ہے، جو کسی صورت مناسب نہیں۔ اس سے کئی ایک بیماریاں جنم لیتی

ہیں، مثلاً؛ حیض کے دنوں میں بگاڑ، جسم پر فاضل بالوں کا اُگ آنا، موٹاپا چھا جانا اور چہرے پر چھائیاں آجانا وغیرہ۔

سوال: حج بدل کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جس نے اپنا حج کر رکھا ہو، تو اسے حج بدل کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔

سوال: میت کی طرف سے حج کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت نے حج کی نذر مانی تھی، نذر پوری نہ کر سکا اور دنیا سے چلا گیا، تو اس کا ولی اس کی طرف سے حج کی نذر پوری کرے گا۔ اس کے علاوہ ایصال ثواب کے لیے کسی کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا درست نہیں۔

سوال: کسی کی طرف سے طواف کرنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: نفلی طواف کا کیا حکم ہے؟

جواب: طواف کارِ خیر ہے، کر سکتا ہے۔

سوال: ایک سفر میں کئی عمرے کر سکتا ہے؟

جواب: عمرہ کارِ خیر ہے، ایک سفر میں کئی عمرے کیے جا سکتے ہیں۔

سوال: کیا مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر عمرہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے۔

❁ **عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تنعیم (مسجد عائشہ) سے احرام باندھ کر عمرہ کر لیتے تھے۔**

(مؤطأ الإمام مالك :365/1، وسنده صحيحٌ)

سوال: قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مستحب سنت ہے۔سلف میں کوئی بھی قربانی کے وجوب کا قائل نہیں۔

(سوال): خصی جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے، خصی جانور کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔

(سوال): کیا گھر والے عقیقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں؟

(جواب): کھا سکتے ہیں، عقیقہ قربانی کی طرح ہے، قربانی کا گوشت امیر وغریب، اپنے پرائے سبھی کھا سکتے ہیں، اس طرح عقیقے کا گوشت بھی کھا سکتے ہیں۔

(سوال): دوران حج شوہر فوت ہو گیا، تو عورت کیا کرے گی؟

(جواب): حج وعمرہ مکمل کرے اور واپس آ کر بقیہ ایام عدت گزارے۔

(سوال): حج یا عمرہ کے لیے گھر سے نکلی، ایئر پورٹ پر شوہر کے وفات کی خبر موصول ہوئی، تو کیا کرے گی؟

(جواب): گھر واپس لوٹ آئے گی اور عدت پوری کرے گی۔

(سوال): خفیہ نکاح کا شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب): نکاح میں ولی کی اجازت ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): کیا ٹیلی فون یا انٹرنیٹ پر نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): شرائط نکاح پوری ہوں، تو ہو سکتا ہے۔

(سوال): کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا منع ہے؟

(جواب): سال کے کسی بھی مہینے یا دن یا وقت نکاح ممنوع نہیں۔

(سوال): مایوں اور مہندی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): ہندوانہ رسومات ہیں۔ان میں کئی شرعی قباحتیں ہیں۔

(سوال): نکاح میں قرآن کا لکھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔حدیث سے ثابت ہے۔

(سوال): قادیانی سے مسلمان مرد یا عورت کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قادیانی مرتد کافر ہیں، ان سے نکاح نہیں۔

(سوال): شوہر اگر اپنی بیوی کا دودھ چوس لے، تو کیا اس سے نکاح پر اثر پڑے گا؟

(جواب): شوہر اگر اپنی بیوی کا دودھ چوس لے، تو اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

(جواب): اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے پڑھایا تھا، اس پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

(جواب): سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال بتائی جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی عمر پچیس سال۔اس پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔غیر معتبر لوگوں کی غیر معتبر روایات ہیں۔

(سوال): کیا حالت حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

(جواب): حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔قرآن نے حاملہ کی عدت بیان کی ہے۔

(سوال): کیا طلاق کا حق بیوی کو تفویض کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): کیا دو طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، دو طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش باقی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

(البقرة : ٢٢٩)

''(رجعی) طلاق دو ہیں۔ اب (بیوی کو) اچھے طریقے سے بسانا ہے، یا اچھے انداز میں فارغ کر دینا ہے۔''

سوال: بیوی کو کہتا ہے کہ اگر آپ فلاں کے گھر میں گئی، تو آپ کو طلاق ہے، کیا اس طرح طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب: اگر بیوی اس گھر میں چلی گئی، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

سوال: ایک شخص نے بیوی کو دو طلاقیں دی، عدت گزر گئی، پھر اسی سے دوبارہ نکاح کر لیا، پھر ایک طلاق دی، تو کیا اب رجوع کر سکتا ہے؟

جواب: راجح یہی ہے کہ اسے رجوع کا حق نہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب (موطا امام مالک: ٢/٥٨٦، وسندہ صحیح) اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہم (سنن کبریٰ بیہقی: ٧/٣٦٥، وسندہ صحیح) کا یہی فتویٰ ہے۔

۞ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلٰى ذٰلِكَ السُّنَّةُ عِنْدَنَا الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا .

''اس مسئلہ میں ہمارے ہاں بغیر کسی اختلاف کے یہی طریقہ رائج ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 586/2)

سوال: روز قیامت کس کے نام کی نسبت سے پکارا جائے گا؟

جواب: روز قیامت باپ کے نام کی نسبت سے پکارا جائے گا۔ ماں کے متعلق مروی تمام روایات غیر ثابت ہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ③)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): عاق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): بعض لوگ بوجہ نافرمانی اپنی اولاد کو میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اسے عاق کہتے ہیں، یہ جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کے حصے مقرر کیے ہیں۔ البتہ والدین اولاد کے بعض افعال سے بری ہونے کا اعلان کر سکتے ہیں، مثلاً میں اپنے فلاں بیٹے کے فلاں کام، لین دین وغیرہ کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

(سوال): سرکاری کاغذات میں لاوارث بچی کی ولدیت کیا لکھوائی جائے؟

(جواب): سرکاری کاغذات میں لاوارث بچی کی ولدیت کی جگہ وہ شخص اپنا نام لکھوا سکتا ہے، جس کے زیر کفالت ہے۔ اس سے اس کا نسب تبدیل نہ ہوگا۔ سبھی جانتے ہیں کہ وہ اس کی بچی نہیں ہے اور وہ اس کا باپ نہیں ہے۔ ریکارڈ کے لیے ایسا کرنا درست ہے۔

(سوال): کیا سرکار کسی جرم کی سزا کے طور پر جائیداد ضبط کر سکتی ہے؟

(جواب): کسی شخص کے جرم کی سزا میں جائیداد ضبط کرنا شرعی اعتبار سے جائز نہیں، البتہ جو جائیداد کرپشن یا اپنے عہدے کا غلط استعمال کر کے بنائی گئی ہو، تو اس جائیداد کو ضبط کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کسی مجرم پر جرمانہ عائد ہو، مگر وہ ادا نہ کرے، تو سزا کے طور پر اس کی جائیداد ضبط کی جا سکتی ہے۔

(سوال): ٹھیکے کے حصول کے لیے اور بل کی وصولی کے لیے بعض افسروں کو رقم دینا کیسا ہے؟

(جواب): رقم دے کر ٹھیکہ لینا اور پھر بل کی وصولی کے لیے رقم دینا جائز نہیں۔ یہ رشوت کا مال ہے۔ لینے اور دینے والے دونوں گناہ گار ہیں۔

(سوال): فلیٹ یا دکان وغیرہ کی پگڑی دینا، لینا کیسا ہے؟

(جواب): اُصولی طور پر پگڑی لینا مناسب نہیں، کیونکہ وہ اس کی چیز استعمال میں لا رہا ہے اور وہ اسے اس کا کرایہ دے رہا ہے۔ اگر سکیورٹی کی صورت میں پگڑی وصول کرتا ہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس رقم یا چیز کو اپنے استعمال میں نہ لائے۔ اسی طرح اگر ان کے مابین کوئی معاہدہ طے پائے کہ میں پگڑی اس لیے رکھ رہا ہوں کہ اگر آپ نے اپنا معاہدہ توڑ دیا، تو آپ کو یہ رقم واپس نہیں ملے گی۔ تو معاہدہ توڑنے کی صورت میں وہ رقم ضبط کر سکتا ہے، البتہ معاہدہ ختم ہونے تک یا ٹوٹنے تک وہ پگڑی کی رقم استعمال نہیں کر سکتا۔

(سوال): شرعاً منافع کی زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہے؟

(جواب): منافع کی مقدار مقرر نہیں، البتہ مارکیٹ میں بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جن کا ریٹ مقررہ ہوتا ہے، ان کے ریٹ بڑھانا یا لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانا درست نہیں۔ اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ بعض علاقے کے تاجر یا دکاندار بلا وجہ کسی چیز کا ریٹ بڑھانے پر اکٹھ کر لیتے ہیں، ایسا کرنا درست نہیں۔

(سوال): انعامی بانڈز کا لین دین کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ سرکار کاغذ کے پرزے دے کر کرنسی لے لیتی ہے اور اسے استعمال کرتی ہے، ایک وقت کے بعد قرعہ اندازی کے ذریعہ انعامات تقسیم کرتی ہے، بعض کو انعامات مل جاتے ہیں اور بعض کو صرف رقم واپس مل جاتی ہے، یہ جوا کی ایک صورت ہے۔ اگر کوئی اسے قطعی حرام نہیں بھی سمجھتا، تو مشتبہ ضرور ہے اور مشتبہات سے بچنے کا حکم ہے۔

(سوال): بینک کی نوکری کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بینک کا لین دین سود پر ہوتا ہے، اس لیے بینک کی نوکری کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ گناہ پر معاونت ہے۔

(سوال): بیوٹی پارلر کا کاروبار کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بیوٹی پارلرز میں شریعت کی مخالفت ہوتی ہے، مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے، بعض خواتین مردوں کو اور بعض مرد خواتین کو میک اپ کرتے ہیں۔ عورت برہنہ بھی ہو جاتی ہے، دوسری عورتوں پر اپنے جسم کے خدوخال ظاہر کرتی ہے، پھر اکثر پالرز میں کیمرے لگے ہوتے ہیں، جو کئی جرائم کا سبب بنتے ہیں، لڑکیوں کی برہنہ ویڈیوز حاصل کی جاتی ہیں اور انہیں بلیک میل کیا جاتا ہے۔ اس میں پیسے اور وقت کا ضیاع ہے۔ پھر میک اپ میں کئی غیر شرعی کام کیے جاتے ہیں، مثلاً ابرو بنوانا، بال کٹوانا وغیرہ۔ آج کل کئی بیوٹی اشیا ناقص و ناکارہ بھی آتی ہیں، جو جلد کی بدنمائی اور کینسر جیسی کئی خطرناک بیماریوں کا باعث بھی بنتی ہیں۔ کئی پالرز کے پس پردہ بے حیائی اور نشے کا دھندہ کیا جاتا ہے۔ کئی نوشیزاؤں کو اس کا شکار کر لیا جاتا ہے۔ ان تمام تر خطرات اور محرمات کے پیش نظر بیوٹی پارلر کا کاروبار ناجائز اور نامناسب ہے۔ شریف اور صالح مرد و خواتین کو بیوٹی پارلرز سے گریزاں رہنا چاہیے، دین اور دنیا کی عافیت اسی میں ہے۔

خواتین کو چاہیے کہ گھر میں ہی قدرتی ٹوٹکے استعمال کریں، کہ اس میں جلد کی حفاظت اور خوبصورت دیرپا ہے اور بھاری اخراجات سے بھی نجات ہے۔

(سوال): کیا عورت بال کٹوا سکتی ہے؟

(جواب): بال عورت کا حسن ہیں۔ حسن میں بدنمائی لانا جائز نہیں۔

سوال: قومی بچت اسکیموں کے ذریعہ ملنے والی رقم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سود ہے۔

سوال: قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: قسم کا کفارہ یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق دس مساکین کو کھانا کھلانا یا دس مساکین کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اگر تینوں میں سے کسی کی بھی طاقت نہیں، تو تین روزے رکھے۔

سوال: وعدہ معاف گواہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: وعدہ معاف یا سلطانی گواہ کا مطلب ہے کہ مجرم اس شرط پر جرم کے ثبوت فراہم کرتا ہے کہ اسے سزا سے بری کر دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص قتل ہوا، جس کے قتل میں کئی افراد ملوث تھے، ان قاتلین میں ایک شخص اس شرط پر قاتلین کے نام اور ثبوت فراہم کرتا ہے کہ اسے جج بری کر دے گا، تو ایسا کرنا جائز نہیں۔ جج کو اس بنا پر کسی کا جرم معاف کرنے کا شرعاً کوئی اختیار نہیں۔

سوال: عبد نبی نام رکھنا کیسا ہے؟

جواب: عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ، عبد المسیح، عبد علی، عبد حسین اور عبد کعبہ وغیرہ نام رکھنا بالاجماع حرام ہے۔ یہ تاویل کرنا کہ عبد بمعنی خادم ہے، درست نہیں، کیونکہ عبد کا متبادر الذہن معنی ''بندہ'' ہے، تو اس کو حقیقی معنی سے پھیرنے کے لیے قرینہ چاہیے، وہ یہاں موجود نہیں۔ عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ ناموں میں فوراً ذہن میں بندے کا مفہوم جاتا ہے۔ عبد بمعنی خادم وضاحت کے بغیر سمجھ نہیں آتا۔ لہٰذا عبد کی مخلوق کی طرف اضافت کر کے نام رکھنا جائز نہیں، کیونکہ یہ موہم شرک ہے۔

مشرکوں کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ غیر اللہ سے اولاد مانگتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ انہیں اولاد عطا فرما دیتا ہے، تو وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، کہ فلاں نے اولاد دی۔ اسی طرح بعض اوقات شرکیہ نام بھی رکھتے ہیں، جیسا کہ امام بخش، پیر بخش، پیراں دتا، نیاز حسین، نیاز علی، وغیرہ۔ یاد رہے کہ غلام نبی، غلام رسول، غلام مصطفیٰ، غلام علی، غلام حسن اور غلام حسین وغیرہ نام رکھنا جائز ہے، کیونکہ ان سے شرک کا شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ہر شخص غلام کا معنیٰ مطیع وفرمانبردار کے لیتا ہے۔

سوال: شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا کیسا ہے؟

جواب: شوہر نے اگر عمومی طور بیوی کو اجازت دے رکھی ہو کہ آپ اتنی اتنی مقدار خرچ کرسکتی ہیں، تو عورت کو ہر خرچ کے وقت اجازت لینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اسے عمومی اجازت ملی ہوئی ہے۔ البتہ وہ اس مقدار سے زائد خرچ نہ کرے، جتنی کی اجازت اس کے شوہر نے دی ہے۔ اس خرچ پر بیوی اور شوہر کو آدھا آدھا اجر ملے گا۔

جن روایات میں بغیر اجازت خرچ کرنے کی ممانعت آئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر نے اسے بالکل اجازت نہ دی ہو، نہ عمومی اور نہ خصوصی۔ اور جن روایات میں بغیر اجازت خرچ کرنے کی اجازت ہے، ان سے مراد یہ ہے کہ شوہر نے عمومی اجازت دے رکھی ہے، مگر عورت خاص اس خرچ کے لیے اجازت نہیں لیتی اور سابقہ عمومی اجازت کی بنا پر خرچ کرتی ہے، تو شوہر اور بیوی دونوں کو آدھا آدھا اجر ملے گا۔

سوال: نبی کریم ﷺ ولادت باسعادت کس دن اور کس تاریخ کو ہوئی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سوموار کے دن ہوئی۔ اس پر صحیح احادیث موجود ہیں۔ تاریخ کا صحیح علم نہیں۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ ''صلعم'' وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

(جواب): صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جگہ ''ص، صعم، صلم، صلیو، صلع اور صلعم'' جیسے رموز واشارات کا استعمال حکم الٰہی اور منہجِ سلف صالحین کی مخالفت ہے۔ یہ قبیح اور بدعی اختصار خلاف ادب ہے۔ یہ ایسی بےہودہ اصطلاح ہے کہ کوئی نادان ہی اس پر اکتفا کر سکتا ہے۔

(سوال): خضر علیہ السلام نبی ہیں یا ولی؟ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟

(جواب): خضر علیہ السلام نبی تھے۔ وفات پا چکے ہیں، ان کے زندہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): بیٹی کی پیدائش پر اظہار رنج وغم کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، نعمت ملنے پر شکر بجا لانا چاہیے۔ بیٹی کی پیدائش پر اظہار رنج وغم کرنا جاہلیت کا عمل ہے۔

(سوال): کیا شادی شدہ عورت کے لیے چوڑیاں پہننا ضروری ہے؟

(جواب): عورت کے لیے چوڑیاں زینت ہے۔ شادی شدہ ہو، یا غیر شادی شدہ، چوڑیاں پہن سکتی ہے۔ اسے شادی شدہ کے لیے ضروری قرار دینا درست نہیں۔

(سوال): کیا عورت قبرستان جا سکتی ہے؟

(جواب): اگر بےصبری کا مظاہرہ نہ کرے، تو جا سکتی ہے۔

(سوال): عورتوں کا آپس میں مصافحہ اور معانقہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا بیوی پر شوہر کی خدمت فرض ہے؟

(جواب): بیوی پر خاوند کی اطاعت لازم کی گئی ہے۔ شوہر کسی بھی جائز کام کا حکم دے سکتا ہے، جو بیوی کی استطاعت میں ہو، بیوی کو بھی بقدر استطاعت اپنے خاوند کا حکم ماننا

چاہئے اور مرد کو بھی چاہئے کہ عورت پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے، بلکہ "النصح لکل مسلم" کے تحت اس کی خیر خواہی مقدم رکھے۔

ہر دور میں امور خانہ داری خواتین ہی سرانجام دیتی رہی ہیں، چار دیواری سے باہر کے معاملات مرد کے ذمہ ہوتے ہیں، یوں ایک خوبصورت معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اگر خاوند یا بیوی اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کرے، تو معاشرے کا حسن مرجھا جاتا ہے، اس سے بیسیوں خرابیاں اور بگاڑ جنم لیتے ہیں، ہنستے بستے گھر ویران ہو جاتے ہیں، خاندانی اور قبائلی روایات دم توڑ جاتی ہیں، جو کسی بھی صورت اچھا شگون نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عورت اور مرد کو چاہئے کہ مل جل کر ایک بہترین گھرانہ استوار کریں اور اپنی نسلوں کیلئے آئیڈیل ثابت ہوں۔

سوال: سالگرہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سالگرہ منانا جائز نہیں، یہ کفار سے مشابہت ہے۔

سوال: کیا ماہِ صفر منحوس ہے؟

جواب: سارے مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں، کسی مہینے میں کوئی نحوست نہیں۔ انسانوں میں نحوست ہوتی ہے، وہ دنوں، مہینوں اور سالوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ صفر کے پہلے تیرہ دنوں میں شادی و بیاہ نہیں کرتے، سفر کرنا منحوس سمجھتے ہیں، بعض صفر کے مہینے کو نحس سمجھتے ہیں اور اسے خالی کا چاند یا خالی کا مہینہ کہتے ہیں، اس میں خوشی کی تقریبات نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ بہت ساری غلط باتیں ماہِ صفر سے جوڑ رکھی ہیں۔ یہ سب تو ہم پرستی اور بد عقیدگی ہے۔

سوال: نظر بد سے بچنے کے لیے مکان پر الٹی ہنڈیا رکھی جاتی ہے، کالا کپڑا الٹکایا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): تو ہم پرستی اور ضعف الاعتقادی ہے۔ یہ سب گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔

(سوال): کیا نظر بد کی تاثیر ہوتی ہے؟

(جواب): نظر بد کی حقیقت ہے۔ اس کی تاثیر ہوتی ہے۔ بہت ساری صحیح احادیث اس پر دلالت کناں ہیں۔ مگر ہر چیز کو نظر بد کی بھینٹ چڑھا دینا بھی درست نہیں۔

(سوال): کیا اُوجھڑی کھانا حلال ہے؟

(جواب): اُوجھڑی کھانا حلال ہے، اس کے مکروہ یا حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): پولٹری فارم کی خوراک میں خون اور ہڈیاں شامل ہوتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بے شک خون حرام ہے، مگر اس کا استحالہ ہو جاتا ہے، لہٰذا پولٹری فارم کی مرغی کھانا حلال ہے۔ اگر نجاست کھانے سے جانور کے دودھ یا گوشت سے بدبو آتی ہے، تو وہ جانور جلالہ کے حکم میں ہے، اس کا کھانا اس وقت تک جائز نہیں، جب تک اس سے نجاست کا اثر زائل نہ ہو جاتا۔

(سوال): لوہے، تانبے، پیتل، جست اور دیگر دھاتوں کی انگوٹھی پہننے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): تمام دھاتوں کی انگوٹھی پہنی جا سکتی ہے، البتہ مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، حرام ہے۔

(سوال): کیا چاندی کی انگوٹھی کے لیے کوئی وزن مقرر ہے؟

(جواب): چاندی کی انگوٹھی کے لیے وزن مقرر نہیں، اس باب میں مروی روایات ثابت نہیں۔

(سوال): مرد کے لیے کڑے یا بالیاں پہننے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ حرام ہے، عورتوں کی مشابہت ہے۔ کڑے پہننا مرد کے لیے

جائز نہیں۔

(سوال): کیا ملزم سے اعتراف جرم کرانے کے لیے جسمانی ریمانڈ لیا جا سکتا ہے؟

(جواب): کسی کے کہنے پر یا شبہہ کی بنا پر جسمانی ریمانڈ لینا شرعا جائز نہیں۔ جب تک قوی شواہد اور قطعی ثبوت نہ ہوں، جسمانی سزا دینا ناجائز اور حرام ہے۔

(سوال): بالوں کو سیاہ خضاب لگانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بالوں کو رنگنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بالوں کو رنگنا مستحب ہے۔

(سوال): خودکشی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اپنے آپ کو قتل کرنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔

(سوال): ایک شخص جو خود حلال کماتا ہے، اس کے دوسرے بھائی حرام کماتے ہیں، تینوں مل کر رہتے ہیں، ایک ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ اپنے بھائیوں کو حرام سے باز رہنے کی تلقین کرتا رہے، اگر ممکن ہو، تو ان سے علیحدگی اختیار کر لے، ورنہ وہ ان کے ساتھ کھا پی سکتا ہے۔

(سوال): رات کے وقت ناخن کاٹنا کیسا ہے؟

(جواب): ناخن میل کچیل کے زمرہ میں آتے ہیں، میل کچیل کسی وقت بھی دور کی جا سکتی ہے۔ رات کے وقت ناخن تراشنے کی ممانعت نہیں۔

(سوال): میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بدعت ہے، شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔ اسلاف امت کا عمل نہیں۔

سوال: بیت اللہ کی شبیہ کا طواف کرنا کیسا ہے؟

جواب: بیت اللہ کے علاوہ کسی شے کا طواف کرنا حرام ہے، کیونکہ طواف عبادت ہے، جو کعبۃ اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: بطور تعظیم جائز ہے۔

سوال: مارکیٹ میں بہت سارے درود دستیاب ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: مارکیٹ میں دستیاب اکثر درود بدعات کا آمیزہ ہوتے ہیں اور غلو سے لبریز ہوتے ہیں، شرک کی بو ان سے آ رہی ہوتی ہے، مقام حیرت و استعجاب مگر یہ ہے کہ بعض مہربانوں نے ان کے فضائل بھی بیان کر رکھے ہیں، جن کا ذخیرہ حدیث میں ذکر تک نہیں، اس قبیل کے چند درود درج ذیل ہیں؛

① درودِ شفاعت ② درود غوثیہ ③ درود لکھی

④ درود تاج ⑤ درود تنجینا ⑥ درود ہزارہ

⑦ درود ماہی ⑧ درود عبدوسی ⑨ درود خضری

⑩ درود ناریہ ⑪ درود کوامل ⑫ درود زیارت

سوال: مزاروں اور درگاہوں پر مجاوری کا کیا حکم ہے؟

جواب: کافر قوموں کا شعار ہے، قبروں کے متعلق غلو ہے۔

سوال: محاورہ ”میری آنتیں قل ھو اللہ احد پڑھ رہی ہیں۔“ کیسا ہے؟

جواب: قرآن آیات کو محاوروں کے طور پر استعمال کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ اس میں قرآن کریم کی بے ادبی اور استخفاف کا پہلو ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ لکھنا جائز ہے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کا کلام ہے۔ کلام الٰہی کی نمبروں کے ساتھ تعبیر کفر ہے۔

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کعبہ جھکا تھا؟

جواب: یہ روایت السیرۃ الحلبیۃ (۱/۱۰۳) میں بے سند مذکور ہے۔ یہ جھوٹی ہے۔

سوال: جبریل امین کی عمر کتنی ہے؟

جواب: اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس بارے میں ایک روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: آپ کی عمر کتنی ہے۔ عرض کیا: میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ستر ہزار سال میں ایک مرتبہ طلوع ہوتا ہے۔ میں اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھ چکا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل جلالہ کی عزت کی قسم! وہ ستارہ میں ہی ہوں۔''

(السّیرۃ الحلبیۃ :47/1، تفسیر روح البیان : 689/3)

یہ بے سند اور جھوٹی روایت ہے۔

سوال: کافر ملت پر قسم کھانا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی قسم کھائے کہ اگر میں فلاں بات میں جھوٹا ہوں، یا فلاں کام کروں، تو یہودی ہو جاؤں یا کافر ہو جاؤں یا ایمان سے محروم ہو کر مروں۔ تو اگر وہ قسم میں جھوٹا ہے یا

قسم توڑ دی، تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ البتہ اگر قسم کھانے سے اس کا ارادہ یہ تھا کہ فلاں کام ممکن نہیں ہے۔ اس پر تاکید کرتے ہوئے اس نے قسم کھائی۔ اس صورت میں اگر قسم ٹوٹ جاتی ہے، تو وہ کافر نہیں ہوگا، ہاں یہ ضرور ہے کہ سخت گناہ گار ہوگا۔

سوال: جنتی مردوں کو حوریں ملیں گی، تو جنتی عورتوں کو کیا ملے گا؟

جواب: جنتی عورتیں جو چاہیں گی، وہ انہیں ملے گا۔ ان کی خدمت کے لیے حوریں بھی ہوں گی۔ نیک مردوں کے ساتھ ان کا نکاح ہو جائے گا۔

سوال: کیا گناہ ناگہانی مصیبت کا سبب ہوتے ہیں؟

جواب: انسان گناہ سے محرومیوں کا شکار ہو جاتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے پکڑ میں آ جاتا ہے۔ مگر بسا اوقات مصائب فقط آزمائش کے لیے ہوتی ہیں، کسی گناہ کی وجہ سے نہیں آتیں، جیسا کہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام پر مصائب آتی رہیں ہیں۔ نیکوکاروں کے لیے مصیبت، پریشانی باعث رحمت ہوتی ہے اور گناہ گاروں کے لیے باعث زحمت ہوتی ہے۔

سوال: فوت شدہ خواب میں نظر کیوں آتے ہیں؟

جواب: اس کی حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے، ہاں زندوں کی روحیں اور فوت شدہ کی روحیں ملتی ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''مردوں اور زندوں کی ارواح نیند میں باہم ملتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال بھی کرتی ہیں، تو اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 122، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): یہ کہنا: ''میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔'' کیسا ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں، محض بات کی تاکید کے لیے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے کراما کاتبین فرشتے مراد ہوتے ہیں، وہ وہی جانتے ہیں، جو وہ انسان کرتا ہے۔ اگر اس نے کیا ہی نہیں، تو فرشتے کیسے جانتے ہیں؟ اس لیے کہ فرشتے عالم الغیب نہیں۔

(سوال): انبیائے کرام کی تعداد کتنی ہے؟

(جواب): اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مسند احمد (۲۲۲۸۸) کی روایت میں پیغمبروں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان ہوئی ہے۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ معان بن رفاعہ اور علی بن یزید الہانی دونوں ضعیف ہیں۔

(سوال): مسلکی اختلافات سے ذہنی اضطراب کا حل کیا ہے؟

(جواب): مسلکی اختلافات کی بڑی وجہ اسلاف امت کے منہج سے دوری ہے۔ جب کوئی شخص اپنی اصل سے کٹ جاتا ہے، تو وہ بکھر جاتا ہے، وہ قرآن وحدیث کو اپنے علم اور عقل کا تختہ مشق بنا لیتا ہے۔ یوں وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قرآن وحدیث کی من چاہی تفسیریں اور خودساختہ تعبیریں پیش کرتا ہے۔ اختلافات کی اصل وجہ یہی ہے۔

غلطی کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے، جب کوئی انسان محدثین کی روایات کو اپنا مطلب پہنا دیتا ہے اور محدثین کے علم وفہم پر بھروسا نہیں کرتا۔ قرآن وسنت کی تفہیم کا بنیادی حق ائمہ مسلمین کو حاصل تھا، وہ اپنی اس ذمہ داری سے کما حقہ عہدہ برآ ہوئے۔ انہوں نے بال کی کھال اُتار دی۔ انسانوں کی صحیح صحیح راہنمائی کر دی، کسی بھی مسئلہ میں تشنگی باقی نہیں چھوڑی۔

اگر ہم سبیل مؤمنین پر گامزن رہیں، کبھی اختلافات کا شکار نہ ہوں۔ وہ مسلک محدثین ہے، کیونکہ محدثین نے علم صحابہ سے لیا اور صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے سیکھا۔ اس لیے

ان ادوار کو خیر القرون کا نام دیا گیا ہے، کیونکہ ان کے پاس شریعت کا صحیح علم تھا، اس لیے وہ تکلفات سے کوسوں دور رہے، علم اور ورع وتقویٰ کے امام تھے، لہٰذا ان کے علم کو دلیل بنایا جائے۔ درحقیقت یہی وہ طائفہ منصورہ ہے، جو صحیح معنوں میں وحی کا اتباع کرتا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول کی مراد کو پانے والا تھا اور روح اسلام سے خوب شناسا تھا۔ شریعت کی تعبیریں انہیں سے لی جائیں گی۔ انہوں نے وحی کی روشنی میں اسلامی عقائد واعمال پیش کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم وعمل کو رہتی دنیا تک باقی رکھنا ہے، کیونکہ یہ حق کی دلیل ہیں اور حق تا قیامت رہے گا۔ جو ان سے جدا ہو گیا، وہ گمراہ ہو گیا۔ آج دنیا میں جتنی بھی مسالک اور مذاہب موجود ہیں، ان کی بنیادی وجہ اسلاف امت سے بے نیازی ہے۔ یوں ایک عام مسلمان عجیب اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے کہ میں کیا کروں؟ کس کے ساتھ ملوں؟ حق کس کے پاس ہے؟ اسے چاہیے کہ ان سے مل جائے، جو محدثین کے منہج وفہم کے علم بردار ہیں۔

اگر وہ حق کی پہچان کر لے، تو اس کے لیے عافیت کا راستہ کھل جائے گا۔ حق ایک ہے، دو نہیں، حق صرف اور صرف سبیل مؤمنین میں منحصر ہے اور وہ مسلک محدثین ہے اور کوئی نہیں۔

یاد رہے کہ سبیل مؤمنین کے راہی کو کبھی ذہنی اضطراب کا سامنا نہیں ہوتا۔

(سوال): ہمارے ہاں بہت سارے مسالک و مذاہب ہیں، ایک غیر مسلم کو کیسے دعوت دیں گے؟

(جواب): غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ اسلام کے دو سنہری اُصول ہیں؛ قرآن اور حدیث۔ یہ دعوت سبیل مؤمنین کے فہم کی روشنی میں ہونی چاہیے۔

(سوال): کیا محض خواب دیکھنے پر غسل واجب ہے؟

(جواب): اگر اس کے جسم یا کپڑوں پر نشان نہیں، تو غسل نہیں۔

(سوال): جنبی شخص پاک کپڑے پہن لیتا ہے، تو ان کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کپڑے پاک ہے۔ جنبی غسل کر کے وہی کپڑے پہن سکتا ہے۔

(سوال): ناپاک کپڑے پہننے سے کیا جسم ناپاک ہو جاتا ہے؟

(جواب): جب تک نجاست جسم پر نہ لگے، جسم ناپاک نہیں۔ البتہ نجاست لگ جائے، تو جسم کا وہ حصہ دھو لے، غسل واجب نہیں۔

(سوال): جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ مستقل طور پر اُگائے گئے بالوں میں طہارت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ بال مستقل بالوں کے حکم میں ہیں۔ غسل کے وقت انہیں دھویا جائے گا۔

(سوال): کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

(جواب): یہ روایت مصنف عبدالرزاق (٦١٢٢)، سنن دارقطنی (١/٧٩)، سنن کبریٰ بیہقی (٣/٣٩٦)، مستدرک حاکم (٣/١٦٣) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے، اس میں ام جعفر بنت محمد بن جعفر، جو کہ ام عون بن محمد ہے، کی توثیق ثابت نہیں۔

❀ علامہ ترکمانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ مَنْ يَحْتَاجُ إِلٰى كَشْفِ حَالِهِ.

''سند میں ایک راوی مجہول الحال ہے۔'' (الجوهر النّقي : 396/3)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر :٢/١٤٣) کا اس کی سند کو حسن کہنا درست نہیں۔

(سوال): کیا خواتین مخصوص ایام میں مہندی لگا سکتی ہیں؟

(جواب): لگا سکتی ہیں، کیونکہ مہندی کی جسم پر تہ نہیں بنتی، محض رنگ ہوتا ہے۔ نیل پالش بھی لگائی جا سکتی ہے، مگر اسے غسل سے پہلے پہلے اُتارنا ضروری ہے، کیونکہ اس سے ناخن پر

تہہ بن جاتی ہے، جو وضو اور غسل کے وقت پانی ناخن تک نہیں جانے دیتی۔

(سوال): نفاس کی مدت کیا ہے؟

(جواب): بچے کی ولادت پر جو خون آتا ہے، اسے نفاس کہتے ہیں۔اس کی کم سے کم مدت نہیں، زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔اس پر اجماع ہے۔

(سوال): کیا بچی کے پیشاب سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں؟

(جواب): بچی کے پیشاب سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، انہیں دھویا جائے گا۔ البتہ وہ بچہ جو صرف ماں کے دودھ پر ہو، اس کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے، دھونے کی ضرورت نہیں۔اگر دودھ کے علاوہ کوئی غذا لیتا ہے، تو اس کے پیشاب کو بھی دھویا جائے گا۔

(سوال): گلی کوچے کا ناپاک پانی بدن یا کپڑے پر لگ جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بدن یا کپڑے کے جس حصہ پر ناپاک پانی لگا ہے، اسے دھو لیا جائے۔

(سوال): کیا حلال جانوروں کا پیشاب لگنے سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں؟

(جواب): حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے، جسم یا کپڑے پر لگ جائے، تو جسم اور کپڑے پاک ہے۔

(سوال): گیلے کتے کے چھینٹے جسم یا کپڑے پر لگ جائیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جہاں جہاں چھینٹے لگے ہیں، جسم یا کپڑے کا وہ حصہ دھو لیا جائے۔اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کہاں کہاں چھینٹے پڑے ہیں، تو سارا کپڑا یا جسم دھو لیا جائے۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔(مسائل ابن ہانی:۱۳۸)

(سوال): مسجد میں داخل ہوتے وقت اونچی آواز سے سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔نمازی پر سلام کہنا احادیث سے ثابت ہے۔

سوال: کیا پہلی شریعتوں میں بھی نماز تھی؟

جواب: جی ہاں، پہلی شریعتوں میں بھی نماز تھی۔ البتہ طریقہ مختلف تھا۔

سوال: تائب کی امامت کا حکم کیا ہے؟

جواب: کسی بھی گناہ میں ملوث تھا، تائب ہوگیا، تو اسے امام بنانا درست ہے۔

سوال: اوابین کے نوافل کون سے ہیں؟

جواب: نماز چاشت کو اس قدر تاخیر سے ادا کرنا کہ اونٹنی کے بچے کے پاؤں جلنے لگیں، تو اسے نماز اوابین کہتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۷۴۸)

بعض لوگ نماز اوابین سے مراد مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل لیتے ہیں، اس پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: اذان یا اقامت میں کوئی کلمہ رہ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، اذان اور اقامت درست ہے، دہرانے کی ضرورت نہیں۔

سوال: امام قرأت میں غلطی کھا جائے، تو کیا مقتدی اسے لقمہ دے گا؟

جواب: امام قرأت میں بھول جائے، تو اسے لقمہ دیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فجر کی) نماز پڑھائی، قرأت کی، تو آپ کو لقمہ لگا۔ نماز سے فارغ ہوئے، تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے نماز ہمارے ساتھ نہیں پڑھی؟ کہنے لگے: جی ہاں، فرمایا: پھر لقمہ کیوں نہیں دیا۔''

(سنن أبي داود: 907، المعجم الكبير للطّبراني: 313/12، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ طبرانی کے الفاظ ہیں:

فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ؟

''مجھے لقمہ کیوں نہ دیا۔''

❀ ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے ،تو ان کا غلام ان کے پیچھے قرآن پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ جب آپ کسی آیت پر رکتے ،تو وہ لقمہ دے دیتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 337/2، السّنن الكبرٰی للبَيهقي : 212/3، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا کرثابت ہے؟

جواب: نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنا بدعت اور بے اصل ہے۔ اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ، أَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ .

''اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اے اللہ! میرے سارے دکھ درد دُور فرما دے۔''

(عمل اليوم والليلة لابن السنّي : 113، حلية الأولياء لأبي نعيم : 301/2)

یہ جھوٹی سند ہے۔

۱۔ سلام طویل متروک ہے۔

۲۔ زید عمی ضعیف ہے۔

اس روایت کی ایک اور سند بھی ہے۔

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 3178، الدّعاء للطّبراني : 658، الكامل لابن عدي : 2084-2085/6، تاريخ بغداد للخطيب : 480/12)

اس میں کثیر بن سُلَیم ،ابوسلمہ، مدینی سخت ''ضعیف'' ہے۔

اس سے ملتی جلتی ایک روایت تاریخ اسلم واسطی (ص161) میں آتی ہے، اس کی سند بھی سخت ''ضعیف'' ہے۔

۱۔ عنبسہ بن عبدالواسطی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

۲۔ عمرو بن قیس تابعی ہیں اور وہ بلاواسطہ نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے بھی ''ضعیف'' ہے۔

اس روایت جیسی ایک اور روایت امام ابونعیم اصبہانی کی اخبار اصفہان (104/2) میں بھی آتی ہے۔ اس کی سند بھی موضوع (من گھڑت) ہے

۱۔ داؤد بن محبر ''متروک وکذاب'' ہے۔

۲۔ عباس بن رزین اسلمی کا بھی کوئی اتا پتا نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دُعا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ دین صحیح حدیثوں کا نام ہے، لہٰذا یہ عمل بدعت ہے۔

سوال: داڑھی مونڈے کی اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: داڑھی مونڈا اعلانیہ فاسق ہے، اسے مؤذن مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کبھی کبھار اذان کہہ دے، تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: جمعہ سے پہلے اور بعد کتنی سنتیں ہیں؟

(جواب): جمعہ سے پہلے نوافل کی تعداد مقرر نہیں، جتنا جی چاہے، پڑھ سکتا ہے، البتہ جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے، تو نماز چھوڑ کر خطبہ جمعہ کی سماعت کرے گا۔ دوران خطبہ آنے والا دو رکعت پڑھ کر بیٹھے۔ جمعہ کے بعد دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت (دو پڑھ کر پھر چار رکعت) پڑھے۔ اس میں گھر اور مسجد کا کوئی فرق نہیں۔

(سوال): کیا قصر واجب ہے۔

(جواب): مسافر کے لیے قصر افضل ہے، پوری پڑھنا جائز ہے، اسلاف امت میں کوئی بھی قصر کو واجب نہیں کہتا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر بھی کر لیتے تھے اور پوری بھی پڑھ لیتے تھے، اسی طرح روزہ چھوڑ بھی دیتے تھے اور رکھ بھی لیتے تھے۔''

(سنن الدّارقطني: 2298، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): کیا سفر میں سنت پڑھی جا سکتی ہیں؟

(جواب): جب قصر کرے گا، تو سنن راتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر پوری پڑھے گا، تو سنن بھی ادا کر سکتا ہے۔ ویسے سفر میں نفلی نمازیں اور مطلق طور پر نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔

(سوال): نماز میں کوئی سورت دوبارہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ احادیث سے ثابت ہے۔

(سوال): نماز میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی سورت یاد نہ آ رہی ہو، تو کیا کرے؟

(جواب): سجدہ سہو کر لے، نماز صحیح ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط⑤)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): فجر کی نماز رہ گئی، ظہر کے وقت ادا کرسکتا ہے؟

(جواب): نماز فجر رہ جانے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں؛ سویا رہے، یا بھول جائے۔ جب بیدار ہوگا، فجر پڑھے گا، خواہ کوئی بھی وقت ہو، اسی طرح یاد آنے پر فورا پڑھ لے گا۔ اگر کوئی کہے کہ میری فجر قضا ہوگئی ہے، تو میں اسے ظہر وقت پڑھ لوں گا، یا کل فجر کے وقت پڑھ لوں گا۔ تو ایسا کرنا جائز نہیں۔

(سوال): نشے کی حالت میں جانور ذبح کیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر اسے پتہ ہے کہ اس نے صحیح تکبیر پڑھی ہے، تو حلال ہے، ورنہ حرام۔

(سوال): بعض لوگ سر کا مسح کرتے وقت ہاتھوں کو گیلا کر کے چومتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(جواب): درست نہیں، بے دلیل اور بدعت ہے۔

(سوال): مستحب عمل کو فرض کی طرح لازم کرنا کیسا ہے؟

(جواب): کسی مستحب عمل کے ساتھ فرض والا معاملہ کرنا اسے بدعت بنا دیتا ہے، مثلاً پگڑی باندھنا مستحب سنت ہے۔ اگر کوئی اس قدر اہتمام کرے، جس سے وجوب کا احساس ہو، تو یہ بدعت ہو جائے گا۔ اسی طرح فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی ہیئت سے دعا کی جا سکتی ہے، مگر اس پر اہتمام والتزام کیا جائے، تو علما اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔ البتہ مستحب پر دوام کرنا مستحسن ہے۔

(سوال): مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی فضیلت کے متعلق روایت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ روایت مسند احمد (۱۵۵/۳) میں آتی ہے۔اس کی سند ضعیف ہے۔نبیط بن عمر مجہول ہے۔

(سوال): بچے صف میں کہاں کھڑے ہوں گے؟

(جواب): بچے مردوں کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ان کے پیچھے عورتوں کی صف ہوگی۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے امامت کروائی،تو فرمانے لگے:

''میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ وہاں مردوں نے صف بنائی، پھر مردوں کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے صف بنائی۔''

(مسند الإمام أحمد : 343/5، سنن أبي داود : 677، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن ملقن (تحفۃ المحتاج:۵۴۸) نے اس کی سند کو''حسن'' کہا ہے۔

(سوال): مسلسل ریح (ہوا) خارج ہو،تو نماز کی ادائیگی کیسے ہوگی؟

(جواب): یہ ایک مرض ہے،ایسا شخص ہر نماز کے لیے علیحدہ وضو کرے، بے شک وضو اور نماز کے دوران ہوا خارج ہوتی رہے،اس کا مسئلہ استحاضہ والا ہے۔

(سوال): کیا عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے؟

(جواب): عورت عورتوں کو امامت کرا سکتی ہے۔صف کے درمیان کھڑی ہوگی۔

❁ ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

''ہمیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان کھڑے ہوکر فرض نماز کی امامت کرائی۔''

(سنن الدّارقطني : 1507، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 680/2)

(سوال): سجدہ تلاوت بھول جائیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): سجدہ تلاوت مستحب ہے، واجب نہیں۔ بھول کر رہ جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شخص کسی جگہ ملازمت کرتا ہے، اس کی مستقل رہائش وہیں ہے، کبھی کبھار اپنے آبائی گھر جاتا ہے، تو کیا وہاں نماز قصر کرے گا یا پوری پڑھے گا؟

(جواب): چونکہ اس کی مستقل رہائش آبائی گھر میں نہیں ہے، لہٰذا وہ وہاں قصر کر سکتا ہے۔

(سوال): زندگی میں قبر تیار کرنا کیسا ہے؟

(جواب): محض تکلف ہے، البتہ شرعی طور پر ایسا کرنا ممنوع نہیں۔ بعض کا یہ کہنا کہ اس پر اجر ملتا ہے، بے ثبوت ہے۔

(سوال): میت کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اصل یہ ہے کہ میت کو بغیر شرعی ضرورت کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل نہ کیا جائے، کیونکہ جلدی دفن کرنے کا حکم ہے، بلا جواز تاخیر درست نہیں۔

ایک ملک سے دوسرے ملک میں میت منتقل کرنے میں بسا اوقات کئی کئی دن لگ جاتے ہیں۔ یہ تاخیر درست نہیں۔ میت کا انتظار زندوں کے لیے انتہائی اذیت اور کرب ناک ہوتا ہے۔ اس سے میت کے گل سڑ جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ بھاری سفری اخراجات اٹھتے ہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ جو جہاں فوت ہو، اسے وہیں سپرد خاک کر دیا جائے۔ بعض لوگ میت کو بطور امانت دفن کر دیتے ہیں، پھر نعش نکال کر وطن منتقل کر دی جاتی ہے، اس کا کوئی شرعی جواز نہیں۔

(سوال): نماز جنازہ کا سلام ہاتھ باندھے ہوئے پھیرے یا ہاتھ چھوڑ کر؟

(جواب): ہاتھ باندھے ہوئے پھیرے، سلام کے بعد ہاتھ کھول دے۔ بعض لوگ

ایک طرف سلام پھیرتے ہیں، تو ایک ہاتھ کھول دیتے ہیں اور دوسری طرف سلام پھیرتے ہیں، تو دوسرا ہاتھ کھول دیتے ہیں، یہ بے دلیل عمل ہے۔

سوال: کیا مکان، دکان، فلیٹس اور پلاٹوں پر زکوۃ ہے؟

جواب: مکان، دکان، فلیٹس اور پلاٹوں پر زکوۃ نہیں۔ البتہ اگر ان کی تجارت کی غرض سے خرید وفروخت کی جائے، تو سال گزرنے پر زکوۃ ہے۔

سوال: حج کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوۃ ہے؟

جواب: حج کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوۃ ہے۔ البتہ اگر وہ رقم حکومت کو حج کی مد میں جمع کرادی جائے، تو اس پر زکوۃ نہیں، کیونکہ حکومت اس کی مالک بن گئی ہے۔

سوال: بچیوں کی شادی کے لیے مختص زیورات پر زکوۃ ہے؟

جواب: اگر وہ زیورات نصاب کو پہنچتے ہیں، تو سال گزرنے پر ان میں زکوۃ ہے۔ اگر ہر ایک بچی کو اس کے حصے کے زیورات دے دیے جائیں، تو ہر ایک کے زیور کا اپنا حساب ہوگا۔ اگر نصاب کو پہنچے، تو سال گزرنے پر زکوۃ، ورنہ نہیں، اس صورت میں سب بچیوں کے زیورات کو جمع کر کے زکوۃ نہیں دی جائے گی۔

سوال: کسی کے پاس رقم پھنس گئی ہے، سال گزر گیا، کیا اس پر زکوۃ ہے؟

جواب: اس پر زکوۃ ہے۔ یہ زکوۃ وہ شخص دے گا، جس سے قرض لیا گیا ہے، کیونکہ وہی اس کا اصل مالک ہے۔

سوال: قرض لینے والا رقم واپس کرنے سے مکر جائے اور واپسی کی امید باقی نہ رہے، تو کیا اس رقم پر زکوۃ ہے؟

جواب: اگر مالک کو محسوس ہو کہ اب میری رقم واپس نہیں ہوگی، تو اس پر زکوۃ نہیں،

کیونکہ وہ اب اس رقم کا مالک ہی نہیں رہا۔اسی طرح ایسی صورت حال میں وہ رقم زکوٰۃ میں معاف بھی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ وہ اس کا مالک ہی نہیں رہا۔

سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم دینی مدارس پر خرچ کی جاسکتی ہے؟

جواب: دینی مدارس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ یہ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہیں۔ یہ ''فی سبیل اللہ'' کی مد میں آتے ہیں، لہٰذا تمام طلبا پر زکوٰۃ وصدقات کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ ویسے بھی جامعات میں اکثر طلبا اعانت کے مستحق ہوتے ہیں۔ دینی مدارس پر خرچ کرنا دراصل غلبہ اسلام کے لیے کوشش ہے۔

سوال: ادائیگی قرض کی دعا: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ......'' بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: یہ دعا سنن ترمذی (۳۵۶۳) وغیرہ میں آتی ہے۔اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق قرشی کوفی ضعیف ہے۔ یاد رہے کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق، قرشی کوفی ہیں، نہ کہ قرشی مدنی۔بعض روایات میں اس کے نام کے ساتھ ''قرشی'' آیا ہے۔

سوال: شوہر مقروض ہے، بیوی کے پاس زیور ہے، زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: زیور بیوی کی ملکیت ہے، تو زکوٰۃ بھی اسی کے ذمہ ہے۔

سوال: سونے کے لیے زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟

جواب: اگر سونے کی مقدار ساڑھے سات تولے یا اس سے زیادہ ہے، تو اس پر زکوٰۃ ہے۔ یہ زکوٰۃ رقم کی صورت میں بھی دی جاسکتی ہے۔وہ اس طرح کہ کل زیور کا موجودہ ریٹ معلوم کر کے اس میں اڑھائی فیصد رقم زکوٰۃ کی مد میں نکال دی جائے، کل مالیت کو چالیس پر تقسیم کر دیں، تو وہ زکوٰۃ کی رقم ہوگی۔

سوال: کچھ رقم پر سال گزرا، کچھ پر سال نہیں گزرا، زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے؟

جواب: سال کے آخر میں جتنی رقم ملکیت میں موجود ہے، اس پر زکوٰۃ ادا کر دی جائے، اگرچہ بعض رقم پر سال نہ بھی گزرا ہو۔

سوال: کیا بہن یا بیٹی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر بہن اور بیٹی زیر کفالت نہیں، تو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ مستحق ہو۔

سوال: کیا بیوی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے، لہٰذا اسے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

سوال: کیا دو سال کی زکوٰۃ اکھٹے دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص گزشتہ سال زکوٰۃ ادا نہیں کرسکا، سال گزر گیا، تو دو سالوں کی اکٹھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ اسی طرح آئندہ سال کی زکوٰۃ بھی دے سکتا ہے۔

سوال: کشادگی رزق یا ادائیگی قرض کے لیے یَا مُسَبِّبَ الْأَسْبَابِ کا ورد کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ مسنون دعا پڑھنی چاہیے۔

سوال: تراویح کی رکعات کتنی ہیں؟

جواب: مسنون تراویح آٹھ ہے۔ بیس رکعات کا کوئی ثبوت نہیں۔

سوال: کیا نماز تراویح بیٹھ کر پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: نماز تراویح نفل ہے اور نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھے جاسکتے ہیں، البتہ ان کا ثواب آدھا ہوگا۔

سوال: کیا تراویح چار چار رکعات کر کے پڑھی جاسکتی ہیں؟

جواب: تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھنی چاہیے، یہی مسنون ہے۔ چار چار رکعات

کر کے پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

سوال: کیا روزے کی حالت میں سر پر مہندی یا خوشبو لگائی جا سکتی ہے؟

جواب: لگائی جا سکتی ہے، کوئی حرج نہیں۔

سوال: افطار کی دعا کب پڑھنی چاہیے؟

جواب: بسم اللہ پڑھ کر افطار کریں، افطار کرنے کے بعد دعا پڑھ لیں۔

سوال: افطاری کی دعا: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ ...... بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: یہ دعا سنن ابی داود (۲۳۵۸) میں آتی ہے، مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ معاذ بن زہرہ تابعی ہیں، براہ راست رسول اللہ ﷺ سے بیان کر رہے ہیں۔

سوال: روزے کی نیت کرتے وقت یہ الفاظ بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شِهْرِ رَمَضَانَ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: روزے کی نیت کرتے وقت یہ الفاظ کہے جاتے ہیں:

بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شِهْرِ رَمَضَانَ .

''میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔''

یہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی درست نہیں۔ جس دن کا روزہ رکھا جا رہا ہے، اس کی نیت میں یہ کہنا کہ میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں، مضحکہ خیز ہے۔

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(مرقاة المفاتیح : 1387/4)

نیت دل کے قصد و ارادے کا نام ہے، زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

سوال: جہاں روزہ دار بیٹھے ہوں، وہاں اگر بتی سلگانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔ اس کی خوشبو اور دھوئیں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(سوال): روزے میں ان ہیلر کا استعمال کیسا ہے؟

(جواب): روزے کی حالت میں ان ہیلر کا استعمال جائز ہے۔ ان ہیلر میں آکسیجن اور معمولی مقدار میں دوائی وغیرہ شامل ہوتی ہے۔ مجبوری کی حالت میں اس کے استعمال سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اسے غذا کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا اور نہ اس کی نمی معدہ تک پہنچتی ہے، بلکہ حلق اور پھیپھڑوں میں جاتی ہے۔ یہ ٹیکے کے حکم میں ہے۔

مفتی اعظم سعودی عرب علامہ ابن باز رحمہ اللہ (فتاویٰ ابن باز: ۱۵/۲۶۴) اور شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (مجموع فتاویٰ ورسائل ابن عثیمین: ۱۹/۲۰۹) اس کے جواز کے قائل ہیں۔ نیز کثیر علمائے عرب کا یہی فتویٰ ہے۔ (مجلّہ بحوث اسلامیہ: ۴۳/۱۵۵)

(سوال): روزے کی حالت میں لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا عورت گھر میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟

(جواب): اعتکاف کا محل مسجد ہے۔ گھر میں اعتکاف نہیں۔

(سوال): کوئی شخص دوسرے ملک سے رمضان کے روزے رکھ کر آئے، تو تکمیل کس حساب سے کرے گا؟

(جواب): جس ملک میں آیا ہے، اس ملک کی رؤیت کا اعتبار ہوگا۔

(سوال): روزے کی حالت میں خون دینا کیسا ہے؟

(جواب): مجبوری ہو، تو دیا جا سکتا ہے، بچنا بہتر ہے، کیونکہ خون دینے کے بعد کمزوری اس قدر آجاتی ہے کہ روزہ توڑنے پر مجبور ہو سکتا ہے۔

(سوال): الٹی آ جائے، تو کیا روزہ باقی رہے گا؟

(جواب): الٹی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کو روزے کی حالت میں خود بخود قے آ جائے، اس پر قضا نہیں ہے (یعنی اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا) اور جو قصداً قے کرے، اس پر قضا لازم ہے۔''

(مسند أحمد : 498/2، سنن أبي داوٗد : 2380، سنن التّرمذي : 720، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): رمضان میں نماز عشاء اکیلے ادا کرنے والا کیا وتر با جماعت ادا کر سکتا ہے؟

(جواب): جی، ادا کر سکتا ہے۔

(سوال): روزے کی حالت میں سرمہ لگانا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے، سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

❀ سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ .

''میں نے نہیں دیکھا کہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے روزے دار کے لیے سرمہ لگانا مکروہ سمجھا ہو۔''

(سنن أبي داود : 2379، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): چند افراد فی کس ہزار روپے جمع کر کے قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک یا چند افراد کو حج کے لیے بھیجا جاتا ہے، اسے حج ٹوکن اسکیم کہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر یہ نیت ہو کہ حج کی سعادت مجھے نصیب ہو جائے گی یا میرے کسی بھائی کو، تو وہ اس رقم کو اس کے لیے ہبہ کر دیتا ہے، بذریعہ قرعہ اندازی جس کا نام نکل آئے،

اسے حج کے لیے بھیجا جائے ،تو درست ہے۔یہ جوایالاٹری نہیں ہے۔

سوال: چھوٹا بچہ عمرہ پر لے گئے، کیا اسے احرام بندھوایا جائے گا؟ اگر احرام نہ باندھا جائے،تو کیا دم ہوگا؟

جواب: چھوٹا بچہ مکلّف نہیں،اس پر احرام باندھنا لازم نہیں، نہ اس پر دم ہے۔البتہ اگر والدین اسے احرام بندھوادیں اور اپنے ساتھ اسے بھی مناسک عمرہ ادا کروادیں،تو کارِ ثواب ہے۔

سوال:عمرے کا احرام باندھا ہے،فلائٹ پر سیٹ نہیں ملی،تو اس پر کیا ہے؟

جواب: اگر اس نے محض احرام باندھا ہے،عمرہ کی نیت نہیں کی،تو احرام کھول دے۔اس پر کچھ نہیں۔اگر نیت کر لی ہے اور احرام کھول دیا،تو دم واجب ہے۔

سوال: کیا ایک گائے میں سات سے کم افراد بھی قربانی میں شریک ہو سکتے ہیں؟

جواب: گائے میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں،کم از کم کی کوئی حد نہیں، ایک، دو، تین ، چار، پانچ، چھ افراد ایک گائے میں شریک ہو سکتے ہیں۔سب کی نیت عبادت اور تقرب الی اللہ کی ہے،حصہ بھی برابر ہے،تو قربانی ادا ہو جائے گی۔

سوال: کیا حلال جانور میں ممنوع اجزا بھی ہیں؟

جواب: حلال جانور میں کوئی حرام عضو نہیں،البتہ دم مسفوح حرام ہے۔

سوال: دم مسفوح سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذبح کے وقت نکلنے والا خون دم مسفوح کہلاتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: غیر کتابیہ کافرہ عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ناجائز وحرام ہے۔

سوال: بیوی کا شوہر سے یہ کہنا کہ میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں، تو کیا اس سے نکاح پر اثر پڑتا ہے؟

جواب: اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

سوال: کتنی بار دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: کم از پانچ بار دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

سوال: منگنی کے بعد لڑکے اور لڑکی کی آپس میں بلا تکلف اور بلا حجاب ملاقاتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز نہیں، کیونکہ منگنی نکاح نہیں ہے۔

سوال: شوہر لاپتہ تھا، وفات کی خبر سنی، عدت گزار کر دوسرا نکاح کر لیا، پھر پہلا شوہر واپس آ گیا، اب کیا ہوگا؟

جواب: دوسرے نکاح کے بعد پہلا شوہر واپس آ گیا اور دوسرے شوہر نے خلوت اختیار نہیں کی، تو بیوی پہلے کے پاس جائے گی۔ اگر دوسرے شوہر نے تعلق قائم کر لیا، تو پہلا شوہر بغیر طلاق لیے اسے اپنے پاس لا سکتا ہے، لیکن تعلق قائم کرنے کے لیے ایک حیض تک انتظار کرے گا۔ اگر پہلا خاوند واپس نہ لانا چاہے، تو دوسرے خاوند سے حق مہر وصول کر لے۔

(سوال): عورت عدالت جاتی ہے کہ وہ شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے، شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہوتا، جج ان دونوں کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کر دیتا ہے، کیا یہ طلاق ہے؟

(جواب): طلاق شوہر کا وظیفہ ہے۔ جج کو کسی کی بیوی اس سے علیحدہ کرنے کا اختیار نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شوہر بیوی کو تین بار لکھ کر دے: ''طاق دیا ہوں۔'' نیت طلاق کی ہو، تو کیا طلاق واقع ہوگی؟

(جواب): نیت کا اعتبار ہوگا، لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): خلع طلاق ہے یا فسخ؟

(جواب): خلع فسخ نکاح ہے۔ اس کی عدت ایک ماہ ہے۔

(سوال): نکاح ہوا، رخصتی نہیں ہوئی، شوہر کا انتقال ہو گیا، کیا عدت ہوگی؟

(جواب): عدت نہیں ہوگی۔ اس پر قرآن کریم اور اجماع امت دلیل ہیں۔

(سوال): کیا ہبہ کی صورت میں مساوات ہوگی؟

(جواب): ہبہ میں بیٹوں اور بیٹیوں کا برابر حصہ ہے۔

(سوال): قسطوں پر اشیا کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے، بشرطیکہ اسی وقت اسے اس چیز کا مالک بنا دے۔

(سوال): غیر صحابی کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کہنا یا لکھنا کیسا ہے؟

(جواب): ائمہ و محدثین نے ''رضی اللہ عنہ'' صحابی کا شعار بنایا ہے، لہٰذا کسی اور کے نام کے ساتھ بطور اصطلاح ''رضی اللہ عنہ'' لکھنا یا پڑھنا درست نہیں۔ البتہ بطور دعا کسی بھی مسلمان کے لیے کہا جا سکتا ہے۔

(سوال): مصنوعی طریقہ تولید کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مصنوعی طریقہ تولید کی دور حاضر میں سات صورتیں ہیں؛

① شوہر اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

② غیر مرد اور بیوی کا مادہ تولید بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

③ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر کسی غیر عورت کے رحم میں رکھا جائے۔

④ غیر مرد اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑤ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر دوسری بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑥ شوہر اور بیوی کا مادۂ تولید افزائش کے لئے ٹیوب میں رکھا جائے، اس کے بعد بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔ رحم مادر میں ارتقائی مراحل سے گزرے اور بچہ پیدا ہو جائے، اس طریقہ تولید کو طبی اصطلاح میں (Test tube fertilization) کہا جاتا ہے۔

⑦ شوہر کا مادہ تولید سرنج کے ذریعہ بیوی کی رحم تک پہنچا دیا جائے۔

پہلی پانچ صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔ ان میں کئی شرعی قباحتیں موجود ہیں۔

آخری دو صورتیں کو مرض اور عذر کی بنا پر بالکل درست اور جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ بچہ باپ کا جزو ہوتا ہے۔ لیکن باپ کی طرف نسبت کے لئے شرط ہے کہ نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہو، یہی وجہ ہے کہ بیوی کی ناجائز اولاد زانی یا خاوند کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ گویا دو جہ سے بچے کی نسبت باپ کی طرف ہو سکتی ہے۔

① وجود کا حصہ ہونا

② نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہونا

اس سائنسی طریقہ علاج میں یہ دونوں وجوہات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی نسبت ماں باپ کی طرف درست ہوگی۔

مناسب ہوگا کہ مسئلہ رضاعت کواس کی دلیل بنالیا جائے، رضاعت کے رشتے دودھ کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں، بچہ ایک عورت کا دودھ پیتا ہے اور وہ بچے کا جزو بدن بنتا ہے، اس دودھ میں رضاعی باپ کے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، اسی لئے باپ کی طرف بھی نسبت رضاعت قائم ہوجاتی ہے۔یعنی وہ رضاعی باپ بن جاتا ہے۔

بے بی ٹیسٹ ٹیوب جوکہ ایک انسان کا اپنا نطفہ ہے اور بچے نے پرورش بھی اس کی بیوی کے رحم میں پائی ہے، شریعت کی دونوں قیود نکاح شرعی اور ماں باپ کے وجود کا حصہ ہونا، اس میں موجود ہیں، لہٰذا اس طریقہ میں کوئی قباحت نہیں۔

طریقہ علاج توقیفی نہیں ہوتا، جو بھی بہتر ہو اپنایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اصول شریعت سے متصادم نہ ہو، ٹیسٹ ٹیوب بے بی چوں کہ اصول شریعت سے ممنوع نہیں لہٰذا اس سے پیدا ہونے والا بچہ حلال اور صحیح النسب ہوگا۔

(سوال): کھانے پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔اسلاف امت ایسا نہیں کرتے تھے۔

(سوال): مشینی ذبیحہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

(جواب): مشینی ذبیحہ حلال ہے، بشرطیکہ دم مسفوح بہہ جائے۔ مشین کا بٹن دباتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ لیا جائے، جب تک مشین چلتی رہے گی، تمام جانوروں کے ذبح کے لیے کافی ہے۔ جو جانور کرنٹ کے ذریعہ سے ماردیے جاتے ہیں، بے شک ان پر اللہ کا نام لیا جائے، وہ حرام ہیں، کیونکہ یہ جھٹکا ہے، اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح نہیں۔

(سوال): کسی مزار پر چادر چڑھانے یا دھاگا باندھنے کی نذر ماننا کیسا ہے؟

(جواب): مزاروں پر چادریں چڑھانا یا دھاگے باندھنا گناہ کبیرہ ہے۔ گناہ کی نذر جائز نہیں۔اسے پورا نہیں کیا جاسکتا۔

(سوال): ربیع الاول کے مہینہ میں جگہ جگہ چراغاں کرنا کیسا ہے؟

(جواب): نوے فیصد چراغاں چوری کی بجلی سے کیا جاتا ہے۔ یہ گناہ ہے۔ نیز چراغاں کرنا مجوسیوں سے مشابہت ہے اور بدعت کی حوصلہ افزائی ہے۔

(سوال): خون یا پیشاب سے سورت فاتحہ لکھنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): خون اور پیشاب سے سورت فاتحہ یا کوئی سورت لکھنا قرآن کی توہین ہے۔ یہ کوئی طریقہ علاج نہیں ہے۔

(سوال): رجب کے کونڈوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): اگر تو یہ کونڈے جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام فاتحہ کے لیے دیے جاتے ہیں، تو یہ بدعت ہے، کافر قوموں کی نقالی ہے۔ اور اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے یوم وفات کی خوشی میں دیے جاتے ہیں، تو کفر ہے۔

(سوال): اجتماعی قرآن خوانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): یہ کہنا کہ ''جس کا پیر نہ ہو، اس کا پیر شیطان ہوتا ہے'' کیسا ہے؟

(جواب): پیر یا مرشد صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ علمائے حق سے تعلق رکھنا بہت ضروری ہے۔ اہل علم کے ذریعہ عام لوگ کئی گمراہیوں اور فتنوں سے بچ سکتے ہیں، دوسرے لفظوں میں متقی و پرہیز گار علمائے حق کو پیر و مرشد بنانا جائز ہے۔

مگر صوفیا کے ہاں جو پیر و مرشد ہوتے ہیں، وہ گمراہ باطنی صوفیا ہیں، ان کا اپنا پیر شیطان ہوتا ہے، یہ لوگوں کو بدعقیدگی، بے دینی، گمراہی اور بدعملی کی طرف لگاتے ہیں۔ ان کو پیر و مرشد ماننا بہت بڑی ضلالت و رسوائی ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ علمائے حق کے ساتھ رہیں، ان سے سیکھیں اور عمل کریں۔ بے دین اور ملحد فکر صوفیا سے بچ کر رہیں، کہ یہ شیطان کے دوست ہیں۔

سوال: کیا ممنوعہ اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاسکتی ہے؟

جواب: کی جاسکتی ہے۔ یہ ممنوعہ اوقات صرف مطلق نفل نماز کے لیے ہیں، ان میں سببی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا نومسلم بالغ کا ختنہ کیا جائے گا؟

جواب: نومسلم بالغ کے لیے ختنہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

سوال: ماں باپ کی قدم بوسی کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماں باپ کی دست بوسی جائز ہے، قدم بوسی پر کوئی دلیل نہیں، لہٰذا یہ ایسی تعظیم ہے، جس پر اللہ نے کوئی برہان نہیں اُتاری۔

سوال: بعض لوگ ماں باپ کی قبر کو چومتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبر بوسی عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ اس میں غلو ہے، جو کہ ممنوع ہے، لہٰذا قبر بوسی ناجائز و حرام ہے۔

سوال: پیدائش کے وقت عقیقہ نہ کر سکے، تو بعد میں کیا جاسکتا ہے؟

جواب: عقیقہ پیدائش کے ساتویں دن کا عمل ہے۔ ساتویں دن کے بعد عقیقہ نہیں۔ اس کا حکم قربانی والا ہے۔ قربانی بھی مخصوص دنوں میں مشروع ہے۔ اسی طرح عقیقہ بھی مخصوص دن میں مشروع ہے۔ چودھویں اور اکیسویں دن کے متعلق روایت ضعیف ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے بعد از بعثت عقیقہ کیا تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے اپنا عقیقہ کرنا ثابت نہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔''

(المُعجم الأوسط للطبراني : 994)

روایت ضعیف ہے۔ یہ عبداللہ بن المثنی بن انس کی ''منکر'' روایات میں سے ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے ''منکر'' کہا ہے۔

(زاد المعاد لابن القیم : 332/2)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر'' کہا ہے۔

(السنن الکبریٰ : 300/9)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے ''باطل'' کہا ہے۔

(المجموع شرح المهذب : 431/8)

اس کی دوسری سند (مصنف عبدالرزاق: ۷۹۶۰) میں عبداللہ بن محرر سخت ''ضعیف ومتروک'' ہے، نیز قتادہ کی تدلیس بھی ہے۔

تیسری سند (الافراد لابن شاہین: ۳۰) میں عبداللہ بن واقد حرانی ''متروک'' ہے، نیز قتادہ کی تدلیس ہے، اس میں ایک اور علت بھی ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ ''رحیم'' ہے، تو اپنے بندوں کو آگ میں کیوں ڈالے گا؟

جواب: دنیا دار العمل ہے۔ آخرت دار الجزاء ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور عمل صالح نہ کمائے، اس کی سزا جہنم ہے۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ اس کا جہنم میں جانا اللہ تعالیٰ کے رحیم ہونے کے منافی نہیں، کیونکہ جہنم میں جانا اس کا استحقاق ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نیکوکاروں اور بدکاروں دونوں کو ہی جنت میں بھیج دے، تو عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ لہٰذا عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں کی جزا بھی مختلف ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے

لیے رحیم ہوگا، جو رحمت کے مستحق ہیں اور وہ اہل ایمان ہیں۔

سوال: گمشدہ چیز کے لیے ﴿إِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾ کا ورد کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں، سنت کے مطابق ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا چاہیے۔

سوال: برسی پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب: برسی کا اسلام میں وجود نہیں۔ اس موقع پر خاص کر کے کھانا پکانا اور غریبوں میں تقسیم کرنا ثابت نہیں، لہٰذا یہ ایجاد دین ہے۔

سوال: کیا رزق میں برکت کے لیے دعا کی جائے گی؟

جواب: رزق کی برکت کے لیے دعا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے پہلے ہی رزق لکھ دیا ہے، مگر اس کی برکت اور بڑھوتری کے لیے دعا کرنا بھی تقدیر میں لکھا گیا ہے۔ ویسے بھی بندے کا وظیفہ دعا کرنا ہے، دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ رزق میں برکت کے لیے پانچ سو بار ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' پڑھیں اور اس کے اول آخر سو سو مرتبہ درود پڑھیں، کیا یہ درست ہے؟

جواب: اگرچہ یہ ذکر اور درود کارِ ثواب ہے، مگر اس مقصد کے لیے ایسا کرنا درست نہیں، کیونکہ اس پر دلیل قائم نہیں۔ رزق کی کشادگی کے لیے استغفار سب سے بہتر عمل ہے۔

سوال: کسی انسان کی وفات پر پھلوں کے ٹکڑے کر کے ان پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ یہ محض شکم پروری کے بہانے ہیں۔

سوال: بلی گاڑی کے نیچے آ کر مر گئی، اس پر کیا کفارہ ہے؟

جواب: کوئی کفارہ نہیں۔

سوال: شوہر والدین سے ملنے نہیں دیتا، تو اس کی اجازت کے بغیر مل سکتی ہوں؟

(جواب): بغیر کسی معقول وجہ کے شوہر کا والدین سے نہ ملنے دینا جائز نہیں۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر والدین سے ملاقات کر لے، تو یہ حکم عدولی نہ ہوگی۔

(سوال): بعض لوگ کسی کے دل میں نرمی لانے کے لیے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ کا وظیفہ کرتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): مکہ یا مدینہ کے کبوتروں کو دانا ڈالنا کیسا ہے؟

(جواب): ہر ذی روح پر رحم کرنا چاہیے۔ مگر مکہ یا مدینہ میں کبوتروں کو ایک خاص نظریے سے دانا ڈالا جاتا ہے، مگر کئی لوگ عازمین حج وعمرہ کو پیسے دیتے ہیں کہ میری طرف سے کبوتروں کو اتنے اتنے کا دانا ڈال دینا، پس پردہ عجیب سے نظریات ہوتے ہیں، تو ایسی صورت میں کبوتروں کو دانا ڈالنا درست نہیں۔

(سوال): بعض لوگ نہروں یا دریاؤں میں گوشت یا دانا ڈالتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ تو ہم پرستی ہے۔ اس کے پیچھے بھی کئی عجیب وغریب نظریات ہوتے ہیں۔ کئی لوگوں کو ان کے پیروں نے حکم دیا ہوتا ہے کہ آپ فلاں دریا یا نہر میں فلاں کنارے پر، فلاں دن، فلاں وقت، فلاں چیز پھینک کر آئیں، آپ کا کام ہو جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باطل نظریات ہیں، اسلام ان کی تائید نہیں کرتا۔

(سوال): اگر کسی نے مذاق میں اپنے دوست کو کہہ دیا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے! تو جتنا کھالے، تیرا قد نہیں بڑھے گا، اتنا ہی رہے گا۔'' کیا یہ کلمہ کفر ہے اور اس سے نکاح پر کچھ اثر پڑے گا؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کا ادب چاہیے، ایسی باتیں مذاق میں بھی جائز نہیں ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کا مذاق اڑانا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کسی مخلوق کا مذاق اڑانے میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مذاق کفر ہے اور اللہ کا نام لے کر مخلوق کا مذاق اڑانا حرام ہے۔ مذکورہ صورت حال میں بھی اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کہہ دی، جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں۔ یہ بات مذاق ہے، اس کا علم اسے خود بھی ہے اور سننے والے کو بھی ہے۔ گو کہ ایسا کرنا شرعاً سخت حرام ہے، مگر یہ اللہ تعالیٰ پر افترا نہیں ہے۔ اس لیے اسے کلمہ کفر کہنا مشکل ہے، مگر سخت گناہ ہے، جس کے لیے توبہ ضروری ہے۔ اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں۔

(سوال): سیدنا آدم علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا کہ ''بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔'' عزت سے نکلنا تھا، لیکن اللہ کی ناراضگی کے ساتھ نکلے۔'' کیسا ہے؟

(جواب): سیدنا آدم علیہ السلام کی خطا جنت سے نکلنے کا باعث بنی۔ چونکہ مسئلہ تقدیر کا تھا، اس لیے آدم علیہ السلام کو ملامت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ کہنا کہ آدم علیہ السلام عزت کے ساتھ نہیں نکلے، توہین ہے۔ انبیائے کرام کی توہین کفر ہے۔ اگر کسی سے ایسے جملے کا صدور لاشعوری میں ہو گیا، تو اس پر توبہ لازم ہے۔ اگر اتمام حجت کے بعد وہ اس جملے پر قائم ہے، تو یہ کفر ہے۔

(سوال): کیا وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا فرض ہے؟

(جواب): قرآن کی رو سے وضو میں چہرہ دھونا فرض ہے۔ کلی اور ناک میں پانی چڑھانا بھی چہرہ دھونے میں شامل ہیں، لہٰذا یہ دونوں عمل فرض ہیں۔

(سوال): اذان کے بعد پہلے دعا پڑھی جائے یا درود؟

(جواب): پہلے درود پڑھ لیں، بعد میں دعا پڑھے۔ حدیث میں یہی ترتیب ہے۔

(سوال): اذان سے پہلے یا بعد بآواز بلند درود وسلام پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): درود وسلام پڑھنا باعث اجر وثواب ہے۔ مگر کسی موقع یا وقت کے ساتھ

خاص کر کے مخصوص ہیئت سے درود وسلام پڑھنا محتاج دلیل ہے۔ اذان سے پہلے یا بعد باآواز بلند درود پڑھنا بے ثبوت ہے، لہٰذا جائز نہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے خود کبھی اذان کہی ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا خود اذان کہنا ثابت نہیں۔ اس حوالہ سے ایک روایت سنن ترمذی (۴۱۱) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ عمرو بن عثمان بن یعلی اور ان کا والد دونوں مجہول ہیں۔ مسند احمد (۴/۱۷۳) میں یہی روایت اسی سند سے ان الفاظ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا۔

سوال: جو مریض جمعہ کے لیے حاضر نہیں ہوسکتا، وہ نماز ظہر کب ادا کرے گا؟

جواب: جو شخص جمعہ کے لیے حاضر نہیں ہوسکتا۔ اسے چاہیے کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر ادا کرلے۔

سوال: میت کی طرف سے قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں۔

سوال: نماز کے سجدوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: نماز کے دونوں سجدے فرض ہیں۔

سوال: ایک مسجد میں امام فرسٹ فلور پر جماعت کرا رہا ہوتا ہے اور بعض مقتدی گراؤنڈ فلور میں اقتدا کر رہے ہوتے ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: جی درست ہے۔

سوال: کمر میں تکلیف ہے، زمین پر سجدہ نہیں کرسکتا، کیا لکڑی کے ٹیبل پر سجدہ کرسکتا ہوں؟

جواب: محض تکلف ہے۔ اسے چاہیے کہ اشارہ سے سجدہ کرے۔

(سوال): قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا، تو کیا کرے گا؟

(جواب): نماز جاری رکھے اور سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کر لے۔

(سوال): ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں؟

(جواب): ایک مسجد میں تراویح کی کئی جماعتیں ہو سکتی ہیں۔

(سوال): ایک شخص دوسرے شہر میں ملازمت کرتا ہے، چھ دن وہاں رہتا ہے اور چھٹی والے دن گھر واپس آ جاتا ہے، کیا وہ نماز قصر کرے گا، یا پوری پڑھے گا؟

(جواب): اس کی دو اقامت گاہیں ہیں؛ ایک عارضی اور ایک مستقل۔ لہٰذا وہ نماز پوری پڑھے گا، قصر نہیں کرے گا۔

(سوال): ایک ڈرائیور یا سیل مین روزانہ دوسرے شہر جاتے ہیں، وہ ایک شہر سے دوسرے شہر آتے جاتے رہتے ہیں، کیا وہ قصر کرتے رہیں؟

(جواب): وہ قصر کر سکتے ہیں۔ دو نمازیں جمع بھی کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر جماعت پاتے ہیں، تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ان کے لیے واجب ہے۔

(سوال): کم از کم کتنی مسافت پر قصر ہے؟

(جواب): قصر کے لیے کم سے کم مسافت مقرر نہیں۔ جسے عرفاً وشرعاً سفر کہا جائے، اس میں قصر کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ایمان پر چھوڑا ہے کہ وہ اس سے ڈر کر اس کے احکام کس طرح اپناتے ہیں۔ جیسے مریض کے لیے روزہ چھوڑنے میں مرض کی کوئی حد مقرر نہیں، وہ اپنے ایمان کے بل بوتے پر فیصلہ کرے گا کہ آیا اس کا مرض روزہ رکھنے میں مانع ہے، یا نہیں۔ اسی طرح سفر ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ⑦)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): اذان سے پہلے اعلان کرنا کہ خاموش ہو جائیں، کیا یہ درست ہے؟

(جواب): درست نہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ اذان کا پہلا کلمہ سنتے ہی خاموش ہو جائیں اور اذان کا جواب دیں۔

(سوال): جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے وقت بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔ اسلاف امت میں اس کا وجود نہیں۔

(سوال): بچے کی نگہداشت کا شرعی حق کسے حاصل ہے، ماں کو یا باپ کو؟

(جواب): جس کی تربیت بچے کے لیے زیادہ مفید ہو، وہ ہی اس کی نگہداشت کا اول حق دار ہے۔

(سوال): نماز جنازہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب): نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، یعنی علاقہ کے چند افراد اس فریضہ کو انجام دے دیں، تو سب کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی، اگر کوئی بھی نماز جنازہ نہ پڑھے، تو تمام اہل علاقہ گناہ گار ہوں گے۔

(سوال): قبر کھود کر میت کی باقیات کو کسی اور جگہ منتقل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔

(سوال): کیا لاوارث میت کی امانتاً تدفین جائز ہے؟

(جواب): میت کا کوئی والی وارث نہ ملے، تو اسے دفن کر دینا چاہیے، البتہ جب

وارث آئے، تو بلاوجہ قبر کشائی درست نہیں۔

(سوال): کیا ایک قبر میں ایک سے زائد میتوں کو دفن کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر مجبوری ہو، تو کیا جا سکتا ہے، مثلا کوئی بڑا حادثہ ہو گیا، جس میں بہت زیادہ اموات ہو گئیں، تو سب کے لیے الگ الگ قبریں کھودنا ممکن نہیں، تو ایک قبر میں دو دو تین تین اور اس سے بھی زیادہ میتیں دفن کی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ اُحد میں ایک زائد شہدا کو ایک ہی قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری: ۴۰۷۹)

(سوال): کسی حادثہ میں بہت سارے لوگ ہلاک ہو گئے، شناخت ممکن نہیں، ان میں کفار کی میتیں بھی ہو سکتی ہیں، تو نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مسلمان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، کافر کی نماز جنازہ نہیں۔ اگر بے خبری میں کافر پر بھی نماز جنازہ پڑھی گئی، تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ جنازہ پڑھنے والوں کی نیت میں یہ تھا کہ ہم اپنے مسلمان بھائی پر نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں۔

(سوال): نماز جنازہ کے متصل بعد دعا کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز جنازہ کے متصل بعد دعا کا التزام بدعت ہے۔ اس بارے میں ساری کی ساری روایات ضعیف ہیں۔ اگر کسی موقع پر دعا کو مستحب نہ سمجھے، تو کسی بھی وقت دعا کی جا سکتی ہے۔

(سوال): حدیث: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ، فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ کا مفہوم واضح کریں۔

(جواب): یہ روایت بسند حسن سنن ابی داود (۳۱۹۹) وغیرہ میں آتی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''جب میت پر جنازہ پڑھیں، تو اس کے لیے خلوص سے دعا کریں۔''

اس حدیث سے نمازِ جنازہ کے اندر میت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کا حکم

دیا گیا ہے، محدثین نے اس سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے۔

اس حدیث کو نمازِ جنازہ کے متصل بعد اجتماعی دعا کے لیے بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے، دو باتیں ذہن نشین کرلیں:

① محدثین کا اتفاق اس مفہوم پر نہیں، دوسرے مفہوم پر ہے۔

② فقہائے احناف کا فہم اوران کے اقوال بھی اس کے مخالف ہیں۔

تو اس حدیث کا وہ مفہوم کس طرح درست ہوسکتا ہے، جسے ائمہ اہل سنت سے کسی نے بھی بیان نہ کیا ہو؟

۞ بعض نے لکھا ہے:

''''ف'' سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے فوراً بعد دعا کی جاوے، بلا تاخیر جو لوگ اس کے معنیٰ کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لیے دعا مانگو، وہ 'ف' کے معنی سے غفلت کرتے ہیں، صَلَّيْتُمْ شرط ہے اور فَأَخْلِصُوا اس کی جزا، شرط اور جزا میں تغایر چاہیے، نہ یہ کہ اس میں داخل ہو، پھر صَلَّيْتُمْ ماضی ہے اور فَأَخْلِصُوا امر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے، جیسے فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا میں کھا کر جانے کا حکم ہے، نہ کہ کھانے کے درمیان ۔۔۔اور فاء سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔''

(جاء الحق:274)

کیسا عجیب انداز ہے کہ محدثین اور ائمہ احناف کو ''غفلت'' کا الزام دیا جارہا ہے۔

حالانکہ یہاں تغایر موجود ہے، وہ ہے کلیت اور جزئیت کا تغایر، نماز کلیت کے اعتبار سے افعال واقوال کے مجموعہ کا نام ہے، جبکہ دعا ایک جزء ہے، جسے قول کہا جاتا ہے، شرط اور

جزاء کے درمیان اتنی سی مغایرت کافی ہے، ورنہ نماز جنازہ کو دعاؤں سے خالی کرنا پڑے گا، کیونکہ من کل الوجوہ مغایرت اس وقت ہوگی، جب نماز جنازہ کے اندر کوئی بھی دعا نہ ہو۔ اگر شرط اور جزا میں من وجہ مغایرت کافی ہو، تو یہاں بھی مغایرت موجود ہے۔

دوسرے یہ کہ جب ماضی پر ''اذا'' داخل ہو جائے، تو معنی مستقبل کا پیدا ہو جاتا ہے، لہٰذا درست معنی اور ترجمہ یہ ہوا:

''جب نماز جنازہ پڑھیں، تو اس میت کے لیے دعا میں اخلاص پیدا کریں۔''

جیسا کہ محدثین کے فہم سے پتا چلتا ہے۔

اگر ہر جگہ فاء کا معنی تاخیر لیں تو ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ قرآنِ پاک پڑھ لینے کے بعد أَعُوذُ بِاللّٰهِ۔۔۔ پڑھنا چاہیے، یہاں بھی ﴿قَرَأْتَ﴾ ماضی اور ﴿فَاسْتَعِذْ﴾ امر ہے۔

قرآنِ مجید میں ایک آیت سے بطریق اشارۃ النص ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے متصل بعد دعا جائز نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

(التّوبة : 84)

''کبھی ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیں، نہ ہی ان کی قبر پر ٹھہریں۔''

نبی کریم ﷺ مسلمانوں کا جنازہ پڑھتے تھے، تو منافقین کا جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا، اسی طرح اگر آپ نماز جنازہ کے متصل بعد مسلمان میت کے لیے اجتماعی دعا کرتے ہوتے، تو منافقین کے حق میں اس سے بھی روک دیا جاتا، ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے متصل بعد اجتماعی دعا سنت نبوی سے ثابت نہیں ہے۔

مزید تحقیق کے لیے ہماری کتاب ''بدعات سنت کے میزان میں'' کا مطالعہ مفید ہے۔

سوال: ایسی جائیداد جس کی کرایہ کی آمدن سے ذاتی اخراجات پورے کیے جائیں، اس کے بارے میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر زکوٰۃ نہیں۔ سال گزر جانے پر اگر جمع شدہ پونجی چاندی کے نصاب کی قیمت کو پہنچ جائے، تو اس پر زکوٰۃ ہے۔ کرایہ وصول کیا اور خرچ کر دیا، تو زکوٰۃ نہیں۔

سوال: جو پلاٹ کاروباری نقطہ نظر سے خریدے اور فروخت کیے جاتے ہیں، ان کے بارے میں زکوٰۃ کا تعین کس طرح کیا جائے گا؟

جواب: ان پلاٹوں کی موجودہ قیمت لگا کر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی، بشرطیکہ ان پلاٹوں پر ایک سال گزر جائے۔

سوال: کیا دینی مدرسہ کی تعمیر پر زکوٰۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے؟

جواب: کی جاسکتی ہے۔

سوال: دوران اعتکاف معتکف کا بلا ضرورت مسجد سے باہر نکلنا کیسا ہے؟

جواب: بلا ضرورت معتکف مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔

سوال: وضو خانے، غسل خانے اور استنجا خانے مسجد کی حدود سے باہر ہوں، تو کیا معتکف وہاں جاسکتا ہے؟

جواب: وضو، غسل اور قضائے حاجت اس کی ضرورت ہے، لہٰذا وہاں جاسکتا ہے۔

سوال: معتکف مسجد کے محراب میں سوسکتا ہے؟

جواب: محراب مسجد کا حصہ ہے۔ معتکف وہاں سوسکتا ہے، اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: دوران اعتکاف غیر واجب غسل کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غسل انسانی ضرورت ہے۔ معتکف بھی غسل کر سکتا ہے۔ شریعت نے منع نہیں کیا۔

(سوال): حج کن لوگوں پر فرض ہے؟

(جواب): مسلمان، آزاد، بالغ، عاقل اور صاحب استطاعت پر حج فرض ہے۔

(سوال): حج کی استطاعت سے کیا مراد ہے؟

(جواب): حج کی استطاعت تین طرح کی ہے؛ ① مالی استطاعت کہ آنے جانے کے اخراجات اور گھر والوں کے اخراجات اٹھا سکے۔ ② بدنی استطاعت، کہ اتنا بوڑھا یا بیمار نہ ہو کہ سفر کی مشقت برداشت نہ کر سکے، ایسا شخص اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو حج کے لیے بھیج سکتا ہے، جس نے پہلے اپنا حج کر رکھا ہو، اسے حج بدل کہتے ہیں۔ ③ سفر پر امن اور محفوظ ہو، کہ سفر میں جان و مال کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

عورت کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار ہو۔ ورنہ اس پر حج فرض نہیں۔

(سوال): اگر کوئی خاتون حج یا عمرہ پر جانے کے لیے تیار کر رہی تھی کہ روانگی سے پہلے ماہواری کا خون آ گیا، کیا وہ احرام باندھے گی؟

(جواب): وہ احرام باندھے گی۔ مناسک حج یا عمرہ ادا کرے گی، جس طرح حاجی ادا کرتا ہے، البتہ طواف کعبہ نہیں کرے گی۔ پاک ہونے کے بعد طواف افاضہ کر لے گی۔ اسی طرح عمرہ کرنے والی مکہ میں اپنی رہائش گاہ میں چلی جائے گی۔ پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کر لے گی۔

(سوال): عمرہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): صاحب استطاعت پر عمرہ واجب ہے۔ طرفین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ سمیت جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ کئی احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک عمرہ واجب ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۷۲۰، وسندہ صحیح) اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عمرہ کو ''حج اصغر'' کہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۶۵۹، وسندہ صحیح)

(سوال): ایک شخص نے حج کے لیے تیاری کر لی، مگر اسے موت آ گئی، کیا اس کا ولی اس کی طرف سے حج پر جا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، اس کا ولی حج کرے گا۔ یہ نذر والے حج کی طرح ہی ہے۔

(سوال): عقد ثانی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دوسری شادی مرد کا حق ہے، اس میں پہلی بیوی سے اجازت شرعی طور پر ضروری نہیں۔

(سوال): کیا ایک شادی شدہ عورت کسی غیر لڑکے کو نکاح کا پیغام دے سکتی ہے؟

(جواب): بالکل نہیں دے سکتی، ایسا کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ کسی کی منکوحہ ہے۔ جب منگنی پر منگنی جائز نہیں، تو نکاح پر پیغام نکاح دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

(سوال): کیا بیوی کا شوہر سے الگ جائے رہائش کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

(جواب): یہ معاملہ حالات وواقعات کے تناظر میں دیکھا جائے گا۔ باقی بیوی اپنے شوہر سے الگ رہائش کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ بہتری بھی اسی میں ہے کہ اس میں پردے کے معاملات حل ہو جاتے ہیں۔ انسان کے وجود میں خاص آزادی کا احساس ہوتا ہے، وہ بھی

اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کے کئی ارمان پورے ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات مشترک فیملی بہت سارے مسائل میں الجھ جاتی ہے، خصوصا جب بچے ہوں، گھریلو ناچاکیاں جنم لیتی ہیں، زندگی اجیرن بن جاتی ہے، تو عافیت اسی میں ہے کہ کوشش کر کے علیحدہ رہائش کا بندوبست کیا جائے۔

سوال: لے پالک اولاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: انتہائی مجبوری میں کسی سے بچی یا بچہ لے کر پالنا جائز ہے۔ مگر اس کے تمام احکام مثلا نسب، وراثت، محرم وغیر محرم ہونے میں، اس کے حقیقی باپ کی طرف سے ہوں گے، نہ کہ پالنے والے کی طرف سے۔ اس کے نام کے ساتھ ولدیت اس کے حقیقی باپ کی لکھی جائے گی۔ اسے اپنے والد سے منسوب کیا جائے گا۔ اشد ضرورت کی صورت میں پالنے والے کا نام لکھا جا سکتا ہے، کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ اس کا حقیقی والد کون ہے۔

سوال: نکاح ہو گیا، رخصتی نہیں ہوئی، منکوحہ کے ساتھ میل جول رکھنا یا اس کے ساتھ ازدواجی حیثیت اختیار کرنا کیسا ہے؟

جواب: شرعا جائز ہے، وہ اس کی بیوی ہے۔ اس کے ساتھ ملنا ملانا اور ازدواج قائم کرنا جائز ہے، البتہ عرف کا لحاظ کرتے ہوئے بچنا بہتر ہے، بسا اوقات یہ معاملات پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔

سوال: ایک بیوہ سے شادی کی، اس کی پہلے شوہر سے اولاد بھی ہے، کچھ عرصہ بعد اسے طلاق دے دی، آیا اس کی پہلے شوہر سے بیٹی سے نکاح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ربیبہ ہے، جو محرمات میں شامل ہے۔

سوال: شوہر نے بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا، دو ماہ کے بعد تحریرا تین طلاقیں بھیج دیں، کیا ان دو ماہ اور عدت کے زمانے کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے؟

(جواب): طلاق سے پہلے کے دو مہینوں کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔

(سوال): شوہر نے بیوی کو فون پر ایک طلاق دی، تین مہینے گزر گئے، اب کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ اس کے عقد سے نکل چکی ہے، اب اگر دونوں باہم رضا مند ہیں، تو دوبارہ نئے حق مہر کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔

(سوال): عدالتی فسخ نکاح اور خلع میں کیا فرق ہے؟

(جواب): کوئی فرق نہیں۔ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔

(سوال): طلاق دینے کا ارادہ کیا، الفاظ نہیں بولے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): محض ارادہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، جب تک بول کر یا لکھ کر طلاق نہیں دے گا۔

(سوال): کیا عورت بلا وجہ خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): گناہ گار ہو جائے گی، البتہ مطالبہ کر سکتی ہے۔

(سوال): عورت سسرالی گھر میں عدت گزار رہی ہے، کیا بعض مسائل کی وجہ سے اپنے والدین کے گھر منتقل ہو سکتی ہے؟

(جواب): انتہائی مجبوری ہو، تو منتقل ہو سکتی ہے۔

(سوال): عدت میں ہے، قریبی رشتہ دار فوت ہو گیا، میت کے گھر جا سکتی ہے؟

(جواب): نہیں جا سکتی۔

(سوال): عدت میں ہے، تو کیا شادی کی تقریب میں شریک ہو سکتی ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا: ''تم حرام ہو میرے اوپر زندگی بھر کے لیے۔'' لیکن

طلاق کی نیت نہیں تھی، محض حق زوجیت ادا نہ کرنے کا ارادہ تھا۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ شخص گناہ گار ہوگا۔ البتہ یہ طلاق نہیں ہے۔

سوال: بیوی کو کہہ دیا کہ ”میری طرف سے تو فارغ ہے۔“ مگر نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق نہیں ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے، صریح الفاظ نہیں ہے۔ کنایہ میں نیت کو دیکھنا ہوتا ہے۔

سوال: معلق طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: معلق طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ کوئی کہے اگر میری بیوی عدالت سے مقدمہ اٹھالے، تو میری طرف سے اسے طلاق ہے۔ جب بیوی مقدمہ اٹھالے گی، تو اسے طلاق واقع ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ یہ طلاق مقدمہ اٹھانے پر واقع ہوگی، نہ کہ اس وقت جب شوہر نے یہ جملہ بولا تھا۔

سوال: شوہر نے کاغذ پر طلاق لکھی، فوت ہو گیا، بیوی کو خبر نہیں دی، تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب: طلاق واقع ہو جائے گی۔ بیوی کو بتانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ طلاق مرد کا وظیفہ ہے۔

سوال: میں عدت میں ہوں، میرا بیٹا دوسرے ملک میں رہتا ہے، میرے پاس اس ملک کا ویزہ ہے، عدت ختم ہونے سے پہلے ویزے میں نیا قانون لاگو ہو رہا ہے، جس میں دشواریاں ہیں، کیا میں دوران عدت سفر کر کے اپنے بیٹے کے پاس جا سکتی ہوں؟

جواب: یہ انتہائی مجبوری ہے، جا سکتی ہیں، بقیہ عدت وہاں پوری کر لیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا رضاعی بھتیجی سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): رضاعی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں۔ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

❁ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ فرمایا: وہ تو میری رضاعی بھتیجی ہیں۔ (صحیح بخاری: ۵۱۰۰)

(سوال): کیا محض دودھ پلانے والی عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جائے گی؟

(جواب): جی ہاں، اس کے لیے گواہ ضروری نہیں۔

❁ ایک عورت کی گواہی سے نبی کریم ﷺ نے دو میاں بیوی کے درمیان رشتہ ازدواج ختم کروا دیا تھا اور انہیں بہن بھائی بنا دیا تھا۔ (بخاری: ۲۶۴۰)

(سوال): ترکہ یا وراثت کی تقسیم کا کیا طریقہ ہے؟

(جواب): متروکہ مال جو میت کی ملکیت میں تھا، اس کی تقسیم کچھ اس ترتیب سے ہو گی؛
① تجہیز و تکفین کی تیاری (اگر کوئی دوسرا نہ دے، تو) ② قرض کی ادائیگی (اگر میت کے ذمہ کچھ قرض ہے۔) ③ اگر کوئی وصیت کی ہے، تو کل ترکہ سے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کی وصیت نافذ کر دی جائے۔ ④ باقی جتنا مال بچے، اسے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے۔

(سوال): والد کی زندگی میں کیا اولاد وراثت کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): وراثت میت کی ہوتی ہے، البتہ زندہ انسان اپنی اولاد کو ہبہ کر سکتا ہے۔ ہبہ

کی صورت میں بیٹے اور بیٹیوں کا حصہ برابر برابر ہوگا۔مگر اولاد والد سے اس کے مال کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔وہ اپنے مال میں تصرف کا پورا حق رکھتا ہے۔

سوال: میرا لا ولد شوہر فوت ہوا، میں نے عدت پوری کر لی، کیا میرے شوہر کے مال سے میرا حصہ ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا لے پالک بیٹی کا شرعا وراثت میں حق ہے؟

جواب: نہیں۔البتہ مرنے والا اس کے حق میں وصیت کرسکتا ہے۔

سوال: کیا کتابیہ عورت مسلمان میت کی وارث بن سکتی ہے؟

جواب: نہیں بن سکتی۔مسلمان کا وارث مسلمان ہی بن سکتا ہے۔

سوال: کیا جنابت کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاسکتی ہے؟

جواب: جنبی قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرسکتا۔جنبی کا حکم حائضہ والا ہے، البتہ ذکر واذکار کرسکتا ہے۔

سوال: ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ کا جواب دینا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔اس بارے میں سنن ترمذی (۳۲۹۱) وغیرہ میں روایت آتی ہے۔اس کی سند ضعیف ہے۔زہیر بن محمد سے اہل شام کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ولید بن مسلم شامی ہیں، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

سوال: تلاوت قرآن اور درس و وعظ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیسا ہے؟

جواب: ہمارے مطابق لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مسجد کی حد تک ہونا چاہیے۔باہر والے اسپیکر صرف اذان یا اعلان کے لیے استعمال ہوں۔درس و وعظ کے لیے باہر والے اسپیکروں

کا استعمال مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ پاکستان میں مختلف مکاتب فکر کے لوگ اور ان کی عبادت گاہیں موجود ہیں۔ ہرایک اپنی بات کرے گا،تو اس سے انتشار وخلفشار پھیلے گا۔

سوال:مسجد کی دیواروں اور ستونوں کا ملبہ جو قابل استعمال یا فروخت نہیں ہے،کو ذاتی استعمال میں لانا کیسا ہے؟

جواب:مسجد کی انتظامیہ کی اجازت سے ذاتی استعمال میں لایا جا سکتا ہے،بہتر ہے کہ وہ اس کا کچھ نہ کچھ معاوضہ دے دے،تاکہ لوگوں کی باتوں سے بچا جا سکے۔

سوال:زائرین مزاروں کو چومتے ہیں،یہ عمل شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: بزرگان دین کی قبروں پر تعمیر کرنا ناجائز وحرام ہے۔قبروں یا مزاروں کو چومنا بھی ناجائز وحرام ہے، بلکہ یہ دونوں کام کافر قوموں کا شعار ہیں۔

سوال:مروجہ فاتحہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ تین دن سوگ میں بیٹھا جاتا ہے، جسے ہم اپنی زبان میں ’’پھوڑی‘‘ کہتے ہیں۔اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔کیونکہ اسلام میں مردوں کے لیے سوگ نہیں ہے۔ ہرایک آتے وقت اور جاتے وقت وہاں اجتماعی ہیئت سے ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھتا ہے۔اس کی کوئی اصل نہیں۔فاتحہ میں میت کے لیے کچھ نہیں ہے۔مرنے والا مؤحد ہو،تو اس کے حق میں انفرادی یا اجتماعی دعا کی جائے گی،مگر اس کے لیے دن یا وقت کو خاص کرنا اسے بدعت بنادے گا۔

سوال: میں ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں، وہ بھی مجھے پسند کرتی ہے۔ہم دونوں نے شادی کی قسم اٹھا رکھی ہے کہ ہم کہیں اور شادی نہیں کریں گے۔شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب:ماں باپ کی رضامندی سے شادی کرلیں۔کہیں اور بھی شادی کر سکتے ہیں،

مگراس صورت میں دونوں کوقسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

(سوال): میرا شوہر شکی مزاج ہے، بات بات پرقسم لیتا ہے، کیا میں اسے مطمئن کرنے کے لیے قرآن کی قسم کھاسکتی ہوں؟

(جواب): اس صورت حال میں قرآن کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے۔

(سوال): میرے شوہر نے مجھے فون پر طلاق دی اور پھر فون پر ہی رجوع کر لیا، کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے؟

(جواب): درست ہے۔فون پر رجوع کیا جاسکتا ہے۔

(سوال): میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اب رجوع کرنا چاہتا ہوں، مگر بیوی کے والدین راضی نہیں، کیا مجھے رجوع کا حق حاصل ہے؟

(جواب): طلاق اور رجوع خاوند کا حق ہے۔اس میں بیوی یا بیوی کے والدین کی رضا مندی ضروری نہیں۔

(سوال): شوہر بیوی سے بات بات پر قسمیں لیتا ہے، کیا بیوی کے والدین شوہر سے اس بات پر قسم لے سکتے ہیں کہ وہ آئندہ قسمیں نہیں لے گا؟

(جواب): جی ہاں، اس پر قسم لے سکتے ہیں۔

(سوال): مسجد یا مدرسہ کا چندہ کرنے پر حق خدمت کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے۔ چندہ جمع کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے سے فیصد طے کر لے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ دیانت اور محنت سے چندہ جمع کرے گا۔

(سوال): کیا عصری علوم کے ماہرین بھی قرآن وحدیث میں بیان کردہ فضلیت علم کے حق دار ہیں؟

(جواب): قرآن وسنت میں جس علم کی فضیلت بیان ہوئی ہے، وہ علم وحی ہے، دنیاوی علوم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، مگر یہ فنون ہیں۔

(سوال): مقررہ تعداد میں ورود و وظائف اور تسبیحات و اذکار پڑھے جا سکتے ہیں؟

(جواب): جن اذکار کی مقرر تعداد احادیث میں مذکور ہے، ان کی پابندی کر لی جائے، باقی ورود و وظائف کے لیے تعداد مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(سوال): سجدہ تلاوت والی آیت کو بار بار پڑھا جائے، تو کیا ہر بار سجدہ کرنا ہوگا؟

(جواب): سجدہ تلاوت مستحب سنت ہے، واجب نہیں۔ جس نے بار بار سجدہ والی ایک ہی آیت پڑھنی ہو، وہ پہلی بار سجدہ کر لے، اسے کفایت کر جائے گا۔ اسی طرح حفظ کرنے والے بچے اور اساتذہ ایک ہی بار سجدہ کر لیں۔ اگر نہ بھی کریں، تو حرج نہیں۔

(سوال): جو بچے قرآن کریم حفظ کرتے ہیں، ان کی کل تلاوت کو جمع کر کے ایک قرآن بنا کر ایصال ثواب کے لیے دیا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): شرعا ایسا کرنا درست نہیں۔ اگر ایصال ثواب چاہتے ہیں، تو ان بچوں پر خرچ کریں، ان کی اعانت کریں، تو اجر پائیں گے۔

(سوال): اہل کتاب کون ہیں؟

(جواب): علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

كُلُّ مَنْ يَعْتَقِدُ دِينًا سَمَاوِيًّا وَلَهُ كِتَابٌ مُنَزَّلٌ كَصُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَشِيثٍ وَزَبُورِ دَاوُد عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيَجُوزُ مُنَاكَحَتُهُمْ وَأَكْلُ ذَبَائِحِهِمْ.

''جو کسی آسمانی دین کے معتقد ہوں اور ان میں کوئی کتاب نازل ہوئی ہو، مثلاً

ابراہیم وشیث علیہما السلام کے صحائف اور داود علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب زبور وغیرہ۔تو وہ اہل کتاب ہیں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے اوران کا ذبیحہ کھانا حلال ہے۔''

(مَجمع الأنهر :328/1)

سوال: کھڑے ہوکر کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کھڑے ہوکر کھانا پینا جائز ہے، البتہ بیٹھ کر کھانا پینا بہتر ہے۔

سوال: کیا جوتا اُتار کر کھانا کھانا سنت ہے؟

جواب: جوتا اُتار کر کھانا کھانا سنت نہیں۔ اس بارے میں سنن دارمی (۲۱۲۵) اور مستدرک حاکم (۳/۳۵۱، ۴/۱۱۹) وغیرہ میں روایت آتی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔اس میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی ''ضعیف ومتروک اور منکر الحدیث'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحْسِبُهٗ مَوْضُوعًا، وَإِسْنَادُهٗ مُظْلَمٌ.

''میرا خیال ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔اس کی سند اندھیری ہے۔''

اس روایت کی دوسری سند مسند ابی یعلی (۴۱۸۸) وغیرہ میں آتی ہے۔ یہ بھی سخت ضعیف ہے۔داود بن زبرقان ''متروک'' ہے۔

البتہ جوتا اُتار کر کھانا کھانا چاہیے کہ اس میں اطمینان اور نفاست ہے۔

سوال: حد قذف کیا ہے؟

جواب: مسلمان پر زنا کی تہمت لگانا قذف ہے۔اس کی شرعی حد اَسی کوڑے ہے۔

سوال: اگر کوئی مسلمان نماز بھی پڑھتا ہے، قرآن بھی پڑھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ہم

بظاہر مسلمان نظر نہیں آتے، ہمارا کردار و عمل بھی اچھا نہیں ہے۔ جب کسی سے ملتا ہے، تو کہتا ہے کہ میں ہندو ہوں۔ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ شخص اپنی زبان سے کفر کا اقرار کر رہا، اقرار کفر بھی کفر ہوتا ہے۔ نیز یہ اسلام کی توہین کا مرتکب ہے۔ اس پر تجدید ایمان ضروری ہے۔

سوال: بوسیدہ اور ناقص قرآنی نسخہ جات اور اوراق قرآنی کا کیا کرنا چاہیے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے۔ اس کا احترام فرض ہے، قرآن کریم کی صیانت وحفاظت مومن کا فریضہ ہے۔ اس کی توہین واہانت کفر ہے، البتہ قرآن کریم کے اوراق انتہائی بوسیدہ ہو جائیں، پڑھنے کے لائق نہ رہیں، انہیں کسی ایسی زمین میں دفن کر دیا جائے، جہاں ان کی بے حرمتی کا شائبہ نہ ہو۔ یا کسی غیر آباد کنواں میں ڈال دیا جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو ان اوراق کو جلا دینے میں کوئی حرج نہیں، وہ خاک دفن کر دی جائے۔ اس میں چونکہ قرآن کریم کی تحقیر کا قصد نہیں ہے، بلکہ اس کی حفاظت اور احترام پیش نظر ہے۔ جمہور علمائے اسلام کی یہی رائے ہے۔

سوال: ایک شخص نے مکان خریدا، اس کی قیمت بھی ادا کر دی، اس ملک کے قانون کے مطابق تین سال تک خریدار نہ وہ مکان اپنے نام کرا سکتا ہے اور نہ کسی کو بیچ سکتا ہے، ابھی دو سال ہی گزر رہے ہیں کہ حکومت نے اس علاقے کے مکانات گرا کر دگنی قیمت دینے کا فیصلہ کیا ہے، مکان چونکہ ابھی تک بیچنے والے کے نام ہی ہے، اس لیے وہ کہتا ہے کہ یہ رقم میں وصول کروں گا، کیونکہ مکان میرے نام ہے، شرعا اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت میں لین دین اور خرید وفروخت میں زبان کا اعتبار ہے، قوانین ہر ریاست کے مختلف ہو سکتے ہیں۔ شریعت کی رو سے خریدار اس مکان کا مالک ہے، کیونکہ اس

نے قیمت ادا کر دی ہے، اگر چہ سرکاری طور پر مالک نہیں بنا، لیکن شرعاً مالک بن چکا ہے۔ لہٰذا خریدنے والا ہی اس رقم کا حق دار ہے اور بیچنے والے کا اس رقم میں کوئی حصہ نہیں۔

سوال: اگر کوئی انسان یہ کہے کہ ”میں اپنے مرشد کے فرمان کے آگے (معاذ اللہ) تمام عالموں اور مفتیوں کے فتووں کو جوتے کی نوک پر اڑاتا ہوں۔“ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اس کی جہالت و ضلالت ہے۔ ایسا کلام انسان کو کفر تک لے جاتا ہے، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ سوچ سمجھ کر حکمت و دانائی پر مبنی بات کرنی چاہیے۔ اس میں اہل علم کی تحقیر اور استخفاف ہے۔

✿ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلْاسْتِخْفَافُ بِالْأَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

”شرفا اور علما کا استخفاف کرنا باعث کفر ہے۔“

(مَجمع الأنهر :695/1)

سوال: اولیائے کرام کی قبروں پر سجدہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: حرام ہے۔ بت پرستی کی ابتدا یہی ہے۔

✿ علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ اتِّخَاذُ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مَسَاجِدَ .

”بت پرستی کی اصل نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔“

(فتاویٰ شامی :380/1)

سوال: اگر کوئی کہے کہ ”میرے باپ کی بات کا درجہ نبی کی بات سے کم نہیں ہے۔“ اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے۔ اگر یہ جملہ جہالت وضلالت کی بنا پر صادر ہوا ہے، تو اس سے توبہ کروائی جائے گی، ورنہ وہ کافر ہو جائے گا۔

(سوال): امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین پر مبنی نصابی کتب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی، خال المومنین اور بے شمار فضائل کے حامل صحابی ہیں۔ جن کتب میں آپ رضی اللہ عنہ کی توہین پر مبنی لٹریچر موجود ہے، تو سرکاری اداروں کو چاہیے کہ اس لٹریچر کو ختم کیا جائے اور اس کے تمام نسخہ جات تحویل میں لے لیے جائیں۔ اور اسے لکھنے والوں اور چھاپنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے۔

علاوہ ازیں طلبا اور عوام کو چاہیے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کردہ اشکالات کے متعلق جید اہل علم سے دریافت کریں، تا کہ عقیدہ وایمان سلامت رہے۔

صحابہ کرام کے حوالے سے اکثر وبیشتر نامناسب باتیں تاریخ کا حصہ ہیں، جس میں روافض کا عمل دخل ہے۔ لہٰذا تاریخ کے مطالعہ میں احتیاط کریں۔ وہی علما اس میں بات کریں، جو سند کا علم رکھتے ہیں۔ دینی مدارس میں پڑھائی جانے والی کتاب تاریخ الاسلام وغیرہ کتابیں بھی غیر مستند تاریخی روایات پر مشتمل ہیں۔ جن سے صحابہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے، ان سے اجتناب کرنا چاہیے یا کتاب کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کرنی چاہیے۔

(سوال): کوئی غیر مسلم کلمہ پڑھ لے، مگر کفر کے افعال واقوال نہ چھوڑے اور ارکان اسلام کا پابندی بھی نہ کرے، دین بھی نہ سیکھے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص کافر کا کافر ہے۔ محض زبانی کلامی کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں۔ ایسے شخص سے رشتہ ناطہ کرنا جائز نہیں۔

(سوال): ایک مسلمان اپنے عیسائی دوست کی ترغیب پر گرجہ میں جاتا ہے اور ان کے

ساتھ مل کر انہی جیسی عبادت کرتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ایمان پر قائم تھا، ان کی دلجوئی کے لیے اس نے ایسا کیا، اس شخص کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس میں اسلام کی ناقدری ہے اور کافروں کی عبادات میں ان کی دلجوئی کفر ہے۔ بے شک اس کا دعویٰ یہ ہے کہ ایمان پر قائم تھا، مگر اس نے کافروں جیسی عبادت کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اس سے توبہ کروائی جائے گی، ورنہ وہ کافر ہو جائے گا۔

(سوال): کیا غسل کے بعد وضو کرنا ضروری ہے؟

(جواب): اگر غسل سے پہلے وضو نہیں کیا، تو نماز کے لیے غسل کے بعد وضو ضروری ہے۔ اگر غسل سے پہلے وضو کیا، تو غسل کے بعد وضو کی ضرورت نہیں۔

(سوال): زمانے کو برا بھلا کہنے کی ممانعت آئی ہے، تو کیا کوئی زمانہ برا نہیں ہوتا؟

(جواب): سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زمانے کو برا بھلا مت کہیں، اللہ تعالیٰ ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہے۔''

(صحیح مسلم : 2246)

''دھر'' زمانے اور وقت کو کہتے ہیں۔

زمانے کا نظام اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جیسے چاہتا ہے، بدلتا رہتا ہے۔ زمانے کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ زمانے کو گالی دینا حرام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کا خالق ہے، حقیقت الامر میں دہر (زمانہ) کسی شے کا مالک نہیں، نہ ہی کچھ کر سکتا ہے، زمانے میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہوتا ہے۔

زمانے کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ جبکہ بعض احادیث میں قیامت سے پہلے زمانے کی مذمت بھی وارد ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے

کے بارے میں خبر دی ہے کہ اس میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، ان کے یہ اعمال ہوں گے۔ اس سے حقیقت میں زمانے کی مذمت نہیں، بلکہ ان لوگوں کی مذمت ہے، جو اس زمانے میں ہوں گے۔ زمانہ تو ایک جیسا ہے، اس میں لوگ بدلتے رہتے ہیں۔ اچھے لوگ ہوں، تو اچھا زمانہ کہلاتا ہے، برے لوگ ہوں، تو اسے برا زمانہ کہہ دیا جاتا ہے، جیسے دورِ جاہلیت۔ اب اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا دور، جس میں جاہل لوگ گزرے ہوں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا زمانہ سب سے بہترین ہے، کیونکہ اس میں سب سے بہترین ہستی موجود تھی، اسی طرح صحابہ وتابعین وغیرہ کا دور خیر القرون سے موسوم کیا گیا ہے، اس کی بھی یہی وجہ ہے۔

سوال: کیا کسی مرتد مرد کا نکاح مسلمان عورت سے اور مرتد عورت کا نکاح مسلمان مرد سے ہوسکتا ہے؟

جواب: نہیں ہوسکتا۔ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَصِحُّ تَزَوُّجُ الْمُرْتَدِّ وَلَا الْمُرْتَدَّةِ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ .

''کسی مرتد مرد یا عورت کا کسی مسلمان (مرد یا عورت) سے نکاح نہیں ہوسکتا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔'' (مَجمع الأنهر :373/1)

سوال: آیت ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''اگر تم دونوں (عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما) اللہ کی طرف رجوع کرلو، (تو بہت اچھا ہے۔) تم دونوں کے دل مائل ہو چکے ہیں۔''

اس اور ان سے پہلی آیات میں شہد والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے خود پر شہد منع کرلیا، جس کا سبب یہ ہوا کہ سیدہ عائشہ اور سیدہ

حفصہ رضی اللہ عنہا نے باہم مشورہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں جاتے ہیں اور وہاں شہد پیتے ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی کے پاس تشریف لائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گے کہ آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ دونوں نے ایسا ہی کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو شہد پیا ہے، آج کے بعد نہیں پیوں گا۔

یاد رہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا نہ تھا، بلکہ مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضی اللہ عنہا کی بجائے ہمارے پاس وقت گزارا کریں، جیسے سوتنوں کی کوشش ہوتی ہے۔ دونوں کا ارادہ اچھا تھا، مگر طریقہ درست نہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دونوں کو توبہ کرنی چاہیے، کیونکہ ان کے دل مائل ہو چکے ہیں۔ یعنی انہیں جو مقام و منزلت حاصل ہے، اس سے مائل ہو چکی ہیں۔ دونوں ازواج نے یقیناً توبہ کر لی تھی، کیونکہ ان کے مقام و مرتبے کو یہی لائق ہے۔

یہاں ﴿صَغَتْ﴾ کا معنی مائل ہونا ہے، مفسرین نے یہی کہا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہی معنی ذکر کیا ہے۔ (صحیح بخاری، قبل حدیث: ۴۹۱۵)

اس کا یہ معنی کرنا کہ نعوذ باللہ ان دونوں کے دل ٹیڑھے ہو چکے تھے اور کفر کی طرف مائل ہو چکے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے عقد میں رکھا، جبکہ مرتد ہونے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اسے اپنے عقد میں رکھنا اور اس سے تعلق رکھنا کسی مؤمن کو جائز نہیں، چہ جائیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا سوچا بھی جائے۔ لہٰذا جو لوگ اس آیت کا معنی کفر کی طرف مائل ہونا کرتے ہیں، انہیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ⑨)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): نماز عید کا وقت کیا ہے؟

(جواب): نماز عید کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے۔ البتہ اول وقت میں ہی ادا کرنی چاہیے۔ بلا وجہ تاخیر درست نہیں۔

(سوال): نماز کے تارک کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز کا منکر کافر ہے۔ جو نماز کا استخفاف کرتا ہے، وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس نے کبھی نماز پڑھی ہی نہیں، چاہے دل سے نماز کا اقرار بھی کرتا ہو، وہ بھی کافر ہے۔ ان کا نماز جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ جو شخص کبھی پڑھ لیتا ہے، کبھی چھوڑ دیتا ہے اور اپنی غلطی کا اقراری بھی ہے، وہ سخت گناہ گار ہے، البتہ اسے کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(سوال): ظہر کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں، تو کیا کرے؟

(جواب): ظہر کی فرض رکعات کے بعد ادا کر لے۔

(سوال): زیر زمین سیورج لائن ہے اوپر مسجد ہے، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ وہ نجس جگہ پر نماز نہیں پڑھ رہا۔ نجاست تو زیر زمین ہے۔

(سوال): مسجد میں کسی جگہ کپڑا وغیرہ رکھ کر اسے اپنے لیے یا دوسرے کے لیے مختص کرنا کیسا ہے؟

(جواب): شرعا تو اس میں کوئی قباحت نہیں، مگر عام طور ایسا کرنا پریشانی کا باعث بنتا

ہے، کئی لوگ باہم جھگڑ پڑتے ہیں۔اس لیے مناسب ہے کہ پہلے سے جگہ مختص کرنے کے بجائے جہاں جگہ ملے وہاں نماز پڑھ لے۔

سوال: کیا اقامت کہنے والا امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، ضرورت کے وقت کرا سکتا ہے۔

سوال: کیا امام یا مؤذن کا شادی شدہ ہونا ضروری ہے؟

جواب: امام یا مؤذن پاکدامن اور پابند شرع ہونا چاہیے، شادی شدہ ہونا شرط نہیں۔

سوال: کیا لنگڑا شخص امام بن سکتا ہے؟

جواب: اگر امامت کی شرائط پوری ہیں، تو لنگڑا شخص بھی امام بن سکتا ہے۔

سوال: نابینا کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: نابینا کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

سوال: امام مسجد کی رہائش کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل علاقہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے امام کے لیے مناسب رہائش کا بندوبست کریں۔ یہ رہائش مسجد سے متصل ہونی چاہیے۔اس میں امام اور مقتدیوں کے لیے کئی ایک فوائد ہیں۔اسلاف میں یہی طریقہ رائج تھا۔

سوال: قرأت میں غلطی ہو گئی، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر قرأت میں غلطی ہو جائے، تو نماز ہو جائے گی۔اس غلطی پر سجدہ سہو نہیں، نہ ہی اس سے نماز فاسد ہوتی ہے۔

سوال: مسجد میں دوسری جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں دوسری جماعت جائز ہے، کئی احادیث اور آثار اس پر دلالت

کناں ہیں۔

(سوال): خواتین فطری ایام میں نمازیں اور روزیں چھوڑ دیتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پاک ہونے پر صرف روزوں کی قضا دیں گی، نمازوں کی قضا نہیں ہے۔

(سوال): خطبہ جمعہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ سنت سے ثابت ہے۔ (بخاری:۹۳۲، مسلم:۸۹۵)

(سوال): نماز کے اذکار کب کیے جائیں گے؟ فرض کے بعد یا سنتوں کے بعد؟

(جواب): نماز کے اذکار فرض نماز کے بعد کیے جائیں گے۔

(سوال): مسجد کی چھت پر طالبات کا مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

(جواب): پردے کا معقول انتظام ہے، تو جائز ہے۔

(سوال): چندہ جس مقصد کے لیے جمع کیا گیا ہو، کیا اسے کسی دوسری مد میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟

(جواب): چندہ یا صدقہ جس مقصد کے لیے جمع کرایا گیا ہے، اسے اسی مد میں خرچ کرنا چاہیے، البتہ اگر چندہ یا صدقہ دینے والے کو کوئی اعتراض نہیں، تو دوسری مد میں بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ صدقہ دینے والوں کو چاہیے کہ وہ مساجد یا مدارس کی انتظامیہ پر ایسی پابندی نہ لگایا کریں، بلکہ انہیں کھلی چھوٹ دیں کہ جہاں آپ ضرورت محسوس کریں، وہاں خرچ کر سکتے ہیں۔ یہ دین سے خیر خواہی ہے۔

(سوال): خزانچی کے گھر سے مسجد یا مدرسہ کی رقم چوری ہوگئی، کیا حکم ہے؟

(جواب): مسجد یا مدرسہ کا خزانچی ہمیشہ سچے اور ایماندار شخص کو مقرر کرنا چاہیے۔ مسجد یا مدرسہ کا جو مال خزانچی کے پاس ہے، وہ امانت کی حیثیت سے ہے۔ امانت میں یہ اُصول

ہے کہ اگر امانت پر آسمانی مصیبت آن پڑے اور مال ضائع ہو جائے، تو امین ذمہ دار نہ ہوگا، اسی طرح اگر امانت کا مال چوری ہو گیا، تو امین ذمہ دار نہیں ہوگا، بشرطیکہ اس نے امانت کی حفاظت میں کوتاہی نہ برتی ہو۔ اگر اس نے کوتاہی برتی ہے، تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہے۔

(سوال): کیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

(جواب): نماز جنازہ کے لیے جنازہ گاہ قائم ہونی چاہیے، البتہ ضرورت کے تحت مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں جنازہ پڑھایا۔

(صحیح مسلم: 973)

(سوال): میت کے مصنوعی دانت ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): میت کو مصنوعی دانتوں کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے، انہیں اتارنے کی ضرورت نہیں۔

(سوال): پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): پوسٹ مارٹم تین صورتوں میں جائز ہے؛

① کسی مقدمے کی تحقیق کے لیے، اگر قاضی کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ موت کی وجہ کیا بنی ہے، تو اس کے ذریعہ موت کی وجہ اور جرم کی نوعیت تک پہنچا جا سکے، بشرطیکہ اس صورت میں واحد حل پوسٹ مارٹم ہی ہو۔

② اُن امراض کی تحقیق کرنے کے لیے کہ جن کی تشخیص کے لیے پوسٹ مارٹم کرنا ضروری ہو، تا کہ ان جیسے امراض کا علاج اور احتیاطی تدابیر دریافت کی جاسکیں۔

③ طب و جراحت کی تعلیم کے لیے، جیسا کہ میڈیکل کالجز میں ہوتا ہے۔

(سوال): مردہ حالت میں پیدا ہونے والے بچے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو بچے مردہ حالت میں پیدا ہو، اسے ''سقط'' کہتے ہیں۔ اگر اس کے والدین مسلمان ہیں، تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا مستحب ہے۔ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

(سوال): ایک شخص مقروض ہے، کیا زکوۃ کی رقم سے اس کا قرض کیا ادا کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، مقروض کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، یہ زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے۔

(سوال): ایک شخص مقروض تھا، قرض چکانے سے پہلے فوت ہو گیا، کیا کوئی قریبی رشتہ دار اپنی زکوٰۃ کی رقم سے اس کے قرض کی ادائیگی کر سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، کر سکتا ہے، بلکہ بہتر ہے۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم الگ رکھی تھی، ایک مجبور شخص نے ادھار مانگ لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): زکوٰۃ کی ادائیگی اسی وقت ہو گی، جب وہ رقم مستحق تک پہنچے گی۔ جس نے زکوٰۃ کی رقم کسی مجبور کو ادھار دی ہے، اگر اس کے پاس کوئی اور رقم ہے، تو اسے زکوٰۃ میں ادا کر دے، ورنہ جب ادھار واپس ہو گا، اسی وقت زکوٰۃ ادا کر دے۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم سے کسی ہسپتال کے لیے آلات یا مشینری خریدنا کیسا ہے، جبکہ اس ہسپتال میں فری علاج ہوتا ہے؟

(جواب): بچنا بہتر ہے۔

(سوال): ایک شخص فوت ہوا، اس کا متروکہ مال دو سال کے بعد ورثا میں تقسیم ہوا، تو کیا گزشتہ دو سالوں کی زکوٰۃ دینا ان ورثا کے ذمہ ہے؟

(جواب): ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے پورے مال سے دو سال کی زکوٰۃ نکالی جائے گی، البتہ ہر ہر وارث کے لیے الگ الگ دو سال کی زکوٰۃ دینا ضروری نہیں۔

(سوال): کیا قریبی رشتہ دار کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(جواب): زکوٰۃ اس قریبی رشتہ دار کو دینا جائز ہے، جس کی کفالت اس کے ذمہ نہیں ہے، بشرطیکہ وہ مستحق ہو، مثلاً بیوی اپنے نادار شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے، کیونکہ بیوی کے ذمہ شوہر کی کفالت نہیں ہے، جبکہ شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، کیونکہ اس کے ذمہ بیوی کی کفالت ہے۔ اسی طرح اگر بیٹی باپ کی کفالت میں ہے، تو اسے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، البتہ اگر بیٹی کی شادی ہوچکی ہے اور وہ مستحق ہے، تو باپ اسے زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے۔ بلکہ مستحق قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔

(سوال): دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزوں کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے لیے روزے چھوڑنے کی رخصت ہے۔ بعد میں روزے رکھ لے یا اس کا فدیہ دے دے۔

(سوال): حج بدل کرنے والا شخص کیا حج افراد کرے گا یا حج تمتع یا قران بھی کرسکتا ہے؟

(جواب): اگر حج کروانے والے شخص نے کوئی پابندی نہیں لگائی، تو حج تمتع یا قران بھی کرسکتا ہے۔ البتہ اگر پابندی لگائی ہے، تو اس کا پاس کرنا ضروری ہے۔

(سوال): احرام میں ہے، منہ سے خون آ گیا، یا بواسیر کا خون آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): احرام کی حالت میں منہ سے خون آ جائے یا بواسیر کا خون آ جائے، تو کوئی حرج نہیں، وہ اپنے مناسک جاری رکھے۔ اس پر کوئی دم نہیں۔

(سوال): احرام باندھ کر دو رکعت نوافل ادا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): احرام کی نماز ثابت نہیں، اس کی مشروعیت پر کوئی واضح دلیل نہیں، بعض متاخرین علما کے نزدیک احرام کی دو رکعتیں مشروع اور مستحب ہیں۔ اس حوالے سے صحیح

مسلم (۱۲۱۸) کی ایک حدیث سے دلیل لی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھنے کے بعد دو رکعت ادا کیں۔ مگر اس سے مراد فرض نماز ہے۔ متقدمین سلف میں سے کوئی بھی احرام کی نماز کا قائل نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''احرام کی کوئی مخصوص نماز نہیں، یہی راجح ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 109/26)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ سے ظہر کے علاوہ احرام کی دو رکعت پڑھنا ثابت نہیں۔''

(زاد المَعاد في هدي خير العباد : 107/2)

سوال: رمی جمرات کے لیے کنکریاں کہاں سے اٹھائی جائیں؟

جواب: کنکریاں کہیں سے بھی اٹھائی جا سکتی ہیں، البتہ وہ نجس نہیں ہونی چاہئیں۔

سوال: اگر کوئی شخص حالت احرام میں بھول کر خوشبو لگا لے، یا سلا ہوا کپڑا پہن لے، یا بیوی سے تعلق قائم کر لے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بھول کر ایسا کرنے والے پر کوئی فدیہ نہیں ہے، وہ اپنے مناسک جاری رکھے، البتہ یاد آنے پر فوراً ان چیزوں کا ازالہ کرے، مثلاً خوشبو کو دور کرے، سلا ہوا کپڑا اتار کر اَن سلا پہنے اور بیوی سے تعلق ترک کر دے، ورنہ دَم واجب ہو جائے گا۔

سوال: طواف افاضہ اور طواف زیارت میں کیا فرق ہے؟

جواب: ایک ہی ہیں۔ اسے طواف فرض، طواف رکن، طواف صدر بھی کہتے ہیں۔

سوال: اگر دس ذوالحجہ کے مناسک میں ترتیب قائم نہ رہے، تو کوئی کفارہ ہے؟

(جواب): دس ذوالحجہ کے مناسک میں ترتیب ضروری نہیں۔ لہٰذا عدم ترتیب پر کفارہ نہیں۔ حدیث سے یہی ثابت ہے۔ (بخاری:۸۳، مسلم:۱۳۰۶)

(سوال): بعض لوگ عمرہ کی نیت سے سفر کرتے ہیں، بغیر احرام باندھے میقات سے گزرتے ہیں اور ریاض یا جدہ وغیرہ میں رک جاتے ہیں، اپنے کام وغیرہ کر کے وہاں کے میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ میقات سے بغیر احرام گزرا جا سکتا ہے۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر اپنی حاجات کے لیے پکارنا کیسا ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں اور اللہ کے پاس اپنی برزخی زندگی گزار رہے ہیں، دنیا سے لاتعلق ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر آپ کو پکارنا شرک ہے اور قبر نبوی کے آداب کے منافی ہے۔

(سوال): کیا ساس اپنے داماد کے ساتھ عمرہ کے لیے جا سکتی ہے؟

(جواب): شرعی طور پر تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ داماد ساس کے لیے محرم رشتہ ہے۔ مگر یہاں یہ بات ضرور سمجھنی چاہیے کہ اس میں کئی قباحتیں ہو سکتی ہیں، خاص طور پر جب ساس بوڑھی نہ ہو۔ ان دونوں نے کئی دن ایک ساتھ رہنا ہے، شیطانی وساوس کا خطرہ رہتا ہے، تو احتیاط اسی میں ہے کہ وہ دونوں عمرہ کے لیے نہ جائیں۔ یہی حکم جوان بہن اور بھائی کا ہے۔

(سوال): کیا خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع ہو سکتی ہیں؟

(جواب): خالہ اور بھانجی ایک شخص کے عقد میں جمع نہیں ہو سکتیں، البتہ یکے بعد دیگرے ہو سکتی ہیں۔ پھوپھی اور بھتیجی کا بھی یہی حکم ہے۔

(سوال): شادی کے موقع پر فائرنگ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): قانوناً اور شرعاً ناجائز ہے۔ یہ لوگوں کے لیے سخت تکلیف دہ ہے، پیسے کا ضیاع الگ سے ہے۔ کئی دفعہ یہ فائرنگ مختلف حادثات کا باعث بنتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی شادیوں کو سادہ اور شرع کے مطابق کریں، اسی میں عافیت ہے۔

(سوال): جبری نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جبری نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): غیر رجسٹر نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر نکاح میں شرائط پوری ہیں، تو شرعی طور پر نکاح منعقد ہو جائے گا، مگر ایسا شخص سخت کوتاہ ہے، کیونکہ وہ قانونی طور پر شادی شدہ مندرج نہ ہوگا، جو مستقبل میں کئی مفاسد کا باعث بن سکتا ہے۔

(سوال): جعلی نکاح نامے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر نکاح میں ایجاب وقبول اور دیگر شرائط مفقود ہیں، تو خواہ نکاح نامہ اصلی ہو یا جعلی، نکاح منعقد نہ ہوگا۔ شرع میں معتبر شرائط نکاح ہیں اور نکاح نامہ کا اصلی یا جعلی ہونا نکاح کی شرائط نہیں۔

(سوال): کیا میاں بیوی کے ایک دوسرے پر الزامات لگانے سے نکاح باطل ہو جائے گا؟

(جواب): میاں بیوی کے ایک دوسرے پر محض الزامات لگانے سے نکاح باطل نہیں ہوتا، خواہ الزامات صحیح ہوں یا غلط۔ جس نے الزام لگایا، اگر وہ الزام غلط تھا، تو شریعت کی نظر میں اس پر حد قذف یعنی اسی کوڑے ہیں۔

(سوال): میں نے ایک بیوہ سے شادی کی، اس کی پہلے خاوند سے ایک لڑکی ہے اور

میری پہلی بیوی سے میرا ایک لڑکا ہے، کیا ان دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، ہوسکتا ہے، کیونکہ یہ محرم رشتے نہیں ہیں۔

سوال: اگر لاعلمی میں رضاعی بہن بھائی کا نکاح ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: معلوم ہونے پر دونوں میں جدائی کرائی جائے گی۔ عہد نبوی میں بھی رضاعی بہن بھائی نے نکاح کیا، بعد میں رضاعی ماں کی گواہی سے ان میں جدائی کرائی گئی۔

(صحيح البخاري : 2660)

سوال: حلالہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: حلالہ لعنتی عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے اور جس کے لیے کیا گیا، دونوں مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسند الامام احمد: ۲/۳۲۳، وغیرہ، وسندہ حسن)

نکاح حلالہ منعقد نہیں ہوتا۔ یہ زنا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے بارے پوچھا گیا، فرمایا:

''دونوں زانی ہیں، خواہ دس سال اکٹھے رہ چکے ہوں یا بیس سال۔''

(المَطالب العالية لابن حَجَر : 1693، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: عنین کا کیا حکم ہے؟

جواب: عنین اس شخص کو کہتے ہیں، جو بیوی سے تعلق قائم کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوں۔ اگر اس شخص کا علاج ممکن ہے، تو اسے چاہیے کہ علاج کروائے اور اگر علاج ممکن نہیں ہے، تو دیکھا جائے گا کہ اگر بیوی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، تو رہ سکتی ہے اور اگر وہ طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، تو شوہر کو چاہیے کہ اسے طلاق دے، اگر وہ طلاق نہ دے، تو بیوی خلع سے نکاح فسق کر سکتی ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط⑩)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): آدمی سویا رہ گیا یا بھول گیا، نماز کا وقت جاتا رہا، بیدار ہونے یا یاد آنے پر کب نماز پڑھے گا؟

(جواب): جب بیدار ہو یا یاد آئے، اسی وقت نماز پڑھے گا۔

❁ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَنْتَبِهُ لَهَا، فَإِذَا كَانَ الْغَدُ فَلْيُصَلِّهَا عِنْدَ وَقْتِهَا .

''جب نیند سے بیدار ہو یا یاد آئے، تو اسی وقت نماز پڑھ لے اور اگلے دن (یہی نماز) اپنے مقررہ وقت پر ادا کرے۔''

(صحیح مسلم :691)

''اگلے دن (یہی نماز) اپنے مقررہ وقت پر ادا کرے۔'' کا یہ مطلب نہیں کہ یہی نماز اگلے دن بھی ادا کرے، بلکہ اس کا مطلب ہے کہ جو نماز نیند یا بھول جانے کی وجہ سے اصل وقت سے رہ گئی ہے، اسے فورا ادا کرے، البتہ اگلے دن جب اسی نماز کا وقت ہو، تو اسے بروقت ادا کرے، گزشتہ دن کی طرح نماز کو مؤخر نہ کرے اور تاخیر کو عادت نہ بنائے۔ نیز اس حدیث کا یہ بھی مطلب نہیں کہ جو نماز نیند یا بھول جانے کی وجہ سے رہ گئی ہے، وہ نماز اگلے دن اسی نماز کے ساتھ ادا کرے۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا پاؤں رکھے گا؟

(جواب): سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کو جہنم رسید کیا جائے گا، تو جہنم کہے گی: کیا اور بھی ہیں!!، تو اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک جہنم پر رکھیں گے، تو کہے گی: بس بس، میں بھر گئی۔'' (بخاری: ۴۸۴۸، مسلم: ۲۸۴۸)

بعض کو یہ اشکال ہوا کہ نعوذ باللہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے کہ اس کے پاؤں کو جہنم میں رکھنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی گستاخی نہیں، کیونکہ جہنم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے، سو کرے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جیسے انیس فرشتے جہنم میں مامور ہوں گے۔ (سورت مدثر: ۳۰) تو کیا یہ فرشتوں کی گستاخی ہے؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ فرشتوں کو جہنم میں عذاب کے لیے رکھا گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جہنم میں قدم رکھنا کیسے ہوگا، اس کی حقیقت کا ہمیں علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے، ہمارے لیے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(سوال): کیا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شہید کروایا؟

(جواب): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پریشان رہیں۔ ان کے قصاص کے لیے ہمیشہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ بھی کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان لڑائی ہو گئی، جسے جنگ جمل کہا جاتا ہے۔

اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود قتل کروایا ہوتا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کوئی صحابی کہہ دیتے کہ آپ خود قتل کروا کے قصاص کا مطالبہ کیوں کر رہی ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کا کیا معنی؟ جب اس دور کے صحابہ نے یہ بات نہیں کی، تو بعد والوں کو کس نے خبر دی؟

دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کوئی صحابی ملوث نہیں۔ آپ کو باغیوں نے شہید کیا۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ پھر کہا: طلاق طلاق طلاق۔ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یقیناً طلاق بیوی کو ہی دی جاتی ہے۔ لہٰذا طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ طلاق دی، اس کے بعد ایک دن کہا: ''اگر تو نے فلاں شخص سے بات کی، تو تم میری بیوی نہیں۔'' کیا تیسری طلاق واقع ہوگئی؟

(جواب): اگر اس کی بیوی نے اس شخص سے بات کی، تو تیسری طلاق بھی ہوگئی ہے۔ بے شک طلاق کی نیت نہ بھی ہو۔ اگر بات نہیں کی، تو طلاق نہیں، خواہ نیت میں طلاق ہو۔

(سوال): تین طلاقوں کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ کسی دوسرے سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے، تو پہلے کے لیے حلال ہو جائے گی، بشرطیکہ دونوں کی نیت میں نکاح کرتے وقت یہ نہ ہو کہ ہم پہلے شوہر کے لیے حلال کر رہے ہیں۔ بلکہ اسے بسانے کا ارادہ ہو، مگر اتفاقاً بسا نہ سکے یا فوت ہو جائے، تو پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے: ''تم تو میری بیوی نہیں ہو۔'' کیا اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ طلاق کے لیے کنایہ ہے۔ اس میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیت میں طلاق ہے، تو ان الفاظ کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔

(سوال): اگر ایک یا دو طلاقوں کے بعد رجوع کر لیا جائے، تو کیا پہلی طلاق یا طلاقیں ختم ہو جاتی ہیں؟

(جواب): رجوع کرنے سے پہلی طلاق یا طلاقیں ختم نہیں ہوتی۔ مرد کو رجوع کے لیے دوطلاقوں کا حق ہے، اس کے بعد اگر اس نے تیسری طلاق دے دی، تو حق ختم ہو جاتا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے جھگڑے کے دوران اپنی بیوی سے کہا ''چپ ہو جاؤ، ورنہ میں بول دوں گا۔'' پھر کہے: ''پھر میں بولوں!'' پھر کہے: ''پھر میں بول دوں طلاق!'' کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

(جواب): طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس نے چپ کرانے کے لیے دھمکایا ہے، مگر طلاق دینے کے لیے طلاق کا لفظ نہیں بولا۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ ''تم فلاں تاریخ کو میرے گھر واپس نہ آئی، تو تمہیں طلاق ہے۔'' کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

(جواب): اگر مقررہ تاریخ تک بیوی شوہر کے گھر واپس آ جائے، تو طلاق نہیں ہوئی اور اگر واپس نہ آئے، تو اس دن طلاق نافذ ہو جائے گی اور اسی دن کے حساب سے عدت شروع ہو جائے گی۔

(سوال): شوہر نے ایک طلاق دی ہے اور دو سال گزر چکے ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر دونوں دوبارہ اکھٹے ہونا چاہتے ہیں، تو نئے حق مہر کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔

(سوال): کیا طلاق پر گواہ بنانا ضروری ہیں؟

(جواب): طلاق مرد کا حق ہے، جب شوہر طلاق دے دے، تو نافذ ہو جاتی ہے، خواہ وہاں کوئی گواہ نہ ہو اور اگرچہ بیوی کو بھی معلوم نہ ہو۔

(سوال): نکاح ہوا، رخصتی نہیں ہوئی، طلاق ہو گئی، کیا بیوی کو حق مہر دیا جائے گا؟

جواب: غیر مدخولہ کو طلاق ہوئی، تو بیوی کو نصف مہر دینا ہوگا۔ (سورت بقرہ: ۲۳۷)

سوال: کیا بے ہوشی میں طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

جواب: بے ہوشی میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ مدہوش کا کوئی فعل شرعاً معتبر نہیں۔

سوال: عدت کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کے لیے جتنی عدت شریعت نے مقرر کر دی ہے، اسے پورا کرنا فرض ہے، ترک کرنے پر عورت گناہ گار ہوگی۔

سوال: عورت کی عدت میں دنوں کا اعتبار ہوگا یا حیض کا؟

جواب: اگر عورت کو حیض آتا ہے، تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہے، تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

سوال: غیر مدخولہ کا شوہر فوت ہو جائے، تو عدت کیا ہے؟

جواب: غیر مدخولہ کا شوہر فوت ہو جائے، تو مدخولہ کی طرح اس کی عدت بھی چار ماہ دس دن ہے، کیونکہ قرآن کریم نے غیر مدخولہ کو مستثنیٰ نہیں کیا۔

سوال: عورت عدت طلاق میں ہے، کیا گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

جواب: عدت طلاق میں عورت گھر سے باہر نکل سکتی، البتہ عدت وفات شوہر میں نہیں نکل سکتی۔

سوال: اگر کوئی شخص کسی غیر شرعی کام کی وصیت کر دے، تو کیا مرنے کے بعد اس کی وصیت نافذ کرنا ضروری ہے؟

جواب: میت کی شرعی اور جائز وصیت کو نافذ کرنا ورثا کے لیے ضروری ہے، اگر وہ

نافذ نہ کریں، یا بعض ورثا نافذ نہ کریں، تو وہ گناہ گار رہوں گے، اس کا وبال میت پر نہ ہوگا۔ اور اگر وصیت کسی حرام یا غیر شرعی کام کی ہو، تو ورثاء کے لیے ضروری ہے کہ اس وصیت کو نافذ نہ کریں، بلکہ وصیت کو بدل دیں، ایسی وصیت کو نافذ نہ کرنے کا وبال ورثاء کے ذمہ نہ ہوگا، بلکہ وہ اجر کے مستحق ٹھہریں گے۔

سوال: ترکہ میں ایک مکان ہے، کیا ورثا میں مکان کو حالیہ قیمت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا یا وفات کے وقت کی قیمت کے اعتبار سے؟

جواب: جس وقت مکان کو ورثا میں تقسیم کیا گیا، اسی وقت کی قیمت کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے گا۔

سوال: ماں سوئی ہوئی ہے اور اس کا شیر خوار بچہ اس کے نیچے آجائے اور دم گھٹنے سے مر جائے، تو کیا ماں پر دیت ہوگی؟

جواب: یہ قتل خطا ہے۔ اس میں دیت ہے۔ ورثاء چاہیں، تو وہ دیت وصول کر لیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔ (سورت نساء: ۹۲)

سوال: کیا اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو جج یا قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: شرعی طور پر اسلامی ریاست میں غیر مسلم کو جج یا قاضی مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ فیصلہ سنانے کے لیے کتاب وسنت سے آگاہ ہونا ضروری ہے، تو غیر مسلم جو عموماً اسلام سے نا آشنا ہوتا ہے اور اگر آشنا بھی ہو، تو جب وہ قوانین اسلامیہ کو تسلیم ہی نہیں کرتا، تو وہ اپنے فیصلوں میں اسلامی قوانین کی پاسداری کیسے کرے گا۔ اس لیے جج یا قاضی کے عہدے پر صرف مسلمان اور پابند شرع انسان کو فائز کرنا چاہیے۔ اسی طرح حساس اداروں اور کلیدی آسامیوں میں غیر مسلموں کو مقرر نہیں کرنا چاہیے۔

(سوال): کیا عورت کی آواز پردہ ہے؟

(جواب): عورت کی آواز پردہ نہیں۔ البتہ وہ غیر محرم سے بات کرتے ہوئے اپنی آواز میں لوچ نہ لائے، تاکہ کسی کے دل میں برا خیال نہ آئے۔

(سوال): کیا بوسکی کے کپڑے میں ریشم کی ملاوٹ ہوتی ہے؟

(جواب): بوسکی کے کپڑے میں ریشم کی ملاوٹ نہیں ہوتی، لہٰذا بوسکی کا کپڑا مرد پہن سکتا ہے۔

(سوال): ایک شخص کسی ادارے میں کام کرتا تھا، اس دوران اس نے اس ادارے کا نقصان کیا، جس کا ادارے کو علم نہیں، اب وہ شخص اپنے کیے پر نادم ہے، ادارے کو بتا بھی نہیں سکتا، کسی حیلے سے ادارے کے اس نقصان کا ازالہ کرنا چاہتا ہے، کیا ازالہ ہو جائے گا؟

(جواب): بہتر یہ ہے کہ وہ ادارے کو بتا کر نقصان کا ازالہ کرے، اگر ایسا ممکن نہیں، تو کسی بھی طرح ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص کسی کو کہتا ہے کہ ''اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر تم حلفیہ قسم کھاؤ کہ اب فلاں کام نہیں کرو گے، اگر کرو گے، تو میرے مرے کا منہ دیکھو گے۔'' تو کیا قسم منعقد ہو گی؟

(جواب): اس نے قسم نہیں کھائی، تو منعقد کیسے ہو گی؟

(سوال): ٹریفک سگنل توڑنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب): اس طرح کے قوانین ملک وقوم کی بھلائی کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں ٹریفک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لوگوں کو نقصان سے بچانے کے لیے ٹریفک قوانین کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ البتہ کوئی سگنل توڑ دے، تو اس بے ضابطگی پر گناہ گار نہیں ہو گا، مگر ریاست کے قانون کے مطابق سزا یا جرمانے کا مستحق ہے۔ اگر اس صورت میں جانی یا

مالی نقصان کر دیتا ہے، تو گناہ گار بھی ٹھہرے گا۔ شرعی حوالے سے اس نقصان کا ازالہ بھی ہو گا۔ کئی دفعہ نقصان نہیں کرتا، مگر اشارے پر کھڑے لوگوں کو پریشان یا خوفزدہ کر دیتا ہے، تو اس وقت گناہ گار بھی ہوگا۔

(سوال): کامرس یا اکاؤنٹنگ کی تعلیم میں سود کے متعلق سکھایا جاتا ہے، آیا اسے سیکھنا یا سکھانا کیسا ہے؟

(جواب): سیکھنے سکھانے کی حد تک تو گناہ گار نہیں ہے، لیکن اگر تعلیم کو حاصل کرنے کا ارادہ سودی ادارے میں ملازمت کا ہے، تو اسے سیکھنا سکھانا گناہِ کبیرہ ہے۔

(سوال): بجلی کی چوری کا کیا حکم ہے؟

(جواب): چوری بجلی کی ہو یا کسی بھی چیز کی، بہرحال گناہ کبیرہ ہے۔ شریعت میں اس پر حد مقرر کی گئی ہے۔ یہ قانوناً بھی جرم ہے۔ اسی طرح بجلی کے میٹر میں ردوبدل کرنا بھی خیانت ہے۔ شرعاً وقانوناً جائز نہیں۔ اگر محکمہ میٹر کی ریڈنگ کو تیز کر کے بل بڑھا چڑھا کر بھیجے، تو یہ بھی خیانت اور ظلم ہے۔ اسی طرح بجلی کے بل کے ساتھ کئی ٹیکس صارف پر عائد کیے جاتے ہیں، یہ بھی ظلم ہے۔ کسی کے مال میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے جبراً مال وصول نہیں کرسکتا، اگر ایسا کرتا ہے، تو اسے غصب یا بھتہ خوری کہتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے، تو اداروں اور محکموں کے لیے ایسا کرنا بھی جائز نہیں۔

(سوال): انجکشن کے ذریعہ جانوروں کی افزائش نسل کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ یہ طب ہے، جب تک شریعت اس سے منع نہ کرے، تو اس میں جدید طرز پر ترقی کر سکتے ہیں، جدید افزائش نسل انجکشن کی تیاری میں کئی اُمور کو مدنظر رکھا جاتا ہے، اس سے پیدا ہونے والے جانور زیادہ دودھ دیتے ہیں، گوشت کے لحاظ سے عمدہ

ہوتے ہیں، موسمی تبدیلیوں کا سامنا بہتر طریقے سے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بہتر نسل کی تیاری ممکن ہوتی ہے۔اس میں جانور کے رنگ اور ہیئت کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

سوال: روحانی علاج کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: قرآن وحدیث سے علاج کیا جا سکتا ہے۔مگر کچھ لوگوں نے بیماریوں کے لیے خاص آیات یا سورتیں مقرر کر لی ہیں، ان کا ثبوت نہیں، خاص طور پر جب اس کے متبادل مسنون دَم موجود ہو۔

قرآنی آیات اور مسنون اوراد پڑھ کر کوئی بھی دم کر سکتا ہے۔اس کے لیے کسی عامل کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ لوگ اس کو کمائی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، لوگوں میں خوف وہراس پھیلاتے ہیں۔

سوال: والدین کی خدمت کے وسیلہ سے دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: والدین کی خدمت کرنا نیک عمل ہے۔اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرنا مشروع ومستحب ہے۔

سوال: جن مہینوں میں اداروں میں چھٹی ہوتی ہے، کیا ان مہینوں کی تنخواہ لینا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔چونکہ وہ اس ادارہ کے پابند ہیں۔

سوال: پرائیویٹ اسکولوں، کالجوں میں ایام تعطیل میں فیس وصول کی جاتی ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جائز ہے۔داخلہ کے وقت بچوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ایام تعطیلات میں فیس ادا کرنا ہوگی، تو وہ ان دنوں کی فیس ادا کرنے کے پابند ہیں۔

سوال: قیام تعظیمی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی کی تعظیم میں کھڑا ہونا جائز نہیں، البتہ استقبال کیلئے کھڑا ہونا جائز ہے۔

(سوال): نیاز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نذر یا نیاز قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔مخلوق کے نام پر نذر ماننا یا نیاز دینا ناجائز اور حرام ہے۔

(سوال): کیا اعمال کا وزن ہوگا؟ جبکہ اعراض (غیر مادی) کا وزن کیسے ہوسکتا ہے؟

(جواب): روز قیامت اعمال کا وزن ہوگا۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''ملحد و معاند کا یہ قول نا قابل التفات ہے کہ اعمال اعراض ہیں، ان کا وزن نہیں ہوسکتا، وزن تو جسم والی اشیا کا ہوتا ہے! اللہ تعالیٰ اعراض کو اجسام میں تبدیل کر دے گا۔......پس ثابت ہوا کہ اعمال، عامل اور صحیفوں کا وزن ہوگا، یہ بھی ثابت ہوا کہ ترازو کے دو پلڑے ہوں گے، اس کے ماورا کیا کیفیات ہیں؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے ذمہ تو غیب پر ایمان لانا ہے، جیسا کہ سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے، اس میں نہ زیادتی کی جائے اور نہ کمی۔ کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ، جو قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم ہونے کا انکار صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس کی حکمت پوشیدہ ہے۔ یہ نصوص میں قدح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ترازو کی ضرورت تو دکاندار اور سبزی فروش کو ہوتی ہے!! خدشہ ہے کہ ان لوگوں کا شمار ان میں نہ ہو جائے، (کہ کفر کی وجہ سے) جن کے لیے اللہ تعالیٰ ترازو ہی قائم نہیں کرے گا۔ اگر اعمال کے وزن میں یہی حکمت ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے لیے عدل و انصاف کو ظاہر کرے گا، تو

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کے پاس یہ وجہ ہوسکتی ہے؟ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا۔ (یہ تو ہے ایک حکمت) اس کے علاوہ جن حکمتوں کو ہم نہیں جانتے، معلوم نہیں وہ کیا ہوں گی؟''

(شرح الطّحاوية، ص 419)

❀ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

''اگر کوئی کہے: کیا اللہ تعالیٰ اعمال کی مقدار کو نہیں جانتا؟، پھر بھلا ان کا وزن کرنے میں کیا حکمت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں پانچ حکمتیں پنہاں ہیں؛ ① اس کے ذریعہ دنیا میں لوگوں کے ایمان کا امتحان کرنا ② آخرت میں خوش بختی اور بدبختی کے لیے نشانی ظاہر کرنا ③ بندوں کو معلوم کرانا کہ ان کی نیکیاں کیا ہیں اور برائیاں کیا ہیں؟ ④ بندوں پر حجت قائم کرنا ⑤ اس بات کا اظہار کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے، ظلم نہیں کرتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعمال کو ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے اور بغیر کسی نسیان کے انہیں لکھ دیا ہے۔''

(زاد المَسير في علم التّفسير : 103/2)

اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ غیر مادی اور غیر محسوس چیزوں کا وزن کرے۔ آج کے دور میں بھی کئی غیر مادی اور غیر محسوس چیزوں کو ماپا تولا جاتا ہے، مثلاً ہوا کا وزن، بخار کا درجہ، خون کا دباؤ (بلیڈ پریشر)، درجہ حرارت اور بجلی کے یونٹس وغیرہ چیک کرنے کے آلات۔

سوال: تبرکات انبیائے کرام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: جس چیز کی نسبت انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف ثابت ہو جائے، اس کا احترام واجب ہے۔ لیکن بعض بغیر دلیل کے بعض چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب

کر دیتے ہیں۔جس طرح کوئی جھوٹی بات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا حرام اور جرم عظیم ہے، اس پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے، اسی طرح کسی جھوٹی چیز کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا حرام اور جرم عظیم ہے، اس پر بھی وہی وعید ہے، جو جھوٹی بات پر ہے، جیسا کہ بعض جگہوں پر نبی کریم ﷺ موئے مبارک، عصا مبارک اور عمامہ مبارک کی موجودگی کا دعویٰ کیا جاتا ہے، ان کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے، اس نسبت کی تعظیم کی جاتی ہے، جبکہ ان کے پاس ان دعووں کی تصویب وتوثیق پر کوئی دلیل نہیں ہوتی، لہٰذا یہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔

(سوال): یہ کہنا کہ ''ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے غریب ہیں۔'' کیسا ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں۔

(سوال): ایسا شخص جو نماز کی پابندی نہیں کرتا اور ڈاڑھی بھی منڈھواتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): امامت ایک منصب ہے، جو اخیار اور متشرع کے پاس ہونا چاہیے۔نماز میں سستی کرنے والے اور ڈاڑھی منڈھوانے والے کو اس منصب پر فائز کرنا دراصل اسلام کا بھاری نقصان ہے، جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ انہدام دین کی کوشش ہے۔لہٰذا ایسوں کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

(سوال): بعض دینی مدارس کی سالانہ رپورٹ چھپتی ہے، جس پر اساتذہ اور طلبا کی تصاویر ہوتی ہیں، شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ تصویر مٹانے کے لیے آئے تھے۔شوقیہ تصویر بنوانا اور چھپوانا جائز نہیں۔تصویر ایک فتنہ ہے، ہمیں فتنوں سے بچنے کا حکم ہے، نہ کہ ان کا حصہ بننے کا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ⑪)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کسی مصیبت کے اندیشہ سے ''خدانخواستہ'' کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: خدانخواستہ (اللہ نہ چاہے) یا ''اللہ نہ کرے۔'' جیسے جملوں میں قباحت ہے۔ ان کا استعمال درست نہیں۔ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ جو ہونا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہونا ہے، اس کی مشیئت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ کسی مخلوق کے لیے یہ کہنا کیوں کہ جائز ہوگا کہ ''اللہ کی یہ مشیت نہ ہو'' یا ''اللہ ایسا نہ کرے۔'' وغیرہ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے جملوں یا محاوروں کے استعمال میں احتیاط چاہیے۔

سوال: کیا غیر نبی کے لیے درود یا سلام پڑھا جا سکتا ہے؟

جواب: بطور شعار درود وسلام صرف انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ دعا کے لیے غیر نبی کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے۔

سوال: انگلش میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی جگہ (SAW) لکھنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔ مختصر درود کی کوئی حیثیت نہیں، چاہے وہ انگلش میں ہو یا کسی اور زبان میں۔ نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' مکمل لکھنا چاہیے۔

❀ حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد کنانی رحمہ اللہ (۳۵۷ھ) کہتے ہیں:

''میں حدیث لکھا کرتا تھا، جب نبی کریم ﷺ کا ذکر آتا، تو (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ) لکھ دیتا، (وَسَلَّمَ) نہ لکھتا۔ ایک دن خواب میں نبی کریم ﷺ کی

زیارت ہوئی، فرمایا: درود پورا کیوں نہیں لکھتے؟ اس کے بعد جب بھی میں نے (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ) لکھا، تو ساتھ (وَسَلَّمَ) بھی لکھا۔"

(مقدمّة ابن الصّلاح، ص 300، وسنده صحيحٌ)

سوال: اولیاء اللہ کے وسیلہ سے دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: اولیاء اللہ کے وسیلہ کی جائز صورت صرف یہ ہے کہ کسی زندہ ولی سے دعا کرائی جائے۔ فوت ہونے کے بعد اس کی قبر پر جا کر یا اس کی زندگی میں دور سے اس کی ذات کا وسیلہ دینا جائز نہیں، بدعت ہے، اسلاف میں کسی سے بزرگان دین کے وسیلہ سے دعا کرنا ثابت نہیں۔

سوال: کسی کپڑے یا جوتی پر اسم محمد لکھا گیا ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی مبارک ہے۔ اس کی عزت وتکریم ضروری ہے۔ اس لیے اگر کسی کپڑے یا جوتے پر اسم محمد لکھا گیا ہو، تو اسے محو کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور جس کمپنی نے یہ کپڑا یا جوتا تیار کیا ہے، اس کے متعلق قانونی کاروائی کی جائے، بہر حال اس نام کو ختم کر کے کپڑے یا جوتے کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: اگر مجبوری کی بنا پر گھر میں جماعت کروائی جائے، تو کیا اس کے لیے اذان دینا ضروری ہے؟

جواب: اگر علاقہ میں اذان کہی گئی ہے، تو وہ کافی ہے، البتہ اگر علاقہ میں اذان نہیں کہی گئی، تو اذان کہنی چاہیے۔

سوال: پہلا تشہد بیٹھنا بھول گیا، اب کیا کرے؟

جواب: سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کر لے، نماز مکمل ہے۔

(سوال): کیا عورت مسجد میں با جماعت نماز ادا کر سکتی ہے؟

(جواب): عورتوں کا مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ معقول پردے کا انتظام موجود ہو۔ عہد نبوی میں خواتین مسجد میں نماز ادا کرتی تھیں۔ (بخاری:٨٦٦)

(سوال): عورت کے سجدہ کا طریقہ کیا ہے؟

(جواب): عورت اور مرد کے لیے نماز کا طریقہ ایک سا ہے، سوائے ان اُمور کے، جن کی شریعت نے مرد یا عورت کے لیے تخصیص کر دی ہے۔ سجدے کے طریقہ کے متعلق عورت کے لیے الگ طریقہ احادیث میں بیان نہیں ہوا، لہٰذا عورت اسی طرح سجدہ کرے گی، جیسے مرد کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتیں زمین سے چمٹ کر سجدہ کریں گی، اس پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔

(سوال): جن کپڑوں میں تصویریں بنی ہوں، ان میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر تصویریں جاندار چیز کی ہیں، تو ان میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اگر بے جان چیزوں کی تصاویر ہیں، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): سجدہ شکر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): سجدہ شکر مستحب سنت ہے۔ جب کوئی خوش خبری ملی، تو فوراً سجدہ کرنا چاہیے، اسے سجدہ شکر کہتے ہیں۔

(سوال): لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، اونچی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

(جواب): شرعی اعتبار سے جائز ہے، البتہ اگر لوگ تکلیف محسوس کریں، تو اونچی آواز سے تلاوت نہیں کرنی چاہیے۔

(سوال): عزل کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حمل کے ڈر سے مادہ تولید کو باہر خارج کرنا عزل کہلاتا ہے۔عزل ایک مباح اور جائز عمل ہے،عزل کے سلسلے میں متفرق روایات وارد ہوئی ہیں،بعض کا تعلق اس کے جواز سے ہے،بعض روایات سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عزل سے منع کیا گیا ہے،لیکن وہ گفتگو ایک خاص زاویے سے کی گئی ہے۔

احادیث وآثار کا دراسہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزل اسلام میں ممنوع اور حرام نہیں ہے۔البتہ اس حد تک رسول اللہ ﷺ نے اظہار کیا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں، کیوں کہ اولاد کا ہونا یا نہ ہونا تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔تو بھلے آپ عزل کرتے رہیں، بچہ ہونا ہوگا، تو ہو کر رہے گا۔البتہ اس سے منع بھی نہیں کیا۔

عزل منصوبہ بندی کا فطری طریقہ ہے۔اس سے منصوبہ بندی کے غیر فطری طریقوں سے بچا جا سکتا ہے۔

(سوال): جنازہ گاہ میں فرض نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جنازہ گاہ میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

(سوال): مغرب کی جماعت سے پہلے دو رکعت ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اذان مغرب کے بعد اور جماعت سے پہلے دو رکعت نفل ادا کرنا مسنون ہیں۔اس پر قولی، فعلی اور تقریری احادیث موجود ہیں۔

(سوال): فرض نماز کے بعد دعا کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دعا عبادت ہے۔یہ کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔اگر یہ سمجھ کر نماز کے بعد دعا کی جائے، کہ یہ نماز کا حصہ ہے،تو درست نہیں، ورنہ نماز کے بعد انفرادی یا اجتماعی دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): کیا مسجد میں پروجیکٹر وغیرہ کے ذریعہ دینی پروگرام چلائے جاسکتے ہیں؟

(جواب): بچنا بہتر ہے، کہ یہ کئی قباحتوں کا پیش خیمہ ہے۔

(سوال): کیا مسجد کے فنڈ سے امام مسجد یا خطیب کی ضروریات پر خرچ کیا جاسکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، خرچ کیا جاسکتا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنا ایک پلاٹ مسجد کے لیے ہبہ کیا تھا، کیا اب وہ اسے بیچ سکتا ہے؟

(جواب): جس شخص نے پلاٹ مسجد کو ہبہ کر دیا، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ پلاٹ اپنی ملکیت میں لے یا اس میں تصرف کرے۔ اب وہ مسجد کی ملکیت ہے، البتہ اگر انتظامیہ چاہے، تو بیچ کر اس کی رقم کو مسجد کے کسی کام میں صرف کرسکتی ہے۔

(سوال): کیا میت کو غسل دینے والے پر غسل ہے؟

(جواب): میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔

(سوال): کفن کا رنگ کیا ہونا چاہیے؟

(جواب): کفن سفید کپڑوں میں دینا چاہیے، البتہ اگر میسر نہ ہوں، تو کسی بھی رنگ کے کپڑے کو کفن بنایا جاسکتا ہے، کپڑا پرانا ہو یا نیا، مگر پاک صاف ہونا ضروری ہے۔

(سوال): میت امام کے سامنے دو تین فٹ اوپر چبوترے پر پڑی ہے، کیا اس کا نماز جنازہ درست ہے؟

(جواب): میت امام کے سامنے ہونی چاہیے، خواہ اوپر ہو یا نیچے۔ ہر صورت جائز ہے۔

(سوال): کیا قبرستان میں نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

(جواب): جی، پڑھی جاسکتی ہے۔

(سوال): کیا بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

(جواب): عذر ہو، تو پڑھی جاسکتی ہے۔

(سوال): نماز جنازہ کی کتنی تکبیرات ہیں؟

(جواب): نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، سورت فاتحہ اور قرآن کا کچھ حصہ، پھر دوسری تکبیر، اس میں درود ابراہیمی، پھر تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائیں اور پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام۔

بعض روایات میں پانچ تکبیرات کا بھی ذکر ہے۔ (مسلم: ۹۵۷) اس میں بھی میت کے لیے دعائیں کی جائیں گی۔

(سوال): خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): خودکشی کفران نعمت ہے، کبیرہ گناہ ہے۔ اس پر شدید وعید آئی ہے۔ زندگی ایک بار ملی ہے، اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اسے ضائع ہونے سے بچائیں۔ اگر کسی نے خودکشی کر لی، تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اہل سنت کے نزدیک کبائر کے مرتکب پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(سوال): میت دفن کرنے کے بعد کیا ہاتھ دھونا ضروری ہیں؟

(جواب): بعض لوگ میت دفن کر کے آتے ہیں، تو گھر میں داخل ہوتے ہی پہلے منہ ہاتھ دھلائے جاتے ہیں، شرعی طور پر ایسا کرنا درست نہیں۔ اگر میت کو ہاتھ لگایا ہے، تو میت پاک ہے، نجس نہیں۔ البتہ مشرک اور کافر کو دفنانے پر غسل مستحب ہے۔

❁ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب میرے والد فوت ہوئے، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوا اور عرض کی: آپ کے چچا فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا کر انہیں دفنا دیں۔ میں نے عرض کی: وہ تو شرک کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ فرمایا: جائیں اور انہیں دفنا دیں، لیکن جب تک میرے پاس واپس نہ آئیں، کوئی نیا کام نہ کریں۔ میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا۔''

(مسند الطّيالسي، ص 19، ح: 120، وسندهٗ حسنٌ متّصل)

سوال: کیا مردے کے کفن میں عہد نامہ رکھ سکتے ہیں؟

جواب: بے ثبوت عمل ہے۔ لہٰذا یہ بدعت اور ایجاد دین ہے۔

سوال: عورتوں کا قبرستان جانا اور قبرستان کی مٹی ہاتھ میں لے کر یہ کہنا کہ اب ہم مردوں کو نظر نہیں آئیں گی۔ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: خود ساختہ عمل ہے۔

سوال: کہتے ہیں کہ ''جس جگہ مردے کو غسل دیا جائے، اس جگہ پر چالیس دن روشنی رکھی جائے۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بے اصل ہے۔

سوال: کیا جمعرات کو روحوں کا آنا ثابت ہے؟

جواب: روحیں دنیا میں واپس نہیں آتیں، اس بارے میں شریعت نے کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ اس حوالے سے ایک ضعیف روایت پیش کی جاتی ہے، ملاحظہ ہو؛

❀ عظیم تابعی، امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے منقول ہے:

''سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی تو ان میں

سے ایک نے دوسرے سے کہا: اگر آپ مجھ سے پہلے اپنے رب سے جا ملیں تو مجھے بتانا کہ ملاقات کیسی رہی؟ اس پر دوسرے نے کہا: کیا مردے زندہ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں؟ پہلے نے کہا: جی ہاں، مؤمنوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور وہ جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک پہلے فوت ہو گیا اور زندہ خواب میں اس کو ملا اور پوچھا تو مرنے والے نے کہا: توکل کریں اور مطمئن رہیں، کیونکہ میں نے توکل جیسی کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 120/7، الزهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 428، 429، الزهد لأبي داوٗد : 258، التاريخ الأوسط للبخاري : 276، المنامات لابن أبي الدنيا : 21، شعب الإيمان للبيهقي : 489/2، ح : 1293، والسياق لهٗ، تاريخ ابن عساكر : 460/21)

اس کی سند ''منقطع'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

سعید بن مسیّب کا سلمان فارسی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔

حلیۃ الاولیاء (۱/۲۰۵) میں اس کی ایک اور سند مذکور ہے، اس میں ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن ''ضعیف'' اور ''مختلط'' ہے۔

سوال: جنازہ قبرستان لے جاتے وقت میت کے پاؤں کس طرف ہونے چاہیے؟

جواب: میت کا سر قبلہ کی طرف ہونا چاہیے۔

سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگ سکتی ہے؟

جواب: نہیں لگانی چاہیے۔ البتہ اگر کسی علاقے کے لوگ مفلس ہیں، وہ خود تعمیر نہیں کر سکتے، تو لگائی جا سکتی ہے۔

❁ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''زکوٰۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر جائز نہیں۔ اسی طرح پلوں کی تعمیر، کنووں کی

کھدائی، راستوں کی درستی، نہروں کی کھدائی اور حج اور جہاد کے لیے (زکوٰۃ کی رقم کا براہِ راست استعمال) جائز نہیں۔ اسی طرح ہر اس کام کے لیے جس میں تملیک نہیں پائی جاتی، (زکوٰۃ کی رقم کا استعمال) جائز نہیں ہے۔ (زکوٰۃ کی رقم کو) میت کے کفن دفن اور اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے (براہِ راست استعمال کرنا) جائز نہیں ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/188)

سوال: کسی کو زکوٰۃ کی رقم مستحق تک پہنچانے کے لیے دی، ایک عرصہ کے بعد اس نے وہ رقم اس تک نہیں پہنچائی، جو کہ بعد میں معلوم ہوا، تو کیا وہ زکوٰۃ ادا ہو گئی؟

جواب: چونکہ اس پر بھروسہ کرتے ہوئے زکوٰۃ کی رقم اس کے سپرد کی گئی، اس نے خیانت کرتے ہوئے وہ رقم مستحق تک نہیں پہنچائی، وہ سخت گناہ گار ہے، البتہ زکوٰۃ ادا ہو گئی ہے۔

سوال: کیا زکوٰۃ دیتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت نہ بتایا جائے، بتانے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: سفر میں روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مشقت نہ ہو، تو سفر میں روزہ رکھ سکتے ہیں۔

سوال: دائمی عذر کے سبب روزہ نہ رکھنے والا کیا کرے؟

جواب: فدیہ ادا کر دے۔ ہر ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

سوال: کیا نابالغ بچہ تراویح کی امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: عمرِ تمیز کو پہنچنے والا نابالغ فرض نماز کی امامت بھی کرا سکتا ہے اور نوافل کی بھی۔

سوال: کیا نیا چاند دیکھنے کی دعا ثابت ہے؟

(جواب): نیا چاند دیکھنے پر دعا ثابت نہیں، اس بارے میں تمام روایات ضعیف ہیں۔

(سوال): نئے سال کی مبارکباد دینا کیسا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔ اس بارے میں روایات ضعیف ہیں۔

(سوال): قرض لے کر عمرہ کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): دوران حج حلق یا قصر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حلق افضل ہے اور قصر جائز ہے۔

(سوال): محرم کے بغیر ارکان حج کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بھینس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): تمام اہل لغت کے ہاں بھینس گائے کی جنس ہے، لہٰذا اس کی قربانی جائز ہے۔

(سوال): جن جانوروں کے سینگ پیدائش پر ہی دوائی کے ذریعہ ختم کر دیے جاتے ہیں، ان کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ان کی قربانی جائز ہے۔ یہ ان جانوروں کے حکم میں ہیں، جن کے پیدائشی طور پر سینگ اُگے ہی نہیں۔

(سوال): قربانی کی کھال کا مصرف کیا ہے؟

(جواب): قربانی کی کھال صدقہ کر دینی چاہیے۔ البتہ خود بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

(سوال): خصی جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔ خصی ہونا عیب نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سیہہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیہہ حلال ہے، اس کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: نکاح کے بعد دولہا اور دلہن کو دودھ پلایا جاتا ہے، بعض لوگ اسے سنت سمجھتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب: اس عمل کو سنت قرار دینا بے دلیل ہے اور اس نیت سے دودھ پلانا بدعت کے زمرے میں آئے گا۔ البتہ اگر اسے سنت نہ سمجھا جائے اور علاقائی رسم ہو، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: مہندی اور سہرا بندی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: مہندی اور سہرا بندی ہندوستان کی رسومات ہیں۔ اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ علاقائی رسومات اگر شریعت کے مخالف نہ ہوں، تو جائز ہیں۔ مگر مشاہدہ یہ ہے کہ مہندی وغیرہ کی رسومات میں سرعام شریعت کی مخالفت ہوتی ہے، گانے بجتے ہیں، رقص ہوتا ہے، غیر محرم خواتین اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، تصاویر بنائی جاتی ہیں اور کئی محرمات کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ان رسومات کی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ نکاح کو آسان سے آسان تر بنائیں، تاکہ معاشرے سے فحاشی و بے حیائی کا قلع قمع ہو۔ مگر رسومات نکاح کو مشکل سے مشکل بنا دیتی ہیں۔ ان کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ الحاصل علاقائی رسومات جائز غیر مستحسن ہیں، مگر ان میں غیر شرعی اُمور کا ارتکاب ہو، تو حرام اور ناجائز ہیں۔

(سوال): شوہر نے حق مہر میں ایک مکان دیا، میں اسی میں رہائش پذیر ہوں، مگر شوہر کی وفات کے بعد ورثاء نے اس میں اپنے حق کا دعویٰ کر دیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): مہر بیوی کا حق ہے۔ شوہر نے مکان مہر میں دیا ہے، تو اس میں کسی وارث کا کوئی حق نہیں، یہ بیوی کی ملکیت ہے۔

(سوال): حق مہر کی شرعی مقدار کیا ہے؟

(جواب): حق مہر کی شرعی مقدار متعین نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم کی کوئی مقدار اسلام میں مقرر نہیں کی گئی، اس بارے میں مروی روایات ضعیف ہیں۔

(سوال): نکاح شغار کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح شغار یعنی بٹہ سٹہ کا نکاح جائز نہیں۔ صحیح احادیث اور اجماع امت سے یہی ثابت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار (وٹہ سٹہ) سے منع فرمایا ہے۔''

(صحيح البخاري : 5112، صحيح مسلم : 1415)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نکاح شغار ممنوع ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : 201/9)

ہر ایک نکاح کا علیحدہ علیحدہ مہر مقرر ہو، تو بٹے کا نکاح جائز ہے، اگر نکاح بدلے نکاح کے مہر مقرر ہو، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا، خواہ بعد میں مہر مثل ادا بھی کر دیا جائے۔

(سوال): کیا نکاح کے لیے خطبہ پڑھنا شرط ہے؟

(جواب): دو گواہوں اور ولی کی موجودگی میں ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ خطبہ تب پڑھا جائے گا، جب اس مجلس میں وعظ ونصیحت کرنی ہو۔ ورنہ نکاح کا کوئی خطبہ نہیں ہے۔

(سوال): فَرَائِدُ السِّمْطَيْنِ فِي فَضَائِلِ الْمُرْتَضٰی وَالْبُتُولِ وَالْحُسَيْنِ نامی کتاب کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ کتاب مطبعۃ النعمان، نجف، ایران سے چھپی ہے۔ اس کتاب میں اہل بیت کی فضیلت میں غلو پر مبنی جھوٹی روایات ہیں۔

اس کا مصنف ابراہیم بن محمد بن مؤید جوینی حموئی خراسانی (۶۴۴۔۷۲۲ھ) ہے۔ یہ تقیہ باز رافضی تھا۔ خود کو سنی ظاہر کرتا تھا۔ اس لیے بعض اہل علم اسے سنی خیال کرنے لگے اور اس کی تعریف کر دی۔ اس کے اساتذہ روافض ہیں، مثلاً؛ ابن مطہر حلی رافضی، محمد بن محمد بن حسن طوسی رافضی اور علی بن جلال دین عبدالحمید موسوی حائری رافضی، وغیرہم۔

شیعہ علما اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور اسے شیخ الاسلام کا لقب دیتے ہیں۔ بھلا کوئی شیعہ کسی سنی عالم کو ''شیخ الاسلام'' کہہ سکتا ہے؟

شیعہ عالم امین عاملی (۱۳۷۱ھ) اور آغا بزرگ طہرانی (۱۳۸۹ھ) وغیرہما نے اسے شیعہ علما میں شمار کیا ہے۔

(أعيان الشيعة : 458/5، الذريعة إلي تصانيف الشيعة : 57/16)

لہٰذا روافض کا اسے سنی عالم کی کتاب باور کرانا تلبیس ہے۔ اہل سنت اس سے بری ہیں۔

(سوال): کیا باپ اپنے بیٹے کی سالی سے نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): بیٹے کی سالی باپ کے لیے محرم رشتہ نہیں، لہٰذا اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے اپنی سگی بیٹی سے زنا کیا، کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟

جواب: زنا حرام ہے، ضابطہ یہ ہے کہ حرام سے حلال چیز حرام نہیں ہوتی۔ لہٰذا بیٹی کی ماں سے نکاح نہیں ٹوٹا۔

سوال: میرے شوہر نے دوسری شادی بھی کی ہے، مگر میرے حقوق ادا نہیں کرتا، کیا حکم ہے؟

جواب: شوہر پر دونوں بیویوں میں عدل کرنا ضروری ہے، یہ عدل رہن سہن، نان ونفقہ وغیرہ ہر چیز میں ہے۔ دونوں کے پاس برابر برابر ایام گزارے۔ اگر شوہر یہ ذمہ داری ادا نہیں کرتا، تو سخت گناہ گار ہے، اس پر شدید وعید آئی ہے۔

سوال: خلع کے بعد دوبارہ نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔ خلع لینے کے بعد عورت اس حالت میں چلی جاتی ہے، گویا اس کا پہلے شوہر سے نکاح ہوا ہی نہیں۔ لہٰذا اگر عورت اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہے، تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ اگر کسی دوسری شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو خلع کے بعد ایک حیض عدت گزاری گی۔ اگر وہ حاملہ ہے، تو عدت وضع حمل ہے۔

سوال: بالغہ عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر چہ ولی راضی ہو۔

سوال: اگر کسی بچی کا نکاح اس کے والد نے بلوغت سے پہلے کر دیا، مگر بالغ ہونے کے بعد لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی بچی کا نکاح بلوغت سے پہلے کر دیا جائے، تو وہ نکاح صحیح ہے، مگر بچی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا اور بلوغت کے بعد لڑکی اگر اس نکاح پر راضی نہیں، تو وہ اپنے ولی کا

نکاح فسخ کرسکتی ہے۔

سوال: ایک بیوہ سے شادی کی، اس کے سابق شوہر سے اولاد بھی ہے، جو عورت کے ساتھ ہی رہتے ہیں، کیا پہلے شوہر کی اولاد کی کفالت شوہر ثانی کے ذمہ ہے؟

جواب: شرعی طور پر مرد کے ذمہ اپنی بیوی اور اپنے حقیقی بچوں کے بنیادی حقوق ہوتے ہیں، بیوی کی سابق شوہر سے اولاد کی کفالت اس کے ذمہ نہیں۔ البتہ اگر شادی کے وقت بیوی شرط عائد کرے کہ میرے بچوں کی کفالت اس کے ذمہ ہوگی اور شوہر وہ شرط قبول کرلے، تو اس کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔

سوال: برادری سے باہر شادی کرنا کیسا ہے؟

جواب: شریعت نے شادی کے لیے برادری کی شرط عائد نہیں کی، لڑکا اور لڑکی میں کفو (برابری) ہونی چاہیے، خواہ برادری میں ہو یا برادری سے باہر۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ "میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔" کیا اس سے طلاق واقع ہوجائے گی؟

جواب: اہل علم نے ان الفاظ کو طلاق کے صریح الفاظ میں شمار کیا ہے۔ جس نے یہ الفاظ بولے، اس کی طرف سے طلاق واقع ہوگئی۔ اگرچہ اس نے نیت نہ بھی کی ہو۔

سوال: کیا تحریری طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

جواب: تحریری طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ وہ تحریر بیوی کو موصول ہو یا نہ ہو۔ شوہر نے جب طلاق تحریر کی، اسی وقت نافذ ہوگئی۔

سوال: اگر کسی نے زبان کی تیزی یا لکنت کی وجہ سے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ "میں نے تجھے تلاف دی۔" کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی؟

(جواب): جی ہاں، اس سے طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): اگر کوئی بیوی سے کہے: ''میری طرف سے تجھے چھٹی۔'' کیا طلاق واقع ہوئی؟

(جواب): اگر طلاق کی نیت سے کہا، تو واقع ہوگئی۔

(سوال): اگر کوئی بیوی کو طلاق کے مسائل سمجھانے کے لیے کہتا ہے: ''مثلاً میں آپ سے کہوں کہ میں نے تجھے طلاق دی۔'' کیا اس سے طلاق واقع ہوجائے گی؟

(جواب): تعلیم کے لیے ایسا کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): نشے کی حالت میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر نشہ اس قدر ہو کہ طلاق دینے والے کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، تو ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): اگر کوئی شخص اپنے دوست کو کاروبار کے لیے دس لاکھ روپے اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ ہر ماہ دس ہزار روپے یا اتنی اتنی رقم اسے دے گا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ واضح سود ہے۔ اگر یہ رقم مضاربت کے لیے ہے، تو کل منافع سے فیصدی مقرر کی جاسکتی ہے۔ البتہ نقصان کی صورت میں ذمہ دار صرف رقم دینے والا ہوگا۔

(سوال): ایک شخص اس نیت سے بینک میں سودی اکاؤنٹ کھلواتا ہے، تاکہ اس سے حاصل ہونے والی سودی رقم مستحق لوگوں کی اعانت کر سکے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ حرام مال قبول نہیں کرتا۔ کسی بھی ارادے سے سودی لین دین کرنا ناجائز و حرام ہے، خواہ اس کے پیچھے نیت اچھی ہو یا بری۔

(سوال): پراویڈنٹ فنڈ سے ملازم کے لیے اضافی رقم لینا کیسا ہے؟

(جواب): بعض اداروں میں یہ قانون ہے کہ ملازم کی ماہانہ تنخواہ سے پراویڈنٹ فنڈ کی

مد میں کچھ رقم کاٹی جاتی ہے، پھر اتنی ہی رقم بطور احسان وانعام اس میں مزید جمع کر دی جاتی ہے اور آخر میں اسے وہ ساری رقم دی جاتی ہے۔ یہ رقم لینا جائز ہے اور ادارے کی طرف سے ملازم کے لیے تحفہ اور انعام ہے۔

سوال: ایک عورت کو طلاق ہوئی، ابھی عدت میں ہے کہ شوہر فوت ہو گیا، کیا وراثت میں حصہ دار ہوگی؟

جواب: اگر وفات شوہر کے وقت بیوی عدت میں ہے، تو شوہر کی وارث بنے گی۔ اور اگر عدت گزر گئی ہے، تو وارث نہیں بنے گی۔

سوال: ایک شخص نے مرنے سے پہلے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا، جبکہ اس کے ورثا بھی موجود تھے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: قریب الموت انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنا تمام مال صدقہ کرے۔ البتہ ایک تہائی مال صدقہ یا وصیت کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ وصیت ورثا کے حق میں نہ ہو۔

سوال: ایک شخص نے وصیت کی، کیا زندگی میں اپنی وصیت کو تبدیل کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، اسے اپنی وصیت تبدیل کرنے کا حق حاصل ہے۔

سوال: جو چیز ملکیت میں نہ ہو، اس کی وصیت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جو چیز ملکیت میں نہ ہو، اس کی وصیت کرنا، اسے صدقہ یا ہبہ کرنا جائز نہیں۔ ان میں سے کچھ بھی نافذ نہیں ہوتا۔

سوال: کیا بیوی کے ترکہ سے شوہر کا حصہ ہے؟

جواب: بیوی کے ترکہ سے شوہر کو حصہ ملے گا، اگر بیوی کی اولاد ہے، تو چوتھائی اور اگر اولاد نہیں ہے، تو نصف حصہ۔

(سوال): کیا قرآنی آیات پر مشتمل تعویذ پہنا جا سکتا ہے؟

(جواب): قرآنی تعویذ پہننا جائز ہے۔

(سوال): کیا تعویذ پہن کر بیت الخلا میں داخل ہو سکتے ہیں؟

(جواب): تعویذ اگر کسی چیز میں لپٹا ہوا ہے، تو کوئی حرج نہیں، البتہ اگر اتار لیا جائے، تو بہت بہتر ہے۔

(سوال): مزاروں کو غسل دینا کیسا ہے؟

(جواب): قبروں پر مزار اور گنبد بنانا بدعت ہے اور ان کو غسل دینا بھی بدعت ہے، یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے۔

(سوال): خواتین کا انٹرنیٹ پر تعلیم دینا کیسا ہے؟

(جواب): خواتین محفوظ ذرائع ابلاغ سے تعلیم دی سکتی ہیں۔

(سوال): مکان کے بالائی حصے پر قرآنی آیات لکھنا کیسا ہے؟

(جواب): حصول برکت یا تزئین وآرائش کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

(سوال): بعض کھادوں میں حرام جانوروں مثلاً خنزیر وغیرہ کے فضلات شامل ہوتے ہیں، ان کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ان کا استعمال درست ہے، کیونکہ اس میں نجاست کا استحالہ ہو جاتا ہے۔

(سوال): کیا کسی کا سوشل بائیکاٹ کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر کوئی شخص اسلام اور اہل اسلام کے لیے نقصان دہ ہے اور ایک علاقے کے افراد کے لیے اس کے ساتھ تعلق رکھنا نقصان دہ ہے، تو اس کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): ایک گاڑی کے ڈرائیور کو کمپنی پٹرول دیتی ہے، جس سے ڈرائیور کچھ پٹرول بچالیتا ہے اور اسے فروخت کرلیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو پٹرول کمپنی اسے دیتی ہے، وہ ڈرائیور کے پاس امانت ہے۔ لہٰذا اگر وہ پٹرول فروخت کردے، تو خائن اور حرام خور ہوگا۔

(سوال): ایک کمپنی نے ملازم کو گاڑی دے رکھی ہے، اسے تنخواہ کے ساتھ پٹرول کے لیے کچھ رقم بھی ملتی ہے، اگر اس میں سے کچھ پٹرول بچ جائے یا کچھ رقم بچ جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں ملازم کے لیے وہ پٹرول بیچنا یا رقم استعمال کرنا جائز ہے۔

(سوال): نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

(جواب): رسول اسے کہتے ہیں، جو مستقل شریعت لے کر آئے، جبکہ نبی اسے کہتے ہیں، جو پہلی شریعت کی تبلیغ کے لیے آئے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے، مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

(سوال): رسولوں کی تعداد کتنی ہے؟

(جواب): رسولوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ ان کی تعداد کے متعلق مروی روایات ثابت نہیں۔

(سوال): ملحد کون ہوتا ہے؟

(جواب): ملحد کی کئی انواع ہیں۔

① اسلام سے بیزار ہو کر کفر کی طرف مائل ہونے والا۔

② حق سے منحرف ہو جائے اور دین میں وہ کچھ داخل کردے، جو اس میں نہیں۔

③ دین پر طعن کرے اور اس سے مائل ہو جائے۔

④ اپنی خواہشات سے ضروریات دین میں سے کسی کی ایسی تاویل کردے، جو قرآن وحدیث اور فہم سلف کے خلاف ہو۔

سوال: کیا مہدی پیدا ہوں گے؟

جواب: جی ہاں، مہدی پیدا ہوں گے، ان کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہو گا۔ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ جبکہ شیعہ جس مہدی کی بات کرتے ہیں، وہ بے حقیقت ہے، ان کے مطابق مہدی کا ظہور ہوگا، جو اس وقت غار میں ہے۔

سوال: قیصر کس ملک کے بادشاہ کا لقب ہے؟

جواب: روم کے ہر بادشاہ کو قیصر کہتے ہیں۔ اسی طرح فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ، ترک کے ہر بادشاہ کو خاقان، حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی، قبط کے ہر بادشاہ کو فرعون اور مصر کے ہر بادشاہ کو ''العزیز'' کہتے ہیں۔

سوال: کیا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوذر غفاری کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا تھا؟

جواب: ایسا کچھ ثابت نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ شام میں تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف ہو گیا تھا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کی شکایت کی، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ بلا لیا اور انہیں اختیار دیا تھا کہ آپ چاہیں، تو مدینہ کے قریب رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ ربذہ مقام پر سکونت پذیر ہوئے۔ (طبقات ابن سعد: ۴/۲۲۶، وسندہ صحیح)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا زنا کی سزا میں کسی کو نامرد کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): زنا کی حد شریعت میں متعین ہے۔اسی میں انسانیت کی بقا ہے۔ان حدود میں تبدیلی فساد فی الارض کے زمرہ میں آتی ہے۔غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، جبکہ شادی شدہ کو رجم کرنا ہے۔اس میں بنیادی شرط چار معتبر گواہ ہیں۔اگر تین گواہ بھی ہوں، تو حد قائم نہیں ہوگی۔اگر مجرم خود اقرار کر لے، تو گواہوں کی ضرورت نہیں۔اس معاملہ میں مجرم کو ٹارچر کر کے اقبال جرم کرانا درست نہیں۔

صرف ڈی این اے ٹیسٹ کی بنا پر حد جاری نہیں کی جا سکتی، نہ ہی اسے زانی کہا جا سکتا ہے، البتہ ان ذرائع سے مجرم تک پہنچنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔

شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے۔کسی ریاست کو اس میں تبدیلی کا حق نہیں، مثلاً مجرم کو نامرد کر دینا یا اس کے فوطے کی گولیاں نکال دینا، وغیرہ۔

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ خِصَاءَ بَنِي آدَمَ لَا يَحِلُّ وَلَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ مُثْلَةٌ وَتَغْيِيرٌ لِخَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَكَذٰلِكَ قَطْعُ سَائِرِ أَعْضَائِهِمْ فِي غَيْرِ حَدٍّ وَّلَا قَوَدٍ.

''مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ انسانوں کو خصی کرنا حلال اور جائز

نہیں، کیونکہ یہ مثلہ اور تخلیق الٰہی میں تبدیلی ہے۔اسی طرح حدود وقصاص کے علاوہ انسانوں کے باقی اعضاء کو کاٹنا بھی حرام ہے۔''

(تفسیر القرطبي : 391/5)

سوال: انسانوں اور فرشتوں میں سے افضل کون ہیں؟

جواب: علی الاطلاق ایک جنس کو دوسری پر فضیلت نہیں دی جاسکتی۔البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عام انسانوں پر فرشتوں کو فضیلت حاصل ہے، مگر انبیائے کرام اور اولیاء وصلحا کو فرشتوں پر فوقیت حاصل ہے۔دلائل کا مقارنہ کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

سوال: کیا تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت نبی کریم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا؟

جواب: یہ بے حقیقت بات ہے۔اس بارے میں مروی روایات بے اصل ہیں۔

سوال: کیا خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوسکتی ہے؟

جواب: صحیح العقیدہ اور متبع سنت مسلمان کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہو سکتی ہے۔مگر مشاہدہ ہے کہ کئی بدعقیدہ اور بے دین لوگ جھوٹا دعویٰ کر دیتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ خواب میں ملے، ان کے دعووں کا کوئی اعتبار نہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ زیارت کا دعویٰ کرنے والے دس لوگوں کو کہیں کہ نبی کریم ﷺ کیسے تھے، تو وہ سارے کے سارے الگ الگ حلیہ بیان کریں گے، حالانکہ آپ ﷺ کا حلیہ تو ایک ہی تھا۔ان کا ایک دوسرے سے مختلف حلیہ بیان کرنا، ان کے خطا کار ہونے کی دلیل ہے۔

سوال: قرآن کو ''قدیم'' کہنا کیسا ہے؟

جواب: قرآن نوع کے اعتبار سے ''قدیم'' اور افراد واحاد کے اعتبار سے ''حادث'' ہے۔مگر قرآن کے متعلق ایسی اصطلاحات سے اجتناب بہتر ہے۔

(سوال): غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کوئی غیر اللہ کو عبادت کے لیے سجدہ کر رہا ہے، تو وہ کافر ہے اور اگر تعظیم کے لیے سجدہ کر رہا ہے، تو سجدہ تعظیمی حرام و ناجائز ہے۔

(سوال): اجرت پر ماتم کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ماتم بالا جماع حرام ہے۔ اس پر اجرت لینا بھی بالا جماع حرام ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى تَحْرِيمِ أُجْرَةِ الْمُغَنِّيَةِ لِلْغِنَاءِ وَالنَّائِحَةِ لِلنَّوْحِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ گانے اور نوحہ پر اجرت لینا حرام ہے۔''

(شرح النّووي : 231/10)

(سوال): اگر بیوی ڈاڑھی منڈوانے کا مطالبہ کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ڈاڑھی بڑھانا فرض ہے۔ اگر بیوی منڈوانے کا مطالبہ کرے، تو اسے سمجھانا چاہیے، مگر اس کے مطالبہ پر منڈوانا جائز نہیں۔ اگر سمجھانے کے باوجود مطالبہ کرنے سے نہ ہٹے، اس سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے، کیونکہ یہ عورت آج ڈاڑھی منڈوانے کا مطالبہ کر رہی ہے، کل کوئی اور غیر شرعی کام کرنے کا مطالبہ کرے گی۔

(سوال): میری بیوی کبھی کبھار نماز پڑھ لیتی ہے، ایک بار میں نے اسے پڑھنے کا کہا، تو اس نے جواب دیا: ''نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز مومن اور کافر کے درمیان فرق کرتی ہے۔ یہ ارکان اسلام میں سے ہے۔ ایمان کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص نماز کا استخفاف کرتے ہوئے یہ کہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو اس سے توبہ کرائی جائے گی، ورنہ وہ کافر ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ کی بیوی نے

کلمہ کفر کہا ہے، اس سے توبہ کرائی، توبہ کرلے، تو درست، ورنہ وہ کافرہ ہو جائے گی اور آپ کا نکاح ختم ہو جائے گا۔ توبہ کی صورت میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

(سوال): کیا چاند یا سورج گرہن حاملہ عورت کے لیے نقصان دہ ہے؟

(جواب): چاند یا سورج گرہن حاملہ عورت کے لیے طبی لحاظ سے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

(سوال): کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ مولودِ کعبہ ہیں؟

(جواب): سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کعبہ میں پیدا ہونا ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی روایات ضعیف و بے اصل ہیں، بعض مؤرخین کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مولود کعبہ کہنا بے دلیل ہے۔

(سوال): حدث اصغر اور حدث اکبر کسے کہتے ہیں؟

(جواب): جن چیزوں سے وضو کا ٹوٹنا لازم آتا ہے، اسے حدث اصغر کہتے ہیں، مثلاً قضائے حاجت کرنا، ہوا خارج ہونا وغیرہ۔ اور جن چیزوں سے غسل کرنا لازم آتا ہے، اس کو حدث اکبر کہتے ہیں، مثلاً جماع، احتلام وغیرہ۔

(سوال): کیا کپڑے تبدیل کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): برہنہ ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (بخاری: ۴۳۰۲)

(سوال): جمعہ کے دن غسل کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جمعہ کے دن غسل مسنون مستحب ہے۔

(سوال): کیا نماز کے الفاظ ادا کرتے ہوئے زبان ہلانا ضروری ہے؟

(جواب): کسی بھی کلمہ کی ادائیگی اسی وقت ہو گی، جب زبان یا ہونٹوں کو جنبش دی جائے، محض دل میں پڑھنا کافی نہیں۔

(سوال): کیا رکوع اور سجدہ میں ایک سے زائد دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں؟

(جواب): رکوع اور سجدہ میں ایک دعا کو بار بار بھی پڑھا جا سکتا ہے اور رکوع اور سجدہ میں ایک سے زائد دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ جب جنس دعا ثابت ہے، تو کئی دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

(سوال): نمازی کے لیے سترہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نمازی کے لیے سترہ رکھنا مستحب مؤکد ہے۔ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ سترہ کسی بھی جاندار یا بے جان چیز کو بنایا جا سکتا ہے۔ سترہ کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(سوال): نمازی کے آگے سے گزرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نمازی کے آگے سترہ نہ ہو، تو اس کے آگے سے گزرنا گناہ ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ اسے ہاتھ سے روکے، نہ رکے، تو اسے جھگڑ کر روکے۔ (بخاری: ۵۰۹، مسلم: ۵۰۵) البتہ اگر کوئی گزر جائے، تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(سوال): سنن رواتب کتنی ہیں؟

(جواب): سنن رواتب بارہ ہیں۔ دو فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد۔ ان کی بڑی فضیلت ہے۔

❁ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جو دن رات میں بارہ رکعت ادا کرے، اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم: 728)

(سوال): نماز شکر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

(جواب): سجدہ شکر مشروع اور جائز ہے، لیکن نماز شکر غیر ثابت ہے، اس کے بارے میں مروی روایات ضعیف اور نا قابل عمل ہیں۔

(سوال): کیا کسی اندیشہ کے پیش نظر نماز توڑی جا سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، توڑی جا سکتی ہے۔

(سوال): چالیس دن باجماعت تکبیرہ اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): سنن ترمذی (۲۴۱) وغیرہ کی یہ روایت جمیع سندوں سے ضعیف ہے۔

(سوال): فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والے کو جنت جانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی، سوائے موت کے۔''

(السّنن الکبریٰ للنّسائي : 9928؛ عمل الیوم واللیلة للنّسائي : 100؛ المُعجم الکبیر للطّبراني : 134/8؛ کتاب الصّلاة لابن حبّان کما في اتّحاف المَهرة لابن حَجَر : 259/6؛ ح : 6480؛ وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): نماز میں مصحف سے دیکھ کر قرأت کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر قرآن یاد نہ ہو، تو مصحف سے دیکھ کر قرأت کی جا سکتی ہے، اسی طرح مصحف سے دیکھ کر امام کو لقمہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ اسلاف امت کا اس پر عمل ہے۔ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(سوال): اگر کوئی ایسا شخص امام کو لقمہ دے، جو نماز میں شامل نہیں ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): امام کو کوئی بھی لقمہ دے سکتا ہے، خواہ وہ نماز میں شامل ہو یا نہ ہو۔ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(سوال): میری ریٹائرمنٹ پر حکومت نے مجھے ایک پلاٹ الاٹ کیا، مگر لوگوں نے اس پلاٹ پر غیر قانونی قبضہ کر کے مسجد تعمیر کر دی، کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی پلاٹ پر غیر قانونی قبضہ کر کے مسجد تعمیر کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اگر آپ اس پلاٹ کو مسجد کے لیے وقف کر دیں، تو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ اگر آپ وقف نہیں کرنا چاہتے، تو مسجد کی انتظامیہ سے بات کر کے انہیں یہ پلاٹ فروخت کر دیں، تاکہ اس پر مسجد قائم رہے، اگر مسجد انتظامیہ خریدنے سے انکاری ہو اور بدستور قابض رہے، تو شرعی طور پر ان کے خلاف قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

(سوال): گاؤں میں عیدین کا کیا حکم ہے؟

(جواب): گاؤں میں عیدین کی نماز بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): اگر کسی نمازی کے سبب مسجد میں فتنہ فساد برپا ہوتا ہے، کیا اسے مسجد آنے سے روکا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر کوئی شخص مسجد کے ماحول کو خراب کرے، اس میں شور کرے، نمازیوں کو بلاوجہ تنگ کرے اور نماز پڑھنا مشکل کر دے، تو مسجد کی انتظامیہ اور امام کو چاہیے کہ ایسے شخص کو نصیحت کریں، نہ سمجھے، تو بااثر لوگ اسے سختی سے سمجھائیں، پھر بھی نہ سمجھیں، تو اس کے لیے ایسے حالات پیدا کر دیں کہ وہ خود مسجد میں نہ آئے۔ اگرچہ شرعی طور پر کسی فتنہ باز کو مسجد آنے سے روکنا جائز ہے، مگر اسے مسجد آنے سے روک دینا مناسب نہیں، کیونکہ وہ اسلام سے بھٹک بھی سکتا ہے یا دوسرے افراد، جو مسجد میں نہیں آتے، ان کے لیے فتنے وفساد کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

(سوال): کیا محراب مسجد میں شامل ہے؟

(جواب): جی ہاں، محراب مسجد میں داخل ہے۔

(سوال): میت کو غسل کون دے؟

(جواب): میت کو غسل دینا اس کے والد کی طرف سے قریبی رشتہ داروں کا حق ہے۔ البتہ اگر وہ نہ ہوں یا دینا نہ چاہیں، تو کوئی دوسرا رشتہ دار یا کوئی بھی دے سکتا ہے۔

(سوال): قاتل اور ڈاکو کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قتل اور ڈاکہ فساد فی الارض ہے۔ اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ یہ کبیرہ گناہ ہیں، اہل سنت کے نزدیک کبیرہ گناہ کے مرتکب کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔

(سوال): قبروں کو گرانا کیسا ہے؟

(جواب): قبروں کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہیے، البتہ اگر قبریں غیر شرعی حد تک اونچی ہوں یا پکی ہوں، تو انہیں شرعی حد یعنی ایک بالشت تک لے آنا چاہیے اور اگر پختہ ہیں، تو انہیں کچا کر دینا چاہیے۔ یہ بے حرمتی نہیں ہے۔ البتہ یہ کام یا تو قبروں کے ورثا کریں یا ریاست کرے، کیونکہ اگر ہر شخص یہ کام کرنے لگ جائے، تو فتنہ وفساد کا سبب بنے گا۔

(سوال): قبروں پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟

(جواب): قبروں پر پھول ڈالنا جائز نہیں، یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ اسلاف میں اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔

(سوال): قبروں یا مزارات کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

(جواب): قبروں اور مزارات کو بوسہ دینا جائز نہیں، یہ غیر شرعی تعظیم ہے۔ سلف صالحین ایسا نہی کرتے تھے۔

(سوال): ابھی بیوی کا مہر ادا نہیں کیا، تو کیا مال پر زکوٰۃ ہوگی؟

(جواب): اگرچہ مہر شوہر کے ذمہ باقی ہے، پھر بھی اگر شوہر کی جائیداد نصاب کو پہنچ جائے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال: کیا نابالغ بچوں کو روزہ رکھوایا جاسکتا ہے؟

جواب: بچوں پر روزہ اگرچہ بلوغت کے بعد فرض ہوتا ہے، مگر انہیں عادت ڈالنے کے لیے شروع سے ہی روزہ رکھوانا چاہیے۔ (بخاری: ۱۹۶۰، مسلم: ۱۱۳۶) البتہ بچہ کمزور یا بیمار ہو، تو نہیں رکھوانا چاہیے۔

سوال: کیا مسجد میں روزہ افطار کیا جاسکتا ہے؟

جواب: روزہ افطار کرنا کارِ خیر ہے، مسجد میں بھی جائز ہے۔

سوال: روزے کی حالت میں بچے کو دودھ پلانے کا حکم کیا ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں ماں بچے کو دودھ پلاسکتی ہے۔ یہ نواقصِ صوم میں سے نہیں ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جسم میں داخل ہونے والی ہر چیز (جس پر دلیل قائم ہو) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جسم سے نکلنے والی (ہر چیز) سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔''

(الأوسط لابن المنذر: 81، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: روزے کی حالت میں احتلام ہوجائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ وہ انسان کے اختیار میں نہیں، نیز سویا ہوا انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔

سوال: صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

جواب: صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، اس میں امیر، غریب، آزاد، غلام، مقیم، مسافر، بالغ و نابالغ سب شامل ہیں۔

(سوال): صدقہ فطر کی ادائیگی کے لیے قرض لیا جا سکتا ہے؟

(جواب): صدقہ فطر فرض ہے، اس کے لیے قرض بھی لیا جا سکتا ہے۔ مساکین کو جو فطرانہ دیا جائے گا، وہ اس سے اپنا فطرانہ ادا کر دے گا۔

(سوال): اعتکاف توڑنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اعتکاف مشروع مستحب ہے۔ بلا عذر اعتکاف نہیں توڑنا چاہیے۔ اگر کسی نے توڑ دیا، تو وہ گناہ گار نہیں، اس پر قضا واجب نہیں۔

(سوال): جان بوجھ کر فرض روزہ توڑنے پر قضا ہے؟

(جواب): بغیر عذر کے جان بوجھ کر فرض روزہ توڑنے پر قضا ہے، کفارہ نہیں ہے۔ مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ افطار کر دے، تو دوسرے دونوں میں قضا دے گا، جس نے جان بوجھ کر افطار کیا، وہ بالاولی قضا دے گا، نیز توبہ کرے گا۔

(سوال): کیا شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دنوں میں عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، ادا کیا جا سکتا ہے۔ شریعت نے اس سے منع نہیں کیا۔

(سوال): رمضان میں عمرہ کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے، یا نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۰۳۷) یاد رہے کہ یہ برابری ثواب میں ہے۔ رمضان میں عمرہ کرنے سے صاحب نصاب سے فرضیت ساقط نہیں ہوتا، بلکہ اگر وہ صاحب حیثیت ہے، تو اس پر حج بدستور فرض ہی رہے گا، تا آنکہ وہ حج ادا کر لے۔

(سوال): اہل بیت کے متعلق روایت: لَا تُعَلِّمُوهُمْ فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ بلحاظ سند کیسی ہے؟

(جواب): یہ روایت معجم کبیر طبرانی (۲۶۸۱،۴۹۷۱) میں آتی ہے۔سند سخت ضعیف ہے؛

① حکیم بن جبیر ضعیف ومتروک ہے۔

② عبداللہ بن بکیر غنوی ضعیف ہے۔(اتحاف المہرہ لابن حجر :۱۱/ ۳۹۹)

(سوال): کیا عبداللہ بن عباس ﷺ نے نبی کریم ﷺ کو ''امان الدنیا'' کہا ہے؟

(جواب): یہ روایت دلائل النبوۃ لابی نعیم (۵۵۵) میں آتی ہے۔سند ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن عبداللہ بابلتی ضعیف ہے۔

② ابوبکر بن ابی مریم ضعیف ومختلط ہے۔

(سوال): آیت:﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ کا کیا مفہوم ہے؟

(جواب): اس کا معنی ہے:''ہم نے (بعد والوں میں) ان کے ذکر وثناء کو بلند کیا۔''

بعض جہال آیت میں ﴿عَلِيًّا﴾ سے مراد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لیتے ہیں۔ یہ قرآن کریم کی واضح تحریف ہے۔کسی مسلمان نے یہ مراد نہیں لی۔ یہ ان کی جہالت وضلالت پر مہر ہے۔ بلاغت کا اُصول ہے کہ نام کی بجائے وصف کامل ذکر کرنے سے عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر وصف جمیل کے ساتھ ہوا۔(سورت نور:۲۲،سورت زمر:۳۳،سورت توبہ:۴۰،سورت اللیل:۱۷،) ان کا نام ذکر نہیں ہوا۔یہ ان کی عظمت پر دلیل ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): قربانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): قربانی مشروع مستحب سنت ہے۔ اسلاف امت کا یہی مذہب ہے۔ قربانی کے وجوب کا قول درست نہیں۔

(سوال): کیا قربانی کے جانور میں عقیقہ کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): قربانی کے جانور کے حصوں میں عقیقہ شامل نہیں کیا جا سکتا۔ عقیقہ ساتویں دن کی سنت ہے۔

(سوال): کیا طوطا حلال ہے؟

(جواب): طوطا حلال ہے، اس کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں، پنجے سے پکڑ کر کھانے اور پنجے سے شکار کرنے میں فرق ہے، طوطا شکاری پرندہ نہیں، اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے طوطے وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''ان کی خرید وفروخت بلا اختلاف جائز ہے۔''

(المَجموع شرح المُهذّب : 240/9)

(سوال): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس نے پڑھایا؟

(جواب): اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ بعض کا یہ کہنا کہ آپ کے چچا ابو طالب نے پڑھایا تھا، بے دلیل ہے۔

سوال: نکاح میں کتنی بار ایجاب وقبول کرانا ضروری ہے؟

جواب: ایجاب وقبول ایک بار ہی کافی ہے، تاکید کے لیے تین بار کہا جاسکتا ہے۔

سوال: کیا حقیقی خالہ کی نواسی سے نکاح جائز ہے؟

جواب: جی ہاں، جائز ہے، بشرطیکہ حرمت نکاح کا کوئی اور سبب موجود نہ ہو۔

سوال: سالی کی نواسی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: سالی کی نواسی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جب بیوی اور سالی کو ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا، تو اس کی بیٹی یا بیٹی کی بیٹی کو بھی جمع نہیں کیا جاسکتا۔

سوال: میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، کیا اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہوں؟

جواب: جی ہاں، کر سکتے ہیں۔ دو بہنوں کو ایک وقت میں جمع کرنا منع ہے، اگر پہلی فوت ہوجائے یا اسے طلاق ہوجائے، تو دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔

سوال: پہلے شوہر سے طلاق یا خلع لیے بغیر کسی اور سے شادی کر لینا کیسا ہے؟

جواب: عورت جب تک کسی کے عقد میں ہے، دوسرے کسی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر وہ بغیر طلاق یا خلع کے آگے نکاح کرلے، تو وہ منعقد نہیں ہوتا، یہ زنا ہے۔

سوال: ایک عیسائی عورت نے اسلام قبول کر کے ایک مسلمان سے شادی کر لی، جبکہ وہ پہلے ہی سے منکوحہ تھی، کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام کا دستور یہ ہے کہ اگر کوئی عیسائی یا غیر مسلم عورت اسلام قبول کر لے، تو اس کے شوہر کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اگر قبول کر لے، تو ان کا نکاح قائم رہے گا، ورنہ دونوں میں جدائی ہوجائے گی، کیونکہ مسلمان عورت غیر مسلم کے عقد میں نہیں رہ سکتی۔

اگر کوئی عورت اسلام قبول کرے اور پہلے شوہر کو بتائے بغیر آگے نکاح کر لے، تو وہ

نکاح فاسد ہوگا، وہ منکوحہ شمار ہوگی اور منکوحہ سے نکاح حرام ہے، یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

سوال: شادی کے موقع پر زیور اور مہر دیا جاتا ہے، ان میں کیا فرق ہے؟

جواب: نکاح کے لیے ضروری چیز مہر ہے۔ یہ عورت کا حق ہے۔ زیور، وری، جہیز وغیرہ سب ہمارے بھاری رواج ہیں، اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے۔ شوہر مہر کی ادائیگی زیور کی صورت میں بھی کر سکتا ہے۔

سوال: کسی عورت کو پیسوں کے عوض خرید کر نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: بعض علاقوں میں کسی لڑکی یا عورت کو پیسوں سے بیچ کر نکاح کرا دیا جاتا ہے، وہ رقم عورت کے اولیاء رکھتے ہیں۔ اس طرح نکاح کرنے سے نکاح تو ہو جاتا ہے، البتہ ولیوں کا اس طرح لڑکیوں کو بیچنا اور قیمت وصول کرنا شرعی اور اخلاقی لحاظ سے ناجائز ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ فرماتا ہے: روز قیامت تین لوگوں کے خلاق میں خود مدعی ہوں گا؛ جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی، جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا، مگر اسے مزدوری ادا نہ کی۔''

(صحيح البخاري : 2227)

سوال: اگر کوئی شخص کہے کہ ''اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا، تو اسے طلاق ہے۔'' پھر اسی عورت سے نکاح کیا، کیا طلاق واقع ہوگی؟

جواب: نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ طلاق لغو ہے۔ جو عورت عقد میں ہی نہ ہو، اسے طلاق نہیں دی جا سکتی۔

سوال: ایک لڑکی نے صدق دل سے اسلام قبول کیا، میں نے اس سے شادی کر

لی، جب میری والدہ کو اس شادی کو پتہ چلا، تو انہوں نے مجھے طلاق دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے، اب اگر میں طلاق دیتا ہوں، تو اس لڑکی کو اس کے گھر والے قبول نہیں کریں گے اور اگر نہ دوں، تو میری والدہ ناراض ہوتی ہیں، میرے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): والدین کی اطاعت واجب ہے، البتہ اگر وہ معصیت کا حکم دیں، تو ان کی اطاعت نہ کرنا واجب ہے۔ مذکورہ صورت حال میں اگر وہ لڑکی نافرمان اور بدکردار نہیں ہے، تو اس کو طلاق دینا گناہ ہے، ہو سکے، تو والدہ کو کسی طرح راضی کریں، مگر طلاق نہ دیں، وقت گزرنے کے بعد والدہ خود ہی راضی ہو جائیں گی۔

(سوال): موبائیل پر ایس ایم ایس کے ذریعہ طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایس ایم ایس کے ذریعہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، بشرطیکہ وہ ایس ایم ایس خاوند نے ہی لکھا ہو، یا کسی اور نے لکھا ہو، مگر شوہر کی رضامندی شامل ہو۔ خواہ بیوی ایس ایم ایس پڑھ سکتی ہو، یا نہ پڑھ سکتی ہو۔ جب ایس ایم ایس لکھا گیا، طلاق اسی وقت واقع ہو گئی۔

(سوال): طلاق سنی کیا ہے؟

(جواب): اگر میاں بیوی میں نباہ مشکل ہو جائے، تو شریعت نے طلاق یا خلع کا راستہ رکھا ہے۔ طلاق سنی یہ ہے کہ عورت کو اس طہر کے دوران، جس میں اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہ کیے گئے ہوں، ایک رجعی طلاق دے دی جائے اور عدت مکمل ہونے تک دوسری یا تیسری طلاق نہ دی جائے۔ طلاق سنی کا یہ فائدہ ہے کہ عدت تک شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور اسے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کا پورا موقع میسر آتا ہے۔

(سوال): کیا بیوی بھی ایلا کر سکتی ہے؟

(جواب): ایلا کا تعلق شوہر سے ہے، بیوی سے نہیں۔

(سوال): کیا رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟

(جواب): رہن رکھی ہوئی چیز کو استعمال میں نہیں لایا جا سکتا۔(بخاری: ۲۵۱۲)، البتہ اگر چیز کا مالک اجازت دے دے، تو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

(سوال): قسطوں پر چیز خریدنا کیسا ہے؟

(جواب): قیمت طے ہو، تو قسطوں پر خرید وفروخت جائز ہے۔

سنن ابی داود (۳۴۶۱) اور ترمذی (۱۲۳۱) وغیرہ میں بسند حسن جو حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں؛

① کوئی شخص کہے کہ میں آپ کی چیز اتنے میں خریدتا ہوں، بشرطیکہ آپ میری فلاں چیز اتنے میں خریدیں گے، کہ جب ایک چیز خریدی گئی، تو دوسری فروخت کرنا ضروری ہو جائے گی۔ ② کوئی شخص کہے کہ یہ چیز نقد میں اتنے کی اور ادھار میں اتنے کی، مگر دونوں کسی ایک بیع پر جدا نہ ہوں۔

اگر ادھار اور نقد کی الگ الگ قیمتیں بتائی جائیں اور دونوں میں سے کسی ایک پر خریدنے اور فروخت کرنے والے کا اتفاق ہو جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ یہ اس ممانعت میں داخل نہیں۔ قسطوں کی خرید وفروخت میں یہی ہوتا ہے۔

(سوال): ایک شخص مزدوروں کو اجرت پر رکھتا ہے، بعد میں انہیں طے شدہ اُجرت سے کم رقم دیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مزدور کی مزدوری نہ دینا یا کم دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ اس بارے میں بہت سخت وعیدیں ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ فرماتا ہے: روز قیامت تین لوگوں کے خلاق میں خود مدعی ہوں گا؛ جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی، جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا، مگر اسے مزدوری ادا نہ کی۔''

(صحيح البخاري: 2227)

(سوال): میں نے ایک شخص کو رقم دی اور اس پر گواہ بھی مقرر کیے، مگر جب رقم واپسی کا مطالبہ کیا، تو وہ مکر گیا اور قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعی طور پر مدعی کے ذمہ دلیل یا دو گواہ ہیں۔ اگر مدعی دو معتبر گواہ پیش کر دے، تو اسی کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر مدعی کے پاس کوئی دلیل یا گواہ نہ ہو، تو مدعیٰ علیہ سے قسم لے کر معاملہ ختم کر دیا جائے گا۔

مذکورہ صورت حال میں آپ کے پاس دو گواہ موجود ہیں، اگر تو وہ سچے ہیں، تو ان کی گواہی مانی جائے گی اور مدعیٰ علیہ یعنی آپ کا فریق مخالف جتنی بھی قسمیں اُٹھاتا رہے، اس کا اعتبار نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شخص اپنی چیز کسی کو دے کہ یہ چیز فروخت کر دیں، اتنے مجھے دے دینا، اس سے زائد کی فروخت ہو جائے، تو وہ آپ کے۔ یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ چیز کے مالک نے ایجنٹ کو خود زائد رقم کی اجازت دی ہے، اگر وہ زائد رقم میں فروخت کرے، تو زائد رقم رکھ سکتا ہے۔

(سوال): ایک کمپنی موٹر سائیکل کی قرعہ اندازی کرتی ہے، قرعہ اندازی میں حصہ لینے والوں سے ہر ماہ دو دو ہزار روپے لیے جاتے ہیں، ہر ماہ جس کے نام کا قرعہ نکل آئے، تو

اسے موٹر سائیکل دیا جاتا ہے، اس سے زائد کچھ رقم نہیں لی جاتی۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب): یہ جوا ہے۔ اس طرح کی کئی کمپنی فراڈ بھی کر جاتی ہیں۔

(سوال): میں نے ایک شخص سے قرض لیا، میں ادائیگی سے پہلے وہ شخص فوت ہو گیا، میرے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): آپ کی چاہیے کہ فوت شدہ کے ورثا کو وہ قرض کی رقم لوٹا دیں۔ اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو، تو قرض کی رقم کو صدقہ کر دیں۔

(سوال): کیا پینشن کو ترکہ میں شامل کیا جائے گا؟

(جواب): پینشن کو ترکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ یہ حکومت کی طرف سے بیوہ کی اعانت ہے اور اسی کا حق ہے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک فلیٹ ہبہ کیا، اب وہ اسے واپس لینا چاہتا ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): ہبہ کرنے کے بعد اس کی واپسی کا مطالبہ ناجائز ہے۔ جس کو ہبہ کیا جاتا ہے، وہ ہبہ شدہ چیز کا مالک بن جاتا ہے۔ لہٰذا شوہر اپنی بیوی سے فلیٹ واپس لینے کا مجاز نہیں ہے۔ البتہ اگر والد اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرے، تو اس سے واپس لے سکتا ہے۔

(سوال): کیا برقی مچھر مار آلہ استعمال کرنا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ یہ آگ سے عذاب دینے کی ممانعت میں داخل نہیں۔

(سوال): میں گاڑی کا ڈرائیور ہوں، ایک مرتبہ میں ٹریفک قوانین کے مطابق جا رہا تھا، تو ایک تیز رفتار موٹر سائیکل سوار سگنل توڑتا ہوا میری گاڑی سے ٹکرایا اور فوت ہو گیا، آیا میں اس کا قاتل شمار ہوں گا یا مجھ پر کوئی قصاص یا دیت ہے؟

(جواب): اس صورت میں موٹر سائیکل سوار کی موت کے ذمہ دار آپ نہیں ہیں۔شرعی طور پر آپ پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ دیت۔اس موت کا ذمہ دار خود موٹر سائیکل سوار ہے۔

(سوال): کیا عورت کی گواہی معتبر ہے؟

(جواب): حدود اور قصاص کے معاملات کے علاوہ عورت کی گواہی شرعاً معتبر ہے، البتہ عورت کی گواہی مرد کے مقابلہ میں نصف ہے۔(سورت بقرہ:۲۸۲)

(سوال): ذخیرہ اندوزی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی چیز کو خرید کر اسٹاک کر لینا ذخیرہ اندوزی ہے۔اس کی ناجائز صورت یہ ہے کہ چیز اس نیت سے خرید کر روک لینا کہ مارکیٹ میں چیز کی قلت پیدا کر دی جائے اور بعد میں من چاہی قیمت پر فروخت کی جائے۔یہ ذخیرہ اندوزی حرام ہے۔

❀ سیدنا معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

''ذخیرہ اندوزی گناہ گار ہی کر سکتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 4120)

البتہ اگر مارکیٹ میں چیز وافر موجود ہے، تو تجارتی سہولیات کے پیش نظر کسی چیز کو ذخیرہ کرنا درست ہے۔

(سوال): اگر کوئی محکمہ ملازمت کے لیے ڈاڑھی کٹوانے کی شرط عائد کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے محکمے میں ملازمت نہیں کرنی چاہیے۔ ڈاڑھی دین ہے، اس کی حفاظت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ رزق کا بندوبست کر دے گا، اس نے رزق کے بے شمار جائز ذرائع پھیلا رکھے ہیں، ان میں رزق تلاش کیا جائے۔

(سوال): سیکورٹی کی غرض سے مساجد یا گھروں میں کلوز سرکٹ کیمرے لگانا شرعا

کیسا ہے؟

(جواب): جان و مال کی حفاظت ضروری ہے۔اس کے لیے جدید ذرائع کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا حفاظت کے لیے کلوز سرکٹ کیمرے لگانا جائز ہے، البتہ طہارت خانوں میں کیمرے نہیں ہونے چاہیے۔

(سوال): عدالت میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی گواہی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): گواہی ایک فریضہ ہے، اس میں سچائی اور دیانت ضروری ہے۔اسلام کے کئی معاملات گواہی پر موقوف ہیں۔جھوٹی گواہی دینا سنگین جرم ہے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں آپ کو اکبرالکبائر (بہت بڑے گناہ) کی خبر نہ دوں؟ وہ جھوٹی بات کرنا یا جھوٹی گواہی دینا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۵۱۵)

اگر قرآن پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی گواہی دی جائے، تو اس کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے۔

(سوال): مخنث کا انتقال ہو گیا، اس کو غسل کون دے گا؟

(جواب): مخنث اگر مردوں کے مشابہ ہے، تو اسے مرد غسل دیں گے اور اگر عورتوں کے مشابہ ہے، تو اسے عورتیں غسل دیں گی۔البتہ اگر اس کے متعلق فیصلہ کرنا مشکل ہو، تو بہتر ہے کہ اسے مرد غسل دیں۔

(سوال): نکاح ہوا، رخصتی سے پہلے طلاق ہوئی، تو کیا شوہر ان زیورات کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے، جو اس نے بیوی کو دیے تھے؟

(جواب): شادی کے موقع پر لڑکے والے زیورات، کپڑوں وغیرہ کی صورت میں کچھ سامان لڑکی کو دیتے ہیں، اسے عرف میں ''بری'' کہتے ہیں۔طلاق کی صورت میں اگر شوہر

ان کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے، تو دیکھا جائے گا کہ اگر نکاح کے وقت ایسی کوئی شرط عائد کی گئی تھی کہ طلاق کی صورت میں عورت ان کو واپس کرنے کی مجاز ہوگی، تو شوہر واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے اورلڑکی کے لیے اس شرط کے مطابق ''بری'' کو واپس کرنا ضروری ہے۔

اگر ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی گئی، تو یہ ''بری'' شوہر کی طرف سے ہبہ اور تحفہ ہے۔ اور باپ کے علاوہ کوئی شخص ہبہ شدہ چیز کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا عورت اس ''بری'' کی مالکہ ہے، شوہر اس سے واپس لینے کا مجاز نہیں۔

سوال: دو دن کا بچہ ہے۔ ابھی نام نہیں رکھا اور فوت ہوگیا، کیا فوت ہونے کے بعد اس کا نام رکھا جاسکتا ہے، تاکہ جب اسے یاد کیا جائے، تو اس کے نام سے کیا جائے؟

جواب: فوت ہونے کے بعد بچے کا نام رکھنا شرعاً ممنوع نہیں۔

سوال: ۱۰ محرم کو لوگوں میں بریانی، حلیم، دودھ اور شربت وغیرہ تقسیم کیا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب کچھ نذر و نیاز کے طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز شرک ہے۔ ان میں تقسیم ہونے والا کھانا کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے، کہ اس سے ان کی بدعت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ بدعات کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

سوال: غیر مسلم کو سلام کہنا یا اس کا جواب دینا کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلم کو سلام میں پہل نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اگر وہ سلام کہے، تو اس کے جواب میں ''وعلیکم'' کہنا چاہیے۔ (بخاری: ۶۲۵۶، مسلم: ۲۱۶۵)

غیر مسلم سے مصافحہ و معانقہ کیا جاسکتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ⑮)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): حدیث: ''جس نے ربیع الاول کی سب سے پہلے مبارک باد دی، اس کے لیے جنت کی خوش خبری ہے۔'' کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): ایسی کوئی روایت ذخیرہ احادیث میں موجود نہیں۔

(سوال): بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''۳ کا ہندسہ نحوست کی نشانی ہے۔'' کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ بدشگونی اور توہم پرستی ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ کفار کی عادات میں سے ہے۔ توہم پرستی اور بدشگونی کفر تک پہنچنے کا سبب بن سکتی ہے۔ کوئی ہندسہ یا نمبر منحوس نہیں۔

(سوال): حدیث بیان کی جاتی ہے: ''تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔'' کیا ایسی کوئی حدیث ہے؟

(جواب): یہ حدیث سنن ابی داود (۴۹۴۱) اور سنن ترمذی (۱۹۲۴) وغیرہما میں آتی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

(سوال): نعتیہ کلام یا اشعار میں نبی ﷺ کے لیے ''تو'' کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ احترام ضروری ہے۔ آپ کا نام لیتے وقت دل وزبان میں ادب ہونا ضروری ہے۔ اس کے اظہار کے لیے مناسب الفاظ کا استعمال کرنا چاہیے۔ ہماری زبان میں ''تو'' کا لفظ احترام کے لیے نہیں بولا جاتا، لہٰذا آپ ﷺ کے حق میں یہ لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی شخص اپنے بے تکلف انداز گفتگو کی وجہ سے یہ لفظ استعمال

کر لیتا ہے، تو اسے ''بےادب'' نہیں کہا جا سکتا۔ اسے چاہیے کہ عمدہ الفاظ کا چناؤ کرے۔

سوال: ایک شخص نے غصے میں قرآن کو زمین پر پھینک دیا، ایسا اس نے توہین کے ارادہ سے نہیں کیا، مگر جب غصہ ختم ہوا، تو وہ سخت نادم ہوا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن اور مقدس اوراق کی تعظیم ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اہانت کرتے ہوئے قرآن نیچے پھینک دے، تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔ اسے دوبارہ کلمہ پڑھنا چاہیے۔ البتہ اگر توہین کا ارادہ نہیں، بلکہ غصہ کی وجہ سے ایسا کیا ہے، تو ایسا کرنا سخت کوتاہی ہے۔ اس چاہیے کہ صدق دل سے توبہ کرے۔ ایسے شخص کو کافر کہنا مشکل ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی طرف بھول کی نسبت کی جا سکتی ہے؟

جواب: تبلیغ رسالت میں نبی کریم ﷺ نہ بھول کا شکار ہوتے تھے، نہ خطا کا رہوتے تھے۔ البتہ اس کے علاوہ بعض اعمال وافعال میں بتقاضائے بشریت بھول جاتے تھے۔ احادیث میں اس کا ثبوت ہے۔ (بخاری: ۴۰۱، مسلم: ۵۷۲) لیکن اس پر اتفاق ہے کہ آپ بھول پر قائم نہیں رہتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ آگاہ کر دیتا تھا، نیز بھول ان اعمال وافعال میں ہی لگتی تھی، جن کی آپ تبلیغ کر چکے ہوتے تھے۔

سوال: میرے شوہر نے یہ جملہ بولا ہے: ''اگر چہ میں ایک مسلمان ہوں، مگر نہ شریعت پر میرا ایمان ہے اور نہ کبھی تھا۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ جملہ ہے۔ اگر تو یہ شخص توبہ کرتا ہے، تو صحیح، ورنہ یہ مرتد کافر ہے۔ اس سے نکاح ختم ہو جائے گا۔

سوال: ہم جس فلیٹ میں رہتے ہیں، ہمیں تمام فلیٹوں میں جو پانی آتا ہے، اس سے بدبو آتی ہے، اس کا رنگ صحیح ہے۔ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ کسی نجاست گرنے سے بدل جائے، تو پانی ناپاک ہے اور اگر کسی پاک چیز کے گرنے سے ہی رنگ، بو یا ذائقہ بدلا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔ آپ معلوم کریں کہ آپ کے پانی کا ذائقہ کس وجہ سے بدلا ہے۔

(سوال): وضو کے دوران سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

(جواب): وضو کے دوران سلام کا جواب دینا جائز ہے۔ وضو میں کلام کرنا ممنوع نہیں۔

(سوال): قرآن کی مختلف قراءات پر مشتمل نسخے طبع کرانا کیسا ہے؟

(جواب): قرآن کریم کی ساتوں قراءتیں حق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں۔ لیکن قراءات کا اختلاف عوام الناس کے لیے تشویش کا باعث بنے گا، اس لیے ان قراءات پر مشتمل قرآن طبع کرانا درست نہیں۔ البتہ اگر علماء، قراء، مجودین اور طلبا کے تعلیم وتعلم لیے طبع کیا جائے، تو جائز و مستحسن ہے۔

(سوال): دوران نماز موبائیل فون کی گھنٹی بج جائے، تو کیا کریں؟

(جواب): پہلی بات یہ ہے کہ بلا ضرورت موبائیل فون مسجد میں لے کر نہیں آنا چاہیے، اگر ضرورت ہے، تو مسجد میں داخل ہوتے ہی فون کو بند کر دیں، یا اس کی آواز بند کر دیں۔ اگر کوئی شخص گھنٹی کی آواز بند کرنا بھول جائے اور دوران نماز فون بج جائے، تو اسے چاہیے کہ نماز میں ہی بند کر دیں، تا کہ نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔

(سوال): چلتی ٹرین یا ہوائی جہاز میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے، مثلاً نماز ظہر و نماز عصر کو اور نماز مغرب و نماز عشاء کو۔ جمع تقدیم اور جمع تاخیر دونوں جائز ہیں۔ لیکن اگر دو نمازوں کا وقت بھی گزر رہا ہو اور تیسری کا وقت داخل ہونے کا اندیشہ ہو، تو چلتی گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھی جا سکتی

ہے۔جیسا کہ کشتی میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔(سنن دارقطنی : ۱/۳۹۴، مستدرک حاکم : ۱/۴۰۹، سنن کبریٰ بیہقی :۳/۱۵۵، وسندہ حسن)

سوال: مسجد میں ستونوں کے درمیان نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد کے ستونوں کے درمیان صف نہیں بنائی جا سکتی۔اس سے صف منقطع ہو جاتی ہے۔البتہ اگر جگہ کی تنگی ہو،تو ستونوں کے مابین کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص چار رکعت کے بجائے پانچ رکعت نماز پڑھ لے،تو نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ سہو کر لے،نماز صحیح ہے۔باطل کہنے والوں کا قول بے دلیل ہے۔

سوال: کیا ایک امام دو جگہ جمعہ پڑھا سکتا ہے؟

جواب: مجبوری ہو،تو پڑھا سکتا ہے۔

سوال: تیسری چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد والی قرأت کا کیا حکم ہے؟

جواب: تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ پڑھا ضروری ہے،البتہ اس کے بعد والی قرأت مسنون و مستحب ہے۔(مسلم :۴۵۲)اگر چھوڑ دی،تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا مسجد کا نام کسی کے نام پر رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: مسجد کا نام کسی کے نام پر رکھا جا سکتا ہے۔حدیث سے ثابت ہے۔(بخاری :۴۲۰، مسلم :۱۸۷۰)

سوال: کسی کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر میت دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: قبر کو پختہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): قبر کو پختہ کرنا ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (مسلم:۹۷۰)

(سوال): قبر پر میت کے نام کی تختی لگانا کیسا ہے؟

(جواب): قبر پر میت کے نام کی تختی یا کتبہ لگانا درست نہیں۔ اسلاف امت سے ایسا کچھ ثابت نہیں۔

(سوال): کیا نامحرم عورت کی میت کو کاندھا دیا جا سکتا ہے؟

(جواب): میت مرد ہو، یا عورت، محرم ہو یا غیر محرم۔ اسے کاندھا دینا باعث اجر ہے۔

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبر میں اُتارا۔ (بخاری :۱۲۸۵) جب غیر محرم قبر میں اُتار سکتا ہے، تو کاندھا بالاولیٰ دے سکتا ہے۔

(سوال): شرابی اور زانی کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شراب خوری اور زنا کبیرہ گناہ ہیں۔ اہل سنت کے ہاں کبیرہ گناہ کے مرتکب کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔ لہٰذا شرابی اور زانی کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔

(سوال): کیا غیر مسلموں کے قبرستان کو مسمار کر کے اس پر مساجد تعمیر کی جا سکتی ہیں؟

(جواب): ضرورت کے تحت کی جا سکتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جس جگہ مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی، وہاں مشرکوں کی قبریں بھی تھیں۔ (بخاری:۴۲۸، مسلم:۵۲۴)

(سوال): رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا؟

(جواب): رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

❁ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کو تین سفید یمنی چادروں میں کفن دیا گیا، جو سوت کی بنی ہوئی تھیں، ان میں نہ قمیص تھی، نہ عمامہ۔''

(صحيح البخاري : 1264، صحيح مسلم :941)

(سوال): سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

(جواب): سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کے حوالے سے کوئی روایت منقول نہیں۔ اس لیے کہ اس وقت ابھی نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

(سوال): کیا زکوٰۃ کی رقم سے غریب بچوں کے لیے سکول بنوایا جا سکتا ہے؟

(جواب): لوگوں کو چاہیے کہ غریب بچوں کے لیے سکولز وغیرہ خیراتی رقم سے تعمیر کریں، اس مد میں زکوٰۃ کی رقم تعمیر نہیں کرنی چاہیے۔

(سوال): صدقہ فطر کب ادا کیا جائے؟

(جواب): صدقہ فطر کا وقت شوال کا چاند طلوع ہونے سے نماز عید سے پہلے تک ہے۔ البتہ اگر بیت المال کا نظام موجود ہو، تو ایک دو دن پہلے بھی جمع کرایا جا سکتا ہے۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم سے نمازیوں کی افطاری کرانا کیسا ہے؟

(جواب): زکوٰۃ کی رقم سے افطاری کرانا درست نہیں۔

(سوال): میں ایک ادارے میں باورچی ہوں، میں خود صوم وصلاۃ کا پابند ہوں، مگر ہمارے ادارے میں کچھ لوگ بلا عذر روزہ نہیں رکھتے، وہ مجھے دوپہر کو کھانا تیار کرنے کا کہتے ہیں، آیا میں انہیں کھانا دے سکتا ہوں، کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے؟

(جواب): آپ اپنی ڈیوٹی کر رہے ہیں، اگر ادارے کی طرف سے آپ کو حکم ہے کہ انہیں کھانا دیا جائے، تو آپ انہیں کھانا تیار کر کے دیں، روزہ چھوڑنے کا وبال ان پر ہوگا، آپ پر نہیں۔ البتہ آپ انہیں صوم وصلاۃ کی تلقین کرتے رہیں۔

(سوال): عاشورا کے روزے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اہل علم کا اتفاق ہے کہ رمضان کی فرضیت کے بعد عاشورا کا روزہ مستحب ہے۔ یہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسلم:۱۱۶۲)

(سوال): عاشوراء کا روزہ کس دن رکھا جائے؟

(جواب): درست قول یہی ہے کہ عاشوراء کا دن دس محرم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی دن کا روزہ رکھا۔ مگر یہود کی مخالفت میں نو محرم کا روزہ بھی ساتھ ملانے کا حکم فرمایا۔ (مسلم: ۲۶۶۵)۔ لہٰذا نو اور دس محرم کا روزہ رکھا جائے۔

(سوال): کیا مقروض عمرہ یا حج کر سکتا ہے؟

(جواب): مقروض عمرہ یا حج کرنا چاہے، تو اس کا عمرہ یا حج صحیح اور معتبر ہے۔

(سوال): نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کیے، تین ذوالقعدہ میں اور ایک حج کے ساتھ۔

(صحیح مسلم : 1253)

(سوال): جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ پر عمرہ یا حج کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حج اور عمرہ صحیح ہے۔ البتہ جھوٹ بولنے پر گناہ گار ہوگا۔

(سوال): کیا رات کے وقت رمی جمرات کر سکتے ہیں؟

(جواب): رمی کے لیے مسنون وقت یہ ہے کہ پہلے دن (دس ذوالحجہ کو) رمی جمرات چاشت کے وقت کی جائے اور دوسرے دنوں میں زوال آفتاب کے بعد کی جائے۔ (مسلم :۱۲۹۹) البتہ اگر ان مستحب اوقات میں رمی نہ کر سکے، تو اس کے بعد بھی کی جا سکتی ہے۔

(سوال): اگر ساتوں کنکریاں ایک ساتھ ماری جائیں، تو کیا رمی ہو جائے گی؟

(جواب): اگر کوئی ساتوں کنکریاں ایک ساتھ مارے، تو وہ ایک شمار ہوگی۔ اس سے

رمی مکمل نہ ہوگی۔

(سوال): عورت کا احرام کیا ہے؟

(جواب): عورت نے جو لباس زیب تن کر رکھا ہوتا ہے، وہ اس کا احرام ہے، صرف احرام کی نیت کر لے۔

(سوال): طواف زیارت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): طواف زیارت فرض ہے۔

(سوال): عمرہ کیا، حلق کرالیا، پھر سے عمرہ کا احرام بعد، تو حلق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جس نے پہلے سے حلق کرایا ہوا ہے، یا قدرتی طور پر اس کے بال نہیں ہے، وہ سر پر استرا پھیر لے، اس کا حلق ہو جائے گا۔

(سوال): ذبح کرتے ہوئے اگر جانور کی گردن الگ ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ذبح میں خون بہنا ضروری ہے۔ اس دوران اگر گردن الگ ہو جائے، تو جانور بلا کراہت حلال ہے، کیونکہ یہ جھٹکا نہیں ہے۔

(سوال): میں اپنی بیوی سے کئی برس سے ناراض ہوں اور ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ میں نے اسے طلاق نہیں دی، نہ اس نے خلع لیا، کیا ہمارا نکاح قائم ہے؟

(جواب): نکاح قائم ہے۔

(سوال): منگنی پر منگنی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر فریقین نے رشتہ پر اتفاق کرلیا ہے، تو کسی تیسرے کے لیے پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں، تا آنکہ لڑکا یا لڑکی والے خود انکار کر دیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی شخص اپنے بھائی منگنی پر منگنی نہ کرے، ہاں اگر وہ خود اس کی اجازت دے دے (تو کوئی حرج نہیں)۔''

(صحیح مسلم: 1412)

(سوال): کیا بیوی شوہر کو اپنا مہر معاف کر سکتی ہے؟ اور کیا معاف کرنے کے بعد دوبارہ مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): مہر بیوی کا حق ہے۔ اگر وہ اپنا حق معاف کرنا چاہے، تو کر سکتی ہے، لیکن معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ کرنے کی مجاز نہیں۔

(سوال): دعوت ولیمہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب): ولیمہ مسنون مستحب سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ولیمہ کا حکم فرمایا ہے۔ (بخاری: ۵۱۶۷) لیکن اس میں سادگی اختیار کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔ (بخاری: ۵۱۷۲)

اُفسوس ہم نے اس سنت مشکل بنا دیا ہے۔ خاندانی جاہ وجلال کی خاطر خود کو مقروض بنا دینا کس کی سنت ہے؟ میرج ہال میں مرد وخواتین کا اختلاط کرانا اور کئی مفاسد کا ارتکاب کرنا کس کی سنت ہے؟ الغرض بے شمار ملاحظے ہیں، جس نے نکاح کا مشکل بنا دیا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ شادی کے دوسرے دن قریبی رشتہ داروں اور چند افراد کی گھر میں دعوت کر دیں، سنت ولیمہ ادا ہو جائے گی۔

(سوال): اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دے: ''میری ماں فلاں کام کر دے۔'' تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لغو کلمہ ہے۔ اس پر نہ کوئی کفارہ ہے، نہ اس سے رشتہ نکاح میں کوئی حرج

واقع ہوتا ہے۔ البتہ ایسے جملے استعمال نہیں کرنے چاہیے۔

(سوال): ظہار کا کیا مطلب ہے؟

(جواب): اپنی ماں، بہن، بیٹی یا کسی بھی محرم عورت کی پیٹھ وغیرہ کی طرح اپنی بیوی کا عضو قرار دینا، ظہار ہے۔ اس پر کفارہ ہے۔ کفارہ کی ادائیگی تک شوہر اپنی بیوی کے قریب نہیں آسکتا۔ اگر ظہار کو ''ان شاء اللہ'' کے ساتھ معلق کر دے، تو ظہار واقع نہیں ہوگا۔

(سوال): ظہار کا کفارہ کیا ہے؟

(جواب): ظہار کا کفارہ بالترتیب یہ ہے؛ ایک غلام آزاد کرے، اگر غلام میسر نہیں، تو دو ماہ لگاتار روزے رکھے، اگر روزوں کی استطاعت نہیں، تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دے۔ کفارہ کی ادائیگی تک حق زوجیت ادا نہیں کرے گا۔

(سوال): اگر بیوی شوہر کو بھائی کہہ دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لغو کلمہ ہے۔ اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہوتا۔

(سوال): خنزیر کی کھال یا بال استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): خنزیر نجس ہے۔ (الانعام: ۱۴۵) اس کے تمام اعضاء کا استعمال حرام ہے، کسی عضو کو بیچنا یا استعمال میں لانا جائز نہیں۔

(سوال): بیعانہ کی رقم ضبط کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بیعانہ جائز ہے، مگر اس کی رقم ضبط کرنا ناجائز ہے۔ اگر خریدار سے مقررہ وقت تک بقیہ رقم کا بندوبست نہ ہو سکے، تو اس کا بیعانہ واپس کیا جائے۔ یہ بعض علاقوں میں قانون ہے، مگر شرعاً ایسا کرنا یا شرط لگانا جائز نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ⑯)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا؟

(جواب): سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اس کی بیوی سے نکاح کرنا ثابت نہیں۔اس بارے میں مروی روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❁ طبقات ابن سعد (متمم الصحابہ: ۲۳۶) والی سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن عمر واقدی کذاب و متروک ہے۔

② سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرنے والا نامعلوم ہے۔اس کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع بھی نہیں۔

❁ تاریخ طبری (۳/۲۸۰) والی روایت بھی سخت ضعیف و غیر ثابت ہے۔

① محمد بن حمید رازی جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ''ضعیف و کذاب'' ہے۔

۞ امام نسائی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

(الخلافيات للبيهقي : 1955، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ محدث ابوبکر فضلک رحمہ اللہ (۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ وَّهُوَ يُقَلِّبُ الْأَسَانِيدَ وَيُرَكِّبُهَا عَلَى الْمُتُونِ.

''میں محمد بن حمید کے پاس گیا، وہ ادھر ادھر کی سندیں لے کر انہیں متنوں پر

چسپاں کر رہا تھا۔'' (الخلافيات للبيهقي : 1954 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محدث فضلک کا قول ذکر کرنے کے بعد حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آفَتُهٗ هٰذَا الْفِعْلُ ، وَإِلَّا فَمَا أَعْتَقِدُ فِيْهِ أَنَّهٗ يَضَعُ مَتْناً ، وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهِم : فُلَانٌ سَرَقَ الْحَدِيْثَ .

''محمد بن حمید میں یہی بیماری تھی، ورنہ میرا نہیں خیال کہ اس نے کوئی متن بھی گھڑا ہو، اس کی وہی حالت ہے، جو محدثین کے نزدیک ''سارق الحدیث'' راوی کی ہوتی ہے۔'' (سِيَر أعلام النّبلاء : 504/11)

❁ امام ابوزرعہ اور امام مسلم بن وارہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

صَحَّ عِنْدَنَا أَنَّهٗ يَكْذِبُ .

''ہمارے نزدیک درست یہی ہے کہ محمد بن حمید (حدیث میں) جھوٹا تھا۔''

(كتاب المَجروحين لابن حِبّان : 1009 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام صالح جزرہ رحمہ اللہ نے بھی ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

(تاريخ بغداد : 262/2 ، وسندهٗ حسنٌ)

② سلمہ بن فضل رازی ''کثیر الخطا و مضطرب الحدیث'' ہے۔

③ محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

④ طلحہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے۔

ثابت ہوا کہ اس بارے میں مروی روایات غیر ثابت ہیں، بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ صحابہ کو مطعون کرنے کے لیے بعض ناعاقبت اندیشوں کی سازش ہے۔

مالک بن نویرہ کا صحابی ہونا ثابت نہ ہوسکا، نیز اس کا قتل بھی ثابت نہیں۔ سیدنا خالد

بن ولید رضی اللہ عنہ سیف من سیوف اللہ کا اس کی بیوی سے نکاح یا زنا کرنا بالکل ثابت نہیں۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مِمَّا لَمْ يُعْرَفْ ثُبُوتُهٗ .

''اس حوالے سے کوئی (صحیح) دلیل معلوم نہیں ہو سکی۔''

(مِنهاج السنة : 519/5)

(سوال): بینک کو کرایہ کے لیے جگہ دینا اور اس سے کرایہ وصول کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بینک میں سودی لین دین ہوتا ہے۔ اس کو کرایہ کے لیے جگہ دینا جائز نہیں، یہ گناہ پر تعاون ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(المائدة : ٢)

''گناہ اور ظلم و زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔''

(سوال): کیا خریدی ہوئی چیز کو قبضہ میں لانے سے پہلے آگے فروخت کر سکتے ہیں؟

(جواب): جب تک خریدی گئی چیز کو قبضہ میں نہ کر لیا جائے، اسے آگے فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ چیز پر ملکیت قبضہ سے حاصل ہوتی ہے اور جب تک ملکیت نہ ہو، اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔ (مسلم: ۱۵۲۸)

(سوال): کیا کمیشن لینا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے، بشرطیکہ فریقین میں سے کسی سے دھوکہ نہ ہو۔

(سوال): کیا آڑھت لینا جائز ہے؟

(جواب): منڈیوں میں کسی کا مال فروخت کروا کر مالک سے جو معاوضہ لیا جاتا ہے،

اسے آڑھت یا دلالی کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔

(سوال): کیا قاتل مقتول کا وارث بنے گا؟

(جواب): اگر قتل عمد ہو، تو قاتل دیت اور وراثت کا حق دار نہ ہوگا۔ اس پر اجماع ہے۔ (الاجماع لابن منذر، ص ۹۶) اور اگر قتل خطا ہے، تو دیت کا حق دار نہیں ہوگا، البتہ وراثت میں حصہ دار ہوگا۔

(سوال): حادثات اور سانحات میں ہلاک ہونے والوں کے نام امدادی رقوم تقسیم کی جاتی ہیں، کیا وہ رقم تمام ورثا میں تقسیم ہوگی؟

(جواب): وراثت وہ مال ہے، جو میت کی ملکیت میں ہو۔ امدادی رقوم اکثر و بیشتر میت کی بیوہ یا بچوں یا والدین کے لیے ہوتی ہیں۔ اس میں تمام ورثاء شریک نہیں ہوں گے۔

(سوال): کسی کے پلاٹ پر قبضہ کرنے پر کیا وعید ہے؟

(جواب): کسی کی ملکیت پر قبضہ کرنا حرام ہے۔

❁ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ظلم و زیادتی کے ساتھ کسی کی زمین کا ایک ٹکڑا ہتھیایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2452، صحيح مسلم : 1610)

(سوال): جن ادویات میں الکحل استعمال ہوتا ہے، ان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): الکحل مختلف اشیاء کے مرکب سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرتی ہے۔ اگر اس کو کسی چیز میں ملائے بغیر پیا جائے، تو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ البتہ اگر کسی مرکب میں اس کا استعمال کیا جائے، تو عموماً اس کا استعمال دو طرح ہوتا

ہے؛① ادویات وغیرہ میں ② اس کے علاوہ اشیا میں، مثلاً عطریات پرفیومز وغیرہ۔

ادویات میں استعمال:

جن ادویات میں الکحل استعمال کیا جاتا ہے، ان سے علاج کرنا جائز ہے۔ الکحل ادویات میں بہت معمولی مقدار میں استعمال ہوتا ہے۔ جب اسے مختلف مرکبات میں ملا دیا جاتا ہے، تو اس کا اثر ظاہر نہیں رہتا۔

حدیث مبارک: ''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے، اس کی کم مقدار بھی جائز ہے۔'' (ابوداود: ۳۶۸۱، ترمذی: ۱۸۶۵، ابن ماجہ: ۳۳۹۳، وسندہ حسن) کا مفہوم یہ ہے کہ جس کو بغیر کسی مرکب میں استعمال کیے پیا جائے اور اس کا اثر ظاہر ہو، تو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے، کیونکہ کم مقدار زیادہ مقدار پینے کا سبب بنتی ہے۔ لیکن اگر نشہ آور چیز کی معمولی مقدار کو کسی مرکب میں استعمال کیا جائے اور اس کا اثر ظاہر نہ رہے، تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں۔

مثال کے طور پر اگر پانی میں معمولی مقدار میں نجاست گر جائے اور پانی کی اصلیت میں کوئی تغیر نہ آئے، تو پانی پاک ہے، کیونکہ نجاست کا اثر پانی کی اصلیت پر ظاہر اور غالب نہیں آیا۔ اور اگر نجاست گرنے سے تغیر آ جائے، تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے، کیونکہ نجاست کا اثر پانی پر غالب آ گیا ہے۔ اسی طرح اگر الکحل کا اثر یعنی نشہ ادویات یا دیگر اشیا میں غالب ہو جائے، تو حرام ہیں اور اگر غالب نہ ہو، تو حرام نہیں ہیں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ادویات میں الکحل کا اثر غالب نہیں ہوتا، لہٰذا ان کا استعمال جائز ہے۔

اگرچہ الکحل والی ادوایات کا استعمال جائز ہے، مگر مسلمانوں کو چاہیے کہ ان ادویات کا استعمال اس صورت میں کریں، جب کوئی متبادل موجود نہ ہو۔ مسلمان اطباء اور ڈاکٹرز کو بھی

چاہیے کہ الکحل سے پاک ادویات کی تیاری پر زور دیں۔

عطریات وغیرہ میں الکحل کا استعمال:

چونکہ الکحل نشہ آور ہے اور ہر نشہ آور چیز شراب ہے۔ کیا الکحل والے عطر یا پرفیومز کا استعمال جائز ہے؟ اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا شراب نجس ہے یا نہیں۔ جو حکم شراب کا ہوگا، وہی الکحل والے عطریات کا ہوگا۔

شراب حرام ہے، نجس نہیں۔ اس کے نجس ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں۔ اگر جسم یا کپڑے کے کسی حصہ پر لگ جائے، تو کپڑا یا جسم پلید نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر حرام چیز کا پلید اور ناپاک ہونا ضروری نہیں، مگر ہر پلید چیز حرام ہے۔ مثلاً زہر حرام ہے، مگر پلید نہیں، کہ جس جگہ لگ جائے، اسے دھونا ضروری ہو۔

شراب کے نجس نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب اسے حرام قرار دیا گیا، تو صحابہ کرام نے شراب سے بھرے مٹکے مدینہ کی گلیوں میں بہا دیے۔ (بخاری: ۲۴۶۴، مسلم: ۱۹۸۰) اگر یہ نجس ہوتی، تو صحابہ اسے راستوں میں نہ بہاتے اور نبی کریم ﷺ نے منع بھی نہیں فرمایا۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ شراب نجس نہیں ہے، تو الکوحل بالا ولی نجس نہ ہوا، جسم یا کپڑے کو لگ جائے، تو پلید نہیں ہوتا۔ لہٰذا جس عطر اور پرفیوم میں الکوحل ملا ہوا ہو، اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایسا پرفیوم لگا کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال: سودی لین دین کرنے والے سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

جواب: سودی لین دین کرنے والا شخص اگر سود کو حلال سمجھتا ہے، تو وہ ضروریات دین کا منکر ہے، لہٰذا وہ کافر ہے، اس سے تعلقات اُستوار رکھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ سود کو

حرام سمجھتا ہے، مگر سودی لین دین کرتا ہے، تو اس کو وعظ و نصیحت کی جائے، مگر اس سے تعلقات رکھنے میں حرج نہیں۔ دعوت کرے، تو قبول کی جا سکتی ہے۔

سوال: کھانے کے دوران سلام کہنا اور جواب دینا کیسا ہے؟

جواب: سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا مسنون ہے۔ کھانے کے دوران کلام کرنا ممنوع نہیں، لہٰذا سلام کہنا اور اس کا جواب دینا جائز ہے۔

سوال: انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بنائی گئی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: سخت حرام اور ناجائز ہے۔ اسلام کا نقصان ہے۔ ایسی فلمیں بنانا اور دیکھنا انبیائے کرام اور صحابہ کی توہین ہے، اگرچہ ان کی نیت اچھی ہی ہو۔

انبیائے کرام اور صحابہ عظام کی حیات کے مختلف گوشوں کو بیان کرنا چاہیے، تذکیر اور وعظ و نصیحت کرنی چاہیے۔ مگر ان کے کردار کو مووی کی صورت میں پیش کرنا کفریات تک لے جاتا ہے۔ کیا کسی غیر نبی کو نبی کے کردار میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ کسی غیر صحابی کو صحابی کے کردار میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ یہ اداکار اکثر برے لوگ ہوتے ہیں۔

ان فلموں کا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی نبی پر بنائی گئی فلم دیکھی ہو، تو جب اس کے سامنے اس نبی کا نام لیا جائے، یا وہ خود قرآن و حدیث میں اس کا نام پڑھے، تو فطری طور پر اس کے ذہن میں اسی شخص کی شکل آ جاتی ہے، جس نے فلم میں اس نبی کا کردار ادا کیا تھا۔ غیر محسوس انداز میں انسان سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ نبی شاید دیکھنے میں ایسا ہی ہو گا۔

فلم کو مزین کر کے پیش کیا جاتا ہے، تاکہ ناظرین کی توجہ حاصل کی جائے۔ اس کے لیے وہ اس نبی یا صحابی کی زندگی میں ایسی باتیں داخل کر کے دکھاتے ہیں، جو جھوٹ ہوتی ہیں۔ اور نبی کی طرف کسی بھی انداز میں جھوٹ منسوب کرنے پر جہنم کی وعید ہے۔

ان فلموں میں اور بھی کئی قباحتیں اور محرمات ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان فلموں کا مکمل بائیکاٹ کریں، تا کہ ان کی حوصلہ شکنی ہو۔ ورنہ دیکھنے والے جرم میں برابر کے شریک ہوں گے، کیونکہ فلمیں اسی وقت بنتی ہیں، جب ناظرین کی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔

سوال: گانے باجے کا کیا حکم ہے؟

جواب: گانا باجا اور تمام آلات موسیقی حرام اور ناجائز ہیں۔

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے کچھ لوگ زنا، (مردوں کے لیے) ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔''

(صحيح البخاري: 5590)

❁ علامہ غانم بن محمد حنفی رحمہ اللہ (۱۰۳۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهَا كَبِيرَةٌ فِي الْأَدْيَانِ كُلِّهَا .

''آلات موسیقی تمام ادیان میں کبیرہ گناہ ہیں۔''

(مَجمع الضّمانات، ص 132)

❁ علامہ حصکفی حنفی (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

''گانے بجانے کے تمام آلات حرام ہیں۔''

(الدرّ المُختار، ص 652)

سوال: کتنی مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟

جواب: ربع دینار (تین درہم) یا اس سے زائد مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (بخاری: ۶۷۸۹، مسلم: ۱۶۸۴) اس سے کم مالیت کی چوری پر حد نہیں، البتہ حاکم تعزیرا

کوئی سزا دے سکتا ہے۔

(سوال): میرا شوہر مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ میں اس کا آلہ تناسل اپنے منہ میں لوں، کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

(جواب): یہ مطالبہ کوئی سلیم الفطرت اور نفیس الطبع انسان نہیں کرسکتا۔ یہ برائی ہے، بلکہ طبی طور پر کئی مفاسد کا باعث ہے۔ لہٰذا شوہر کی طرف سے ایسا مطالبہ ناجائز ہے۔ یہ قبیح فعل انسان کے دل کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اسلام ہر اس عمل سے روکتا ہے، جو انسان کے دل پر برا اثر چھوڑے۔ یہ کفار کی بری عادات میں سے ہے۔

(سوال): کیا عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنا ضروری ہے؟

(جواب): عورت کے لیے ضروری ہے کہ اجنبی مردوں سے چہرہ ڈھانپے۔ خواہ چادر سے ہو یا برقعہ سے۔ یہی راجح اور اقوی معلوم ہوتا ہے۔

(سوال): سوال کرنا کن کے لیے جائز ہیں؟

(جواب): کسی سے مالی اعانت کا سوال کرنا تین لوگوں کے لیے جائز ہے؛

① مقروض، ② آفت زدہ ③ فاقہ زدہ۔ ان تینوں کے لیے اس صورت میں سوال جائز ہے، جب ان کے پاس اپنی مصیبت دور کرنے کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ نیز جب ان کی ضرورت پوری ہو جائے، تو سوال کرنے سے رک جائیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۴)

(سوال): کیا معافی کے لیے اپنے پاؤں کو ہاتھ لگوانا جائز ہے؟

(جواب): معافی کا مطلب ہے کہ اپنے غلطی کا اعتراف کرنا اور اس پر ندامت کا اظہار کرنا۔ یہ زبان سے ہوتا ہے۔ مگر کسی کو اپنے پاؤں چھونے کو کہنا اور اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ یہ تکبر کی نشانی ہے۔

سوال: کیا قرض لینا جائز ہے؟

جواب: قرض لینا انسانی ضرورت ہے۔ضرورت کے وقت قرض لینے میں کوئی حرج نہیں۔مگر کسی غیر شرعی کام کے لیے قرض لینا جائز نہیں۔قرض حسنہ دراصل سود کا متبادل ہے۔اسلام نے سود کو حرام قرار دیا اور قرض حسنہ، زکوۃ اور عام صدقات کو جاری کیا ہے۔

سوال: حق شفعہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص اپنی غیر منقولہ جائیداد کسی ایسے شخص کو بیچ دے، جو اس کا پڑوسی نہیں ہے، تو شریعت پڑوسی کو حق دیتی ہے کہ وہ اس بیع کو ختم کر کے اتنی ہی قیمت میں خرید سکتا ہے، پڑوسی کے اس حق کو ''حق شفعہ'' کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ اگر پڑوسی ایک بار اس جائیداد کو خریدنے سے انکار کر دے، تو اسے دوبارہ حق شفعہ حاصل نہ ہوگا۔

سوال: انشورنس کرانا کیسا ہے؟

جواب: انشورنس یا بیمہ کرانا حرام ہے۔اس میں سود ہے، نیز جوا اور بیع غرر ہے۔

سوال: انشورنس یا بیمہ والے اداروں میں نوکری کا کیا حکم ہے؟

جواب: انشورنس یا بیمہ سودی لین دین ہے۔سودی کاروبار کی ملازمت جائز نہیں۔

سوال: کیا خرگوش حلال ہے؟

جواب: خرگوش حلال ہے۔اس کے حلال ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم مرِظہران کے پاس سے گزر رہے تھے، وہاں ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا، لوگ اس کے پیچھے بھاگے، مگر تھک گئے۔پھر میں (انس) اس کے پیچھے

بھاگا بالآخر میں نے اسے پکڑ ہی لیا اور سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا، انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کی دونوں رانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں، میں انہیں لے کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو آپ نے انہیں قبول فرما۔“

(صحيح البخاري : 5535، صحيح مسلم : 1953)

سوال: کسی ملازم کی حسن کارکردگی پر اسے ترقی دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، بشرطیکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ ایسے اقدام سے عموماً دیگر ملازمین کو ترغیب ملتی ہے اور وہ اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے ہیں۔

سوال: ہسپتالوں میں مریض جب ڈسچارج ہوتا ہے، تو اس کی کوئی چیز وہیں رہ جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ قیمتی چیز ہے، تو اس تک پہنچا دی جائے، کیونکہ ہسپتالوں میں جب مریض کو داخل کرتے ہیں، تو اس کا اندراج کرایا جاتا ہے، اس کے ذریعہ اس کے گھر تک وہ قیمتی سامان پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر وہ معمولی چیز ہے کہ جس کے گم ہونے سے مالک کو کوئی فرق نہیں پڑتا، تو اس کو استعمال میں بھی لایا جا سکتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط۱۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا مدارس میں عصری تعلیم دی جاسکتی ہے؟

(جواب): عصری تعلیم وقت کی ضرورت ہے، دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا بھی اہتمام ہونا چاہیے، کیونکہ نت نئے دنیاوی مسائل میں شریعت کیا راہنمائی کرتی ہے، یہ ایک عالم دین ہی بتا سکتا ہے اور عالم دین اسی صورت بتا سکتا ہے، جب وہ خود ان مسائل سے بخوبی واقف ہو، نیز عصری تعلیم تبلیغ دین میں ممد اور معاون ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا عصر حاضر میں دونوں علوم کا حسین امتزاج ہونا چاہیے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ مدارس میں بچوں کو اس لیے نہیں لاتے کہ وہاں عصری تعلیم کا بندوبست نہیں، وہ اپنے بچوں کو دنیاوی تعلیم دلوانا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ماحول پیدا ہو کہ دینی و دنیاوی تعلیم کا ایک ساتھ انتظام ہو جائے، تو وہ لوگ بھی اپنے بچوں کو مدارس میں داخل کرائیں گے۔

ویسے بھی علوم وفنون دینی ہوں یا دنیاوی، انسان کی شخصیت کو مزین کرتے ہیں۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ ایک عالم دین جہاں دین کے علوم سے بہرہ مند ہو، وہ دنیاوی فنون میں بھی مہارت تامہ رکھتا ہو۔

❀ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، تو انہوں نے چند دنوں میں وہ زبان سیکھ لی۔ (سنن ابی داود: ۳۶۴۵، وسندہ حسن)

کئی انبیائے کرام علیہم السلام مختلف پیشوں سے وابستہ تھے۔

(سوال): اہل بیت نبی سے کون مراد ہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرف دیگر رشتہ داروں اور قرابت داروں کو بھی ملا ہے

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''قرآنِ کریم میں تدبر کرنے والا جس چیز میں شبہ نہیں کرسکتا، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہیں: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ''اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ آپ سے گناہ دور کر دے اور آپ کو خوب پاک صاف کر دے۔'' سیاق کلام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن والے مفہوم کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اے نبی کی ازواج! اللہ کی آیات وحکم جو آپ کے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں، انہیں یاد کریں۔'' کتاب وسنت کی جو نصوص اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں میں رسول ﷺ پر نازل کرتا ہے، ان پر عمل کریں۔ امام قتادہ سمیت کئی اہل علم نے یہ تفسیر کی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اے نبی کی ازواج! اس نعمت کو یاد کرو، جو خاص آپ کو نصیب ہوئی کہ وحی صرف آپ کے گھروں میں نازل ہوتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس نعمت میں سب سے آگے تھیں، سب سے بڑھ کر اس غنیمت سے فائدہ اٹھانے والی تھیں اور اس بے بہا رحمت کا سب سے زیادہ حصہ پانے والی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وحی رسولِ اکرم ﷺ کی کسی زوجہ کے بستر پر نہیں اتری، سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے، جیسا کہ انہوں نے خود بیان فرمایا۔ وجہ اس خصوصیت کی یہ تھی کہ رسول

اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی باکرہ سے شادی نہیں کی، اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے سوا کسی مرد نے خلوت اختیار نہیں کی، چنانچہ اس امتیاز کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب ہی مناسب تھا۔ اس آیت کے مطابق ازواج النبی ﷺ اہل بیت میں سے ہیں، تو لازم ہے کہ آپ ﷺ کے رشتہ دار بھی اہل بیت میں ہوں، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''میرے گھر والے اہل بیت ہونے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' اس کی ایک مثال صحیح مسلم میں موجود ہے: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قرآن میں جس کے بارے میں ہے، کہ وہ پہلے دن سے تقویٰ پر استوار کی گئی تھی، وہ کون سی مسجد ہے؟ فرمایا میری یہ مسجد ''مسجد نبوی'' ہے۔ حالانکہ یہ آیت تو مسجدِ قباء کے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن جب مسجد قبا پہلے دن سے ہی تقویٰ پر استوار کی گئی تھی، تو مسجد نبوی اس نام کی زیادہ حق دار تھی۔ اہل بیت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 6/415-416)

سوال: درود میں آل سے مراد کون ہیں؟

جواب: درود کے مختلف الفاظ حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اگر درود میں محمد ﷺ کے ساتھ صرف آل کا ذکر ہو، تو وہاں آپ ﷺ کی ازواج اور مؤمن رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ تمام متبعین مؤمنین مراد ہوں گے اور جب آل کے ساتھ ازواج وغیرہ کا الگ ذکر ہو، تو آل سے مراد صرف متبعین ہوں گے۔

سوال: لڑکے اور لڑکی نے زنا کیا، عورت حاملہ ہوگئی، کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح کیا جاسکتا ہے؟

(جواب): اگر دونوں نے رضامندی سے زنا کیا ہے، تو حق یہی ہے کہ ان دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا جائے، کیونکہ برے مرد کا بری عورت اور بری عورت کا برے مرد سے ہی نکاح کرنا چاہیے۔ ان پر توبہ بھی ضروری ہے۔ حالت حمل میں ان کا آپس میں نکاح صحیح ہوگا، کیونکہ بچہ اسی زانی کا ہے، البتہ کسی دوسرے مرد سے شادی تب تک نہیں کر سکتے، جب تک وضع حمل نہ ہو جائے۔

(سوال): کیا ایک شخص کے متعدد جنم ہوتے ہیں؟

(جواب): کفار کا نظریہ ہے کہ ایک شخص جب فوت ہو جاتا ہے، تو اس نے اپنی زندگی میں جیسے اعمال کیے ہوتے ہیں، اس کی روح کو انہی اعمال کے مطابق اچھے یا برے جسم میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ دوبارہ زندہ ہو کر آتا ہے، اسی طرح بار بار وہ مرتا رہتا ہے اور دوبارہ زندہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ پچھلے جنم میں جیسے اعمال کرتا ہے، بدلے میں اس کی روح کو اسی مطابق جسم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اسے عقیدہ تناسخ ارواح کہتے ہیں۔ یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے ایک بار موت دے دیتا ہے، پھر اسے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾ (الزّمر: 42)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک

مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

سوال: کیا عورت کے لیے پنڈلی ڈھانپنا ضروری ہے؟

جواب: پنڈلی عورت کے ستر میں داخل ہے۔ اس کے لیے کسی محرم یا غیر محرم کے سامنے پنڈلی کھولنے کی اجازت نہیں، سوائے شوہر کے۔

سوال: کیا عورت غیر محرم مرد کی طرف دیکھ سکتی ہے؟

جواب: جس طرح مرد کے لیے اجنبی عورت کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنا جائز نہیں، اسی طرح عورت کے لیے بھی اجنبی مرد کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا جائز نہیں۔

سوال: جنگلی کبوتر کے شکار کا کیا حکم ہے؟

جواب: جنگلی کبوتر حلال ہے، کیونکہ یہ ان پرندوں میں سے نہیں ہے، جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں۔ اس کا شکار کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا بے نمازی کو گھر میں رکھ سکتے ہیں؟

جواب: بے نمازی کو گھر میں رکھ سکتے ہیں، بلکہ ممکن ہے کہ نمازیوں کی صحبت سے اسے بھی نصیحت ہو اور وہ نمازی بن جائے۔ البتہ وعظ و نصیحت جاری رکھنی چاہیے۔

سوال: کیا عورت میک اپ کی حالت میں نماز پڑھ سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، پڑھ سکتی ہے، بشرطیکہ میک اپ کا سامان پاک چیزوں سے تیار کیا گیا ہو، نیل پالش لگا کر بھی نماز پڑھ سکتی ہے، مگر وضو پہلے سے کیا ہو، کیونکہ اس سے ناخن پر تہہ بن جاتی ہے، جس سے وضو میں پانی ناخن تک نہیں پہنچتا۔

سوال: کیا جمعہ کے لیے دو اذانیں ثابت ہیں؟

(جواب): جمعہ کی دو اذانیں ثابت ہیں۔ ترتیب میں جو دوسری اذان ہے، عہد نبوی میں یہی اذان کہی جاتی تھی، پہلی اذان سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جاری کی تھی۔

(صحيح البخاري : 912)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸) فرماتے ہیں:

''جب اس (پہلی اذان) کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جاری کیا اور مسلمانوں نے اس (کے جواز) پر اتفاق کر لیا، تو یہ شرعی اذان بن گئی۔''

(الفتاوى الكبرىٰ : 354/2، مجموع الفتاوىٰ : 194/24، التّنبيه على مشكلات الهِداية لابن أبي العزّ : 975/2)

۞ علامہ کرمانی رحمہ اللہ (۷۸٦ھ) فرماتے ہیں:

''اگر آپ کہیں کہ یہ (پہلی اذان) کیسے شرعی اذان ہوئی؟ تو میں کہتا ہوں کہ اس طرح کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا، باقی صحابہ کرام نے سکوت اختیار کی اور اس عمل پر نکیر نہیں کی، تو یوں یہ اجماع سکوتی ہو گیا۔''

(الكواكب الدّراري في شرح صحيح البخاري : 27/6)

(سوال): اذان مسجد میں کہی جائے گی یا مسجد سے باہر؟

(جواب): مسجد میں اذان کہنا جائز ہے، اس سے منع نہیں کیا گیا۔

(سوال): ایک شخص نے چوری کی، اس نے اقبال جرم کر لیا، کیا اس کی اقتدا میں نماز درست ہے؟

(جواب): اگر وہ تائب ہو چکا ہے، تو اس کی اقتدا جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص افاضل صحابہ پر تبرا کرتا ہے، انہیں کافر کہتا ہے، اس نے خود کو سنی ظاہر کر کے ایک لڑکی سے نکاح کیا، پھر اس لڑکی کو بھی تبرا کرنے پر مجبور کیا، لڑکی کے انکار پر

اسے مارا پیٹا، ایسے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): افاضل صحابہ پر تبرا بازی کرنے والا مسلمان نہیں۔ اس پر حجت قائم کی جائے گی، تائب ہو جائے، تو درست، ورنہ وہ کافر ہے۔ شرعی طور پر اس سے نکاح ختم ہو جائے گا۔ مگر ایسی عورت کو چاہیے کہ قانونی طور پر اس شخص سے خلع کا مطالبہ کرے، تا کہ اسے مستقبل میں قانونی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(سوال): جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): صحیح احادیث سے جوتا پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

۞ علامہ منبجی حنفی رحمہ اللہ (٦٨٦ھ) فرماتے ہیں:

''متواتر احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جوتا پہن کر نماز پڑھی۔''

(اللُّباب في الجمع بين السّنة والكتاب :326/1)

جوتا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، ضروری نہیں۔

(سوال): اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قسمیں کیوں اُٹھائی ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کی ہر بات حق اور سچ ہے، وہ اس کے لیے قسمیں اٹھانے کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر اپنی ذات، اپنی صفات اور آیات کی قسمیں اٹھائی ہیں، ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ہی ذات کے ساتھ ہے۔ بعض مقامات پر مخلوقات کی قسمیں بھی اٹھائی ہیں، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں ہیں۔ ان کو عظمت بخشنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے نام کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ یاد رہے کہ غیر اللہ کے نام کی قسمیں اٹھانے کی ممانعت اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا مکلّف نہیں۔ یہ ممانعت انسانوں اور جنات کے لیے ہے، کیونکہ وہ شریعت کے مکلّف ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عرب اپنے کلام میں قسمیں اٹھایا کرتے تھے، تو ان کے انداز کلام کی رعایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بھی کلام میں قسمیں اٹھائیں۔

بہر کیف اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں، خواہ اس کی حکمتیں ہماری سمجھ میں آئیں، یا نہ آئیں۔

سوال: اذان میں نبی کریم ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے پر کوئی دلیل نہیں، اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رُو سے نبیٔ اکرم ﷺ کی توقیر ہوتی، تو صحابہ کرام اور ائمہ عظام ضرور کرتے۔ وہ سب سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کرنے والے تھے۔ کسی ثقہ امام سے اس کا جواز یا استحباب ثابت نہیں، لہٰذا یہ دین نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے پر جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، سب کی سب ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❁ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس بارے میں کوئی بھی مرفوع روایت قطعاً ثابت نہیں۔''

(الأسرار المرفوعة، ص 210)

سوال: مؤذن اذان میں تلفظ کی صحیح ادائیگی نہیں کرتا، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ ایسا جان بوجھ کرتا ہے، تو سخت گناہ گار ہے، اسے اذان سے روک دینا چاہیے۔ اگر جان بوجھ کر نہیں کرتا، تو اذان درست ہے، وہ گناہ گار نہیں، البتہ اسے تلفظ کی درستی کرنی چاہیے، سستی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

سوال: مانع حمل ادویات کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس پر ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ عورت کو چاہیے کہ اولاد جیسی نعمت سے محروم نہ ہو اور مانع حمل ادویات کا استعمال نہ کرے، کیونکہ ایسی ادویات عورت کی صحت کے لیے انتہائی مضر ہیں۔

البتہ اگر معتبر اور صالح ڈاکٹرز تجویز کریں کہ حمل اس عورت کی جان کے لیے خطرہ ہے یا کوئی اور خدشہ ہے، تو اس مجبوری میں اگر عورت مانع حمل ادویات کا استعمال کرنا چاہے، تو کر سکتی ہے۔

(سوال): کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہر لحاظ سے افضل ہیں؟

(جواب): اہل علم کا اتفاق ہے کہ امت کے افضل ترین شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ افضلیت مطلق ہے۔

❀ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اصحاب ثلاثہ پر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی باقی دو پر افضلیت اہل سنت کے ہاں اجماعی واتفاقی ہے، اس بارے میں ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ یاد رہے کہ اجماع قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔''

(الفتاوی الحديثية، ص 113)

صحابہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق افضل ہیں، البتہ دیگر صحابہ کو ایک دوسرے پر جزوی فضیلت حاصل ہے۔

(سوال): ایک شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق برا عقیدہ رکھتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

(جواب): اگر ایک شخص اپنی جہالت کی وجہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے، تو اس

پر اتمام حجت کیا جائے گا، اگر تائب ہو جائے، تو درست، ورنہ وہ سخت گمراہ ہوگا، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

سوال: کیا نامحرم خواتین کو سامنے بٹھا کر وعظ کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر خواتین باپردہ ہوں، تو انہیں سامنے بٹھا کر وعظ کیا جا سکتا ہے۔ (بخاری: ۹۸، مسلم: ۸۸۴) البتہ بے پردہ خواتین کو سامنے بٹھانا جائز نہیں، یہ عمل فتنے سے خالی نہیں۔

سوال: مسلمان کے ذبیحہ کا گوشت کسی کافر کے ہاتھ کسی کی طرف بھیجنا کیسا ہے؟

جواب: باعتماد ہے، تو کافر کے ہاتھ گوشت وغیرہ کسی کی طرف بھیجا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا غیر ضروری سفر میں بھی نمازیں قصر یا جمع کی جا سکتی ہیں؟

جواب: سفر جیسا بھی ہو، نیکی کا ہو، یا گناہ کا، ضروری ہو، یا غیر ضروری۔ ہر صورت میں نمازیں قصر اور جمع کی جا سکتی ہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی صحیح تاریخ ولادت کیا ہے؟

جواب: کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہو سکا کہ نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت کیا ہے۔

سوال: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا﴾ کا معنی ''قسم ہے، اس رخ انور کی، جس کا فیض خاص وعام ہے، قسم ہے، اس رخ جمال کی جس کی شیدا ہر جان ہے۔'' کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ آیات کی معنوی تحریف ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو ہے۔ اہل سنت مفسرین ایسا معنی بیان نہیں کرتے۔

سوال: کیا مسجد میں سویا جا سکتا ہے؟

جواب: مسجد میں سونا جائز ہے۔ (بخاری: ۴۴۰، ۴۴۱)

(سوال): مسجد میں اخبار بینی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): آداب مسجد کے خلاف ہے۔ اخبارات میں عموماً جھوٹ اور بے حیائی پر مبنی تصاویر ہوتی ہے۔ مساجد اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ہیں۔

(سوال): کسی غیر مسلم کمپنی کے ذریعہ حج یا عمرہ کیا جاسکتا ہے؟

(جواب): کمپنی مسلم ہو یا غیر مسلم، اس کی طرف سے حج یا عمرہ کے لیے جایا جاسکتا ہے۔

(سوال): گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا جلوس تعزیہ میں شرکت کی جاسکتی ہے؟

(جواب): تعزیہ میں کئی شرکیات اور محرمات کا ارتکاب ہوتا ہے۔ یہ کفار کی رسومات ہیں۔ کسی بھی مقصد کے لیے ان میں شرکت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

(سوال): ایک شخص نماز کا پابند نہیں، مگر وہ ایک جگہ جمعہ پڑھاتا ہے، اس کے دوست کو معلوم ہے، کیا وہ نمازیوں کو اس کی اصلیت بتا سکتا ہے؟

(جواب): دوست کو چاہیے کہ اس شخص کو سمجھائے اور وارننگ دے کہ اگر آپ نے آئندہ نماز چھوڑی، تو آپ کی اصلیت میں نمازیوں کو بتا دوں گا، تاکہ اسے سدھرنے کا ایک موقع مل سکے، اگر وہ تائب ہو جائے، تو درست، ورنہ وہ نمازیوں کو بتا سکتا ہے۔

(سوال): امام کے بازو پر چوٹ لگی ہے، رفع الیدین نہیں کر سکتا، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(جواب): پڑھی جاسکتی ہے۔

(سوال): کیا حاکم کے علاوہ کوئی اور شخص خطبہ دے سکتا ہے؟

(جواب): اگر حاکم یا امیر شہر عالم دین ہے، تو خطبہ کا حق اسے حاصل ہے، البتہ اگر وہ شریعت کا علم نہیں رکھتا، تو اس کی جگہ کوئی بھی عالم دین خطبہ دے سکتا ہے۔

(سوال): کیا شادی بیاہ کے موقع پر دف بجانا جائز ہے؟

(جواب): خوشی کے موقع پر دف بجایا جاسکتا ہے۔ (بخاری: ۹۸۷، مسلم: ۸۹۲)

(سوال): دولہا کے گلے میں ہار ڈالنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): میری بیوی مسلمان تھی، بعد میں عیسائی ہوگئی، نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مسلمان مرد کا عیسائی عورت سے نکاح جائز ہے۔ لیکن اگر عورت مسلمان تھی، بعد میں عیسائی ہو، تو وہ مرتدہ ہے، ارتداد کی وجہ سے نکاح سے نکل جائے گی۔

(سوال): کیا قربانی کی کھالیں مسجد کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہیں؟

(جواب): قربانی کی کھالیں مسجد کی تعمیر میں نہیں لگانی چاہئیں۔

چرمہائے قربانی اور کھالیں مسکین محتاج کو دی جائیں۔

(صحيح البخاري : 1717، صحيح مسلم : 1317)

نیز اپنے ذاتی استعمال میں بھی لائی جاسکتی ہیں۔

(صحيح مسلم : 1971)

(سوال): کیا قبر میں سوال و جواب کے وقت نبی کریم ﷺ حاضر ہوتے ہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ قبر میں میت کے پاس حاضر نہیں ہوتے، اس معنی پر دلالت کرنے والی کوئی صحیح حدیث ذخیرہ حدیث میں موجود نہیں، صحیح تو کیا ضعیف بھی نہیں ہے۔ سلف صالحین میں اس کا کوئی قائل نہیں رہا، یہ بدعی نظریہ ہے، صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط⑱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نہ بیٹا ہے، نہ والدین۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾(الإخلاص : ٣)

''نہ اس (اللہ) نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا۔''

❀ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾(التّوبة : ٣٠)

''یہود نے کہا، عزیر اللہ کا بیٹا ہے، عیسائیوں نے کہا، مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، یہ پہلے کافروں کی باتوں کی نقالی کرتے ہیں، اللہ ان کو ہلاک کرے، یہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔''

(سوال): کیا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول ہوگا؟

(جواب): سیدنا عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور قرب قیامت نزول فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، صلیب توڑیں گے، عدل وانصاف قائم کریں گے اور

اپنی زندگی گزار کر طبعی موت فوت ہوں گے۔ نزول عیسیٰ پر کتاب وسنت کے دلائل اور اجماع امت ثابت ہے۔

❀ علامہ، ابوعون، محمد بن احمد، سفارینی رحمہ اللہ (1188ھ) فرماتے ہیں:

''امت مسلمہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اجماع کر چکی ہے، اہل شریعت میں سے کسی نے بھی اس امر کا انکار نہیں کیا۔ اس کا انکار صرف ایسے فلسفی اور بے دین لوگوں نے کیا ہے، جن کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس بات پر بھی امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اترنے کے بعد شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے اور آسمان سے کوئی مستقل شریعت لے کر نہیں آئیں گے، اگرچہ انہیں پہلے نبوت مل چکی ہے اور وہ اس صفت سے متصف ہو چکے ہیں۔''

(لوامع الأنوار البَهيّة :1/94- 95)

(سوال): ایک عیسائی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی زندہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی تقریبا دو ہزار سال سے زندہ ہیں، تو ہم انہیں الہ کیوں نہ مانیں، اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

(جواب): اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ نہ کبھی عدم تھا اور نہ کبھی اسے موت آئے گی۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام سیدہ مریم علیہا السلام کے گھر پیدا ہوئے، اس سے پہلے آپ معدوم تھے، پھر زندہ اُٹھا لیے گئے اور قیامت سے قبل نزول فرمائیں گے اور طبعی موت فوت ہوں گے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کچھ مدت کے لیے زندہ ہیں اور اللہ کی نشانی ہیں، جبکہ اللہ ہمیشہ زندہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کا الہ ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

(سوال): قنوت نازلہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قنوت نازلہ مسنون عمل ہے۔ (بخاری: ۱۰۰۱، مسلم: ٦٧٧)، نازلہ کا

مطلب ہے؛ نازل ہونے والی مصیبت، پریشانی، ارضی وسماوی آفت، بیماری اور دشمن کا خوف، امراض اور وبائیں وغیرہ۔ اس لیے ان میں بھی قنوت نازلہ کی جاسکتی ہے۔ قنوت نازلہ کو جنگی حالات کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں۔ قنوت فرائض اور نوافل کی آخری رکعت میں کی جائے۔ سری نمازوں میں بھی کی جاسکتی ہے۔ قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح ثابت ہے۔ اکیلا نمازی بھی قنوت کرسکتا ہے۔ جماعت کی صورت میں مقتدی امام کی دعا پر آمین کہہ سکتے ہیں۔

سوال: حرام عورتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: عورتوں کی حرمت دو طرح ہے؛ ① وقتی و عارضی ② اصلی۔ وہ عورتیں جن سے شروع سے ہی نکاح حرام ہے اور کسی بھی صورت ان سے نکاح نہیں ہوسکتا، وہ اصلی حرمت والی عورتیں ہیں، مثلاً ماں، بہن، بیٹی وغیرہ۔ اور جو عورتیں کسی سبب کی وجہ سے حرام ہیں، کہ جب وہ سبب ختم ہو جائے، تو ان سے نکاح ہوسکتا ہے، مثلاً کسی کی منکوحہ، موجودہ بیوی کی بہن، بیوی کی خالہ، بیوی کی بھانجی، بیوی کی پھوپھی، بیوی کی بھتیجی وغیرہ، اسی طرح اگر بیک وقت چار عورتیں عقد میں موجود ہیں، تو پانچویں عورت سے نکاح جائز نہیں۔ ان میں سبب ختم ہو جائے، تو نکاح جائز ہو جائے گا، مثلاً کسی کی منکوحہ کو طلاق ہو جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے، تو عدت کے بعد اس سے نکاح ہوسکتا ہے، اسی طرح بیوی کو طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے، تو اس کی بہن سے نکاح ہوسکتا ہے، وغیرہ۔

سوال: تقلید کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: تقلید کا مطلب ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف کسی امتی کی بات کو دین کا درجہ دینا۔ یہ کفار کا عمل ہے۔ قرآن کی بیسیوں آیات سے تقلید کا رد کیا گیا ہے، کئی احادیث

اس کی تردید کرتی ہیں۔ اسلاف امت نے تقلید کی مذمت بیان کی ہے۔ اگر اس میں کوئی خیر ہوتی، تو اسلاف امت اس پر عمل کرتے اور اس سے منع نہ کرتے۔

❀ امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ نے شریعت کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اگر ایک امام ایک بات نہیں کہے گا تو وہی دوسرا امام کہہ دے گا۔ تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ امت نے اجماعی طور پر حق کو چھوڑ دیا اور وہ ہمیشہ باطل رہ جائے۔ تو لوگوں کے اعمال کی مصلحت اس میں نہیں ہے کہ وہ ایک ہی امام کے پیرو ہو کر رہیں اور اس کے قول سے انحراف تک نہ کریں، اس سے تقلید کا فساد بھی واضح ہو جاتا ہے اور اسی لئے بادشاہوں اور اہل حل وعقد نے جب دیکھا کہ لوگ تقلید محض پر کاربند ہوتے جا رہے ہیں، اپنے امام کے سوا کسی کی سنتے تک نہیں، تفرقے کا شکار ہو گئے ہیں۔ تو بادشاہ حضرات ہر فرقے سے الگ الگ قاضی مقرر کرنے لگے۔ تاکہ ایک امام کے قول پر رکے رہنے سے کوئی حق ضائع نہ ہو جائے۔ تو ان باشاہوں کے مناسب یہ تھا کہ جب لوگوں کو فرقوں میں بٹتا دیکھتے تو ان کو منع کرتے، لیکن انہوں نے وہ کام کیا، جو الٹا فرقوں کے تعصب پر اصرار کا باعث بن گیا۔ یہ اسلام کے ابتدائی ایام میں نہیں ہوا، بلکہ تقریبا سو برس بعد ہوا، نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی طاقت اللہ ہی کے لئے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : 924/5)

یاد رہے کہ کسی امام کے اجتہاد کو اختیار کرنا تقلید نہیں ہے، مگر اسی میں حق کو منحصر سمجھ لینا تقلید ہے۔ اسلاف امت کے فہم اور تقلید میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ منہج سلف ہی تقلید کا

قلع قمع کر دیتا ہے۔ اسی میں راہ نجات ہے، کیونکہ اسلاف یعنی صحابہ وتابعین اور محدثین سب سے بہتر کتاب وسنت کی تعبیرات سے واقف تھے، ان کا منہج بے تکلف اور کتاب وسنت کے دلائل سے مزین ہے۔

سوال: جو شخص اصحاب ثلاثہ کی خلافت کا منکر ہو، کیا وہ اہل سنت ہوسکتا ہے؟

جواب: اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اصحاب ثلاثہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ جو شخص ان کی خلافت کا منکر ہو، اس سے توبہ کرائی جائے، ورنہ وہ مرتد کافر ہو جائے گا۔

سوال: تقیہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: تقیہ شیعہ مذہب کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ شیعہ تقیہ کو ضروریات دین کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقیہ نہ کرنے والا تارک نماز کی مانند ہے۔ تقیہ کے ذریعہ یہ لوگ اپنے باطن میں کفر محض رکھتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ نفاق کی بری صورت ہے۔

❁ جعفر صادق رحمہ اللہ (۱۴۸ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے:

''دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا، اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔'' (أصول الكافي للكُلَيْني : 217/2)

شیعہ اُصول حدیث کے مطابق یہ قول صحیح ہے۔

❁ شیعہ عالم، ابن بابویہ قمی (۳۸۱ھ) نے لکھا ہے:

''تقیہ واجب ہے، جب تک قائم (شیعہ کا آخری امام) کا خروج نہیں ہوتا، تقیہ کو ترک کرنا جائز نہیں۔ جس نے امام کے خروج سے پہلے تقیہ کو ترک کیا، وہ

اللہ کے دین اور مذہب امامیہ سے خارج ہو گیا اور اس نے اللہ، اس کے رسول اور ائمہ (معصومین) کی مخالفت کی۔" (الاعتقادات، ص 114)

۞ نیز لکھا ہے:

"تقیہ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ واجب ہے، اسے چھوڑنا، نماز چھوڑنے کے مترادف ہے۔" (الاعتقادات، ص 114)

کسی آسمانی مذہب میں جھوٹ جائز نہیں، مگر روافض ایسا فرقہ ہے، جس میں جھوٹ کارِثواب، بلکہ نماز کی طرح فرض و واجب ہے۔

(سوال): مصیبت کے وقت اولیاء اللہ کو پکارنا کیسا ہے؟

(جواب): مصیبت کے وقت غیر اللہ کو مافوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا شرک ہے۔

۞ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (۱۱۲۰ھ) فرماتے ہیں:

"جو اہل ایمان ہیں، ان سے مصیبت کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اسی سے منفعت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جس کی حیثیت نفع پہنچانے اور تکلیف دور کرنے والے کی نہیں، اس سے مدد طلب کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ شرک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو، فرشتہ ہو یا ولی ہو یا کوئی دوسرا ہو، کیونکہ اللہ کے سوا تکلیف دور کرنے پر اور نفع دینے پر کوئی قادر نہیں ہے۔"

(سیف اللّٰه علی من کذب علي أولياء اللّٰه، ص 48)

(سوال): مسنون رکعات تراویح کتنی ہیں؟

(جواب): مسنون رکعات تراویح آٹھ ہیں۔ نبی کریم ﷺ آٹھ رکعت ادا کرتے تھے۔ (بخاری: ۱۱۴۷، مسلم: ۷۳۸) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) پڑھانے کا حکم دیا۔

(الموطّأ للإمام مالك : 138، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 293/1، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 496/2، مشكاة المصابيح : 407/1، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ ابن ہمام حنفی (فتح القدير : 46/81)، **علامہ عینی حنفی** (عمدة القاري : 17/171)، **ابن نجیم حنفی** (البحر الرائق : 62/6)، **ابن عابدین شامی حنفی** (رد المحتار : 1/521)، **ابوالحسن شرنبلالی حنفی** (مراقي الفلاح : 442)، **طحطاوی حنفی** (حاشية الطّحطاوي : 295/1) **وغیرہم نے مسنون رکعت آٹھ ذکر کی ہیں۔**

(سوال): عورت عدت وفات میں ہے، زنا سے حاملہ ہو گئیں، اس کا اقرار بھی کر چکی ہے، تو اس کی عدت کیا ہے؟

(جواب): ایسی عورت وفات والی عدت ہی گزارے گی، یہاں حمل کا اعتبار نہیں، البتہ عدت وفات گزارنے کے بعد آگے شادی کرنے کے وضع حمل ضروری ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھے اور قمیص وغیرہ نہ پہنے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): استطاعت کے باوجود کاندھے ننگے کر کے نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری: ۳۵۹، مسلم: ۵۱۶)

البتہ اگر کوئی کاندھے ننگے کر کے نماز پڑھ لے، تو نماز ہو جائے گی، اس پر اعادہ نہیں۔

(سوال): اگر کسی نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی، کیا وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، پڑھ سکتا ہے۔

سوال: کیا ایک رکعت وتر جائز ہے؟

جواب: وتر ایک، تین، پانچ، سات اور نو رکعت جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ سے ایک رکعت وتر بھی ثابت ہے۔ (بخاری: ۹۹۰، مسلم: ۷۴۹)

❁ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''صحابہ کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ انہوں نے پہلے کوئی نفل پڑھے بغیر ایک وتر ادا کیا۔'' (التّعليق المُمَجّد : 119/1)

سوال: ایک عورت کا شوہر برسوں سے پاگل ہے، اس سے طلاق کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر خاوند طلاق نہیں دے سکتا یا نہیں دیتا اور عورت اس سے جدا ہونا چاہتی ہے، تو خلع کے ذریعہ جدا ہو جائے۔

سوال: روزہ داروں کے سامنے کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شرعی طور پر کوئی ممانعت نہیں۔

سوال: ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ . ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(المستدرك للحاكم : 173/2، ح : 2717، وسندهٗ حسنٌ والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (۷۰۲)، امام ابن حبان (۴۰۸۳)، امام علی بن المدینی (المستدرک للحاکم: ۱۷۰/۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸/۷)، امام محمد بن یحییٰ ذہلی (المستدرک للحاکم: ۱۷۰/۲)، امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المستدرک للحاکم: ۱۷۰/۲)، امام

بخاری (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۷/ ۱۰۸) امام بزار (تحت : ۳۱۱۶) امام ابن منذر (الاوسط : ۸/ ۲۶۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . ''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

(تخريج أحاديث المختصر : 371/2)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(التيسير : 502/2، فيض القدير : 437/6، نظم المتناثر للكتاني، ص 147)

یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

❁ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں، کیونکہ نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ کمال کی نفی۔''

(سُبُل السّلام : 117/3)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن

الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ: ۲۳۴) نے "حسن" جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابوعوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری: ۹/۱۹۱)، امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ: ۷/۱۰۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق: ۲/ ۲۵۵) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے "صحیح" کہا ہے۔

❀ حافظ ابوموسیٰ المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"یہ مشہور، ثابت اور قابل حجت حدیث ہے۔"

(اللّطائف : 556، 586، 606)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے "حسن" کہا ہے۔

(تخريج أحاديث المختصر : 205/2)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"تمام راوی ثقہ اور حافظ ہیں۔" (معرفة السّنن والآثار : 29/10)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، اس بارے میں یہ حدیث عظیم الشان ہے اور بغیر ولی کے نکاح کو باطل قرار دینے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔"

(الكامل لابن عدي : 1115/3، وفي نسخة : 266/3)

(سوال): کیا نذر میں کسی جگہ یا وقت کی قید لگانا درست ہے کہ میں فلاں جگہ صدقہ کروں گا یا فلاں دن صدقہ کروں گا؟

(جواب): کوئی اور قباحت نہ ہو، تو جائز ہے۔

❁ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بُوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کے استھانوں میں سے کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرلو۔ بلاشبہ اللہ کی نافرمانی میں کسی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد: 3313، المُعجم الكبير للطّبراني: 75/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبوی الفاظ یہ ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟

''کیا اس جگہ کوئی بت یا جاہلیت کے میلوں میں سے کوئی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد: 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک صحابیہ نے عرض کیا:

''میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ اس جگہ پر اہل جاہلیت جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ صحابیہ نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلو۔''

(سنن أبي داؤد : 3312، وسندهٗ حسنٌ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جن جگہوں پر شرک اور کفر ہوتا ہو، وہاں جانا اور جائز نذر پوری کرنا بھی ممنوع وحرام ہو جاتا ہے، بلکہ شرک تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ان احادیث میں کسی جگہ نذر کو پورا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے دو سوال پوچھے؛

① کیا وہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے؟

② کیا وہاں مشرکوں کا سالانہ اکٹھ یا میلہ ہوتا ہے؟

دونوں سوالوں کا جواب نفی میں ملنے پر آپ ﷺ نے وہاں نذر پوری کرنے کی اجازت دی۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں مل جاتا تو اس صورت میں اجازت ممکن نہیں تھی، کیونکہ ایسا کرنا آپ ﷺ کی زبانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ کسی جگہ نذر پورا کرنے کے بارے میں یہی نبوی ضابطہ آج بھی برقرار ہے۔

سوال: لاؤڈ اسپیکر پر جماعت کرانا کیسا ہے؟

جواب: لاؤڈ اسپیکر پر جماعت کرانا جائز ہے۔ مگر جس نے مسجد کا قصد نہیں کیا، وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز نہیں پڑھ سکتا۔

سوال: کیا مقتدی کے لیے سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: امام ہو، منفرد ہو، یا مقتدی، ہر ایک کیلئے ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے سورت فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی، وہ نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، مکمل نہیں ہے۔ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے

پیچھے ہوتے ہیں؟ فرمایا: سورت فاتحہ آہستہ سے پڑھیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك :84/1، صحيح مسلم : 395)

سوال: روایت: ''امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔'' کا کیا حکم ہے؟

سوال: روایت: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ (جو امام کی اقتدا میں ہو، تو امام کی قرأت مقتدی کو کافی ہے۔) کی کئی سندیں ہیں، سب ضعیف ہیں۔

① امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث حجاز اور عراق وغیرہ کے اہل علم کے ہاں ثابت نہیں، کیونکہ یہ مرسل اور منقطع روایت ہے۔''

(جزء القراءة، ص 8)

② علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۳ھ) نے اس روایت کو ''ساقط'' قرار دیا ہے۔

(المحلّٰی بالآثار : 273/2)

③ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث ثابت نہیں۔......اس کی کئی سندیں ہیں۔......ان میں کوئی بھی ثابت نہیں۔'' (العِلَل المُتناهية :431/1)

④ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام :377/1)

⑤ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(فتح الباري : 242/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی کئی سندیں صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، ساری کی ساری معلول (ضعیف) ہیں۔''

(التّلخيص الحَبير :569/1)

⑥ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی کئی سندیں ہیں، سب ضعیف ہیں۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 592/2)

⑦ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

''امام دارقطنی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔''

(تَنقيح التّحقيق :155/1)

⑧ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(إعلام المؤقعين : 235/2)

⑨ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(تفسير ابن كثير :109/1، ت سلامة)

⑩ علامہ مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث تمام سندوں سے ضعیف ہے۔''

(فيض القدير : 208/6)

⑪ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه :278/1)

⑫ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) نے اس روایت کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّنویر شرح الجامع الصّغیر : 370/10)

سوال: حدیث: ''جب امام قرأت کرے، تو آپ خاموش رہیں۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا . ''جب امام قرأت کرے، تو آپ خاموش رہیں۔''

(صحیح مسلم معلقًا، تحت الحدیث : 404)

یہ الفاظ غیر محفوظ ہیں۔ راوی کا وہم وتخلیط ہیں۔ علل حدیث کے کبار ائمہ ان الفاظ کو خطا قرار دیتے ہیں۔ بشرطِ صحت ان الفاظ کو فاتحہ کے بعد والی قرأت پر محمول کیا جائے گا۔

سوال: آمین بالجہر کا کیا حکم ہے؟

جواب: جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔ اس کے ثبوت پر متواتر احادیث، آثار صحابہ اور ائمہ محدثین کی تصریحات شاہد ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۹)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

(سوال): کیا جھینگا حلال ہے؟

(جواب): جھینگا سمندری جانور ہے۔ تمام سمندری جانور، جن کی زندگی پانی پر معلق ہو، وہ حلال ہیں۔ ان کا شکار بھی حلال ہے اور اگر مردہ حالت میں مل جائیں، تو بھی حلال ہیں۔ یہ مذبوح کے حکم میں ہیں۔ مچھلی اور ان کا حکم ایک ہے۔ ان سے صرف مچھلی مراد لینا تخصیص بلا دلیل ہے۔ قرآن وحدیث میں سمندر کے مردار کو عام ذکر کیا گیا ہے، سلف کا فہم اس کا مؤید ہے۔

❀ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْبَحْرِ شَيْءٌ إِلَّا قَدْ ذَبَحَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكُمْ .

''سمندر میں زندہ رہنے والی ہر جاندار شے کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ذبح کر دیا ہے۔'' (شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 211/10، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا شریح حجازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ .

''سمندر میں زندہ رہنے والی ہر شے کو ذبح کر دیا گیا ہے۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 228/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا زید بن ثابت رحمہما اللہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہما اس جاندار (کو کھانے) میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے، جسے

سمندر باہر پھینک دے۔''(مؤطأ الإمام مالك : 495/2، وسندہٗ صحیحٌ)

لہٰذا جھینگا حلال ہے، بلکہ یہ مچھلی کی ہی ایک قسم ہے۔

(الصّحاح للجوهري الفارابي : 2351/6، وغیرہ)

سوال: کیا مشکل کے وقت ''یا مشکل کشا علی'' کہنا جائز ہے؟

جواب: مشکل کو دور کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسی کی پکار کی جائے، کیونکہ مافوق الاسباب امداد کے لیے پکار عبادت ہے۔ اللہ کے بجائے کسی اور کو پکارنا شرک ہے۔ کسی نبی یا ولی کو مشکل کشا قرار دینا شرک ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : 14)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن بھی لیں، تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور (اے نبی!) آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❀ علامۃ الہند، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے:﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔نیز فرمایا:﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن:۱۸) (تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔اس آیتِ کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ یہاں استعانت مراد ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الانعام:۴۱) (بلکہ تم [سخت مصیبت کے وقت] اسی [اللہ] کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے)۔''

(حجّة اللّٰه البالغة :185/1)

سوال: کیا پتلون پہن کر نماز جائز ہے؟

جواب: نماز کے لیے لباس ساتر اور پاک ہونا چاہیے۔ پتلون تنگ نہ ہو، کہ اس سے جسم کے خدوخال نظر آئیں، تو اس میں نماز جائز ہے، مگر یہ کوئی اچھا لباس نہیں ہے۔

سوال: کافر کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسان کا جھوٹا پاک ہے، خواہ مسلمان ہو یا کافر۔ اس میں اصل طہارت ہے، ناپاک ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ کافر کے نجس ہونے کا مطلب اس کی معنوی نجاست ہے، نہ کہ حسی یا حقیقی۔

سوال: بندوق سے شکار کا کیا حکم ہے؟

جواب: بندوق سے شکار جائز ہے، ہر دور میں بندوق کی وضع بدلتی رہی ہے۔

(سوال): کیا تانبے کے برتن کا استعمال جائز ہے؟

(جواب): تانبے کا استعمال مرد وعورت سب کے لیے جائز ہے، اس کی ممانعت پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تانبے کے برتن میں وضو کیا۔ (بخاری: ۱۹۷)

(سوال): کیا شہید کی روح دنیا کے کسی درخت پر یا طاق میں آتی ہے؟

(جواب): شہید کی روح جنت میں سبز پرندے کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ جو جنت سے کھاتے پیتے ہیں۔ شہید یا کسی اور کی روح کا دنیا میں لوٹنا بے ثبوت ہے۔

(سوال): پتنگ بازی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پتنگ بازی ناجائز ہے۔ اس میں کئی حوالے سے مضرات اور قباحتیں ہیں۔ جن سے بچنے کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ پتنگ کی ڈور سے ہر سال بیسیوں جانیں چلی جاتی ہیں، کئی پتنگ باز چھت سے گر کر زخمی یا فوت ہو جاتے ہیں، کھیل میں ایسے مگن رہتے ہیں کہ فرائض وواجبات کا کوئی خیال نہیں رہتا۔ قوم کا قیمتی وقت اور پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ اس پر جوا بھی لگتا ہے۔ آلات لہو ولعب کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ چھتوں پر چڑھنے سے بے پردگی بھی ہوتی ہے۔ یہ مہذب قوموں کا کھیل نہیں ہے۔

(سوال): کتا پالنا کیسا ہے؟

(جواب): کتا نجس العین ہے۔ شریعت نے صرف دو مقاصد کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی ہے؛ ① شکار کے لیے ② کھیتی اور مویشی وغیرہ کی حفاظت کے لیے۔

کفار کتوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، ان کو اپنے ساتھ بستر پر سلا لیتے ہیں، بعض کفار کی عورتیں، کتوں سے مقاربت کروا لیتی ہیں۔

یہ کفار ہیں، ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے۔ ورنہ ایک سلیم الفطرت انسان کی طبیعت ان

سے نفور رہتی ہے۔ کفار جن چار چیزوں کو مسلمانوں میں رائج کرنا چاہتے ہیں، ان میں کتا کلچر بھی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ کبھی بھی شوقیہ کتے مت پالیں۔ نہ ہی ان کی خرید وفروخت کریں، نہ ہی کتوں کی لڑائی کرائیں۔ کتا ضرورت کا جانور ہے، مثلاً رکھوالی اور شکار کے کام آتا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ حرام اور نجس العین ہے۔ اس کا گوشت ہڈیاں خون کھال بال اور لعاب سبھی نجس ہیں۔ انسانوں کی بھلائی نبی کریم ﷺ کی نورانی تعلیمات اپنانے میں ہے۔ کتے کے حوالے سے بھی اسلام نے مکمل رہنمائی کی ہے۔ نیز چیتا، شیر اور بندر وغیرہ گھروں میں پالنا جائز نہیں۔

سوال: تیتر اور بٹیر وغیرہ پالنا کیسا ہے؟

جواب: شوقیہ پالنا جائز ہے۔ مگر مقصد ان کو لڑانا یا جوا کھیلنا ہو، تو جائز نہیں۔

سوال: کتے کے شکار کا کیا حکم ہے؟

جواب: کتے سے شکار کرنا جائز ہے۔ اگر کتا شکار کے لیے سدھارا گیا ہو، تو اسے بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑ دیں، اگر وہ شکار کو زخمی کر کے لے آئے، تو اسے ذبح کر لیں، تو وہ شکار حلال ہے۔ بلکہ اگر شکاری کتا شکار کو زخمی کر دے اور شکار ذبح ہونے سے پہلے ہی دم توڑ دے، تو بھی شکار حلال ہے، بشرطیکہ کوئی دوسرا کتا اس میں شریک نہ تھا۔

سوال: ایک مسلمان نے سلام کہا، جواب میں وعلیکم السلام کے بجائے ''آداب'' یا ''بندگی'' یا ''تسلیمات'' کہا یا صرف اپنا ہاتھ ماتھے تک اُٹھالیا، منہ سے کچھ نہیں کہا۔ کیا اس سے سلام کا جواب ادا ہو گیا؟

جواب: سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔ مگر الفاظ مذکورہ سے جواب ادا نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا ضروری ہے۔ محض ہاتھ اُٹھانا بھی ناکافی ہے۔ بلکہ اگر

ہاتھ اُٹھا کر منہ سے کہہ دیا جائے، تو جائز ہے۔

سوال: قوالی کا کیا حکم ہے؟

جواب: قوالی حرام ہے۔ بلکہ اس کا گناہ گانے سے زیادہ ہے، کیونکہ گانے کو اکثر لوگ گناہ سمجھ کر سنتے ہیں، مگر قوالی کو باعث اجر سمجھا جاتا ہے۔ اس میں آلات موسیقی کا استعمال ہوتا ہے۔قوال بدعقیدہ، باطنی صوفی اور فاسق وفاجر ہوتے ہیں۔

❁ فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب میں ہے:

اَلسَّمَاعُ وَالْقَوْلُ وَالرَّقْصُ الَّذِي يَفْعَلُهُ الْمُتَصَوِّفَةُ فِي زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ إِلَيْهِ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهِ وَهُوَ وَالْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيرُ سَوَاءٌ.

''سماع، قوالی اور رقص، جو ہمارے زمانے کے صوفیا کرتے ہیں، حرام ہیں، ان مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور ان میں بیٹھنا جائز نہیں۔قوالی، گانا اور موسیقی کا حکم ایک ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:352/5، فتاویٰ شامی:349/6)

سوال: مزارات پر چراغاں کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبروں اور آستانوں پر چراغ جلانا اور قندیلیں روشن کرنا انتہائی قبیح فعل ہے۔ یہ لغو وعبث کام ہے جو دین میں اضافہ ہے۔ بدعت ایک مجرمانہ ذوق رکھتی ہے، اپنی جنس کو بڑھانا اس کے فرائض منصبیہ میں داخل ہے، ایک بدعت دوسری بدعات کے لئے راہ ہموار کرتی، کفار سے مشابہت کرواتی، مال کو ضائع کرتی اور جانے کیا کیا کچھ کرتی ہے۔ حتی کہ قبروں اور آستانوں پر وہ کام بھی اپنے شائقین سے کرواتی ہے، جو نصاری اپنے

گرجوں اور ہندو اپنے مندروں میں نہیں کرتے۔

❀ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

إِخْرَاجُ الشُّمُوعِ إِلٰى رَأْسِ الْقُبُورِ فِي اللَّيَالِي الْأُوَلِ بِدْعَةٌ .

''مہینے کی ابتدائی راتوں میں قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:351/5)

❀ مزید لکھا ہے:

إِيقَادُ النَّارِ عَلَى الْقُبُورِ، فَمِنْ رُسُومِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْبَاطِلِ وَالْغُرُورِ .

''قبر پر آگ جلانا جاہلیت کی ایک رسم، باطل اور دھوکہ ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:167/1)

سوال: جس نے بھول کر نماز ظہر زوال سے پہلے ادا کر لی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ زوال کے بعد نماز ظہر دوبارہ ادا کرے۔

سوال: طافی کا کیا حکم ہے؟

جواب: مچھلی یا کوئی بھی سمندری جانور مر کر پانی کی سطح پر آجائے، یا پانی اسے کنارے پر پھینک دے، تو اسے طافی کہتے ہیں، یہ حلال ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم نے غزوہ خبط میں شرکت کی، ہمارے امیر سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، ہم بھوک سے دوچار تھے کہ سمندر نے مردار مچھلی باہر پھینک دی، جس کا نام عنبر تھا۔ وہ مچھلی ہم نے تقریبا نصف ماہ کھائی۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی سیدھی کی، (وہ اتنی بڑی تھی کہ) ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔''

(صحيح البخاري : 5493، صحيح مسلم : 1935)

❁ نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

''اسے کھالیں، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے رزق پیدا کیا ہے، اگر کچھ حصہ بچا ہو، تو ہمیں بھی کھلائیے گا، ایک صحابہ نے اس مچھلی کا گوشت پیش کیا، تو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 4362، صحيح مسلم : 1935)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سمندر کے تمام مردار حلال ہیں، خواہ وہ مردار خود بخود مرا ہو، یا شکار سے۔ مچھلی کے حلال ہونے پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 86/13)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

''ایسا نہیں کہا جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بھوک کی وجہ سے) مجبور تھے، اس لیے انہوں نے ضرورت کے تحت وہ مردار مچھلی کھالی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمندر کا پانی خشک ہو گیا ہو یا سمندر نے اسے (زندہ حالت میں) باہر پھینکا ہو۔ کیونکہ صحابی کے الفاظ ہیں: ''سمندر نے ایک مردہ مچھلی باہر پھینکی۔'' اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی لہر نے جو مچھلی ساحل پر پھینکی تھی، وہ پانی میں پہلے ہی مر چکی تھی۔'' (التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 754/5)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مر کر پانی کی سطح پر تیرنے

والی مچھلی کا گوشت کھایا۔''

(سنن الدّارقطني : 4724، سنن أبي داود : 3815[في بعض النُّسخ، كما في الأطراف للمزي : 6602]، وسندهٗ حسنٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مرکر پانی کی سطح پر آنے والی مچھلی کھا سکتے ہیں۔''

(غريب الحديث للحربي : 569/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں بحرین سے واپس آ رہا تھا، جب مقام ربذہ پر پہنچا، تو عراق کے کچھ لوگوں نے، جو احرام کی حالت میں تھے، مجھ سے سوال کیا کہ انہیں ایک شکار ملا ہے، جو مرکر پانی پر تیر رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے اس شکار کو بیچنے اور کھانے کے متعلق سوال کیا، میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ حالت احرام میں اسے بیچ بھی سکتے ہیں اور کھا بھی سکتے ہیں۔ پھر میں مدینہ آیا، تو مجھے اپنے جواب پر کچھ شک سا گزرا۔ تو میں نے یہ قصہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا، انہوں نے پوچھا: آپ نے انہیں کیا حکم دیا؟ میں نے کہا کہ میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس شکار کو بیچ بھی سکتے ہیں اور کھا بھی سکتے ہیں۔ تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے کوئی اور حکم دیا ہوتا، تو آپ کی خیر نہ تھی! گویا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دھمکا رہے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 255/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

’’عبد الرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس جاندار کے متعلق سوال کیا، جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے، تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا جاندار کھانے سے منع کر دیا۔ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: (بعد میں) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے اور مصحف منگوایا اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ’’تمہارے فائدے کے لیے سمندر کا شکار اور کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔‘‘ پھر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے عبد الرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ سمندر کے باہر پھینکے جاندار کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔‘‘

(مؤطأ الإمام مالك: 494/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا صحابی کو اپنے ذات کے وسیلہ سے دعا کرنے کر حکم دیا تھا؟

جواب: سیدنا عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض گزار ہوئے: آقا! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے شفا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہیں تو صبر کر لیں، وہ آپ کے لیے بہتر ہو گا۔ عرض کیا: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اچھی طرح سنوار کر وضو کرنے اور پھر دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا کرنے کا حکم دیا:

أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّي مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰى رَبِّكَ أَنْ يَّكْشِفَ لِي عَنْ بَصَرِي،

أَللّٰهُمَّ! شَفِّعْهُ فِيَّ وَشَفِّعْنِي فِي نَفْسِي .

''اللہ! میں تجھ سے نبی رحمت محمد ﷺ کی دعا کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، اے محمد ﷺ! میں آپ کی دعا کے وسیلے سے اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میری نظر لوٹا دے، یا اللہ! تو میرے بارے میں اپنے نبی کی اور میری سفارش قبول فرما۔''

واپس آئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی تھی۔''

(مسند أحمد : 138/4، سنن الترمذي : 3578، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 659، سنن ابن ماجه : 1385، مسند عبد بن حميد : 379، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب'' اور امام ابن خزیمہ (1219) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابو اسحاق نے کہا ہے کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔ امام حاکم (313/1) نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ (دلائل النبوۃ: 167/6) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

بعض نے اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے وسیلہ کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا یہ استدلال باطل، کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ اس شخص نے نبی کریم ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں دعا کر دیتا ہوں، اگر دعا نہ کرائیں اور بیماری پر صبر کریں تو بہتر ہے، لیکن صحابی مذکور نے آپ کی دعا کو ترجیح دی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں دعا و سفارش فرما دی۔ انہیں اچھی طرح وضو کا حکم دیا، پھر دو رکعت نماز کا کہا اور انہیں دعا کے الفاظ بھی سکھا دیئے،

انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے حق میں دعا بھی کر دی اور کہا: یا اللہ! تو میرے بارے میں اپنے نبی کریم ﷺ کی اور خود میری دعا وسفارش قبول فرما۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کا ذکر تک نہیں بلکہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی دعا وسفارش کا وسیلہ پیش کرنے کا ذکر ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''نابینا صحابی والی حدیث میں ان کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس میں یہ بات بڑی واضح ہے کہ صحابی نے نبی ﷺ کی دعا اور سفارش کا وسیلہ اختیار کیا تھا۔''

(قاعدة جليلة في التوسّل والوسيلة، ص 64)

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں یا وفات کے بعد کسی صحابی یا تابعی سے آپ کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا قطعاً ثابت نہیں۔ اس طرح کے کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس عمل پر کتاب وسنت سے دلیل پیش کریں۔

❀ ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نابینا صحابی کو یہ دُعا سکھائی:

أَللّٰهُمَّ! فَشَفِّعْنِي فِي نَفْسِي، وَشَفِّعْ نَبِيِّي فِي رَدِّ بَصَرِي .

''اللہ! میری اور میرے نبی کی سفارش قبول فرما کر میری بصارت لوٹا دے۔''

❀ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ، فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ .

''حاجت ہو، تو اسی طرح کریں۔''

(تاريخ ابن أبي خيثمة (قاعدة جليلة في التوسّل والوسيلة لابن تيميّة، ص 102)، مسند الإمام أحمد : 138/4، مختصرًا، وسندهٗ حسنٌ)

یہ روایت بالکل صریح ہے کہ نابینا صحابی کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعا وسفارش کا وسیلہ اختیار کرنے کی ہدایت کی تھی، نہ کہ اپنی ذات کا۔ مراد یہ تھی کہ اگر کوئی اور پریشانی ہو تو میرے پاس آئیں اور دعا کرانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو میری دعا کا وسیلہ دیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے گا۔ یہ سلسلہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی تک محدود تھا، کیونکہ آپ زندگی میں ہی حاجت مندوں کے لیے دعا فرماتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کو آپ کا وسیلہ پیش نہیں کیا۔

تنبیہ:

ایک شخص سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی ضرورت لے کر آتا تھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (مشغولیت کی وجہ سے) اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے، اس کی ضرورت میں غور نہ فرماتے۔ وہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے شکایت کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: لوٹا لائیں، وضو کریں، پھر مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھیں، پھر کہیں:

اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي أَتَوَجَّهُ إِلٰى رَبِّي، فَيَقْضِيَ حَاجَتِي .

''یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور نبی رحمت محمد ﷺ کی دعا کا وسیلہ اختیار کرتا ہوں۔ اے محمد! میں اللہ سے آپ کی دعا کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، وہ میری ضرورت پوری کر دے۔''

پھر اپنی ضرورت اللہ کے سامنے رکھیں، اس کے بعد میرے پاس آجائیں تاکہ

میں آپ کے ساتھ چلوں۔اس شخص کی ضرورت پوری ہوئی۔عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہی دعا نابینا صحابی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی،تو ان کی بینائی لوٹ آئی۔''

(التّاريخ الكبير للبخاري : 210/6، العِلَل لابن أبي حاتم : 190/2، المُعجم الكبير : 30/9، ح : 8311، المُعجم الصّغير : 183/1، الدعاء للطّبراني : 1282/1، ح : 1050، معرفة الصّحابة لأبي نُعَيم : 4/1959-1960، ح : 4928)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے،عبداللہ بن وہب مصری یہ روایت اپنے استاذ شبیب بن سعید حبطی (ثقہ) سے کر رہے ہیں اور خود شبیب بن سعید اپنے استاذ روح بن القاسم سے کر رہے ہیں۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شبیب کے پاس امام زہری رحمہ اللہ کی روایات پر مشتمل ایک نسخہ ہے، جسے وہ بواسطہ یونس،زہری سے بیان کرتے ہیں اور وہ مستقیم احادیث ہیں۔تاہم ابنِ وہب نے اس سے منکر احادیث بیان کی ہیں۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال لابن عدي : 31/4)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کے بیٹے احمد کی اس سے بیان کردہ روایات صحیح ہیں، البتہ ابن وہب سے مروی روایات میں خرابی ہے۔''

(تقريب التّهذيب : 2739)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''اس سے ابن وہب نے منکر احادیث بیان کی ہیں،لگتا ہے مصر آنے کے بعد

حافظے سے روایات بیان کرنے لگا تھا اور غلطیاں کرنے لگا۔''

(هُدَى السّاري، ص 409)

یہ روایت بھی شبیب بن سعید سے عبداللہ بن وہب مصری بیان کر رہے ہیں۔ یہ جرح مُفَسَّر ہے، لہٰذا روایت ''ضعیف'' اور ''منکر'' ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ شبیب بن سعید جب مصر گیا، تو وہاں اس نے اپنے حافظہ سے احادیث بیان کیں، جن میں وہ غلطی اور وہم کا شکار ہو گیا۔

سوال: روایت: إِذَا أَرَادَ عَوْنًا فَلْيُنَادِ : أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللّٰهِ بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: اس حوالے سے دو روایات ملتی ہیں، دونوں ضعیف ہیں۔

① سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سواری جنگل بیابان میں بھاگ جائے، تو یوں آواز دیں: اللہ کے بندو! میری سواری پکڑ دو، اللہ کے بندو! میری سواری پکڑ دو، اللہ کے بہت سے بندے (فرشتے) زمین میں ہوتے ہیں، وہ سواری پکڑ دیں گے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 217/10، ح : 10518، واللّفظ لهٗ، مسند أبي يعلٰى : 177/9، ح : 5269، عمل اليوم واللّيلة لابن السّنّي : 509)

تبصرہ:

سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے۔

① معروف بن حسان ضعیف وغیر معروف ہے۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 323/8)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 325/6)

② قتادہ بن دعامہ کا عنعنہ ہے۔

③ سعید بن ابی عروبہ ''مدلس'' اور ''مختلط'' ہیں۔

④ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ غریب حدیث ہے، اسے ابن السنی اور طبرانی نے بیان کیا ہے، سند میں ابنِ بریدہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔''

(شرح الأذكار لابن علان : 150/5)

ابن السنی کی سند میں ابنِ بریدہ اور سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان عَنْ أَبِیهِ کا واسطہ ہے، یہ ناسخ کی غلطی ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس سند کو منقطع قرار دیا ہے۔
دوسرے یہ کہ یہی سند مسند ابی یعلی کی بھی ہے، لیکن مسند ابی یعلی میں بھی یہ واسطہ مذکور نہیں، لہٰذا اس کا منقطع ہونا واضح ہے۔

② ابان بن صالح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جانور یا اونٹ صحرا میں بھاگ جائے اور دکھائی نہ دے رہا ہو، تو یوں کہیں: اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ تو جلد ہی اس کی مدد کی جائے گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 132/7)

سند ''ضعیف'' ہے۔

ا۔ ابان بن صالح صغار تابعین میں سے ہیں اور براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا روایت معضل (منقطع) ہے۔

۲۔ محمد بن اسحاق ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

③ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی چیز گم ہو جائے یا مدد کی ضرورت ہو اور آپ ایسی جگہ میں ہوں، جہاں کوئی مددگار نہ ہو، تو کہیے: اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں، جنہیں ہم دیکھ نہیں سکتے۔ یہ تجربہ ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 17/117-118)

روایت ''ضعیف'' ہے۔

① حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ لَمْ يُدْرِكْ عُتْبَةَ .

''زید بن علی نے عتبہ کا زمانہ نہیں پایا۔'' (مَجمع الزّوائد : 10/132)

② شریک بن عبد اللہ قاضی کی تدلیس اور اختلاط بھی ہے۔ ان کے بیٹے عبد الرحمٰن بن شریک کا ان سے اختلاط سے قبل احادیث روایت کرنا ثابت نہیں۔

معجم کبیر کے مطبوعہ نسخہ میں عبد الرحمٰن بن سہل ہے، یہ تصحیف ہے۔ درست عبد الرحمٰن بن شریک ہے، کیونکہ احمد بن یحییٰ صوفی کے شیوخ میں عبد الرحمٰن بن شریک ہے، نہ کہ ابن سہل۔

تنبیه:

مذکورہ احادیث بلحاظِ سند ''ضعیف'' ہیں۔ البتہ عباد اللہ سے مراد فرشتے لیے جائیں، تو صحیح حدیث سے ان کی تائید ہو جائے گی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زمین میں حفاظت والے فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں، جو درختوں کے گرنے والے پتے لکھتے ہیں۔ ویرانے میں چلتے ہوئے پاؤں میں موچ آ جائے، تو کہیں: اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔''

(كَشْف الأستار عن زوائد البزّار : 3128/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اللہ کے بندوں سے مراد فرشتے ہیں۔ ان کے ساتھ مسلمان جنوں اور ان اولیاء و صالحین کو ملانا جنہیں غیبی لوگ کہا جاتا ہے، جائز نہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو گئے ہوں۔ ان جنوں اور انسانوں سے مدد طلب کرنا واضح شرک ہے کیونکہ وہ پکارنے والے کی پکار نہیں سن سکتے۔ اگر سن بھی لیں تو جواب دینے یا حاجت روائی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ، إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر: 13-14) ''جنہیں مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک غلاف برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ انہیں پکارو، تو وہ پکار نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں، تو مراد پوری نہیں کر سکتے اور روز قیامت تمہارے شرک سے لاعلمی ظاہر کریں گے، آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة : 111/2، ح : 655)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): مساجد میں دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مساجد میں دنیاوی باتیں کی جاسکتی ہیں۔ خیر کی بات ہر وقت، ہر جگہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): حرام مال مسجد یا مدرسہ پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): حرام مال جس کا حق غصب کر کے حاصل کیا گیا ہے، اسے واپس کرنا چاہیے، اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو مساجد و مدارس پر بھی خرچ ہو سکتا ہے۔

(سوال): مرتد کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو اسلام سے نکل جائے یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر دے، وہ مرتد ہے۔ اس کی سزا قتل ہے۔ اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، نیز اس سے تجارت و لین دین کرنا بھی جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ.

''جو اپنے دین (اسلام) کو بدلے، اسے قتل کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 3017)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ دو مقبول گواہ کسی کے مرتد ہونے پر گواہی دے دیں، تو اگر

وہ اسلام کی طرف نہ پلٹے، تو ان کی گواہی سے اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔''

(الإجماع : 725)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''جو دین سے مرتد ہو جائے، اس کا خون مباح ہے، اس کی گردن ماری جائے گی۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔''

(التّمهيد : 306/5)

(سوال): بعض لوگ اس طریقہ سے خیرات کرتے ہیں کہ اپنی چھتوں پر چڑھ کر روٹیاں یا کھانے کی چیزیں نیچے پھینکتے ہیں اور نیچے لوگ اسے لوٹتے ہیں، دھکم پیل بھی ہوتی ہے، کھانا نیچے بھی روندھا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا کرنا درست نہیں۔ کوئی مہذب معاشرہ ایسا نہیں کر سکتا۔ لوگوں سے جانوروں جیسا سلوک اور کھانے کا ضیاع!! یہ نیکی نہیں، گناہ ہے۔

(سوال): قبر پر تین دن تک کسی سے اجرت پر قرآن خوانی کرانا کیسا ہے؟

(جواب): قریب الموت، میت اور قبر پر قرآن پڑھنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین کی زندگیوں میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ زندوں کی دعا فوت شدگان کو فائدہ دیتی ہے۔ قرآن خوانی کے ثبوت پر شرعی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دین میں اختراع ہے۔

(سوال): قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ (بخاری: ۵۷۳۷)

(سوال): کیا بیماری متعدی ہوتی ہے؟

(جواب): بیماری متعدی ہوتی ہے، جن احادیث میں نفی وارد ہے، ان سے مراد جاہلی

عقائد کی نفی مقصود ہے، وہ یہ کہ بیماری بذات خود متعدی ہوتی ہے، جبکہ صحیح یہ ہے کہ بیماری متعدی ہوتی ہے، لیکن اللہ کی مشیت وارادہ سے۔ اللہ چاہے، تو بیمار سے تندرست کو لگا دے، چاہے نہ لگائے۔

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اسباب کا انکار کرنے والے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس میں تقدیر کا اثبات ہے اور یہ کہ تمام اسباب کو فاعل اول کی طرف لوٹایا جائے، کیونکہ اگر ہر سبب کو اس سے ماقبل سبب کی طرف لوٹایا جائے، تو اسباب میں تسلسل لازم آئے گا، جو کہ ممتنع ہے، لہذا نبی کریم ﷺ نے یہ فرما کر اس تسلسل کی نفی کر دی: ''پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی؟'' کیونکہ اگر پہلے اونٹ کو خارش بیماری متعدی ہونے سے لگی ہے، تو اس سے پچھلے کو بھی متعدی ہونے سے ہی لگی ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں ہوگی، تو ممنوع تسلسل لازم آئے گا۔''

(إعلام الموقعين : ٣٠٢/٤)

✿ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں متعدی بیماری کے موثر ہونے کا اثبات کیا گیا ہے، لیکن اس کا موثر ہونا حتمی معاملہ نہیں ہے کہ اس کو کسی چیز کی علت سمجھ لیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھاگنے کا حکم دیا ہے، نیز یہ حکم دیا ہے: ''بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لایا جائے۔'' یہ اس لئے ہے کہ بیماریوں کے اسباب سے بچا جا سکے، اس لئے نہیں کہ اسباب بجائے خود تاثیر رکھتے ہیں۔ اسباب خود کوئی تاثیر نہیں رکھتے، لیکن ہم ان سے اس لئے اجتناب کرتے ہیں کہ کسی بیماری

کے آنے کا ربط نہ بن جائیں۔فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔'' تو یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعدی بیماری کی تاثیر کا انکار کیا ہے، کیونکہ امر واقعہ اور دیگر احادیث اس بات کا بطلان کرتی ہیں۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی چیز متعدی نہیں ہوتی۔تو ایک شخص کہنے لگا: کبھی اونٹ بالکل صحیح ہوتا ہے، ہرن کی طرح، پھر اس کے پاس ایک خارشی اونٹ آتا ہے، تو اسے بھی خارش لگ جاتی ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگائی تھی؟'' یعنی پہلے اونٹ پر مرض بغیر کسی تعدی کے اللہ کی جانب سے اتری تھی، اسی طرح اس نے دوسرے اونٹ میں اللہ کے حکم سے ہی نفوذ کیا۔کسی بیماری کا سبب بسا اوقات معلوم ہوتا ہے اور بسا اوقات معلوم نہیں ہوتا۔پہلے اونٹ کو خارش لگی، اس کا کوئی معلوم سبب نہیں تھا، یہ اللہ کی تقدیر سے ہوا اور دوسرے کو خارش لگنے کا سبب معلوم ہے، لیکن اللہ چاہے، تو دوسرے اونٹ کو خارش نہیں بھی لگتی۔اسی لئے کبھی ایک اونٹ کو خارش لگتی ہے، پھر وہ صحت مند بھی ہو جاتا ہے۔مرتا بھی نہیں۔اسی طرح طاعون اور ہیضہ وغیرہ متعدی امراض ہیں، ایک گھر میں داخل ہوتے ہیں، بعض بندے مر جاتے ہیں، بعض کو کچھ نہیں ہوتا، وہ سلامت رہتے ہیں، تو انسان کو اللہ پر اعتماد اور توکل کرنا چاہیے۔''

(القَول المُفيد شرح كتاب التّوحيد، ص 565-566)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

''اہل عرب ہر فعل پر کسی سبب کا وہم پال لیتے تھے۔ جیسا کہ وہ سمجھتے تھے کہ بارش ستاروں کا فعل ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کا رد کر دیا، فرمایا: ''کوئی بیماری (فی نفسہ) متعدی نہیں ہوتی۔'' اس سے آپ ﷺ کی مراد تھی کہ ایسے معاملات کو تقدیر کے سپرد کیا جائے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا تھا: ''پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی؟'' آپ ﷺ نے ایسے علاقے میں جانے سے منع فرمایا، جس میں طاعون کی وبا پھیل چکی ہو، تاکہ یوں نہ ہو کہ انسان سبب کے پیچھے پڑا رہے اور خالقِ سبب کو بھول جائے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسند میں روایت آ رہی ہے: ''بیمار جانور کو صحت مند جانوروں کے پاس نہ لایا جائے۔'' (نیز فرمایا:) ''کوڑھ زدہ آدمی سے اس طرح بھاگیں، جیسے آپ شیر سے بھاگتے ہیں۔'' پھر کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان مریض کے ساتھ رہتے ہوئے اس ہوا کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے مریض بیمار ہوا، تو اللہ تعالیٰ کبھی اس سبب کو عمل میں لاتے ہیں اور کبھی باطل کر دیتے ہیں۔''

(كَشف المُشكِل من حديث الصّحيحين : 2/472)

سوال: تمباکو کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب: تمباکو نوشی جائز نہیں۔ یہ مضرِ صحت ہے۔ پیسے کا ضیاع ہے۔ منہ سے بدبو آتی ہے، جو دوسروں کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اس میں کئی ہلاکت خیزیاں ہیں۔

سوال: کیا قادیانی کا ذبیحہ حلال ہے؟

جواب: قادیانی کافر مرتد ہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔

(سوال): اگر مسلمان بکرا ذبح کرے، باقی گوشت پوست غیر مسلم یا کافر بنائے، تو کیا ایسا گوشت کھانا حلال ہے؟

(جواب): جی ہاں، حلال ہے، ذبح کا اعتبار ہوگا، نہ کہ گوشت پوست کا۔

(سوال): کیا بیٹے کے لیے اپنے والدین کی خدمت ضروری ہے؟

(جواب): بیٹے کے لیے اپنے والدین کی خدمت کرنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنا ضروری ہے، خصوصاً جب وہ بوڑھے ہو جائیں۔

(سوال): روافض کی مجلس میں جانا اور مرثیہ سننا کیسا ہے؟

(جواب): روافض کی مجالس گناہ کی مجالس ہیں۔ ان میں جانا اور بیٹھنا جائز نہیں۔ جو مرثیے روافض پڑھتے ہیں، یہ سراسر جھوٹ ہوتے ہیں، ان کو سننا جائز نہیں۔

(سوال): لمبے بالوں کا کیا حکم ہے؟

(جواب): زلفیں مستحب سنت ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے لمبے بال تھے، جو کم سے کم کانوں کی لو تک اور زیادہ سے زیادہ شانوں تک ہوتے تھے۔ کندھوں سے نیچے بال رکھنا جائز نہیں۔

(سوال): بعض قصاب اجرت میں جانور کا گوشت لیتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قربانی کے جانور کا گوشت، سری پائے اور کھال یا چمڑا وغیرہ قصاب کو بطور اجرت دینا اور اس کے لیے لینا ممنوع ہے۔ (بخاری: ۱۷۱۷)

(سوال): کیا کسی طوائفہ کے بیٹے کو امام بنایا جا سکتا ہے، جبکہ اس میں شرائط امامت پائی جائیں؟

(جواب): اگر وہ امامت کے لائق ہے، تو اسے امام بنانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

(سوال): ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دعوت ولیمہ سنت ہے اور اسے قبول کرنا واجب ہے۔ (بخاری: ۵۱۷۷، مسلم: ۱۴۳۲) البتہ اگر ولیمہ میں کوئی شرعی امور، مثلاً میوزک، ڈانس وغیرہ، ہو، ایسے ولیمہ میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ عمومی دلائل کا یہی تقاضا ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات براق پر سوار ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ لیا تھا کہ روز محشر ہر مسلمان کی قبر پر ایک براق کھڑا ہوگا، جو اسے میدان محشر تک لے جائے گا؟

(جواب): بے حقیقت ہے، اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔

(سوال): معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے؟

(جواب): اس میں رطب و یابس ہے۔ اس پر اعتماد نہیں۔

(سوال): سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ روز محشر برہنہ ظاہر ہوں گی...... کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ جھوٹ محض ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ معراج میں عرش الٰہی پر نعلین مبارک کے ساتھ گئے؟

(جواب): جھوٹ ہے۔

(سوال): کیا کسی پیر کی بیعت کرنا جائز ہے؟

(جواب): شرعی بیعت نبی یا خلیفہ کی ہوتی ہے۔ البتہ کوئی عالم کسی عامی سے پختہ عہد و وعدہ لیتا ہے کہ آپ نماز نہیں چھوڑیں گے، وغیرہ، تو یہ جائز ہے۔

مگر مروجہ بیعت کا کوئی ثبوت نہیں۔ کسی تابعی کا صحابی کی بیعت کرنا، کسی تبع تابعی کا

تابعی کی بیعت کرنا ثابت نہیں۔اسی طرح ائمہ مسلمین میں سے کوئی بھی بیعت کا قائل نہیں۔ بیعت کے سلسلے جائز اور ثابت نہیں، جیسے بعض اہل بدعت اپنے آپ کو قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی، وغیرہ جیسے سلسلوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، یا خانقاہوں سے وابستہ لوگوں کے ہاتھ پر بیعت ہوتے ہیں، وغیرہ۔ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ میں فلاں صاحب کا بیعت ہوں، میں نے ان کی مریدی کا طوق اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

سوال: احتیاطی ظہر کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایجاد دین ہے۔ بعض کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا، مگر پھر بھی بعض مجبوریوں کی بنا پر جمعہ پڑھتے ہیں اور تلقین کرتے ہیں کہ اس جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی نماز پڑھ لی جائے، کہ شاید جمعہ نہ ہوا ہو۔

یاد رہے کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے۔ قرآن کے عموم اور آثار سلف سے ثابت ہے۔

سوال: دو کافر بھائی اپنے باپ کے وارث بنے، بعد میں ایک بھائی مسلمان ہو گیا، تو کافر بھائی مسلمان بھائی سے کہتا ہے کہ تمہارا اس ورثہ میں کوئی حق نہیں، تم اپنا دین بدل چکے ہو، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان بھائی اپنے حصے کا مالک ہے، کیونکہ جب وہ مالک بنا تھا، اس وقت کافر ہی تھا، بعد میں مسلمان ہوا۔ مسلمان ہونے سے اس کا حق ختم نہ ہوگا۔ البتہ اسلام لانے کے بعد آئندہ کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کوئی کافر اس کا وارث بنے گا۔

سوال: قبرستان کے گرد چاردیواری کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، اس میں قبروں کی حفاظت ہے۔

سوال: قبرستان میں درخت لگانا کیسا ہے؟

(جواب): اگر قبر والے کو سایہ دینا مقصد ہے، تو بدعت اور بدعقیدگی ہے۔ اگر آنے جانے والوں کو سایہ دینا مقصود ہے، تو جائز ہے۔

(سوال): نوافل میں زیادہ رکعات پڑھنا افضل ہے یا لمبا قیام؟

(جواب): لمبا قیام کرنا افضل ہے۔(مسلم:۷۵٦)

(سوال): کیا اس نیت سے قیام کو بڑھانا جائز ہے کہ کوئی شخص یا بعض اشخاص رکعت میں شامل ہو جائیں، کہ وہ آنے والے ہوں؟

(جواب): اگر معلوم ہو کہ وہ قریب ہیں، تو قرأت لمبی کی جا سکتی ہے۔(مسلم:۴۵۴)

(سوال): جس نماز میں ٹھہراؤ نہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز میں ٹھہراؤ اور طمانیت واجب ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر ٹھہراؤ مثلاً جلدی سے رکوع یا قومہ یا سجدہ کرے کہ صحیح طور پر ادا نہ ہو، تو اس پر نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

(سوال): کیا خطبہ جمعہ میں اشعار پڑھے جا سکتے ہیں؟

(جواب): اچھے اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): زوال کے وقت قرآن پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ زوال کے وقت صرف مطلق نوافل ممنوع ہیں، باقی اعمال خیر جائز ہیں، بلکہ سببی نوافل بھی جائز ہیں، جیسے تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد وغیرہ۔

(سوال): چرس، افیون، بھنگ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): چرس حرام ہے۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، افیون اور بھنگ کا بھی یہی حکم ہے۔

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''چرس کے حرام ہونے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ:10/11)

علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) نقل کرتے ہیں:

''قرافی اور ابن تیمیہ نے حشیش کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 459/6، قرة عين الأخيار : 15/7)

سوال: جماعت کھڑی تھی، پاس سے ایک شخص گزرا، اسے کہا گیا کہ نماز پڑھ لیجئے، کہنے لگا: میں نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے۔ نماز اور نمازیوں کا استخفاف ہے۔ ایسا شخص اگر توبہ کر لے، تو درست، ورنہ کافر مرتد ہے۔

سوال: ایام حمل میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: دوران حمل طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کی عدت وضع حمل ہے۔

(سورت طلاق:۴)

سوال: اذان کے بغیر یا غلط اذان سے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بغیر اذان کے نماز پڑھ لی، تو درست ہے اور اگر اذان میں غلطی ہو گئی، تو بھی نماز درست ہے۔ دونوں صورتوں میں اعادہ نہیں۔

سوال: کیا نابالغ اذان دے سکتا ہے؟

جواب: نابالغ کی اذان درست ہے۔ جب نابالغ امام بن سکتا ہے، تو مؤذن بالاولی بن سکتا ہے۔

سوال: ایک انسان نے سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد سگریٹ یا حقہ پی لیا، یہ سمجھ کر کہ ابھی وقت باقی ہے، اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سگریٹ اور حقہ ناجائز ہے۔ مگر شک کی بنا پر ایسا ہوا، لہٰذا روزہ درست ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): پیتل اور کانسہ کی انگوٹھی پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مرد کے لیے پیتل اور کانسہ کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، اس کے عدم جواز پر کوئی صحیح حدیث نہیں۔ لہٰذا یہ پہن کر نماز درست ہے۔

(سوال): کیا مرد کے لیے سونے یا چاندی کے بٹن لگانا جائز ہے؟

(جواب): جی ہاں، بٹن کی حد تک جائز ہے۔

(سوال): کیا کوئی امام ظہر کی پہلی سنتیں پڑھے بغیر امامت کرا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، کرا سکتا ہے۔ اسے چاہیے کہ بعد میں ادا کر لے۔

(سوال): کیا نماز کے لیے سوئے ہوئے شخص کو جگانا جائز ہے؟

(جواب): جی ہاں، بلکہ ضروری ہے۔ (بخاری: ۵۹۵)

(سوال): اقامت کھڑے ہو کر سننی چاہیے یا بیٹھ کر؟

(جواب): مقتدی کب کھڑے ہوں؟ اس مسئلہ میں وسعت ہے،

① امام کے آنے کا یقین ہو، تو پہلے بھی کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔

② قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ کے الفاظ سن کر کھڑا ہو سکتا ہے۔

③ اقامت مکمل ہونے کے بعد بھی کھڑا ہونا درست ہے۔

❁ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اقامت کہہ دی جائے، تو مجھے دیکھے بغیر کھڑے نہ ہوں۔''

(صحيح البخاري : 637، صحيح مسلم : 604)

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سورج ڈھلتا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان کہتے، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے، آپ رضی اللہ عنہ اقامت نہ کہتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے، تو آپ کو دیکھتے ہی بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہہ دیتے۔''

(صحيح مسلم : 606)

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں رہتے۔ جوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آتے دکھائی دیتے، بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہہ دیتے۔ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے، وہ بھی کھڑے ہو جاتے، یوں دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہہ دی جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے سے پہلے ہی لوگ صفوں میں کھڑے ہو جاتے۔''

(صحيح البخاري : 639، صحيح مسلم : 605، واللّفظ لهٗ)

ایسا تو بیان جواز یا عذر کی بنا پر کبھی کبھار ہو جاتا ہوگا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں تطبیق یہ ہے کہ ایسا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار بیان جواز کے لیے کیا۔''

(فتح الباري : 2/120)

سوال: ایک شخص پر غسل واجب ہے، اگر غسل کرتا ہے، تو نماز کا وقت ختم ہو جائے گا، وہ کیا کرے؟

(جواب): پہلے غسل کرے گا، پھر نماز ادا کرے گا، اگرچہ اس کا وقت ختم ہو چکا ہو۔

(سوال): کسی کافر مرتد سے بات چیت کرنے یا اس کی نوکری کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کافر مرتد سے سوشل بائیکاٹ چاہیے۔ اس سے بات چیت سے مجتنب رہیں، اسے دوست بنانا ناجائز ہے۔ مرتد کی نوکری کرنا بھی جائز نہیں۔

(سوال): بآواز بلند ذکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): انفرادی ذکر قدرے بلند آواز سے کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): مجالس ذکر کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): ذکر کی جو مجالس اہل بدعت قائم کرتے ہیں، ان میں کئی بدعات اور منکرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، مثلاً اجتماعی ذکر، اونچی آواز سے ذکر، غیر مشروع ذکر، حال پڑنا، عجیب وغریب حرکات وسکنات وغیرہ، یہ ناجائز اور حرام ہیں۔

❀ عمرو بن سلمہ ہمدانی، تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ہم صبح کی نماز سے پہلے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ گھر سے نکلیں اور ہم آپ کے ساتھ مسجد جائیں۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا: ابو عبدالرحمٰن، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے نکل آئے ہیں؟ عرض کیا: ابھی تو نہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے، تو ہم ان کی طرف لپکے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ابو عبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں بہت عجیب کام دیکھا ہے، الحمد للہ! وہ خیر کا کام ہی لگتا ہے، پوچھا! وہ کونسا کام ہے؟ عرض کیا: زندگی رہی تو آپ بھی دیکھ

لیں گے۔ میں نے مسجد میں لوگوں کے کئی حلقے دیکھے، وہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ ہر حلقے میں ایک آدمی ہے، جو کہتا ہے کہ سو دفعہ اللہ اکبر کہو، لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں، وہ سو دفعہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہو، لوگ سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سبحان اللہ کہو، وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ نے ان سے کیا کہا؟ عرض کیا: میں نے تو کچھ نہیں کہا، آپ کی رائے اور فیصلے کا انتظار تھا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان سے کہہ دیتے کہ وہ (تسبیحات نہیں، بلکہ) اپنی برائیاں شمار کریں اور میں ضامن ہوں کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ پھر آپ ہمارے ساتھ نکلے اور ایک حلقے کے پاس پہنچ گئے، وہاں رُک کر فرمایا: یہ کیا دیکھ رہا ہوں میں؟ کہنے لگے: ابوعبدالرحمٰن! ہم کنکریوں کے ساتھ اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ شمار کر رہے ہیں۔ فرمایا: اپنے گناہ شمار کریں! میں ضامن ہوں کہ آپ کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ مزید فرمایا: آہ، اے امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کتنی جلدی آپ پر ہلاکت آ گئی۔ صحابہ ابھی کثیر تعداد میں موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے، آپ کے برتن ابھی ٹوٹے نہیں۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یا تو آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بہتر طریقے پر ہو یا پھر گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو۔ وہ کہنے لگے: ابوعبد الرحمٰن! واللہ، ہم تو نیکی کے ارادے سے ایسا کر رہے تھے۔ فرمایا: کتنے ہی نیکی کے طلب گار ہیں، جو نیکی کو نہیں پا سکتے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ

کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اللہ کی قسم! لگتا ہے کہ ان میں اکثریت تمہاری ہوگی، اتنا کہہ کر آپ واپس آ گئے۔ عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر لوگ جنگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہم پر تیر برسا رہے تھے۔''

(سنن الدّارمي :60/1، اتّحاف المَهرة لابن حجر : 399/10، وسندهٗ حسنٌ)

ذکر الٰہی مشروع ہے۔ مگر جب اس کی ہیئت بدل گئی، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر نکیر کی۔

❀ فقہ حنفی میں ہے:

رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حَرَامٌ. ''بآواز بلند ذکر کرنا حرام ہے۔''

(فتاوى البزّازية : 378/6)

سوال: مناظرہ ومباحثہ سیکھنے کے لیے طلبا میں ایک کا سنی اور دوسرے کا رافضی بن کر مباحثہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: بطور تعلیم وتدریب کوئی حرج نہیں، البتہ وہ طلبا عقیدہ میں راسخ ہوں، نیز ایسی مجلس میں عام لوگ شریک نہ ہوں۔

سوال: کیا کسی کافر کی بابت یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں کافر بول چال میں بہت اچھا ہے، ایماندار ہے، وغیرہ وغیرہ؟

جواب: کسی کافر فرد کا کوئی وصف تو بیان کیا جا سکتا ہے، مگر اس کے کفر کی کسی صورت تشجیع جائز نہیں۔

سوال: مسلمانوں کے علاقے میں کوئی قادیانی آ بسا، وہ اپنی نرم مزاجی سے لوگوں کو

اپنی طرف راغب کرتا ہے، کیا عوام کو اس سے میل جول سے روکا جاسکتا ہے؟

(جواب): قادیانی مرتد ہیں اور مسلم علاقے میں مرتد کا رہائش پذیر ہونا ہی جائز نہیں، اسے قبول اسلام کی دعوت دیں، قبول کر لے، تو درست، ورنہ اس سے بائیکاٹ ضروری ہے، بلکہ دوسرے مسلمانوں کے ایمان کی سلامتی کے لیے اسے علاقہ بدر کر دینا چاہیے۔

(سوال): ایک امام مسجد کا غیر مسلموں سے میل جول ہے، یہاں تک کہ ان کی مذہبی رسومات میں بھی شرکت کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کفر کی مجالس میں شرکت ناجائز وحرام ہے۔ اسے اچھے طریقے سے سمجھایا جائے، سمجھ جائے، تو درست، ورنہ اسے امامت کے منصب سے برخاست کر دیا جائے، کیونکہ وہ اعلانیہ فاسق ہے۔

(سوال): روافض کے ساتھ میل جول اور لین دین کا کیا حکم ہے؟

(جواب): روافض مسلمان نہیں۔ ان کے ساتھ میل جول، اٹھک بیٹھک سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ تقیہ کے قائل ہیں، باطن میں کفر محض رکھتے ہیں اور اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا مخفی شر مہلک ہے۔ یہ مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں۔

(سوال): افیون اور چرس کی تجارت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): چرس وغیرہ بالاتفاق حرام ہے۔ حرام کی تجارت بھی حرام ہے۔

(سوال): پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

(جواب): غیر محرم سے پردہ ہے۔

(سوال): نسب باپ سے چلتا ہے، یا ماں سے؟

(جواب): نسب باپ سے ہوتا ہے۔ اگر ماں اور باپ دونوں الگ الگ قوموں سے

ہوں، تو اولاد کی قوم باپ والی ہوگی۔

سوال: بعض لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو صدقات وخیرات کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس دن بیماری سے شفا پائی تھی، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے متعلق ایسا کچھ ثابت نہیں۔ یہ توہم پرستی اور بدعت ہے۔

سوال: فرعون کس عقیدے پر تھا؟

جواب: فرعون دہریہ تھا، رب تعالیٰ کے وجود کا منکر تھا۔ اس نے اپنے متعلق دعوی ربوبیت کر رکھا تھا۔

۞ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

اَلْأَقْرَبُ أَنْ يُّقَالَ : إِنَّهٗ كَانَ دَهْرِيًّا يُنْكِرُ وُجُودَ الصَّانِعِ .

''درست یہی ہے کہ فرعون دہری تھا، وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا۔''

(تفسير الرّازي : 341/14)

سوال: کسی عالم کی آمد پر مسجد میں کھڑے ہو جانا کیسا ہے؟

جواب: کسی عالم کے استقبال میں کھڑا ہونا جائز ہے۔ تعظیم میں کھڑا ہونا جائز نہیں۔

سوال: کیا مدعی کے جائز ہے کہ وہ تمام تر عدالتی اخراجات کا مطالبہ مدعی علیہ سے کرے؟

جواب: مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال: عقیقہ میں لوگوں کو گھر میں دعوت دینا کیسا ہے؟

جواب: عقیقہ ساتویں دن کا مسنون عمل ہے۔ اس میں لوگوں کو دعوت دی جا سکتی ہے، بلکہ یہ عقیقہ کی بہتر اور مناسب صورت ہے۔

سوال: کفار سے علاج کرانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، علاج ایک حساس معاملہ ہے، بہتر یہ ہے کہ کسی سچے مسلمان سے کرایا جائے۔

(سوال): مسجد میں درخت لگانا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): کیا سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے؟

(جواب): یہ روایت الزہد للبیہقی (۲۰۷) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ حسن بن قتیبہ مدائنی متروک ہے۔

(سوال): منبر کس چیز سے بنانا چاہیے؟

(جواب): سنت یہ ہے کہ منبر لکڑی کا ہو۔ (بخاری: ۹۱۷)

(سوال): منبر کی کتنی سیڑھیاں بنائی جائیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔ (مستدرک حاکم: ۴/۱۵۳، وسندہ حسن) ضرورت کے پیش نظر تین سے زائد سیڑھیاں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔

(سوال): کھانے کی چیز میں کوئی حرام چیز گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کھانے کی چیز مائع ہے، تو اسے استعمال نہیں کیا جا سکتا، البتہ ٹھوس ہے، تو حرام چیز اور اس کے اردگرد کے کھانے کو پھینک دیں، باقی کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

❁ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ایک چوہیا گھی میں گر کر مر گئی، نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، تو فرمایا: چوہیا اور اس کے آس پاس کا گھی پھینک دیں اور باقی کھا لیں۔''

(صحيح البخاري: 235-236-5538-5540)

سوال: گرم مائع چیز میں کوئی حلال جانور گر گیا اور مر گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: اس جانور کو نکال لیں، وہ مائع پاک ہے، اگر اطمینان قلب ہے، تو اسے استعمال کر لیں، ورنہ انڈیل دیں۔

سوال: مونچھیں بڑھانا کیسا ہے؟

جواب: ''شارب'' سے مراد مونچھوں کے وہ بال ہیں، جو اوپر والے ہونٹ سے نیچے آ جائیں اور عموما کھانے پینے والی چیز سے مَس ہوں۔ چالیس دن سے پہلے پہلے مونچھیں کاٹنا ضروری ہے، اس سے زیادہ تاخیر کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ مونچھیں بڑھانا ممنوع ہے۔ خلاف فطرت عمل ہے۔ کفار سے مشابہت ہے۔ مونچھیں کاٹنے کا حکم ہے۔ بڑی بڑی مونچھیں رکھنا اسلامی تہذیب کے منافی ہے۔

افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ کتنے لوگ بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں، ہر وقت انہیں تاؤ دیتے رہتے ہیں، حتی کہ انہیں اس حالت میں موت آ جاتی ہے، ان کے مرنے کے بعد ان کی مونچھیں کاٹی جاتی ہیں۔ کاش مسلمان اپنا ظاہر شریعت کے مطابق کر لیں۔ ہر وقت اپنے آپ کو موت کے لیے تیار رکھیں۔

❁ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا .

''جو (زائد) مونچھیں نہ کاٹے، وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔''

(سنن النّسائي : 13، سنن التّرمذي :2761، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۴۷۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''قوی'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 337/10)

سوال: مونچھیں منہ میں آ رہی ہیں، کیا اس سے لگنے والا کھانا پینا حرام ہے؟

جواب: ایسا شخص مونچھیں نہ کاٹنے پر گناہ گار ہے، البتہ کھانا پینا حرام نہیں۔

سوال: ایک چادر جس میں ریشم کی دھاریاں ہیں، اس کو زیب تن کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسی چادر جس میں معمولی ریشم استعمال کی جائے، اس کا استعمال جائز ہے، اس میں نماز درست ہے۔

سوال: ایک شخص نے ریشم کا لباس پہن کر نماز پڑھی، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: ریشم پہننے پر گناہ گار ہے، البتہ نماز ہو جائے گی۔

سوال: ایک مسلمان فوت ہوا، اس کے والدین کافر ہیں، کیا نماز جنازہ پڑھا جائے گا؟

جواب: وہ مسلمان ہے، تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا، اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

سوال: کیا ولد زنا کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا؟

جواب: مسلمان ہے، تو اس پر تمام احکام مسلمانوں والے ہوں گے۔

سوال: کیا خطبہ میں حاکم وقت کے لیے دعا کرنا ضروری ہے؟

جواب: ضروری نہیں۔

سوال: کیا گھوڑے پر زکوۃ ہے؟

جواب: گھوڑے پر زکوۃ نہیں۔ (بخاری: ۱۴۶۳، مسلم: ۹۸۲)

فتاویٰ امن پوری (قسط۲۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا عورت ایام مخصوصہ میں آیۃ الکرسی کی تلاوت کرسکتی ہے؟

جواب: ان ایام میں عورت قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتی۔ آیۃ الکرسی بھی قرآن ہے۔ البتہ دیگراذکار جوقرآنی آیات پر مشتمل نہ ہوں، وہ کرسکتی ہے۔

سوال: جس موم بتی میں چربی پڑتی ہے، اسے جلانا کیسا ہے؟

جواب: اگر حلال جانور کی چربی ہے، تو جائز، ورنہ ناجائز۔

سوال: کیا نماز جنازہ کی صفیں طاق عدد میں بنانا مستحب ہے؟

جواب: اس پر کوئی صریح دلیل نہیں۔

سوال: بعض علاقوں میں وباء کی وجہ سے بکرے کے دائیں کان میں سورت یٰس اور بائیں کان میں سورت مزمل پڑھ کر دم کرتے ہیں، پھر اس بکرے کو علاقے کا چکر لگا کر چوراہے میں ذبح کرتے ہیں اور اس کی کھال دفن کر دیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جہالت و نادانی ہے اور بس۔

سوال: کیا معلم اپنے طلبا سے ذاتی کام کرواسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، کرواسکتا ہے، مگر سبق کا نقصان نہ ہو۔

سوال: رنگ گورا کرنے کی کریم استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر حلال چیزوں سے تیار کی گئی ہے، تو جائز ہے۔ مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ کریموں میں نقصان دہ کیمیکل ملے ہوتے ہیں، جو جلد کے کینسر کا سبب بنتے ہیں۔ بہتر ہے

کہ جلد کی حفاظت اور خوبصورتی کے لیے گھریلو ٹوٹکے استعمال کیے جائیں۔

سوال: نماز قصر نہ تھی، مگر قصر پڑھ لی، کیا اعادہ ضروری ہے؟

جواب: اعادہ کرے گا۔

سوال: بعض لوگ میت کو قبرستان لے جاتے وقت ساتھ مٹھائی لے جاتے ہیں اور وہاں چیونٹیوں کو ڈالتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب: جہالت ہے۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس رات نبی کریم ﷺ کی والدہ آمنہ حمل سے ہوئیں، تو اس رات دوسو عورتیں رشک اور حسد سے مر گئیں، کیا یہ ثابت ہے؟

جواب: بے ثبوت من گھڑت کہانی ہے۔

سوال: قرآن کریم ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا، کیا اس پر کفارہ ہے؟

جواب: ایسا اگر غلطی سے ہوا، تو کوئی گناہ یا کفارہ نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآنی مصحف کی موجودہ قیمت کے برابر کفارہ ہے، یہ بات بے دلیل ہے۔ اگر کسی نے اہانت کرتے ہوئے جان بوجھ کر گرایا، تو کافر ہو گیا۔

سوال: خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں پکڑنا کیسا ہے؟

جواب: مسنون ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۰۹۶، مسند احمد: ۲۱۲/۴، وسندہ حسن)

سوال: نبی کریم ﷺ کے نام کی قسم اُٹھانا کیسا ہے؟

جواب: قسم صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی اُٹھائی جا سکتی ہے۔ مخلوق کی قسم جائز نہیں۔

سوال: غیر محرم کے سلام کے جواب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر محرم کے سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

(سوال): غائبانہ سلام کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غائبانہ سلام کہا جا سکتا ہے، اس کے جواب میں ''وعلیک وعلیہ السلام'' کہیں۔

(سوال): کیا قرآن کی تلاوت کرنے والے کو سلام کہا جا سکتا ہے؟

(جواب): قرآن پڑھنے والے کو سلام کہنا مسنون ہے۔

❀ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم مسجد میں بیٹھے قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور ہمیں سلام کہا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/150، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو سلام کہا جا سکتا ہے۔''

(مقدمة تفسير ابن كثير :1/61)

(سوال): کسی محال چیز کی دعا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): محال چیز کی دعا کرنا ناجائز اور حرام ہے، مثلاً کوئی کہے اے اللہ! مجھے نبوت عطا فرما، اے اللہ مجھے صحابی بنا دے، وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی شخص اس اعتقاد سے دعا کر رہا ہے کہ نبوت اور صحابیت کا سلسلہ جاری ہے، تو وہ کافر و مرتد ہے۔

(سوال): علم باطن کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ صوفیا کی من گھڑت اصطلاح ہے۔ اسلاف امت ایسے علم سے ناواقف تھے۔

(سوال): کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے؟

(جواب): وہ وعظ کیسی، جو علم کے بغیر ہو۔ موجودہ واعظین، جو علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں، ان سے وعظ نہیں کرانی چاہیے، یہ وعظ کی بجائے جہالت وضلالت سکھاتے ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ اہل علم کے حلقہ میں بیٹھا کریں، تاکہ دین ودنیا کی راہنمائی پا سکیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آپ کے بعد عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے، جس میں دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے بہت کم ہوں گے اور خطیب بہت زیادہ ہوں گے، سوال پوچھنے والے تو بہت ہوں گے، مگر (صحیح) جواب دینے والے بہت کم ہوں گے۔''

(الأدب المفرد للبخاري: 789، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): عالم کسے کہتے ہیں؟

(جواب): جو عقائد اسلامی سے واقف ہو، نصوص کو متعلقہ کتب سے نکال سکے اور ضروریات دین کے دلائل کے لیے کتب کی طرف مراجعت کی اہلیت رکھتا ہو، نیز نصوص کی صحیح تعبیر اسلاف امت کے منہج کی روشنی میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(سوال): مجاہدہ کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): مجاہدہ کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، یہ صوفیا کی اصطلاح ہے۔

(سوال): تاش اور شطرنج کھیلنا کیسا ہے؟

(جواب): ناجائز ہیں۔ دونوں کا حکم ایک ہے، بلکہ تاش میں تصاویر بھی ہوتی ہیں، اس لیے اس میں قباحت زیادہ ہے۔

❁ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ شطرنج کھیلنا جوا ہے، جو کہ جائز نہیں۔''

(التّمھید : 182/13، الاستذکار : 462/8)

(سوال): کیا توبہ سے سود اور رشوت کا مال حلال ہو جاتا ہے؟

(جواب): اس میں زبانی توبہ کافی نہیں، بلکہ اس میں توبہ یہ ہے کہ کسی طرح یہ سارا ناجائز مال اس کے اصل مالکوں کو لوٹایا جائے۔

(سوال): کیا ہیٹ پہننا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): مزارات اولیا کا طواف کرنا کیسا ہے؟

(جواب): حرام و ناجائز ہے۔ یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے۔

(سوال): تقریب نکاح کے موقع پر نقال آتے ہیں اور دولہا یا اس کے ولی کو گھیر لیتے ہیں اور مانگتے ہیں، آیا ان کو دینا جائز ہے؟

(جواب): ایسے لوگ اگر کوئی غیر شرعی حرکت نہ کریں، تو دیا جا سکتا ہے۔

(سوال): دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض بچے پتھر یا کسی ٹھوس چیز سے کھیلتے ہیں اور ایک دوسرے کو مارتے ہیں، ایسا کھیل کھیلنا کیسا ہے؟

(جواب): یہ فضول اور ناجائز کھیل ہے۔ اس میں نقصان ہو سکتا ہے، فائدہ کچھ نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع فرمایا، کہ اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی دشمن پر وار کیا جا سکتا ہے، ماسوا اس کے کہ اس سے آنکھ ضائع ہو سکتی ہے، یا دانت ٹوٹ سکتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6220، صحيح مسلم : 1954)

سوال: جانوروں کو خصی کرنا کیسا ہے؟

جواب: بلا کراہت جائز ہے۔ ممانعت پر پیش کردہ تمام روایات ضعیف ہیں۔

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) بیان کرتے ہیں:

''ہمیں اس (خصی کرنے کے جواز) میں اختلاف معلوم نہیں۔''

(المُغني : 476/3)

سوال: شوہر کی وفات کے بعد کیا بیوی شوہر کو ہاتھ لگا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، لگا سکتی ہے، وہ اس کی بیوی ہے۔

سوال: بعض مسلمان غیر مسلموں کے پریس میں کام کرتے ہیں، اس پریس سے جو لٹریچر چھپتا ہے، اس میں دین اور علمائے دین پر اعتراض کیے جاتے ہیں، آیا ایسے پریس میں کام کرنے والے مسلمان گناہ گار ہوں گے؟

جواب: ایسا پریس جو دین اور اہل دین پر اعتراضات کر کے چھاپتا ہے، اس میں نوکری کرنا گناہ ہے۔ مسلمان ملازمین کو چاہیے کہ اگر ایسے لٹریچر کو رکوا نہیں سکتے، تو یہ نوکری نہ کریں، یہ گناہ پر معاونت ہے۔

سوال: گیارہویں کا کیا حکم ہے؟

جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ (گیارہویں) کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ کیا جاتا ہے، عوام الناس اسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی نیاز خیال کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد بنا دیا ہے کہ اگر ہم نے گیارہویں کا دودھ نہ دیا، تو اس کی وجہ سے ہماری بھینس یا گائے مر جائے گی یا بیمار ہو جائے

گی یا رزق ختم ہوجائے گا یا اولاد کی موت واقع ہوجائے گی یا گھر میں نقصان ہوسکتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ عقیدہ شرعاً حرام ہے۔

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا صدقہ بھی اسے کہیں، تو سوال اٹھے گا کہ کیا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی بزرگ اسلام میں ہوا ہے؟ اگر ہاں، تو اس کا صدقہ اتنے تواتر سے کیوں نہیں، یاد رہے کہ سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت سے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوتا، تو وہ اس کا اہتمام کرتے۔

ویسے بھی گیارہویں کا سلسلہ نسب شیعہ کے رسوم ورواج سے ملتا ہے، وہ بھی اپنے ائمہ کے لئے نیاز برائے ایصالِ ثواب دیتے ہیں۔

۞ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

''جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، وہ کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے اسے چھوڑا ہی اس لئے تھا کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔''

(فضل علم السّلف علی علم الخلف، ص31)

جس کام کے چھوڑنے پر سلف صالحین متفق ہوں، اسے کرنا جائز نہیں اور سلف صالحین سے گیارہویں شریف کا بالکل بھی ثبوت نہیں ملتا۔

سوال: کیا حقہ کے پانی سے وضو کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: جرابوں پر مسح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جرابوں پر مسح جائز ہے۔ اس کا وہی حکم ہے، جو موزوں کا ہے۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''جرابوں اور موزوں پر مسح کا ایک ہی حکم (یعنی جائز) ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1991، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا حالت جنابت میں سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے؟

جواب: جنابت کی حالت میں تلاوت قرآن کے علاوہ ہر ذکر کیا جا سکتا ہے اور سلام بھی ذکر ہے۔ اس لیے سلام بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔

سوال: کسی اردو کتاب یا اخبار، جس میں قرآن آیات لکھی ہوئی ہیں، اسے بغیر وضو چھوا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، چھوا جا سکتا ہے۔ صرف مصحف قرآنی کو چھونے کے لیے وضو چاہیے، تفسیر یا کسی اور کتاب کو چھونے کے لیے وضو ضروری نہیں۔

❁ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ مَسِّ الْمُحْدِثِ لِكُتُبِ التَّفْسِيرِ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ بے وضو شخص کیلئے کتب تفاسیر کو چھونا جائز ہے۔''

(مَجموع الفتاوى : 542/6)

سوال: حالت جنابت میں پسینہ آ جائے اور کپڑے تر ہو جائیں، کیا جسم یا کپڑے ناپاک ہو جائیں گے؟

جواب: نہیں۔ جنبی اور حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''مؤمن نجس نہیں ہوتا۔''(صحیح مسلم : 372)

② نافع رحمہ اللہ ،سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

''جنابت کی حالت میں آپ کو پسینہ آتا ،انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :191/1 ، وسندهٗ صحيحٌ)

③ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؛

''جنبی یا حائضہ کو کپڑوں میں پسینہ آیا ہو،تو ان میں نماز پڑھ لے،کوئی حرج نہیں۔''(سنن الدارمي : 1067 ، وسندهٗ حسنٌ)

④ علاء بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ؛

''میں نے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ حائضہ کو کپڑوں میں پسینہ آجائے ،تو انہیں دھوئے ؟ فرمایا: ایسا تو مجوسی کرتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة:191/1 ، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''حائضہ کا جھوٹا اور اس کا پسینہ طاہر ہے،ان سب باتوں پر اتفاق ہے۔امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے،صحیح احادیث میں اس کے دلائل واضح اور مشہور ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذب : 543/2)

سوال : فجر کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب : جی ہاں ،ایک وضو سے ایک سے زائد نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

سوال : رنگے ہوئے کپڑے میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب : جائز ہے۔

(سوال): کپڑوں کے نجس ہونے کا شبہ ہے، ان میں نماز پڑھ لی، کیا حکم ہے؟

(جواب): کپڑوں میں اصل طہارت ہے، شبہ سے ناپاک نہیں ہوتے۔ جب تک کسی چیز کے نجس ہونے کے متعلق ظن غالب نہ ہو، وہ پاک ہے۔

(سوال): کیا حلال جانور کی ہڈی پاک ہے؟

(جواب): جی ہاں، پاک ہے۔

(سوال): انگلی پر نجاست لگی، اسے چاٹ لیا، کیا انگلی پاک ہو جائے گی؟

(جواب): نجاست زائل کرنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ اسے پانی سے دھویا جائے۔

(سوال): لوح محفوظ کیا ہے؟

(جواب): لوح محفوظ وہ تختیاں ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تقدیر لکھی ہے۔

(سوال): کیا لوح محفوظ میں تغیر وتبدل ہو سکتا ہے؟

(جواب): نہیں ہو سکتا۔

(سوال): سارے عالم کا انتظام اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے، تو فرشتے کیا کرتے ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ اُمور کائنات چلانے کے لیے فرشتوں یا کسی مخلوق کا محتاج نہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم پر مامور ہیں، اللہ کے اذن اور مشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سونپے گئے اُمور کو سرانجام دیتے ہیں۔

(سوال): عقول عشرہ سے کیا مراد ہے؟

(جواب): یہ فلاسفہ کی اصطلاح ہے۔ وہ فرشتوں کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پوری کائنات کا نظام دس عقول سے چل رہا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط۲۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): حقہ نوشی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حقہ اور سگریٹ کا حکم ایک ہے؛ ناجائز۔

(سوال): کیا اپنا حق حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولا جا سکتا ہے؟

(جواب): جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز نہیں، البتہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو، تو ذو معنی بات کی جا سکتی ہے، جسے توریہ کہتے ہیں۔

(سوال): کیا اپنا حق حاصل کرنے کے لیے چھینا جھپٹی کی جا سکتی ہے؟

(جواب): اگر کوئی دوسرا راستہ نہیں، تو کی جا سکتی ہے، مگر کسی فتنہ کا باعث نہ بنے۔

(سوال): کسی مسئلہ میں گمراہوں کی کتب سے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر حق گو ہے، تو تائیدی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟

(جواب): جی ہاں، آدم علیہ السلام پہلے نبی تھے۔

(سوال): جس گھر میں محرم اور غیر محرم ہوں، کیا عورت وہاں جا سکتی ہے؟

(جواب): غیر محرم سے پردے کا معقول انتظام ہو، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): روایت: ''آدم علیہ السلام نبی مکلم تھے۔'' کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ روایت صحیح ابن حبان (٦١٩٠) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو سلام ممطور کی روایت

سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مرسل ہے۔

(المَراسيل لابن أبي حاتم : 812)

سوال: سونے چاندی کی گھڑی رکھنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔ مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے۔

سوال: میت کے لیے وفات کے دوسرے دن قل خوانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: بدعت ہے۔ اسلاف امت کا اس پر عمل نہیں۔

سوال: بعض علاقوں میں عورتیں میت والے گھر جمع ہوتی ہیں، ان کے کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے، یہ اجتماعات کئی کئی دن چلتے رہتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب: بدعت ہے۔ ان اجتماعات میں کئی غیر شرعی اُمور سرانجام دیے جاتے ہیں۔

سوال: میت پر بین کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مصیبت و پریشانی میں غمناک ہونا اور اشک غم بہانا فطری امر ہے۔ مگر بے صبری، جزع فزع، نوحہ و بین اور سینہ کوبی باتفاق مسلمین حرام اور ممنوع ہے۔ مصائب و آلام پر صبر و استقلال کا مظاہرہ کرنے والوں کی قرآنِ مقدس یوں مدح سرائی کرتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرة : ۲/۱۵۵۔۱۵۷)

''(اے نبی!) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں، وہ لوگ کہ جو مصیبت کے وقت إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ''ہم اللہ کے عاجز و درماندہ بندے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' کہتے ہیں، انہی پر رب کریم کی

مغفرت ورحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

بے صبری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''وہ ہم میں سے نہیں، جس نے رخسار پیٹے، گریباں پھاڑا اور جاہلی عصبیت کو ہوا دینے والی آواز بلند کی۔''

(صحيح البخاري : 1294، صحيح مسلم : 103)

② سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ بوقت مصیبت چیخنے چلانے، سر منڈانے اور گریبان چاک کرنے والیوں سے بری ہیں۔''

(صحيح البخاري : 1296، صحيح مسلم : 104)

③ سیدنا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے (بعض) لوگ جاہلیت کے چار کام نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب میں فخر، نسب میں طعن وعیب، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا، نوحہ کرنے والی عورت توبہ کے بغیر مر جائے، روز قیامت اسے اٹھایا جائے گا، تو اس پر گندھک کی قمیص اور خارش کی چادر ہوگی۔''

(صحيح مسلم : 934)

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''دنیا وآخرت میں دو آوازوں پر لعنت کی گئی ہے؛ خوشی کے موقع پر موسیقی اور مصیبت کے وقت نوحہ خوانی۔'' (مسند البزّار : 7513، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: وفات کے تیسرے، ساتویں اور چالیسویں دن میت کے گھر میں جمع ہو کر ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایصال ثواب کی مشروع صورتوں کو اختیار کرنا چاہیے، اپنی طرف سے ایصال ثواب کی کوئی صورت نکالنا ایجاد دین ہے۔ ختم، فاتحہ، تیجہ، دسواں، اور چہلم وغیرہ یہ شکم پروری کے ذرائع ہیں، کافر قوموں سے مستعار ہیں۔ ان کے ہاں ان کے یہ نام نہیں، ہم نے ان خرافات کو اپنا نام دے کر دین بنالیا ہے۔

سوال: کیا جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ روزِ آخرت اپنے مومن بندوں کو اپنا دیدار دیں گے۔ یہ بہت بڑی غایت اور نہایت شان دار عنایت ہے۔ اس پر قرآن وحدیث کی نصوص اور مومنوں کا اجماع دلیل ہے۔ معطلہ، جہمیہ، معتزلہ، خوارج اور امامیہ شیعہ اس کے منکر ہیں۔

۞ مفسر شہیر، محدث کبیر، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

''درست یہی ہے کہ مومن روز قیامت باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ہمارا دین ہے۔ ہم نے اسی پر اہل سنت والجماعت کو پایا کہ جنتی باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں ثابت ہے۔''

(صريح السنة، ص 20)

۞ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

''اللہ نے مخلوق پیدا کی، ان میں سعادت مند و بدبخت لکھ دیئے، بدبختوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، غیر اللہ کی پوجا کی، اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور کتب

وحی کوٹھکرا دیا، انہیں اسی حالت میں موت آ گئی۔ یہ لوگ قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں، روزِ قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے، جہنم کا ایندھن ہوں گے، مختلف قسم کے عذابات میں الٹ پلٹ ہوں گے۔ شیطان کے ساتھی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور خوش بختوں کے لئے تو اللہ نے پہلے سے ہی جنت تیار کر رکھی ہے، یہ لوگ صرف اللہ پر ایمان لائے اس کے ساتھ شرک نہیں کیا، اپنے قول کو عملی جامہ پہنایا۔ وہ اسی حالت میں فوت ہو گئے، انہیں قبروں میں انعام ملیں گے، روزِ محشر ان کے لئے خوش خبریاں ہوں گی۔ میدان محشر میں آنکھوں کے ساتھ اللہ کا دیدار کریں گے۔ بعد از اں وفود کی صورت جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت کی نعمتوں سے محظوظ ہوں گے اور حور عین سے معانقہ کریں گے، بچے ان کے خدمت گزار ہوں گے۔ اپنے مولیٰ کریم قرب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی زیارت کیا کریں گے، باری تعالیٰ کے چہرے کے دیدار سے محظوظ ہوں گے۔ اللہ سے کلام کریں گے، ان کے لئے اللہ کی طرف سے سلام اور تحائف کی تکریم ہو گی۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ عظیم فضل والا ہے۔ اگر کوئی جاہل، لاعلم شخص اعتراض کرے یا جہمیہ، جنہیں حق بولنے کی توفیق ہی نہیں ملی، شیطان اس سے کھیلتا ہے اور جو توفیق خاص سے محروم ہے، سوال کرے کہ کیا مومنین روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے؟، تو اس سے کہا جائے گا کہ جی ہاں الحمد للہ!۔ اگر جہمی کہے کہ میں رؤیت باری تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا، تو ہم اسے کہیں گے کہ تو نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے، اگر دلیل کا مطالبہ کرے، تو ہمارا جواب ہو

گا کہ تو نے قرآن وسنت، اقوال صحابہ اور تمام مسلمان علمائے کرام کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور مومنین کے رستے کو چھوڑ کر کسی اور ڈگر پر چل نکلا ہے۔''

(الشريعة للآجُرِّي : 886/2)

❀ امام الائمہ، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) لکھتے ہیں:

''پہلے آگاہ کر چکا ہوں کہ کسی اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں (یعنی اجماعی عقیدہ ہے) کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، نہ کہ دنیا میں۔ جو بھی روز قیامت مومنین کے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کے منکر ہوں، وہ اہل ایمان کے ہاں مومن نہیں ہو سکتے، بل کہ علمائے کرام کی نظر میں یہ لوگ دنیا میں یہود ونصاری اور مجوس سے بھی برے ہیں۔''

(كتاب التوحيد وإثبات صفات الرّب عزّ وجلّ : ۵۸۵/۲)

❀ امام ابو سعید، دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) لکھتے ہیں:

''(رؤیت باری تعالیٰ) قرآن مجید، صحیح احادیث نبویہ اور آثار سلف سے ثابت ہے، جب کتاب اللہ، قولِ رسول ﷺ اور اجماعِ امت متفق ہو جائیں تو تاویل کی گنجائش ہی نہیں رہتی، البتہ متکبر یا منکر کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔''

(الردّ على الجهمية، ص121)

سوال: حدیث قدسی: ''اے محمد! لوگ میری رضا کے متلاشی ہیں اور میں تیری رضا کا متلاشی ہوں۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: جھوٹ ہے۔ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

سوال: استاذ گمراہ ہو گیا، کیا طالب علم پر اب بھی اس کا اکرام واحترام واجب ہے؟

جواب: گمراہوں سے دلی محبت جائز نہیں، البتہ ظاہر مدارت کے لیے استاذ کا

احترام کرے، مگر اس کے نظریات کی کسی صورت حمایت نہ کرے۔

سوال: کیا انبیائے کرام گناہ سرزد ہو سکتا ہے؟

جواب: امت کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ صغیرہ گناہ سرزد ہو سکتا ہے، البتہ اس کا ارتکاب بھی گناہ سمجھ کر نہیں کرتے تھے، بلکہ بغیر قصد وارادہ کے، ان سے صغیرہ گناہ سرزد ہو جاتا تھا۔

سوال: کلمہ پڑھتے وقت ابھی ''لا الہ'' کہا کہ چھینک یا کھانسی آ گئی، کیا دوبارہ کلمہ شروع کرے یا ''الا اللہ'' کہہ دیں؟

جواب: آگے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ چھینک یا کھانسی سے وقفہ آنے سے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

سوال: ماءِ مستعمل کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماءِ مستعمل پاک ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں بیمار تھا، بے ہوش تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ نے وضو فرمایا اور وضو والا پانی میرے اوپر بہا دیا، تو مجھے ہوش آ گیا۔''

(صحيح البخاري : 194)

❀ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ ماءِ مستعمل پاک ہے۔''

(أعلام الحديث :260/1)

سوال: مطلع ابر آلود تھا، چاند نظر نہ آیا، اگلے دن عید نہ پڑھی، رات کو معلوم پڑا کہ

چاند دوسرے دن کا ہے، اب عید کی نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: جی ہاں، ضرور۔

سوال: عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: عیدین کی نماز فرض ہے۔ پانچ نمازوں کے فرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر روز جو نمازیں فرض ہیں، وہ پانچ ہیں، یہ مطلب نہیں کہ کوئی اور نماز فرض نہیں ہوسکتی۔

عیدین کی فرضیت پر پہلی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ وتابعین نے کبھی بھی نماز عید ترک نہیں کی۔

دوسری دلیل یہ کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جائیں، تو عید پڑھی جائے گی اور جمعہ کا اختیار ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۰۷۰، وسندہ حسن)

ایک فرض ہی فرض سے کفایت کرسکتا ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ نماز عید کی قضا ضروری ہے۔

❀ ابوعمیر بن انس رحمہ اللہ کے چچا جو صحابی رسول ہیں، بیان کرتے ہیں:

''ہمیں شوال کا چاند نظر نہ آیا، تو ہم نے صبح کو روزہ رکھ لیا، پھر پچھلے پہر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس دن روزہ افطار کرنے اور اگلے دن عیدگاہ جانے کا حکم دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 86/5، سنن أبي داوٗد : 1157، سنن النّسائي : 1558، سنن ابن ماجه : 1653، سندهٗ صحيحٌ)

امام دارقطنی رحمہ اللہ (۱۷۰/۲) نے اس کی سند کو ''حسن''، امام ابن الجارود (۲۶۶) اور

امام بیہقی رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ:۳/۳۱۶)''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (محلی :۳/۳۰۷، مسئلہ:۵۵۲)، حافظ خطابی رحمہ اللہ (معالم السنن : ۱/ ۲۱۸)، حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الأحکام : ۲/ ۸۳۸) اور حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر :۲/ ۹۵) نے ''صحیح'' اور حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط:۴/۲۹۴) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

سوال: حقائق التفسیر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ ابوعبدالرحمٰن سلمی کی تفسیر ہے، جو صوفی تھا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْوَاحِدِيُّ يَقُولُ : صَنَّفَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ كِتَابَ حَقَائِقِ التَّفْسِيرِ، وَلَوْ قَالَ : إِنَّ ذَاكَ تَفْسِيرٌ لِّلْقُرْآنِ لَكَفَرَ بِهٖ، قُلْتُ : صَدَقَ وَاللّٰهِ .

''علی بن احمد واحدی کہتے ہیں: ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حقائق التفسیر نامی کتاب تصنیف کی، اگر اسے قرآن کی تفسیر کہا جائے، تو یہ قرآن کے ساتھ کفر ہوگا۔ میں (ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: اللہ کی قسم! سچ کہا۔''

(تاریخ الإسلام : 264/10)

سوال: کسی مرتد اور کافر رشتہ دار کو کہنا کہ ''تم میرے اپنے ہو۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہاں محض رشتہ داری کی نسبت سے کہا گیا ہے، اعتقادی اور قلبی طور پر اسے اپنا محبوب نہیں بنایا جا رہا۔لہٰذا اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں؟

سوال: حدیث : ''جب فاسق کی مدح کی جائے، تو رب تعالیٰ غضب ناک ہوتا

ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ حدیث معجم ابی یعلی (۱۷۱، ۱۷۲) وغیرہ میں آتی ہے۔ جمیع سندوں سے ضعیف ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر'' کہا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۱۰۹)

(سوال): روزے کی حالت میں پانی دماغ تک چلا گیا، روزے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): روزہ قائم ہے۔

(سوال): خضر علیہ السلام نبی ہیں یا ولی؟ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟

(جواب): جمہور اہل علم کے نزدیک خضر علیہ السلام نبی تھے۔ (البحر المحیط لابن حیان الاندلسی: ۷/۲۰۴)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾ (الکھف: ٦٥)

''ہم نے اسے (خضر علیہ السلام کو) اپنی جناب سے رحمت (نبوت) عطا کی اور اسے اپنی طرف سے (بذریعہ وحی) علم سکھایا۔''

❁ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

﴿رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي﴾ (الکھف: ٨٢)

''(جو میں نے اُمور کی خبر دی ہے، یہ) تیرے رب کی طرف سے (مجھ پر) رحمت ہے، ایسا میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا۔''

❁ ایک شخص نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا:

''آپ کے علم میں آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے۔''

(صحيح البخاري : 78، صحيح مسلم : 2380)

❁ نیز خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

''اے موسیٰ! میرا اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہی ہے، جیسے کوئی چڑیا سمندر سے چونچ میں پانی لے۔''

(صحيح البخاري : 122، صحيح مسلم : 2380)

سیدنا خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، ان کے زندہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا نماز جمعہ کے لیے چالیس یا پچاس افراد کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: تین افراد ہوں، تو جمعہ ادا ہو سکتا ہے۔ چالیس یا پچاس افراد کا ہونا ضروری نہیں۔ اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

سوال: ٹیکس وصول کرنے والے محکمہ میں ملازمت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ کیونکہ ٹیکس ظلم اور ناجائز ہے۔ ظلم میں معاونت نہیں چاہیے۔

سوال: کیا صحابہ جنتی ہیں؟

جواب: سارے کے سارے صحابہ جنتی ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (الحديد : ١٠)

''سب (صحابہ) کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔''

سوال: حدیث: ''رسول اللہ ﷺ نے جانوروں میں لڑائی کرانے سے منع فرمایا۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ روایت ابوداود (٢٥٦٢) اور ترمذی (١٧٠٨) وغیرہ میں آتی ہے۔

اس کی سند ضعیف ہے۔

① ابو یحییٰ قتات جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

(مَجمع الزوائد للهيثمي : 200/7، البدر المنير لابن الملقن : 325/2، فتح الباري لابن رجب : 405/2)

② اعمش کا عنعنہ ہے۔

سوال: سر کے مسح میں فرض مقدار کیا ہے؟

جواب: پورے سر کا مسح فرض ہے۔ نصف یا ربع سر کی فرضیت پر کوئی دلیل نہیں۔

✿ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُجْزِيُ أُصْبُعٌ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ .

''سر کے مسح میں ایک انگلی کافی ہے۔''

(فوائد يحيى بن معين، برواية أبي بكر المروزي : 101، وسنده صحيحٌ)

اس سے مراد ایک انگلی کے ساتھ پورے سر کا مسح کرنا ہے، نہ کہ ایک انگلی کی بقدر سر کو مس کرنا۔

سوال: ڈاڑھی میں کتنی بار خلال کیا جائے؟

جواب: ڈاڑھی میں ایک بار خلال کیا جائے۔ یہ واجب ہے، کیونکہ وضو میں چہرہ دھونے کا حکم ہے، داڑھی چہرے میں داخل ہے۔ البتہ خلال کے بارے میں مروی روایات ضعیف ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (مسائل ابی داود : ۴۰) امام ابو حاتم رحمہ اللہ (علل الحدیث : ۱۱۰) اور حافظ عقیلی رحمہ اللہ (الضعفاء الکبیر : ۳/۲) نے ان روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔

سوال: وِگ لگانا کیسا ہے؟

(جواب): وِگ جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ اس میں اللہ کی تخلیق میں بگاڑ ہے۔ حرمت کی وجہ تدلیس وتلبیس ہے۔ مصنوعی بال لگانے والے اور لگوانے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (بخاری:۵۹۳۴) یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں ہے۔

اگر ٹرانسپلانٹ کے ذریعے بال اُگائے جائیں، تو یہ وِگ کے حکم میں نہیں، بلکہ یہ طریقہ علاج ہے۔

(سوال): موبائیل سے دیکھ کر تلاوت کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ بغیر وضو کے تلاوت کی جاسکتی ہے۔ سفر وحضر میں سہولت میسر آتی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط۴۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا حافظ قرآن روز قیامت اپنے رشتہ داروں میں سے سات افراد کی شفاعت کرے گا؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ کا نام کیا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے دو ذاتی نام ہیں؛ ① احمد (سورت الصّف: ۷)، ② محمد (آل عمران: ۱۴۴، سورت الاحزاب: ۴۰، سورت محمد: ۲، سورت الفتح: ۲۹)

صفاتی نام بے شمار ہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ کے معجزات کتنے ہیں؟

جواب: معجزہ نبوت کی صداقت پر ایسی دلیل ہے، جو عاجز کر دیتی ہے۔ معجزاتِ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بے شمار ہیں۔

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہزار معجزے جمع کیے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں؛ ① جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے، وہ تو متواتر ہیں۔ ② جو خبر واحد کے ساتھ نقل ہوئے ہیں۔ یہ وہ اُمور ہیں، جو نبی کریم ﷺ سے خرق عادت صادر ہوئے ہیں، ان کا صدور ایک نبی سے ہی ہوسکتا ہے، ان کے ذریعہ چیلنج کیا جاتا ہے۔''

(المَسالك شرح مؤطأ الإمام مالك : 455/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُصْطَفٰى بِمُعْجِزَاتٍ أُخَرَ زَائِدَاتٍ عَلَى الْأَلْفِ وَالْمِئَيْنِ .

''مصطفیٰ کریم ﷺ کو ان بارہ سو کے علاوہ بھی معجزات عطا ہوئے ہیں۔''

(شرح مقدمة صحيح مسلم :2/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَمَعْتُ نَحْوَ أَلْفِ مُعْجِزَةٍ .

''میں نے تقریباً ایک ہزار معجزات جمع کیے ہیں۔''

(الفُرقان بين أولياء الرّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 158)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کا ذکر پہلی سماوی کتب میں ہے؟

جواب: جی ہاں، قرآن کریم نے اسے ثابت کیا ہے۔ (الاعراف:١٥٧)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا تھا؟

جواب: بعض کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عطائی علم غیب حاصل ہے، جس بنا پر آپ تمام پوشیدہ و ظاہر باتوں سے واقف ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو عطائی غیب حاصل نہ تھا، بلکہ صرف انہی باتوں کا علم تھا، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آگاہ کر دیا تھا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (الأعراف : ١٨٨)

''اے نبی! کہہ دیجیے، میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے، میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا، میں تو صرف اہل ایمان کو ڈرانے اور خوشخبریاں سنانے آیا ہوں۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام تر معاملات اللہ کے سپرد کر دیں اور خبر دیں کہ آپ غیب دان نہیں، نہ ہی کسی چیز پر مطلع ہیں، سوائے اس کے جس پر اللہ نے مطلع کر دیا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 249/3)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِيْنٌ﴾(الأحقاف : ۹)

''پیغمبر! کہہ دیں، میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں، مجھے اپنے اور آپ کے ساتھ پیش آمدہ حالات کا بھی علم نہیں، میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں اور میں اللہ کے عذاب سے واضح ڈرانے والا ہوں۔''

❁ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے اس عقیدہ کا یوں اظہار کروایا ہے:

﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام : ۵۰)

''میں غیب نہیں جانتا۔''

❁ ایک یہودی عالم نے رسول اللہ ﷺ سے چند سوالات کیے، آپ ﷺ نے جواب دیے، وہ یہودی چلا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِنْهُ، حَتّٰى أَتَانِيَ اللّٰهُ بِهِ .

''مجھے کسی سوال کا بھی جواب معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے (بذریعہ وحی) آگاہ کردیا۔''

(صحیح مسلم : 315)

سوال: صدقہ کا جانور ذبح کر کے دینا چاہیے یا بغیر ذبح کے؟

جواب: اگر عام صدقہ ہے، تو دونوں طرح درست ہے۔ اگر قربانی یا عقیقہ وغیرہ کا جانور ہے، تو ذبح کر کے دینا چاہیے۔

سوال: کیا عقیقہ کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں؟

جواب: عقیقہ کا گوشت امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں۔

سوال: کیا محرم و صفر میں نکاح منع ہے؟

جواب: کسی مہینے میں نکاح کرنا منع نہیں۔ ممانعت کے لیے دلیل چاہیے۔

سوال: کیا عدت میں نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: عدت میں نکاح نہیں ہوسکتا۔ البتہ پیغام نکاح کا اشارہ ہوسکتا ہے۔ (سورت بقرہ: ۲۳۵)

سوال: اگر کسی نے عدت میں نکاح کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ یہ زنا ہے۔ یہ نکاح کروانے والے اور اس پر گواہ بننے والے سب گناہ گار ہیں۔

سوال: نکاح کے وقت سہرا باندھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

(سوال): فاسق اور گمراہ میں کیا فرق ہے؟

(جواب): فسق کا تعلق عمل سے ہے اور گمراہی کا تعلق دل سے۔ فاسق اس کو کہتے ہیں، جو کسی گناہ کو گناہ سمجھ کر کرے۔ اور گمراہ اسے کہتے ہیں، جو گناہ کو گناہ نہ سمجھے، اگرچہ وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔

مثلاً ڈاڑھی منڈانے والا فاسق ہے، اگر وہ ڈاڑھی کے وجوب کا قائل ہو۔ اور جو شخص ڈاڑھی کے وجوب کا ہی منکر ہو، وہ گمراہ ہے، خواہ اس نے خود ڈاڑھی رکھی ہو، یا نہ رکھی ہو۔

(سوال): کیا قبر کی مٹی اجسام انبیاء پر اثر انداز ہوتی ہے؟

(جواب): قبر کی مٹی اجسام انبیاء پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ انبیائے کرام کے اجسام مٹی پر حرام کر دیے گئے ہیں۔

(سوال): کیا یہود و نصاریٰ کافر ہیں؟

(جواب): یہود و نصاریٰ کافر ہیں۔ (سورت البینۃ: ۱)

(سوال): وحدت الوجود کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): وحدۃ الوجود کا معنی یہ ہے کہ پوری کائنات میں ایک ہی وجود ہے اور وہ ہے رب تعالیٰ کا، باقی تمام اجسام اللہ تعالیٰ کا پَرتو ہیں۔ یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ اس کا بانی مبانی حسین بن منصور حلاج (۳۰۹ھ) ہے۔ یہ زندیق اور حلولی تھا۔ اس کے کفر و الحاد پر علمائے حق کا اجماع و اتفاق ہے۔ اس کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ اللہ ہر چیز میں حلول کر گئے ہیں۔ اس کے کفر و الحاد کی وجہ سے علما نے اس کا خون جائز قرار دیا تھا اور اسے قتل کر دیا گیا تھا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''میں حلاج کے حق میں اسی شخص کو تعصب رکھتے دیکھتا ہوں، جو اسی کے جیسا

عقیدہ رکھتا ہے۔اس سے ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے (خالق ومخلوق کے درمیان) جمع کو لازم کیا تھا۔ یہی وحدتِ مطلقہ (وحدت الوجود) والوں کا عقیدہ ہے۔ اسی لیے آپ ''الفصوص'' کے مصنف ابن عربی کو دیکھیں گے کہ وہ اس کی تعظیم کرتا ہے اور جنید کی گستاخی کرتا ہے۔''

(لسان المیزان : 315/2)

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

''اس زمانہ کے تمام علما حلاج کے خون کے مباح ہونے پر متفق ہو گئے تھے۔''

(تلبیس إبلیس :154/1)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۳ھ) لکھتے ہیں:

''بغداد کے علما حلاج کے کافر و زندیق ہونے پر متفق ہو گئے تھے اور انہوں نے اسے قتل کرنے اور سولی پر لٹکانے پر اجماع کر لیا تھا اور اس وقت علمائے بغداد ہی دنیا کے (کبار) علما شمار ہوتے تھے۔''

(البدایة والنّهایة : 832/14)

سوال: نبی کریم ﷺ کو رب تعالیٰ کا پَرتو قرار دینا کیسا ہے؟

جواب: یہ غلو پر مبنی گمراہ کن عقیدہ ہے۔

سوال: کس قسم پر کفارہ ہے؟

جواب: کفارہ اس قسم پر ہے، جو آئندہ کی کسی بات پر اُٹھائی جائے، مثلاً ''اللہ کی قسم! میں فلاں کام کروں گا۔'' اس طرح کی قسم میں اگر وہ کام نہ کیا، تو کفارہ واجب ہوگا۔ ماضی کی کسی بات یا معاملہ پر جھوٹی قسم اُٹھانے پر توبہ ہے، کفارہ نہیں۔

(سوال): نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہییں؟

(جواب): نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر سینے پر رکھنا چاہیے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''صحابہ کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے۔''

(صحيح البخاري: 740)

❁ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویٔ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔''

(مسند الإمام أحمد: 226/5، التحقيق لابن الجوزي: 338/1، جامع المسانيد والسنن للحافظ ابن كثير: 12/296-297، ح: 9693، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابن جریر ضبی رحمہ اللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں کو گٹی سے پکڑ کر انہیں ناف سے اوپر رکھا ہوا تھا۔''

(سنن أبي داود: 757، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ (۲/۳۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق: ۲/۴۴۳) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

❁ امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

''ناف سے اوپر۔''

(الأمالي لعبد الرزاق : 54، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے اپنے والد (امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ) کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے تو اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر ناف کے اوپر رکھتے تھے۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 260)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر ایک دوسرے کے اوپر رکھے۔''

(أعلام الحديث :652/1)

❁ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) لکھتے ہیں:

''یہ دلیل ہے کہ ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ سینے پر باندھنا ہے۔''

(شرح سنن أبي داود : 309/4)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر کوئی دلیل ثابت نہیں۔

سوال: کیا درود شریف کے مخصوص وظیفہ سے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے؟

جواب: درود کار ثواب اور عبادت ہے، نبی کریم ﷺ سے محبت کا بہترین اظہار ہے۔ مگر یہ کہنا کہ فلاں وقت میں فلاں طریقہ سے اتنی اتنی بار درود پڑھا جائے، تو ضرور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، اس پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زیارت صحیح العقیدہ اور صالح العمل انسان کو ہو سکتی ہے، مگر زیارت کا دعویٰ کرنے والے اکثر جھوٹے اور گمراہ ہوتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

(سوال): حدیث: ''جو ہفتہ کی صبح کسی ضرورت کے لیے نکلا، تو میں اس کی حاجت پوری ہونے کا ضامن ہوں۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت تاریخ اصبہان لابی نعیم (۱/ ۳۸۸) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن عبید اللہ عرزمی متروک ہے۔

② ابو اسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

(سوال): امام سورت فاتحہ سے پہلے بسم اللہ جہری پڑھے یا سری؟

(جواب): دونوں طرح جائز ہے۔

(سوال): حدیث: ''عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ پڑھنا بغیر عمامہ کے ستر جمع پڑھنے کے برابر ہے۔'' کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۷/۳۵۴) اور الغرائب الملتقطہ لابن حجر (۵/۳۹۴) وغیرہ میں آتی ہے۔ یہ جھوٹی روایت ہے۔ عباس بن کثیر وغیرہ مجہول ہے۔ اس روایت کی دیگر اسناد بھی غیر ثابت ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''موضوع'' (جھوٹی) کہا ہے۔

(لسان المیزان : 4/413)

(سوال): قرآن صندوق میں پڑھا ہے، کیا اسے نیچے رکھا جا سکتا ہے؟

(جواب): رکھا جا سکتا ہے، کوئی حرج نہیں۔ قرآن تو صندوق میں محفوظ ہی ہے۔

(سوال): کیا ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کا ورد ننانوے بلاؤں کو دور کرتا ہے؟

(جواب): کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ بابرکت ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اس سے ننانوے بلائیں

دور ہوتی ہیں محتاج دلیل ہے۔

سوال: کیا مصر کے مینار آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس قبل موجود تھے؟

جواب: اس پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے جنات زمین پر رہتے تھے؟

جواب: کتاب وسنت میں اس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔

سوال: نوح علیہ السلام نے دنیا میں کتنی برس قیام کیا؟

جواب: قیام کی مدت معلوم نہیں، البتہ ساڑھے نو سو برس تبلیغ کی۔

سوال: غُرور اور غَرور میں کیا فرق ہے؟

جواب: غُرور دھوکہ کو اور غَرور دھوکہ دینے والے کو کہتے ہیں۔

سوال: زنا کی حد کے لیے کتنے گواہ مطلوب ہیں؟

جواب: چار عینی گواہ۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی دیکھنے میں شک کا اظہار کیا، سب کی گواہی رد ہو جائے گی۔

سوال: جس پر حد نافذ ہو گئی، کیا اس کا گناہ ختم ہو گیا؟

جواب: جی ہاں، گناہ ختم ہو جائے گا۔

سوال: جس پر زنا کی حد لگ جائے، کیا اس پر نماز جنازہ پڑھا جائے گا؟

جواب: جی ہاں، اس کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔

سوال: اگر منبر کے بغیر خطبہ دیا، کیا جمعہ ہو جائے گا؟

جواب: جی ہاں، جمعہ ہو جائے گا۔ البتہ سنت کا التزام چاہیے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سر منڈانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: سر منڈوانا جائز ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک بچے پر پڑی، جس کے کچھ بال مونڈھ دیے گئے تھے اور بعض چھوڑ دیے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: اس کا مکمل سر مونڈھیں یا مکمل چھوڑ دیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 4195، وسندہٗ صحیحٌ، وأصلهٗ في صحيح مسلم : 2120)

❁ تابعی کبیر امام نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ قربانی کرنے والے غیر حاجی کے لیے سر منڈھوانا واجب نہیں ہے۔'' جب کہ آپ (ابن عمر) خود سر منڈھوا لیا کرتے تھے۔''

(موطّأ الإمام مالك : 483/2، موطّأ الإمام مالك برواية أبي مصعب : 186/2، واللفظ لهٗ، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 288/9، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''تمام علاقوں کے اہل علم کا بال رکھنے اور بال مونڈھنے کے جواز پر اجماع ہے۔''

(التمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد : 138/22)

سوال: کیا حلق کرانا خوارج کی نشانی ہے؟

جواب: روایات میں بعض خوارج کی ایک نشانی سر منڈانا فرمائی گئی ہے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ : مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ : سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ أَوْ قَالَ : التَّسْبِيدُ .

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: خارجیوں کی نشانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سر منڈوانا۔''

(صحيح البخاري : 7562)

صحیح مسلم (۱۰۶۴) کی روایت ہے۔

سِيمَاهُمُ التَّحَالُقُ .

''سر منڈوانا ان کی نشانی ہے۔''

اس حدیث کی وضاحت شارحینِ حدیث کی زبانی سنیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''تحالق سے مراد سروں کو مونڈھنا ہے، دوسری روایت میں تحلیق کے الفاظ ہیں۔ بعض لوگوں نے اس سے سر منڈوانے کی کراہت پر دلیل بنانے کی کوشش کی ہے، جب کہ ان کی یہ دلیل بنتی نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ تو خارجیوں کی ایک علامت بیان ہوئی ہے اور علامت حرام چیز سے بھی ہو سکتی ہے اور مباح اور جائز سے بھی۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام آدمی ہوگا، جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا۔ یہ تو طے ہے کہ یہ کوئی حرام چیز نہیں ہے۔ اس پر سہا گہ یہ کہ سنن ابوداؤد

(۴۱۹۲) کی روایت جو بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے، میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کچھ سر مونڈھا ہوا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا، آپ نے فرمایا: ''سارا سر مونڈھو یا سارا چھوڑ دو۔'' حلق کے جواز پر یہ حدیث اس قدر صریح ہے کہ تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ سر منڈوانا ہر حال میں جائز ہے۔ بالوں کو تیل و کنگھی کا اہتمام کرنا مشکل ہو، تو سر منڈوانا مستحب ہے اور اگر مشکل نہیں، تو بال رکھنا مستحب ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : 168/7)

❀ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''یعنی ان کی علامت سر منڈوانا ہے۔ تحلیق کا لفظ اس لیے لایا گیا کہ یا تو وہ سر مونڈھنے میں مبالغہ کرتے ہوں گے یا کثرت سے سر منڈواتے ہوں گے۔ لہٰذا اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً سر کے بال جڑ سے ہی اکھاڑ دینا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ حلق کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ کبھی برا آدمی اپنی خباثت کو فروغ دینے اور لوگوں کے لیے فساد کھڑا کرنے کے لیے عمدہ اخلاق اور ظاہری وضع قطع کا روپ دھارتا ہے۔ یہ خارجی بھی ایسے ہی ہوں گے، جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے بیان کر دیا ہے۔''

(شرح الطيبي : 2504/8)

سوال: نمازی کے آگے کتنے فاصلہ سے گزرا جا سکتا ہے؟

جواب: نمازی کی صف کے آگے سے گزرا جا سکتا ہے، واللہ اعلم!

سوال: کیا جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ طلب کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔اب جو نبوت کا دعویدار ہوگا، تو وہ پکا جھوٹا ہے، اس کے سچے ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں۔اس نے جب دعویٰ کیا، تو فوراً جھوٹا ثابت ہو گیا۔اس سے اپنے دعویٰ کی سچائی کے لیے دلیل مانگنے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی شخص اس کے جھوٹ میں شک کرتے ہوئے، اس کے دعویٰ کی دلیل طلب کرے، تو وہ خود بہت بڑا جھوٹا ہے۔اس کو تجدید ایمان چاہیے، ورنہ مرتد ہو جائے گا۔

البتہ اس جھوٹے مدعی کو مزید جھوٹا ثابت کرنے کے لیے اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''جب یہ ثابت ہو چکا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، تو ظاہر ہے کہ آپ کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا جھوٹا ہوگا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر بعد میں آنے والا معجزات اور خارق عادت چیزیں دکھائے اور سچے براہین لے کر آئے، تو اس کی تکذیب کیسے کی جائے گی؟، ہم کہتے ہیں کہ ایسے کسی وجود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ناممکن ہے، اللہ نے جب خبر دے دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، تو ایسا ناممکن ہے کہ کوئی نبوت کا مدعی آئے اور اس کے دعووں سے جھوٹ ظاہر نہ ہو۔ ... یہ تمام دعوے خواہشات نفسانی کے سبب ہیں، کسی دلیل کی وجہ سے نہیں، لہٰذا یہ دعوے باطل ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 166)

(سوال): کیا واپسی کے وقت مصافحہ کرنے کی ممانعت ہے؟

(جواب): واپسی کے وقت مصافحہ کی ممانعت نہیں۔

(سوال): معانقہ دونوں طرف ہے یا ایک طرف؟

(جواب): دونوں طرح درست ہے۔ گردن گردن سے ملنی چاہیے۔

(سوال): فرض نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مصافحہ ملاقات کے وقت مشروع و مستحب ہے۔ اس کے علاوہ مصافحہ کو کسی وقت کے ساتھ خاص کر دینا اسے بدعت بنا دے گا۔ لہٰذا فرض نماز کے بعد خاص طور پر مصافحہ کرنا بدعت ہے۔

❁ علامہ عبدالسلام مقدسی رحمہ اللہ (۶۷۸ھ) فرماتے ہیں:

''نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔ سوائے اس نئے آنے والے کے، جو نماز سے پہلے اس شخص سے مصافحہ نہیں کر سکا، جس سے اب کر رہا ہے، کیونکہ آتے وقت مصافحہ کرنا مشروع ہے۔''

(فتاوى العزّ عبد السلام، ص 389)

❁ علامہ ترکمانی رحمہ اللہ (۸۰۰ھ) لکھتے ہیں:

''عصر و فجر کی دونوں نمازوں کے بعد مصافحہ ان بدعات میں سے ہے، جن کی ۔ ...... شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔ بعض علما نے اسے ترک کرنا ہی پسند کیا ہے، کیونکہ یہ دین میں اضافہ ہے۔''

(اللّمع في الحوادث والبِدَع :283/1)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

''نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز فجر و عصر اور جمعہ کے بعد اس مصافحہ سے باز رہے، جسے لوگوں نے دین میں اضافہ کر کے رواج دیا ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس میں اور اضافہ کیا اور پانچوں نمازوں کے بعد ایسا کرنے لگے ہیں۔ یہ سب

بدعات ہیں۔شریعت میں مصافحہ کا وقت مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے ملنا ہے، نہ کہ پانچوں نمازوں کے بعد۔اس طرح کے سارے کام بدعت ہیں۔شریعت نے جس کام کو جیسے رکھا ہے، ہم ویسے ہی رکھیں گے۔اس کام سے روکا جائے اور ایسا کرنے والے کو ڈانٹا جائے، کیونکہ اس نے خلاف سنت فعل کا ارتکاب کیا ہے۔''

(المَدخل : 223/2)

❁ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''نماز ادا کرنے کے بعد مصافحہ کرنا بہر صورت مکروہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی نماز کی ادائیگی کے بعد مصافحہ نہیں کیا، نیز یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔''

(فتاویٰ شامی:381/6)

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں اکثر علاقوں، خصوصاً دکن کے علاقوں، جو بدعتوں اور فتنوں کا گڑھ ہیں، میں دو کام رواج پا گئے ہیں، جنہیں ترک کرنا ضروری ہے۔ایک تو یہ کہ لوگ نمازِ فجر کے وقت مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام نہیں کہتے، بلکہ داخل ہو کر سنتیں ادا کرتے ہیں، پھر فرض ادا کرنے اور اذکار کرنے کے بعد ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔یہ ایک قبیح امر ہے، کیونکہ سلام کہنا تو ملاقات کے وقت سنت ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، نہ کہ مجلس کے دوران۔دوسرے یہ کہ وہ نمازِ فجر وعصر، عیدین اور جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، حالانکہ مصافحہ بھی ملاقات کے شروع ہی میں سنت ہے۔''

(السّعاية في الكشف عمّا في شرح الوقاية، ص 264)

(سوال): اذان میں نبی کریم ﷺ کا نام لیتے وقت مدینہ کی طرف منہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): خلاف سنت ہے۔ یہ غیر شرعی تعظیم ہے۔

(سوال): کبیرہ اور صغیرہ گناہ میں کیا فرق ہے؟

(جواب): وہ گناہ جس پر سخت وعید آئی ہو اور اس کا ارتکاب کرنا حرام ہو، اسے کبیرہ گناہ کہتے ہیں، جیسے زنا، شراب نوشی، جوا، رشوت وغیرہ۔ اور جس گناہ پر سخت وعید نہ آئے اور ارتکاب نہ کرنے کی راہنمائی کی گئی ہو، اسے صغیرہ گناہ کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ صغیرہ گناہوں پر اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔ صغائر کی معافی نیک اعمال سے ہو جاتی ہے، جبکہ کبائر کے لیے توبہ ضروری ہے۔

(سوال): دل میں وسوسے پیدا ہوں، تو کیا کرے؟

(جواب): تعوذ پڑھے اور دل سے ایسے خیالات دور کرنے کی کوشش کرے۔

(سوال): ریاکاری کیا ہے؟

(جواب): اپنے کسی نیک عمل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کی خوشنودی چاہنا، ریاکاری ہے۔ ریاکاری نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔

(سوال): سورت ملک پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قرآن مجید میں تیس آیات والی ایک سورت ہے، جو اپنے پڑھنے والے کے لئے شفاعت کرتی رہے گی، تا آنکہ اسے بخش دیا جائے۔ یہ سورت ملک ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/299، 321، سنن أبي داود : 1400؛ سنن التّرمذي : 2891، سنن ابن ماجه : 3786؛ وسندهٗ حسنٌ)

❁ صحیح ابن حبان (۷۸۷، وسندہ حسن) میں ہے:

تَسْتَغْفِرُ لِصَاحِبِهَا حَتّٰى يُغْفَرَ لَهٗ .

''اپنے پڑھنے والے کے لیے اس وقت تک مغفرت مانگتی رہے گی، جب تک اسے بخش نہ دیا جائے گا۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رات کو معمول کے ساتھ سورت ملک کی تلاوت کرنے والے کو جب قبر میں داخل کیا جائے گا، تو یہ عذاب سے حفاظت کرے گی۔ سب سے پہلے عذاب پاؤں کی جانب سے آئے گا، پاؤں کہیں گے: اس طرف سے تیرے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 8652؛ وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سورت ملک (اپنے پڑھنے والے کے لیے) اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب قبر سے رکاوٹ بنے گی، اگر عذاب سر کی طرف سے آئے گا، تو یہ سورت کہے گی: یہاں سے تیرے لئے کوئی رستہ نہیں، کیونکہ یہ سورت ملک پڑھتا تھا۔ ٹانگوں کی جانب سے آئے گا، تو ٹانگیں بولیں گی: یہاں سے رستہ نہیں ملے گا، کیونکہ یہ سورت ملک کی تلاوت ہم پہ کھڑا ہو کر کرتا تھا۔ سورت ملک اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب قبر سے دفاع کرے گی۔ تورات میں اس کا نام سورت ملک ہے، جو اسے رات کے وقت پڑھتا ہے، وہ بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا ہے۔''

(إثبات عذاب القبر للبيهقي : 149، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے یا جسم کو بھی؟

(جواب): عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب اور قبر کی نعمتیں جسم اور روح دونوں کو حاصل ہوتی ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 282/4)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''اہل سنت کے نزدیک ...... جسم اور روح دونوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ جسم کے ساتھ ساتھ روح بھی تکلیف محسوس کرتی ہے، اگر چہ روح جسم میں موجود نہ ہو۔ فرمانبردار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اسے صرف جھٹکا دیا جائے گا، اس کا ڈر اور خوف اسے رہے گا، جبکہ گنہگار کو عذاب دیا جائے گا۔''

(فتاویٰ شامی: 165/2)

(سوال): ستر ہزار مرتبہ کلمہ اور درود شریف پڑھ کر میت کو ایصال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مروجہ ایصال ثواب بدعت ہے۔ ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ کر ایصال کرنا بے دلیل ہے، لہٰذا بدعت ہے۔

(سوال): ایک جسم کی کتنی روحیں ہوتی ہیں؟

(جواب): ایک جسم کی ایک ہی روح ہوتی ہے، نیک ہے، تو علیین میں اور اگر بری ہے، تو جہنم میں۔

(سوال): کسی ویران جگہ کو کھودا، وہاں سے کسی مردہ کی ہڈیاں نکل آئیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): قبر کھود کر ان ہڈیوں کو کسی کپڑا میں باندھ کر دفن کر دیا جائے۔

(سوال): کیا ڈاڑھی منڈوانا کبیرہ گناہ ہے؟

(جواب): ڈاڑھی منڈوانا کبیرہ گناہ ہے۔ داڑھی تمام انبیا، صحابہ اور صلحا کا سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (بخاری:۵۸۹۳، مسلم:۲۵۹) ڈاڑھی منڈوانے کو کفار کی مشابہت قرار دیا اور اس سے منع فرمایا۔ (بخاری:۵۸۹۲، مسلم:۲۵۹)

یہ تمام چیزیں دلیل ہیں کہ ڈاڑھی بڑھانا فرض ہے اور اسے منڈوانا کبیرہ گناہ ہے۔

(سوال): علی رضی اللہ عنہ کا فرمان: ''مجھ سے پوچھ لو......'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): منقول ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

مَعَاشِرَ النَّاسِ! سُلُوْنِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُوْنِي يَقُوْلُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

''لوگو! اس سے پہلے کہ میں آپ کے درمیان نہ رہوں، مجھ سے سوال کر لو، یہ بات آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔''

(كنز العُمّال للهِندي: 39709)

جھوٹی روایت ہے۔

① حماد بن عمرو نصیبی متہم بالوضع ہے، یہ کذاب و متروک ہے۔

② سری بن خالد کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ''مجہول ہے۔'' (میزان الاعتدال: 117/2)

اس کے علاوہ: «عِلْمُهُ أَلْفُ بَابٍ فَفُتِحَ لَهُ مِنْ كُلِّ بَابٍ أَلْفُ بَابٍ» «سَلُونِي عَمَّا دُونَ الْعَرْشِ»، «سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقَدُونِي، فَإِنِّي لَا أُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ دُونَ الْعَرْشِ إِلَّا أَخْبَرْتُ عَنْهُ» یہ تینوں روایات بے سند ہونے کی وجہ

سے جھوٹی اور باطل ہیں۔

سوال: کیا یوسف علیہ السلام کاشتکار تھے؟

جواب: یوسف علیہ السلام کاشتکار نہ تھے۔ جو آپ علیہ السلام نے زراعت کے متعلق بیان فرمایا تھا، وہ یقیناً وحی کی روشنی میں تھا۔

سوال: مسجد میں کپڑے سلائی کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر اجرت پر سلائی کی جارہی ہے، تو ناجائز ہے۔ ورنہ جائز ہے۔

سوال: کیا سورت فاتحہ دیگر سورتوں پر فضیلت حاصل ہے؟

جواب: سورت فاتحہ قرآن کریم کی سب سے افضل سورت ہے۔ یہ نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے، اسے قرآن کی اساس کہا جاتا ہے، ام القرآن، الحمدللہ، ام الکتاب، سبع مثانی اور قرآن عظیم اسی کے نام ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کی مستقل آیت ہے۔

❀ سیدنا ابوسعید بن معلٰی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، میں جواب نہ دے سکا، نماز کے بعد عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا؟ 'جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمہیں اس کام کی طرف بلائیں، جس میں تمہارے لیے زندگی ہے، تو ان کی آواز پر لبیک کہیں۔' پھر فرمایا: مسجد سے نکلنے سے پہلے آپ کو قرآن کی افضل ترین سورت سکھاؤں گا۔ بعد میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے باہر جا رہے تھے، تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے مجھے سب سے افضل سورت سکھانے کا وعدہ کیا تھا، فرمایا: وہ سورت فاتحہ ہے، یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم

ہے، جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 4474)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، تو ایک صحابی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں پڑاؤ ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ کو قرآن کی افضل ترین سورت نہ بتاؤں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت فاتحہ کی تلاوت فرمائی۔''

(فضائل القرآن للنّسائي : 35، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس نے سورت فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔ راوی نے عرض کیا: بسا اوقات میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں، (تو کیا کروں؟)، فرمایا: فارسی! پست آواز میں پڑھ لیا کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: 'اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے میں تقسیم کر دیا ہے۔ میرا بندہ جو مانگے گا اسے عطا کروں گا، وہ کہتا ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری حمد بیان کی، بندہ کہتا ہے: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾، اللہ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری ثنا کی۔ بندہ کہتا ہے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾، اللہ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ یا کہتا

ہے: میرے بندے نے خود کو میرے سپرد کر دیا۔ (راوی نے دونوں الفاظ بیان کئے ہیں)، بندہ کہتا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾، اللہ فرماتے ہیں: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ میرا بندہ جو مانگے گا، وہ ملے گا۔''

(صحیح مسلم: 395)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آسمانوں سے چر چراہٹ سنائی دی، جبریل علیہ السلام کہنے لگے: یہ آسمان کا وہ دروازہ ہے، جو صرف آج کھولا گیا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا ہے، جو پہلے کبھی نہیں اترا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کیا: مبارک ہو، آپ کو دو نور عطا کئے گئے ہیں، جو آپ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے، وہ نور سورت فاتحہ اور سورت بقرہ کی دو آخری آیتیں ہیں۔ آپ ان میں سے ایک حرف بھی پڑھیں گے، تو وہ نور پالیں گے۔''

(صحیح مسلم: 806)

❁ سورت فاتحہ کو الصّلوۃ (نماز) بھی کہا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: 395)

سوال: کیا عہد نبوی میں قرآن کریم کی تیس پاروں میں تقسیم موجود تھی؟

جواب: عہد نبوی میں قرآن کریم موجودہ ترتیب کے مطابق موجود تھا۔ سورتوں اور آیات کی ترتیب موجود تھی۔ سورتوں کے نام وہی تھے، جو آج ہیں۔ مگر قرآن کو تیس پاروں

میں تقسیم نہیں کیا گیا تھا، یہ تقسیم بعد میں ضرورت کے تحت کی گئی، اسی طرح رکوع، منزلیں، اعراب، علامات وقف وغیرہ بعد میں ضرورت کے لیے لگائے گئے۔

(سوال): کیا یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر مبارک میں ننگے سر کھڑے ہو کر گانا گانے والوں پر لعنت کرتے ہیں؟

(جواب): ایسا کوئی روایت نہیں۔

(سوال): نماز میں قرأت کرتے وقت غلطی سے اللہ تعالیٰ کے لیے مؤنث کا صیغہ استعمال کرلیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز ہو جائے گی، قرأت کی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(سوال): کیا دعا کے ہاتھوں کو ننگا کرنا ضروری ہے؟

(جواب): ہاتھ ڈھکے ہوئے بھی ہوں، تو جائز ہے، ہاتھوں کو ننگا کرنا ضروری نہیں۔

(سوال): کیا صف اول میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہے؟

(جواب): مردوں کے لیے پہلی اور عورتوں کے لیے آخری صف افضل ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر لوگ اذان اور صف اول کے اجر کو جان لیں اور پھر اس کے حصول کے لیے قرعہ اندازی کے سوا کوئی چارہ نہ پائیں، تو قرعہ اندازی کریں گے۔ اگر وہ اوّل وقت میں نماز پڑھنے کے اجر کو جان لیں، تو اس میں سبقت کریں اور اگر وہ عشا اور فجر کا اجر جان لیں، تو ضرور حاضر ہوں، اگرچہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔''

(صحيح البخاري : 615، صحيح مسلم : 437)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی اور سب سے کم تر آخری ہوتی ہے،
عورتوں کی سب سے بہتر صف آخری اور سب سے کم تر پہلی ہوتی ہے۔''

(صحیح مسلم: 440)

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ صف میں پیچھے رہتے ہیں، تو فرمایا: آگے بڑھیں، میری اقتدا کریں اور آپ سے بعد والے آپ کی اقتدا کریں۔ لوگ پیچھے رہنے لگتے ہیں اور اللہ انہیں اپنی رحمت سے پیچھے کر دیتا ہے۔''

(صحیح مسلم: 438)

سوال: حدیث: ''مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ روایت سنن ترمذی (۳۱۲۷) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند عطیہ عوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: خلافت راشدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: خلافت راشدہ وہ خلافت ہے، جو منہاج النبوۃ ہو۔ جیسے خلفائے اربعہ وغیرہم کی خلافتیں۔ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ قیامت سے پہلے مہدی رحمہ اللہ خلیفۃ المسلمین منتخب ہوں گے اور ان کی خلافت بھی علی منہاج النبوۃ ہوگی۔

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ قیامت کے وقوع کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ نہیں بتایا کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ البتہ اس کی بعض نشانیاں بتا دی ہیں۔ کسی صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ قیامت کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

عطا کیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے قیامت کی چھوٹی بڑی نشانیاں بیان فرما دی ہیں۔ دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا: میں اور قیامت اس طرح ہیں۔ اس حدیث میں قرب قیامت کا ذکر ہے کہ میری بعثت اور قیامت میں اتنا ہی فاصلہ ہے، جتنا ان دو انگلیوں کے مابین۔

قیامت کا وقوع کب ہوگا؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی کو نہیں دیا، البتہ یہ بتا دیا کہ قیامت جمعہ والے دن قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۸۵۴)

یہ جمعہ کون سا ہوگا؟ اس بارے نہیں بتایا گیا۔ اسی طرح کون سے مہینے کو قیامت آئے گی؟ ثابت نہیں۔ اگر ثابت بھی ہو جائے، تو اس سے وقوع قیامت کا علم ثابت نہیں ہوتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾(الملك : ٢٦)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ (وقوعِ قیامت کا) علم صرف اللہ کے پاس ہے۔''

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إِلَى اللّٰهِ يَرُدُّ الْعَالِمُونَ بِهِ عِلْمَ السَّاعَةِ، فَإِنَّهُ لَا يَعْلَمُ قِيَامَهَا غَيْرُهُ.

''اہل علم قیامت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، کیونکہ اس کے قیام کا وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(تفسير الطّبري : 2/25)

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾(الزخرف : ٨٥)

''اسی کے پاس قیامت کا علم ہے۔''

۞ علامہ خازن رحمہ اللہ (741ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب، کس سال یا کس مہینے میں قائم ہوگی؟''

(لباب التّأويل في معاني التّنزيل : 220/5)

(سوال): حدیث: ''دنیا کی کل عمر آخرت کے سات دنوں کے برابر ہے۔'' کی کیا حیثیت ہے؟

(جواب): یہ روایت کتاب المجروحین لابن حبان (۱۸۰/۲)، تاریخ جرجان لابی القاسم الجرجانی (ص ۱۴۰) اور الغرائب الملتقطہ لابن حجر (۴۹۰/۴) میں موجود ہے۔ یہ جھوٹی روایت ہے۔

① علاء بن زید ل متروک اور منکر الحدیث ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایات منکر یا جھوٹی ہوتی ہیں۔

② عمر بن یحییٰ بن نافع پر سرقہ حدیث کا الزام ہے۔

(سوال): نماز میں بلغم آ جائے، تو کیا کرے؟

(جواب): رومال یا کپڑے کے پہلو میں تھوک لے۔ (بخاری: ۴۰۵، مسلم: ۵۵۱)

(سوال): کسی شخص کا ستر کھلا، دوسرے کی نظر پڑ گئی، وضو کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دونوں کا وضو باقی ہے۔ محض ستر کھلنے اور دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): کیا ہر کافر ملعون ہے؟

(جواب): جی ہاں، اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر کافر ملعون ہے۔

(سوال): اللہ اور اس کے رسول کی محبت دل میں کیسے پیدا کی جائے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے قرآن کریم کی آیات میں غور وفکر کیا جائے، اپنے وجود اور ارد گرد کی کارگری پر توجہ کی جائے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات کے باب کا مطالعہ کیا جائے، رب تعالیٰ کی محبت دل میں گھر کر جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کی محبت کے حصول کے لیے نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث، سیرت اور خصائص وخصائل کا مطالعہ کیا جائے، نیز آپ کی ذات پر بکثرت درود پڑھا جائے اور آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی کی جائے۔

(سوال): محفل میلاد میں فانوس وغیرہ روشن کرنا کیسا ہے؟

(جواب): محفل میلاد بدعت ہے۔ اسلاف امت اور خیر القرون میں اس کا وجود نہیں۔

(سوال): تحیۃ الوضو کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''بلال! قبول اسلام کے بعد کون سا عمل ہے، جس پر آپ کو سب سے زیادہ ثواب کی امید ہو؟ میں نے جنت میں آپ کے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے سب سے زیادہ اُمید اس عمل پر ہے کہ رات ہو یا دن، جب بھی مَیں نے وضو کیا، تو تحیۃ الوضو ادا کی ہیں۔''

(صحيح البخاري: 1149، صحيح مسلم: 2458)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے تحیۃ الوضو کی فضیلت وسنیت ثابت ہوتی ہے، یہ نماز ممنوع اوقات، مثلاً طلوع آفتاب، زوال، غروب شمس، نماز عصر اور فجر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ سببی نماز ہے۔'' (شرح مسلم: 13/16)

(سوال): دہری اذان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دہری اذان مسنون ومشروع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو یہی اذان سکھائی تھی۔(مسلم: ۳۹۷)

ترجیع والی اذان کو احناف مکروہ سمجھتے ہیں۔

۞ حدیث ابی محذورہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور علما کے مذہب پر بین اور واضح دلیل موجود ہے کہ دوہری اذان ثابت اور مشروع ہے۔''

(شرح مسلم: 81/4)

۞ علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

''سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا قول: ''پھر مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الفاظ دہرایئے اور آواز کچھ بلند کیجئے۔'' صراحت کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ترجیع کا حکم دیا تھا۔علم حدیث کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ائمہ احناف کا یہ خیال کہ سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے تعلیم کے لئے سکھائے گئے الفاظ کو ترجیع سمجھ لیا تھا، درست نہیں۔ راجح قول کے مطابق دونوں صورتیں جائز ہیں۔''

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه :242/1)

۞ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ مکہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دور تک اذان ترجیع کے ساتھ ہی جاری رہی۔امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی ترجیع والی اذان اسی لیے اختیار کی۔اس کا نہ انکار ممکن ہے، اور نہ اس کی تاویل درست ہے، کیونکہ اذان تو

منبر و مینار پر دی جاتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ترجیع والی اذان میں صرف افضلیت وعدم افضلیت کا اختلاف ہے۔''

(فيض الباري : 204/2)

۞ علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب (۱۳۹۷ھ) لکھتے ہیں:

''حاصل کلام یہ ہے کہ ترجیع والی اذان کو مکروہ کہنا درست نہیں۔''

(مَعارف السّنن : 178/2)

۞ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''ترجیع چونکہ یقینی طور پر ثابت ہے، اس لیے اس کو مکروہ کہنا کسی طرح قرین انصاف نہیں۔'' (قاموس الفقہ، جلد۲، ص۴۵۴)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کو ''خداوند عرب'' کہہ سکتے ہیں؟

جواب: نہیں کہہ سکتے۔عرب وعجم کا خدا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ ایک وقت میں مختلف جگہ حاضر ہو سکتے ہیں؟

جواب: نہیں ہو سکتے۔ یہ اولیاء اللہ کی شان میں غلو ہے۔عقائد اہل سنت والجماعت میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

سوال: بعض لوگ رکوع کے وقت اپنے پائینچے چڑھا لیتے ہیں، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں ایسا کرنا عبث فعل ہے۔البتہ نماز میں ہو جاتی ہے۔

سوال: بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، رکوع کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر کھڑے ہو کر رکوع نہیں کر سکتا، تو بیٹھے بیٹھے سر کو ذرا جھکا دے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی ولادت پر کعبہ کی چھت پر جھنڈا لگایا گیا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں نے تین جھنڈے دیکھے، ایک مشرق میں گاڑا گیا، دوسرا مغرب اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔

(دلائل النّبوة لأبي نعيم الأصبهاني :610/1، ح : 555)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابوبکر بن ابی مریم جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

② یحییٰ بن عبداللہ بابلتی ضعیف ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حجر : ۷۵۸۵)

③ حفص بن عمرو بن صباح ''حسن الحدیث'' ہیں، کتاب میں غلطی سے عمرو بن محمد بن صباح لکھا گیا ہے۔

سوال: کیا شب ولادت مصطفیٰ ﷺ کعبہ نے سجدہ کیا؟

جواب: ایسی کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا ہر زمانے میں غوث ہوتا ہے؟

جواب: جھوٹ محض ہے۔ایسی کوئی بات دلیل سے ثابت نہیں۔

سوال: ''افراد'' کون ہوتے ہیں؟

جواب: یہ گمراہ صوفیا کی اصطلاح ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ولایت میں غوثیت کے بعد

فردیت کا درجہ ہے۔سوائے گمراہی کے اس میں کچھ نہیں۔

(سوال): کیا غوث کے انتقال کے بعد غوثیت منتقل ہوتی ہے؟

(جواب): غوثیت کی کوئی حقیقت نہیں، یہ محض گمراہ صوفیا کے دعاوی ہیں۔

(سوال): حدیث: ''جس نے حج کیا اور میری (قبر کی) زیارت نہ کی، اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ اور اس معنی میں مروی تمام روایات ضعیف و نا قابل حجت ہیں۔

ان کے بارے میں اہل علم کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے حوالے سے بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف بلکہ من گھڑت ہیں۔''

(الردّ علی البکري: 253)

۞ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) کہتے ہیں:

''معترض (سبکی) نے اس بارے میں جتنی بھی روایات ذکر کی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ دس سے زائد حدیثیں ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی حدیث صحیح نہیں، بلکہ یہ ساری کی ساری ضعیف اور کمزور ہیں، بلکہ بعض کا ضعف تو اتنا شدید ہے کہ ان پر ائمہ دین و حفاظ نے من گھڑت ہونے کا حکم لگایا ہے۔اسی طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔''

(الصّارم المُنکي في الردّ علی السبکي :21)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔''

(التّلخيص الحبير : 267/2)

فائدہ:

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

''اس بارے میں روایات کمزور ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، کیونکہ ان کے راویوں میں سے کسی پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 213/11)

۞ نیز حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''اسی طرح ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی سندیں تو ساری کی ساری ضعیف ہیں، لیکن وہ ایک دوسرے سے تقویت حاصل کرتی ہیں، کیونکہ ان کی سند میں کوئی متہم بالکذب راوی موجود نہیں۔''

(المَقاصد الحَسنة : 647/1)

یعنی حافظ ذہبی و سخاوی کے نزدیک بھی اس حدیث کی ساری سندیں ''ضعیف'' ہیں اور اس کی کوئی ایک بھی سند حسن یا صحیح نہیں۔ البتہ وہ ان ساری ''ضعیف'' سندوں کے مل کر قابل حجت ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں۔ ان کی یہ بات ان کے تساہل پر مبنی ہے اور کئی اعتبار سے محل نظر ہے:

① کئی سندوں میں ''کذاب'' اور ''متہم بالکذب'' راوی موجود ہیں، خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسی حدیث کی بعض سندوں کے راویوں کو ''کذاب'' اور ''متروک'' قرار دیا ہے۔

② کئی ''ضعیف'' سندوں کے باہم مل کر قابل حجت بننے کا نظریہ متقدمین

ائمہ دین کے ہاں رائج نہیں تھا۔ یہ بعد کے ادوار میں متاخرین نے بنایا اور اپنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تساہل پسندانہ قاعدے کے نفاذ میں متاخرین بھی اختلاف کا شکار ہیں۔ اسی حدیث کا معاملہ دیکھ لیں کہ ''ضعیف+ضعیف=قابل حجت'' کے قاعدے کو تسلیم کرنے والے اہل علم ہی اس کے حکم میں مختلف ہیں، بعض اسے ''ضعیف'' بلکہ من گھڑت قرار دیتے ہیں تو بعض اسے قابل حجت بتا رہے ہیں۔

سوال: حدیث: ''روزہ رکھو، صحت مند ہو جاؤ گے۔'' کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ حدیث معجم اوسط طبرانی (۸۳۱۲) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

① سہیل بن ابی صالح مختلط ہے، زہیر کا اس سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہ ہو سکا۔

② زہیر بن محمد سے اہل شام کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ محمد بن سلیمان بھی شامی ہیں، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔

اس روایت کو اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔

سوال: ''ابن عربی المعروف شیخ اکبر'' کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: محمد بن علی بن محمد ابن عربی (۵۶۰۔۶۳۸ھ، بمطابق ۱۱۶۵۔۱۲۴۰ء) جو ''محی الدین'' اور ''الشیخ الاکبر'' کے لقب سے مشہور ہے، بالاتفاق ملحد، باطنی، زندیق اور کافر تھا۔ فلسفہ اور وحدۃ الوجود کے تصوف پر مبنی اس کے کفریہ عقیدہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

''اس (ابن عربی) کی سب سے بدترین کتاب الفصوص ہے۔ اگر اس میں کفر

نہیں تو دنیا میں کہیں بھی کفر موجود نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور نجات کا سوال کرتے ہیں۔''

(سير أعلام النّبلاء : 48/23)

❀ علامہ اسماعیل بن محمد کورانی رحمہ اللہ (٦٦٥ھ) نے ابن عربی کو ''شیطان'' کہا ہے۔

(مَجموع الفتاویٰ لابن تيمية : 247/2)

❀ علامہ ابراہیم بن معضاد ابواسحاق جعبری رحمہ اللہ (٦٨٧ھ) فرماتے ہیں:

''یہ ناپاک شخص ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب اور ہر نبی کے ساتھ کفر کیا ہے۔''

(مَجموع الفتاوى لابن تيمية : 246/2)

❀ علامہ ابوالمحاسن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ (٨٢٣ھ) کے بارے میں ہے:

''آپ رحمہ اللہ بکثرت ابن عربی اور دیگر فلسفی صوفیا کا رد کیا کرتے تھے، اس میں اس قدر سختی کرتے کہ آپ رحمہ اللہ کو ابن عربی کی جو کتاب ملتی، اسے جلا دیتے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 31/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) ابن الفارض کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں:

''میں نے اپنے شیخ سراج الدین عمر بن رسلان بلقینی (٨٠٥ھ) سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فورا جواب دیا: وہ کافر ہے۔''

(لسان الميزان : ٣١٨/٤)

❀ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (٩٠٢ھ) فرماتے ہیں:

''علامہ بلقینی رحمہ اللہ ابن عربی اور اس کی کتابوں کے مطالعہ سے نفرت دلاتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 89/6)

✿ علامہ عزالدین ابن عبدالسلام رحمہ اللہ (٦٦٠ھ) فرماتے ہیں:

''ابن عربی برا شخص تھا، جھوٹا شیعہ تھا۔''

(لسان المیزان لابن حجر : 311/5)

✿ نیز ''زندیق'' کہا ہے۔

(فتاویٰ شامی : 239/4)

✿ علاءالدولہ، بیابانکی رحمہ اللہ (٧٢٦ھ) کے بارے میں ہے:

''آپ رحمہ اللہ محیی الدین ابن عربی اور اس کی کتب پر سخت طعن کرتے تھے اور اسے کافر قرار دیتے تھے۔''

(الوافي بالوفيّات للصّفدي : 233/7)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) ابن عربی کی کتاب ''فصوص الحکم'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں، جن کا ظاہر صریح کفر ہے۔''

(البداية والنّهاية : 353/17)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ ابْنَ عَرَبِيٍّ وَأَمْثَالَهُ مُنَافِقُونَ زَنَادِقَةٌ .

''ابن عربی اور اس جیسے (گمراہ صوفیا) منافق اور زندیق ہیں۔''

(شرح الطّحاوية، ص 494)

✿ علامہ محمد بن محمد ابو عبداللہ بخاری عجمی حنفی رحمہ اللہ (٨٤١ھ) نے ابن عربی کو کافر کہا ہے۔

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 294/9)

❁ علامہ عبدالسلام بن داود المعروف بہ عز قدسی رحمہ اللہ (۸۵۰ھ) کے بارے میں ہے:

''ابن عربی اور اس جیسے عقائد کے حاملین سب سے بڑے کافر ہیں۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي: 205/4)

❁ علامہ سراج بن مسافر قیصری حنفی رحمہ اللہ (۸۵۶ھ) کے بارے میں ہے:

كَانَ يُبَالِغُ فِي التَّحْذِيرِ مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَرَبِيٍّ.

''آپ رحمہ اللہ ابن عربی کے کلام سے سختی کے ساتھ منع کرتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي: 244/3)

❁ علامہ عمر بن موسیٰ بن حسن سراج رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) کے بارے میں ہے:

''آپ رحمہ اللہ نے فصوص لابن عربی کے رد میں نظم لکھی، جو (۱۴۰) اشعار پر مشتمل تھی۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي: 141/6)

❁ علامہ عبدالرحمٰن بن خلیل بن سلامہ رحمہ اللہ (۸۶۹ھ) کے بارے میں ہے:

''آپ رحمہ اللہ ابن عربی کے معتقدین کا سخت رد کرتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي: 166/1)

❁ علامہ بقاعی رحمہ اللہ (۸۸۵ھ) لکھتے ہیں:

''ملحدین مثلاً ابن عربی، ابن سبعین اور ابن فارض کا مذہب ہے کہ وہ خالق کے وجود کو مخلوق کا وجود قرار دیتے ہیں۔''

(تنبيه الغبي، ص 162)

❁ قاضی اسماعیل بن ابی بکر ابن المقری رحمہ اللہ (۸۳۷ھ) فرماتے ہیں:

''جس نے یہود و نصاریٰ اور ابن عربی کے ہم نواؤں کے کفر میں شک کیا، وہ

بھی کافر ہے۔''

(تنبيه الغبي للبقاعي، ص ٢٥٣، الفتاوى الحديثية للهيتمي، ص 38)

علامہ محمد بن محمد بن محمد ابن شہاب غازی حلبی رحمہ اللہ (٨٩٠ھ) کے بارے میں ہے:

''آپ رحمہ اللہ ابن عربی پر سخت تنقید کرتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 301/9)

ابوزکریا یحییٰ بن محمد مناوی رحمہ اللہ (٨٧١ھ) کے بارے میں ہے:

''آپ رحمہ اللہ نے ابن عربی کی کتب اوران کے مطالعہ سے اظہار برأت کر دیا تھا۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 256/10)

پچاس کے قریب علمائے کرام اور قاضیوں نے اسے زندیق، ملحد اور کافر کہا ہے، بعض کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں؛

١۔ الحافظ ابن حجر العسقلانی

٢۔ سراج الدِّين عمر البلقينِی

٣۔ زين الدِّين العراقی

٤۔ أبو زرعة ولیُّ الدِّين العراقی

٥۔ شمس الدِّين الذهبی

٦۔ عبد الرحمن بن خلدون

٧۔ بدر الدِّين بن جماعة

٨۔ شمس الدِّين محمد بن يوسف الجزری

٩ـ إمام القرَّاء محمد بن محمد الجزرى صاحب الجزرية

١٠ـ على بن يعقوب البكرى

١١ـ محمد بن عقيل البالسى

١٢ـابن هشام، صاحب مغنى اللبيب، وأوضح المسالك في ألفية ابن مالك

١٣ـ شمس الدِّين محمد العيزرى

١٤ـ علاء الدِّين البخارى الحنفى

١٥ـ على بن أيوب

١٦ـ شرف الدِّين عيسى بن مسعود الزواوى المالكى

١٧ـ شمس الدِّين الموصلى

١٨ـ زين الدِّين عمر الكتانى

١٩ـ برهان الدِّين السفاقينِى

٢٠ـ سعد الدِّين الحارثى الحنبلى

٢١ـ أحمد بن علي الناشري

٢٢ـ أبو بكر بن محمد بن صالح المعروف بإبن الخياط .

٢٣ـ العلامة السخاوي

٢٤ـ العلامة السعد التفتازاني .

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے ابن عربی کے کفر پر اَلرَّدُّ عَلَی الْقَائِلِینَ بِوَحْدَةِ الْوُجُودِ نامی کتاب لکھی ہے۔

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَنِ اعْتَقَدَ حَقِيقَةَ عَقِيدَةِ ابْنِ عَرَبِيٍّ فَكَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ غَيْرِ النِّزَاعِ.

''جان لیجئے کہ جس نے ابن عربی کا حقیقی عقیدہ اپنایا، وہ بالاجماع کافر ہے، اس کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الرّدّ على القائلين بوحدة الوُجود، ص 154)

ابن عربی حاتمی کے رد میں بے شمار اہل علم نے کتابیں لکھی ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ صوفیا کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں، جنہیں علما اپنے علم و نظر سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جب ان اصطلاحات کے حقیقی معنی تک نہیں پہنچ پاتے، تو ان صوفیا کی تکفیر کر دیتے ہیں۔

ہمارے مطابق باطنی صوفیا نے دین اسلام کے مقابلہ میں نیا دین متعارف کرایا، جس دین کی اپنی اصطلاحات ہیں، جن کا مقصد اسلامی عقائد و اعمال کی بیخ کنی کرنا ہے، یقیناً علمائے حق ان کی کفریات سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے بجا طور پر ان کی تکفیر کی۔ صوفیا کا دین ایسا معمہ ہے، جو عیسائیوں کے عقیدۂ ثالث ثلاثہ کی طرح کبھی حل نہیں ہوگا۔

سوال: مجلس سماع میں رقص کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: ایسی مجالس کرنے والے بدعقیدہ، باطنی صوفی اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

(لقمان : 6)

''بعض لوگ آلات موسیقی کے شوقین ہیں، تا کہ بغیر علم کے اللہ کے رستے سے بھٹکائیں اور اس کی آیات سے ٹھٹھا اور مذاق کریں، ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔''

۞ فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب میں ہے:

''سماع، قوالی اور رقص، جو ہمارے زمانے کے صوفیا کرتے ہیں، حرام ہیں، ان مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور ان میں بیٹھنا جائز نہیں۔ قوالی، گانا اور موسیقی کا حکم ایک ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:352/5، فتاویٰ شامی:349/6)

۞ علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

''قوال اور ناچنے والے کی گواہی قبول نہیں۔''

(البِناية شرح الهداية : 89/12)

سوال: ''فنا فی الشیخ'' کیا ہے؟

جواب: یہ باطنی گمراہ صوفیا کی اصطلاح ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے شیخ کے قلب کو اپنے قلب کے اوپر تصور کیا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے فیوض و برکات شیخ کے قلب پر اترتے ہیں اور قلب شیخ سے چھلک کر اس مرید کے قلب پر اترتے ہیں۔

صحابہ کرام، تابعین عظام اور محدثین کا حصول فیض کا طریقہ یہ نہ تھا، بلکہ وہ فیض حاصل کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی احادیث سنتے تھے، علم حاصل کرتے تھے۔

(سوال): برتن میں آیات وغیرہ لکھی ہوں، تو اس میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔ برتن سے آیات وغیرہ محو کرنی چاہیے۔

(سوال): مدینہ طیبہ افضل ہے یا مکہ مکرمہ؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کے نزدیک مکہ اور مدینہ دونوں حرم ہیں، مگر مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ جبکہ بعض الناس کا کہنا ہے کہ مکہ اس وقت تک افضل تھا، جب تک نبی کریم ﷺ نے ہجرت نہ کی تھی، ہجرت کے بعد مدینہ افضل ہو گیا۔

(سوال): روح کیا ہے؟

(جواب): روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کے امر میں سے ہے۔ (بنی اسرائیل: ۸۵) اس کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ نہیں کیا۔

(سوال): کیا مہدی رحمہ اللہ حنفی مذہب کے پیرو ہوں گے؟

(جواب): بعض لوگوں کی یہ خام خیالی ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے متبع ہوں گے۔

(سوال): سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟

(جواب): سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کا تعین معلوم نہیں۔ روافض کا دعویٰ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر نجف میں ہے۔ یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''کئی جاہل روافض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر نجف میں ہے، یہ دعویٰ بے دلیل اور بے بنیاد ہے۔''

(البِداية والنّهاية :20/11)

(سوال): کیا مؤذن اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جا سکتا ہے؟

(جواب): مؤذن ہو یا مسجد میں بیٹھا کوئی اور شخص، بغیر عذر مسجد سے باہر نہیں جا سکتا۔

❀ مؤذن نے اذان کہی، تو ایک شخص اُٹھا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسے تاکتے رہے اور وہ مسجد سے باہر چلا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔''

(صحيح مسلم: 655)

البتہ اگر عذر ہو، تو بعد اذان مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(صحيح البخاري: 629، صحيح مسلم: 605)

(سوال): روافض کی اذان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): روافض کی موجودہ اذان کا ثبوت ان کے اصولِ اربعہ میں بھی نہیں ملتا۔ نیز یہ اذان مسلمانوں کے اجماعی و اتفاقی عقائد کے خلاف ہے۔

(سوال): قبرستان میں جوتا پہن کر جانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): فرمان علی رضی اللہ عنہ: ''دشمن تین ہیں؛ ایک آپ کا دشمن، دوسرا آپ کے دوست کا دشمن اور تیسرا آپ کے دشمن کا دوست۔'' کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اس قول کی سند نہیں مل سکی۔

(سوال): ''وجد'' اور ''حال'' کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): وجد اور حال جو صوفیوں کے اعمال و افعال ہیں، بے حقیقت اور بے ثبوت ہیں۔ اسے تلبیس ابلیس کہہ سکتے ہیں۔ یہ وجد اور حال نصاریٰ سے مستعار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے ایسا ثابت نہیں۔

❁ فقہ حنفی کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

مَا يَفْعَلُهُ الَّذِينَ يَدَّعُونَ الْوَجْدَ وَالْمَحَبَّةَ لَا أَصْلَ لَهُ .

''لوگ وجد اور محبت کے حال کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ بے حقیقت بات نہیں۔''

(فتاویٰ عالمگیری:319/5)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

''جو صوفیا وجد اور محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، انہیں موسیقی سنتے وقت آوازیں بلند کرنے اور کپڑے پھاڑنے سے وجوبی طور پر روکا جائے گا، کیونکہ آوازیں بلند کرنا اور کپڑے پھاڑنا تو قرآن سنتے وقت بھی حرام ہے، تو موسیقی، جو کہ خود حرام عمل ہے، کو سنتے وقت ایسا کرنا کیونکر جائز ہوگا؟ خاص طور پر ہمارے دور میں، کہ اب گناہ عام ہو چکا ہے، قسم ہا قسم کی بدعات ظاہر ہو چکی ہے۔ ہمارے زمانے میں ایک گروہ مشہور ہو چکا ہے، جنہوں نے علما جیسا حلیہ بنا رکھا ہے اور صلحا کا روپ دھار رکھا ہے، جبکہ حقیقت میں ان کے دل شہوت اور فاسد خواہشات سے بھرے پڑے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ بھیڑیے ہیں، اللہ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ یہ تالیاں بجاتے ہیں، گانے گاتے ہیں، چیخیں مارتے ہیں اور خود پر بے ہوشی طاری کر لیتے ہیں۔ یہ سب ان کی جہالت ہے، جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے، مگر سنت رسول کی مخالفت کرے، وہ کذاب ہے۔ کتاب اللہ اسے جھوٹا کہتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ کون ہے؟ نہ ہی

یہ اللہ کی محبت سے واقف ہیں۔ یہ اپنے خبیث دلوں میں عشقیہ تصویر بناتے ہیں اور فاسد خیال سوچتے ہیں، پھر اس سے بہت بڑے وجد کا اظہار کرتے ہیں، بری طرح روتے ہیں، طرح طرح کی حرکات کرتے ہیں اور تیز تیز زبان سے الفاظ ادا کرتے ہیں، ان کے منہ سے جھاگ بہہ رہے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جاہل اور بے وقوف عوام ان پر اعتقاد رکھتے ہیں، ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں، خود کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اللہ کی شریعت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ محض فاسد دعوؤں اور بودے اقوال کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے لوگوں کے شر سے اور جن وانس کے شر سے محفوظ رکھے۔''

(مِنحَة السُّلوك في شرح تُحفة المُلوك، ص 489)

سوال: کیا روز قیامت شفاعت ہوگی؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ شفاعت برحق ہے، قرآن مجید نے کئی شفاعتوں کا اثبات کیا ہے، اس بارے میں احادیث متواترہ بیان ہوئیں ہیں۔ خارجی، معتزلہ، مرجئہ اور شیعہ روز محشر شفاعت کے منکر ہیں۔ خوارج کہتے ہیں کہ کبیر گناہوں کا مرتکب ابدی جہنمی ہے، شفاعت سے اسے خلاصی نہیں مل سکتی۔ یاد رہے کہ جو شفاعت کا منکر ہے، وہ گمراہ اور ظالم ہے، نصوصِ شرعیہ اور اجماع امت کا سخت مخالف ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اول شافع (سب سے پہلے شفاعت کرنے والے) اور اول مشفع (جن کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی) ہیں۔

شفاعت وہی کرے گا، جسے اللہ رب العزت اذن دیں گے۔ جس کے لیے اذن ہوگا، اسی

کے لیے شفاعت ہوگی۔ انبیائے کرام، مقرب فرشتے، مومنین اور صالحین کی شفاعت برحق ہے۔ شفاعت دراصل شافع اور مشفوع کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز واکرام ہے۔ یہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کی کمال سلطنت وبادشاہت پر دلیل ہے۔ جس دن کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی بات نہیں کر پائے گا، اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن دیں گے، تو شفاعت کر سکے گا۔ افسوس صد افسوس! بعض لوگ بزرگوں کی قبروں پر جاجا کر دعائیں کرتے ہیں، اس لیے استغاثہ اور استمداد واستعانت کرتے ہیں کہ وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔ قرآن کریم نے ان کے اس نظریہ کی تردید کردی ہے کہ وہ روز قیامت ان کے دشمن ہوں گے، ان سے براءت کا اعلان کریں گے۔

قرآن کریم میں شفاعت کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ایک کی کفار اور مشرکین کے حق میں نفی کردی گئی ہے اور دوسری کا مومنوں اور اہل اخلاص کے حق میں اثبات کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم گناہگاروں کو اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے مشرف فرمائے، آمین یارب العالمین!

شفاعت کا ثبوت قرآن کریم، متواتر احادیث اور اجماع امت سے ملتا ہے۔

❁ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت امت کے اہل کبائر کے لیے ہے، نیز اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے ایک گروہ کو جہنم سے نکلوائیں گے، جو (جل کر) کوئلہ ہو چکے ہوں گے، انہیں نہرِ حیات میں ڈالا جائے گا، تو ایسے اُگیں گے، جیسے سیلاب کے کنارے دانا اُگ آتا ہے۔''

(رسالة إلى أهل الثغر، ص 97)

(سوال): شفاعت کبریٰ سے کیا مراد ہے؟

(جواب): شفاعت کبریٰ سے مراد وہ مقام محمود ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے وعدہ فرما رکھا ہے، کہ جب لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہو گے، محشر برپا ہو جائے گا، لوگ حساب و کتاب کے لیے بے تاب ہوں گے، اس شدت کے عالَم میں لوگ انبیا کے پاس شفاعت کی غرض سے جائیں گے، وہ معذرت کر لیں گے، بالآخر خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جائیں گے۔ آپ ﷺ دربارِ الٰہی میں سربسجود ہو جائیں گے اور اللہ رب العزت کی تحمید وستائش بیان کریں گے، آپ کا شفاعت کا اذن عطا ہو جائے گا، آپ کی شفاعت سے لوگوں کو غم و کرب اور مصیبت و تکلیف سے نجات مل جائے گی۔ یہ شفاعت نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

(سوال): شوق علم کے لیے اہل علم کی تصاویر اپنے پاس رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): جاندار کی تصویر حرام ہے۔ کافر قوموں کا شعار ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ تصویر مٹانے کے لیے آئے تھے۔ تصویر کئی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے۔

(سوال): گردن کا مسح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): گردن کا مسح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، یہ ایجاد دین ہے۔

(سوال): وضو سے پہلے ''بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام'' پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): وضو سے پہلے فقط بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ مذکورہ الفاظ پڑھنے کے بارے میں کوئی دلیل معلوم نہیں ہوسکی۔

(سوال): دوران وضو اذکار کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وضو میں ہر عضو دھوتے وقت مخصوص ذکر کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس بارے میں

مروی تمام روایات ناقابل حجت ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اعضائے وضو پر ذکر کے متعلق تمام احادیث باطل ہیں، ان میں کوئی بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔''

(المَنار المُنيف، ص 120)

سوال: اگر کسی شخص میں ایک عمل کفریہ ہو اور باقی مسلمانوں والے ہوں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایک عمل سے بھی کفر ثابت ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا کھانے سے پہلے بسم اللہ کہہ لینا کافی ہے؟

جواب: جی ہاں، کافی ہے۔

سوال: کھانے سے پہلے بسم اللہ بھول جائے، تو کیا کرے؟

جواب: کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول جائے، تو یاد آنے پر یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ فِي أَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ.

''اللہ کے نام کی برکت سے میں کھانے کا آغاز و اختتام کرتا ہوں۔''

(سنن التّرمذي: 1858، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا بدگمانی حرام ہے؟

جواب: جی ہاں، بدگمانی حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

(الحجرات : ۱۲)

''مومنو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''گمان سے بچیں، کیونکہ گمان سب سے بڑا جھوٹ ہے۔''

(صحيح البخاري : 5143، صحيح مسلم : 2563)

(سوال): روافض میں شادی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): روافض دنیا کا جھوٹا ترین مذہب ہے۔ یہ جھوٹ یعنی تقیہ کو واجب سمجھتے ہیں۔ ضروریات دین کے منکر ہیں۔ ان کا مذہب کئی کفریات وشرکیات اور بدعات وخرافات کا مرکب ہے۔ ان میں لڑکی کی شادی کرنا ناجائز ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حدیث: ''جس نے سیاہ خضاب لگایا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ، سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جس نے سیاہ خضاب لگایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔''

(مسند الشاميّين للطبراني : 652، الكامل لابن عدي : 3/222، الناسخ والمنسوخ لابن شاهين، ص : 462، ح : 614، الأمالي للشجري : 2/249-250)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ زہیر بن محمد خراسانی جمہور کے نزدیک ''ثقہ'' ہے، لیکن اس سے اہل شام کی روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

(تقريب التهذيب : 2049)

یہ روایت بھی اہل شام کی ہے، لہٰذا یہ جرح مفسر ہے اور روایت ''ضعیف'' ہے۔

✿ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''موضوع'' (من گھڑت) کہا ہے۔

(علل الحديث لابن أبي حاتم : 2/299)

سوال: حدیث صحیح مسلم: ''اس سفیدی کو بدل دیں اور سیاہی سے اجتناب کریں۔'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فتح مکہ والے دن سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے والدِ گرامی سیدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے۔ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سفیدی کو رنگ دیں، البتہ (بوڑھے کو) سیاہ رنگ دینے سے اجتناب کریں۔''

(صحیح مسلم :: 2102)

اس حدیث میں دو حکم ہیں اور دونوں استحباب پر محمول ہیں، ایک بال رنگنے کا اور دوسرا سیاہ خضاب سے بچنے کا۔ یہ حکم ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے انتہائی بڑھاپے کی بنا پر ارشاد ہوا، ان کے وجود پر سفیدی اس قدر غالب تھی کہ سیاہ رنگ انہیں کوئی فائدہ نہ دیتا۔

جس طرح بہت سارے اسلاف بالوں کو نہیں رنگتے تھے اور ان کے فہم و عمل کی بنا پر بالوں کو رنگنا فرض نہیں، اسی طرح اسلاف سیاہ خضاب لگاتے اور اس کی اجازت بھی دیتے تھے، لہٰذا اس بنا پہ سیاہ خضاب حرام نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے سیاہ خضاب لگا رکھا ہے، جیسا کہ کوئے کے پر، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، ابوعبداللہ! یہ کیا؟ تو سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا، امیر المومنین! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے جوان دیکھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے انہیں منع کیا نہ معیوب جانا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 454/3، وسندہٗ حسنٌ)

دیکھئے ایک عمل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبع سنت خلیفہ کے سامنے آتا ہے، وہ اس پر متعجب ہو کر سوال تو کرتے ہیں، مگر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وضاحت کے بعد خاموشی اختیار کرتے ہیں، انکار نہ تردید اور وضاحت بھی کیا ہے؟ بوڑھا نظر نہ آؤں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس عمل پر

خاموشی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ آپ بھی سیاہ خضاب جائز سمجھتے تھے۔

سوال: حدیث ہے: ''قربِ قیامت کچھ لوگ آئیں گے، وہ سیاہ خضاب لگاتے ہوں گے، جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔'' اس کا مفہوم واضح فرما دیں۔

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخری زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹے جیسا سیاہ خضاب لگائے گی۔وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گی۔''

(سنن أبي داوٗد : 4213، سنن النسائي : 138/8، ح : 5078، مسند الإمام أحمد : 273/1، المعجم الكبير للطبراني : 413/12، تاريخ ابن أبي خيثمة : 909، المختارة للضياء المقدسي : 233/10، ح : 244، شرح السنة للبغوي : 3180، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **مسند اسحاق بن راہویہ** (كما في [النكت الظراف على الأطراف لابن حجر : 424/4]) میں الفاظ ہیں:

''وہ اپنی ڈاڑھیوں کو سیاہ خضاب لگائیں گے۔''

بعض لوگ اس حدیث سے سیاہ خضاب کی ممانعت وحرمت پر دلیل لیتے ہیں، لیکن ان کا یہ استدلال کمزور ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلافِ امت اور محدثین کرام میں سے کوئی بھی سیاہ خضاب کی ممانعت وحرمت کا قائل نہیں۔ دوسری یہ کہ اہل علم نے اس حدیث کا یہ معنی ومفہوم بیان نہیں کیا، بلکہ بعض اہل علم نے اس سے سیاہ خضاب کی حرمت پر استدلال کا ردّ کیا ہے۔

❁ مشہور محدث، امام ابوبکر ابن ابوعاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سیاہ خضاب کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔ اس میں تو ایک قوم کے بارے میں خبر دی گئی ہے، جن کی نشانی یہ ہوگی۔''

(فتح الباري لابن حجر : 354/10)

۞ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس سے سمجھ آتا ہے کہ وہ قوم اپنے حرام و ناجائز افعال کی بنا پر مذموم ہوگی۔ سیاہ خضاب فی نفسہ مذموم نہیں ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ خضاب لگاتے رہے، ان میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔''

(شرح مشكل الآثار : 313/9، ح : 3699)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

''آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے سیاہ خضاب استعمال کیا ہے۔ ان میں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ بہت سے تابعین کرام بھی ایسا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اسے اس لیے مکروہ سمجھا ہے کہ اس میں ایک قسم کا دھوکا ہے۔ رہی یہ بات کہ سیاہ خضاب کے ذریعے دھوکے کا ارادہ نہ بھی ہو تو اس کا استعمال حرمت کے درجے تک پہنچ جائے اور اس کے استعمال کنندہ پر جنت کی خوشبو سے بھی محرومی کی وعید صادق آ جائے، تو یہ بات آج تک کسی اہل علم نے نہیں کہی۔ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس معنی کا احتمال ہے کہ وہ اپنے کسی غلط عقیدے یا عمل کی بنا پر جنت کی خوشبو سے محروم رہیں گے، سیاہ خضاب کی بنا پر نہیں۔ یہ خضاب تو ان کی ایک نشانی ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پہچان کے لیے بتلائی ہے، جس طرح خارجیوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ان کی نشانی سر کے بالوں کو منڈانا ہے۔ اس کے باوجود سر کے بالوں کو منڈانا حرام نہیں۔''

(الموضوعات : 55/3)

ثابت ہوا کہ مذکورہ حدیث میں موجود وعید سیاہ خضاب کی وجہ سے نہیں، ورنہ ''آخری زمانے'' کی قید کا کیا معنیٰ؟ سیاہ خضاب کا استعمال کرنے والے تو صحابہ کرام سے لے کر ہر دور میں موجود رہے!!!

❀ علامہ محمد عبدالرحمٰن، مبارک پوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے سیاہ خضاب کے مکروہ ہونے کی دلیل لینا صحیح نہیں۔''

(تحفة الأحوذي: 55/3)

سوال: روایت: ''زرد خضاب مومن کا ہے، سرخ خضاب مسلمان کا ہے اور سیاہ خضاب کافر کا ہے۔'' کی تحقیق درکار ہے۔

جواب: یہ روایت الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۱۸۵/۴)، معجم کبیر طبرانی (۱۴۱۱۸) اور مستدرک حاکم (۶۲۳۹) وغیرہ میں آتی ہے۔ یہ سخت منکر روایت ہے۔ ابوعبد اللہ قرشی مبہم و نامعلوم ہے۔

❀ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث منکر ہے، بلکہ من گھڑت سی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ابوعبداللہ قرشی کی کاروائی ہے۔''

(الجرح والتّعديل: 185/4)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(مختصر تلخيص الذهبي: 762)

سوال: حدیث: ''سیاہ خضاب لگانے والے کی طرف روز قیامت اللہ تعالیٰ (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: عامر شعبی، رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى مَنْ يَّخْضِبُ بِالسَّوَادِ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جوسیاہ خضاب لگاتا ہے، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے (نظرِ رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔''

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد :340/1)

یہ روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔

① روایت ''مرسل'' ہے، عامر شعبی تابعی ہیں اور براہ راست نبی کریم ﷺ سے بیان کررہے ہیں۔

② لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''مختلط و مدلس'' ہے۔

③ عبدالرحمٰن بن محمد محاربی ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: روایت: ''سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے لگایا۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت الغرائب الملتقطہ لابن حجر (۲۰۲/۱) اور الدر المنثور للسیوطی (۲۸۲/۱) میں آتی ہے۔ سند سخت ضعیف ہے۔

① منصور مولیٰ عمار وضاع (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔

② عبداللہ بن موسیٰ الخلمی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

اس میں اور بھی علتیں ہیں۔

تنبیہ:

امام مجاہد رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

''سب سے پہلے کالا خضاب فرعون نے لگایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 556/12)

اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

الاوائل لابی عروبہ (۳۳) میں سفیان نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے،مگر یہ سند سفیان بن وکیع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: روایت: ''اللہ تعالیٰ بوڑھے سیاہ خضاب لگانے والے سے بغض کرتا ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت الکامل لابن عدی (۸۵/۴) اور الغرائب الملتقطہ لابن حجر (۵۲۰/۲) میں آتی ہے۔اس کی سند سخت ضعیف ہے۔اس میں رشدین بن سعد متروک اور منکر الحدیث ہے۔

سوال: حدیث: ''میں انگارے یا تلوار پر چلوں یا اپنے پاؤں سے جوتا گانٹھوں، یہ مجھے محبوب ہے کہ میں مسلمان کی قبر پر چلوں۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنن ابن ماجہ (۱۵۶۷) وغیرہ میں آتی ہے۔اس کی سند عبدالرحمٰن بن محمد محاربی کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: کیا قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا منع ہے؟

جواب: قبرستان میں جوتا پہننے اور نہ پہننے میں اختلاف ہے۔

❀ سیدنا بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جوتے پہن کر قبروں کے درمیان چل رہا تھا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا،تو فرمایا:

''اے سبتی (چمڑے کی ایک قسم) جوتے والے! انہیں اتار دیجئے۔''

تو اس نے جوتے اُتار دیے۔

(سنن أبي داود : 3230، سنن النّسائي : 2048سنن ابن ماجه : 1568، وسندهٗ حسنٌ)

❁ قبرستان میں جوتا پہننا بھی ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 1378، صحيح مسلم : 782)

تمام دلائل میں تطبیق یہ معلوم ہوتی ہے کہ جوتے پہن کر قبروں کے درمیان چلنا مناسب نہیں، قبروں کے مابین چلنے والا ممکن ہے کہ قبروں کو پھلانگ دے اور قبروں کو پھلانگنا اہل قبور کے احترام واکرام کے منافی ہے۔ اس لیے قبروں کے مابین جوتے پہن کر چلنے سے منع کر دیا گیا۔

البتہ ضرورت کے تحت جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنا جائز ہے۔

اگر قبرستان میں راستے بنے ہوں یا قبرستان کی اطراف میں چلنا ہو، تو جوتا پہن کر چلنا بلا کراہت جائز ہے۔

جوتے میں چلنے کی ممانعت صرف قبروں کے مابین چلنے کے ساتھ خاص ہے۔ یہ ممانعت تحریمی نہیں، تنزیہی ہے، اس میں اہل قبور کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(سوال): داڑھی چڑھانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ یہ داڑھی کو گرہ یا گانٹھ لگانے کی طرح ہے۔ یہ جاہلی رسومات میں سے ہے۔ ایسا تکبر وتجبر کی وجہ سے کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ یہ اللہ کی تخلیق میں بگاڑ ہے۔ داڑھی کو کنگی کرنا مسنون ومشروع ہے۔

❁ رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

''جس نے اپنی ڈاڑھی کو گرہ لگائی، یا (نظر بد سے بچنے کے لیے) جانور کی گردن میں تاند کا حلقہ ڈالا، یا لید یا ہڈی سے استنجا کیا، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہے۔''

(سنن أبي داود : 36، سنن النّسائي : 5667، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): سودخوری پر کیا وعید ہے؟

(جواب): سودخوری ہلاکت خیزی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ گناہ کبیرہ اور مہلک ہے۔ اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت ختم کر دیتا ہے۔

- سودخوری اللہ ورسول کے ساتھ جنگ ہے۔ (سورت بقرہ: ۲۷۹)
- سودخور روز قیامت خبطی اور مجنون ہوں گے۔ (سورت بقرہ: ۲۷۵)
- سودخور کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ (سورت بقرہ: ۲۷۵)
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سودخور خون کی نہر میں عذاب دیے دکھائی دیے۔

(صحيح البخاري : 1386)

سود لینا، لینا، اس پر گواہ بننا، اس کی کتابت کرنا یا کسی لحاظ سے اس میں تعاون کرنا حرام، ناجائز اور موجب لعنت ہے۔

- سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور فرمایا: یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔''

(صحيح مسلم : 1598)

(سوال): بال سیاہ رکھنے کے لیے ادویات استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ یہ طریقہ علاج ہے۔

(سوال): امام خطبہ دے رہا ہے، بعد میں آنے والا کیا کرے؟

(جواب): خطبہ کے دوران آنے والا دو رکعت پڑھ کر ہی بیٹھے۔ دلائل درج ذیل ہیں:

- سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلیک! کھڑے ہو کر دو مختصر رکعت ادا کیجیے۔ پھر فرمایا: جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آنے والا دو مختصر رکعت پڑھ کر بیٹھے۔‘‘

(صحيح البخاري : 1166؛ صحيح مسلم : 875، واللّفظ لهٗ)

❁ عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

’’سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کو مسجد میں داخل ہوئے، مروان بن حکم رحمہ اللہ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے لگے۔ سپاہی آپ کو بٹھانے کے لئے آئے، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم فرمائے! سپاہی آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتے تھے۔ فرمایا: میں ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر ایک واقعہ ذکر کیا کہ خطبہ کے دوران ایک آدمی پراگندہ حالت میں داخل ہوا، تو نبی کریم ﷺ نے اسے دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ جو اس نے دوران خطبہ ہی ادا کیں۔‘‘

(سنن التّرمذي : 511؛ مسند الحميدي : 2/326-327، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 3/194؛ الأوسط لابن المنذر : 1843، سنن الدارمي : 1593، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ’’حسن صحیح‘‘ جب کہ امام ابن خزیمہ (۱۸۳۰) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۲۵۰۵) نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

’’سیدنا سلیک رضی اللہ عنہ دو رکعتوں سے فارغ ہوئے، تو نبی کریم ﷺ قیامت تک آنے والے ہر شخص کو حکم دیا کہ دوران خطبہ اگر مسجد میں آئیں تو دو رکعت نماز ادا کریں۔ کسی عالم کے لئے یہ تاویل کرنا جائز نہیں کہ یہ حکم سیدنا سلیک رضی اللہ عنہ

کے لئے خاص تھا، کیونکہ وہ خطبہ کے دوران پراگندہ حالت میں داخل ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ کے حکم میں عموم ہے کہ جو بھی دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو، دو رکعت پڑھے۔ آپ نے یہ حکم اس وقت دیا جب سلیک رضی اللہ عنہ دو رکعت پڑھ چکے تھے۔ نیز اس فرمان کو نبی کریم ﷺ سے بیان کرنے والے صحابی سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ قسم اُٹھا کر کہہ رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے بعد میں یہ دو رکعت نہیں چھوڑ سکتا۔ لہٰذا انہیں سلیک رضی اللہ عنہ یا پراگندہ حال شخص کے ساتھ خاص کرنے والا احادیث نبویہ ﷺ کا صریح مخالف ہے، کیونکہ فرمان نبوی: ''دوران خطبہ آنے والا دو رکعت ادا کرے'' سے صرف ایک شخص مراد لینا اور دوسرے کو خارج کرنا محال ہے، اہل عرب کے ہاں ایک آدمی کے لیے ان الفاظ کا استعمال ممکن نہیں۔ میں نے ان احادیث کی مختلف سندیں کتاب الجمعہ میں جمع کر دی ہیں۔''

(صحیح ابن خزیمة : 167/3، 168، تحت الحدیث : 1835)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''یہ ایسی نص ہے، جس میں تاویل ممکن نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی عالم کو یہ روایت پہنچ جائے اور وہ اسے صحیح سمجھتا ہو، پھر بھی اس کی مخالفت کرے۔''

(شرح مسلم :287/1)

سوال: کیا وبائی علاقے سے باہر نکلنا جائز ہے؟

جواب: جس علاقے میں وبا پھیل چکی ہو، وہاں پر موجود لوگوں کے لیے علاقہ سے باہر جانا جائز نہیں، اسی طرح باہر کے لوگوں کے لیے وبائی علاقے میں داخل ہونا جائز نہیں۔

البتہ کسی طبی ضرورت کے تحت آیا، جایا جا سکتا ہے۔

❁ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تمہیں کسی جگہ کوڑھ کے مرض کا علم ہو، تو وہاں مت جاؤ اور اگر تمہارے علاقے میں کوڑھ کا مرض نازل ہو، تو وہاں سے بھاگ کر مت جاؤ۔''

(صحيح البخاري : 5729، صحيح مسلم : 2219)

سوال: حدیث: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں زور سے چھینکنے کو ناپسند کرتے تھے۔'' بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: یہ روایت الکامل لابن عدی (۹/۱۱۴) السنن الکبری للبیہقی (۳۵۸۱) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن یزید بن عبد الملک نوفلی ''ضعیف'' ہے۔

(الكامل لابن عدي : 146/9)

② یزید بن عبد الملک نوفلی بھی ضعیف ہے۔

(الكامل لابن عدي : 146/9)

③ داود بن فراہیج جمہور ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

سوال: کیا پیتل بتوں کا زیور ہے؟

جواب: پیتل کی انگوٹھی یا زیور پہننا جائز ہے۔ ممانعت پر کوئی صحیح حدیث نہیں۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا، اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آپ سے بتوں کی بدبو کیوں آ رہی ہے؟ اس نے انگوٹھی پھینک دی۔ پھر آیا اور لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، فرمایا: میں

آپ کو جہنمیوں کا زیور پہنے دیکھ رہا ہوں، اس نے وہ بھی دے پھینکی اور عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! کون سی انگوٹھی پہنوں؟ فرمایا: چاندی کی، یاد رہے کہ انگوٹھی میں ایک مثقال (وزن) سے زائد چاندی استعمال نہیں کرنی۔''

(سنن أبي داود: 4223، السّنن الكبرٰی للنّسائي: 9442، سنن التّرمذي: 1888)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ عبداللہ بن مسلم مروزی ابوطیب کی عدالت ثابت نہیں ہے۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کی حدیث لکھی جائے گی، قابل حجت نہیں ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 165/5)

❀ امام ابن حبان ''الثقات'' (۴۹/۷) میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

❀ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

سوال: انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے؟

جواب: انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہنی جا سکتی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندی کی انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے، جس میں حبشی (پتھر کا) نگینہ تھا۔ نگینے کا رخ ہتھیلی کی جانب کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم: 2094)

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

(سنن أبي داود: 4226، سنن النّسائي: 5203، وسندهٔ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور دائیں ہاتھ میں پہنی۔''

(سنن التّرمذي : 1741، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ تابعی محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے صلت بن عبداللہ بن نوفل بن عبدالمطلب رحمہ اللہ کو دائیں چھنگلی میں انگوٹھی پہنے دیکھا، تو پوچھا: یہ کیا؟ فرمانے لگے: میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایسا کرتے دیکھا، آپ نگینے کا رخ باہر کو رکھتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''

(سنن أبي داود : 4229، سنن التّرمذي : 1742، وسندهٗ حسنٌ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''حسن'' کہا ہے۔

(سنن التّرمذي : 1742)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 2095)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی والی جانب ہوتا تھا۔''

(سنن أبي داود : 4227، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نافع مولی ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔''

(سنن أبي داود : 4228، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوجعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''

(سنن التّرمذي : 1743، وسندهٗ صحيحٌ)

ان احادیث میں جمع وتطبیق کی صورت یہ بنتی ہے کہ دائیں بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم نے دونوں طرف کی احادیث کو اباحت پر محمول کیا ہے۔''

(التّمهيد : 109/17)

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''دونوں طرح جائز ہے، جونسے ہاتھ میں پہن لے، کوئی حرج نہیں۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي وآداب السّامع :387/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''فقہا کا دائیں و بائیں ہر دو ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے جواز پر اجماع ہے، کسی ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی کراہت نہیں۔''

(شرح صحيح مسلم : 72/14)

سوال: انگوٹھی میں اپنا نام کندہ کرانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: انگوٹھی کے نگینہ میں کلمہ طیبہ کندہ کرانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ اس صورت میں بیت الخلا میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لے۔

سوال: اللہ صاحب کہنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ سفر کی دعا والی حدیث میں اللہ تعالیٰ کو ”الصاحب“ کہا گیا ہے۔

(صحيح مسلم: 1342)

(سوال): جس درخت کو نجس پانی لگتا ہو، اس کا پھل کھانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ نجاست تحلیل ہو جاتی ہے۔

(سوال): جس گائے کو چوری کا چارہ ڈالا جائے، اس کا دودھ پینا کیسا ہے؟

(جواب): اگرچہ چوری کرنا حرام ہے، مگر اس سے دودھ حرام نہ ہوگا۔

(سوال): جس کی کمائی حرام ہے، اس کو کوئی چیز فروخت کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ بیچنے والا اپنی چیز کی قیمت لے رہا ہے۔ وہ قیمت اس کے لیے حلال ہے۔

(سوال): حرام خور کو مکان کرایہ پر دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا علاج کرانا سنت ہے؟

(جواب): جی ہاں، علاج کرانا سنت ہے۔ (بخاری: ۵٦٨٣، مسلم: ۲۲۰۵)

(سوال): انگریزی دوائیاں استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بہتر ہے کہ متبادل تلاش کیا جائے، ورنہ جائز ہے۔

(سوال): کیا اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا؟

(جواب): ثابت نہیں۔ جنت صرف جن وانس کے لیے ہے۔

(سوال): سبز جوتا پہننا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی شکل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی؟

(جواب): اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔

(سوال): کیا عشق جنت کا باعث ہے؟

(جواب): سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے عشق کیا، تو اسے دل ہی دل میں چھپایا، پاکدامنی اختیار کی اور صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما کر جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں گے۔''

(الطیوریات: 147/1، تاریخ بغداد للخطیب: 156/5، العلل لابن الجوزي: 286/2)

روایت سخت ضعیف ہے۔

① ابو یحییٰ قتات جمہور ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

② سوید بن سعید ہروی ضعیف، مدلس اور تلقین قبول کرنے والا راوی ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العلل المتناهية: 286/2)

اس روایت کی ایک اور سند بھی ہے، جس میں ابن ابی نجیح مدلس ہیں۔

❀ نیز اس سند کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ روایت ابن ماجشون پر جھوٹ ہے، انہوں نے یہ روایت بیان نہیں کی اور نہ ہی زبیر بن بکار نے ان سے روایت کی ہے، بلکہ یہ کسی جھوٹے راوی نے (ابن ماجشون پر) تھوپ دی ہے۔''

(الدّاء والدواء، ص 570)

(سوال): نماز کے سجدہ میں سجدہ شکر کی نیت کرنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: جس ریاست میں حدود قائم نہیں، وہاں کسی نے زنا کرلیا، کیا توبہ سے گناہ معاف ہو جائے گا؟

جواب: توبہ کرے، باقی معاملہ اللہ کے سپرد کردے۔

سوال: کیا امامت نبوت سے افضل ہے؟

جواب: یہ روافض کا نظریہ ہے۔ جو کفر محض ہے۔

❀ علامہ ابوالحسن علی بن یحییٰ زندویستی حنفی (۳۸۲ھ) لکھتے ہیں:

''امت کا اجماع ہے کہ مخلوق میں سب سے افضل انبیائے کرام ہیں اور ہمارے نبی (محمد ﷺ) انبیا میں سب سے افضل ہیں۔''

(البحر الرّائق لابن نُجیم: 353/1، حاشیة الطّحطاوي: 184/1، فتاویٰ شامی: 527/1)

❀ علامہ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

''اکثر امت کے ساتھ ساتھ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ ہر نبی، ہر غیر نبی ولی سے افضل ہے، جبکہ غالی روافض کا خیال ہے کہ (ان کے) ائمہ، انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔''

(أُصول الدِّین، ص 298)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''ہم قطعی طور پر ان غالی روافض کی تکفیر کرتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ (ان کے بارہ) ائمہ، انبیائے کرام سے افضل ہیں۔''

(الشِّفا بتعریف حقوق المصطفٰی، ص 290)

❀ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔''

(مِنہاج السُّنّة : 417/2)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''بلاشبہ نبوت سب سے اعلیٰ منصب ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر :222/1)

سوال: امام ضامن باندھنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز و حرام ہے۔ یہ روافض کا شیوہ ہے۔

سوال: آنکھ سے پانی نکل آیا، وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: آنکھ، منہ یا ناک وغیرہ سے پانی نکل آئے، تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: بزرگوں کے عرس کرانا کیسا ہے؟

جواب: قبروں پر عرس اور میلوں کا انعقاد بدعت، حرام اور ناجائز ہے، یہ دراصل ہندوؤں کی نقالی ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی صریح نافرمانی، سلف صالحین کی مخالفت، حدودِ شرع سے تجاوز اور انہدامِ اسلام ہے۔ عقیدہ وعمل کی بہت سی خرابیاں اسی سے وابستہ ہیں۔ یہ قریب بہ شرک یا بے شمار بدعات وخرافات کا موجب ضرور ہے۔ اس سے مشرکانہ عقائد واعمال پروان چڑھتے ہیں۔ اس فعلِ بد کو سند جواز دینا درحقیقت احکامِ شریعت کی کھلم کھلا توہین ہے۔

عرسوں اور میلوں کا اصل سبب جہالت اور غلو ہے۔ اس لیے یہ قبر کے متعلق فتنوں میں بڑا فتنہ ہے۔ شرک کے قلع قمع کے لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ یہ وقت اور قیمتی مال کا ضیاع ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نماز میں امامت کراتے وقت پیچھے بھی دیکھ سکتے تھے؟

جواب: جی ہاں، یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ نماز کی حالت میں پیٹھ پیچھے بھی دیکھتے تھے۔ (بخاری: ۴۱۸، مسلم: ۴۲۴)

سوال: حدیث: ''جمعہ کے دن اللہ کے ہاں سب سے افضل عمل نماز فجر با جماعت ادا کرنا ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت شعب الایمان للبیہقی (۳۰۴۵) اور حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۷/ ۲۰۷) میں آتی ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

سوال: کیا عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں؟

جواب: جی ہاں، عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں، قرب قیامت نزول فرمائیں گے، قرآن، حدیث، اجماع امت اس پر دلیل ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: آیت:﴿یٰعِیسٰی اِنِّي مُتَوَفِّیكَ......﴾ کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: اس آیت میں تَوَفّی کا معنی موت کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کا معنی ''موت'' نہیں، بلکہ ''اٹھایا جانا'' ہوتا ہے، البتہ یہ لفظ مجازا موت کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اور یہ ایک قاعدہ ہے کہ جس کلام میں دو معانی موجود ہوں، اس کو حقیقی معنی سے پھیرنے کے لئے دلیل یا کسی صریح قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس آیت کا معنی ''وفات پا چکنا'' کرنے کا کوئی قرینہ موجود نہیں، البتہ قرآن وحدیث، اجماع امت اور علمائے دین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا ہے، قرب قیامت آپ کا آسمان سے نزول ہوگا۔

سوال: کیا مسجد کا متولی یہ کہہ سکتا ہے کہ میری اجازت کے بغیر کوئی مسجد میں وعظ نہ کرے؟

جواب: مساجد کے متولیان عموما عامی لوگ ہوتے ہیں، علماء نہیں ہوتے۔ کسی کے وعظ یا درس کو جانچنے یا روکنے کا اختیار عوام کو نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ مسجد میں موجود عالم دین یہ بات کہہ سکتا ہے کہ جو شخص وعظ کرنا چاہتا ہے، اس کو تب ہی اجازت دی جائے گی، جب اس کے عقائد ونظریات یا علمی حیثیت سے واقفیت حاصل نہ کی جائے۔ اسی میں عوام کا فائدہ ہے۔

سوال: اعلانیہ صدقہ کرنا جائز ہے؟

جواب: ریا کاری کے لیے نہ ہو، تو جائز ہے، بلکہ بعض اوقات مستحسن ہوتا ہے، کہ

اس میں دوسروں کے لیے ترغیب ہوتی ہے۔

سوال: حدیث: ''صدقہ رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت ترمذی (٦٦٤) میں آتی ہے۔اس کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔

سوال: کیا یہود نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا؟

جواب: قرآن کریم کی رو سے یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا، وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا، وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ .

(النّساء : 156-159)

''یہ سزا ان کے کفر کے باعث اور مریم (علیہا السلام) پر بہت بڑے بہتان باندھنے کے باعث اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسی ابن مریم کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ انہوں نے عیسی علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، نہ ہی وہ آپ کو سولی دے سکے ہیں، بلکہ ان کو شبہ ڈال دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اس پھانسی کے

واقعہ میں اختلاف کیا ہے، وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں، ان کو کوئی علم نہیں، سوائے ظن کی پیروی کے، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے، یقیناً یہود و نصاریٰ عیسیٰ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔''

سوال: کیا آیت: ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ﴾ کا معنی یہ کرنا کہ ''آپ کو کثیر امت والا پایا کہ شفاعت کا وعدہ فرما کر آپ کو بے پرواہ کر دیا۔'' درست ہے؟

جواب: یہ معنوی تحریف ہے۔ ائمہ اہل سنت کی یہ تفسیر نہیں۔

سوال: تاویل کیا ہے؟

جواب: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''تاویل سے تین مفہوم مراد لیے گئے ہیں؛ ① **متاخرین کی اصطلاح میں تاویل**: اکثر متاخرین کی اصطلاح میں تاویل سے مراد ہے: لفظ کو کسی دلیل کی بنا پر راجح معنی سے مرجوح معنی کی طرف پھیرنا۔ ان متاخرین کی اصطلاح کے مطابق کسی لفظ کا وہ معنی، جو اس کی ظاہری مراد سے مطابقت رکھتا ہو، تاویل نہیں کہلائے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''تاویل'' کے لفظ سے یہی مراد لیا ہے، نیز تمام نصوص کی ظاہری مدلول کے برعکس تاویلات ہیں، جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا تاویل کرنے والے جانتے ہیں۔ متاخرین میں سے بہت سے اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر رکھا جائے گا، ان کا ظاہری معنی ہی مراد ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ یہ بھی کہتے

ہیں کہ ان نصوص کی ان مفاہیم کے علاوہ بھی تاویل ہے، جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ائمہ اربعہ وغیرہ کو ماننے والوں میں کئی نام نہاد اہل سنت اس متناقض مؤقف کا شکار ہو گئے ہیں۔ ② **جمہور مفسرین کے ہاں تاویل**: تاویل سے مراد کلام کی تفسیر ہے، چاہے ظاہری معنی کے موافق ہو یا نہ ہو۔ جمہور مفسرین وغیرہ کی اصطلاح میں اسے ہی تاویل کہتے ہیں۔ اس تاویل کو علم میں پختہ لوگ جانتے ہیں۔ یہ معنی ان سلف کے موافق ہے، جو اس فرمان باری تعالیٰ پر وقف کرنے کے قائل ہیں: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ﴾ ''اس کی تاویل کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ لوگ جانتے ہیں، جو علم میں راسخ ہیں۔'' ③ **قرآن وسنت میں وارد تاویل**: تاویل سے مراد وہ حقیقت ہے، جس کی طرف کلام کو لوٹایا جاتا ہے، اگرچہ آپ اس کے ظاہری معنی سے واقف ہوں۔ پس جنت کے کھانے، پینے، لباس، نکاح اور وقوع قیامت وغیرہ کے متعلق جو خبر دی گئی ہے، ان کی تاویل سے مراد ان میں پائے جانے والے حقائق ہیں، نہ کہ وہ معانی مراد ہیں، جنہیں ذہنوں میں تصور کیا جاتا ہے اور زبان سے ادا کیا جاتا ہے۔ لغت قرآن میں بھی تاویل سے یہی مراد ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق ذکر کیا: ﴿يَا أَبَتِ هٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا﴾(یوسف: ۱۰۰) ''ابا جان! یہی میرے خواب کی تاویل ہے، جسے میں نے (برسوں) پہلے دیکھا تھا، اسے میرے رب نے سچ کر دیا ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهٗ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهٗ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ

مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾(الأعراف : ٥٣)''یہ لوگ اس کے اُخیر نتیجے کے منتظر ہیں، جس دن اس کا اخیر نتیجہ آئے گا، اس دن وہ لوگ، جو اسے پہلے سے بھولے ہوئے تھے، کہیں گے کہ یقیناً ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے تھے۔''نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾(النّساء : ٥٩)''اگر کسی مسئلہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو، یہ بہت بہتر ہے اور انجام کار کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔''اس تاویل کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(الفتوی الحِمویّۃ الکُبریٰ :1/287-290)

فائدہ:

✿ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''تاویل کرنے والا ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا، اگر چہ وہ تاویل میں خطا کر جائے۔''(مَعالم السّنن : 4/295)

(سوال): کیا جمعہ کے ہر عربی خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر عہد صحابہ سے ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔ اس حوالے سے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے، مگر اس کی سند معلوم نہ ہوسکی۔

(سوال): خطبہ میں مسلمان حاکم وقت کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا سیدزادے کوتادیبا مارا جا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، مارا جا سکتا ہے۔

(سوال): ماہِ شعبان میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے والا واقعہ جو ذکر کیا جاتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): طبقات ابن سعد (۲۰۲/۳) اور سنن دارقطنی (۱۲۳/۱) وغیرہ میں جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ہے کہ وہ تلوار لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے، کسی نے کہا کہ اپنی بہن کے گھر کی خبر لو، وہاں پہنچے، تو دیکھا بہن اور بہنائی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں...... کی سند ضعیف و منکر ہے۔ قاسم بن عثمان بصری کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''لیس بالقوی'' کہا ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال: ۳۷۵/۳) نے اس قصہ کو سخت ''منکر'' قرار دیا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔

(سنن التّرمذي: 3681، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

(سوال): کل صحابہ کی تعداد کتنی تھی؟

(جواب): متعین عدد معلوم نہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا چالیس ہزار کا قول محتاج دلیل ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نظیر ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کا نہ کوئی نظیر ہے، نہ مثیل ۔ آپ افضل خلق اللہ ہیں ۔

(سوال): مشکل کے وقت ''یا زروق'' کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟

(جواب): فوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام کی دہائی دینا اللہ کے ساتھ شرک ہے ۔ جب کسی صحابی سے نبی کریم ﷺ کو پکارنا ثابت نہیں، تو اور کون ہوسکتا ہے، جس کی پکار جائز ہو؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(المؤمن : ٦٥)

''خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾(الجنّ : ١٨)

''اللہ کے سوا کسی کو (مافوق الاسباب مدد کے لیے) مت پکارو۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهٖ أَحَدًا﴾(الجنّ : ٢٠)

''کہہ دیجیے، میں اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾(الأحقاف : ٥)

''اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے، یہ اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں جو قیامت

تک ان کو جواب نہیں دے سکتے، وہ تو ان کی دعا و پکار سے غافل ہیں۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾(القصص : ۸۸)

''اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو، اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : ١٤)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾(الرَّعد : ١٤)

''جو لوگ غیر اللہ سے دعائیں کرتے ہیں، وہ غیر ان پکارنے والوں کی کوئی دعا قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جس نے پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلائیں، تا کہ پانی اس کے منہ تک آ سکے، حالاں کہ وہ پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، (غیر اللہ سے) کافروں کی دعا سراسر بے سود ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ﴾

(النّحل: ٢٠)

''جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(الأعراف: ١٩٤)

''جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، ان کو پکارو، اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں جواب دے کر دکھائیں۔''

سوال: حدیث: ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے، تو ان کے لیے میرے اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت مسند احمد (١٤٦٣١) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

سوال: کیا ''شیخ'' کے پاس بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ''شیخ'' صوفیا کی خاص اصطلاح ہے۔ ان کے نزدیک ''شیخ'' کے پاس بیٹھ کر اللہ کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے، کہ اس کے پاس بیٹھنے سے اس میں فیض منتقل ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ ''شیخ'' کے حق میں غلو ہے۔

سوال: مصیبت زدہ پر نظر پڑے، تو کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

(جواب): مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلٰى هٰذَا بِهٖ وَفَضَّلَنِي عَلَيْهِ وَعَلٰى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا .

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے، جس نے مجھے اس مصیبت سے محفوظ رکھا جس میں یہ مبتلا ہے، نیز اس سمیت بہت سوں پر مجھے فضیلت بخشی۔''

(الدّعاء للطّبراني : 798، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کیا مصیبت زدہ والی دعا ہر مصیبت کو شامل ہے؟

(جواب): مصیبت جیسی بھی ہو، جسمانی، مالی، آسمانی یا ارضی، گویا ہر طرح کی مصیبت میں مبتلا شخص کو دیکھ کر یہی دعا پڑھی جائے۔

(سوال): امت محمدیہ کے ''وسط امت'' ہونے سے افضل ہونا لازم آتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، وسط کے معنی میں افضل ہونا بھی شامل ہے۔ ایک وقت تک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سابقہ تمام امتوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اب تا قیامت سب سے افضل امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

(سوال): مرغی پانی میں چونچ ڈال دے، پانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پاک ہے۔ حلال جانوروں کے منہ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

(سوال): نماز میں قرأت کرتے وقت تین بار متشابہ لگا، تینوں بار دوبارہ پڑھا، مگر صحیح نہ پڑھ سکا، کیا سجدہ سہو لازم ہوگا؟

(جواب): سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ نماز درست ہے۔

(سوال): ناپاک پانی اُبالنے سے پاک ہوتا ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): حدیث: ''عالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔'' کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بے اصل اور بے سند ہے۔

(سوال): مرگی کیا ہے؟

(جواب): یہ ایک بیماری ہے، جس کا دورہ پڑتا ہے اور انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بیماری کی نوعیت سے مریض میں مختلف حرکات ظاہر ہوتی ہیں۔

اس بیماری پر صبر کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ایک سیاہ فام عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض گزار ہوئی: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور برہنہ ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبر کرنا چاہتی ہیں، تو جنت کی گارنٹی دیتا ہوں اور اگر چاہتی ہیں، تو اللہ سے آپ کی عافیت کا سوال کر دیتا ہوں۔ کہنی لگی: صبر کر لیتی ہوں، لیکن میرا پردہ کھل جاتا ہے، بس اللہ سے دعا کیجئے کہ میرے تن کی حفاظت کرے۔ آپ ﷺ نے دعا فرما دی۔''

(صحيح البخاري : 5652، صحيح مسلم : 2576)

(سوال): کیا جانوروں کو کھلانے پلانے سے اجر ملتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، ہر جاندار کا خیال کرنے اور اس کو آرام بہم پہنچانے میں اجر ہے۔

(صحيح البخاري : 6009، صحيح مسلم : 2244)

(سوال): ایام بیض کسے کہتے ہیں؟

(جواب): ہر چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو ایام بیض کہتے ہیں۔

(سوال): ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ ”بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسو برس گناہ کیے، مگر مرنے کے بعد اس کی مغفرت اس لیے کر دی گئی کہ اس نے ایک بار تورات میں نبی کریم ﷺ کا نام دیکھ کر چوما تھا۔“ اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): نوح علیہ السلام کو اول الرسل کہا گیا ہے، اس کا کیا معنی ہے؟

(جواب): کافروں کی طرف جسے سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجا گیا، وہ نوح علیہ السلام ہیں۔ آپ نے ساڑھے نو سو برس تبلیغ کی، مگر چند لوگ مسلمان ہوئے۔

(سوال): کلب، کلیب یا کلاب نام رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ جو نام کسی شخصیت سے مشہور ہو جائے، تو اس نام سے معنی سلب ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کا نام ”عمر“ رکھا جائے، تو اس کا معنی یہی کیا جائے گا کہ ”مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام“ اسی طرح دیگر نام ہیں۔

(سوال): نیلام سے کوئی چیز خریدنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): اہل سنت کے مختلف مسالک کا کسی مشترکہ مسئلہ پر اکٹھ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اسی میں مسلمانوں کا مفاد اور اسلام کا منشا ہے۔ مشترکات میں اجتماع ضروری ہے۔ مثلاً عقیدہ ختم نبوت، دفاع صحابہ وغیرہ۔

(سوال): وحی کا کیا معنی ہے؟

(جواب): شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد ہے؛ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو کسی حکم سے

باخبر کرنا۔ انبیائے کرام پر نازل ہونے والی وحی کی مختلف صورتیں ہیں۔

اس کے علاوہ وحی کا لفظ کئی معانی کے لیے مستعمل ہے؛ ① امر (المائدہ: ۱۱۱)، ② الہام (القصص: ۷)، ③ تسخیر (النحل: ۶۸)، ④ اشارہ (مریم: ۱۱)

سوال: کیا مدینہ حرم ہے؟

جواب: جی ہاں، مدینہ حرم ہے۔ (بخاری: ۱۸۶۷، مسلم: ۱۳۶۶)

سوال: کیا فاسق سے مصافحہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کیا جا سکتا ہے۔

سوال: قبر کو اونچا کرنا کیسا ہے؟

جواب: خلاف سنت ہے۔ قبر کو ایک بالشت تک اونچا کرنا چاہیے۔

سوال: اسکول میں سے جو تمغہ ملتا ہے، اس پر تصاویر بنی ہوتی ہیں، اسے پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: گناہ ہے، البتہ نماز ہو جائے گی۔

سوال: کشتی پر نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نماز کا وقت جا رہا ہے، تو کشتی پر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ صحابہ کرام سے کشتی میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔ (سنن دارقطنی: ۱/۳۹۴، مستدرک حاکم: ۱/۴۰۹، سنن کبریٰ بیہقی: ۳/۱۵۵، وسندہ حسن)

سوال: کرامات اولیاء کا کیا حکم ہے؟

جواب: کرامات اولیاء حق ہیں۔ قرآن وحدیث اور آثار سے ان کا ثبوت ہے۔

مگر ان پر اولیا کا اختیار نہیں ہوتا اور انہیں عمومی دلیل بھی نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ .

''یقیناً اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2703 ، صحيح مسلم : 1675)

مگر اہل شرک و کفر جن کو اولیاء بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں خارق عادت اُمور ظاہر ہو جاتے ہیں، یہ استدراج ہے، کرامت نہیں۔ جیسا کہ دجال کے ہاتھوں خارق عادت کام ظاہر ہو جائیں گے۔

(سوال): کیا شق قمر کا واقعہ متواتر ہے؟

(جواب): شق قمر کے بارے میں احادیث متواتر ہیں۔

❁ علامہ ابوالمعالی ابن الزملکانی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

''شق قمر کی احادیث متواتر اور صحیح ہیں۔''

(البِداية والنّهاية لابن كثير : 9/365)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''چاند کو دو ٹکڑے ہوتا لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا، اس کا مشاہدہ کیا۔ اس بارے متواتر روایات موجود ہیں۔''

(الجواب الصّحيح لمن بدل دين المسيح : 1/414)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''شق قمر متواتر احادیث سے بسند صحیح ثابت ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 7/472)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے بھی متواتر قرار دیا ہے۔

(التّوضيح لشرح صحيح البخاري : 221/20)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''منبر کے رونے اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی احادیث متواتر منقول ہوئی ہیں اور یہ ائمہ حدیث کے نزدیک قطعی ہیں، البتہ جن کا علم حدیث سے مس نہیں، ان کی بات نہیں ہو رہی۔''

(فتح الباري : 592/6)

۞ علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''شق قمر قرآنی نص اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح صریح سنت سے ثابت ہے، اس بارے میں احادیث تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں اور اہل حق کا اس پر اجماع ہے۔''

(لوامع الأنوار البهية : 293/2)

سوال: حدیث: ''جب فتنے یا بدعات عام ہو جائیں، تو عالم کو چاہیے کہ اپنا علم ظاہر کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے، تو اس پر اللہ، فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے نفل یا فرض قبول نہ کرے گا۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت معجم الشیوخ للسبکی (۵۴۱/۱) میں آتی ہے۔ یہ ضعیف و منکر ہے۔

① خالد بن معدان نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا

② ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ محمد بن عبد المجید مفلوج ضعیف ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 630/3)

سوال: کیا زمزم بھی تین سانسوں میں پینا چاہیے؟

جواب: جی ہاں، زمزم بھی تین سانسوں میں پینا چاہیے۔

سوال: کیا زمزم قبلہ کی طرف منہ کر کے پینا مسنون ہے؟

جواب: جی ہاں، زمزم قبلہ رو ہو کر پینا مستحب ہے۔

❀ عبداللہ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ عرض کیا: زمزم پی کر، فرمایا: ویسے پیا، جیسے پینا چاہیے؟ عرض کیا: کیسے پینا چاہیے؟ فرمایا: زمزم پیتے وقت قبلہ رو ہو جائیں، پھر بسم اللہ پڑھیں، تین سانس لیں، پیٹ بھر کر پی لیں تو الحمد للہ کہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے مابین ایک نشانی یہ بھی ہے کہ منافقین پیٹ بھر کر زمزم نہیں پیتے۔''

(السّنن الکبری للبیهقي : 9656، 9657، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: ایک شخص نے دو مرتبہ رجعی طلاقیں دے دیں، پھر وہ مرتد ہو گیا، پھر اسلام لایا اور اسی لڑکی سے شادی کر لی، تو اسے کتنی طلاقوں کا حق ہے؟

جواب: صرف ایک طلاق کا حق حاصل ہے۔

سوال: کتنے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب: جن فرشتوں کے نام کتاب و سنت میں آئے ہیں اور ان کی جتنی تفصیل مذکور ہے، ان سب پر تفصیلاً ایمان لانا ضروری ہے۔ نیز جن کے نام یا تفصیل ذکر نہیں، ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔

سوال: اگر عورت کے منہ سے کلمہ کفر نکل جائے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): فوراً توبہ کرے، ورنہ نکاح ختم ہو جائے گا۔

(سوال): کسی مسلمان کو کافر کہہ دیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): گناہ گار ہے۔ یہ کفریہ عمل ہے، البتہ اس سے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا۔ اسے کفر دون کفر کہتے ہیں۔

(سوال): اپنے مکان میں وضو کے لیے مسجد سے گرم پانی لے کر جانا کیسا ہے؟

(جواب): مناسب نہیں۔

(سوال): بغلوں سے بدبودار پسینہ بہے، کیا وضو ضروری ہے؟

(جواب): پسینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): کیا کرامات کسبی ہوتی ہیں؟

(جواب): کرامات وہبی ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے لیے نیک اعمال کا ہونا شرط ہے۔ مگر نیک اعمال سے کرامات ہونا ضروری نہیں۔ گویا ہر کرامت والا نیک وصالح ہوتا ہے، مگر ہر نیک وصالح کرامت والا نہیں ہوتا۔

(سوال): حدیث: ''عرب سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض نفاق ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت مستدرک حاکم (٦٩٩٨) میں آتی ہے۔ سند سخت ضعیف ہے۔

① ہیثم بن جماز متروک ہے۔

② معقل بن مالک باہلی غیر معتبر ہے۔

(سوال): قبر میں سوال وجواب کس زبان میں ہوتے ہیں؟

(جواب): اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(سوال): حدیث: ''عرب سے تین وجہ سے محبت کریں، کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن عربی زبان میں ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت مستدرک حاکم (۷۰۰۰) وغیرہ میں آتی ہے۔ جھوٹی روایت ہے۔ یحییٰ بن برید اشعری متروک ہے۔

اس کی متابعت محمد بن فضل خراسانی نے کی ہے۔ یہ خود غیر معتبر ہے۔

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ كَذِبٌ .

''یہ جھوٹی روایت ہے۔''

(علل الحديث لابن أبي حاتم :2641)

❁ حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ منکر اور بے اصل روایت ہے۔''

(الضعفاء الكبير : 348/3)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال : ۱۰۳/۳) نے ''موضوع'' (من گھڑت) کہا ہے۔

(سوال): کیا زمین اور آسمان کے درمیان خلا ہے؟

(جواب): اگر خلا کا معنی فضا لیا جائے، تو درست، ورنہ زمین و آسمان میں بھی کئی نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی مخلوقات ہیں۔

(سوال): کھانا کھاتے وقت بولنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: نوکر نماز نہ پڑھے، تو کیا مالک پر مؤاخذہ ہے؟

جواب: اگر مالک کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا، تو مؤاخذہ ہے۔

سوال: مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (مسلم: ۸۷۶)

سوال: کیا اولیاء سے مردوں کو زندہ کرنا ثابت ہے؟

جواب: بے ثبوت ہے۔ محض حکایات ہیں۔

سوال: بددعا میں کہنا کہ "تجھ سے اللہ نمٹے" کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (مسلم: ۳۰۰۵)

سوال: کسی کو زانی کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟

جواب: ہرگز جائز نہیں۔ اگر اس کے زانی ہونے پر چار گواہ نہ لا سکے، تو اس پر حد قذف میں اَسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

سوال: مرد کو حرامزادہ کہنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: گناہ ہے۔ مؤمن فحش گو نہیں ہوتا۔ البتہ اس پر کوئی حد نہیں۔

سوال: کیا علماء "اولوا الامر" میں داخل ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: قیامت اور حشر میں کیا فرق ہے؟

جواب: قیامت وہ دن ہے، جب تمام مخلوقات کو موت دے دی جائے گی اور حشر وہ دن ہے، جب تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

سوال: برزخ کیا ہے؟

جواب: وفات سے لے کر بعث تک کے درمیانی عرصہ کو برزخ کہتے ہیں۔ یہ آخرت کا حصہ ہے۔ اس کے معاملات کا وحی کے بغیر عقل سے ادراک کرنا محال ہے۔ یہ آخرت کی منزل ہے۔ حیات برزخیہ ہر ایک کو حاصل ہوتی ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا درست نہیں۔ حیات برزخیہ پر موت کا لفظ محض دنیاوی اعتبار سے بولا جاتا ہے، ورنہ یہ بھی ایک الگ زندگی ہے۔

سوال: روح اور جسم کے تعلق سے جہان کتنے ہیں؟

جواب: علامہ ابن ابی العز حنفی ؒ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''حاصل کلام یہ ہے کہ جہان تین ہیں، دنیا، جہانِ برزخ اور جہانِ قرار، اللہ تعالیٰ نے ہر جہان کے احکام بنائے ہیں، جو ان کے ساتھ خاص ہیں، انسان بدن و روح کا مرکب ہے، تو احکام دنیا، بدن و روح پر لاگو ہوں گے، احکام برزخ بھی بدن و روح پر لاگو ہیں، جب حشر کا دن ہوگا، تو عذاب و ثواب بدن اور روح دونوں پر ہوگا، آپ جان چکے ہیں کہ قبر کا باغیچہ جنت ہونا یا پاتال جہنم ہونا عقل کے عین موافق ہے، حق ہے، جس میں شک کی گنجائش نہیں، اسی سے مومن و غیر مومن کی تمییز ہوتی ہے، لازما جان لیجئے! کہ قبر کی جزاء و سزاء دنیا کی جزاء و سزاء سے الگ ہیں، ممکن ہے کہ اللہ قبر کی مٹی اور پتھروں ہی کو مرنے والے کے لئے اتنا گرم کر دے کہ وہ انگارے سے زیادہ تکلیف دہ ہو، جب کہ زندہ اسے ہاتھ لگائیں تو انہیں محسوس بھی نہ ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ساتھ لیٹے دو شخص ایک نارِ جہنم میں ہو دوسرا باغ جنت میں۔ اس کو پڑوس سے جہنم کی

آگ نہ لپیٹے، جہنم والے کو پڑوسی کی جنت سے مس نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بلند اور بالا ہے، لیکن مصیبت ہے کہ انسان ان چیزوں کا انکاری ہو جاتا ہے جو اس کی عقل میں سما نہ پائیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں ہی ایسے عجائب دکھا رکھے ہیں جو عذاب قبر سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں، جب اللہ چاہتا ہے، اپنے بندوں پر بعض چیزیں ظاہر کر دیتا ہے، اگر اللہ ہر بندے پر یہ چیزیں ظاہر کر دے تو مکلّف بنانے اور ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی، لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو قبر میں عذاب دیئے جانے والوں کی آواز سنا دیتا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص401)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط۲۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا ''فقر'' کے درجات ہیں؟

(جواب): صوفیا فقر کے درجات بیان کرتے ہیں؛ صلی، سالکین، قانتین، واصلین......وغیرہ۔ یہ سب صوفیا کی کاروائی ہے۔ کتاب وسنت میں اس ترتیب پر کوئی برہان نہیں۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کے فضلات پاک ہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کے فضلات کے پاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): کیا کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پیا؟

(جواب): سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ مٹی کے برتن کے پاس اُٹھ کر تشریف لائے اور اس میں پیشاب کیا۔ اسی رات میں اُٹھی اور مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے جو اس میں تھا، پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''خبردار! بے شک آپ آج کے بعد کبھی اپنے پیٹ میں بیماری نہ پاؤ گی۔''

(المستدرك للحاكم : 63/4، حلية الأولياء لأبي نعيم : 67/2، دلائل النّبوة لأبي نعيم : 380/2، المعجم الكبير للطّبراني : 89/25، التّلخيص الحبير لابن حَجَر : 31/1، البِداية والنّهاية لابن كثير : 326/5، الإصابة لابن حَجَر : 433/4)

اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے۔ عبدالملک بن حسین ابو مالک نخعی ''متروک'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : 8337)

تنبیہ:

ابویعلی کی سند میں ابو مالک نخعی کا واسطہ گر گیا ہے۔اس پر قرینہ یہ ہے کہ ابو مالک نخعی کے اساتذہ میں یعلی بن عطاء اور یعلی بن عطاء کے شاگردوں میں ابو مالک نخعی موجود ہے، جبکہ یعلی بن عطاء کے شاگردوں میں حسین بن حرب موجود نہیں۔اس سند کے دو راوی مسلم بن قتیبہ اور الحسین بن حرب کا تعین اور توثیق درکار ہے۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ابویعلی، حاکم، دارقطنی اور ابونعیم نے اسے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔''

(الخصائص الكبرى للبيهقي : ٢٥٢/٢)

حافظ سیوطی یہ باور کرا رہے ہیں کہ یہ سند ایک ہی ہے، جس کا دار و مدار ابو مالک نخعی پر ہے جو کہ متروک ہے، نیز الولید بن عبدالرحمٰن کا ام ایمن رضی اللہ عنہا سے سماع بھی درکار ہے۔

ابویعلی کے علاوہ باقی سب میں نبیح عنزی اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کے درمیان انقطاع ہے۔

(التلخيص الحبير لابن حجر :171/1)

❁ ایک روایت میں ہے:

''......اس کے بعد خاتون مرض الموت تک کبھی بیمار نہیں ہوئی۔''

(التلخيص الحبير لابن حجر :32/1)

اس کی سند ''منقطع'' اور ''مدلَّس'' ہے۔اس میں امام عبدالرزاق اور امام ابنِ جریج دونوں ''مدلِّس'' ہیں اور مخبر نامعلوم و مجہول ہے۔

❁ امیمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک پیالا تھا، جس میں آپ پیشاب کرتے

تھے، پھر اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔ ایک ''برکہ'' نامی عورت آئی۔ وہ سیدنا امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی۔ اس نے وہ پیالا نوش کرلیا۔ سیدنا زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا، تو اس نے کہا: میں نے اسے پی لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے آگ سے بچاؤ حاصل کرلیا ہے، یا فرمایا: ڈھال بنالی ہے یا اس طرح کی کوئی بات کہی۔''

(الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم : 3342، وسندهٗ حسنٌ ، الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر : 251/4، وسندهٗ حسنٌ، المعجم الكبير للطّبراني : 189/24، السّنن الكبرى للبيهقي : 67/7، وسندهٗ صحيحٌ)

غالبًا یہ کام اس لونڈی سے غلطی سے سرزد ہوگیا تھا اور غلطی سے ایک ناپسندیدہ کام کرنے پر جو کراہت اور تکلیف بعد میں اسے ہوئی اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جہنم سے آزادی مل گئی کیونکہ مؤمن کی کوئی مشقت و تکلیف نیکی سے خالی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب!

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کو زمین نگل لیتی تھی؟

جواب: اس پر کوئی صحیح دلیل معلوم نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بیت الخلا جاتے، تو بعد میں میں بھی داخل ہوتی، مگر وہاں (بول و براز میں سے) کچھ نظر نہ آتا، البتہ میں وہاں خوشبو محسوس کرتے۔ یہ بات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی، تو فرمایا: ''عائشہ! آپ جانتی نہیں! ہمارے (انبیائے کرام کے) اجسام جنتی روحوں پر پروان چڑھتے ہیں، ان اجسام سے جو بھی نکلتا ہے، زمین اسے نگل جاتی ہے۔''

(دلائل النّبوة للبيهقي : 70/6)

روایت جھوٹی ہے۔ حسین بن علوان ''کذاب'' ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو''موضوع''(من گھڑت) قرار دیا ہے۔

اس حدیث کی اور بھی سندیں ہیں؛

❁ طبقات ابن سعد (۱/۱۳۵)، دلائل النبوہ لابی نعیم (۳۶۴) اور معجم اوسط طبرانی (۸۳۵۷) والی سند بھی جھوٹی ہے۔

① عنبسہ بن عبدالرحمٰن قرشی متروک وکذاب ہے۔

② محمد بن زاذان مدنی متروک ہے۔

❁ الخصائص الکبری للسیوطی (۱/۱۲۱) میں مذکور امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ والی سند بھی جھوٹی ہے۔

① عبدالکریم الخزاز غیر ثقہ اور غیر معتبر ہے۔

② ابوعبداللہ مدینی کا مجہول ہے۔

(الاستيعاب لابن عبد البر : 4080)

❁ نیز حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(الاستيعاب لابن عبد البر : 4080)

❁ مستدرک حاکم (۶۹۵۰) والی سند بھی سخت ضعیف ہے۔

① منہال بن عبیداللہ کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② اس کا استاذ مبہم ونامعلوم ہے۔

❁ العلل المتناہیہ لابن الجوزی (۱/۱۸۲) میں الافراد للدارقطنی سے منقول روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ محمد بن حسان اموی کی توثیق نہیں مل سکی۔

- حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف و غیر ثابت قرار دیا ہے۔
- اس معنی کی روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

(إمتاع الأسماع للمقريزي : 302/5)

یہ سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن سائب کلبی متروک کذاب ہے۔

② ابو صالح باذام ضعیف و مختلط ہے۔

③ ابو صالح کا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

- اسی معنی کی روایت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(رواة مالك للخطيب، نقلًا الزيادات على الموضوعات للسّيوطي : 250)

سند سخت ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن لیث استرابازی کی توثیق نہیں ملی۔

② اسحاق بن صلت غیر معتبر راوی ہے، اس کی توثیق بھی ثابت نہیں۔

- حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس (اسحاق بن صلت) نے امام مالک رحمہ اللہ سے منسوب سخت منکر روایت بیان کی ہے۔ یہاں تک سند ''مظلم'' (اندھیری) ہے۔''

(میزان الاعتدال : 192/1)

سوال: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک، موئے مبارک اور دیگر آثار کو نگلنا جائز ہے؟

جواب: نگلنا جائز نہیں۔ البتہ ان سے شفا حاصل کی جا سکتی ہے، مثلاً ان کو پانی میں بگو کر پانی پیا جا سکتا ہے، وغیرہ۔ مگر یاد رہے کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ کا وجود نہیں۔ جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں، ان میں اکثر لوگ

جھوٹے ہوتے ہیں۔قرائن اس پر شاہد ہیں۔

سوال: کیا ہر حلال چیز طیب ہے؟

جواب: جی ہاں، ہر حلال چیز طیب ہے، مگر ہر طیب حلال نہیں۔

سوال: انسانی ہڈی پاک ہے؟

جواب: جی ہاں، انسانی ہڈی طاہر ہے، مگر حلال نہیں۔

سوال: قیدی قید خانہ میں جو چیزیں بناتے ہیں، گورنمنٹ انہیں فروخت کر دیتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ناجائز اور ظلم ہے۔البتہ اگر قیدیوں کو ان کی مزدوری دی جائے، تو جائز ہے۔

سوال: کیا پاگل خانے میں موجود افراد سے کام لیا جا سکتا ہے؟

جواب: جائز ہے۔اس میں ان کا بھی دماغی فائدہ ہے۔

سوال: اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: تفریح کے لیے جھولا جھولنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا عورتیں جھولا جھول سکتی ہیں؟

جواب: نامحرم سامنے نہ ہوں، تو عورتیں بھی جھول سکتی ہیں۔

سوال: کسی کافر کے جنازے کے ساتھ چلنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔

سوال: گردے کھانا کیسا ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): کیا عیسیٰ علیہ السلام جزیہ ختم کریں گے؟

(جواب): جی ہاں، عیسیٰ علیہ السلام جزیہ ختم کر دیں گے۔

(صحيح البخاري : 3448، صحيح مسلم : 155)

(سوال): کیا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے؟

(جواب): بالکل نہیں۔

علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ (قرب قیامت) عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے، یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ اس کی دلیل فرمان باری تعالیٰ: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيهِ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔'' اور کئی صحیح احادیث ہیں۔ یہ عقلی طور پر بھی محال نہیں ہے اور نہ عقل اسے رد کرتی ہے، لہٰذا اس پر ایمان لانا اور ان تمام اُمور کی تصدیق کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں اہل بدعت کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی نفی پر ان کا آیت مبارکہ: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ ''(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں۔''، اسی طرح حدیث مبارک: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔'' اور اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع، نیز اس پر اجماع کہ ہمارے شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی، سے استدلال درست نہیں۔ یہ تو قیامت تک ثابت شدہ اُمور ہیں، ہم بھی اس کا عقیدہ رکھتے ہیں، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مقصد یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام دجال کو قتل کریں، شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا

احیا کریں، احکام شریعت پر عمل کریں، شریعت محمدیہ کے مطابق عدل قائم کریں، کفار پر غلبہ پائیں، عیسائیوں پر ان کی گمراہیاں عیاں کریں اور ان کی بہتان بازیوں سے اعلان برأت کریں۔ پس آپ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور امت محمدیہ کے امام (مہدی) کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔‘‘

(المُفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 292/7)

سوال: حدیث: ’’میری امت کے بہترین لوگوں پر گرمی (غصہ) طاری رہتی ہے۔‘‘ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے۔ اس کی تمام کی تمام سندیں ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

سوال: کشتی کرنا کیسا ہے؟

جواب: جسم کی ورزش کے لیے درست ہے، البتہ موجودہ دور میں کشتی کے وقت کئی غیر شرعی اُمور سرانجام دیے جاتے ہیں، مثلاً ڈھول، ناچ گانا اور تالیاں سیٹیاں وغیرہ۔ ان سے احتراز ضروری ہے۔

سوال: حدیث: ’’جان بوجھ کر بیمار نہ بنو، ورنہ حقیقت میں بیمار ہو جاؤ گے، اپنے لیے قبریں نہ کھودو، ورنہ مر جاؤ گے۔‘‘ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت علل الحدیث لابن ابی حاتم (۲۴۸۱) وغیرہ میں آتی ہے۔ یہ روایت محمد بن سلیمان صنعانی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔

(علل الحدیث لابن أبي حاتم :2481)

سوال: کیا صغیرہ گناہ کا استخفاف کبیرہ ہے؟

جواب: صغیرہ گناہ پر دوام اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔ البتہ اگر کوئی صغیرہ گناہ کا استخفاف یا استہزاء کرے، تو یہ حرکت کفر کا باعث بن سکتی ہے۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا، وہ دراصل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ تھا، آدم علیہ السلام محض قبلہ تھے۔ اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ جھوٹ ہے۔ قرآن نصوص، حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو ہے۔

سوال: انگلیوں کے پوروں پر تسبیح کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدہ یسیرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے۔

(سنن أبي داود :1501؛ سنن التّرمذي : 3583؛ وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (842) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک : 547/1) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار: 84/1) نے ''حسن'' کہا ہے۔

سوال: کیا جادو برحق ہے؟

جواب: جی ہاں، جادو کی حقیقت ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''ائمہ ثلاثہ کا اجماع ہے کہ جادو کی حقیقت ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر :212/1)

سوال: روایت: ''چار پیغمبر زندہ ہیں، دو زمین میں؛ حضرت خضر والیاس اور دو

آسمان میں؛حضرت عیسیٰ وادریس۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): چار پیغمبروں کے زندہ ہونے کے حوالے سے دو اسرائیلی روایات آتی ہیں۔دونوں کی سندیں سخت ضعیف ہیں۔

❀ ایک روایت کعب احبار رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

(تاريخ ابن عساكر : 207/9)

سند سخت ضعیف ہے۔

① مکحول شامی کا کعب احبار سے سماع معلوم نہیں۔

② ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن سلیمان خراسانی کی توثیق معلوم نہیں۔

③ ابوحصین ،محمد بن اسماعیل بن محمد تیمی مجہول ہے۔

④ علی بن عاصم واسطی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❀ دوسری روایت تفسیر ثعلبی (۲۲/۴۱۸) میں آتی ہے، یہ جھوٹی اور اسرائیلی روایت ہے۔

① احمد بن حسن بن یزید قزوینی ،ابن ماجہ کی توثیق نہیں ملی۔

② سعید بن ابی سعید بصری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

③ علاء بجلی مجہول الحال ہے،سوائے ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے توثیق نہیں کی۔

④ زید مولیٰ عون طفاوی کون ہے؟ معلوم نہیں۔

⑤ واقعہ کی خبر دینے والا آدمی مبہم و نامعلوم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث منقول نہیں۔

(سوال): کیا سیدنا خضر علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ثابت ہے؟

(جواب): ملاقات نہیں۔ البتہ تمام انبیائے کرام نے بیت المقدس میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا فرمائی ہے۔

(سوال): کیا تکبیر کے بعد ہاتھ باندھنے سے پہلے چھوڑنے بھی چاہیے؟

(جواب): نہیں۔ تکبیر کے بعد ہاتھ بلند کر کے باندھ لینے چاہیے۔ چھوڑنے پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): امامت کے دوران وضو ٹوٹ گیا، مگر شرم کے وجہ سے مکمل نماز پڑھا دی، کیا حکم ہے؟

(جواب): مقتدیوں کو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ امام سخت گناہ گار بھی ہوا اور اس پر اعادہ بھی ضروری ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): حدیث : ''ملک الموت کا ایک بار سامنا تلوار کی ہزار ضربوں سے سخت ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۲۰۱/۸) وغیرہ میں آتی ہے۔اس کی تمام کی تمام سندیں ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

(سوال): کیا اوپر نظر آنے والا آسمان ہے یا کوئی اور چیز؟

(جواب): جی ہاں، یہی آسمان ہے۔(سورت ق:٦)

(سوال): ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: ''آپ لوگوں کے لیے بخیل، بزدل اور جاہل بننے کا سبب بنتے ہو۔'' اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت سنن ترمذی (۱۹۱۰) وغیرہ میں آتی ہے۔سند ضعیف ہے۔

① محمد بن ابی سوید ثقفی طائفی مجہول الحال ہے۔

② عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

(سوال): حدیث : ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے، جیسے اس نے گناہ نہ کیا ہو۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت سنن ابن ماجہ (۴۲۵۰) وغیرہ میں آتی ہے۔سند ضعیف ہے۔ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کا اپنے والد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: کیا رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا جائز ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔ بلکہ پاؤں کے درمیان وجود کے مطابق فاصلہ ہونا چاہیے۔

سوال: ایک مریض کا گلا پھول گیا ہے، اس کے لیے کوئی دعا؟

جواب: طبی علاج بھی کرائے اور سورت فاتحہ کے ساتھ دم کرے۔

سوال: کیا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔ خطبہ ہر زبان میں دیا جا سکتا ہے۔ اس کا مقصد سامعین کو وعظ ونصیحت کرنا ہے، جو انہی کی زبان میں ممکن ہے۔

سوال: کیا لوگوں سے روز قیامت ولایت علی کے متعلق پوچھا جائے گا؟

جواب: اس معنی کی روایت جھوٹی اور بے بنیاد ہے۔

سوال: ﴿إِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ اے نبی! اپنے رشتہ داروں سے فرما دیجئے کہ اس دعوت دین پر مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے، صرف یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس کے بعد صرف ایک کام ہے، وہ یہ کہ میرے ساتھ محبت کرو، کہ میری رشتہ داری کا یہی تقاضا ہے، تمہاری طرف سے میری یہی اجرت ہوگی۔

سوال: حدیث: ''حضور قلبی کے بغیر نماز نہیں۔'' کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ روایت بے سند و بے بنیاد ہے۔

سوال: حدیث: ''کتنے ہی قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں، جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔'' کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ حدیث نہیں۔ اس کی سند معلوم نہیں۔

(سوال): حدیث: ''اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے، تو ان کے لیے میرے اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔'' کی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ حدیث نہیں ہے۔

(سوال): حدیث: ''جس نے اللہ کی رضا کے لیے سات سال اذان کہی، اس کے جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت سنن ترمذی (۲۰۶) اور سنن ابن ماجہ (۷۲۷) میں آتی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ جابر بن یزید جعفی متروک ہے۔

(سوال): حدیث: ''جس نے بارہ سال اذان کہی، اس پر جنت واجب ہوگئی۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت سنن ابن ماجہ (۷۲۸) میں آتی ہے۔ یہ ضعیف و منکر روایت ہے۔ ابن جریج کی تدلیس ہے۔ ابن جریج نے جس کا واسطہ گرایا ہے، وہ مبہم و نامعلوم ہے۔

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے اسے سخت منکر قرار دیا ہے۔

(علل الحديث لابن أبي حاتم: 366)

(سوال): حدیث: اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں) کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت مسند ابی یعلی (۳۴۲۵) اور حیاۃ الانبیاء للبیہقی (۱) وغیرہما میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ الحجاج بن الاسود مجہول ہے۔

یاد رہے کہ الحجاج بن الاسود اور الحجاج الاسود میں فرق ہے۔ الحجاج الاسود سے مراد الحجاج بن ابی زیاد الاسود قسملی ہے، جو کہ ثقہ ہے، جبکہ الحجاج بن الاسود مجہول ہے، اسے ابن

ابی زیاد القسملی قرار دینا درست نہیں۔اس حدیث میں الحجاج کے شاگرد مستلم بن سعید ہیں، جو کہ الحجاج بن الاسود کے شاگرد ہیں، کسی نے الحجاج بن ابی زیاد کے تلامذہ میں مستلم بن سعید کو ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی دلیل ہے کہ سند میں موجود الحجاج بن الاسود سے مراد ابن ابی زیاد نہیں ہے، نیز اس حدیث کی کسی سند میں الحجاج کو الحجاج بن ابی زیاد نہیں کہا گیا، بلکہ الحجاج بن الاسود ہی کہا گیا، واللہ اعلم!

سوال: حدیث: ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے:

(مسند الإمام أحمد : 8/4، سنن أبي داوٗد : 1047، 1531، سنن النّسائي : 1375، سنن ابن ماجه : 1085، 1636، فضل الصّلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل : 22)

یہ روایت منکر (ضعیف) ہے۔اس سند میں عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے، یہ ضعیف و منکر الحدیث ہے۔امام بخاری، امام ابوحاتم، امام ابوزرعہ اور امام ابن حبان رحمہم اللہ جیسے کبار ائمہ حدیث نے یہی کہا ہے۔اس کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر (ثقہ) قرار دینا خطا ہے۔

❁ اس حدیث کو امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 529/2)

سوال: کیا سیدنا خضر علیہ السلام ہر سال بیت اللہ کا حج کرتے ہیں؟

جواب: سیدنا خضر علیہ السلام کے زندہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ جب زندہ ہی نہیں، تو ہر سال حج کیسے کرتے ہیں؟

سوال: کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کرسی پر نماز سے حتی المقدور بچنا چاہیے، یہ کوئی مستحسن عمل نہیں، ہاں! اگر

چارہ نہ ہو، تو جائز ہے، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ ذرا سی تکلیف پر کرسی کا سہارا لیا جاتا ہے، جب کہ دکانوں اور گھروں میں کرسی کے بغیر ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ آج سے بیس پچیس سال قبل یہی بیماریاں اور یہی عذر موجود تھے، لیکن مسجدوں میں یہ حال نہ تھا، اب دیکھا دیکھی مساجد میں رواج چل گیا ہے۔ ائمہ مساجد کو چاہئے کہ لوگوں کی اصلاح فرمائیں۔

ہاں بحالت مجبوری کرسی پر نماز درست ہے، تو کرسی صف کے درمیان ستون کے قائم مقام ہوگی، جس طرح دو ستونوں کے درمیان اضطراری حالت میں صف بنانا جائز ہے، اسی طرح صف کے درمیان کرسی رکھنا جائز ہوگا۔

سوال: کیا ہر روزے کے لیے نیت ضروری ہے؟

جواب: نیت ہر عمل کے لیے ہے، نیت دل کا عمل ہے۔

سوال: نماز کے لیے زبان سے نیت کا کیا حکم ہے؟

جواب: نیت دل کا وظیفہ ہے۔ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

''بعض حفاظ نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف سند سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت فرمایا ہو: میں فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نہ ہی کسی صحابی یا تابعی سے ثابت ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے، لہٰذا یہ (زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔''

(فتح القدير: ٢٦٦/١_٢٦٧)

❁ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر نمازی دل سے نیت کرے اور زبان سے نہ کرے، تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے، جیسا کہ کئی ایک سے ثابت ہے، نیز 'خانیۃ' میں بھی یہی لکھا ہے۔''

(البحر الرّائق شرح کنز الدّقائق : ۲۹۲/۱)

❁ شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''متواتر روایات اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع کرتے تھے۔ تکبیر سے قبل سری وجہری طور پر نیت کے الفاظ ادا کرنا کسی مسلمان سے ثابت نہیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی صحابی سے بھی ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی ایسا کیا ہو یا اس کا حکم دیا ہو۔ یہ تو معلوم ہے کہ زبانی نیت کی کوئی حیثیت ہوتی تو اسے نقل کرنے پر بہت زیادہ اہتمام اور داعیہ ہوتا۔ اہل تواتر کو نہ شریعت نے اجازت دی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی واقعہ ثابت آیا ہے کہ کسی متواتر کے نقل کو چھپا لیں، جب اسے کسی نے بھی نقل نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ : ۲۳۶/۲۲۔۲۳۷)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

''نیت کسی کام کے کرنے پر پختہ عزم کا نام ہے اور اس کا محل دل ہے۔ زبان سے اس کا تعلق نہیں۔ تب ہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے صحابہ سے کسی بھی کام میں الفاظ سے نیت کرنا ثابت نہیں، بلکہ ہم آج تک اس کا ذکر ہی نہیں سنا۔ وضو اور نماز کے شروع میں جو الفاظ گھڑ لئے گئے ہیں، شیطان نے انہیں

وسوسے کا شکار لوگوں کے لیے میدان کارزار بنایا ہے۔ انہیں ثواب کی امید دلاتا ہے اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے صحیح طور پر ادا کرنے کی طلب ڈال دیتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ان وسوسات کا شکار آدمی ان الفاظ کو بار بار دہراتا ہے اور خود پر سختی کرتا ہے۔ جب کہ یہ نماز کا حصہ نہیں ہے۔ نیت کسی کام کے ارادے کو کہتے ہیں، کسی کام کا پختہ ارادہ کرنے والے کو ناوی (نیت کرنے والا) بھی کہتے ہیں۔ ارادے کو نیت سے جدا نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ ارادہ نیت کی حقیقت میں داخل ہے۔ جو وضو کے لیے بیٹھے، اس نے وضو کی نیت کی اور جو نماز کے لیے کھڑا ہوا، اس نے نماز کی نیت کی۔ کوئی عاقل آدمی کسی کام کو، چاہے وہ عبادات ہوں یا کوئی اور کام، بغیر نیت کے نہیں کر سکتا، لہٰذا نیت انسان کے مقصود افعال کے ساتھ لازم ہے۔ اس کے لیے کسی قسم کی مشقت یا حصول کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اپنے اختیاری افعال میں نیت کو ختم کرنا بھی چاہے، تو نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے نماز اور وضو بغیر نیت کے ادا کرنے کا مکلّف بناتا، تو یہ تکلیف مالا یطاق کی قبیل سے ہوتا، جو اس کے بس کی بات نہیں۔ اگر معاملہ ایسے ہے، تو حصول نیت کے لیے مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت؟ اگر نیت کے ہونے میں شک گزرے، تو یہ جنون (پاگل پن) کی قسم ہے، کیوں کہ انسان کا اپنی حالت کو جاننا یقینی امر ہے۔ ایک عقل مند اپنے آپ کو شک میں کیسے ڈال سکتا ہے؟ مثلاً اگر کوئی امام کی اقتدا میں ظہر ادا کرنے لگے، تو وہ اس میں کیسے شک کر سکتا ہے؟ اس حالت میں اگر اسے کوئی کسی اور کام کے لیے بلائے، تو وہ کہے گا کہ میں مصروف ہوں اور نماز ظہر پڑھنے لگا ہوں۔ اگر کوئی

اسے نماز کی طرف جاتے ہوئے پوچھے، کہاں جا رہے ہو؟ تو کہے گا کہ میں با جماعت نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ جانتے بوجھتے ایک عقل مند خود کو شک میں کیسے ڈال سکتا ہے؟''

(إغاثة اللّهفان في مصايد الشّيطان : ١/١٣٦ـ١٣٧)

نیز فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے، تو اللہ اکبر کہا۔ اس سے قبل کچھ نہیں کہا، نہ کبھی الفاظ سے نیت کی۔ نہ ہی یہ کہا کہ میں اللہ کے لیے چار رکعات نماز فلاں، رو بقبلہ ہو کر بہ طور امام یا مقتدی ادا یا قضاء، فلاں وقت ادا کرتا ہوں۔ یہ دس بدعات ہیں۔ ان میں ایک لفظ بھی کسی نے صحیح، ضعیف، متصل یا مرسل سند کے ساتھ نقل نہیں کیا، بلکہ کسی محدث سے بھی ایسا ثابت نہیں ہے۔ کسی تابعی نے اسے مستحسن سمجھا، نہ ائمہ اربعہ نے۔ بعض متاخرین سے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو سمجھنے میں خطا ہوئی کہ انہوں نے نماز کی بابت فرمایا: 'یہ روزے کی طرح نہیں ہے، ہر کوئی اس میں ذکر کے ساتھ ہی داخل ہوتا ہے۔' اس نے سمجھ لیا کہ ذکر سے مراد تلفظ کے ساتھ نیت کرنا ہے، حالاں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی مراد تو تکبیر تحریمہ ہے۔ بھلا امام شافعی رحمہ اللہ اس کام کو مستحب کیوں کر کہہ سکتے ہیں، جسے نبی کریم ﷺ، کسی خلیفہ راشد یا صحابی نے کسی ایک نماز میں بھی نہ کیا ہو۔ ان کی ہدایات اور سوانح حیات موجود ہے، اگر کوئی ہمیں اس سلسلہ سے ایک حرف بھی ثابت کر دے، ہم اسے قبول کریں گے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیں گے، کیوں کہ ان کی ہدایت سے کامل کوئی ہدایت

نہیں ہوسکتی اور سنت وہی ہے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صاحب شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کریں۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : ١/١٩٤)

۞ علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

''ہمارے مشائخ میں سے جنہوں نے کہا ہے کہ الفاظ سے نیت کرنا سنت ہے، ان کی مراد سنت نبوی نہیں، بلکہ بعض مشائخ کا طریقہ مراد ہے، جو انہوں نے تابعین کے دور کے بعد زمانہ مختلف ہو جانے اور دل پر مشغولیت بڑھ جانے کی وجہ سے جاری کر دیا تھا۔''

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص ٨٤)

۞ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

''ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے بڑی عجیب بات کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی نیت الفاظ سے کی، لہٰذا ہم نے اسے تمام عبادات پر قیاس کر لیا۔

ہم کہتے ہیں کہ......کسی روایت میں نہیں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں حج کی نیت کرتا ہوں، بلکہ یہ آیا ہے کہ اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ یہ تو دعا ہے۔ خبر نیت کے قائم مقام تب ہوگی، جب اسے انشا بنایا جائے، جو کہ عقد (لین دین) میں ہوتا ہے، نیز عقد انشائی غیر معلوم چیز ہے۔ اس احتمال کے باوجود بھی استدلال درست نہیں اور اسے مقیس علیہ بنانا صحیح نہیں، بلکہ محال ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ الفاظ سے نیت کے عدم ورود سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے، جب تک ورود (ثبوت) نہ ہو، تب تک

عدم وقوع ہی لازم آئے گا۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے تھے، اگر آپ کوئی اور الفاظ بولتے، تو صحابہ کرام اسے نقل کر دیتے، نیز مسیء الصلوٰۃ سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: جب آپ نماز پڑھنے لگیں، تو اللہ اکبر کہیں......۔ یہ دلیل ہے کہ نیت کے الفاظ کی کوئی حیثیت نہیں۔ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا: آپ تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ پڑھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔''

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح : ٤٢/١)

۞ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''یہاں تین صورتیں بنتی ہیں:

① صرف دل کی نیت پر اکتفا کر لینا، اتفاق ہے کہ یہ کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی طریقہ مروی ہے۔ نیز ان میں کسی سے بھی یہ کہنا ثابت نہیں کہ میں نے فلاں نماز کی فلاں وقت میں نیت کی یا نیت کرتا ہوں، وغیرہ۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں یہ بات واضح کر دی ہے۔

② صرف الفاظ سے نیت کرنا، دل کا ارادہ وقصد نہ ہو، یہ بالاتفاق ناکافی ہے۔

③ دونوں کو جمع کرنا، تحفۃ الملوک کے مطابق یہ سنت ہے، جو کہ درست نہیں اور 'المنیۃ' کے مطابق یہ مستحب ہے، یعنی علما کا فعل ہے اور انہوں نے اسے مستحب کہا ہے، ایسا نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل تھا یا آپ نے اس کی ترغیب دلائی تھی، کیوں کہ یہ بالکل ثابت نہیں۔ احناف نے اسے مستحب اور مستحسن

کہنے کی علت یہ بتائی ہے کہ اس سے دل وزبان کی موافقت اور ایک فرض کے لیے اہتمام ہوجاتا ہے۔''

(عمدة الرّعاية في حلّ شرح الوقاية : ١٣٩/١)

(سوال): افطار میں تاخیر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): روزہ جلدی افطار کرنا انبیا کی سنت اور اہل سنت کا شعار ہے۔ احادیث متواترہ اور اجماع امت اس پر دلالت کناں ہیں اور اسی میں امت کی خیر پنہاں ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرة : ١٨٧)

''روزہ رات تک مکمل کرو۔''

پوری امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جوں ہی سورج غروب ہو، روزہ افطار کر دیا جائے۔ احادیث صحیحہ اس کی تائید کرتی ہیں۔

❁ بشیر ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزہ ایسے رکھیں، جیسے اللہ نے حکم دیا ہے اور روزہ رات تک مکمل کریں، جوں ہی رات داخل ہو، افطار کر لیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 225/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اس (مغرب کی) طرف سے رات نمودار ہو جائے، اس (مشرق کی) طرف سے دن ختم ہو جائے اور سورج غروب ہو جائے، تو روزے دار کی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1954، صحيح مسلم : 1100)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے افطار کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھائی ہو، چاہے پانی کے ایک گھونٹ پر ہی افطار کر لیں۔''

(صحيح ابن حبان : 3504، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني :11/199، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تنوير الحوالك :1/133)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 1957، صحيح مسلم : 1098)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ (دنیوی واخروی) معاملات کی بربادی کا سبب جلد افطار کرنے کی سنت کو بدلنا ہے۔ نیز افطاری میں تاخیر اور اس حوالے سے سنت کی مخالفت کرنا، جانتے بوجھتے امور (دین ودنیا) کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔''

(إكمال العلم بشرح صحيح مسلم : 34/4)

۞ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (۶۶۱ھ) لکھتے ہیں:

''روزہ جلدی افطار کرنے میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت ہے، یہ ستاروں کے طلوع ہونے پر افطار کرتے تھے، پھر یہ ہماری امت میں اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے، یہ ان کی نشانی ہے، حالانکہ اس عمل پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں تھے۔''

(المُيَسَّر في شرح مصابيح السّنّة : 463/2، المِرقاة للملا علي : 1381/4)

۞ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''غروب شمس کے یقین ہو جانے کے فورا بعد افطار کرنا بالاتفاق مستحب ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ نیز اس میں شیعہ کا رد ہے کہ جو افطار میں تاخیر کرتے ہیں اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ شاید لوگوں کے خیر پر رہنے کا سبب جلدی افطار کرنا ہے، کیونکہ اگر وہ افطار تاخیر سے کریں گے، تو خلاف سنت عمل کے مرتکب ٹھہریں گے اور خیر پر تب تک رہیں گے، جب تک سنت پر عمل پیرا رہیں گے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 26/2)

۞ علامہ زیلعی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو ستاروں کے طلوع ہونے تک افطاری میں تاخیر کرتے ہیں، کیونکہ یہ تاخیر خلاف سنت ہے۔''

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق :343/1)

۞ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''روزہ جلدی افطار کرنے میں شیعہ کا رد ہے، جو افطاری کو ستاروں کے طلوع

ہونے تک مؤخر کرتے ہیں۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 400/13)

❁ ان تمام احادیث کے متعلق حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''یہ احادیث متواتر اور ''صحیح'' ہیں۔''

(الاستذكار : 345/3)

❁ علامہ ابن رشد قرطبی (۵۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''فقہا کا اجماع و اتفاق ہے کہ سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا روزے کی سنن میں شامل ہے۔''

(بداية المجتهد ونهاية المقتصد :404/1)

علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

''افطار میں جلدی کرنا بالاتفاق سنت ہے۔''

(الشافي في شرح مسند الشافعي : 198/3)

❁ امام ابو جمرہ ضبعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''آپ رحمہ اللہ (عالم اہل بیت) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ رمضان میں افطاری کیا کرتے تھے۔ جب شام ہوتی، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے سوتیلے بیٹے کو بھیجتے کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھے۔ جوں ہی سورج غروب ہوتا، وہ خبر دیتا، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کھانا شروع کر دیتے، ہم بھی کھانے لگ جاتے، کھانے سے فارغ ہوتے، تو اقامت کہی جاتی، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور نماز پڑھاتے، ہم بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/3، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا ایام تشریق اور عید الفطر میں کچھ نہ کچھ کھانا ضروری ہے؟

جواب: ان ایام میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ البتہ کھانا پینا ضروری نہیں۔

سوال: اولیاء اللہ کون ہیں؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اولیاء اللہ کون ہیں؟، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللّٰهُ .

''جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔''

(الزّهد والرقائق لابن المبارك : 218، تفسير ابن أبي حاتم : 10455، السنن الكبرى للنّسائي : 11171، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا آسمانوں اور زمین کی کنجیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں؟

جواب: نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

سوال: اللہ کی کرسی سے مراد کیا ہے؟

جواب: العظمۃ لابی الشیخ (۵۵۲/۲، وسندہ حسن) میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرسی سے مراد موضع القدمین ہے۔ کئی اسلاف کی یہی تفسیر ہے۔ یا کرسی سے مراد حقیقی کرسی ہے، جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

کرسی کی تاویل علم، قدرت، عرش عظیم، عرش اور ساتویں آسمان کے دربان سے کرنا درست نہیں، اسلاف امت سے ثابت نہیں۔

سوال: کشف کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: مشاہدہ، مخاطبہ اور مکاشفہ کرامات ہیں، اللہ تعالیٰ کرامت کے طور پر اپنے

بعض اولیاء پر کوئی چیز کشف (ظاہر) کر دیتا ہے۔ یہ برحق ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کشف ہوا۔

(دلائل النّبوة للبيهقي : 370/6، وسنده حسنٌ)

محمد بن عجلان رحمہ اللہ نے اپنے استاذ ایاس بن معاویہ بن قرہ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ بعض اہل علم کو یہ وہم ہوا کہ ایاس بن معاویہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شاگرد ہے، لہٰذا سند منقطع ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ نافع رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ہے، نہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے۔ لہٰذا سند متصل ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس سند کو ''حسن'' اور ''جید'' کہا ہے۔

(البداية والنّهاية : 131/7)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة : 5/3)

یاد رہے کہ کشف و کرامت پر اولیاء کا اختیار نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں، انہیں عمومی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

نیز اہل باطل جن مکاشفات و کرامات کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ استدراجات ہیں۔

سوال: کیا صفات باری تعالیٰ والی آیات متشابہات ہیں؟

جواب: آیات صفات کو متشابہات قرار دینا الحاد ہے۔ آیات صفات کو متشابہات قرار دینا حقیقت میں مفوضہ کا مذہب ہے۔ وہ صفات والی نصوص کو متشابہ کہتے ہیں، ان کی مراد ہوتی ہے کہ صفات باری تعالیٰ اور اسمائے حسنیٰ کا معنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سلف صالحین اور ائمہ اہل حدیث اس سے بری تھے۔ وہ ان کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے تھے، وہ استواء علی العرش، نزول وغیرہ کے معانی سے واقف تھے۔ صفات والی آیات کو

متشابہات قرار دینا، توحید سے روگردانی ہے اور سلف صالحین کی مخالفت ہے۔ سلف کی مخالفت میں کوئی عقیدہ معتبر نہیں۔ توحید والی آیات کو متشابہات قرار دے کر قدریہ، جبریہ، جہمیہ، اشاعرہ، ماتریدہ، رافضیہ ،مفوضہ اور خوارج نے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ یوں بہت ساری آیات بینات کو مہمل (بے معنی) بنا کر معطلہ بن گئے۔ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ عقیدہ توحید کی اساس ہیں اور محکم آیات سے ثابت ہیں۔

سوال: ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ کا مطلب کیا ہے؟

جواب: یہ آیت حقیقی معنی پر محمول ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مراد ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ ہمارے ہاتھ ہمارے اعضا ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس کی صفت ہے۔ اس صفت پر ایمان ضروری ہے، اس کی کیفیت معلوم نہیں۔

سوال: روایت: ''(اے نبی!) اگر آپ نہ ہوتے، تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا۔'' کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ بے سند جھوٹی روایت ہے۔

سوال: کیا موت اور حیات کا وجود ہے؟

جواب: جی ہاں، ان دونوں کا وجود ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ (الملك: ٢)

''اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔''

❁ قیامت کے دن موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔

(صحيح البخاري: 4730، صحيح مسلم: 2849)

سوال: تراویح میں تکمیل قرآن کے موقع پر دوبارہ ﴿الْمُفْلِحُونَ﴾ تک پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بے دلیل ہے۔

سوال: ایک رکعت میں سورت اخلاص تین بار پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا سورت اخلاص ثلث قرآن ہے؟

جواب: سورت اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۱۱) مطلب کہ اس کا ثواب ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، ایسا نہیں کہ یہ سورت ایک تہائی قرآن سے کفایت بھی کرے گی۔

سوال: کیا سورت کافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: تین بار سورت اخلاص پڑھی، کیا ہر بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ہوگا؟

جواب: جی ہاں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کا حصہ ہے، سوائے سورت توبہ کے۔ ایک سورت کو جتنی بھی بار پڑھا جائے، اس کے شروع میں ہر بار بسم اللہ پڑھنی ہوگی۔

سوال: ﴿سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: سورت فاتحہ۔ (بخاری: ۴۷۰۴)

سوال: قبرستان میں اونچی آواز سے قرآن کریم پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: قبرستان میں قرآن کریم کی تلاوت ممنوع ہے۔ (مسلم: ۷۸۰)۔

اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

(سوال): دفن کے بعد قبر پر اذان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا بدعت ہے، احادیث میں اس کی اصل نہیں اور نہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین کے زمانہ ہی میں اس کا وجود ملتا ہے۔

اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا میت کے لئے نفع مند ہوتا تو صحابہ ضرور ایسا کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے تھے۔

ائمہ اربعہ سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں، احناف کی امہات الکتب میں تو اس کا ذکر ہی نہیں ملتا البتہ بعض حنفی علماء نے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا ہے اور اس کے بدعت ہونے پر صراحت کی ہے۔

❀ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''میت کو قبر میں داخل کرتے وقت مروّج اذان سنت نہیں، حافظ ابن حجر مکی نے اس کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے اسے بچے کے کان میں اذان دینے پر قیاس کرتے ہوئے اسے سنت سمجھا، تاکہ خاتمہ ابتدا سے مماثلت اختیار کر جائے، وہ درستی کو نہیں پہنچا۔''

(فتاویٰ شامی:2/235)

(سوال): کیا خانہ کعبہ جنت میں جائے گا؟

(جواب): خانہ کعبہ یا کسی مسجد کے جنت میں جانے پر کوئی دلیل معلوم نہیں۔

(سوال): کیا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے عصا کو دیمک لگ جانا ثابت ہے؟

(جواب): جی ہاں، سیدنا سلیمان علیہ السلام کے عصا کو دیمک لگی۔ (سورت سبأ:۱۴)

(سوال): کیا حیوانات بھی بولتے ہیں؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کیا ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، ہر شے محو صلاۃ و تسبیح ہے۔(سورت نور:۴۱)

(سوال): کیا یہ بات صحیح ہے کہ حیوان جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا چھوڑ دیں، تو ان کی موت آجاتی ہے؟

(جواب): بے دلیل بات ہے۔

(سوال): لفظ ''اللہ'' مفرد ہے یا مرکب؟

(جواب): لفظ ''اللہ'' مفرد ہے۔

(سوال): روافض کی تفسیری کتب کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): روافض جھوٹے ہیں، ان کے مذہب کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ یہ قرآن کو محرف مانتے ہیں۔ متواتر احادیث کا انکار کر دیتے ہیں، مسلمانوں کے اجماعی و اتفاقی مسائل کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان تمام تر خرافات کے ہوتے ہوئے روافض قرآن کی صحیح تفسیر اور مراد کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ اس لیے روافض کی تفسیری کتب کا مطالعہ جائز نہیں۔

(سوال): کیا صحیح بخاری کی تمام روایات صحیح ہیں؟

(جواب): صحیح بخاری کی تمام مرفوع اور متصل احادیث صحیح ہیں۔

(سوال): کیا امام بخاری رحمہ اللہ پیدائشی طور پر نابینا تھے؟

(جواب): باسند صحیح ثابت نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: آیت: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ (الأحزاب: ۷۲) میں امانت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض اور باری تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ یہی صحیح اور جامع تفسیر ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ پہاڑوں سے دریا میں جو پانی آتا ہے، یہ ان کے آنسو ہیں، وہ خوف خدا میں روتے ہیں۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: محض افسانہ ہے۔ کتاب وسنت میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: روایت بیان کی جاتی ہے کہ ''ایک بار نبی کریم ﷺ کا کفار تعاقب کر رہے تھے، تو آپ ﷺ ایک پہاڑ پر چڑھنے لگے، اس نے کہا: اللہ کے رسول! آپ مجھ پر نہ چڑھیں، میں غیر محفوظ ہوں، مجھے ڈر ہے کہ اگر کفار نے آپ کو پکڑ لیا، تو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے گا۔ تو دوسرے پہاڑ نے آواز دی: اللہ کے رسول! میرے طرف آ جائیں۔'' اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: کتب تفسیر میں یہ روایت بے سند آئی ہے۔ بے سند روایات کا اعتبار نہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ کعبہ اولیا کی زیارت کے لیے جاتا ہے؟

جواب: افراط وتفریط اور مبالغہ آمیزی ہر معاملہ میں مذموم ہے۔ غلو باعث ہلاکت ہے، دلائل شرعی اور ائمہ ہدیٰ کی پیروی میں رکاوٹ ہے، غلو وہ قبیح فعل ہے، جو انسانوں کو

وسطیت، عدل اور اعتدال پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ظلم وعدوان اور دین میں تشدد کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے، یہی حال بعض الناس کا ہے، جنہوں نے کئی دینی احکام ومسائل میں حد اعتدال سے اعراض برتا ہے۔ وہ یہ کہنے لگے کہ کعبۃ اللہ بعض صالحین کی زیارت کے لیے جاتا ہے، حالانکہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری، یہ صرف ان کی منہ کی بات ہے۔

۞ علامہ شامی حنفی (۱۲۵۲ھ) علامہ نسفی سے نقل کرتے ہیں کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا یہ کہنا درست ہے کہ کعبہ اولیا کی زیارت کے لیے جاتا ہے، تو علامہ نسفی نے جواباً کہا:

''اہل سنت کے نزدیک اولیا کے ہاتھوں خارق عادت کاموں کا صدور ممکن ہے۔''

(فتاویٰ شامی:4/260)

۞ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''کئی فتاوجات میں لکھا ہے کہ جب کعبہ اولیا کی زیارت کے لیے جاتا ہے، تو اس دوران جو لوگ کعبہ والی جگہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، ان کی نماز درست ہے۔''

(البحر الرائق :1/300، فتاویٰ شامی:1/432، حاشية الطّحطاوي، ص 212)

ہم کہتے ہیں آج تک یہ کرامت کسی ولی کے ہاتھوں صادر نہیں ہوئی کہ کعبہ اس کی تکریم وتعظیم میں زیارت کے لیے جائے۔ اہل سنت والجماعت تو اس سے ناواقف ہیں۔

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''اسی طرح جو کہتا ہے کہ کعبۃ اللہ ان کے بعض افراد کا طواف کرتا ہے، وہ افراد کہیں بھی ہوں!! (یہ لوگ بھی دین سے دور ہیں۔) یہ کعبہ حدیبیہ میں کیوں نہ

گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کعبہ میں حاضری سے روک دیا گیا، نبی کریم ﷺ تو اسے ایک آنکھ دیکھنا چاہتے تھے؟ یہ لوگ تو ان کے مشابہ ہیں، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ (المدثر : 52) ''بلکہ ان میں سے ہر کوئی (قبول حق کے لیے) چاہتا ہے کہ اسے (آسمان سے) کھلے صحیفے دیے جائیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 512)

سوال: وضو میں بازو دھوتے وقت پانی کہنی کی طرف سے بہانا چاہیے یا ہاتھ کی طرف سے؟

جواب: جیسے بھی دھولیں۔کوئی حصہ خشک نہیں رہنا چاہیے۔

سوال: حدیث: ''اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے، یہ اکیلے چلے گا، اکیلا فوت ہوگا اور اکیلا اٹھایا جائے گا۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت سیرۃ ابن ہشام (۴/ ۲۲۸)، مستدرک حاکم (۳/ ۵۰)، دلائل النبوۃ للبیہقی (۵/ ۲۲۱) میں آتی ہے۔سند سخت ضعیف ہے۔

① بریدہ بن سفیان پر شدید جرح ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (التاریخ الکبیر: ۲/ ۱۴۱) نے ''فیہ نظر''، امام جوزجانی رحمہ اللہ (احوال الرجال: ۲۰۵) نے ''ردیء المذہب''، امام نسائی رحمہ اللہ (الضعفاء والمتروکون: ۸۹) نے ''لیس بالقوی'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (الضعفاء والمتروکون: ۱۳۴) نے ''متروک'' کہا ہے۔

❀ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ بَلِيَّةٌ تُحْكٰى عَنْهُ.

''اس سے منکر روایت مروی ہے۔''

(عِلَل أحمد برواية عبدِ اللّٰهِ : 1500)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُضَعَّفٌ عِنْدَهُمْ. ''محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(الإصابة :1/479)

② محمد بن کعب قرظی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

سوال: شیعہ کی اصول اربعہ کون سی ہیں؟

جواب: شیعہ کی چار بنیادی کتب ہیں۔

① اُصول الکافی لمحمد بن یعقوب الکلینی (۳۲۸ھ)

② تہذیب الاحکام لابی جعفر محمد بن الحسن الطّوسی (۴۶۰ھ)

③ الاستبصار لابی جعفر الطّوسی (۴۶۰ھ)

④ من لایحضرہ الفقیہ لمحمد بن علی ابن بابویہ القمی الصدوق (۳۸۱ھ)

شیعہ کے نزدیک متاخرین کی چار کتابیں بھی معتبر ہیں۔

① الوافی لمحمد محسن المعروف بہ فیض کاشانی (۱۰۹۱ھ)

② بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الأطہار لمحمد باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ)

③ وسائل الشیعہ لمحمد بن الحسن الحر العاملی (۱۱۰۴ھ)

④ مستدرک الوسائل لحسین النوری الطبرسی (۱۳۲۰ھ)

سوال: کیا شیعہ اذان کے الفاظ ''اشھد ان علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل'' شیعہ کے اصول اربعہ میں ثابت ہیں؟

(جواب): جی نہیں۔ یہ الفاظ شیعہ کی کسی بنیادی کتاب میں موجود نہیں۔ بعد والوں کی اختراع ہے۔

❀ شیعہ عالم محمد بن بابویہ قمی (۳۸۱ ھ) نے لکھا ہے:

هُوَ مِنْ وَضْعِ الْمُفَوِّضَةِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''(اذان میں یہ الفاظ) مفوضہ کی گھڑنتل ہے، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔''

(مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ الْفَقِيهُ :1/188-189)

(سوال): کیا شیعہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو سہو ہو سکتا تھا؟

(جواب): جی ہاں، شیعہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو سہو ہو سکتا تھا۔

❀ شیعہ عالم محمد بن بابویہ قمی (۳۸۱ ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ الْغُلَاةَ وَالْمُفَوِّضَةَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ يُنْكِرُونَ سَهْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''غالی (روافض) اور مفوضہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، وہ نبی کریم ﷺ سے سہو ہونے کا انکار کرتے ہیں۔''

(مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ الْفَقِيهُ :1/234)

(سوال): شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد و اعمال کیا ہیں؟

(جواب): شیعہ مذہب کے چند بنیادی عقائد و اعمال یہ ہیں؛

① امامت ② عصمت ③ علم لدنی

④ غیبت ⑤ رجعت ⑥ تقیہ

⑦ متعہ ⑧ براءت ⑨ تحریف قرآن

⑩ ماتم

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ قبر میں دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں برزخی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کو قبر میں دنیاوی حیات حاصل نہیں۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے خبر ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے قبروں میں انبیائے کرام کے اجسام کی حفاظت فرمائی ہے۔ وہ پہلے دن کی طرح تازہ بہ تازہ ہیں۔ ان پر مٹی اثر انداز نہیں ہوتی۔

(سوال): کیا مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر قبر رسول کی طرف منہ کر کے آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے؟

(جواب): دعا میں نبی کریم ﷺ کی ذات کا وسیلہ دینا جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا امام محدث سے ثابت نہیں کہ انہوں اپنی دعاؤں میں قبر رسول کی طرف منہ کر کے یا قبر پر حاضری دے کر دعا میں آپ ﷺ کا وسیلہ دیا ہو۔ جو عمل خیر القرون کے مسلمانوں نے نہ کیا ہو، وہ بعد میں کیسے دین بن گیا؟

(سوال): نبی کریم ﷺ پر بکثرت درود پڑھنا کیسا عمل ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا رحمت، درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی کا باعث ہے۔ اب جو جتنا درود پڑھتا ہے، اتنی برکتیں سمیٹ لیتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے چند ثمرات جلیلہ بیان کئے ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری حاصل ہوتی ہے۔

② اللہ عزوجل کے ساتھ درود میں موافقت ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارا اور اللہ تعالیٰ کا درود مختلف معانی و مطالب رکھتا ہے۔ ہمارے درود کا معنی دعا اور سوال

ہے اور اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد ثنا و شرف کا بیان ہے۔

③ فرشتوں کے عمل سے مطابقت نصیب ہوتی ہے۔

④ دس رحمتیں ملتی ہیں۔

⑤ دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

⑥ نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ جاتی ہیں۔

⑦ دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔

⑧ دعا قبول ہوتی ہے۔

⑨ نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

⑩ درود گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔

⑪ درود انسان کے غم و اَلم کا مداوا ہے۔

⑫ درود پڑھنے والا روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہوگا۔

⑬ تنگ دست کے لیے درود صدقہ کے قائم مقام ہے۔

⑭ درود انسانی ضروریات پوری ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

⑮ درود پڑھنے والوں کو رحمتِ الٰہی اور فرشتوں کی دُعا نصیب ہوتی ہے۔

⑯ تزکیہ نفس کا باعث ہے۔

⑰ موت سے پہلے جنت کی بشارت مل جانے کا سبب ہے۔

⑱ قیامت کی ہولناکیوں سے نجات ملتی ہے۔

⑲ مجلس پاکیزہ ہوجاتی ہے اور روزِ قیامت ایسی محفل حسرت نہیں ہوگی۔

⑳ درود شریف سے فقر و فاقہ ختم ہوجاتا ہے۔

(۲۱) درود پڑھنے والے کو بخل سے نجات ملتی ہے۔

(۲۲) رسول اللہ ﷺ کی بددعا سے بندہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۲۳) درود آپ کو جنت کا راہی بناتا ہے۔

(۲۴) حمد وثنا اور درود سے شروع کیا جانے والا کلام پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔

(۲۵) درود برکت کا باعث ہے، ذات میں عمل اور عمر میں اور دیگر اسباب و مصالح میں، درود پڑھنے والا رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل کے لئے برکت کی دعا کرتا ہے۔ یہ دعا بہرحال مستجاب ہے اور جنس کے موافق جزا دی جاتی ہے۔

(۲۶) درود رحمت کا ذریعہ ہے۔ صلوٰۃ کا معنی یا تو رحمت ہے۔ یا رحمت صلوٰۃ کے لوازم و موجبات میں سے ہے، بہرحال اس سے رحمت الٰہیہ درود خواں پر نازل ہوتی ہے۔

درود رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دوام و اضافے کا سبب ہے۔ یہ صفت مراتب ایمان میں سے ایک ہے جس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ انسان جس قدر زیادہ محبوب کا ذکر کرے، محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد رکھے گا اور ان مضامین کو جو محبت بھڑکا دینے والے ہیں پیش نظر رکھے گا، اسی قدر محبت بڑھے گی اور شوق کامل ہوگا۔ حتیٰ کہ تمام دل پر چھا جائے گا، لیکن جب ذکر چھوڑ دے اور اس کے محاسن کو دل میں جگہ نہ دے تب محبت کم ہو جاتی ہے۔

جس طرح محبوب کا دیدار آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اسی طرح محبوب کے محاسن کو یاد کرنا، دل کی تسکین کا سبب ہے۔ جب یہ صفت دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے، تو زبان خود بہ خود مدح اور ثنا کرنے لگتی ہے اور محبوب کی تعریف بیان کرتی ہے۔ اس صفت میں کمی و بیشی اصل محبت کی کمی بیشی کے موافق ہے۔ چنانچہ حس و مشاہدہ اس پر شاہد ہے۔

درود خوانی انسان کی ہدایت اور حیات قلب کا سبب ہے۔ جس قدر زیادہ درود پڑھے

گا اور ذکر مبارک اس کی زبان پر آئے گا۔ اسی قدر محبت بھی دل پر غالب آئے گی۔ یہاں تک کہ دل میں کوئی شے ایسی باقی نہ رہ جائے گی جو آپ کے اوامر کا معارضہ کرے یا آپ کی تعلیم پر شک ہونے دے۔ بل کہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات اور تعلیمات اس کے دل پر روشن تحریر کے ساتھ لکھی جاتی ہیں اور جس قدر وہ آپ کے احوال میں غور کرتا ہے۔ اتنا ہی گویا لوح دل کی اس تحریر کو پڑھتا رہتا اور اس سے ہمیشہ ہدایت و فلاح اور انواع علوم کا اقتباس کرتا رہتا ہے۔ اب جس قدر اس کی بصیرت بڑھتی اور قوت معرفت زیادہ ہوتی جاتی ہے، اسی قدر زیادہ درود شریف کو بڑھاتا رہتا ہے۔

اسی لیے اہل علم و عارفین سنت و ہدایت نبوی اور متبعین احکام کی درود خوانی اور ہے، جب کہ عام لوگوں کی درود خوانی اور قسم کی ہے۔ کیوں کہ انہیں جس قدر زیادہ تعلیم نبوی کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی، اسی قدر ان کی محبت بڑھتی جائے گی اور اسی قدر ان پر درود کی حقیقت جو اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے کھلتی جائے گی اور اس حقیقت کا عرفان ہوتا جائے گا۔

یہی حال ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کا کہ جس قدر زیادہ بندوں کو عرفان ہوگا اور جس قدر زیادہ اس میں اطاعت اور محبت کا مادہ ہوگا۔ اسی قدر اس کے ذکر کو غافلین کے ذکر سے امتیاز حاصل ہوگا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے صرف خبر سے نہیں۔ دیکھیے، ایک تو وہ شخص ہے جو جوش محبت سے محبوب کی صفات کا ذکر اور اس کی ثناء و تمجید کرتا ہے جس کے دل پر محبت قبضہ کئے ہوئے ہے اور ایک وہ ہے جو صرف قرائن سے ذکر کرتا ہے یا ایسے لفظ بولتا ہے جن کے معنی وہ نہیں جانتا۔ وہ تعریف کرتا ہے مگر زبان کے ساتھ دل موافقت نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں جو تفاوت ہوسکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔ ٹھیک وہی فرق ہوگا جو اجرت پر رونے والی اور پسر مردہ پر رونے والی میں فرق ہوتا ہے۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کا ذکر اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی یاد اور اللہ تعالی کی حمد، اس نعمت پر کہ آپ ﷺ کو ہمارا سردار بنایا اور آپ کی رسالت سے جملہ مخلوقات پر احسان عظیم فرمایا، یہ وجود کی زندگی اور دل کی حیات ہے۔

درود خوانی ایسی سعادت ہے کہ درود خواں کا نام و ذکر نبی کریم ﷺ کے حضور میں کیا جاتا ہے اور اہل ایمان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اس دربار عالی میں اس کا نام لیا جائے؟

درود پڑھنا حقوقِ رسول ﷺ میں شامل ہے۔ وہ بات الگ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حقوق کے مقابلے میں یہ انتہائی کم ہے اور اس نعمت کی شکر گزاری میں شمار ہوتا ہے جو بعثت ِنبوی سے ہمیں ملی ہے۔ گو نبی کریم ﷺ کے حقوق و استحقاق اس قدر ہیں کہ ان پر کوئی شخص علم و قدرت اور ارادہ سے احاطہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالی کا یہ کرم ہے کہ بندوں کی جانب سے اس تھوڑی سی شکر گذاری اور ادائے حق پر خوشنودی کا اظہار فرما دیا ہے۔

سوال: کیا تقلید واجب ہے؟

جواب: تقلید کا مطلب ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف کسی امتی کی بات کو دین کا درجہ دینا۔ یہ کفار کا عمل ہے۔ قرآن کی بیسیوں آیات سے تقلید کا رد کیا گیا ہے، کئی احادیث اس کی تردید کرتی ہیں۔ اسلاف امت نے تقلید کی مذمت بیان کی ہے۔ اگر اس میں کوئی خیر ہوتی، تو اسلاف امت اس پر عمل کرتے اور اس سے منع نہ کرتے۔

جب تقلید مذموم اور قبیح ہے، تو اس کو مستحب یا واجب کہنا بھلا کیسے جائز ہے؟

سوال: کیا محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ تکفیری تھے؟

جواب: محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ سلفی المذہب عالم اور مجاہد تھے۔ آپ کفر اور شرک

کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ آپ کی کئی مفید کتب ہیں، جن میں ''کتاب التوحید'' نہایت جامع اور مفید ہے، اس پر کئی شروحات بھی لکھی گئیں۔ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے عقائد ان کی کتب میں موجود ہیں، آپ کو تکفیری کہنا بلا دلیل ہے۔ نیز کسی معتبر سنی عالم نے آپ کو تکفیری نہیں کہا۔

سوال: کیا کائنات میں کوئی نبی کریم ﷺ سے افضل ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کائنات میں سب سے افضل اور اشرف ہیں۔ مخلوق میں آپ ﷺ سے بڑھ کر علم، فضل، شرف اور بزرگی کسی کو حاصل نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''روز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔''

(صحیح مسلم: 2278)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انبیا بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، وہ پورا کر دیا ہے، محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی نبوت قیامت تک لئے ہے، اس پر قرآن، احادیث متواتر، آثار صحابہ اور اجماع امت دلالت کناں ہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

''اللہ نے انسانوں کی طرف اپنے رسول محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا، آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ رسول، آپ سب انبیا کے آخر میں آئے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: 70/3)

نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی ظلی یا بروزی نبی نہیں آ سکتا۔ امتی نبی یا ظلی و بروزی نبی کا کوئی تصور نہیں، رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، جیسا کہ قرآن، حدیث، سلف صالحین اور

ائمہ لغت کے متفقہ فہم سے ثابت ہے۔فرمایا:

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي .

''میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

نیز فرمایا:

إِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ . ''بلاشبہ میں ہی آخری نبی ہوں۔''

ان احادیث میں خاتم النبیین کی تفسیر لَا نَبِيَّ بَعْدِي اور آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ کے الفاظ سے کی گئی ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا مطلق انکار ہے، کوئی نبی نہیں، ظلی نہ بروزی۔آپ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اب کسی پر وحی نبوت نہیں آسکتی۔

خاتم النبیین کا یہ مطلب صریح باطل ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس پر نبوت کی مہر لگا دیں، وہ امتی نبی ہوگا۔نصوص قرآن وسنت، اجماع امت، علمائے امت اور ائمہ لغت کسی نے اس لفظ کا یہ معنی بیان نہیں کیا، اب اگر کوئی یہ معنی بیان کرتا ہے تو مطلب ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تمام امت کو اس معنی کا ادراک نہیں ہوسکا اور ان صاحب کو ہوگیا ہے، لیکن:

؎ ایں خیال است ومحال است وجنوں

❁ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

''اجماع امت نے اس لفظ لَا نَبِيَّ بَعْدِي اور دیگر دلائل سے یہ بات سمجھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کسی بھی دور میں نبوت یا رسالت کے امکان کی کلی نفی کر دی ہے۔اس میں کوئی تاویل یا تخصیص نہیں کی جاسکتی، اس کا منکر اجماع کا منکر ہے۔''(الاقتصاد في الاعتقاد : 137)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کو بڑا بھائی کہہ کر پکار سکتے ہیں؟

جواب: نبی امت کے لیے والد کے قائم مقام ہوتا ہے۔ انہیں بڑا یا چھوٹا بھائی کہہ کر پکارنا جائز نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کو رسول اللہ، نبی اللہ وغیرہ کہہ کر پکارتے تھے۔ البتہ نبی کریم ﷺ عمر کے اعتبار سے صحابہ کرام کو اپنا بھائی، بیٹا، بھتیجا وغیرہ کہہ کر پکارتے تھے۔

سوال: کیا احکام شرعیہ اور ذات باری تعالیٰ کے متعلق نبی کریم ﷺ سے زیادہ علم والا کوئی ہے؟

جواب: نہیں، نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر احکام شرعیہ اور رب تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق معرفت رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں۔

سوال: یہ کہنا کہ ابلیس کا علم نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہے۔ کیسا ہے؟

جواب: کلمہ کفر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ابلیس سے موازنہ کرنا آپ ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ ایک مسلمان اس کے تصور سے کانپ جاتا ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی ولادت کا ذکر کرنا بدعت ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر کرنا باعث خیر ہے، بدعت نہیں اور اسے کوئی بھی بدعت نہیں کہتا۔ مگر نبی کریم ﷺ کی ولادت پر جشن منانا اور اسے یوم عید قرار دینا بدعت ہے۔ جشن میلاد نبی کریم ﷺ، عہد صحابہ، عہد تابعین اور خیر القرون میں نہیں منایا جاتا تھا۔ یہ بعد والوں کی ایجاد ہے اور بدعت ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے کلام میں جھوٹ کا امکان ہوسکتا ہے؟

جواب: اللہ کی پناہ! اللہ تعالیٰ کے کلام میں جھوٹ کا امکان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ صدق

صفت کمال ہے، باری تعالیٰ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے۔اور جھوٹ صفت نقص ہے اور اللہ تعالیٰ صفات ناقصہ سے منزہ ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ جھوٹ سے منزہ ہے اور سچ سے متصف ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا﴾(النّساء : ٨٧)

''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا کون ہوسکتا ہے؟۔''

❀ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا﴾(النّساء : ١٢٢)

''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر قول میں سچا کون ہوسکتا ہے؟۔''

بعض متکلمین نے باری تعالیٰ کے متعلق امکان کذب وغیرہ کے حوالے سے فضول بحوث کیں، جو سراسر اسلاف امت کے منہج سے انحراف کا نتیجہ ہے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ شرعی عقائد اور اعمال میں جب بھی بات کریں، تو صحابہ، تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ ہدیٰ کی پیروی میں بات کریں۔

(سوال): حدیث: اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ بلحاظ سند کیسی ہے؟

(جواب): یہ روایت سنن ابی داود (٣٦٤١)، سنن ترمذی (٢٦٨١) میں آتی ہے۔اس کی سند کثیر بن قیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس کی دیگر اسانید بھی ضعیف ہیں۔

❀ اس حدیث کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(علل الدّارقطني : 216/6)

یہ روایت سنداً ضعیف ہے، البتہ اس کا معنی ومفہوم درست ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾(فاطر : ٣٢)

''پھر ہم نے اپنے منتخب بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔''

(سوال): کیا مسجد کی چھت پر امام مسجد کی رہائش بنائی جا سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، بنائی جا سکتی ہے، کیونکہ مسجد کی چھت مسجد نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا چت لیٹنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: غسل خانہ میں برہنہ حالت میں وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: برہنہ حالت میں وضو درست ہے۔

سوال: اگر وضو یا نماز کے دوران ہوا خارج ہونے کی حاجت ہوئی، مگر اسے دبا لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ہوا کو خارج نہ ہونے دیا، تو وضو اور نماز دونوں باقی ہیں۔

سوال: کیا اونگھ سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اونگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: اعضائے وضو میں سے کوئی عضو خشک رہ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اعضاء خشک نہیں ہوئے، تو خشک رہ جانے والے حصے کو پانی سے تر کر لے اور اگر اعضائے وضو خشک ہو چکے ہیں، تو دوبارہ وضو کرے۔ (مسلم: ۲۴۳)

سوال: ہوا خارج ہوئی، مگر آواز اور بدبو نہیں آئی، کیا حکم ہے؟

جواب: جب ہوا خارج ہونے کا یقین ہو جائے، تو وضوٹوٹ جاتا ہے، خواہ آواز یا بدبو نہ بھی آئی۔ مگر جو شخص نفسیاتی مریض ہو اور اسے وہم کی بیماری ہو، اس کے لیے یہ مسئلہ ہے کہ وہ خود کو تب تک باوضو ہی تصور کرے گا، جب تک اسے ہوا خارج ہونے کی بدبو یا

آواز نہ آئے۔

سوال: کیا قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے والے پر وضو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن الدّارقطني: 174/1، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: دوران نماز کسی زخم سے خون نکل آیا، کیا حکم ہے؟

جواب: خون ناقض وضو نہیں، خون نکل آئے، تو نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

سوال: ایک شخص کو غالب گمان ہے کہ اس کا وضو ہے، مگر دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید وضو نہ ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شک سے یقین کو زائل نہیں کیا جا سکتا۔ گمان غالب کا لحاظ ہوگا، نہ کہ شک کا۔

سوال: نماز جنازہ کے لیے وضو کیا، کیا وہ اسی وضو سے فرض نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، پڑھ سکتا ہے۔

سوال: وضو کی حالت میں اپنی شرمگاہ کو دیکھ لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: وضو باقی ہے۔

سوال: کیا غسل کرتے وقت غرارہ کرنا چاہیے؟

جواب: جی ہاں، غسل میں غرارہ ضروری ہے۔

سوال: ناک اور منہ میں کتنی بار پانی ڈالنا ضروری ہے؟

جواب: کم از کم ایک بار اور زیادہ سے زیادہ تین بار۔

سوال: عورت نے سر کی مینڈھیاں بنائی ہوئی ہے، غسل کا کیا طریقہ ہے؟

(جواب): وہ مینڈھیاں نہ کھولے، بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچادے۔

(سوال): ایک تالات میں غیر مسلم غسل کرتے ہیں، اس میں سے غسل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر پانی کے طاہر ہونے کا غالب گمان ہے، تو غسل جائز ہے، محض شک یا شبہہ سے پانی پلید نہیں ہوتا۔

(سوال): داڑھ میں کوئی چیز اٹک جائے، کیا غسل ہوجائے گا؟

(جواب): اگر ممکن ہو، تو نکال لینا چاہیے، البتہ غسل درست ہے۔

(سوال): غسل کے وقت عارضی دانت نکالنا ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب): عارضی دانت نکالنا ضروری نہیں، بس پانی دانتوں تک پہنچ جانا چاہیے۔

(سوال): روزہ کی حالت میں غسل کرتے وقت کلی کرے یا غرارہ؟

(جواب): اس طرح منہ میں پانی ڈالے کہ پانی اندر جانے کا خدشہ نہ ہو۔

(سوال): پورے جسم پر گندگی لگ جائے، تو کیا غسل واجب ہے؟

(جواب): جسم کے بعض یا پورے حصے پر گندگی لگ جائے، تو غسل واجب نہیں ہوتا، گندگی والے حصہ کو دھولینا کافی ہے۔

(سوال): کیا جنابت کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے، پاک نہیں ہوگا؟

(جواب): یہ بات درست نہیں۔ پاکی کے لیے پیشاب کرنا ضروری نہیں۔

(سوال): دانتوں میں لگے کیل کا غسل کے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): غسل درست ہے۔

(سوال): غسل سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے؟

(جواب): وضو اور غسل سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔

(سوال): غسل سے پہلے نیت نہ کی، کیا حکم ہے؟

(جواب): غسل نہیں ہوگا۔ ہر عمل میں نیت ضروری ہے۔

(سوال): وضو اور غسل کے لیے پانی کی کیا مقدار ہے؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو فرماتے اور ایک سے سوا صاع پانی سے غسل فرماتے۔(بخاری:۲۰۱،مسلم:۳۲۵)یاد رہے کہ یہ پانی کی کم از کم مقدار ہے،اس سے زائد پانی بھی استعمال کیا جاسکتا ہے،البتہ اسراف نہ کیا جائے۔

(سوال): میدان،دریا یا تالات میں ننگے ہوکر نہانا کیسا ہے؟

(جواب): قریب کوئی نہ ہو،تو جائز ہے۔

(سوال): بند مکان میں برہنہ نہانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): اگر جاگتے ہوئے منی خارج ہو،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر جوش کے ساتھ منی خارج ہوئی،تو غسل فرض ہے۔

(سوال): کیا جماع کے فوراً بعد غسل ضروری ہے؟

(جواب): اگر نماز کا وقت نہ ہو،تو جماع کے فوراً بعد غسل ضروری نہیں، کچھ تاخیر بھی کی جاسکتی ہے۔

(سوال): نیند میں احتلام ہونے ہی والا تھا کہ جاگ آ گئی،کیا غسل واجب ہے؟

(جواب): اگر منی خارج نہیں ہوئی،تو غسل نہیں۔

(سوال): کیا عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

(جواب): جی ہاں،عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

سوال: عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈالی، انزال نہیں ہوا، کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں غسل واجب نہیں۔

سوال: اگر غسل کے بعد باقی ماندہ منی خارج ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جوش سے نہیں نکلی، تو صرف استنجاء کرلے، دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں۔

سوال: ایک عورت جنابت کے فورا بعد حائضہ ہوگئی، تو کیا وہ غسل جنابت کرے گی؟

جواب: جی ہاں، وہ غسل کرے گی، کیونکہ اس پر غسل جنابت فرض ہے، حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی غسل کرے، ایک واجب غسل دوسرے واجب غسل کو کفایت نہیں کرتا۔

سوال: کیا زنا کے بعد غسل واجب ہے؟

جواب: جی ہاں، زنا کے بعد بھی غسل واجب ہے۔

سوال: اگر شرمگاہ میں دوا لگانے کے لیے اس میں انگلی داخل کی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: غسل واجب نہیں۔

سوال: نیند سے جاگنے کے بعض عضو خاص پر تری محسوس کی، مگر یقین ہے کہ وہ منی نہیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں غسل واجب نہیں، صرف استنجا کرلے۔

سوال: ایک شخص نے بیوی سے ایک سے زائد مرتبہ جماع کیا، غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایک بیوی سے کئی بار یا کئی بیویوں سے جماع کے بعد ایک ہی غسل کافی ہے۔ (بخاری: ۲٦٨، مسلم: ۳۰۹)

سوال: جماع کے دوران ذکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: جماع کے دوران ذکر جائز نہیں۔ البتہ حالت جنابت میں ذکر جائز ہے۔

سوال: لید یا گوبر کی آگ سے کھانا پکانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے اور وہ کھانا پاک ہے۔

سوال: استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر پانی پاک ہے، تو اس سے وضو جائز ہے۔

سوال: بے نمازی کے بھرے ہوئے پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کوئی بدعتی پانی دے، تو اس سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے، البتہ اگر اس پانی کی نسبت کسی بدعت کی طرف ہے، تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے، کہ اس میں بدعت کی حوصلہ افزائی ہے۔

سوال: غسل واجب ہے، پانی ہے، مگر وہ نجس ہے، پاک پانی موجود نہیں، کیا نجس پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نجس پانی سے غسل جائز نہیں، جسے پاک پانی نہ ملے، وہ پاکیزہ مٹی سے تیمّم کر لے۔

سوال: سرکاری نہر سے حکومت کی اجازت کے بغیر غسل یا وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جس نہر میں گٹر گرتا ہو، تو اس سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک غلاظت گرنے سے پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ میں سے کچھ تبدیل نہیں ہوتا، پانی پاک ہے، اسے پیا بھی جا سکتا ہے اور اس سے وضو غسل بھی کیا جا سکتا ہے۔

سوال: تالات میں مچھلی بیٹ کر دے، پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پاک ہے۔

سوال: بارش کا پانی جو گلیوں میں بہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بارش کا پانی پاک ہے، البتہ اگر اس میں غلاظت ملنے سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ میں سے کچھ بدل جائے، تو ناپاک ہے۔

سوال: کیا حقہ کا پانی پاک ہے؟

جواب: حقہ کا پانی پلید نہیں۔

سوال: حدیث قلتین کیا ہے؟ اور اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے متعلق سوال ہوا، جس پر جانور اور درندے وارد ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔“

(مسند الإمام أحمد : 26/2، سنن أبي داود : 63، واللّفظ لهٗ، سنن النسائي : 52)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱۳۲/۱۔۱۳۳) نے امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ امام طبری رحمہ اللہ نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] : 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ”صحیح“ کہا ہے۔

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ علامہ رافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:
''اکثر محدثین ان دونوں روایات کو صحیح کہتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ عبداللہ اور عبیداللہ دونوں نے یہ حدیث اپنے والد سے بیان کی ہے۔''

(البدر المنير :409/1)

۞ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''قلتین والی حدیث کے متعلق اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن اور قابل حجت ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ :41/21)

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ گواہی کافی ہے کہ زمینی ستاروں کے جیسے محدثین نے اسے صحیح کہا ہے اوراس کے مطابق مذہب بنایا ہے، یہ محدثین قدوہ ہیں اوراحکام ومسائل میں انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔''

(معالم السنن :36/1)

۞ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔''

(التلخيص الحبير لابن حجر :36/1)

۞ امام طحاوی حنفی نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(شرح معاني الآثار :16/1)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس میں کوئی ضعف نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار :151/1)

حافظ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث حسن ہے۔''

(الأباطيل :321)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث حسن ثابت ہے۔''

(المجموع شرح المهذب :112/1)

حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(الأحكام الوسطى :155/1)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے۔''

(البدر المنير :404/1)

علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کے متن میں کوئی طعن نہیں، کیونکہ یہ مشہور اور قابل عمل حدیث ہے۔ اس کے رواۃ ثقہ اور عادل ہیں۔ (سند کا) یہ اختلاف موجب ضعف نہیں، کیونکہ اس حدیث کو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دو بیٹوں عبداللہ اور عبید اللہ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے۔''

(الشافي في شرح مسند الشافعي :80/1)

حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(طبقات الشافعية الكبرىٰ للسّبكي :245/2)

اس کے علاوہ اور کئی اہل علم نے اس حدیث کو قابل حجت قرار دیا ہے۔

سوال: برتن کے بیرونی حصہ پر گندگی لگی ہے، اس میں موجود پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر گندگی پانی میں داخل نہیں ہوئی، تو پانی پاک ہے۔

سوال: مٹکے میں چھپکلی گر کر مرگئی، پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی ناپاک ہے۔

❀ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ایک چوہیا گھی میں گر کر مرگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، تو فرمایا: چوہیا اور اس کے آس پاس کا گھی پھینک دیں اور باقی کھالیں۔''

(صحيح البخاري : 235-236-5538-5540)

سوال: اعتراض کیا جاتا ہے کہ عہد نبوی میں بئر بضاعۃ سے وضو کیا جاتا تھا، جبکہ اس میں پلید اشیا گرتی تھیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا ہم بضاعہ نامی کنویں سے وضو کر سکتے ہیں، جبکہ اس میں حیض والے کپڑے، کتوں کا گوشت اور گندگی پھینکی جاتی ہے، فرمایا: پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز پلید نہیں کر سکتی۔''

(مسند الإمام أحمد : 31/3، سنن أبي داود : 66، سنن النّسائي : 326، سنن التّرمذي : 66، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' (وفی بعض النسخ: حسن صحیح) کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل (تہذیب الکمال للمزی: ۵/۴۵) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث صحیح ہے، اسے حفاظ نے صحیح قرار دیا ہے۔''

(خلاصة الأحكام :66/1)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''(بحث و تحقیق کے بعد) جو بات سامنے آئی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ حدیث مطلقاً صحیح ہے، جیسا کہ متقدمین ائمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، جن میں امام ترمذی، امام احمد، امام یحییٰ بن معین اور امام حاکم رحمہم اللہ شامل ہیں۔ یہ اس فن کے ائمہ ہیں اور (تحقیق حدیث میں) ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔''

(البدر المُنير :387/1)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(تنقيح التّحقيق :15/1)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث عام ہے، بعض پانی اس میں شامل نہیں۔ (مثلاً) وہ پانی، جس (کے رنگ، بو یا ذائقہ) میں نجاست گرنے کی وجہ سے تبدیلی آجائے، تو یہ پانی بالا جماع ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ پانی، جس کی مقدار دو مٹکوں سے کم ہو اور اس میں نجاست مل جائے، جیسا کہ امام شافعی، امام احمد اور کئی دیگر ائمہ رحمہم اللہ کا مؤقف ہے۔ امام مالک اور دیگر کچھ ائمہ رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ حدیث بئر بضاعۃ عام ہے اور اس سے مراد وہ کثیر پانی ہے، جس میں نجاست گرنے سے تغیر نہیں آتا، اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔ بئر بضاعۃ بھی ایسا ہی تھا۔ نیز یہ حدیث، حدیث قلتین کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ بئر بضاعۃ کا پانی اتنا زیادہ تھا کہ اس میں مذکورہ اشیا گرنے سے کوئی تغیر نہیں آتا تھا۔''

(البدر المُنیر :392/1)

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''بئر بضاعہ والی حدیث سن کر کئی لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ یہ (گندگی وغیرہ پانی میں پھینکنا) لوگوں کی عادت تھی کہ یہ لوگ ایسا جان بوجھ کیا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ گمان کسی ذمی یا بت پرست کے بارے میں بھی نہیں کیا جا سکتا، چہ جائیکہ کسی مسلمان کے بارے میں کیا جائے، کیونکہ پہلے اور بعد کے مسلمانوں اور کافروں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ پانی کو نجاستوں سے محفوظ رکھتے تھے، پھر بھلا اس زمانے والوں کہ جو دین کے سب سے اعلیٰ طبقے اور مسلمانوں کی سب سے افضل جماعت سے تعلق رکھتے تھے، کے متعلق یہ گمان کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ ان علاقوں میں پانی اس سے کہیں اہم اور ضروری چیز تھی کہ وہ پانی سے ایسا سلوک کرتے اور اس کو حقیر جانتے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے، جو پانی والی جگہوں پر پیشاب کرے۔ تو اس کا کیا حال ہوگا، جو پانی کے چشموں کو نجاست اور گندگی پھینکنے کی جگہ بنا لے؟ یہ کام صحابہ کرام کی شان کے خلاف ہے۔ دراصل اس گندگی کی وجہ یہ تھی کہ یہ کنواں نشیبی سطح میں واقع تھا اور بارش کی رو گندگی کو رستوں اور ڈھیروں سے بہا کر لے جاتی تھی اور اسے (نشیبی سطح میں موجود) اس کنوئیں میں ڈال دیتی تھی۔ چونکہ کنوئیں میں پانی بہت زیادہ ہوتا تھا، اس لیے ان اشیا کے گرنے سے اس میں تغیر نہیں آتا تھا۔ تو صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا، تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس کا پانی پاک ہے یا نجس؟ تو نبی

کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو جواب دیا کہ پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔اس سے آپ ﷺ کی مراد کثیر پانی تھا کہ جس کی مقدار اتنی ہی ہو، جو اس کنوئیں کے کثیر پانی کی تھی، کیونکہ سوال اسی (کثیر) پانی کے متعلق ہوا تھا،لہذا جواب بھی اسی کے متعلق دیا۔ یہ قلتین والی حدیث کے مخالف بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ بئر بضاعہ کا پانی دو قلوں کو پہنچتا تھا، دونوں حدیثیں ایک دوسری کے موافق ہیں،مخالف نہیں۔خاص کو عام پر مقدم رکھا جاتا ہے، یہ عام کی وضاحت کرتی ہے، نہ کہ اسے منسوخ کرتی ہے۔''(مَعالم السّنن :37/1)

سوال: جس پانی میں بھنگ یا افیون وغیرہ مل جائے،اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے۔

سوال: مسواک کو تر کرنے کے لیے کسی برتن میں ڈالا،تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ پانی پاک ہے،اس سے وضو کیا جاسکتا ہے۔

سوال: تازہ پانی کے ہوتے ہوئے، باسی پانی سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: حرام پرندے تالاب میں بیٹ کردیں،تو کیا حکم ہے؟

جواب: تالاب کا پانی پاک ہے۔

سوال: تالاب میں چڑیا گر کر مر گئی، پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پاک ہے۔

سوال: غیر مسلموں کے برتن سے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر ظاہری طور پر کوئی نجاست نہ لگی ہو،تو وضو درست ہے۔

سوال: دوائی والے پانی سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو درست ہے۔

سوال: تالاب میں سانپ مر گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے، کہ اس سے پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہوگا۔

سوال: کنوئیں میں مینڈک مر جائے، تو پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: مینڈک کو باہر نکال دیں، پانی پاک ہے۔

سوال: بکری نے تالاب میں پیشاب کر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے۔

سوال: کچھوا کا کیا حکم ہے؟

جواب: کچھوا حرام ہے، اہل علم اسے خبائث میں شمار کرتے ہیں۔

سوال: خون آلود جانور تالاب میں گرا، پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے۔

سوال: طوائف کے بنائے ہوئے تالاب سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: مٹکے میں انسانی خون گر جائے، کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے، انسان کا خون نجس نہیں۔

سوال: ناپاک پانی سے گوندی ہوئی مٹی سے برتن بنایا، اس میں وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: خشک ہونے کے بعد ناپاک مٹی پاک ہو جاتی ہے، لہذا اس برتن کا استعمال جائز ہے۔

سوال: کافر تالاب میں گر گیا، پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے۔

سوال: وضو کر کے نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ پانی ناپاک تھا، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

سوال: ہاتھی کا جھوٹے پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پاک ہے۔

سوال: انگریز کا جھوٹا پاک ہے یا نہیں؟

جواب: پاک ہے۔

سوال: سخت سردی میں تیمّم کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر پانی گرم کرنا ممکن نہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے مرض کا اندیشہ ہو، تو تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

سوال: اگر نماز کا وقت جا رہا ہو، تو وضو کی بجائے تیمّم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: جسم پر نجاست لگی ہے، پانی کا استعمال نقصان دہ ہے، کیا تیمّم کرے؟

جواب: نجاست دور کر کے تیمّم کرلے۔

سوال: کیا پتھر یا لکڑی وغیرہ سے تیمّم درست ہے؟

جواب: پتھر یا لکڑی سے تیمّم درست نہیں۔

سوال: پانی موجود نہیں، مٹی ہے، مگر پاک نہیں، کیا کرے؟

جواب: اگر ایسی صورت بن جائے کہ پانی بھی نہیں ہے، پاک مٹی بھی نہیں، تو بغیر

وضواور تیمّم کے نماز پڑھ لے، پلید مٹی سے تیمّم نہ کرے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''انہوں نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار ادھار لیا جو کہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تلاش کے لیے بھیجا تو وہ مل گیا۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت ہو گیا، لیکن ان کے پاس پانی نہ تھا۔ انہوں نے اسی طرح بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمادی۔''

(صحيح البخاري : 336)

یعنی آیت تیمّم کے نزول سے پہلے پانی نہ ہونے کی صورت میں صحابہ نے نماز ادا کر لی تھی۔ گویا ان کے پاس نہ پانی تھا، نہ مٹی، کیونکہ مٹی کے استعمال کی ابھی اجازت نہیں تھی۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ پانی اور مٹی دونوں نہ ملنے کی صورت میں بھی نماز فرض ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس موقع پر نماز کو فرض سمجھتے ہوئے ہی اسے ادا کیا تھا۔ اگر ایسی حالت میں نماز ممنوع ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس سے منع فرماتے۔''

(فتح الباري :440/1)

سوال: پانی اتنا تھوڑا ہے کہ مکمل غسل نہیں ہوسکتا، کیا تیمّم کرسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، تیمّم کرسکتا ہے۔

سوال: وضو اور غسل کے تیمّم میں کیا فرق ہے؟

(جواب): کوئی فرق نہیں۔ وضو اور غسل کا تیمّم ایک جیسا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی، پھر پانی مل گیا، کیا نماز دہرائے گا؟

(جواب): نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔

❀ فقہائے سبعہ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے تیمّم کر کے نماز ادا کی، پھر نماز کے وقت ہی میں پانی ملا یا وقت گزرنے پر، اس نماز کو دوہرانا ضروری نہیں۔ ہاں! آئندہ کی نمازوں کے لیے وضو اور غسل کرنا پڑے گا۔ جنابت اور بے وضو ہونے کے تیمّم کا ایک ہی حکم ہے۔''

(السنن الکبریٰ للبیهقي: 232/1، تاریخ ابن عساکر: 250/40، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): ایک شخص سفر پر ہے، اس کے پاس پینے کا پانی ہے، اگر وہ اس سے وضو کرے گا، تو پینے کے لیے پانی نہیں بچے گا، کیا وہ تیمّم کر سکتا ہے؟

(جواب): اگر کہیں سے پانی نہ مل سکے، تو وہ تیمّم کر سکتا ہے۔

(سوال): بخار کی حالت میں تیمّم کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر بخار اس قدر سخت ہے کہ وضو کرنے سے مرض بڑھنے کا خدشہ ہے اور گرم پانی کا حصول ممکن نہیں، تو تیمّم کر سکتا ہے۔

(سوال): مرض میں تیمّم کی صورت میں مریض کی طبیعت کا اعتبار ہوگا یا ڈاکٹر کا؟

(جواب): مریض کی طبیعت اور ڈاکٹر دونوں کا اعتبار ہوگا۔ اگر ڈاکٹر مشورہ دے کہ مریض کے لیے وضو کرنا نقصان دہ ہے، تو اگرچہ وضو مریض کے لیے گراں نہ ہو، تب بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

(سوال): عذر کی بنا پر تیمّم کیا، پھر عذر ختم ہو گیا، تو تیمّم کا کیا حکم ہے؟

(جواب): عذر ختم ہونے پر تیمّم خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

(سوال): پانی موجود ہے، کیا مصحف کو چھونے کے لیے تیمّم کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): پانی کی موجودگی میں قرآن کو چھونے کے لیے تیمّم جائز نہیں۔

(سوال): دودھ پیتے بچے کے لیے ماں کا غسل نقصان دہ ہو، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر ماں پر غسل واجب ہے، مگر وہ غسل شیر خوار بچے کے لیے نقصان دہ ہے، تو وہ تیمّم کر سکتی ہے۔

(سوال): کیا مٹی کے ڈھیلے سے ایک سے زائد مرتبہ تیمّم کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کیا چونے سے تیمّم درست ہے؟

(جواب): تیمّم صرف پاک مٹی سے جائز ہے۔ چونا مٹی نہیں۔

قرآن کریم نے پاک مٹی سے تیمّم کا حکم دیا ہے۔

❁ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا، إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ .

''پانی نہ ملے، تو زمین کی مٹی ہمارے لیے طہارت (وضو وغسل کا ذریعہ) بنادی گئی۔''

(صحیح مسلم: 522)

معلوم ہوا کہ صرف پاک مٹی سے تیمّم ہو سکتا ہے۔

(سوال): پانی موجود نہیں، کیا قرآن پکڑنے کے لیے تیمّم جائز ہے؟

(جواب): جی ہاں، جائز ہے۔

(سوال): جنگل میں مویشی چرا رہا ہے، پانی اتنی دور ہے کہ اگر وضو کرنے جائے، تو

مویشی کے گم ہونے کا خطرہ ہے یا کسی کی کھیتی کو کھا جانے کا خطرہ ہے، کیا تیمّم کر سکتا ہے؟

جواب: پانی کی کوئی اور صورت نہ ہو، تو تیمّم کر سکتا ہے۔

سوال: کیا تیمّم والا شخص وضو والے کی امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، کرا سکتا ہے۔ تیمّم وضو کے قائم مقام ہے۔

سوال: موزوں پر مسح کا حکم ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنا جائز اور مشروع ہے۔ اس پر احادیث متواترہ اور اجماع امت دلیل ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے صراحت کی ہے کہ موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث متواتر ہے۔''

(فتح الباري :306/1)

❁ امام ابو رجاء قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ (۲۴۰ھ) فرماتے ہیں:

''یہ ائمہ اسلام اور اہل سنت کا اتفاقی و اجماعی عقیدہ ہے کہ...... موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔''

(شِعار أصحاب الحديث للحاكم الكبير، ص 30، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

''موزوں پر مسح کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح صحيح البخاري :304/1)

❁ علامہ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''موزوں پر مسح کا انکار صرف بدعتی کرتا ہے، جو مسلمانوں کی جماعت سے

خارج ہے۔ اس مسئلہ میں حجاز وعراق کے فقہا اور محدثین کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا جم غفیر اس کے جواز کا قائل ہے، جس کا غلطی اور جھوٹ پر جمع ہونا ناممکن ہے۔ وہ جمہور صحابہ، تابعین اور فقہائے مسلمین ہیں۔ موزوں پر مسح کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(الإقناع في مسائل الإجماع :88/1)

سوال: ایسے بوٹ جو ٹخنوں کے اوپر تک بندھے ہوئے ہیں اور ان کو اتارنا قدرے دشوار ہو، کیا ان پر مسح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر بوٹ پاک ہیں، تو ان پر مسح کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ انہیں وضو کی حالت میں پہنا ہو۔ یہ موزوں کے قائم مقام ہیں۔

سوال: مسح کی مدت کیا ہے؟

جواب: مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶) یہ مدت مسح کی ابتدا سے شروع ہوگی۔

سوال: موزوں یا جرابوں پر مسح کیا اور وضو کی حالت میں انہیں اتار دیا، کیا مسح کی مدت ختم ہو جائے گی؟

جواب: نہیں۔ اگر حالت وضو میں موزے یا جرابیں اتار دیں اور وضو ٹوٹنے سے پہلے پہلے دوبارہ پہن لیں، تو ان پر مسح جائز ہے۔

سوال: مسح پاؤں کے کس حصے کا کیا جائے؟

جواب: پاؤں کے اوپر والے حصہ کا مسح کیا جائے، نیچے والے حصہ کا نہیں۔

(مسند الحميدي : 47، وسندهٗ صحيحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر وضو والے کسی عضو میں زخم ہو اور اسے گیلا کرنا ممکن نہ ہو، تو کیا کرے؟

جواب: اگر وہاں پٹی لگی ہے، تو اس پر مسح کر لے اور اگر زخم کھلا ہے، تو زخم والی جگہ پر اگر مسح ممکن ہو، تو مسح کرے، ورنہ اتنی جگہ چھوڑ دے۔

سوال: حالت حیض میں جماع پر کیا کفارہ ہے؟

جواب: حیض میں جماع کر لے، تو اس پر ایک دینار (4 ماشہ 4 رتی / 4.374 گرام سونا) یا نصف دینار (2 ماشہ 2 رتی 2.187 گرام سونا) کفارہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

فطری ایام میں بیوی سے جماع کرنے والے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ، أَوْ بِنِصْفِ دِينَارٍ.

''ایک یا آدھا دینار صدقہ کرے۔''

(مسند الإمام أحمد: 229/1، 230، سنن أبي داوٗد: 264، سنن النسائي: 290، سنن الترمذي: 136، سنن ابن ماجه: 640، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل (مسائل أبي داوٗد لأحمد، ص: 177)، امام ابوداوٗد (268، تهذيب السنن لابن القيّم: 173/1)، امام ابن جارود (108)، امام حاکم (171/1، 172)، حافظ ابن قطان (بيان الوهم والإيهام: 227/5)، حافظ ذہبی (تلخيص المستدرك: 172/1)، حافظ ابن دقیق العید (التلخيص الحبير لابن حجر: 166/1)،

حافظ ابن القیم (تهذيب السنن :173/1)، **علامہ ابن ترکمانی حنفی** (الجوهر النقيّ :314/1)
اور حافظ ابن حجر (التلخيص الحبير :166/1) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

یہ حدیث مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی۔ موقوف مرفوع کو تقویت دیتی ہے۔

اسلاف امت بھی ماہواری میں جماع کرنے والے پر کفارے کے قائل ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

②،③ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 137)

④ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایک دینار صدقہ کرے۔'' (سنن الدارمي : 1154، وسندهٗ صحيحٌ)

امام موصوف سے ایک روایت نصف دینار کے بارے میں بھی آتی ہے۔

(سنن الدارمي : 1157، وسندهٗ حسنٌ)

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں، توبہ واستغفار لازم ہے۔ ان کی یہ بات صحیح حدیث اور فہم سلف کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

سوال: ایک عورت کو ہمیشہ چھ دن حیض آتا تھا، مگر کچھ ماہ سے اسے کچھ اس طرح خون آتا ہے کہ دو دن خون آیا، پھر کچھ دن خون نہ آیا، پھر دو چار دن خون آتا ہے، اس طرح مہینے میں دو تین بار خون آتا ہے، اس کے حیض کے ایام کیا ہیں؟

جواب: جن دنوں میں خون آتا ہے، اسے حیض شمار کرے گی اور باقی دنوں میں غسل کر کے نماز روزہ کرے گی۔

سوال: حیض کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

(جواب): ایام حیض کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ مدت متعین نہیں، اس کا انحصار فطرت وعادت پر ہے۔ بعض لوگ ماہواری کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن بتاتے ہیں، یہ بے دلیل ہے۔ اس حوالے سے پیش کی جانے والی روایات ثابت نہیں، بلکہ ''موضوع'' یا ''ضعیف'' ہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهَا عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ .

''یہ تمام روایات ضعیف ہیں، ان کے ضعف پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(المجموع شرح المهذّب : 383/2)

(سوال): حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل سے پہلے جماع جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): عورت ماہواری سے پاک ہونے کے بعد جب تک غسل نہ کر لے، خاوند کا اس سے جماع کرنا جائز نہیں۔

❁ اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾(البقرة : ٢٢٢)

''لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرما دیجئے! حیض ناپاکی ہے، دوران حیض بیویوں سے جماع نہ کریں، ایام مخصوصہ کے اختتام تک ان کے قریب نہ جائیں، وہ غسل حیض سے پاکی حاصل کر لیں، تو حکم الٰہی کے مطابق ان سے مجامعت کر سکتے ہیں۔''

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ حیض کا خون بند ہونے کے بعد جب تک بیوی غسل نہ کر لے، شوہر کے لیے بیوی سے مقاربت کرنا حرام ہے۔''

(تفسير الطّبري : 732/3)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت حیض رکنے کے بعد اس وقت تک مرد کے لیے حلال نہیں ہوتی، جب تک غسل نہ کر لے یا تیمّم نہ کر لے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ غسل ضروری نہیں سمجھتے۔''

(تفسير القرآن العظيم :350/1)

اس آیت میں ﴿حَتّٰی یَطْهُرْنَ﴾ سے مراد خونِ ماہواری کا رکنا اور ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ سے مراد غسل کرنا ہے۔ اسلاف امت کا یہی فیصلہ ہے۔

① امام عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عورت کا خونِ ماہواری رک جائے، تو جب تک غسل نہ کر لے، اس وقت تک شوہر اس سے جماع نہ کرے، غسل کے بعد حکم الٰہی کے مطابق صحبت کر سکتا ہے۔''(مصنّف ابن أبي شيبة :96/1، 97، وسندهٗ حسنٌ)

② امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب تک غسل نہیں کر لیتی، خاوند اس سے صحبت نہ کرے۔''

(سنن الدّارمي : 1117، مصنّف ابن أبي شيبة :96/1، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب تک غسل نہیں کر لیتی، خاوند اس سے صحبت نہ کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/96، وسندهٗ صحيحٌ)

④ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

''نہیں، غسل سے پہلے صحبت جائز نہیں۔''

(سنن الدّارمي : 1127، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہمارے علم کے مطابق اس تفسیر (تَطَهَّرْنَ سے مراد غسل) میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ خون کا رکنا بذات خود پاکی نہیں، کیونکہ خون رکنے سے عورت حیض سے تو نکل جاتی ہے، لیکن خاوند کے لیے اس سے صحبت جائز نہیں ہوتی، اسی طرح نماز اور بیت اللہ کا طواف بھی جائز نہیں ہوتا، جب تک غسل نہ کر لے یا پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم نہ کر لے۔''

(أحكام القرآن :1/127)

⑥ امام ابن منذر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''میرا وہی مذہب ہے، جو تمام اہل علم کا ہے کہ مرد اپنی بیوی سے اس کے حیض سے پاک ہونے کے بعد اس وقت تک صحبت نہیں کر سکتا، جب تک وہ غسل کر کے طہارت حاصل نہ کر لے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والاختلاف :1/215)

⑦ امام احمد بن محمد، ابوبکر، مروذی رحمہ اللہ (م:275ھ) فرماتے ہیں:

''میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں جانتا۔'' (المغني لابن قدامة :1/246)

کسی صحابی یا تابعی سے اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں۔

سوال: اگر حیض کے بعد غسل سے پہلے جماع کر لیا، تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: اس پر کفارہ نہیں، یہ گناہ گار ہے، توبہ کرے۔

سوال: کیا عورت ایام مخصوصہ میں تسبیح پڑھ سکتی ہے؟

جواب: عورت حالت ایام میں قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ ہر ذکر کر سکتی ہے۔

سوال: نفاس کے خون کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

جواب: نفاس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''نفاس والی چالیس دن نماز روزے سے رُکے گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28/4، السنن الكبرٰى للبيهقي :341/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد کے اہل علم کا اجماع ہے کہ نفاس والی چالیس دن تک نماز نہیں پڑھے گی۔ ہاں اس سے پہلے پاک ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے گی۔ اگر وہ چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھے تو اکثر اہل علم کے نزدیک وہ نماز پڑھتی رہے گی۔ اکثر فقہاءِ کرام کا یہی قول ہے۔ یہی بات امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ نے کہی ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 139)

تنبیہ:

اس بارے میں مروی ساری کی ساری مرفوع احادیث ''ضعیف'' ہیں۔ البتہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ اور اجماع امت نے ان سے مستغنی کر دیا ہے۔

(سوال): اگر خون چالیس روز سے بھی زائد جاری رہے، تو کیا کرے؟

(جواب): چالیس دن تک نفاس شمار کرے، یعنی نماز روزہ سے رکی رہے، بعد کے ایام میں جو خون آرہا ہے، وہ دم فاسد ہے۔ غسل کر کے نماز روزہ جاری رکھے۔

(سوال): بچہ پیدا ہونے کے چوتھے روز خون بند ہو گیا، اس کے بعد صرف دھبہ سا لگتا ہے، کتنے روز نفاس شمار کرے؟

(جواب): چار دنوں کے بعد جو دھبہ سا لگتا ہے، وہ دم فاسد ہے۔ عورت نفاس سے پاک ہو چکی ہے، اب وہ غسل کر کے نماز روزہ کرے۔

(سوال): اگر کسی نے نفاس کے ایام میں جماع کر لے، تو کیا کرے؟

(جواب): نفاس کے ایام میں جماع کرنا حرام ہے۔ اس پر توبہ ہے، کفارہ نہیں۔

(سوال): ایک عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد بارہ دن تک خون آیا، پھر سفید پانی آنے لگا، کچھ روز بعد پھر خون آنا شروع ہو گیا، وہ کیا کرے؟

(جواب): چالیس دن کے اندر اندر اگر ایسا ہو، تو نفاس ہی شمار ہوگا۔

(سوال): نماز کا وقت ہے، ابھی نماز ادا نہیں کی کہ حیض آ گیا، تو کیا حیض سے پاک ہونے کے بعد اس نماز کی قضا دے گی؟

(جواب): نماز کا وقت موجود ہے، ابھی نماز ادا نہیں کی، کہ حیض آ گیا، تو پاک ہونے کے بعد اس نماز کی قضا نہیں دے گی۔ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد سستی و کاہلی کی وجہ سے نماز مؤخر کر دی، نماز کا وقت نکل گیا اور ادائیگی سے پہلے ہی حیض آ گیا، تو ماہواری کے بعد اس کی قضائی دینا لازم ہے۔

❁ امام حسن بصری اور امام محمد بن سیرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا حَاضَتْ فِي وَقْتِ صَلَاةٍ، فَلَيْسَ عَلَيْهَا قَضَاءُ تِلْكَ الصَّلَاةِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَقْتُ قَدْ ذَهَبَ.

''نماز کے وقت میں ماہواری آ جائے، تو قضائی نہیں، البتہ نماز کا وقت نکل گیا ہو، تو قضائی لازم ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 339/2، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

نماز کا وقت ختم ہونے سے اتنی دیر پہلے ماہواری ختم ہو کہ نماز کے وقت میں غسل اور نماز کی ادائیگی ممکن نہ ہو، تب بھی نماز کی قضائی دینا ضروری ہے۔

(سوال): جس شخص کو قطرے آتے ہیں، وہ نماز کے لیے طہارت کیسے کرے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرے اور دوران وضو یا نماز بھی قطرات آئیں، تو کوئی حرج نہیں۔ اسے چاہیے کہ زیر جامہ استعمال کرے، اس میں روئی رکھے۔ وہ قطرے روئی میں جذب ہو جائیں گے، اس سے جسم اور کپڑے خراب نہیں ہوں گے۔ اس کا معاملہ استحاضہ والی عورت کی طرح ہے۔

(سوال): جس عورت کو استحاضہ کا خون مسلسل تین چار ماہ جاری رہے، وہ حیض کے ایام کس طرح شمار کرے؟

(جواب): استحاضہ کا خون مسلسل جاری رہتا ہے، حیض اور استحاضہ کے خون میں فرق کس طرح ہو سکتا ہے؟ شریعت اسلامیہ نے اس کے تین طریقے بتائے ہیں؛

① ماہواری شروع ہونے کے بعد استحاضہ کا عارضہ لاحق ہو تو ماہواری کے دنوں کا اعتبار ہوگا، جن دنوں ماہواری آتی تھی، ان کے علاوہ آنے والا خون استحاضہ متصور

ہوگا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ، سیدہ امِ حبیبہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: جن دنوں آپ کو حیض آتا تھا، ان دنوں کی مقدار رکی رہیں، پھر غسل کر لیں۔''

(صحيح مسلم : 66/334)

② استحاضہ کا خون پہلے جاری ہوا اور حیض کا خون بعد میں آیا، تو دونوں میں فرق خون کی رنگت سے کرے گی، حیض کا خون سیاہی مائل، گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے، جبکہ استحاضہ کا خون سرخی مائل ہوتا ہے، بدبودار اور گاڑھا نہیں ہوتا؛

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ امِ حبیبہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتی ہیں:

''وہ اپنی بہن زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے گھر ایک ٹب میں غسل کرتی تھیں۔ خون کی سرخی پانی پر چھا جاتی تھی۔'' (صحيح مسلم : 64/334)

③ اپنے خاندان کی عورتوں سے پوچھے گی، جن دنوں انہیں حیض آتا ہے، ان دنوں خود کو حائضہ سمجھے۔

❁ حماد بن ابی سلیمان اور عطا بن ابی رباح رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

''آغازِ حیض سے ہی مستحاضہ ہو جائے، تو وہ نماز سے اتنے دن رک جائے گی، جتنے دن اس کے خاندان کی کوئی بھی دوسری عورت رکتی ہے۔''

(سنن الدارمي : 875، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کے علاوہ کوئی طریقہ معتبر نہیں۔

سوال: اگر زخم سے مسلسل رطوبت نکلتی رہتی ہے، تو کیا کوئی شخص ایک وضو سے دو

نمازیں پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، پڑھ سکتا ہے۔ خون یا پیپ نجس نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص کو ہوا خارج ہونے کا مرض ہے کہ اس پر کنٹرول نہیں رہتا، اس کی طہارت کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: ایسا شخص ہر نماز کے لیے وضو کر لے، دوران وضو یا نماز بھی ہوا خارج ہو جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ اس کا معاملہ استحاضہ والی عورت کی طرح ہے۔

سوال: جس شخص کا آپریشن ہوا ہے، کیا وہ اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، وہ اشارے سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر آپریشن کے دوران اس کی کچھ نمازیں رہ جائیں، تو ان کی قضا دے دے۔

سوال: جو شخص عذر کی بنا پر سجدہ نہ کر سکتا ہو، کیا وہ آگے کوئی چیز رکھ لے؟

جواب: معذور کو چاہیے کہ اشارہ سے سجدہ کر لے، آگے کوئی چیز نہ رکھے۔

سوال: اگر کپڑے کو شراب لگ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: راجح یہ ہے کہ شراب حرام ہے، نجس نہیں۔

سوال: آبی جانوروں کا پیشاب پاک ہے یا نہیں؟

جواب: وہ جانور جن کی زندگی پانی پر موقوف ہے، انہیں آبی جانور کہتے ہیں، یہ حلال ہیں اور حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔

سوال: جس صابون میں حرام جانور کی چربی استعمال کی جائے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس صابون میں حرام جانور کی چربی استعمال کی جائے، اس کا استعمال جائز نہیں۔

سوال: غیر مسلموں کے رنگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: منی پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، ہمارے مطابق منی ناپاک ہے۔

سوال: کیا سانپ یا کسی حرام جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے؟

جواب: حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔

سوال: ناپاک تیل سے بنائے گئے صابون کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا استعمال جائز نہیں۔

سوال: کیا نجاست کو دھونے کے لیے اسے ملنا ضروری ہے؟

جواب: نجاست کا اثر زائل کرنا ضروری ہے، چاہے ملنے سے ہو، یا ملنے کے بغیر۔

سوال: ایک عمر رسیدہ شخص جسے پیشاب کرنے میں دشواری ہوتی ہے اور پیشاب کے دوران کچھ چھینٹے کپڑے پر گر جاتے ہیں، ایسے کپڑوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ معلوم ہو کہ کپڑے کے کس جگہ چھینٹے پڑے ہیں، تو اس جگہ کو دھو لے، ورنہ کپڑے تبدیل کرے۔ اگر معمولی چھینٹے ہیں، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: مذی اور ودی کیا ہے؟

جواب: مذی بوس و کنار کے باعث بلا ارادہ پیشاب کی نالی سے نکلنے والے پتلے پانی اور ودی پیشاب کے بعد نکلنے والے سفید اور رقیق پانی کو کہتے ہیں۔

مذی اور ودی دونوں نجس اور ناپاک ہیں۔ ان کا حکم پیشاب کا سا ہے۔ جسم اور کپڑے پر لگ جائیں، تو انہیں دھویا جائے گا۔

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى نَجَاسَةِ الْمَذِيِّ وَالْوَدْيِ .

''مذی اور ودی کے نجس ہونے پر فقہا کا اتفاق ہے۔''

(شرح السنّة : 90/2)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى نَجَاسَةِ الْمَذْيِ وَالْوَدْيِ .

''مذی اور ودی کے نجس ہونے پر امت کا اجماع ہے۔''

(المَجموع شرح المُهذّب : 552/2)

مذی اور ودی کے خارج ہونے پر غسل نہیں۔

سوال: لیکوریا کا مادہ پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: لیکوریا اس مادہ کو کہتے ہیں، جو کسی عارضہ کی بنا پر بغیر جوش کے عورت کی شرمگاہ سے نکلتا ہے۔ اس کا حکم مذی اور ودی والا ہے، یعنی یہ ناپاک ہے، اس کے خارج ہونے پر کپڑے اور شرمگاہ کو دھویا جائے گا اور وضو کیا جائے گا۔

سوال: انسان کے منہ سے بہنے والی رال کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسانی رال پاک ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٦٥٨، وسندہ حسن)

سوال: منی کو دھونے کے بعد کپڑے پر اگر کوئی نشان باقی رہ جائے، کیا اس میں نماز جائز ہے؟

جواب: جی ہاں، جائز ہے۔ (بخاری: ۲۲۹، مسلم: ۲۸۹)

سوال: جس تالاب میں جانور بٹھائے جاتے ہوں، اس کا پانی پاک ہے یا نہیں؟

جواب: اگر حلال جانور ہیں، تو پاک ہے۔

سوال: اگر پیشاب کے قطرات کپڑے کو لگ جائیں، تو کیا کرے؟

جواب: انہیں دھو کر پاک کر لے۔

سوال: کیا شیر خوار بچے کا پیشاب نجس ہے؟

جواب: بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے، البتہ پیشاب دونوں کا ناپاک ہی ہے۔

سوال: زخم کو دبا کر پیپ نکالی، کیا وضو باقی ہے؟

جواب: پیپ یا خون بہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: غسل کے بعد نجس کپڑا پہن لیا، کیا بدن پاک رہا یا نہیں؟

جواب: اگر نجاست گیلی ہے اور بدن کو لگ گئی ہے، تو بدن کا اتنا حصہ دھویا جائے اور اگر نجاست خشک ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: اگر کپڑے میں نجاست کا شبہ ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شک یا شبہ کی بنا پر کپڑا نجس نہیں ہوتا، جب تک کپڑے یا بدن کے نجس ہونے کا یقین یا غالب گمان نہ ہو، وہ پاک ہی متصور ہوں گے۔

سوال: مسجد میں کبوتر ہوں، تو انہیں پکڑ کر فروخت کرنا اور ان کی قیمت مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

جواب: کسی اور کی ملکیت نہیں، تو جائز ہے۔

سوال: کسی پاک چیز کو کتے کا جسم لگ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کتے کا جسم لگنے سے چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

(سوال): حالت جنابت میں جو پسینہ آتا ہے، کیا اس سے کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے؟

(جواب): جنبی کا پسینہ ناپاک نہیں۔

(سوال): ایک شخص سور کھاتا ہے، اس نے منہ میں قلم ڈالا، پھر وہی قلم ایک مسلمان نے غلطی سے اپنے منہ میں ڈال لیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں۔

(سوال): شہد کی بوتل میں چوہیا گر گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس شہد کا استعمال جائز نہیں۔

(سوال): جس ڈھیلے سے استنجا کیا، بعد میں اسی ڈھیلے سے استنجا کر سکتے ہیں؟

(جواب): اگر اس پر نجاست ظاہر نہیں، تو کر سکتے ہیں۔

(سوال): اگر کسی کپڑے پر خنزیر کا خون لگ جائے، تو اسے کیسے پاک کیا جائے؟

(جواب): خنزیر کا خون نجس ہے۔ جس کپڑے پر لگ جائے، اسے اچھی طرح دھولیا جائے، تو پاک ہوجائے گا۔

(سوال): جن ادویات میں الکحل کا استعمال کیا جاتا ہے، ان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جس برتن میں خنزیر کا گوشت کھایا جائے، وہ کیسے پاک ہوگا؟

(جواب): اسے اچھی طرح دھولیں، تو پاک ہوجائے گا۔

(سوال): اگر خنزیر کا جسم کپڑے سے مس کر جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): خنزیر کا جسم کپڑے سے لگ جائے، تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

سوال: جس برتن میں بچہ ناپاک ہاتھ ڈال دے، اس میں کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب: وہ برتن دھونے سے پاک ہوجائے گا، اس میں کھانا پینا جائز ہے۔

سوال: جس کپڑے کو نجس پانی میں دھویا جائے، تو خشک ہونے پر اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ ناپاک رہے گا، تا آنکہ اسے پاک پانی سے دھویا جائے۔

سوال: دریا کے کنارے جو کیچڑ وغیرہ ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک اس کیچڑ کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو، وہ پاک ہی متصور ہوگا۔

سوال: جس پانی میں حلال جانور کا گوبر گر گیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے۔

سوال: کیا حالت جنابت میں برتن چھونے سے ناپاک ہوجاتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: گندگی بارش سے بہہ کر تالاب میں گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ میں سے کچھ نہ بدلے، تو پانی پاک ہے۔

سوال: کیا کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے اس کی کھال پاک ہوجائے گی؟

جواب: کوئی مسلمان یہ کام نہیں کرسکتا۔ کتا نجس العین ہے اور اس کو ذبح کریں یا نہ کریں، یہ ناپاک ہی رہے گا، اس کے کسی جزو سے انتفاع جائز نہیں۔

سوال: دودھ میں کتے نے منہ ڈال دیا، کیا وہ دودھ خادموں کو پلا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں۔ البتہ جانوروں کو پلا سکتے ہیں۔

سوال: کیا حرام جانور ذبح کرنے سے پاک ہوجاتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: نجس گلاس میں پانی ڈالا گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: وہ پانی بھی ناپاک ہوجائے گا۔

سوال: ہاتھی کا جسم پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: ہاتھی نجس العین نہیں، اس کا جسم پاک ہے۔

سوال: ریشمی کپڑا اگر دھونے سے خراب ہوجائے، تو اس کی نجاست کیسے دور کی جائے؟

جواب: نجاست کو دور کرنے کے لیے بہرحال دھونا ضروری ہے، البتہ دھونے میں زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے۔

سوال: ناپاک زمین جب خشک ہونے کے بعد دوبارہ تر ہوجائے، تو کیا وہ دوبارہ ناپاک ہوجاتی ہے؟

جواب: دوبارہ ناپاک نہیں ہوتی۔

سوال: جس گوشت پر دم مسفوح لگا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: راجح قول کے مطابق دم مسفوح نجس ہے، جس گوشت پر لگا ہو، اسے دھو کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

سوال: روئی دار کپڑا نجس ہوگیا، پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: دھو کر پاک کیا جائے۔

سوال: جو لکڑی پانی جذب کرلیتی ہے، اس کی نجاست کو کس طرح دور کیا جائے؟

جواب: اسے اچھی طرح دھولیا جائے، تو پاک ہوجائے گی۔

سوال: بیت الخلا کے لوٹے پاک ہیں یا نہیں؟

جواب: جب تک ان پر نجاست لگنے کا یقین نہ ہو، محض وہم اور شبہہ سے ناپاک نہ

ہوں گے۔

(سوال): کیا عورتیں بھی ڈھیلے سے استنجا کر سکتی ہیں؟

(جواب): جی ہاں، مردوں کی طرح عورتیں بھی ڈھیلے استعمال کر سکتی ہیں۔

(سوال): قضائے حاجت کے دوران سلام کہنا یا اس کا جواب دینا کیسا ہے؟

(جواب): قضائے حاجت کے دوران سلام کہنا یا سلام کا جواب دینا جائز نہیں، اس دوران کوئی سلام کہے، تو بعد میں جواب دے دے۔

(سوال): کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ (بخاری:۲۲۴، مسلم:۲۷۳)

(سوال): قطب تارے کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے پیشاب کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): استنجا کرنے کے بعد قطرے آئیں، تو کیا کرے؟

(جواب): دوبارہ استنجا کرے اور اگر جسم یا کپڑے کو قطرے لگیں، تو اسے بھی دھولے۔

(سوال): قبلہ کی جانب کے علاوہ کسی اور سمت منہ یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرنا ممنوع ہے یا نہیں؟

(جواب): ممنوع نہیں ہے۔

(سوال): عذر کی بنا پر دائیں ہاتھ سے استنجا کر سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، عذر کی بنا پر دائیں ہاتھ سے استنجا کر سکتا ہے۔

(سوال): استنجا میں کتنے ڈھیلے استعمال کرنے چاہیے؟

(جواب): کم از کم تین ڈھیلے واجب ہیں۔ (مسلم:۲۶۲)

سوال: کیا ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی استعمال کرنا ضروری ہے؟

جواب: ڈھیلے پانی سے کفایت کرتے ہیں، اس کے بعد پانی سے استنجا ضروری نہیں، البتہ اگر پانی استعمال کرلیا جائے، تو بہتر ہے۔

سوال: غیر مسلموں کے استعمال شدہ کپڑوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان کپڑوں کو دھولیا جائے، یہ پاک ہیں، ان میں نماز جائز ہے۔

سوال: قضائے حاجت کے بعد استنجا کرنا بھول گیا، وضو کر کے نماز پڑھ لی، بعد میں یاد آیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: استنجا کرلے، دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: جو شخص والد یا استاذ کے ڈر سے نمازیں پڑھتا ہے، کیا اسے ثواب ملے گا؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: ایک شخص کبھی نماز پڑھ لیتا ہے اور کبھی ترک کر دیتا ہے، جو نمازیں وہ پڑھتا ہے، ان کا اسے ثواب ملے گا؟

جواب: جی ہاں، جتنی نمازیں پڑھتا ہے، ان کا ثواب ملے گا۔

سوال: رشوت خور کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: رشوت لینا اور دینا حرام ہے۔ مگر یہ نماز کی قبولیت میں مانع نہیں، البتہ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ (مسلم: ۱۰۱۵)

سوال: اگر ایک شخص کی اولاد نماز نہیں پڑھتی، کیا اسے گناہ ملے گا؟

جواب: اگر اس نے تربیت نہیں کی، تو گناہ ہوگا۔

سوال: جو شخص نماز کا پابند نہ ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): اگر کچھ دوست آپس میں طے کر لیں کہ اگر ہم میں سے کسی نے نماز چھوڑی، تو وہ اتنے اتنے روپے جرمانہ ادا کرے گا، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز اور مستحسن ہے۔

(سوال): بچوں کو نمازی بنانے کے لیے انعام کا لالچ دینا کیسا ہے؟

(جواب): عادی بنانے کے لیے جائز ہے، مگر ساتھ انہیں نماز کی اہمیت سے روشناس بھی کرایا جائے۔ یہ نہ ہو کہ انعام بند ہوتے ہی وہ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیں۔

(سوال): نماز کب فرض ہوئی؟

(جواب): پنجگانہ نماز معراج کے موقع پر فرض ہوئی۔ (مسلم:۱۶۲)

(سوال): کیا ذکر اللہ نماز سے بہتر ہے؟

(جواب): صوفیا کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر فرض نماز سے بہتر ہے۔ ان کی بات گمراہی پر مبنی ہے۔ حالانکہ نماز بھی ذکر ہے اور حدیث کے مطابق سب سے افضل عمل یہی ہے کہ نماز کو وقت پر ادا کیا جائے۔ (بخاری:۵۲۷، مسلم:۸۵)

(سوال): نماز فجر کا وقت کیا ہے؟

(جواب): نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہوتا ہے۔

✿ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''امت کا اجماع ہے کہ نماز فجر کا اول وقت صبح صادق ہے اور آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔''

(تبيين الحقائق :79/1)

نبی ﷺ نماز فجر غلس (رات کے آخری حصے کے اندھیرے) میں ادا کرتے تھے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے۔''

(صحيح مسلم : 612)

اس حدیث مبارکہ میں نماز فجر کے ابتدائی اور انتہائی وقت کو بیان کیا گیا ہے۔

(سوال): حدیث: ''فجر کو روشن کر کے پڑھیں کہ اس میں زیادہ اجر ہے۔'' کا مفہوم کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت منسوخ ہے، اس کی ناسخ حدیث ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات تک فجر اندھیرے میں پڑھنا بیان کیا ہے۔ اگر اس روایت کو منسوخ نہ بھی مانا جائے، تو امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے نماز فجر کو روشن کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اس حکم کی علت اسی کے اندر چھپی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے اور چاندنی راتوں کی صبح جب آدمی اندھیرے میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرے، تو بسا اوقات اس کی نماز طلوع فجر سے پہلے ہی پڑھی جا سکتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اتنی دیر روشن کرنے کا حکم دیا، جتنی دیر طلوع فجر کا یقین نہ ہو جائے اور فرمایا: آپ جتنی صبح کریں گے، (اتنا ہی زیادہ اجر ہوگا)، آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ آپ صبح کے طلوع ہونے کا یقین کریں گے، تو یہ کام شک میں نماز ادا کرنے سے اجر میں بڑھ کر ہوگا۔''

(صحيح ابن حبان : 4/356)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نماز فجر کو روشنی میں پڑھنے پر صحابہ کا اجماع تھا؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز فجر اندھیرے میں پڑھتے تھے، روشنی میں پڑھنا کسی صحابی سے ثابت نہیں، چہ جائیکہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہو۔

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ عَلٰی شَيْءٍ مَا أَجْمَعَ عَلٰی تَنْوِيرٍ بِالْفَجْرِ .

''اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسئلہ پر اتنا اتفاق نہیں کیا، جتنا فجر کو روشن کرنے پر کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :322/1، شرح معاني الآثار للطّحاوي :193/1)

سند ضعیف ہے۔ سفیان ثوری اور حماد بن ابی سلیمان دونوں مدلس ہیں، انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

شرح معانی الآثار للطحاوی (۱۹۳/۱) کی سند اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: ظہر کا ابتدائی اور انتہائی وقت کیا ہے؟

جواب: امت کا اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (م: ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰی أَنَّ وَقْتَ الظُّهْرِ، زَوَالُ الشَّمْسِ .

''اجماع ہے کہ ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو جاتا ہے۔''

(الإجماع : 36)

نیز دیکھیں: (الأوسط لابن المنذر : ۳۲٦/۲، ۳۵۵، الإستذكار لابن عبد البر : ۳۸/۱، التّمهيد لابن عبد البر : ۷۱/۸، المبسوط للسّرخسي : ۱٤۲/۱، عارضة الأحوذي لابن العربي : ۲۵۵/۱، بدائع الصّنائع للكاساني : ۳۵۰/۱، المجموع للنووي : ۲٤/۳، فتح الباري لابن حجر : ۲۱/۲، وغيرهم)

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ......

''سورج ڈھل جائے، تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔''

(صحيح مسلم : 612)

❁ **سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا:**

أَنْ صَلِّ الظُّهْرَ، إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ .

''زوال کے وقت ظہر کی نماز ادا کریں۔''

(موطأ الإمام مالك : 7/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ظہر کا آخری وقت:

ظہر کا وقت ایک مثل سایہ پر ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهٖ، مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ .

''ظہر کا آغاز سورج ڈھلنے سے ہو جاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے، جب سایہ قد کے برابر جب ہو جائے، مطلب جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔''

(صحيح مسلم : 612)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

''امام شافعی رحمہ اللہ کی بات درست ہے، اسی پر نبی کریم ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں، جس میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جس کا مضمون کچھ یوں ہے: ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: سستی وکاہلی وہ ہے، جو اگلی نماز کا وقت آنے تک نماز ادا نہ کرلے۔ اس مسئلہ میں ایک چوتھا قول بھی ہے کہ عصر کا اول وقت اس سے ہوتا ہے، جب سایہ دو مثل ہو جائے اور اس سے پہلے نماز ادا کرنے والے کی نماز ادا نہیں ہوگی، یہ نعمان بن ثابت کا قول ہے، جو سراسر حدیث رسول ﷺ کے مخالف ہے۔ درحقیقت حدیث کا یہ معنی نہیں ہے۔ ہمارے مطابق تو ان سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی اور ان کے شاگردوں نے بھی اس بات کو تسلیم نہ کیا، لہٰذا ان کا قول میدانِ فقہ میں اکیلا ہی رہ گیا، بالکل بے معنی۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والاختلاف : 30/2)

❀ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''مثلین پر ظہر کا وقت ہونے کے سلسلہ میں عموماً احناف کی طرف سے تین دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث بھی اوقات کی تحدید پر صریح نہیں ہے، اس کے برخلاف حدیث جبریل میں صراحتاً پہلے دن کو مثل اول پر پڑھنے کا ذکر موجود ہے، اس لیے یہ حدیثیں حدیثِ جبریل کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، اس لیے بعض حنفیہ نے مثل اول

والی روایت کولیا ہے، کما فی الدرر، اور بعض حنفیہ نے وقت مہمل کو ترجیح دی ہے۔''

(درس ترمذي :1/96)

❀ جناب محمد بن علی نیموی کہتے ہیں:

''مجھے کوئی حدیث صریح، صحیح یا ضعیف نہیں ملی، جو اس پر دلالت کرے کہ ظہر کا وقت سایہ کے دو مثل ہونے تک ہے۔''

(آثار السّنن، مترجم، ص 28، ح : 199)

ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور ایک مثل سایہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

(سوال): اگر نماز عصر نہ پڑھی ہو اور سورج بالکل غروب ہونے والا ہو، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اسی وقت نماز پڑھ لینی چاہیے۔

(سوال): کیا نماز ظہر موسم گرما اور موسم سرما میں ایک ہی وقت ادا کرنی چاہیے؟

(جواب): موسم گرما میں زوال آفتاب سے کچھ تاخیر کرنی چاہیے۔

(سوال): نماز عشاء کا مستحب وقت کیا ہے؟

(جواب): نماز عشاء کا مختار وقت نصف رات تک ہے۔ بلا عذر نصف رات سے تاخیر درست نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ وَقْتَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ يَدْخُلُ بِغَيْبُوبَةِ الشَّفَقِ، وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ مَشْهُورَةٌ بِذٰلِكَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز عشا کا وقت شفق (سرخی) غائب ہونے سے شروع ہو جاتا ہے، اس پر صحیح اور مشہور احادیث ہیں۔''

(تهذیب الأسماء واللّغات : 165/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰی كَرَاهَةِ تَأْخِيرِهَا عَنْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ .

''امت کا اتفاق ہے کہ عشاء کو مختار وقت سے (بلا عذر) مؤخر کرنا مکروہ ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهِدایة :466/1)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر سے نماز پڑھائی، یہاں تک کہ آدھی رات ہوگئی۔''

(صحیح البخاري : 565، صحیح مسلم :641)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسَقَمُ السَّقِيمِ لَأَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ إِلٰی شَطْرِ اللَّيْلِ .

''اگر کمزور کی کمزوری اور بیمار کی بیماری کا احساس نہ ہوتا، تو میں نماز عشاء کو نصف رات تک مؤخر کرتا۔''

(سنن أبي داود : 422، سنن النّسائي : 539، سنن ابن ماجه : 693، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۴۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ إِلٰی ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهٖ .

''اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا، تو انہیں نمازِ عشاء کو تہائی یا نصف رات تک مؤخر کرنے کا حکم دیتا۔''

(سنن التّرمذي : 167 ، سنن ابن ماجه : 691 ، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): نمازِ عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

(جواب): نمازِ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد غیر ضروری باتیں کرنا درست نہیں۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ (بخاری: ۵۶۸، مسلم: ۶۴۷)

(سوال): کیا افطاری کی وجہ سے نمازِ مغرب میں کچھ تاخیر کی جا سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، کی جا سکتی ہے۔

(سوال): کیا نمازِ مغرب میں لمبی قرأت کر سکتے ہیں؟

(جواب): کبھی کبھار مغرب کی نماز میں لمبی قرأت کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار نمازِ مغرب میں سورطور کی تلاوت فرمائی۔ (بخاری: ۷۶۵، مسلم: ۴۶۳)

(سوال): نمازِ عصر کا مختار وقت کیا ہے؟

(جواب): نمازِ عصر کا مختار وقت ایک مثل سایہ سے شروع ہو جاتا ہے اور دو مثل سایہ پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ ..... ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِثْلَ ظِلِّهِ ....

''جبریل علیہ السلام نے مجھے بیت اللہ کے قریب دو مرتبہ نماز پڑھائی...... پھر نمازِ عصر اس وقت پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا...''

(مسند الإمام أحمد : ۳۵٤،۳۳۳/۱، مسند عبد بن حميد : ۷۰۳، سنن أبي داود : ۳۹۳، سنن التّرمذي : ۱٤۹، سنن الدّارقطني : ۲۵۸/۱، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : ۱۹۳/۱، وسندہٗ حسنٌ)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

مُقْتَضَاهُ أَنْ يَّقُولَ هُنَا بِكَرَاهَةِ تَأْخِيرِ الْعَصْرِ إِلٰى مَا بَعْدَ صَيْرُورَةِ ظِلِّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلَيْهِ .

''اجماع امت کا تقاضا ہے کہ نماز عصر کو دو مثل سائے تک مؤخر کرنا مکروہ ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :1/467)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ العَصْرِ، وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي لَمْ يَظْهَرِ الفَيْءُ بَعْدُ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر ادا فرماتے، جب کہ دھوپ میرے گھر کے صحن میں پڑتی اور ابھی تک سایہ نظر نہیں آیا ہوتا تھا۔''

(صحيح البخاري : ٥٤٦، صحيح مسلم : ٦١١)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي العَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى العَوَالِي، فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا فرماتے، سورج ابھی بلند اور روشن ہوتا، جانے

والا مدینہ کے دور دراز علاقے میں جاتا، وہاں پہنچتا، تو سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔''

(صحيح البخاري : ٥٠، صحيح مسلم : ٦٢١)

❁ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تُنْحَرُ الْجَزُورُ، فَتُقْسَمُ عَشَرَ قِسَمٍ، ثُمَّ تُطْبَخُ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ .

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز عصر ادا کرتے، پھر اونٹ ذبح کیے جاتے۔ گوشت دس حصوں میں تقسیم ہوتا، پکایا جاتا اور غروب آفتاب سے پہلے پہلے ہم وہ گوشت کھا لیتے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٤٨٥، صحيح مسلم : ٦٢٥)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلٰى قُبَاءٍ، فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ .

''ہم عصر ادا کرتے، پھر جانے والا قبا بستی جاتا، اس کے وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔''

(صحيح البخاري : ٥١، صحيح مسلم : ٦٢١)

❁ نیز بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُحَلِّقَةٌ .

''رسول اللہ ﷺ نماز عصر ادا فرماتے، سورج ابھی صاف چمکدار ہوتا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : ۳۱/۳، ۱٦۹، ۱۸٤، ۲۳۲، وسندهٗ حسنٌ)

اس کے علاوہ بھی کئی دلائل ہیں۔

سوال: نماز مغرب کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا پنجگانہ نماز کے اوقات کا ذکر قرآن میں ہے؟

جواب: جی ہاں، اس کا اشارہ قرآن میں موجود ہے۔ (سورت ھود: ۱۱۴)

سوال: اگر مسجد میں جماعت مختار وقت سے مؤخر کی جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کو وقت پر ادا کرنا ضروری ہے اور مسلسل مختار وقت سے تاخیر جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آپ کا ایسے لوگوں سے پالا پڑ سکتا ہے، جو اصل وقت سے ہٹ کر نماز ادا کریں گے، اگر ایسا ہو جائے تو آپ اصل وقت پر گھر میں نماز پڑھ لینا، پھر نفل کی نیت سے ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا۔''

(مسند الإمام أحمد : ۳۷۹/۱، سنن ابن ماجه : ۱۲۵۵، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۳۱) اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۶۴۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس وقت آپ کا طرز عمل کیا ہوگا، جب امرا نمازیں تاخیر سے ادا کریں گے؟ عرض کیا آپ ہی راہنمائی فرما دیں! فرمایا: نماز اپنے وقت پر ادا کر لیجئے، بعد

میں ان کے ساتھ بھی ادا کر لینا، وہ آپ کے لئے نفل ہو جائے گی۔"

(صحیح مسلم : ٦٤٨)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ ھ) فرماتے ہیں:

"نماز کو مردہ کرنے سے مراد نماز کی تاخیر ہے، یعنی وہ نماز کو بے روح کر دیں گے، تاخیر وقت کا مطلب مختار وقت سے موخر کرنا ہے نہ کہ نماز کا کل وقت ضائع کر کے پڑھنا، کیوں کہ ہر دور کے حکمران نماز کو مختار وقت سے لیٹ کرتے آئے ہیں، ایسا نہیں تھا کہ کل وقت کو ضائع کر کے پڑھتے ہوں۔"

✿ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے بعد جلد ہی امور حکومت ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جائیں گے، جو سنتوں کو مٹائیں گے اور بدعات زیر عمل لائیں گے، نماز تاخیر سے ادا کریں گے، عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر میرا ان سے واسطہ پڑ جائے، میرا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ فرمایا: ام عبد کی اولاد! مجھ سے پوچھتے ہو! آپ بتلائیں کہ خود کیا کرو گے؟ یاد رکھیو! اللہ کے نافرمان کی اطاعت نہیں ہے۔"

(مسند الإمام أحمد وزوائدہٗ : ٣٩٩/١، سنن ابن ماجه : ٢٨٦٥، وسندہٗ حسنٌ)

اس مرفوع صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ نمازوں کو ان کے اوقات سے لیٹ کر کے پڑھنے والا اللہ کا نافرمان ہے، تو نافرمانوں کی اقتدا میں نماز لیٹ نہیں کرنی چاہیے، بلکہ بر وقت ادا کرنی چاہیے۔

سوال: نماز جمعہ کا وقت کیا ہے؟

جواب: نماز جمعہ کا وقت وہی ہے، جو نماز ظہر کا ہے، زوال آفتاب کے بعد۔

سوال: کیا نمازِ ظہر کے بعد نوافل ادا کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، ادا کیے جا سکتے ہیں۔

سوال: کیا نصف رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: عشاء کا مختار وقت نصف رات تک ہے، اس کے بعد فجر تک غیر مختار وقت ہے، جان بوجھ نصف رات سے تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

❁ سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتّٰى يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلَاةَ الْأُخْرٰى .

''کوتاہی یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی نہ ہو، یہاں تک کہ اگلی نماز کا وقت داخل ہو جائے۔''

(صحیح مسلم :681)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نمازِ عشاء کا وقت طلوعِ فجر تک ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ الْحَائِضَ لَوْ طَهُرَتْ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي وَجَبَتْ عَلَيْهَا صَلَاةُ الْعِشَاءِ، وَاخْتَلَفُوا فِي وُجُوبِ الْمَغْرِبِ، فَلَوْ لَمْ يَكُنِ الْوَقْتُ بَاقِيًا لَمَا وَجَبَتِ الْعِشَاءُ .

''صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اجماع ہے کہ حائضہ اگر طلوعِ فجر سے پہلے پہلے پاک ہو جائے، تو اس پر نمازِ عشاء فرض ہے، مغرب کے متعلق اختلاف ہے۔ اگر طلوعِ فجر تک عشاء کا وقت باقی نہ ہو، تو نمازِ عشاء کی ادائیگی واجب کیسے؟''

(التّبیه علی مشكلات الهداية :458/1)

✿ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُ السَّلَفِ أَنَّهٗ يَبْقٰى إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ .

''سلف کا اجماع ہے کہ نماز عشاء کا وقت طلوع فجر تک باقی رہتا ہے۔''

(تبیین الحقائق: 81/1، درر الحکام لملا خسرو: 51/1)

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

مَا إِفْرَاطُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ؟ قَالَ: طُلُوعُ الْفَجْرِ .

''نماز عشاء کی ادائیگی میں کوتاہی کیا ہے؟ فرمایا: طلوع فجر۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي: 159/1، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ نماز عشاء کا افضل وقت نصف رات ہے، نصف رات کے بعد بلا عذر تاخیر کرنا کوتاہی شمار ہوگی، البتہ طلوع فجر سے پہلے پہلے نماز عشاء پڑھ لی جائے، تو ادائیگی ہو جائے گی، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ایک نماز کا وقت دوسری نماز تک ہوتا ہے، سوائے نماز فجر کے، اس کا وقت طلوع آفتاب تک ہے۔

سوال: کیا بارش کی صورت میں دو نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں؟

جواب: بارش میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے:

✿ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفْ عُلَمَاءُ الْحِجَازِ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْمَطَرِ جَائِزٌ .

''علمائے حجاز کا اتفاق ہے کہ بارش میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔''

(صحیح ابن خُزیمة: 85/2)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو بغیر کسی خوف اور بارش (ایک روایت میں بغیر کسی خوف اور سفر) کے جمع کیا۔ (سعید بن جبیر کہتے ہیں:) میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر مشقت نہ ہو۔''

(صحيح مسلم : 705)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:
صَلَّيْتُ مَع رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا، وَسَبْعًا جَمِيعًا؛ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ .
''میں نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات اور مغرب وعشا کی سات رکعات جمع کر کے پڑھیں۔''

(صحيح البخاري : 543، 1174، صحيح مسلم : 55/705)

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:
''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جن دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر کیا ہے، وہ نہ خوف کی وجہ سے تھیں، نہ بارش کی وجہ سے۔ اس حدیث سے امام احمد رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ خوف اور بارش میں تو بالاولیٰ نمازیں جمع ہوں گی۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان امور میں نمازوں کو جمع کرنا بالاولیٰ جائز ہے۔ یہ تنبیہ بالفعل کی قبیل سے ہے۔ جب خوف، بارش اور سفر کے بغیر درپیش مشقت کو ختم کرنے کے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے، تو ان اسباب کی

مشقت کوختم کرنا تو بالا ولی جائز ہوگا،لہٰذا خوف، بارش اور سفر کی بنا پر نمازوں کو جمع کرنا دیگر امور کی بنا پر جمع کی نسبت اولیٰ ہوگا۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 76/24)

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''جب بارش والی رات ہوتی،تو ہمارے امرا مغرب کو تاخیر سے ادا کرتے اور شفق (سرخی) غائب ہونے سے پہلے عشا کے ساتھ جمع کر لیتے۔ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ ہی نماز پڑھتے تھے اور اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔ عبید اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے قاسم اور سالم رحمہما اللہ کو دیکھا کہ وہ دونوں ایسی رات میں امرا کے ساتھ مغرب وعشا کو جمع کرتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 331، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 168/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ہشام بن عروہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابان بن عثمان رحمہ اللہ کو بارش والی رات مغرب وعشا کی نمازوں کو جمع کرتے دیکھا۔عروہ بن زبیر،سعید بن مسیّب،ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شَيبة : 234/2، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 168/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کو امرا کے ساتھ بارش والی رات میں مغرب وعشا کی نمازوں کو جمع کرکے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 234/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابومودود،عبدالعزیز بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ کے ساتھ مغرب وعشا کی نماز پڑھی، انہوں نے بارش والی رات میں دونوں نمازوں کو جمع کیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 234/2، وسندهٗ حسنٌ)

۞ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْجَمْعَ لِلْمَطَرِ مِنَ الْأَمْرِ الْقَدِيمِ، الْمَعْمُولِ بِهٖ بِالْمَدِينَةِ زَمَنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، مَعَ أَنَّهٗ لَمْ يُنْقَلْ أَنَّ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنْكَرَ ذٰلِكَ، فَعُلِمَ أَنَّهٗ مَنْقُولٌ عِنْدَهُمْ بِالتَّوَاتُرِ جَوَازُ ذٰلِكَ.

''ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا ایسا معاملہ ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے۔ اس پر صحابہ وتابعین کرام کے دور میں مدینہ میں بھی عمل ہوتا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی ایک بھی صحابی سے اس پر اعتراض کرنا منقول نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ وتابعین سے بالتواتر اس کا جواز منقول ہے۔''(مَجموع الفتاوٰی : 83/24)

۞ مولانا عبدالشکور لکھنوی، فاروقی لکھتے ہیں:

''امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سفر میں اور بارش میں بھی دو نمازوں کا ایک وقت میں پڑھ لینا جائز ہے اور ظاہر احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اگر کسی ضرورت سے کوئی حنفی بھی ایسا کرے، تو جائز ہے۔''

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص : 150)

یاد رہے کہ بارش کی صورت میں جمع تقدیم وتاخیر، دونوں جائز ہیں۔ تقدیم میں زیادہ

آسانی ہے، نیز جمع صوری کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

سوال: مسجد کے فرش پر اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا جنبی اذان کہہ سکتا ہے؟

جواب: جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، البتہ اگر اذان مسجد سے باہر کہی جائے، تو جنبی بھی کہہ سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص ایک مسجد میں اذان کہتا ہے اور دوسری مسجد میں امامت کراتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتا، کیا وہ گھر میں اذان کہہ کر جماعت کرا سکتا ہے؟

جواب: اگر اذان کی آواز اس کے گھر تک پہنچتی ہے، تو وہی کافی ہے، ورنہ گھر میں اذان کہہ کر جماعت کرا سکتا ہے۔

سوال: کیا جنبی اذان کا جواب دے سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، دے سکتا ہے۔

سوال: جس شخص پر غشی طاری ہو، اس کے سامنے اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: اگر شیاطین کی وجہ سے غشی طاری ہے، تو اس کے سامنے اذان کہنا درست ہے، کیونکہ شیاطین اذان کی آواز سے بھاگتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ .

''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے، تو شیطان پاد مارتے ہوئے اتنی دور بھاگتا ہے، جہاں اسے اذان سنائی نہ دے، جب اذان مکمل ہوتی ہے، تو واپس لوٹ آتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 608، صحيح مسلم : 389)

❀ امام ابوعوانہ رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَحَسَّ بِالْغُولِ أَوْ أَشْرَفَ عَلَى الْمَصْرُوعِ، ثُمَّ أَذَّنَ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ مِنْ ذٰلِكَ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جب کوئی آدمی جن بھوت محسوس کرے یا کسی ایسے شخص کے قریب ہو، جس میں جن داخل ہو گیا ہو، پھر وہ (اس کے قریب) اذان دے، تو جن بھوت کا اثر جاتا رہے گا۔''

(مستخرج أبي عوانة، تحت الحديث : 977)

سوال : کیا اذان کی طرح اقامت کا بھی جواب دینا چاہیے؟

جواب : اقامت کا جواب نہیں، صرف اسے سننا چاہیے۔

سوال : کیا اقامت کے جواب میں أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا کہنا جائز ہے؟

جواب : ثابت نہیں۔ اس بارے میں سنن ابی داود (۵۲۸) میں روایت آتی ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔

① محمد بن ثابت عبدی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

(المَجموع للنّووي : 212/2)

② رجل من اہل شام مبہم ونا معلوم ہے۔

سوال: بوقت ضرورت ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا اذان بائیں طرف اور اقامت دائیں طرف کھڑے ہو کر کہنے کی کوئی حقیقت ہے؟

جواب: کوئی حقیقت نہیں۔

سوال: کیا مؤذن بارش والے دن اذان میں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے کلمات کہے گا؟

جواب: بارش والے دن مؤذن حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے کلمات نہیں کہے گا، بلکہ ان کی جگہ اَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ، اَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُم، اَلصَّلَاۃُ فِي الرِّحَالِ یاصَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ کے کلمات کہے گا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش والے دن اپنے مؤذن سے کہا:

إِذَا قُلْتَ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، فَلَا تَقُلْ : حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ : «صَلُّوا فِي بُيُوتِكُم» قَالَ : فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا ذَاكَ، فَقَال : أَتَعْجَبُونَ مِنْ ذَا، قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوا فِي الطِّينِ وَالدَّحْضِ .

جب آپ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ کہہ لیں، تو اس کے بعد حي علی الصلوۃ نہ کہیں، بلکہ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ کہیں۔ لوگوں کو عجیب لگا، فرمایا: یہ کام تو مجھ سے بہتر ہستی نے کیا ہے۔ اگرچہ جمعہ واجب ہے، لیکن میں آپ کو مشقت اور حرج میں نہیں ڈالنا چاہتا کہ آپ کیچڑ اور پھسلن میں چل کر آئیں۔''

(صحيح البخاري: 901، صحيح مسلم: 699)

سوال: اگر بغیر اقامت کے جواب کرادی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز ہو جائے گی، اعادہ نہیں۔

سوال: کیا خشک سالی یا طاعون کے موقع پر اذان دینا جائز ہے؟

جواب: خشک سالی، طاعون یا کسی وبا کی صورت میں انفرادی یا اجتماعی اذان کا کوئی ثبوت نہیں۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کی زندگیوں میں اس کا ذکر نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔ فقہائے احناف بھی اس سے ناواقف ہیں۔

اس حوالے سے کچھ عمومی احادیث بھی بیان کی جاتی ہیں، مگر وہ ساری کی ساری ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔

سوال: قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اذان شروع ہو جائے، تو کیا کرے؟

جواب: اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

سوال: اذان میں اشہدان محمدا رسول اللہ سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے؟

جواب: اذان کا جواب دینا مشروع و مستحب ہے۔ جو جواب نہیں دے رہا، وہ نبی کریم ﷺ کا نام سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہے گا۔ اذان سننے والے کو چاہیے کہ اذان کا جواب

دے اور آخر میں درود پڑھے۔

سوال: اذان کے بعد درود شریف اور دعا پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ بغیر ہاتھ اٹھائے پڑھنا چاہیے۔

سوال: نماز شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ تکبیر کہہ کر نماز شروع کردے۔

سوال: اگر کوئی شخص قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت کی طرف متوجہ ہو کر اذان کہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اذان ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: کیا اذان سن کر فوراً مسجد کی طرف چلنا ضروری ہے؟

جواب: جلدی مسجد کی طرف جانا مستحب ہے، البتہ جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اذان سن کر کچھ تاخیر سے مسجد جاتا ہے، مگر جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

سوال: کیا دوسری صف والا شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟

جواب: اقامت کسی صف سے بھی کہی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا جمعہ کی پہلی اذان کے بعد بھی درود اور دعا پڑھی جائے گی؟

جواب: جی ہاں۔ دونوں اذانوں کے بعد درود اور دعا پڑھی جائے گی۔

سوال: نابینا آدمی کا اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: جب نابینا امامت کرا سکتا ہے، تو اذان اور اقامت بالاولیٰ کہہ سکتا ہے، بشرطیکہ اسے کوئی وقت کی راہنمائی کرنے والا ہو۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جس شخص کو اذان کا معنی معلوم نہیں، کیا اس کی اذان معتبر ہے؟

جواب: اذان کا معنی، مفہوم اور اس کے کلمات کی حقیقت سے آشنا ہونا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی اذان کے معنی ومفہوم کو نہیں جانتا، اس کی اذان معتبر ہے۔

سوال: سہارے سے کھڑا ہو کر اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جماعت کے لیے نقارہ بجانا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔ اذان کی اہمیت ختم کرنے والا عمل ہے۔ اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کے وقت کی آگاہی دینا ہوتا ہے۔ نسل در نسل مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔

سوال: کیا جیل میں اذان دی جائے گی؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: ایک مسجد کے دو مؤذن ہیں، دونوں میں بغض وعناد پایا جاتا ہے، کئی دفعہ دونوں ہی اذان نہیں دیتے اور جماعت کرا دی جاتی ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز ہو جائے گی، مگر اذان ترک کرنے پر دونوں کو گناہ ہوگا۔

سوال: ننگے سر اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اقامت کہہ کر نماز شروع کی، مگر نماز فاسد ہوگئی، کیا دوبارہ نماز پڑھنے کے لیے

اقامت کہنا ضروری ہے؟

جواب: دوبارہ اقامت کہنی چاہیے۔

سوال: کیا کسی نفل نماز کے لیے اذان یا اقامت کہی جا سکتی ہے؟

جواب: اذان صرف فرض نماز کے لیے مشروع ہے۔

سوال: اگر کوئی امام قد قامت الصلاۃ کے بعد نماز شروع کر دیتا ہے، اقامت پوری نہیں سنتا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسے مکمل اقامت سننی چاہیے، مگر نماز ہو جائے گی۔

سوال: مخنث کی اذان اور اقامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مخنث میں مردوں کی مشابہت پائی جاتی ہے، تو اس کی اذان اور اقامت معتبر ہے اور اگر عورتوں کی مشابہت پائی جاتی ہے، تو عورتوں کی طرح وہ بھی اذان اور اقامت نہیں کہہ سکتا۔

سوال: ایک محلے میں صرف شیعہ کی امام بارگاہ ہے، اہل سنت کی کوئی مسجد نہیں، کیا نماز کے لیے شیعہ کی اذان کافی ہے؟

جواب: شیعہ کی اذان کا کوئی اعتبار نہیں۔ جماعت کے لیے اپنی اذان کہی جائے۔

سوال: اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل کہنا کیسا ہے؟

جواب: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی کبھار ''حی علی الفلاح'' کے بعد حَيَّ عَلٰی خَيْرِ الْعَمَلِ کے الفاظ کہہ دیتے تھے۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي :424/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کلمات کو کبھی کبھار بطور تثویب ادا کر لیتے تھے، شعار نہیں

بناتے تھے، نہ ہی انہیں اصل اذان کا مستقل جز و سمجھتے تھے، ان کلمات کو بطور شعار ادا کرنا عہد نبوی اور اسلاف امت کے زمانہ میں نہیں ملتا۔

❀ امام زین العابدین، علی بن حسین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَقُولُ فِي أَذَانِهِ إِذَا قَالَ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ : حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ وَيَقُولُ : هُوَ الْأَذَانُ الْأَوَّلُ .

''آپ رحمہ اللہ اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل کے الفاظ کہتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ یہ پہلی اذان ہے۔''

(السنن الكبرىٰ :425/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ اللَّفْظَةُ لَمْ تَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا عَلَّمَ بِلَالًا وَأَبَا مَحْذُورَةَ وَنَحْنُ نَكْرَهُ الزِّيَادَةَ فِيهِ .

''یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اذان میں ثابت نہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال اور سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہما کو سکھائی تھی۔ ہم اذان کے کلمات میں زیادتی کو مکروہ سمجھتے ہیں۔''

(السنن الكبرىٰ :425/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ صَارَتْ سِمَةً وَّشِعَارًا لِّلْإِمَامِيَّةِ .

''(اذان میں یہ الفاظ اب) امامیہ (روافض) کی نشانی اور شعار بن چکے ہیں۔''

(المهذّب في اختصار السّنن الكبير :419/1)

(سوال): بلند آواز والے کی موجودگی میں پست آواز والے کا اذان کہنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، آج کل لاؤڈ اسپیکر ہیں، پست اور بلند آواز کا کچھ خاص فرق نہیں پڑھتا، البتہ بہتر یہی ہے کہ اذان وہی دے، جس کی آواز اونچی ہو اور خوبصورت ہو۔

(سوال): جمعہ کی پہلی اذان ایک شخص نے دی اور دوسری اذان دوسرے شخص نے، جمعہ کی جماعت کے لیے اقامت کون کہے؟

(جواب): کوئی بھی کہہ سکتا ہے۔ اقامت مؤذن کے علاوہ کوئی شخص بھی کہہ سکتا ہے۔

(سوال): اذان یا تکبیر غلط ہوگئی، کیا اس کو لوٹایا جائے گا؟

(جواب): اگر غلطی معمولی ہے، تو کوئی حرج نہیں، ورنہ لوٹانا بہتر ہے۔

(سوال): جوتے پہن کر اذان یا تکبیر کہنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): اقامت کے بعد امام کسی کام میں مشغول ہو گیا، کیا فارغ ہونے کے بعد دوبارہ اقامت کہی جائے گی؟

(جواب): دوبارہ اقامت کی ضرورت نہیں۔ اقامت اور نماز کے درمیان فاصلہ کیا جا سکتا ہے۔ (بخاری: ۶۴۲، مسلم: ۶۰۵)

(سوال): مقرر مؤذن کی اجازت کے بغیر اذان کہہ دی گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مقرر مؤذن کی اجازت کے بغیر اذان نہیں کہنی چاہیے، البتہ اگر کہہ دی گئی ہے، تو اذان معتبر ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(سوال): جنگل بیابان میں بھی اذان کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی؟

(جواب): جنگل بیابان میں بھی اذان کہی جائے گی۔ (بخاری: ۶۳۰)

(سوال): اذان ہو رہی ہے، کیا قضائے حاجت کے لیے جا سکتا ہے؟

(جواب): بہتر ہے کہ اذان کا جواب دے اور ختم ہونے کا انتظار کرے۔ اگر ایسا نہیں کرتا، تو دوران اذان قضائے حاجت کے لیے جا سکتا ہے۔

(سوال): جس گھاس پر حلال جانوروں نے پیشاب کیا ہو، اس پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے، لہذا نماز جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ سے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔ (بخاری: ۲۳۴، مسلم: ۵۲۴)

(سوال): ناپاک تیل کی مالش کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ ناپاکی دور کر کے نماز پڑھی جائے۔

(سوال): بلمل اور لٹھے کے لباس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): مذی لگے کپڑوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مذی ناپاک ہے، اگر کپڑوں کو لگے ہو، تو اسے دھونا ضروری ہے۔ اگر بھول کر پڑھ لی، تو نماز ہو جائے گی۔

(سوال): غیر مسلموں کی تیار کردہ چٹائی پر نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر پاک ہے، تو نماز پڑھنا جائز ہے۔

(سوال): اگر کپڑے پر تمباکو کے دھبے ہوں، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): تمباکو ناپاک نہیں، لہذا نماز جائز ہے۔

(سوال): چوری کی گئی چٹائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): چوری کرنا گناہ کبیرہ ہے، خواہ چٹائی کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ البتہ ایسی چٹائی

پر نماز ہو جائے گی۔

(سوال): ننگے پاؤں چلنے والا کیا بغیر پاؤں دھوئے نماز پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): اگر اس کے پاؤں پر گندگی نہیں لگی، تو پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): معذور کا چار پائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): معذور کے لیے چار پائی پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منبر پر نماز پڑھی اور نیچے اتر کر سجدہ کیا۔ (بخاری: ۳۷۷، مسلم: ۵۴۴)

(سوال): کافر کے گھر میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جگہ پاک ہے، تو نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(سوال): ہسپتال میں ناپاک ادویات اور اشیا کے چھینٹے کپڑوں پر پڑتے رہتے ہیں اور خشک ہو جاتے ہیں، ان کپڑوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): ناپاک کپڑوں میں نماز جائز نہیں۔

(سوال): کیا عورت پاؤں ننگے کر کے نماز پڑھ سکتی ہے؟

(جواب): اگر ٹخنے ڈھانپے ہوئے ہیں، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): بعض علاقوں میں عورتیں دھوتی باندھتی ہیں، دھوتی میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دھوتی اگر ٹخنوں وغیرہ کو ڈھانپتی ہے، تو اس میں نماز جائز ہے۔

(سوال): عورت کے لیے باریک کپڑے میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز ہو یا نماز کے علاوہ، عورت کے لیے اتنا باریک اور تنگ لباس پہننا جائز نہیں کہ اس سے جسم کے خد و خال ظاہر ہوں۔

(سوال): جان بوجھ کر غیر قبلہ منہ کر کے نماز پڑھی، کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز نہیں ہوئی۔ اسے جائز سمجھنے والا کافر مرتد ہے۔

(سوال): ایک امام اپنے کسی مقتدی سے کہتا ہے کہ تم میرے پیچھے نماز نہ پڑھنا، مگر مقتدی امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): امام کے لیے ایسا کہنا مناسب نہیں، البتہ نماز ہو جائے گی۔

(سوال): امام کے بالکل قریب کھڑے ہونے کا حق کسے ہے؟

(جواب): پہلی صف میں امام کے بالکل پیچھے اہل علم، اہل تقویٰ، اہل صلاح اور بالغ وعاقل کھڑے ہوں، تا کہ امام کو غلطی پر متنبہ کر سکیں، اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے یا کوئی اور مسئلہ درپیش ہو، تو امام کی نیابت کر سکیں، مگر افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ ہمارے ہاں غیر سنجیدہ لوگ، مثلاً داڑھی منڈوانے والے یا علم دین سے جاہل لوگ بھی امام کے پیچھے آ کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.

''میرے قریب عقل و بینش والے کھڑے ہوں، پھر جوان سے کم ہو، پھر جوان سے کم ہوں۔'' (صحیح مسلم: 432)

❀ علامہ خطابی رحمہ اللہ (م: ۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام کے قریب اہل دانش کھڑے ہوں تا کہ وہ امام کی نماز کو سمجھ سکیں، نیز امام کو نماز میں کوئی مسئلہ درپیش ہو، تو اس کی نیابت کر سکیں۔ اسی طرح امام کو غلطی لگے، تو اس کی اصلاح کر سکیں، یا اس طرح کا کوئی

اور معاملہ پیش آئے، تو سنبھال لیں۔‘‘(معالم السنن :184/1)

سوال: کیا عورتوں کے لیے تکبیر تحریمہ ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں، مردوں کی طرح عورتوں کے لیے تکبیر تحریمہ ضروری ہے۔

سوال: اگر نماز میں دوران قیام پاؤں کا انگوٹھا ہل جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، معمولی حرکت سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال: کیا عورتیں کے لیے بھی نماز میں کھڑا ہونا ضروری ہے؟

جواب: بغیر عذر عورت بھی فرض نماز کھڑے ہو کر ادا کرے گی۔

سوال: نماز کے آخری تشہد میں اونگھ آ گئی، امام نے سلام پھیر دیا، جاگ آنے پر کیا کرے؟

جواب: جب جاگ آئے، تو اپنا تشہد مکمل کرے اور بعد میں سلام پھیرے۔

سوال: سجدوں میں دونوں پاؤں اوپر اٹھ جائیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: سجدے میں دونوں پاؤں ملا کر پنجوں کے بل کھڑے رکھنے چاہیے، اگر اوپر اٹھ جائیں، تو نماز ہو جائے گی۔

سوال: جو شخص سارا دن چلتا پھرتا ہے، کیا اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اگر وہ کھڑا ہو سکتا ہے، تو فرض نماز میں اس کے لیے کھڑا ہونا ضروری ہے۔

سوال: کیا نوافل میں قعدہ اولیٰ واجب ہے؟

جواب: نماز میں قعدہ اولیٰ سنت ہے۔

سوال: کیا نماز میں التحیات پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں، نماز میں التحیات پڑھنا ضروری ہے۔

سوال: جو نمازیں بغیر تعدیل ارکان پڑھی گئی ہوں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ کے لیے توبہ کر لے۔

سوال: کیا رکوع وسجود کی تسبیحات صرف طاق عدد میں کہنی چاہیے؟

جواب: کم از کم تین بار کہیں، زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ طاق عدد کی قید ثابت نہیں۔

سوال: تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع الیدین کا کیا ثبوت ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع الیدین کرتے تھے، یہ آپ کی مبارک سنت اور نماز کا حسن ہے۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام اور ائمہ محدثین اس پر عمل کرتے رہے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں رفع الیدین ترک نہیں کیا، بلکہ مسلسل عمل کرتے رہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوعِ، رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا ...... وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

''رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک رفع الیدین کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اسی طرح رفع الیدین کرتے تھے ......سجدوں کے درمیان رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري: 735، 736، 738، صحيح مسلم: 390)

❀ مذکور حدیث کے بارے میں ہے:

''امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ حدیث انسانوں پر حجت ہے، جو بھی اسے سنے، اس پر لازم ہے کہ اس پر عمل کرے، کیونکہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں۔ مزید فرماتے ہیں: میں بچپن سے اس پر عمل کرتا آ رہا ہوں۔ امام ابوسعید عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ امام ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم پر اس پر عمل کرتے ہیں۔ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں بھی اس پر عمل کرتا ہوں۔''

(الخِلافيّات للبيهقي : 331/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوقلابہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ رَأَى مَالِكَ بْنَ الحُوَيْرِثِ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا .

''انہوں نے سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ نماز پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور رفع الیدین کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے، تو رفع الیدین کرتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 737، صحيح مسلم :391)

صحابی رسول سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے حکم کے مطابق رفع الیدین کرتے ہیں اور بیان کرر ہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا۔

❁ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا، آپ نے نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کیا اور اللہ اکبر کہا، پھر کپڑا لپیٹا، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا، رکوع کا ارادہ کیا، تو دونوں ہاتھ کپڑے سے باہر نکالے، پھر رفع الیدین کیا اور اللہ اکبر کہا، جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا، تو رفع الیدین کیا، سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا۔

(صحيح مسلم :401)

❀ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ .

''یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے، جس نے پڑھی، سو پڑھی اور جس نے چھوڑ دی، سو چھوڑ دی۔'' (المُزَكّيات لأبي إسحاق، ص ٦٥، وسندهٗ صحيحٌ)

واضح رہے کہ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۹ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

(عُمدة القاري للعيني : 274/5)

❀ ایک وقت کے بعد موسم سرما میں بھی آئے اور رفع الیدین کا مشاہدہ کیا۔

(سنن أبي داوٗد : 728، وسندهٗ حسنٌ)

تو اس سے یہ احتمال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر میں رفع الیدین ترک کر دیا ہوگا۔

❀ سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نماز پڑھی، نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کیا، تو دس کے دس صحابہ کرام نے بیک زبان کہا:

صَدَقْتَ، هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سچ، نبی کریم ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 424/5، سنن أبي داوٗد : 730، سنن التّرمذي : 304، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے، جبکہ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (علل الحدیث : ۲/۳۹۰) امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (۵۸۷)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۹۲)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۸۶۵) اور حافظ خطابی رحمہ اللہ (معالم السنن : ۱/ ۱۹۴) نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 353/1)

❀ علامہ عینی حنفی نے اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(نُخب الأفكار : 150/4)

اس حدیث کے متعلق :

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

''یہ حدیث صحیح ہے، اسے امت نے صحت وعمل کے لحاظ سے قبول کیا ہے، اس میں کوئی علت نہیں، ہاں! ایک قوم نے ایسی علت کے ساتھ معلول کہا ہے، جس سے اللہ نے ائمہ حدیث کو بری کر دیا ہے، ہم ان کی بیان کردہ علتیں ذکر کریں گے، پھر اللہ کی توفیق و مدد سے ان کا فساد اور بطلان واضح کریں گے۔''

(تهذيب السّنن : 416/2)

❀ امام محمد بن یحییٰ ذہلی ابو عبد اللہ، نیسابوری رحمہ اللہ (۲۵۸ھ) فرماتے ہیں :

مَنْ سَمِعَ هٰذَا الْحَدِيثَ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ يَعْنِي إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَصَلَاتُهُ نَاقِصَةٌ.

''جو شخص یہ حدیث سننے کے بعد، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین نہ کرے، اس کی نماز ناقص ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة :298/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کے علاوہ بھی کئی مرفوع اور موقوف روایات ہیں، جو رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی دلیل ہیں۔

سوال: کیا رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے رفع الیدین کی احادیث متواتر ہیں؟

جواب: رفع الیدین کی احادیث کے متعلق ائمہ اسلام نے جو تصریحات کی ہیں، ان کو دیکھنے سے یہ بات مکمل طور پر کھل جاتی ہے کہ رفع الیدین کی روایات متواتر منقول ہے۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''یہ احادیث صریح اور متواتر ہیں، جو سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا ابوحمید ساعدی، سیدنا ابوقتادہ، سیدنا وائل بن حجر، سیدنا مالک بن حویرث، سیدنا انس بن مالک اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔''

(المحلّٰى بالآثار : ۹/۳)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) نے رفع الیدین کو ''سنت متواترہ'' کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء : ۲۹۳/۵)

❀ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

أَحَادِيثُ الرَّفْعِ تَكَادُ تَبْلُغُ التَّوَاتُرَ.

''رفع الیدین کی احادیث متواتر ہیں۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية :567/2)

❁ علامہ زرکشی (۷۹۴ھ) لکھتے ہیں:

''یہ دعویٰ محلِ نظر ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کی احادیث درجہ تواتر تک نہیں پہنچیں، جزء رفع الیدین میں امام بخاری کی کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں۔''

(المُعتبر في تخريج أحاديث المِنهاج والمُختصر : ١٣٦)

❁ علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ (۸۱۶ھ) فرماتے ہیں:

''ان تین مقام پر رفع الیدین ثابت ہے، راویوں کی کثرت کی بنا پر درجہ تواتر تک پہنچتا ہے۔ اس بارے میں چار سو احادیث اور آثار ثابت ہیں۔ اسے عشرہ مبشرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ ہمیشہ رفع الیدین کرتے رہے، یہاں تک کہ اس جہان سے رحلت فرما گئے۔ اس کے برخلاف کچھ ثابت نہیں۔''

(سفر السّعَادة، ص ٣٤)

❁ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ محلِ نظر ہے کہ نماز کے شروع والا رفع الیدین متواتر ہے، رکوع والا متواتر نہیں، سوائے کچھ راویوں کے ہر راوی جس نے پہلی رفع الیدین بیان کی، اس نے دوسری رفع الیدین بھی بیان کی ہے۔''

(مُوافقة الخُبر الخَبَر : ٤٠٩/١)

❁ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) نے بھی رفع الیدین کو متواتر قرار دیا ہے۔

(الأزهار المُتناثرة في الأحاديث المتواترة، ص ١٦)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الرَّفْعَ مُتَوَاتِرٌ إِسْنَادًا وَّعَمَلًا، وَلَا يُشَكُّ فِيهِ، وَلَمْ يُنْسَخْ وَلَا حَرْفٌ مِنْهُ.

''رفع الیدین سند اور عمل کے لحاظ سے متواتر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا، نیز اس میں سے ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔''

(نيل الفَرقَدَين في رفع اليدين، ص ۲۲)

سوال: حدیث: ''صرف سات مواقع پر رفع الیدین کیا جائے......'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَإِذَا رَأَى الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَفِي عَرَفَاتٍ، وَفِي جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجِمَارِ.

''سات مقامات پر رفع الیدین کیا جائے: نماز کے لیے کھڑا ہو، جب بیت اللہ کو دیکھے، کوہِ صفا اور کوہِ مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور جمرات کے پاس۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة: ۲/۲۳۵ـ۲۳۶)

① سند ''ضعیف'' ہے، عطاء بن السائب (حسن الحدیث) ''مختلط'' ہیں اور ابن فضیل نے ان سے اختلاط کے بعد روایت لی ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عطاء بن سائب ''مختلط'' ہیں۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: ۶/۳۳۴)

۞ امام احمد بن حنبل، امام ابو حاتم الرازی (الجرح والتعدیل: ۶/ ۳۳۴) اور امام دارقطنی (العلل: ۱۸۶/۵، ۲۸۸/۸) رحمہم اللہ نے انہیں ''مختلط'' قرار دیا ہے۔

۞ امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

''عطاء بن سائب سے جو کچھ ابن فضیل نے روایت کیا ہے، اس میں غلطیاں اور اضطراب ہے۔'' (الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ٣٣٤/٦)

یہ جرح مفسر ہے، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے، اس قول میں قنوت وتر اور عیدین کے رفع الیدین کا بھی ذکر نہیں ہے، وہ کیوں کیا جاتا ہے؟

② ابو حمزہ (عمران بن ابی عطاء القصاب ثقۃ عند الجمہور) رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوعِ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نماز شروع کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : ٢٣٩/١، وسندهٗ حسنٌ)

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(ا) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نماز میں رفع الیدین کے قائل تھے۔

(ب) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا رفع الیدین کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے۔

فائدہ:

یہ روایت مرفوعاً بھی مروی ہے، لیکن اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، اس میں ابن ابی

لیلیٰ راوی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف، سیٔ الحفظ'' ہے۔

سوال: رفع الیدین میں ہاتھ کہاں تک اٹھانے چاہییں؟

جواب: رفع الیدین میں ہاتھ کندھوں کے برابر یا کانوں کے برابر یا کانوں کی لَو کے برابر اٹھانے چاہییں۔

❁ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا:

إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ .

''آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے۔''

(صحيح البخاري : 736، صحيح مسلم : 390)

❁ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ .

''رسول اللہ ﷺ جب ''اللہ اکبر'' کہتے، تو رفع الیدین کرتے، یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ کانوں کے برابر ہو جاتے۔'' (صحيح مسلم : ٣٩١)

❁ صحیح مسلم کے اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ .

''یہاں تک کہ آپ اپنے ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے۔''

(صحيح مسلم :391)

نماز کے شروع میں رفع الیدین کرتے وقت انگوٹھے کے ساتھ کانوں کی لَو کو مس کرنا (چھونا) بدعت ہے، نبی کریم ﷺ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا ثقہ امام سے ثابت نہیں۔

(سوال): کیا مردوں اور عورتوں کے رفع الیدین کے طریقہ میں فرق ہے؟

(جواب): مردوں اور عورتوں کے ہاتھ اٹھانے میں کوئی فرق نہیں، مردوں کا ہمیشہ کانوں تک اور عورتوں کا کندھوں تک رفع الیدین کرنا، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بعض احباب کہتے ہیں کہ عورت کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے گی اور چادر کے اندر ہی ہاتھ اٹھائے گی، ان کی یہ بات بے دلیل ہے۔

رفع الیدین کرتے ہوئے کسی صحابیہ یا تابعیہ کا چھاتی تک ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

(سوال): کیا حدیث میں رفع الیدین کرنے کو شریر گھوڑوں کی دم ہلانے سے تشبیہ دی گئی ہے؟

(جواب): سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں آپ کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز میں سکون اختیار کریں۔'' (صحیح مسلم : ٤٣٠)

(۱) اس ''صحیح'' حدیث میں رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کی نفی نہیں ہے، بلکہ محدثین کرام کا اجماع ہے کہ اس کا تعلق تشہد اور سلام سے ہے، نہ کہ قیام کے ساتھ۔

کیونکہ یہی روایت اختصار کے ساتھ مسند الامام احمد (۵/ ۹۳) میں بھی موجود ہے،

جس میں وَهُمْ قُعُودٌ (آپ ﷺ نے یہ فرمان اس حال میں جاری فرمایا کہ صحابہ کرام تشہد میں بیٹھے ہوئے تھے) کے الفاظ ہیں، اس کی وضاحت و تائید دوسری روایت میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

''ہم رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھتے، تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے، راوی حدیث نے ہاتھ کے ساتھ دونوں جانب اشارہ کیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوں اشارہ کیوں کرتے ہو، جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہوں؟ آپ کے لئے کافی ہے کہ ہاتھ اپنی ران پر رکھیں، پھر اپنے بھائی (ساتھ نماز پڑھنے والے) پر دائیں اور بائیں سلام کہیں۔''

(صحيح مسلم :431)

اس حدیث نے اوپر والی حدیث کا مطلب واضح کر دیا، محدثین کا فہم سونے پر سہاگہ ہے، اس سے رفع الیدین کی منسوخیت کا دعویٰ درست نہیں، کیوں کہ کسی محدث نے یہ حدیث عدم رفع الیدین کے لیے پیش نہیں کی، نیز یہ کہ مومن کیسے تسلیم کر لے کہ جو کام نبی کریم ﷺ پہلے خود کرتے رہے، وہی کام صحابہ کو کرتے دیکھا، تو سرکش گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دے دی؟

❁ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم والی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا اور نماز میں سکون کا حکم فرمایا، نیز یہ کہنا کہ نماز میں سکون کا حکم رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کے منافی ہے، یہ استدلال قوی نہیں،

کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے، ہم (صحابہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھتے تھے، ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں سے (اشارہ کرکے) السلام علیکم کہتے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا تو فرمایا، کیا بات ہے آپ ہاتھوں کے ساتھ ایسے اشارہ کرتے ہیں، جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوں، سلام پھیریں تو (ساتھ والے) بھائی کی طرف منہ کرکے پھیریں، ہاتھ سے اشارہ نہ کریں۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی تسلیم نہیں کہ نماز میں سکون کا حکم رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کی نفی کرتا ہے، کیونکہ سکون سے مراد یہ نہیں کہ نماز میں بالکل حرکت ختم کردی جائے، بلکہ نماز کے منافی حرکت کی نفی ہے، دلیل ہے کہ رکوع، سجدہ، تکبیر تحریمہ، قنوت کی تکبیر اور عیدین کی تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین مشروع ہے (وہ بھی تو حرکت ہے)۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حرکت دلیل کے ساتھ (ممانعت سے) خارج ہوگئی، تو اسے کہا جائے گا کہ رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین بھی دلیل کے ساتھ (ممانعت سے) خارج ہوگئی ہے۔ معلوم ہوا کہ اس (صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ) سے مراد سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنا ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهِداية : 2/571-572)

اہل علم اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ جوڑتے ہیں، کسی امام، محدث نے اسے رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دو رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی ممانعت پر دلیل نہیں بنایا۔ فہم حدیث میں محدثین کا فہم ہی حجت ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط۳۶)

غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری

سوال: کیا عورت بھی سجدہ اور جلسہ میں پاؤں کھڑا رکھے گی؟

جواب: جی ہاں، مرد کی طرح عورت بھی پاؤں کھڑا رکھے گی۔ رکوع اور سجدے کا جو طریقہ مرد کے لیے ہے، وہی عورت کے لیے ہے، فرق پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ فرمان نبوی ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ''میری طرح نماز پڑھیں۔''

(صحيح البخاري :631)

آپ ﷺ کا یہ فرمان عام ہے، ہر مرد وعورت کو شامل ہے، کسی صحیح مرفوع یا موقوف روایت میں بھی مرد وعورت کے طریقۂ نماز میں فرق ثابت نہیں ہے۔ شریعت نے نماز کے بعض مسائل میں عورتوں کے لیے مخصوص احکام صادر کئے ہیں، مثلاً لباس، امام کو لقمہ دینے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ مارنا، امامت کی صورت میں صف کے درمیان کھڑے ہونا، صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونا وغیرہ وغیرہ، لیکن یہ صورتیں شرعی دلائل کی روشنی میں مستثنیٰ کی گئی ہیں، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ان کا طریقہ نماز سے کوئی تعلق نہیں۔

❁ حنفی مذہب کی معتبر ترین کتاب میں لکھا ہے:

''ہر ایک حکم، جو مردوں کے لیے ثابت ہو، وہی حکم عورتوں کے لیے بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ عورتیں مردوں کی نظائر ہیں، سوائے اس حکم کے، جس پر کوئی (خاص) نص وارد ہو جائے۔''

(البحر الرائق لابن النجيم الحنفي :43/1)

سوال: روایت: ”جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، وہ رکوع اور سجود میں اپنی سُرین نہ اٹھائے، کیونکہ رکوع وسجود میں سرین کو اٹھانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔“ کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ روایت بے سند و بے اصل ہے، کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

سوال: سورت فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کا حصہ ہے۔ (مسلم: ۴۰۰) جب بھی کوئی سورت ابتدا سے تلاوت کی جائے گی، تو اس سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھی جائے گی۔

سوال: آمین بالجہر کا کیا حکم ہے؟

جواب: جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔ اس کے ثبوت پر متواتر احادیث، آثار صحابہ اور ائمہ محدثین کی تصریحات شاہد ہیں۔

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ کے بعد بآواز بلند آمین کہا۔“

(سنن التّرمذي : 248، سنن الدارقطني :334/1، ح : 1269، شرح السّنة للبغوي : 586، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ بغوی (۵۸۶) نے ”حسن“ امام دارقطنی رحمہ اللہ (۱۲۶۷) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (اعلام الموقعین :۳۹۶/۲) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق :۲۳۶/۱) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَلَهُمْ رَجَّةٌ فِي مَسَاجِدِهِمْ بِآمِينَ، إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة: ٧).

''میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں آمین کہتے ہیں۔ آمین کہتے وقت ان کی آواز کی گونج سنی۔ یہ اس وقت ہوتا، جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 425/2، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام مسلم رحمہ اللہ (۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس بارے میں روایات متواتر ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالجہر کہی۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی پر دلالت کناں ہے۔''

(التّمييز، ص181)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں امام ہوتے، تو اس طرح آمین کہتے کہ مقتدی سن لیتے، یہی سلف کا عمل ہے۔''

(المحلّٰي بالآثار: 294/2)

بھائیو! سنت کی محبت میں جیو۔ اسی میں دنیا وآخرت کا فائدہ ہے۔ مذہبی تعصب کی آڑ میں سنتیں رد کرنا بدنصیبی ہے۔

سوال: التحیات میں انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنانا کیسا ہے؟

جواب: التحیات میں انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنانا اور انگشت شہادت سے

اشارہ کرنا سنت ہے۔(سنن ابی داود:۹۵۷،نسائی:۱۲۶۵،ابن ماجہ:۹۱۲،وسندہ حسن)

سوال:مقتدی رکوع سے اٹھتے وقت ''ربنا لک الحمد'' سے پہلے ''اللھم'' کہے گا؟

جواب:اللھم ربنا لک الحمد کہنا بھی سنت ہے۔(بخاری:۷۹۶،مسلم:۴۰۹)

سوال:سلام پھیرتے ہوئے اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے اگر مقتدی کا سانس ٹوٹ جائے،تو کیا حکم ہے؟

جواب:کوئی حرج نہیں۔

سوال:سجدہ کرتے ہوئے ران اور پنڈلی کو کتنا کشادہ کرنا چاہیے؟

جواب:کم ازکم اتنا کہ ران پیٹ یا کہنیوں سے نہ ملے اور پنڈلی سرین سے نہ ملے۔

سوال:عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں کھڑی کریں گے یا بچھائیں گے؟

جواب:مردوں کی طرح عورتیں بھی سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں کھڑی رکھیں گے، سجدہ کے طریقہ میں مرد وزن میں کوئی فرق حدیث سے ثابت نہیں۔

سوال:کیا امام ثناء پڑھ کر مقتدیوں کا انتظار کرے یا قرأت شروع کردے؟

جواب:قرأت شروع کردے۔

سوال:امام کے سلام پھیرنے کے وقت جو شخص جماعت میں شامل ہو،کیا وہ تشہد مکمل پڑھے یا کھڑا ہو جائے؟

جواب:اسے تشہد پورا پڑھنے کی ضرورت نہیں،امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے،کیونکہ یہ تشہد اس پر ضروری نہیں۔

سوال:کیا رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب:رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ نہیں پڑھنا چاہیے،کیونکہ ان الفاظ سے

کوئی دعا حدیث میں وارد نہیں ہوئی، البتہ رکوع میں ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھنا ثابت ہے۔

(مسند الإمام أحمد : 343/5؛ وسندہٗ حسنٌ)

سوال: درود میں لفظ ''سیدنا'' کا اضافہ کیسا ہے؟

جواب: درود میں ''سیدنا'' کے الفاظ وارد نہیں ہوئے، اس لیے نماز میں درود کے وہی صیغے پڑھنے چاہیے، جو حدیث میں ثابت ہیں۔ البتہ نماز کے علاوہ درود میں ''سیدنا'' کے الفاظ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: جماعت کے بعد اجتماعی ہیئت میں بآواز بلند ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بدعت ہے۔ اسلاف امت ایسا نہیں کرتے تھے۔ جماعت کے بعد مسنون اذکار آہستہ آواز سے اور انفرادی ہیئت سے کرنے چاہیے۔

سوال: کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رکوع میں تطبیق کرتے تھے؟

جواب: جی ہاں، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رکوع میں تطبیق یعنی دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں کے درمیان کر لیتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۴) یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کیا کرتے تھے، بعد میں منسوخ ہو گیا اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا سنت ہوا۔ (مسلم: ۵۳۵) ممکن ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسخ کا علم نہ ہوا ہو اور وہ پہلے طریقہ پر عمل کرتے رہے ہوں۔

سوال: رکوع کی تسبیح میں ''سبحان ربی العظیم'' کی بجائے ''سبحان ربی الکریم'' کہنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ دعا کے وہی الفاظ کہنے چاہیے، جو وارد ہوئے ہیں۔

سوال: کیا دو سجدوں کے درمیان دعا ثابت ہے؟

جواب: جی ہاں، اس مقام پر ''رب اغفر لی رب اغفر لی'' پڑھنا مسنون ہے۔

(سنن أبي داود : 874، سنن النّسائي : 1070، سنن ابن ماجه : 897، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا دوسجدوں کے درمیان دعا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي ...... ثابت ہے؟

جواب: یہ روایت سنن ابی داود (۸۵۰) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے، حبیب بن ابی ثابت مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔ البتہ صحیح مسلم (۲۶۹۷) میں اس کا ایک شاہد ہے۔ معلوم ہوا کہ دوسجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال: نماز پڑھی، دل میں وسوسے آئے، کیا نماز کا اعادہ کرسکتا ہے؟

جواب: نماز کا اعادہ نہ کرے۔ آئندہ نماز میں خیالات سے اجتناب کرے، اگر وسوسہ پیدا ہو، تو تعوذ پڑھ کر تین بار بائیں جانب دھتکار دے۔ (مسلم: ۲۲۰۳)

سوال: کیا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آہستہ آمین کا ذکر ہے؟

جواب: مسند الامام (۴/۳۱۶) سنن الترمذی (۲۴۸) مسند الطیالسی (۱۰۲۴) سنن الدارقطنی (۱/۳۳۴، ح: ۱۲۵۶) المستدرک علی الصحیحین (۲/۲۳۲) وغیرہم میں امام شعبہ رحمہ اللہ نے ''واخفی بہا صوتہ'' کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ یہ الفاظ امام شعبہ کی خطا ہیں، جبکہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ''مد بہا صوتہ'' (بلند آواز سے آمین کہی) کے الفاظ بیان کئے ہیں، یہی درست ہیں، انہیں بوجوہ ترجیح حاصل ہے۔

وجہ اول:

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام ابوزرعہ رحمہ اللہ سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا:

''اس مسئلہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی حدیث اصح ہے۔''

(سنن الترمذي تحت الحديث : ٢٤٨)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے متن میں امام شعبہ رحمہ اللہ کی خطا واضح ہے۔''

(السنن الكبرى : ٥٧/٢)

۞ اسی لئے تو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں ائمہ حدیث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔''

(إعلام الموقعين : ٢٨٦/٢)

۞ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام شعبہ نے جو یہ کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پست کی، یہ امام شعبہ رحمہ اللہ کی خطا ہے۔''

(التمييز، ص : ٤٨)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حدیث کا علم رکھنے والے متفق ہیں کہ شعبہ اور سفیان میں اختلاف ہو جائے، تو سفیان ثوری رحمہ اللہ کی بات ہی مانی جائے گی۔''

(الخلافيات : ٦٤/٤، مختصره)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ جیسے حفاظ کا اتفاق ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کرنے میں خطا کی ہے۔ یہی روایت علاء بن صالح اور محمد بن سلمہ بن کہیل رحمہما اللہ نے بھی بیان کی ہے اور وہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ہم نوا ہیں۔''

(معرفة السنن والآثار : ۲/۳٦۰)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حفاظ حدیث متفق ہیں کہ امام شعبہ رحمہ اللہ کو اس حدیث میں غلطی لگی ہے۔''

(خلاصة الأحكام : ۱/۳۸۱)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے:

''سفیان مجھ سے بڑے حافظ تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : ۳۳۳۹، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر سفیان ثوری سے کسی کا اختلاف ہو جائے، تو سفیان ثوری کو ترجیح حاصل ہوگی۔ میں نے کہا: شعبہ اختلاف کریں تب بھی؟ فرمایا جی ہاں، تب بھی۔''

(تاريخ يحيىٰ بن مَعين برواية الدوري : ۳/۳٦٤، ت : ۱۷۷۱)

❁ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجھے شعبہ سا محبوب کوئی نہیں۔ میں کسی کو ان کا ہم پلہ نہیں مانتا، مگر جب شعبہ اور سفیان ثوری کا اختلاف ہو تو میں سفیان ثوری کا قول لیتا ہوں۔''

(تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ۱/٦۳، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ خود امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا خَالَفَنِي سُفْيَانُ فِي حَدِيثٍ فَالْحَدِيثُ حَدِيثُهٗ .

''سفیان حدیث میں میری مخالفت کریں، تو انہی کی بات قبول ہوگی۔''

(تقدمة الجرح والتعديل : ۱/٦۳، وسندهٗ صحيحٌ)

وجہ ثانی:

❁ ابو الولید طیالسی رحمہ اللہ امام شعبہ رحمہ اللہ سے سفیان والی روایت کے موافق الفاظ بیان کرتے ہیں، سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَالَ : وَلَا الضَّالِّينَ، قَال آمِينَ، رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ.

''انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی جب آپ نے 'ولا الضالین' کہا، تو بلند آواز سے آمین کہا۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : ٥٨/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(معرفة السنن والآثار : ٣٩٠/٢)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''ممکن ہے امام شعبہ رحمہ اللہ کو اپنی خطا کا علم ہو گیا ہو اور انہوں نے متن میں درستی کر لی ہو۔''

(الخلافيات : ٦٥/٢، مختصره)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ سے ان کے دو شاگردوں وہب بن جریر رحمہ اللہ اور عبد الصمد بن عبد الصمد رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی، تو اس میں ''خفض'' یا ''اخفی'' کے الفاظ بیان نہیں کئے، بلکہ قال : آمین 'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔' کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

(صحيح ابن حبّان : ١٨٠٥، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس پر ''باب ان یجہر بامین'' باندھا ہے۔ واضح رہے کہ

سفیان کی روایت کے دوشواہد ہیں۔شعبہ کی روایت کا کوئی شاہد نہیں۔

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''شعبہ یہاں خطا کھا گئے ہیں۔وہ حفظ سے بیان کرتے تھے، کتاب کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ روایت بالمعنی کرتے تھے، الفاظ حدیث بیان نہیں کرتے تھے، کیوں کہ وہ فقیہ نہیں تھے، اس لئے جب کسی حدیث کا معنی سمجھنے سے عاجز آ جائیں تو اہل فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جیسا کہ امام مالک اور امام سفیان ثوری ہیں۔''

(شرح مشكل الآثار : ٦/٤، وفي نسخة : ١٧١/٧)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دو راویوں نے متابعت بھی کر رکھی ہے، جبکہ شعبہ کی کوئی متابعت نہیں کی گی۔اسی لئے نقاد محدثین نے بالجزم سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت کو اصح قرار دیا ہے۔''

(التلخيص الحبير : ٢٣٧/١)

سوال: عدم رفع الیدین کے متعلق سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کیسی ہے؟

جواب: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے، تو اپنے کانوں کے قریب تک رفع الیدین کرتے، پھر دوبارہ نہ کرتے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٧٤٩، سنن الدّارقُطني : ٢٩٣/١، مسند أبي يعلٰى : ١٦٩٠)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، حفاظ محدثین کا اس حدیث کے ''ضعف'' پر اجماع و اتفاق ہے، اس کا راوی یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ''ضعیف وسیء الحفظ'' ہے، نیز یہ

''مدلس''اور''مختلط'' ہے، تلقین بھی قبول کرتا تھا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيفٌ، كَبِرَ، فَتَغَيَّرَ وَصَارَ يَتَلَقَّنُ وَكَانَ شِيعِيًّا .

''یہ ضعیف ہے، بڑی عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ تلقین قبول کرنے لگا تھا، یہ شیعہ بھی تھا۔''(تقريب التّهذيب : ٧٧١٧)

❀ نیز لکھتے ہیں:

اَلْجُمْهُورُ عَلٰى تَضْعِيفِ حَدِيثِهٖ .

''جمہور محدثین اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔''

(هدى السّاري، ص ٤٥٩)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ لَا سِيَّمَا وَقَدْ خَالَفَ بِرِوَايَتِهِ الثِّقَاتَ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے، خصوصاً جب ثقات کی مخالفت کرے۔''

(شرح النّووي : ٣٠٦/١، ٨/٧)

متعدد اہل علم اور ماہر اہل فن نے اس پر سخت جرح کی ہے۔

لہٰذا امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ (المعرفۃ والتاریخ : ٨١/٣)، امام عجلی رحمہ اللہ (تاریخ العجلی : ٢٠١٩) اور امام ابن سعد رحمہ اللہ (الطبقات الکبریٰ : ٣٤٠/٦) کا اس کو''ثقہ'' کہنا اور امام ابن شاہین کا''الثقات (١٥٦١)'' میں ذکر کرنا جمہور کی تضعیف کے مقابلے میں قبول نہیں۔ نیز یہ توثیق سیء الحفظ اور تلقین سے پہلے پر محمول ہے۔ یہ روایت سیء الحفظ ہونے اور تلقین قبول کرنے کے بعد کی ہے۔

① یہ حدیث باتفاقِ محدثین ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ هُوَ بِصَحِيحِ الْإِسْنَادِ .

''اس حدیث کی سند ثابت نہیں۔''

(المَعرفة والتّاريخ للفَسوي : ٨١/٣)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ عَنْهُ هٰذَا الْحَدِيثُ . ''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص ٨١، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا رَوٰى هٰذِهِ الزِّيَادَةَ يَزِيدُ، وَيَزِيدُ يُزِيدُ .

''الفاظ کی یہ زیادتی یزید (بن ابی زیاد) نے بیان کی ہے۔ یزید زیادتی کرتا ہے۔''

(التّلخيص الحبير لابن حجر : ٢٢١/١)

❁ امام محمد بن وضاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الَّتِي تُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ ثُمَّ لَا يَعُودُ، ضَعِيفَةٌ كُلُّهَا .

''وہ روایات، جن میں نبی کریم ﷺ سے شروع میں رفع الیدین کا ثبوت اور بعد میں ترک مروی ہے، سب کی سب ضعیف ہیں۔''

(التّمهيد لابن عبد البر : ٢٢١/٩، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس صحیح روایت میں ''قلب'' یزید کی طرف سے ہے۔''

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص ٨١)

❁ حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ ...... وَلَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ .

''اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے۔......اس کی حدیث ناقابل حجت ہے۔''

(مختصر السّنن : ٣٦٩/١)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المُغني : ٣٥٦/١)

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ عَنْهُ حَدِيثُ الْبَرَاءِ . ''حدیث براء رضی اللہ عنہ ثابت نہیں۔''

(زاد المَعَاد في هَدي خَير العِباد : ٢١٩/١)

② یہ روایت ''ضعیف'' ہونے کے ساتھ ساتھ عام بھی ہے، جبکہ رکوع والے رفع الیدین کی دلیل خاص ہے، لہذا خاص کو عام پر مقدم کیا جائے گا۔

③ یزید بن ابی زیاد ''مدلس'' بھی ہے۔ سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا روایت ''ضعیف'' ہے۔

④ یہ الفاظ مدرج ہیں، اہل کوفہ کی تلقین کرنے پر شامل ہوئے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ وہ حدیث ہے، جس سے اہل عراق نے نماز میں رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کی نفی پر دلیل لی ہے، حالانکہ حدیث میں ثُمَّ

لَمْ یَعُدْ (پھر دوبارہ نہ کیا) کے الفاظ نہیں تھے، یہ زیادت یزید بن ابی زیاد کو آخر عمر میں اہل کوفہ نے تلقین کی تھی، اس نے تلقین قبول کر لی، جیسا کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پہلے دور میں مکہ میں اسے یہ حدیث بیان کرتے سنا تھا، اس وقت اس نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے تھے، جو آدمی فن حدیث کا اہل نہ ہو، اس کے لیے اس طرح کی ضعیف روایات بطورِ دلیل ذکر کرنا درست نہیں ہے۔'' (كتاب المَجروحين : ۱۰۰/۳)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے یہ حدیث ثُمَّ لَمْ یَعُدْ (پھر دوبارہ نہ کیا) کے الفاظ کی زیادتی کے بغیر ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ. ''درست یہی ہے۔''

(سنن الدّارقطني : ۲۹٤/۱)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سفیان رحمہ اللہ کا میلان ہے کہ وہ یزید کو اس حدیث میں غلط قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: لگتا ہے کہ اسے یہ آخری الفاظ تلقین کیے گئے ہوں اور اس نے قبول کر لیے ہوں۔ نیز سفیان رحمہ اللہ اس حدیث میں یزید کو حافظ نہیں سمجھتے تھے۔''

(إختلاف الحديث، ص ۱۲۸)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''(تکبیر تحریمہ کے بعد) دوبارہ رفع الیدین کا ترک نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، یزید بن ابی زیاد اس حدیث کو جب پہلے پہل بیان کرتا تھا، تو یہ الفاظ ذکر نہیں کرتا تھا، پھر اس کا حافظہ خراب ہو گیا، تو کوفیوں نے اسے ان الفاظ کی

تلقین کی، اس نے قبول کر لی اور متن کے ساتھ ملا دیا۔''

(الفَصل للوَصل المُدْرَج في النّقل : ۳۹٤/۱)

❁ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حفاظ محدثین کا اتفاق ہے کہ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ (پھر دوبارہ نہ کیا) کے الفاظ اس حدیث میں مدرج ہیں، یہ یزید بن ابی زیاد کی اپنی بات ہے۔''

(التّلخیص الحبیر : ۲۲۱/۱)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء کے طریق سے محفوظ الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تکبیر تحریمہ کہی اور پہلی ہی مرتبہ رفع الیدین کیا۔ ......اس حدیث میں بعض رواۃ کا ثُمَّ لَا يَعُودُ (پھر دوبارہ نہ کرتے) کے الفاظ کی زیادتی نقل کرنا محدثین کے ہاں خطا ہے۔''

(التمهيد لما في الموطأ من المَعاني والأسانيد : ۲۲۰/۹

❁ امام دارمی رحمہ اللہ اس حدیث کا ضعف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اگر سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے (بفرضِ محال) صحیح بھی مان لیا جائے کہ وہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے صرف پہلی مرتبہ ہی رفع الیدین کیا۔'' دیگر صحابہ کہیں کہ آپ ﷺ نے دوبارہ رفع الیدین کیا ہے، تو دونوں حدیثوں میں اولیٰ یہ ہے کہ اس کی حدیث کو معتبر سمجھا جائے، جس نے دیکھا ہے، کیونکہ آگے تب ہی بیان کیا جا سکتا ہے، جب صحیح طرح دیکھا ہو اور یاد ہو۔ جس نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا، ممکن ہے کہ وہ لوٹ آیا ہو اور آپ کو رفع الیدین کرتے نہ دیکھا ہو۔''

(مَعْرِفة عُلوم الحديث للحاكم، ص ۸۰)

نوٹ:

سنن ابی داود (۷۵۲) وغیرہ والی سند بھی ''ضعیف'' ہے، اس میں ابن ابی لیلیٰ مشہور فقیہ قاضی کوفہ، ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (۱۴۸ھ) جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف اور سئی الحفظ'' ہے۔

اہل علم نے اس سند کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

۞ اس حدیث کے تحت امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ . ''یہ حدیث صحیح نہیں۔''

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضعیف ہونے پر حفاظ محدثین کا اجماع ہے، مثلاً ائمہ سفیان بن عیینہ، شافعی، شیخ بخاری عبداللہ بن زبیر حمیدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، بخاری رحمہم اللہ اور دیگر متقدمین وغیرہم۔ یہ سب ارکان حدیث ہیں اور اسلام کے ائمہ حدیث ہیں۔ متاخرین حفاظ میں سے جنہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، ان کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ مثلاً ائمہ ابن عبد البر، بیہقی، ابن الجوزی رحمہم اللہ وغیرہم۔ سبب ضعف یہ ہے کہ یہ روایت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ مذکورہ اور دیگر تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد کو غلطی لگی ہے۔ اس نے پہلی صرف یہ الفاظ بیان کیے تھے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے۔'' امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

بعد میں میں کوفہ گیا، وہاں اسے یہی حدیث بیان کرتے سنا، تو اس نے ثُمَّ لَا یَعُودُ ''پھر دوبارہ ایسا نہیں کیا۔'' کے الفاظ بڑھا دیے۔ میں نے گمان کیا کہ لازما اسے شاگردوں نے تلقین کیے ہوں گے۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں: ہمارے ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ یزید بن ابی زیاد کا حافظہ بگڑ گیا ہے، یا یہ سیء الحفظ ہو گیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام سفیان رحمہ اللہ کا میلان ہے کہ وہ یزید کو اس حدیث میں غلط قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: لگتا ہے کہ اسے یہ آخری الفاظ تلقین کیے گئے ہوں اور اس نے قبول کر لیے ہوں۔ نیز امام سفیان رحمہ اللہ اس حدیث میں یزید کو حافظ نہیں سمجھتے تھے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ثُمَّ لَا یَعُودُ ''پھر دوبارہ ایسا نہیں کیا۔'' کی زیادتی کو مدرج کی بحث میں ذکر کر کے فرمایا: یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ یزید بن ابی زیاد کو آخری عمر میں تلقین کی گئی، تو اس نے تلقین قبول کر لی۔ یزید بن ابی زیاد سے اس زیادتی کے بغیر امام سفیان ثوری، امام شعبہ اور ہشیم رحمہم اللہ نے روایت کی ہے۔'' (البدر المنير : ٤٨٧/٣)

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا ترک ثابت ہے؟

جواب: اسود تابعی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ .

''میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے پہلی تکبیر کے وقت رفع الیدین کیا، دوبارہ نہ کیا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : ١/٢٣٧، شرح معاني الآثار للطّحاوي : ١/٢٢٧)

یہ روایت ''ضعیف'' ہے۔ اس میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں، لہٰذا ناقابل قبول ہے۔ بعض الناس کو یہ روایت مفید بھی نہیں، کیونکہ وہ قنوت وتر اور عیدین کی تکبیرات میں رفع الیدین کر کے خود اس کی مخالفت کرتے ہیں، یہ تضاد کیوں ہے؟

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ رِوَايَةٌ شَاذَّةٌ لَّا تَقُومُ بِهَا الْحُجَّةُ .

''یہ روایت شاذ ہے، اس سے دلیل نہیں لی جا سکتی۔''

(الخِلافيّات للبيهقي، تحت الحديث : ١٧٤٨)

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے؟

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشَّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ .

''ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔''

(زوائد مسند الإمام أحمد : 110/1، سنن أبي داود : 756، سنن الدارقطني : 286/1، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 31/2، مصنف ابن أبي شيبة : 391/1)

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی، واسطی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

(تقريب التهذيب : 198، فتح الباري : 523/13)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 224/2)

نیز علامہ انور شاہ کشمیری صاحب نے بھی اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(العرف الشذي :68/1)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيفٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(شرح النووي : 115/4)

۞ علامہ زیلعی حنفی، حافظ نووی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ، فَإِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ إِسْحَاقَ ضَعِيفٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

''یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے، اس کا راوی عبد الرحمٰن بن اسحاق بھی بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(نصب الراية :314/1، خلاصة الأحكام للنووي :255/1، شرح النووي :173/1)

سوال: کیا مرد اور عورت ایک چٹائی پر برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اگر الگ الگ پڑھ رہے ہیں، تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ اگر با جماعت ہیں، تو عورت مرد کے برابر کھڑی نہیں ہو سکتی، بلکہ پچھلی صف میں اکیلی کھڑی ہو جائے۔

سوال: سورت فاتحہ اور اگلی سورت کے مابین بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی جائے یا آہستہ آواز سے؟

جواب: سری نمازوں میں آہستہ ہی پڑھی جائے اور جہری نمازوں میں امام اونچی اور آہستہ دونوں طرح پڑھ سکتا ہے۔

سوال: امام نے سورت فاتحہ کے بعد کچھ دیر خاموشی اختیار کی، پھر قرأت شروع

کی، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں کچھ حرج واقع نہیں ہوا۔

سوال: کیا امام اور مقتدی کے لیے فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں، فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، کیونکہ بسم اللہ سورت فاتحہ کی آیت ہے۔ (سنن دار قطنی: ۱۱۹۰، وسندہ حسن)

سوال: تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے سے پہلے چھوڑنے چاہیے یا نہیں؟

جواب: چھوڑنے نہیں چاہیے، تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی ہاتھ باندھ لینے چاہیے، چھوڑنے پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ جب تک امام کے پیچھے دس یا چند متعین تعداد میں مقتدی نہ ہوں، تو وہ نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف گھوم کر نہ بیٹھے؟

جواب: بے دلیل ہے۔

سوال: دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت ہاتھوں سے سہارا لینا کیسا ہے؟

جواب: دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت زمین پر سہارا لے کر اٹھنا سنت سے ثابت ہے۔ (بخاری: ۸۲۴)

سوال: کیا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر کوئی حدیث ثابت ہے؟

جواب: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں جتنی مرفوع یا موقوف روایات ہیں، سب کی سب ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا قرآن میں مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے؟

(جواب): قرآن مجید میں کہیں بھی مقتدی کو سورت فاتحہ کی قرأت سے منع نہیں کیا گیا، جو لوگ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنے سے روکتے ہیں، وہ سورت اعراف کی آیت (۲۰۴) پیش کرتے ہیں، اس استدلال پر مختصر اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

(الأعراف : ٢٠٤)

''جب قرآن کی تلاوت کی جائے، تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، تا کہ تم پر رحمت ہو۔''

اس آیت سے فاتحہ خلف الامام کے عدم جواز پر استدلال درست نہیں؛

① خیر القرون میں کسی نے اس آیت سے مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنے سے منع نہیں کیا۔

② یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، اس کے باوجود آپ ﷺ نے مقتدی کو جہری نمازوں میں فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، کبھی منع نہیں کیا۔

④ آیت کریمہ عام ہے۔ قرآن کے عمومی حکم سے حدیث استثنیٰ کر سکتی ہے۔ مقتدی کے لیے مطلقاً قرأت کرنا منع ہے، لیکن فاتحہ کو حدیث نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

سوال: کیاامام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے بارے میں کوئی وعید آئی ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی وعید ثابت نہیں، جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، سب کی سب ضعیف وغیر ثابت ہیں، ملاحظہ ہو۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِىءَ فُوهُ تُرَابًا .

''کاش کہ جوامام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں مٹی دی جائے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 1310)

اس اثر کی سند ضعیف ہے۔

① ابواسحاق سبیعی مدلس اور مختلط ہیں اور عن سے روایت کررہے ہیں۔

② حدیج بن معاویہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے، نیز اس کا ابواسحاق سے قبل ازاختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

❁ اس اثر کی ایک اور سند بھی ہے۔

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :1311)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔اس میں ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

اگراس اثر کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو اس میں مقتدی کو سورت فاتحہ سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ قرأت سے روکا گیا ہے۔قرأت سے مراد جہری نمازوں میں فاتحہ کے مابعد قرأت ہے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَيْتَ فِي فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ حَجَرًا .

''کاش کہ جوامام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں پتھر دیا جائے۔''

(مؤطأ الإمام محمد، ص 98)

سند جھوٹی ہے۔

① صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی ''کذاب'' ہے۔

② محمد بن عجلان صغار تابعین میں سے ہیں، ان کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے۔

③ اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں۔ قرأت کا ذکر ہے، اس سے جہری نمازوں میں فاتحہ کے مابعد قرأت مراد ہو سکتی ہے۔

④ یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: آپ قرأت کیجئے، میں نے عرض کیا: اگرچہ میں آپ کے پیچھے (مقتدی) ہوں؟ فرمایا: جی ہاں، اگرچہ آپ میری اقتدا میں ہوں اور میں قرأت کر رہا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 3748، شرح مَعاني الآثار: 218/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيه جَمْرَةٌ.

''کاش کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں انگارا دیا جائے۔''

(مؤطأ الإمام محمد، ص 98)

سند جھوٹی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مرسل اور ضعیف قرار دیا ہے۔

(جزء القراءة خلف الإمام، ص 13)

① صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی ''کذاب'' ہے۔

② بعض ولد سعد مبہم و نا معلوم ہے۔

③ اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں۔

فائدہ: اس بارے میں مرفوع حدیث بے اصل ہے۔

(التّعليق المُمَجَّد لعبد الحي الحنفي، ص101)

❀ علامہ عبد الحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَرِدْ فِي حَدِيثٍ مَّرْفُوعٍ صَحِيحٍ النَّهْيُ عَنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَكُلُّ مَا ذَكَرُوهُ مَرْفُوعًا فِيهِ، إِمَّا لَا أَصْلَ لَهٗ، وَإِمَّا لَا يَصِحُّ .

''کسی صحیح مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کی ممانعت وارد نہیں ہوئی، اس سلسلہ میں جتنی بھی مرفوع روایات فقہا نے ذکر کی ہیں، وہ یا تو بے اصل ہیں یا غیر ثابت۔''

(التّعليق المُمَجَّد، ص101، حاشية :1)

سوال: حدیث: ''جب امام قرأت کرے، تو آپ خاموش رہیں۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا . ''جب امام قرأت کرے، تو آپ خاموش رہیں۔''

(صحيح مسلم معلقًا، تحت الحديث : 404)

صحیح مسلم میں یہ روایت معلق ہے، یعنی اس کی مکمل سند ذکر نہیں، یوں یہ صحیح مسلم کے اصول سے خارج ہے، نیز روایت کے مذکورہ الفاظ غیر محفوظ ہیں، راوی کا وہم وتخلیط ہیں۔

علل حدیث کے کبار ائمہ ان الفاظ کو خطا قرار دیتے ہیں۔ بشرطِ صحت ان الفاظ کو فاتحہ کے بعد والی قرأت پر محمول کیا جائے گا۔

سوال: روایت: ''جس کا امام ہو، تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔'' کی تحقیق درکار ہے؟

جواب: روایت: مَنْ كَانَ لَهٗ إِمَامٌ فَقِرَاءَ ةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَ ةٌ (جو امام کی اقتدا میں ہو، تو امام کی قرأت مقتدی کو کافی ہے۔) کی کئی سندیں ہیں، سب کی سب ضعیف ہیں۔

① امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ وَغَيْرِهِمْ لِإِرْسَالِهٖ وَانْقِطَاعِهٖ.

''یہ حدیث حجاز اور عراق وغیرہ کے اہل علم کے ہاں ثابت نہیں، کیونکہ یہ مرسل اور منقطع روایت ہے۔''

(جزء القراءة، ص 8)

② علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۳ھ) نے اس روایت کو ''ساقط'' قرار دیا ہے۔
(المحلّٰی بالآثار: 273/2)

③ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ ...... وَلِهٰذَا الْحَدِيثِ طُرُقٌ ...... لَيْسَ فِيهَا مَا يَثْبُتُ.

''یہ حدیث ثابت نہیں۔ ......اس کی کئی سندیں ہیں۔......ان میں کوئی بھی ثابت نہیں۔'' (العِلَل المُتناهية: 431/1)

④ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام :377/1)

⑤ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْحُفَّاظِ .

''یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(فتح الباري : 242/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَهٗ طُرُقٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَكُلُّهَا مَعْلُولَةٌ .

''اس حدیث کی کئی سندیں صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، ساری کی ساری معلول (ضعیف) ہیں۔''

(التّلخيص الحَبير :569/1)

⑥ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ طُرُقٍ، كُلُّهَا ضِعَافٌ .

''اس حدیث کی کئی سندیں ہیں، سب ضعیف ہیں۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 592/2)

⑦ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٧٤٨ھ) لکھتے ہیں:

اَلْجَمِيعُ مِنَ الدَّارَقُطَنِيِّ وَاهِيَةٌ .

''امام دارقطنی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔''

(تَنقيح التّحقيق :155/1)

⑧ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(إعلام المؤقعين : 235/2)

⑨ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ طُرُقٍ، وَلَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِّنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(تفسير ابن كثير :109/1، ت سلامة)

⑩ علامہ مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ ضَعِيفٌ مِنْ سَائِرِ طُرُقِهٖ .

''یہ حدیث تمام سندوں سے ضعیف ہے۔''

(فيض القدير : 208/6)

⑪ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه :278/1)

⑫ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) نے اس روایت کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التنوير شرح الجامع الصّغير : 370/10)

سوال: عدم رفع الیدین کے متعلق سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت سنن ابی داود (۷۴۸)، سنن نسائی (۱۰۵۸) اور سنن ترمذی (۲۵۷) وغیرہم میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے، سفیان ثوری بالاجماع ''مدلس'' ہیں،

سماع کی تصریح ثابت نہیں۔

② یہ ''ضعیف'' روایت عام ہے، جبکہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کے متعلق احادیث خاص ہیں، خاص کو عام پر مقدم کیا جاتا ہے، حدیث ابن مسعود نے پہلی رفع الیدین کے علاوہ ساری نماز کو رفع الیدین سے خالی کر دیا، بخاری ومسلم وغیرہما کی متواتر احادیث نے رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کا اثبات کیا ہے۔ صحیح احادیث میں جن مقامات پر اثبات ہے، وہاں اثبات اور باقی مقامات پر نفی ہوگی۔ لہٰذا یہ حدیث عدم رفع الیدین پر دلیل نہیں بن سکتی۔

③ مانعینِ رفع الیدین خود وتروں اور عیدین میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع الیدین کر کے یہ ثبوت فراہم کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اہل فن کی نظر میں:

① **عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَمْ يَثْبُتْ عِنْدِي حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ .

''میرے نزدیک حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ثابت نہیں۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : ٢٥٦، سنن الدّارقُطني : ١/٣٩٣، السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٢/٧٩، وسندهٗ صحيحٌ)

② **امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔**

(التّمهيد لابن عبد البرّ : ٩/٢١٩، وسندهٗ صحيحٌ)

③ **امام ابوداود رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:**

لَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ .

''یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں۔''

④ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَطَأٌ . ''یہ غلطی ہے۔''(العِلَل : ٩٦/١)

⑤ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ قَوْلُ مَنْ قَالَ : ثُمَّ لَمْ يَعُدْ مَحْفُوظًا .

''جس نے دوبارہ رفع الیدین نہ کرنے کے الفاظ کہے، اس کی روایت محفوظ نہیں۔''

(العِلَل : ١٧٣/٥)

⑥ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ فِي الْحَقِيقَةِ أَضْعَفُ شَيْءٍ يُعَوَّلُ عَلَيْهِ، لِأَنَّ لَهُ عِلَلًا تُبْطِلُهُ .

''درحقیقت یہ ضعیف ترین روایت ہے، بعض اس پر اعتماد کرتے ہیں، حالانکہ اس میں کئی علتیں ہیں، جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔''

(التّلخيص الحبير لابن حجر : ٢٢٢/١)

⑦ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ حدیث براء بن عازب اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذَانِ حَدِيثَانِ مَعْلُولَانِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''یہ دونوں احادیث محدثین کے نزدیک معلول (ضعیف) ہیں۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : ٢١٥/٩)

⑧ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المُغني : ٣٥٨/١)

تنبیہ: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ امام رحمہ اللہ کی مراد اس سے اصطلاحی ''حسن'' نہیں، بلکہ ایسی ضعیف حدیث جس کی ایک ہی سند ہو، اسے بھی حسن کہہ دیتے ہیں، یہ امام رحمہ اللہ کا خاص صنیع ہے، جو کہ اسی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

۞ علمائے احناف لکھتے ہیں:

''ابن دحیہ نے اپنی کتاب ''العلم المشہور'' میں کہا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کتنی ہی موضوع (من گھڑت) اور ''ضعیف'' سندوں والی احادیث کو ''حسن'' کہہ دیا ہے۔''

(نصب الرّاية للزّيلعي : ٢/٢١٧، البِناية للعيني : ٢/٨٦٩، مقالات الکوثری:٣١١، صفائح اللجین از احمد رضا خان بریلوی:٢٩)

(سوال): بعض لوگ آہستہ آمین پر آیت: ﴿اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ ''اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ سے پکارو۔'' کو دلیل بناتے ہیں، یہ استدلال کہاں تک درست ہے؟

(جواب): یہ استدلال غیر درست ہے۔ یہ آیت عام ہے، جس میں دعا کے آداب بیان ہوئے ہیں کہ عاجزی و درماندگی کے ساتھ مانگی جائے اور آہستہ آواز میں مانگی جائے۔ اگرچہ سورت فاتحہ اور آمین بھی دعا ہے، مگر

① آمین اونچی کہنے پر احادیث میں دلیل قائم ہو چکی ہے، آمین بالجہر پر دلائل خاص ہیں اور مذکورہ آیت عام ہے۔ خاص کو عام پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

② یہ آیت نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، مگر پھر بھی آپ ﷺ نماز میں اونچی آمین کہا کرتے تھے، صحابہ کرام بھی اونچی آمین کہتے تھے، جیسا کہ دلائل سے ثابت ہے، اگر

یہ آیت آہستہ آمین پر دلیل ہوتی، تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ اونچی آمین نہ کہتے۔

③ کسی ثقہ امام یا محدث نے مذکورہ آیت کو آہستہ آمین پر دلیل نہیں بنایا۔

سوال: روایت: امام تعوذ، تسمیہ اور آمین کو آہستہ کہے۔'' کی تحقیق درکار ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا، التَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَآمِينَ .

''امام تین چیزیں آہستہ آواز سے کہے گا، تعوذ، بسم اللہ اور آمین۔''

(المحلّٰى بالآثار لابن حزم : ٢٨٠/٢، مسئله نمبر : ٣٦٣)

سند ''ضعیف'' ہے۔ ابوحمزہ اعور قصاب کے بارے میں علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(عمدة القاري : ٢٣٧/٨)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَّذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''حدیث میں ضعیف ہے۔''

(العلل الكبير للترمذي : ٣٢٢)

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال : ٤٥٢٨)

اس پر امام ترمذی، حافظ عقیلی، امام ابوحاتم، امام ابن حبان رحمہم اللہ سمیت کئی اہل علم کی جروح ہیں۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خاص ابراہیم سے اس کی راویت کی متابعت تو ناممکن ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : ١٥٦/٨)

یہ روایت بھی ابراہیم نخعی سے ہے۔ ابراہیم اس روایت میں مدلس ہیں۔

تنبیہ:

ابو معمر (البنایہ فی شرح الہدایۃ للعینی : ٢٢٦/٢) اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ (المحلی بالا ثار لابن حزم: ٢٨٠/٢، مسئلہ: ٣٦٣) میں ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ : يُخْفِي الْإِمَامُ أَرْبَعًا، التَّعَوُّذُ، وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، وَآمِينَ ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، امام تعوذ، بسم اللہ، آمین اور ربنا ولک الحمد، ان چاروں کو آہستہ پڑھے گا۔''

یہ بے سند قول ہے، لہٰذا قابل التفات نہیں۔

(سوال): جلسہ استراحت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دو سجدوں کے بعد دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے اُٹھنے سے پہلے کچھ بیٹھنا، جلسہ استراحت کہلاتا ہے۔ جلسہ استراحت سنت ہے۔

① سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ طاق رکعت میں ہوتے، تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے، جب تک سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جاتے۔''

(صحيح البخاري : ٨٢٣)

② نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو، جو نماز صحیح طرح نہیں پڑھ رہا تھا، نماز کا طریقہ بتلایا اور اسے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا .

''پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھائیں، اور اطمنان سے بیٹھ جائیں۔''

(صحيح البخاري : ٦٢٥١)

تنبیہ: صحیح بخاری (٦٦٦٧) میں ہے:

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا .

''پھر سر اٹھائیں، اور کھڑے ہو جائیں۔''

ان الفاظ کی وضاحت اوپر والے الفاظ سے ہو جاتی ہے۔ ان سے جلسہ استراحت کی نفی نہیں ہو رہی، بلکہ جلسہ استراحت کے بعد والے عمل کا بیان ہے۔

③ ابو قلابہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تشریف لائے اور ہمیں اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز پڑھانے کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ صرف دکھانا چاہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ نماز کیا تھا؟ ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے استاذ ابو قلابہ رحمہ اللہ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ کی نماز کیسی تھی؟ فرمایا: ہمارے اس شیخ یعنی عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی

طرح۔ ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ شیخ تکبیر کو مکمل کہا کرتے تھے اور جب دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے، تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگاتے، پھر کھڑے ہو جاتے۔''

(صحيح البخاري : ٨٢٤)

(سوال): سلام کے بعد اگر امام دعا کرا رہا ہو، تو کیا مقتدیوں کا اس میں شریک ہونا ضروری ہے؟

(جواب): دعا میں شامل ہونا بہتر ہے، ضروری نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شخص التحیات میں دائیں ہاتھ کی انگلی نہ اٹھا سکتا ہو، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کوئی شخص التحیات میں دائیں ہاتھ کی انگلی نہ اٹھا سکتا ہو، تو کوئی حرج نہیں، بائیں ہاتھ کی انگلی اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

(سوال): کیا امام اونچی آواز سے دعا مانگ سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، امام اونچی آواز سے دعا مانگ سکتا ہے، مقتدی امام کی دعا پر آمین کہیں گے۔ اس پر سورت یونس کی آیت (۸۹) سے استدلال لیا گیا ہے۔

(سوال): اگر مقتدی سلام پھیرتے وقت امام سے پہلے منہ پھیر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے، امام کی اقتدا چاہیے، البتہ اس صورت میں نماز ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے صرف ان نمازوں میں بیٹھے گا، جن کے بعد کوئی سنتیں نہ ہوں اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان سے سلام پھیرنے کے بعد امام رو بہ قبلہ ہو کر ہی بیٹھے گا، کیا یہ تقسیم درست ہے؟

(جواب): حدیث میں عام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کے بعد صحابہ کی طرف چہرہ

انور کر کے بیٹھتے تھے۔ (بخاری: ۴۰۱، مسلم: ۵۷۲) سنتوں اور غیر سنتوں والی نمازوں کی تقسیم بلا دلیل ہے۔

(سوال): کیا نماز سے سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے یا ''برکاتہ'' کے الفاظ بھی ثابت ہیں؟

(جواب): نماز سے سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے، البتہ اگر کوئی ''وبرکاتہ'' کے الفاظ بھی کہہ دے، تو کوئی حرج نہیں، یہ بھی سنت سے ثابت ہے۔ (سنن ابی داود: ۹۹۷، وسندہ حسن)

(سوال): کیا نماز میں ثناء، درود، دعائے قنوت وغیرہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے؟

(جواب): نہیں کہنی چاہیے۔

(سوال): فرض نماز کے بعد دعا لمبی ہونی چاہیے یا مختصر؟

(جواب): اگر اجتماعی ہے، تو مختصر ہونی چاہیے، انفرادی ہو، تو جو جتنی لمبی مانگنا چاہتا ہے، مانگ سکتا ہے۔

(سوال): بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرض نماز اور سنت کے درمیان ''اللھم انت السلام ......'' کی مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھنا چاہیے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

(جواب): یہ بات درست نہیں، اس کا مطلب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام رو بہ قبلہ اتنا وقت بیٹھے گا کہ اللھم انت السلام والی دعا پڑھ لے، بعد میں مقتدیوں کی طرف منہ پھیر لے گا۔

(سوال): رکوع میں اپنے ٹخنوں کو باہم ملا لینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں، قیام اور رکوع میں دوسروں کے پاؤں سے پاؤں اور ٹخنوں سے

ٹخنے ملانا سنت ہے۔

سوال: نماز کی تکبیرات میں ''اللہ اکبر'' کے بجائے صرف ''اللہ'' کہنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز اور خلاف سنت ہے۔

سوال: تشہد میں انگلیوں کا حلقہ کب بنانا چاہیے اور کب چھوڑنا چاہیے؟

جواب: تشہد میں انگلیوں کا حلقہ التحیات کے شروع سے سلام تک رکھنا چاہیے۔

سوال: کیا صف بندی میں ٹخنے سے ٹخنا ملانا سنت ہے؟

جواب: جی ہاں، صف میں جیسے ساتھی کے پاؤں سے پاؤں ملانا سنت ہے، اسی طرح ٹخنے سے ٹخنا ملانا بھی سنت ہے۔

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنا رُخِ انور ہماری طرف پھیرا اور فرمایا: صفیں قائم کیجئے! تین مرتبہ یہی بات دہرائی، پھر فرمایا: صفوں کو قائم کرلیں، وگرنہ اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اس کے بعد ایک شخص دوسرے ساتھی کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنا چپکا لیتا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد: 276/4؛ سنن أبي داوٗد: 662؛ وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: کیا جلسہ استراحت والی حدیث حالت عذر یا بڑھاپے پر محمول ہے؟

جواب: بعض لوگ جلسہ استراحت والی حدیث کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جلسہ استراحت اس وقت کیا، جب آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔ یہ مفہوم صحابہ اور اہل علم کے فہم کے خلاف ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلٰى حَالَةِ الْكِبَرِ .

''جلسہ استراحت کے ثبوت میں مروی روایات بڑھاپے پر محمول ہیں۔''

(الهداية : ۱/۱۱۰)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''یہ کہنا کہ (حدیث مالک بن حویرث) بڑھاپے پر محمول ہے، محتاج دلیل تاویل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو واپس جاتے ہوئے فرمایا تھا: 'میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھنا' کوئی استثنائی بات نہیں کی، لہٰذا حدیث اس فعل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر واضح دلیل ہے۔''

(الدّراية : ۱/۱۱۰)

❀ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (۹۷۰) لکھتے ہیں:

''رہی صحیح بخاری کی وہ روایت کہ جس میں ہے: 'سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب طاق رکعت میں ہوتے، تو (دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر) جب تک سیدھا نہ بیٹھ جاتے، کھڑے نہ ہوتے۔' یہ بڑھاپے پر محمول ہے، جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اس کا رد یہ ہے کہ اسے بڑھاپے پر محمول کرنے کی کیا دلیل ہے؟ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو واپس جاتے ہوئے فرمایا تھا: 'میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھنا' کوئی استثنا نہیں فرمائی۔ یوں یہ حدیث امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دلیل بنتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے جواز پر محمول کیا جائے۔ واللہ اعلم شاید اسی لیے

’فتاویٰ ظہیریہ‘ میں ہے کہ شمس الأئمہ حلوانی نے فرمایا: اختلاف افضلیت میں ہے، لہٰذا مذہب شافعی کی طرح اگر کوئی ایسے کر بھی لیتا ہے، تو حرج نہیں۔‘‘

(البحر الرائق بشرح كنز الدّقائق : ١/٣٤٠)

❁ شارح ہدایہ، علامہ عینی (٨٥٥ھ) لکھتے ہیں:

’’یہ تاویل قبول نہیں، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی عمر (تقریباً) تریسٹھ سال ہے اور اس عمر میں بیماری یا زخم وغیرہ کا عارضہ لاحق نہ ہو، تو کوئی بھی سیدھا اٹھنے سے قاصر نہیں رہتا۔‘‘

(البِناية شرح الهداية : ٢/٢٥٢)

❁ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب (١٣٥٣ھ) کہتے ہیں:

’’علامہ طحاوی رحمہ اللہ کا یہ جواب دینا کہ یہ عذر کی بنا پر تھا، میرے نزدیک درست نہیں ہے۔‘‘ (فيض الباري : ٢/٢٦٤)

سوال: حدیث ابی ہریرہ: ’’نبی کریم ﷺ نماز میں پنجوں کے بل اٹھتے تھے۔‘‘ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے **منسوب** ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُورِ قَدَمَيْهِ .

’’نبی کریم ﷺ نماز میں پنجوں کے بل اٹھتے تھے۔‘‘

(سنن التّرمذي : 288)

سند ’’ضعیف‘‘ ہے۔

① خالد بن ایاس جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الحَدِيثِ .

''محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

② صالح مولی التوامہ ''مختلط'' ہیں۔ خالد ان میں سے نہیں، جنہوں نے آپ سے قبل از اختلاط سماع کیا ہے۔

سوال: نماز سے سلام پھیرتے وقت صرف منہ پھیرنا چاہیے یا سینہ بھی؟

جواب: صرف چہرہ پھیرنا چاہیے۔

سوال: سورت فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے؟

جواب: سورت فاتحہ کے بعد سورت ملانا بالاجماع سنت ہے، اگر کوئی نہ ملائے، تو نماز ہو جائے گی، اعادہ نہیں۔

سوال: کیا نماز کے بعد جب تک امام مصلیٰ پر بیٹھا رہے، مقتدی بھی بیٹھیں گے؟

جواب: نہیں، مقتدی جا سکتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، تو نگاہ کہاں رکھے؟

جواب: بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص تشہد کے علاوہ ہر رکن میں نگاہ سجدے والی جگہ پر رکھے، مگر تشہد میں شہادت والی انگلی پر رکھے۔

سوال: کیا فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر کوئی دعا پڑھنا مسنون ہے؟

جواب: فرض نماز کے بعد بہت سے مسنون اذکار موجود ہیں، مگر کسی ذکر کے وقت سر پر ہاتھ رکھنا مسنون نہیں۔

سوال: کیا فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر ''بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ......'' پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ، أَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ .

''اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو رحمٰن و رحیم ہے۔اے اللہ! میرے سارے دکھ درد دُور فرما دے۔''

(عمل اليوم والليلة لابن السنّي : 113، حلية الأولياء لأبي نعيم الأصفهاني : 301/2)

یہ جھوٹی سند ہے۔

① سلام طویل ''متروک'' ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر: 2702)

② زید عمی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

''یہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(نتائج الأفكار : 253)

❀ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(المعجم الأوسط للطبراني :3178، الدعاء للطبراني :658، الكامل لابن عدي : 2084-2085/6، تاريخ بغداد للخطيب : 480/12)

اس میں کثیر بن سُلَیم، ابوسلمہ، مدینی سخت ''ضعیف'' ہے۔

❀ اس سے ملتی جلتی ایک روایت تاریخ اسلم واسطی (161 ص) میں یوں آتی ہے:

جب نبی کریم ﷺ نماز سے سلام پھیرتے، تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر یوں دعا فرماتے تھے: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، اللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ.

''اس اللہ کے نام کے ساتھ، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو غیب و حاضر کو جاننے والا اور رحمٰن ورحیم ہے۔ اللہ! غم اور پریشانی کو مجھ سے دُور فرما دے۔''

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① عنبسہ بن عبد الواسطی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

② عمرو بن قیس تابعی ہیں اور وہ بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے بھی ''ضعیف'' ہے۔

اس روایت جیسی ایک اور روایت امام ابونعیم اصبہانی کی اخبار اصفہان (104/2) میں بھی آتی ہے۔ اس کی سند بھی موضوع (من گھڑت) ہے۔

① داؤد بن محبر ''متروک وکذاب'' ہے۔

② عباس بن رزین السلمی کا بھی کوئی اتا پتا نہیں۔

ثابت ہوا کہ اس حدیث کی تمام سندیں سخت ''ضعیف'' ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا جمعہ کی فجر میں سورت سجدہ اور سورت دہر پڑھنا سنت ہے؟

جواب: جی ہاں۔ جمعہ کی فجر میں سورت سجدہ اور سورت دہر کی قرأت کرنا مسنون ہے۔ (بخاری: ۸۹۱، مسلم: ۸۸۰)

سوال: کیا پہلی کی بہ نسبت دوسری رکعت میں لمبی قرأت کرنا مکروہ ہے؟

جواب: مکروہ نہیں، البتہ مسنون یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت لمبی ہو۔ (بخاری: ۷۵۹، مسلم: ۴۵۱)

سوال: کیا عورت جہری قرأت کر سکتی ہے؟

جواب: کر سکتی ہے۔

سوال: کیا فرض نماز میں بھی امام کو لقمہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: فرض نماز میں بھی اگر امام قرأت بھول جائے، تو اسے لقمہ دینا چاہیے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً، فَقَرَأَ فِيهَا فَلُبِسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأُبَيٍّ : أَصَلَّيْتَ مَعَنَا؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَمَا مَنَعَكَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فجر کی) نماز پڑھائی، قرأت کی، تو آپ کو لقمہ لگا۔ نماز

سے فارغ ہوئے، تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے نماز ہمارے ساتھ نہیں پڑھی؟ کہنے لگے: جی ہاں، فرمایا: پھر لقمہ کیوں نہیں دیا۔''

(سنن أبي داود: 907، المعجم الكبير للطّبراني: 313/12، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۴۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۴/۲۴۱) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

طبرانی کے الفاظ ہیں:

فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ؟

''مجھے لقمہ کیوں نہ دیا۔''

سوال: ایک جگہ سے قرأت شروع کی، بھول گیا، تو دوسری جگہ سے قرأت شروع کر دی، کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: سورت فاتحہ کے بعد کم از کم کتنی قرأت ہونی چاہیے؟

جواب: جتنی میسر ہو، کم از کم تین آیات کی قید بلا دلیل ہے۔

سوال: کیا سری نماز میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنی چاہیے؟

جواب: نماز سری ہو، یا جہری، ہر ایک میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں۔

سوال: کیا کسی صحابی یا تابعی سے رفع الیدین کا ترک ثابت ہے؟

جواب: کسی صحابی یا تابعی سے باسند صحیح رفع الیدین کا ترک ثابت نہیں۔

سوال: جان بوجھ کر خلاف ترتیب سورتوں کی قرأت کی، کیا نماز کا اعادہ واجب ہے؟

(جواب): سورتوں کی ترتیب وار قرأت مستحسن ہے، واجب نہیں، اگر بغیر ترتیب کے قرأت کی، تو نماز بلا کراہت جائز ہے، اعادہ نہیں۔

❀ نبی کریم ﷺ سے بلا ترتیب سورتوں کی قرأت بھی ثابت ہے۔

(صحیح مسلم: 772)

(سوال): قرأت کرتے ہوئے ایک سورت کے بعد دوسری سورت کو چھوڑ دیا، پھر تیسری سورت کی قرأت کی، کیا ایسا کرنا مکروہ ہے؟

(جواب): کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شخص سجدہ والی سورت میں آیت سجدہ سے پہلے تک قرأت کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا نماز میں قرآن کی کوئی بھی قرأت تلاوت کی جا سکتی ہے؟

(جواب): قرآن کی جتنی متواتر قرأتیں ہیں، ان میں سے کوئی بھی قرأت نماز میں کی جا سکتی ہے۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سورت فاتحہ کی سات جگہ سکتہ نہیں کرے گا، تو شیطان کا نام پیدا ہو جاتا ہے، اس کے بارے کیا کہتے ہیں؟

(جواب): یہ قول فاسد، باطل اور لغو ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کی جگہ اس کا ترجمہ پڑھے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز باطل ہے اور ایسا کرنے والا سخت گناہ گار ہے۔ اگر وہ ترجمہ کو قرآن ہی سمجھتا ہے، تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے، کیونکہ قرآن کے حروف اور معانی اللہ تعالیٰ کی طرف

سے نازل کردہ ہیں، جو کسی ایک کا بھی انکار کرے، وہ کافر ہے۔

سوال: فرض نماز کی ہر رکعت میں قرأت کے آخر میں سورت اخلاص پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز اور مستحب ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی قیادت میں لشکر بھیجا۔ وہ صاحب جب نماز پڑھاتے، تو اپنی قرات سورت اِخلاص پر ختم کرتے۔ لشکر واپس آیا، تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس معمول کا ذکر کیا، فرمایا: ان سے پوچھیں، وہ ایسا کیوں کرتے رہے؟ لوگوں نے دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا: یہ رحمٰن کی صفات پر مشتمل ہے، لہٰذا میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں آگاہ کردیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 7375؛ صحيح مسلم : 813)

مکروہ کہنے والوں کا قول مکروہ ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں قرآن کا ایک رکوع اور دوسری رکعت میں چھوٹی سورت کی تلاوت کرے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: کبھی کبھار نماز فجر میں چھوٹی سورتوں کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں دوران سفر رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار تھامے آگے آگے چلا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عقبہ! آپ کو دو بہترین سورتیں نہ سکھلاؤں،

آپ ﷺ نے سورت فلق اور سورت ناس سکھائیں۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ میں نے یہ سورتیں سیکھ کر کوئی زیادہ خوشی محسوس نہیں کی۔ نماز فجر کے لئے تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے یہی دو سورتیں تلاوت فرمائیں۔ نماز سے فارغ ہوئے، تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: عقبہ! کیسا لگا؟''

(سنن أبي داود : 1462؛ سنن النّسائي : 5438؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۳۵) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ نے فجر کی دونوں رکعتوں میں سورت زلزال کی تلاوت فرمائی۔

(سنن أبي داود : 816، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: پہلی رکعت میں سورت مزمل کا حصہ تلاوت کیا اور دوسری میں سورت بقرہ کا حصہ تلاوت کیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا جائز ہے۔ نماز میں سورتوں کی ترتیب ضروری نہیں۔

سوال: ایک شخص قرأت کی ابتدا آیت کے درمیان سے کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز ہو جائے گی، البتہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: (اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ) سے کیا مراد ہے؟

جواب: پہلے مکمل روایت ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ، فَقِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ : إِنَّا نَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ؟ فَقَالَ : اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ .

’’جس نے سورت فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی، وہ نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، مکمل نہیں ہے۔تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟ فرمایا: سورت فاتحہ آہستہ سے پڑھیں۔‘‘

(مؤطأ الإمام مالك :84/1، صحيح مسلم : 395)

اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ کا معنی:

احادیث محدثین کی ہیں۔ وہی ان کے الفاظ ومعانی کے امین ہیں۔ عافیت اسی میں ہے کہ محدثین کے معانی ومفاہیم پر اکتفا کیا جائے۔

محدثین کرام اس حدیث سے مقتدی پر سورت فاتحہ کی قرأت کو لازم قرار دیتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگ محدثین کی روایات کو اپنا معنی پہناتے ہیں، یہ کسی طرح درست نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ منفرد کے بارے میں ہیں، یا سری نمازوں کے بارے میں ہیں، یا تدبر وتفکر پر محمول ہیں، ذیل میں ہم ثابت کریں گے کہ یہ تمام مفاہیم مبنی پر خطا ہیں اور درست معنی وہی ہے جو ائمہ ومحدثین نے لیا ہے۔

① جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں، کیا ہم فاتحہ پڑھیں گے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھیں۔ جب سوال ہی مقتدی کے بارے میں ہے، تو پھر جواب بھلا منفرد کے بارے میں کیونکر ہو سکتا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ ان الفاظ کا تعلق مقتدی کے ساتھ ہی ہے۔ ائمہ حدیث کا فہم اس کی تائید کرتا ہے۔

② ان الفاظ کا تعلق سری نمازوں سے جوڑنا درست نہیں، کیونکہ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

إِنِّي أَسْمَعُ قِرَاءَ ةَ الْإِمَامِ ....

''میں امام کی قرأت سن رہا ہوتا ہوں......۔''

(مسند الحُميدي : 1004، صحيح أبي عَوانة : 1680)

یہ تو ظاہری بات ہے کہ امام کی قرأت سری نمازوں میں نہیں سنی جاتی، لہٰذا اس اثر کو صرف سری نمازوں پر محمول کرنا درست نہ ہوا۔صحابہ کرام جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کے قائل تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَاقْرَأْ بِهَا وَاسْبُقْهُ .

''جب امام سورت فاتحہ پڑھے تو آپ بھی پڑھیے اور امام سے سبقت لے جایئے۔''

(جزء القراءة للبخاري : 146، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ نیموی حنفی نے اس کی سند کو''حسن'' کہا ہے۔

(آثار السّنن : 358)

اسی طرح سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کا فتویٰ دیتے تھے۔

❀ یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَقَالَ لِي : اقْرَأْ قَالَ : قُلْتُ : وَإِنْ كُنْتُ خَلْفَكَ؟ قَالَ : وَإِنْ كُنْتَ خَلْفِي قَالَ : وَإِنْ قَرَأْتُ .

''میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں

سوال کیا، فرمایا: آپ قرأت کیجئے، میں نے عرض کیا: اگرچہ میں آپ کے پیچھے (مقتدی) ہوں؟ فرمایا: جی ہاں، اگرچہ آپ میری اقتدا میں ہوں اور میں قرأت کررہا ہوں۔"

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3748، شرح مَعاني الآثار :218/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے:

اِقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

"آپ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھیے۔"

(الأوسط لابن المُنذر : 1324، وسندهٗ صحيحٌ)

احناف بتائیں کہ وہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ کیوں نہیں پڑھتے؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فتویٰ ترک کرنے کی وجہ؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

"ہم (صحابہ) ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ اور مزید کوئی سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھتے تھے۔"

(سنن ابن ماجه : 843، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بھی ظہر و عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :219/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابونضرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ، عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ: فَاتِحَةَ الْكِتَابِ.

''میں نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے گا؟ فرمایا: سورت فاتحہ پڑھے گا۔''

(القراءة خَلفَ الإمام للبخاري : 27، القراءة للبيهقي : 224، وسندهٗ حسنٌ)

کسی صحابی سے سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت ترک کرنا ثابت نہیں۔

③ اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ کا معنی تدبر اور غور وفکر کرنا بھی کسی طور درست نہیں، اہل علم نے اس کا معنی کچھ یوں بیان کیا ہے:

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول: اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ سے مراد یہ ہے کہ سورت فاتحہ کو سراً پڑھا جائے، اونچی آواز سے نہ پڑھا جائے۔ ان الفاظ کو دل میں فاتحہ پڑھنے اور زبان سے ادا نہ کرنے پر محمول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اہل لغت کا اجماع ہے کہ دل میں پڑھنے کو قرأت نہیں کہا جاتا، نیز اہل علم کا اجماع ہے کہ فاتحہ کو دل سے پڑھنا اور زبان سے ادا نہ کرنا نہ (نماز کی شرائط میں سے کوئی) شرط ہے اور نہ ہی مسنون عمل ہے، لہٰذا اس روایت کو ایسے معنی پر محمول کرنا جائز نہیں، جس کا نہ کوئی قائل ہو اور نہ لغت عرب اس کا ساتھ دے۔''

(كتاب القراءة خَلفَ الإمام، ص 31)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کی دلیل ہے، (جو کہتے ہیں:) امام، مقتدی اور منفرد پر فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ مقتدی کیلئے وجوب کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ کا یہ فتویٰ بھی ہے: اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ ''آہستہ آواز میں سورت فاتحہ پڑھیے۔'' اس کا معنی ہے کہ اتنی مخفی آواز میں پڑھیے کہ آپ خود کو سنا سکیں۔ بعض مالکیہ وغیرہ نے ان الفاظ سے مراد تدبر کرنا اور یاد دہانی لیا ہے، یہ معنی قبول نہیں، کیونکہ قرأت کا اطلاق تب ہی ہوسکتا ہے، جب زبان کو اتنی حرکت دی جائے کہ خود کو آواز سنائی دے۔ اسی طرح اہل علم کا اتفاق ہے کہ جنبی شخص اگر قرآن میں دل سے تدبر کرے اور زبان کو حرکت نہ دے، تو اسے قرآن پڑھنے والا اور حالت جنابت میں قرأت کرنے پر گناہ کا مرتکب قرار نہیں دیا جاتا۔''

(شرح مسلم: 103/4)

۞ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب کہتے ہیں:

أَمَّا مَا قَالَ الْمُدَرِّسُونَ مِنْ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْقِرَاءَ ةِ فِي نَفْسِهِ التَّدَبُّرُ وَالتَّفَكُّرُ فَلَا يُوَافِقُهُ اللُّغَةُ .

''(بعض حنفی) مدرسین کا کہنا کہ الْقِرَاءَ ةِ فِي نَفْسِهٖ سے مراد تدبر اور تفکر ہے، (درست نہیں، کیونکہ) اس معنی کی لغت موافقت نہیں کرتی۔''

(العَرف الشّذي: 78/1)

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ جب امام دوران خطبہ سورت احزاب کی آیت نمبر ۵۶ پڑھے، تو:

يُصَلِّي السَّامِعُ فِي نَفْسِهٖ . ''سننے والا آہستہ سے درود پڑھے۔''

(الهِداية :123/1)

۞ اس کا مفہوم ''الکفایۃ شرح ہدایہ'' میں یوں بیان ہوا ہے:

أَيْ فَيُصَلِّي بِلِسَانِهِ خَفِيًّا .

''یعنی زبان سے مخفی آواز میں درود پڑھے۔''

(تُحفة الأحوذي : 206/2، مِرعاة المَفاتيح : 113/3)

۞ علامہ مُظہری حنفی صاحب لکھتے ہیں:

''فِي نَفْسِكَ کا مطلب ہے کہ اتنی آواز میں پڑھیں کہ آپ اپنے آپ کو سنا سکیں، اتنا اونچا نہ پڑھیں کہ ساتھ والے نمازی کو تشویش میں ڈال دیں۔ جو اپنی قرأت نہ سن سکے، اس کی قرأت درست نہیں۔''

(المَفاتيح شرح المَصابيح : 126/2)

۞ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ : (فِي نَفْسِكَ) أَيْ سِرًّا .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان: فِي نَفْسِكَ کا معنی ہے: سراً قرأت کرنا۔''

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه :277/1)

۞ علامہ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ : (قَالَ : اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ) أَيْ سِرًّا بِحَيْثُ تُسْمِعُ نَفْسَكَ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان: (اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ) کی مراد ہے کہ اتنی آہستہ قرأت کریں کہ خود کو سنائی دے۔''

(لمعات التّنقيح في شرح المَصابيح : 583/2)

۞ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي نَفْسِكَ .

''امام کے پیچھے ہر رکعت میں چپکے چپکے سورت فاتحہ پڑھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :374/1، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''امام کو چاہیے کہ جیسے شروع نماز میں تکبیر اولیٰ کے بعد سکتہ کرے اور سورت فاتحہ کی قرأت بعد بھی سکتہ کرے، تا کہ مقتدی سورت فاتحہ پڑھ لے۔ اگر امام سکتہ نہ کرے، تو مقتدی کو چاہیے کہ امام کے ساتھ ساتھ ہی سورت فاتحہ پڑھ لے اور جلدی پڑھ لے، پھر غور سے امام کی قرأت سنے۔''

(القراءة خلفَ الإمام للبيهقي، ص71، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: روایت: ''لوگ جہری نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے سے رک گئے۔'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد فرمایا:

هَلْ قَرَأَ مَعِي مِنْكُمْ أَحَدٌ؟، فَقَالَ رَجُلٌ : نَعَمْ أَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي أَقُولُ : مَا بَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ؟

''کیا کسی نے میرے ساتھ قرأت کی؟ ایک شخص نے کہا: جی ہاں، میں نے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی کہوں کہ مجھ پر قرآن پڑھنا مشکل کیوں ہو رہا ہے؟''

(مسند الحميدي : 983، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے:

فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ، فِيمَا جَهَرَ بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جہری نماز میں لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت کرنے سے رک گئے۔''

یہ امام زہری رحمہ اللہ کا مدرج قول ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس حدیث کے بعد صحابہ کرام جہری نمازوں میں فاتحہ کے بعد والی قرأت کرنے سے رک گئے۔ اس سے امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا استدلال کرنا درست نہیں۔

تنبیہ:

قَالَ الزُّهْرِيُّ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَانْتَهَى النَّاسُ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگ (جہری نمازوں میں فاتحہ کے بعد قرأت کرنے سے) رک گئے۔''

(سنن أبي داود، تحت الحديث : 827)

یہ قول منقطع ہے، امام زہری نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مَا يَدْخُلُ عَلٰى مَنْ رَأَى الْقِرَاءَ ةَ خَلْفَ الْإِمَامِ، لِأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ هُوَ الَّذِي رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيثَ .

''اس حدیث میں ان کے خلاف کوئی دلیل نہیں کہ جو کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے

(سورت فاتحہ کی) قرأت کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس حدیث نبوی کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں (جو امام کے پیچھے فاتحہ کی قرأت کا فتویٰ دیتے تھے)۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 312)

سوال: قرأت میں واحد کے صیغہ کو جمع اور جمع کو واحد پڑھ دیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر ایسا کرنا قطعاً ناجائز وحرام ہے، نماز بھی باطل ہے۔ البتہ اگر بھول کر ہوا ہے، تو نماز ہو جائے گی، اعادہ نہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص امام سے درخواست کرے کہ آج نماز میں فلاں فلاں سورت کی تلاوت سنا دیجئے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ درخواست کی بھی جا سکتی ہے اور اسے پورا بھی کیا جا سکتا ہے۔ کسی خاص سورت کی فرمائش کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا سورت اعراف (۲۰۴) سے فاتحہ خلف الامام کی نفی ہوتی ہے؟ نیز اس بارے وار چند اقوال صحابہ کی تحقیق درکار ہے؟

جواب: جو لوگ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنے سے روکتے ہیں، وہ سورت اعراف کی آیت (۲۰۴) پیش کرتے ہیں، اس استدلال پر مختصر اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

(الأعراف : ٢٠٤)

''جب قرآن کی تلاوت کی جائے، تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، تا کہ تم پر رحمت ہو۔''

جائزہ:

① خیر القرون میں کسی نے اس آیت سے مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنے سے منع نہیں کیا۔

② یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، اس کے باوجود آپ ﷺ نے مقتدی کو جہری نمازوں میں فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، کبھی منع نہیں کیا۔

④ آیت کریمہ عام ہے۔ قرآن کے عمومی حکم سے حدیث استثنیٰ کر سکتی ہے۔ مقتدی کے لیے مطلقاً قرأت کرنا منع ہے، لیکن فاتحہ کو حدیث نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت اعراف کے بارے فرماتے ہیں:

يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ الْمَفْرُوضَةِ .

''یعنی فرض نماز میں۔'' (القراءة للبيهقي، ص 88)

روایت ضعیف ہے۔

① علی بن ابی طلحہ کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

② عبداللہ بن صالح، کاتب لیث کثیر الغلط راوی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے فرماتے ہیں:

فِي الصَّلَاةِ . ''یہ نماز کے بارے میں ہے۔''

(القراءة للبيهقي، ص 87)

سند سخت ضعیف ہے۔

۱۔ ابو مقدام ہشام بن زیاد ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

۲۔ حسن بصری مدلس وکثیر الارسال ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِذَا قَرَأَتْ أَئِمَّتُهُمْ جَاوَبُوهُمْ فَكَرِهَ اللّٰهُ ذٰلِكَ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ قَالَ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾.

''جب بنی اسرائیل کے ائمہ قرأت کرتے تھے، تو مقتدی بھی ساتھ پڑھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ عمل اس امت کے لیے ناپسند کیا اور فرمایا: ''جب قرآن پڑھا جائے، تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔''

(الدُّرّ المَنثور للسّيوطي: 156/3)

بے سند روایت ہے۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مقتدیوں سے فرمایا:

لَعَلَّكُمْ تَقْرَؤُونَ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: أَلَا تَفْقَهُونَ؟ مَا لَكُمْ لَا تَعْقِلُونَ؟ ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾(الأعراف: ٢٠٤)

''شاید آپ قرأت کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: جی ہاں، فرمایا: آپ سمجھتے کیوں نہیں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾(الأعراف: ٢٠٤) ''جب قرآن کی تلاوت کی جائے، تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحمت ہو۔''

(تفسير ابن أبي حاتم: 1775، وسندهٗ حسنٌ)

اس میں یہ ذکر نہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مقتدیوں کو فاتحہ سے روکا ہے، اس میں مطلق قرأت کا ذکر ہے، یہ فاتحہ کے بعد والی قرأت پر محمول ہے۔

سوال: ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بلا کراہت جائز ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے، پہلی میں سورت الاعلیٰ، دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص، فلق اور ناس پڑھتے تھے۔''

(سنن الدار قطني : 35/2، ح : 1660، المستدرك للحاكم :305/1، شرح معاني الآثار للطّحاوي :285/1، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اگر امام جہری نماز میں بھول کر سورت فاتحہ کی کچھ آیات آہستہ پڑھ لے، تو یاد آنے پر کیا کرے؟

جواب: یاد آنے پر یا لقمہ دینے پر دوبارہ سورت فاتحہ اونچی آواز میں پڑھے، اس بھول پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

سوال: کیا کسی صحابی سے نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا ثابت ہے؟

جواب: کسی صحابی سے نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا ثابت نہیں۔

سوال: منفرد شخص جہری قرأت کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے

گزرے، وہ آہستہ آواز سے قراءت کر رہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اونچی آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! جس ذات سے سرگوشی کر رہا تھا، اسے میں نے اپنی بات سنا دی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا، آپ بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس سے سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آپ اپنی آواز قدرے بلند کیجیے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کیجیے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1329، سنن التِّرمِذي : 447، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1161) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (733) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (1/310) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سنن ابی داوٗد کی ایک روایت (1330، وسندہٗ حسنٌ) میں ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال! میں نے آپ کو کچھ آیات ایک سورت سے اور کچھ دوسری سورت سے پڑھتے سنا ہے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کا سارا کلام ہی طیب و نفیس ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ایک حصے کو دوسرے کے ساتھ ملاتا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی درست۔''

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مسجد میں اعتکاف کے دوران نبی کریم ﷺ کچھ لوگوں کو دیکھا، وہ بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے، آپ ﷺ نے خیمے کا پردہ ہٹا کر فرمایا: آپ اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں، ایک دوسرے کو تکلیف مت پہنچائیں، قرأت میں یا نماز میں ایک دوسرے سے آواز بلند نہ کریں۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 4216، مسند الإمام أحمد : 94/3، سنن أبي داوٗد : 1332، فضائل القرآن للنّسائي : 117، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1162) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (311/1) نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

(سوال): نماز میں مختلف پاروں سے قرأت کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، قرأت میں ترتیب ضروری نہیں۔

(سوال): کیا جمعہ کی نماز میں سورت جمعہ اور سورت منافقون کی قرأت مسنون ہے؟

(جواب): مسنون ہے۔ (مسلم: ۸۷۷)

(سوال): کیا وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملانی چاہیے؟

(جواب): رسول اللہ ﷺ تین وتروں کی پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ، دوسری میں سورت کافرون اور تیسری میں سورت اخلاص کی تلاوت فرماتے تھے۔

(مسند الإمام أحمد : 406/3، سنن النّسائي : 1734، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 392/1، وسندہٗ صحیحٌ)

(سوال): کیا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے آہستہ آمین ثابت ہے؟

(جواب): کسی صحیح ثابت حدیث میں رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی سے آہستہ آمین کہنا ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی تمام روایات غیر ثابت اور ضعیف ہیں۔ اس کے برعکس اونچی آمین پر کئی احادیث اور آثار صحابہ دلالت کناں ہیں۔

❀ اسحاق کوسج رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا؟ ''کیا آمین اونچی کہی جائے گی؟ فرمایا: جی ہاں، اللہ کی قسم امام ومقتدی آمین اونچی کہیں گے۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ بھی کہی کہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: اونچی آمین نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کر جائے، یہ امام پر زیادہ لازم ہوتی ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اتنی اونچی کہے کہ کم از کم قریب والے سن لیں، اگر صف کے آخر تک سنا دے، تو کیا بات ہے! حتی کہ مردوں کے پیچھے کھڑی عورتوں کو بھی سنا دے۔ لوگ چھوڑ بھی دیں کوئی امام یا مقتدی اس سنت کو نہ چھوڑے۔ شرم محسوس کر کے یا کسی خوف سے یا کسی مجبوری کے ڈر سے بھی نہ چھوڑے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے۔''

(مسائل أحمد وإسحاق بن راهويه برواية الكوسج: 138/1)

(سوال): شرمگاہ کو ہاتھ لگ گیا، درمیان میں کپڑا حائل نہیں تھا، تو وضو کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں وضو مستحب ہے، واجب نہیں۔

(سوال): نماز میں چھینک آئی اور ناک سے نزلہ نکل آیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں، نماز جاری رکھے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): اپنے محلّہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلّہ کی مسجد میں جانا کیسا ہے؟

(جواب): جایا جا سکتا ہے۔

(سوال): سختی بیماری کی صورت میں جماعت ترک کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بیماری عذر شرعی ہے، اس صورت میں جماعت ترک کی جا سکتی ہے، گھر میں ہی بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھ لے۔ شریعت نے بیماری کی کوئی حد مقرر نہیں کی، یہ معاملہ ایمان پر چھوڑا ہے۔

(سوال): کیا فرض نماز بیوی کے ساتھ با جماعت پڑھی جا سکتی ہے؟

(جواب): اگر بوجہ مسجد کی جماعت میں شامل ہونا ممکن نہ ہو، تو گھر میں بیوی کے ساتھ فرض نماز کی جماعت کرائی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں بیوی خاوند کے پیچھے اکیلی کھڑی ہو گی، وہ اکیلی صف متصور ہو گی۔

(سوال): ایک شخص کو بیماری ہے کہ اس کے منہ سے سخت بدبو آتی ہے، کیا اس کے لیے جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے؟

(جواب): جس شخص کے منہ سے اتنی سخت بدبو آتی ہو کہ ساتھ کھڑے ہونے والے اذیت محسوس کریں، تو اسے چاہیے کہ علاج معالجہ کرے، تب تک اس کے لیے جماعت ترک کرنا جائز ہے۔

(سوال): کیا جماعت میں شامل ہونا واجب ہے؟

(جواب): راجح یہی ہے کہ جماعت میں شامل ہونا واجب ہے، بلا عذر جماعت ترک کرنے والا شخص گناہ گار ہے۔ ترک جماعت پر وعید سنائی گئی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا ہے کہ لکڑی اکٹھی کرنے کا حکم دوں اور انہیں جلا دیا جائے، پھر میں نماز کے لیے کہوں، اذان کہی جائے، پھر میں کسی شخص کو امامت کرانے کے لیے کہوں اور میں ان مردوں کا پیچھا کروں (جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے) میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں......۔''

(صحيح البخاري : 644، صحيح مسلم :651)

(سوال): صحیح العقیدہ مسلمانوں کی مسجد گھر کے ساتھ ہے، پھر بھی مسلسل مسجد کی جماعت ترک کر کے گھر میں جماعت کرائی جاتی ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): جماعت میں شامل ہونا واجب ہے، بلا وجہ مسجد کی جماعت ترک کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر کچھ لوگ مسجد کی جماعت چھوڑ کر اپنی جماعت کراتے ہیں، تو باوجود گناہ گار ہونے کے ان کی نماز ہو جائے گی۔

(سوال): کتنے مقتدی ہوں، تو جماعت کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے؟

(جواب): ایک مقتدی بھی ہو، تو جماعت کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے، البتہ جتنے مقتدی زیادہ ہوں گے، اتنا ثواب زیادہ ہوگا۔

(سوال): مقتدی امام سے کتنے فاصلے پر کھڑے ہوں؟

(جواب): اتنا فاصلہ ہو، کہ بآسانی سجدہ ہو جائے۔

(سوال): مسلمان بھنگی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر حالت نشہ میں نہیں ہے، تو ہوسکتا ہے۔

(سوال): جس شخص کو متعدی مرض لاحق ہے، کیا وہ جماعت ترک کرسکتا ہے؟

(جواب): اس کے لیے جماعت ترک کرنا ضروری ہے۔

(سوال): اگر مقتدی صرف نابالغ بچے ہوں، تو جماعت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جب بچے کی امامت جائز ہے، تو اس کا مقتدی ہونا بالاولیٰ جائز ہے۔

(سوال): علم دین سیکھنے میں مشغول ہے، کیا جماعت ترک کرسکتا ہے؟

(جواب): ہرگز نہیں۔ علم دین سیکھنے کا مقصد بھی دین پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا ہے۔ جب خود ہی فرائض وواجبات کا تارک ہوگا، تو دوسروں کو کیا دعوت دے گا؟ اس لیے علم دین سیکھنے کے لیے جماعت ترک کرنا جائز نہیں۔

(سوال): تکبیر اولیٰ کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کا کیا ثواب ہے؟

(جواب): اس کے خاص ثواب اور اجر کے بارے میں تو کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے، جو روایات مروی ہیں، وہ ضعیف وغیر ثابت ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ جو جتنا جلدی جماعت میں شامل ہوگا، اس کا ثواب اتنا زیادہ ہوگا، بہ نسبت اس شخص کے کہ جو تکبیر اولیٰ کے بعد یا دوسری، تیسری رکعت میں شامل ہوتا ہے۔

(سوال): جماعت کا وقت ہو چکا ہے، کوئی مقتدی نہیں آیا، کچھ انتظار کے بعد امام نے اکیلے نماز ادا کرلی، بعد میں کچھ مقتدی آئے، تو دوبارہ جماعت کرائی جائے؟

(جواب): امام کی فرض نماز ادا ہو چکی ہے، اب اگر وہ چاہے، تو انہیں جماعت کرا سکتا ہے، مقتدیوں کی فرض نماز ہوگی اور امام کی نفل ہو جائے گی۔

(سوال): جس شخص کی امامت سے فساد کا خدشہ ہو، اسے امامت سے روکنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر تو دین میں فساد کا خدشہ ہے، تو امامت سے روکنا ضروری ہے اور اگر بعض افراد کے ذاتی فساد کا خدشہ ہے، تو صورت حال کے مطابق امام کو بھی روکا جا سکتا ہے اور مقتدیوں کو بھی۔

(سوال): جو شخص بلا عذر شرعی جان بوجھ کر جماعت سے الگ ہو کر اکیلے نماز پڑھے، اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کی نماز ادا ہو جائے گی، مگر جماعت ترک کرنے کا گناہ ہو گا، کیونکہ جماعت میں شامل ہونا واجب ہے۔

(سوال): جو لوگ جماعت میں شامل نہیں ہوتے، ان کے گھر جلانے کا فتویٰ دینا کیسا ہے؟

(جواب): یہ فتویٰ علم پر مبنی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا تھا، وہ تہدید و وعید کے لیے فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ نے کسی کے گھر کو جلایا بھی نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شیعہ اہل سنت کی جماعت میں شامل ہو جائے، تو جماعت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جماعت صحیح ہے، شیعہ کے شامل ہونے سے دوسروں کی نماز میں کوئی فرق نہ آئے گا، صف کے درمیان یہ شخص ستون کے قائم مقام ہو گا۔

(سوال): ایک مسجد میں جماعت نہ مل سکے، تو کیا دوسری مسجد کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟

(جواب): ہو سکتا ہے۔

(سوال): باہر پڑے سامان کی حفاظت کرنے کی وجہ سے جماعت ترک کرنا کیسا ہے؟

(جواب): کبھی کبھار ایسا ہو، تو گنجائش ہے، مسلسل یا بار بار ایسا کرنا درست نہیں۔

(سوال): کیا مسجد میں نماز تراویح کی جماعت میں عورتیں شریک ہو سکتی ہیں؟

(جواب): باپردہ انتظام ہو،تو ہوسکتی ہیں۔

(سوال): کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم فلاں کوامام مقرر کریں،بعض کہتے ہیں کہ ہم کسی اور کو امام مقرر کریں گے،اس اختلاف میں کس کوامام مقرر کیا جائے؟

(جواب): انتظامیہ مسجد کو چاہیے کہ جو امامت کے زیادہ لائق ہے، اسے امام مقرر کر لے، اگر دونوں برابر حیثیت کے ہیں،تو جسے زیادہ لوگ پسند کرتے ہیں، اسے امام مقرر کر دیا جائے۔ البتہ اس صورت میں دوسرے لوگوں کو بھی اعتماد میں لینا چاہیے، ورنہ جماعت میں بے جا اختلاف وانتشار پیدا ہو جائے گا۔

(سوال): مسجد کا مقرر امام موجود ہے اور مسجد میں ایک بڑے قاری اور عالم موجود ہیں، امامت کا حق کسے حاصل ہے؟

(جواب): امامت کا حق دار وہی ہے، جو امام راتب ہے، خواہ مسجد میں اس سے بڑا قاری اور عالم بھی موجود ہو۔

❀ سیدنا ابوسعید رحمہ اللہ مولیٰ ابواُسَید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے شادی کی تو بہت سے صحابہ رُخصتی کی رات میرے پاس موجود تھے۔ نماز کا وقت آیا، تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، لیکن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کھینچ لیا اور فرمایا: گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے۔ انہوں نے سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ فرمایا: جی ہاں! ابوسعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، حالانکہ میں اس وقت غلام تھا۔''

(الأوسط لابن المنذر : 4/156، وسندهٗ صحیحٌ، مصنّف ابن أبي شیبة : 2/217)

اگرامام راتب اجازت دے،تو بڑا عالم بھی امامت کرا سکتا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے مسجد میں برسوں امامت کرائی، اسی مسجد میں امامت کراتے فوت ہوگیا، کیا اس کے بیٹے امامت کا استحقاق رکھتے ہیں؟

(جواب): انتظامیہ کو چاہیے کہ اگر امام کا کوئی بیٹا امامت کے لائق ہے،تو اسے امام مقرر کر دیں، ورنہ کسی اور کو امام مقرر کریں۔صرف امام کا بیٹا ہونے سے امامت کا استحقاق نہیں ہوتا، اصل چیز اہلیت ہے۔اہلیت ہے،تو ترجیح امام کے بیٹے کو دینی چاہیے۔

(سوال): امام راتب کی اجازت کے بغیر کوئی شخص امامت کرادے،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): امام راتب کی جازت کے بغیر کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا عالم یا قاری ہو، امامت نہیں کرا سکتا۔ایسا کرنے والا گناہ گار ہے، البتہ اس صورت میں پڑھی گئی نماز ادا ہو جائے گی۔

(سوال): دو میں سے ایک کو امام مقرر کرنا ہے، دونوں قرأت اور علم میں برابر ہیں،مگر ان میں سے ایک نابینا ہے، کس کو امام مقرر کیا جائے؟

(جواب): اگرچہ نابینا کی امامت بلا کراہت جائز ہے،مگر جب بینا اور نابینا قرأت، علم اور دیگر شرائط امامت میں برابر ہوں،تو نابینا پر بینا کو ترجیح حاصل ہوگی، واللہ اعلم!

(سوال): بعض لوگ کہتے ہیں سوائے سادات کے کوئی امامت کا مستحق نہیں، یہ بات کیسی ہے؟

(جواب): یہ بات سراسر غلط ہے، امامت کا استحقاق قرأت، علم اور دیگر اُمور کی بنا پر ہوتا ہے،نسب کو اس میں کچھ دخل نہیں۔عہد نبوی اور عہد صحابہ میں کتنے ہی ایسے افراد کو امام مقرر کیا گیا، جو نبی کریم ﷺ یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان سے نہ تھے۔

(سوال): کیا عدالت کسی قوم میں ان کی مرضی کے بغیر امام مقرر کر سکتی ہے؟

(جواب): امام کے انتخاب کا حق اہل علاقہ کو حاصل ہے، عدالت یا کوئی محکمہ اہل علاقہ کی مرضی کے خلاف کسی کو زبردستی امام مقرر نہیں کر سکتا۔

(سوال): کیا اذان اور امامت کا فریضہ ایک ہی شخص ادا کر سکتا ہے؟

(جواب): کر سکتا ہے۔

(سوال): جو شخص فرض نماز سے پہلے سنن مؤکدہ ادا نہ کر سکا، کیا وہ اس نماز کی امامت کرا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، کرا سکتا ہے، اس سے مقتدیوں کی نماز میں کچھ خلل نہ آئے گا۔

(سوال): اگر کوئی شخص ائمہ اربعہ کو جاہل اور فاسق کہتا ہے، اس کی اقتدا میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص گمراہ ہے، امامت کے اہل نہیں۔ اسے سمجھانا چاہیے، سمجھ جائے، تو درست، ورنہ امامت سے فارغ کر دینا چاہیے۔

(سوال): حلالہ کرنے والے امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حلالہ زنا ہے اور زانی کو امام مقرر کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ اعلانیہ توبہ کر لے اور اس میں امامت کا کوئی اور مانع سبب نہیں، تو اس کی امامت درست ہے۔

(سوال): شطرنج کھیلنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شطرنج جوا ہے اور جوا حرام ہے۔ اعلانیہ فاسق کو امام مقرر نہیں کیا جا سکتا، تاوقتیکہ وہ قولی و عملی توبہ کر لے۔

(سوال): بواسیر والے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بواسیر ایک بیماری ہے، اس کی وجہ سے امامت پر کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): ایک شخص جھوٹی احادیث بیان کرتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر وہ اپنی جہالت کی وجہ سے کرتا ہے اور معلوم ہونے پر تائب ہو جاتا ہے، تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایسا جان بوجھ کرتا ہے، یا معلوم ہونے پر بھی رجوع نہیں کرتا، تو ایسا شخص سخت گناہ گار ہے، اس کی امامت جائز نہیں۔

❁ متواتر حدیث میں ہے:

''میرے متعلق جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والا اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کر لے۔''

(صحيح البخاري : 110 ، صحيح مسلم : 3)

(سوال): جس شخص کو رعشہ کی بیماری ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): ایک امام ایسی دعوتوں میں شریک ہوتا ہے، جہاں شراب پی جاتی ہے، مگر خود نہیں پیتا، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے مجلسوں میں شریک ہونا ناجائز ہے، اگر امام توبہ کر لے، تو درست، ورنہ اسے امام بنانا درست نہیں، اس میں دین کا نقصان ہے۔

(سوال): قادیانیوں کو مسلمان کہنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ امام گمراہ ہے، اس کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): کیا متنفل کی اقتدا میں مفترض نماز پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): متنفل کی اقتدا میں مفترض کی نماز بلاشبہ جائز ہے۔ اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، فہم سلف بھی اسی کا مؤید ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرتے، پھر آ کر اپنی قوم کی امامت فرماتے۔ ایک رات انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں عشا کی نماز ادا کی اور اپنی قوم کو آ کر یہی نماز پڑھائی اور سورت بقرہ کی قرأت شروع کر دی۔ ایک آدمی نماز توڑ کر پیچھے پلٹا اور اکیلے اپنی نماز ادا کر کے چلا گیا۔ دوسرے صحابہ نے کہا: اے فلاں! کیا تو منافق ہو گیا ہے؟ اس نے جواباً کہا: اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے، البتہ میں یہ قصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار ضرور کروں گا۔ چنانچہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سارا دن اونٹوں کے ذریعے کھیت سیراب کرتے ہیں۔ معاذ نے آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی اور ہمارے پاس آ کر سورت بقرہ شروع کر دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: معاذ! کیا آپ لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں؟ فلاں فلاں سورت پڑھا کیجیے۔''

(صحيح البخاري: 700؛ صحيح مسلم: 465، واللّفظ لهٔ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''ہمارے اصحاب (محدثین) کا اسی پر عمل ہے، جن میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایسا آدمی فرضوں میں لوگوں کی امامت کرے، جو خود اس سے پہلے وہی نماز پڑھ چکا ہو، تو اس کی اقتدا کرنے والوں کی نماز جائز ہے۔ انہوں نے معاذ رضی اللہ عنہ کے قصہ والی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل لی ہے۔''

(سنن التِّرمِذي، تحت الحديث: 583)

❁ علامہ سندھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث واضح دلالت کرتی ہے کہ متنفل کی اقتدا مفترض کے لئے جائز ہے۔ گو کہ ناقص جوابات اس کے احناف نے دیئے ہیں، لیکن اس کا جواب بہت ہی مشکل ہے۔'' (حاشية السندي على النسائي : 103/2)

❁ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

يُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ، هِيَ لَهُ نَافِلَةٌ، وَلَهُمْ فَرِيْضَةٌ .

''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو وہی نماز پڑھاتے، جو ان کے لئے نفل ہوتی اور قوم کے لئے فرض۔''

(السّنن الكبرىٰ للبَيهقي : 86/3، الأم للشافعي : 173/1، سنن الدّارقطني : 374/1، شرح معاني الآثار للطّحاوي :409/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ابن جریج رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ دوسرے راویوں کی طرف سے ان الفاظ کا عدمِ ذکر عدمِ وجود پر دلالت نہیں کرتا، ثقہ کی زیادت بالاتفاق مقبول ہے، کیوں کہ یہ ثقات کی مخالفت نہیں ہے۔

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ ...... فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ، فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَأَخَّرُوا، وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ، قَالَ : فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ، وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ .

''ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ذات الرقاع پہنچے۔۔۔نماز کے لئے

اذان کہی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں، دو رکعت ادا کرنے کے بعد وہ پیچھے ہٹ گئے، اور دوسری جماعت آگے آئی، آپ ﷺ نے انہیں بھی دو رکعت پڑھائیں۔ یوں رسول اکرم ﷺ کی چار اور صحابہ کی دو دو ہوئیں۔''

(صحيح البخاري تعليقاً : 4136، صحيح مسلم موصولًا : 843)

❁ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے حالت خوف میں نماز ظہر ادا کی۔ ایک جماعت نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور دوسری نے دشمن کے سامنے۔ آپ نے انہیں دو رکعت پڑھائیں اور سلام پھیرا۔ وہ لوگ جو نماز ادا کر چکے تھے، جا کر دوسرے ساتھیوں کی جگہ پر کھڑے ہو گئے، پھر دوسرے آئے، انہوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ نے انہیں بھی دو رکعت پڑھا کر سلام پھیرا، اس طرح نبی اکرم ﷺ کی چار اور صحابہ کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔''

(سنن أبي داوٗد :1248، سنن النّسائي : 1553، صحيحٌ)

❁ علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عَلٰى كُلِّ حَالٍ، فَالْاِسْتِدْلَالُ عَلَى الْحَنْفِيَّةِ بِحَدِيثِ جَابِرٍ صَحِيْحٌ.

''بہر حال سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے احناف کے خلاف (متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز کا) استدلال درست ہے۔''(نصب الرّاية : 57/2)

❁ علامہ سندھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا يَخْفٰى أَنَّهٗ يَلْزَمُ فِيْهِ اقْتِدَاءُ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ قَطْعًا، وَلَمْ أَرَ لَهُمْ عَنْهُ جَوَاباً شَافِياً .

”اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ متنفل کی اقتدا میں مفترض کی نماز کا قطعی جواز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، احناف کے پاس اس کا کوئی شافی جواب نہیں۔“

(حاشية السّندي على النسائي : 3/178، 179)

نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

سوال: قبروں پر غلاف چڑھانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قبروں پر غلاف چڑھانا بدعت ہے، بدعتی کو امام نہیں بنانا چاہیے۔

سوال: مسجد میں زنا کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

سوال: قاتل کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قاتل جب تک دیت وغیرہ نہ دے یا اسے معاف نہ کر دیا جائے، تب تک اس کی امامت جائز نہیں۔

سوال: اگر کسی نے امام پر چوری کا الزام لگایا، تو الزام کے صحیح یا غلط ہونے تک اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے، الزام ثابت ہو جائے، تو اسے امامت سے برخاست کر دیا جائے۔

سوال: اگر کوئی عورت کہہ دے کہ فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک چار شرعی گواہوں سے یہ بات ثابت نہ ہو جائے، تب تک امام کی

امامت جائز ہے۔محض الزام سے امامت پر کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

سوال: شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اعلانیہ کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، الا کہ توبہ کر لے۔

سوال: غیر شرعی تعویذ دینے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس شخص کی امامت جائز نہیں۔

سوال: جو شخص شریعت کی بے ادبی کرے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہرگز جائز نہیں۔

سوال: جو شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ کو دنیا کی ہر چیز کا علم ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا غلو اور گمراہی ہے۔ اہل سنت کے اتفاقی واجماعی عقیدہ سے انحراف ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

سوال: جس کے منہ میں دانت نہ ہوں، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جسے عاق کیا گیا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اسے والد نے عاق کیوں کیا ہے، اگر والدین کو ستانے اور نافرمانیوں کی وجہ سے عاق کیا ہے، تو اس کی امامت جائز نہیں اور اگر عاق کرنے کی ایسی وجہ ہے، جو بیٹے کے لیے شرعاً قابل ملامت نہیں، تو ایسے شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ یاد رہے کہ کسی کو جائیداد سے عاق کرنا شرعاً جائز نہیں۔

سوال: اعلانیہ میوزک سننے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): میوزک سننا گناہ کبیرہ ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، تا آنکہ اعلانیہ توبہ کر لے۔

(سوال): مریض کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔ (بخاری:٦٦٤، مسلم:٤١٨)

(سوال): مسجد کا مال کھانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مسجد کے مال میں خیانت کرنے والے کی امامت جائز نہیں، البتہ اگر وہ توبہ کر لے، تو جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص کی بلوغت کے بعد بھی ڈاڑھی نہیں آئی، ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ امامت کے لیے ڈاڑھی کا نکلنا شرط نہیں۔

(سوال): ایک شخص پر حج فرض ہے، اسے کوئی عذر بھی نہیں ہے، مگر پھر بھی ادا نہیں کرتا، تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر تہاونا ایسا کرتا ہے، تو اس کی امامت جائز نہیں اور اگر کہے کہ ارادہ ہے، مگر جانے کے لیے شوق ظاہر نہ کرے، تب بھی اسے امام مقرر کرنا مناسب نہیں۔

(سوال): قدرتی طور پر چھوٹی اور بڑی ڈاڑھی والے میں امامت کے زیادہ لائق کون ہے؟

(جواب): دونوں داڑھی نہیں کٹواتے، تو کسی کو بھی امامت کے لیے رکھا جا سکتا ہے، قدرتی طور پر ڈاڑھی کا لمبا یا چھوٹا ہونا باعث فضیلت یا ترجیح نہیں۔

(سوال): ایک شخص عرصہ دراز سے امامت کرا رہا ہے، اب وہ وہم کا شکار ہونے لگا ہے کہ پتہ نہیں میرا وضو باقی ہے یا نہیں، تو کیا ایسے وہم کی صورت میں وہ امامت کرا سکتا ہے؟

(جواب): وہم عارضہ ہے، یقین کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں، ایسا شخص امامت جاری رکھے۔

(سوال): رہن والی چیز سے نفع حاصل کرنے والے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): رہن والی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، یہ نفع حرام ہے، ایسا شخص توبہ نہ کرے، تو امامت کے لائق نہیں۔

(سوال): مصحف سے دیکھ کر امامت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): نماز میں زبانی قرأت کی قدرت نہ ہو، تو قرآن ہاتھ میں پکڑ کر قرأت کی جا سکتی ہے، محدثین اسے جائز سمجھتے تھے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ .

''ان کے غلام ذکوان انہیں امامت قرآن مجید سے دیکھ کر کرواتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1/96 تعليقاً، مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337؛ كتاب المَصاحف لابن أبي داود : 797، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 2/253، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدٌ لَّا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّؤُمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ .

''امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی قوم کی امامت کروائے اور قرأت قرآن مجید سے دیکھ کر کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ، بیان کرتے ہیں:

فِي الرَّجُلِ يَؤُمُّ فِي رَمَضَانَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ، رَخَّصَ فِيهِ.

''حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کی رخصت دیتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 337/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مصحف سے دیکھ کر قرأت کرنے سے منع کرتے تھے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُؤَمَّ النَّاسُ فِي الْمُصْحَفِ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں قرآن ہاتھ میں پکڑ کر امامت کروانے سے منع فرمایا۔''(كتاب المَصاحف : 772)

سند سخت ''ضعیف'' ہے:

① نہشل بن سعید ''متروک'' اور ''کذاب'' ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حَجَر : 7197، ميزان الاعتدال للذهبي : 275/4)

② ضحاک بن مزاحم کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

(شعب الإيمان للبَيهقي : 367/3، 187/4؛ القرائة خلفَ الإمام للبَيهقي : 197؛ تفسير ابن كثير : 236/5؛ التلخيص الحبير لابن حَجَر : 21/1؛ العجائب في بَيان الأسباب لابن حجر، ص : 104)

سوال: کیا حمل میں فوت ہونے والی عورت شہیدہ ہے؟

جواب: دوران حمل فوت ہونے والی عورت شہیدہ ہے۔

سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق اجر دیتا ہے، آپ شہادت کسے سمجھتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: میدان جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میدان قتال کے علاوہ بھی سات اسبابِ شہادت ہیں۔ ① مرض طاعون میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جانے والا ② ڈوب کر مرنے والا ③ نمونیا سے جاں بحق ہونے والا ④ پیٹ کی بیماری سے جان کی بازی ہار جانے والا ⑤ جل کر ہلاک ہونے والا ⑥ دب کر دم توڑ دینے والا ⑦ حمل سے فوت ہو جانے والی خاتون۔''

(موطّأ مالك :233/1، سنن أبي داوٗد :3111، سنن النسائي : 1846، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۸۹) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۰۳) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: ایک امام نماز میں بہت لمبی قرأت کرتا ہے، باوجود مقتدیوں کے کہنے کے باز نہیں آتا، شریعت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: جماعت میں تخفیف کرنی چاہیے، کہ اقتدا میں بیمار، کمزور اور حاجت مند افراد ہوتے ہیں۔ جو شخص باوجود مقتدیوں کے کہنے کے قرأت لمبی کرتا ہے، اس کے بارے میں یہ حدیث ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:
''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرتے، پھر آ کر اپنی قوم کی امامت فرماتے۔ ایک رات انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں عشا کی نماز ادا کی اور اپنی قوم کو آ کر یہی نماز پڑھائی اور سورت بقرہ کی قرأت شروع کر

دی۔ ایک آدمی نماز توڑ کر پیچھے پلٹا اور اکیلے اپنی نماز ادا کر کے چلا گیا۔ دوسرے صحابہ نے کہا: اے فلاں! کیا تو منافق ہو گیا ہے؟ اس نے جواباً کہا: اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے، البتہ میں یہ قصہ نبی اکرم ﷺ کے گوش گزار ضرور کروں گا۔ چنانچہ اس نے رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم سارا دن اونٹوں کے ذریعے کھیت سیراب کرتے ہیں۔ معاذ نے آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی اور ہمارے پاس آ کر سورت بقرہ شروع کر دی۔ رسول اکرم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ؟ اقْرَأْ بِكَذَا وَاقْرَأْ بِكَذَا .

''اے معاذ! کیا آپ لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں؟ فلاں فلاں سورت پڑھا کیجیے۔''

(صحيح البخاري : 700؛ صحيح مسلم : 465، واللّفظ لهٗ)

سوال: سودی کاروبار میں ملازمت کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ اگر ملازمت ترک کر کے توبہ کر لے، تو جائز ہے۔

سوال: یونیورسٹی کی مسجد میں ایک گمراہ انسان امام ہے، باہر قریب کوئی مسجد نہیں ہے، جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: گمراہ کی اقتدا میں نماز جائز نہیں، اگر کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو، تو اکیلے ہی نماز پڑھ لی جائے۔

سوال: جو شخص مسلمانوں کو کافر کہتا ہو، اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص اگر جہالت کی بنا پر کہہ رہا ہے، تو اس پر اتمام حجت کرنا چاہیے، سمجھ جائے تو درست، ورنہ اسے امامت سے فارغ کر دیا جائے، یہ شخص تکفیری فکر کا حامل ہے اور

کئی لوگوں کی فکری تباہی کا باعث بنے گا۔

(سوال): جس پر خائن ہونے کا شبہ ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک خیانت ثابت نہیں ہوتی، امامت بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): شراب پینے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص لائق امامت نہیں، اسے فارغ کر دینا چاہیے۔

(سوال): جس شخص کی بیوی زانیہ ہے، وہ اسے طلاق بھی نہیں دیتا، تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): زانیہ اگر زنا سے توبہ نہیں کرتی، تو اسے اپنے عقد میں نہیں رکھنا چاہیے، بہرکیف ایسے شخص کو امام مقرر نہیں کرنا چاہیے کہ اس میں دین کا نقصان ہے، البتہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی دنیاوی غرض کے لیے رافضی سے کر دی، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس شخص میں دینی حمیت نہیں ہے، اس لیے امامت کے اہل نہیں۔

(سوال): روایت: ''گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہو جاتا ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ حدیث سنن ابن ماجہ (۴۲۵۰) میں آتی ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔

(سوال): کوئی شخص کہے کہ میں فلاں تاریخ سے پہلے پہلے مر جاؤں گا، مگر وہ نہ مرے، تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس غیب کا علم ہے، جس کی بنا پر اس نے اپنی موت کی خبر دی، تو وہ سخت گمراہ بلکہ اہل علم نے اسے کافر کہا ہے، اس کی امامت ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر وہ یہ دعویٰ اپنی صحت اور تجربہ کی بنا پر کرے یا ایسے ہی اٹکل پچو لگائے، تو کوئی حرج نہیں، اس کی امامت درست ہے، واللہ اعلم!

(سوال): والدہ کو مارنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): والدہ کو مارنا کبیرہ گناہ ہے، اگر ایسے شخص توبہ نہ کرے، تو اس کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): نماز فجر چھوڑنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): روافض کی نماز جنازہ پڑھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو شخص جانتے بوجھتے روافض کا جنازہ پڑھتا ہے اور جنازہ پڑھنے کو جائز سمجھتا ہے، وہ سخت گمراہ ہے، اس کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): نومسلم کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگرچہ نومسلم کی امامت جائز ہے، مگر جب تک وہ اسلام خصوصا نماز کے بنیادی مسائل سے آگاہ نہ ہو جائے، اسے امام مقرر نہیں کرنا چاہیے۔

(سوال): افیون استعمال کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): افیون حرام ہے اور حرام کا استعمال کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، تاوقتیکہ وہ توبہ کر لے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: غلط قرآن پڑھنے والے کو امام بنانا کیسا ہے؟

جواب: نہیں بنانا چاہیے۔

سوال: متعہ کو جائز کہنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: متعہ باتفاق اہل علم حرام ہے، اسے حلال کہنے والے کی امامت جائز نہیں۔

سوال: ناظرہ خواں نماز پڑھا رہا ہے، بعد میں عالم نماز میں شریک ہوا، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: عالم کا ناظرہ خواں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

سوال: گورنمنٹ کی پنشن لینے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ریٹائرمنٹ کے بعد جو گورنمنٹ کی طرف سے پنشن ملتی ہے، وہ لینا جائز اور صحیح ہے، ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

سوال: امام کا ثناء چھوڑنا کیسا ہے؟

جواب: خلاف سنت ہے، البتہ نماز ہو جائے گی۔

سوال: ایک شخص کی بیوی حافظہ ہے، کیا وہ تراویح اپنی بیوی کی اقتدا میں ادا کرسکتا ہے؟

جواب: عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی، نہ فرض میں، نہ نفل میں۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

سوال: عنین کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: عنین (نامرد) کی امامت جائز ہے۔

(سوال): گالی بکنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): گالی دینا اعلانیہ کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص توبہ کرلے، تو درست، ورنہ اسے امامت سے برخاست کر دیا جائے۔

(سوال): جو شخص سجدہ پر قدرت نہ رکھتا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جائیداد سے عاق کرنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائیداد سے عاق کرنا جائز نہیں، یہ وارث کی حق تلفی ہے، جو کبیرہ گناہ ہے۔ ایسے شخص کو سمجھایا جائے گا، مان جائے، تو درست، ورنہ امامت سے روک دینا چاہیے۔

(سوال): اپنی بیوی کو بدچلن ہونے کی وجہ سے قتل کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اسے قتل کرنا سنگین گناہ ہے، ایسا شخص جب تک وارثوں کو دیت ادا نہیں کرتا یا اسے معاف نہیں کر دیا جاتا، امامت کے لائق نہیں۔

(سوال): دوکاندار جو مردوں اور خواتین سے لین دین کرتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کی امامت جائز ہے۔

(سوال): موچی اور غسال کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): موچی اور غسال (جو میت کو غسل دیتا ہو) کی امامت جائز ہے۔

(سوال): علماء کے اجماعی فیصلے کو رد کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایک وقت کے علما کا اجماع حجت ہے، اسے نہ ماننا کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔

(سوال): ختنہ کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): انگریز کی مخالفت کو گناہ سمجھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر اس مخالفت کی بنیادی دین پر ہے، تو ایسا شخص لائق امامت نہیں۔

(سوال): جو شخص شرابی کے مکان پر رہتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک اس کے عمل میں شریک نہ ہو، اس کی امامت جائز ہے۔

(سوال): شرک و بدعت کے حامی کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اسے امام بنانا جائز نہیں۔

(سوال): جس کا ایک بازو کٹا ہوا ہو، اسے امام بنانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جو شخص دو نمازیں ایک مسجد میں اور تین نمازیں دوسری مسجد میں پڑھائے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ننگے سر امامت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، نماز میں سر ڈھانپنا واجبات یا مستحبات میں سے نہیں۔

(سوال): جو شخص بیوی کو چھوڑ دے، نہ طلاق دے اور نہ اس کی خبر گیری کرے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کو معلق رکھنا ناجائز ہے اور کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص توبہ نہ کرے، تو اسے امامت سے فارغ کر دیا جائے۔

(سوال): کم تولنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کم تولنا حرام خوری ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): ہیجڑے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ہیجڑا اگر مردوں کے مشابہ ہے اور اس میں امامت کی شرائط پوری ہیں، تو اسے امام بنایا جا سکتا ہے۔

(سوال): منکرین حدیث کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

(سوال): جو شخص بعد از وفات اولیاء کی حیات دنیوی کا قائل ہو اور ان سے مدد مانگنا جائز سمجھتا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اولیاء کو وفات کے بعد زندہ ماننا اور ان سے مدد طلب کرنا شرک ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

❀ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ نبی، ولی، روح یا کسی اور ہستی کو مصیبت دور کرنے اور حاجت پوری کرنے کا اختیار ہے، تو وہ جہالت کی خطرناک وادی میں واقع ہو گیا ہے اور وہ جہنم کے دھانے پر کھڑا ہے۔

بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اولیائے کرام (حاجب روائی) اپنی کرامات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ اللہ کے ولیوں کو ایسے مقام پر سمجھا جائے اور ان سے یہ گمان رکھا جائے کہ وہ کرامت کے ذریعے لوگوں کی تکلیفیں دور کرتے اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، یہ تو بتوں کے پجاریوں کا عقیدہ ہوا کرتا تھا، جیسا کہ اللہ کریم ان کا یہ جملہ نقل فرماتے ہیں:

﴿هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''
اسی طرح ان کا ایک اور جملہ یوں نقل کیا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔''

(سیف اللّٰه علی من كذب علی أولياء اللّٰه، ص 48)

❀ نیز فرماتے ہیں:

''جو اہل ایمان ہیں، ان سے مصیبت کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اسی سے منفعت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جس کی حیثیت نفع پہنچانے اور تکلیف دور کرنے والے کی نہیں، اس سے مدد طلب کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ شرک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو، فرشتہ ہو یا ولی ہو یا کوئی دوسرا ہو، کیونکہ اللہ کے سوا تکلیف دور کرنے پر اور نفع دینے پر کوئی قادر نہیں ہے۔''

(سیف اللّٰه علی من كذب علی أولياء اللّٰه، ص 48)

سوال: جھوٹ بولنے والے گھڑی ساز کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی امامت جائز نہیں۔

سوال: قادیانی سے تعلق رکھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے شخص کو تنبیہ کی جائے، مان لے، تو درست، ورنہ امامت سے برطرف کردیا جائے۔

سوال: بہرہ کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: بہرے کی امامت درست ہے۔

سوال: جس کی وجہ سے جماعت میں گروہ بندی پیدا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسے امامت سے فارغ کر دینا چاہیے۔

سوال: جسے پیشاب کا شبہ ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شبہ اور وہم سے کچھ بھی حرج واقع نہیں ہوتا۔

سوال: قرآن کو مخلوق کہنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس پر قرآن، احادیث، فہم سلف اور اجماع امت دلالت کناں ہیں، اس اجماعی و اتفاقی مسئلہ کے مخالف رائے رکھنے والا کو امامت کا حق حاصل نہیں، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

سوال: جو کہے کہ بوقت معراج نبی کریم ﷺ کا جسم اللہ تعالیٰ سے متصل ہو گیا تھا، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص گمراہ محض ہے، اس کی امامت جائز نہیں۔

سوال: تصویر و پتلہ بنانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: تصویر اور پتلہ بنانا کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

سوال: نماز میں اونگھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اونگھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔

سوال: غیر اللہ کے لیے سجدہ کے قائل کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر اللہ کے لیے سجدہ تعظیم کا قائل ہو، تو یہ سنگین کبیرہ گناہ ہے، اس کی امامت جائز نہیں اور اگر سجدہ تعبدی کا غیر اللہ کے لیے جواز مانتا ہو، تو وہ کافر ہے۔

سوال: جس نے بچپن میں طوائف کے یہاں پرورش پائی ہو، اس کی امامت کا کیا

حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): تکبیرات انتقال میں سے کچھ تکبیرات پر جہر نہیں کیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر سہو کی وجہ سے ایسا ہوا، تو کوئی حرج نہیں، نماز ہو جائے گی، اس پر سجدہ سہو ہے۔

(سوال): مسجد کی بے ادبی کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مساجد شعائر اللہ ہیں، ان کی تعظیم واجب ہے، جو ان کی بے ادبی کرتا ہے، اس کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): علمائے حق کے خلاف بدزبانی کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): علمائے حق کے خلاف بدزبانی کرنا کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، یہ کبھی بھی دین کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔

(سوال): اگر کوئی زانی زنا سے تائب ہو جائے، تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر مقتدی راضی ہیں، تو جائز ہے۔

(سوال): سن رسیدہ کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): چغل خور کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): چغل خوری کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیے، ورنہ اسے امامت سے برخاست کر دینا چاہیے۔

(سوال): جو شخص کسی بے گناہ کو مارنے کی دھمکی دے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔

(سوال): انگلی کٹے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): ظالم کے لیے دعائے خیر کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر ظالم کے ظلم کو بڑھاوا دینے کے لیے ایسا کرتا ہے، تو ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، یہ ظلم پر تعاون ہے اور ظلم پر تعاون کبیرہ گناہ ہے۔

(سوال): جو میت کو جلانا جائز سمجھے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ میت کو جلانا اسلامی طریقہ نہیں۔ یہ مردوں کی بے ادبی اور توہین ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔

(سوال): جو شخص اپنی داڑھی کے سفید بال اکھڑوادے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا کرنا درست نہیں، البتہ اس کی امامت درست ہے، اسے چاہیے کہ سفید بال اکھڑوانے کے بجائے بالوں کی سفیدی کو چھپانے کے لیے خضاب استعمال کرے۔

(سوال): جس کے زخم سے پیپ آتی ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کی امامت جائز ہے، پیپ آنے سے وضو یا نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(سوال): مصنوعی دانت لگوانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): ظلم سے بچنے کے لیے جو جھوٹ بولے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بعض صورتوں میں ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے، لہٰذا اس کی وجہ سے امامت پر حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): جس کی ٹانگیں کٹی ہوئی ہوں، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): مصنوعی ٹانگوں والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جلق (مشت زنی) والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جلق کبیرہ گناہ ہے، اس کی امامت جائز نہیں، تاوقتیکہ کہ توبہ صادقہ کر لے۔

(سوال): قادیانی کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قادیانی مرتد کافر ہیں، ان کی امامت تو کجا، کوئی عمل معتبر نہیں، ان کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

(سوال): قوالی کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قوالی اعلانیہ کبیرہ گناہ ہے، قوال کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): کرتب کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ امامت خیار لوگوں کو سونپنی چاہیے۔

(سوال): تعزیہ پرست کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے بدعتی کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): سید کی موجودگی میں کسی اور کو امام بنایا جا سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، بنایا جا سکتا ہے۔

(سوال): جو چڑھاوے کی چیز استعمال کرتا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر اللہ کے نام پر چڑھاوا یا نیاز شرک ہے، اس چڑھاوے والی چیز کو استعمال کرنا جائز نہیں، لہٰذا ایسا شخص لائق امامت نہیں۔

(سوال): افیون اورافیم فروش کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): افیون اورافیم حرام ہیں اور حرام کی خرید وفروخت بھی حرام ہے، ایسے شخص کی امامت درست نہیں، تا آنکہ وہ توبہ کرلے۔

(سوال): قمار باز کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قمار یعنی جوا کھیلنا حرام ہے، قمار باز (جواری) کی امامت درست نہیں، تاوقتیکہ توبہ کرلے۔

(سوال): لوطی کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): لواطت سنگین جرم اور زنا ہے، اس کی سزا قتل ہے۔ ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): جو عورتوں کو بے حیائی کی تلقین کرے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے بے حیا کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): سیونگ اکاؤنٹ میں رقم رکھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر سود خور ہے، تو اس کی امامت ناجائز ہے۔

(سوال): بغیر عمامہ امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جو شخص خلفائے ثلاثہ کو جاہل کہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): امامت تو کجا، اس کے ایمان کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے جاہل کو فی الفور امامت سے برطرف کر دینا چاہیے۔

(سوال): میلوں میں شریک ہونے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر میلوں میں حرام اُمور کا ارتکاب کیا جاتا ہو، تو ان میلوں میں شرکت کرنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے، تا آنکہ تائب ہو جائے۔

(سوال): کرسمس ڈے کی مبارکباد دینے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کرسمس ڈے کی مبارکباد دینا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص امامت کا اہل نہیں، اس کے دل میں اسلام کی حمیت اور غیرت نہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''کفار کی عیدوں میں ان کی ریس کرنا جائز نہیں، لہٰذا کسی مسلمان کا بھی ان (رسومات) میں تعاون نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اسے منع کیا جائے۔ جس نے کفار کی عیدوں میں کسی خلافِ معمول دعوت کا اہتمام کیا، اس کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی۔ جس مسلمان نے ان عیدوں میں کسی کو خلافِ معمول تحفہ دیا، وہ تحفہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ خصوصاً جب وہ تحفہ ان کے ساتھ مشابہت کا عکاس ہو۔ نہ ہی کسی ایسے کھانے یا لباس وغیرہ کی خرید و فروخت جائز ہے، جو اس عید میں ان کی مشابہت کے لیے معاون ثابت ہو، کیوں کہ یہ گناہ میں تعاون ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم: 519/2)

❁ علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۲۱ھ) سے پوچھا گیا:

''کیا کفار کو کرسمس ڈے کی ''مبارک باد'' دی جا سکتی ہے؟ اگر وہ ہمیں مبارک باد دیں، تو ہم جواباً انہیں کیا کہیں؟ کیا ان کی مجالسِ میلاد میں شرکت کی جا سکتی ہے؟ کیا غیر ارادی طور پر مذکورہ امور میں کوئی کام کرنا جائز ہے؟ معاملہ شناسی،

ظاہری وضع داری، حرج دور کرنے یا کسی اور مصلحت کے پیشِ نظر ایسا کرنا کیسا ہے؟ آیا اس مسئلہ میں ان کی مشابہت جائز ہے؟

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ نے جواب دیا:

کفار کو کرسمس یا کسی اور عید کی ''مبارک باد'' دینا بالاتفاق حرام ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ (احکام اہل الذمۃ: ۱/۴۴۱) فرماتے ہیں: ''کفار کو ان کے مخصوص شعار پر ''مبارک باد'' دینا بالاتفاق حرام ہے۔ مثلاً انہیں عیداور روزوں کے موقع پر ''عید مبارک'' یا ''یہ عید مبارک ہو'' کہنا۔ اس جیسے الفاظ کہنے والے کافر نہیں تو حرام کا مرتکب ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے، جیسے اسے صلیب پر سجدہ کرنے پر ''مبارک باد'' دے رہا ہے۔ بلکہ اللہ کے ہاں یہ تو شراب نوشی، قتل اور زنا جیسے جرائم پر مبارک باد دینے سے بھی بڑا جرم اور گناہ ہے۔ کئی دین کے بے قدرے اس جرم کا شکار ہو گئے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ یہ کس قدر قبیح حرکت ہے۔ یادرہے کہ کفر، بدعت یا کسی اور گناہ پر ''مبارک باد'' دینے والا اللہ کے غضب اور ناراضی کا قصد کر رہا ہے۔'' علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو ان کی مذہبی عیدوں کی 'مبارک باد' دینا حرام ہے، کیوں کہ اگر چہ وہ اس عید پر دل سے راضی نہیں ہے، لیکن 'مبارک باد' دینے سے بالواسطہ راضی ہونا اور اقرار کرنا لازم آتا ہے۔ مسلمان کے لیے کفار کے شعار پر خوش ہونا یا دوسروں کو 'مبارک باد' دینا حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾

''اگر تم بھی کفر پر اتر آؤ، اللہ کو پھر بھی کسی کی پرواہ نہیں، پر اللہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا۔ شکر گزاری تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔'' نیز فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ''آج میں نے تمہارے دین کو پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا ہے اور اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کر لیا ہے۔'' کافر مسلمان کا شراکت دار ہو یا نہ ہو، ہر دو صورت انہیں ''مبارک باد'' دینا حرام ہے۔

کفار اپنی عید پر ہمیں ''مبارک باد'' دیں، تو ہم جواباً کچھ نہیں کہیں گے، کیوں کہ ایک تو یہ ہماری عید نہیں ہے دوسرے یہ کہ یہ عید، اللہ کو پسند نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ یا تو یہ عید ان کی بدعی عید ہوگی یا مذہبی، جسے دین اسلام نے منسوخ کر دیا۔ جس کی بابت ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ''جو اسلام کے علاوہ کسی اور کو دین بنائے گا، اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا اور آخرت میں خائب و خاسر ہوگا۔'' مسلمان کے لیے کفار کی عید کے موقع پر دعوت قبول کرنا حرام ہے۔ یہ تو انہیں ''مبارک باد'' دینے سے بڑا گناہ ہے، کیوں اس سے ان کی بدعت میں شراکت لازم آتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لیے کفار کی مشابہت میں اس موقع پر محفل میلاد کا انعقاد، تحائف کا تبادلہ، شیرینی تقسیم کرنا، رنگ برنگے کھانے بنانا، کاروبار بند کر دینا یا کوئی اور معمول سے ہٹ کر حرکت کرنا بھی حرام ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ اسی میں سے ہوگا۔'' شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی

کتاب(اقتضاء الصّراط المستقیم : ٥٤٦/١) میں فرماتے ہیں: ''کفار کی کسی بھی عید میں ان کی مشابہت انہیں دلی خوشی فراہم کرتی ہے۔ جب کہ وہ باطل پرست ہیں۔ بسا اوقات تو انہیں اس سے موقع پرستی اور کمزوروں کو اپنی چنگل میں لے لینے کی امیدیں لگ جاتی ہیں۔''مذکورہ کاموں میں کوئی بھی کام کرنے والا گناہ گار ہے، چاہے ایسا وہ چاہتے ہوئے کرے یا نا چاہتے ہوئے، وضع داری اور لحاظ کرتے ہوئے کرے یا کسی اور وجہ سے۔ کیوں کہ یہ واضح طور پر دین کو کمزور کرنے، کفار کی قوتِ قلبی اور انہیں اپنے دین پر فخر کرنے کا موقع دینے کی سازش ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو غلبۂ اسلام عطا فرمائے، اسی پر کاربند رکھے اور کافروں کے مقابلے میں مدد فرمائے۔ بلاشبہ وہ قوی اور غالب ہے۔''

(فتاویٰ العقیدۃ، ص 246-248، مجموع فتاویٰ ورسائل العثیمین : 3/44-46)

سوال: استاذ کی موجودگی میں شاگرد کا امامت کرانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: فقیر کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جس کی بیوی شیعہ ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ اپنی بیوی کو دعوت دیتا ہے اور اس کی گمراہی میں شریک نہیں ہوتا، تو اس کی امامت جائز ہے۔

سوال: سودی قرض لینے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: سودی لین دین کرنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے۔

سوال: فحش گو کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے شخص کو امامت جیسے منصب پر فائز نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: ہندووانہ تہذیب اختیار کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت سے متصادم ہو، تو امامت جائز نہیں۔

سوال: والد کے قرض پر مجبوراً سود ادا کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ شخص مجبور ہے، اس کی امامت جائز ہے۔

سوال: جھوٹ سے توبہ کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔ توبہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

سوال: انگریز کے ملازم کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر غیر شرعی اُمور میں ملازمت نہ ہو، تو اس کی امامت جائز ہے۔

سوال: اولیاء اللہ کو کافر کہنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: حقیقی صحیح العقیدہ اولیاء سے دشمنی رکھنے والا اللہ کا دشمن ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

سوال: سگریٹ نوشی کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: سگریٹ نوشی جائز نہیں، ایسے شخص کو امام مقرر نہیں کرنا چاہیے، امامت خیار لوگوں کو سونپنی چاہیے۔

سوال: جو اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی نہ مانے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ کا عرش پر مستوی ہونا قرآن، احادیث متواترہ، آثار صحابہ، اجماع

امت اور فطرت کے دلائل سے ثابت ہے۔ اس کا منکر امامت کے لائق نہیں، اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ آسمانوں پر بلند ہے۔ اسی طرح خاتم الانبیا محمد ﷺ نے بھی یہی بتایا ہے۔ اس پر اہل علم صحابہ کرام اور فقہا کا اجماع ہے۔ اس بابت اتنی احادیث بیان ہوئی ہیں کہ ان سے علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو جمع کر دیا ہے۔ اسے تمام مخلوقات کی فطرت کا حصہ بنا دیا ہے۔ دیکھئے! سب مصیبت کے وقت نظریں آسمان کی جانب جماتے ہیں اور دعا کے وقت اسی سمت ہاتھ بلند کرتے ہیں، اپنے رب کی طرف سے خوش حالی کا انتظار کرتے ہیں اور زبانوں سے یہی پکارتے ہیں۔ اس کا انکار وہی کر سکتا ہے، جو غالی بدعتی ہو یا ایسے شخص کی تقلید اور ضلالت پر پیروی کے فتنے کا شکار ہو چکا ہو۔''

(إثبات صفة العُلُوّ، ص 63)

سوال: عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو ''غوث'' سمجھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: بدعتی کی امامت جائز نہیں۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) فرماتے ہیں:

''شرک کی قسموں میں سے ایک تو مردوں سے حاجات طلب کرنا ہے، ان سے استغاثہ کرنا اور ان کی طرف توجہ کرنا ہے۔ دنیا میں شرک کی اصل یہی ہے۔ کیونکہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے، تو وہ اپنے نفس کے لئے نفع ونقصان کی مالک نہیں ہوتی، کجا وہ اس کو نفع ونقصان دے، جو اس سے مانگ رہا ہے یا اس

سے سوال کر رہا ہے کہ وہ اللہ سے اس کے لئے شفاعت طلب کرے، تو یہ کام وہ جہالت کی وجہ سے کرتا ہے، اسے نہیں معلوم کہ شفاعت کون کرتا ہے اور کس سے کی جاتی ہے۔‘‘

(مَدارج السّالکین :346/1)

سوال: جھینگا کھانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جھینگا حلال ہے۔ جھینگا کھانے والے کی امامت جائز ہے۔

سوال: جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: محرم میں سوگ منانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے بدعتی کی امامت درست نہیں۔

سوال: جو حق کی تبلیغ سے روکے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: مستور الحال کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ظاہر کے لحاظ سے فیصلہ کریں گے، ظاہری طور پر پارسا ہے، تو امامت جائز ہے، تا آنکہ اس میں کوئی قباحت ظاہر ہو جائے۔

سوال: زکوٰۃ لینے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے، تو اس کی امامت جائز ہے اور اگر زکوٰۃ کا مستحق نہیں، مگر پھر بھی کھاتا ہے، تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس کی امامت جائز نہیں، یہاں تک کہ توبہ کر لے۔

(سوال): قیدی کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جو کہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح دنیا میں گھومتی پھرتی ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص گمراہ ہے، اس کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): غیر محرم عورتوں سے میل جول رکھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): امامت خیار لوگوں کے سپرد کرنی چاہیے۔

(سوال): وکیل جو جھوٹے مقدمات لڑتا ہے، کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جھوٹے اور ظلم پر تعاون کرنے والے کو امام بنانا جائز نہیں۔

(سوال): جو مسائل نماز سے واقف نہ ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو نماز کے بنیادی مسائل سے واقف نہ ہو، اسے امام نہیں بنانا چاہیے۔

(سوال): تکفیری کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ہرگز جائز نہیں۔

(سوال): خارجی کو امام بنانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): چوری کے جانور ذبح کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): فیشن ایبل شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر فیشن غیر شرعی نہ ہو، تو امامت جائز ہے۔

(سوال): قدرتی طور پر گنجے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جو مرثیہ پڑھتا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): تارک جماعت کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جماعت ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس پر استمرار کرنے والے کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): جس کے پاؤں میں کجی ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): سودی کاغذات اجرت پر لکھنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سود لینے، دینے والا، سود کی لکھت پڑھت کرنے والا اور اس پر گواہ بننے والا ملعون ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور فرمایا: یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔''

(صحیح مسلم : 1598)

ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔

(سوال): امام اگر کسی کی اقتدا کی نیت نہ بھی کرے، تو کیا مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے؟

(جواب): ہو جاتی ہے۔ (بخاری: ۱۳۸، مسلم: ۷۶۳)

(سوال): جو عیدین میں باجے گانے کے ساتھ جاتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): اگر امام قربانی کی قیمت کے لالچ میں قصدا غلط مسئلہ بتائے، تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کی امامت جائز نہیں، تا آنکہ تائب ہو جائے۔

(سوال): دیوث کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دیوث امامت کے لائق نہیں۔

(سوال): نماز میں ہلنے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز ہو جائے گی، البتہ امام کو ہلنے والی عادت ترک کرنی چاہیے۔

(سوال): جسے ہوا خارج ہونے کا مرض ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص امامت کرا سکتا ہے۔ اسے چاہیے کہ ہر نماز کے لیے الگ وضو کرے اور اگر دوران وضو یا جماعت ہوا خارج ہو جائے، تو اس کی پرواہ نہ کرے، بلکہ نماز جاری رکھے۔ یہ استحاضہ والی عورت کے حکم میں ہوگا۔

(سوال): امام نے بے وضو نماز پڑھا دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): امام پر نماز کا اعادہ ضروری ہے، مقتدیوں پر اعادہ نہیں، ان کی نماز درست ہے۔ اس پر اجماع ہے۔

(سوال): مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): مقلد کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط۴۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال):صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب):اگر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی جا رہی ہو،تو صف کے پیچھے اکیلے مرد کی نماز نہیں ہوتی۔

❁ سیدنا وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ، فَأَمَرَهٗ أَنْ يُّعِيدَ الصَّلَاةَ .

''ایک آدمی نے اکیلے صف کے پیچھے نماز ادا کی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔''

(سنن الترمذي : 230، سنن أبي داوٗد : 682، سنن ابن ماجه : 1004، مسند الإمام أحمد : 228/4، سنن الدّارمي : 815/2، ح : 1322، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' امام ابن جارود(319) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (الموارد:405)نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَّتَ هٰذَا الْحَدِيثَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ .

''اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔''(الأوسط لابن المنذر : 184/4)

❁ سیدنا علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَاٰى رَجُلًا فَرْدًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ، قَالَ : اِسْتَقْبِلْ صَلَاتَكَ، فَلَا صَلَاةَ لِلَّذِي خَلْفَ الصَّفِّ .

''نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا، جو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے، نماز سے فارغ ہوا، تو آپ نے فرمایا: نماز دوبارہ پڑھیں، صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز نہیں ہوتی۔''

(مسند الإمام أحمد : 23/4، ح : 16297، سنن ابن ماجه : 1003، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ . ''یہ حدیث حسن ہے۔'' (التّلخيص الحَبير : 37/2)

امام ابن خزیمہ (1569) اور امام ابن حبان (2206) رحمہما اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام: 2517) نے سند کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (218ھ) فرماتے ہیں:

صَلَاةُ الْفَرْدِ خَلْفَ الصَّفِّ بَاطِلٌ، لِثُبُوتِ خَبَرِ وَابِصَةَ وَخَبَرِ عَلِيِّ ابْنِ الْجَعْدِ بْنِ شَيْبَانَ .

''صف کے پیچھے اکیلے کی نماز فاسد ہے، اس بارے میں سیدنا وابصہ اور سیدنا علی بن جعد بن شیبان سے مروی احادیث صحیح ہیں۔''

(الأوسط : 184/4)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (456ھ) لکھتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ جو صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز اور صف قائم نہ رکھنے والے کی

نماز کو درست کہتا ہے، اس کے پاس قرآن وسنت اور اجماع سے بالکل کوئی بھی دلیل نہیں۔''

(المُحلّٰی : 4/58، رقم المسئلة : 415)

اس بارے میں کئی محدثین کے اقوال موجود ہیں۔

سوال: پہلی صف میں جگہ نہ ملے، تو اکیلا شخص کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی شخص نماز کے لیے مسجد میں آئے اور صف مکمل ہو چکی ہو، صف کے پیچھے وہ اکیلا ہی ہو، تو اس کے لیے دو صورتیں ہیں:

① اگلی صف سے ایک آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لے۔

❀ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ہی میں مجھے ہاتھ سے پکڑا اور پیچھے سے گھماتے ہوئے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو پکڑ پچھلی صف میں کر دیا۔''

(صحیح مسلم : 3010)

معلوم ہوا کہ نئی صف بنانے کے لئے اگلی صف سے آدمی کو پیچھے کیا جا سکتا ہے اور ایک صف بنانے کے لیے اتنی حرکت بھی جائز ہے۔ پہلی صف سے آدمی کھینچنے کے عمل کو صف توڑنا شمار کرنا اور صف توڑنے کی وعیدیں اس پر منطبق کرنا خطا ہے، عذر کی بنا پر کسی شخص کا صف سے نکلنا صف توڑنے میں شمار نہیں ہوتا، مثلاً نماز میں بے وضو ہو جائے، تو بھلا وہ

صف سے نکل کر نہیں جائے گا؟ اگر جائے گا اور یقیناً جائے گا، تو کیا یہ عمل صف توڑنا شمار ہو گا؟ اور کیا اس طرح پہلی صف ناقص ہو جائے گی؟ قطعاً نہیں۔

② بعد میں آنے والا شخص کسی بنا پر اگلی صف سے نمازی کو کھینچنا نہیں چاہتا یا کسی وجہ سے کھینچ نہیں پاتا، تو وہ اس وقت تک انتظار کرے جب تک کوئی اور نمازی نہ آ جائے۔ اگر اسی انتظار میں جماعت نکل جانے کا خطرہ ہو، تو صف کے پیچھے اکیلا نماز نہ پڑھے، کیونکہ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا بہر حال جائز نہیں، کیونکہ انتظار کرتے رہنے سے تو ایک مجبوری کی بنا پر صرف جماعت ضائع ہو گی، لیکن اگر اس نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھ لی، تو سرے سے نماز ہی ضائع ہو جائے گی اور نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہو گا۔

(سوال): صف میں بڑے، بچے اور عورتیں کہاں کھڑی ہوں گی؟

(جواب): عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے ہو گی۔ اگر بچے بھی ہوں، تو پہلے مردوں کی، پھر بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صف ہو گی۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے امامت کروائی، تو فرمانے لگے:

''میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ وہاں مردوں نے صف بنائی، پھر مردوں کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے صف بنائی۔''

(مسند الإمام أحمد : 343/5، سنن أبي داوٗد : 677، وسندہٗ حسنٌ)

حافظ ابن ملقن (تحفۃ المحتاج: ۵۴۸) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(سوال): کیا نابالغ بچے مردوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں؟

(جواب): اگر بچے سمجھ دار ہوں، نماز اور طریقہ نماز جانتے ہوں، پاکی و ناپاکی کی تمیز رکھتے ہوں، تو وہ مردوں کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔

بعض لوگ چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کو جنہوں نے وضو بھی نہیں کیا ہوتا، صف میں کھڑا کر لیتے ہیں۔ یہ بالکل درست نہیں۔ اس سے امام کی نماز پر برا اثر پڑتا ہے۔

سوال: امام کے ساتھ ایک مقتدی باجماعت نماز پڑھ رہا ہے، ایک اور شخص نماز کے لیے آیا، تو کیا کرے گا؟

جواب: دو مرد باجماعت نماز پڑھ رہے ہوں تو بعد میں آنے والا مرد مقتدی کو پیچھے کھینچ لے گا یا جگہ کی مناسبت سے امام کو آگے کر دے گا:

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے،) میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر پیچھے سے گھماتے ہوئے دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ اس کے بعد جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو پیچھے کر دیا۔''

(صحیح مسلم : 3010)

سوال: مجبوری کی بنا پر دو صفوں کے درمیان ایک صف چھوڑ دینا کیسا ہے؟

جواب: مجبوری کی صورت میں ایسا کرنا جائز ہے۔

سوال: جماعت ہو رہی ہے، ہال مکمل ہو چکا ہے، باہر صفیں بنی ہیں، درمیان میں پردہ حائل ہے، کیا اقتدا درست ہے؟

جواب: درمیان میں پردہ یا دیوار حائل ہو، تو بھی اقتدا درست ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي

حُجْرَتِهِ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُّصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ .

''رسول اللہ ﷺ رات کو حجرہ میں نماز ادا فرماتے۔حجرے کی دیوار چھوٹی تھی، صحابہ نے نبی ﷺ کا سراپا دیکھا اور کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کرنے لگے۔''

(صحيح البخاري : 729)

(سوال): اکیلا نابالغ بچہ کہاں کھڑا ہوگا، مردوں کی صف کے پیچھے یا مردوں کی صف میں شامل ہو جائے؟

(جواب): وہ مردوں کی صف میں شامل ہو جائے۔

(سوال): اگلی صف بالغ مردوں کی ابھی مکمل نہیں ہوئی، مگر بچوں کی پچھلی صف مکمل ہو چکی ہے، بعد میں آنے والا بالغ مرد کہاں کھڑا ہو؟

(جواب): بچوں کی صف کو چیر کر بالغ مردوں کی صف میں شامل ہو جائے۔

(سوال): اگر کوئی شخص اگلی صف میں اپنے ساتھ نابالغ لڑکے کو کھڑے کرے، جبکہ پچھلی صف میں بالغ مرد موجود ہوں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا کرنا خلاف سنت ہے، البتہ نماز ہو جائے گی۔

(سوال): امام مصلیٰ پر ہے اور مقتدی فرش پر ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ممبر کی وجہ سے اگر صف میں فاصلہ آ جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر ممبر کو ہٹانا ممکن نہ ہو اور جگہ بھی تنگ ہو، تو وہاں صف بنائی جا سکتی ہے، یہ ممبر ستون کے حکم میں ہوگا۔

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تنگی کے وقت ستونوں کے درمیان صف بنانے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ جگہ کی وسعت کے باوجود ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اکیلا شخص ایسا کرے، تو حرج نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی۔''

(عارضة الأحوذي : 28/2)

سوال: اگر مقتدی اپنا خاص مصلیٰ بچھائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیے؟

جواب: امام کا صف کے آگے درمیان میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔

❁ ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

''ہمیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان کھڑے ہو کر فرض نماز کی امامت کرائی۔''

(سنن الدّارقُطني : 1507، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 680/2)

اگر عورت عورتوں کی امامت کرا رہی ہو، وہ صف کے اندر درمیان میں کھڑی ہوگی اور اگر مرد امام ہو، تو وہ صف کے آگے درمیان میں کھڑا ہوگا۔

تنبیہ: سنن ابوداوٗد (٦٨١) میں رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہے:

«وَسِّطُوا الْإِمَامَ» . ''امام کو درمیان میں کرو۔''

سند ''ضعیف'' ہے، یحییٰ بن بشیر بن خلاد ''مستور'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ : يُجْهَلُ حَالُهُ وَحَالُ أَبِيهِ، (هٰذَا خَطَأٌ، وَالصَّوَابُ وَحَالُ أُمِّهِ)، وَقَالَ عَبْدُ الْحَقِّ : لَيْسَ هٰذَا الْإِسْنَادُ بِقَوِيٍّ .

''ابن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس راوی کے اور اس کے والد (بل کہ والدہ) کے حالات معلوم نہیں۔ عبدالحق رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ سند قوی نہیں۔''

(میزان الاعتدال : 367/4)

والد کا ذکر غلطی ہے، درست یہ ہے کہ اس کی والدہ، امۃ الواحد بنت یامین بن عبدالرحمٰن بھی ''مجہولہ'' ہے۔

سوال: صف کم چوڑی ہو، تو سجدہ فرش پر کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، کر سکتے ہیں۔

سوال: کیا امام کا مسجد کے محراب میں کھڑے ہو کر امامت کرانا ضروری ہے؟

جواب: کہیں بھی کھڑے ہو کر امامت کرا سکتا ہے۔

سوال: امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہے، دوسرا شخص آیا، امام کے پیچھے جگہ باقی نہیں ہے، کیا امام اگلی صف میں جا سکتا ہے؟

جواب: جیسے مقتدی پیچھے جا سکتا ہے، اسی طرح ضرورت کے وقت امام بھی آگے جا

سکتا ہے۔

سوال: جماعت میں مقتدی کا دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری ہے؟

جواب: مقتدیوں کا پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری ہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي، وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ، وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ .

''صفیں سیدھی کریں، (دوران نماز) میں آپ کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ پھر ہم اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں چپکانے لگے۔''

(صحيح البخاري : 725)

انگلی سے انگلی ملانے پر اکتفا کرنا درست نہیں، بلکہ پاؤں سے پاؤں ملانا چاہیے۔

❀ علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ (م:1414ھ) فرماتے ہیں:

''یہ تمام الفاظ واضح طور پر بتاتے ہیں کہ صفوں کی درستی سے مراد نمازیوں کا ایک سیدھ میں کھڑا ہونا، کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر خالی جگہ پُر کرنا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ ایسا کرتے تھے اور صف کو اچھی طرح ملانے اور پاؤں سے پاؤں چمٹانے کا عمل اسلام کے صدرِ اول، یعنی صحابہ و تابعین میں موجود تھا، ہاں! بعد میں لوگ سستی اور کاہلی کا شکار ہو گئے۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 5/4)

سوال: مخنث کس کی صف میں شامل ہوگا؟

(جواب): اگر مخنث کی مشابہت مردوں سے ہے، تو مردوں کی صف میں کھڑا ہوگا اور اگر عورتوں سے مشابہت ہے، تو عورتوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

(سوال): کیا جماعت میں کندھے سے کندھا ملانا ضروری ہے؟

(جواب): جماعت میں کندھے سے کندھا ملانا ضروری ہے۔

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے، جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صف بستہ ہوتے ہیں؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! فرشتے کیسے صف بناتے ہیں؟ فرمایا: پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے یوں مل کر کھڑے ہوتے ہیں کہ درمیان میں کوئی فاصلہ باقی نہیں رہتا۔''

(صحیح مسلم: 430)

❀ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھوں کو اپنے دست مبارک سے برابر کرتے اور فرماتے: سیدھے ہو جائیے، ٹیڑھے نہ ہوں، ورنہ دل ٹیڑھے ہو جائیں گے......ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آج آپ سخت اختلاف کا شکار ہو۔''

(صحیح مسلم: 432)

معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہوں تو دل بھی ٹیڑھے ہو جاتے ہیں، مودّت و محبت ختم ہو جاتی ہے، دشمنی اور عداوت گھر کر جاتی ہے، دلوں کو بغض، حسد اور عناد جیسی مہلک بیماریاں گھیر لیتی ہیں، بھائی بھائی کا دشمن بن جاتا ہے، دوستی رنجشوں میں بدل جاتی ہے، دلوں میں ایسی پھوٹ پڑتی ہے کہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنا گوارا نہیں ہوتا۔ آج بھی اختلاف و

انتشار کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ حدیث کو فیصل وحاکم مان کر اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ائمہ مساجد اپنی ذمہ داری سے غافل ہیں،صفوں کی درستی پر توجہ نہیں دیتے۔ایسوں کو اللہ تعالیٰ روز قیامت ضرور پوچھے گا۔ائمہ کو اس وقت تک نماز شروع نہیں کرنی چاہیے، جب تک صفیں درست نہ ہو جائیں۔

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں داخل ہو کر ایک جانب سے دوسری جانب تک جاتے۔سینوں اور کندھوں کو ہاتھوں سے درست کرتے اور فرماتے: ٹیڑھے نہ ہوا کریں،ورنہ دل ٹیڑھ پن کا شکار ہو جائیں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 285/4؛ سنن أبي داوٗد : 664؛ سنن النّسائي : 812؛ سنن ابن ماجه : 997 متختصرًا، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ابن جارود (۳۱۶)، امام ابن خزیمہ(۱۵۵۶) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (۲۱۶۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کندھے سے کندھا ملانے کا کیا معنی ہے؟

جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کندھے سے کندھا ملانے سے مراد اس طرح کھڑا ہونا ہے کہ کوئی تیسرا شخص درمیان میں داخل نہ ہو سکے۔

علامہ انور شاہ کشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

''فقہائے اربعہ کے نزدیک کندھے سے کندھا ملانے کا مطلب یہ ہے کہ دو نمازیوں کے درمیان تیسرے کی جگہ نہ چھوڑی جائے،باجماعت اور اکیلے نماز میں پاؤں کے درمیانی فاصلے کا فرق مجھے سلف سے نہیں ملا،سلف صالحین

باجماعت نماز کی صورت میں اپنے پاؤں کا درمیانی فاصلہ انفرادی نماز سے زیادہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ مسئلہ غیر مقلدین (اہل حدیث) کی ذاتی اختراع ہے۔اس سلسلہ میں ان کے پاس صرف لفظ الزاق (جو کہ احادیث میں وارد ہوا ہے اوراس کا معنی ایک نمازی کا دوسرے نمازی سے پاؤں اور کندھا چمٹانا) ہے۔نہیں معلوم کہ غیر مقلدین یہ کہہ کر کیا مراد لیتے ہیں کہ باء الصاق ''ملاپ کے معنیٰ'' کے لیے ہوتی ہے۔ پھر وہ الصاق کی مثال یہ دیتے ہیں کہ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ ''میں زید کے پاس سے گزرا''۔کیا ان کا گزر اس طرح ہوا کہ ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ مل گیا یا کیا معنی ہوگا؟ تعامل والے مسائل میں الفاظ کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ جب ہم نے صحابہ وتابعین کا جماعت میں قیام انفرادی قیام سے الگ نوعیت کا نہیں پایا،تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے لفظ الزاق بول کر صرف صف کو اچھی طرح ملانا اور خالی جگہ کو پُر کرنا مراد لیا ہے۔ پھر آپ دل میں غور کریں کہ کندھے سے کندھا ملانا بغیر سخت مشقت کے ممکن نہیں،بل کہ مشقت کے بعد بھی ممکن نہیں۔لہٰذا یہ غیر مقلدین کی گھڑنتل ہے۔ سلف میں اس کی مثال نہیں ملتی۔''

(فيض الباري: 302/2)

کشمیری صاحب کی عبارت سے چند باتیں سمجھ آتی ہیں:

① فقہائے اربعہ کے نزدیک کندھے سے کندھا ملانے کا مطلب حقیقی طور پر کندھے سے کندھا ملانا نہیں، بلکہ دونمازیوں کا باہم قریب ہوکر کھڑا ہونا ہے۔البتہ وہ آپس میں اتنا فاصلہ چھوڑ سکتے ہیں کہ کوئی تیسرا شخص درمیان میں کھڑا نہ ہو سکے۔

اختلاف پر معذرت، لیکن یہ بات کسی امام سے ثابت نہیں۔

② سلف میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں، جو جماعت میں پاؤں کا فاصلہ انفرادی نماز سے زیادہ رکھتا ہو، ایسا صرف غیر مقلدین کرتے ہیں۔

بجا کہ کوئی غیر مقلد قسم کی مخلوق ہوگی، جو پاؤں کا فاصلہ انفرادی نماز سے زیادہ رکھتی ہو گی، لیکن اگر اس سے مراد اہل حدیث ہیں، تو یہ کشمیری صاحب کی غلط فہمی ہے، اہل حدیث انفرادی اور باجماعت دونوں حالتوں میں کندھوں کے حساب سے پاؤں کھولنے کے قائل ہیں اور اسی طرح صف درست ہوتی ہے۔

③ اہل حدیث کے پاس صرف لفظ الزاق ہی ہے، جسے وہ کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملانے پر پیش کرتے ہیں۔

جبکہ الزاق کے ساتھ ساتھ تَرَاصُّوا ''باہم چپک جاؤ'' اور سُدُّوا الْخَلَلَ ''خالی جگہیں پُر کرو'' وغیرہ کے الفاظ اسی معنی پر واضح ہیں، جو علمائے اہل حدیث کرتے ہیں۔

④ کندھے سے کندھا ملانے والی حدیث میں باء الصاق ''ملاپ'' کے لیے ہے، جس کی مثال مَرَرْتُ بِزَيْدٍ ''میں زید کے پاس سے گزرا'' ہے۔ کیا کوئی کسی کے پاس سے گزرتا ہے تو ان کا جسم بھی باہم ملتا ہے؟

مَرَرْتُ بِزَيْدٍ ''میں زید کے پاس سے گزرا'' یہ تو الصاق مجازی کی مثال ہے، الصاق حقیقی کی مثال اہل لغت نے یوں ذکر کی ہے۔ بِهٖ دَاءٌ ''اسے بیماری لگی ہے''۔ کیا بیماری جسم سے چمٹی نہیں ہوتی؟ حدیث میں پاؤں سے پاؤں اور کندھے سے کندھا ملانے کے ذکر میں جو باء الصاق ہے، وہ الصاقِ حقیقی کے لئے ہے۔

⑤ صف بندی پر امت کا تعامل ہے اور وہ صرف افراد کے باہمی ایک سمت

میں کھڑے ہونے پر ہے،لہٰذا حدیث کے الفاظ کی بجائے تعامل ہی معتبر ہے۔

صحابہ وتابعین کا عمل تو صحیح احادیث کی روشنی میں یہی تھا کہ وہ باہم پاؤں کے ساتھ پاؤں اور کندھے سے کندھا اچھی طرح ملاتے تھے۔ ہر دور میں اہل حق اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔اہل حدیث کی مساجد میں آج بھی یہ سنت زندہ ہے۔والحمدللہ!

⑥ کندھے سے کندھا حقیقی طور پر ملانا انتہائی مشقت طلب، بل کہ ناممکن ہے۔یہ غیر مقلدین کی گھڑنت ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ اس میں کوئی مشقت نہیں، بلکہ آسانی ہے،آپ کسی بھی اہل حدیث مسجد میں جا کر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

❀ علامہ،عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ (1414ھ) فرماتے ہیں:

''یہاں الزاق کو مجازی معنی پر محمول کرنا محتاجِ قرینہ ہے۔الزاق کی یہ تفسیر کرنا کہ دو نمازیوں کے درمیان تیسرے آدمی کی جگہ نہ چھوڑی ہو،اس پر کوئی شرعی وعقلی دلیل نہیں۔ یہاں اس معنی پر محمول کرنے کے لیے ادنیٰ سا قرینہ اور کوئی کمزور ترین شائبہ بھی موجود نہیں۔ایک صاحب نے سنت کو بدعت بنا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ باہم خالی جگہ چھوڑنا، آپس میں نہ ملنا اور الزاق پر عمل نہ کرنا سنت ہے۔پھر اسی پر بس نہیں کی،بل کہ اس قدر جری ہیں کہ اپنی خانہ ساز بات ائمہ اربعہ کے حوالے سے بیان کر دی۔ میں کہتا ہوں کہ سنت رسول ﷺ یا صحابہ کرام کے عمل سے کون سی دلیل ہے، جو انفرادی اور جماعت کی حالت میں نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں یا ایک بالشت برابر فاصلے کی حد بندی کرتی ہے؟ حق تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شفقت ونرمی کرتے

ہوئے نمازی کے پاؤں کے مابین فاصلے کو معین نہیں کیا، کیوں کہ یہ فاصلہ نمازی کی حالت کے مطابق بدلتا رہتا ہے، جیسا کہ کوئی نمازی پتلا، کوئی موٹا، کوئی مضبوط اور کوئی کمزور ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نمازی اپنے پاؤں کو جماعت میں اتنا کھولے گا کہ اس کے لیے بغیر تکلف ومشقت کے خالی جگہ کو ختم کرنا اور ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملانا ممکن ہو۔ پھر ہمارے پاس صرف الزاق کا لفظ ہی نہیں، بل کہ 'تراص'، 'سد خلل' اور شیطان کے لیے خالی جگہ چھوڑنے سے ممانعت جیسے الفاظِ نبوی بھی ہیں، جن میں سے ہر ایک الزاق کو حقیقی معنی پر محمول کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اگر صرف لفظ الزاق ہی ہوتا، تو پھر بھی کیا ہو جانا تھا؟ کیوں کہ خود (کشمیری صاحب) نے اپنی عبارت کے اختتام پر اس کا اعتراف کر لیا ہے کہ الزاق سے مراد باہم اچھی طرح مل جانا اور خالی جگہ نہ چھوڑنا ہے۔ یہی تو ہم کہتے ہیں۔ باہم اچھی طرح ملنا اور خالی جگہ چھوڑنے سے بچنا تب ہی ممکن ہے، جب آدمی اپنے کندھے کو ساتھ والے نمازی کے کندھے سے اور پاؤں کو اس کے پاؤں سے حقیقی طور پر ملا لے۔ نہ جانے (کشمیری صاحب) الصاقِ حقیقی کی اس مثال کے بارے میں کیا کہیں گے کہ عرب کہتے ہیں: بِهٖ دَاءٌ ''اسے بیماری چمٹی ہے۔''، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہیں گے: ''جب کوئی اپنے ختنہ کو مقامِ ختنہ کے ساتھ ملائے، تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔'' (کیا یہاں بھی الزاق کا مجازی معنی مراد لیا جائے گا؟) صحیح ومحکم حدیث تعامل کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرتی ہے، نہ یہ کہ تعامل، حدیث کے

قابل عمل یا نا قابل عمل ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔اس سلسلے میں ہمارے نزدیک اہل مدینہ کے یا دیگر بلادِ اسلامیہ کے لوگوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں۔ باوجود اس کے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام کا عمل، خلفائے راشدین کا عمل اور آپ ﷺ کے بعد تمام صحابہ وتابعین کا عمل باہم مل کر کھڑے ہونے اور درمیان میں خالی جگہ بالکل نہ چھوڑنے ہی پر تھا۔ صدر اول، یعنی صحابہ و تابعین کے مقابلے میں بعد والوں کا عمل نا قابل اعتبار ہے۔مزید یہ کہ کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملانے میں ادنیٰ سی مشقت بھی نہیں ہوتی۔ ہم حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور سنت کے اتباع میں بغیر کسی تکلف ومشقت کے ایسا کرتے ہیں۔ ہم جماعت میں اپنے پاؤں کا درمیانی فاصلہ انفرادی حالت سے زیادہ بھی نہیں رکھتے ،لیکن اس سنت پر عمل کرنا صرف انہی لوگوں کے لیے آسان ہے، جو سنت اور صاحب سنت سے محبت رکھتے ہیں اور سنت پر عمل چھوڑنے کے لئے حیلے بہانے نہیں تراشتے۔ رہا مقلد، جس کی بصیرت جواب دے گئی ہے، تو اس کے لیے ہر سنت بوجھ ہے، سوائے اس کے، جو اس کی خواہش کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور انہیں صحیح ثابت احادیث پر عمل کرنے اور تاویل وتحریف کو ترک کرنے کی توفیق بخشے۔‘‘

(مِرعاة المَفاتيح : 6/4)

سوال: مسجد کے ساتھ رہنے والا، جو امام کی آواز سن سکتا ہے، کیا وہ گھر میں امام کی اقتدا کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں کر سکتا۔ مسجد کا قصد کرنا ضروری ہے۔

(سوال): جگہ کی تنگی کی وجہ سے مسجد کے نیچے مدرسہ میں امام کی اقتدا کی جاسکتی ہے؟

(جواب): کی جاسکتی ہے۔

(سوال): اگر مسجد کا ہال نمازیوں سے بھرا ہوا ہے، درمیان میں صحن ہے، مگر صحن میں سخت دھوپ ہے، صحن کے پیچھے سائبان ہے، کیا درمیان میں صحن کا فاصلہ چھوڑ کر سائبان تلے صفیں بنائی جاسکتی ہیں؟

(جواب): بنائی جاسکتی ہیں۔ بہتر ہے کہ صحن میں سایہ کا انتظام کر دیا جائے۔

(سوال): گرمی کی وجہ سے مسجد کے ہال کو چھوڑ کر باہر صحن میں جماعت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): صف مکمل ہو، تو کیا امام کے ساتھ کھڑا ہوا جاسکتا ہے؟

(جواب): صف مکمل ہونے کی صورت میں مقتدی کا امام کے ساتھ مل کر کھڑا ہونا درست نہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کروا رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بائیں جانب آ کر بیٹھ گئے:

فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ؛ اسْتَأْخَرَ .

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے۔''

(صحيح البخاري : 683، صحيح مسلم : 418)

معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ صف مکمل ہونے کی صورت میں کھڑا نہیں ہوسکتا، تب ہی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ عذر کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی جگہ کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا۔

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

’’اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ کھڑا ہو، جبکہ اس کے پیچھے صف بھی موجود ہے، تو یہ بالا جماع (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام شیبانی کے نزدیک) مکروہ ہے۔‘‘

(البِنَاية شرح الهِداية : 342/2)

سوال: کیا اکیلی بیوی یا محرم عورت امام کے برابر کھڑی ہو سکتی ہے؟

جواب: نہیں ہو سکتی۔ عورت اکیلی بھی ہو، تو پیچھے کھڑی ہو گی، اکیلی عورت ایک مستقل صف ہے۔

❀ عبداللہ بن ابی طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

’’سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمیر فوت ہوئے، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے گھر میں عمیر کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوئے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے اور امِ سلیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ وہاں ان کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔‘‘

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :508/1، المستدرك للحاكم :365/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ’’صحیح بخاری ومسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح‘‘ کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

صف بندی کا یہ طریقہ نماز جنازہ کے ساتھ خاص ہے کہ امام کے پیچھے مرد اکیلا کھڑا ہو سکتا ہے، جبکہ عام نمازوں میں صف کے پیچھے اکیلے مرد کی نماز نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا ابواُسید رضی اللہ عنہ کے مولیٰ، ابوسعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

’’میں نے شادی کی۔ رُخصتی کی رات میرے پاس بہت سے صحابہ موجود تھے۔ نماز کا وقت آیا، تو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے امامت کروانا چاہی، لیکن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

انہیں کھینچ لیا اور فرمایا: گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر انہوں نے ابومسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا ایسے ہی ہے؟ فرمایا: جی ہاں! ابوسعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، حالانکہ میں اس وقت غلام تھا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ جب میں اپنی بیوی کے پاس جاؤں، تو دو رکعت ادا کروں اور اگر اس نے بھی پڑھنی ہوں، تو میرے پیچھے نماز پڑھ لے۔''

(الأوسط لابن المنذر: 156/4، وسندهٗ حسنٌ؛ مصنّف ابن أبي شيبة: 217/2 مختصرًا)

سوال: کیا امام دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے؟

جواب: پڑھا سکتا ہے۔

سوال: مقتدی رکوع و سجود امام کے ساتھ ہی کرے گا یا ذرا توقف کرے؟

جواب: مقتدی کے لیے امام سے آگے بڑھنا جائز نہیں، اس پر سخت وعید آئی ہے۔ اس لیے ذرا توقف کے ساتھ امام کی اقتدا کرنی چاہیے۔

سوال: نماز پڑھانے کے بعد امام کو یاد آیا کہ اس پر غسل واجب تھا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: امام کو چاہیے کہ غسل کر کے نماز دہرائے، مقتدیوں کی نماز ہو گئی، انہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: اختلاف کی صورت میں ایک ہی نماز کے لیے دو امام مقرر کرنا کیسا ہے کہ ایک امام کچھ لوگوں کو امامت کرائے اور دوسرا دوسرے لوگوں کو؟

جواب: ایسا کرنا قطعاً جائز نہیں، لوگوں کو چاہیے کہ اپنا اختلاف ختم کریں اور ان میں سے کسی ایک کو امام مقرر کر لیں، یا دونوں کو امام مقرر کر لیں، کہ کچھ نمازیں ایک پڑھا دے

اور باقی دوسرا امام پڑھا دے۔ یا کسی ایسے شخص کو مستقل امام مقرر کرلیں، جس پر سب لوگوں کا اتفاق ہو۔ یا کوئی اور جائز صورت نکال لی جائے، بہر کیف اس صورت میں ایک نماز کے لیے دو جماعتیں کرانا درست نہیں۔

سوال: دوران نماز امام کا وضوٹوٹ گیا، مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسے ہی نماز پڑھادی، بعد میں بتایا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: امام پر نماز کا اعادہ ضروری ہے، مقتدیوں کی نماز ہوگئی، ان پر اعادہ نہیں۔

سوال: امام کی تنخواہ مقرر ہے، اس کی غیر حاضریوں کی وجہ سے اس کی تنخواہ میں سے کچھ رقم کاٹ لی گئی، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر کٹوتی کا کوئی معاہدہ پہلے طے پایا تھا، تو کٹوتی کرنا شرعًا تو جائز ہے، مگر عرف عام میں اچھا نہیں، بلکہ خود مقتدیوں کے لیے باعث عار ہے۔

سوال: ایک شخص عرصہ دراز سے امامت کراتا تھا، دوران امامت فوت ہوگیا، کیا اس کے یتیم بچوں کی کفالت اہل علاقہ کے ذمہ ہے؟

جواب: اہل علاقہ کو چاہیے کہ اپنے امام کی خدمات کے بدلہ میں اس کی بیوہ اور یتیم بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لیں، یہ دین سے خیر خواہی ہوگی۔

سوال: امام کا اپنے مخالف کے لیے بد دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر مخالفت دین کی بنیاد پر ہے، تو بد دعا کی جاسکتی ہے اور اگر مخالفت امام کی ذاتی ہے، تو اسے چاہیے کہ بد دعا سے گریزاں رہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر سجدہ کی حالت میں امام کا وضوٹوٹ جائے، تو کیا کرے؟

جواب: سجدہ سے اٹھے اور پیچھے سے کسی شخص کو اٹھائے اور وہ شخص سجدہ سے نماز کی امامت شروع کرے۔

سوال: امام کوئی سورت پڑھ رہا ہے، وضوٹوٹ گیا، امام نے ایک شخص کو مصلیٰ پر کھڑا کیا، کیا وہ اسی سورت سے قرأت کرے گا یا کسی سے بھی کر سکتا ہے؟

جواب: اگر اسے وہ سورت یاد ہے، تو اسی سے شروع کر دے، ورنہ کہیں سے بھی قرأت کر سکتا ہے۔

سوال: امام کا وضوٹوٹ گیا، مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مقتدیوں میں سے کوئی شخص آگے مصلیٰ پر آنے کو تیار نہیں، تو امام کیا کرے گا؟

جواب: مقتدیوں کو مسئلہ سمجھائے اور ہاتھ پکڑ کر کسی کو آگے کر دے۔

سوال: امام کو نماز میں سہو ہوا، کسی شخص نے جو جماعت میں شامل نہیں ہے، سہو پر متنبہ کیا، امام نے نماز درست کر دی، کیا حکم ہے؟

جواب: سہو کی صورت میں کوئی بھی تنبیہ کر سکتا ہے، مقتدی بھی اور جماعت سے باہر والا شخص بھی، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

سوال: نماز میں گھٹنا کھلا تھا، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں گھٹنا نہیں کھولنا چاہیے، البتہ اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے۔

(سوال): ایک شخص نماز میں بول پڑا، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بھول کر بول پڑا، تو نماز جاری رکھے، کوئی حرج نہیں اور اگر جان بوجھ کر بولا، تو نماز فاسد و باطل ہے، نئے سرے سے نماز پڑھے۔

(سوال): جو شخص ذہنی طور پر نماز میں حاضر نہیں، بازاروں اور عدالتوں کی سوچوں میں الجھا ہوا ہو، مکمل نماز کے ارکان ادا کر رہا ہے، اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کا فرض ادا ہو جاتا ہے، مگر نماز کے فضائل و فوائد سے محروم رہتا ہے۔

(سوال): نماز پڑھتے وقت اگر ہاتھ کپڑے کے اندر ہوں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز درست ہے۔

(سوال): اگر نمازی کے آگے سے کتا گزر جائے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز ہو جاتی ہے۔

(سوال): جیب میں ناپاک چیز رکھ کر نماز پڑھ لی، کیا حکم ہے؟

(جواب): جان بوجھ کر ایسا کرنے پر نماز کا اعادہ چاہیے، البتہ اگر بھول کر نماز پڑھ لی، تو نماز ہو جائے گی۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي نَعْلَيْهِ، فَصَلَّى النَّاسُ فِي نِعَالِهِمْ، ثُمَّ أَلْقٰى نَعْلَيْهِ، فَأَلْقَى النَّاسُ نِعَالَهُمْ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ : مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَأَيْنَاكَ فَعَلْتَ فَفَعَلْنَا، قَالَ : إِنَّ جِبْرِيلَ أَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهَا أَذًى، فَإِذَا أَتٰى أَحَدُكُمُ

الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ أَذًى، وَإِلَّا فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا .

''رسول کریم ﷺ نے جوتے پہن کر نماز پڑھائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی جوتوں سمیت نماز ادا کی، پھر دوران نماز نبی کریم ﷺ نے جوتے اتار دیئے، یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی جوتے اتار دیئے، نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے جوتے کیوں اتارے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ کو دیکھا تو اتار دئے، فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا تھا کہ جوتا نجاست آلود ہے، آپ مسجد آنے سے قبل جوتا دیکھ لیا کریں، اس میں نجاست ہو، تو اتار دیا کریں، ورنہ اسی میں نماز ادا کر لیا کریں۔''

(مسند الطّيالسي، ص 286، مسند الإمام أحمد : 20/3، سنن أبي داوٗد : 650، مسند ابن حميد : 880، مسند أبي يعلى : 1194، السنن الكبرٰى للبيهقي : 406/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۰۱۷) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۱۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حاکم رحمہ اللہ (۱/۲۶۰) نے اس کو امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام :319/1)

نبی کریم ﷺ نے نجاست آلود جوتے میں جتنی نماز ادا کی، علم ہو جانے کے بعد اس کا اعادہ نہیں کیا۔ یہی معاملہ اس شخص کا ہے، جو جیب میں ناپاک چیز رکھ کر نماز ادا کر لے، معلوم ہونے کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔

سوال: اگر نماز میں تہبند کھل جائے، تو کیا کرے؟

(جواب): یہ مجبوری ہے، اس لیے نماز میں ہی تہبند کو باندھ لے، نماز فاسد نہ ہوگی۔

(سوال): لکڑی کے بجائے کسی اور دھات کا سترہ رکھنا جائز ہے؟

(جواب): کسی بھی دھات کا سترہ رکھا جاسکتا ہے، لکڑی ضروری نہیں۔

(سوال): چھتری کو سترہ بنانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور کافر نوکر اسے پنکھا ہلا رہا ہے، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): رات کو کسی سے قبلہ پوچھ کر نماز پڑھی، صبح معلوم ہوا کہ غلط سمت میں نماز پڑھی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(سوال): توتلا ہونے کی وجہ سے امام ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کے بجائے ''السلام علیتم ورحمۃ اللہ'' کہے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): امام کو احتلام ہوا، شلوار دھو کر اس میں نماز پڑھادی، دو تین دن بعد دیکھا کہ قمیص پر بھی دھبہ لگا ہے، اب نمازوں کا کیا حکم ہے؟

(جواب): امام اور مقتدیوں سب کی گزشتہ نمازیں ہوگئیں ہیں، ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(سوال): قبلہ سے معمولی انحراف سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(جواب): نماز ہو جائے گی۔

سوال: دوران نماز فجر اگر سورج نکل آیا، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز ہو جائے گی، سورج نکلنے کے بعد اعادہ کی ضرورت نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے نمازِ صبح کی ایک رکعت پالی، اس نے نمازِ صبح پالی اور جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پڑھ لی، اسے نے عصر کی نماز پالی۔''

(صحيح البخاري : 579، صحيح مسلم : 607)

یہ روایت صحیح مسلم (۶۰۹) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

یہ حدیثِ مبارک اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی، باقی رکعات ادا کر لے تو اس کی نمازِ عصر صحیح ہے، اگر طلوعِ آفتاب سے پہلے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی، دوسری رکعت ادا کرنے پر نمازِ فجر ادا ہو جائے گی۔

❀ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کہتے ہیں:

''حدیثِ باب حنفیہ کے بالکل خلاف ہے، مختلف مشائخِ حنفیہ نے اس کا جواب دینے میں بڑا زور لگایا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شافی جواب نہیں دیا جا سکا، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ مسلک پر اس کو مشکلات میں شمار کیا گیا ہے۔''

(درسِ ترمذی:434/1)

❀ نیز اس مسئلہ میں اپنے دلائل پر تبصرہ کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''خود صاحب معارف السنن (علامہ محمد یوسف بنوری) نے حضرت شاہ صاحب (علامہ انور شاہ کشمیری) کی اس توجیہ کو بہت مفصل اور موجہ کر کے بیان کیا ہے، لیکن آخر میں خود انہوں نے بھی یہ اعتراض کیا ہے شرح صدر اس پر بھی نہیں

ہوتا، اس کے علاوہ ان تمام توجیہات پر ایک مشترک اعتراض یہ ہے کہ حدیث کو اپنے ظاہر سے مؤوّل کرنا کسی نص یا دلیل شرعی کی وجہ سے ہوسکتا ہے اور اس معاملہ میں تفریق بین الفجر والعصر کے بارے میں حنفیہ کے پاس نصِ صریح نہیں، صرف قیاس ہے اور وہ بھی مضبوط نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کی طرف سے کوئی ایسی توجیہ اب تک احقر (محمد تقی عثمانی) کی نظر سے نہیں گزری، جو کافی اور شافی ہو، اس لیے حدیث کو توڑ مروڑ کر حنفیہ کے مسلک پر فٹ کرنا کسی طرح مناسب نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت (علامہ رشید احمد) گنگوہی نے فرمایا کہ اس حدیث کے بارے میں حنفیہ کی تمام تاویلات باردہ ہیں اور حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں کھینچ تان کرنے کے بجائے کھل کر یہ کہنا چاہیے کہ اس بارے میں حنفیہ کے دلائل ہماری سمجھ میں نہیں آسکے، اور ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز تو ہے، لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو ہو جائے گی۔ حضرت گنگوہی کے علاوہ صاحبِ بحرالرائق (علامہ ابنِ نجیم) اور علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی دلائل کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک رحمہم اللہ) کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ طلوعِ شمس سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔''

(درسِ ترمذی:1/439-440)

سوال: رشوت کے کپڑوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: رشوت حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ مگر رشوت کے کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(سوال): کیاامام کےنمازتوڑ دینے سےمقتدیوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے؟

(جواب): مقتدیوں کی نماز فاسدنہیں ہوتی، اگرامام نمازتوڑ دے، تو امام کے قریب والا مقتدی آگے بڑھ کرامامت کرادے۔

(سوال): جس مسجد کوکوئی شخص اپنی ملکیت سمجھتا ہو، اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، اگرکوئی اپنےتئیں کسی مسجد کو اپنی ملکیت سمجھتا بھی ہے، تو بھی اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے، مگر ملکیت کہنے والا گناہ گار ہوگا۔ شرعاوقانوناً وہ مسجد اس کی ملکیت نہیں ہے۔

(سوال): زیرناف بال نہ مونڈنے والے کی نماز کا کیاحکم ہے؟

(جواب): چالیس دن سے زیادہ مدت تک زیرناف بال نہ مونڈنا کبیرہ گناہ ہے، فطرت کومسخ کرنے والاعمل ہے، مگراس صورت میں نماز ہوجاتی ہے۔

(سوال): نماز میں رقص کرنے اورتالیاں بجانے سےنماز فاسد ہے یانہیں؟

(جواب): نماز میں رقص اورتالیاں نماز کوفاسداور باطل کردیتی ہیں۔ ایسا کرنے والا سخت گناہ گار ہے۔ اس پرنماز کااعادہ ضروری ہے۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم سےخریدی ہوئی صفوں پرنماز کا کیاحکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): اگرمقتدی امام کےساتھ سجدہ تلاوت نہ کرے، تو نماز کا کیاحکم ہے؟

(جواب): اگرغلطی سےسجدہ تلاوت نہ کرسکے، تو نماز ہوجائے گی اوراگر جان بوجھ کر امام کے ساتھ سجدہ تلاوت نہ کیا، تو نماز نہ ہوگی، کیونکہ اگرچہ سجدہ تلاوت مستحب ہے، مگر مقتدی کے لیےامام کی اقتدا ضروری ہے، جوکہ اس نے ترک کردی ہے۔

سوال:اگر امام نماز میں اتنی آہستہ قرأت کرتا ہے کہ خود بھی نہ سن پاتا ہوگا، کیا نماز ہوجائے گی؟

جواب:امام کو قدرے اونچی قرأت کرنے چاہیے، مگر مذکورہ صورت میں نماز ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال:اگر محض شک کی بنا پر سجدہ سہو کیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب:صرف شک کی بنا پر سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیے، البتہ کرلیا، تو نماز ہوجائے گی۔

سوال:نماز کے دوران میوزک بج رہا تھا، کیا نماز ہوگئی؟

جواب:نماز درست ہے۔

سوال:نمازی کے آگے سے عورت یا کوئی جانور گزر جائے، تو کیا نماز ہوگئی؟

جواب:نمازی کے آگے سے عورت یا جانور گزر جائے، تو نماز ہوجائے گی۔

سوال:عورتوں کے محاذات کے کیا احکام ہیں؟

جواب:مردوں کی صفوں کے بعد عورتوں کی صفیں ہوتی ہیں۔ عورت یا عورتوں کو نماز کے لیے مرد یا مردوں کے برابر کھڑا نہیں ہونا چاہیے، لیکن اگر کسی مجبوری کی بنا پر یا غلطی سے ایسا ہوجائے، تو نماز باطل نہیں ہوتی، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔

بعض مذاہب میں محاذات کی چند صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ جو کہ درجِ ذیل ہیں:

"① عورت کا امام کے آگے یا برابر ہونا، اس سے امام اور اس عورت اور تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

② عورت کا امام اور مقتدی مردوں کی صف کے درمیان میں یا مقتدی مردوں کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہونا، اس صورت میں ایک

عورت اپنے پیچھے والی صرف پہلی صف کے محاذی ایک مرد کی نماز فاسد کرے گی اور دو عورتیں صرف پیچھے والی پہلی صف کے دو محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین عورتیں پیچھے والی تمام صفوں کے تین تین محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں صفِ تام کے حکم میں ہونے کی وجہ سے پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔

ایک یا دو عورتیں آگے ہونے کی صورت میں اگر ان کے اور مردوں کے درمیان سترہ بقدرِ ایک ہاتھ حائل ہوگا تو مانع فساد ہوگا۔ اس سے کم مانع فساد نہیں۔ اور تین یا زیادہ عورتیں آگے ہونے کی صورت میں سترہ حائل ہونے کا اعتبار نہیں اور فسادِ نماز کا حکم بدستور برقرار رہے گا۔

③ عورتوں کا مردوں کی صف میں کھڑا ہونا، پس ایک عورت تین آدمیوں کی نماز فاسد کرے گی۔ ایک اپنے دائیں اور ایک بائیں اور ایک پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے آدمی کی اور دو عورتیں چار آدمیوں کی، یعنی ایک دائیں اور ایک بائیں اور دو پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے دو آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔ اور تین عورتیں ایک ایک دائیں بائیں والے آدمی کی اور پیچھے والی ہر صف کے تین تین محاذی آدمیوں کی آخر صفوں تک نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں دائیں اور بائیں والے ایک ایک آدمی کی اور پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔

④ ایک ہی صف میں ایک طرف آدمی ہو اور ایک طرف عورتیں ہوں اور ان کے درمیان میں کوئی حائل نہ ہو، تو صرف اس ایک آدمی کی نماز

فاسد ہوگی، جو عورت کے متصل محاذی ہوگا اور باقی آدمیوں کی نماز درست ہو جائے گی، کیوں کہ یہ آدمی باقی آدمیوں اور عورتوں کے درمیان بمنزلہ سترہ ہو جائے گا۔

⑤ قدِ آدم یا زیادہ اونچا چبوترہ یا سائباں یا بالا خانہ وغیرہ ہے اور اس کے اوپر مرد ہیں اور نیچے ان کے محاذی عورتیں ہیں یا اس کے برعکس یعنی عورتیں اوپر ہیں اور نیچے ان کے محاذی مرد ہیں، تو یہ قدِ آدم اونچائی مانع فسادِ نماز ہو جائے گی اور مردوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ قدِ آدم سے کم اونچائی مانع فساد نہ ہوگی۔''

(فتاوی دار العلوم زکریا از مفتی رضاء الحق: 276/2)

یہ ایسا الجھاؤ ہے، جس کی کوئی توجیہ قرآن وحدیث سے ہوسکتی ہے، نہ عقل سلیم سے۔ بلا دلیل نماز کو باطل قرار دینا، شریعت کے ساتھ سنگین مذاق ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''عورت مردوں کے ساتھ صف میں کھڑی نہیں ہوگی، کیوں کہ اس میں فتنے کا خدشہ ہے۔ عورت اس حکم شرعی کی مخالفت کرے (اور مردوں کے برابر کھڑی ہو جائے)، تو جمہور اہل علم کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی، احناف کہتے ہیں عورت کی نماز، تو ہو جائے گی، البتہ مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ بہت عجیب فتویٰ ہے۔ اس کی توجیہ میں بھی بعض لوگوں نے تکلفسے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ عورتوں کو پیچھے رکھو، جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ یہ حکم وجوب کے لیے ہے اور 'حیث' ظرف

ِ مکان ہے۔نماز کے علاوہ کوئی مقام ایسانہیں، جہاں عورتوں کو پیچھے رکھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ جب عورت مرد کے برابر کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیوں کہ اس نے عورت کو پیچھے کرنے والے حکم پر عمل نہیں کیا۔اس فتوے کو نقل کر دینا ہی کافی ہے، چہ جائے کہ اس کا جواب دینے کی زحمت کی جائے۔ہم ایسی باتوں سے بچنے کے لیے اللہ کی مدد چاہتے ہیں۔غصب شدہ کپڑے میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور اسے کپڑے اتار دینے کا حکم ہے، لیکن اگر وہ اس حکم کی مخالفت میں اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے تو گناہ ہوگا، مگر اس کی نماز ہو جائے گی۔ جب یہ ہے تو اس شخص کی نماز کو درست قرار کیوں نہیں دیا جاتا، جس کے برابر میں ایک عورت خود آ کر کھڑی ہو جائے؟''

(فتح الباري : 212/2)

جن مذاہب کے مطابق اس صورت میں نماز نہیں ہوتی ، انہوں نے بھی اسے بعض مواقع پر جائز قرار دے رکھاہ، مثلا:

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں محاذات (عورتوں کے مردوں کے برابر ہونے) کے باوجود علما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (1014ھ) لکھتے ہیں:

لَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلٰى إِبْطَالِ الصَّلَاةِ حَالَ الْمُحَاذَاةِ .

''اس میں محاذات کی صورت میں نماز کے باطل ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔''

(شرح النِّقاية :204/1)

۞ مفتی رضاء الحق صاحب، دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقا لکھتے ہیں:

''مفتی اعظم پاکستان، ہمارے استاذ محترم، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ بھی حرم میں محاذات کے باوجود نماز کی صحت کا فتوی دیتے تھے۔''

(فتاوی دار العلوم زکریا:281/2)

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

أَخِّرُوهُنَّ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ .

''ان عورتوں کو پیچھے رکھو، جیسے اللہ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 149/3، ح : 5115، صحيح ابن خُزَيمة : 1700، المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 295/9، ح : 9484، 9485، المطالب العالية لابن حجر :391)

سند سلیمان بن مہران اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

اس کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْخَبَرُ مَوْقُوفٌ غَيْرُ مُسْنَدٍ .

''یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة، تحت الحديث : 1700)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''اس حدیث کا مرفوع ہونا تعجب خیز ہے۔'' (نصب الراية : 36/2)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ رَفْعُهُ فَضْلًا عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمَشَاهِيرِ .

''اس کا مشہور ہونا تو درکنار، مرفوع ہونا بھی ثابت نہیں۔''

(فتح القدير :360/1)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ مَرْفُوعٍ .

''یہ حدیث مرفوع نہیں۔'' (البناية في شرح الهداية : 342/2)

سوال: جیب میں پیسوں کا نوٹ جس پر تصویر ہوتی ہے، رکھ کر نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز درست ہے۔

سوال: مسجد کے صحن میں جماعت ہو رہی تھی، تو سخت طوفان آ گیا، کیا نماز کے دوران ہال میں جایا جا سکتا ہے یا نماز توڑ دی جائے؟

جواب: مجبوری کی اس صورت میں دوران جماعت ہی اندر ہال میں جایا جا سکتا ہے، نماز توڑنے کی ضرورت نہیں۔ مجبوری کی حالت میں نماز میں حرکت کی جا سکتی ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

سوال: چلتی بیل گاڑی میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نفل نماز جائز ہے، فرض جائز نہیں۔

سوال: مقتدی شروع نماز سے جماعت میں شریک ہے، مگر ایک رکعت میں امام کے ساتھ رکوع کرنا بھول گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس رکعت میں رکوع نہیں کیا، وہ رکعت نہ ہوئی، لہٰذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت دوبارہ پڑھے اور سجدہ سہو بھی کرے۔

سوال: اگر امام نماز میں بھول کر رکوع چھوڑ دے اور سیدھا سجدہ میں چلا جائے، تو

کیا مقتدی ''الرکوع'' کہہ کر لقمہ دے سکتے ہیں؟

(جواب): لقمہ صرف ''سبحان اللہ'' کے ساتھ دینا چاہیے، مذکورہ صورت میں اگر ''الرکوع'' کے ساتھ لقمہ دیا، تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوگئی، اسے دوبارہ پڑھنا ہوگی اور اگر امام نے لقمہ قبول کرلیا، تو اس کی اور دیگر مقتدیوں کی نماز ہوجائے گی، واللہ اعلم!

(سوال): اسپرٹ کی پالش پر نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نجس چیز سے نہ ہو، تو نماز جائز ہے۔

(سوال): دوران نماز گلا صاف کرنے کے لیے کھانسنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، نماز ہوجائے گی۔

(سوال): دوران نماز گولیوں کی آواز سنی، تو بے اختیار اونچی آواز سے لا الہ الا اللہ نکل گیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر بے اختیار ایسا نکل گیا ہے، تو کوئی حرج نہیں، نماز ہوجائے گی۔

(سوال): کیا جمعہ کی نماز میں لقمہ دینا جائز ہے؟

(جواب): جمعہ کی نماز بھی نماز ہے، اس میں لقمہ دینا بھی جائز ہے۔

(سوال): جنگل بیابان ہے، عشاء کی نماز کا وقت ہے، آگے کب جنگل ختم ہو معلوم نہیں، نیچے اتر کر نماز ادا کرنا ممکن نہیں، درندوں کا خطرہ ہے، کیا گاڑی میں نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

(جواب): ایسی خوفناک اور مجبوری کی صورت میں گاڑی پر فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

(سوال): دوران نماز جمائی لی، آواز نکل گئی، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز درست ہے، البتہ جان بوجھ کر آواز نہیں نکالنی چاہیے۔

(سوال): نماز کے دوران جسم کے کسی حصہ میں درد ہونے کی وجہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز درست ہے۔

(سوال): دومنزلہ مکان پر نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دومنزلہ مکان پر نماز پڑھنا درست ہے۔

(سوال): اگر امام سجدے میں فوت ہو جائے، تو مقتدی کیا کریں؟

(جواب): اگر امام سجدہ میں فوت ہو جائے، تو ایک مقتدی آگے ہو کر نماز مکمل کرائے، اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

(سوال): سفر حجاز میں اونٹ پر نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سفر حجاز کا ہو یا کسی اور شہر یا ملک کا، ہر صورت میں بلا عذر فرض نماز اونٹ یا سواری پر جائز نہیں، البتہ نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(سوال): جس مسجد میں مزار ہو، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر درمیان میں کوئی دیوار حائل نہ ہو، تو وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(سوال): کسی کے کھیت میں بلا اجازت نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): نماز میں بعض آیات کے آخر میں دعا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): نماز میں جو قرأت کر رہا ہے، وہ آیات کے آخر میں مناسب دعا کر سکتا ہے۔ حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ (مسلم: ۷۷۲) سننے والوں کے لیے دعا کرنا یا آمین کہنا ثابت نہیں، خواہ نماز نفل ہو یا فرض۔

سوال: ایک نابینا جماعت میں شامل ہوا، مگر غیر قبلہ کھڑا ہو گیا، کیا ساتھ والا نمازی ہاتھ کے اشارہ سے اس کی سمت درست کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے، اس سے نماز میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

سوال: ہرن کی دباغت دی ہوئی کھال کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ہرن حلال ہے اور تمام حلال جانوروں کی کھال سے بنے مصلیٰ پر نماز پڑھنا درست اور جائز ہے۔

سوال: نماز میں پیشانی کی مٹی جھاڑنا کیسا ہے؟

جواب: جھاڑ دی، تو نماز میں کوئی خلل نہیں آیا، مگر درست یہی ہے کہ نماز کے بعد جھاڑ لے۔

سوال: فوجی ٹوپی پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جیب میں رشوت کے پیسے رکھ کر نماز پڑھی، کیا حکم ہے؟

جواب: رشوت مالِ حرام ہے، مگر اس مال کو جیب میں رکھ کر نماز ہو جائے گی۔

سوال: دوران نماز سردی کی وجہ سے کمبل اوڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: ایک شخص غلط سمت قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے، اسے ہاتھ کے اشارہ سے درست سمت کیا جائے یا بول کر بھی کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر اصلاح کرنے والا نماز میں ہے، تو صرف ہاتھ کے اشارہ سے کیا جا سکتا ہے، بول کر نہیں اور اگر نماز میں نہیں ہے، تو دونوں طرح کیا جا سکتا ہے، نمازی کی نماز پر کوئی

حرج واقع نہ ہوگا۔

(سوال): کیاامام کوزیریازبر کی غلطی پرلقمہ دیناجائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ولایتی کپڑوں میں نماز کا کیاحکم ہے؟

(جواب): پاک ہیں، تو ان کپڑوں میں نماز پڑھناجائز ہے۔

(سوال): آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): کئی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کھول کر نماز پڑھتے تھے، اس لیے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مناسب نہیں۔ البتہ کسی نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھ لی، تو نماز ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(سوال): عورت کا ساڑی میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر ساڑی ساتر ہے، تو اس میں نماز درست ہے۔

(سوال): شیعہ کی امام بارگاہ میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر جگہ پاک ہے، تو ہر جگہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص نماز میں بوجہ زکام سوسو کرتا ہے، یعنی ناک سے آواز نکالتا ہے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): فرض نماز میں امام کا ایک آیت کو بار بار پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص نابینا ہے، تیسری رکعت کو چوتھی سمجھ کر قعدہ میں بیٹھ گیا، کیا ساتھ

والا شخص ہاتھ کے اشارہ سے نابینا کو کھڑا کر سکتا ہے؟

(جواب): کر سکتا ہے، اس اشارہ سے کسی کی نماز میں حرج واقع نہ ہوگا۔

(سوال): ایک شخص نے مسجد کا سائبان کسی غیر شرعی مجلس مثلاً ڈانس میں استعمال کیا، کیا اب اس سائبان کو مسجد میں لگانا اور اس کے سائے میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

(جواب): اسے مسجد میں لگانا بھی جائز ہے اور اس کے سائے میں نماز بھی درست ہے، البتہ جس شخص نے وہ سائبان غیر شرعی مجلس میں استعمال کیا، وہ گناہ گار ہوگا۔

(سوال): دو شخص الگ الگ فرض نماز پڑھ رہے ہیں، جماعت نہیں کرا رہے، دونوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دونوں کی نماز درست ہے، البتہ انہیں جماعت کرا لینی چاہیے، تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو جائے۔

(سوال): نماز میں دوران قرأت رونے پر منہ سے آوازیں نکلیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز درست ہے، نماز میں رونا جائز ہے۔

(سوال): انگریزی صابن سے منہ دھو کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): سن بلاک (Sunblock) لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): گرمی شدت سے جلد کو محفوظ رکھنے کے لیے اگر کسی کریم کا استعمال کیا جائے، تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

(سوال): جس جوتے کا تلہ ناپاک ہو، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جس جوتے کا تلہ ناپاک ہو، تو معلوم ہونے کے بعد اس میں نماز پڑھنا

جائز نہیں، اگر دوران نماز معلوم ہو کہ جوتا ناپاک ہے، تو اسے اتار دیا جائے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھائی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی جوتوں سمیت نماز ادا کی، پھر دوران نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتار دیئے، یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی جوتے اتار دیئے، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے جوتے کیوں اتارے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ کو دیکھا تو اتار دئے، فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا تھا کہ جوتا نجاست آلود ہے، آپ مسجد آنے سے قبل جوتا دیکھ لیا کریں، اس میں نجاست ہو، تو اتار دیا کریں، ورنہ اسی میں نماز ادا کر لیا کریں۔''

(مسند الطّيالسي، ص 286، مسند الإمام أحمد : 20/3، سنن أبي داوٗد : 650، مسند ابن حميد : 880، مسند أبي يعلى : 1194، السنن الكبرٰى للبيهقي : 406/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۰۱۷) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۲۱۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حاکم رحمہ اللہ (۲۶۰/۱) نے اس کو امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام :319/1)

(سوال): جوتے والے کے پیچھے بغیر جوتے والے کا یا بغیر جوتے والے کے پیچھے جوتے والے کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جوتا پاک ہو، تو اس میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ امام اور مقتدی میں سے

کسی نے جوتا پہنا ہو اور کسی نے نہ پہنا ہو، تو سب کی نماز درست ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھائی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی جوتوں سمیت نماز ادا کی، پھر دوران نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتار دیئے، یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی جوتے اتار دیئے، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے جوتے کیوں اتارے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ کو دیکھا تو اتار دئے، فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا تھا کہ جوتا نجاست آلود ہے، آپ مسجد آنے سے قبل جوتا دیکھ لیا کریں، اس میں نجاست ہو، تو اتار دیا کریں، ورنہ اسی میں نماز ادا کر لیا کریں۔''

(مسند الطّيالسي، ص 286، مسند الإمام أحمد : 20/3، سنن أبي داوٗد : 650، مسند ابن حميد : 880، مسند أبي يعلى : 1194، السنن الكبرٰى للبيهقي : 406/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: مرد نے ریشمی کپڑے میں نماز پڑھی، کیا حکم ہے؟

جواب: مردوں کے لیے ریشمی کپڑا پہننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، البتہ اگر ریشمی کپڑے میں نماز پڑھ لی، تو گناہ گار ہونے کے ساتھ ساتھ نماز ہو جائے گی، اعادہ نہیں۔

سوال: نصاریٰ کے مستعمل کپڑوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کپڑوں کے پاک ہونے کا یقین ہے، تو ان میں نماز درست ہے اور اگر نجس ہونے کا ظن غالب ہے، تو دھو کر استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

سوال: نقش ونگار والے مصلیٰ پر نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: رنگ دار اور پھول دار قالین پر نماز پڑھنا درست ہے۔

❁ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ، وَفِيهَا تَصَاوِيرُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی پتیوں سے بنی ہوئی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے، اس پر (بے جان چیزوں کی) تصویریں تھیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء للذّهبي : 407/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ صحیح مسلم (۵۵۶) میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نقش دار چادر تھی، (جو ابوجہم رضی اللہ عنہ نے تحفہ میں دی تھی):

كَانَ يَتَشَاغَلُ بِهَا فِي الصَّلَاةِ .

''جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر ابوجہم رضی اللہ عنہ کو واپس دے دی اور ان سے بغیر نقوش کے اونی چادر لے لی۔

❁ صحیح بخاری (۳۷۳) اور صحیح مسلم (۵۵۶) کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِنَّهَا أَلْهَتْنِي عَنْ صَلَاتِي .

''اس (نقش دار چادر) نے مجھے میری نماز سے مشغول کر دیا۔''

❁ ایک روایت میں ہے:

إِنِّي نَظَرْتُ إِلٰى عَلَمِهَا فِي الصَّلَاةِ، فَكَادَ يَفْتِنُنِي .

''میں نے نماز میں اس چادر کی دھاریوں کی طرف دیکھا، قریب تھا کہ یہ مجھے فتنے میں مبتلا کر دیتیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك :97/1، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ ہر وہ نقش دار چیز جو نماز میں غفلت کا باعث بنے، توجہ میں خلل انداز ہو، اس پر نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے، بصورتِ دیگر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: گرمی میں موٹے کپڑے پہننے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے، کراہت کی کوئی دلیل نہیں۔

سوال: اگر کسی مالک نے یہ کہہ رکھا ہو، کہ فلاں کمرے میں کوئی نماز نہ پڑھے، روکنے کے باوجود کسی نے نماز پڑھ لی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسے اس کمرے میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے تھی، البتہ اگر پڑھ لی ہے، تو نماز ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: جائے نماز پر پرندے کی تصویر بنی تھی، اس پر کپڑا ڈال کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز بلا کراہت جائز ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): دعا مانگنے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟

(جواب): دعا کے آداب میں سے ہے کہ ہاتھ اٹھا کر کی جائے اور اختتام کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرے جائیں۔

❁ ابو نعیم وہب بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ الزُّبَيْرِ يَدْعُوَانِ، يُدِيرَانِ بِالرَّاحَتَيْنِ عَلَى الْوَجْهِ.

''میں نے دیکھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم دُعا کے بعد ہتھیلیاں چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے۔''

(الأدب المفرد للبخاري : 609، وسندهٗ حسنٌ)

❁ معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے ابو کعب عبد ربہ بن عبید رحمہ اللہ کو دیکھا، ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے اور بعد میں ہاتھ چہرے پہ پھیر لیتے، عرض کیا: کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہے؟ فرمایا: حسن بصری رحمہ اللہ کو۔''

(فضّ الوِعاء في أحاديث رفع اليدين بالدعاء للسّيوطي : 59، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا درست ہے۔ خیر القرون میں ایسا کوئی نہیں، جو ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرے اور بعد میں ہاتھ چہرے پر نہ پھیرے۔

سوال: چائے کے بعد کلی کیے بغیر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی بھی چیز کھائی ہو، تو کلی کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔ یہ سنت ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور کلی کی، نیز فرمایا: دودھ میں چکناہٹ ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري :211، صحيح مسلم : 358)

البتہ جو شخص بغیر کلی کیے نماز پڑھ لیتا ہے، اس کی نماز درست ہے۔

سوال: دوران جماعت اگر کوئی امام پر حملہ کر دے، تو کیا مقتدی نماز توڑ سکتے ہیں؟

جواب: اگر کسی امام پر حملہ ہو جائے، تو کچھ لوگوں کا نماز توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں، ایک شخص امام کی جگہ پر آ کر امامت کرائے اور کچھ لوگ امام کی دیکھ بھال اور دشمن سے نمٹنے کے لیے نماز ترک کر دیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر جب حملہ ہوا، تو ایسی ہی صورت حال پیش آئی تھی۔ (بخاری:۳۷۰۰)

سوال: ریشمی ازار بند میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: ریشمی ازار بند پہننا گناہ ہے، البتہ اس میں پڑھی گئی نماز درست ہے۔

سوال: سرکاری دفتر کے کاغذ بچھا کر اس پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز درست ہے۔

سوال: اگر نمازی کے سامنے چارپائی بچھی ہوئی ہے، تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: دوران نماز کوئی نقصان ہو گیا، کیا نماز توڑ سکتے ہیں؟

(جواب): اگر نقصان غیر معمولی ہے، تو نماز توڑی جا سکتی ہے۔

(سوال): سونے کا چھلہ پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مرد کے لیے سونے کا چھلہ پہننا ممنوع وحرام ہے، مگر سونا پہن کر نماز درست ہے۔

(سوال): میلے کپڑوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز کے لیے صاف ستھرا لباس زیب تن کرنا مستحب ہے۔ البتہ میلے کپڑوں میں بھی نماز ہو جاتی ہے، بشرطیکہ پاک ہوں۔

(سوال): نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال آ جائے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جہاں جہاں رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے، وہاں آپ ﷺ کا خیال لانا ہی نماز میں حضور قلبی ہے۔ مگر نماز خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے، اس کے سوا مخلوق میں سے کسی کی عبادت کا تصور یا خیال لانا کفر ہے۔

(سوال): کیا محراب میں اکیلا شخص نماز پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): کیا محراب میں مقتدی نماز پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): اگر مقتدی بلند جگہ پر کھڑے ہیں اور امام نیچی جگہ پر ہیں، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جو شخص امام سے پہلے رکوع اور سجدہ میں چلا جائے، اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز تو اس کی ہو جائے گی، مگر سخت وعید کا مستحق ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا کسی کو ڈر نہیں لگتا کہ اگر وہ امام سے پہلے (رکوع سے) سر اٹھائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دے گا یا اس کے چہرے کو گدھے کے چہرے سے بدل دے گا۔''

(صحيح البخاري :691، صحيح مسلم : 427)

سوال: اگر مقتدی امام کے پیچھے اونگھتا رہے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اونگھنے سے نماز ہو جاتی ہے، بشرطیکہ تمام ارکان ادا کرے۔

سوال: نماز میں کھجلائٹ ہو، تو کیا کرے؟

جواب: کھجلا سکتا ہے۔

سوال: مردوں کے لیے مہندی لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، البتہ مرد کے لیے بطور زینت مہندی کا استعمال جائز نہیں۔

سوال: اگر نمازی کے سامنے پیپل کا درخت ہے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، نماز درست ہے۔

سوال: نمازیوں کے چلے جانے کے بعد مسجد کو تالا لگانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، اس سے مسجد کے سامان کی حفاظت مقصود ہوتی ہے، نہ کہ لوگوں کو مساجد سے روکنا۔

سوال: اگر ایک ہی محلّہ میں دو مسجدیں ہوں، تو کس میں نماز پڑھنی چاہیے؟

جواب: اگر دونوں مسجدیں اہل حق کی ہوں، تو قریب ترین میں نماز پڑھنی چاہیے، البتہ دوسری میں بھی پڑھ لی جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیانماز وتر واجب ہے؟

جواب: نماز وتر سنت ہے،احادیث،آثاراوراہل علم کا اجماع اس پر دلیل ہیں۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے،صرف نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے ان کی مخالفت کی ہے اور وتر کو واجب کہا ہے۔نعمان کی یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف تو ہے ہی،تمام مسلمان علما حتی کہ جہلا کے بھی مخالف ہے۔ہمارے علم کے مطابق ان سے پہلے کسی نے وتر کو واجب نہیں کہا،اس معاملے میں ان کے شاگردوں نے بھی ان کی مخالفت کی ہے اور عام اہل علم کی موافقت۔''

(الأوسط : 92/8، ح : 2544)

❀ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ : إِنَّ الْوِتْرَ سُنَّةٌ لِمَا أَنَّ كِتَابَ اللّٰهِ، وَالسُّنَنَ الْمُتَوَاتِرَةَ وَالْمَشْهُورَةَ مَا أَوْجَبَتْ زِيَادَةً عَلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ.

''تمام فقہا نے کہا ہے کہ وتر سنت ہے، کیونکہ قرآن کریم اور مشہور ومتواتر سنت نے پانچ سے زائد نمازیں فرض نہیں کیں۔''

(بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع :91/1)

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَالصَّلَاةِ، وَلٰكِنَّهٗ سُنَّةٌ، فَلَا تَدَعُوهُ.

''وتر فرض نہیں، بلکہ سنت ہے،البتہ آپ اسے چھوڑیئے گا نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد :107/1، سنن الدّارمي : 1620، واللفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند ''صحیح'' قرار دی ہے۔

(اتّحاف الخِيَرة المَهرة : 1732)

۞ عبدالرحمٰن بن ابو عمرہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے وتر کی بابت سوال کیا، تو فرمایا:

أَمْرٌ حَسَنٌ، عَمِلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِهٖ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ .

''وتر اچھا عمل ہے، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا، مسلمانوں نے بھی ادا کیا ہے، تاہم واجب نہیں۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم :300/1، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1068) نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (300/1) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

۞ عبداللہ بن صنابحی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ابو محمد نے کہا کہ وتر واجب ہے۔ اس پر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو محمد کو غلطی لگی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا، انہیں بر وقت ادا کیا، رکوع و سجود اطمینان سے کیے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسے معاف فرمائے گا اور ایسا نہ کرنے والے کے لئے کوئی وعدہ نہیں، چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے۔''

(مسند الإمام أحمد : 317/5، سنن أبي داوٗد : 425، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' اور ''جید'' کہا ہے۔

(جامع المَسانيد والسّنن : 559/4، ح : 5763)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ تراویح اور وتر پڑھائے، اگلی رات ہم مسجد میں جمع ہوئے۔ اُمید تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، لیکن صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم مسجد میں اس لیے جمع ہوئے تھے کہ آپ تشریف لائیں گے اور ہمیں نماز پڑھائیں گے۔ فرمایا:

إِنِّي خَشِيتُ أَوْ كَرِهْتُ أَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ .

''مجھے خدشہ ہوا کہ وتر فرض نہ ہو جائیں۔''

(صحيح ابن خزيمة : 1070، صحيح ابن حبّان : 2409، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

يَدُلُّ هٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى أَنَّ الْوِتْرَ وَقِيَامَ اللَّيْلِ غَيْرُ مَكْتُوبٍ فَرْضُهٗ عَلَى النَّاسِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ وتر اور قیام اللیل لوگوں پر فرض نہیں۔''

(الأوسط : 168/5)

❁ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجد کی طرف سے ایک پراگندہ بال شخص آیا، ہمیں آواز کی گونج تو سنائی دیتی تھی مگر سمجھ نہ پائے کہ اس نے کہا کیا ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور اسلام کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے کہا: ان کے علاوہ بھی کوئی نماز فرض

ہے؟فرمایا:

لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ .

''نہیں!البتہ نفل پڑھے جاسکتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 46، صحيح مسلم : 11)

✿ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ بتارہے ہیں کہ پانچ سے زائد جو نماز ہے، وہ نفل ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 136/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ .

''سواری کا رخ جدھر بھی ہوتا، نبی کریم ﷺ اس پر نفل ادا کر لیتے تھے، آپ ﷺ سواری پر وتر تو پڑھ لیتے تھے،فرض نہیں۔''

(صحيح البخاري : 1098، صحيح مسلم : 39/700)

✿ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کے مطابق وتر نفل ہیں، وتر کو فرض وہی کہتا ہے، جس نے سنت کی مخالفت کرنی ہے اور اہل علم سے جدا رستہ اختیار کرنا ہے۔''

(الأوسط : 247/5)

❀ مسلم مولی عبد قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

''آپ وتر کو سنت سمجھتے ہیں؟ کہا: سنت کا مطلب؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھے اور مسلمان پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے: میں آپ سے یہ نہیں پوچھ رہا، بلکہ یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا وتر سنت ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عقل کام کرتی ہے؟ کہہ تو رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور مسلمان پڑھتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 295/2، 236/14، مسند أحمد : 29/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْوِتْرُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَمَنْ أَصَرَّ عَلٰى تَرْكِهٖ فَإِنَّهٗ تُرَدُّ شَهَادَتُهٗ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وتر سنت مؤکدہ ہے۔ جو اس کے ترک پر اصرار کرے، اس کی گواہی قبول نہیں۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 88/23)

سوال: حدیث: ''وتر حق اور واجب ہے.....'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بعض لوگ وتر کے وجوب پر کچھ دلائل پیش کرتے ہیں، ان کی علمی و تحقیقی حیثیت کیا ہے، ملاحظہ ہو؛

① سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ؛ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ، فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ، فَلَيْسَ مِنَّا .

''تین بار فرمایا، وتر حق ہے، جو وتر نہیں پڑھتا، وہ ہمارے طریقہ پر نہیں۔''

(مسند أحمد : 357/5، سنن أبي داؤد : 1419، المستدرك للحاكم : 305/1)

❁ تاریخ بغداد (175/5) میں اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ کے الفاظ ہیں۔

سند ''ضعیف'' ہے، عبید اللہ بن عبد اللہ ابو منیب عتکی (حسن الحدیث) کی عبد اللہ بن بریدہ سے بیان کردہ روایات منکر ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا أَنْكَرَ حَدِيْثُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ وَّأَبِي الْمُنِيبِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ .

''حسین بن واقد اور ابو منیب کی روایت عبد اللہ بن بریدہ سے حد درجہ منکر ہوتی ہے۔''

(العِلَل ومعرفة الرّجال : 497)

یہ بھی انہی منکر روایات سے ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ مَنَاكِيْرُ . ''اس نے بہت سی منکر روایات بیان کر رکھی ہیں۔''

(التّاريخ الكبير : 388/5)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کو ان کی منکر روایات میں شمار کیا ہے۔

(الكامِل في ضعفاء الرّجال : 537/5)

حاصل یہ ہے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ ابو منیب کی جس روایت کو محدثین منکر قرار دیں گے، وہ ''ضعیف'' ہوگی۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ . ''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(العِلَل المتناهية في الأحاديث الواهية : 765)

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے وجوب وتر ثابت نہیں ہوتا۔

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اکثر محدثین کہتے ہیں کہ یہ ترغیب دلانے اور وتر پر ابھارنے کے لئے کہا گیا، ہمارے طریقے پر نہیں، سے مراد ہے کہ جو وتر سے بے رغبتی کرتے ہوئے ایسا کرے گا، وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ وجوب مراد نہیں۔''

(شرح السنّة : 103/4)

② سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوِتْرُ حَقٌّ وَّاجِبٌ، فَمَنْ شَاءَ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، فَلْيُوتِرْ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يُّوتِرَ بِوَاحِدَةٍ، فَلْيُوتِرْ بِوَاحِدَةٍ .

''وتر حق اور ثابت ہے، جو چاہے تین پڑھے اور جو چاہے ایک پڑھے۔''

(سنن الدّارقطني : 22/2)

سند ''ضعیف'' ہے، امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اور امام زہری رحمہ اللہ دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں۔

دوسرے یہ کہ وجوب وتر کے قائلین کو یہ روایت مفید نہیں، اس میں ایک وتر کا بھی ذکر ہے، جس کے وہ قائل نہیں۔ نیز ''واجب'' ثابت کے معنی میں ہے۔

③ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ .

''وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔''

(مسند البزّار : 1637، نصب الرّاية للزّيلعي الحنفي : 113/2)

سند سخت ''ضعیف'' ہے:

① جابر بن یزید جعفی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔'' (طَبَقات المدلّسين : 53)

۞ نیز لکھتے ہیں:

ضَعِيفٌ رَافِضِيٌّ . ''ضعیف اور رافضی ہے۔'' (تقريب التّهذيب : 878)

② ابراہیم نخعی ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

④ سیدنا خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ، وَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ، وَهِيَ الْوِتْرُ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ .

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعمال میں ایک اور نماز کا اضافہ کیا ہے، جو آپ کے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے، اس کا وقت عشا اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1418، سنن التّرمِذي : 455، سنن ابن ماجه : 1168)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، عبداللہ بن ابومرہ زوفی کا سیدنا خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

۞ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ لِإِسْنَادِهِ سَمَاعُ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ .

''سند کے راویوں کا ایک دوسرے سے سماع نہیں۔''

(التّاریخ الکبیر : 203/3)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادٌ مُّنْقَطِعٌ، وَمَتْنٌ بَّاطِلٌ.

''سند منقطع اور متن باطل ہے۔'' (الثِّقات : 45/5)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ. ''یہ روایت ثابت نہیں۔'' (میزان الاعتدال : 501/2)

⑥ عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام آئے، تو انہیں معلوم ہوا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اہل شام وتر نہیں پڑھتے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کیا وتر واجب ہے؟ کہا: جی ہاں! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے رب نے مجھ پر ایک نماز کا اضافہ فرمایا ہے، وہ نماز وتر ہے، اس کا وقت عشا اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔''

(زوائد مسند الإمام أحمد : 242/5)

سند سخت ''ضعیف'' ہے:

① عبیداللہ بن زحر جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی بھی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

③ عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذًا.

''اس نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔''(تنقيح التّحقيق :213/1)

⑦ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَا أُحِبُّ أَنِّي تَرَكْتُ الْوِتْرَ، وَلَوْ أَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ .

''میں وتر چھوڑنا پسند نہیں کرتا، اگرچہ مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 296/2)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

② مخبر مجہول ہے۔

③ وجوب وتر پر دلالت نہیں کرتا۔

ثابت ہوا کہ وتر کی وجوب پر دلالت کرنے والی تمام مرفوع اور موقوف روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔ اہل علم نے ان پر جرح کی ہے۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات جب تیسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو اپنے والدین کو عذاب ہوتے دیکھا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع الیدین کیا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ جھوٹ اور بے اصل ہے۔

(سوال): وتر میں کونسی دعائیں پڑھی جائیں؟

(جواب): قنوت وتر میں مندرجہ ذیل دعائیں منقول و ماثور ہیں۔

❀ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وتر کی یہ دُعا سکھائی:

اللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ.

''اللہ! مجھے ہدایت یافتہ بندوں میں داخل فرما، عافیت والوں میں رکنیت عطا کر اور اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کر لے۔ اپنی عطاؤں میں برکت فرما اور تقدیر کے شر سے حفاظت فرما، کہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے، تیرے خلاف فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس سے تو دوستی کرے، وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے دشمنی کرے، عزت نہیں پاتا۔ ہمارے رب! تو بہت بلند اور بابرکت ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1425، سنن التّرمذي : 464، سنن النّسائي : 1746، سنن ابن ماجه : 1778، صحيحٌ، مسند الإمام أحمد : 199/1، وسندهٗ صحيحٌ، سنن الدارمي : 1663، وسندهٗ صحيحٌ، الدعاء للطَّبَراني : 748، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن جارود (272)، امام ابن خزیمہ (1095۔ 1096)، امام ابن حبان (945) اور حافظ ابن ملقن (البدر المنير : 630/3) رحمہم اللہ **نے ''صحیح'' کہا ہے۔**

حافظ نووی رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام : 455/1) **اور حافظ عراقی رحمہ اللہ** (تخريج أحاديث الإحياء، ص 183) **نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔**

❀ **سنن نسائی (1747) میں دُعا کے اختتام پر**

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ.

کے الفاظ بھی ہیں۔

انہیں عبداللہ بن علی نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَمَّا رِوَايَتُهٗ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يَثْبُتْ .

''سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت ثابت نہیں۔''

(تهذيب التّهذيب : 284/5)

یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

لہٰذا حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع :3 /441) کا اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا درست نہیں۔

البتہ یہ الفاظ پڑھنے میں حرج نہیں، صحیح ابن خزیمہ (1100، وسندهٗ صحيحٌ) میں ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قیام رمضان میں قنوت نازلہ پڑھتے، تو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے۔

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سکھلایا کہ وتر میں یہ دعا پڑھیں:

أَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنَا فِيمَنَ عَافَيْتَ، وتَوَلَّنَا فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ .

''یا اللہ! ہمیں ہدایت یافتہ بندوں میں داخل فرما، عافیت والوں میں رکنیت عطا کرا اور اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کر لے۔ اپنی عطاؤں میں برکت فرما اور تقدیر کے شر سے حفاظت فرما، کہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے، تیرے خلاف فیصلہ نہیں

کیا جا سکتا، جس سے تو دوستی کرے، وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے دشمنی کرے، عزت نہیں پاتا۔ اے ہمارے رب! تو بہت بلند اور بابرکت ہے۔''

(المُعجم الكبير للطَّبَراني : 73/3، ح : 2700، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کیا کرتے تھے:

رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرْ هُدَايَ إِلَيَّ، وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ بَغٰى عَليَّ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا، لَكَ ذَاكِرًا، لَكَ رَاهِبًا، لَكَ مِطْوَاعًا، إِلَيْكَ مُخْبِتًا، أَوْ مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي .

''یا اللہ! میری مدد کر، میرے مخالف کی مدد نہ کر، میری نصرت فرما، میرے دشمن کی نصرت نہ فرما، میرے لئے مکر کرنا، میرے خلاف مکر نہ کرنا، مجھے ہدایت عطا کر اور اتباع ہدایت میں آسانی، مجھ سے زیادتی کرنے والے کے خلاف میری مدد فرما، یا اللہ! مجھے اپنا شکر گزار بنا، ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا بنا، متواضع، تیرے سامنے کراہنے اور دعائیں کرنے والا، توبہ کرنے والا اور تیری طرف رجوع کرنے والا بنا، میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو دے، میری دعا مقبول فرما اور میری دلیل ثابت کر، میرے دل کو راہ راست پہ لا، میری زبان کو درست طریق سے بولنا سکھا اور میرے دل سے بغض و کینہ دور کردے۔''

ابوالحسن طنافسی رحمہ اللہ نے وکیع بن جراح رحمہ اللہ سے پوچھا: قنوت وتر میں یہ دعا پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا: جی ہاں!

(سنن أبي داوٗد : 1510، السنن الکبرٰی للنّسائي : 10368، سنن التّرمذي : 3551، سنن ابن ماجه : 3830، وسندهٗ صحیحٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (948) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (520/1) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قنوت وتر میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَمِلْءَ الْأَرَضِينَ السَّبْعِ، وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، كُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ : لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْت، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .

''تیرے لئے حمد ہے، سات آسمانوں کے برابر، سات زمینوں کے برابر اور ان کے درمیان والے خلا کے برابر، اے بزرگی اور ثنا کے اہل! ہم سبھی تیرے بندے ہیں اور تو اپنے بندوں کی طرف سے کی گئی تعریف کا سب سے زیادہ حق دار، جسے تو دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے چھین لے، اسے کوئی دے نہیں سکتا، کسی بزرگ کی بزرگی تیرے مقابلے میں سودمند نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شیبة : 300/2، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ انہوں نے قنوتِ نازلہ میں یہ دُعا پڑھی:

اللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحِقٌ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْضَعُ لَكَ، وَنَخْلَعُ مَنْ يَّكْفُرُكَ.

''اللہ! ہم صرف تیری عبادت کرتے، تیرے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، تیری طرف دوڑتے، تیری اتباع کرتے اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں، تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں جو کافروں کو ملنے والا ہے۔ یا اللہ! تجھ سے مدد اور بخشش کے طالب ہیں، تیری ثنا بیان کرتے ہیں، تجھ پہ ایمان لاتے ہیں، کفر نہیں کرتے، تیرے اطاعت گزار ہیں اور تیرے منکر سے قطع تعلقی کرتے ہیں۔''

(السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 201/2، وسندهٗ صحيحٌ)

بیہقی رحمہ اللہ اور ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنير : 471/4) نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ طحاوی رحمہ اللہ نے (شرح معاني الآثار : 249/1) میں بسند صحیح نقل کیا ہے۔

قنوت نازلہ کی طرح قنوت وتر میں مسنون دعا کے علاوہ بھی دعائیں کی جا سکتی ہیں۔

سوال: نماز وتر میں دعائے قنوت سے پہلے رفع الیدین کرنا کیسا ہے؟

جواب: اصول یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہر تکبیر پر رفع الیدین ہے، رکوع سے پہلے قنوت میں اگر تکبیر کہیں، تو رفع الیدین بھی کریں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قنوت نازلہ سے پہلے اور بعض دوسرے سلف قنوت وتر سے پہلے تکبیر کہا کرتے تھے۔

❁ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز فجر ادا کی، دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے تکبیر کہی اور قنوت کرنے لگے۔ بعد میں تکبیر کہہ کر رکوع چلے گئے۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :250/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے حکم، حماد اور ابو اسحاق رحمہم اللہ کو سنا، قنوت وتر کے بارے کہتے تھے کہ جب آپ قرأت سے فارغ ہوں، تو تکبیر کہیں، پھر رفع الیدین کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 306/2، وسندهٗ صحيحٌ)

قنوت نازلہ اور قنوت وتر کا حکم ایک ہی ہے۔ اس لیے اگر کوئی قنوت وتر سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کرلے، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: قدرت کے باوجود اگر کوئی جان بوجھ کر وتروں کی دعا چھوڑ دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔

سوال: کیا وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا مسنون ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

(صحيح مسلم : 738)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): وتر میں قنوت رکوع سے پہلے کرنی چاہیے یا رکوع کے بعد؟

(جواب): قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح ثابت ہے۔

❀ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے، پہلی رکعت میں سورت اعلی، دوسری میں کافرون اور تیسری میں سورت اخلاص پڑھتے۔ وتروں کے بعد تین مرتبہ سبحان الملک القدوس پڑھتے، تیسری بار آواز لمبی کرتے۔''

(سنن النّسائي : 1700، سنن ابن ماجه : 1182، وسندهٗ صحيحٌ)

سنن دارقطنی (1644) میں سفیان ثوری کی فطر بن خلیفہ (ثقہ) نے متابعت کی ہے۔

❀ امام ابن مندہ رحمہ اللہ کی التوحید (2/ 191، وسندہ حسن) اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی سنن کبریٰ (3/ 38۔39) میں یہ الفاظ بھی ہیں: سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُولَ إِذَا فَرَغْتُ مِنْ قِرَاءَتِي فِي الْوِتْرِ…… .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلایا کہ قرأت وتر سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھوں۔''

❀ بالکل اسی سند کے ساتھ مستدرک حاکم (3/173) میں یہ الفاظ ہیں:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وِتْرِي إِذَا

رَفَعْتُ رَأْسِي، وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا السُّجُودُ ......

''مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھایا کہ جب میں رکوع سے سر اٹھاؤں اور صرف سجدے باقی رہ جائیں تو یہ دعا پڑھوں۔۔۔''

معلوم ہوا کہ قنوتِ وتر رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح پڑھی جا سکتی ہے۔

❁ اسود بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 238/9، ح : 9165، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسماعیل بن عبدالملک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ .

''سعید بن جبیر رحمہ اللہ قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 302/2، وسندهٗ صحيحٌ)

بعض سلف رکوع کے بعد قنوت کرتے تھے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وتروں میں رکوع کے بعد قنوت وتر اور قنوت نازلہ پڑھی۔

(صحيح ابن خزيمة : 1100، وسندهٗ صحيحٌ)

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعا کرنا دونوں طرح کی روایات موجود ہیں، لہٰذا اس مسئلے میں سختی درست نہیں، یہ اجتہاد کا معاملہ ہے، اسے اجتہاد تک ہی رکھنا چاہیے، باعث

نزاع نہیں بنانا چاہیے۔

اس بارے میں کچھ ضعیف روایات:

① **علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:**

إِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَّأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت کرتے تھے۔'' (مصنّف ابن أبي شيبة : 302/2)

سند ''ضعیف'' ہے۔ ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

② **اسود بن یزید رحمہ اللہ سے مروی ہے:**

إِنَّ عُمَرَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قنوت وتر رکوع سے پہلے پڑھی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/301۔ 302)

سند ابراہیم نخعی کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

③ **اسود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَأُ فِى آخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں سورت اخلاص پڑھتے، پھر رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 2327/9، ح : 9425)

سند ''ضعیف'' ہے، لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سیء الحفظ'' ہے۔

④ سائب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ بَعْدَ الرُّكُوعِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ قنوت وتر رکوع کے بعد کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 302/2)

سند ضعیف ہے، شریک بن عبداللہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

⑤ ابوعبدالرحمٰن رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ بَعْدَ الرُّكُوعِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ قنوت وتر رکوع کے بعد کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 302/2)

سند ''ضعیف'' ہے۔ عطاء بن سائب ''مختلط'' ہے اور ہشیم بن بشیر نے اس سے اختلاط کے بعد روایت لی ہے۔

سوال: وتروں سے سلام پھیرنے کے بعد کون سی دعا پڑھی جائے؟

جواب: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے، پہلی رکعت میں سورت اعلی، دوسری میں سورت کافرون اور تیسری میں سورت اخلاص پڑھتے۔ وتروں کے بعد تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھتے، اس طرح کہ آخری مرتبہ آواز لمبی کرتے۔''

(سنن النّسائي : 1700، سنن ابن ماجة : 1182، وسندهٗ صحيحٌ)

سنن دارقطنی (1644) میں سفیان ثوری کی متابعت فطر بن خلیفہ نے کی ہے اور فطر ثقہ ہیں۔

❁ سنن النسائی (1733، وسندہ صحیح) کی ہیں:

''نبی کریم ﷺ سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسِ کہتے، تیسری بار اونچی آواز سے کہتے۔''

یہ سنت مہجورہ ہے، بہت کم لوگ ہیں جو وتر کے بعد باواز بلند یہ دعا پڑھتے ہیں۔

❁ اس دعا کے بعد رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ کہنا بھی ثابت ہے۔

(سنن الدارقطني : 1644، السّنن الكبرىٰ للبَيهقي : 40/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کے آخر میں یہ دعا پڑھتے:

أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.

''اللہ! میں تیری رضا کے وسیلے سے تیری ناراضی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری معافی کے صدقے، تیرے عذاب سے خلاصی، میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں تیری ثنا کو شمار نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے، جیسے تو نے اپنی ثنا کی۔''

(عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 892، وسندهٗ صحيحٌ متّصل، مسند الإمام أحمد : 96/1، 118، سنن أبي داوٗد : 1427، سنن النّسائي : 1748، سنن التّرمذي : 3566، سنن

ابن ماجه : 1179، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (1/ 106) نے سند کو صحیح اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص وتر کی جماعت میں تیسری رکعت میں شامل ہو، تو کیا سلام کے بعد آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے گا؟

جواب: جی ہاں، آخری رکعت میں بھی دعائے قنوت پڑھے گا۔

سوال: کیا فرض کی امامت کرانے والے امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص وتر کی امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: کرا سکتا ہے۔

سوال: اگر تین رکعت وتر پڑھ رہا ہو، تو کیا دو رکعت کے بعد قعدہ کرے گا؟

جواب: ایک سلام سے تین وتر کا طریقہ یہ ہے کہ درمیان میں تشہد نہ بیٹھیں، ورنہ مغرب سے مشابہت لازم آئے گی، جو کہ منع ہے، اسی طرح یہ مشابہت یوں بھی ختم ہو جاتی ہے کہ با جماعت نماز وتر کی تیسری رکعت میں اونچی قرأت کی جاتی ہے۔

❀ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَّا يَجْلِسُ فِيهِنَّ، وَلَا يَتَشَهَّدُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

''آپ رحمہ اللہ تین وتر پڑھتے، تو صرف آخر میں تشہد کرتے۔''

(المستدرك للحاكم :305/1، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 29/3، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، غَيْرَ أَنَّا نَقْرَأُ فِي الثَّالِثَةِ، فَهٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ، وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ .

''ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکھایا ہے کہ نماز وتر نماز مغرب کی طرح ہی ہے، البتہ ہم (وتر کی) تیسری رکعت میں قرأت کرتے ہیں، لہٰذا یہ رات کے وتر ہیں اور نماز مغرب دن کے وتر۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :293/1، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: کیا نماز وتر کے علاوہ کسی نماز میں قنوت کی جاسکتی ہے؟

جواب: قنوت نازلہ کسی بھی نماز کی آخری رکعت میں کی جاسکتی ہے۔ یہ مسنون عمل ہے۔ (بخاری:۱۰۰۱، مسلم:۶۷۷) اس کے نسخ کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین وتر ایک سلام سے ثابت ہیں؟

جواب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سلام سے تین وتر ثابت نہیں، ملاحظہ فرمائیں:

❁ بعض لوگوں نے تین وتر ایک سلام سے ادا کرنے پر بخاری و مسلم کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس حدیث کی وضاحت صحیح مسلم میں موجود ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ

بِوَاحِدَةٍ .

''نمازعشاء، جسے لوگ ''عتمہ'' کہتے ہیں اور نماز فجر کے درمیان نبی کریم ﷺ گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک وتر ادا کرتے۔''(صحيح مسلم : 736/122)

یہ حدیث نص ہے کہ نبی ﷺ تین وتر دو سلام سے ہی ادا کرتے تھے، مضارع پر ''کان'' داخل ہو، تو مخالف قرینہ نہ ہونے کی صورت میں اسے استمرار پر محمول کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک وتر الگ پڑھنے کو آپ ﷺ کا دائمی عمل بتایا ہے۔

اس بارے میں کچھ روایات پیش کی جاتی ہیں، جو کہ ضعیف وغیر ثابت ہیں ؛

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ .

''رسولِ اکرم ﷺ تین وتر ادا کرتے تھے۔''

(سنن النّسائي : 1699)

سند ''ضعیف'' ہے۔قتادہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

''رسولِ اکرم ﷺ عشا کے بعد گھر داخل ہوتے، تو دو رکعتیں ادا کرتے، پھر دو رکعتیں ان سے بھی لمبی پڑھتے اور ایک سلام سے تین وتر ادا کرتے۔پھر بیٹھ کر دو رکعت ادا فرماتے، رکوع وسجود بھی بیٹھ کر ہی کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 6/155۔156)

سند حسن بصری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَّا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ وَهٰذَا وِتْرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهُ أَخَذَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ .

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے اورسلام فقط آخری رکعت میں پھیرتے تھے، امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح وتر پڑھتے تھے۔ اہل مدینہ نے وتر کا یہ طریقہ انہی سے لیا ہے۔''

(المستدرك للحاكم :304/1)

سند قتادہ رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلٰى عُلُوِّ قَدْرِهِ يُدَلِّسُ، وَيَأْخُذُ عَنْ كُلِّ أَحَدٍ .

''قتادہ رحمہ اللہ بلند قدر و منزلت کے باوجود تدلیس کرتے اور ہر طرح کے راویوں سے روایات لے لیتے تھے۔''

(المستدرك على الصّحيحين :851)

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ، دوسری میں سورت کافرون اور تیسری میں سورت اخلاص کی تلاوت کرتے تھے۔ صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے اور سلام کے بعد تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پڑھتے تھے۔''(سنن النّسائي : 1702)

سند قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

فائدہ: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ فِيهِنَّ حَتّٰى يَنْصَرِفَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے وقت آخر میں سلام پھیرتے۔''

(شرح مشکل الآثار للطّحاوي :368/11، ح :4501، مسند الشاشي : 1432)

سند حفص بن غیاث کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

❀ **ثابت البنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو محمد! مجھ سے سیکھ لیں، میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا ہے، آپ کو سیکھنے کے لئے مجھ سے معتبر آدمی نہیں ملے گا۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر چھ رکعات نفل ادا کیے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے تین وتر پڑھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرا۔''

(كنز العُمّال : 66/8، تاریخ ابن عساکر : 268/9)

سند ''ضعیف'' ہے۔ میمون بن عبداللہ، ابو عبداللہ ''مجہول'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حَجَر : 7048)

لہٰذا اس سے حجت پکڑنا درست نہیں۔

❀ **سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

''......جب تک اللہ نے چاہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، رات کا آخری حصہ

ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ اور دوسری میں سورت کافرون پڑھیم، پھر قعدہ کیا، قعدہ کے بعد سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو گئے تیسری رکعت میں سورت اخلاص پڑھی۔ قرأت سے فارغ ہوئے، تو تکبیر کہی اور قنوت پڑھی، جو اللہ نے چاہا دعا مانگی، پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے گئے۔''

(الإستيعاب لابن عبد البر : 71/4، مصنف إبن أبي شيبة : 302/2)

من گھڑت ہے۔

① ابان بن عیاش ''کذاب اور متروک'' ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔(تقريب التهذيب : 142)

❁ نیز فرماتے ہیں:

ضَعِيْفٌ بِالْاِتِّفَاقِ . ''بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(فتح الباري : 222/9، 239)

② ابراہیم نخعی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: وتروں کی دو رکعات میں آدھی آدھی سورت تلاوت کی، کیا وتر میں کوئی خرابی واقع ہوئی ؟

جواب: کچھ حرج واقع نہ ہوا۔

سوال: نماز وتر میں امام کو سہو ہوا، کیا مقتدی سبحان اللہ کہہ کر تنبیہ کرے گا ؟

جواب: وتر میں سہو ہو جائے، تو بھی مقتدی سبحان اللہ سے ہی تنبیہ کریں گے۔

سوال: قنوت وتر میں ہاتھ اُٹھانا کیسا ہے؟

(جواب):قنوت میں ہاتھ اُٹھانا جائز ہے، سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جماعت کروا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں چیرتے آگے آئے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں:

رَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا أَمَرَهٗ بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ .

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ منصب پر اللہ کی حمد بیان کی۔''

(صحيح البخاري : 684، صحيح مسلم :421)

معلوم ہوا کہ کسی بھی نماز میں دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا مشروع اور جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے قنوتِ نازلہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا ثابت ہے، قنوت تو قنوت ہی ہے، وتروں میں ہو یا نازلہ میں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا صَلَّى الْغَدَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَدَعَا عَلَيْهِمْ .

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی فجر پڑھتے، ہاتھ اٹھا کر قبیلہ رعل وذکوان پر بددعا کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 137/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اس روایت کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (7443) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفَعَ يَدَيْهِ فِي قُنُوْتِهِ فِي الْوِتْرِ .

''قنوتِ وتر کرنے والا اس میں ہاتھ اُٹھائے۔''

(مسائل أحمد برواية عبد اللّٰه، ص 90، مسئلة : 319)

❁ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(مسائل الإمام أحمد و إسحاق بن راهويه برواية الكوسج : 649/2)

سلف صالحین میں کوئی ثقہ امام قنوتِ وتر میں ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں۔

سوال: جس نے عشاء کے ساتھ وتر پڑھ لیے ہوں، پھر آخری پہر تہجد ادا کرنا چاہتا ہے، تو کیا کرے؟

جواب: قیس بن طلق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں ایک دن سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔ افطاری ہماری ہاں کی۔ اسی رات ہمیں قیام کروایا اور وتر پڑھائے۔ پھر اپنی مسجد میں گئے اور نماز پڑھائی۔ وتر باقی رہ گئے، تو ایک آدمی کو آگے کر کے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھائیے، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ .

''ایک رات میں دو بار وتر نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1439، سنن النّسائي : 1680، سنن التّرمذي : 470، وسندهٗ حسنٌ، وأخرجهٗ أحمد : 23/4، وسندهٗ حسنٌ أيضًا)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1101) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2449) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کو "حسن" قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 481/2)

اول رات وتر ادا کر کے سونے والا آنکھ کھلنے پر نوافل ادا کر سکتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلي صورت:

پہلی صورت یہ کہ ایک رکعت پڑھ کر وتر جفت بنا دے، پھر نوافل پڑھنا شروع کر دے، آخر میں وتر پڑھ لے:

① حطان بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے:

"وتر تین طرح کا ہے؛ اول رات میں پڑھ لے، پھر اگر نماز پڑھنا چاہتا ہے، تو صبح تک دو دو رکعت ادا کرتا رہے۔ یا وتر کے بعد ایک رکعت پڑھ کر اسے جفت بنا لے، پھر دو دو رکعتیں پڑھے اور چاہے، تو وتر نماز کے آخر میں پڑھ لے۔"

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 340/1، الکبرٰی للبَیهقي : 37/3، وسندهٗ صحیحٌ)

② نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ مکہ میں تھا، آسمان اَبر آلود تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے طلوع صبح کے اندیشے سے ایک وتر پڑھا، مطلع صاف ہو گیا، تو دیکھا کہ رات ابھی باقی ہے۔ انہوں نے ایک رکعت پڑھ کر نماز کو جفت بنا لیا۔ بعد میں دو دو رکعت تہجد پڑھی، صبح کا اندیشہ ہوا، تو ایک وتر پڑھا۔"

(الموطّأ للإمام مالك : 125/1، وسندهٗ صحیحٌ)

③ ابو مجلز رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ أُسَامَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ كَانَا يَنْقُضَانِ الْوِتْرِ .

''سیدنا اسامہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وتر جفت بنا دیتے تھے۔''

(الأوسط لابن المنذر : 87/5، وسندهٗ صحيحٌ)

④ ابومجلز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا اسامہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قُمْتَ تُصَلِّي؛ فَصَلِّ مَا بَدَا لَكَ، وَاشْفَعْ بِرَكْعَةٍ، ثُمَّ أَوْتِرْ .

''جب آپ شروع رات میں وتر پڑھ لیں، پھر نماز کے لئے کھڑے ہوں، تو جتنا جی چاہے نماز پڑھ لیں، ایک رکعت پڑھ کر وتر کو جفت کر لیں، پھر آخر میں دوبارہ وتر پڑھ لیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 284/2، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُوتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَإِذَا قَامَ شَفَعَ .

''آپ شروع رات میں وتر پڑھ لیتے، بیدار ہوتے، تو اسے جفت کر لیتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 284/2، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَمَّا أَنَا؛ فَإِذَا أَرَدْتُّ أَنْ أَقُومَ مِنَ اللَّيْلِ أَوتَرْتُ بِرَكْعَةٍ ثُمَّ نِمْتُ، فَإِذَا قُمْتُ، وَصَلْتُ إِلَيْهَا أُخْرٰى .

''قیام اللیل کا ارادہ ہو، تو میں ایک وتر پڑھ کر سو جاتا ہوں، جب اٹھتا ہوں تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا دیتا ہوں۔''

(الأوسط لابن المنذر : 197/5، وسندهٗ صحيحٌ)

دوسري صورت :

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک رکعت پڑھ کر وتر جفت نہ کرے، نوافل ادا کرے۔ پہلے پڑھے گئے وتر کافی جانے، دوبارہ نہ پڑھے۔

① ابو جمرہ رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

إِذَا أَوْتَرْتَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَلَا تُوتِرْ آخِرَهٗ، وَإِذَا أَوْتَرْتَ آخِرَهٗ، فَلَا تُوتِرْ أَوَّلَهٗ.

''جب آپ اول رات میں وتر پڑھ لیں، تو آخر رات نہ پڑھیں، آخر رات پڑھنا چاہیں، تو اول رات میں نہ پڑھیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 284/2، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 343/1، وسندهٗ حسنٌ)

② عمار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَمَّا أَنَا فَأُوتِرُ، فَإِذَا قُمْتُ، صَلَّيْتُ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَتَرَكْتُ وِتْرِي الْأَوَّلَ كَمَا هُوَ.

''میں وتر پڑھ لیتا ہوں، پھر جب قیام کرتا ہوں، تو دو دو رکعت ادا کرتا ہوں اور پہلے وتر کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 284/2، وسندهٗ حسنٌ)

③ مکحول شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا أَوْتَرَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، صَلّٰى شَفْعًا شَفْعًا.

''وتر پڑھ لے، پھر نماز کے لئے کھڑا ہو،تو دو دو رکعت کر کے پڑھتا رہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 284/2، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا .

''رات کی آخری نماز وتر بنائیں۔''

(صحيح البخاري : 998، صحيح مسلم :751)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم استحباب پر محمول ہے، کیونکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ (صحيح مسلم : 738)

سلف کے آثار سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

سوال: کیا قنوت نازلہ صرف نماز فجر کے ساتھ خاص ہے؟

جواب: قنوت نازلہ کسی بھی نماز کی آخری رکعت میں کی جاسکتی ہے۔

❀ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے وتروں میں رکوع کے بعد قنوت وتر اور قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے۔

(صحيح ابن خزيمة : 1100، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: قنوت نازلہ رکوع کے بعد کی جائے،تو کیا ہاتھ اٹھانا جائز نہیں؟

جواب: قنوتِ نازلہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا ثابت ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا صَلَّى الْغَدَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَدَعَا عَلَيْهِمْ .

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی فجر پڑھتے، ہاتھ اٹھا کر قبیلہ رعل وذکوان پر بددعا کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 137/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (7443) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا دعائے قنوت میں مقتدی امام کی دعا پر آمین کہیں گے؟

(جواب): وتر کی جماعت میں امام بلند آواز سے دعا کر رہا ہو، تو مقتدی آمین بھی کہہ سکتے ہیں۔

(سوال): قنوت نازلہ کس وقت کی جا سکتی ہے؟

(جواب): نازلہ کا مطلب ہے: نازل ہونے والی مصیبت، پریشانی، ارضی وسماوی آفت، بیماری اور دشمن کا خوف وغیرہ۔ قنوت نازلہ کو جنگی حالات کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں۔ امراض اور وبائیں نوازل اور حوادث ہیں، اس لیے ان میں قنوت نازلہ بھی کی جا سکتی ہے۔ حال ہی میں پھیلنے والے کرونا وائرس میں بھی قنوت نازلہ کی جا سکتی ہے۔

(سوال): کیا نماز جمعہ میں قنوت نازلہ کی جا سکتی ہے؟

(جواب): کی جا سکتی ہے۔

(سوال): کیا نماز مغرب میں قنوت نازلہ کی جا سکتی ہے؟

(جواب): نماز مغرب کی تیسری رکعت میں قنوت نازلہ کی جا سکتی ہے، تیسری رکعت میں اونچی قرأت نہیں کی جائے گی۔ اس سے وتر اور نماز مغرب میں مشابہت لازم نہ آئے گی، کیونکہ وتر کی دوسری رکعت کے بعد تشہد نہیں ہے، جبکہ نماز مغرب کی دوسری رکعت کے بعد تشہد ہے اور وتر کی تیسری رکعت میں اونچی قرأت کی جاتی ہے اور نماز مغرب کی تیسری

رکعت میں بآواز بلند قرأت نہیں کی جاتی۔

سوال: نماز فجر کی دو سنتوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: نماز فجر کی دو سنتیں بہت افضل ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩)

''ستاروں کے غروب کے وقت اللہ کی تسبیح کیجئے۔''

بعض اہل علم نے اس سے فجر کی سنتیں مراد لی ہیں۔

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

''فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔''

(صحيح مسلم : 725)

② ایک روایت میں ہے:

لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا .

''یہ دونوں مجھے پوری کائنات سے زیادہ محبوب ہیں۔''

(صحيح مسلم : 97/725)

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ اہتمام فجر کی دو سنتوں کا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1169، صحيح مسلم : 94/724)

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے عشا کی نماز پڑھائی، تہجد کی آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں اور دو رکعت بیٹھ کر ادا کیں، پھر فجر کی دو سنتیں اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں، جو آپ ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔''(صحیح البخاري : 1159)

سوال: کیا سفر میں بھی فجر کی سنتیں ادا کی جائیں گی؟

جواب: نبی کریم ﷺ سفر میں بھی فجر کی سنتیں ادا کرتے تھے۔(مسلم:٦٨٠)

سوال: کیا فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان بات چیت کی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، کی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا فجر کی دو رکعت واجب ہیں؟

جواب: فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں، نبی کریم ﷺ جو انہیں سفر میں بھی ادا کرتے تھے، اس کی وجہ ان کا واجب ہونا نہ تھا، بلکہ افضل ہونا تھا۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مسجد میں داخل ہوا، فجر کی جماعت کھڑی ہونے والی تھی، ابھی سنتیں ادا نہیں کیں، تو کیا کرے؟

جواب: جماعت میں شامل ہو جائے اور سنتیں جماعت کے بعد ادا کر لے۔

سوال: فجر کی سنتوں میں مسنون قرأت کیا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ فجر کی سنتیں مختصر پڑھتے اور اس میں یہ قرأت کرتے۔

❀ نبی کریم ﷺ فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورت بقرہ کی آیت ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ اور دوسری رکعت میں سورت آل عمران کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے: ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾.

(صحیح مسلم : 727)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ : قُلْ يَآ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ .

''رسول اکرم ﷺ نے فجر کی دو سنتوں میں سورت کافرون اور سورت اخلاص کی قرأت کی۔'' (صحیح مسلم : 726)

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے کھڑے ہو کر فجر کی دو سنتیں ادا کیں، پہلی رکعت میں سورت

الکافرون پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ دوسری میں اس نے سورت الاخلاص پڑھی۔ فرمایا: یہ اپنے رب پر ایمان لایا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان دو رکعتوں میں یہ دو سورتیں پڑھنا مستحب سمجھتا ہوں۔''

(صحيح ابن حبّان : 213/6، ح : 2460، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار (298/1) میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

هٰذَا عَبْدٌ عَرَفَ رَبَّهٗ .

''اس بندے نے اپنی رب کی معرفت حاصل کر لی۔''

اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الأفكار : 503/1، 504) نے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

سوال: فجر کی جماعت کھڑی ہے، تو کیا فجر کی سنتیں الگ ہو کر ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: فرض کی اقامت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں اور نوافل پڑھنا جائز نہیں، صف میں ادا کیے جائیں یا صف سے پیچھے، خواہ ادائیگی کے بعد کلام کریں یا نہ کریں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ .

''فرض نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو کوئی نفل نماز نہیں ہوتی۔''

(مسند الإمام أحمد : 331/2؛ صحيح مسلم : 710)

یہ حدیث مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح بیان ہوئی ہے، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالیشان بھی ثابت ہے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی اور یہ اصول ہے کہ موقوف مرفوع کے لیے تقویت کا باعث ہوتی ہے۔ اس مرفوع حدیث سے ثابت ہوتا

ہے کہ فجر کی سنتیں ہوں یا کوئی اور نماز،فرض کی اقامت کے بعد پڑھنا ممنوع ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (م:388ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا بَيَانٌ أَنَّهٗ مَمْنُوْعٌ مِّنْ رَّكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمِنْ غَيْرِهَا مِنَ الصَّلَوَاتِ، إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ (اقامت کے بعد) فجر کی دو رکعت اور دوسری کوئی بھی نماز ممنوع ہے سوائے فرض کے۔'' (معالم السنن :274/1)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) فرماتے ہیں:

''اقامت کے بعد نفل کی ممانعت اس لیے ہے کہ اب وقت فرض نماز کا ہے اور جائز نہیں کہ کامل کی موجودگی میں ناقص میں مشغول ہوا جائے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے باہر ہو اور اسے خدشہ نہ ہو کہ دوسری رکعت کا رکوع بھی رہ جائے گا، وہ دو رکعت ادا کر کے نماز میں داخل ہو۔ حالانکہ یہ حدیث اس کا ردّ کرتی ہے۔''

(كشف المشكل من حديث الصّحيحين :1022/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں فرض کی اقامت کے بعد نفل کی واضح ممانعت ہے، خواہ وہ نفل سنن راتبہ ہوں، جیسے صبح، ظہر اور عصر کی سنتیں یا کوئی اور نفل نماز۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔''

(شرح مسلم :247/1)

❁ حافظ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''صحیح اور صریح سنت ہے کہ فرض کی اقامت کے بعد نفل ناجائز ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ احناف نے اس سنت کو ردّ کیا ہے۔''

(إعلام الموقّعين : 375/2)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الَّتِي أُقِيمَتْ .

''نماز کی اقامت جب کہہ دی جائے، تو صرف وہی نماز پڑھی جاسکتی ہے، جس کی اقامت کہہ دی گئی ہے۔''

(الأوسط للطّبراني : 8654، شرح معاني الآثار للطّحاوي :371/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کی اقامت کے بعد فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تو لوگوں نے اسے گھیر لیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی چار رکعت ہیں، فجر کی چار رکعت ہیں؟''

(صحيح البخاري : 663؛ صحيح مسلم :711)

❁ صحیح مسلم میں ہے:

''صبح کی نماز کھڑی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اقامت کے دوران نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا: آپ صبح کی (فرض نماز) چار رکعتیں ادا کر رہے ہیں؟''

❁ حافظ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ کیا آپ دو نمازیں اکٹھی پڑھنا چاہتے ہیں، اور

اس آدمی کو آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ان دونوں میں سے آپ کی (فجر کی فرض) نماز کون سی ہے؟ نیز سیدنا بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ کیا آپ فجر کی دو رکعتوں کو چار پڑھنا چاہتے ہیں؟ یہ سب باتیں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کام پر انکار ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ فرض کی اقامت کے بعد مسجد میں فجر کی دو رکعتیں یا نفل ادا کرے۔''

(التّمهيد : 22/68-69)

❁ مشہور فقیہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (656ھ) فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ کیا آپ صبح کی (فرض) نماز چار رکعت ادا کر رہے ہیں؟ اس کام کرنے والے پر انکار ہے اور انکار میں اس کا ردّ ہے، جو امام کے نماز پڑھاتے ہوئے فجر کی سنتیں ادا کرنا جائز قرار دیتا ہے۔''

(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 2/350)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) «آلصُّبْحَ أَرْبَعًا» کے الفاظ کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں:

''فرمانِ نبوی کہ کیا آپ صبح کی (فرض) نماز چار رکعت ادا کرتے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کے بعد صرف فرض نماز ہی ادا کی جا سکتی ہے۔ جب آدمی اقامت کے بعد دو رکعت نفل ادا کرے گا پھر نمازیوں کے ساتھ فرض پڑھے گا، تو گویا صبح کی چار رکعت ادا کر رہا ہے کیونکہ اس نے اقامت کے بعد چار رکعت ادا کی ہیں۔''

(شرح مسلم : 1/247)

❁ علامہ عینی رحمہ اللہ (855ھ) لکھتے ہیں:

''یہ فرمانِ نبوی کہ کیا صبح کی نماز چار رکعت پڑھ رہے ہو؟ اس شخص پر انکار تھا جو اقامت ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کر رہا تھا۔ جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد جب اس طرح کرے کہ پہلے دو سنتیں پڑھے، پھر امام کے ساتھ شامل ہو تو گویا اس نے چار فرض پڑھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت کے بعد کوئی نماز سوائے فرض نماز کے نہیں ہوتی۔''

(عُمدة القاري : 181/5)

❁ سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ اس نے مسجد کے کونے میں فجر کی دو سنتیں پڑھیں، پھر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے سلام پھیرا، تو فرمایا: اے فلاں! ان دو نمازوں میں سے کون سی نماز آپ نے شمار کی ہے؟ وہ نماز جو اکیلے پڑھی ہے یا وہ جو ہمارے ساتھ پڑھی ہے؟''

(صحيح مسلم : 712)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (388ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ امام جب فرض پڑھ رہا ہو تو سنتوں میں مشغول نہ ہوں، بلکہ انہیں چھوڑ دیں اور نماز مکمل ہونے کے بعد ادا کریں۔''

(مَعالم السّنن :274/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ فرض کی اقامت کے بعد نفل نہیں پڑھے جا سکتے، اگرچہ نفل کے بعد جماعت میں شامل ہو سکتا ہو۔ جو یہ کہتا ہے کہ اگر یقین

ہو کہ پہلی یا دوسری رکعت میں شامل ہو جائے گا، تو نفل پڑھ سکتا ہے، اس حدیث میں اس کا بھی رد ہے۔''

(شرح مسلم :247/1)

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ فجر کی سنتیں تکبیر کے بعد پڑھنا جائز نہیں، ورنہ رسول اللہ ﷺ اس پر معترض نہ ہوتے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا، وہ نماز فجر کی اقامت کے بعد فجر کی سنتیں ادا کر رہا تھا۔ فرمایا: آپ صبح کی چار رکعت ادا کر رہے ہیں؟''

(مسند البزّار : 3260، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

''میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مؤذن اقامت کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کھینچا اور فرمایا: صبح کی نماز چار رکعت ادا کرنا چاہتے ہیں؟۔''

(مسند الطیالسي : 2859، السنن الکبرٰی للبَیهقي : 482/2، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (1124) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2469) نے صحیح کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''صبح کی نماز کھڑی ہوگئی، تو ایک آدمی سنتیں ادا کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے کپڑوں سے اسے کھینچا اور فرمایا: صبح کے چار فرض ادا کر رہے ہیں؟''

(مسند الإمام أحمد :238/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نماز کھڑی ہوگئی، تو رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو نفل ادا کرتے دیکھا تو

فرمایا: دو نمازیں جمع کر رہے ہیں آپ؟''

(التّاريخ الصّغير للبخاري : 2300، وسندهٗ حسنٌ)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ نُصُوصٌ مَّنْقُولَةٌ نَقْلَ التَّوَاتُرِ، لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ خِلافُهَا .

''یہ نصوص متواتر ہیں، کسی کے لیے ان کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں۔''

(المحلّٰى : 108/3، مسئلة : 308)

سوال: نفل نماز شروع کرنے کے بعد اگر توڑ دی جائے، تو کیا اس کا اعادہ واجب ہو جاتا ہے؟

جواب: نفل نماز شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتی، جان بوجھ کر نہیں توڑنی چاہیے، البتہ اگر توڑ دی جائے، تو ان کی قضا واجب نہیں، بلکہ اختیاری ہے۔

سوال: ظہر کی پہلی چار سنتوں کی نیت باندھی، جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا، کیا جماعت کے بعد چار رکعت کی قضا ہوگی یا دو رکعت کی؟

جواب: چار رکعت کی قضا ہوگی۔

سوال: کیا ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد نوافل پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: یہ ممنوع اوقات نہیں، اس لیے ان نمازوں کے بعد مطلق نوافل ادا کیے جا سکتے ہیں۔

سوال: فجر کی سنتیں رہ جائیں، تو کیا انہیں جماعت کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے ادا کرنا ثابت ہے؟

جواب: جماعت کے بعد پڑھنا ثابت ہے۔ (مسند الحمیدی: ۸۹۲، وسندہ حسن)

(سوال): جوشخص سنت مؤکدہ کو جان بوجھ کر ترک کر دے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ بہت بڑی خیر سے محروم ہے۔

(سوال): سنن راتبہ گھر میں پڑھنا افضل ہیں یا مسجد میں؟

(جواب): مردوں کے لئے گھر میں نوافل ادا کرنا مسجد کی نسبت افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے اس کی ترغیب دلائی ہے۔ گھر میں نوافل ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت اور رضائے الٰہی کا باعث ہے۔ اس سے گھروں میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے، گھر آباد وشاد رہتے ہیں، شر اور شیطانی اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ گھر میں پہلی اور بعد والی سنتوں اور دیگر نوافل کی ادائیگی اندرونی و بیرونی نقصانات اور پریشانیوں کے مداوا کے لیے اکسیر ہے۔

گھر تو سکون کا باعث ہوتے ہیں، لیکن کتنے ہی گھر اس سکون سے خالی ہیں، ان کے مکین اس نعمت کے حصول کو چوکوں، چوراہوں، پارکوں اور بازاروں کا رُخ کرتے ہیں۔ گھر عبادت الٰہی سے آباد رکھے جائیں، تو آسودگی اور عافیت کی آماج گاہیں بن جائیں۔ علاوہ ازیں گھروں میں عبادت کرنے سے ریا کاری اور دکھاوے کا احتمال کم ہو جاتا ہے۔ گھروں کو ایسی تمام چیزوں سے پاک رکھنا چاہیے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کا باعث بنیں۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَفْضَلِيَّةِ فِعْلِ النَّوَافِلِ الْمُطْلَقَةِ فِي الْبَيْتِ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ مطلق نوافل کی گھر میں ادائیگی افضل ہے۔''

(طرح التّثریب: 36/3)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِي مَسْجِدِهٖ؛ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيبًا مِّنْ صَلَاتِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَيْرًا .

''مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد اس کا کچھ حصہ نوافل کی صورت گھر میں بھی ادا کریں، اس سے اللہ تعالیٰ گھر میں خیر و برکت نازل فرمائے گا۔''

(صحيح مسلم : 778)

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهٖ، إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ .

''لوگو! (نفل) نماز گھروں میں ادا کیا کریں، فرض کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں ادا کرنا ہی افضل ہے۔''

(صحيح البخاري :731، صحيح مسلم :781)

❁ صحیح مسلم کی روایت (781) کے الفاظ ہیں:

عَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهٖ؛ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ .

''نماز گھروں میں ادا کیا کریں، فرض کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں ادا کرنا ہی بہتر ہے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِّنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا .

’’نماز کا کچھ حصہ گھروں میں ادا کیا کریں، انہیں قبرستان مت بنائیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 432، صحيح مسلم : 777)

❀ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ مغرب بنوعبد الاشہل کی مسجد میں ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے، تو دیکھا کہ لوگ سنتیں مسجد میں ادا کر رہے ہیں، فرمایا: یہ نماز گھروں میں ادا کیا کریں۔‘‘

(سنن أبي داوٗد : 1300، سنن النّسائي : 1600، سنن التّرمِذي : 604، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1201) نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

یہ اور اس طرح کی کئی دیگر احادیث دلالت کناں ہیں کہ سنن مؤکدہ اور مطلق نوافل گھروں میں ادا کرنا افضل ہے۔

سوال: ظہر کی پہلی چار سنت رہ گئیں، کیا فرض کے بعد ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: سنتوں کی قضا دی جا سکتی ہے۔

سوال: جن فرائض کے بعد سنن مؤکدہ ہیں، اذکار ان فرائض کے بعد ہوں گے یا فرائض کی بعد والی سنتوں کے بعد؟

جواب: نماز کے بعد والے اذکار ہمیشہ فرائض کے بعد کیے جائیں۔

سوال: فرض کے بعد سنتوں میں کب تک تاخیر کی جا سکتی ہے؟

جواب: سنتوں کو اذکار کے بعد فوراً ادا کر لینا چاہیے، بلا وجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے، البتہ جب تک نماز کا وقت ہے، اس وقت تک سنتیں ادا کی جا سکتی ہیں۔

سوال: کیا فرائض کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں پڑھنا افضل ہیں؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): دعا فرائض کے بعد مانگنی چاہیے یا نوافل کے بعد؟

(جواب): دعا کسی بھی وقت مانگی جاسکتی ہے۔ دعا کو فرائض کے بعد خاص کرنا بدعت ہے۔ کسی بھی وقت انفرادی یا اجتماعی دعا کی جاسکتی ہے۔

(سوال): کیا امام مصلیٰ پر بھی نوافل پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): سنتوں اور فرائض کے درمیان دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، اس سے فرائض یا سنتوں پر کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): فرائض سے پہلے اور بعد والی سنن راتبہ کی مشروعیت میں کیا حکمت ہے؟

(جواب): سنن راتبہ میں حکمت یہ ہے کہ یہ فرائض کی بجا طور پر ادائیگی میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ انہیں مسلسل چھوڑنے والا ایک نہ ایک دن فرائض کا تارک بن جاتا ہے۔ گویا یہ فرائض کی ادائیگی کے لیے مضبوط سہارا ہیں۔

❀ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

”فرائض سے پہلے اور بعد میں سنتیں ادا کرنے میں نہایت عمدہ حکمت پنہاں ہے۔ پہلے والی سنتوں میں حکمت یہ ہے کہ چونکہ انسان دنیوی اُمور میں مشغول ہوتا ہے، جس سے دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو عبادت میں حضورِ قلبی اور خشوع وخضوع سے دوری پیدا کر دیتی ہے، جبکہ یہی تو عبادت کی روح ہے، تو جب فرض سے پہلے سنتیں ادا کی جائیں، تو دل عبادت سے مانوس ہو جاتا ہے اور دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو خشوع وخضوع

کے قریب کر دیتی ہے، تو جب انسان فرض نماز میں داخل ہوتا ہے، اس وقت اسے (خشوع سے لبریز) ایسی عمدہ دلی کیفیت حاصل ہوتی ہے، جو اگر وہ بغیر سنتیں ادا کر کے داخل ہوتا، تو حاصل نہ ہوتی۔ کیونکہ یہ کیفیت دل کی فطرت میں شامل ہے، خصوصاً جب یہ کیفیت زیادہ ہو اور لمبے وقت کے لیے ہو۔ جب دل میں (خشوع والی) یہ حالت پیدا ہوتی ہے، تو وہ (دنیوی اُمور میں مشغول ہونے سے پیدا ہونے والی) پہلی حالت کو یا مکمل طور پر ختم کر دیتی ہے، یا کمزور کر دیتی ہے۔ فرائض کے بعد والی سنتوں میں حکمت یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ نوافل سے فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے گا، لہٰذا جب فرض ادا کیا جا رہا ہے، تو مناسب ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسا عمل کیا جائے، جس سے فرض کی کمی پوری ہو سکے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام :199/1)

❀ صاحب ہدایہ، علامہ علی بن ابی بکر، مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

''بہتر یہی ہے کہ نمازی سنن راتبہ کو کسی بھی حال میں نہ چھوڑے، کیونکہ یہ فرائض کی کمی کو پورا کرنے والی ہیں۔'' (الهداية :161/1)

❀ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

شُرِعَتِ الْبَعْدِيَّةُ لِجَبْرِ النُّقْصَانِ، وَالْقَبْلِيَّةُ لِقَطْعِ طَمْعِ الشَّيْطَانِ.

''فرائض کے بعد والی سنتوں کو اس سے مشروع کیا گیا ہے، تا کہ ان کے ذریعے فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے اور پہلے والی سنتیں اس لیے مشروع ہیں، تا کہ شیطان کے وسوسوں کو ختم کیا جائے۔'' (الدّر المختار، ص 90)

(سوال): کیا مغرب کی دو سنتوں کی پہلی رکعت میں سورت کافرون اور دوسری رکعت میں سورت اخلاص کی قرأت مسنون ہے؟

(جواب): اس بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے۔

(سنن التِّرمِذي :431 ، سنن ابن ماجه : 1166)

اس کی سند ضعیف ہے، اس میں عبدالملک بن ولید ''ضعیف'' ہے۔

(سوال): نوافل بیٹھ کر پڑھنا افضل ہیں یا کھڑے ہوکر؟

(جواب): نوافل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہیں، بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، مگر اس صورت میں اجر وثواب نصف ہوگا۔ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھے، تو اجر میں کمی نہ ہوگی، ان شاء اللہ۔

(سوال): تحیۃ المسجد کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): مسجدیں اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہیں اور کرۂ ارض کا مقدس ترین خطہ ہیں۔ شریعت نے ان میں داخل ہونے پر دو رکعات مشروع قرار دی ہیں:

❁ حمران بن ابان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے وضو کا پانی لایا، وہ چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اچھی طرح وضو کیا، کہا: میں نے اسی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح وضو کیا اور فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اور پھر مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی، اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: دھوکے میں نہ رہ جانا۔''

(صحيح البخاري : 6433)

❁ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ .

''مسجد میں داخل ہوں تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کر لیں۔''

(صحيح البخاري : 444، صحيح مسلم : 714)

❀ ایک روایت میں ہے:

لَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ .

''اس وقت تک نہ بیٹھئے، جب تک دو رکعت نہ پڑھ لیں۔''

(صحيح البخاري : 444، صحيح مسلم : 714)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ اسْتِحْبَابُ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَهِيَ سُنَّةٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ تحیۃ المسجد کے لیے دو رکعت مستحب ہیں، اس کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : 226/5)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ .

''میں نے مسجد (اقصیٰ) میں داخل ہو کر دو رکعت ادا کیں۔''

(صحيح مسلم : 162)

❀ مسروق رحمہ اللہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

''آپ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے، میں

آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ایک آدمی نے انہیں سلام کہا تو کہنے لگے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بالکل سچ فرمایا۔عرض کیا: وہ کیا؟ فرمانے لگے: علاماتِ قیامت سے ہے کہ آدمی جان پہچان والے کو ہی سلام کہے گا، آدمی مسجد میں داخل ہو کر طول وعرض کو عبور کر لے گا، مگر اس میں دو رکعت نماز نہیں پڑھے گا اور نوجوان بوڑھے کو دو پہاڑوں کے نشیب میں (یہ محاورتاً بولا گیا ہے، دور دراز مقام کی طرف اشارہ ہے) قاصد بنا کر بھیجے گا۔''

(مسند الشاشي : 400، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): کیا تحیۃ المسجد واجب ہیں؟

(جواب): تحیۃ المسجد واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، دو رکعت ادا کئے بغیر بیٹھنا صحابہ سے ثابت ہے:

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی توبہ کے واقعہ میں کہتے ہیں:

''میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔سلام عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں مسکرائے کہ رخِ انور سے ناراضی چھلک رہی تھی۔ فرمایا: آیئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر (مسجد میں) بیٹھ گیا۔''

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2779)

❀ اس حدیث پر امام نسائی رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

اَلرُّخْصَةُ فِي الْجُلُوْسِ فِيهِ وَالْخُرُوْجِ مِنْهُ بِغَيْرِ صَلَاةٍ.

''نماز ادا کئے بغیر مسجد میں بیٹھنے اور نکلنے کی رخصت کا بیان۔''

(سنن النّسائي : 732)

❁ نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَمُرُّ فِي الْمَسَجِدِ، وَلَا يُصَلِّي فِيهِ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز ادا کئے بغیر مسجد سے گزر جاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :340/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''صحابہ کرام مسجد میں داخل ہوتے اور نماز ادا کئے بغیر نکل جاتے۔ میں نے خود سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :340/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حنش بن حارث رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے سوید بن غفلہ رحمہ اللہ (تابعی) کو دیکھا، وہ ہماری مسجد سے گزرتے تھے، کبھی نماز پڑھ لیتے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :341/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ خالد بن ابی بکر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کو دیکھا کرتا، وہ مسجد میں داخل ہوتے اور نماز پڑھے بغیر کھڑکی سے نکل جاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :341/1، وسندهٗ حسنٌ)

ان تمام آثارِ صحیحہ وحسنہ سے ثابت ہوا کہ تحیۃ المسجد مستحب ہے۔ اس کا حکم استحباب و سنیت پر محمول ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْفَتْوٰى عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ فِي ذٰلِكَ لِلنَّدْبِ .

تمام ارباب فتوی کا اتفاق ہے کہ تحیۃ المسجد کا حکم استحباب پر محمول ہے۔''

(فتح الباري :1/537)

سوال: کیا تحیۃ المسجد ادا کرنے کے لیے پہلے کچھ دیر بیٹھنا چاہیے، بعد میں تحیۃ المسجد ادا کرنے چاہیے؟

جواب: ایسا کچھ نہیں، بس مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت ادا کر لے، بیٹھنے یا نہ بیٹھنے کی کوئی قید نہیں۔

سوال: عشاء کے بعد چار رکعت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: عشاء کے بعد چار رکعت نفل ادا کرنا مسنون ہے، ان کی بڑی فضیلت ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں نے ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر گھر تشریف لائے، چار رکعت ادا کیں اور سو گئے۔''

(صحيح البخاري : 697، صحيح مسلم : 763)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ صَلَّى أَرْبَعًا بَعْدَ الْعِشَاءِ كُنَّ كَقَدْرِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ .

''جس نے عشا کے بعد چار رکعت پڑھیں، اس نے گویا لیلۃ القدر میں چار رکعت پڑھیں۔''(مصنف ابن ابی شیبۃ : 2/342، وسندہٗ صحیحٌ)

یہ روایت مرفوع کے حکم میں ہے، کیوں کہ کسی عمل پر خاص اجر و ثواب بیان کرنا اجتہاد یا قیاس سے ممکن نہیں، یقیناً ان اصحاب نے یہ اجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو گا۔

(سوال): رمضان کے علاوہ وتروں کی جماعت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): غیر رمضان میں کبھی کبھار وتروں کی جماعت جائز ہے۔

❀ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جس رات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے کہ میرے وتر رہتے ہیں۔ ہم نے ان کے پیچھے صف بنا لی، انہوں نے ہمیں تین رکعتیں پڑھائیں اور سلام آخری رکعت میں پھیرا۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :293/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سند درجۂ صحت کی انتہا پر ہے، راوی صحیح بخاری کے ہیں۔''

(نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار : 105/5)

(سوال): نماز تہجد یا دیگر نوافل کی جماعت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): بعض شروط و قیود کے ساتھ نوافل کی جماعت مشروع ہے، اس پر بے شمار احادیث دلالت کناں ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نماز کے بارے میں جماعت کی ہمیشگی کرنا مشروع نہ ہو، اس پر باقاعدگی سے جماعت کا التزام کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی اسے لازمی سنت نہ بنائے یا کوئی مصلحت پیش نظر ہو، مثلاً کوئی آدمی اکیلے اچھی طرح سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو یا اکیلے نماز پڑھنے میں سستی کا شکار ہو، تو ایسی صورت میں جماعت بہتر ہے، البتہ اسے ہمیشہ کا معمول نہ بنائے۔ تاہم کوئی راجح مصلحت نہ ہو، تو

نوافل گھر ہی میں پڑھنا افضل ہیں۔''

(فتاوی المِصریّة، ص 81)

سوال: نماز تہجد میں ایک سلام سے آٹھ رکعت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایک سلام سے آٹھ رکعت پڑھنا جائز نہیں۔ تہجد یا تراویح آٹھ رکعت مسنون ہیں، مگر ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے۔

سوال: شب معراج اور شب برأت کو مسجدوں میں رات بھر نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ان راتوں کی کوئی مخصوص عبادت مشروع نہیں۔ اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ ان راتوں کو عبادت کرنا بدعت ہے، اسلاف امت سے ایسا کچھ ثابت نہیں۔

سوال: کیا نوافل کی منت مانی جاسکتی ہے؟

جواب: نوافل کی منت مانی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا فرائض کی کمی پوری کرنے کی نیت سے نوافل پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اس نیت سے نوافل پڑھنا جائز ہے۔

سوال: کیا دو مقتدیوں سے نماز تراویح کی جماعت ہوسکتی ہے؟

جواب: ہوسکتی ہے۔

سوال: دوام کے ساتھ نوافل کی جماعت کرانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: کیا نماز اوابین میں بیس رکعت مسنون ہیں؟

جواب: نماز اوابین جو کہ چاشت ہی کا دوسرا نام ہے اور ذرا تاخیر سے ادا کی جاتی ہے، میں بیس رکعات مسنون ہونا ثابت نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): نماز اوابین کی کتنی رکعات ہیں؟

(جواب): نماز اوابین اور نماز چاشت یا اشراق ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ اشراق کو تاخیر سے پڑھا جائے، تو اسے نماز اوابین کہا جاتا ہے۔ نماز اشراق یا اوابین کی مسنون رکعات دو، چار اور آٹھ ثابت ہیں۔

❁ صحیح مسلم کی ایک روایت (78/719) کے الفاظ ہیں:

وَيَزِيْدُ مَا شَآءَ .

''اور جتنی چاہتے زیادہ پڑھ لیتے۔''

الفاظ کا عموم وضاحت کرتا ہے کہ چاشت یا اوابین چھ رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہے، اگرچہ چھ رکعت والی روایت ضعیف ہے۔

(سوال): کیا سورت کہف کی تلاوت سے سکینت نازل ہوتی ہے؟

(جواب): سورت کہف کی تلاوت سے سکینت نازل ہوتی ہے۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک صحابی سورت کہف کی تلاوت کر رہے تھے، ان کے گھر میں بندھا ہوا گھوڑا ابدکنے لگا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک بادل یا سائبان نما چیز نے اُنہیں ڈھانپ رکھا ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! آپ پڑھتے رہتے، یہ سکینت تھی، جو تلاوت قرآن کے

وقت نازل ہو رہی تھی۔''

(مسند الإمام أحمد : 481/4، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا تراویح کے بعد نوافل کی جماعت ہو سکتی ہے؟

جواب: جب کوئی تراویح پڑھ لے، تو بعد میں مزید نوافل پڑھ سکتا ہے، مثلاً کوئی شخص لیلۃ القدر کی تلاش میں تراویح کے بعد زائد نفل ادا کر کے شب بیداری کرے۔ یہ نوافل انفرادی بھی ادا کیے جا سکتے ہیں اور با جماعت بھی۔ اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ممنوع اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت نوافل پڑھنا چاہے، تو کوئی پابندی نہیں۔ سلف کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

❀ قیس بن طلق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں ایک دن سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔ شام پڑ گئی، تو ہمارے پاس افطاری کی۔ اسی رات ہمیں قیام کروایا اور وتر پڑھائے۔ پھر اپنی مسجد میں گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ وتر باقی رہ گئے تو ایک آدمی کو آگے کیا اور فرمایا: اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھائیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ .

''ایک رات میں دو بار وتر نہیں۔''

(سنن أبي داود : 1439، سنن النّسائي : 1680، سنن التّرمذي : 470، وسندهٗ حسنٌ، وأخرجه أحمد : 23/4، وسندهٗ حسنٌ أيضًا)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، جب کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1101) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2449) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 481/2)

سوال: فرض ادا کرنے کے بعد سنتوں کے لیے جگہ تبدیل کرنی چاہیے یا اسی جگہ بھی سنتیں ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: جہاں فرض ادا کئے ہیں، اسی جگہ سنتیں ادا کی جا سکتی ہیں، جگہ بدل لیں، تو بھی درست ہے۔

جگہ تبدیل کرنے کے دلائل:

① سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ؛ أَنْ لَّا تُوصَلَ صَلَاةٌ بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ .

''جب تک کلام نہ کر لو یا جگہ نہ بدل لو، ایک نماز کے بعد دوسری نماز نہ پڑھنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا۔''

(صحيح مسلم : 883)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

يَتَقَدَّمُ أَوْ يَتَأَخَّرُ .

''سنتیں پڑھنے کے لئے دو قدم پیچھے ہٹ جاتے یا آگے بڑھ جاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 207/2، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَتَطَوَّعُ حَتّٰى يَنْهَزَ خُطْوَةً أَوْ خُطْوَتَيْنِ .

''تب تک سنتیں ادا نہ کرے، جب تک ایک دو قدم آگے پیچھے نہ ہو جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 208/2، وسندهٗ صحيحٌ)

④ ہشام بن عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبِي إِذَا صَلَّى الْمَكْتُوبَةَ؛ نَكَّبَ عَنْ مَّكَانِهٖ، فَسَبَّحَ .

''میرے والدگرامی جب فرض نماز پڑھ لیتے، تو اُس جگہ سے تھوڑا ہٹ کر سنتیں ادا کرتے۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 208/2، وسندهٗ صحيحٌ)

فرض نماز والی جگہ پر سنتیں ادا کرنے کے دلائل:

① نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ الْفَرِيضَةَ .

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنتیں اسی جگہ ادا کرتے، جہاں فرض پڑھتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 848)

② عبیداللہ بن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ الْقَاسِمَ وَسَالِمًا يُّصَلِّيَانِ الْفَرِيضَةَ، ثُمَّ يَتَطَوَّعَانِ فِي مَكَانِهِمَا .

''میں نے قاسم رحمہ اللہ اور سالم رحمہ اللہ کو دیکھا، انہوں نے فرض ادا کی، پھر اسی جگہ سنتیں پڑھ لیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 208/2، وسندهٗ صحيحٌ)

③ مطر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابو رباح رحمہ اللہ سے پوچھا اس شخص بارے کیا خیال ہے جو فرض والی جگہ پر ہی سنتیں پڑھ لیتا ہے، تو فرمایا:

لَا بَأْسَ بِهٖ .

''کوئی حرج نہیں۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 208/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَتَطَوَّعَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ الْفَرِيضَةَ .

''فرض والی جگہ پر امام کا سنتیں ادا کرنا انہیں پسند نہیں تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 208/2، وسندهٗ صحيحٌ)

بے دلیل بات ہے، کراہت دلیل شرعی ہی سے ثابت ہوسکتی ہے۔

یاد رہے کہ اس بارے تمام مرفوع احادیث ''ضعیف'' اور غیر ثابت ہیں۔

سلف کے عمل سے ثابت ہوا کہ دونوں صورتیں جائز ہیں، فرض نماز والی جگہ پر بھی سنتیں ادا کی جاسکتی ہیں اور اس جگہ سے ہٹ کر بھی۔

سوال: کیا نماز عشاء کے فرائض سے پہلے چار رکعات مسنون ہیں؟

جواب: نماز عشاء سے پہلے چار رکعات کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملتا، انہیں سنت قرار دینا بے دلیل ہے۔

❀ علامہ یوسف بنوری صاحب (1397ھ) لکھتے ہیں:

''علامہ انور شاہ کاشمیری کی ذکر کردہ عبارت کہ 'عشا سے پہلے اور بعد چار رکعتیں پڑھنی چاہییں۔'' سے استدلال کیا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید حافظ قاسم بن قطلو بغا نے اپنی کتاب 'الاختیار' میں عشا سے پہلے چار رکعت کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش کی ہوگی۔ چنانچہ میں نے محدث شیخ ابوالوفا افغانی رئیس دائرہ احیاء المعارف نعمانیہ حیدر آباد دکن کو خط لکھا۔ ان کے پاس 'الاختیار' کے مخطوطہ کی فوٹو کاپی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ وہ اس مقام کو دیکھیں، انہوں نے مراجعت کے بعد کہا: ہم نے کتاب میں اس مقام کو بیاض (خالی) پایا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ حافظ قاسم بن قطلو بغا، جیسے متبحر اور ماہر عالم اس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں جان سکے۔ یہ وہ شخصیت ہیں، جنہوں نے حافظ جمال زیلعی کی تالیف ''تخریج احادیث الہدایۃ'' پر بطور استدراک ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام انہوں نے مُنِيَّةَ الْأَلْمَعِيِّ فِيْمَا فَاتَ مِنْ تَخْرِيْجِ أَحَادِيْثِ الْهِدَايَةِ لِلزَّيْلَعِيِّ رکھا۔ اس (علمی مقام) کے باوجود وہ اس مسئلہ پر کسی حدیث سے آگاہی حاصل نہیں کر سکے۔ دوسری طرف احناف کی کتابیں عشا سے پہلے چار رکعات مسنون قرار دینے پر متفق ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ احناف کی دلیل ہمارے ائمہ کرام کی کتب مخطوطہ یا ضائع شدہ کتابوں میں ہو۔ واللہ اعلم۔''

(معارف السّنن : 4/115، 116)

مولانا مرحوم کو چاہئے تو یہ تھا کہ ایک مسئلہ میں اگر حدیث رسول اور آثار صحابہ نہیں ملے، تو کہہ دیتے کہ عشا سے پہلے چار رکعات کو مسنون کہنا بے دلیل ہے۔ اس کے برعکس یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ ہمارا دین ضائع ہو گیا۔

کل کلاں کوئی رافضی کہہ دے کہ ہمارے مذہب کی دلیل بھی کسی مخطوط یا ضائع شدہ کتاب میں ہوگی، تو کیا اس بنا پر اسے بھی حق تسلیم کیا جائے گا؟

(سوال): نماز عشق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): نماز عشق کی کوئی اصل کتاب وسنت میں موجود نہیں۔ سلف صالحین کی زندگیوں میں اس کا ذکر تک نہیں۔ یہ بعد میں گمراہ صوفیا کی اختراع اور دین میں ایجاد ہے۔ ان حضرات نے اس کی ادائیگی کا من گھڑت طریقہ نکال رکھا ہے، جو شریعت کے اُصولوں کے یکسر خلاف ہے، العیاذ باللہ!

سوال: ایک شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے، قریب دوسرا شخص بآواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کررہا ہے، کیا وہ شخص نوافل توڑ کر قرآن کو سنے یا نوافل پڑھتا رہے؟

جواب: وہ نوافل جاری رکھے، وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ جو اونچی آواز سے تلاوت کررہا ہے، اسے چاہیے کہ ذرا آہستہ آواز میں تلاوت کرے۔

سوال: کیا نوافل میں لمبی قرأت کرنا افضل ہے؟

جواب: جی ہاں۔ (مسلم:٧٥٦)

سوال: کیا مغرب اور عشاء کے درمیان چھ رکعت نوافل کا ثبوت ہے؟

جواب: مغرب اور عشاء کے درمیان نماز کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں، ساری کی ساری ''ضعیف'' اور نا قابلِ حجت ہیں، تفصیل ملاحظہ ہو:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ .

''جس نے مغرب اور عشا کے درمیان بیس رکعات ادا کیں، اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔''

(سنن ابن ماجه : ١٣٧٣)

روایت من گھڑت ہے۔

یعقوب بن ولید مدنی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنَ الْكَذَّابِيْنَ الْكِبَارِ وَكَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ .

''بڑا جھوٹا تھا، حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ٢١٦/٩)

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (۱۴۹/۵) میں اس کا ایک ''ضعیف'' شاہد ہے، جس کی سند میں عمرو بن جریر کوفی ہے، اس کے بارے امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ . **''جھوٹ بولتا تھا۔''**

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ٢٢٤/٦)

② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی، وہ اس کے لئے بارہ سال عبادت کے برابر کر دی جائیں گی۔''

(سنن التّرمذي : ٤٣٥، سنن ابن ماجه : ١٣٧٤، صحيح ابن خزيمة : ١١٩٥)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔ عمر بن ابی خثعم ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔

③ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے نماز مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کیں، اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''

(المعجم الأوسط للطبراني : ٧٢٤٥)

سند سخت ضعیف ہے۔ اس میں مجہول راوی ہیں۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهَا مَجَاهِيلُ . **''اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔''**

(العلل المتناهية : ٧٧٦)

④ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ، مَا بَيْنَ أَنْ يَلْتَفِتَ أَهْلُ الْمَغْرِبِ، إِلٰى أَنْ يَّثُوبَ إِلَى الْعِشَاءِ .

''نماز اوابین مغرب اور عشاء کے درمیان ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ۱۹٦/۲)

سند ''ضعیف'' ہے۔

❀ موسیٰ بن عبیدۃ ربذی کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيْفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِيْنَ .

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(تفسير ابن كثير تحت آيت سورة بني إسرائيل : ٤٤)

⑤ نیز سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَنْ صَلّٰى أَرْبَعًا بَعْدَ الْمَغْرِبِ كَانَ كَالْمُعَقِّبِ غَزْوَةً بَعْدَ غَزْوَةٍ .

''جس نے نماز مغرب کے بعد چار رکعت ادا کیں، وہ پے در پے غزوہ کرنے والے کی طرح ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ۱۹٦/۲)

سند ''ضعیف'' ہے۔موسیٰ بن عبیدۃ ربذی ''ضعیف'' ہے۔

⑥ ابن منکدر اور ابو حازم رحمہما اللہ ﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (السجدۃ:۱٦) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هِيَ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ، صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ .

''مغرب اور عشاء کے درمیان صلاۃ اوابین ہے۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٩/٣)

سند ضعیف ہے، ابن لہیعہ ضعیف، مختلط اور مدلس ہے۔

⑦ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی سند نہیں مل سکی

بعض لوگ اس نماز کو ''صلاۃ الاوابین'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو کہ درست نہیں، اس باب میں دیگر ضعاف بھی منقول ہیں۔

نوٹ:

بلا تعین مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

سوال: نماز سے پہلے والی سنن مؤکدہ ادا کر لی ہیں، جماعت میں ابھی تاخیر ہے، کیا نوافل پڑھے جا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، پڑھے جا سکتے ہیں۔

سوال: نماز عصر سے پہلے چار سنت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: نماز عصر سے پہلے چار سنت کی بہت فضیلت آئی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً، صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا .

''اللہ اس بندے پر رحم کرے، جو عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتا ہے۔''

(مسند أحمد : 117/2؛ سنن أبي داوٗد :1271 ، سنن التِّرمِذي : 430 ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1193)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (2453) نے ''صحیح''، جبکہ امام ترمذی اور حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنير : 4/ 487) نے ''حسن'' کہا ہے۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ عصر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے۔ ان میں مقرب فرشتوں اور ان کی پیروی کرنے والے مسلمانوں اور مومنوں پر سلام بھیجتے اور (تشہد کے ساتھ) فاصلہ کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد :85/1، سنن التِّرمِذي : 429، سنن النّسائي : 875؛ سنن ابن ماجه :1161، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1211، 1332) نے ''صحیح'' اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

❁ سنن ابو داؤد (1272، وسندہ حسن) وغیرہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ یہ مختلف احوال پر محمول ہے۔

سوال: جس کی نماز قضا ہو چکی ہے، جب تک اسے ادا نہیں کرتا، کیا وہ نفل پڑھ سکتا ہے؟

جواب: اسے پہلے قضا نماز ادا کرنی چاہیے، البتہ اس سے پہلے اگر وہ نوافل پڑھتا ہے، تو ان کا ثواب اسے ملے گا۔

سوال: سنتوں میں قرأت جہری بہتر ہے یا سری؟

جواب: سری بہتر ہے، جہری جائز ہے۔

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آٹھ رکعات تراویح ثابت ہے؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آٹھ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

❁ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَّقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) پڑھانے کا حکم دیا۔''

(الموطّأ للإمام مالك : 138، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 293/1، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 496/2، مشكاة المصابيح :407/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم صحیح بخاری وصحیح مسلم والی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے موافق ہے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے عین مطابق ہے۔

ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آٹھ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا، نیز اس سے بیس رکعت تراویح کے قائلین وعاملین کا رد ہوتا ہے اور ان کا بیس رکعتوں کے سنت مؤکدہ ہونے کا نظریہ خطا قرار پاتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم بیس رکعت نمازِ تراویح اس لیے پڑھتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات پڑھی تھیں، لیکن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت ادا کرنا ثابت نہیں ہوسکتا، بلکہ عہدِ فاروقی میں آٹھ رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔

❀ سیدنا سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى أُبَيٍّ وَّتَمِيمٍ، فَكَانَا يُصَلِّيَانِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع کیا۔وہ دونوں گیارہ رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 391/2، 392، تاريخ المدينة للإمام عمر بن شبّه : 713/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِإِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''ہم (صحابہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات (تراویح) پڑھتے تھے۔''

(سنن سعيد بن منصور، نقلًا عن الحاوِي للفتاوِي للسّيوطي : 349/1، حاشية آثار السّنن للنيموي الحنفي : 250، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ سبکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ فِي غَايَةِ الصِّحَةِ .

''اس کی سند انتہا درجے کی صحیح ہے۔''

(شرح المِنهاج، نقلا عن الحاوِي للفتاوي :350/1)

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کو وتر سمیت گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل و تکمیل میں گیارہ رکعت تراویح پڑھائی اور صحابہ کرام نے پڑھی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

سوال: قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور والی مسجد میں جا کر تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جامع مسجد کو چھوڑ کر بغل والی مسجد میں نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا بعض حنفی علما بھی آٹھ تراویح کو مسنون کہتے ہیں؟

(جواب): کئی حنفی علماء نے آٹھ رکعت کو مسنون لکھا ہے۔

❀ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگرچہ نبی کریم ﷺ سے آٹھ تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی ہے۔''(علم الفقہ: 198)

یہی بات علامہ ابن ہمام حنفی(فتح القدير : 46/ 81)، علامہ عینی حنفی(عمدة القاري : 17/ 171)، علامہ ابن نجیم حنفی(البحر الرائق : 6/62)، علامہ ابن عابدین شامی حنفی(رد المحتار :1/ 521)، علامہ ابوالحسن شرنبلانی حنفی(مراقي الفلاح : 442)اور علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ(حاشية الطّحطاوي على الدر المختار :1/295) وغیرہم نے ذکر کی ہے۔

(سوال): کیا آٹھ رکعات سے زائد تراویح پڑھنا جائز ہے؟

(جواب): آٹھ رکعات مسنون ہیں، اس سے زائد نوافل کی کوئی پابندی نہیں، جو جتنے نوافل پڑھنا چاہتا ہے، پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح ثابت ہیں؟

(جواب): سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت تراویح ثابت نہیں۔

❀ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قرائے کرام کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

(السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 2/496)

روایت ''ضعیف'' ہے۔

① حماد بن شعیب ''ضعیف'' ہے۔ امام یحییٰ بن معین، امام ابوزرعہ، امام نسائی اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

② عطاء بن السائب ''مختلط'' ہے۔ حماد بن شعیب ان لوگوں میں سے نہیں، جنہوں نے اس سے قبل از اختلاط سنا ہے۔

❀ ابوحسناء بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ (مصنّف ابن أبي شيبة : 393/2)

سند ''ضعیف'' ہے۔ ابوحسناء ''مجہول'' ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ''غیر معروف ہے۔'' (ميزان الاعتدال : 515/4)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیر معروف راویوں کی روایات کا مکلّف نہیں ٹھہرایا۔

سوال: تراویح کے بعد بآواز بلند درود و سلام پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بدعت ہے۔ اسلاف امت سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

سوال: رمضان کے آخر میں تراویح پڑھانے والے قاری کو معاوضہ دینا اور اس کا لینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، یہ قرآن پڑھنے کا معاوضہ نہیں ہوتا، بلکہ جماعت کی طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہوتا ہے۔

سوال: کیا تراویح میں قرآن سننے کا ثواب ملتا ہے؟

جواب: کیوں نہیں۔

سوال: اگر کسی شیعہ نے جماعت میں شامل ہو کر لقمہ دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر شیعہ نے امام کو لقمہ دیا اور امام نے لقمہ قبول کر لیا، تو نماز میں کوئی حرج واقع نہ ہوگا، اس سے نماز باطل نہ ہوگی۔

(سوال): کیا سورت ضحیٰ کے بعد ہر سورت کے اختتام پر ''اللہ اکبر'' کہنا جائز ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ یہ بدعت ہے، جو زمانہ خیر کے بعد شروع ہوئی۔

(سوال): اگر کوئی تراویح کی پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھے اور ہر تراویح کی دوسری رکعت میں سورت اخلاص پڑھے، تو کوئی حرج تو نہیں؟

(جواب): جائز ہے، بشرطیکہ وہ ایسا کرنے کو سنت یا لازم نہ سمجھتا ہو۔

(سوال): کیا نماز تراویح اور نماز تہجد میں فرق ہے؟

(جواب): نماز تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں، یہ ایک نماز کے دو نام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تراویح اور تہجد دونوں علیحدہ نمازیں ہیں، ان کی یہ بات محل نظر ہے۔

۞ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب فرماتے ہیں:

''ایسی کوئی روایت ثابت نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان میں نماز تہجد اور تراویح الگ الگ پڑھی ہوں، بلکہ عہد رسالت میں رکعات کے اعتبار سے تراویح اور تہجد میں کوئی فرق نہیں تھا، البتہ وقت اور طریقے میں کچھ فرق تھا کہ تہجد کے برعکس تراویح مسجد میں باجماعت ادا کی جاتی تھی۔ اسی طرح تراویح رات کے اول حصے میں پڑھی جاتی تھی اور نماز تہجد رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی تھی۔''

(العَرف الشّذي :1/166)

۞ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے۔ آپ ﷺ نے قیام نہیں کروایا، تئیسویں شب کا تہائی حصہ قیام کروایا۔ چوبیسویں کو قیام نہیں کروایا، پھر پچیسویں کو نصف رات تک قیام کروایا۔ میں نے عرض کیا: اللہ

کے رسول! کاش کہ آپ پوری رات قیام کرواتے۔فرمایا: نماز عشا باجماعت ادا کرنے پر قیام اللیل کا ثواب ملتا ہے۔چھبیسویں رات قیام نہیں کروایا۔ ستائیسویں شب صحابہ کو بمع اہل وعیال قیام کروایا، تا آنکہ ہمیں خدشہ ہوا کہ 'فلاح' سے محروم نہ رہ جائیں۔راوی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: فلاح سے کیا مراد ہے؟ کہا: سحری۔پھر بقیہ ایام قیام نہیں کروایا۔''

(مسند الإمام أحمد : 159/5، سنن أبي داود : 1375، سنن النّسائي : 1606، سنن التّرمذي : 806، سنن ابن ماجه : 1327، وسندهٗ صحيحٌ)

نبی کریم ﷺ نے ساری رات قیام فرمایا، یہ قیامِ رمضان تھا،اس رات الگ سے نماز تہجد ادا کرنے کا وقت ہی نہیں تھا۔معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔

رہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے ساری رات قیام نہیں فرمایا، اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ ایسا نہیں کرتے تھے،مگر کبھی کبھار ایسا کرلیا کرتے تھے یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات عدم علم پر محمول ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص گھر میں نماز تراویح باجماعت ادا کرے اور مسجد میں باجماعت ادا نہ کرے،تو کیا حکم ہے؟

جواب: گھر میں باجماعت تراویح ادا کرنا بھی جائز ہے۔

سوال: چھٹی ہوئی تراویح کی رکعات کب پڑھی جائیں؟

جواب: امام کے ساتھ وتر پڑھنے کے بعد ادا کر لے، یا امام کے ساتھ وتر چھوڑ دے، پہلے تراویح کی رکعات پوری کرلے اور بعد میں اکیلے وتر ادا کرلے۔

سوال: کیا نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد دعا کی جاسکتی ہے؟

جواب: دعا کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ کسی وقت کے ساتھ خاص نہ کیا

جائے اوراس وقت میں دعا کے مستحب یا واجب ہونے کا نظریہ نہ رکھا جائے۔

(سوال): دو یا چار تراویح کے بعد وعظ یا درس کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، اس سے ایک تو لوگ تھکاوٹ کا شکار نہ ہوں گے اور دوسرا یہ کہ لوگوں کو وعظ ونصیحت ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ جتنا حصہ قرآن کریم کا تراویح میں تلاوت کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ بیان کر دیا جائے۔

(سوال): مسجد میں کئی قراء ہیں، ہر قاری دو دو رکعات تراویح پڑھاتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بغیر سامع کے تراویح کی امامت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): تراویح کے تارک کا کیا حکم ہے؟

(جواب): تراویح سنت ہے، اسے چھوڑنا بہت سارے اجر وثواب سے محرومی کا باعث ہے۔ جو شخص اس کی سنیت کا منکر ہے، وہ بد بخت اور بدعتی ہے۔

(سوال): تراویح کی قرأت میں بھول جانے کی وجہ سے خاموش ہو کر سوچنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، اس سے نماز پر کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، اس پر سجدہ سہو نہیں۔

(سوال): کسی حافظ کو غلط لقمہ دے کر پریشان کرنا کیسا ہے؟

(جواب): یہ شرارت ہے، کسی سے شرارت کرنا گناہ ہے اور نماز میں شرارتیں کرنا سخت گناہ ہے۔

(سوال): کیا ایک حافظ دو مسجدوں میں تراویح پڑھا سکتا ہے؟

(جواب): پڑھا سکتا ہے۔

❀ قیس بن طلق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں ایک دن سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔ شام پڑ گئی، تو ہمارے پاس افطاری کی۔ اسی رات ہمیں قیام کروایا اور وتر پڑھائے۔ پھر اپنی مسجد میں گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ وتر باقی رہ گئے تو ایک آدمی کو آگے کیا اور فرمایا: اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھائیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ .

''ایک رات میں دو بار وتر نہیں۔''

(سنن أبي داود : 1439، سنن النّسائي : 1680، سنن التّرمذي : 470، وسندهٗ حسنٌ، وأخرجه أحمد : 23/4، وسندهٗ حسنٌ أيضًا)

(سوال): تراویح میں بھولتے وقت ادھر اُدھر سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): تراویح کی جماعت ہو رہی ہے، مگر کچھ لوگ جماعت سے الگ ہو کر باتوں میں مشغول ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): اجر و ثواب سے محرومی ہے۔

(سوال): تراویح میں کتنی مقدار قرأت کرنی چاہیے؟

(جواب): جتنی مقتدی سننا چاہیں۔ بہتر ہے کہ روزانہ ایک پارہ تلاوت کیا جائے، تا کہ مہینے کے آخر تک قرآن کی تکمیل بھی ہو جائے اور سننے والوں پر بھی بوجھ نہ بنے۔

(سوال): تراویح میں ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اونچی بھی پڑھی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی۔

(سوال): کیا عیدین کی نمازوں میں عورت عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے؟

(جواب): نہیں کرا سکتی۔ عیدین اور جمعہ کی جماعت صرف مرد امام کرا سکتا ہے۔ عورتیں ان نمازوں میں مرد امام کی اقتدا کریں گی۔

(سوال): کیا قریب البلوغ تراویح کی امامت کرا سکتا ہے؟

(جواب): ہر سمجھ دار بچہ فرض اور نفل کی امامت کرا سکتا ہے، خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ۔

(سوال): اگر تراویح میں سجدہ تلاوت کرنا ہو، تو کیا رکوع کرنے سے ادا ہو جائے گا؟

(جواب): سجدہ تلاوت بغیر سجدہ کے ادا نہ ہوگا، یہ کہنا کہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لینے سے اس کی ادائیگی ہو جائے گی، بے دلیل ہے۔

(سوال): ایک حافظ کی داڑھی مونچھ نہیں آئی، اس کی عمر تیس برس ہے، کیا اس کے پیچھے تراویح جائز ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔

(سوال): دکانوں پر تراویح کی امامت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): اگر فرائض مسجد کی جماعت سے ادا کر لیے جائیں اور تراویح کی جماعت دکان پر کرالی جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

(سوال): ایک امام کا آدھی آدھی رکعات تراویح دو مسجدوں میں پڑھانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا نماز تراویح آٹھ رکعات ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے؟

(جواب): جائز نہیں، تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھنا مسنون ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد کوئی مسنون دعا ثابت ہے؟

(جواب): اس موقع پر جتنی دعائیں یا تسبیحات پڑھی جاتی ہیں، یہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ومحدثین سے ثابت نہیں، بلکہ یہ بعض میں جاری ہوئیں۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کتنی رکعات تراویح پڑھتے تھے؟

(جواب): رسول اللہ ﷺ کا رمضان وغیر رمضان کا معمول یہ تھا کہ قیام اللیل میں آٹھ رکعات پڑھتے تھے۔

❁ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جناب انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

لَا مَنَاصَ مِنْ تَسْلِيمِ أَنَّ تَرَاوِيحَهُ كَانَتْ ثَمَانِيَةَ رَكْعَاتٍ، وَّلَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُ صَلَّى التَّرَاوِيْحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلٰى حِدَةٍ فِي رَمَضَانَ.

''یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی نمازِ تراویح آٹھ رکعت تھی اور کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے رمضان میں تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ پڑھی ہوں۔''

(العَرف الشّذي: 1/166)

❁ مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

''سنت موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو باتفاق ہے، اگر اختلاف ہے، تو بارہ میں۔'' (براہین قاطعہ:195)

❁ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام رمضان کی کیفیت کیا تھی؟ فرمایا:

مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اکثر) گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1147، 2013، صحيح مسلم : 738)

بیس رکعت تراویح کو مسنون قرار دینا درست نہیں، اس کے دلائل کا علمی وتحقیقی، مختصر، مگر جامع جائزہ پیش خدمت ہے:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 294/2، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 496/2، المعجم الكبير للطّبراني :393/11)

سند سخت ''ضعیف'' ہے،

① ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ''متروک الحدیث'' ہے۔ جمہور نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

❁ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

(التّجريد :203/1)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ روایت ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول (ضعیف) ہے، جو کہ امام ابوبکر بن ابوشیبہ کا دادا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل میں اسے کمزور قرار دیا ہے۔ نیز یہ روایت اس صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے، جس میں ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔''

(نصب الرّاية : 153/2)

ابوشیبہ کی روایت اور علمائے احناف:

(ا) مولانا انور شاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَحَّ عَنْهُ ثَمَانُ رَكْعَاتٍ، وَأَمَّا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً، فَهُوْ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ وَعَلٰى ضَعْفِهِ اتِّفَاقٌ .

''آٹھ رکعات تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہیں اور بیس رکعت کی روایت ضعیف ہے، اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔''

(العَرف الشّذي :166/1)

(ب) مولانا عبدالشکور فاروقی صاحب نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(علم الفقہ،ص198)

(ج) مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

''ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:249/1)

(د) علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيْفٌ بِأَبِي شَيْبَةَ، مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ، مَعَ مُخَالِفَتِهٖ لِلصَّحِيحِ .

''حدیث ضعیف ہے، کیوں کہ ابو شیبہ (ابراہیم بن عثمان) بالاتفاق ضعیف ہے، نیز یہ حدیث (صحیح بخاری وصحیح مسلم کی) صحیح (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا) کے بھی خلاف ہے۔''(منحة الخالق : 66/2)

یہی بات علامہ ابن ہمام حنفی(فتح القدير : 46/ 81)،علامہ عینی حنفی(عمدة القاري : 17/ 177)،ابن نجیم حنفی(البحر الرائق : 62/6)،ابن عابدین شامی حنفی(رد المحتار : 1/ 521)، ابو الحسن شرنبلانی حنفی (مراقي الفلاح : 442)،طحاوی حنفی (حاشية الطّحطاوي على الدر المختار :295/1)وغیرہم نے بھی کہی ہے۔

❁ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيْفٌ جِدًّا، لَّا تَقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ .

''یہ حدیث سخت ترین ضعیف ہے،اس سے حجت ودلیل قائم نہیں ہوسکتی۔''

(المِصابيح في صلاة التّراويح : 17)

احمد یار خان گجراتی صاحب اپنی کتاب ''جاءالحق''(٢ / ٢٤٣) میں ''نمازِ جنازہ میں الحمد شریف تلاوت نہ کرو۔'' کی بحث میں امام ترمذی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ منکرِ حدیث ہے۔''

لیکن اپنی اسی کتاب (٤٤٧/١) کے ضمیمہ میں مندرج رسالہ ''لمعات المصابیح علی رکعات التراویح'' میں اس کی حدیث کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ یہ منصفانہ رویہ نہیں۔

② حکم بن عتیبہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں اور تین رکعات وتر پڑھائے۔

(تاريخ جُرجان لأبي قاسم حمزة بن يوسُف السَّهمي، ص 275)

روایت موضوع ہے۔

① عمر بن ہارون بلخی ''متروک و کذاب'' ہے۔ اسے امام احمد بن حنبل، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام عبداللہ بن مبارک، امام عجلی، امام علی ابن مدینی، امام نسائی، امام دارقطنی، امام ابن حبان اور امام ابوحاتم رازی رحمہم اللہ وغیرہم نے مجروح اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ابوعلی نیشاپوری رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔ امام یحییٰ بن معین اور امام صالح جزرہ رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(تلخيص المستدرك : 848)

② محمد بن حمید رازی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' و ''کذاب'' ہے۔

③ ایک غیر معروف راوی ہے۔

سوال: کیا بدعتی امام کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہے؟

جواب: بدعتی کی امامت معتبر نہیں، لہٰذا فرائض ونوافل میں اس کی اقتدا درست نہیں۔

سوال: تراویح میں ایک قرآن سے زائد تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: تراویح میں آیت سجدہ تلاوت کی، اسی وقت سجدہ نہ کیا، بلکہ جب اسی رکعت کے دوسجدے کیے، تو ساتھ تیسرا سجدہ تلاوت بھی کرلیا، کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ تلاوت مسنون مستحب ہے، نماز میں اسی وقت کیا جائے گا، جب آیت سجدہ تلاوت کی، نماز کے دوسجدوں کے بعد یا پہلے سجدہ تلاوت کرنا بالکل غلط ہے۔

سوال: نماز تراویح میں جلسہ استراحت چھوٹ گیا، کیا سجدہ سہو لازم ہوگا؟

جواب: ہر سہو پر سجدہ ہے، جلسہ استراحت چھوٹ جائے، تو اس پر بھی سجدہ سہو ہے۔

سوال: تراویح کی قرأت میں بعض آیات کے بعد دعائیہ کلمات کہنا کیسا ہے؟

جواب: امام کے لیے بعض مقامات پر دعائیہ کلمات ادا کرنا مسنون ومستحب ہیں۔ البتہ سامعین اور مقتدیوں کے لیے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

سوال: کیا تراویح کی چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا جائز ہے؟

جواب: دعا کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ کسی وقت میں دعا کے مستحب یا واجب ہونے کا نظریہ نہ ہو، لہٰذا بغیر اہتمام کے تراویح کی چار رکعات کے بعد اجتماعی دعا کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا تراویح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے؟

جواب: جی ہاں، تراویح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ تراویح کے سہو پر سجدہ سہو نہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ بات بے ثبوت ہے۔ تراویح نفل ہے اور نفل کے سہو پر بھی سجدہ سہو ہے۔

(سوال): سخت بیمار آدمی جو اٹھنے یا بیٹھنے کی سکت نہیں رکھتا، کیا وہ لیٹ کر تراویح پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): مسجد میں تراویح پڑھانے کا زیادہ حق مستقل امام کو ہے، یا کوئی بھی حافظ پڑھا سکتا ہے؟

(جواب): پہلا حق مستقل امام کا ہے، اگر وہ نہیں پڑھانا چاہتا، تو کوئی بھی حافظ نماز تراویح کی امامت کرا سکتا ہے۔

(سوال): کیا وتر کے بعد نماز تراویح پڑھائی جا سکتی ہے؟

(جواب): پڑھائی جا سکتی ہے۔

❀ قیس بن طلق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں ایک دن سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔ شام پڑ گئی، تو ہمارے پاس افطاری کی۔ اسی رات ہمیں قیام کروایا اور وتر پڑھائے۔ پھر اپنی مسجد میں گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ وتر باقی رہ گئے تو ایک آدمی کو آگے کیا اور فرمایا: اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھائیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ .

''ایک رات میں دو بار وتر نہیں۔''

(سنن أبي داود : 1439، سنن النّسائي : 1680، سنن التّرمذي : 470، وسندهٗ

حسنٌ، وأخرجه أحمد : 23/4، وسندهٗ حسنٌ أيضًا)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، جب کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1101) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2449) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 481/2)

سوال: ایک شخص نے آدھی رکعات تراویح امام کے ساتھ ادا کی اور باقی آخری پہر میں ادا کی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے، مگر جو فضیلت امام کے ساتھ قیام کرنے کی ہے، وہ اسے مکمل حاصل نہ ہوگی۔

❁ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام نہیں کروایا، تئیسویں شب کا تہائی حصہ قیام کروایا۔ چوبیسویں کو قیام نہیں کروایا، پھر پچیسویں کو نصف رات تک قیام کروایا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کاش کہ آپ پوری رات قیام کرواتے، تو فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ .

''باجماعت نماز پڑھنے پر پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 159/5، سنن أبي داوٗد : 1375، سنن النّسائي : 1606، سنن التِّرمِذي : 806، سنن ابن ماجه : 1327، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اگر کوئی شخص خاص وظیفہ کا عادی ہے، کیا وہ اس کی وجہ سے نماز تراویح ترک کر سکتا ہے؟

جواب: اسے تراویح ترک نہیں کرنی چاہیے، رمضان میں بھلا تراویح سے بہتر

وظیفہ کیا ہوسکتا ہے؟

سوال: کچھ لوگ تراویح کی چار رکعات کے بعد ''درود برخواجہ عالم'' کہتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: جس نے بیماری یا سفر کی وجہ سے اگلے دن کا روزہ نہ رکھنا ہو، کیا وہ بھی نماز تراویح پڑھے گا؟

جواب: تراویح کا تعلق روزہ رکھنے یا چھوڑنے سے نہیں ہے۔ جس نے سفر یا بیماری کی وجہ سے اگلے دن کا روزہ نہ رکھنا ہو، اس کے لیے بھی تراویح مسنون و مستحب ہے۔

سوال: جس نے تراویح پڑھی، مگر اگلے دن بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھا، کیا تراویح کا ثواب ملے گا؟

جواب: اگر بغیر عذر کے روزہ چھوڑا، تو روزہ چھوڑنے کا گناہ ملے گا، مگر تراویح کا ثواب بھی ملے گا۔

سوال: کیا تراویح میں پورا قرآن پڑھنا مستحب ہے؟

جواب: عمومی دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت کرنا مستحب ہے، البتہ اس بارے کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔

سوال: اگر سجدہ تلاوت اس آیت پر آئے کہ جہاں امام نے قرأت مکمل کرنی تھی، تو سجدہ کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: آیت سجدہ مکمل کر کے سجدہ کرے اور سجدہ سے اٹھ کر لمحہ بھر کے لیے قیام میں کھڑا ہو، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر لے۔

(سوال): صرف لقمہ دینے کے لیے تراویح میں شریک ہونا اور بعد میں نماز توڑ دینا کیسا ہے؟

(جواب): لقمہ کا یہ طریقہ جائز نہیں، لقمہ دینے کے لیے مقتدی ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ امام کو لقمہ کی ضرورت ہے، تو جماعت کے باہر سے ہی لقمہ دے سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص جماعت میں شریک ہوا، تو اب اسے نماز مکمل کرنی چاہیے، بلا عذر جماعت توڑنا جائز نہیں۔

(سوال): تراویح کی ایک ہی رکعت میں تین بار سورت اخلاص پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، بشرطیکہ اسے لازم نہ سمجھے۔

(سوال): اگر کوئی حافظ ایک مسجد میں ایک ہفتہ میں قرآن کریم مکمل تراویح میں تلاوت کرے اور دوسری مسجد میں دوسرے ہفتے اور اسی طرح تیسری مسجد میں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

(جواب): اگر مقتدیوں کی فرمائش ہو، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): اگر امام تراویح میں کچھ آیات سہوا چھوڑ جائے اور دو دن بعد ان آیات کو دوبارہ تلاوت کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ایک حافظ کو قرآن کا ایک مقام مشکل لگتا ہے، اسے چھوڑ کر آگے تلاوت کرتا ہے، بعد میں کسی دن ان چھوڑی گئی آیات کی تلاوت کر لیتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): نماز تراویح میں امام اور سامع کو برابر کھڑا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): برابر کھڑا کرنا جائز نہیں۔ سامع صف میں ہی کھڑا ہوگا۔

(سوال): جو شخص آٹھ تراویح کو مسنون مانتے ہوئے اس سے زائد رکعات تراویح پڑھے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مسنون آٹھ ہیں، اس سے زائد نوافل پڑھنا جائز ہیں۔

(سوال): جو شخص تنہا تراویح پڑھ رہا ہے، وہ قرأت بلند آواز سے کرے یا آہستہ؟

(جواب): دونوں طرح جائز ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اس قدر بلند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تلاوت کر رہے ہوتے اور صحن میں سنائی دیتی۔''

(سنن أبي داوٗد : 1327 ، شمائل التّرمذي : 322 ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ قِرَاءَ ةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا، وَيَخْفِضُ طَوْرًا .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کبھی بلند اور کبھی آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1328 ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1159)، امام ابن حبان (2603) اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم (310/1) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر تشریف لائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے

گزرے، وہ آہستہ آواز سے قراءت کررہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اونچی آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! جس ذات سے سرگوشی کررہا تھا، اسے میں نے اپنی بات سنادی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا، آپ بلند آواز سے قراءت کررہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس سے سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آپ اپنی آواز قدرے بلند کیجیے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کیجیے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1329، سنن التِّرمِذي : 447، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1161) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (733) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (1/310) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا عورت نماز وتر کی امامت کرا سکتی ہے؟

جواب: عورت عورتوں کی فرائض و نوافل میں امام بن سکتی ہے، نماز وتر بھی نوافل میں سے ہے، لہٰذا عورت اس کی امامت کرا سکتی ہے۔

سوال: نماز تہجد کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: رات کا قیام اللہ کو بڑا محبوب ہے۔ جب ساری دُنیا سو رہی ہو، اس وقت

اُٹھ کر رب تعالیٰ سے مناجات کرنا کیا خوب ہے، مومن ان بابرکت ساعتوں میں عبادت الٰہی سے لطف پاتا ہے۔ مالک لم یزل کی رضا اس وقت مومن کو ڈھونڈتی ہے۔

تہجد فرض نماز کے بعد سب سے افضل عمل ہے۔ یہ صالحین کی نماز ہے، جو بلندیٔ درجات اور گناہوں کے معافی کا باعث بنتی ہے۔ ظاہر و باطن کی تطہیر کرتی ہے۔ انسان کو صالحیت کے درجے پر فائز کرتی ہے۔

یہ محض اللہ کی توفیق سے ممکن ہے کہ وہ کسی کو تہجد کی نماز ادا کرنے کے لئے جگا دے، وگرنہ تو کتنے لوگ رات کو تارے گنتے رہتے، بے چینی سے کروٹیں لیتے رہتے ہیں، لیکن ان کے ایمان میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ انہیں رب العالمین کے سامنے کھڑا کر دے۔ وہ اس کی خیر و برکت سے محروم رہتے ہیں۔

تہجد ادا کرنے سے گھر آباد و شاد ہوتے ہیں۔ ان مبارک گھڑیوں میں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو دو رکعت نماز کی توفیق دے دے تو اس کو اور کیا چاہیئے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَيْهِ أَنَّ تَطَوُّعَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ مِنْ تَطَوُّعِ النَّهَارِ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں۔''

(شرح النّووي: 55/8)

تہجد کی فضیلت پر بے شمار احادیث دلالت کناں ہیں، مثلاً؛

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ اللَّيْلِ.

''رمضان المبارک کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں اور فرائض کے بعد افضل ترین نماز تہجد کی۔'' (صحيح مسلم : 202/1163)

❁ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ، وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ .

''تہجد کولازم کرلیں، یہ آپ سے پہلے صالحین کی عادت تھی، یہ ذریعہ ہے، اللہ کے قرب، گناہوں کے کفارے اور برائیوں سے بچنے کا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 92/8، ح : 7466، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر قیام فرماتے کہ پاؤں میں سُوجن آ جاتی۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی ساری لغزشیں معاف کردی ہیں؟ فرمایا:

أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا؟ .

''کیا میں شکرگزار بننا پسند نہ کروں۔''

(صحيح البخاري : 4837؛ صحيح مسلم : 2820)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کا بہترین ذریعہ نماز تہجد کی ادائیگی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہمارا رب دو آدمیوں پر تعجب کرتا ہے؛ ایک وہ جو اپنا بستر چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھتا ہے اور اس کے اہل خانہ سو رہے ہوتے ہیں۔ ہمارا رب فرماتا ہے : میرے فرشتو! میرے بندے کی طرف دیکھو، لحاف چھوڑ کر نماز پڑھ رہا ہے اور

اس کے گھر والے سو رہے ہیں۔ یہ میرے انعامات کا طالب ہے اور میری پکڑ سے ڈرتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 416/1 ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، جو رات کو بیدار ہوا اور تہجد پڑھی، اپنی بیوی کو جگایا، اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر بیوی نے انکار کیا، تو اس کے چہرے پر پانی ڈالا۔ اللہ اس خاتون پر بھی رحم فرمائے، جو رات کو اُٹھی اور تہجد ادا کی، شوہر کو جگایا، اس نے انکار کیا، تو چہرے پر پانی ڈالا۔''

(مسند الإمام أحمد : 436,251/2 ، سنن أبي داوٗد : 1450 ، سنن النّسائي : 1611 ، سنن ابن ماجه : 1336 ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ ہر رات جب ایک تہائی حصہ گزر جاتا ہے، آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں : میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، کون ہے جو مجھے پکارے، میں اس کی پکار سنوں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اسے عطا کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے بخشش مانگے، میں اسے معاف کر دوں؟ اللہ اسی طرح فرماتے رہتے ہیں، حتی کہ فجر روشن ہو جاتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 1145؛ صحيح مسلم : 169/758)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''انسان جب سو جاتا ہے، تو شیطان اس کے سر کی پچھلی جانب تین گرہیں لگا دیتا ہے، ہر گرہ پر یہ پھونکتا ہے کہ سو جا! لمبی رات ہے۔ اگر وہ جاگ کر ذکر

کرنے لگے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ وضو کرے، تو دوسری اور نماز پڑھ لے، تو تیسری بھی کھل جاتی ہے۔ پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش ہوتا ہے، ورنہ سستی و کاہلی اس پر چھائی رہتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 1142، صحيح مسلم : 776)

❁ صحیح ابن خزیمہ (1132، وسندہ صحیح) کے الفاظ یہ ہیں:

فَحُلُّوا عُقَدَ الشَّيْطَانِ، وَلَوْ بِرَكْعَتَيْنِ .

''شیطان کی لگائی گرہیں کھول لیا کریں، گو دو رکعت سے ہی سہی۔''

(سوال): نماز تہجد کا وقت کیا ہے؟

(جواب): تہجد کا وقت عشا کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے، اس دوران کسی بھی وقت ادا کی جا سکتی ہے۔ البتہ رات کے آخری پہر بیدار ہو کر ادا کرنا افضل ہے۔ سونے سے پہلے اگر کوئی تہجد پڑھ لیتا ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں، کیوں کہ تہجد سے پہلے سونا شرط نہیں ہے۔

(سوال): تہجد کے وقت کے بارے میں جتنی مسنون دعائیں وارد ہوئی ہیں، انہیں کب پڑھنا چاہیے؟

(جواب): نماز تہجد سے پہلے پڑھنا چاہیے۔

(سوال): کیا پچھلے پہر اٹھ کر مسواک کرنا مسنون ہے؟

(جواب): جی ہاں، پچھلے پہر جاگ کر مسواک کرنا مسنون ہے، ٹوتھ پیسٹ اور برش کا بھی یہی حکم ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُورَهٗ، فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ أَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ

اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ .

''ہم آپ ﷺ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتیں۔ رات کو جب اللہ کے امر سے بیدار ہوتے تو مسواک کر کے وضو کرتے۔''

(صحيح مسلم : 139/746)

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، يَشُوصُ فَاهُ .

''نبی کریم ﷺ قیام اللیل کے لئے اٹھتے تو مسواک کرتے۔''

(صحيح البخاري : 889؛ صحيح مسلم : 46/255)

③ سنن ابوداوٗد (56، وسندہٗ حسنٌ) کے الفاظ ہیں:

إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ؛ تَخَلّٰى، ثُمَّ اسْتَاكَ .

''رات کو آپ بیدار ہو کر بیت الخلا جاتے، پھر مسواک کرتے۔''

سوال: نماز تہجد کی کتنی رکعات ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے قیام اللیل کی رکعات آٹھ تھیں، کبھی ایک وتر ملا کر نو کرتے، کبھی تین وتر پڑھ کر گیارہ کرتے، کبھی ایک وتر اور فجر کی دو سنتیں ملا کر تیرہ کرتے، کبھی پانچ وتر ملا کر تیرہ کرتے، کبھی تین وتر اور فجر کی دو سنتیں اور قیام اللیل سے پہلے دو افتتاحی رکعات ملا کر پندرہ ادا کرتے۔ اس طرح مختلف اوقات میں مختلف رکعات ہوتی تھیں۔

حقیقت میں وتر ایک، تین، پانچ، سات اور نو ہیں، جن روایات میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے، ان میں قیام اللیل آٹھ رکعات ہیں۔ ایک یا تین وتر پڑھ کر آپ ﷺ اسے طاق بنا دیتے، گیارہ یا تیرہ میں وتر ایک، تین اور پانچ ہیں، جنہوں نے باقی نماز کو وتر بنا دیا۔

❁ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ سے جو تیرہ رکعات وتر مروی ہیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ رات کو تیرہ رکعات مع وتر پڑھتے، چنانچہ رات کی نماز کو وتر کی طرف منسوب کر دیا گیا۔''(سنن التِّرمِذي، تحت الحديث : 457)

(سوال): تہجد میں قرأت جہری ہو یا سری؟

(جواب): دونوں طرح جائز اور مسنون ہے۔

(سوال): تہجد کی ہر رکعت میں سورت اخلاص کا ملانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): تہجد میں کتنی قرأت ہونی چاہیے؟

(جواب): جتنی لمبی ہو سکے، بہتر ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے، چار رکعت پڑھتے، ان کا حسن اور ان کی طوالت مت پوچھئے، پھر چار رکعت پڑھتے، طوالت اور حسن میں مثالی، پھر تین وتر پڑھتے۔ میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔''

(صحيح البخاري : 1147، صحيح مسلم : 125/738)

❁ صحیح بخاری (1123) میں ہے:

''سجدہ اتنا طویل ہوتا کہ آپ ﷺ کے سر اٹھانے سے قبل پچاس آیات پڑھی

جا سکتی ہیں۔''

(سوال): کیا عشاء کے فوراً بعد تہجد پڑھی جا سکتی ہے؟

(جواب): اگر کوئی آخری پہر نہ اٹھ سکتا ہو، تو عشاء کے فوراً بعد نماز تہجد پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): کیا نماز تہجد اندھیرے میں پڑھ سکتے ہیں؟

(جواب): پڑھ سکتے ہیں۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کتنی لمبی تھی کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا؟

(جواب): جن کا قیام اور رکوع وسجود اتنا طویل ہو، تو بتقاضائے بشریت پاؤں میں ورم آنا بڑی بات نہیں۔

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا، آپ ﷺ نے سورت بقرہ شروع کی، میرا خیال تھا کہ سو آیات پر رکوع کریں گے، آپ ﷺ پڑھتے رہے، سوچا: ایک رکعت میں پوری سورت پڑھیں گے مگر آپ ﷺ پڑھتے رہے، خیال ہوا کہ اس کے اختتام پر رکوع کریں گے، آپ ﷺ نے سورت نساء شروع کر دی اسے مکمل کیا، تو آل عمران شروع کی اور مکمل پڑھی، نبی کریم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے، کسی تسبیح والی آیت سے گزرتے، تو تسبیح کہتے، سوال والی آیت سے گزرتے، تو سوال کرتے، تعوّذ والی آیت سے گزرتے، تو اللہ کی پناہ مانگتے، پھر آپ ﷺ نے قیام کے برابر رکوع فرمایا، سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر رکوع کے برابر لمبا قیام کیا، پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا، آپ کا سجدہ قیام کے برابر تھا۔''

(صحيح مسلم : 772)

سوال: کیا تہجد میں پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھنا مسنون ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہوا کہ تہجد سے پہلے دو ہلکی سی افتتاحی رکعتیں ادا کرنا مسنون ہے، تاکہ قیام اللیل میں نشاط پیدا ہو۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''قیام اللیل کا آغاز دو ہلکی سی رکعتوں سے کریں۔''

(صحيح مسلم : 768)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:
''رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کی ابتداء میں دو ہلکی سی رکعتیں ادا فرماتے۔''

(صحيح مسلم : 767)

سوال: دعا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا ...... کب پڑھنی چاہیے؟

جواب: نماز فجر کے لیے جاتے وقت پڑھنی چاہیے۔

(صحيح البخاري : 6316؛ صحيح مسلم : 191/763، واللّفظ لهٗ)

سوال: تہجد چھوڑنے کا کیا نقصان ہے؟

جواب: بے شمار فضائل وخصائل سے محرومی ہے۔

سوال: کیا نماز تہجد کی کوئی مسنون قرأت ثابت ہے؟

جواب: نماز تہجد کے لیے مخصوص قرأت ثابت نہیں، قرآن کے کسی بھی مقام سے قرأت کی جا سکتی ہے۔ تہجد میں لمبا قیام مستحب ہے، جسے زیادہ قرآن یاد نہ ہو، وہ ایک سورت کو کئی بار بھی دہرا سکتا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا تہجد کا وقت نصف رات کے بعد شروع ہوتا ہے؟

(جواب): تہجد کا وقت نماز عشاء کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ نصف رات کے بعد تہجد کا وقت سب سے افضل ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص تہجد کے وقت نہ اٹھ سکے، تو وہ کیا کرے؟

(جواب): تہجد کسی وجہ سے رہ جائے، تو ظہر سے پہلے پہلے بارہ رکعات ادا کر لینی چاہیے۔ اس پر پورا اجر مل جاتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ مَرِضَ؛ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی عمل شروع کرتے، تو اس پر دوام فرماتے۔ بیماری یا نیند کی وجہ سے رات کو تہجد رہ جاتی، تو دن کو بارہ رکعات ادا فرما لیتے۔''

(صحیح مسلم: 746)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَأَهٗ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ

الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ ، كُتِبَ لَهٗ كَأَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ .

''قیام اللیل یا اس کا بعض حصہ رہ جائے، تو فجر اور ظہر کے درمیان ادا کر لیں، تہجد کا ثواب پا لیں گے۔'' (صحیح مسلم : 747)

رات کا وظیفہ رہ جائے، تو دن کو کیا جا سکتا ہے۔ یوں اجر و ثواب سے آپ محروم نہیں رہیں گے اور تسلسل بھی قائم رہ جائے گا۔

(سوال): نماز تہجد کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کبھی کبھار نماز تہجد با جماعت پڑھنا بھی جائز ہے۔

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت بقرہ شروع کی، میرا خیال تھا کہ سو آیات پر رکوع کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہے، سوچا: ایک رکعت میں پوری سورت پڑھیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہے، خیال ہوا کہ اس کے اختتام پر رکوع کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت نساء شروع کر دی اسے مکمل کیا، تو آل عمران شروع کی اور مکمل پڑھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے، کسی تسبیح والی آیت سے گزرتے، تو تسبیح کہتے، سوال والی آیت سے گزرتے، تو سوال کرتے، تعوّذ والی آیت سے گزرتے، تو اللہ کی پناہ مانگتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کے برابر رکوع فرمایا، سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر رکوع کے برابر لمبا قیام کیا، پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا، آپ کا سجدہ قیام کے برابر تھا۔''

(صحیح مسلم : 772)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ، قُلْنَا : وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ : هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ، وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میں نے برا ارادہ کرلیا۔ ہم نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے کیا ارادہ کیا؟ فرمایا: دل کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھڑے رہیں۔''

(صحيح البخاري : 1135، صحيح مسلم : 204/773)

سوال: صلاۃ التسبیح کی فضیلت اور طریقہ کیا ہے؟

جواب: اللہ رب العزت کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو نوافل کے ذریعے قرب بخشا، انہیں مغفرت و بخشش کے اسباب عطا فرمائے۔ ان اسباب میں سے ایک نمازِ تسبیح ہے۔ یہ بڑی فضیلت والی نماز ہے، روزانہ پڑھیں، ہفتہ میں یا مہینہ میں ایک مرتبہ، سال بعد ایک مرتبہ یا زندگی میں ایک بار پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت وبرکت سے دامن بھر لیں۔ اس نماز کا ثبوت اور طریقہ ملاحظہ ہو۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''چچا! میں آپ کو تحفہ نہ دوں، میں آپ کو گراں مایہ چیز مفت عطا نہ کردوں، دس ایسی خصلتیں بیان نہ کروں کہ انہیں اپنائیں، تو اللہ تعالیٰ آپ کے اول وآخر، قدیم وجدید، دانستہ و نا دانستہ، صغیرہ و کبیرہ، مخفی وظاہری تمام گناہ معاف

کردے؟ چار رکعات ادا کریں۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت پڑھیں، پھر پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہوکر حالت قیام میں ہی پندرہ دفعہ یہ کلمات پڑھیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ 'اللہ پاک ہے،تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں،اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے'، پھر آپ رکوع کریں اور رکوع کی حالت میں (تسبیحات کے بعد دس) مرتبہ یہ کلمات پڑھیں، رکوع سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ کلمات پڑھیں، سجدے کے لیے جھک جائیں اور سجدے کی حالت میں (تسبیحات کے بعد) دس مرتبہ یہ کلمات پڑھیں، سجدے سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ کلمات پڑھیں، دوسرا سجدہ کریں اور دس مرتبہ یہ کلمات پڑھیں، پھر سجدے سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ وہی کلمات پڑھیں۔ یہ ہر رکعت میں پچھتر (75) تسبیحات ہو جائیں گی۔ چاروں رکعتوں میں اسی طرح کریں۔ روزانہ پڑھ سکتے ہیں،تو روزانہ پڑھیں، ورنہ ہفتے میں ایک بار،نہیں تو ہر مہینے ایک مرتبہ پڑھ لیں، یہ ممکن نہ ہو،تو سال میں ایک مرتبہ، یہ بھی ممکن نہ ہو،تو زندگی میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔''

(سنن أبي داود : 1297، سنن ابن ماجه : 1387، صحيح ابن خزيمة : 1216، المُعجم الكبير للطّبراني : 11622، المستدرك للحاكم : 318/1، المختارة للضّياء المقدسي : 332، وسندهٗ حسنٌ)

جمہور محدثین نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔

❀ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُرْوٰى فِي هٰذَا الْحَدِيثِ إِسْنَادٌ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا .

''اس حدیث کی اس سے بہتر کوئی سند موجود نہیں۔''

(الإرشاد للخليلي :326/1، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابوبکر بن ابی داود سجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَصَحُّ حَدِيثًا فِي التَّسْبِيحِ حَدِيثُ الْعَبَّاسِ .

''نمازِ تسبیح کے بارے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ترین ہے۔''

(الثّقات لابن شاهين : 1356)

امام حاکم رحمہ اللہ (اتحاف المهرة لابن حَجَر : 484/7) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو ائمہ کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے، جن میں سے حافظ ابوبکر آجری رحمہ اللہ، ہمارے شیخ ابومحمد عبدالرحیم مصری رحمہ اللہ اور ہمارے شیخ حافظ ابوحسن مقدسی رحمہ اللہ بھی ہیں۔''

(التّرغيب والتّرهيب :468/1)

حافظ علائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ .

''یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسے امام ابوداود رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جید سند سے روایت کیا ہے۔''

(النّقد الصّحيح، ص 30)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْإِسْنَادُ جَيِّدٌ. ''سند جید ہے۔''

(البدر المنير: 236/4)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ. ''یہ سند حسن ہے۔''

(اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: 35/2، مرقاة الصّعود: 410/1)

سوال: نماز تسبیح کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز تسبیح انفرادی نماز ہے، باجماعت نماز تسبیح کا اہتمام مشروع نہیں، نبی اکرم ﷺ سے اس کی جماعت ثابت نہیں ہے۔ جن نوافل کی جماعت سنت سے ثابت ہے، انہی کو باجماعت ادا کرنا مشروع ہے، ورنہ تو سنن رواتب کی بھی جماعت جائز ہونی چاہیے، حالانکہ آج تک کسی مسلمان نے ایسا نہیں کیا، کوئی بتائے کہ اسے باجماعت ادا کرنا کیسے ممکن ہے؟ امام تو تسبیحات آہستہ آواز سے پڑھتا ہے، وہ پہلے ختم کر کے رکوع میں چلا جائے، تو مقتدی کیا کرے گا، یہ تسبیحات تو نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہیں، باجماعت ادائیگی کئی ایک سوالات کا پیش خیمہ اور الگ ادا کرنا خیر و بھلائی کو شامل ہے۔

❁ مفتی محمود صاحب اور مفتی عبد الحق حقانی صاحب لکھتے ہیں:

''صلاۃ التسبیح جماعت کے ساتھ منقول و مشروع نہیں ہے۔''

(فتاویٰ محمودیہ: 253/7، باب السنن والنوافل، جامعہ فاروقیہ، فتاویٰ حقانیہ: 266/3)

سوال: نماز تسبیح میں سہو ہو جائے، تو سجدہ سہو میں کون سی دعا پڑھی جائے؟

جواب: نماز تسبیح کے سجدہ سہو میں سجدہ کی کوئی سی دعا پڑھی جا سکتی ہے، تسبیح والی دعا

نہیں پڑھی جائے گی۔

❁ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: نمازی بھول گیا، تو کیا سجدہ سہو میں بھی دس مرتبہ تسبیحات پڑھے گا؟ فرمایا:

لَا، إِنَّمَا هِيَ ثَلَاثُ مِائَةِ تَسْبِيحَةٍ .

''نہیں! یہ صرف (چار رکعات میں) تین سو تسبیحات ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث :481، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: رمضان کے آخری جمعہ کو باجماعت نماز تسبیح کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: مختصر نماز تسبیح کیا ہے؟

جواب: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ، غَدَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : عَلِّمْنِي كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي صَلَاتِي، فَقَالَ : كَبِّرِي اللّٰهَ عَشْرًا، وَّسَبِّحِي اللّٰهَ عَشْرًا، وَّاحْمَدِيهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلِي مَا شِئْتِ، يَقُولُ : نَعَمْ نَعَمْ .

''ایک صبح سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، مجھے کچھ ایسے کلمات سکھا دیجئے، جو نماز میں کہہ سکوں، فرمایا: دس دفعہ اللہ اکبر، دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ الحمدللہ کہیں، پھر مانگتی جائیں، وہ دیتا جائے گا۔''

(سنن التّرمذي :481، سنن النّسائي : 1299، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' ابن خزیمہ رحمہ اللہ (850) امام ابن

حبان رحمہ اللہ (2011) نے ''صحیح''، اورامام حاکم رحمہ اللہ (1 / 318) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

بعض اہل علم نے اس سے مختصر نماز تسبیح کا اثبات کیا ہے، جبکہ مختصر نماز تسبیح کا کوئی بھی قائل نہیں۔

❁ محدث محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْعِرَاقِيُّ : إِيرَادُ هٰذَا الْحَدِيثِ فِي بَابِ صَلَاةِ التَّسْبِيحِ فِيهِ نَظَرٌ، فَإِنَّ الْمَعْرُوفَ أَنَّهٗ وَرَدَ فِي التَّسْبِيحِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ لَا فِي صَلَاةِ التَّسْبِيحِ .

''حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو صلاۃ التسبیح کے باب میں ذکر کرنا محل نظر ہے، معلوم شد کہ یہ نماز کے بعد کی تسبیح ہے، نہ کہ نماز تسبیح۔''

(تحفة الأحوذي :1/350)

سوال: نماز تسبیح چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائے یا دو دو کر کے؟

جواب: چار اکٹھی بھی ادا کی جا سکتی ہیں اور دو دو کر کے بھی۔

سوال: نماز تسبیح کے قومہ میں ہاتھ کھلے رکھیں یا باندھ لیں؟

جواب: کھلے چھوڑ دیں۔

سوال: کیا نماز تسبیح رمضان کے ساتھ خاص ہے؟

جواب: سال بھر میں کسی بھی دن یا رات میں ادا کی جا سکتی ہے، البتہ ممنوعہ اوقات میں ادا نہیں کی جا سکتی، کیونکہ یہ سببی نماز نہیں۔

سوال: کیا نماز تسبیح زندگی میں کم از کم ایک بار پڑھنا واجب ہے؟

(جواب): نمازِ تسبیح واجب نہیں، نفل ہے اور بہت سی بھلائیوں کا موجب ہے۔

(سوال): نمازِ تسبیح کی دعا کیا ہے؟

(جواب): نمازِ تسبیح کی دعا یہ ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

یہ جملہ پوری چار رکعات میں تین سو دفعہ پڑھنا ہے، ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ۔

(سوال): اگر نمازِ تسبیح کے کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول جائیں، تو کیا کریں؟

(جواب): اگلے رکن میں دگنی ادا کی جا سکتی ہے، بہتر ہے کہ سجدہ سہو بھی کرے۔

(سوال): اقامت کہنے کے بعد امام کافی دیر تک کھڑا رہا، بعد میں تکبیرِ تحریمہ کہی، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اقامت اور تکبیر کے درمیان لمبا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ (بخاری: ۶۴۵، مسلم: ۶۰۵) گفتگو بھی کی جا سکتی ہے اور کوئی ضروری کام بھی کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں اقامت دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(سوال): نماز پڑھ رہا تھا کہ قریب کوئی شخص پانی کے تالاب میں گر گیا، کیا اس کی جان بچانے کے لیے نماز توڑ سکتا ہے؟

(جواب): اگر وہ جان بچا سکتا ہے، تو اس کے لیے نماز توڑ کر جان بچانا ضروری ہے۔ بعد میں نماز کا اعادہ کر لے۔

(سوال): جماعت چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں جانا، تا کہ اس مسجد کی پوری جماعت میں شریک ہو سکے، کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ اسی مسجد میں جماعت کا جتنا حصہ ملے، اس میں

شریک ہو جائے اور بقیہ حصہ مکمل کر لے۔

سوال: سنت کی ایک رکعت پڑھ چکا، کہ نماز ظہر کھڑی ہو گئی، کیا دوسری رکعت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو سکتا ہے؟

جواب: فرض نماز کی اقامت ہو جائے، تو سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔ اسے چاہیے کہ نماز توڑ کر فرائض میں شریک ہو جائے اور بعد میں سنتوں کی قضا دے لے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ.

''فرض نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو کوئی نفل نماز نہیں ہوتی۔''

(مسند الإمام أحمد : 331/2؛ صحيح مسلم : 710)

سوال: ایک شخص نے مسجد میں وضو کیا، مگر جماعت میں شریک نہ ہوا، کیونکہ وہ دوسری مسجد کا امام ہے، دوران جماعت وہ اپنی مسجد میں چلا گیا اور وہاں امامت کرائی، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: بالکل جائز ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص نفل کی نیت سے نماز عشاء میں شریک ہوا، عشاء اور سنت و وتر وہ پہلے پڑھ چکا ہے، تو کیا وہ سنت اور وتر دوبارہ دہرائے گا؟

جواب: نہیں دہرائے گا۔

سوال: جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں، کیا وہ نماز فجر کی امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: کرا سکتا ہے۔ وہ نماز کے بعد سنتیں ادا کر لے۔

سوال: جو شخص بلا وجہ برسوں روزے نہ رکھتا تھا، اب کیا کرے؟

(جواب): اس پر صرف توبہ واستغفار ہے، قضا نہیں۔

(سوال): کیا نماز قصر کی قضا قصر کی صورت میں دی جائے گی؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کیا قضا نماز مسجد میں ادا کی جا سکتی ہے؟

(جواب): کی جا سکتی ہے۔

(سوال): قضائے عمری کا کیا حکم ہے؟

(جواب): رمضان میں جمعۃ الوداع کے موقع پر ایک بدعت تراش لی گئی ہے، اسے قضائے عمری کہتے ہیں۔ بعض نے نماز ایجاد کر کے اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی گھڑ ڈالی۔ ائمہ محدثین کے عقیدہ وعمل کے خلاف اپنا مذہب ایجاد کیا۔ علمائے امت کے متفقہ فہم اور اجماع کے مقابلہ میں فرد واحد کا فہم دین قرار دینے والوں نے اسلام میں رخنہ اندازی کی قبیح مثال قائم کی۔ قضائے عمری بھی اسی قبیل سے ہے۔ قضائے عمری اسلام میں نہیں تھی، خدا جانے کس نے گھڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دی، کار پردازان تقلید اسے لے اڑے اور جم گئے کہ ہمارے علما نے لکھی ہے، کوئی تو دلیل ہو گی۔

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

''حدیث: ''جس نے رمضان کے آخری جمعہ کو قضا نماز پڑھی، یہ اس کی عمر کے ستر برس تک فوت ہونے والی تمام نمازوں کا کفارہ ہو گی۔'' قطعی باطل ہے، کیوں کہ اجماع سے ثابت ہے کہ فوت شدہ عبادات کی کمی پوری نہیں ہو سکتی اور یہ اس اجماع کے مخالف ہے، دوسرے یہ کہ صاحب ہدایہ اور شارحین ہدایہ کی نقل غیر معتبر ہے، یہ لوگ نہ تو خود محدث تھے، نہ انہوں نے روایت کی نسبت

کسی محدث کی طرف کی ہے۔''

(الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، ص 356، ح : 519)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں کوئی دوسری رائے ہی نہیں۔ یہ تو موضوعات پر لکھی کتابوں میں بھی نہیں پائی جاتی، اس دور میں فقیہان صنعاء کے ہاں مشہور ہو چکی ہے۔ وہ کثیر تعداد میں اس پر عامل ہیں، میں نہیں جانتا اسے کس نے گھڑا؟ بہر کیف اللہ جھوٹوں کو برباد کرے۔''

(الفوائد المجموعة، ص 54، ح : 115)

فوت شدہ نمازوں پر توبہ ہے۔ قضائے عمری نامی کسی نماز کا اسلام میں وجود نہیں، لہٰذا اس بدعت سے خود بھی بچیں اور لوگوں کو بھی آگاہ کریں۔

سوال: حیلہ اسقاط کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: حیلہ اسقاط کا مطلب یہ ہے کہ میت کی نماز جنازہ کے بعد یا پہلے میت کے ورثا اس کی طرف سے ایک من، ساڑھے بارہ سیر گندم اور کچھ نقد رقم اور قرآن مجید اس شخص کو دیتے ہیں، جس نے میت کی نماز جنازہ پڑھائی ہوتی ہے، تاکہ یہ صدقہ اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں، روزوں اور حج کا کفارہ بن جائے۔

یہ بدعت ہے۔ اسلاف امت میں اس کا ثبوت نہیں۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے، مگر اس انداز سے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا نہ میت کو مفید ہے اور نہ ورثا کو۔

سوال: جو ایک مدت تک قصر پڑھتا رہا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسافر نہ تھا، تو نمازوں کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کوئی ایسی صورت ممکن ہے، تو بھی اس پر نمازوں کا اعادہ نہیں۔ اس کی ادائیگی ہو چکی ہے۔

(سوال): بے نمازی کے فوت ہونے کے بعد اگر ورثا اس کی طرف سے صدقہ ادا کر دیں، تو کیا اس کا نماز نہ پڑھنے کا گناہ ختم ہو جائے گا؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): نماز استخارہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز استخارہ سنت موکدہ ہے، واجب نہیں ہے، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (806ھ) کہتے ہیں:

لَمْ أَرَ مَنْ قَالَ بِوُجُوْبِ الْإِسْتِخَارَة .

''میرے مطابق کسی نے نماز استخارہ کو واجب نہیں کہا۔''

(فتح الباري لابن حَجَر :221/11)

(سوال): نماز استخارہ کی اہمیت کیا ہے؟

(جواب): خیر و شر ہر کام کے دو پہلو ہیں، کسی بھی کام سے خیر کشید کر لینا اور شر سے سلامتی کے ساتھ گزر جانا انسان کے بس میں نہیں، یہ قدرت صرف اللہ کریم کے پاس ہے اور استخارہ نام ہے خود سپردگی کا، کہ اللہ میں یہ کام کرنے جا رہا ہوں، تو اس کا وکیل ہے، اس میں خیر عطا کرنا، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک کام میں بظاہر خیر نظر آتی ہے، مگر اس میں خیر ہوتی نہیں، یا خیر کے ساتھ شر بھی امڈ آتا ہے، اس لئے چاہیے کہ ہر کام سے پہلے استخارہ کر لیا جائے اور وہ کام اللہ کی نگہبانی میں سر انجام دیا جائے۔ تا کہ شر ختم ہو اور زندگی خوشیوں کا استعارہ بن جائے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ اسْتِحْبَابُ صَلَاةِ الْإِسْتِخَارَةِ لِمَنْ هَمَّ بِأَمْرٍ سَوَآءٌ كَانَ ذَلِكَ الْأَمْرُ ظَاهِرُ الْخَيْرِ أَمْ لَا .

''ہر کام سے پہلے استخارہ مستحب ہے، اس میں بظاہر خیر ہو یا نہ ہو۔''

(شرح مسلم : 144/5)

سوال: کیا کسی دوسرے سے نماز استخارہ کروایا جا سکتا ہے؟

جواب: صاحب معاملہ استخارہ خود کرے، دوسرے سے نہ کروائے۔ کسی سے کروانا درست نہیں، ٹی وی چینلز پر استخارہ کا کاروبار عام ہے، دوسروں کے لئے استخارہ کیا جاتا ہے، یہ شکم پروری کا ذریعہ تو ہو سکتا ہے، شریعت نہیں ہے، ان سے بچیں اور اللہ سے تعلق مضبوط کریں، اسی میں بہتری ہے۔

۞ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''دوسروں کی طرف سے نماز نہ پڑھیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 2918، وسندهٗ صحيحٌ)

اس پر اجماع ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الصَّلَاةُ فَإِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ فَرْضًا عَلَيْهِ مِنَ الصَّلَاةِ، وَلَا سُنَّةً، وَلَا تَطَوُّعًا، وَلَا عَنْ حَيٍّ، وَلَا عَنْ مَيِّتٍ .

''اس پر اجماع ہے کہ کسی زندہ یا مردہ کی طرف سے نماز نہ پڑھی جائے، چاہے وہ نماز فرض ہو، سنت ہو یا نفل۔''(الإستذکار : 10/167، 12/66)

سوال: استخارہ کی دعا کیا ہے؟

جواب: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام کاموں میں استخارہ یوں سکھاتے، جیسے قرآن کی سورت سکھا رہے ہوں، فرماتے: کسی کام کا ارادہ ہو، تو دو رکعت ادا کریں اور یہ دعا پڑھیں:

أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ أَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّي فِي دِيْنِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّي فِي دِيْنِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهٖ.

''یا اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے وسیلہ سے خیر کا طالب ہوں، تیری قدرت کے وسیلہ سے اس کام پر قدرت وطاقت چاہتا ہوں، تیرے فضل عظیم کا سوالی ہوں، تو قدرت رکھتا ہے، میں نہیں رکھتا، تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا، تو غیب کو خوب جانتا ہے، رب کریم! اگر یہ کام میرے دین، معاش اور انجام کار کے لئے بہتر ہے، تو مجھے اس کی توفیق عطا فرما، اسے میرے لئے آسان کر اور

بابرکت بنا، اگر یہ کام میرے دین، معاش اورانجام کار کے لئے برا ہے، تو مجھے اس سے دور کردے، اسے مجھ سے دور کردے اور میرے لئے بہتر فیصلہ فرما اور اس پر اطمینان نصیب فرما۔''

(صحيح البخاري: 6382)

دعا میں هٰذَا الْأَمْر کی جگہ اپنی ضرورت بیان کریں۔

(سوال): جو شخص عربی زبان سے واقف نہیں، تو وہ دعا میں هٰذَا الْأَمْر کی جگہ اپنی ضرورت کیسے بیان کرے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ دعا میں هٰذَا الْأَمْر ہی پڑھ لے اور اپنی ضرورت ذہن میں لائے، عربی کے علاوہ کسی زبان میں الفاظ بولنے کی ضرورت نہیں۔

(سوال): استخارہ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(جواب): استخارہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور مسلمان کے لیے محفوظ قلعہ ہے، ہمارے ہاں اس سنت کو انتہائی بھیانک تعبیریں پہنا دی گئی ہیں، اسے ذوق اسلام کے مطابق سمجھنے کے بجائے اس قدر الجھا دیا گیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ استخارہ یہ ہے کہ دو رکعت ادا کریں اور دعائے استخارہ پڑھ کر کام شروع کریں، مثلا؛

☆ رشتہ طے کرنے کے لئے گھر سے نکلیں، تو استخارہ کریں۔

☆ کاروبار شروع کرنے سے پہلے استخارہ کریں۔

☆ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے استخارہ کرلیں۔

ہمارے ہاں جو یہ ذہن پایا جاتا ہے کہ استخارہ کے بعد سو جائیں، خواب میں اشارہ ملے گا، بے حقیقت ہے، قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔

(سوال): کیا منگنی اور رشتے کے لیے استخارہ مسنون ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ نے منگنی کے لئے استخارہ کی مخصوص دعا سکھائی ہے۔

❀ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی کو نکاح کا پیغام بھیجیں، تو اسے پوشیدہ رکھیں، وضو کریں، نماز پڑھیں، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں اور یہ دعا پڑھیں:

أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ فَإِنْ رَأَيْتَ لِي فُلَانَةً (تُسَمِّيْهَا بِاسْمِهَا) خَيْرًا لِّي فِي دِيْنِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي فَاقْدُرْهَا لِي وَإِنْ كَانَ غَيْرُهَا خَيْرًا لِّي مِنْهَا فِي دِيْنِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي فَاقْضِ لِي بِهَا .

”یا اللہ! تو طاقت رکھتا ہے، میں نہیں رکھتا، تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا، تو ہی غیب کو جاننے والا ہے، اگر فلاں عورت (یہاں عورت کا نام لیا جائے) میرے دین، دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہے، تو اسے میرا مقدر بنا دے، اگر کوئی دوسری عورت میرے دین، دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہے، تو میرے حق میں اس کا فیصلہ فرما۔“

(معجم الطّبراني الكبير : 133/4، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 147/7، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1220) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (4040) نے ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (314/1) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کے راویوں کو ”ثقہ“ قرار دیا ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا، تو انہوں نے کہا؛

مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى أُوَامِرَ رَبِّي، فَقَامَتْ إِلٰى مَسْجِدِهَا .

''میں اس وقت تک کوئی کام نہیں کرتی، جب تک اپنے رب سے استخارہ نہ کر لوں، یہ کہہ کر اپنی جائے نماز پر کھڑی ہوگئیں۔''

(صحیح مسلم : 1428)

(سوال): کیا ایک کام کے لیے ایک سے زائد بار استخارہ کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): ایک کام میں ایک بار استخارہ کرنا چاہیے، بار بار استخارہ درست نہیں۔

(سوال): نماز استخارہ کی دو رکعتوں میں کوئی مخصوص قرأت ثابت ہے؟

(جواب): کوئی مخصوص قرأت ثابت نہیں۔

(سوال): کیا فرض یا سنتوں کے بعد نماز استخارہ کی دعا پڑھنے سے استخارہ ہو جاتا ہے؟

(جواب): استخارہ کی مستقل نماز ہے، کوئی دوسری نماز اس سے کفایت نہیں کرتی۔

۞ علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا تَحْصُلُ سُنَّةُ صَلَاةِ الْإِسْتِخَارَةِ بِوُقُوْعِ الدُّعَآءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَرِيْضَةِ .

''یہ الفاظ دلیل ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعائے استخارہ پڑھنے سے سنت استخارہ ادا نہیں ہوتی۔'' (تُحفة الأحوذي : 482/2)

(سوال): کیا استخارہ کی دعا نماز کے بعد ہی کی جائے گی یا پہلے بھی کی جا سکتی ہے؟

(جواب): دعائے استخارہ نماز کے بعد ہی کی جائے گی۔

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں؛

اَلْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ صَلَاةِ الْإِسْتِخَارَةِ وَالدُّعَاءِ عَقِيْبَهَا

وَلَا أَعْلَمُ فِي ذٰلِكَ خِلَافًا .

''حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے نماز استخارہ کی مشروعیت اور اس کے بعد دعا پر دلیل ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔'' (نَيل الأوطار : 89/3)

سوال: جسے نماز استخارہ زبانی یاد نہ ہو، وہ کیا کرے؟

جواب: ہر مسلمان کو دعائے استخارہ یاد کرنی چاہیے، اس کے معانی اور مطالب بھی سیکھنے چاہیے، یاد نہ ہو، تو دیکھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا نماز استخارہ ممنوعہ اوقات میں ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: نماز استخارہ اوقات ممنوعہ میں بھی ادا کی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ سببی نماز ہے۔

سوال: ایک کام کرنے کا ارادہ ہے، اس میں تین افراد شریک ہیں، کیا ہر ایک الگ الگ استخارہ کرے یا ایک ہی کافی ہے؟

جواب: ہر شخص کو الگ الگ استخارہ کرنا چاہیے۔

سوال: کاروبار کے لیے استخارہ کرنا ہے، تو گھر والوں میں سے کون استخارہ کرے؟

جواب: جس نے کاروبار کی باگ ڈور سنبھالنی ہے، اسی کو استخارہ کرنا چاہیے۔

سوال: کسی کی شادی طے کرنی ہے، کون استخارہ کرے؟

جواب: عموماً شادی لڑکی اور لڑکے کے سرپرست کرتے ہیں، اس لیے استخارہ بھی سرپرست کرے گا۔

سوال: نماز استخارہ کے سہو پر سجدہ سہو ہوگا؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا دو کاموں کے لیے ایک ہی استخارہ کافی ہے؟

(جواب): ہر کام کے لیے الگ الگ استخارہ ہوگا۔

(سوال): کیا نمازِ استخارہ کی جماعت ثابت ہے؟

(جواب): نمازِ استخارہ کی جماعت ثابت نہیں۔

(سوال): کیا کسی ناجائز کام کے لیے استخارہ کیا جاسکتا ہے؟

(جواب): استخارہ صرف جائز اور مباح کام کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ ناجائز کام کے لیے استخارہ نہیں، کیونکہ استخارہ کا مطلب اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرنا ہے اور ناجائز اور گناہ کے کام میں خیر نہیں۔

(سوال): کیا استخارہ کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے؟

(جواب): ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

(سوال): کیا قرأت کے تکرار سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): ظہر کی چار سنتوں میں قعدہ اولیٰ بھول جائے، تو کیا کرے؟

(جواب): سجدہ سہو کرلے، سنت ادا ہو جائیں گے۔

(سوال): بھول سے کوئی سورت شروع کی، پھر کوئی اور سورت پڑھی، کیا سجدہ سہو لازم ہوگا؟

(جواب): اس پر سجدہ سہو نہیں۔

(سوال): مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، یاد آنے پر کیا کرے؟

(جواب): بقیہ نماز مکمل کرے اور سجدہ سہو کرلے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جب یہ معلوم نہ ہو کہ کس غلطی پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، تو کیا کرے؟

جواب: ہر سہو پر سجدہ سہو کیا جائے گا۔

سوال: ایک شخص جماعت میں اس وقت پہنچا، جب امام نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر رہا تھا، کیا وہ شریک جماعت ہو یا نہ ہو؟

جواب: بعد میں آنے والا بھی تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہو جائے، اسے جماعت میں شامل ہونے کا اجر مل جائے گا۔

سوال: اگر کسی امام نے ایک رکعت میں تین سجدے کرا دیے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: آخر میں سجدہ سہو کر لے، نماز مکمل ہے۔

سوال: امام پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوا، مقتدی نے ''سبحان اللہ'' بھی کہا، مگر امام نے رکعت جاری رکھی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام تنبیہ کے باوجود پانچویں رکعت جاری رکھے، تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام کی اقتدا میں پانچویں رکعت ادا کر لیں اور آخر میں سجدہ سہو کر لیں، نماز مکمل ہے۔

سوال: اخیر رکعت میں تشہد پڑھا اور کھڑا ہو کر فوراً بیٹھ گیا، کیا سجدہ سہو ہے؟

جواب: سجدہ سہو کرے گا۔

سوال: امام عیدین کی تکبیرات بھول گیا، یا کم کہیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ سہو کرے۔

سوال: جسے نماز میں سہو ہوا، مگر سجدہ سہو کرنا بھی بھول گیا، بعد میں یاد آیا، تو کیا کرے گا؟

جواب: جب یاد آیا، سجدہ سہو کرلے، نماز ہوجائے گی۔

سوال: امام عشاء کی تیسری رکعت میں جہر کرنے لگا، تنبیہ کرنے پر جہر ترک کردیا، کیا سجدہ سہو لازم ہوگا؟

جواب: اس پر سجدہ سہو نہیں۔

سوال: کیا قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زائد پڑھنے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے؟

جواب: قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زائد درود یا دعا تک پڑھنا مشروع و مستحب ہے۔ اس پر سجدہ سہو لازم کہنا بے دلیل ہے۔

سوال: رکوع کی تسبیح میں غلطی سے بسم اللہ پڑھ لیا، سجدہ سہو ہے؟

جواب: اس پر سجدہ سہو نہیں۔

سوال: سورت فاتحہ کے تکرار سے سجدہ سہو لازم ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے، کیا سجدہ سہو لازم ہوگا؟

جواب: اس پر سجدہ سہو نہیں۔

سوال: سجدہ سہو سلام سے پہلے کریں یا بعد میں؟

جواب: سجدۂ سہو (نماز میں بھول چوک کے سجدے) کے دو طریقے ثابت ہیں۔

پہلا طریقہ:

نمازی نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے، پھر نماز کا سلام پھیر دے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن بحینہ اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر میں (بھول کر) درمیانی تشہد پڑھے بغیر کھڑے ہو گئے، جب نماز پوری کر لی تو:

''(اس بھولے ہوئے تشہد کے بدلے میں) آپ نے بیٹھے بیٹھے سلام سے پہلے دو سجدے کر لیے، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔''

(صحيح البخاري : ١٢٣٠، صحيح مسلم : ٥٨٠)

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی کو نماز میں شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعتیں ادا کی ہیں یا چار تو اسے چاہیے کہ شک ختم کرے، یقین پر بنیاد ڈالے، پھر سلام سے پہلے دو سجدے کر لے، اگر اس نے (بھول کر) پانچ رکعتیں پڑھ لیں، وہ (ان دو سجدوں کی وجہ سے) اس کی نماز کو جفت کر دیں گی، اگر چار پوری کرنے کے لیے (ایک رکعت) پڑھی ہے، وہ دونوں (سجدے) شیطان کی تذلیل کے لیے ہیں۔''

(صحيح مسلم : ٥٧١)

دوسرا طریقہ:

سلام کے بعد دو سجدے کرے، پھر سلام پھیرے،

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، ابراہیم (راویٔ حدیث) کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے (بھول کر نماز

میں) کمی کی یا زیادتی کی، جب آپ نے سلام پھیرا تو عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! کیا نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم آ گیا ہے، آپ نے فرمایا، وہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، آپ نے ایسے ایسے نماز ادا فرمائی ہے، اس پر آپ نے اپنے پاؤں مبارک کو دوہرا کیا، قبلہ کی طرف رخِ انور فرمایا اور دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔ جب ہماری طرف متوجہ ہوئے، تو فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم آتا تو میں آپ کو آگاہ کرتا، لیکن میں بشر ہوں، جیسے آپ بھول جاتے ہیں، اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں، جب میں بھول جاؤں، تو مجھے یاد کروا دیا کریں، جب کسی کو نماز میں شک پڑ جائے، تو درستی کے لیے سوچ بچار کرے اور اسی پر اپنی نماز پوری کر لے، پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے۔''

(صحيح البخاري : ٦٠١)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی، تین رکعات کے بعد سلام پھیر دیا، پھر اپنے گھر تشریف لے گئے، خرباق نامی آدمی کھڑا ہوا، جس کے ہاتھ قدرے لمبے تھے، اس نے کہا: اللہ کے رسول! اس نے آپ کا یہ فعل مبارک ذکر کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور فرمایا: کیا یہ سچ کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں! اس پر آپ نے ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔

(صحيح مسلم : ٥٧٤)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سجدۂ سہو کے بارے میں فرمایا:

''سلام پھیرے، پھر سجدہ کرے، پھر سلام پھیرے۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : ٤٤٢/١، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

نماز مکمل کرے، سلام کے بعد دو سجدے کرے، پھر تشہد پڑھے، پھر سلام پھیرے۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبیٔ اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی، آپ ﷺ بھول گئے، (سلام پھیرنے کے بعد) دو سجدے کیے، پھر تشہد بیٹھے، پھر سلام پھیرا۔''

(سنن أبي داوٗد : ١٠٣٩، سنن التّرمذي : ٣٩٥، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن غریب صحیح'' امام ابن الجارود (٢٤٧) امام ابن خزیمہ (١٠٦٢) نے ''صحیح'' اور امام ابنِ حبان (٢٦٧٠، ٢٦٧٢) ، امام حاکم (١/ ٣٢٣) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

تشہد کا ذکر محمد بن سیرین کے شاگردوں میں سے صرف اشعث بن عبدالملک حرانی نے کیا ہے، اگر چہ وہ ''ثقہ'' ہیں، مگر یہ زیادت محفوظ نہیں، کیونکہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ''میں نے تشہد کے بارے میں (کچھ) نہیں سنا، تشہد بیٹھنا ہی مجھے محبوب ہے۔'' (سنن ابی داوٗد: ١٠١٠) تو یہ اس روایت کے لیے موجبِ ضعف ہے، نیز امام ابن منذر (الاوسط: ٣/ ٣١٧) ، حافظ بیہقی (٢/ ٣٥٥) ، حافظ ابن عبدالبر (التمہید: ١٠/ ٢٠٩) وغیرہم رحمہم اللہ نے تشہد کے الفاظ کو خطا اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔

سوال: ایک شخص کو یقین ہے کہ میں نے نماز پوری پڑھی ہے، مگر دوسرے لوگ کہیں کہ آپ نے ایک رکعت کم پڑھی ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اپنا یقین کافی ہے۔ سجدہ سہو نہیں۔

سوال: کیا نوافل اور سنن میں سہو پر بھی سجدہ سہو ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): جمعہ وعیدین میں سجدہ سہو ہے یا نہیں؟

(جواب): ہر نماز میں سہو پر سجدہ سہو ہے۔

(سوال): جس نے سجدہ والی آیت کا ترجمہ پڑھا، کیا وہ سجدہ تلاوت کرے گا؟

(جواب): سجدہ تلاوت صرف آیت پڑھنے پر ہے، ترجمہ پر نہیں۔

(سوال): سجدہ تلاوت کا حکم کیا ہے؟

(جواب): سجدہ تلاوت مستحب و مسنون ہے۔

(سوال): کیا سجدہ تلاوت رہ جانے پر فدیہ ہے؟

(جواب): سجدہ تلاوت مستحب و مسنون عمل ہے۔ چھوڑنے پر گناہ نہیں، نہ ہی کوئی فدیہ ہے، لہٰذا فدیہ مستحب قرار دینا ایجاد دین اور بدعت ہے۔ سلف میں اس کا کوئی قائل تھا، نہ فاعل۔

۞ مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''سجدہ تلاوت رہ گئے ہوں، تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدے کے بدلے میں پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے۔''

(جواہر الفقہ: ۱/۳۹۳)

یہ فتویٰ بلا دلیل ہے۔

(سوال): سورت حج میں کتنے سجدے ہیں؟

(جواب): سورت حج میں دو سجدے ہیں۔

۞ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

کی، کیا سورۂ حج میں دو سجدے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، سورۂ حج میں دو سجدے ہیں، جس نے یہ دو سجدے نہ کیے، اس نے ان دونوں آیات کو نہیں پڑھا یا وہ ان دونوں آیات کو نہ پڑھے۔

(سنن أبي داوٗد: ١٤٠٢، سنن الترّمذي: ٥٧٨، مسند أحمد: ١٥١/٤، ١٥٥، وسندهٗ حسن)

❁ ثعلبہ بن عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورۂ حج کی قراءت کی، اس میں دو سجدے کیے۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ١١/٢، شرح معاني الآثار للطّحاوي: ٣٦٢/١، وسندهٗ صحيح)

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ نے سورۂ حج میں دو سجدے کیے۔

(مؤطأ الإمام مالك: ٢٠٦/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔

(السنن الكبرٰى للبيهقي: ٣١٨/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج میں دو سجدے کیے۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ١١/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج کے آخری سجدہ کی تلاوت کی اور منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ١٨/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شافعی (الام: ١٣٨/١)، امام احمد بن حنبل (مسائل احمد واسحاق: ٩١/١)، امام اسحاق بن راہویہ (جامع ترمذی تحت حدیث: ٥٧٨)، امام عبداللہ بن مبارک (جامع ترمذی تحت حدیث: ٥٧٨) اور امام ابن منذر رحمہم اللہ (الاوسط لابن المنذر: ٢٦٧/٥) سورۂ

حج میں دوسجدوں کے قائل ہیں۔

(سوال): سجدہ تلاوت میں تاخیر کرنا کیسا ہے؟

(جواب): سجدہ تلاوت مستحب ہے، یہ اسی وقت کرنا چاہیے، جب آیت سجدہ تلاوت کی جائے۔

(سوال): کیا ممنوع اوقات میں سجدہ تلاوت کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): جب تلاوت کی جا سکتی ہے، تو سجدہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): غیر مسلم سجدہ والی آیت تلاوت کرے، تو کیا سننے والا مسلمان سجدہ کر سکتا ہے؟

(جواب): کر سکتا ہے۔

(سوال): اگر مجمع عام میں آیت سجدہ کی تلاوت کی گئی، تو کیا سجدہ کیا جائے گا؟

(جواب): ممکن ہو، تو سب سجدہ تلاوت کریں گے۔

(سوال): کیا قرآن کے تمام سجدہ ہائے تلاوت آخر میں کر لے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): درست نہیں۔ سجدہ اسی وقت کیا جائے گا، جب آیت سجدہ تلاوت کی۔

(سوال): سجدہ والی آیت کا کچھ حصہ تلاوت کیا، تو کیا سجدہ تلاوت کرے گا؟

(جواب): کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): امام کا نماز سے پہلے یہ کہنا کہ فلاں رکعت میں سجدہ تلاوت ہوگا، کیسا ہے؟

(جواب): بہتر ہے۔

(سوال): مجبوری کی صورت میں ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر ایسی مجبوری بن جائے کہ ناپاک کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑے دستیاب نہ ہوں، تو انہی میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(سوال): اگر جنگل بیابان میں لباس موجود ہی نہ ہو، تو کیا برہنہ حالت میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(جواب): اس صورت میں پڑھی جاسکتی ہے۔

(سوال): ضعف کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): ضعف اتنا ہو کہ کھڑا ہونا سخت دشوار ہو، تو فرض نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): بیماری اتنی ہے کہ خود وضو یا تیمّم کی طاقت نہیں رکھتا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی کی مدد سے وضو یا تیمّم کر لے۔

(سوال): مریض کے لیے قبلہ رخ ہونے کی طاقت نہیں، کوئی معاون بھی نہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جس طرف رخ ہے، اسی طرف نماز پڑھ لے۔

(سوال): جس میں نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو، تو کیا وہ فدیہ دے سکتا ہے؟

(جواب): فدیہ صرف روزوں کا ہے، نماز کا فدیہ نہیں۔ جو کھڑے ہونے کی سکت نہیں رکھتا، وہ بیٹھ کر پڑھ لے، جو بیٹھ نہیں سکتا، وہ لیٹ کر پڑھ لے، جو لیٹ کر بھی نہیں پڑھ سکتا، وہ اشاروں سے پڑھ لے اور جو اس سے بھی زیادہ بیمار ہے، تو وہ دل کے ساتھ نماز کا ارادہ کرے اور نماز کی حرکات کو خیال کرتا رہے۔

(سوال): ایک شخص کو چوبیس گھنٹوں کے بعد ہوش آیا، وہ نمازوں کا کیا کرے؟

(جواب): جب ہوش آیا، تمام نمازیں اسی وقت ترتیب وار پڑھ لے۔

(سوال): کیا صدقہ کرنے سے نمازوں کا کفارہ ادا ہوسکتا ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): جو شخص جہاز میں ملازمت کرتا ہے، وہ نمازوں کا کیا کرے؟

(جواب): وہ مسافر ہی متصور ہوگا، جب تک جہاز میں ڈیوٹی کرتا رہے، اس پر سفر کے احکامات لاگو ہوں گے۔

(سوال): جو شخص کسی دوسرے شہر کی جیل میں قید ہے، اسے معلوم نہیں کہ کب آزادی مل جائے، تو وہ نمازوں کا کیا کرے؟

(جواب): اگر اسے امید ہے کہ انیس دن سے پہلے پہلے آزادی مل سکتی ہے، تو قصر کرتا رہے، خواہ اس کشمکش میں کئی ماہ گزر جائیں۔

(سوال): اغوا شدہ قصر کرے یا پوری پڑھے؟

(جواب): اغوا شدہ قصر کر سکتا ہے۔

(سوال): فوجی قصر کریں گے یا پوری پڑھیں گے؟

(جواب): اگر اپنے علاقہ میں ہیں، تو پوری پڑھیں گے اور اگر دوسرے علاقہ میں ہیں یا معرکہ پر ہیں، تو قصر کر سکتے ہیں۔

(سوال): اگر کوئی جنگل میں ایک ماہ کا قیام کا ارادہ رکھتا ہے، کیا قصر کرے گا؟

(جواب): اگر جنگل میں کوئی قیام گاہ ہے، تو ایک ماہ کے ارادہ سے قصر نہیں کر سکتا اور اگر قیام گاہ نہیں ہے، کبھی جنگل کی ایک جگہ پر رات گزارتا ہے، تو کبھی کسی دوسری جگہ پر، تو اس صورت میں وہ مسافر کے حکم میں ہوگا اور قصر کرے گا۔

(سوال): سفر میں سنن راتبہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): سفر میں نماز کی سنتیں ادا کی جا سکتی ہیں، لیکن اس صورت میں جب نماز قصر نہ کی ہو، قصر اگر کر لی ہے، تو بہتر ہے کہ سنتیں نہ پڑھیں۔ سفر میں دیگر نوافل کا اہتمام البتہ نبی

کریم ﷺ کی سنت ہے، جو بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں متروک ہوچکی ہے۔

① سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو سواری پر نفل پڑھتے دیکھا۔ آپ سر کے اشارے سے نماز پڑھتے، اس کی پرواہ کئے بغیر کہ سواری کا منہ کس طرف ہے، البتہ فرض نماز سواری پر ادا نہیں کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1097)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهٖ، حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ، يُومِيءُ بِرَأْسِهٖ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ .

''رسول اللہ ﷺ سواری کی پشت پر نفل پڑھ لیا کرتے تھے، رُخ جدھر بھی ہوتا۔ آپ ﷺ سر کے اشارے سے نماز پڑھتے۔ (راوی کہتے ہیں:) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1105، صحيح مسلم : 39/100)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيث جَوَازُ التَّنَفُّلِ عَلَى الرَّاحِلَةِ فِي السَّفَرِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ، وَهٰذَا جَائِزٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''یہ احادیث سواری پر نفل کے جواز پر دلیل ہیں، چاہے سواری کا رُخ جس طرف بھی ہو۔ اس پر مسلمانوں کا اِجماع ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : 210/5)

③ **سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَافَرَ فَأَرَادَ أَنْ يَّتَطَوَّعَ؛ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهٗ رِكَابُهٗ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نوافل کا ارادہ کرتے، تو اونٹنی کا رخ قبلہ کی طرف کرتے اور تکبیر کہتے، پھر نماز پڑھتے رہتے، جس سمت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آپ کو لے جاتی۔''

(سنن أبي داوٗد : 1225، مسند الإمام أحمد : 203/5، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع شرح المهذب : 234/3) **اور حافظ منذری** رحمہ اللہ (مختصر أبي داود : 59/2) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ **حافظ ابن ملقن** رحمہ اللہ (البدر المنير : 438/3) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا سفر میں وتر پڑھے گا؟

جواب: سفر میں وتر پڑھے گا۔

① **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:**

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نوافل ادا کر لیتے تھے، اس کا منہ جدھر بھی ہوتا،

اس پر وتر بھی پڑھ لیتے تھے،فرض سواری پرنہیں پڑھتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1098، صحيح مسلم : 39/700)

② **ابومجلز** رحمہ اللہ **بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر** رضی اللہ عنہما **سے پوچھا،سفر میں وتر کیسے پڑھیں؟ فرمایا:**

رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ .

''رات کے آخری حصے میں ایک رکعت پڑھیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 301/2، وسندهٔ صحيحٌ)

③ **سعید بن جبیر** رحمہ اللہ **سیدنا عبداللہ بن عمر** رضی اللہ عنہما **کے متعلق بیان کرتے ہیں:**

إِنَّهٗ أَوْتَرَ فِي السَّفَرِ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے سفر میں وتر پڑھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 301/2، وسندهٔ حسنٌ)

سوال: عورت کا وطن اصلی سسرال ہے یا والدین کا گھر؟

جواب: عورت کا رخصتی کے بعد وطن اصلی سسرال ہو گا، جب والدین کے گھر آئے گی،تو مسافر متصور ہو گی۔

سوال: جو شخص چاند پر گیا،ایک مہینہ قیام کا ارادہ ہے،تو کیا وہ قصر کرے گا؟

جواب: اگر ارادہ انیس دن سے زائد کا ہے،تو قصر نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا قصر کے لیے اپنے علاقہ سے نکلنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: جو شخص ظہر کے بعد سفر کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ ظہر اور عصر کو جمع کرنا چاہتا ہے،

کیا وہ قصر کرے گا یا پوری پڑھے گا؟

(جواب): وہ ظہر اور عصر دونوں پوری پڑھے گا، قصر ادا نہیں کرے گا۔ اور جو شخص سفر پر ہے اور واپسی میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا چاہتا ہے، تو قصر کرے گا، خواہ اسے عصر کے وقت اپنی اقامت گاہ پہنچنے کا یقین ہو۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ سنتوں کی قضا نہیں، کیا یہ بات درست ہے؟

(جواب): سنتوں کی قضا دینا جائز اور مسنون ہے۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا، تو ان کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَهُمَا هَاتَانِ .

''ابو امیہ کی دختر! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت کے بارے میں پوچھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبد قیس کے کچھ لوگ آئے تھے، انہوں نے مجھے ظہر کے بعد والی دو رکعت سے مصروف کر دیا، میں وہی دو رکعت پڑھ رہا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 1233 ، صحيح مسلم : 833)

❁ اس حدیث کے تحت علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ فَوَائِتَ النَّوَافِلِ تُقْضٰى وَلَا تُتْرَكُ .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ نوافل رہ جائیں، تو ان کی قضا دی جائے، نہ کہ

انہیں چھوڑ دیا جائے۔‘‘

(أعلام الحدیث :655/1)

۞ نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السُّنَنَ الرَّاتِبَةَ إِذَا فَاتَتْ يُسْتَحَبُّ قَضَاؤُهَا وَهُوَ الصَّحِيحُ عِنْدَنَا .

’’اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سنن راتبہ رہ جائیں، تو ان کی قضا مستحب ہے، ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے۔‘‘

(شرح النّووي : 121/6)

۞ علامہ طیبی رحمہ اللہ (٧٤٣ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ النَّوَافِلَ الْمُؤَقَّتَةَ تُقْضٰى كَمَا تُقْضَى الْفَرَائِضُ .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ جن نوافل کا وقت مقرر ہے، (وہ رہ جائیں، تو) فرائض کی طرح ان کی بھی قضا دی جائے۔‘‘

(شرح مشكاة المَصابیح : 1121/4)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ السُّنَنَ الرَّوَاتِبَ تُقْضٰى، وَأَنَّ قَضَاءَ هَا جَائِزٌ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَبَعْدَ الْفَجْرِ مِثْلُهٗ، لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ سنن رواتب (رہ جائیں، تو ان) کی قضا دی جائے گی، نیز دلیل ہے کہ عصر کے بعد نوافل کی قضا دینا جائز ہے، اسی طرح فجر کے

بعد بھی، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 694/2)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، رات کے آخری پہر پڑاؤ ڈالا، سو گئے، نماز فجر لیٹ ہو گئی، نیند سے بیدار ہوئے، تو سورج طلوع ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، فجر کی دو سنتیں ادا کیں، پھر نماز فجر پڑھائی۔

(صحيح مسلم : 680)

❀ شارح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ لِقَضَاءِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ إِذَا فَاتَتْ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سنن راتبہ رہ جائیں، تو ان کی قضا دی جائے۔''

(شرح النّووي : 183/5)

❀❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): جس گاؤں میں سوا سو گھر آباد ہوں، وہاں جمعہ اور عید کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے گاؤں میں جمعہ اور عید درست ہیں۔

(سوال): خطبہ شروع کر دیا، بعد میں کسی نے عصا پکڑایا، تو کیا کرے؟

(جواب): عصا پکڑ لے، کوئی حرج نہیں۔

(سوال): اقامت سے پہلے یا بعد میں درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): جمعہ کب پڑھنا چاہیے؟

(جواب): زوال آفتاب کے بعد جلدی جمعہ ادا کرنا چاہیے۔

(سوال): ایک شخص نماز جمعہ کے تشہد میں شامل ہوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جو شخص نماز جمعہ کی ایک بھی رکعت نہ پا سکا، وہ ظہر کے چار فرائض ادا کرے گا۔

(سنن الدارقطني : 1608، وسندۂ حسنٌ)

(سوال): اگر دو مسجدیں قریب قریب ہیں، کیا دونوں میں جمعہ درست ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): کیا بستیوں میں جمعہ پڑھا جا سکتا ہے؟

(جواب): قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے اور دیہات پر بھی۔ بستیوں میں جمعہ بالاجماع جائز ہے۔ مسلمان قرآن کریم کے عموم کے مطابق ہر جگہ جمعہ کے قائل ہیں، وہ

بستی ہو،شہر ہو،صحراء ہو یا جنگل۔ جہاں بھی تین یا اس سے زائد مسلمان ہوں، وہ جمعہ ادا کریں۔ یہ قید لگانا کہ جمعہ صرف بڑے شہر میں ہوتا ہے، بستیوں میں جمعہ نہیں ہوتا، بے دلیل مؤقف ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَسْجِدِ عَبْدِ القَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ.

''مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ مسجد عبد قیس میں ادا کیا گیا، جو بحرین کی ایک بستی میں واقع ہے۔''

(صحيح البخاري: 892)

❁ اس حدیث کے تحت حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْجُمُعَةَ تُقَامُ فِي الْقُرٰى، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لَا تُقَامُ إِلَّا فِي الْأَمْصَارِ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ بستیوں میں بھی جمعہ ادا کیا جائے گا۔امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمعہ صرف شہروں میں ہی ادا ہوسکتا ہے۔''

(كشف المُشكل من حديث الصّحيحين: 420/2)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے جواب میں فرمایا:

جَمِّعُوا حَيْثُ كُنْتُمْ.

''جہاں بھی ہوں، جمعہ ادا کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 101/2، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ قول عام ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق جمعہ ہر جگہ ادا کیا جا سکتا ہے،شہر کی قید نہیں۔ اس اثر میں شہر کی قید لگانا بلا دلیل ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَشْرِيقَ وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ .

''نماز عید اور نماز جمعہ صرف ان آبادیوں میں فرض ہے، جن کے باشندے مستقل رہائش پذیر ہیں۔''

(معرفة السّنن والآثار للبيهقي : 6330، وسندهٗ صحيحٌ)

قرآن کریم کے عموم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق ہر جگہ جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل علم کے اقوال کا یہ مطلب نہیں کہ بستیوں میں جمعہ یا عید ادا نہیں ہو سکتی، بلکہ اہل علم نے اس کے دو مفہوم بیان کیے ہیں؛

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَشْبَهُ بِأَقَاوِيلِ السَّلَفِ وَأَفْعَالِهِمْ فِي إِقَامَةِ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى الَّتِي أَهْلُهَا أَهْلُ قَرَارٍ لَيْسُوا بِأَهْلِ عُمُودٍ يَتَنَقَّلُونَ إِنَّ ذٰلِكَ مُرَادُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''سلف کے اقوال وافعال سے درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان بستیوں میں جمعہ قائم کیا جائے گا، جہاں لوگ مقیم ہوں اور ان میں نہیں، جہاں لوگ

مسافر ہوں اور انہوں نے وہاں سے کوچ کر جانا ہو، علی رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے۔''

(المُهذّب في اختصار السّنن الكبير : 1109/3)

② علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ أَرَادَ بِذٰلِكَ الْقُرَى الَّتِي فِيهَا وَالٍ مِّنْ جِهَةِ الْإِمَامِ، فَيَكُونُ مُرَادُهُ أَنَّهُ لَا جُمُعَةَ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ فِي مَكَانٍ لَّهُ فِيهِ نَائِبٌ يُقِيمُ الْجُمُعَةَ بِإِذْنِهِ، وَبِذٰلِكَ فَسَّرَهُ أَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ .

''اس سے مراد وہ بستیاں ہیں، جن میں کوئی والی ہوتا ہے، جسے امام نے مقرر کیا ہوتا ہے، تو ان کی مراد یہ ہوگی کہ جمعہ صرف امام کی اجازت سے ہوتا ہے، ایسی جگہ میں، جہاں اس کا کوئی نائب ہو، وہ اس کی اجازت سے جمعہ پڑھائے گا۔ امام احمد نے یہی تفسیر کی ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 140/8)

(سوال): جمعہ کی دوسری اذان کے بعد کاروبار کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جمعہ کی دوسری اذان کے بعد کاروبار حرام ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(الجمعة : ٩)

''مومنو! جب جمعہ کی نماز کے لیے آذان کہہ دی جائے، تو ذکر الٰہی (خطبہ سننے) کے لیے لپکو اور کاروبار بند کر دو، جان لو، تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔''

❁ مفسر قرآن، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى تَحْرِيمِ الْبَيْعِ بَعْدَ النِّدَاءِ الثَّانِي .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ دوسری آذان کے بعد کاروبار حرام ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 122/8)

سوال: کیا اردو زبان میں وعظ کی جاسکتی ہے؟

جواب: کی جاسکتی ہے۔

سوال: رمضان کے آخری جمعہ میں ''خطبہ الوداع'' پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں، سلف امت ایسا نہیں کرتے تھے۔

سوال: کیا پچاس آدمی جمعہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: تین آدمی بھی جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: کیا مؤذن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اذان کہنے کے لیے امام کے قریب جاسکتا ہے؟

جواب: جاسکتا ہے، گردنیں نہ پھلانگنے کی ممانعت خطبہ شروع ہونے کے بعد ہے۔

سوال: جنگل میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن وحدیث اور آثار کے عموم کا تقاضا ہے کہ جنگل میں بھی جمعہ پڑھا جائے گا۔

سوال: کافر ریاست میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: کافر مملکت میں بھی جمعہ پڑھا جائے گا۔

(سوال): دورانِ خطبہ نبی کریم ﷺ کا نام نامی آئے، تو کیا خطیب اور سامعین درود پڑھیں گے؟

(جواب): ضرور پڑھیں گے۔

(سوال): خطبہ سے پہلے تمام لوگوں کا باآواز بلند درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): کیا بارش میں جمعہ کی نماز با جماعت گھر میں پڑھ سکتے ہیں؟

(جواب): بارش ہو، تو گھر میں ظہر کی چار رکعت با جماعت ادا کر سکتے ہیں، دو رکعت ادا کرنا جائز نہیں۔ البتہ خطبہ دے کر دو رکعت جمعہ بھی ادا ہو سکتا ہے۔

(سوال): جو شخص پنجگانہ نماز نہ پڑھتا ہو، کیا اس کی نماز جمعہ صحیح ہے؟

(جواب): اسے نماز جمعہ کا ثواب ملے گا۔

(سوال): مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے کا ثواب بہ نسبت گھر میں پڑھنے کے زیادہ ملتا ہے، کیا یہ ثواب نوافل میں بھی ہے؟

(جواب): نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہیں، مسجد میں با جماعت نماز سے ثواب فرائض کے ساتھ خاص ہے۔

(سوال): خطبہ جمعہ کا وقت ہو چکا ہے، کچھ لوگ دیر سے آنے کی وجہ سے سنتیں ادا کر رہے ہیں، کیا امام ان کا انتظار کرے یا خطبہ شروع کر دے؟

(جواب): امام منبر پر بیٹھ جائے اور جو لوگ سنتیں ادا کر رہے ہیں، وہ دو پڑھ کر سلام پھیر دیں اور امام کے خطبہ کے لیے ہمہ تن گوش ہو جائیں۔

(سوال): کیا ناخن تراشنا ضروری ہے؟

(جواب): ناخن تراشنا فطرت ہے، اسی میں پاکیزگی ہے۔ چالیس دن کے اندر ناخن کاٹنا ضروری ہے، اس سے تاخیر کبیرہ گناہ ہے۔ ناخن بڑے ہوں، تو ان میں میل کچیل اور گندگی پھنس جاتی ہے، جو دیکھنے والوں کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے۔

کئی لوگ خصوصاً خواتین، ناخن بڑھاتی ہیں اور فخریہ طور پر ایک دوسرے کو دکھاتی ہیں۔ یہ اعلانیہ گناہ ہے۔ بعضوں نے ایک دو ناخن بڑھائے ہوتے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے، یہ غیر مسلموں کی تہذیب ہے، جس سے بعض نادان متاثر ہو چکے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

الْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ .

''پانچ چیزیں فطرت ہیں؛ ختنہ کروانا، لوہے کا استعمال (زیر ناف بالوں کی صفائی کے لئے)، بغلوں کے بال اکھاڑنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں پست کرنا۔''

(صحيح البخاري : ٥٨٨٩، صحيح مسلم : ٢٥٧)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ؛ قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ . قَالَ زَكَرِيَّا : قَالَ مُصْعَبٌ : وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ .

''دس خصائل فطرت ہیں؛ (۱) مونچھیں کاٹنا، (۲) داڑھی بڑھانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) وضو کرتے وقت ناک میں پانی چڑھانا، (۵) ناخن کاٹنا،

(٦) انگلیوں کے جوڑ دھونا، (٧) بغلوں کے بال نوچنا، (٨) زیر ناف بال مونڈنا، (٩) استنجا کرنا۔ دسویں چیز راوی (مصعب) بھول گئے ہیں، کہتے ہیں: شاید وہ کلی ہو۔'' (صحیح مسلم: ٢٦١)

سوال: ناخن تراشنے کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

جواب: چالیس دن سے پہلے پہلے ناخن تراشنا ضروری ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَّا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیں لینے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال صاف کرنے کی آخری حد چالیس دن رکھی ہے کہ اس سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔'' (صحیح مسلم: ٢٥٨)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ يُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَقُصُّ شَارِبَهُ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ .

''آپ رضی اللہ عنہ ہر جمعہ اپنے ناخن تراشتے تھے اور مونچھے کاٹتے تھے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي: 244/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

اَلْأَفْضَلُ أَنْ يُقَلِّمَ أَظْفَارَهُ وَيُحْفِيَ شَارِبَهُ وَيَحْلِقَ عَانَتَهُ وَيُنَظِّفَ بَدَنَهُ بِالْاغْتِسَالِ فِي كُلِّ أُسْبُوعٍ مَّرَّةً فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَفِي كُلِّ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَّلَا يُعْذَرُ فِي تَرْكِهِ وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ ...... وَلَا

عُذْرَ فِيمَا وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ وَيَسْتَحِقُّ الْوَعِيدَ .

''افضل یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ ناخن کاٹے جائیں، لبیں لی جائیں، زیر ناف بال صاف کئے جائیں اور غسل کیا جائے، اگر ایسا نہ کر پائے، تو پندرہ دن بعد کر لے، چالیس دن تک بھی اگر ایسا نہیں کرتا، تو عذر قبول نہیں، بلکہ وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔'' (فتاویٰ عالمگیری: ۱/ ۳۵۷)

سوال: میت کے ناخن تراشنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص کسی شرعی عذر کی بنا پر یا سستی و کاہلی کی وجہ سے ناخن نہ تراش سکا اور اسے موت آ گئی، تو زندہ لوگ اس کے ناخن نہیں تراشیں گے، کیونکہ اس عمل کی کوئی شرعی دلیل نہیں، نیز یہ عمل زندہ لوگوں کے لیے باعث ضرر ہے، جبکہ میت کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ عَانَةِ أَوْ ظُفُرِ الْمَيِّتِ .

''وہ میت کے زیر ناف بال مونڈھنا اور اس کے ناخن تراشنا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 245/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کے خلاف اسلافِ امت سے کچھ ثابت نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے میت کو غسل دیا اور استرا منگوایا۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 246/3)

اس کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

تُقَلَّمُ أَظْفَارُ الْمَيِّتِ . ''میت کے ناخن اتار دیے جائیں گے۔''

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے یہ بات حماد رحمہ اللہ کے سامنے ذکر کی، تو انہوں نے اس کا رد کیا اور فرمایا:

أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَقْلَفَ، أَيُخْتَتَنُ؟

''بھلا بتائیے کہ اگر وہ مختون نہ ہو، تو کیا اس کا ختنہ بھی کیا جائے گا؟''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 246/3، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ سارے کام زندگی سے متعلق ہیں۔ اگر اس نے زندگی میں سستی کاہلی کی ہے، تو اس کا گناہ لکھ دیا گیا ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر ایسا نہ کر سکا، تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اب موت کے بعد کی صفائی پر کوئی جزا و سزا نہیں۔

✿ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ ذٰلِكَ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ : إِذَا كَانَ أَقْلَفَ أَيُخْتَتَنُ؟، يَعْنِي : لَا يُفْعَلُ .

''بعض لوگ کہتے ہیں: میت کے ناخن کاٹ دیے جائیں، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ مختون ہو، تو کیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ یعنی ایسا کرنا درست نہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد لأبي داوٗد : 246/3)

جب غیر مختون کا موت کے بعد ختنہ کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں، تو ناخن اور بال کاٹنا بھی جائز نہیں۔

ثابت ہوا کہ میت کے ناخن کاٹنا درست نہیں۔ یہ مُردے کے لیے بے فائدہ اور زندوں کے لیے تکلیف دہ عمل ہے۔

سوال: جمعہ کے دن ناخن تراشنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مستحب ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ يُقَلِّمُ أَظْفَارَهٗ وَيَقُصُّ شَارِبَهٗ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ .

''آپ رضی اللہ عنہ ہر جمعہ اپنے ناخن تراشتے تھے اور مونچھے کاٹتے تھے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 244/2، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): ناخن خطبہ جمعہ سے پہلے اتارنے چاہیے یا بعد میں؟

(جواب): پہلے تراشنے چاہییں۔

(سوال): ایک مسجد میں دو بار جمعہ ہوسکتا ہے؟

(جواب): اگر بعض افراد جمع ہوں، مسجد میں جمعہ ہو چکا ہو اور کوئی جمعہ پڑھانے والا بھی ہو، تو وہ جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ جب مسجد میں دوسری جماعت ہوسکتی ہے، تو جمعہ بھی ہوسکتا ہے۔

(سوال): کتاب سے دیکھ کر خطبہ پڑھانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجد کا ہونا شرط ہے؟

(جواب): مسجد کا ہونا شرط نہیں۔

(سوال): کیا دوران خطبہ سامعین اذکار کر سکتے ہیں؟

(جواب): سامعین کو چاہیے کہ خاموشی سے امام کا خطبہ سماعت فرمائیں، اذکار نہ کریں، البتہ اگر امام کے کسی جملہ پر سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ جیسے کلمات ادا کر لیں، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): کیا دار الحرب میں جمعہ جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جہاں گائے کی قربانی نہ ہوتی ہو، کیا وہاں عید اور جمعہ جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا خطبہ کے دوران سنتیں ادا کی جا سکتی ہیں؟

(جواب): جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے، تو نوافل نہیں پڑھنے چاہیے، البتہ جو شخص مسجد میں داخل ہو، تو دو سنت ادا کیے بغیر نہیں بیٹھے گا۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلیک! کھڑے ہو کر دو مختصر رکعت ادا کیجیے۔ پھر فرمایا: جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آنے والا دو مختصر رکعت پڑھ کر بیٹھے۔''

(صحيح البخاري: 1166؛ صحيح مسلم: 875، واللّفظ لهٗ)

(سوال): جمعہ میں خطبہ طویل ہونا چاہیے یا قرأت؟

(جواب): جمعہ کا خطبہ مختصر ہونا چاہیے اور نماز جمعہ میں مسنون قرأت ہونی چاہیے۔ جمعہ کی نماز میں سورت اعلیٰ اور سورت غاشیہ کی تلاوت مسنون ہے۔ (مسلم: ۸۷۸)

اسی طرح سورت جمعہ اور سورت منافقون کی قرأت بھی مسنون ہے۔ (مسلم: ۸۷۷)

(سوال): امام خطبہ دے رہا تھا کہ کوئی بڑا علم والا شخص مسجد میں داخل ہوا، کیا امام اس عالم کو اپنی جگہ کھڑا کر سکتا ہے؟

(جواب): اگر کھڑا کر دے، تو جمعہ ہو جائے گا۔

(سوال): کیا جیل میں جمعہ درست ہے؟

(جواب): اگر جیل میں کوئی جمعہ پڑھانے والا ہے، تو جمعہ درست ہے۔

(سوال): کیا کسی مکان کے احاطہ میں جمعہ جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): مسجد میں لوگوں کی گنجائش نہ ہو، تو کیا عیدگاہ میں جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے؟

(جواب): ادا کیا جاسکتا ہے۔

(سوال): کیا دوران خطبہ سامعین کا سر ڈھانپنا ضروری ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): کیا خطبہ میں حاکم وقت کا نام لینا درست ہے؟

(جواب): بوقت ضرورت جائز ہے۔

(سوال): کیا نماز جمعہ کے لیے خطبہ دینا فرض ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کیا خطبہ کی غلطی سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے؟

(جواب): خلل واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): جمعہ کی فرضیت کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جمعہ کی فرضیت قطعی الثبوت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ جمعہ صرف رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا ہے، صحابہ نے اس سے منع کیا ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

(جواب): یہ جھوٹ ہے، صحابہ سے ایسا کچھ ثابت نہیں۔

(سوال): جمعہ کی نماز کے بعد دعا کا کیا حکم ہے؟

جواب: دعا کسی بھی وقت مانگی جا سکتی ہے، بشرطیکہ دعا کو اس وقت کے ساتھ خاص نہ کیا جائے اور اس کے اس وقت میں مستحب یا واجب ہونا کا نظریہ نہ ہو۔

سوال: کیا نابینا خطبہ دے سکتا ہے؟

جواب: جب نابینا امامت کرا سکتا ہے، تو خطبہ بھی دے سکتا ہے۔

سوال: گمراہ کے پیچھے جمعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: گمراہ کی اقتدا میں جمعہ جائز نہیں۔

سوال: اذان جمعہ سے پہلے الصلاۃ والسلام علیک...... کہنا کیسا ہے؟

جواب: بدعت ہے، اسلاف میں اس کا وجود تک نہیں۔

سوال: کیا عورتیں نماز جمعہ میں شرکت کر سکتی ہیں؟

جواب: باپردہ انتظام موجود ہے، تو عورتوں کا جمعہ میں شرکت کرنا بہت اچھا ہے۔

سوال: کیا خطیب منبر پر پہنچ کر لوگوں کو یہ کہہ سکتا ہے کہ آگے آجائیں یا اندر آجائیں، وغیرہ؟

جواب: کہہ سکتا ہے۔

سوال: بلا عذر جمعہ ترک کرنے پر کیا وعید ہے؟

جواب: بلا عذر مسلسل تین جمعہ چھوڑنے پر سخت وعید ہے۔

❀ سیدنا ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِّنْ غَيْرِ عُذْرٍ ...... فَهُوَ مُنَافِقٌ .

''جس نے بلا عذر تین جمعے چھوڑ دیئے، وہ منافق ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 1857، صحيح ابن حبّان : 258، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ جُمَعٍ مُتَوَالِيَاتٍ، فَقَدْ نَبَذَ الْإِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهِ.

''جس نے مسلسل تین جمعے چھوڑے، اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔''

(مسند أبي يعلى : 2712، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): جمعہ کی دوسری اذان کب کہی جائے؟

(جواب): جب امام منبر پر بیٹھ جائے۔

(سوال): جمعہ کے دوران مسجد کے لیے چندہ جمع کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جمعہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

(جواب): جمعہ فرض عین ہے۔

(سوال): بسا اوقات اپنے علاقہ کی مسجد کو چھوڑ کر خطبہ سننے کے لیے دوسرے علاقہ یا شہر کی مسجد میں جانا کیسا ہے؟

(جواب): کسی اچھے عالم یا خطیب کو سننے کے لیے دوسرے علاقہ کی مسجد میں جانا جائز ہے، مگر اسے معمول نہیں بنانا چاہیے۔

(سوال): ایک مسجد میں بڑے عالم نے خطبہ دینا ہے، کیا قریب کے مساجد کے خطبا اپنے سامعین کو لے کر بڑے عالم کا خطبہ سننے کے لیے جا سکتے ہیں، جبکہ ان کی مساجد میں خطبہ نہ دیا جائے؟

(جواب): جائز ہے۔

سوال: کیا خطبہ جمعہ سننا واجب ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: جس خطیب کی تنخواہ مقرر ہو، کیا اس کی اقتدا درست ہے؟

جواب: تنخواہ والے خطیب کی اقتدا درست ہے۔

سوال: کیا خطبہ میں سورت ق کی تلاوت مسنون ہے۔

جواب: جی ہاں، مسنون ہے۔ (مسلم: ۸۷۳)

سوال: کیا جمعہ والے دن سورت کہف کی تلاوت مسنون ہے؟

جواب: جمعہ کے دن سورت کہف کی تلاوت ثابت نہیں۔

سوال: کیا نوکری کی وجہ سے جمعہ ترک کرنا جائز ہے؟

جواب: نوکری کی وجہ سے جمعہ ترک کرنا جائز نہیں۔

سوال: جو شخص جان بوجھ کر جمعہ نہ پڑھے، تو کیا وہ ظہر بھی نہ پڑھے؟

جواب: وہ ظہر تو پڑھے گا، اسے ظہر کا ثواب ملے گا، مگر جمعہ ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔

سوال: خطبہ کے دوران منبر پر چڑھ کر اترنا کیسا ہے؟

جواب: ضرورت کے تحت اترا جا سکتا ہے۔

سوال: نماز جمعہ کے لیے اگر خطیب نہ آئے، تو کیا کوئی عام شخص خطبہ دے سکتا ہے؟

جواب: دے سکتا ہے۔

سوال: کیا کوئی مقتدی دوران خطبہ خطیب کو مخاطب کر سکتا ہے؟

جواب: ضرورت کے تحت مقتدی خطیب کو مخاطب کر سکتا ہے۔

سوال: خطبہ جمعہ یا عیدین میں تعوذ وتسمیہ بلند آواز سے پڑھی جائے گی؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: حدیث: ''جب کوئی مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر ہو، تو امام کے فارغ ہونے تک نہ کوئی نماز ہے اور نہ کلام۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت معجم کبیر طبرانی (۱۳۷۰۸) میں آتی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ ایوب بن نہیک اور یحییٰ بن عبداللہ بابلتی دونوں ضعیف ہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ نے دوران خطبہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو گرتے دیکھا، تو خطبہ موقوف کر کے انہیں اٹھایا، کیا کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔ اس عمل کو نبی کریم ﷺ کا خاصہ قرار دینا بے دلیل ہے۔ بلکہ یہی حدیث دلیل ہے کہ خطبہ کو ضرورت کے پیش نظر موقوف کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا بیمار کے لیے خطبہ جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے؟

جواب: بیمار جو مسجد میں نہیں آ سکتا ہے، اس پر جمعہ واجب نہیں۔

سوال: کیا مکبر کے لیے امام سے اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب: ضروری نہیں۔

سوال: کیا خطبہ میں اجتماعی دعا مانگی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: خطبہ سے پہلے وعظ کرنا کیسا ہے؟

جواب: خطبہ میں وعظ کرنا جائز ہے، خطبہ سے پہلے وعظ کرنا ثابت نہیں۔

سوال: کیا جامع مسجد کو چھوڑ کر محلّہ کی مسجد میں جمعہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اگر محلّہ کی مسجد میں جمعہ کا اہتمام ہے، تو اس میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

(سوال): جو شخص جمعہ کے ساتھ احتیاطی ظہر ادا کرتا ہے، کیا اس کا جمعہ ہو جائے گا؟

(جواب): جمعہ تو ہو جائے گا، مگر احتیاطی ظہر ادا کرنے کی وجہ سے بدعت کا مرتکب ہو گا، کیونکہ قرون اولیٰ میں اس کا ذکر نہیں، بلکہ قرآن وحدیث میں اس کی اجازت ثابت نہیں۔

(سوال): نماز جمعہ کی جماعت سے پہلے صفیں درست کرنے کو کہنا کیسا ہے؟

(جواب): مسنون ہے۔ نماز جمعہ کیا، ہر نماز سے پہلے صفیں درست کروانی چاہیے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے فرمایا کرتے تھے:

سَوُّوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ.

''صفیں درست کریں، کیونکہ صفوں کی درستی نماز کا قائم کرنا ہے۔''

(صحيح البخاري: 723؛ صحيح مسلم: 433)

(سوال): جو شخص بستی میں ہونے کی وجہ سے جمعہ ادا نہیں کرتا، کیا وہ ترک جمعہ کی وعید میں داخل ہے؟

(جواب): جمعہ ہر جگہ پر فرض ہے، خواہ گاؤں ہو یا شہر، لہٰذا گاؤں میں جمعہ ترک کرنے والا بھی ترک جمعہ کی وعید میں داخل ہے۔

(سوال): کیا عیدین کی تکبیرات بآواز بلند پکاری جائیں گی؟

(جواب): جی ہاں۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى، فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ، فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ السُّوقِ فَيُكَبِّرُونَ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا وَاحِدًا.

''آپ رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں (بآواز بلند) تکبیرات کہتے تھے کہ

حاضرین مسجد آپ کی تکبیر کو سن لیتے، وہ بھی تکبیرات کہنے لگتے، تو بازار والے سن لیتے، وہ بھی تکبیرات کہنے لگتے، یوں منیٰ ایک ساتھ تکبیر سے گونج اُٹھتا۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 6267، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا عید گاہ میں بآواز بلند تکبیرات کہہ سکتے ہیں؟

جواب: کہہ سکتے ہیں۔

سوال: کیا عید کا خطبہ اور نماز الگ الگ شخص پڑھا سکتا ہے؟

جواب: عید کی نماز ایک شخص پڑھائے اور خطبہ دوسرا شخص دے، تو ایسا کرنا جائز ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ نماز اور خطبہ ایک ہی شخص پڑھائے۔

سوال: عید الفطر کے دن بوجہ بارش نماز نہ ہو سکی، کیا دوسرے دن نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: اگر اتنی زیادہ بارش ہے کہ عید گاہ اور مسجد میں پہنچنا ممکن نہ ہو، تو اگلے دن نماز عید پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: ایک شخص نے دو جگہ عید کی نماز ادا کی، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، پہلی جگہ فرض ہو جائے گی اور دوسری جگہ نفل۔

سوال: عید کی نماز کے لیے اعلان کرنا کیسا ہے؟

جواب: عید کی نماز کہاں پڑھنی ہے، کس وقت پڑھنی ہے؟ اس کا اعلان کرنا درست اور جائز ہے، تاکہ لوگ بروقت جماعت میں شریک ہو جائیں۔

سوال: عید کے لیے اذان یا اقامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: عید کے لیے اذان یا اقامت کہنا ثابت نہیں۔

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی مرتبہ عیدین ادا کیں، اس کے لیے نہ اذان کہی گئی اور نہ اقامت۔“

(صحیح مسلم : 887)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”عید کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (نمازِ عید) میں شرکت کی، آپ ﷺ خطبہ کے بجائے نماز سے ابتدا کی، اس میں نہ کوئی اذان تھی اور نہ اقامت۔“

(صحیح مسلم : 885)

سوال: کیا عیدین کی نماز میں سہو پر سجدہ سہو ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: عیدین کی زائد تکبیرات بھول جائیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ سہو کر لیا جائے، نماز مکمل ہے۔

سوال: عیدین کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔ اگر عذر ہو، تو بیٹھ کر خطبہ دیا جا سکتا ہے۔

سوال: عیدین میں پہلے خطبہ ہے یا نماز؟

جواب: پہلے نماز ادا کی جائے گی۔ (بخاری:۹۵۷، مسلم:۸۸۸)

سوال: عیدین کی نماز کے بعد دعا کا کیا حکم ہے؟

جواب: عیدین میں خطبہ کے بعد یا نماز کے بعد اجتماعی دعا کی جا سکتی ہے، البتہ دعا کو بغیر شرعی دلیل کے کسی موقع یا وقت کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا عید کی نماز کے لیے جانا واجب ہے؟

(جواب): واجب ہے۔

(سوال): کیا خواتین عید کے لیے جائیں گی؟

(جواب): خواتین بھی عید کی نماز کے لیے جائیں گی۔

❀ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں دوشیزائیں، حائضہ عورتیں اور پردہ نشین خواتین کو بھی عیدگاہ میں لے کر جائیں، البتہ حائضہ نماز کی جگہ سے الگ رہیں، جبکہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ فرمایا: اس کی اسلامی بہن اسے اپنی چادر دے دے۔''

(صحيح البخاري :981، صحيح مسلم : 890)

(سوال): کیا حائضہ عورت عیدگاہ جا سکتی ہے؟

(جواب): ماہواری میں عیدگاہ جا سکتی ہے، بلکہ حدیث میں اس کی تاکید ہے۔

(صحيح البخاري :981، صحيح مسلم : 890)

❀ صحیح مسلم (11/890) میں ہے:

الْحُيَّضُ يَخْرُجْنَ، فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، يُكَبِّرْنَ مَعَ النَّاس .

''حائضہ عورتیں نکلتیں اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ جاتیں، وہ لوگوں کے ساتھ تکبیریں کہتیں۔''

❀ صحیح بخاری(971) میں یہ الفاظ ہیں:

فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ، وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ، يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ، وَطُهْرَتَهُ.

''ماہواری والی لوگوں کے پیچھے ہوتیں، وہ ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتیں، ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگتیں اور اس مبارک دن کی برکت وفضیلت کی امید رکھتیں۔''

معلوم ہوا کہ حائضہ عید گاہ جائے گی، ہاں! باپردہ، چادروں میں لپٹی ہوئی، شریف زادیوں کی طرح نگاہیں جھکا کر، ذکر الٰہی میں مشغول ہو کر عید گاہ کا رخ کریں۔ نیز خاوند یا ولی کی اجازت بھی شامل ہونی چاہئے۔ سلف سے ایسا ہی ثابت ہے؛

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُخْرِجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْ أَهْلِهِ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خواتین خانہ کو عید گاہ لے جایا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 191/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا حائضہ عورت تکبیرات عیدین کہے گی؟

جواب: تکبیرات عیدین ذکر ہیں۔ حائضہ قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ تمام اذکار کر سکتی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جنبی اور حائضہ کے لیے سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ کہنا، رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اور تلاوت قرآن کے علاوہ دیگر اذکار کرنا جائز ہیں۔ اجماع کے ساتھ ساتھ اس کے دلائل صحیح احادیث میں مشہور ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذب : 164/2)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ لَهُمَا أَنْ يَذْكُرَا اللّٰهَ وَيُسَبِّحَاهُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ حائضہ اور جنبی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح کر سکتے ہیں۔''

(الإشراف على مَذاهب العلماء : 434/3)

ثابت ہوا کہ جنبی، حیض اور نفاس والی عورت تکبیرات عیدین کہہ سکتی ہے، ذکر کے لیے باوضو ہونا شرط نہیں۔ بعض الناس خوامخواہ ذکر الٰہی سے منع کرتے ہیں۔

(سوال): کیا خطبہ عیدین کی ابتدا تکبیرات عیدین سے کر سکتے ہیں؟

(جواب): کر سکتے ہیں۔

(سوال): عیدین کا خطبہ کہاں کھڑا ہو کر دیا جائے؟

(جواب): جہاں نماز پڑھائی ہے، وہیں پر کھڑے ہو کر خطبہ دے دیا جائے۔

(سوال): کیا دو عادل گواہوں کی گواہی سے رؤیت ثابت ہو جاتی ہے۔

(جواب): جی ہاں۔ ایک عادل گواہ کی گواہی سے بھی رؤیت ثابت ہو جاتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

تَرَائِي النَّاسُ الْهِلَالَ، فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ .

''لوگوں نے ہلال دیکھا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ ﷺ نے (رمضان کا) روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا۔''

(سنن أبي داود : 2342، سنن الدّارقطني : 2156، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۴۴۷) نے ''صحیح'' امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۲۴) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کا روزے کے معاملہ میں صرف ایک شخص کی بات کو قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اخبار آحاد پر عمل کرنا واجب ہے، نیز خبر دینے والا صرف ایک ہی شخص ہو یا لوگوں کی ایک جماعت خبر دے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

(معالم السّنن : 102/2)

سوال: کیا عیدین کا خطبہ سننا واجب ہے؟

جواب: عیدین کا خطبہ سننا واجب نہیں۔

سوال: خطبہ مختصر ہو یا طویل؟

جواب: خطبہ مختصر کرنا مستحب ہے، تا کہ سامعین اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔

❁ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نماز لمبی پڑھانا اور خطبہ مختصر دینا آدمی کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے۔ نماز لمبی پڑھایا کریں اور خطبہ مختصر دیا کریں، بعض بیان سحر طاری کر دیتے ہیں۔''

(صحيح مسلم : 869)

(سوال): عید گاہ میں عید سے پہلے نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): پڑھ سکتا ہے۔

(سوال): جو قیام میں تکبیرات زوائد بھول جائے، کیا وہ رکوع سے اٹھ کر کہہ سکتا ہے؟

(جواب): نہیں کہہ سکتا، قومہ تکبیرات زوائد کا محل نہیں۔ جو تکبیرات زوائد کہنا بھول جائے، وہ آخر میں سجدہ سہو سے کمی پوری کر لے۔

(سوال): جو قربانی کی مشروعیت کا منکر ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کے ہاں قربانی مشروع ہے۔ قربانی میں مخصوص دن کو مخصوص عمر کے جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا متوارث عمل ہے اور اس پر امت کا تعامل رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود قربانی کی، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین قربانی کرتے رہے۔

نیز قربانی کے استحباب و مشروعیت پر کتاب و سنت اور امت کا اجماع دلیل ہے۔ یہ اسلام کا شعار اور اللہ کریم کے شکر کا نرالہ انداز بھی ہے۔ قربانی اللہ کا حق ہے اور اس کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے۔

جو لوگ قربانی کی اہانت کرتے ہوئے اس کو ترک کر دیتے ہیں، وہ گناہ گار ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾(الحج: ٣٤).

''ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی ہے، تا کہ وہ ان کو عطا کردہ چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں۔''

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، فَرَأَيْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰى صِفَاحِهِمَا، يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ نے دو سفید و سیاہ رنگ کے مینڈھے قربان کئے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا قدم مبارک ان کی گردنوں پر رکھا، اللہ کا نام لیا تکبیر کہی اور ان کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 5558، صحيح مسلم: 1966)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (682ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ .

''مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔''

(الشّرح الكبير: 530/3)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

اَلَّذِي يُضَحّٰى بِهٖ بِإِجْمَاعٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ الْأَزْوَاجُ الثَّمَانِيَةُ وَهِيَ الضَّأْنُ وَالْمَعِزُ وَالْإِبِلُ وَالْبَقَرُ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ چار قسم کے جوڑوں کی قربانی ہوگی، بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد: 188/23)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الضَّحَايَا لَا يَجُوزُ ذِبْحُهَا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ

مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ .

''اجماع ہے کہ دس ذوالحجہ کے طلوع فجر سے پہلے قربانیاں ذبح کرنا جائز نہیں۔''

(الاجماع، ص 78)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ أَصْلَ مَشْرُوعِيَّتِهِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهَا بَيْنَ الْأُمَّةِ فَإِنَّهٗ يَكْفُرُ .

''جس عمل کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہو، اس کا سرے سے انکار کر دے، تو کافر ہو جائے گا۔''

(فتاویٰ شامی : 314/6)

❁ نیز نقل کرتے ہیں:

لَوْ أَنْكَرَ أَصْلَ الْوِتْرِ وَأَصْلَ الْأُضْحِيَّةِ كَفَرَ .

''اگر کوئی شخص وتر اور قربانی کی مشروعیت کا انکار کرے، وہ کافر ہو جائے گا۔''

(فتاویٰ شامی : 314/6)

سوال: عید سے پہلے بال کٹوانا کیسا ہے؟

جواب: قربانی کا ارادہ ہو، تو عید سے پہلے بال نہیں کٹوانے چاہیے۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب عشرۂ ذوالحجہ داخل ہو جائے اور آپ قربانی کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے سر اور جسم کے بال نہ مونڈھیں۔'' (صحيح مسلم : 1977)

❁ سنن النسائی (۴۳۶۲) میں ہے:

''جو قربانی کرنا چاہتا ہو، وہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن ناخن تراشے، نہ جسم سے

کوئی بال مونڈھے۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (مدینہ میں) قربانی کرنے کے بعد سر کے بال منڈوائے، فرمایا: یہ واجب نہیں۔ (مؤطأ الإمام مالك : 483/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایام ذی الحجہ میں ایک عورت کو اپنے بچے کے بال کاٹتے دیکھ کر فرمایا:

”اگر قربانی والے دن تک موخر کر دیتی، تو بہتر تھا۔“

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 246/4، ح : 7520، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ خراسان میں فتویٰ دیتے تھے کہ جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، وہ عشرہ ذوالحجہ میں اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے؟ تو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے فرمایا: انہوں نے صحیح فتویٰ دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہی فتویٰ دیتے تھے۔

(مسند إسحاق بن راهويه : 1817، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”ایک صحابی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس قربانی کے لیے صرف بکری ہے، (وہ بھی کسی کو دودھ کے لیے عاریۃً دے رکھی ہے) کیا میں اس کی قربانی کر لوں؟ فرمایا: نہیں، بلکہ آپ (دس ذوالحجہ کو) اپنے بال کاٹ لیں، ناخن تراش لیں، مونچھیں مونڈ لیں اور زیر ناف بال صاف کر لیں، تو اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل قربانی کا اجر دے گا۔“

(مسند الإمام أحمد : ١٦٩/٢، سنن أبي داؤد : ٢٧٨٩، سنن النّسائي : ٤٣٦٥، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان (۵۹۱۴)، امام حاکم (۲۲۳/۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“

کہا ہے۔

ذوالحجہ کا چاند دیکھنے سے پہلے بال کاٹنا مستحب ہے، ضروری نہیں۔

❁ قربانی کی استطاعت نہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے پہلے جسم کے فاضل بال (زیرناف)، سر کے بال اور مونچھیں کاٹ لے، ناخن تراشے، پھر قربانی تک اس سے پرہیز کرے، تو اسے قربانی کا پورا اجروثواب ملے گا۔

(مسند أحمد : ١٦٩/٢، سنن أبي داؤد : ٢٧٨٩، سنن النّسائي : ٤٣٦٥، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان (۵۹۱۴)، امام حاکم (۲۲۳/۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): بلا عذر مسجد میں عید پڑھانا کیسا ہے؟

(جواب): بلا عذر مسجد میں عید پڑھانا ثابت نہیں۔ سنت یہ ہے کہ آبادی سے باہر کھلی جگہ عید پڑھی جائے۔

(سوال): عرفہ کس دن ہوتا ہے؟

(جواب): عرفہ نو ذوالحجہ کو ہوتا ہے، کیونکہ اس دن حاجی عرفات میں جمع ہوتے ہیں، اسی مناسبت سے اسے یوم عرفہ کہا گیا۔ عرفہ کا روزہ نو ذوالحجہ کو رکھا جائے گا، ہر علاقہ میں جب نو ذوالحجہ ہوگی، تو یوم عرفہ کا روزہ رکھا جائے گا۔

(سوال): امام نے تکبیرات زوائد کہہ دی ہیں، مگر اونچی سورت فاتحہ پڑھنا بھول گیا، تنبیہ کرنے پر کیا کرے؟

(جواب): اگر پہلے تکبیرات زوائد کہہ دی ہیں، تو تنبیہ کرنے پر سورت فاتحہ کی قرأت کرے، دوبارہ تکبیرات نہیں کہے گا۔

سوال: کیا ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہی جائیں گی؟

جواب: ایام تشریف میں فرائض کے بعد تکبیرات بآواز بلند پڑھنا مشروع ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ﴾(الحجّ : ٣٧)

''تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو، کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾(البقرة : ٢٠٣)

''ایامِ معدودات میں اللہ کا ذکر کرو۔''

❁ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ . ''یہاں ایام تشریق مراد ہیں۔''

(معرفة السنن والآثار للبيهقي : 255/4، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کی سند کو حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر : ٦/٤٣٠) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر : ٢/٦٠٨) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

تکبیرات کا آغاز یومِ عرفہ (نو ذوالحجہ) کی نمازِ فجر سے ہوتا ہے اور اختتام تیرہ ذوالحجہ کی عصر کے بعد ہوتا ہے۔ اس پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا ہے۔

(العُدّة في أصول الفقه لابن الفرّاء : 1061/4)

یکم ذوالحجہ سے ان تکبیرات کا آغاز کرنے پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نو ذوالحجہ کو نمازِ فجر سے لے کر آخری یومِ تشریق (تیرہ ذوالحجہ) کو نمازِ عصر کے بعد تک تکبیرات پڑھتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 165/2، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ تکبیرات بآواز بلند فرض نمازوں کے بعد بھی کہنی چاہئیں اور عام اوقات میں بھی۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم اتنی بات پر متفق ہیں کہ ان دنوں (نو ذوالحجہ سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک) میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہنا مشروع ہے۔ اس باب میں کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں، البتہ آثار صحابہ و تابعین اور مسلمانوں کا عمل منقول ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 22/9)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں (بآواز بلند) تکبیرات کہتے تھے کہ حاضرین مسجد آپ کی تکبیر کو سن لیتے، وہ بھی تکبیرات کہنے لگتے، تو بازار والے سن لیتے، وہ بھی تکبیرات کہنے لگتے، یوں منیٰ ایک ساتھ تکبیر سے گونج اُٹھتا۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 6267، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ ان دنوں (ایام تشریق) میں منی کے اندر فرض نمازوں کے بعد، بستر پر، خیمے میں اور چلتے پھرتے تکبیرات کہتے تھے۔''

(الأوسط لابن المُنذر : 299/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان نو ذوالحجہ کو فرض نماز کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ تکبیرات پڑھتے تھے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کے سوا کوئی معبود (برحق)

نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، تعریف وثناء بھی اسی ہی کی ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 167/2 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نو ذوالحجہ کی نمازِ فجر سے لے کر تیرھویں ذوالحجہ کی شام تک یہ تکبیرات پڑھتے تھے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُّ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، وہ انتہائی عظمت والا ہے، وہ سب سے بڑا ہے، تعریف بھی اسی ہی کی ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 167/2 ، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایام تشریق میں فرض نماز کے بعد کتنی بار تکبیرات پڑھی جائیں گی؟

جواب: کم ازکم ایک بار اور زیادہ سے زیادہ جتنا ہو سکے۔

سوال: عیدین کی نماز میں زوائد تکبیرات کتنی ہیں؟

جواب: عیدین میں مسنون زوائد تکبیرات بارہ ہیں۔ سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔

سوال: نماز عید کے لیے نقارہ بجانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: کیا عید کی نماز کے لیے مقتدیوں کا انتظار کرنا جائز ہے؟

جواب: حاضرین کو کوئی اعتراض نہ ہو، تو کچھ دیر انتظار کیا جا سکتا ہے۔

سوال: ایک عید گاہ کو گرا کر اس کا ملبہ دوسری جدید عید گاہ پر لگانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ایک علاقہ میں دو عید گاہیں ہیں، دو جماعتیں ہوتی ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): غیر مسلموں کی بنائی ہوئی عمارت میں عید پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جگہ پاک ہے، تو جائز ہے۔

(سوال): کیا تکبیرات عیدین میں رفع الیدین کیا جائے گا؟

(جواب): تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے، حتی کہ جب وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، تو آپ ﷺ اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے، حتی کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، اسی حالت میں آپ اللہ اکبر کہتے۔ پھر رکوع فرماتے۔ جب آپ رکوع سے اپنی کمر اٹھانے کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ پھر سجدہ کرتے، لیکن سجدے میں رفع الیدین نہیں فرماتے تھے، البتہ ہر رکوع اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر پر رفع الیدین فرماتے تھے، حتی کہ اسی طرح آپ کی نماز مکمل ہو جاتی۔''

(سنن أبي داوٗد : ۷۲۲، المنتقٰی لابن الجارود : ۱۷۸، والسياق لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع سے پہلے کہی جانے والی ہر تکبیر پر رسولِ اکرم ﷺ رفع الیدین فرماتے تھے۔ تکبیراتِ عیدین بھی چونکہ رکوع سے پہلے ہوتی ہیں،

لہٰذاان میں رفع الیدین کرنا سنتِ نبوی سے ثابت ہے۔

ائمہ دین کا مذہب:

ائمہ دین بھی تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین کے قائل تھے؛

❁ امام عبدالرحمٰن بن عمرو، اوزاعی رحمہ اللہ (۱۵۷ھ) سے تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

نَعَمْ، اِرْفَعْ يَدَيْكَ مَعَ كُلِّهِنَّ .

''ہاں، تمام تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کیجئے۔''

(أحكام العيدين للفِريابي : 136، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) سے پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

نَعَمْ، اِرْفَعْ يَدَيْكَ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ، وَلَمْ أَسْمَعْ فِيهِ شَيْئًا .

''ہاں، ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیجئے، میں نے اس بارے کوئی اختلاف نہیں سنا۔''

(أحكام العيدين للفِريابي : ١٣٧، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن ادریس، شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلٰى جَنَازَةٍ خَبَرًا، وَقِيَاسًا عَلٰى أَنَّهٗ تَكْبِيرٌ وَّهُوَ قَائِمٌ، وَفِي كُلِّ تَكْبِيرِ الْعِيدَيْنِ .

''نمازِ جنازہ اور عیدین کی ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا جائے گا، حدیثِ نبوی کی بنا پر بھی اور یہ قیاس کرتے ہوئے بھی کہ قیام کی تکبیر پر رفع الیدین کیا جاتا ہے۔''

(كتاب الأمّ : ١/١٢٧)

❁ امام اہل سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ . ''ہرتکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرے گا۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية أبي داوٗد : ۸۷)

❁ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (۲۳۸ھ) کا بھی یہی مذہب ہے۔

(مسائل الإمام أحمد وإسحاق : ۸/۴۰۵۴، م : ۲۸۹۰)

❁ امام، ابوبکر ابن منذر، نیشاپوری رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَيَّنَ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ يُّكَبِّرُهَا الْمَرْءُ وَهُوَ قَائِمٌ، وَكَانَتْ تَّكْبِيرَاتُ الْعِيدَيْنِ وَالْجَنَائِزِ فِي مَوْضِعِ الْقِيَامِ، ثَبَتَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِيهَا ....

''اس لیے بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام میں ہر تکبیر پر رفع الیدین بیان فرمایا ہے اور عیدین و جنازہ کی تکبیرات بھی قیام ہی میں ہیں، لہٰذا ان تکبیرات میں رفع الیدین ثابت ہو گیا۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والاختلاف : ۵/۴۲۶)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کو سنت بنایا ہے۔ یہ ساری صورتیں قیام کی حالت میں تکبیر کی ہیں۔ لہٰذا جو بھی شخص قیام کی حالت میں تکبیر کہے گا، وہ اسی سنت سے استدلال کرتے ہوئے رفع الیدین کرے گا۔'' (الأوسط : ۴/۲۸۲)

سوال: تکبیرات عیدین میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کر کے ہاتھ باندھے جائیں یا چھوڑ دیے جائیں؟

جواب: ہر تکبیر پر رفع الیدین کے بعد ہاتھ باندھ لیے جائیں، کیونکہ رکوع سے پہلے قیام میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں، چھوڑنا ثابت نہیں۔

سوال: ہر سال مختلف جگہ پر عید پڑھنے کے لیے جانا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔

سوال: کیا جیل خانے میں عید کی نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا خطبہ عید کے بعد دعا کرنا مسنون ہے؟

جواب: خطبہ عید کے بعد دعا مسنون ہے، اس میں وہ خواتین بھی شریک ہوں گی، جو خاص ایام گزار رہی ہوں۔

سوال: کیا عید گاہ مسجد کے حکم میں ہوتی ہے؟

جواب: عید گاہ کے بہت سے اُمور مسجد کے حکم میں ہوتے ہیں۔

سوال: جس کی عید کی نماز رہ جائے، وہ کیا کرے؟

جواب: بہتر ہے کہ کسی کو ساتھ ملا کر باجماعت دو رکعت نماز عید ادا کرے، ورنہ اکیلے دو رکعت مع تکبیرات زوائد پڑھ لے۔

سوال: جو عذر کی بنا پر عید گاہ نہ پہنچ سکتا ہو، وہ کیا کرے؟

جواب: گھر میں ہی باجماعت دو رکعت مع تکبیرات زوائد ادا کرلے۔

سوال: تکبیرات زوائد میں کیا مقتدی جہر کریں گے؟

جواب: امام اونچی تکبیر کہے گا، مقتدی آہستہ کہیں گے۔

سوال: ایک شخص عید گاہ پہنچا، تو نماز ہو چکی تھی، تو وہ کیا کرے؟

(جواب): چاہیے یہ کہ کسی کو ساتھ ملا کر دو رکعت با جماعت مع تکبیرات زوائد ادا کر لے اور خطبہ و دعا میں شریک ہو جائے۔

(سوال): کیا نماز عیدین کے لیے بھی فرش کا پاک ہونا ضروری ہے؟

(جواب): عیدین کی نماز بھی نماز ہے، اس کے لیے فرش کا پاک ہونا ضروری ہے۔

(سوال): عید کی نماز کے بعد چار رکعت نفل با جماعت پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): کیا چھوٹے گاؤں میں عید پڑھی جائے گی؟

(جواب): چھوٹے گاؤں میں جمعہ اور عید دونوں پڑھے جائیں گے۔

(سوال): کیا عیدین کی امامت پر اجرت لینا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا ایک شخص دو جگہ عید کی امامت کرا سکتا ہے؟

(جواب): مجبوری کی صورت میں کرا سکتا ہے، دوسری جگہ نفل کی نیت کر لے۔

(سوال): رشوت کی آمدنی سے عید گاہ بنانا کیسا ہے؟

(جواب): رشوت مالِ حرام ہے، اس سے کی گئی نیکی قبول نہیں۔ البتہ رشوت کی آمدنی سے بنائی گئی عید گاہ میں نماز درست ہے۔

(سوال): بارش کی صورت میں مسجد میں عید پڑھانا کیسا ہے؟

(جواب): بارش عذر ہے، عذر کی وجہ سے مسجد میں عید پڑھی جا سکتی ہے۔

(سوال): آبادی سے باہر ہر سال الگ جگہ عید کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟

(جواب): آبادی سے باہر کسی بھی جگہ عید پڑھی جا سکتی ہے، ہر سال الگ الگ جگہ کو

عیدگاہ بنایا جاسکتا ہے۔

(سوال): کیا نمازِ استسقاء مسنون ہے؟

(جواب): بارش مولائے کریم کی بہت بڑی نعمت ہے، اسے بارانِ رحمت کہتے ہیں، انسانی وجود کی بقا اسی پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ اسے مؤخر کر دیں تو خشک سالی ڈیرے ڈال لیتی ہے، جاندار کئی ایک بیماریوں کی زد میں آجاتے ہیں، خوراک کی کمی واقع ہوجاتی ہے، اسلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا درس دیا ہے اور وہ نمازِ استسقا کی صورت میں ہے، استسقاء پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''لوگوں نے رسول کریم ﷺ سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم فرمایا، وہ رکھ دیا گیا، آپ ﷺ نے ایک دن مقرر کیا، اس دن آپ ﷺ سورج طلوع ہوتے ہی نکلے اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اللہ کی بڑائی اور حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: آپ نے خشک سالی اور قحط کی شکایت کی ہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے پکاریں گے، تو وہ قبول کرے گا، پھر آپ ﷺ نے دعا شروع کی: تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہیں، وہ رحمان و رحیم ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جو چاہے کرتا ہے، اللہ! تو ہی معبود برحق ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو غنی اور ہم محتاج۔ ہم پر بارش نازل فرما، اُسے ہمارے لئے تا دیر طاقت و نفع کا سبب بنا، پھر آپ ﷺ نے ہاتھ بلند کئے اور اتنے بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر آپ ﷺ نے کمر مبارک لوگوں کی طرف کی

اور ہاتھ اٹھائے ہوئے اپنی چادر پلٹی، لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور نیچے اُتر کر دو رکعتیں پڑھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی پیدا کی، وہ کڑکی، گرجی اور برسی۔ آپ ﷺ اپنی مسجد میں واپس نہ آئے تھے کہ ندیاں بہہ پڑیں، لوگوں کو پناہ گاہوں کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہنس دیئے، حتی کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آنے لگیں، فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1173، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابوداوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث غریب ہے، لیکن اس کی سند بہترین ہے۔''

اس حدیث کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (2519) امام ابن حبان رحمہ اللہ (2860) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (328/1) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی شرط برقرار رکھی ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (الأذکار، ص 160) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الصَّلَاةِ لِلْاِسْتِسْقَاءِ، وَعَلَيْهِ اتِّفَقَ الْعُلَمَاءُ إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ .

''یہ حدیث نماز استسقاء کی مشروعیت پر دلیل ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔''

(التّحبير لإيضاح معاني التيسير : 99/6)

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کرنے کے لیے دو رکعت ادا کیں اور اپنی چادر کو پلٹا۔''(صحيح البخاري : 1026، صحيح مسلم : 2/894)

❁ ایک روایت میں ہے:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جب نماز استسقا کے لئے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف کمر مبارک کی اور دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اپنی چادر پلٹی اور اونچی قرأت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں۔''

(صحيح البخاري : 1025، صحيح مسلم : 4/894)

سوال: نماز استسقاء کا کیا وقت ہے؟

جواب: نماز استسقاء کسی بھی وقت پڑھی جا سکتی ہے، اس کا مخصوص وقت کوئی نہیں۔ یہ سببی نماز ہے، اس لیے ممنوعہ اوقات میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: نماز استسقاء کہاں پڑھی جائے؟

جواب: نماز استسقاء کے لیے عیدگاہ کی طرف نکلنا مسنون ہے۔

(صحيح البخاري : 1027)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا عصر کے بعد نماز استسقاء پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا نماز استسقاء میں چادر الٹنا مسنون ہے؟

جواب: مسنون ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ.

''رسول اللہ ﷺ نے دُعا کی یا دُعا کا ارادہ کیا، تو قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر پلٹی۔'' (صحيح البخاري : 1028، صحيح مسلم : 3/894)

❀ نیز بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے بارش طلب کرنے کے لیے دعا کی۔ آپ ﷺ پر سیاہ چادر تھی، آپ ﷺ نے اسے نیچے سے پکڑ کر اوپر کرنے کی کوشش کی، تو وہ آپ ﷺ پر بھاری ہو گئی، پھر آپ ﷺ نے اسے دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کر لیا۔''

(سنن أبي داوٗد : 1164، المستدرك للحاكم : 1/327، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح علی شرط مسلم'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(تُحفة المُحتاج : 734)

نیز فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمارے لئے بارش طلب کی، تو لمبی دُعا کی اور بہت زیادہ مانگا، پھر آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی چادر اس طرح بدلی کہ اندرونی جانب کو باہر کر دیا، لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ (قبلہ کی طرف) پھر گئے۔''

(مسند الإمام أحمد : 41/4، وسندهٔ حسنٌ)

مزید فرماتے ہیں:

حَوَّلَ رِدَاءَ هٗ فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْسَرَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ .

''آپ ﷺ نے چادر کو پلٹا، یعنی دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر اور بائیں کنارے کو دائیں کندھے پر رکھا، اور اللہ عزوجل سے دُعا کی۔''

(سنن أبي داوٗد : 1163، سندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد دُعا سے پہلے قبلہ رُخ ہو کر امام اور مقتدی چادر الٹیں گے، عورتیں بھی ایسا کریں گی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ نعمان (بن ثابت) کہتے ہیں: استسقا کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، نہ ہی میں لوگوں کو چادر پلٹنے کا حکم دیتا ہوں، بلکہ دُعا کر کے سارے وہیں

سے واپس آ جائیں گے۔امام ترمذی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:
انہوں نے یہ کہہ کرسنت کی مخالفت کی ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 559)

(سوال): نماز استسقاء کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز استسقاء مسنون مستحب ہے۔بعض نے اس کی عدم مشروعیت کی بات کی ہے، مگر بے شمار احادیث اس کارد کرتی ہیں۔

(سوال): کیا نماز استسقاء کے لیے خطبہ نماز سے پہلے ہے یا بعد میں؟

(جواب): نماز استسقاء میں ایک خطبہ دیا جائے گا، نماز سے پہلے یا بعد دونوں طرح درست اور مسنون ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يُصَلّٰى فِي الْعِيدِ، وَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی طرح دو رکعتیں ادا کیں، مگر تمہاری طرح کا یہ خطبہ نہیں دیا۔''

(مسند الإمام أحمد :1/230، 269، 355، سنن أبي داوٗد : 1165، سنن النّسائي : 1522، سنن ابن ماجه : 1266، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1405) امام ابن حبان رحمہ اللہ (2862) اور امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (6/ 33، القسم المفقود) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مطلب یہ کہ بارش کی نماز کا ایک خطبہ ہے، جمعہ کی طرح دو خطبے نہیں۔سنن ابی داوٗد

(1173، وسندہٗ حسنٌ) کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ نماز سے پہلے ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى وَاسْتَسْقٰى، وَحَوَّلَ رِدَاءَ هٗ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَا .

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے، بارش طلب کی، رو بہ قبلہ ہو کر چادر پلٹی اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر قبلہ رُخ ہو کر دعا کی۔''

(مسندالإمام أحمد : 41/4، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نماز کے بعد ارشاد فرمایا۔ لہٰذا خطبہ نماز سے پہلے اور نماز کے بعد دونوں طرح صحیح ہے۔ اسی طرح دُعا بھی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد دونوں طرح صحیح ہے۔

سوال: کیا استسقاء میں الٹے ہاتھوں دعا کرنا مسنون ہے؟

جواب: مسنون ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى، فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقا کی، تو ہتھیلیوں کی پشت آسمان کی طرف تھی۔''

(صحیح مسلم : 6/896)

سوال: نماز استسقاء میں دعا کی کیا کیفیت ہے؟

(جواب): استسقاء میں دعا سب سے اہم جزو ہے۔ نبی کریم ﷺ بالخصوص دعائے استسقاء انتہائی عاجزی اور درماندگی کے ساتھ کرتے تھے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے میں مبالغہ کرتے، کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی تک دکھائی دیتی۔

❁ سیدنا عمیر مولیٰ ابی اللحم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيبًا مِّنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَّدْعُو يَسْتَسْقِي رَافِعًا يَّدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهٖ لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهٗ.

''میں نے نبی کریم ﷺ کو 'زورا' کے قریب 'احجار الزیت' نامی جگہ کے پاس دیکھا، آپ ﷺ کھڑے ہو کر بارش کے لئے دعا کر رہے تھے۔ ہاتھ چہرے تک اٹھائے ہوئے، انہیں سر سے اوپر نہیں لے جا رہے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد: 223/5، سنن أبي داوٗد: 1168، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (878) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِّنْ دُعَاءِهٖ إِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ، وَإِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

''نبی اکرم ﷺ سوائے استسقا کے کسی دُعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، استسقا میں اتنے بلند ہاتھ اٹھاتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی۔''

(صحيح البخاري: 1031، صحيح مسلم: 5/895)

ہاتھ اٹھانے میں جس قدر مبالغہ آپ ﷺ اس دعا میں کرتے تھے، وہ دوسری دعاؤں

میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے مال ہلاک ہو گئے اور راستے کٹ گئے، اللہ سے دعا کیجیے کہ ہم پر بارش نازل فرمائے، آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا .

''اللہ! ہم پر بارش نازل فرما، اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما، اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما۔'' (صحيح البخاري : 1014، صحيح مسلم : 897)

❁ صحیح بخاری (1029) میں ہے:

رَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُونَ .

''لوگ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگے۔''

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھائے، تو آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ اچانک بادل پہاڑوں کی طرح نمودار ہوئے، ابھی منبر سے اترے نہ تھے کہ میں نے بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پر گرتی دیکھ لی۔''

(صحيح البخاري : 1033، صحيح مسلم : 9/897)

❁ ایک روایت میں ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، دیہاتی نے عرض کیا: ہم ڈوب گئے، رب سے دعا کیجیے کہ بارش روک دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی: اللہ! ہمیں چھوڑ کر، گرد و نواح میں بارش نازل فرما، دو تین بار یہ دُعا فرمائی، چنانچہ بادل

مدینہ منورہ سے بائیں اور دائیں جانب چھٹنے لگے، مدینہ کے مضافات میں بارش ہونے لگی، ہمارے ہاں فوراً بارش رک گئی، اللہ نے نبی کریم ﷺ کا معجزہ، کرامت اور دُعا کی قبولیت سمجھائی۔''

(صحيح البخاري: 6093)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے پاس لوگ روتے ہوئے آئے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اللہ! ہمیں مفید، خوشگوار اور نفع مند بارش عطا فرما، جو نقصان دہ نہ ہو، جلدی آنے والی ہو، تاخیر کرنے والی نہ ہو۔ ان پر آسمان برسنے لگا۔''

(سنن أبي داوٗد: 1169، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1416) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(خُلاصة الأحكام: 879/2)

امام حاکم رحمہ اللہ (1/ 327) نے اس کو ''شیخین'' کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بارش کے لئے یہ دعا کرتے تھے:

اللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَّحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ.

''اے اللہ! اپنے بندوں اور چوپاؤں کو پانی پلا، اپنی رحمت پھیلا اور مردہ زمین

کو زندہ کردے۔‘‘(سنن أبي داوٗد : 1176، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’حسن متصل‘‘ قرار دیا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 880/2)

(سوال): نماز استسقاء جماعت کے ساتھ مستحب ہے یا بغیر جماعت کے؟

(جواب): نماز استسقاء باجماعت مستحب ہے۔

(سوال): کیا قریب المرگ کو چت لٹانا چاہیے؟

(جواب): جس کی موت کے آثار محسوس ہوں، اسے چت لٹانا چاہیے، تاکہ روح نکلنے کے بعد اس کے اعضا سیدھے رہیں۔

(سوال): میت کا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی بیان کرتی ہیں:

’’جس رات سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، وہ پوچھ رہے تھے: رات کا کونسا پہر ہے؟ ہم بتاتے، یہاں تک کہ جب سحری کا وقت ہوا، تو فرمایا: مجھے بٹھا دیں، ہم نے بٹھا دیا، پھر فرمایا: میرا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیں، ہم نے آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دیا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی: ’’اللہ! میں صبح وشام آگ پر پیش کیے جانے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔‘‘

(المحتضرين لابن أبي الدّنيا : 309، تاريخ ابن عساكر : 396/12، وسندهٗ صحيحٌ)

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُسْتَقْبَلَ بِالْمَيِّتِ الْقِبْلَةُ إِذَا كَانَ فِي الْمَوْتِ .

’’میت کا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرنا مستحب سمجھا جاتا تھا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 10872، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حوالے سے تمام مرفوع احادیث غیر ثابت ہیں۔

سوال: کیا قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنی چاہیے؟

جواب: قریب المرگ کے پاس لا الہ الا اللہ کثرت سے دہرائیں کہ موت آئے، تو کلمہ توحید زبان پہ جاری ہو۔

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .

’’جس (صالح انسان) کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، جنت میں جائے گا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 247/5؛ سنن أبي داود : 3116؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (251/1، 500) نے ’’صحیح الاسناد‘‘ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

’’قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔‘‘

(صحيح مسلم : 916)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کریں، جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، وہ کسی روز تو جنت چلا ہی جائے گا، اگرچہ عذاب کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

(صحیح ابن حبان : 3004؛ وسندہٗ حسنٌ)

اہل علم کہتے ہیں کہ مریض اگر خود کلمہ نہ پڑھ سکتا ہو، تو حاضرین کو چاہئے کہ کلمہ کی تلقین نرم لہجے میں کریں، یوں نہ ہو کہ مریض کی طبیعت کی گھٹن اسے کلمے سے دور کر دے۔ مریض کلمہ پڑھ لے، تو دوبارہ تلقین نہ کریں، البتہ جب کوئی اور بات کر لے، تو دوبارہ سے تلقین کریں، یہ بھی یاد رہے کہ ایسا شخص جسے مرنے والا متہم یا مشکوک جانتا ہے، اسے تلقین نہیں کرنی چاہئے، یوں نہ ہو کہ مرنے والا اس سے الجھن محسوس کرنے لگے۔

(سوال): کیا لا الہ الا اللہ کے ساتھ ''محمد رسول اللہ'' کی بھی تلقین کرنی چاہیے؟

(جواب): کرنی چاہیے۔

(سوال): تلقین کس وقت کی جائے؟

(جواب): امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ یہ تلقین اس وقت کی جائے گی، جب انسان موت کے قریب ہو، نہ کہ بعد المرگ، نبی اکرم ﷺ کا مبارک عمل اسی پر دال ہے۔

❀ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسولِ کریم ﷺ ایک انصاری کی تیمارداری کے لئے گئے، فرمایا: ماموں جان! لا الہ الا اللہ پڑھ لیجئے، کہا: ماموں یا چچا؟ فرمایا: ماموں! کہا: کیا لا الہ الا اللہ کہنا میرے لیے خیر کا پیغام لائے گا؟ فرمایا: جی ہاں۔''

(مسند الإمام أحمد : 268/3، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَلْقِينِ الْمَرِيضِ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَالدُّعَاءِ لَهُ عِنْدَهُ.

موت کے وقت مریض کو تلقین اور اس کے لئے دعا کا بیان۔''

❀ نیز لکھتے ہیں:

''موت کے وقت مریض کو لا الہ الا اللہ کی تلقین مستحب ہے، بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ تلقین کے بعد جب تک قریب المرگ دوبارہ کلام نہ کرے، اسے تلقین نہیں کرنی چاہیے، تلقین میں زیادتی بھی نہیں کرنا چاہیے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 977)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ الْأَمْرِ بِتَلْقِينِ الشَّهَادَةِ مَنْ حَضَرَتْهُ الْمَنِيَّةُ .

''قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کا حکم ہے۔''

(صحيح ابن حبان، قبل الحديث : 3003)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (656ھ) لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ''مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔'' کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت انہیں یاد دلائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب المرگ کو مردہ کہہ دیا ہے، کیونکہ موت اس کے پاس حاضر ہو چکی ہوتی ہے، مرنے والوں کو اس کلمہ کی تلقین کرنا سنت ماثورہ ہے، اس پر امت مسلمہ کا عمل رہا ہے، تلقین کا مقصد یہ ہے کہ مرنے والے کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو جائے، یوں اسی کلمہ پر اس کا خوش بختی کے ساتھ خاتمہ ہو اور فوت ہونے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمومی فرمان میں داخل ہو جائے کہ جس (موحد، صالح) کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گی، وہ جنت میں داخل ہو گا۔''

(المُفهِم : 2/569-570، وانظر : زهر الربى للسّيوطي : 514)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

''مطلب یہ کہ قریب المرگ انسان کو لا الہ الا اللہ یاد کروائیں، تاکہ یہ اس کا آخری کلام ہو، حدیث میں آتا ہے: ''جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، وہ جنتی ہے۔'' (سنن ابی داود: ۳۱۱۶، وسندہ حسن، اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۳۵۱) نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابن ملقن (البدر المنیر: ۵/۱۸۹) بھی اسے صحیح قرار دیتے ہیں) تلقین کرنے کا حکم استحبابی ہے، اس طریقہ تلقین پر علما کا اجماع ہے۔''

(شرح صحیح مسلم :300/1)

❁ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ الَّذِي قَرُبَ مِنَ الْمَوْتِ .

''مراد قریب المرگ انسان ہے۔''

(الهداية، ص 136 ، كتاب الجنائز)

❁ ہدایہ کے محشی لکھتے ہیں:

دَفْعٌ لِوَهْمِ مَنْ يَتَوَهَّمُ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ قِرَاءَ ةُ التَّلْقِينِ عَلَى الْقَبْرِ .

''جو سمجھتا ہے کہ تلقین قبر پر ہوگی، صاحب ہدایہ اس کا وہم دور کرنا چاہتے ہیں۔''

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مراد قریب المرگ ہے، نہ کہ وہ جو فوت ہو چکا ہے، تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اسے کلمے کا حکم نہ کیا جائے، بلکہ اس کے پاس بیٹھ کر کلمے کا ذکر کیا جائے، بہت سے علما نے قبر پر تلقین کو بدعت قرار دیا ہے، تلقین سے مقصود ہے کہ مرنے والے کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو، اسی لیے جب وہ ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دے، تو دوبارہ

تلقین نہ کی جائے، جب تک کہ وہ کوئی دوسری بات نہ کر لے۔‘‘

(حاشية السّندي على النّسائي : 5/4، تحت الحديث : 1827)

اہل علم کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کی تلقین قریب المرگ کو کی جائے گی، نہ کہ مدفون میت کو۔ اس بات کو سمجھئے اور التباس کا شکار نہ ہو جائیے۔

سوال: نزع کے وقت عورت کو مہندی لگانا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: جنبی فوت ہو جائے، تو اسے کتنے غسل دیے جائیں گے؟

جواب: اسے ایک ہی غسل کافی ہے، کیونکہ وہ مکلّف نہیں رہا۔

سوال: میت کو سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا کیسا ہے؟

جواب: سرمہ لگانا ثابت نہیں، البتہ بالوں کو کنگھی کرنا درست ہے۔

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دینے کے بعد ان کے بالوں کی کنگھی کے ساتھ تین مینڈیاں کر دیں۔

(صحيح البخاري : 1254، صحيح مسلم : 939)

سوال: کیا مرد محرم عورتوں کو غسل دے سکتا ہے؟

جواب: خواتین کو غسل خواتین ہی دیں، البتہ اگر خواتین موجود نہ ہوں، تو بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے۔

سوال: کیا میت کو غسل دینا واجب ہے؟

جواب: میت کو غسل دینا ورثاء پر واجب ہے۔

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَجِبُ عَلَى الْأَحْيَاءِ، إِذْ لَا وُجُوبَ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنَ الْوَاجِبَاتِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْبَدَنِ.

''یہ زندہ لوگوں پر فرض ہے، کیونکہ موت کے بعد بدن کے متعلقہ واجبات میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔''(الدراريّ المضيّة :70/1)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں کھڑے تھے کہ اچانک اپنی سواری سے گر گئے اور موقع پر ہی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں۔''

(صحيح البخاري : 1266، صحيح مسلم : 1206)

❁ سیدہ امِ عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فوت ہوئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات سے فرمایا:

اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، إِنْ رَأَيْتُنَّ، بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ.

''انہیں پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ تین یا پانچ یا ضروری سمجھیں تو اس سے بھی زیادہ دفعہ غسل دیں۔''(صحيح البخاري : 1253، صحيح مسلم : 939)

سوال: میت کو غسل کیسے دیا جائے گا؟

جواب: میت کے غسل کا وہی طریقہ ہے، جو غسل جنابت کا طریقہ ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ الْمَيِّتَ يُغَسَّلُ غُسْلَ الْجَنَابَةِ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ میت کو غسل جنابت کی طرح غسل دیا جائے گا۔''

(الإجماع، ص 42)

(سوال): میت کو غسل دیا، جنازہ پڑھ دیا گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ غسل صحیح طریقہ سے نہیں دیا گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): میت کو دفن کر دینا چاہیے، دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

(سوال): میت کو غسل دینے کے لیے کس طرف لٹانا چاہیے؟

(جواب): کسی بھی سمت لٹایا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی مسنون طریقہ مروی نہیں۔

(سوال): جو خود پاکی پلیدی کا خیال نہ رکھتا ہو، اس سے میت کو غسل دلانا کیسا ہے؟

(جواب): بہتر ہے کہ غسل وہی دے، جو خود طہارت و پاکیزگی کا پابند ہو۔

(سوال): کیا جنبی شخص میت کو غسل دے سکتا ہے؟

(جواب): دے سکتا ہے، کیونکہ مؤمن پاک ہوتا ہے۔

(سوال): بوقت غسل رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک کس طرف تھے اور سر مبارک کا رخ کس سمت تھا؟

(جواب): اس بارے میں کوئی روایت معلوم نہیں ہو سکی۔

(سوال): مرنے کے بعد شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو دیکھنا کیسا ہے؟

(جواب): دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں، چھو بھی سکتے ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی وفات میرے گھر اور میری باری میں ہوئی، آپ ﷺ کا سر مبارک میری گردن اور سینے کے درمیان تھا اور اللہ تعالیٰ نے (آخری لمحات میں) میرے اور آپ ﷺ کے تھوک کو جمع کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 3100)

(سوال): کیا مسلمان میت کو غیر مسلم چھو سکتا ہے؟

(جواب): چھو سکتا ہے۔ غیر مسلم کے نجس ہونے کا معنی اس کے جسم کا پلید ہونا نہیں، بلکہ عقائد کی نجاست ہے۔

(سوال): مردے کو غسل کیوں دیا جاتا ہے؟

(جواب): اس میں بے شمار حکمتیں پنہاں ہیں، مثلاً جسم کی پاکیزگی وطہارت، مگر سب سے بڑی حکمت یہی ہے کہ شارع نے میت کو غسل دینا واجب کیا ہے۔

(سوال): کیا شوہر اپنی بیوی کے جنازہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

(جواب): لگا سکتا ہے۔

(سوال): کیا میت کو غسل دینے کے لیے پانی میں بیری کے پتے ڈالنا مستحب ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں کھڑے تھے کہ اچانک اپنی سواری سے گر گئے اور موقع پر ہی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں۔''

(صحيح البخاري : 1266، صحيح مسلم : 1206)

❀ سیدہ امِ عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فوت ہوئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات سے فرمایا:

''انہیں پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ تین یا پانچ یا ضروری سمجھیں تو اس سے

بھی زیادہ دفعہ غسل دیں۔''(صحيح البخاري : 1253، صحيح مسلم : 939)

سوال: اگر جذامی فوت ہو جائے، تو کیا اسے غسل دیا جائے گا؟

جواب: جذامی کو بھی غسل دیا جائے گا، جیسے عام مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔

سوال: میت کو کفنانے کے بعد امام مسجد کو چٹھی لکھ کر دونوں ہاتھوں میں دینا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز اور بے دلیل ہے۔

سوال: میت کو کفناتے وقت اس کے ہاتھ پیٹ پر رکھنے چاہییں یا سیدھے کر کے رانوں کے برابر رکھنے چاہییں؟

جواب: دونوں ہاتھ سیدھے کر کے رانوں کے برابر رکھنے چاہئیں۔

سوال: میت کو کفن میں عمامہ باندھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

❀ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید یمنی چادروں میں کفن دیا گیا، جو سوت کی بنی ہوئی تھیں، ان میں نہ قمیص تھی، نہ عمامہ۔''

(صحيح البخاري : 1264، صحيح مسلم :941)

سوال: جنازہ کے اوپر چادر ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: سادہ چادر ڈالنا جائز ہے۔ مگر بعض لوگ ایسی چادر ڈالتے ہیں، جس پر کلمے اور سورتیں وغیرہ لکھی ہوتی ہیں، یاد رہے کہ ان چیزوں کا میت کو کچھ فائدہ نہیں۔

سوال: کفن میں تہبند دینا کیسا ہے؟

جواب: کفن میں تین اَن سلی چادریں مسنون ہیں، ان میں ایک تہبند بھی ہے۔

سوال: دفن کے وقت قبر میں جائے نماز رکھنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: ہندو کے بُنے ہوئے کپڑے کا کفن دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: رنگ دار کفن کا کیا حکم ہے؟

جواب: کفن میں مسنون سفید رنگ ہے، اگر یہ میسر نہ ہو، تو رنگ دار کپڑے میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے۔

سوال: کعبہ کے غلاف کا کفن دینا کیسا ہے؟

جواب: غلاف کعبہ کو متبرک قرار دینا جائز نہیں۔ جو لوگ کفن میں غلاف کعبہ رکھتے ہیں یا اس کی خواہش کرتے ہیں، ان کا نظریہ یہی ہوتا ہے کہ غلاف کعبہ متبرک ہے۔ لہٰذا اس نظریہ کے پیش نظر غلاف کعبہ میں کفن دینا جائز نہیں۔

سوال: جنازہ کو اس وجہ سے لیٹ کر دینا کہ زیادہ لوگ شامل ہو جائیں گے، کیسا ہے؟

جواب: تھوڑی بہت تاخیر کی جا سکتی ہے۔

سوال: موسم کی وجہ سے جنازہ میں تاخیر کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: والدہ نصرانی ہے، تو اس کا کفن دفن نصرانی طریقہ کے مطابق ہوگا یا اسلامی طریقہ کے مطابق؟

جواب: کفر پر فوت ہونے والا کوئی بھی، اسے مسلمانوں کی طرح کفن دفن نہیں کیا جائے گا۔ کافر قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے، تو اسے کپڑے میں لپیٹ پر سپرد خاک کر دینا

چاہیے۔اسے غسل نہیں دیا جائے گا، نہ کفن پہنایا جائے گا اور نہ مسلمان کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ مسلمانوں کی طرف قبر کھود کر دفن کیا جائے گا، صرف گڑھا کھود کر اس میں چھپا دینا چاہیے۔ مشرک اور کافر کو دفن کرنے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

❀ خلیفہ راشد، سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب میرے والد کی وفات ہوئی، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ کے چچا وفات پا گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جایئے اور انہیں دفن کیجیے۔ میں نے عرض کیا: وہ تو شرک کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: جایئے اور انہیں دفن کیجیے لیکن میرے پاس واپس آنے تک کوئی اور کام نہ کیجیے۔ میں فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غسل کا حکم فرمایا۔''

(مسند أبي داوٗد الطيالسي، ص : 19، ح : 120، وسندهٗ حسنٌ متّصل)

❀ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''میں نے عرض کیا: آپ کے چچا یا میرے والد فوت ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جایئے اور انہیں دفن کر دیجیے۔ میں نے عرض کیا: وہ تو شرک کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جایئے اور انہیں دفن کیجیے۔ میں نے انہیں دفن کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا کر غسل کر لیجیے۔''(مسند الإمام أحمد : 97/1، سنن أبي داوٗد : 3214، سنن النسائي : 190، 2008، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (كما في الإصابة لابن حجر : 114/7) اور امام

ابن جارود (550) رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کفناتے وقت اگر میت کا پاخانہ نکل جائے، تو کیا غسل دہرایا جائے گا؟

جواب: غسل دینے والے کو چاہیے کہ غسل سے پہلے میت کا پیٹ اچھی طرح دبائے، تاکہ فالتو مادے خارج ہو جائیں، البتہ اگر غسل کے بعد کوئی چیز خارج ہوئی، تو گندگی کو دھو دیا جائے، دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

سوال: غسل وکفن سے کچھ چیزیں بچ جاتی ہیں، ان کا کیا کریں؟

جواب: انہیں گھر والے استعمال کر سکتے ہیں یا کسی دوسری میت کے غسل وکفن کے کام میں لائی جا سکتی ہیں۔

سوال: میت کو غلط طریقہ سے غسل دیا گیا، کس پر مؤاخذہ ہوگا؟

جواب: مؤاخذہ غسل دینے والے پر ہے، میت مجبور اور غیر مکلّف ہے، اس پر کچھ مؤاخذہ نہیں۔

سوال: مردہ کو سلا ہوا پائجامہ اور ٹوپی پہنانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: میت کے بالوں کو شیمپو سے دھونا کیسا ہے؟

جواب: اچھا ہے۔

سوال: جنازہ کے اوپر والی چادر کا کیا کیا جائے؟

جواب: اسے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): میت نابالغ لڑکا ہو، تو اس کا کفن کیسا ہونا چاہیے؟

(جواب): نابالغ لڑکے کو بھی مردوں کی طرح کفن دیا جائے گا۔

(سوال): ضرورت کے تحت جنازہ کے لیے پہیئے والا تابوت استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): ایمبولینس پر میت کو دفنانے کے لیے لے جانا کیسا ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں۔

(سوال): بیوی کی میت کو کندھا دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے اشعار پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): جنازہ کے پیچھے بآواز بلند کلمہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جنازہ کے آگے یا پیچھے بآوازِ بلند ذکر یا کلمہ کا ورد وغیرہ کرنا بدعت ہے، قرآن وحدیث میں اس کی اصل نہیں ملتی، یہ رسول اللہ ﷺ خلفائے راشدین، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں ہے۔

جنازہ کے آگے یا پیچھے بآوازِ بلند ذکر یا قرآن خوانی نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رو سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا، تو صحابہ کرام اور سلف صالحین جو سب سے بڑھ کر قرآن و

حدیث کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق زندگیاں ڈھالنے والے تھے، وہ ضرور اس کا اہتمام کرتے۔ ائمہ اربعہ سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں ہے۔

بعض اہل علم نے جنازہ کے ساتھ بآوازِ بلند ذکر کے عدم جواز اور بدعت قبیحہ ہونے کی صراحت کی ہے:

❁ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی رحمہ اللہ (1231ھ) کہتے ہیں:

''جنازہ کے ساتھ قراءت اور ذکر کے وقت آواز بلند نہ کریں، جو لوگ بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں، ان کی کثرت دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائیں، جنازہ کے ساتھ جاہل لوگ اونچی آواز سے اور کھینچ کھینچ کر قراءت کرتے ہیں، یہ بالا جماع جائز نہیں، کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے انکار پر قدرت و طاقت رکھتا ہو، پھر بھی خاموش رہے اور اس پر انکار نہ کرے، لوگوں پر خاموشی لازم ہے۔......اسی جنازہ کے ساتھ اذکارِ متعارفہ بدعت قبیحہ ہیں۔''

(حاشية الطّحطاوي : 332)

❁ علامہ ادریس بن بیکدن بن عبداللہ ترکمانی رحمہ اللہ (800ھ) لکھتے ہیں:

مِنَ الْبِدَعِ مَا يُفْعَلُ بَيْنَ يَدَيِ الْمَيِّتِ مِنْ قِرَاءَ ةٍ وَذِكْرٍ وَحَمْلِ خُبْزٍ وَخِرْفَانٍ، الْكُلَّ لَا يَرْضَى الْوَاحِدُ الدَّيَّانِ .

''میت کے آگے قراءت و ذکر کرنا، روٹیاں اور بکری کا بچہ اٹھانا بدعت ہے، ایک دین دار شخص ان ساری باتوں پر راضی نہیں ہوسکتا۔''

(كتاب اللّمع في الحوادث والبدع : 232)

❁ نیز لکھتے ہیں:

كَذٰلِكَ الذِّكْرُ جَهْرًا يُكْرَهُ فِعْلُهُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَلَيْسَ فِيْهِ أَجْرٌ لِلذَّاكِرِ وَلَا لِلْمَيِّتِ .

''جنازہ کے پیچھے اونچی آواز سے ذکر مکروہ ہے، اس میں ذاکر (ذکر کرنے والے) اور میت کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔''

(كتاب اللّمع في الحوادث والبِدَع : 216)

❁ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے:

''جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے، اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہیں، تو اپنے دل میں کریں۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/162 ،فتاویٰ قاضی خان:1/92 بحوالہ جاء الحق از نعیمی:1/408)

❁ ایک عالم لکھتے ہیں:

''جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر، قرأت قرآن، لوگوں کا یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا اور اس طرح کی دوسری باتیں بدعت ہیں۔''

(فتاویٰ سراجیہ:23)

سوال: غیر مسلم پڑوسی یا قریبی کے جنازہ کے ساتھ جانا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی قریبی غیر مسلم فوت ہو جائے، تو اس کے لواحقین سے اظہار تعزیت کی جا سکتی ہے، ضرورت ہو، تو اس کے جنازہ کے ساتھ قبرستان تک بھی جایا جا سکتا ہے، مگر غیر مسلموں کی مذہبی رسومات میں شریک نہیں ہو سکتے، نیز ان کے لیے دعائے مغفرت بھی

نہیں کی جاسکتی ہے۔

(سوال): اگر کوئی روزے کی شدت سے مر جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): روزہ دار اگر صبر کرے، روزہ نہ توڑے اور مر جائے، تو اسے اجر ملتا ہے، وہ گناہ گار نہ ہوگا۔

(سوال): کیا نجس آدمی میت کو کندھا دے سکتا ہے؟

(جواب): دے سکتا ہے۔

(سوال): جنازہ کا سرہانہ آگے رکھنا چاہیے یا پاؤں والی جانب؟

(جواب): سر والی جانب آگے رکھنی چاہیے۔

(سوال): کیا میت کی نعش کا بھاری ہونا یا ہلکا ہونا اعمال کی بنا پر ہے؟

(جواب): بعض کہتے ہیں کہ جس میت کی نعش ہلکی ہو، وہ نیک اعمال والا ہے، اس پر گناہوں کا بوجھ نہیں ہے اور جس کی نعش بھاری محسوس ہو، وہ برے اعمال والے ہے، اس پر گناہوں کا بوجھ ہے۔ یہ سب باتیں بے دلیل ہیں اور عوام الناس میں غلط مشہور ہو چکی ہیں۔

(سوال): بلاضرورت جنازہ گاڑی پر لے جانا کیسا ہے؟

(جواب): اسلامی طریقہ یہی ہے کہ کوئی مجبوری نہ ہو، تو جنازہ کاندھوں پر قبرستان لے جایا جائے۔

(سوال): کیا جنازہ کو چالیس قدم تک کندھا دینا مسنون ہے؟

(جواب): جنازہ کو کندھا دینا مسنون ہے، مگر چالیس قدم کے متعلق کوئی دلیل ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی روایت بے اصل ہے۔

(سوال): جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے؟

(جواب): پیچھے۔

(سوال): جنازہ لے جانے کے لیے دور کا راستہ اپنانا چاہیے یا نزدیک والا؟

(جواب): جو لوگوں کے لیے آسان ہو، اسی راستہ سے جنازہ لے جانا چاہیے۔

(سوال): جنازہ کے ساتھ قرآن کریم لے جانا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔ جب قبرستان میں قرآن پڑھنا ہی جائز نہیں، تو قرآن لے جانے کا کیا مقصد؟

(سوال): قبروں پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟

(جواب): اولیا اور صالحین کی قبروں پر پھول، چادریں چڑھانا عجمی تہذیب کا شاخسانہ اور قبیح بدعت ہے۔ یہ فعل رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور ائمہ سلف کی سراسر مخالفت ہے۔ اگر اس عمل میں دینی منفعت و مصلحت ہوتی، تو نبی اکرم ﷺ ضرور اس کی طرف رہنمائی فرماتے اور سلف صالحین ضرور اسے اپناتے۔ شیطان اسے سند جواز فراہم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ شہر خموشاں شرک و بدعت کی آماجگاہ بن جائیں۔ ان کی خاموشی کو راگ رنگ، شور و شر اور فسق و فجور میں بدل دیا جائے۔ لوگ قبروں کے نام کی نذر و نیاز دیں اور ان پر چڑھاوے چڑھائیں، عرس میلے لگائیں، مزامیر اور مشرکانہ اشعار سے محفل سماع سجائیں، تاکہ قبروں پر لوگوں کا آنا جانا لگا رہے۔

بدعت اللہ اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ سے پیش قدمی کا نام ہے۔ سلف اس سے متنفر تھے اور اس کی شدید مذمت کرتے تھے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''سلف صالحین اور ائمہ دین بدعت کا سختی سے ردّ کرتے رہے ہیں۔ انہوں

نے اہل بدعت کو زمین کے کونے کونے سے للکارا اور لوگوں کو ان کے فتنے سے بہت ڈرایا۔ انہوں نے اس کی اتنی مخالفت کی کہ اتنی مخالفت فحاشی اور ظلم وزیادتی جیسے گناہوں کی بھی نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدعت کی مضرت اور اس سے دین کو نقصان باقی گناہوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔''

(مَدارج السّالکین :372/1)

شیطان جب دیکھتا ہے کہ لوگوں کو بدعت سے بچنے کی تلقین کی جا رہی ہے، تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو لیتا ہے جنہیں بدعت سے منع کیا جا رہا ہے، بدعت کے لئے دلائل تراش کر ان کے منہ ڈالتا ہے اور وہ نادان اس بدعت کو دین کا حصہ سمجھ لیتے ہیں، اکثر وہ عمومی دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ اس سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے کہ ان دلائل سے اگر وہ بدعت ثابت ہو رہی ہوتی، تو نبی کریم ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اس کی وضاحت ضرور کرتے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) فرماتے ہیں:

''جنہوں نے یہ مفہوم سمجھے ہیں اور ان بدعتی مسالک کو اپنایا ہے، تو ہی صورتیں ہیں، یا تو اہل بدعت نے شریعت کا ایسا فہم حاصل کر لیا ہے جو سلف کو حاصل نہیں تھا، یا خود انہیں غلطی لگ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ دوسری بات ہی درست ہے، کیونکہ سلف صراطِ مستقیم پر تھے۔ جو دلائل اہل بدعت پیش کرتے ہیں، سلف نے ان دلائل سے جو سمجھا اس پر عمل پیرا رہے۔ یہ بدعات میں موجود نہ تھیں، نہ انہوں نے ان پر عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا ان نصوص کے یہ معنی (جو اہل بدعت نے کیے ہیں) کسی صورت درست نہیں ہو سکتے، بلکہ سلف کا ان کے خلاف عمل اجماعی دلیل ہے کہ اہل بدعت استدلال و عمل میں غلطی پر ہیں اور

سنت کی مخالفت کر رہے ہیں، نیز جو لوگ ایسے استدلال کرتے ہیں، ان سے پوچھا جائے کہ جس معنی کا تم نے استنباط کیا ہے، وہ سلف صالحین کے عمل میں ملتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ نہیں اور انہیں یہی کہنا پڑے گا، تو پھر ان سے پوچھا جائے کہ کیا سلف ان معانی سے غافل یا جاہل تھے جن کا آپ علم ہوا ہے؟ وہ کسی صورت بھی ہاں میں جواب نہیں دے سکتے کیونکہ ایسا کہنے سے وہ خود رسوا ہو جائیں گے اور اجماع کے مخالف قرار پائیں گے اور اگر وہ کہیں کہ سلف ان نصوص کے معانی بھی اسی طرح جانتے تھے جس طرح دوسری نصوص کے معانی سے واقف تھے، تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ پھر سلف صالحین کو ان معانی کے مطابق عمل کرنے میں کون سی چیز رکاوٹ تھی کہ انہوں نے یہ کام چھوڑ کر اس کے خلاف کیا؟ جھوٹو! ایک ہی بات ہو سکتی ہے کہ اسلاف غلطی پر جمع ہو گئے تھے، لیکن شرعی وفطری دلائل تمہارے اس گھٹیا خیال کی مخالفت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو کام بھی سلف صالحین کے طریقہ کار کے خلاف ہو، وہ یقینی طور پر گمراہی ہوتا ہے۔'' (المُوافقات: 73/3)

سوال: جنازہ پر شوخ رنگ کی چادر ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: کفن کے اوپر اگر کوئی چادر ڈالنے کی ضرورت ہو، تو بہتر ہے کہ سفید رنگ کی ہو، شوخ رنگ کی چادر بھی ڈالی جا سکتی ہے۔

سوال: جس پر میت کا جنازہ لے جانا ہے، وہ چارپائی یا پلنگ ہلکا ہونا چاہیے یا بھاری؟

جواب: وہ چارپائی یا پلنگ ہلکا ہونا چاہیے، تاکہ اسے اٹھانا آسان ہو۔

سوال: جنازہ کے ساتھ بآواز بلند نعت یا درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): میت کو بانس کی ارتھی پر لے جانا کیسا ہے؟

(جواب): یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے، لہٰذا جائز نہیں۔ مسلمانوں کو اسلامی طریقہ کے مطابق جنازہ چارپائی یا پلنگ پر رکھ کر کاندھوں پر اٹھا کر لے جانا چاہیے، اسی میں مسلمان میت کا اکرام واحترام ہے۔

(سوال): عورت کے کفن دفن کا خرچہ کس کے ذمہ ہے؟

(جواب): شوہر کے۔

(سوال): بعض لوگ نماز جنازہ کے بعد بیٹھ جاتے ہیں اور سورت فاتحہ اور درود پڑھ کر اس کا ثواب نبی کریم ﷺ اور اصحاب اربعہ کو بخش کر میت کی روح کو بخشتے ہیں، شرعی لحاظ سے اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ بدعت ہے۔ سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت سے میت بخشوانے کا یہ طریقہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی اور یہ اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوتا، تو وہ اس کا اہتمام کرتے۔

✿ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

أَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلٰى تَرْكِهٖ فَلَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلٰى عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِهٖ .

''جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، وہ کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے اسے چھوڑا ہی اس لئے تھا کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔''

(فضل علم السّلف علی علم الخلف، ص 31)

جس کام کے چھوڑنے پر سلف صالحین متفق ہوں، اسے کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا طاعون کی وجہ سے فوت ہو جانے والا شہید ہے؟

جواب: طاعون کا شکار ہونے والا شہید ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق اجر دیتا ہے، آپ شہادت کسے سمجھتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: میدان جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میدان قتال کے علاوہ بھی سات اسبابِ شہادت ہیں۔ ① مرض طاعون میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جانے والا ② ڈوب کر مرنے والا ③ نمونیا سے جاں بحق ہونے والا ④ پیٹ کی بیماری سے جان کی بازی ہار جانے والا ⑤ جل کر ہلاک ہونے والا ⑥ دب کر دم توڑ دینے والا ⑦ حمل سے فوت ہو جانے والی خاتون۔''

(موطّأ مالك :1/233، سنن أبي داوٗد :3111، سنن النسائي : 1846، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۸۹) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۰۳) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا طاعون میں فوت ہونے والے کا جنازہ ہوگا؟

جواب: طاعون میں فوت ہونے والے کو بھی غسل و کفن دیا جائے گا، جنازہ پڑھا جائے گا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، البتہ وباء سے بچنے کے لیے حفاظتی کٹس استعمال کرنا ضروری ہے۔

سوال: غفلت اور سستی کی وجہ سے نماز ترک کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے گا؟

(جواب): نماز میں غفلت اور سستی کرنے والا سخت گناہ گار ہے۔نماز ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اہل سنت کا مسلک ہے کہ کبیرہ کے مرتکب پر جنازہ پڑھا جائے گا۔

(سوال): بچہ زندہ پیدا ہوا، پھر مر گیا، کیا اس پر جنازہ پڑھا جائے گا؟

(جواب): اس پر جنازہ بھی پڑھا جائے گا اور اس کو غسل و کفن بھی دیا جائے گا۔

(سوال): کیا نماز جنازہ کی صفوں میں سجدہ کی جگہ چھوڑنا ضروری ہے؟

(جواب): جب نماز جنازہ میں سجدہ ہی نہیں،تو جگہ چھوڑنے کا کیا فائدہ؟ بعض لوگ جگہ چھوڑنے کا کہتے ہیں،مگر یہ بات بے دلیل ہے۔

(سوال): کیا عورت نماز جنازہ کی امامت کرا سکتی ہے؟

(جواب): عورت نماز جنازہ کی امام نہیں بن سکتی۔

(سوال): حرام کار کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حرام کار یعنی زانی کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، کیونکہ اہل سنت کا مسلک ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کا جنازہ پڑھا جائے گا۔

(سوال): کیا جنازہ کی وصیت کرنا جائز ہے؟

(جواب): مرنے سے پہلے یہ وصیت کرنا کہ میرا جنازہ فلاں عالم پڑھائے، جائز اور صحیح ہے۔ بلا عذر اس وصیت کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

(سوال): کسی کو جنازہ پڑھانے کی وصیت کی،مگر نماز جنازہ کسی اور نے پڑھا دیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جنازہ کا فرض ادا ہو گیا،مگر بلا وجہ وصیت ترک کرنا مناسب نہ تھا۔

(سوال): قادیانی کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قادیانی مرتد کافر ہے، اس کی نماز جنازہ نہیں، نہ اسے غسل دیا جائے گا، نہ مسلمانوں کی طرح کفن دیا جائے گا اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

(سوال): نماز جنازہ کے بعد دوبارہ میت کو گھر لانا اور دعا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جوتا پاک ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): ولدالزنا کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ولدالزنا پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(سوال): کیا مسلمانوں کو کسی فاسدالعقیدہ اور مشرک کی نماز جنازہ سے روکنا چاہیے؟

(جواب): روکنا چاہیے۔

(سوال): کیا رنڈیوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(جواب): ہر مرتکب کبیرہ مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(سوال): جس مسلمان کو بغیر نماز جنازہ دفن کر دیا گیا ہو، کیا اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

(جواب): قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ (بخاری: ۴۶۰)

(سوال): اگر نماز جنازہ مغرب کے بعد ہو، تو کیا مغرب کے فرائض کے بعد اور سنتوں سے پہلے پڑھا جائے گا یا سنتوں کے بعد؟

(جواب): نماز جنازہ کسی بھی وقت پڑھا جا سکتا ہے، اس بارے میں کوئی خاص دلیل مروی نہیں۔ خواہ پہلے مغرب کی سنتوں پڑھ لیں، خواہ پہلے جنازہ پڑھ لیں اور بعد میں سنتیں،

بہتر ہے کہ پہلے سنتیں پڑھ لیں، کیونکہ نماز کی صحیح ترتیب یہی ہے۔نماز ظہر اور عشاء کے بعد والی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔

(سوال): جو شخص نماز، روزہ سے روکے اور حج وتلاوت سے منع کرے، کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

(جواب): نماز، روزے اور حج وتلاوت سے منع کرنے والا شخص اسلام کا دشمن ہے اور یہ کفریہ حرکت ہے، ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے، تو مرتد ہے، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دیا جائے گا۔

(سوال): جو شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کرلے، اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): معلوم ہونے کے باوجود جو رضاعی بہن سے نکاح کرے، وہ حرام کار، زانی اور کبیرہ کا مرتکب ہے، مگر کافر ومرتد نہیں۔اس لیے اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔

(سوال): ایک جگہ مسلمان اور ہندو آگ میں جل کر مر گئے، کسی کی شناخت نہ ہوسکی، تو نماز جنازہ کیسے پڑھا جائے گا؟

(جواب): مسلمان کی نیت کرلی جائے اور جنازہ پڑھ دیا جائے۔

(سوال): بان کی چارپائی پر جنازہ لے جانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا نماز جنازہ میں بھی صف بندی ضروری ہے؟

(جواب): صف بندی کے لحاظ سے نماز جنازہ اور دوسری نمازوں کا حکم اور طریقہ ایک جیسا ہے، البتہ ایک فرق حدیث میں وارد ہوا ہے۔

❁ عبداللہ بن ابی طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمیر فوت ہوئے، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے گھر میں عمیر کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوئے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے اور اُم سلیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ وہاں ان کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :1/508، المستدرك للحاكم :1/365، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

صف بندی کا یہ طریقہ نماز جنازہ کے ساتھ خاص ہے کہ امام کے پیچھے مرد اکیلا کھڑا ہو سکتا ہے، جبکہ عام نمازوں میں صف کے پیچھے اکیلے مرد کی نماز نہیں ہوتی۔

سوال: کیا نماز جنازہ کی ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا جائے گا؟

جواب: نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا سنت ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ پڑھتے، تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے اور جب نماز ختم کرتے، تو سلام پھیرتے۔''

(العِلَل للدّارقُطني : ٢٢/٣، ح : ٢٩٠٨، وسندهٗ صحيحٌ)

② نافع رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلٰى جِنَازَةٍ.

''آپ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : ٢٩٥/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

③ خالد بن ابی بکر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ سَالِمًا كَبَّرَ عَلٰى جِنَازَةٍ أَرْبَعًا، يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ .

''میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے جنازے پر چار تکبیریں کہیں، ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : ٢٩٥/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

④ عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ نماز (کے شروع) میں اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے، نیز نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ اس طرح (رفع الیدین) کرتے تھے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : ٢٩٥/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ عمر بن ابی زائدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے قیس بن ابی حازم تابعی رحمہ اللہ کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی، انہوں نے چار تکبیریں کہیں اور ہر تکبیر میں رفع الیدین کیا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : ٢٩٥/٣، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ ابن جریج رحمہ اللہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ، وَمَنْ خَلْفَهٗ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ .

''آپ ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے اور مقتدی بھی رفع الیدین کرتے تھے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : ٢٩٥/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ معمر بن راشد رحمہ اللہ امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجِنَازَةِ .

''آپ جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔''

(جُزء رفع اليدين للبخاري : ١١٨، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِهٖ نَأْخُذُ . ''ہم (محدثین) اسی پر عمل کرتے ہیں۔''

(مصنّف عبدالرّزّاق : ٤٦٩/٣)

⑧ عبداللہ بن علاء رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے امام مکحول تابعی رحمہ اللہ کو ایک جنازے پر چار تکبیریں کہتے اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے دیکھا۔''

(جُزء رفع اليدين للبخاري : ١١٦، وسندهٗ حسنٌ)

⑨ اشعث بن عبدالملک حمرانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ الْحَسَنُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجِنَازَةِ .

''امام حسن بصری رحمہ اللہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین فرماتے تھے۔''

(جُزء رفع اليدين للبخاري : ١٢٢، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ ابوالغصن رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجِنَازَةِ .

''میں نے نافع بن جبیر رحمہ اللہ کو جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے دیکھا۔''(جُزء رفع اليدين للبخاري : ١١٤، سندهٗ حسنٌ)

امام عبداللہ بن مبارک (جامع ترمذی، تحت حدیث : ١٠٧٧)، امام شافعی (الام :

۱/۱۷۲)،امام احمد بن حنبل (سیرۃ الامام احمد بن حنبل لابی الفضل صالح بن احمد،ص۴۰) اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (سنن ترمذی،تحت حدیث:۱۰۷۷) بھی نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنے کے قائل ہیں۔

❀ امام،ابوبکر ابن منذر،نیشاپوری رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺ نے قیام میں ہر تکبیر پر رفع الیدین بیان فرمایا ہے اور عیدین و جنازہ کی تکبیرات بھی قیام ہی میں ہیں،لہٰذا ان تکبیرات میں رفع الیدین ثابت ہو گیا۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والاختلاف : ٤٢٦/٥)

سوال: نماز عید کے وقت جنازہ آ جائے،تو پہلے کونسی نماز پڑھی جائے؟

جواب: کوئی نماز بھی پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھی جائے گی؟

جواب: منفرد،امام اور مقتدی کو ہر نماز میں سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے،اس کے بغیر کوئی نماز نہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھنا،تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گا؟

جواب: جنازہ نہ پڑھنے کی وصیت کرنا گناہ ہے۔اس وصیت کو بدلنا ضروری ہے، اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی،اس کا وبال ورثا پر نہیں۔

سوال: عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

(سوال): اگر میت پر جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ ہو، تو کیا اکیلا شخص نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): کوئی دوسرا شخص نہ ہو، تو اکیلا شخص جنازہ پڑھ سکتا ہے، فرض ادا ہو جائے گا۔

(سوال): عورت کی نماز جنازہ کس کی اجازت سے پڑھائی جائے گی، شوہر یا باپ؟

(جواب): شوہر۔

(سوال): اگر مرگ پر اہل خانہ منکرات کر رہے ہوں، تو کیا اس میت کا نماز جنازہ ترک کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر میت صحیح العقیدہ ہے، تو اہل خانہ کے غیر شرعی اُمور کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ ترک نہیں کرنی چاہیے، یہ میت کا حق ہے، نہ کہ میت کے گھر والوں کا۔

(سوال): رات کو نماز جنازہ پڑھانا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): اگر کسی شخص کو درندے کھا جائیں، اس کی کچھ ہڈیاں ملیں، تو اس کی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں، کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، اس پر نماز جنازہ پڑھا جائے اور قبر کھود کر دفن کر دیا جائے۔

(سوال): میت کو چارپائی پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے یا زمین پر رکھ کر؟

(جواب): چارپائی پر رکھ کر نماز جنازہ بھی درست ہے۔

(سوال): کیا جنازہ کے بعد میت کا چہرہ دیکھنا مسنون ہے؟

(جواب): جائز ہے، مسنون نہیں۔

(سوال): مخنث کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مسلمان مخنث کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اسے غسل وکفن دیا جائے گا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

(سوال): اگر کسی مسلمان کا جنازہ چند رافضی پڑھ دیں، تو کیا فرض ادا ہو جائے گا؟

(جواب): روافض کا کوئی عمل شرعاً معتبر نہیں۔ان کے جنازہ پڑھنے سے فرض ادا نہ ہوگا۔

(سوال): کیا غیر عالم نماز جنازہ کا امام بن سکتا ہے؟

(جواب): صحیح العقیدہ غیر عالم بھی نماز جنازہ کی امامت کرا سکتا ہے۔

(سوال): جس مسلمان کو بغیر نماز جنازہ دفن کر دیا گیا ہو، تو کتنے دن بعد تک اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھا جا سکتا ہے؟

(جواب): جب بھی معلوم ہو، اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اس میں دنوں یا مہینوں یا برسوں کی قید نہیں، خواہ میت کا جسم مٹی میں مل چکا ہو۔

(سوال): نماز جنازہ فرض کفایہ ہے یا فرض عین؟

(جواب): نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، چند مسلمان ادا کر دیں، تو فرض ادا ہو جائے گا، اگر کوئی بھی ادا نہ کرے، تو علاقے کے تمام مسلمان گناہ گار ہوں گے۔

(سوال): اگر جسم کا کوئی عضو زندگی میں جسم سے الگ ہو جائے، تو کیا مرنے کے بعد اس پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

(جواب): اگر موت کی وجہ اعضا کا کٹ جانا بنی ہو، تو ان اعضا کو میت کے ساتھ رکھا جائے گا اور ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔اگر زندگی میں کوئی عضو کٹ جائے اور اس کے بعد کسی اور وجہ سے موت ہو جائے، تو بھی اس عضو کو میت کے ساتھ رکھا جائے گا۔

(سوال): کیا خاوند اپنی بیوی کا نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

(جواب): اگر شوہر نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے، تو بہتر یہی ہے کہ وہ خود اپنی بیوی کی نماز جنازہ پڑھائے۔

(سوال): اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو، تو کیا اسے غسل وکفن دیا جائے گا؟

(جواب): اسے بھی غسل وکفن دیا جائے، اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

(سوال): کیا مرد اور عورت کی نماز جنازہ کی دعا میں فرق ہے؟

(جواب): فرق نہیں۔ضمیریں ''میت'' کے لفظ کی طرف لوٹتی ہیں۔لفظ میت مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے۔اگر ضمائر بدل دی جائیں، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): کیا نماز جنازہ تمام حاضرین علاقہ پر فرض ہے؟

(جواب): نماز فرض کفایہ ہے، چند مسلمانوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔

(سوال): اگر بھول کر بے وضو نماز جنازہ پڑھا دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز جنازہ ادا ہو جائے گی، اعادہ نہیں۔

(سوال): نماز جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد سورت فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): سورت فاتحہ پہلی تکبیر کے بعد ہے۔تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائیں کی جائیں گی۔

(سوال): جو امام ثناء اور سورت فاتحہ کے بجائے سورت اخلاص یا کوئی دوسری سورت پڑھ دے، تو نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز جنازہ میں سورت فاتحہ ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں۔اگر امام نے سورت فاتحہ کے بغیر نماز جنازہ پڑھا دی، تو اعادہ ضروری ہے۔

(سوال): جو شخص نماز جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد ملا، وہ کیا کرے؟

(جواب): وہ امام کی اقتدا میں تکبیرات ادا کرے، جب امام سلام پھیر دے، تو بقیہ تکبیرات پوری کر لے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا .

''جماعت کا جتنا حصہ پالیں، وہ ادا کرلیں اور جو رہ جائے، اسے مکمل کرلیں۔''

(صحيح البخاري : 636، صحيح مسلم : 602)

(سوال): نماز جنازہ کی اجرت لینا کیسا ہے؟

(جواب): اگر کوئی دے دے، تو لینے میں حرج نہیں، مانگنا یا طے کرنا مناسب نہیں۔

(سوال): نجس زمین پر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): ہر نماز کے لیے زمین کا پاک ہونا شرط ہے۔

(سوال): ممنوعہ اوقات میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اوقات ممنوعہ میں بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

(سوال): اگر کوئی وصیت کرے کہ میرے جنازہ میں فلاں شخص کو شریک نہ کیا جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسی وصیت کرنا جائز نہیں اور ایسی وصیت نافذ العمل نہیں۔

(سوال): میت مرد اور عورت کی ہو، تو ان پر اکٹھے نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، کئی میتوں پر ایک ساتھ نماز جنازہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، اس بارے میں مرد و عورت کا فرق نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: غسل جمعہ کی وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا، کیا گناہ گار ہو گا؟

جواب: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، چند افراد نماز جنازہ پڑھ لیں، تو سب کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی۔

سوال: جو لوگ معاشرے میں پیشے یا کسی نیچ کام کی وجہ سے رزیل سمجھے جاتے ہیں، کیا ان کا نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: اسلام میں فضیلت کا معیار ایمان وتقویٰ ہے، پیشے یا کام سے کوئی شخص افضل یا رذیل نہیں بنتا۔ ہر قوم اور ہر پیشہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

سوال: کیا نماز جنازہ میں مقتدی سورت فاتحہ پڑھے گا؟

جواب: نماز جنازہ میں امام اور مقتدی دونوں کے لیے سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز جنازہ نہیں۔

سوال: مسلمان زانیہ عورت کا جو بچہ ہندو سے ہو، اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس بچے کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

سوال: عبرت کی غرض سے بے نمازی کا نماز جنازہ نہ پڑھنا اور اسے بغیر نماز کے دفن کر دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے تمام اہل علاقہ گناہ گار ہوں گے۔ اگر چہ

نیت اچھی ہے، مگر جنازہ ہر مسلمان کا حق ہے، جو اسے ملنا چاہیے۔ البتہ جو سالہا سال نماز نہیں پڑھتا یا نماز کا استخفاف واستہزا کرتا ہے، اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

سوال: نشئی کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نشہ کرنا کبیرہ گناہ ہے اور کبائر کے مرتکب کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

سوال: غیر مسلموں کے نابالغ بچے پر نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلموں کے بچوں سے دنیاوی اعتبار سے غیر مسلموں والا سلوک کیا جائے گا اور راجح قول کے مطابق آخرت میں وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

سوال: ایک میت دو تین دن لاوارث پڑی رہی، اس سے بد بو آنے لگی، کیا اسے غسل وکفن دیا جائے گا؟ کیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: ممکن ہو تو ایسی میت کو غسل وکفن دیا جائے گا، خوشبو لگائی جائے گی اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

سوال: عصر اور مغرب کے درمیان نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: بے نمازی کی لاش کو گھسیٹ کر قبرستان لے جانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ انسان کی میت کا احترام واجب ہے۔

سوال: جو شخص روزہ کی مشقت کی وجہ سے مر جائے، کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: ضرور پڑھی جائے گی۔

سوال: کیا بلا وضو نماز جنازہ جائز ہے؟

(جواب): وضو کے بغیر کوئی نماز نہیں۔ جنازہ بھی نماز ہے۔ اس لیے نماز جنازہ کے لیے وضو شرط ہے، پانی نہ ہو، تو پاک مٹی سے تیمّم کیا جائے گا۔

(سوال): مشرک کے نابالغ بچے کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بچہ اپنے والدین کے تابع متصور ہوگا۔ جو بچہ بلوغت سے قبل فوت ہو جائے اور اس کے والدین مشرک ہوں، تو اس سے مشرکوں والا معاملہ کیا جائے گا، یعنی مسلمانوں کی طرح اسے نہ غسل و کفن دیا جائے گا، نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

(سوال): کیا مقتدی امام کے ساتھ نماز جنازہ میں دعا پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): اگر امام جہری جنازہ پڑھا رہا ہے، تو مقتدی خود بھی دعا پڑھ سکتے ہیں اور امام کی دعا پر آمین بھی کہہ سکتا ہے اور اگر امام سری نماز جنازہ پڑھا رہا ہے، تو مقتدی اپنی دعا پڑھیں گے۔

(سوال): نماز جنازہ کی امامت کا حق کسے حاصل ہے؟

(جواب): نماز جنازہ کی امامت کا حق مسجد کے امام کو حاصل ہے، اگر وہ اجازت دے، تو کوئی اور بھی پڑھا سکتا ہے۔

(سوال): جس علاقہ میں طاعون کی وبا پھیلی ہو، اس علاقہ میں نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے لیے جانا کیسا ہے؟

(جواب): جس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہو، دوسرے علاقہ والوں کو وہاں جانا اور طاعون والے علاقہ کے افراد کا دوسرے علاقہ میں جانا جائز نہیں۔ اس سے وباء پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

❁ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَّأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِّنْهُ .

''اگر تمہیں کسی جگہ کوڑھ کے مرض کا علم ہو، تو وہاں مت جاؤ اور اگر تمہارے علاقے میں کوڑھ کا مرض نازل ہو، تو وہاں سے بھاگ کر مت جاؤ۔''

(صحيح البخاري : 5729، صحيح مسلم : 2219)

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، چند اہل علاقہ کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا، بیرون علاقہ کے افراد شامل نہ ہوں۔

(سوال): نماز جنازہ اونچی آواز سے پڑھانا چاہیے یا آہستہ آواز سے؟

(جواب): نماز جنازہ سری اور جہری دونوں طرح جائز اور ثابت ہے۔ البتہ اگر مقتدیوں کو نماز جنازہ کی دعائیں یاد نہ ہوں، تو وہاں اونچی آواز سے پڑھانا بہتر ہے، تاکہ وہ آمین کہہ کر جنازہ کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ نیز بعض لوگ جہری نماز جنازہ کے جواز کے قائل نہیں، تو جہری پڑھانے سے عملی طور پر ان پر رد ہو جائے گا۔

(سوال): اگر جسم کا تمام حصہ آگ میں جل جائے، تو کیا اسے غسل دیا جائے گا؟

(جواب): اسے غسل دینا ممکن نہیں، تو بغیر غسل کے دفنا دیا جائے۔

(سوال): چوہڑوں کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر مسلم کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

(سوال): غائبانہ نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔

سوال: کیا نماز جنازہ کی دعا میں ''یارب، یارب'' کہنا کافی ہے؟

جواب: کافی نہیں ہے۔

سوال: نماز جنازہ کا تکرار کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایک میت پر ایک سے زائد مرتبہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ ایک شخص دو بار ایک مرتبہ پر جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک قبر پر نمازِ جنازہ ادا کی۔''

(صحيح مسلم: ٩٥٥)

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک عورت کی قبر پر دفن کے بعد نماز جنازہ ادا کی۔''

(سنن النّسائي: ٢٠٢٧، وسندهٗ حسنٌ)

③ امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اس شخص نے خبر دی جن کا گزر نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر کے پاس سے ہوا (سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مراد ہیں) کہ آپ ﷺ نے صحابہ کی امامت کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی۔''

(صحيح البخاري: ١٣٣٦، صحيح مسلم: ٩٥٤)

بعض کا کہنا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا نبیٔ اکرم ﷺ کا خاصہ ہے۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (٤٥٦ھ) لکھتے ہیں:

''خصوصیت کا دعویٰ بہت باطل ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کے ساتھ قبر پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ یوں خصوصیت کا دعویٰ باطل

ہوگیا ہے۔"

(المحلى بالآثار : ۱۴۱/۵، مسئله : ۵۸۱)

(سوال): میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نعت پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): اگر مسلمان میت کو کفن ہندو دے دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کچھ حرج نہیں۔

(سوال): نماز جنازہ کے لیے قبرستان میں چار دیواری کرنا اور چھت ڈالنا کیسا ہے؟

(جواب): درست اور بہتر ہے کہ اس سے بارش اور دھوپ کی شدت سے بچا جا سکتا ہے۔

(سوال): جنازہ کے پیچھے بآواز بلند لا الہ الا اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): کیا نماز جنازہ کی امامت نابالغ کرا سکتا ہے؟

(جواب): ہر فرض و نفل کی امامت نابالغ بچہ کرا سکتا ہے، لہٰذا نماز جنازہ کی امامت بھی کرا سکتا ہے۔

(سوال): حاضرین میں سے کسی کو نماز جنازہ کی دعا زبانی یاد نہیں، کیا کوئی شخص نماز جنازہ کی امامت کراتے ہوئے کتاب سے دیکھ کر دعائیں پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): مذکورہ صورت میں کتاب سے دیکھ کر نماز جنازہ کی امامت درست اور صحیح ہے۔ جب مجبوری کی صورت میں مصحف سے دیکھ کر قرأت کرنا جائز ہے، تو دیکھ کر دعائیں پڑھنا بالاولیٰ جائز ہے۔

(سوال): کیا اہل بدعت کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے؟

(جواب): اہل بدعت کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرنی چاہیے کہ اس سے عام مسلمان مداہنت کا شکار ہو جائیں گے۔ اسلاف کا یہی طریقہ ہے۔

(سوال): کیا زانی اور شرابی کو نماز جنازہ میں شرکت سے روکا جا سکتا ہے؟

(جواب): نہیں روکنا چاہیے، البتہ نشے کی حالت میں ہو، تو روکا جا سکتا ہے۔

(سوال): مسجد کے چبوترہ پر نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): فرض نماز کے وقت جنازہ آ جائے، تو کیا کریں؟

(جواب): بہتر ہے کہ پہلے فرض نماز ادا کی جائے، بعد میں نماز جنازہ، تا کہ نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ افراد شریک ہو جائیں۔

(سوال): جس بچے کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ مردہ پیدا ہوا ہے یا زندہ پیدا ہو کر مرا ہے، اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دونوں صورت میں نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(سوال): ایک ہندو نے اسلام قبول کر لیا، شرع کا پابند ہے، لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا ہوا تھا، ظاہر نہیں کیا، تو اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جس نے دل سے اسلام کا اقرار کر لیا، کلمہ توحید کو زبان سے ادا کر لیا، وہ مسلمان ہو چکا ہے، اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(سوال): کیا تین دن کے بعد قبر پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی؟

(جواب): پڑھی جا سکتی ہے، کراہت یا حرمت پر کوئی دلیل معلوم نہیں۔

(سوال): دھوپ کی شدت کی وجہ سے مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں جنازہ پڑھایا۔

(صحیح مسلم: 973)

(سوال): جہاں پر چہار طرف قبریں ہوں، وہاں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جس میت کا مرد یا عورت ہونا معلوم نہ ہو، اس پر کیسے دعا پڑھی جائے؟

(جواب): لفظ میت کے لحاظ سے اس پر مذکر کی ضمائر پڑھی جائیں، کیونکہ میت کا لفظ دونوں کو شامل ہے۔

(سوال): نماز جنازہ ہو جانے کے بعد اگر کچھ لوگ آ جائیں، تو کیا کیا جائے؟

(جواب): دوبارہ جنازہ پڑھ لیا جائے۔

(سوال): جنازہ میں بلا وجہ تاخیر کرنا کیسا ہے؟

(جواب): نماز جنازہ اور تدفین میں جلدی کرنا مستحب ہے، بلا وجہ تاخیر درست نہیں۔

(سوال): نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرا جائے گا یا دو طرف؟

(جواب): نبیٔ اکرم ﷺ سے نمازِ جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنا ثابت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک میت پر نمازِ جنازہ پڑھائی، اس پر چار تکبیریں کہیں اور پھر ایک ہی سلام پھیرا۔''

(سنن الدارقطني: ١٧١/٢، ح: ١٧٩٩، المستدرك للحاكم: ٣٦٠/١، السنن الكبرى للبيقى: ٤٣/٤، وسندهٔ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ پڑھتے تو رفع الیدین کرتے ، پھر تکبیر کہتے ، پھر جب فارغ ہوتے تو اپنے دائیں جانب ایک سلام پھیرتے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : ٣/٣٠٧، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عمرو بن مہاجر دمشقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے ساتھ طاعون سے مرنے والے مردوں عورتوں کے ساٹھ جنازے پڑھے، آپ چار تکبیریں کہتے اور ایک سلام پھیرتے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : ٣/٢٠٧، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ ایک سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ٣/٣٠٧، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ٣/٣٠٧، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ ایک سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ٣/٣٠٧، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام مکحول تابعی رحمہ اللہ ایک سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ٣/٣٠٧، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ سَلَّمَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِتَسْلِيمَتَيْنِ ، فَهُوَ جَاهِلٌ ، جَاهِلٌ .

''جس نے نمازِ جنازہ پر دو سلام پھیرے، وہ جاہل ہے، جاہل ہے۔''

(مسائل أحمد لأبي داوٗد : ١٥٤، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ ابوالفضل صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ٢٦٥ھ) اپنے والد امام احمد بن

حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں بتاتے ہیں:

''آپ رحمہ اللہ جنازے پر چار تکبیریں کہتے، ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے، پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھتے، پھر ایک ہی سلام پھیر دیتے۔''

(سيرة الإمام أحمد لأبي الفضل صالح بن أحمد، ص ٤٠)

دونوں طرف سلام پھیرنے کے دلائل اور ان کا جائزہ

نمازِ جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنے کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ایک جنازہ پر دائیں بائیں سلام پھیرا اور فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : ٤٣/٤)

سند ''ضعیف'' ہے، ابراہیم بن مسلم ہجری جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

''تین کام ایسے ہیں، جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، لیکن لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے، ان میں سے ایک جنازے میں عام نماز کی طرح سلام پھیرنا ہے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقى : ٤٣/٤)

روایت ''ضعیف'' ہے، ابراہیم نخعی ''مدلس'' ہیں، جو کہ ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں، سماع کی صراحت نہیں کی۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک میت پر نماز پڑھی، آپ ﷺ نے اپنی دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : ٤٣٣٤)

سند ''ضعیف'' ہے، خالد بن نافع الاشعری ''ضعیف'' ہے۔

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ میں دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ۳۰۷/۳، وسندهٗ حسنٌ)

① ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا یہ فعل نبی اکرم ﷺ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ اور جمہور ائمہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں۔

② ابراہیم نخعی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

''سہو اور جنازہ کا سلام ایک ہی ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : ۳۰٦/۳، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

فرض نماز میں ایک سلام کے متعلق تمام مرفوع روایات ''ضعیف'' ہیں، البتہ بعض آثارِ صحابہ میں ایک سلام کا ذکر ہے۔ اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ فعل نبوی کے مطابق فرض نماز میں سلام دونوں طرف پھیرا جائے۔

صحابہ کرام و تابعین عظام کے آثار سے فرض نماز میں بھی ایک طرف سلام پر اکتفا کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ محدثین کرام سے اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے، لہٰذا جب فرض نماز میں ایک طرف سلام پھیرنے پر اکتفا کیا جا سکتا ہے، تو نمازِ جنازہ میں تو بالاولیٰ جائز ہے، اس پر سہاگہ یہ کہ اس میں نص بھی ثابت ہے۔

حاصل کلام یہ کہ نمازِ جنازہ میں صرف ایک سلام ہے، دونوں طرف سلام پھیرنا نبیِ اکرم ﷺ یا کسی صحابی سے باسندِ صحیح ثابت نہیں ہے۔

سوال: کیا چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کوئی دعا ہے؟

جواب: جنازہ کی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کوئی دعا نہیں، البتہ اگر جنازہ پر پانچ تکبیرات کہی جائیں، تو چوتھی کے بعد بھی میت کے لیے جنازہ کی دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں اور پانچویں کے بعد سلام پھیر دیا جائے۔

سوال: کیا خواتین نماز جنازہ میں شریک ہو سکتی ہیں؟

جواب: باپردہ انتظام ہو، تو خواتین بھی نماز جنازہ میں شرکت کر سکتی ہیں، بشرطیکہ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے واویلا اور جزع وفزع نہ کریں۔

سوال: ریتلی زمین میں قبر تیار کی جائے، تو بہت جلد گر جاتی ہے، کیا کیا جائے؟

جواب: ایسے قبرستان، جن کی زمین ریتلی ہے اور قبر زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی، وہاں اینٹوں سے لحد تیار کی جا سکتی ہے۔

سوال: دفن کرنے سے پہلے قبرستان کی انتظامیہ سے اسٹامپ لکھوانا کیسا ہے؟

جواب: بعض جگہ قبرستان کی انتظامیہ سے اسٹامپ لکھوایا جاتا ہے کہ وہ قبر کو مسمار نہ کریں گے، بدلے میں اہل میت انہیں قبر کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز اور درست ہے۔

سوال: غیر کی زمین میں بلا اجازت دفنانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: جو قبر بیٹھ جائے، اس کو درست کرنا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): اگر حاملہ فوت ہوجائے اور پیٹ میں بچہ ہو، تو کیا اسے نکالا جائے گا؟

(جواب): جب حاملہ فوت ہو جاتی ہے اور اس کے شکم میں بچہ بھی فوت ہو جائے، تو اسے نکالا جائے گا، کیونکہ وہ اس کے وجود کا حصہ اور جزو بن چکا ہے۔ اس کے جسم کے کسی بھی حصے اور جزو کو جدا کرنا درست نہیں۔

البتہ اگر حاملہ فوت ہو اور آپریشن کے ذریعہ بچہ زندہ نکالنا ممکن ہو، تو ایسا کرنا ضروری ہے، اس صورت میں میت کا پیٹ چاک کرنا اس کے احترام واکرام کے منافی نہیں۔

(سوال): قبر کی گہرائی اور چوڑائی کیا ہونی چاہیے؟

(جواب): قبر کی گہرائی اور چوڑائی میت کے جسامت کے اعتبار سے ہونی چاہیے کہ اس کا جسد بآسانی دفن ہو سکے، قبر بنانے والے یہ بات بخوبی جانتے ہیں۔

(سوال): قبر میں تختوں کی جگہ پتھروں کا استعمال کیسا ہے؟

(جواب): حسب ضرورت جائز ہے۔

(سوال): قبر کھودتے ہوئے ہڈی نکل آئے، تو کیا وہاں قبر کھودنا جائز ہے؟

(جواب): وہاں قبر کھود لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہڈی کو ساتھ دفن کر دینا چاہیے۔

(سوال): کیا قبر میں میت کا چہرہ قبلہ کی جانب مائل کرنا چاہیے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): دفن کے بعد ستر قدم ہٹ کر دعا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔ دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا مسنون ہے۔

(سوال): کفن پر کلمہ لکھنا کیسا ہے؟

(جواب): مردے کے کفن پر یا پیشانی پر انگلی، مٹی یا کسی اور چیز سے عہد نامہ اور کلمہ لکھنا ناجائز بلکہ بدعت ہے، قرآن وحدیث میں اس پر دلیل نہیں، سلف میں کوئی اس کا قائل و فاعل نہیں، اہل سنت ان بدعات سے بیزار ہیں، کیونکہ یہ دین الٰہی میں بگاڑ کا باعث ہیں۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

''ہر شخص جو کسی غیر ثابت قول کی تقلید کرتا ہے، یا بلا دلیل اسے راجح قرار دیتا ہے، اس نے اسلام کی رسی اُتار رکھی ہے اور غیر شریعت پر اعتماد کرنے لگا ہے، اللہ ہم پہ فضل کرے اور ایسے کاموں سے بچائے، فتویٰ میں یہ اسلوب اپنانا بدعت ہے جسے اسلام کے نام پر گھڑ لیا گیا ہے، جیسا کہ عقل کو دین پر حاکمیت دینا مطلق بدعت ہے۔''

(الاعتصام: 179/2)

نیز لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کے لیے تبرک مقرر نہیں کیا، آپ کے بعد اُمت میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، آپ کے بعد خلیفہ بھی تھے، ان کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا گیا، نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اُمت میں سب سے افضل تھے، اس طرح سیدنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ تھے، یہ ثابت نہیں کہ کسی نے ان کے بارے میں تبرک والا سلسلہ جاری کیا ہو، بلکہ ان صحابہ کے بارے میں دیگر صحابہ وتابعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر مبنی اقوال وافعال اور طریقہ کار پر اکتفا کیا ہے، لہٰذا ان کی طرف سے ترک تبرکات پر اجماع ہے۔''

(الاعتصام: 2/8-9)

سوال: بول و براز والی جگہ پر مٹی ڈالنا اور بعد میں وہاں قبریں بنانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ مٹی میں گندگی کی تحلیل ہو جاتی ہے۔

سوال: قبر مکمل ہونے کے بعد اگر کوئی آئے، تو کیا تین لپیں مٹی ڈال سکتا ہے؟

جواب: ڈال سکتا ہے۔ قبر پر تین لبیں مٹی ڈالنا مستحب ہے۔

① سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تُوُفِّيَ رَجُلٌ فَلَمْ تَصُبْ لَهٗ حَسَنَةٌ إِلَّا ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ حَثَاهَا فِي قَبْرٍ فَغُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوبُهٗ .

''ایک شخص فوت ہوا، اس کے نامہ اعمال میں صرف یہی پر خلوص نیکی تھی کہ اس نے ایک قبر پر تین لبیں مٹی ڈالی تھی، تو اسے معاف کر دیا گیا۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي :6731، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَوْقُوفٌ حَسَنٌ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس مسئلہ میں یہ موقوف روایت حسن ہے۔''

② میمون بن مہران رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

أَنَّهٗ أَمَرَ أَنْ يُحْثٰى عَلَيْهِ التُّرَابُ حَثْيًا .

''آپ رحمہ اللہ نے اپنی قبر پر مٹی کی لپیں ڈالنے کا کہا تھا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 11720، وسندهٗ صحيحٌ)

③ عاصم بن بہدلہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَهِدْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ حِينَ دُفِنَ يُسَنُّ عَلَيْهِ التُّرَابُ سَنًّا .

''میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تدفین کے وقت موجود تھا، آپ کی قبر پر مٹی کی لپیں ڈالی گئیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة :11721، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پڑھا، پھر قبر پر تشریف لائے اور سر کی جانب تین لبیں مٹی ڈالی۔''

(سنن ابن ماجه : ١٥٦٥)

سند ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② سلمہ بن کلثوم راوی صدوق حسن الحدیث ہے، اس کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَهِمُ كَثِيرًا .

''بہت زیادہ وہم کا شکار رہتا ہے۔''

(العِلَل : 24/8)

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس روایت کو باطل کہا ہے۔

(العِلَل لابن أبي حاتم : 483)

لہٰذا متاخرین اہل علم کا اس روایت کی تصحیح کرنا درست نہیں۔

② سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی، تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ پڑھایا اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر تین لپیں مٹی ڈالی۔''

(سنن الدارقطني : 1836)

سند ضعیف ہے۔ عاصم بن عبیداللہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (٤٥٨) نے اس حدیث کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

اس باب میں دیگر مرفوع روایات بھی ضعیف ہیں۔

(سوال): اگر غیر دانستہ طور پر قبر نکالتے ہوئے پرانی قبر کے آثار ملیں، مثلاً مردے کا ڈھانچہ یا ہڈیاں وغیرہ، تو کیا اسی قبر میں نیا مردہ دفن کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): بہتر ہے کہ پرانی قبر کو بحفاظت بند کر دیا جائے اور جدید میت کے لیے الگ قبر کھودی جائے۔

(سوال): جو بچہ مردہ پیدا ہو، کیا اسے دفن کیا جائے گا؟

(جواب): اسے غسل و کفن بھی دیا جائے گا، اس پر نماز جنازہ پڑھنا مستحب ہے۔ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

(سوال): کیا بغلی قبر بنانا مستحب ہے؟

(جواب): بغلی قبر بنانا مستحب ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میرے لئے بغلی (لحد والی) قبر تیار کرنا، اس پر اینٹیں لگانا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بنائی گئی تھی۔''

(صحيح مسلم : 966)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ (کو قبر میں اتارنے کے لیے آپ) کی قبر مبارک میں سیدنا عباس، سیدنا علی اور سیدنا فضل رضی اللہ عنہم داخل ہوئے تھے، جو انصاری آدمی شہدا کی بغلی (لحد والی) قبریں کھودا کرتا تھا، اسی نے آپ ﷺ کی بغلی (لحد والی) قبر کھودی تھی۔''

(المنتقي لابن الجارود : 547، شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 2843، مسند البزّار : 855، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٦٣٣) نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

سوال: اگر قبریں کھل جائیں، کیا انہیں بند کیا جا سکتا ہے؟

جواب: انہیں ضرور بند کرنا چاہیے۔

سوال: جس علاقہ میں بکثرت بارش ہوتی ہو، یا سیلاب کا خطرہ رہتا ہو، وہاں قبروں میں تختوں کے بجائے پتھر لگانا کیسا ہے؟

جواب: ضرورت کے تحت پتھر لگائے جا سکتے ہیں۔

سوال: جس پرانی قبر میں میت کے آثار نظر نہ آئیں، کیا اس میں دوسری میت دفن کرنا جائز ہے؟

جواب: دوسری میت دفن کی جا سکتی ہے۔

سوال: میت کو غسل کسی اور کے مکان میں دینا کیسا ہے؟

جواب: کچھ مضائقہ نہیں۔

سوال: حاملہ عورت فوت ہو جائے، تو کیا اسے بچہ سمیت دفن کیا جائے؟

جواب: حاملہ فوت ہو جائے اور اس کا بچہ بھی فوت ہو جائے، تو اسے بچہ سمیت دفن کر دیا جائے گا، کیونکہ بچہ اس کے بدن کا جز و اور حصہ بن چکا ہے۔

سوال: یہ وصیت کرنا کہ میری قبر فلاں قبرستان میں بنائی جائے، کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: بافضیلت شخص کی قبر کے قریب دفن ہونے کی خواہش کرنا کیسا ہے؟

جواب: مستحب ہے۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگی۔

(صحيح البخاري : 3700)

سوال: کیا مدینہ میں دفن ہونے کی دعا کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ میں شہادت کی موت کی دعا کیا کرتے تھے۔

(صحيح البخاري : 1890)

جب مدینہ میں فوت کی دعا کی جا سکتی ہے، تو دفن کی دعا بھی کی جا سکتی ہے۔

سوال: میت پر ہر شخص کتنی مٹی ڈالے؟

جواب: جتنی چاہے، ڈال سکتا ہے، البتہ کم از کم تین لپیں ڈالنا مستحب ہے۔

سوال: قبر کے سرہانے اور پاؤں کی جانب مخصوص آیات کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: بدعت ہے۔ قبرستان میں قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں۔ صحابہ، تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ دین سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

سوال: دفن کے بعد دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: مستحب ومسنون ہے۔

سوال: کیا ہیجڑے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر ہیجڑا مسلمان ہے، تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفن کیا جائے گا۔ ہیجڑوں کو مسلمان مردوں وخواتین سے الگ دفن کرنا درست اور مناسب نہیں۔

سوال: روافض کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: روافض جو کافر ہیں، انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: کیا منکر ونکیر فرشتے ہیں؟

جواب: منکر ونکیر دو فرشتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۰۷۱، وسندہ حسن)

سوال: قبر میں کیچڑ لیپ کر میت دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: محض تکلف ہے۔

سوال: کیا دفن کے بعد قبلہ رو ہو کر دعا کرنا مستحب ہے؟

جواب: قبلہ رو ہو کر دعا کرنا مستحب ہے، کیونکہ یہ دعا کے آداب میں شامل ہے۔

سوال: دفناتے وقت میت کے جسم پر مٹی ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا کرنا درست نہیں۔

سوال: عذر کی وجہ سے مردے کو تابوت سمیت دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟

(جواب): رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں فتنہ قبر کے متعلق انتہائی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ پہلے خود رسول اللہ ﷺ کو بھی عذاب قبر کا علم نہیں تھا، پھر آپ ﷺ پر وحی نازل کی گئی اور بتایا گیا کہ قبر میں عذاب ہوگا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں بھی عذاب قبر کے متعلق بیان فرمایا، اسی طرح عذاب قبر سے بچنے کی دعائیں کیں۔ قبر کے احوال ذکر کیے، کئی معذبین کے قصے بیان کیے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''عذاب قبر کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے منقول احادیث اتنی ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا، یہ متواتر مشہور اور صحیح آثار ہیں، اسی طرح صحابہ و تابعین سے بھی بکثرت روایات وارد ہوئی ہیں، جن کو دلیل بنانا واجب ہے۔''

(الأجوبة عن المسائل المستغربة من كتاب البخاري، ص 190)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ان کے پاس ایک یہودی خاتون آئیں، جس نے عذاب قبر کا ذکر کیا، اس نے سیدہ سے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں عذاب قبر حق ہے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے

رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے دیکھا۔ غندر نے بایں الفاظ اضافہ کیا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا کہ عذاب قبر حق ہے۔''

(صحیح البخاري : 1372، صحیح مسلم : 584)

❁ نیز بیان کرتی ہیں:

''ایک یہودیہ میری خدمت کرتی تھی، میں اس سے کوئی نیکی کرتی تو وہ کہتی کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ رسول اللہ ﷺ آئے تو میں نے آپ سے وہ بات کہی، عرض کیا: کیا قیامت سے پہلے قبر میں عذاب ہوگا، فرمایا: نہیں، عرض کیا: جب بھی ہم اس یہودی عورت سے نیکی کرتے ہیں، تو کہتی ہے کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ فرمایا: یہود جھوٹ بولتے ہیں، اللہ پر سب سے زیادہ جھوٹ یہود نے بولا، قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں ہے۔ پھر کچھ دن بعد دوپہر کے وقت آپ ﷺ کپڑے پہنے ہوئے نکلے، آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، آپ ﷺ بلند آواز سے پکار رہے تھے: لوگو! تم کو فتنے اس طرح گھیر لیں گے، جیسے اندھیری رات ہے۔ لوگو! اگر تم وہ باتیں جان لو، جو میں جانتا ہوں، تو تم روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔ لوگو! اللہ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو، بے شک عذاب قبر حق ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 81/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ لَّا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

''اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے، میں اللہ سے دعا کرتا کہ

وہ آپ کو عذاب قبر سنوادے۔''

(صحيح مسلم : 2868)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ''بنونجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے، آپ نے ایک قبر سے آواز سنی، پوچھا : یہ قبر والا کب دفن کیا گیا؟ لوگوں نے کہا: دور جاہلیت میں، آپ اس بات سے خوش ہو گئے، فرمایا: اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیں گے، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو بھی عذاب قبر سنوادے۔''

(مسند الإمام أحمد : 103/3، سنن النسائي : 2058، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۲۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (۶۶۱ھ) لکھتے ہیں:

''یہ کلام مجمل ہے۔ جو معنی سب سے پہلے ذہن میں آتا ہے، وہ یہ ہے کہ لوگ اگر عذاب قبر کو سن لیں، تو عذاب قبر سے بچنے کے لیے دفن کرنا چھوڑ دیں۔ یہ معنی محل نظر ہے، کیونکہ ایک مومن سے ایسی توقع نہیں رکھی جا سکتی، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ جب وہ کسی کو عذاب دینے کا ارادہ کر لے، تو اسے عذاب دے گا، اگرچہ وہ مچھلیوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ازلی قدرت کے سامنے زمین کا اندرونی اور بیرونی حصہ برابر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مومنوں کو اپنے مردے دفنانے کا حکم دیا گیا ہے، دسترس میں ہو، تو اسے ترک کرنا جائز نہیں۔ ہم اپنے علم اور فہم کی حد تک اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر لوگ یہ بات سن لیں، جن کو خود ایک

وقت میں موت آنی ہے۔تو اس کی پریشانی بہت عام ہوجائے۔لوگ دفنانا تک چھوڑ دیں،خوف ان کے دلوں کو چیر دے اور وہ میت سڑ گل جائے،مگر لوگ اسے دفنائیں نہ۔''

(المُيَسَّر في شرح مَصابيح السُّنّة :1/72-73)

سوال:قبر کی حفاظت کی غرض سے چار دیواری کرنا کیسا ہے؟

جواب:حفاظت کی غرض سے قبر کے گرد چہار دیواری کرنا درست نہیں۔اگر قبر نشیبی جگہ پر ہے اور بارش کا پانی اس قبر پر اکٹھا ہوجاتا ہے،تو اس کی حفاظت کے لیے اس کے گرد چار دیواری بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال:کیا نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ ہیں؟

جواب:نبی کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں،دنیا سے منقطع ہوکر اللہ کے پاس برزخی زندگی گزار رہے ہیں۔نبی کریم ﷺ کا قبر میں دنیاوی زندگی گزارنا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلَكِ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ مبِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّاِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾(الأنبياء : ٣٤_٣٥)

''ہم نے آپ سے پہلے کسی اِنسان کو بقائے دوام نہیں بخشا،تو کیا اگر آپ فوت ہوجائیں،تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔''

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اللہ رب العزت اپنے نبی سے فرماتے ہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سے پہلے ہم نے اس دنیا میں کسی آدم کے بیٹے کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی کہ آپ کو ہمیشہ زندہ رکھیں۔ضرور آپ بھی فوت ہوں گے،جس طرح آپ سے پہلے آنے والے ہمارے رسول فوت ہوگئے تھے۔''(تفسير الطبري : 17/24)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾(الزّمر : ۳۰)

''(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یقیناً یہ (کفار) بھی مرجائیں گے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''یہ آیتِ مبارکہ ان قرآنی آیات میں سے ہے جنہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بطورِ دلیل پیش کیا تھا۔اس آیت سے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین کرلیا۔مذکورہ آیت کے ساتھ یہ آیت بھی ان کی دلیل تھی:﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِينَ﴾(آل عمرٰن 3 : 144) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں،ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔پس اگر کیا وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کردیا جائے،تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے؟ جو شخص اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جائے،

وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے)۔اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ سب لوگ دنیا سے ضرور بالضرور جانے والے ہیں اور آخرت میں اللہ رب العزت کے پاس جمع ہونے والے ہیں۔وہاں اللہ کے سامنے تم توحید وشرک میں اپنا دنیوی اختلاف ذکر کرو گے۔اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : 488/6)

اہل علم نے یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کردی ہے کہ برزخی (قبر کی) زندگی ایک مستقل اور الگ زندگی ہے، یہ دنیوی یا مثلِ دنیوی ہرگز نہیں۔

❁ حافظ ابنِ عبد الہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

’’معلوم ہونا چاہیے کہ موت کے بعد روح کا جسم میں لوٹنا استمرارِ حیات کا متقاضی نہیں ہے، نہ اس سے قبل از قیامت ایسی زندگی لازم آتی ہے، جو دنیوی زندگی کی طرح ہو۔ برزخ میں روح کا جسم میں لوٹنا سراسر برزخی معاملہ ہے، جس کی وجہ سے مرنے والے سے موت کا نام زائل نہیں ہوسکتا۔

قبر میں جزا وسزا اور مرنے والے کے حالات کے بارے میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جو مشہور اور طویل حدیث (سنن أبي داوٗد : 4753، المستدرك للحاكم : 95/1، وسندهٗ حسنٌ) مذکور ہے، اس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مردے کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ روح اس جسم میں ہمیشہ نہیں رہتی، نہ ہی اس کے لوٹنے سے ایسی زندگی ثابت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے میت پر لفظ موت کا

اطلاق ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ یہ حیاتِ برزخیہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔موت اور برزخی زندگی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں (یعنی موت کا اقرار کرنے سے برزخی زندگی کا انکار نہیں ہوتا، کیونکہ۔از ناقل) موت کی کچھ اقسام ایسی ہیں، جو زندگی کے منافی نہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے۔ جب آپ ﷺ اپنی نیند سے بیدار ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے:

ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لئے ہے، جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی ہے، اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے۔(یعنی دنیا میں موت کا اقرار کر کے بھی کسی کو زندہ کہا جا سکتا ہے، تو قبر میں کسی کی زندگی کا اقرار کر کے اسے مُردہ کیوں نہیں کہا جا سکتا، جبکہ یہ ساری چیزیں شرعی دلائل سے ثابت بھی ہیں؟ از ناقل) روح کا بدن کے ساتھ تعلق کئی قسم کا ہوتا ہے:

① اس دنیا میں حالتِ بیداری اور نیند میں روح کا جسم سے تعلق۔

② برزخ میں روح کا جسم سے تعلق۔ یہ تعلق فوت شدگان کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔انبیاء کرام اور رسولوں کی زندگی شہدا کے مقابلے میں زیادہ کامل ہوتی ہے، اسی لیے ان کے مبارک اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور شہدا کی زندگی ان مؤمنین سے کامل ہوتی ہے، جو شرفِ شہادت نہیں پاتے۔

③ قیامت کے دن روح کا جسم سے تعلق ہونے اور برزخ میں روح کے جسم میں لوٹائے جانے سے دنیوی طرز کی زندگی لازم نہیں آتی۔ جو شخص اس سے دنیوی زندگی کے ثابت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ بہت سے مقامات پر حس، شریعت اور عقل کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔‘‘

(الصارم المنكي في الردّ على السبكي، ص 223)

❁ **محدث العصر، علامہ ناصر الدین، البانی** رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کی زندگی، وفات سے قبل کی زندگی سے مختلف ہے، اس لیے کہ برزخی حیات ایک غیبی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اس کی کیفیات کا علم نہیں۔ البتہ اتنی بات معلوم ہے کہ وہ دنیوی زندگی سے مختلف ہے اور دنیوی قوانین کے تابع نہیں۔ دنیا میں تو انسان کھاتا پیتا، سانس لیتا اور شادی کرتا ہے، نقل وحرکت اور بول و براز کرتا ہے، بیمار ہوتا اور گفتگو کرتا ہے، لیکن کوئی انسان یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ موت کے بعد کسی کو، یہاں تک کہ انبیائے کرام، جن میں سرفہرست ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں، یہ امور پیش آتے ہوں۔'' (التوسل؛ أنواعه وأحكامه، ص: 65)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''جان لیجئے! اس حدیث سے انبیاء کرام کی جو حیات ثابت ہوتی ہے، وہ صرف برزخی حیات ہے، دنیوی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس زندگی پر یوں ایمان لانا ضروری ہے کہ اس کے بارے میں مثالیں نہ دی جائیں، اس کی کیفیت بیان نہ کی جائے اور اسے ہماری دنیوی زندگی سے تشبیہ نہ دی جائے۔ یہی موقف ہر مومن کے لئے اختیار کرنا لازم ہے کہ اس بارے میں احادیث میں جتنی بات مذکور ہے، صرف اسی پر ایمان لائے، اس سلسلے میں قیاس اور رائے کو دخل نہ دے، جیسا کہ بدعتیوں نے کیا ہے۔ بعض نے تو یہاں تک دعویٰ کر دیا ہے کہ قبر میں آپ ﷺ کی حیات حقیقی (یعنی دنیوی)

ہے، وہ کہتے ہیں: قبر میں نبی کریم ﷺ کھاتے پیتے اور اپنی ازواج سے مجامعت کرتے ہیں (العیاذ باللہ)، حالانکہ یہ صرف برزخی حیات ہے، جس کی حقیقت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(سِلسِلة الأحاديث الصّحيحة : 190/2، ح :621)

اہل سنت والجماعت کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ یہ زندگی انبیاء کرام اور شہداء عظام کے ساتھ خاص نہیں، البتہ انبیا وشہدا کی زندگی پاکیزہ، طیب اور اعلیٰ ضرور ہے۔ مومنوں کو قبر میں نعمتیں عطا ہوتی ہیں، جبکہ کافر اور فاسق عذابِ قبر سے دوچار ہوتے ہیں۔

بعض لوگ حیاتِ برزخیہ کا انکار کرتے ہیں، جبکہ بعض نبی کریم ﷺ کی برزخی حیات کو دنیوی، یعنی مادی اور بدنی زندگی کی مثل قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں نظریات افراط وتفریط کی پیداوار ہیں۔ یہ نظریات قرآن وحدیث سے بالکل ثابت نہیں۔ سلف صالحین میں سے کوئی ان نظریات کا حامل نہیں رہا۔ چنانچہ حیات وممات کی بنیاد پر تفرقہ بازی نامناسب فعل اور اہل سنت کے مسلَّم عقیدہ کی مخالفت ہے۔ یہ اخروی زندگی کا معاملہ ہے جو اسلامی عقائد سے متعلق ہے۔ ایسے معاملات صرف اور صرف قرآن وحدیث اور اجماع امت پر موقوف ہیں، ان میں قیاس آرائی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

قرآن وسنت سے ماخوذ اعتدال پسندانہ نظریہ وعقیدہ یہ ہے کہ ہر شخص کو برزخی زندگی ملتی ہے۔ اس میں کسی کوئی کی تخصیص نہیں، البتہ یہ زندگی سراسر اخروی ہوتی ہے۔ انبیا وشہدا کی برزخی زندگی کو دنیوی یا مثلِ دنیوی قرار دینا قرآن وسنت کی مخالفت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے مطابق عقائد بنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

(سوال): کیا بھنگی مسلمان کونماز جنازہ میں شرکت کی اجازت دینی چاہیے؟

(جواب): بھنگی اگر حالت نشہ میں نہ ہو،تو اسے نہیں روکنا چاہیے۔

(سوال): میت کوقبر میں اُتارنے کے بعد اس کا کفن کھول کر ورثا کو اس کا چہرہ دکھانا کیسا ہے؟

(جواب): اگر کوئی رشتہ دار پہلے چہرہ نہیں دیکھ سکا،تو اس کو چہرہ دکھایا جاسکتا ہے۔

(سوال): میت کودفن کرنے کے بعد قبر پر بیری وغیرہ کی ڈالی گاڑنا کیسا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): قبر کی دیوار پر کلمہ شہادت لکھنا کیسا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔اس کلمہ کا صاحب قبر کو کچھ فائدہ نہیں۔

(سوال): جہاں غیر مسلم مدفون ہوں،وہاں مسلمان کودفن کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مسلمانوں کے لیے الگ قبرستان ہونا چاہیے، البتہ اگر کسی مسلمان کو کفار کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا،تو یہ مسلمان کے لیے باعث عذاب نہیں، کیونکہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاوسزا ملے گی۔

(سوال): دفن کے بعد لوگوں کو مختصر وعظ ونصیحت کرنا کیسا ہے؟

(جواب): وعظ ونصیحت کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے،مگر کسی عمل کو کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا بغیر دلیل شرعی کے جائز نہیں۔

(سوال): قبر میں میت کے ساتھ کنکریاں رکھوانا کیسا ہے؟

(جواب): بعض لوگ اس غرض سے میت کے ساتھ کنکریاں رکھتے ہیں کہ میت منکر ونکیر کو جواب دے کہ دیکھیں میرے ورثا نے میرے لیے اتنے اتنے قرآن پڑھوائے ہیں۔

اس نیت سے کنکریاں میت کے ساتھ رکھنا بدعت قبیحہ ہے۔ کتاب وسنت میں اس عمل کی کوئی اصل نہیں۔ میت کی طرف سے مروجہ قرآن خوانی کا کوئی ثبوت نہیں۔

قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ زندوں کی دعا فوت شدگان کو فائدہ دیتی ہے۔ قرآن خوانی کے ثبوت پر شرعی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دین میں اختراع ہے۔

سوال: میت کو قبر میں چت لٹانا چاہیے یا پہلو کے بل؟

جواب: چت لٹانا چاہیے۔

سوال: کیا جذامی کی میت بھی عام قبرستان میں دفن کی جائے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا جذامی کی میت کو جلانا جائز ہے؟

جواب: ہر مسلمان میت کو دفن کرنا ضروری ہے۔ اسے جلانا بے حرمتی اور بے احترامی ہے، خلاف شرع اقدام ہے، نیز یہ کفار کی پیروی ہے، مجوسی اور ہندو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ اَزل سے انسانوں کو دفنایا جاتا رہا ہے۔ یہ مسلمانوں کا متوارث عمل ہے۔

قبر کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے، جتنی انسان کی۔ پہلے انسان کو بھی دفنایا گیا۔ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا، تو ایک کوا کے ذریعہ اسے دفن کا طریقہ بتایا گیا۔ (المائدۃ: ۳۱) اگر کسی کا کوئی کافر رشتہ دار فوت ہو جائے، تو اس پر ضروری ہے کہ اسے دفن کرے، جلا نہیں سکتا، تو ایک مسلمان کی میت کو کیسے جلایا جا سکتا ہے؟

❀ سعودی علما کا فتویٰ ہے:

حَرْقُ جُثَثِ الْمَوْتٰی عَمَلٌ غَیْرُ جَائِزٍ شَرْعًا، وَهُوَ مِنْ عَمَلِ الْوَثَنِیِّینَ، وَالسُّنَّةُ أَنَّ الْمَیِّتَ الْمُسْلِمَ یُغَسَّلُ وَیُکَفَّنُ وَیُصَلّٰی

عَلَيْهِ وَيُدْفَنُ فِي الْمَقْبَرَةِ الْعَامَّةِ لِلْمُسْلِمِينَ؛ لِأَنَّ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا، وَأَمَّا غَيْرُ الْمُسْلِمِ فَإِنَّهُ يُدْفَنُ فِي حُفْرَةٍ بَعِيدًا عَنِ الْمُجْتَمَعِ حَتّٰى لَا يَتَأَذّٰى بِهِ النَّاسُ وَلَا يُحَرَّقُ .

''مردوں کے اجسام کو جلانا شرعاً ناجائز ہے۔ یہ بت پرستوں کا طریقہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ مسلمان میت کو غسل دیا جائے، کفن دیا جائے، نماز جنازہ پڑھی جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، کیونکہ مردہ مسلمان کی حرمت ویسے ہی ہے، جیسے زندہ کی ہے۔ جبکہ غیر مسلم مر جائے، تو اسے علاقے سے دور گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دیا جائے گا، تاکہ اس سے لوگ اذیت محسوس نہ کرے، اسے جلایا نہیں جائے گا۔''

(فتاوی اللّجنة الدّائمة، رقم الفتوىٰ: 17513)

جذام، طاعون اور کرونا وائرس سے فوت ہونے والوں کی میتوں کو بھی دفن کیا جائے گا، البتہ دفن کرنے والے حفاظتی کٹس اور سپرے وغیرہ کا استعمال کریں۔

سوال: قبر پر مکان کی صورت بنانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: دریا برد ہونے والی نعش کو دوسری جگہ دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: دریا برد ہونے والی نعش مل جائے، تو اسے دوسری جگہ دفن کر دینا چاہیے۔

سوال: دفن کے بعد قبر پر سورت بقرہ کا اول اور آخر حصہ تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے اور پائینتی (پاؤں کی جانب) سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی قراءت ثابت نہیں ہے، اس حوالے سے جو دلیلیں

پیش کی جاتی ہیں، ان کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

❀ عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج نے اپنے باپ سے بیان کیا، مجھ سے میرے والد لجلاج ابو خالد نے کہا، اے بیٹا! جب میں مر جاؤں، تو میرے سر کے پاس سورت بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : ۲۲۰/۱۹، ح : ٤٩١، مَجمع الزوائد : ٤٤/٣)

سند ''ضعیف'' ہے۔عبدالرحمٰن بن العلاء ''مجہول الحال'' ہے، امام ابن حبان کے سوا کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

✿ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''مقبول'' (مجہول الحال) کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : ۳۹۷۵)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس (میت) کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور اس کے پاؤں کے پاس سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : ۲٤۰/۱۲، ح : ۱۳٦۱۳)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① یحییٰ بن عبداللہ بابلتی ''ضعیف'' ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التھذیب : ۷۵۸۵، لسان المیزان : ۴۹۰/۱) اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد : ۴۴/۳) ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

② ایوب بن نہیک کو امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' اور امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''ضعیف الحدیث'' کہا ہے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ۲۵۹/۱)

لہٰذا حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (فتح الباری : ۱۸۴/۳) کا اس کی سند کو ''حسن'' قرار دینا درست نہیں ہے۔

یہ روایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنن کبریٰ بیہقی (۵۶/۴) میں موقوفاً بھی آئی ہے۔ اس کی سند عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ عامر شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

''انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کے اردگرد قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(الأمر بالمعروف والنّهي عن المنكر للخلّال : ۱۲۳، مصنف ابن أبي شيبة : ۲۳٦/۳)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، آخری عمر میں اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا، نیز یہ ''تلقین'' بھی قبول کرتا تھا، امام مسلم رحمہ اللہ نے اس سے متابعت میں روایت لی ہے، اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ۴۸۰/۹) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

② حفص بن غیاث ''مدلس'' ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

ثابت ہوا کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کی اوّل و آخری آیات کی تلاوت بے ثبوت عمل ہے، شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں، ویسے بھی مطلق طور پر قبرستان میں تلاوت ممنوع ہے۔

سوال: بزرگوں کی قبروں پر پختہ چاردیواری کرنا کیسا ہے؟

جواب: بے ثبوت ہے۔ یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے۔

سوال: میت کو اپنی زمینوں میں دفن کرنا کیسا ہے، جبکہ عام قبرستان بھی موجود ہو؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا مردوں اور عورتوں کے لیے ایک ہی قبرستان درست ہے یا الگ الگ قبرستان بنائے جائیں؟

(جواب): مرد و زن کے لیے ایک ہی قبرستان کافی ہے۔ عہد نبوی سے اب تک یہی طریقہ رائج رہا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا ایک ہی قبرستان رہا ہے۔

(سوال): میت کو گھر میں دفن کرنا کیسا ہے؟

(جواب): سنت طریقہ یہی ہے کہ عام قبرستان میں دفن کیا جائے، کیونکہ قبرستان کے الگ آداب و مسائل ہیں۔ اگر گھر میں دفن کر لیا جائے، تو شرعی ممانعت نہیں، البتہ اس صورت میں جس جگہ میت کو دفن کیا جائے گا، اس کا حکم قبرستان والا ہو گا۔

(سوال): اگر کوئی میت مسجد کی زمین میں دفن کر دی گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مسجد کی زمین میں دفن کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی نے دفن کر دیا ہے، تو اس قبر کو قائم رکھا جائے۔ اس کو ختم نہ کیا جائے، اگر کوئی ورثا سے قبر کی قیمت وصول کرنا چاہے، تو وصول کر سکتا ہے۔

(سوال): مسجد کے سامنے دفن کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر وہاں دفن کے لیے کوئی جگہ مختص کی گئی ہے، تو دفن کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ میت کو مسجد کے قرب کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔

(سوال): مکان کی بنیادمیں سے نعش نکلے، تو کیا کیا جائے؟

(جواب): اسے بحفاظت قبرستان میں دفن کر دینا چاہیے۔

(سوال): میت پر شال ڈالنا اور سائے کے لیے اس پر چھتری کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت اور تکلف ہے۔

(سوال): میت کو جن برتنوں میں غسل دیا گیا ہے، کیا ان کو عام استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟

(جواب): انہیں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): میت کو استعمال شدہ برتنوں میں غسل دینا جائز ہے یا نئے برتنوں میں دیا جائے؟

(جواب): کسی بھی پاک صاف برتن سے غسل دیا جا سکتا ہے۔

(سوال): اگر قبر کے ساتھ کوئی درخت اُگ آئے اور قبر پر سایہ کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر خود سے درخت اُگ آیا ہے اور قبر پر سایہ ہو، تو کوئی حرج نہیں، مگر اس نیت سے درخت اُگانا کہ صاحب قبر کو سایہ حاصل ہوگا، قبیح بدعت ہے۔ میت کو اس کے اعمال کا سایہ ملتا ہے، اب وہ دنیوی سایہ کا محتاج نہیں رہا۔

(سوال): دفن کرتے وقت میت کو خوشبو لگانا کیسا ہے؟

(جواب): میت کو غسل کے بعد خوشبو لگانا مسنون ہے۔ دفن کے وقت خوشبو لگانا ثابت نہیں، یہ محض تکلف ہے۔

(سوال): میت کو دفن کے بعد دوبارہ نکالنا اور جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جنازہ پڑھنے کے لیے دوبارہ میت نکالنا جائز نہیں۔ البتہ اس کی قبر پر جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔

(سوال): تدفین کے بعد اگر ہاتھوں کو مٹی لگی ہو، تو دھونا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): میت کے سر کی جانب سے مٹی ڈالتے ہوئے سورت اخلاص پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): قبر پر کھجور کی ٹہنی گاڑنا کیسا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جو دو قبروں پر ٹہنیاں گاڑیں تھیں اور ان سے عذاب قبر میں تخفیف ہوئی تھی، وہ ٹہنیوں کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے تخفیف ہوئی تھی۔ اس تخفیف کی مدت یہ تھی کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہو جاتیں، عذاب قبر میں تخفیف رہے گی۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں دو قبروں کے پاس سے گزرا، جن (کے مردوں) کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی شفاعت کی وجہ سے چاہا کہ یہ عذاب ان سے ہلکا ہو جائے، جب تک دونوں ٹہنیاں تر رہیں۔''

(صحيح مسلم : 3012)

(سوال): قبرستان میں میت کے ورثاء کو صبر کی تلقین کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز اور بہتر ہے، کیونکہ ورثاء کو سب سے زیادہ تسلی کی ضرورت قبرستان میں ہی پیش آتی ہے۔

(سوال): تعزیت کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): میت کے اہل خانہ کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئیے تسلی کے الفاظ کہے جاتے ہیں، تعزیت کہلاتے ہیں، تعزیت کرنا مستحب ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدۃ: 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کسی مومن کی دنیوی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی تکلیف دور کر دے گا، جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی، تو اللہ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا، جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی، اللہ اس کی دنیا و آخرت میں عیب پوشی فرمائے گا، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے، جو طلب علم کے لیے سفر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے راہِ جنت آسان فرما دیتا ہے، جب کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، تو ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے گھیر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے پاس فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتا ہے، جس کے عمل نے اسے پیچھے کر دیا، تو اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکے گا۔''

(صحیح مسلم: 2699)

میت کو دفن کرنے سے پہلے بھی تعزیت کرنا مستحب ہے اور تدفین کے بعد بھی۔ اسی طرح دفن سے پہلے اور بعد میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے۔ خواتین بھی غیر محرم میت کا چہرہ دیکھ سکتی ہیں، جس طرح بوڑھی خاتون پر پردہ نہیں ہے، چونکہ اس سے پردے کی علت ختم ہو چکی ہے، ایسے ہی میت سے بھی پردے کی علت ختم ہو جاتی ہے۔

سوال: کیا جنازہ کے بعد تعزیت کی جا سکتی ہے؟

جواب: کی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا تعزیت صرف ایک بار ہی کی جا سکتی ہے؟

جواب: ایک سے زائد بار بھی کی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا تین دن کے بعد تعزیت جائز نہیں؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: میت کے پاس جا کر کیا کہنا چاہیے۔

جواب: میت کے پاس اس کی اچھائی ہی کرنی چاہیے اور ورثاء کو تسلی اور صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کسی مریض کے پاس جانا ہو، تو اچھے الفاظ کہا کریں کہ فرشتے آپ کے کہے پر آمین کہتے ہیں۔''

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوسلمہ دنیا میں نہیں رہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ یہ دعا پڑھا کریں:

أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلَهٗ، وَاَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً.

''یا اللہ! میری اور ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما۔''

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے یہ دعا مانگی، تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر اللہ نے مجھے عطا کر دیا، یعنی محمد ﷺ۔

(صحیح مسلم: 919)

(سوال): میت کو غسل دیتے وقت کیا کہنا چاہیے؟

(جواب): میت کو غسل دیتے وقت اور کفن پہناتے وقت کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے، اس وقت میت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے، غسل دینے والے کو میت میں کوئی خوشگوار بات نظر آئے، مثلاً: چہرے کا روشن ہونا یا جسم سے خوشبو آنا وغیرہ، تو مستحب ہے کہ اس کا ذکر دوسروں سے کرے، اگر اس کے اندر کوئی ناگوار بات نظر آئے، مثلاً: چہرے کا سیاہ ہونا، جسم سے بدبو آنا، اعضائے جسمانی میں شدید تبدیلی یا شکل کا بدل جانا وغیرہ، تو دوسروں سے اس بات کا بیان کرنا حرام ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ کے غلام سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''غسل دینے والا اگر میت کے عیب چھپاتا ہے، تو اللہ اس کی چالیس دفعہ مغفرت کرتا ہے، جو میت کو کفن پہناتا ہے، اللہ اسے جنت میں ریشم اور دیباج کا حلہ پہنائے گا اور جو میت کے لیے قبر کھودتا ہے، اسے قبر میں اتارتا ہے، اس کے لیے اتنا اجر ہے، جتنا کسی کو قیامت تک کے لیے گھر بنا کر دینے کا ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 395/3؛ شعب الإيمان للبيهقي : 8827؛ المُعجَم الكبير للطَّبَراني :315/1؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (354/1، 362) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا فوت شدگان کو برا بھلا کہنا ممنوع ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فوت شدگان کو برا بھلا مت کہیں، وہ اپنے کیے کا بدلہ پا چکے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 1393)

ہم سمجھتے ہیں کہ فوت ہونے والا اگر اعلانیہ گناہ نہیں کرتا، تو اسے برا بھلا کہنا حرام ہے، البتہ اگر اعلانیہ گناہ کا مرتکب ہے تو سلف کی رائے اس بارے میں مختلف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ فوت شدگان کو برا بھلا کہنے پر ممانعت وارد ہوئی ہیں، البتہ فتنہ پروروں، اہل بدعت کے سرداروں اور سرغنوں اور کفر وشرک کی دعوت دینے والوں کو برا بھلا کہنا اور ان کی بدبختی کا تذکرہ کرنا صریح نصوص سے ثابت ہے، جیسا کہ قرآن میں فاسقوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، مومنین کو اس کی اشاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ احادیث میں بھی اس طرح کے تذکرے موجود ہیں، مثلاً نبی کریم ﷺ نے عمرو بن لحی کا تذکرہ کیا۔ (بخاری: ۱۲۱۲، مسلم: ۹۰۱)

سوال: جنازہ کے بعد اور دفن سے پہلے میت کے ورثاء کا نمازیوں سے کہنا کہ آپ تین تین بار سورت اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دیں، کیسا ہے؟

جواب: ایصال ثواب کی یہ صورت بدعت ہے۔

سوال: اگر بے نمازی میت کی طرف سے اس کے ورثاء صدقہ کریں، تو کیا اسے اس کا ثواب پہنچے گا؟

(جواب): بے نمازی کو بھی اس کا ثواب پہنچے گا، البتہ نماز چھوڑنے کا کفارہ نہ ہوگا۔

(سوال): خیرات کس شخص کو دینی چاہیے، دین دار کو یا بے دین کو؟

(جواب): خیرات متدین ومتشرع اور صالح محتاج کو دینی چاہیے، البتہ اگر کسی فاسق وفاجر مسکین کو دے دی، تو اس پر بھی اجر ہے۔

(سوال): کیا مردے سنتے ہیں؟

(جواب): مُردے سنتے ہیں یا نہیں، اس بارے میں مسلمانوں کے ہاں متضاد آرا پائی جاتی ہیں۔ یہی اختلاف عقیدے کے لحاظ سے مسلمانوں کی تقسیم کا ایک بڑا سبب بھی ہے۔ یہ مسئلہ ''سماعِ موتی'' کے نام سے معروف ہے۔

بطورِ تمہید یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ شریعتِ اسلامیہ کے کچھ کُلّی قواعد وقوانین میں چند ایک استثناءات رکھ دی گئی ہیں۔ ان استثناءات کی وجہ سے ان کلی قوانین کی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نصوصِ شرعیہ سے ثابت شدہ استثناءات کو خارج کرنے کے بعد باقی قاعدہ پھر کلی ہی رہتا ہے، مثلاً: تمام انسانوں کا ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہونا ایک کلی قاعدہ ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى﴾(الحجرات: ۱۳)

''اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔''

جبکہ آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں کے بغیر اور عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے۔

اب کوئی ان دو خاص واقعات کی بنا پر مطلق طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسان ماں اور باپ دونوں یا کسی ایک کے بغیر پیدا ہو جاتا ہے، البتہ یہ کہہ سکتا ہے کہ خاص دو انسان دنیا

میں ایسے ہوئے ہیں جن میں سے ایک ماں اور باپ دونوں کے بغیر اور دوسرا باپ کے بغیر پیدا ہوا۔

اسی طرح مُر دار کا حرام ہونا ایک قاعدۂ کلیہ ہے۔

❀ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾(المائدة : ٣)

''تم پر مردار کو حرام کر دیا گیا ہے۔''

جبکہ اس سے ''جراد'' (ٹڈی) اور ''حوت'' (مچھلی) کا گوشت مستثنٰی ہے۔

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :384/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ان دو قسم کے مُرداروں کے حلال ہونے سے ہر مُردار کے حلال ہونے کا استدلال جائز نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''مُردار حلال ہے، لیکن صرف مچھلی اور ٹڈی کا۔'' مُردار کے حرام ہونے والا قانون اپنی جگہ مستقل اور کُلّی ہی ہے۔

یہ سب مثالیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ کلی قاعدے میں بسا اوقات شریعت کچھ استثناءات رکھ دیتی ہے، لیکن اس سے قانونِ شریعت کی کلّی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ بالکل یہی حال مسئلہ سماعِ موتی کا ہے۔ مُردے نہیں سنتے، البتہ قرآن وسنت کے بیان کردہ خاص اوقات وحالات میں ان کا کوئی خاص بات سن لینا ثابت ہے۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ مُردے سنتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''مُردے سنتے ہیں، لیکن ان حالات و واقعات میں، جن کی صراحت نصوصِ شرعیہ نے کر دی ہے۔''

لہٰذا مطلق طور پر مُردوں کے سننے کا عقیدہ رکھنا قرآن وسنت سے متصادم ہے۔ قرآن وسنت نے مردوں کے سننے کی مطلق نفی کی ہے۔ یہی کلی قانون ہے، دلائل ملاحظہ فرمائیں:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِينَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾(الأنعام : ٣٦)

”جواب تو وہی دیتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) زندہ کرے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

❁ سنی مفسر، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

”﴿وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ﴾ (مُردوں کو اللہ تعالیٰ [روزِ قیامت] زندہ کرے گا۔) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفار کو اللہ تعالیٰ مُردوں کے ساتھ ہی زندہ کرے گا، یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں (زندہ ہوتے ہوئے بھی) ان مُردوں میں شامل کر دیا جو نہ کسی آواز کو سن سکتے ہیں، نہ کسی پکار کو سمجھ پاتے ہیں اور نہ کسی بات کا انہیں شعور ہوتا ہے۔“

(تفسير الطّبري : 855/4)

② فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

(النّمل : ٨٠)

”(اے نبی!) یقیناً آپ نہ کسی مُردے کو سنا سکتے ہیں، نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جب وہ اعراض کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔“

❁ جناب رشید احمد گنگوہی دیو بندی صاحب (1323ھ) لکھتے ہیں:

”جو لوگ مُردوں کے سننے کے انکاری ہیں، ان میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن

عباس رضی اللہ عنہم اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شامل ہیں۔ان کا استدلال اس فرمانِ باری تعالیٰ سے ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾([اے نبی!] یقیناً آپ مُردوں کونہیں سنا سکتے)۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو نہ سن سکنے میں مُردوں سے تشبیہ دی ہے۔اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مُردے نہیں سنتے، ورنہ تشبیہ ہی درست نہیں رہتی۔''

(الكوكب الدرّيّ، ص 319)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گویا یہ کفار مردے ہیں کہ جس طرح مردے نہیں سنتے اس طرح یہ بھی حق بات نہیں سنتے۔

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾(فاطر: ۲۲)

۞ علامہ ماتریدی رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

''﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾(آپ قبروں والوں کو سنا نہیں سکتے) میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی حالت کو مُردوں کی حالت سے تشبیہ دی ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ مُردے سن نہیں سکتے۔''

(شرح المقاصد في علم الكلام: 116/5)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (861ھ) دونوں آیات کے متعلق فرماتے ہیں:

''ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے قطعاً نہیں سن سکتے۔اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی ہے تا کہ یہ بتایا جا سکے کہ وہ سُن نہیں

سکتے۔کفار کا حق کو نہ سن سکنا،عدمِ سماعِ موتیٰ کی فرع ہے۔‘‘

(فتح القدير : 104/2)

فائدہ:

بعض لوگ فوت شدگان کو فریاد رسی کے لیے پکارتے ہیں اور غیب سے انکے نام کی دہائی دیتے ہیں۔یہ باطل عقیدہ ہے۔مردے تو قریب سے بھی سُن نہیں سکتے،ہزاروں میل دُور سے کیسے سُنیں گے؟قرآن مجید اس کا رد کرتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ٭ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآئَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ٭﴾

(فاطر : ١٣ـ١٤)

’’اللہ کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو،وہ کھجور کی گٹھلی کے پردے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں۔اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سُن نہیں سکتے اور اگر وہ سُن بھی لیں،تو تمہاری مُراد پوری نہیں کر سکتے۔قیامت کے روز یہ لوگ تمہارے شرک سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔تمہیں (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔‘‘

❁ نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾(الأحقاف : ٥)

''اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سِوا ان لوگوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دادرسی نہیں کر سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ مُردے سن نہیں سکتے۔ البتہ دیگر کئی کلّی قواعد وقوانین کی طرح اس قاعدے میں بھی کچھ استثناء ات موجود ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہوتی ہیں، مثلاً مُردے دفن کے بعد واپس جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتے ہیں، نیز بدر میں جہنم واصل ہونے والے کفار کو نبی اکرم ﷺ کا خطبہ سنا تھا۔

کچھ لوگوں کو انہی استثناء ات نے اس شبہے میں مبتلا کر دیا ہے کہ مُردے سنتے ہیں، حالانکہ دلائلِ شرعیہ کی وجہ سے صرف یہی استثناء ات اس کُلّی قاعدے سے خارج ہوں گے، عدمِ سماعِ موتی والا پورا قانونِ شریعت تبدیل نہیں ہوگا۔ جو لوگ ان استثناء ات کی بنا پر اس کُلّی قاعدے کا انکار کر جاتے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ اگر ان کے طرزِ عمل کو اپنا کر کوئی شخص دیگر کُلّی قواعد کا انکار کر دے، مثلاً آدم علیہ السلام کی بن ماں اور بن باپ پیدائش اور عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ کے پیدائش والی آیات کو لے کر انسانوں کے ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونے کے کُلّی قانون کا انکار کر دے یا مُردہ حالت میں مچھلی کی حلت والی نصِ شرعی کو لے کر مُردار کی حرمت والے کُلّی قاعدے کا انکار کر بیٹھے یا مَردوں کے لیے چند انگلیوں کے برابر ریشم کی حلت والی حدیث کو بنیاد بنا پر مَردوں کے لیے ریشم کی حرمت والے کُلّی قاعدے کا انکار کر دے۔۔۔ تو کیا یہ طرزِ عمل درست ہوگا؟

قرآن وسنت اور فہم سلف کی روشنی میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مُردے نہیں سنتے، البتہ وہ حالات و واقعات اس سے خارج ہیں، جن کی شریعت نے خود وضاحت کر دی ہے۔ یا مُردے سنتے ہیں، لیکن خاص ان حالات وواقعات میں جن کی نصوصِ شرعیہ میں تعیین

وتخصیص ہوچکی ہے۔جوشخص کسی حال میں کسی مُردے کے کسی بات کو سننے کا دعویٰ کرے، اس کے پاس اس بارے میں ضرور کوئی خاص نصِ شرعی ہونی چاہیے، ورنہ اس کا دعویٰ باطل اور مردود ہونے کے ساتھ ساتھ شریعتِ اسلامیہ سے کھلواڑ اور مذاق متصور ہوگا۔اگر کوئی شخص اپنے دعوے پر کوئی خاص نصِ شرعی پیش کردے،تو کسی مسلمان کو اس خاص صورت میں مُردے یامُردوں کے سننے کا انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی،البتہ اس خاص صورت کے علاوہ عام حالات میں مُردوں کا نہ سن سکنا پھر بھی اپنی جگہ پر مسلمہ شرعی قانون رہے گا۔

سوال: کیا اپنی تلاوت اور عبادت کا ثواب نبی کریم ﷺ کو پہنچانا جائز ہے؟

جواب: ایصال ثواب کا یہ طریقہ بدعت ہے۔ اسلاف امت سب سے بڑھ کر شریعت کو سمجھنے والے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے تھے،مگر انہوں نے کبھی عبادت کا ثواب نبی کریم ﷺ کو نہیں پہنچایا،اگر ایصال ثواب کا یہ طریقہ حق ہوتا،تو سلف صالحین اس خیر سے کبھی پیچھے نہ رہتے۔

سوال: قبروں کا طواف کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبروں کا طواف ناجائز اور بدعت ہے، یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے۔

❁ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''میں نے لوگوں کو بزرگوں کی قبروں پر جہالت پر مبنی کام کرتے دیکھا۔ وہ انہیں اونچا کرتے، چونے اور اینٹوں کے ساتھ پختہ بناتے، ان پر قندیلیں لٹکاتے،ان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے،ان کا طواف کرتے،انہیں چومتے اور مخصوص اوقات میں ان کے پاس جمع ہوتے ہیں، وغیرہ۔دلیل اس آیت سے لیتے ہیں، نیز اصحابِ کہف کے قصہ سے لیتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ

بادشاہ ہر سال عید مناتا تھا اور اس نے انہیں لکڑی کے ایک تابوت میں رکھ دیا تھا۔۔۔ یہ سب کچھ اللہ ورسول کی مخالفت ہے اور ایسے دین کی ایجاد ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔''

(روح المَعاني : 239/15)

سوال: کیا اہل قبور سے استمداد جائز ہے؟

جواب: دعا، ندا، طلب، سوال، استعانت، استمداد اور استغاثہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ استمداد اور استعانت دعا ہے۔ عبادت کا اطلاق دعا پر بھی ہوتا ہے۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کو رنج وغم، دکھ، تکلیف اور کرب والم میں پکارنا اور اس سے مافوق الاسباب مدد مانگنا ''شرک فی العبادت'' ہے۔ اہل قبور سے مدد مانگنا مافوق الاسباب مدد مانگنا ہے، جو کہ شرک ہے۔

❀ علامہ صنع اللہ حنفی (۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ نبی، ولی، روح یا کسی اور ہستی کو مصیبت دور کرنے اور حاجت پوری کرنے کا اختیار ہے، تو وہ جہالت کی خطرناک وادی میں واقع ہو گیا ہے اور وہ جہنم کے دھانے پر کھڑا ہے۔

بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اولیائے کرام (حاجب روائی) اپنی کرامات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ اللہ کے ولیوں کو ایسے مقام پر سمجھا جائے اور ان سے یہ گمان رکھا جائے کہ وہ کرامت کے ذریعے لوگوں کی تکلیفیں دور کرتے اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، یہ تو بتوں کے پجاریوں کا عقیدہ ہوا کرتا تھا، جیسا کہ اللہ کریم ان کا یہ جملہ نقل فرماتے ہیں:

﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَاۤءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔'' اسی طرح ان کا ایک اور جملہ یوں نقل کیا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

(سيف اللّٰه على من كذب على أولياء اللّٰه، ص 48)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''اور جو اہل ایمان ہیں، ان سے مصیبت کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اسی سے منفعت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جس کی حیثیت نفع پہنچانے اور تکلیف دور کرنے والے کی نہیں، اس سے مدد طلب کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ شرک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو، فرشتہ ہو یا ولی ہو یا کوئی دوسرا ہو، کیونکہ اللہ کے سوا تکلیف دور کرنے پر اور نفع دینے پر کوئی قادر نہیں ہے۔''

(سيف اللّٰه على من كذب علي أولياء اللّٰه، ص 48)

بعض لوگ عبادت کو توسل وشفاعت کا نام دے کر شرک کرتے ہیں، شرکاء کو اولیا اور شفعاء کا نام دیتے ہیں۔

❁ علامہ آلوسی حنفی آیت وسیلہ کے تحت لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ استدلال لیا ہے کہ صالحین سے استغاثہ کیا جا سکتا ہے اور انہیں اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ بنایا جا سکتا ہے اور اللہ پر قسم اٹھائی جا سکتی ہے کہ ''اللہ میں آپ کو فلاں کی قسم دیتا ہوں، مجھے فلاں چیز دے دے۔'' بعض لوگ اللہ کے ایسے صالح بندوں کا وسیلہ بناتے ہیں، جو یا تو

مر چکے ہوتے ہیں یا پھر وہاں موجود نہیں ہوتے۔ کہتے ہیں: اے فلاں اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے فلاں فلاں رزق دے اور وہ اسے وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ تو یہ سب چیزیں مختلف مراحل میں حق سے بعید ہیں۔ اس سلسلے میں محقق کلام یہ ہے کہ مخلوق سے بایں طور استغاثہ کرنا کہ وہ ہمارے لئے دعا کرے اور ہم اس کی دعا کا وسیلہ بنائیں، تو بلا شک یہ جائز ہے، اگر وہ صالح شخص زندہ ہو، جس کی دعا کا وسیلہ بنایا جارہا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس سے دعا کے لئے کہا جارہا ہے، اس کا افضل ہونا ضروری نہیں، مفضول سے بھی کروائی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی غیر موجود بندے یا فوت شدہ بندے سے دعا کروانے بیٹھ جائے، تو ایک عالم کو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ یہ بدعت ہے، سلف ایسا نہیں کرتے تھے۔ صحابہ میں سے کسی سے منقول نہیں کہ انھوں نے کسی میت سے کوئی چیز طلب کی ہو حالانکہ وہ خیر پر سب سے زیادہ حریص تھے۔''

(روح المَعاني : 294/3)

سوال: روایت: ''دفن سے پہلے اپنے مُردوں کے لیے صدقہ کیا کریں۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت بے سند اور بے اصل ہے، کتب احادیث میں اس کا ذکر نہیں۔

سوال: روایت: ''دفن کے بعد اپنے مُردوں کے لیے فدیہ (صدقہ) دیں۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت بھی بے سند اور بے اصل ہے۔

سوال: لاکھ نکالنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): قرآن کی تلاوت کا ثواب فوت شدگان کو پہنچانا کیسا ہے؟

(جواب): ثابت نہیں۔

(سوال): روح جسم سے نکل کر کہاں جاتی ہے اور قیامت سے پہلے تک کہاں رہتی ہے؟

(جواب): اہل سنت کا مذہب ہے کہ روح جب جسم سے خارج ہوتی ہے، تو اس کا علیین اور سجیین میں اندراج ہوتا ہے۔ پھر سوال و جواب کے وقت جسم میں لوٹ آتی ہے۔ لیکن جسم اور روح کا یہ اتصال دنیاوی اتصال کی طرح نہیں، بلکہ اس کی کیفیت اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد روح اپنے مقام میں چلی جاتی ہے۔ نیک روح جنت میں اور بد روح جہنم میں داخل ہو جاتی ہے۔ عذاب اور ثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب اور قبر کی نعمتیں جسم اور روح دونوں کو حاصل ہوتی ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 282/4)

✿ سیدنا براء بن عاذب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے کی طرف نکلے، ہم ان کی قبر کے پاس آئے، وہ ابھی تیار نہیں ہوئی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بیٹھ گئے اور) کبھی آسمان کی طرف چہرہ کرتے اور کبھی زمین کی طرف دیکھتے اور دل ہی دل میں کچھ کلام بھی کرنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ نیز فرمایا: جب (نزع کے وقت) مومن اُخروی

حیات میں داخل ہونے لگتا ہے اور اس کا تعلق دنیا سے منقطع ہونے لگتا ہے، تو اسے آسمان سے فرشتے آتے دکھائی دیتے ہیں، جن کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں اور تا حد نگاہ اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔ ملک الموت آتا ہے اور مرنے والے کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، اسے کہتا ہے: اے مطمئن نفس! نکل جا اور اپنے رب کی مغفرت اور رضا کی طرف چلی جا۔ روح بدن سے نکلے گی اور ایسے نکلے گی، جیسے مشکیزے سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے۔ ملک الموت اس روح کا پکڑتا ہے، تو فورا فرشتے لپک آتے ہیں اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی ملک الموت کے ہاتھ میں رہنے نہیں دیتے۔ جب روح جسم سے نکلتی ہے، تو زمین میں پائی جانے والی کستوری کی عمدہ ترین خوشبو کی مانند ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر چڑتے ہیں۔ جس بھی فرشتے کے پاس سے گزر ہوتا ہے، وہ پوچھتا ہے: یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: یہ فلاں شخص ہے۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کو رخصت کرنے کے لیے ساتھ ساتھ چلتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس روح کو علیین میں درج کر دیا جائے۔ اسے درج کر دیا جاتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اسے زمین کی طرف لوٹا دیں، اس زمین سے ہی ہم نے اسے پیدا کیا، اسی میں لوٹا دیں گے، پھر دوبارہ اسی سے باہر نکالیں گے۔ پھر روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں: تیرا رب کون

ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں: جس شخص کو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا، اس کے بارے کیا کہتے ہو؟ وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں: تجھے کیسے پتا چلا؟ وہ کہتا ہے: میں نے قرآن وحدیث کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس (میں جو کچھ ہے، اس) کی تصدیق کی۔ آسمان سے آواز آتی ہے کہ اس نے سچ کہا۔ اس کے لیے آسمان سے بستر بچھا دیں، اسے جنتی لباس پہنا دیں اور جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جائے۔ اسے جنت سے خوشبو اور خوشگوار ہوائیں آتی ہیں۔ تا حد نگاہ قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ اس کے سامنے خوبصورت لباس میں ملبوس اور عمدہ خوشبو میں معطر شخص آتا ہے اور کہتا ہے: ان نعمتوں پر خوش ہو جا۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو مؤمن کہتا ہے: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کون ہیں؟ آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ آپ خیر لے کر آئے ہیں۔ وہ کہتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اگر مرنے والا کافر ہو، تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں، جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ٹاٹ ہوتے ہیں۔ اس کے سامنے تا حد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں۔ ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح! نکل جا اور اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کی طرف چلی جا۔ تو اس کی روح تنگی کے ساتھ اس کے بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بدن سے روح ایسے نکالی جاتی ہے، جیسے گیلی اُون کانٹے کے ساتھ الجھی ہو، تو اسے کھنچا دیا جائے، اس سے اس کی رگیں اور پٹھے کٹ جاتے ہیں۔ ملک

الموت جب اس کی روح کو پکڑتا ہے،تو فورا فرشتے اُٹھتے ہیں اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی ملک الموت کے پاس نہیں رہنے دیتے۔اسے ٹاٹ کے کفن میں لپیٹ لیتے ہیں۔اس روح سے زمین میں پائے جانے والے سب سے زیادہ بدبودار مردار کی مانند بدبو نکلتی ہے۔فرشتے اس روح کو آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں،جس فرشتے کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ پوچھتا ہے: یہ خبیث روح کس کی ہے؟فرشتے جواب دیتے ہیں: یہ فلاں شخص ہے،اسے برے نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔جب یہ روح آسمان کی طرف جاتی ہے،تو اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور فرشتوں کو کہا جاتا ہے: اسے زمین پر واپس لے جاؤ۔اسی سے میں نے اس کو پیدا کیا،اسی میں واپس لوٹا دوں گا اور اسی سے دوبارہ جی اُٹھاؤں گا۔وہ روح اپنے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے۔اس کے پاس فرشتے آ کر کہتے ہیں: تو بیٹھ جا۔فرشتے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے، میں نہیں جانتا،فرشتے پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے : ہائے ہائے، میں نہیں جانتا، میں نے (جو کچھ) لوگوں کو کہتے سنا،(وہ میں نے بھی کہہ دیا۔) میں خود کچھ نہیں جانتا۔فرشتے پوچھتے ہیں : وہ کون ہے، جو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا؟ وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا، میں نے تو لوگوں کو کہتے سنا۔آسمان سے فرشتوں کو منادی ہوگی کہ یہ جھوٹا ہے۔اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو، آگ کی پوشاک پہنا دو اور اسے جہنم میں اس کا مقام دکھا دو۔وہ آگ میں اپنا مقام دیکھتا ہے،اس کو جہنم کی گرمائی اور بدبو پہنچتی ہے۔اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں

آپس میں مل جاتی ہیں۔اس کے سامنے قبیح چہرے والا ایک شخص آتا ہے،جس نے قبیح لباس پہن رکھا ہوتا ہے اور اس کے جسم سے سخت بدبو آ رہی ہوتی ہے۔ کہتا ہے: تجھے عذاب مبارک ہو۔اسی دن کا تجھ سے وعدہ تھا۔کافر کہتا ہے: ہائے بربادی،تو کون ہے؟ اللہ کی قسم! تیرا چہرہ بتاتا ہے کہ تو شر اور عذاب کے ساتھ آیا ہے۔ وہ کہتا ہے: میں تیرا برا عمل ہوں۔تو کافر بار بار کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا،اے میرے رب قیامت قائم نہ کرنا۔''

(الأحاديث الطّوال للطّبراني : 25 المُستدرك للحاكم : 117، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ .

''پھر اس بدن میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 287/4، سنن أبي داود : 4753، 4754، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا مستحب اور مباح عمل پر اصرار بدعت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''اپنی نماز میں اس طرح شیطان کا حصہ نہ بنالیں کہ (سلام کے بعد) دائیں جانب سے مقتدیوں کی طرف پھرنا اپنے اوپر لازم کر لیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی دفعہ بائیں جانب سے پھرتے دیکھا ہے۔''

(صحيح البخاري : 852، صحيح مسلم : 707)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی جائز و مستحب کام پر اصرار اور التزام کرنا، اس کے ساتھ واجب کا معاملہ کرنا، اسے شیطانی کام بنا دیتا ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں بیان ہے کہ جو شخص مستحب عمل پر دوام کرے، اسے عزیمت سمجھ کر رُخصت پر عمل چھوڑ دے، تو شیطان نے اسے گمراہ کر دیا ہے، پھر اس کا کیا بنے گا، جو بدعت اور منکر عمل پر ہمیشگی کرتا ہے؟''

(شرح المشکوٰۃ: 1051/3)

سوال: کیا زندوں کی دعا فوت شدگان کے لیے مفید ہے؟

جواب: زندوں کی دعا فوت شدگان کے لیے فائدہ مند ہے، بشرطیکہ مرنے والا صحیح العقیدہ ہو۔ یہ ایصال ثواب کا جائز اور مستحب طریقہ ہے۔ اہل سنت کا اس کے جواز پر اجماع واتفاق ہے۔

سوال: قبرستان میں جا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبروں کی زیارت کرنا اور اہل قبور کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔

(صحیح مسلم: 974)

سوال: کیا میت کے ایصال ثواب کے لیے کوئی دن افضل ہے؟

جواب: میت کے لیے جائز ایصال ثواب مثلاً دعا، صدقہ وغیرہ درست ہے، مگر اس کے لیے دن کی تخصیص یا فضیلت شریعت میں بیان نہیں کی گئی۔ میت کے لیے کسی بھی دن اور کسی بھی وقت دعا کی جا سکتی ہے۔

سوال: نوافل پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچانا کیسا ہے؟

جواب: بدعت ہے، یہ ایصال ثواب کی ناجائز صورت ہے۔ اسلاف امت میں کوئی بھی اس کا قائل وفاعل نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : 2918، وسندهٗ صحيحٌ)

اس پر اجماع ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

❁ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی کسی زندہ یا مردہ کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا، وہ نماز فرض ہو، سنت ہو یا نفل۔'' (الاستذكار : 167/10، 66/12)

❁ علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوْا أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

(عمدة القاري : 125/9)

(سوال): قبر پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): قبر پر فاتحہ خوانی مشروع نہیں۔ قبرستان میں قرآن پڑھنا ممنوع ہے۔ البتہ ہاتھ اٹھا کر قبر پر دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے۔ (سنن نسائی: ۳۹۶۴، وسندہ صحیح)

(سوال): کیا جنازہ پر میت کے محاسن کا تذکرہ کرنا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (شہادت کے بعد) چارپائی پر رکھ دیئے گئے،

جنازہ اٹھانے سے پہلے لوگ چاروں طرف کھڑے تھے اور آپ کے لیے دعا واستغفار کر رہے تھے۔ میں بھی ان میں شامل تھا، اچانک سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: آپ کے بعد بھلا کون ہے، جس کی مثل عمل کر کے اللہ کے دربار میں حاضری مجھے محبوب رہی ہو؟ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جگہ دے گا، کیوں کہ میں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ میں، ابوبکر اور عمر گئے، میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے، میں، ابوبکر اور عمر نکلے۔''

(صحيح البخاري: 3685، صحيح مسلم: 2389)

سوال: ماہِ رجب میں ایصال ثواب کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: ایصال ثواب کے لیے ماہِ رجب کی تخصیص یا افضلیت پر شریعت نے کوئی دلیل قائم نہیں کی، نہ اسلاف امت نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ اس کی خبر دی، لہٰذا ایصال ثواب کے لیے ماہ رجب کو خاص کرنا بدعت ہے۔

سوال: ایصال ثواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی عمل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی ذات کا وسیلہ جائز نہیں۔

سوال: اگر زندہ لوگ میت کے لیے دعا کریں، تو کیا اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب: اگر میت صحیح العقیدہ ہے، تو اللہ تعالیٰ کے مشیت پر ہے، وہ چاہے، تو زندوں کی دعا قبول کر کے میت کے تمام گناہ معاف کر دے، چاہے تو تمام گناہ معاف نہ کرے۔

(سوال): میت کی طرف سے مال حرام سے صدقہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): حرام مال کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

(سوال): کیا روحیں گھر میں لوٹتی ہیں؟

(جواب): روحیں دنیا میں نہیں لوٹتی، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس برزخی زندگی گزارتی ہیں، دنیاوی اُمور سے لاتعلق ہوتی ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾(الزّمر : 42)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

❀ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''مردوں اور زندوں کی ارواح نیند میں باہم ملتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال بھی کرتی ہیں، تو اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 122، وسندهٗ حسنٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): جو شخص کسی میت کی طرف سے صدقہ کرتا ہے، کیا اسے بھی اس کا ثواب ملتا ہے؟

(جواب): جس نے میت کی طرف سے صدقہ کیا ہے، چونکہ اس نے کارِ خیر کیا، اس پر وہ بھی ماجور ہوگا، محروم نہ ہوگا۔

(سوال): میت کے ساتھ قرآن کریم دفن کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے۔

(سوال): سوالاکھ بار کلمہ پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ایصال ثواب کا یہ طریقہ بدعت ہے۔

(سوال): اہل قبور سے دعا کی درخواست کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ناجائز و حرام ہے۔ اہل قبور دنیا والوں سے بے خبر ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''(قبر پرستی کے) جو اکثر فائدے ذکر کیے جاتے ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ مشرک لوگ قبروں وغیرہ کے پاس جا کر کثرت سے دُعا کرتے ہیں۔ بس کبھی کبھار وہ دعا (اللہ کی طرف سے) قبول ہو جاتی ہے۔ اور کوئی مشرک بہت سی دُعائیں کرتا ہے لیکن اُن میں سے کوئی ایک دُعا قبول ہوتی ہے۔ پھر بہت سے مشرک لوگ دُعا کرتے ہیں تو ان میں سے کبھی کسی ایک کی اور کبھی کسی ایک کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ یہ کیفیت ان لوگوں کو کہاں لاحق ہوتی ہے جو سحری

کے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے سجدوں میں، اپنی نمازوں کے آخر میں اور مساجد میں پکارتے ہیں۔ یہ موحد لوگ جب ان قبر پرستوں کی طرح گڑگڑا کر دُعا کریں تو ممکن نہیں کہ ان کی کوئی دُعا ردّ ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب موحد لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تو ان کی دُعا بہت کم ردّ ہوتی ہے، جبکہ قبر پرستوں کی دُعا قبول ہی بہت کم ہوتی ہے۔ موحدین کی دُعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''کوئی بھی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ یا رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک عطا فرما دیتا ہے۔ یا تو اس کی دُعا فوراً قبول کر لیتا ہے یا اس دُعا کی مثل کوئی اور بھلائی اسے عطا فرما دیتا ہے یا اس سے کوئی ایسا ہی نقصان دُور کر دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر یہ بات ہے تو پھر ہم بہت زیادہ دُعائیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔'' (مصنّف عبد الرّزاق : ٢٢/٦، الرّقم : ٢٩١٧٠، مسند أبي يعلى : ٢٩٧/٢، ح : ١٠١٩، مسند الإمام أحمد : ١٨/٣، الأدب المفرد للبخاري : ٧١٠، وصحّح إسناده الحاكم (١٨١٦)، وسندهٗ حسنٌ) **موحد** لوگ اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ بہتری میں رہتے ہیں۔ اس کے برعکس قبر پرست لوگوں کی جب کبھی کبھار کوئی دُعا قبول ہو جاتی ہے تو ان کی توحید کمزور ہو جاتی ہے، اپنے ربّ سے ناطہ وتعلق کم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے دل میں ایمان کی وہ حلاوت اور ذائقہ محسوس نہیں کرتے جو پہلے مسلمان محسوس کرتے تھے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم : 689/2)

سوال: اگر میت عذاب میں مبتلا ہو، تو ورثاء کو کیا عمل کرنا چاہیے کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہو؟

جواب: صحیح العقیدہ میت کو ثواب پہنچانے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ اس کے حق میں دعائے مغفرت کی جائے اور اس کی طرف سے صدقہ جاریہ کیا جائے۔ یہ اعمال میت کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔ اس کے علاوہ قرآن خوانی، فاتحہ خوانی وغیرہ کا اجر میت کو نہیں پہنچتا، یہ ایصال ثواب کے ناجائز طریقے ہیں۔

سوال: جب کوئی قبروں کی زیارت کو آئے اور دعا کرے، تو کیا اہل قبور کو اس کی خبر ہوتی ہے؟

جواب: اہل قبور دنیاوی اُمور سے لاتعلق ہوتے ہیں، انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی قبروں پر کون آیا ہے اور کیا کرنے آیا ہے؟

سوال: قبر پر قرآن خوانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: قبر پر قرآن پڑھنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین کی زندگیوں میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ زندوں کی دعا فوت شدگان کو فائدہ دیتی ہے۔ قرآن خوانی کے ثبوت پر شرعی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دین میں اختراع ہے۔

سوال: کیا کفن پر کلمہ لکھنا بے ادبی ہے؟

جواب: ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ کفن پر کلمہ لکھنا کتاب وسنت سے ثابت نہیں، نیز صحابہ وتابعین اور خیر القرون کے مسلمانوں کا اس پر عمل بھی نہیں، اس لیے یہ بدعت ہے۔

(سوال): قبرستان میں پہنچ کر کیا کرنا چاہیے؟

(جواب): قبرستان جا کر اہل قبور کے حق میں دعائیں کرنی چاہیے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری جس رات ان کے پاس ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اخیر شب میں بقیع غرقد جاتے اور فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَاَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا، مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ.

''یہاں کے اہل ایمان باشندو! آپ پر سلامتی ہو، آپ اپنے اعمال کا (پورا پورا) بدلہ عنقریب پالو گے اور ہم بھی ان شاءاللہ آپ سے آن ملیں گے، اللہ! بقیع غرقد والوں کو معاف فرما۔''

(صحيح مسلم: 974)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زیارت قبور کے لئے یہ دعا سکھلائی:

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ.

''یہاں کے اہل ایمان و مسلمان باشندو! آپ پر سلامتی ہو، اللہ ان پر رحم فرمائے، جو ہم سے پہلے یہاں آ چکے اور ان پر بھی جو ہم سے بعد آئیں گے، ہم بھی عنقریب آپ کے پاس آ رہے ہیں۔''

(صحیح مسلم : 974)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان گئے اور یہ دُعا پڑھی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ .

''اہل ایمان! آپ پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاءاللہ عنقریب آپ سے آن ملیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری یہ خواہش تھی کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں، حاضرین نے عرض کیا : اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے (اسلامی) بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا : آپ میرے صحابہ ہیں، جبکہ میرے بھائی وہ ہیں، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کی امت کے جو افراد ابھی پیدا نہیں ہوئے، قیامت کے دن آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا: کیا خیال ہے، کسی کے گھوڑے کے جسم پر سفید نشان ہوں اور وہ گھوڑا سیاہ گھوڑوں میں مل جائے، تو کیا وہ شخص اپنے گھوڑے کو پہچان لے گا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں! تو فرمایا: وہ لوگ (روز قیامت) ایسے آئیں گے کہ وضو کی برکت سے (ان کے وضو کے اعضا) روشن اور چمکدار ہوں گے، میں حوض کوثر پر ان کا میزبان ہوں گا، تاہم یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ (روز قیامت) بعض لوگوں کو میرے حوض سے اس طرح دور کیا جائے گا، جیسے بھٹکے ہوئے اونٹ کو دھتکار دیا جاتا ہے، میں انہیں پکاروں گا، ادھر آیئے، تو جواب دیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے آپ کے بعد دین میں ردّ وبدل کر دیا تھا، تو میں کہوں گا: دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔''

(صحیح مسلم : 249)

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے کہ قبرستان جائیں، تو یوں کہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُونَ، اَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ .

''مومنو اور مسلمانو! آپ پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاء اللہ عنقریب آپ سے آن ملیں گے، میں اللہ سے آپ کی اور اپنی عافیت کا سوالی ہوں۔''

(صحیح مسلم : 975)

❁ بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان آ کر یہ دعا پڑھتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ لَنَا وَلَكُمْ .

''مومنو اور مسلمانو! آپ پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاء اللہ عنقریب آپ سے آن ملیں گے، آپ ہم سے پہلے جا چکے، ہم آپ کے بعد پہنچیں گے، میں اپنے لئے اور آپ کے لئے عافیت طلب کرتا ہوں۔''

(سنن النّسائي : 2040؛ سنن ابن ماجه : 1547، وسندهٗ صحيحٌ)

مندرجہ بالا الفاظ میں سے کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا قبرستان جا کر درود پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: درود کسی بھی وقت پڑھا جا سکتا ہے، مگر کسی وقت یا موقع کے ساتھ خاص نہ

کیا جائے۔

سوال: قبروں پر سجدہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبروں پر تعظیمی سجدہ حرام اور ناجائز ہے اور عبادت کے لیے سجدہ کرنا شرک اور کفر ہے۔

سوال: جس قبرستان میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ مدفون ہوں، وہاں اہل قبور کے لیے دعا کیسے کی جائے؟

جواب: جس قبرستان میں مسلم اور غیر مسلم ہر دو طرح کے لوگ مدفون ہوں، وہاں بھی دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے، مگر نیت میں مسلمان مراد ہوں، کیونکہ غیر مسلموں کے لیے دعائے مغفرت ممنوع ہے۔

سوال: اہل ہنود کے مرنے والے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

جواب: مشرکین کے نابالغ بچے فوت ہو جائیں، تو وہ کہاں ہوں گے، جنت میں یا جہنم میں؟ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دس اقوال ذکر کیے ہیں۔

(فتح الباري: 3/246-247)

راجح، محقق اور کتاب وسنت سے مؤید قول کے مطابق وہ جنت میں ہوں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾

''ہم (کسی قوم کو) تب تک عذاب نہیں دیتے، جب تک (ان میں) رسول مبعوث نہ کر دیں۔''

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا، مکلّف نہیں بنتا اور نہ اس کے لیے قول رسول ﷺ پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح مسلم : 208/16)

۞ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾(التّكوير : ٩) ''کس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا؟''تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ بَيِّنٌ عَلٰى أَنَّ أَطْفَالَ الْمُشْرِكِينَ لَا يُعَذَّبُونَ، وَعَلٰى أَنَّ التَّعْذِيبَ لَا يُسْتَحَقُّ إِلَّا بِذَنْبٍ .

''اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچوں کو عذاب نہیں ہوگا، نیز دلیل ہے کہ عذاب گناہ کی وجہ سے ہی دیا جاتا ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 234/19)

۞ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُّولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ، أَوْ يُنَصِّرَانِهٖ، أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ .

''پیدائش کے وقت ہر بچہ فطرت اسلام پر ہوتا ہے، پھر والدین اسے یہودی بنا دیں یا عیسائی یا مجوسی۔''

(صحيح البخاري : 1385، صحيح مسلم : 2658)

۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ .

''ان کے پہلوں اور بعد والوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر روز محشر

انہیں اپنے اپنے عقیدے پر اُٹھایا جائے گا۔‘‘

(صحيح البخاري : 2118، صحيح مسلم : 2118)

مشرکین کے نابالغ بچے فطرت اسلام پر ہوتے ہیں۔ جب وہ اسی حالت میں فوت ہو جائیں، تو انہیں فطرت اسلام پر اُٹھایا جائے گا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انصاری بچے کے جنازہ کے لیے بلایا گیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس بچے کے لیے خوشخبری ہے! یہ تو جنت کی چڑیا ہے، اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ گناہ کی عمر کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔ عائشہ! اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے کچھ لوگوں کو پیدا کیا۔ ان کے مقدر میں جنت لکھ دی، جبکہ وہ ابھی اپنے آبا کی پشتوں میں تھے۔ اسی طرح جہنم کے لیے کچھ لوگ پیدا کیے، ان کے مقدر میں بھی جہنم لکھ دی، جبکہ کے وہ ابھی اپنے آبا کی پیٹھوں میں تھے۔‘‘

(صحيح مسلم : 2662)

❀ اس حدیث کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

’’مسلمانوں کے معتبر علما کا اجماع ہے کہ مسلمان کا نابالغ بچہ فوت ہو جائے، تو وہ جنت میں ہوگا۔...... اہل علم نے (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا) جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جلد بازی کرتے ہوئے قطعیت کے ساتھ حکم لگانے سے منع کیا ہو، حالانکہ سیدہ کے پاس کوئی قطعی دلیل نہ تھی۔...... یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت کہی ہو،

جب ابھی آپ ﷺ کو (وحی کے ذریعہ) یہ علم نہ ہوا ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے۔ جب آپ ﷺ کو (بذریعہ وحی) اس بات کا علم ہوا، تو بیان فرما دیا۔''

(شرح مسلم : 207/16)

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(میں نے خواب دیکھا) باغیچے میں موجود دراز قد شخصیت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان کے اردگرد چھوٹے بچے تھے، جو بچپن میں ہی فطرت پر فوت ہو گئے۔ کسی مسلمان نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ مشرکین کے بچے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی، مشرکین کے بچے تھے۔''

(صحيح البخاري : 7047)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ صَرِيحٌ فِي أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَرُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ.

''اس صحیح حدیث میں صراحت ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔ یاد رہے کہ انبیا کے خواب وحی ہوتے ہیں۔''

(طريق الهِجرتَين، ص 391)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

''راجح موقف یہ ہے، جو محققین نے اختیار کیا ہے کہ مشرکوں اور کافروں کے بچے جنت میں ہیں۔''

(شرح مسلم : 208/16)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''راجح یہی ہے کہ مشرک کا بچہ جنت میں ہے۔ حدیث مبارک: ''اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے۔'' کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحت نہیں کہ مشرکین کے بچے جہنم میں ہوں گے۔ اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اگر وہ بالغ ہوتے، تو کیا عمل کرتے؟ جبکہ وہ بالغ ہی نہیں ہوئے، کیونکہ انسان بلوغت کے بعد ہی مکلّف ہوتا ہے۔ باقی رہا وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا، تو اس کی تفسیر و تاویل ضروری ہے، کیونکہ اس بچے کے والدین مومن تھے، اس لحاظ سے وہ بچہ بھی مسلم ہوا۔ تو اس کی تاویل یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اگر یہ بچہ بالغ ہوتا، تو کافر ہو جاتا، یہ مطلب نہیں کہ بچپن میں ہی کافر تھا، اس عمر میں تو اس پر کفار والے احکام لاگو نہیں ہوتے۔''

(شرح مسلم : 208/16)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نے بھی اسی مذہب کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 247/3)

۞ علامہ ابوالحسن عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں:

''مشرکین کے بچے بھی جنت میں ہوں گے۔ یہی قول محقق، صحیح اور کتاب وسنت کے دلائل سے مؤید ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور اس جیسی دیگر احادیث کا معنی یہ ہوگا کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تب فرمائی تھی، جب ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بذریعہ وحی) ان کے جنتی ہونے کی خبر نہیں دی گئی تھی۔''

(مِرعاۃ المَفاتیح :199/1)

مشرکین اور کفار کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے۔ یہی راجح مؤقف ہے۔

(سوال): جہاں اہل ہنود کے نابالغ بچے مدفون ہوں، تو کیا ان کے لیے دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے؟

(جواب): راجح قول کے مطابق اہل ہنود کے نابالغ بچے جنتی ہیں۔ یہ آخرت کا معاملہ ہے۔ مگر دنیاوی اُمور میں مشرکوں کے نابالغ بچوں کے ساتھ ان کے والدین والا معاملہ کیا جائے گا۔ یعنی ان کے غسل، کفن، دفن، جنازہ اور تدفین وغیرہ میں جو معاملہ بالغ مشرکوں کے ساتھ کیا جائے گا، وہی معاملہ ان کے بچوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مومنوں کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ان کے آباء کا حکم ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بغیر عمل کیسے؟ فرمایا: اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرتے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! مشرکین کے بچوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: جو ان کے آبا کا حکم ہے۔ عرض کیا: بغیر عمل کیسے؟ فرمایا: اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ (بالغ ہو کر) کیا عمل کرتے۔''

(سنن أبي داود: 4712، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مومنوں اور مشرکوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیاوی اعتبار سے ان کا وہی حکم ہے، جو ان کے آباء کا ہے۔

مطلب کہ مسلمانوں کے بچوں پر مسلمانوں والے دنیاوی احکام لاگو ہوں گے، مثلاً غسل، کفن، دفن، نماز جنازہ، وراثت وغیرہ کے احکام ومسائل۔

اسی طرح مشرکین کے بچوں کے احکام مشرکوں والے ہوں گے۔ ان پر نماز جنازہ

نہیں پڑھا جائے گا، کفن دفن کا بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا، جو ایک بالغ مشرک کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، اسی طرح کوئی مسلمان اس کافر بچے کی وراثت کا حق دار نہیں ہوگا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ (دنیوی اعتبار سے) بچے کا وہی حکم ہوگا، جو اس کے والدین کا ہے، والدین مسلمان ہیں، تو بچے پر بھی اہل اسلام والے احکام لاگو ہوں گے، اگر والدین مشرک ہیں، تو (دنیوی اعتبار سے) بچے کا حکم بھی وہی ہوگا، جو اہل شرک کا ہے۔ بچہ ان کا اور وہ بچے کے وارث بنیں گے، اگر بچہ قتل ہو جائے، تو اس کی دیت کا وہی حکم ہے، جو اس کے والدین کی دیت کا حکم ہے۔''

(الإجماع، ص 74، الرقم: 322)

احکام آخرت میں مشرکین کی اولاد مسلمانوں کی اولاد کے حکم میں ہوں گے۔

باقی نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ اللہ جانتا ہے کہ وہ (بالغ ہو کر) کیا عمل کرتے؟ سے مراد ہے کہ اگر وہ بالغ ہوتے، تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ کیا عمل کرتے؟ اس میں یہ صراحت نہیں کہ مشرکوں کے بچے ان کی طرح جہنم میں ہوں گے۔ واللہ اعلم!

(سوال): کیا رات کے وقت زیارت قبور جائز ہے؟

(جواب): قبروں کی زیارت کی اجازت مطلق ہے، اس میں وقت کی قید نہیں۔ مگر بعض لوگ مختلف طرح کی خرافات کے لیے رات کے وقت قبرستان جاتے ہیں، ایسا کرنا درست نہیں۔

(سوال): کیا صاحب زکوٰۃ کو ثواب کی نیت سے کھلانا پلانا جائز ہے؟

(جواب): ثواب کی نیت سے کسی کو بھی کھلایا پلایا جا سکتا ہے۔ اس میں امیر، غریب، اپنے اور پرائے سب برابر ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ مدارس کے طلبا کو کھلایا جائے۔

(سوال): مزار کے پہلو میں مسجد بنانا کیسا ہے؟

(جواب): شریعت میں قبروں پر مزار بنانے کی اجازت نہیں۔ البتہ اس کے قریب مسجد بنائی جا سکتی ہے۔

(سوال): کیا بزرگان دین کی قبریں پختہ بنانا جائز ہے؟

(جواب): کسی کی بھی قبر پختہ کرنا جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: 970)

اس حکم میں نبی، ولی، عالم، عامی سب برابر ہیں۔ یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے۔

(سوال): کیا میت کی طرف سے قرآن کریم یا تفسیری کتب کا صدقہ کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): میت کی طرف سے قرآن کریم اور تفسیری کتب کا صدقہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ صدقہ جاریہ ہے، اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، یہ ایصال ثواب کی جائز صورت ہے۔

(سوال): نماز جنازہ کے بعد اگر کوئی شخص دفن سے پہلے قبرستان سے واپس آنا چاہے، تو اسے ورثاء میت سے اجازت لینا پڑے گی؟

(جواب): نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی دفن تک قبرستان میں نہیں رکنا چاہتا، تو وہ واپس آ سکتا ہے، اس کے لیے ورثاء میت سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ البتہ اگر دفنانے تک رک جائے، تو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کسی میت کا جنازہ پڑھا، اسے ایک قیراط (ثواب) ملے گا اور جو دفن کرنے تک اس کے ساتھ (چلتا) رہا، اسے (ثواب کے) دو قیراط ملیں گے، ایک قیراط یا چھوٹا قیراط اُحد (پہاڑ) کے برابر ہے۔''

(صحيح مسلم : 945)

سوال: وفات کے تیسرے دن لوگوں کو جمع کر کے قرآن پڑھوانا کیسا ہے؟

جواب: اسے تیجہ کہا جاتا ہے، ایصال ثواب کا یہ طریقہ بدعت ہے۔

سوال: جنازہ گزر رہا ہے، تو اس کی تعظیم میں کھڑے ہونا کیسا ہے؟

جواب: جنازہ گزر رہا ہے، تو اس کے لیے کھڑے ہونا مستحب ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کافر کے جنازے کے لیے کھڑے ہوں؟ تو فرمایا:

نَعَمْ، قُومُوا لَهَا، فَإِنَّكُمْ لَسْتُمْ تَقُومُونَ لَهَا، إِنَّمَا تَقُومُونَ إِعْظَامًا لِّلَّذِي يَقْبِضُ النُّفُوسَ .

''ہاں! آپ اسے دیکھ کر کھڑے ہوا کریں، کیوں کہ آپ اس میت کی تعظیم میں کھڑے نہیں ہوتے، بلکہ اس ذات کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، جو روحوں کو قبض کرتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٦٨/٢؛ مسند عبد بن حميد : ١٣٤٠؛ المُعجم الكبير للطَّبَراني : ١٧/١٣، ح : ٤٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۳۰۳۵) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۳۵۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ معجم کبیر طبرانی کے الفاظ ہیں:

إِنَّمَا تَقُومُونَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ .

''آپ ان فرشتوں کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہیں، جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ، فَقَامَ وَقَالَ : قُومُوا؛ فَإِنَّ لِلْمَوْتِ فَزَعًا .

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔فرمایا: کھڑے ہو جائیں، کیوں کہ موت کی ایک گھبراہٹ ہوتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 287/2، سنن ابن ماجه : 1543، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّ الْقِيَامَ لِلْفَزَعِ مِنَ الْمَوْتِ فِيهِ تَعْظِيمٌ لِّأَمْرِ اللّٰهِ، وَتَعْظِيمٌ لِّلْقَائِمِينَ بِأَمْرِهِ فِي ذٰلِكَ، وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ .

''موت کی سختی کی وجہ سے کھڑا ہونا دراصل اللہ تعالیٰ کے امر اور اللہ کے مامور کردہ فرشتوں کی تعظیم ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 180/3)

یادر ہے کہ جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا جائز اور مستحب ہے۔اس کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے، استحباب باقی ہے۔

سوال: قبر پر خوبصورتی کے لیے پھول ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں، یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔

سوال: اگر میت کے قرض کی ادائیگی کچھ دن بعد ہو، تو کیا میت کو عذاب ہوگا؟

جواب: عذاب کا معاملہ اللہ ہی جانتا ہے، مگر ورثا کو چاہیے کہ جتنی جلدی ہو سکے، میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی کر دیں۔ یادر ہے کہ اگر نماز جنازہ پر کسی نے میت کا

قرض اپنے ذمہ لے لیا، تو میت سے اس کا بوجھ ختم ہو جاتا ہے، خواہ بعد میں وہ قرض ادا کرے یا نہ کرے، میت پر اس کا وبال نہ ہوگا۔

سوال: کسی ولی کی قبر کا قصد کر کے جانا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی اس مقصد کے لیے جاتا ہے کہ ولی کی قبر سے برکت حاصل ہو گی، یا اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے گی، تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔ قبر یا صاحب قبر سے تبرک کا حصول ممکن نہیں۔ کتاب وسنت اور سلف صالحین کی زندگیوں میں اس کا ثبوت نہیں۔

❀ علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس میں دلیل ہے کہ جس جگہ مشرکین کا میلہ لگتا ہو، اس جگہ کی تعظیم میں جانور ذبح کرنا اسی طرح ناجائز ہے، جس طرح بت کی تعظیم میں اس کے نزدیک ذبح کرنا۔ یہ سب شرک کی طرف جانے والے راستے بند کرنے اور توحید کی حفاظت وصیانت کے لیے ہے۔ جب آپ ﷺ نے قبر وغیرہ پر میلہ لگنے والی جگہ پر جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے تو آپ ﷺ کا قبر کو عید گاہ اور میلہ بنانے سے منع کرنا بالاولیٰ ثابت ہوگا، کیونکہ قبر کو میلہ گاہ بنانے کے نقصانات میلہ گاہ پر جانور ذبح کرنے سے بہت زیادہ ہیں۔ یہ سب احادیث دلیل ہیں کہ قبروں کو ایسی چیزوں کے ساتھ خاص کرنا، جن سے ان پر آنا جانا زیادہ ہو، ان پر سجدہ کیا جائے، انہیں میلہ گاہ بنایا جائے، ان پر چراغاں کیا جائے، ان کے نزدیک جانوروں کو ذبح کیا جائے، حرام ہے۔ ان احادیث کے مقاصد اور ان کا مشترکہ مفہوم اس سے مخفی نہیں، جس نے خالص توحید کی خوشبو بھی سونگھی ہو۔ یہاں اس شخص کی تاویل کا بطلان بھی واضح ہو جاتا ہے، جو کہتا

ہے کہ فرمانِ نبوی: ''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔'' کا مطلب یہ ہے کہ کم آنے جانے اور قصد کرنے کے سبب میری قبر کو عید نہ بناؤ، جو سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے، بلکہ ہر وقت میری قبر کا قصد کرو، اس کی طرف آنے میں جلدی کرو اور دُور اور قریب سے اس کی طرف مسلسل آؤ، اس کام کو اپنی فطرت اور عادت بناؤ ...... حالانکہ یہ مفہوم نبی اکرم ﷺ کے ان ارشادات کے خلاف ہے جو آپ نے اپنی قبر اور دوسری قبروں کے بارے فرمائے۔ یہ مفہوم ان چیزوں کی طرف ترغیب دیتا ہے جن سے آپ ﷺ نے اُمت کو منع فرمایا ہے اور خطرہ محسوس کیا ہے۔ یہ مفہوم آپ ﷺ کی مراد کے خلاف ہے، یہ بھی ہے کہ تاویل کرنے والے نے جو معنی بیان کیا ہے وہ اذہان میں تشریح کی بجائے اُلجھن پیدا کرتا ہے، ایسا کیوں نہ ہو کہ معروف احادیث اس مفہوم کے سخت خلاف ہیں، بلکہ یہ حدیثِ نبوی خود اس تاویل کو ردّ کرتی ہے، اس میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ آپ جہاں بھی ہو، مجھ پہ درود پڑھ دینا، پھر اگر (معاذ اللہ!) آپ ﷺ کی مراد یہی ہوتی، تو آپ ﷺ اسے قبروں کی طرف قصد کی ترغیب اور زیادہ آنے جانے کے واضح الفاظ میں بیان فرما دیتے، جیسا کہ آپ ﷺ نے مسجدوں کی طرف زیادہ آنے کی ترغیب دی ہے۔''

(الصّارم المُنكي في الرد على السّبكي ص 310)

سوال: روایت: ''جب مؤمن فوت ہوتا ہے، تو اس کی روح ایک مہینہ تک اس کے گھر کے اردگرد گھومتی رہتی ہے......'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: باوجود بسیار کوشش کے اس کی سند نہیں مل سکی۔

(سوال): کیا جمعہ والے دن فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے؟

(جواب): اس بارے میں ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہوا، وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔''

(مسند الإمام أحمد: 220/2)

مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ معاویہ بن سعید تجیبی مجہول الحال ہے۔ اس روایت کی دیگر سندیں بھی ضعیف ہیں۔

(سوال): کیا اللہ کے مقبول بندے اور اولیا بعد از وفات سنتے ہیں؟

(جواب): قانون یہ ہے کہ فوت شدگان نہیں سنتے۔ اس میں انبیائے کرام، صحابہ کرام، اولیائے عظام اور عوام سب شامل ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ کے مقبول بندے بعد از وفات سنتے اور جواب دیتے ہیں بے دلیل اور غلو پر مبنی نظریہ ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات، احادیث اور صحابہ کرام کی عملی زندگی اس عقیدہ کا رد کرتی ہیں۔

(سوال): بعض نے بیان کیا ہے کہ ''ایک بار ملک الموت نے غلطی سے ایک شخص کی روح قبض کر لی، جبکہ اسی نام کے دوسرے شخص کی روح قبض کرنا تھی......۔'' کیا اس واقعہ کی کوئی حقیقت ہے؟

(جواب): یہ بے حقیقت اور بے دلیل بات ہے۔ یہ فرشتوں کے متعلق بد اعتقادی ہے، جبکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التّحريم: ٦)

''فرشتوں کو اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی

کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔''

سوال: غیر انسانوں کی ارواح مرنے کے بعد کہاں رہتی ہیں؟

جواب: قیامت کے قیام تک غیر انسانوں کی ارواح کہاں ہوتی ہیں؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

سوال: کیا مرنے کے بعد جسم اور روح کا تعلق رہتا ہے؟

جواب: مرنے کے بعد روح جسم سے نکل جاتی ہے، مگر برزخی زندگی میں روح اور جسم کا ایک تعلق رہتا ہے، جس بنا پر دونوں پر جزا و سزا کا اثر ہوتا ہے۔

سوال: اگر کسی کو قبر پر کھڑے صاحب قبر سے التجا کرتا دیکھیں، تو کیا اسے منع کرنا چاہیے؟

جواب: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقاضا ہے کہ جو قبر پر کھڑا ہو کر صاحب قبر سے استعانت اور استمداد کر رہا ہے، اسے ممکن حد تک منع کیا جائے۔ یہ منکرات میں سے ہے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر آپ میں سے کوئی شخص منکر (ناجائز) کام ہوتا دیکھے، تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو، تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو، تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کی کمزور ترین حالت ہے۔''

(صحيح مسلم: 49)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شیعہ جب جنازہ قبرستان کی طرف لے جاتے ہیں، تو راستے میں کچھ وقت کے لیے جنازہ ایک طرف زمین پر رکھ دیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: ایسا کرنا بدعت ہے۔ خیر القرون کے مسلمانوں سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

سوال: کیا بدر کے کنوئیں میں پڑے مقتول مشرکین سنتے تھے؟

جواب: بدر میں قتل ہونے والے چوبیس مشرکوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔ تین دن کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کے نام پکار پکار کر فرمایا:

''اے فلاں کے بیٹے فلاں اور اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تمہیں اب اچھا لگتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ ہم نے اپنے ساتھ کیے گئے اپنے رب کے وعدے کو سچا دیکھ لیا ہے۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدے کو سچ ہوتا دیکھ لیا؟''

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ، لَا أَرْوَاحَ لَهَا؟

''اللہ کے رسول! آپ ان جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں، جن میں کوئی روح ہی نہیں؟''

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں جو کہہ رہا

ہوں، اس کو آپ ان کفار سے زیادہ نہیں سُن رہے۔''

(صحيح البخاري : 3976، صحيح مسلم : 2874)

❀ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما یہی واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں والے کفار کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ آپ سے عرض کی گئی: کیا آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آپ کی طرح سن رہے ہیں، لیکن جواب نہیں دے سکتے۔''

(صحيح البخاري : 1370)

اس حدیث میں بھی کفار مکہ کے ایک خاص آواز سننے کا ذکر ہے۔

❀ صحیح بخاری (3980-3981) میں ہے:

إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ .

''وہ اس وقت میری بات کو سن رہے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کے مردے نہیں سنتے۔ صحابہ کرام کا یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ آپ مُردوں سے کیوں باتیں کر رہے ہیں، یہ تو سنتے نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ بدر کے کنویں میں پڑے کفار کے سننے کا واقعہ عدمِ سماعِ موتی کے اس قانونِ شریعت سے خاص کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مرنے کے بعد مردے سنتے ہیں، بلکہ فرمایا: اس وقت وہ میری بات سن رہے ہیں۔ اس میں استمرار کے ساتھ سننے کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ استمرار کی نفی ہو گئی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) علامہ مازری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

''علامہ (ابوعبد اللہ محمد بن علی) مازری رحمہ اللہ (536ھ) فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر کہا ہے کہ مُردے سنتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ مازری رحمہ اللہ نے اس کا ردّ کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ یہ سننا ان کفار کے ساتھ خاص تھا۔''

(شرح صحیح مسلم: 387/2)

سوال: عورت کے پیٹ سے بچے کا کچھ حصہ باہر نکلا اور وہ مر گئی، تو کیا کیا جائے؟

جواب: ممکن ہو، تو بچے کو باہر نکال لیا جائے اور دونوں کو غسل و کفن دیا جائے، اگر بچے کو نکالنا ممکن نہ ہو، تو اسی حالت میں غسل و کفن دے دیا جائے۔

سوال: یہ بات مشہور ہے کہ عشرہ محرم میں مرنے والے سے دس محرم تک عذاب قبر ہٹا رہتا ہے، اس بات کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ جھوٹ ہے۔ کتاب و سنت میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا جمعرات کے دن روحوں کا گھر میں آنا ثابت ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: کافر کا بچہ، جسے کسی مسلمان نے منہ بولا بیٹا بنا رکھا ہے، وہ رہتا بھی مسلمان کے پاس ہے، اگر وہ مر جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہتر ہے کہ اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے، کیونکہ وہ مسلمانوں کی پرورش میں ہے۔

سوال: کیا بیمار ہو کر فوت ہونے والا شہید ہے؟

جواب: ہر بیماری میں فوت ہونے والا شہید نہیں، بلکہ مخصوص عوارض اور امراض

ہیں،جن میں فوت ہونے والے کوشہادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق اجر دیتا ہے، آپ شہادت کسے سمجھتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے : میدان جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میدان قتال کے علاوہ بھی سات اسبابِ شہادت ہیں۔ ① مرض طاعون میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جانے والا ② ڈوب کر مرنے والا ③ نمونیا سے جاں بحق ہونے والا ④ پیٹ کی بیماری سے جان کی بازی ہار جانے والا ⑤ جل کر ہلاک ہونے والا ⑥ دب کر دم توڑ دینے والا ⑦ حمل سے فوت ہو جانے والی خاتون۔''

(موطّأ مالك :233/1، سنن أبي داوٗد :3111، سنن النسائي : 1846، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۸۹) نے ''صحیح''اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۰۳) نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الشہداء کہنا درست ہے؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء ورسل سے افضل ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء کے بھی سردار ہیں۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الانبیاء والمرسلین کہا جائے، نہ کہ سید الشہداء، کیونکہ سید الانبیاء والمرسلین زیادہ بڑا درجہ ہے، واللہ اعلم!

(سوال): کیا ہر شہید کے احکام ایک جیسے ہیں؟

(جواب): شہدا کے مختلف درجات ہیں اور ان کے دنیاوی احکام بھی مختلف ہیں۔

❀ شارح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

’’جان لیجئے کہ شہدا کی تین اقسام ہیں: ① قتال کے کسی سبب سے کفار سے جنگ کے دوران قتل ہو جانے والا۔ شہدا کے لیے جو ثواب آخرت میں تیار ہے اور ان پر جو دنیوی احکام لاگو ہوتے ہیں، اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ ② ایک وہ شہید ہے، جس کا ثواب تو شہداء والا ہے، لیکن اس پر دنیوی احکام صادر نہیں ہوتے۔ اس قسم میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہو جانے والا، طاعون کی زد میں دم توڑ جانے والا، دب کر جاں بحق ہونے والا، اپنے مال کے دفاع میں قتل ہو جانے والا اور دیگر، جن پر احادیث صحیحہ میں شہید کا لفظ بولا گیا، شامل ہیں۔ ان کو غسل دیا جائے گا، جنازہ بھی پڑھا جائے گا، لیکن آخرت میں ثواب شہید والا ہی ہے۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ ان کا ثواب پہلے کے برابر ہو۔ ③ جو مال غنیمت میں ڈنڈی مارے، اسی طرح کفار سے لڑائی میں مارے جانے والے وہ مجاہدین، جنہیں شہید کہنے کی نفی میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں پر دنیا میں شہدا والے احکام جاری ہوں گے، یعنی انہیں غسل دیا جائے گا، نہ جنازہ پڑھا جائے گا اور آخرت میں کامل اجر سے محروم ہوں گے۔‘‘

(شرح مسلم: 163/2)

سوال: شہادت حکمیہ کیا ہے؟

جواب: شہادت مالک کریم کی طرف سے اپنے خاص بندوں کی تکریم ہے، اسلام میں منصبِ شہادت ان پاکیزہ ارواح کے لئے روا رکھا گیا ہے، جو لیلیٰ اسلام کے لئے حد جاں سے گزر جاتی ہیں، شہید اسے کہا جاتا ہے جو اللہ کے راستے میں لڑتا ہوا مقتول ہو جائے، قرآن وسنت میں شہید کے نام سے جاری کردہ تمام تکریمات واعزازات اسی خوش

بخت کا نصیبہ ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے لوگوں کو بھی اسلام میں شہید کہا گیا ہے، یہ حکماً شہید ہیں حقیقی نہیں، انہیں صرف شہید کا نام دیا گیا ہے، شہید فی سبیل اللہ کے تمام اجر میں شریک وسہیم نہیں بنایا گیا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ کی نظر میں شہید کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول! وہی ہے، جو مقتل میں جان لٹا دے۔ فرمایا: یوں تو میری امت میں شہید برائے نام ہوں گے! صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اور کون ہے؟ فرمایا: مقتل میں کٹ جانے والا شہید ہے، دوران جہاد فوت ہو جانے والا شہید ہے۔ مرضِ طاعون میں جان کی بازی ہار جانے والا شہید ہے۔ پیٹ کی بیماری سے ہلاک ہو جانے والا شہید ہے۔ نیز ڈوب کر فوت ہو جانے والا بھی شہید ہے۔''

(صحیح مسلم : 1915)

میدان مقتل میں شہید ہونے والا حقیقی شہید ہے اور اس کے علاوہ جس کو بھی شہید کہا گیا ہے، وہ حکمی شہید ہے۔

(سوال): کیا پانی میں ڈوب کر مر جانے والا شہید ہے؟

(جواب): پانی میں ڈوب کر مر جانے والا بھی حکمی شہید ہے۔ (مسلم: ۱۹۱۵)

(سوال): کیا ہیضہ اور طاعون میں فوت ہونے والا شہید ہے؟

(جواب): جی ہاں۔ (مسلم: ۱۹۱۵)

(سوال): کیا حکمی شہید کو غسل دیا جائے گا؟

(جواب): حکمی شہید کو بھی غسل وکفن دیا جائے گا، کیونکہ یہ اعزازی شہید ہے۔

(سوال): ایک پاگل نے اپنی بیوی کے سر پر لوہے کی کوئی چیز ماری اور وہ مرگئی، کیا یہ شہیدہ ہے؟ اور کیا اسے غسل وکفن دیا جائے گا؟

(جواب): وہ شہیدہ نہیں ہے۔ اسے غسل وکفن دیا جائے گا۔

(سوال): روایت: ''اچانک موت شہادت ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت سنن ابن ماجہ (۱۶۱۳) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ ابو منذر ہذیل بن حکم منکر الحدیث ہے۔

اس کی دوسری سند میں ابراہیم بن بکر شیبانی وضاع ہے۔

(سوال): جو دیوار کے نیچے دب کر مر جائے، کیا اسے غسل دیا جائے گا؟

(جواب): دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا حکمی شہید ہے اور حکمی شہید کو غسل وکفن دیا جائے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شہید پانچ قسم کے ہیں؛ ① طاعون سے فوت ہونے والا ② پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہونے والا ③ ڈوب کر فوت ہو جانے والا ④ دب کر فوت ہو جانے والا ⑤ اللہ کی راہ میں کٹ جانے والا۔''

(صحيح البخاري : 2829، صحيح مسلم : 1914)

(سوال): کیا کرونا وائرس سے مرنے والا شہید ہے؟

(جواب): کرونا وائرس کی صورت نمونیا والی ہے۔ اس لیے اس وائرس سے مرنے والا بھی شہید حکمی ہے، ان شاء اللہ۔

❁ سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق اجر دیتا ہے، آپ شہادت کسے سمجھتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے : میدان جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میدان قتال کے علاوہ بھی سات اسبابِ شہادت ہیں۔ ① مرض طاعون میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جانے والا ② ڈوب کر مرنے والا ③ نمونیا سے جاں بحق ہونے والا ④ پیٹ کی بیماری سے جان کی بازی ہار جانے والا ⑤ جل کر ہلاک ہونے والا ⑥ دب کر دم توڑ دینے والا ⑦ حمل سے فوت ہو جانے والی خاتون۔''

(موطّأ الإمام مالك :1/233-234، سنن النسائي : 1846، سنن أبي داوٗد :3111، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۸۹) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۰۳) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

یہ سعادت اس کے لیے ہے، جو صحیح العقیدہ، متشرع اور صالح ہو، کیونکہ اعتبار عقیدے اور عمل کا ہے۔

سوال: اگر میت کے جسم پر زخم ہوں، اس کو غسل دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر زخم اس قدر گہرے ہیں کہ ان سے خون رس رہا ہو، تو میت کو بغیر غسل کفنا دینا چاہیے، کیونکہ غسل کا مقصد اس سے آلائشوں کو دور کرنا اور اس کے بدن کو میل کچیل سے پاک صاف کرنا ہے، وہ خون کی وجہ سے ناممکن ہے۔

سوال: چوروں نے قتل کر دیا، کیا شہید ہو گا یا نہیں؟

جواب: جو شخص جان اور مال کی حفاظت میں مارا گیا، وہ بھی حکمی شہید ہے۔

❁ سعید بن زید قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے مال کے دفاع میں دم توڑ دینے والا شہید ہے، اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے دوران قتل ہو جانے والا شہید ہے، اپنے دین کو بچاتے ہوئے جان کی بازی ہار جانے والا شہید ہے اور اپنی جان بچاتے بچاتے اللہ کو پیارا ہو جانے والا بھی شہید ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4772، سنن النسائي : 4095، سنن الترمذي : 1421، سنن ابن ماجه : 2580، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۹۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ .

''مال کے دفاع میں جاں بحق ہونے والا شہید ہے۔''

(صحيح البخاري : 2480، صحيح مسلم : 141)

سوال: کیا کچھ لوگوں سے منکر نکیر سوالات نہیں کریں گے؟

جواب: ہر مرنے والے انسان سے منکر و نکیر سوالات کریں گے۔ کسی سے سوالات نہ کرنے کے بارے میں کوئی دلیل معلوم نہیں۔

سوال: کیا شہید سے منکر و نکیر سوالات نہیں کریں گے؟

جواب: اس بارے میں کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی۔

سوال: کیا شہید کا جسم مٹی نہیں کھاتی؟

(جواب): یہ منصب صرف انبیائے کرام کا ہے۔شہید کے بارے میں ایسی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی۔

(سوال): جو مسلمان کافروں کی شرارتیں روکنے میں مارے جائیں، کیا وہ شہید ہیں؟

(جواب): وہ بھی شہید ہیں۔

(سوال): کسی مذہبی کانفرس میں دھماکہ ہوا، کیا اس میں مرنے والے شہید ہیں؟

(جواب): یہ موت راہِ حق میں شہادت ہے، بشرطیکہ مرنے والا صحیح العقیدہ ہو۔

(سوال): اگر ہندو خفیہ طور پر مسلمانوں پر حملہ کر دیں، تو مرنے والے مسلمان شہید ہوں گے یا نہیں؟

(جواب): مرنے والے مسلمان شہید ہوں گے، بشرطیکہ صحیح العقیدہ ہوں۔

(سوال): کیا اولیاء اللہ مرنے کے بعد زندہ رہتے ہیں؟

(جواب): مرنے کے بعد ہر انسان کو زندگی ملتی ہے، جسے برزخی یا اُخروی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا دنیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔اس کی اپنی کیفیت ہے، جو دنیا کی زندگی سے یکسر جدا ہے۔

(سوال): کیا مرنے کے بعد اولیاء اللہ کے فیوض و برکات باقی رہتی ہیں؟

(جواب): مرنے کے بعد انسان دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔اس کے تمام سلسلے منقطع ہو جاتے ہیں۔یہ کہنا کہ ان کے فیوض جاری رہتے ہیں، اولیائے کرام کی شان میں غلو ہے۔

❀ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) کہتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ (الحج:73)''اللہ کے علاوہ جنہیں بھی تم پکارتے ہو، وہ

ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔'' اس آیت کریمہ میں ان کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیا کے بارے میں غلو کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں اولیا سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ بعض ''دانشور'' تو کہتے ہیں کہ اولیا کرام اللہ کی طرف وسیلہ ہیں، نذر و نیاز ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کا پہلا دعوی بت پرستوں جیسا ہے، جو کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے، از ناقل] ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیا) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیا سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے] میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا جو اولیا کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض مشرکین تو سب اولیا کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن

جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے،تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے ہیں! بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیا اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے ''اہل علم'' کا کہنا ہے کہ اولیا کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ان کے بقول بسا اوقات اولیا کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ تمام باتیں جھوٹ ہیں، کتاب وسنت اور اسلاف امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔انہوں نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ایسے لوگ یہود ونصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 2/212-213)

سوال: یہ دعا کرنا کہ اے اللہ! فلاں مردے کو زندہ کر دے، کیسا ہے؟

جواب: دوبارہ زندہ ہونے کی دعا کرنا درست نہیں۔

سوال: قرآن کریم میں زکوٰۃ کا لفظ کتنی مرتبہ آیا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں زکوٰۃ کا لفظ بتیس (۳۲) مرتبہ آیا ہے۔

سوال: کیا نابالغ کے مال پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: نابالغ بچے کے مال پر بھی زکوٰۃ ہے، البتہ اس کی ادائیگی کی ذمہ داری اس کے سرپرست پر ہے۔

سوال: کیا زکوٰۃ ہر سال ہے یا زندگی میں ایک مرتبہ؟

جواب: جب بھی صاحب نصاب ہوگا، تو زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ ہر سال صاحب نصاب ہو، خواہ کبھی کبھار۔

سوال: دختر کو کسی دوست نے مال دیا، کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: اگر نصاب کو پہنچ جائے، تو سال گزرنے پر اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔

سوال: مال کی ہر جنس کی زکوٰۃ الگ الگ وقتوں میں ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس جنس پر سال گزر جائے، اس کی ادائیگی کر دی جائے۔ ایک ہی وقت میں ادا کرنا ضروری نہیں۔

سوال: جس کے پاس پانچ ہزار روپے ہیں، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: زکوٰۃ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت پر ہے۔ پانچ ہزار پر نہیں۔

سوال: کیا زکوٰۃ کی ادائیگی پرائس چیک کی صورت میں کی جا سکتی ہے؟

جواب: کی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال کی زکوٰۃ دے سکتی ہے؟

جواب: بغیر اجازت دے سکتی ہے۔

سوال: مال امین کے پاس ہے، سال گزر گیا، کیا زکوٰۃ امین ادا کرے گا یا مالک مال؟

جواب: زکوٰۃ مال کے مالک کے ذمہ ہے، امین پر نہیں۔

سوال: حفاظت کی غرض سے کسی کو مال دیا، اس پر چار سال گزر گئے، کیا چاروں سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی؟

جواب: اگر مال نصاب کو پہنچتا ہے، تو چاروں سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

سوال: اگر مدرسہ یا مسجد کے چندہ پر سال گزر جائے، تو کیا زکوٰۃ واجب ہوگی؟

جواب: مدرسہ یا مسجد کے چندہ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال: کیا حرام مال پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: حرام مال پر زکوٰۃ واجب ہے، بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے۔

سوال: زکوٰۃ کس جنس کی صورت میں دینی چاہیے؟

جواب: زکوٰۃ جنس اور روپے دونوں صورتوں میں دی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا بیوی کے صاحب نصاب ہونے سے شوہر صاحب نصاب ہوجاتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: کیا قرض دار پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: اگر قرض دار صاحب نصاب ہے، تو اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔

سوال: ایک شخص کے پاس چالیس تولے چاندی اور پانچ تولے سونا ہے، کیا وہ صاحب نصاب ہے؟

جواب: نصاب میں ہر جنس کا الگ حساب ہوگا، ایک جنس کو دوسری کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔ جب تک چاندی ساڑھے باون تولے نہ ہو، تو صاحب نصاب نہیں، اسی طرح سونا ساڑھے سات تولے ہو، تو صاحب نصاب ہوگا۔

سوال: کیا قرض کی زکوٰۃ وصولی کے بعد دی جائے گی؟

جواب: اگر وصولی سے پہلے دی جاسکتی ہے، تو پہلے دے دی جائے، ورنہ وصولی کے بعد دے دے۔

(سوال): زکوٰۃ میں حیلہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): کیا کرایہ کے مکان پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): کرایہ کے مکان پر زکوٰۃ نہیں، کرائے کی رقم اگر نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے، تو زکوٰۃ ہے۔

(سوال): کیا کھیت کی قیمت پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): کھیت کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں۔

(سوال): کیا ماہِ رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے؟

(جواب): ماہِ رجب کو زکوٰۃ کا مہینہ قرار دینا ثابت نہیں۔

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الزَّكَاةُ فَقَدِ اعْتَادَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبِلَادِ إِخْرَاجَ الزَّكَاةِ فِي شَهْرِ رَجَبَ، وَلَا أَصْلَ لِذٰلِكَ فِي السُّنَّةِ، وَلَا عُرِفَ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ.

''اِن شہروں میں لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ماہِ رجب میں زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ اس پر نہ سنت نبوی سے کوئی دلیل ہے اور نہ ہی یہ اسلاف امت میں کسی سے منقول ہے۔''

(لطائف المَعارف، ص 120)

(سوال): ایک شخص کے ذمہ حق مہر ہے، اس کا مالِ نصاب حق مہر کی رقم سے کم ہے، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(جواب): اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ کا تعلق حق مہر سے نہیں۔

(سوال): کسی بھی چیز کی قیمت خرید پر زکوٰۃ ہوگی یا موجودہ قیمت پر؟

(جواب): موجود قیمت پر۔

(سوال): اگر رقم کسی خاص ضرورت کے لیے مختص کی گئی ہو، تو کیا سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): اگر وہ رقم نصاب کو پہنچ جائے، تو اس پر زکوٰۃ ہے۔

(سوال): ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ زکوٰۃ کی رقم فلاں شخص کو دے دیجئے، مگر اس نے کسی دوسرے شخص کو دے دی، کیا زکوٰۃ ادا ہوئی؟

(جواب): زکوٰۃ ادا ہوگئی، مگر ایسا کرنا مناسب نہیں۔

(سوال): زیور کا مالک والدہ کو بنا دیا، تو زکوٰۃ کون ادا کرے گا؟

(جواب): والدہ۔

(سوال): سال گزرنے کے دو تین ماہ بعد زکوٰۃ دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): سال گزرنے کے بعد جتنا جلدی ہو سکے، زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔ البتہ اگر تاخیر کے ساتھ ادا کرے، تو ادا ہو جائے گی۔

(سوال): شرکت کی تجارت میں جو زکوٰۃ نکلی، تو اگر دوسرا فریق نہ نکالے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر دوسرا فریق زکوٰۃ نہ نکالے، تو پہلے فریق کے حصہ میں جتنا مال آیا ہے، اس پر زکوٰۃ نکال دے۔

(سوال): بیٹا اگر اپنا مال باپ کو دے دے، تو زکوٰۃ کس کے ذمہ ہوگی؟

(جواب): باپ کے۔

(سوال): جتنی زکوٰۃ واجب ہے، اس سے زیادہ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے اور باعث اجر ہے۔

(سوال): جسے زکوٰۃ پر وکیل بنایا ہے، کیا وہ اس میں تصرف کرسکتا ہے؟

(جواب): وہ تصرف نہیں کرسکتا۔

(سوال): کیا زکوٰۃ کے لیے کوئی مہینہ متعین ہے؟

(جواب): زکوٰۃ کے لیے کوئی مہینہ، دن یا وقت متعین نہیں۔

(سوال): کیا رات کو زکوٰۃ نکالی جاسکتی ہے؟

(جواب): نکالی جاسکتی ہے۔

(سوال): جو غلہ گھر کھانے کے لیے خریدا، سال گزرنے کے بعد جو باقی بچا، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(جواب): اس پر زکوٰۃ نہیں۔

(سوال): زکوٰۃ میں مہینے کا اعتبار ہوگا یا تاریخ کا؟

(جواب): زکوٰۃ میں تاریخ کا اعتبار ہوگا۔ جس دن قمری تاریخ کے مطابق سال مکمل ہو گیا، اس دن زکوٰۃ واجب ہوگئی۔

(سوال): نابالغ کا مال اگر شراکت داری میں ہے، تو کیا اس پر زکوٰۃ ہوگی؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): نابالغ کے مال کا جو حصہ بطور امانت والدین کے پاس ہو، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

(جواب): اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔

(سوال): کیا عطر پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): عطر پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر تجارت کے لیے ہے، تو اس کی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔

(سوال): اگر زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ زکوٰۃ ادا کی جائے، کیونکہ وہ ضامن ہے۔

(سوال): کیا زکوٰۃ میں گھر کا غلہ دیا جا سکتا ہے؟

(جواب): دیا جا سکتا ہے۔

(سوال): کیا لائبریری کی قیمت پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): لائبریری کی کتابوں کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ اگر کتابیں تجارت کے لیے ہوں، تو ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔

(سوال): اگر زکوٰۃ کی رقم بذریعہ ڈاک بھیجی گئی، موصول نہ ہوئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بھیجنے پر زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

(سوال): اگر کسی شخص کو زکوٰۃ کی رقم اس کے سوال کیے بغیر دے دی جائیں، تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(جواب): مستحق ہے، تو ادا ہو گئی۔

(سوال): جس قرض کے وصول ہونے کی اُمید نہ تھی، مگر دس سال بعد وصول ہو گیا، کیا گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا ہو گی؟

(جواب): جی ہاں، تمام سالوں کی زکوٰۃ کا حساب لگا کر نکالنا ضروری ہے۔

(سوال): اگر بیٹا باپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے، تو کیا ادا ہو جائے گی؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): اگر کوئی شخص یہ حیلہ کرے کہ کسی مستحق فقیر کو زکوٰۃ دے کر یہ کہے کہ آپ

میرے بیٹے کو اللہ کے لیے یہ رقم دے دیں، تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(جواب): زکوٰۃ میں حیلہ ناجائز ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(سوال): اگر زکوٰۃ کی رقم نکال کر الگ کر لی، پھر اس میں سے تھوڑی تھوڑی رقم مستحق افراد کو دیتا رہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جو مکان سال میں چھ ماہ کرایہ پر چلے، کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): اس پر زکوٰۃ نہیں۔

(سوال): جھوٹی دلالی سے جو مال جمع کیا، کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): اس حرام مال پر بھی زکوٰۃ ہے۔

(سوال): کیا زکوٰۃ کی رقم مہتمم کے سپرد کر دینے سے ادا ہو گئی؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): جائز و ناجائز مال خلط ملط ہے، اس کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے؟

(جواب): کل مال کی زکوٰۃ نکال لی جائے۔

(سوال): جس کو زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرنے کو کہا، اس نے خود استعمال کر لی، کیا زکوٰۃ کی ادائیگی ہو گئی؟

(جواب): ادائیگی ہو گئی۔

(سوال): کیا رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں زکوۃ نکال سکتے ہیں؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): اگر گھر کے افراد پر زکوٰۃ کی نیت سے خرچ کر دیا، تو کیا زکوٰۃ ادا ہو گئی؟

جواب: جن افراد کی کفالت اس کے ذمہ ہے۔ان کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم اپنی ضرورت میں خرچ کرلی، بعد میں زکوۃ کی رقم ادا کردی،تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا مناسب نہیں،البتہ زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم کسی کو قرض کے طور پر دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا زراعت کے جانوروں پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: کیا گدھوں پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: گدھوں پر زکوٰۃ نہیں،البتہ اگر تجارت کے لیے پالے ہیں،تو ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔

سوال: بکریوں کی زکوٰۃ میں کیا بکری کے بچے تعداد میں شامل ہوں گے؟

جواب: بکریوں کے بچے بھی گنتی میں شمار ہوں گے۔

سوال: کیا بکری اور بھیڑ ایک ہی جنس شمار ہوں گی؟

جواب: ایک ہی جنس شمار ہوگی۔

سوال: کیا گائے اور بھینس ایک ہی جنس شمار ہوں گی؟

جواب: جی ہاں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: دو گائے تجارت کے لیے رکھی ہیں، کیا سال گزرنے کے بعد ان پر زکوۃ ہے؟

جواب: سال گزرنے کے بعد ان کی تخمینی مالیت پر زکوۃ ہے۔

سوال: ماہوار کے حساب سے ہر مہینے زکوۃ ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ زکوۃ سال گزرنے پر ہے۔

سوال: بیوہ کے پاس نقد روپے ہیں، ان پر سال گزر چکا ہے، کیا ان پر زکوۃ ہے، حالانکہ وہ خود بھی ضرورت مند ہے؟

جواب: اگر یہ رقم ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہے، تو سال گزرنے پر اس میں زکوۃ واجب ہے، خواہ بیوہ خود بھی ضرورت مند ہو۔

سوال: کیا سونے اور چاندی کے زیورات زکوۃ میں ملائے جائیں گے؟

جواب: دونوں کو الگ الگ شمار کیا جائے گا۔ جو جنس نصاب کو پہنچ جائے، اس کی زکوۃ ادا کی جائے۔

سوال: جو زیورات بالکل نہ پہنے جائیں، کیا ان میں زکوۃ ہے؟

جواب: اگر وہ نصاب کو پہنچ جائیں، تو ان میں بھی زکوۃ ہے۔

سوال: کیا زکوۃ کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجی جا سکتی ہے؟

جواب: وسائل ارسال کی کوئی بھی با اعتماد سہولت اختیار کی جا سکتی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے حج کے لیے رقم مختص کی، سال گزر گیا، کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟

(جواب): جی ہاں، زکوٰۃ ہے۔

(سوال): جن زیورات میں کھوٹ ملا ہوا ہو، ان کی زکوٰۃ کا کیا حساب ہے؟

(جواب): اگر معمولی کھوٹ ہے، تو وہ زیور کے حکم میں ہوگا، تمام وزن میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

(سوال): کیا سونے کی زکوٰۃ چاندی کی صورت میں دی جا سکتی ہے؟

(جواب): سونے کی زکوٰۃ کسی بھی جنس سے ادا کی جا سکتی ہے۔

(سوال): اگر شوہر کسی چیز کا مالک بیوی کو بنا دے، تو زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟

(جواب): زکوٰۃ بیوی کے ذمہ ہے۔

(سوال): زکوٰۃ دیتے وقت نیت ضروری ہے؟

(جواب): ہر نیک عمل کے لیے نیت شرط ہے۔

(سوال): نوٹ بھنانے پر کچھ کٹوتی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔

(سوال): کیا سونے کی قیمت بازار کے نرخ پر ہوگی؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): جو رقم کسی کو بطور رہن دی ہے، کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟

(جواب): جی ہاں، اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر ممکن ہو، تو ہر سال اس کی زکوٰۃ اپنے پاس سے ادا کر دی جائے، ورنہ وصولی کے بعد اکھٹی ادا کر دی جائے۔

(سوال): ایک شخص کے پاس رقم جمع تھی، سال گزرنے سے پہلے اس نے ایک مکان

خرید لیا، کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: اس پر زکوٰۃ نہیں۔

سوال: کیا جواہرات میں زکوٰۃ ہے؟

جواب: جواہرات اگر تجارت کے لیے نہ ہوں، تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

سوال: سونے چاندی کی موجودہ قیمت معلوم نہ ہو، تو کیا کچھ ماہ پہلے کی قیمت کے مطابق زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: موجودہ قیمت کے مطابق زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے، معلوم نہ ہو، تو سنار وغیرہ سے معلوم کرلیا جائے۔

سوال: عورت کا جوز یور رہن ہے، اس کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: اس کی زکوٰۃ عورت کے ذمہ ہے۔

سوال: کیا ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: اگر کسی چیز کی قیمت قسط وار موصول ہو، تو زکوٰۃ کس طرح دی جائے؟

جواب: جتنی موصول رقم پر سال گزر جائے، اتنی پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال: ایک شخص کے پاس آٹھ سال تک آٹھ لاکھ روپے جمع تھا، ہر سال ایک ایک لاکھ جمع ہوا، مگر کسی سال زکوٰۃ ادا نہ کی اور آٹھ سال کے بعد وہ ساری رقم خرچ ہوگئی، کیا وہ زکوٰۃ ادا کرے گا؟

جواب: اس پر آٹھ سالوں کی زکوٰۃ واجب الاداء ہے، جب ممکن ہو، اکٹھی یا تھوڑی تھوڑی کر کے زکوٰۃ کی رقم ادا کردے۔

(سوال): پنسارا اپنی دکان کی زکوٰۃ کیسے ادا کرے؟

(جواب): سال کے آخر میں سامان کی قیمت کا محتاط تخمینہ لگا لے اور زکوٰۃ ادا کر دے۔

(سوال): قرض لے کر تجارت شروع کی، کیا سامان تجارت پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): جب تک اس کا قرض ادا نہیں ہو جاتا، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ تجارت کی آمدن پر زکوٰۃ ہے۔

(سوال): سوداگر کے پاس جو سامان ہے، اس کی قیمت خرید کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا موجودہ ریٹ کے اعتبار سے؟

(جواب): موجودہ قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

(سوال): دواخانہ کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے؟

(جواب): محتاط تخمینہ لگا لیا جائے۔

(سوال): کیا آٹے کی مشین پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): آٹے کی مشین پر زکوٰۃ نہیں، البتہ اس کی آمدن پر زکوٰۃ ہے۔

(سوال): خریداروں کے ذمہ جو رقم ہے، کیا بیچنے والا اس کی زکوٰۃ دے گا؟

(جواب): جو رقم خریداروں کے ذمہ ہے، بیچنے والا اس پر بھی زکوٰۃ دے گا۔

(سوال): جس تاجر کے پاس نقد رقم بھی ہو، مال تجارت بھی ہو اور بقایا جات بھی ہوں، تو وہ کس طرح زکوٰۃ ادا کرے گا؟

(جواب): نقد رقم اور بقایا جات میں بھی زکوٰۃ ادا کرے گا اور مال تجارت کی قیمت کا اندازہ لگا کر اس کی بھی زکوٰۃ ادا کر دے گا۔

(سوال): جس مال کی قیمت بدلتی رہے، یا بسا اوقات قیمت خرید سے بھی کم ہو جائے،

تو اس کی زکوٰۃ کس قیمت کے لحاظ سے ادا کی جائے گی؟

(جواب): اس کی قیمت موجودہ بھاؤ کے مطابق ادا کی جائے گی۔

(سوال): ایک شخص کے پاس مال تجارت ہے، وہ اسے بیچ کر سال بھر خرچ بھی کرتا رہا، تو سال گزرنے کے بعد وہ کتنی زکوٰۃ ادا کرے گا؟

(جواب): سال گزرنے کے بعد جتنا مال تجارت اس کے پاس موجود ہے، اس کی زکوٰۃ ادا کر دے گا، جو سال بھر میں خرچ ہو چکا، اس پر زکوٰۃ نہیں۔

(سوال): گورنمنٹ جو ٹیکس وصول کرتی ہے، کیا وہ زکوٰۃ میں شامل ہوگا؟

(جواب): سرکاری ٹیکس زکوٰۃ میں شامل نہ ہوگا۔

(سوال): تاجر جو مال بیوپاری کے حوالے کر دیں، کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

(جواب): جو مال بیچنے کے لیے بیوپاری کے سپرد کر دیا جائے اور اس پر سال گزر جائے، تو اس مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

(سوال): جو زمینیں پہاڑ کے پانی سے سیراب ہوں، مگر اس کے لیے محنت و مشقت کر کے بند باندھنا پڑے، تو اس میں عشر ہے یا نصف عشر؟

(جواب): اس پر عشر ہے۔ (بخاری: ۱۴۸۳)

(سوال): کیا سبزیوں پر عشر ہے؟

(جواب): اہل علم کا اجماع ہے کہ سبزیوں پر زکوٰۃ (عشر) واجب نہیں۔

امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعُلَمَاءُ الْيَوْمَ مُجْمِعُونَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَالْحِجَازِ، وَالشَّامِ عَلَى أَنْ لَّا صَدَقَةَ فِي قَلِيلِ الْخَضِرِ وَلَا فِي كَثِيرِهَا، إِذَا كَانَتْ

فِي أَرْضِ الْعُشْرِ .

''عراق، حجاز اور شام کے اہل علم آج اس بات پر متفق ہیں کہ سبزیاں کم ہوں یا زیادہ، اگر وہ عشر والی زمین میں ہوں، تو ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔''

(كتاب الأموال : 502)

اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ .

''پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔''

(صحيح البخاري : 1484، صحيح مسلم : 979)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں:

قَدْ يَسْتَدِلُّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مَنْ يَّرٰى أَنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَجِبُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْخَضْرَاوَاتِ، لِأَنَّهٗ زَعَمَ أَنَّهَا لَا تُوسَقُ، وَدَلِيلُ الْخَبَرِ أَنَّ الزَّكَاةَ إِنَّمَا تَجِبُ فِيمَا يُوسَقُ وَيُكَالُ؛ مِنَ الْحُبُوبِ وَالثِّمَارِ، دُوْنَ مَا لَا يُكَالُ؛ مِنَ الْفَوَاكِهِ وَالْخَضِرِ وَنَحْوِهَا، وَعَلَيْهِ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ؛ إِلَّا أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ رَأَى الصَّدَقَةَ فِيهَا .

''اس حدیث سے ان اہل علم نے استدلال کیا ہے جن کے نزدیک کسی بھی سبزی پر زکوٰۃ واجب نہیں، کیونکہ ان کے بقول سبزی کو ماپا نہیں جاتا، جبکہ حدیث میں زکوٰۃ اسی چیز کے لیے مقرر کی گئی ہے، جس کو ماپا جا سکے، جیسا کہ

دانے اور غلہ ہوتا ہے۔جن چیزوں کو ماپا نہیں جاتا، وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ پھل اور سبزیاں وغیرہ۔ اکثر اہل علم یہی بات کہتے ہیں، سوائے امام ابوحنیفہ کے۔ وہ سبزیوں میں بھی زکوٰۃ کو واجب سمجھتے ہیں۔''

(مَعالم السّنن : 14/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ پانچ وسق سے کم زمینی پیداوار پر عشر نہیں ہوتا، سوائے امام ابوحنیفہ کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر اس چیز پر عشر ہوگا، جس کی کاشت کا مقصد زمین کی نمو ہو، سوائے لکڑی، بانس، بھنگ اور اس درخت کے جس پر پھل نہ لگتا ہو۔''

(فتح الباري : 350/3)

یہ کہنا کہ یہ حدیث صرف تجارت کے بارے میں ہے، درست نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس پیداوار میں زکوٰۃ ہے، اس میں زکوٰۃ کا نصاب کم از کم پانچ وسق ہے۔

۞ عظیم تابعی میمون بن مہران رحمہ اللہ سے سبزیوں پر زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

لَيْسَ فِيهَا زَكَاةٌ، حَتّٰى تُبَاعَ، فَإِذَا بِيعَتْ وَبَلَغَتْ مِأَتَيْ دِرْهَمٍ، فَإِنَّ فِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ.

''سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں، حتی کہ ان کو بیچ دیا جائے۔ جب بیچا جائے اور ان کی قیمت دوسو درہم (نصاب) تک پہنچ جائے، تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی۔''

(كتاب الأموال : 502، وسندهٗ حسنٌ)

زمین کی ہر پیداوار پر زکوٰۃ واجب قرار دینے والوں کی دلیل کا جائزہ ملاحظہ فرمائیں؛

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِنَضْحٍ، أَوْ غَرْبٍ؛ نِصْفُ الْعُشْرِ، فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ .

''جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہو، اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی اور جسے جانوروں یا کنویں سے سیراب کیا جاتا ہو، اس کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ، اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی۔''

(التّحقيق في المسائل لابن الجوزي : 962، نصب الرّاية للزّيلعي : 385/2)

یہ جھوٹی روایت ہے۔

۱۔ ابو مطیع بلخی سخت ''ضعیف'' ہے۔ اس کے بارے میں توثیق ثابت نہیں۔

۲۔ اس کا استاذ بھی باتفاقِ محدثین ''ضعیف'' ہے۔

۳۔ ابان بن ابی عیاش کے ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہونے پر محدثین کرام کا اتفاق ہے۔

❀ اس روایت کے بارے میں حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ لَّا يُسَاوِي شَيْئًا .

''یہ سند کسی کام کی نہیں۔''

(التّحقيق في مسائل الخلاف : 962)

❀ بعض نے لکھا ہے:

إِنَّهٗ تَابَعَهٗ عَنْ أَنَسٍ عِنْدَ الْبَزَّارِ .

''امام قتادہ نے مسند بزار میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے میں اس کی

متابعت کی ہے۔‘‘

(مَعارف السّنن : 203/5)

لیکن حقیقت میں ایسی کوئی متابعت موجود نہیں۔

۴۔ اس میں ’’رجل‘‘ کا واسطہ ہے اور یہ ’’مبہم و مجہول‘‘ ہے۔

ثابت ہوا کہ زمین کی ہر پیداوار، وہ کم ہو یا زیادہ، اس پر زکوٰۃ کو واجب کہنا بے دلیل اور بے ثبوت بات ہے۔

۞ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيمَا حَفِظْنَا عَنْ أَصْحَابِنَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ : وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِّنْ هٰذَا شَيْءٌ؛ إِلَّا فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ.

’’ہم نے اپنے احباب سے یہ یاد کیا ہے کہ وہ زمین کی پیداوار میں سے کسی پر زکوٰۃ کو واجب نہیں کہتے تھے، سوائے گندم، جَو، کھجور اور منقے کے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 139/3، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا مزارعت والی زمین میں عشر ہے؟

جواب: مزارعت والی زمین میں بھی عشر ہے۔

سوال: کیا عشر نکالنا فرض ہے؟

جواب: عشر نکالنا فرض ہے۔

سوال: عشر کب نکالا جائے؟

جواب: جب فصل کاٹی جائے۔ (سورت انعام:۱۴۱)

سوال: زمیندار کی موروثی زمین میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: نہری زمین میں عشر ہے یا نصف عشر؟

جواب: جہاں نہر کا محصول ادا کیا جاتا ہے، اس زمین میں نصف عشر ہے۔

سوال: کیا عشر نکالتے وقت کل پیداوار سے اخراجات نکالے جائیں گے یا نہیں؟

جواب: عشر کل پیداوار پر ہے، اس میں سے اخراجات منہا نہیں کیے جائیں گے۔

سوال: جس پیداوار میں خسارہ ہوا، اس میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پیداوار نصاب کو پہنچ جائے، تو عشر واجب ہوگا۔

سوال: کیا دھان (چاول) کی پیداوار پر عشر ہے؟

جواب: عشر صرف چھ اشیا میں واجب ہے۔ سونا، چاندی، گندم، جو، کشمش، کھجور۔ ان پر اجماع ہے۔ دھان میں عشر واجب نہیں۔

سوال: کیا افیون میں عشر ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: تمباکو کی پیداوار پر عشر ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: کس زمین میں عشر واجب ہے اور کس میں نصف عشر؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہوتی ہو، یا وہ نم دار ہو، تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہوگی اور جسے جانوروں سے سیراب کیا جاتا ہو، اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 1483)

سوال: جس غلہ کی زکوۃ نہ نکالی گئی ہو، وہ حلال ہے یا حرام؟

جواب: جس کے ذمہ زکوۃ نکالنا ضروری تھا، وہ گناہ گار ہوگا، البتہ غلہ حلال ہے۔

سوال: کیا چارہ پر عشر ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: جس زمین کا ٹیکس دینا پڑتا ہو، کیا اس کی پیداوار میں عشر ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: جس زمین کو کاشتکار نے خود آباد کیا ہو، کیا اس کی پیداوار پر عشر ہے؟

جواب: اس کی پیداوار پر بھی عشر ہے۔

سوال: ٹھیکے والے زمین میں عشر کاشتکار پر ہے یا مالک پر؟

جواب: عشر کاشتکار ادا کرے گا۔

سوال: جس زمین کی مال گزاری دی جائے، کیا اس میں عشر ہے؟

جواب: اس میں بھی عشر ہے۔

سوال: جو زمین کافر سے خریدی جائے، کیا اس میں عشر ہے؟

جواب: اس میں بھی عشر ہے۔

سوال: کیا پھلوں میں عشر ہے؟

جواب: جن پھلوں کا ذکر حدیث ہے، ان پر عشر ہے، کھجور، انگور، کشمش۔

سوال: جو زمین کسی خیراتی ادارے کی ملکیت ہو، کیا اس میں عشر ہے؟

جواب: اس میں بھی عشر ہے، البتہ وہ عشر کی رقم اپنے مدرسہ کے طلبا پر لگا سکتے ہیں۔

(سوال): زکوٰۃ کے مصارف کتنے ہیں؟

(جواب): زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں۔ (سورت توبہ:٦٠)

(سوال): مسکین کسے کہتے ہیں؟

(جواب): جو زندگی کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہو۔

(سوال): کیا زکوٰۃ کا روپیہ تجارت میں لگایا جا سکتا ہے؟

(جواب): زکوٰۃ کی رقم جس کا حق ہے، اسے دینی چاہیے، کسی کے حق میں تصرف کرنا جائز نہیں۔

(سوال): اگر زکوٰۃ کی رقم سے غریبوں کو کپڑے بنا کر دیے جائیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بہتر ہے کہ زکوٰۃ کی رقم غریبوں کے سپرد کر دی جائے۔

(سوال): جسے زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرنے کے لیے دی گئی، کیا وہ زکوٰۃ کا پیسہ اپنی مسکین بیوی کو دے سکتا ہے؟

(جواب): بیوی کے اخراجات بذمہ شوہر ہوتے ہیں، لہٰذا وہ بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر خود بھی محتاج اور مسکین ہے، تو بیوی کو بھی دے سکتا ہے۔

(سوال): اپنے نوکر کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

(جواب): اگر زکوٰۃ کا مستحق ہے، تو دی جا سکتی ہے۔

(سوال): ایک شخص زکوٰۃ کی رقم سے کسی مسکین کو گاڑی کی ٹکٹ خرید کر دیتا ہے، کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): والد کی میراث سے جو ملے، کیا اس پر زکوٰۃ دی جائے گی؟

جواب: جب تک بیٹے کے پاس سال نہ گزرے، زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

سوال: اگر زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر اپنے پاس رکھے اور دوسروں کو پڑھنے کی عام اجازت دے دے، تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال: ایک شخص زکوٰۃ کا پیسہ بینک میں رکھتا ہے، پھر حسب ضرورت بینک سے نکال کر زکوٰۃ کے مصرف میں خرچ کرتا ہے، کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر بانٹ دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر کتابیں مصارف زکوٰۃ میں تقسیم کی جائیں، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال: زکوٰۃ کے پیسے سے مدارس کے طلبا کو نصابی کتابیں خرید کر دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: زکوٰۃ کا غلہ بیچ کر مساکین کو کپڑے بنا کر دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط۶۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے نہر کی صفائی کرانا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کی تعمیر کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ یہ فی سبیل اللہ کے مصرف میں آتا ہے۔

سوال: زکوٰۃ کے مصارف کون سے ہیں؟

جواب: مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں اور وہ یہ ہیں؛

① فقراء ② مساکین ③ عاملین زکوٰۃ

④ جن کی تالیف قلبی کی گئی ہو۔ ⑤ غلام آزاد کرنا

⑥ مقروض ⑦ فی سبیل اللہ میں خرچ ⑧ راہ گیر

(التّوبة : ٦٠)

سوال: جس کو ماہوار آمدنی آتی ہو، کیا اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر آمدنی سے بنیادی ضروریات پوری کرنا مشکل ہو، تو اسے بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا فقیر رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے سے صلہ رحمی کا ثواب بھی ملے گا؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: غنی کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے میت کی طرف سے صدقہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ زکوٰۃ کی رقم منصوص مصارف میں استعمال کی جائے۔

سوال: پیشہ ور فقیروں کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: اکثر پیشہ ور فقیر مالدار ہوتے ہیں، ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

سوال: کیا ہندو کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے غریب لڑکیوں کو تعلیم دلوانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: مناسب ہے کہ زکوٰۃ غریبوں کے سپرد کر دی جائے۔

سوال: بے نماز کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: زکوٰۃ نیک وصالح اور صوم وصلوٰۃ کے پابند کو دی جائے۔

سوال: داماد اور بھائی کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: مستحق ہیں، تو دی جاسکتی ہے۔

سوال: نابالغ فقیر کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔

سوال: اقارب میں سے زکوٰۃ کس کو دینی چاہیے؟

جواب: زکوٰۃ دینے والے کے ذمہ جن کی کفالت ہے، ان کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، باقی تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(سوال): ایک شخص کے پاس صحرائی جائیداد ہے اور وہ مقروض ہے، کیا اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

(جواب): اگر قرض کی مقدار جائیداد سے زیادہ ہے، تو اسے بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

(سوال): مدرسہ کے ملازمین کی تنخواہ میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ یہ فی سبیل اللہ کے مصرف میں داخل ہے۔

(سوال): یتیم بچی، جو ملازمہ ہے، اسے زکوٰۃ کی رقم سے زیور بنوا کر دینا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مالدار کو زکوٰۃ کی رقم دے دی، بعد میں معلوم ہوا، کیا زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

(جواب): زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک شخص نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا اور صدقہ لے کر باہر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ پر صدقہ کر دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ (رات) ایک چور پر صدقہ کر دیا گیا۔ صدقہ کرنے والا کہنے لگا: اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے، میں ضرور کچھ صدقہ کروں گا۔ تو وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کو صدقہ دے آیا، صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔ وہ شخص کہنے لگا: اللہ! تعریف صرف تیری ہے، میں زانیہ پر صدقہ کر بیٹھا؟ اب پھر صدقہ کروں گا۔ وہ صدقہ لے کر نکلا اور کسی مالدار کو دے دیا، صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا۔ تو صدقہ کرنے والا شخص عرض گزار ہوا:

اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے، پہلے چور کو صدقہ دے دیا، پھر زانیہ کو اور اب مالدار شخص کو۔ تو اس کے پاس ایک شخص آیا اور اسے کہنے لگا: جو آپ نے چور کو صدقہ دیا ہے، اس سے شاید وہ چوری سے باز آجائے، زانیہ زنا سے توبہ کر لے اور مالدار شاید عبرت پکڑ لے اور اللہ کے دیے ہوئے مال سے خرچ کرنے لگے۔''

(صحيح البخاري : 1421، صحيح مسلم : 1022)

سوال: کیا مجبور سید زادہ زکوٰۃ لے سکتا ہے؟

جواب: آل محمد ﷺ پر زکوٰۃ یعنی فرض صدقہ حرام ہے، وہ کسی حال میں زکوٰۃ نہیں لے سکتے، البتہ ان کے لیے تحفہ یا نفلی صدقہ وخیرات حلال ہے۔

سوال: کسی خدمت کے معاوضہ میں زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: رمضان میں تراویح سنانے والے حافظ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر حافظ مستحق ہے، تو اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، مگر قرآن سنانے کی اجرت میں زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں۔

سوال: امام مسجد کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر مستحق ہے، تو امام مسجد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

سوال: کیا مستحق زکوٰۃ کی رقم لے کر آل محمد ﷺ کے کسی فرد پر خرچ کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: نذر و نیاز کا کھانا کسے دینا چاہیے؟

جواب: نذر و نیاز کا کھانا غریب و نادار افراد میں تقسیم کرنا چاہیے۔

سوال: مباہلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: مباہلہ شرعاً جائز ہے، ہر منحرف، کافر، ملحد اور باطل پرست سے مباہلہ کیا جا سکتا ہے۔

✿ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُبَاهَلَةُ الْمُلَاعَنَةُ، وَهُوَ أَنْ يَجْتَمِعَ الْقَوْمُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ فَيَقُولُوا: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِ مِنَّا.

''مباہلہ اور ملاعنہ یہ ہے کہ جب کسی جماعت کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے، تو اکٹھے ہو کر یہ کہنا: ہم میں سے جو ظالم ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(النّهاية في غريب الحديث: 167/1، لسان العَرب لابن منظور: 72/11)

✿ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ (آل عمران: ٦١)

''(اے نبی!) علم آ جانے کے باوجود کوئی جھگڑے، تو اسے کہہ دیں: آیئے! ہم اپنی آل واولاد کے ساتھ آتے ہیں، آپ اپنی آل واولاد کے ساتھ آ جائیں، مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں۔''

✿ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اہل نجران کے دو بندے عاقب اور سید ملاعنہ (مباہلہ) کے ارادے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا: ایسا نہ کرو،

اللہ کی قسم! اگر وہ نبی ہوئے اور ہم نے ان سے ملاعنہ (مباہلہ) کرلیا، تو نہ ہم بچ پائیں گے اور نہ ہمارے پچھلے۔''

(صحيح البخاري : 4380، واللّفظ لهٗ، صحيح مسلم : 2420)

❀ شارح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''اس میں دلیل ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اگر مخالف اصرار کرے، تو اس سے مباہلہ کرنا مشروع ہے۔......اہل علم کی ایک جماعت نے مباہلہ کیا ہے۔ یہ بات تجربہ سے معلوم ہے کہ جس باطل پرست نے مباہلہ کیا، تو اس پر ایک سال نہیں گزرتا، (وہ مرجاتا ہے۔) میرا بھی ایک متعصب ملحد کے ساتھ مباہلہ ہوا، اس کے بعد وہ صرف دو ماہ زندہ رہا۔''

(فتح الباري : 95/8)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کے لیے آئے، اگر وہ مباہلہ کے لیے باہر نکل آتے، تو واپس لوٹنے پر انہیں مال و متاع اور اہل و عیال (صحیح سلامت) نہ ملتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2225، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 10995، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

وَدِدْتُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُخَالِفُونِي فِي الْفَرِيضَةِ نَجْتَمِعُ فَنَضَعُ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكْنِ، ثُمَّ نَبْتَهِلُ فَنَجْعَلُ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ.

''جو لوگ مجھ سے وراثت (کے مسئلہ عول) میں اختلاف کرتے ہیں، میرا دل کرتا ہے کہ ہم جمع ہوں، رکن یمانی پر ہاتھ رکھیں اور مباہلہ کرتے ہوئے

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔''

(الفقیہ والمتفقّہ للخطیب : 123/2، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ آیت تطہیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهٗ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں اس پر مباہلے کو تیار ہوں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسیر ابن کثیر : 411/6، وسندہٗ حسنٌ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) کا بعض اتحادی صوفیوں سے مباہلہ ثابت ہے۔

(مَجموع الفتاویٰ : 4/82-83)

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اہل باطل سے مجادلہ کرنے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جب ان پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے، وہ حق کی طرف نہ پلٹیں، بلکہ عناد پر رہیں، تو انہیں مباہلہ کی دعوت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مباہلہ کا حکم دیا اور یہ نہیں فرمایا کہ مباہلہ آپ کے بعد امت کے لیے جائز نہیں ہے۔ نبی کریم رضی اللہ عنہما کے چچا زاد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک شخص کو مباہلہ کی دعوت دی، جس نے ایک فروعی مسئلہ کا انکار کیا تھا، اس دعوت مباہلہ کی وجہ سے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر صحابہ نے نکیر نہیں کی۔''

(زاد المَعاد : 561/3)

❁ علامہ محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی مباہلہ جائز ہے، مگر کسی اہم شرعی مسئلہ میں، جس پر

(مخالف کو) اس قدر اشتباہ اور عناد واقع ہو چکا ہو کہ اسے مباہلہ سے ہی دور کیا جا سکتا ہو۔ بعض اسلاف نے مباہلہ کیا بھی ہے، مثلاً حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ پر مباہلہ کیا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے مقلدین کی ایک جماعت سے مباہلہ کیا، وہ ٹھہر نہ پائے اور شکست خوردہ ہو گئے، وللہ الحمد۔ جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے لیے مباہلہ کرنا جائز نہیں، اس کی بات درست نہیں، اس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، وہ تو گویا دینی مسائل سے جاہل ہے۔''

(حسن الأسوة، ص 62)

سوال: غیر مسلم کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: اپنے عزیز یتیموں کو زکوٰۃ کی رقم سے کپڑے بنا کر دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جس نابالغ بچے کا والد مالدار ہو، اسے زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرد کی بیوہ جو شیخ ہے، اسے زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر مستحق ہے، تو دی جا سکتی ہے۔

سوال: حاملہ عورت کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: مستحق ہے، تو دی جا سکتی ہے۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کا فرش بنانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، یہ فی سبیل اللہ کے مصرف میں داخل ہے۔

(سوال): ایک فقیر کو زکوٰۃ دی، اس نے وہ رقم ناجائز کام میں صرف کر دی، کیا زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟

(جواب): زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ مگر بہتر یہی ہے کہ جانچ پڑتال کر کے نیک اور متشرع افراد میں زکوٰۃ کی رقم تقسیم کی جائے۔

(سوال): موجودہ حالات میں زکوٰۃ کا بہترین مصرف کیا ہے؟

(جواب): موجودہ حالات میں زکوٰۃ کا بہترین مصرف اہل حق کے مدارس ہیں۔

(سوال): نیوتہ لینا دینا کیسا ہے؟

(جواب): مروجہ نیوتہ درست نہیں۔ اگر نیوتہ سے مقصود باہمی تعاون ہو، تو جائز ہے۔

(سوال): جس عالم کے پاس کتب خانہ ہو، اسے زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ کتب خانہ زکوٰۃ سے مانع نہیں۔ یہ عالم کی بنیادی ضرورت ہے۔

(سوال): کیا زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے لیے صاحب نصاب نہ ہونا شرط ہے؟

(جواب): کوئی شرط نہیں۔ جو بذات خود بنیادی ضروریات حاصل نہ کر سکتا ہو، وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

(سوال): مسلمان سپاہی پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مستحق ہے، تو سپاہی پر خرچ کرنا جائز ہے۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم سے چاول خرید کر سال بھر فقیروں کو کھلانا کیسا ہے؟

(جواب): زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مگر مناسب یہی ہے کہ زکوۃ کی رقم فقیروں میں تقسیم کر دی جائے۔

سوال: بھنگ یا افیون کے عادی کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: زکوٰۃ نیک وصالح افراد کو دی جائے۔

سوال: ایک شخص گھر میں آسودہ حال ہے، مگر پردیس میں مفلوک الحال ہو گیا، کیا وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے؟

جواب: یہ مفلوک الحال شخص راہ گیر ہے اور راہ گیر مسافر پر خرچ کرنا مصارف زکوٰۃ میں سے ہے، لہٰذا یہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

سوال: قرابت دار مستحق بے نمازی ہو اور غیر قرابت دار مستحق نمازی ہو، تو زکوٰۃ کسے دی جائے؟

جواب: بے نمازی کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ زکوٰۃ اللہ رب العالمین کا خاص حق ہے، جو اس کے صالح بندوں تک پہنچنا چاہیے۔ اس میں قرابت داری کو نہیں دیکھا جائے گا۔

سوال: موجودہ دور میں سید زادے کو زکوٰۃ دی جائے یا نہیں؟

جواب: آل رسول ﷺ پر زکوٰۃ اور تمام فرض صدقات حرام ہیں اور یہ حرمت ہمیشہ کے لیے ہے۔

سوال: اگر داماد مستحق ہو اور اس کی بیوی مالدار ہو، تو کیا داماد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: داماد کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

سوال: بھانجے کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر مستحق ہے، تو بھانجے کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

سوال: مسجد کا کنواں کھودوانے میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا کیسا ہے؟

جواب: اہل علاقہ کو چاہیے کہ مسجد کی تمام تر ضروریات خود پوری کریں، اس پر زکوٰۃ

کی رقم خرچ نہ کریں۔

(سوال): اگر کسی بیوہ کو ماہوار زکوٰۃ کی رقم دی جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے؟

(جواب): اگر مستحق ہے، تو جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص کی دس ہزار آمدن ہو اور پندرہ ہزار خرچ، تو کیا اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

(جواب): یہ شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے، یاد رہے کہ زکوٰۃ صحیح العقیدہ، صالح اور متشرع افراد پر خرچ کرنی چاہیے۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم سے مستحق کے گھر کو مرمت کرانا کیسا ہے؟

(جواب): اگر مستحق بھی یہی چاہتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے اس کے گھر کی مرمت کرا دی جائے، تو زکوٰۃ کی رقم سے مرمت کرانا درست ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مستحق کے حوالے کر دی جائے۔

(سوال): آل محمد ﷺ کا کوئی فرد مقروض ہے، کیا اس کا قرضہ زکوٰۃ کی رقم سے ادا کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): آل رسول ﷺ پر زکوٰۃ حلال نہیں۔ سیدزادہ کے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا جائز نہیں۔

(سوال): ہندو مفلس کا قرضہ زکوٰۃ سے ادا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): یورپی ممالک میں تبلیغ دین کے لیے جانا اور ان سفری اخراجات میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): جلسوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔

(سوال): موجودہ دور میں مبلغین کا تقرر زکوٰۃ کی رقم سے کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مناسب نہیں۔

(سوال): کسی کو حج کے لیے زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ حج صاحب استطاعت پر فرض ہے۔

(سوال): بہو پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): خادمہ محتاج ہے، اسے زکوٰۃ اور فطرانہ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، بشرطیکہ مسلمان ہو۔

(سوال): مستحق لڑکی کو شادی کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے؟

(جواب): مستحق ہے، تو اسے بھی زکوٰۃ کی کچھ رقم دی جا سکتی ہے۔

(سوال): رمضان کے روزوں کا فدیہ ایک فرد کو دیا جائے یا زیادہ کو بھی دیا جا سکتا ہے؟

(جواب): ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کا کھانا ہے۔ جتنے روزوں کا فدیہ دینا ہے، اتنی بار ایک ہی فقیر کو کھانا بھی کھلایا جا سکتا ہے اور ایک ہی بار اتنے فقیروں کو اکٹھے کھانا بھی کھلایا جا سکتا ہے۔

(سوال): عیسائیوں یا مشرکوں کے مدارس کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): ناجائز اور حرام ہے۔ یہ کفر پر تعاون ہے، ان کے بچے اس زکوٰۃ سے نشوونما

پا کر اسلام کے خلاف کام کریں گے، اس میں پورا پورا حصہ اس شخص کا بھی ہوگا، جس نے ان کافروں اور مشرکوں کے مدارس کو زکوٰۃ دی تھی۔

(سوال): زکوٰۃ کی پوری رقم ایک ہی شخص پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): زکوٰۃ کی پوری رقم ایک مستحق پر خرچ کرنا بھی جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ خونی رشتہ داروں کو، دوسرا حصہ پڑوسی اور اہل محلّہ کو اور تیسرا حصہ علمائے حق اور دینی مدارس کو دیا جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کریں، کیونکہ انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کے خواطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔

(سوال): مالدار کو قربانی کی کھال دینا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔

(سوال): کیا عالم غنی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): معذور و مستحق استاذ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز اور بہتر ہے۔

(سوال): ایک طالب علم گھر میں مالدار ہے، مگر جہاں تعلیم پا رہا ہے، وہ مفلسی کی زندگی گزار رہا ہے، کیا اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(جواب): اس کے والدین کو چاہیے کہ اس کے تعلیمی اخراجات اٹھائیں۔ اگر اس کے والدین اس کے ساتھ تعاون نہیں کرتے، تو وہ مستحق ہے، اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(سوال): ایک شخص کے پاس ایک جانور دودھ کے لیے ہے، کیا وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے؟

جواب: اگر وہ غریب ہے، تو زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

سوال: یتیم خانے کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اگر ادارے کا مہتمم مفلس ہو، کیا اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا فدیہ کی رقم یتیم خانے میں دی جاسکتی ہے؟

جواب: دی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا مفلس یا قرض دار کو فدیہ کی رقم دی جاسکتی ہے؟

جواب: مفلس کو فدیہ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ مقروض مالدار کو نہیں۔

سوال: فدیہ کی رقم سے مدارس کے طلبہ کو کتابیں خرید کر دینا کیسا ہے؟

جواب: مناسب یہ ہے کہ طلبہ کو کھانا کھلایا جائے۔

سوال: غریب اور مالدار اکھٹے کھانا پکاتے ہیں، کیا غریب مصرف زکوٰۃ ہے؟

جواب: غریب زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

سوال: ایک بیوہ کے پاس غیر منقولہ جائیداد ہے، جو فی الحال مستعمل نہیں ہے، کیا اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر بیوہ غریب ہے، تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

سوال: اچھی خاصی آمدنی والے مقروض کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: کیا مستحق دوست کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): اسلامی سکولز کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔

(سوال): سیلاب زدگان کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): اگر جائیداد سے اخراجات پورے نہ ہوں، تو کیا زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): غیر مسلم کے چنگل سے مسجد کا قبضہ چھڑانے کے لیے زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، یہ فی سبیل اللہ کی مد میں شامل ہے۔

(سوال): جو علما غنی ہوں، کیا ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): مستحق اقربا دوسری بستی میں ہوں، تو کیا انہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): فدیہ کی رقم نیک کام میں لگانا کیسا ہے؟

(جواب): فدیہ کی رقم غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے، انہیں پر خرچ کی جائے۔

(سوال): فدیہ کی رقم مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ فدیہ مساکین و غرباء کا حق ہے۔

(سوال): مسلم شفاخانہ میں زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔ زکوٰۃ مستحقین کے سپرد کی جائے۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم سے قرآن کریم خرید کرامیر وغریب میں تقسیم کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ زکوٰۃ مصارف پرخرچ کی جائے۔

(سوال): ایک شخص کو کتنی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(جواب): ایک شخص کو ساری زکوٰۃ بھی دی جاسکتی ہے، خواہ وہ زکوٰۃ سے صاحب نصاب ہی بن جائے۔

(سوال): مدرس یا مؤذن کو زکوٰۃ کی رقم سے مشاہرہ دینا کیسا ہے؟

(جواب): مدرس اور مؤذن کو زکوٰۃ کی رقم سے اُجرت نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی تعلیم اوراذان کا خود بندوبست کریں۔

(سوال): مدارس کے طلبا کو زکوٰۃ کی رقم سے وظائف دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): امام مسجد کو اجرت کے طور پر عشر دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): زکوٰۃ غیر ممالک میں بھیجنا کیسا ہے؟

(جواب): بہتر ہے کہ اپنے علاقہ میں خرچ کی جائے، البتہ اشد ضرورت کے وقت دوسرے علاقے یا ملک میں بھی زکوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔

(سوال): کیا مسافر کے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): مالدار بیوہ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): جس کے پاس صرف اراضی ہو، خرچ کے لیے پیسہ نہ ہو، کیا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے؟

(جواب): لے سکتا ہے۔

(سوال): زیورات کی زکوٰۃ عورتیں کہاں سے ادا کریں؟

(جواب): اگر ان کے پاس روپیہ موجود ہو، تو اس سے زکوٰۃ ادا کر دیں، ورنہ زیور کی صورت میں زکوٰۃ ادا کر دیں۔

(سوال): مالدار پیشہ ور فقیروں کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔

(سوال): زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کے لیے زمین خریدنا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔

(سوال): جو شخص اپنے مفلس اقرباء کو زکوٰۃ نہ دے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مفلس اقرباء کو زکوٰۃ دینے سے دوگنا اجر ملتا ہے، ایک زکوٰۃ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ البتہ اگر کوئی شخص اقرباء کو چھوڑ کر کسی مستحق کو زکوٰۃ ادا کرے، تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(سوال): اگر اہل محلّہ اتفاق کر لیں کہ اس بار کے چرمہائے قربانی کو بیچ کر فلاں کام کروا لیا جائے گا، جس سے تمام اہل محلّہ مستفید ہوں، تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(جواب): قربانی کی کھالیں صرف مساکین وغرباء کو دی جائیں۔

(سوال): قربانی کی کھالیں بیچ کر مسجد کے لیے سائبان بنانا کیسا ہے؟

(جواب): مسجد پر کھالوں کی رقم خرچ کرنا مناسب نہیں۔

(سوال): ایک شخص نے دوسرے کو قرض دیا، مگر مقروض محتاج ہے، قرض واپس نہیں کر سکتا، تو قرض دینے والے نے زکوٰۃ کی نیت سے اس کا قرض معاف کر دیا، کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(جواب): اگر مقروض قرض ادا بھی کرنا چاہتا ہے اور کوشش میں بھی لگا ہے، مگر تنگی کا شکار ہے، تو اس صورت میں قرض دینے والا زکوٰۃ کی نیت سے اس کے قرض کو معاف کر دے، تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مگر بہتر ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مقروض کو دے دے، پھر اپنے قرض کا اس سے مطالبہ کر لے۔

اگر مقروض کنگال ہو گیا اور قرض ادا کرنے کی کوشش بھی نہیں کر رہا، تو زکوٰۃ کی نیت سے اسے قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسی طرح کسی نے رقم غصب کر لی اور دینے سے انکاری ہو گیا، تو بھی اسے قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(سوال): چرمِ عقیقہ کی قیمت ہاشمی کو دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں، جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں؟

(جواب): صدقہ فطر صرف غریبوں اور مسکینوں کے لیے ہے۔ زکوٰۃ کے دیگر مصارف میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

(سوال): قربانی کی کھال بیچ کر مسکینوں کو کھانا کھلانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کسی آفت زدہ علاقے میں قربانی کی کھالوں کی رقم بھیجنا کیسا ہے؟

جواب: بہتر ہے۔

سوال: قربانی کی کھالوں کو بیت المال میں جمع کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست اور بہتر ہے۔

سوال: قربانی ترک کر کے اس کی رقم کشمیری مسلمانوں کو بھیجنا کیسا ہے؟

جواب: قربانی قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے، وہ خون بہا کر ہی ممکن ہے۔ قربانی اسلام کا شعار ہے، اسے قائم ودائم رکھنا مسلمانوں پر ضروری ہے۔ اس کی قیمت دینا جائز نہیں، بہر صورت جانور ہی ذبح کیا جائے گا، خصوصاً ان حالات میں جب پوری دنیا عالمی وباء کی لپیٹ میں ہے، اس میں قربانی جیسا عمل باعث شفا بن سکتا ہے۔ بعض لوگ اس وقت سر گرداں ہیں، کمزور ایمان والوں کو اپنے جال میں پھنسا رہے ہیں کہ آپ قربانی کی رقم کسی مریض اور ضرورت مند کو دے دیں۔ یہ نظریہ اسلام اور اہل اسلام کے مفاد میں نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ قربانی کی سنت کو زندہ رکھیں۔

❁ علمائے احناف نے لکھا ہے:

إِنَّ الْأُمَّةَ أَجْمَعَتْ أَنَّهُ لَوْ أَدَّى الْقِيمَةَ مَكَانَ الشَّاةِ فِي الضَّحَايَا وَالْهَدَايَا لَا يَكُونُ كَافِيًا .

''امت کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی یا ہدی میں بکری کی جگہ اس کی قیمت ادا کر دے، تو یہ کفایت نہیں کرے گا۔''

(الغُرّة المُنيفة لأبي حفص الهِندي، ص 54، البحر الرّائق لابن نُجيم : 238/2، الجوهرة النيّرة للزَّبيدي :120/1، البِناية للعيني : 350/3، فتاویٰ شامی : 286/2)

دس ذوالحجہ کا سورج پیغامِ مسرت لے کر مسکراہٹوں کی کرنیں بکھیرتا ہوا طلوع ہوا، دو

رکعت نماز کی ادائیگی اور خطبہ عید سننے کے بعد فرزندانِ توحید گھروں کو پہنچے، جانور کی لگام تھامی، عاجزی وفروتنی اور اطاعت وفرمانبرداری کے جذبات سے سرشار ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ کا نعرہ لگایا اور گردن پر چھری چلا کے سنت کو دوام بخشا، اس عمل کی بنیاد خورد ونوش اور ریاکاری نہیں، بلکہ شعارِ اسلام کے ساتھ لگاؤ اور گہری محبت کا نتیجہ ہے۔

سوال: کیا مقروض پر عشر واجب ہے؟

جواب: مقروض پر عشر واجب ہے۔

سوال: کیا مقروض عشر لے سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: قربانی کی کھالوں سے عیدگاہ کی تعمیر کرانا کیسا ہے؟

جواب: قربانی کی کھالیں صرف مساکین وغرباء کو دی جائیں۔

سوال: قربانی کی کھالیں یتیم خانے میں دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: موجودہ دور میں قربانی کی کھالیں کسے دینی چاہیے؟

جواب: اہل حق کے مدارس سب سے زیادہ تعاون کے مستحق ہیں، تاکہ وسائل کی کمی کی بنا پر تبلیغ دین میں حرج واقع نہ ہو۔ یہ صدقہ جاریہ ہوگا، جس کا اجر مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، نیز اس سے تبلیغ دین کا مذہبی فریضہ بھی ادا ہوگا۔

سوال: غیر مسلموں کی انجمن جو غریبوں کے لیے قائم ہو، کو قربانی کی کھالیں دینا کیسا ہے؟

جواب: قربانی کی کھالیں صرف مساکین کا حق ہے۔ آج کل قومی، لسانی اور برادری

تعصب کی بنا پر مسلم انجمنیں بنائی گئی ہیں، جو زکوٰۃ، صدقات اور چرمہائے قربانی وصول کرتی ہیں، اِن کو دینا جائز نہیں، چہ جائیکہ غیر مسلم انجمنوں کو دیا جائے۔

سوال: ایک علاقے کی کھالیں، دوسرے علاقے میں صدقہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اگر غریب کے ذمہ کچھ قرض ہے، کیا قرض دینے والا غریب کو فطرانہ کی نیت سے قرض معاف کرسکتا ہے؟

جواب: اگر غریب قرض کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے، مگر حالات کی تنگی کی وجہ سے نہیں کر پاتا، تو قرض دینے والا فطرانہ کی نیت سے قرض معاف کرسکتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟

(جواب): خوراک کی جو جنس استعمال میں آتی ہے، مثلاً گندم، جو، کھجور، پنیر، کشمش وغیرہ، اس سے 2 سیر 4 چھٹانک، تقریباً دو کلو گرام، جس کا اعشاری وزن 2.099 ہے، یا اس کے برابر قیمت صدقہ فطر میں ادا کی جائے گی۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان المبارک میں) مسلمانوں کے غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر ایک صاع کھجور یا جو فطرانہ فرض قرار دیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1503، صحيح مسلم : 984)

(سوال): کیا صدقہ فطر عید الفطر کے بعد ادا کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): صدقہ فطر عید کے لیے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ نماز کے بعد ادا کرنے سے ادائیگی نہ ہوگی، بلکہ یہ عام صدقہ ہوگا۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانہ روزہ دار کی لغویات اور فحش گوئی سے روزہ کو پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے فرض کیا ہے، جو اسے نمازِ عید سے پہلے ادا کر دے، اس کی طرف سے قبول ہوگا اور جو نمازِ عید کے

بعد ادا کرے گا، وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1609، سنن ابن ماجه : 1828، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۰۹) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا زکوٰۃ کا حکم آنے کے بعد صدقہ فطر کا وجوب ختم ہو گیا؟

جواب: سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا، جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہمیں حکم دیا اور نہ منع فرمایا، البتہ ہم اسے ادا کرتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 6/6، سنن النّسائي : 2509، سنن ابن ماجه : 1828، السنن الكبرٰى للبيهقي : 159/4، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۹۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۱۰) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ حدیث صدقہ فطر کے وجوب کے ختم ہونے پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ عبادت کی جنس میں زیادت اصل کے منسوخ ہونے کو واجب نہیں کرتی، نیز (ایک فرق یہ ہے کہ) زکوٰۃ مالوں پر فرض ہوتی ہے اور صدقہ فطر جانوں پر۔''

(مَعالم السّنن : 214/2)

سوال: صدقہ فطر میں کہاں کی قیمت کا اعتبار ہو گا؟

جواب: ہر علاقے کی قیمت کا اعتبار ہو گا۔

(سوال): صدقہ فطر قیمت کی صورت میں دینا کیسا ہے؟

(جواب): صدقہ فطر روپے پیسے یا چاندی وغیرہ کی صورت میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صدقہ فطر چاندی کی صورت میں ادا کرنے میں کوئی حرج والی بات نہیں۔''

(تاريخ ابن مَعين : 2326، 2765)

(سوال): کیا غریب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے؟

(جواب): ہر غریب و امیر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اگر غریب کے پاس صدقہ فطر دینے کے لیے کچھ نہ ہو، تو جو لوگ اسے صدقہ فطر دیں، اس میں سے اپنا صدقہ فطر ادا کر دے۔

(سوال): کیا صدقہ فطر صرف صاحب نصاب پر واجب ہے؟

(جواب): فطرانہ ہر زندہ مسلمان پر واجب ہے، وہ مرد ہو یا عورت، غریب ہو یا امیر، آزاد ہو یا غلام، بالغ ہو یا نابالغ، گویا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ غلام کا فطرانہ اس کا آقا ادا کرے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے (رمضان المبارک میں) مسلمانوں کے غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر ایک صاع کھجور یا جو فطرانہ فرض قرار دیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1503، صحيح مسلم : 984)

یہ کہنا کہ صدقہ فطر صرف ان پر واجب ہے، جو صاحب نصاب ہیں، بے دلیل ہے۔

(سوال): جس نے رمضان میں مال کی زکوۃ ادا کی ہو، کیا وہ بھی صدقہ فطر دے گا؟

(جواب): صدقہ فطر الگ فرض ہے اور زکوٰۃ الگ فرض ہے۔ ایک فرض ادا کرنے سے دوسرا فرض ادا نہیں ہوگا۔

(سوال): گھر والوں کا صدقہ فطر کون ادا کرے گا؟

(جواب): صدقہ فطر گھر کا سربراہ ادا کرے گا۔

(سوال): اگر ایک بھائی نے دوسرے کا فطرانہ ادا کر دیا، تو ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(جواب): ادا ہو جائے گا۔

(سوال): جو جوان لڑکے اپنی کمائی باپ کو دیتے ہیں، کیا ان پر صدقہ فطر واجب ہے؟

(جواب): ان پر بھی صدقہ فطر واجب ہے، البتہ اس کی ادائیگی وہ خود کر دیں یا ان کا والد کر دے، دونوں طرح ادا ہو جائے گا۔

(سوال): چاول وغیرہ فطرانہ میں دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جہاں قیدیوں کے سوا کوئی نہ ہو، کیا انہیں صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے، جبکہ ان قیدیوں کو دینا قانوناً منع ہو؟

(جواب): اگر یہ قیدی غریب و مسکین ہیں، تو انہیں صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے۔

(سوال): جس علاقے میں زیادہ خوراک چاول ہو، مثلاً بنگال، تو وہاں صدقہ فطر چاول کی صورت میں دیا جا سکتا ہے؟

(جواب): خوراک کی کسی بھی جنس میں سے ایک صاع صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے۔

(سوال): جس علاقے میں غرباء و مساکین نہ ہوں، وہاں صدقہ فطر کسے دیا جائے؟

(جواب): اگر اہل علاقہ میں کوئی بھی غریب و مسکین نہ ہو، تو فطرانہ دوسرے علاقے

میں بھیج دیا جائے اور اس صورت میں عید سے ایک دو دن پہلے بھی صدقہ فطر ادا کیا جا سکتا ہے، تا کہ مستحقین کا حق ان تک بروقت پہنچ جائے۔

❀ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے نافع رحمہ اللہ سے پوچھا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کب صاع ادا کرتے تھے؟ تو نافع رحمہ اللہ نے کہا: جب عامل (صدقہ وصول کرنے والا) بیٹھ جاتا، میں نے کہا: وہ کب بیٹھتا تھا؟ نافع رحمہ اللہ نے فرمایا: عید الفطر سے ایک دو دن پہلے بیٹھتا تھا۔''

(صحيح ابن خزيمة : 2397، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص کا فطرانہ کئی لوگوں میں تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: عورت کا فطرانہ کون ادا کرے؟

جواب: اس کا شوہر۔

سوال: پورے گھر کا فطرانہ ایک ہی شخص کو دیا جائے یا کئی اشخاص کو دیا جا سکتا ہے؟

جواب: ایک شخص کو بھی دیا جا سکتا ہے اور کئی اشخاص کو بھی۔

سوال: کیا منصوص اشیا ہی فطرانہ میں دی جا سکتی ہیں؟

جواب: بہتر ہے کہ منصوص اشیا ہی فطرانہ میں دی جائیں، البتہ اگر کوئی دوسری جنس ایک صاع کے برابر دے دی جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا صدقہ فطر کی طرح قربانی بھی واجب اور فرض ہے؟

جواب: صدقہ فطر فرض ہے، جبکہ قربانی مستحب مؤکد سنت ہے۔ اس کے وجوب پر

کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَنَّ الْأُضْحِيَّةَ وَاجِبَةٌ .

''کسی صحابی سے قربانی کو واجب کہنا ثابت نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار : 10/6)

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قربانی کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔''

(الاعتصام : 602/2)

❀ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے قربانی ترک کرنا بھی ثابت ہے۔

(الخلافيّات للبيهقي : 335/7، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا ہاشمی کو صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے؟

جواب: فطرانہ واجب صدقات میں سے ہے، جو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں، لہٰذا کسی ہاشمی کو صدقہ فطر نہیں دیا جا سکتا، خواہ وہ غریب و مسکین ہی ہو۔

سوال: امام مسجد کو صدقہ فطر دینا کیسا ہے؟

جواب: غریب ہے، تو امام مسجد کو صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے۔

سوال: جو قرض حکومت کو دیا گیا ہے، اس کی زکوٰۃ کب ادا کی جائے؟

جواب: سال گزرنے کے بعد اگر ادا کر سکتا ہے، تو فوراً ادا کر دے، ورنہ قرض وصول ہونے کے بعد جتنے سالوں کی زکوٰۃ بنتی ہے، ادا کر دے۔

سوال: جبر کر کے صدقہ و خیرات مدرسہ میں لینا کیسا ہے؟

جواب: نفلی صدقات جبر کر کے وصول کرنا جائز نہیں۔

سوال: جو روپیہ زمین میں مدفون ہو، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: اگر اس کی قیمت کم از کم ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہے، تو اس پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال: اونٹوں کی زکوٰۃ کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: کم از کم پانچ اونٹ ہوں، تو زکوٰۃ فرض ہے، اس سے زائد اونٹوں کی زکوٰۃ میں تفصیل ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بحرین بھیجا، تو یہ خط لکھ کر دیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں پر فرض کیا ہے، جس مسلمان سے اس میں مذکور نصاب کے مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے، تو وہ ادا کرے اور جس سے اس نصاب سے زائد مطالبہ کیا جائے، تو وہ صاف انکار کر دے۔ چوبیس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکریوں کی شکل میں ہوگی، یعنی ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہوگی، جب اونٹ پچیس ہو جائیں، تو پھر پینتیس تک ان کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی) ہوگی، اگر بنت مخاض میسر نہ ہو، تو ایک ابن لبون (دو سالہ نر اونٹ) ہے، چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) ہے، چھیالیس سے ساٹھ تک حِقّہ (تین سالہ اونٹنی) ہے، جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہو، اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ (چار سالہ اونٹنی) ہے، چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون

ہیں، اکانوے سے ایک سوبیس تک دو حقے ہیں جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہوں، جب اونٹ ایک سوبیس سے بڑھ جائیں تو پھر ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ ہے، اگر فریضہ زکوٰۃ (کی ادائیگی) میں اونٹوں کی عمریں مختلف ہوں، مثلاً کسی کے ذمے اونٹوں کی زکوٰۃ میں جذعہ واجب ہے، لیکن اس کے پاس جذعہ نہیں بل کہ حقہ ہے تو اس سے حقہ قبول کرلیا جائے گا اور ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم لیے جائیں گے، اگر کسی کے ذمے حقہ ہے لیکن اس کے پاس حقہ نہیں بل کہ جذعہ ہے تو وہ جذعہ ہی اس سے قبول کرلیا جائیگا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حقہ ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے، بل کہ اس کے پاس بنت لبون ہے، تو وہ اس سے قبول کرلی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت لبون ہے، لیکن اس کے پاس بنت لبون نہیں، بل کہ حقہ ہے، تو وہ حقہ ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ بنت لبون ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے بل کہ اس کے پاس بنت مخاض ہے تو وہ اس سے قبول کرلی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت مخاض ہے، لیکن اس کے پاس بنت مخاض نہیں، بل کہ بنت لبون ہے، تو وہ بنت لبون ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اگر کسی کے پاس بنت مخاض نہ ہو،

بل کہ ابن لبون (دوسالہ نر اونٹ) ہوتو اس سے صرف یہی قبول کیا جائے گا ساتھ کچھ نہ لیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہیں، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر اس کا مالک اپنی مرضی سے نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے، اگر پانچ اونٹ ہوں، تو ایک بکری واجب ہے۔ بکریوں کی زکوٰۃ یوں ہے کہ چالیس سے لے کر ایک سوبیس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری واجب ہے، ایک سوبیس سے بڑھ جائیں، تو دوسو تک دو بکریاں واجب ہیں، دوسو سے بڑھ جائیں، تو تین سو تک تین بکریاں واجب ہیں، جب تین سو سے بھی بڑھ جائیں تو پھر ہر سو پر ایک بکری واجب ہے، بوڑھی یا عیب دار بکری زکوٰۃ میں قبول نہیں کی جائے گی، نہ ہی بکرا قبول کیا جائے گا، ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والے کی مرضی ہو تو ٹھیک ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے ڈر سے الگ الگ چرنے والی بکریوں کو اکٹھا کیا جائے نہ اکٹھی چرنے والیوں کو الگ الگ کیا جائے اور جو جانور دو آدمیوں کے مشترکہ ہوں تو وہ مساوی طور پر زکوٰۃ کا حصہ نکالیں گے، اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہو، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے تو اس کی مرضی۔ چاندی میں چالیسواں حصہ واجب ہے، اگر کسی کے پاس ایک سو نوے درہم ہوں، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے، تو اس کی مرضی۔''

(صحيح البخاري : 1448، 1450، 1455)

سوال: اگر فرض روزے کی سحری نہ کر سکے، بعد میں جاگ آئے، تو کیا کرے؟

جواب: اگر سحری سے پہلے تک روزہ کی نیت تھی، تو بغیر سحری کیے روزہ رکھا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر سفر میں روزہ رکھ لیا، تو کیا دوران سفر روزہ توڑ سکتا ہے؟

جواب: توڑ سکتا ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ روزے کی قضا واجب ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال (سفر میں) روزہ رکھا، جب کدید نامی جگہ پر پہنچے، تو روزہ توڑ دیا۔''

(صحيح البخاري : 1944، صحيح مسلم : 1113)

سوال: رمضان میں مریض یا مسافر سفر میں نفل روزے کی نیت کرے، تو وہ روزہ نفل ہوگا یا فرض؟

جواب: ماہِ رمضان میں نفل روزے کی نیت کرنا جائز نہیں۔ مریض یا مسافر کو چاہیے کہ اگر روزہ رکھنا چاہتا ہے، تو فرض روزے کی نیت کرے اور بعد میں اگر روزہ مکمل کرنا دشوار ہو، تو توڑ سکتا ہے، اس پر کفارہ یا گناہ نہیں، صرف قضا واجب ہے۔

سوال: جو روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، یاد آنے کے بعد اسے چاہیے کہ کھانے پینے سے رک جائے اور روزہ مکمل کرے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ.

''جس نے بھول کر کھا لیا یا پی لیا، وہ اپنا روزہ مکمل کرے، کیوں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا، پلایا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6669)

سوال: عرفہ کا روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: نو ذوالحجہ کا روزہ مشروع ومستحب ہے۔ اس کی بڑی فضیلت ہے۔

❁ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ .

''یہ روزہ گذشتہ اور آئندہ سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(صحيح مسلم : 1162)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَوْمُ عَرَفَةَ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ .

''عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 97/3، مسند عبد بن حميد : 464، مسند أبي يعلى الموصلي : 7548، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَرَفَةَ .

''آپ رضی اللہ عنہا عرفہ کا روزہ رکھتی تھیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 375/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اسْتَحَبَّ أَهْلُ العِلْمِ صِيَامَ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِلَّا بِعَرَفَةَ .

''اہل علم نے عرفات میں موجود حجاج کے علاوہ باقی سب کے لیے عرفہ کے روزے کو مستحب قرار دیا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحتَ الحديث : 749)

۞ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق یوم عرفہ کے روزے کے قائل تھے۔

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 752)

۞ سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيرِهٖ، فَشَرِبَهٗ .

''میرے پاس بعض لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفہ کے دن روزے کے بارے میں اختلاف کیا، بعض نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا روزہ نہیں ہے۔ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹنی پر سوار تھے، تو آپ نے وہ دودھ نوش فرما لیا۔''

(صحيح البخاري : 1988، صحيح مسلم : 1123)

۞ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا ہے:

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ .

''یوم عرفہ کے روزے کا بیان۔''

۞ شارح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''راوی کے قول: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق'' میں اشارہ ہے کہ

صحابہ کے ہاں یوم عرفہ کا روزہ معروف تھا اور حضر میں رکھا جاتا تھا۔ جن صحابہ نے کہا کہ آپ ﷺ روزے میں ہیں، ان کے مدنظر یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ عبادت سے جڑے رہتے تھے۔ (لہٰذا آج بھی روزے سے ہوں گے) جن صحابہ نے کہا کہ آپ ﷺ کا روزہ نہیں ہے، ان کے پیش نظر یہ قرینہ تھا کہ آپ مسافر ہیں اور جب سفر میں فرض روزے کی ممانعت ہے، تو نفل کی بالاولیٰ ہے۔''

(فتح الباري : 237/4)

دراصل روزہ نو ذوالحجہ کا ہے، چونکہ اس وقت نبی کریم ﷺ عرفات میں تھے، اس مناسبت سے اس کا نام ''صوم عرفہ'' قرار پایا۔ وہی دن چل کر ہم تک پہنچتا ہے۔ عرفات والے دن روزہ رکھنا ہر ایک کے لیے ممکن نہیں، کیونکہ سعودی عرب میں جب عرفہ کا دن طلوع ہوتا ہے، تو دنیا کے کئی ممالک میں اس وقت رات طلوع ہوتی ہے، تو کیا وہ رات کا روزہ رکھیں گے؟ پاکستان کا وقت سعودی سے دو گھنٹے آگے ہے، وہاں یوم عرفہ ابھی طلوع نہیں ہوا ہوتا کہ پاکستان میں سحر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور وہاں یوم عرفہ ختم نہیں ہوا ہوتا کہ پاکستان میں افطار ہو جاتا ہے۔ جب سعودی سے نماز کے اوقات میں فرق ہے، تو روزہ ان کے موافق کیسے ممکن ہے؟

حجاج کرام اگر مشقت محسوس نہ کریں، تو عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں، اس بارے میں ممانعت والی روایت ثابت نہیں۔

تنبیہ:

یہ روزہ نو ذوالحجہ کا ہے، نبی اکرم ﷺ چونکہ نو ذوالحجہ کو عرفات میں تھے، اس مناسبت سے اسے یوم عرفہ کا روزہ کہہ دیا گیا، واللہ اعلم!

سوال: نفل روزے کی نیت کب کی جائے؟

(جواب): نفل روزہ کی نیت طلوع فجر کے بعد بھی کی جاسکتی ہے، بلکہ طلوع آفتاب کے بعد بھی کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ طلوع فجر کے بعد کچھ کھایا، پیا نہ ہو اور نہ ہم بستری کی ہو۔

(سوال): نذر کے روزے کی نیت کب کی جائے؟

(جواب): نذر کا روزہ واجب ہے، اس کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے۔

(سوال): کیا حاجی عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں؟

(جواب): اگر مشقت محسوس نہ کریں، تو حاجی بھی عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں۔

(سوال): رؤیت ہلال میں فاسق وفاجر کی شہادت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): فاسق وفاجر کی شہادت قبول نہیں، تا آنکہ وہ تائب ہو جائے۔

(سوال): اختلاف مطالع معتبر ہیں یا نہیں؟

(جواب): اختلاف مطالع معتبر ہیں۔

(سوال): رؤیت ہلال کی گواہی خط کے ذریعے معتبر ہوگی یا نہیں؟

(جواب): عادل گواہ کی گواہی ہر طرح معتبر ہے، البتہ یہ جانچ کر لی جائے کہ خط واقعی میں عادل گواہ کا ہے۔

(سوال): ہندو کے پانی سے روزہ کھولنا کیسا ہے؟

(جواب): پانی پاک ہے، تو کھولا جاسکتا ہے۔

(سوال): ثقہ لوگوں نے چاند دیکھا، تو کچھ لوگوں نے روزہ رکھ لیا اور کچھ نے نہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ثقہ کی گواہی ماننا ضروری ہے۔ جنہوں نے روزہ نہیں رکھا، انہوں نے شرعی حکم کی خلاف ورزی کی۔

(سوال): چاند دیکھنے کے لیے مائیکروسکوپ یا جدید آلات کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جدید ٹیکنالوجی سے مستفید ہونا چاہیے، مگر رؤیت وہی معتبر ہوگی، جو بصری ہو، یعنی آنکھ سے دیکھنے کے لیے جدید وسائل کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

(سوال): عید کے چاند کے لیے کتنی آدمیوں کی گواہی ضروری ہے؟

(جواب): ایک ثقہ عادل مسلمان بھی گواہی دے دے، تو اس کی گواہی مانی جائے گی۔ یاد رہے کہ عید اور روزہ کی گواہی ایک جیسی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

تَرَائِي النَّاسُ الْهِلَالَ، فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ.

''لوگوں نے ہلال دیکھا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کا) روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا۔''

(سنن أبي داود : 2342، سنن الدّارقطني : 2156، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۴۴۷) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۲۴) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزے کے معاملہ میں صرف ایک شخص کی بات کو قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اخبار آحاد پر عمل کرنا واجب ہے، نیز خبر دینے والا صرف ایک ہی شخص ہو یا لوگوں کی ایک جماعت خبر دے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

(معالم السّنن : 102/2)

❁ ابوعمیر بن انس رحمہ اللہ کے چچا جو صحابی رسول ہیں، بیان کرتے ہیں:

”ہمیں شوال کا چاند نظر نہ آیا، تو ہم نے صبح کو روزہ رکھ لیا، پھر پچھلے پہر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس دن روزہ افطار کرنے اور اگلے دن عیدگاہ جانے کا حکم دیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 86/5، سنن أبي داوٗد : 1157، سنن النّسائي : 1558، سنن ابن ماجه : 1653، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٢٦٦) نے صحیح قرار دیا ہے۔

سوال: سال بھر کے لیے جو کیلنڈر مرتب کیا جاتا ہے، اس کے مطابق روزے رکھنا یا عیدیں منانا جائز ہے؟

جواب: اس کیلنڈر کے مطابق روزے یا عید کرنا جائز نہیں۔ روزے یا عید کے لیے چاند دیکھنا ضروری ہے۔ جب تک رؤیت بصری حاصل نہ ہو، روزے رکھنا یا عید منانا درست نہیں۔ یاد رہے کہ چاند کی تخلیق کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ رؤیت کا اعتبار ہوگا۔

سوال: ہلال عید میں مستور الحال کی شہادت کا کیا حکم ہے؟

جواب: مستور الحال کی شہادت قبول نہیں۔

سوال: کیا گواہ کا عادل ہونا ضروری ہے؟

جواب: ضروری ہے۔

سوال: تیس رمضان کو بھی چاند نظر نہ آئے، تو کیا کرے؟

جواب: اگلے دن عید کی جائے۔ چاند دیکھنے کا جو حکم ہے، وہ انتیس تاریخ کو ہے،

جب تیس دن پہلے ہی مکمل ہیں، تو اس کے بعد چاند کی رؤیت ضروری نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چاند دیکھ کر روزے رکھیں اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑیں، پھر اگر مطلع ابر آلود ہو، تو تیس دن گن (کر پورے کر) لیں۔''

(صحيح البخاري : 1909، صحيح مسلم : 1081)

❀ عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا گیا کہ میں ان سے چاند نظر نہ آنے کی صورت میں رمضان کا روزہ رکھنے اور نماز عصر کے بعد (نفل) نماز پڑھنے کے متعلق پوچھوں۔ چنانچہ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: فلاں آپ کو سلام کہتا ہے، انہوں نے مجھے آپ کے پاس نماز عصر کے بعد (نفل) نماز پڑھنے، روزوں میں وصال کرنے اور ماہ رمضان میں روزوں کے متعلق پوچھنے کے لیے بھیجا ہے۔ انہوں نے حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا، کہتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ باقی مہینوں کے ایام اس قدر نہیں گنا کرتے تھے، جس قدر شعبان کے ایام گنا کرتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے، اگر چاند نظر نہ آتا، تو (شعبان) کے تیس دن شمار کرتے، پھر روزہ رکھتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 149/6، سنن أبي داوٗد : 2325، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۷۷)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۹۱۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۴۴۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۲۳/۱) نے بخاری اور مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام

دارقطنی رحمہ اللہ نے (السنن:۲/۱۵۷) نے اس کی سند کو''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: ایک علاقے میں مشہور ہوگیا کہ چاند نظر آ گیا ہے، مگر کوئی عادل گواہ نہیں مل رہا کہ جس نے خود چاند دیکھا ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک کوئی ثقہ عادل گواہ گواہی نہ دے دے، روزہ یا عید نہ کی جائے گی، خواہ بات کتنی بھی مشہور ہو جائے۔

سوال: رؤیت ہلال کی شہادت میں ٹیلیفون کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

جواب: اگر خبر دینے والا عادل وثقہ ہے، تو گواہی معتبر ہے۔

سوال: مطلع صاف ہو، تو کتنے آدمیوں کی گواہی ضروری ہے؟

جواب: ایک ثقہ وعادل آدمی بھی گواہی دے دے، تو معتبر ہے۔

سوال: اگر بستی کے باہر سے آنے والے رؤیت ہلال کی گواہی دیں، تو کیا وہ گواہی معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر وہ عادل ہیں، تو معتبر ہوگی۔

❀ ابوعمیر بن انس رحمہ اللہ کے چچا جو صحابی رسول ہیں، بیان کرتے ہیں:

''ہمیں شوال کا چاند نظر نہ آیا، تو ہم نے صبح کو روزہ رکھ لیا، پھر پچھلے پہر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس دن روزہ افطار کرنے اور اگلے دن عید گاہ جانے کا حکم دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 86/5، سنن أبي داوٗد : 1157، سنن النّسائي : 1558، سنن ابن ماجه : 1653، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اٹھائیس روزوں کے بعد چاند نظر آ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگلے دن عید کی جائے اور عید کے بعد ایک روزے کی قضا کی جائے۔

سوال: اگر فاسقوں کی ایک بڑی جماعت چاند دیکھنے کی گواہی دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: فاسقوں کی گواہی قبول نہیں، خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں، البتہ ان کے مقابل ایک عادل شخص گواہی دے دے، تو گواہی معتبر ہے۔

سوال: ۲۹ رمضان کو زوال کے بعد چاند نظر آیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ توڑ دیا جائے، اگلے دن عید کی جائے اور عید کے بعد ایک روزے کی قضا دی جائے، تاکہ مہینے کے ۲۹ روزے مکمل ہو جائیں۔

❀ ابوعمیر بن انس رحمہ اللہ کے چچا جو صحابی رسول ہیں، بیان کرتے ہیں:

”ہمیں شوال کا چاند نظر نہ آیا، تو ہم نے صبح کو روزہ رکھ لیا، پھر پچھلے پہر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس دن روزہ افطار کرنے اور اگلے دن عید گاہ جانے کا حکم دیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 86/5، سنن أبي داوٗد : 1157، سنن النّسائي : 1558، سنن ابن ماجه : 1653، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اگر ضعیف البصر چاند دیکھنے کی گواہی دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص دور دیکھنے سے قاصر ہو، اس کی گواہی معتبر نہ ہو گی، خواہ وہ عادل ہو۔

سوال: کیا شہادت میں قسم اٹھانا ضروری ہے؟

جواب: ضروری نہیں۔

(سوال): معتمد علیہ آدمی کے خط کی گواہی سے عید کرنا کیسا ہے؟

(جواب): خط کے ذریعہ گواہی بھی معتبر ہے، بشرطیکہ خط لکھنے والا عادل ہو۔

(سوال): عادل گواہوں کی گواہی سے ۲۹ روزوں کے بعد عید کر لی، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ رمضان ۳۰ دنوں کا تھا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): عید کے بعد ایک روزے کی قضا واجب ہے۔

(سوال): شک کا روزہ رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): شک کا روزہ رکھنا درست نہیں۔ اس بارے میں روایت ضعیف ہے۔

(سوال): روزے کی حالت میں منجن کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): روزہ کی حالت میں سر میں تیل جذب کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): سحری کے وقت پان منہ میں رکھ کر سو گیا، جب جاگ آئی، تو صبح ہو چکی تھی، روزے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جاگ آنے کے بعد پان باہر پھینک دے اور کلی کر لے، روزہ درست ہے۔

(سوال): روزہ میں رومال بھگو کر سر پر ڈالنا کیسا ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں۔

(سوال): کیا روزہ دار پانی میں غوطہ لگا سکتا ہے؟

(جواب): غوطہ لگا سکتا ہے، البتہ یہ احتیاط کرے کہ پانی منہ یا ناک کے ذریعہ پیٹ میں داخل نہ ہو۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: روزہ کی حالت میں نسوار منہ میں رکھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

سوال: تمباکو کا پتہ جلا کر اس کی راکھ سے روزے دار کے دانت صاف کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر راکھ کا اثر پیٹ میں نہ جائے، تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: روزے دار کی نکسیر پھوٹ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: روزہ میں بار بار غسل کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: روزے میں انجکشن کا کیا حکم ہے؟

جواب: حالت روزہ میں اگر انجکشن لگانا ضروری ہو، تو لگایا جا سکتا ہے۔

سوال: روزہ دار کا آنکھ میں دوا ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: دودھ پلانے سے عورت کا روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں۔

سوال: ریت منہ میں گئی، پھر تھوک دیا، کیا روزہ باقی ہے؟

جواب: روزے پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

سوال: دانت سے خون آ گیا، روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: دانت سے خون آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسے چاہیے کہ کلی کرے اور خون کو تھوک دے۔

سوال: روزہ دار عورت اپنی شرمگاہ میں دوا رکھے، تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔

سوال: تھوک کو نگلنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب: نہیں۔

سوال: تالاب میں نہا رہا ہے، ہوا خارج ہوئی، تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔

سوال: روزہ کی حالت میں بواسیر کے زخموں پر مرہم لگانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، اس سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔

سوال: تمباکو سونگھنے سے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: حالت روزہ میں سرمہ اور تیل لگانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں (اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کا) بوسہ بھی لے لیتے تھے اور جسم کے ساتھ جسم بھی ملا لیتے تھے، حالانکہ آپ ﷺ آپ کی بہ نسبت خواہش پر زیادہ کنٹرول رکھنے والے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1106)

(سوال): حالت روزہ میں سوگیا، جاگا، تو منہ میں خون دیکھا، کیا حکم ہے؟

(جواب): روزے میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا۔

(سوال): رمضان میں جنابت کا غسل طلوع فجر کے بعد کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، اس سے روزے میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): مسوڑوں کا خون حلق میں چلے جانے سے روزہ باقی رہا یا نہیں؟

(جواب): مسوڑوں کا خون باہر تھوکنا چاہیے، اگر غیر ارادی طور پر حلق میں چلا گیا، تو روزہ برقرار ہے۔

(سوال): پان کی سرخی تھوک میں ملی ہے، اسے نگلنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

(جواب): نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): کیا حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): شرمگاہ میں دخول سے روزے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حالت روزہ میں دخول جائز نہیں۔ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ لازم ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: میں ہلاک ہو گیا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں رمضان (روزہ کی حالت) میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں! آپ ﷺ نے پوچھا: کیا آپ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں! پوچھا: کیا آپ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: بیٹھ جائیے، اتنے میں نبی کریم ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک بڑا ٹوکرا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لیں اور صدقہ کر دیں۔ اس نے کہا: کیا ایسے گھرانے پر صدقہ کروں، جو ہم سے زیادہ ضرورت مند ہے؟ ان دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان (یعنی مدینہ میں) ہمارے گھر سے زیادہ کوئی محتاج نہیں۔ (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں اور فرمایا: اسے لے جائیں اور اپنے اہل و عیال کو کھلا دے۔''

(صحيح البخاري: 1936، صحيح مسلم: 1111)

سوال: کیا مشت زنی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: بعض اہل علم کہتے ہیں کہ روزے میں مشت زنی کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے مدنظر یہ دلیل ہے:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي .

''میرا بندا میرے لیے کھانا پینا اور شہوت ترک کر دیتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1894، صحيح مسلم : 1151)

❁ علامہ سمرقندی حنفی رحمہ اللہ (۵۴۰ھ) فرماتے ہیں:

لَوِ اسْتَمْنٰى بِالْكَفِّ فَأَنْزَلَ فَإِنَّهٗ يُفْسِدُ لِأَنَّهُ اقْتَضٰى شَهْوَتَهٗ بِفِعْلِهٖ .

''اگر کسی نے ہاتھ کے ساتھ مشت زنی کی اور انزال ہو گیا، تو اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے مشت زنی کے ساتھ اپنی شہوت پوری کر لی ہے۔''

(تحفة الفقهاء، ص 358)

بے شک مشت زنی کے ساتھ شہوت پوری کرنا جائز نہیں، مگر اس سے روزہ ٹوٹنے کا استدلال بھی درست نہیں، کیونکہ مشت زنی صورتاً اور معنیً جماع نہیں ہے۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنْ أَمْنَى الصَّائِمُ أَفْطَرَ .

''اگر روزہ دار (مشت زنی کے ذریعے) منی خارج کر دے، تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 9482، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنِ اسْتَمْنٰى فَأَنْزَلَ فَإِنَّهٗ يُفْطِرُ .

''جس نے مشت زنی کی اور انزال ہو گیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 224/25)

❁ علامہ رافعی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَنِيُّ إِنْ خَرَجَ بِالْاِسْتِمْنَاءِ أَفْطَرَ وَإِنْ خَرَجَ بِمُجَرَّدِ الْفِكْرِ

وَالنَّظْرِ فَلَا .

''منی اگر مشت زنی سے خارج ہو،تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر محض سوچنے اور دیکھنے سے خارج ہو،تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔''

(الشّرح الكبير : 388/6)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''اسی طرح ہتھیلی سے مشت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔'' جبکہ یہ مؤقف محل نظر ہے۔''ذخیرہ'' میں لکھا ہے: یہ ابو بکر اور ابو القاسم کا مؤقف ہے۔مگر اکثر مشائخ اس کے خلاف ہیں، ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ ''ینابیع''میں مندرج ہے کہ یہی مختار قول ہے۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 207/9، البِناية للعيني : 330/2)

❀ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

لَوِ اسْتَمْنٰی بِكَفِّهٖ فَعَامَّةُ الْمَشَايِخِ أَفْتَوْا بِفَسَادِ الصَّوْمِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ .

''اگر کوئی ہاتھ سے مشت زنی کرے،تو اکثر مشائخ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کا روزہ فاسد ہوجاتا ہے،یہی مختار قول ہے۔''

(حاشية الطّحطاوي على مَراقي الفلاح، ص 658)

راجح مؤقف:

راجح مؤقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔اسے جماع پر قیاس کرنا کئی وجوہ سے درست نہیں۔ جماع سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے،اس پر کفارہ ہے،جن اہل علم کے نزدیک مشت زنی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ

اس پر کفارہ واجب نہیں سمجھتے۔

۞ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''اگر یہ موقف صحیح ہوتا، تو بغیر انزال کے دخول پر کفارہ کے واجب ہونے کی بہ نسبت مشت زنی پر کفارہ واجب قرار دینا زیادہ اولیٰ ہوتا، جبکہ یہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں، تو قیاس والوں کے تناقض پر ذرا غور کیجئے۔''

(تمام المنّة، ص 419)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّنْ يُنْقِضُ الصَّوْمَ بِالْإِنْزَالِ لِلْمَنِيِّ إِذَا تَعَمَّدَ اللَّذَّةَ، وَلَمْ يَأْتِ بِذٰلِكَ نَصٌّ، وَلَا إِجْمَاعٌ، وَلَا قَوْلُ صَاحِبٍ، وَلَا قِيَاسٌ .

''بعض اہل علم کے نزدیک اس شخص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جو جان بوجھ کر منی خارج کرتا ہے۔ جبکہ اس پر کوئی نص، اجماع، قول صحابی یا قیاس نہیں ہے۔''

(المُحلّٰی بالآثار: 338/4)

۞ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''مشت زنی سے روزہ باطل ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور اسے جماع پر قیاس کرنا درست نہیں، اسی لیے امیر صنعانی رحمہ اللہ نے فرمایا: درست بات یہی ہے کہ قضا اور کفارہ صرف جماع کرنے والے پر ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو جماع کرنے والے پر قیاس کرنا بعید ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے اور علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(تمام المِنّة، ص 418)

(سوال): حالت روزہ میں بوس و کنار سے انزال ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): کیا کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): کیا نسوار سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): حالت روزہ میں عمداً تمباکو نوشی کر لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کا روزہ ٹوٹ گیا، اس پر قضا واجب ہے، نیز توبہ و استغفار بھی کرے۔

(سوال): حالت روزہ میں احتلام ہوا، تو کھا پی لیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جس نے یہ سمجھا کہ احتلام سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کھا پی لیا، اب اس پر روزہ کی قضا واجب ہے۔

(سوال): ایک نوکر نے کام کی شدت کی وجہ سے روزہ افطار کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کام کی شدت کی وجہ سے افطار کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کام کرتے کرتے بھوک و پیاس اس قدر شدید ہو کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو، تو روزہ توڑ سکتا ہے، اس پر قضا واجب ہو گی، کفارہ نہیں۔

(سوال): بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ توڑ دیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): اس پر قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔

(سوال): ایک عورت نے شرعی عذر کی بنا پر ماہِ رمضان کے روزے قضا کیے، کیا اس کا شوہر اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟

(جواب): کسی کی طرف سے روزے نہیں رکھے جا سکتے۔ عورت اپنے روزوں کی قضا خود دے گی، اگر نہیں دے سکتی، تو روزوں کا فدیہ ادا کر دے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَّلَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلٰكِنْ يُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُدًّا مِّنْ حِنْطَةٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے، نہ روزہ رکھے، بلکہ (روزے کی جگہ) اس کی طرف سے مستحقین کو ہر روز گندم کا ایک مد کھلائے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : 2918، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): نفل روزہ جان بوجھ کر توڑ دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نفل روزہ عمداً توڑ دے، تو کوئی حرج نہیں۔ اس پر قضا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ جمہور اہل علم کا مذہب ہے کہ کسی نفل کام کو شروع کیا جائے، تو اختتام تک نفل ہی رہتا ہے، واجب نہیں ہوتا، سوائے نفلی حج اور عمرہ کے۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ نفل جب تک شروع نہ کر دیئے جائیں، نفل رہتے ہیں، لیکن جب ادا کرنا شروع کر دیا تو مکمل کرنا واجب ہے، مکمل نہ کرنے پر قضا لازم ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس آئے اور پوچھا: کیا گھر میں کھانا موجود ہے؟ عرض کیا: جی نہیں۔ فرمایا: تب میں روزے سے ہوں، پھر کسی اور دن تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! تحفے میں حلوہ آیا ہے، فرمایا: لائیں، ویسے تو صبح میں نے روزہ رکھا تھا، پھر آپ نے حلوہ کھالیا۔''

(صحيح مسلم : 1154)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''دوسری روایت امام شافعی اور آپ کے موافقین کی دلیل ہے، کہ نفلی روزہ توڑ کر کچھ کھالینا جائز ہے، اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیوں کہ یہ نفل ہے اور نفل جیسے ابتدا میں انسان کی مرضی پر ہوتا ہے، ایسے ہی اسے جاری رکھنا بھی مرضی پر موقوف ہے۔ یہ موقف صحابہ کرام کی ایک جماعت، امام احمد، امام اسحاق رحمہما اللہ وغیرہم کا ہے، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ سمیت تمام اسے مکمل کرنا مستحب سمجھتے ہیں۔''

(شرح النّووي : 35/8)

❁ سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آئے، میں روزہ سے تھی، پوچھا: کل آپ نے روزہ رکھا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: آئندہ کل کا ارادہ ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: تو پھر افطار کر دیں۔

❁ ایک روایت میں ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ افطار کرنے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 1986)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نفلی عبادت کا آغاز کرنے پر اسے مکمل کرنا ضروری نہیں۔ روزوں میں تو یہ واضح نص ہے اور باقی عبادات میں اس پر قیاس کیا جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ پھر تو حج میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے! ہم کہیں گے کہ

نہیں، حج اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ حج فاسد ہو جائے، تب بھی اسے جاری رکھنا ضروری ہے، چہ جائیکہ حج کو درمیان میں چھوڑ دیا جائے۔ اسی طرح فرض حج کی طرح نفل حج میں بھی کفارہ لازم ہوتا ہے (لہٰذا اسے دیگر عبادات پر قیاس کرنا درست نہیں۔)''

(فتح الباري: 107/1)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ وَالْخُرُوجِ مِنْهُ قَبْلَ تَمَامِهِ .

''نفلی روزہ اور اسے مکمل کرنے سے پہلے افطار کا بیان۔''

(السّنن الكبرٰى: 455/4)

❁ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہما میں مواخات قائم کی۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے، تو دیکھا کہ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کی حالت پراگندہ ہے۔ پوچھا: یہ کیا؟ کہا: آپ کے بھائی ابو درداء کو دنیا کی کوئی غرض نہیں۔ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ آئے اور سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا پیش کیا۔ سلمان نے کہا: کھائیے، فرمایا: میں روزے سے ہوں۔ فرمایا: آپ کھائیں گے، تو میں کھاؤں گا، تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کھا لیا۔ اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے درست کیا۔''

(صحيح البخاري: 1968)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلٰى أَخِيهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهٗ.

''کسی پر قسم اٹھادی کہ وہ نفل روزہ افطار کردے گا، اب اگر اس نے روزہ افطار کردیا ہے، تو اس پر قضا نہیں۔''

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ترجمۃ الباب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نفلی روزہ افطار کرنے کا جواز ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے، نیز روزہ توڑنے والے پر قضا ضروری نہیں، البتہ مستحب ہے۔''

(فتح الباري : 4/212)

سوال: بیوی کے پاس بیٹھنے سے انزال ہو جائے، تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: روزے دار کے سامنے ''اگربتی'' جلانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، اس سے روزے پر کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔

سوال: عورت نے قصداً روزہ توڑ دیا، پھر اسے فوراً حیض آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: عورت روزہ توڑنے پر گناہ گار ہوئی، اسے توبہ واستغفار کرنی چاہیے، نیز اس پر روزے کی قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔

سوال: روزے دار نے بیوی سے جماع کیا، مگر انزال نہ ہوا، تو کفارہ لازم ہوگا؟

جواب: انزال ہو یا نہ ہو، حالت روزہ میں دخول سے کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے رمضان کا قضا روزہ رکھا ہے اور بیوی سے جماع کر لیا، کیا

کفارہ لازم ہوگا؟

(جواب): رمضان کی قضا میں رکھا جانے والا روزہ فرض ہے اور ہر فرض روزہ میں جماع کرنے سے کفارہ لازم آئے گا۔

(سوال): نفلی روزے میں بیوی سے جماع کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): روزہ ٹوٹ گیا، اس پر کفارہ نہیں، البتہ قضا مستحب ہے، واجب نہیں۔

(سوال): ایک شخص نے نذر کا روزہ رکھا ہے اور بیوی سے جماع کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر نذر یہ مانی تھی کہ کسی دن روزہ رکھے گا، دن یا تاریخ کو خاص نہیں کیا تھا، تو جماع کی صورت میں اس پر کفارہ لازم نہیں، البتہ قضا واجب ہے اور اگر دن یا تاریخ کو خاص کیا تھا، تو اس پر کفارہ اور قضا دونوں واجب ہیں۔

(سوال): کیا لواطت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): لواطت زنا ہے، بلکہ زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، قضا و کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

❀ علامہ حسین بن محمود مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) لکھتے ہیں:

اَلزِّنَا فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنِ الْمُجَامَعَةِ فِي الْفَرَجِ عَلٰى وَجْهِ الْحَرَامِ، وَيَدْخُلُ فِي الزِّنَى اللِّوَاطَةُ وَإِتْيَانُ الْبَهَائِمِ .

''لغت میں زنا حرام ذریعے سے عورت کی شرمگاہ میں مجامعت کو کہتے ہیں، البتہ زنا میں لواطت اور چوپایوں کے ساتھ حرام کاری بھی آجاتی ہے۔''

(المفاتيح في شرح المصابيح :96/1)

(سوال): حالت روزہ میں کسی بزرگ کا تھوک تبرک کے طور پر چاٹ لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جہاں تک تعلق ہے بزرگ کے تھوک سے تبرک کا، تو وہ جائز نہیں۔ تبرک صرف نبی سے حاصل کیا جاسکتا ہے، غیر نبی سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں۔

اگر کوئی روزہ دار قصداً بزرگ کا تبرک چاٹ لے، تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اس پر قضا واجب ہے، نیز توبہ واستغفار بھی کرے۔

سوال: ایک شخص نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا، مگر دوسرے لوگوں نے نہیں مانا، تو اس نے بھی توڑ دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اسے یقین ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے، تو اسے روزہ نہ توڑنا چاہیے تھا، اگر توڑ دیا، تو اس پر قضا واجب ہے۔

سوال: تیسویں روزے دن کے وقت چاند دیکھا، تو روزہ توڑ دیا، کیا بعد میں اس کی قضا واجب ہے؟

جواب: اس پر نہ قضا ہے اور نہ کفارہ۔

سوال: غروب آفتاب سمجھ کر روزہ افطار کرلیا، مگر بعد میں سورج نظر آگیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: وہ روزہ مکمل کرے، اس کا روزہ درست ہے، اس پر قضا نہیں۔ یہ بھول کر کھانے پینے کے مترادف ہے۔

سوال: غیر روزہ دار شوہر نے روزہ دار بیوی سے جماع کیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی پر قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔

سوال: حالت روزہ میں بے ہوش ہوگیا، تو لوگوں نے پانی پلا دیا، بعد میں ہوش آیا، تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا؟

جواب: اس کا روزہ ختم ہوگیا، اس پر قضا واجب ہے۔

سوال: رمضان کے روزے میں دن کو سخت بخار ہو گیا، تو کیا روزہ توڑ سکتا ہے؟

جواب: توڑ سکتا ہے، قضا ہے، کفارہ نہیں۔

سوال: ایک شخص کو بھولنے کی بیماری ہے، روزے کی حالت میں وہ بہت کچھ کھا پی لیتا ہے، مگر اسے بعد میں یاد آتا ہے کہ میں روزے سے ہوں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: وہ روزہ جاری رکھے۔ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا سفر میں روزہ رکھنا یا چھوڑنا اختیاری ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

''حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوران سفر روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا، فرمایا: مرضی ہے، روزہ رکھنا چاہیں، رکھ لیں، چھوڑنا چاہیں، چھوڑ دیں۔''

(صحيح البخاري : 1943، صحيح مسلم : 1121)

سوال: اگر سفر میں روزہ توڑنا پڑے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: توڑ سکتا ہے، اگر فرض روزہ ہے، تو اس کی قضا ضروری ہے اور اگر نفل ہے، تو اس کی قضا مستحب ہے۔

سوال: ایک شخص کو معلوم نہ تھا کہ بیوی سے جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ ایک عرصہ تک جماع کرتا رہا، بعد میں معلوم ہوا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک معلوم نہ تھا، وہ معذور ہے، اس پر قضا یا فدیہ واجب نہیں۔

سوال: ایک ہی روزے میں دوبار جماع کیا، تو ایک بار کفارہ ہے یا دوبار؟

جواب: ایک بار۔

(سوال): لگا تار دو روزوں میں بیوی سے جماع کیا، کتنے کفارے لازم ہوئے؟

(جواب): دو کفارے ادا کرے گا۔

(سوال): رمضان میں رات کے کتنے وقت میں بیوی سے جماع کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): غروب آفتاب سے طلوع فجر تک جماع کی اجازت ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾(البَقَرة : ١٨٧)

''روزوں کی رات تمہارے لیے بیویوں سے جماع کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔''

رات کا اطلاق غروب آفتاب سے طلوع فجر تک ہوتا ہے۔

(سوال): صبح سویرے آنکھ کھلی، سحری نہیں کی، نہ روزے کی نیت کی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر فرض روزہ ہے، تو بغیر نیت کے جائز نہیں۔ البتہ نفل روزے کی نیت طلوع آفتاب کے بعد بھی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ طلوع فجر تک کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

(سوال): روزہ کا کفارہ کیا ہے؟

(جواب): روزے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرے، اگر اس کی استطاعت نہیں، تو دو ماہ کے لگا تار روزے رکھے، اگر اس کی طاقت نہیں، تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

(سوال): سحری کھانے کے بعد طلوع فجر سے پہلے بیوی سے جماع کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں، روزہ جاری رکھے۔

(سوال): کفارہ کی قیمت مساکین کو دے دینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ایک گھر میں آگ لگ گئی، کچھ افراد نے روزے توڑ دیے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ان پر قضا واجب ہے۔

سوال: بے خبری میں فجر کی اذان کے بعد سحری کھائی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ جاری رکھے، کچھ حرج واقع نہیں ہوا۔

سوال: اگر کفارہ میں کسی غریب طالب علم کو دو ماہ تک کھانا کھلا دے، تو کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: ادا ہو جائے گا۔

سوال: روزے کے کفارہ کی رقم مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں لگانا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں، مدرسہ کے طلبا کو کھانا کھلایا جائے۔

سوال: کیا روزہ کا کفارہ توبہ واستغفار سے معاف ہوگا یا نہیں؟

جواب: کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، توبہ سے معاف نہ ہوگا۔

سوال: اگر کفارہ ادا کرنے کی طاقت نہ ہو، تو کیا کرے؟

جواب: جب فراخی ہو، تو کفارہ ادا کر دے۔

سوال: کیا قرض لے کر روزے کا کفارہ ادا کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کفارہ کا کھانا دس مسکینوں کو چھ دن کھلانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کفارہ کا کھانا نابالغ بچے کھائیں، تو ادا ہو جائے گا؟

جواب: کفارہ کا کھانا نابالغ غریب ومسکین بچے کھائیں، تو ادا ہو جائے گا۔

سوال: اگر کوئی شخص کفارہ میں ایک ماہ کے روزے رکھے اور تیس مسکینوں کو کھانا

کھلائے،تو اس طرح کفارہ ادا ہو جائے گا؟

(جواب): اس طرح کفارہ ادا نہ ہو گا۔ وہ دو ماہ کے لگا تار روزے رکھے، اس کی استطاعت نہ ہو،تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(سوال): اگر کفارہ کے روزے رکھ رہا تھا کہ درمیان میں بیماری کی وجہ سے ایک روزہ چھوٹ گیا،تو کیا کفارہ میں روزوں کی گنتی دوبارہ سے شروع کرے گا یا ادھر سے ہی؟

(جواب): کفارہ کے روزے دو ماہ مسلسل رکھنا ضروری ہیں، البتہ اگر عذر یعنی بیماری یا سفر کی وجہ سے کوئی روزہ چھوٹ جائے،تو کوئی حرج نہیں، بقیہ روزے پورے کرے گا اور اگر بغیر عذر روزہ چھوڑے،تو کفارہ شروع سے ادا کرنا ہوگا۔

(سوال): کفارہ کے روزوں کے درمیان بقرعید آ گئی،تو کیا کرے؟

(جواب): عید اور ایام تشریق کے دنوں میں روزے چھوڑ دے، کیونکہ ان دنوں میں روزے رکھنا جائز نہیں،اس کے بعد بقیہ روزے رکھ لے۔

(سوال): ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا ہے یا ایک وقت؟

(جواب): ایک وقت درمیانے درجہ کا کھانا کھلانا ہے۔

(سوال): کیا بوڑھا شخص روزے چھوڑ سکتا ہے؟

(جواب): اجماع ہے کہ بوڑھا آدمی، جو روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو، روزہ نہ رکھے، بلکہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

(الإجماع لابن المنذر : 129)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، وہ ہر

روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 4505)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب بوڑھے ہو گئے اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہی، تو روزہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ کھانا کھلا دیتے تھے۔

(تفسير عبد الرّزاق : 184، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: حاملہ عورت روزے قضا کر سکتی ہے؟

جواب: حاملہ عورت روزے قضا بھی کر سکتی ہے اور فدیہ بھی دے سکتی ہے۔

سوال: رضاعت کی مدت پوری نہ ہوئی کہ پھر حمل ہو گیا، تو کیا عورت مسلسل دو سال تک فدیہ دے سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: دمہ کا مرض لاحق ہے، روزہ نہیں رکھ سکتا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: عموماً یہ مرض دائمی ہوتا ہے، اس لیے وہ روزوں کا فدیہ ادا کر دے۔

سوال: روزے کا فدیہ کتنا ہے؟

جواب: ایک مسکین کو اوسط درجہ کا ایک وقت کھانا کھلانا ہے۔

سوال: کیا فدیہ میں کھانے کی قیمت ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔ وہ رقم کسی مسکین کو دے دی جائے۔

سوال: شدت مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا اور اسی میں فوت ہو گیا، تو چھوٹے ہوئے روزوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیماری میں چھوڑے گئے روزے معاف ہیں۔ اس کے ورثاء پر قضا یا فدیہ

نہیں، البتہ اگر نذر کے روزے ہوں، تو میت کا ولی وارث اس کی طرف سے نذر پوری کرے گا۔

سوال: درد ِزہ کی وجہ سے روزہ توڑ دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر قضا ہے۔

سوال: اگر مسافر چھوڑے ہوئے روزے کا فدیہ دے دے، قضا نہ دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر قضا ضروری ہے، فدیہ سے فرض ادا نہ ہوگا۔

سوال: دودھ پلانے والی عورت روزہ رکھے گی یا نہیں؟

جواب: اسے اختیار ہے، چاہے تو روزہ رکھ لے، چاہے چھوڑ دے اور بعد میں قضا کر لے یا فدیہ ادا کر دے۔

سوال: جو شدید مرض کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے اور اسے صحت یابی کی اُمید نہیں، تو وہ کیا کرے؟

جواب: وہ روزوں کا فدیہ ادا کر دے۔

سوال: اگر بیمار شخص مشکل برداشت کر دے روزہ رکھے، تو کیا اسے روزے کا اجر ملے گا؟

جواب: ضرور ملے گا۔

سوال: اگر کوئی شخص روزے سے ہے، پیاس کی شدت کی وجہ سے وہ جان کنی کے عالم میں ہے، کیا اس کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر پیاس کی شدت اس قدر ہو کہ برداشت مشکل ہو جائے، تو وہ روزہ توڑ دے۔ اس پر قضا واجب ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حالت روزہ میں فوت ہو گیا، روزہ افطار نہ کیا تھا، کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

جواب: پڑھی جائے گی۔

سوال: ایک دن کا سفر ہو، تو کیا روزہ افطار کیا جا سکتا ہے؟

جواب: آدھے دن کا سفر ہو، تو بھی روزہ افطار کیا جا سکتا ہے۔

سوال: بوڑھا دائم المرض رمضان میں کیا کرے؟

جواب: ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دے۔

سوال: بوڑھا ذیابیطس کا مریض رمضان میں کیا کرے؟

جواب: ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

سوال: جو مسافر تردد میں ہو، کہ آج واپسی ہوتی ہے یا کل، اسی کشمکش میں انیس سے زائد ایام گزر جاتے ہیں، کیا ایسا مسافر نماز قصر کرنے کے ساتھ ساتھ روزہ قضا کر سکتا ہے؟

جواب: جس مسافر کو واپسی پر تردد ہو، وہ روزہ قضا کر سکتا ہے، خواہ پورا ماہ ہی تردد میں گزر جائے۔

سوال: شدید پیاس ہو، تو روزہ افطار کر سکتا ہے؟

جواب: اگر پیاس اتنی شدید ہو کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو، یا عقل کے زائل ہونے کا

خوف ہو،تو ایسا شخص روزہ افطار کر سکتا ہے، بعد میں قضا دے دے۔

سوال: جو شخص روزہ رکھنے سے بیمار ہو جاتا ہے، کیا وہ روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے؟

جواب: جو شخص روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے اور دوسرے دنوں میں قضا کرنے سے بھی بیمار ہو جاتا ہو،تو وہ روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے۔

سوال: جس بیمار کو ماہر طبیب کا حکم ہو کہ دوپہر کو دوا ضرور پیے، کیا وہ بیمار روزہ افطار کر سکتا ہے؟

جواب: اگر واقعی دوا پینا ضروری ہے،تو روزہ افطار کر سکتا ہے،اس پر قضا ہے۔

سوال: جو شخص نذر کا روزہ بوجہ خوف بیماری نہ رکھ سکے،وہ کیا کرے؟

جواب: جو شخص نذر کا روزہ بوجہ خوف بیماری نہ رکھ سکے،تو وہ اس روزے کو کسی دوسرے دن قضا کر لے، اگر دوسرے دن روزہ رکھنے سے بھی بیماری کا خدشہ ہے،تو روزے کا فدیہ دے سکتا ہے۔

سوال: اگر کسی نے نذر کے روزے پورے نہ کیے اور فوت ہو گیا،تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو اپنے نذر کے روزے رکھے بغیر فوت ہو جائے،تو میت کا ولی وارث اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.

”جس پر (نذر کے) روزے تھے اور وہ فوت ہو گیا،تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا۔“

(صحيح البخاري : 1952، صحيح مسلم : 1147)

سوال: دوران رمضان ایام حیض شروع ہو گئے، تو کیا کرے؟

جواب: عورت کو جتنے دن حیض رہے، وہ روزے نہیں رکھے گی اور رمضان کے بعد ان روزوں کی قضا دے گی۔ حیض میں روزہ نہیں رکھ سکتی۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ؛ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ .

''کیا ایسا نہیں کہ حائضہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 304، صحيح مسلم : 79)

❁ معاذہ رحمہا اللہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے سوال و جواب بیان کرتی ہیں:

''عرض کیا، حائضہ روزے کی قضائی تو دیتی ہے، نماز کی قضائی کیوں نہیں دیتی؟ فرمایا: آپ حروریہ ہیں؟ عرض کیا نہیں، میں حروریہ نہیں ہوں، فقط سوال کیا ہے، فرمایا: ہم ماہواری میں ہوتیں تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، نماز کی قضا کا نہیں۔''

(صحيح البخاري :321، صحيح مسلم : 335)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ عورت ماہواری میں روزے نہیں رکھ سکتی، بلکہ بعد میں قضائی دے گی، البتہ نماز کی قضا نہیں ہے۔ الحمد للہ! اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 107/22)

حائضہ روزہ نہیں رکھے گی، یہ مسلمانوں کا اجماعی مسئلہ ہے، البتہ روزے کی حالت میں حیض آ گیا، تو اس روزے کی اور باقی روزے جو رہ گئے، ان کی قضائی دے گی۔

(سوال): جس روزے کے دوران حیض آیا، کیا اس دن شام تک کھا پی سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر روزے کے دوران حیض شروع ہو جائے، تو عورت کا روزہ ٹوٹ گیا، وہ اسی وقت کھا پی سکتی ہے، شام تک کھانے پینے سے رکے رہنے کی ضرورت نہیں، البتہ پاکی کے بعد اس روزے کی بھی قضا دے گی۔

(سوال): ایک شخص بواسیر کے مرض میں مبتلا ہے، جب روزہ رکھتا ہے، تو شدید خون آنے لگتا ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص رمضان میں روزے چھوڑ سکتا ہے، بعد میں جب مرض میں خفت آئے، تو ان روزوں کی قضا دے دے، اگر آئندہ رمضان تک مرض سے شفایابی کی اُمید نہ ہو، تو ان روزوں کا فدیہ ادا کر دے۔

(سوال): کیا اُسی سال کا لاچار بوڑھا روزوں کی طرح نماز کا بھی فدیہ دے سکتا ہے؟

(جواب): فدیہ صرف روزوں کا ہے۔ نماز کا فدیہ نہیں، یہ ضرور بالضرور ادا کرنا ہوتی ہے، اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا، تو بیٹھ کر، اگر بیٹھ کر نہیں، تو لیٹ کر، ورنہ اشارے سے پڑھ لے، مگر پڑھنی ضرور ہے۔

(سوال): جو شخص ہمیشہ سفر میں رہتا ہے، وہ رمضان کے روزوں کو قضا کیسے کرے؟

(جواب): جو شخص پورا سال سفر میں رہتا ہے، اسے چاہیے کہ سردیوں کے موسم میں، جب دن چھوٹے ہوتے ہیں اور موسم قابل برداشت ہوتا ہے، رمضان کے روزوں کی قضا دے دے، اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے۔

(سوال): جو شخص روزہ رکھنے پر قدرت رکھتا ہے، مگر پھر بھی روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): قدرت کے باوجود جو روزہ نہیں رکھتا اور فدیہ ادا کرتا ہے، تو فدیہ سے اس کا فرض ادا نہ ہوگا، یہ شخص گناہ گار ہے، تا آنکہ ان روزوں کی قضا دے دے اور توبہ کر لے۔

(سوال): زمیندار کو سخت گرمی میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

(جواب): زمیندار یا مزدور روزہ افطار نہیں کر سکتا، البتہ موسم کے مطابق اپنے کام کی ترتیب اور وقت بدل لے۔

(سوال): روزوں کی قضا کب دی جائے گی؟

(جواب): جس کے رمضان کے روزے رہ جائیں، اس کے لیے لگا تار روزوں کی قضا دینا بہتر ہے، البتہ اگر وقفے وقفے سے اگلے رمضان تک قضا مکمل کر لے، تو بھی جائز ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان کے روزوں کی قضا دینے سے پہلے شوال کے چھ روزے رکھ لے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾(البقرة : ١٨٥)

''دوسرے دنوں میں (رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کرلیں۔''

❁ علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (١٤١٤ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ أُمِرَ بِالْقَضَاءِ مُطْلَقًا عَنْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ فَلَا يَجُوزُ تَقْيِيدُهٗ بِبِعْضِ الْأَوْقَاتِ إِلَّا بِدَلِيلٍ .

''روزوں کی قضا کا بغیر کسی وقت معین کے، مطلق حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اسے بغیر دلیل کے کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 23/7)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ .

''مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا ہوتی، میں انہیں شعبان سے پہلے نہ رکھ سکتی تھی۔''

(صحيح البخاري : 1950، صحيح مسلم : 1146)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رمضان کے روزوں کی قضا تاخیر سے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ قضا میں وسعت ہے اور اس میں تاخیر جائز ہے، نیز یہ روایت دلیل ہے کہ اس بارے میں تاخیر کی انتہا ماہِ شعبان ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطإ من المَعاني والأسانيد : 149/23)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کی قضاء کو مطلق طور پر مؤخر کرنا جائز ہے، خواہ عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے۔''

(فتح الباري : 190/4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ کے ظاہری صنیع سے لگتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ روزوں کی قضا (تاخیر) میں وسعت اور وقفہ کو جائز سمجھتے تھے، کیونکہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے منہج کے مطابق ترجمۃ الباب میں آثار ذکر کیے ہیں، یہی جمہور کا مؤقف ہے۔''

(فتح الباري : 189/4)

❁ علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضا فوراً دینا ضروری نہیں، کیونکہ اگر قضا میں تاخیر ممنوع ہوتی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تاخیر پر قائم نہ رکھتے۔ البتہ جلد سے جلد قضا دینا مستحب ہے، کیونکہ اطاعت اور خیر میں جلدی کرنا اولیٰ ہے۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 23/7)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَضُرَّكَ كَيْفَ قَضَيْتَهَا إِنَّمَا هِيَ عِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ فَأَحْصِهِ .

''آپ کو کوئی نقصان نہیں، جیسے جی چاہے قضا دیں، صرف دوسرے دنوں میں (رمضان کے روزوں کی) گنتی (پوری کرنا ضروری) ہے۔''

(تغليق التّعليق لابن حَجَر: 186/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

فَرِّقْهُ إِذَا أَحْصَيْتَهٗ .

''جب آپ گنتی پوری کریں، تو وقفے میں کوئی حرج نہیں۔''

(سنن الدّارقطني : 193/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُوَاتِرُهٗ إِنْ شَاءَ .

''چاہے تو متفرق رکھ لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بِهٖ بَأْسًا، وَيَقُولُ : إِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ : ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

''آپ رضی اللہ عنہ وقفہ یا تاخیر میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف دوسرے دنوں کی گنتی کا ذکر فرمایا ہے۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 258/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے رمضان کے روزوں کی قضا کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرَخِّصْ لَكُمْ فِي فِطْرِهٖ وَهُوَ لَا يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَلَيْكُمْ فِي قَضَائِهٖ فَأَحْصِ الْعِدَّةَ وَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .

''اللہ تعالیٰ نے روزہ چھوڑنے کی رخصت اس لیے نہیں دی کہ قضا میں آپ پر مشقت ڈال دے، آپ جیسے چاہیں، گنتی پوری کریں۔''

(سنن الدّارقطني : 191/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 258/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَرِّقْ قَضَاءَ رَمَضَانَ، وَأَحْصِ الْعِدَّةَ .

''رمضان کے روزوں کی قضا وقفہ سے دیں، لیکن (رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کریں۔''

(سنن الدارقطني : 192/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ وقفہ سے رمضان کے روزوں کی قضا میں کوئی حرج

خیال نہیں کرتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 33/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ جعفر بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَضَاءُ رَمَضَانَ عِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ .

''رمضان کے روزوں کی قضا میں دوسرے دنوں میں گنتی (پوری کرنا) ضروری ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 33/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُوَاتِرُ قَضَاءَ رَمَضَانَ .

''رمضان کے روزوں کی قضاء متفرق دے سکتا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں فرماتے ہیں:

يُتَابَعُ بَيْنَهٗ . ''تسلسل کے ساتھ روزے رکھے جائیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَقْضِيهِ كَهَيْأَتِهٖ .

''جس طرح چھوڑے تھے، اسی طرح قضا دے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صُمْهُ مُتَتَابِعًا، إِلَّا أَنْ يُقْطَعَ بِكَ كَمَا قُطِعَ بِكَ فِيهِ .

''روزے کی قضا لگا تار دیں، الا یہ کہ (قضا میں بھی) وہی عارضہ پیش آ جائے، جو پہلے پیش آیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

فہم سلف کی روشنی میں ان اقوال کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَقْضِيهِ مُتَتَابِعًا أَحَبُّ إِلَيَّ وَإِنْ فَرَّقَ أَجْزَأَهٗ .

''رمضان کے روزوں کی قضا لگا تار ہو، تو مجھے زیادہ پسند ہے، البتہ قضا میں وقفہ بھی جائز ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 35/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَّصُومَهٗ كَمَا أَفْطَرَهٗ .

''مجھے پسند ہے کہ جس طرح روزے چھوڑے تھے، اسی طرح قضا دے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لگا تار قضا دینا مجھے پسند ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسحاق بن منصور کوسج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ : قَضَاءُ رَمَضَانَ؟ قَالَ : لَا بَأْسَ بِهِ مُتَفَرِّقًا، قَالَ إِسْحَاقُ : كَمَا قَالَ، وَالتَّتَابُعُ أَفْضَلُ .

''میں نے (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے) رمضان کی قضا کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: متفرق روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا بھی یہی مؤقف ہے، البتہ تسلسل کے ساتھ روزے رکھنا افضل ہے۔''

(مسائل الکوسج : 707)

❁ صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنْكَرَ أَبِي عَلٰى مَنْ يَّقُولُ : لَا يُجْزِئُهٗ إِلَّا مُتَتَابَعٌ .

''میرے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا ہے، جو کہتے ہیں کہ رمضان کی قضا صرف تسلسل کے ساتھ ہی ہے۔''

(مسائل صالح : 920)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''(رمضان کی قضا) تسلسل کے ساتھ دینا ضروری نہیں، بلکہ چاہے، تو وقفے وقفے سے دے، چاہے، تو مسلسل دے۔ یہ جمہور سلف وخلف کا مؤقف ہے۔ اس پر دلائل موجود ہیں، کیونکہ تسلسل کے ساتھ روزے رکھنا ماہِ رمضان میں ضروری ہے، رمضان کے ختم ہو جانے کے بعد ضروری نہیں، لہٰذا جتنے روزے رہ گئے ہیں، اتنے دنوں کے روزے رکھنا مراد ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ ''دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے، تنگی نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر :504/1)

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''حاصل کلام یہ کہ (روزوں کی قضا میں) وقفہ یا تسلسل کے متعلق کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔ درست بات یہی ہے کہ دونوں عمل ہی جائز ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔''

(إرواء الغَليل : 97/4)

رمضان کے روزوں کی قضا پے در پے مستحب ہے، ضروری نہیں، لگا تار قضا کو ضروری قرار دینا بے دلیل ہے، اس مؤقف کو سلف صالحین کی حمایت حاصل نہیں۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ مَنْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ فِي شَعْبَانَ بَعْدَهٗ أَنَّهٗ مُؤَدٍ لِفَرْضِهٖ غَيْرُ مُفْرِطٍ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا آئندہ شعبان میں دے دی، اس کا فرض ادا ہو گیا، وہ گناہ گار نہیں۔''

(شرح صحيح البخاري : 95/4)

سوال: شوال کے چھے روزے رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اہل علم کا اتفاق ہے کہ شوال کے چھے روزے مشروع و مستحب ہیں۔ ان کے ثبوت میں متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔ علامہ کتانی رحمہ اللہ نے اسے ''نظم المتناثر من

الحدیث المتواتر (ص۱۳۴)'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ .

''جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے، پھر شوال کے چھ روزے رکھے، اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھے۔''

(صحيح مسلم : 1164)

❀ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

بِكُلِّ يَوْمٍ عَشْرًا؟ قَالَ : نَعَمْ .

''کیا ہر دن کے بدلے دس روزوں کا ثواب ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں''

(مصنف عبد الرزاق : 7918، معجم ابن المقرئ : 615، وصححه أبو عوانة : 2699، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ صِيَامَ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث کی روشنی میں لوگوں کی ایک جماعت نے شوال کے چھے روزوں کو مستحب کہا ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 759)

❀ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِهٖ نَأْخُذُ .

''ہمارا عمل اسی حدیث کے موافق ہے۔''

(مصنف عبد الرزاق : 7918)

❁ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَسَنٌ، هُوَ مِثْلُ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ .

''(شوال کے چھ روزوں کا) یہ عمل مستحب ہے۔ اس کا اجر و ثواب ہر ماہ تین روزے رکھنے کی طرح ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 759)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهٗ بِسِتٍّ مِّنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ .

''جس نے رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے، اس نے گویا پورا سال روزے رکھے۔''

(مسند البزار [كشف الأستار] : 1060، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا .

''جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے، اس نے پورا سال روزے رکھے، کیونکہ جو ایک نیکی کرتا ہے، اسے دس گنا ثواب ملتا ہے۔''

(سن ابن ماجه : 1715، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

جَعَلَ اللّٰهُ الْحَسَنَةَ بِعَشْرٍ فَشَهْرٌ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ وَسِتَّةُ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ تَمَامُ السَّنَةِ .

''اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کو دس گنا کر دیا ہے، لہٰذا (رمضان کے) ایک مہینے کے روزے دس مہینوں کے برابر ہیں اور شوال کے چھ روزے ساٹھ روزوں کے برابر ہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 2874، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک روایت میں ہے:

صِيَامُ رَمَضَانَ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ، وَصِيَامُ السِّتَّةِ أَيَّامٍ بِشَهْرَيْنِ، فَذٰلِكَ صِيَامُ السَّنَةِ .

''رمضان کے روزے دس مہینے کے روزوں کے برابر ہیں اور (شوال کے) چھ روزے دو مہینوں کے برابر ہیں، یوں یہ پورے سال کے روزے ہوئے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 2115، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

''آپ کے پاس جب بھی چھ روزوں کا ذکر ہوتا، جو کہ بعض لوگ رمضان کے بعد نفل کے طور پر رکھتے ہیں، تو فرمایا کرتے تھے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس مہینے کے ذریعے پورے سال کے روزوں سے راضی ہو گیا ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 96/3، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شافعی (شرح النووی: ۱/۳۶۹) اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ (المغنی لابن قدامہ: ۱۷۲/۳) ان روزوں کے استحباب کے قائل ہیں۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (حجۃ

اللہ البالغۃ :۲/۸۵) بھی ان کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب کراہت کا قول باسند صحیح ثابت نہیں۔ کوئی ثقہ امام شوال کے چھ روزوں کی عدم مشروعیت کا قائل نہیں۔ ضعیف اور بے سند اقوال کا کوئی اعتبار نہیں۔

۞ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَيْسَ بِمَكْرُوهٍ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ وَسُنَّةٌ .

''یہ روزے مکروہ نہیں، بلکہ مستحب سنت ہیں۔''

(بدائع الصّنائع : 78/2)

۞ فقہ حنفی میں ہے:

لٰكِنَّ عَامَّةَ الْمُتَأَخِّرِينَ لَمْ يَرَوْا بِهٖ بَأْسًا .

''اکثر متاخرین (حنفی علما) شوال کے روزوں میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے۔''

(البحر الرّائق شرح كنز الدّقائق : 278/2، منحة الخالق لابن عابدين : 278/2)

۞ شیخی زادہ حنفی (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

''عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے مکروہ نہیں، یہ مختار قول ہے۔ کیونکہ رمضان اور شوال کے درمیان عید الفطر کے ایک دن کا فاصلہ آ جاتا ہے۔ اس سے اہل کتاب کے ساتھ تشبہ لازم نہیں آتا، لہٰذا یہ روزے مکروہ نہیں، بلکہ مستحب سنت ہیں، کیونکہ اس بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے۔''

(مَجمع الأنهر :255/1)

سوال: شوال کے چھ روزے مسلسل رکھے جائیں یا متفرق؟

جواب: متفرق بھی رکھے جا سکتے ہیں، کیونکہ حدیث میں لگاتار رکھنے کی قید نہیں لگائی

گئی، لہذا ماہِ شوال کے جن دنوں میں بھی چھ روزے رکھ لیے جائیں، تو فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

سوال: کیا صرف ایک نفلی روزہ رکھنا جائز ہے یا اس کے ساتھ دوسرا تیسرا بھی ملایا جائے گا؟

جواب: صرف ایک نفلی روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے، البتہ صرف جمعہ والے دن کو روزے کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہیے، اس سے منع کیا گیا ہے، جمعہ کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ ملا لینا چاہیے۔

سوال: عاشوراء میں اگر نو محرم کا روزہ نہ رکھ سکے، تو کیا دس اور گیارہ محرم کا روزہ رکھا جائے گا؟

جواب: عاشوراء کے روزے میں مشروع اور مستحب یہ ہے کہ نو اور دس محرم کے دو روزے رکھے جائیں، البتہ جو نو محرم کا روزہ نہ رکھ سکے، وہ صرف دس محرم کا روزہ رکھ لے، گیارہ محرم کا روزہ ملانا ثابت نہیں، گیارہویں محرم کے بارے میں مروی تمام روایات ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔

سوال: نابالغ لڑکا، جو پڑھائی کرتا ہے، کیا اس کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے یا وہ پڑھائی میں وقت لگائے؟

جواب: روزہ رکھ کر بھی پڑھائی کی جا سکتی ہے۔ نابالغ کو بھی عادت ڈالنے کے لیے روزے رکھوانے چاہیے، یہ اس کی تربیت ہے۔ صحابیات چھوٹے بچوں کو بھی روزے رکھواتی تھیں اور جب وہ روزے کی شدت سے رونے لگتے، تو انہیں کھلونوں کے ساتھ بہلاتی تھیں، یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو جاتا۔ (بخاری: ۱۹۶۰، مسلم: ۱۱۳۶)

سوال: کیا شوال کے چھ روزے عید کے اگلے روز ہی شروع کرے؟

جواب: شوال کے چھے روزے پورے مہینے میں کبھی بھی رکھے جا سکتے ہیں، عید کے اگلے روز رکھنا ضروری نہیں۔

سوال: ستائیس رجب کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ستائیس رجب کا روزہ مشروع نہیں۔ بعض یہ روزہ بڑے اہتمام سے رکھتے ہیں، اس کی رات عبادت میں گزارتے ہیں، نیز سمجھتے ہیں کہ اس روزے کا اجر ہزار روزوں کے برابر ہے۔ مگر یہ تمام باتیں بے اصل اور بے ثبوت ہیں۔

سوال: کیا شطرنج کھیلنے سے روزے پر کچھ اثر ہوتا ہے؟

جواب: شطرنج کھیلنا حرام ہے، اس پر وعید آئی ہے۔

❁ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ شطرنج کھیلنا جوا ہے، جو کہ جائز نہیں۔''

(التّمهيد : 182/13، الاستذكار : 462/8)

اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا، البتہ اجر و ثواب میں کمی آ جاتی ہے۔

سوال: کیا دوسروں کے پاس افطار کرنے کا ثواب زیادہ ہے؟

جواب: بعض یہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کے کھانے سے افطار کرنے سے روزے کا ثواب زیادہ ملتا ہے، مگر یہ بات شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔

سوال: اگر رؤیت ہلال کی خبر دن بارہ بجے موصول ہو، تو کیا کرے؟

جواب: رؤیت ہلال کی معتمد اور معتبر خبر جب موصول ہو، تو فوراً روزہ ختم کر دے، خواہ مغرب سے کچھ پہلے معلوم ہو۔

سوال: روزہ کس چیز سے افطار کرنا بہتر ہے؟

جواب: افضل یہ ہے کہ کھجور سے افطار کرے، جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہے۔ طبی ماہرین بھی یہی فرماتے ہیں۔

سوال: رنڈی اور ہندو کی افطاری سے افطار کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا نفل اور رمضان کے قضا روزوں کی اکھٹی نیت کرنے سے دونوں کا ثواب ملے گا؟

جواب: دونوں کی اکھٹی نیت کرنا درست نہیں۔

سوال: عید کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز اور ممنوع ہے۔

سوال: کیا عید کے دن روزہ رکھنے سے ثواب ملے گا؟

جواب: ثواب تو نہیں، البتہ حرام کے ارتکاب سے گناہ ملے گا۔

سوال: کیا مریض دوا سے روزہ افطار کرسکتا ہے؟

جواب: کرسکتا ہے، مگر بہتر ہے کہ پہلے کچھ کھا پی لے، تاکہ معدہ پر دوا کا برا اثر نہ ہو، البتہ جو ادویات خالی پیٹ لی جاتی ہے، ان سے روزہ افطار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: اگر کوئی روزہ چھوڑنے کے بہانے سے سفر کا حیلہ کرے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ افطار کرنے کے لیے حیلہ و بہانہ کرنا ممنوع ہے، البتہ اس صورت میں روزہ قضا کیا جاسکتا ہے۔

سوال: بغیر سحری روزے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): روزہ نفل ہو یا فرض، اس کے لیے سحری کرنا مستحب، مسنون اور باعث خیر و برکت ہے، البتہ اس کے بغیر روزہ درست ہے، بشرطیکہ روزے کی نیت کی ہو۔

(سوال): رمضان کے استقبال میں ایک دو روزے رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک دو دن روزے نہ رکھے، البتہ وہ شخص رکھ سکتا ہے، جس کے روزوں کی روٹین میں وہ دن آجائے۔''

(صحيح البخاري : 1914، صحيح مسلم : 1082)

(سوال): سال بھر میں کن دنوں روزے رکھنا ممنوع ہے؟

(جواب): سال میں پانچ دن روزے رکھنا ممنوع ہے، ایک عید الفطر، ایک عید الاضحیٰ اور تین ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کے۔ ان کے علاوہ پورا سال کسی بھی دن نفل روزے رکھے جا سکتے ہیں۔

(سوال): ایک شخص نے حقہ سے روزہ افطار کیا، تو کیا افطار ہوا یا نہیں؟

(جواب): بلاشبہ حقہ نوشی ممنوع اور ناجائز ہے، مگر اس سے روزہ افطار کرنے سے روزہ ادا ہو جائے گا۔

(سوال): ایک شخص کو تین افراد مل کر افطاری کراتے ہیں، مگر افطاری کرنے والے نے صرف ایک شخص کا کھانا کھایا، کیا تینوں کو ثواب ملے گا؟

(جواب): جی ہاں، تینوں کو ثواب ملے گا۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: فرض روزہ کی قضا باقی ہے، کیا نفل روزہ رکھنا جائز ہے؟

جواب: فرض کی قضا باقی ہو، تب بھی نفل روزہ رکھا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا موسم سرما میں قضا کے روزے رکھنے سے ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: بے نمازی کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز الگ حکم ہے اور روزہ الگ۔ جو بے نمازی روزہ رکھتا ہو، اس کا فرض ادا ہو جائے گا، البتہ نماز کے ترک پر گنہگار ہو گا۔

سوال: رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے کون سے ہیں؟

جواب: فرض روزوں کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ اللَّيْلِ .

''رمضان المبارک کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں اور فرائض کے بعد افضل ترین نماز تہجد کی۔''

(صحیح مسلم : 202/1163)

سوال: روزہ افطار کرنے کا صحیح وقت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرة: ١٨٧)

''روزہ رات تک مکمل کرو۔''

پوری امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جوں ہی سورج غروب ہو، روزہ افطار کر دیا جائے۔ احادیث صحیحہ اس کی تائید کرتی ہیں۔

❀ سیدنا بشیر ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صُومُوا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ، وَأَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ، فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ فَأَفْطِرُوا.

''روزہ ایسے رکھیں، جیسے اللہ نے حکم دیا ہے اور روزہ رات تک مکمل کریں، جوں ہی رات داخل ہو، افطار کر لیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 225/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

''جب اس (مغرب کی) طرف سے رات نمودار ہو جائے، اس (مشرق کی) طرف سے دن ختم ہو جائے اور سورج غروب ہو جائے، تو روزے دار کی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري: 1954، صحيح مسلم: 1100)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ .

''لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 1957، صحيح مسلم : 1098)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے:

''اس بات کا بیان ہے کہ لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ جب افطار میں تاخیر کریں گے، تو شر میں واقع ہو جائیں گے۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث : 2059)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ (دنیوی واخروی) معاملات کی بربادی کا سبب جلد افطار کرنے کی سنت کو بدلنا ہے۔ نیز افطاری میں تاخیر اور اس حوالے سے سنت کی مخالفت کرنا، جانتے بوجھتے امور (دین ودنیا) کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔''

(إكمال العلم بشرح صحيح مسلم : 34/4)

❁ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (٦٦١ھ) لکھتے ہیں:

''روزہ جلدی افطار کرنے میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت ہے، یہ ستاروں کے طلوع ہونے پر افطار کرتے تھے، پھر یہ ہماری امت میں اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے، یہ ان کی نشانی ہے، حالانکہ اس عمل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں تھے۔''

(المُيَسَّر في شرح مصابيح السّنّة : 463/2، المِرقاة للملا علي : 1381/4)

❁ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''غروب شمس کے یقین ہو جانے کے فورا بعد افطار کرنا بالاتفاق مستحب ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ نیز اس میں شیعہ کا رد ہے کہ جو افطار میں تاخیر کرتے ہیں اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ شاید لوگوں کے خیر پر رہنے کا سبب جلدی افطار کرنا ہے، کیونکہ اگر وہ افطار تاخیر سے کریں گے، تو خلاف سنت عمل کے مرتکب ٹھہریں گے اور خیر پر تب تک رہیں گے، جب تک سنت پر عمل پیرا رہیں گے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 26/2)

❁ علامہ زیلعی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو ستاروں کے طلوع ہونے تک افطاری میں تاخیر کرتے ہیں، کیونکہ یہ تاخیر خلاف سنت ہے۔''

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق :343/1)

❁ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''روزہ جلدی افطار کرنے میں شیعہ کا رد ہے، جو افطاری کو ستاروں کے طلوع ہونے تک مؤخر کرتے ہیں۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 400/13)

❁ تابعی کبیر، ابوعطیہ وادعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں اور مسروق رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے، ہم نے کہا: ام المومنین! دو صحابی ہیں، ایک جلدی افطار کر لیتے ہیں اور نماز بھی جلدی ادا کرتے ہیں، جبکہ دوسرے (تھوڑی) تاخیر سے افطار کرتے ہیں اور نماز میں بھی تاخیر کر

دیتے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کون ہیں، جو افطار اور نماز میں
جلدی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، تو سیدہ نے فرمایا:
جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 1099)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، لِأَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُونَ .

''دین تب تک غالب رہے گا، جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔''

(سنن أبي داود : 2353، السنن الكبرى للنسائي : 3313، سنن ابن ماجه : 1698، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا شعبان میں کوئی روزہ فرض یا واجب ہے؟

جواب: شعبان میں کوئی روزہ فرض یا واجب نہیں ہے۔

سوال: کیا تیرہویں شعبان کا روزہ رکھنا باعث فضیلت ہے؟

جواب: تیرہویں شعبان کے روزے کی کوئی خاص فضیلت حدیث میں بیان نہیں ہوئی، نہ اسلاف امت کا اس پر عمل ہے۔

سوال: کیا پندرہ شعبان کو روزہ مسنون ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اعتکاف مسنون مستحب عمل ہے۔

(سوال): اعتکاف کس مسجد میں ہوسکتا ہے اور کس میں نہیں؟

(جواب): اعتکاف ہر مسجد میں ہوسکتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾(البقرة : ١٨٧)

''تم مسجد میں اعتکاف کررہے ہو۔''

❀ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَمَّ اللّٰهُ الْمَسَاجِدَ كُلَّهَا وَلَمْ يَخُصَّ شَيْئًا مِنْهَا .

''اللہ تعالیٰ نے تمام مسجدوں کو شامل کیا ہے، کسی مسجد کو خاص نہیں کیا۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 313/1)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْاعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا .

''تمام مساجد میں اعتکاف (کا بیان)''

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 2025)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ جَائِزٌ فِي جَمِيعِ الْمَسَاجِدِ عَلٰى ظَاهِرِ الْآيَةِ .

''آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔''

(الإشراف على مذاهب العلماء : 160/3)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا .

''میرے لیے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 335، صحيح مسلم :521)

۞ اس حدیث کے تحت علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پوری زمین میں نماز جائز ہے، ورنہ تو نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ پیشاب و پاخانہ مسجد کے علاوہ ہر جگہ جائز ہے، لہٰذا یہ بات درست ہے کہ مسجد کے علاوہ مقامات کا مسجد والا حکم نہیں ہے، یہ بھی درست ہے کہ مسجد کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں۔''

(المحلّٰى بالآثار : 428/3)

۞ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، يُجْمَعُ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں ہو سکتا ہے، جس میں نماز با جماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام حکم بن عتیبہ اور امام حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْتَكَفُ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يَجْمَعُونَ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں کیا جا سکتا ہے، جس میں لوگ با جماعت نماز پڑھتے ہوں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يُجْمَعُ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے، جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ، إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ .

''اعتکاف اس مسجد میں درست ہے، جس میں نماز کی جماعت ہوتی ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا قِلَابَةَ اعْتَكَفَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ .

''امام ابو قلابہ رحمہ اللہ نے اپنے علاقے کی مسجد میں اعتکاف کیا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 89/3، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالِاعْتِكَافِ فِي مَسَاجِدِ الْقَبَائِلِ .

''قبائل کی مساجد میں اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارا اتفاقی مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے، اس میں اعتکاف کرنا مکروہ نہیں ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك :313/1)

(سوال): کیا اعتکاف صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں جائز ہے؟

(جواب): سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ .

''اعتکاف صرف تین مسجدوں میں ہی جائز ہے؛ ① مسجد حرام، ② مسجد نبوی، ③ مسجد بیت المقدس (اقصیٰ)۔''

(شرح مشكل الآثار : 201/7، ح :2771، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 519/4)

اس کی سند ضعیف ہے، سفیان بن عیینہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے عنعنہ کو مضر سمجھتے تھے۔

(علل ابن أبي حاتم :488/1)

لہٰذا حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سیر اعلام النبلاء :۱۵/۸۱) کا اسے ''صحیح'' کہنا درست نہیں۔

❀ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

(شرح مشكل الآثار : 20/4)

اس روایت پر متقدمین ائمہ میں سے کسی نے عمل نہیں کیا۔ بلکہ سارے مسلمان متفق نظر آتے ہیں کہ اعتکاف کسی بھی مسجد میں ہو سکتا ہے۔

❀ سیدنا خزیمہ رضی اللہ عنہ کا قول (مصنف عبد الرزاق :۸۰۱۴) عبد الرزاق اور سفیان ثوری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز دوسرا قول (مصنف عبد الرزاق :۸۰۶۱) عبد الرزاق اور سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ سعید بن مسیّب کے قول (ابن ابی شیبہ :۳/۹۰) میں قتادہ مدلس ہیں، سماع

کی تصریح نہیں کی۔

❀ عطاء بن ابی رباح کا قول (مصنف عبد الرزاق:۸۰۱۹) عبد الرزاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(سوال): کیا معتکف مسجد میں مریض کا چیک اپ کر کے نسخہ لکھ سکتا ہے؟

(جواب): حسب ضرورت ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(سوال): معتکف کا غسل خانے میں ٹھنڈک کے لیے غسل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا معتکف گوشہ صحن مسجد میں بیٹھ سکتا ہے؟

(جواب): جہاں چاہے، بیٹھ سکتا ہے۔

(سوال): کیا معتکف اپنے خیمہ سے باہر سو سکتا ہے؟

(جواب): سو سکتا ہے۔

(سوال): اعتکاف مکمل کرنے سے پہلے ختم کر دیا، کیا قضا واجب ہے؟

(جواب): اعتکاف سنت ہے، اس کی قضا مستحب ہے، واجب نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ میں آپ کا خیمہ لگاتی اور آپ فجر کے بعد اس میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے خیمہ لگانے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دے دی، تو انہوں نے خیمہ لگایا، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی خیمہ لگا دیا، صبح جب اتنے سارے خیمے دیکھے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا: یہ

کیا؟ جب بتا دیا گیا تو فرمایا: آپ اسے نیکی سمجھ رہی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے اس ماہ کا اعتکاف ترک کر دیا اور شوال کا ایک عشرہ اعتکاف کیا۔''

(صحيح البخاري : 2033)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ النَّوَافِلَ الْمُعْتَادَةَ إِذَا فَاتَتْ تُقْضَى اسْتِحْبَابًا وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْمَالِكِيَّةُ عَلٰى وُجُوبِ قَضَاءِ الْعَمَلِ لِمَنْ شَرَعَ فِيهِ ثُمَّ أَبْطَلَهُ وَلَا دَلَالَةَ فِيهِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نوافل رہ جائیں، تو قضا مستحب ہے، مالکیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ عمل شروع کرنے کے بعد اگر مکمل نہیں کیا تو قضا واجب ہے۔ حالانکہ یہ استدلال درست نہیں۔''

(فتح الباري : 277/4)

ازواج مطہرات سے ثابت نہیں کہ انہوں نے اعتکاف کی قضا دی ہو۔

سوال: معتکف کا غسل تبرید (ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل) کے لیے مسجد سے باہر جانا کیسا ہے؟

جواب: مناسب نہیں۔

سوال: جو معتکف مسجد میں سگریٹ نوشی کرتا ہے، کیا اس کا اعتکاف قائم رہتا ہے؟

جواب: گو کہ سگریٹ نوشی ناجائز ہے، مگر اس سے اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔

سوال: جس جگہ کو ناجائز قبضہ کر کے مسجد کا حصہ بنایا گیا ہے، اس جگہ اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ناجائز قبضہ کر کے مسجد بنانا حرام اور ناجائز ہے، مگر اس جگہ نماز پڑھنے، اعتکاف کرنے یا کوئی نیک عمل کرنے سے ادائیگی ہو جائے گی۔

(سوال): معتکف کسی ملازمت کی ضرورت سے مسجد سے باہر جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اعتکاف باقی نہ رہے گا۔

(سوال): جو شخص پورا عشرہ اعتکاف کرنے کے بجائے تین دن یا پانچ دن کا اعتکاف کرتا ہے، کیا اسے سنتِ اعتکاف کا اجر حاصل ہوگا؟

(جواب): اعتکاف ایک دن کا بھی ہوسکتا ہے، مگر جو رمضان میں جو مسنون اعتکاف ہے، وہ آخری مکمل عشرہ کا ہے، نبی کریم ﷺ یا صحابہ سے عشرہ اخیرہ میں تین یا پانچ یا سات دن اعتکاف کرنا ثابت نہیں۔ اس لیے تین یا پانچ دن اعتکاف کرنے والوں کو اجر وثواب تو ملے گا، مگر عشرہ رمضان کے مسنون اعتکاف کا اجر نہ ملے گا، واللہ اعلم!

(سوال): کیا بغیر عذر اعتکاف ترک کرنا گناہ ہے؟

(جواب): اعتکاف مسنون سنت ہے، واجب نہیں، اس کے ترک پر مواخذہ نہیں۔

(سوال): معتکف خیمہ میں کب داخل ہو؟

(جواب): معتکف کے لیے مسنون ہے کہ بیسویں رمضان کی افطاری سے پہلے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں آجائے، خیمہ لگا دے، رات بھر مسجد میں عبادت کرے، خیمہ میں داخل نہ ہو، پھر نماز فجر کے بعد خیمہ میں داخل ہو جائے۔ (بخاری: ۲۰۱۸، مسلم: ۱۱۶۷)

(سوال): کیا معلم حالت اعتکاف میں مسجد کے بچوں کو تعلیم دے سکتا ہے؟

(جواب): دے سکتا ہے۔

(سوال): معتکف کے لیے مسجد کے برآمدے میں جانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا اعتکاف عشرہ سے کم ہوسکتا ہے؟

(جواب): مسنون یہی ہے کہ عشرہ کا اعتکاف کیا جائے۔ اس سے کم اعتکاف کرنے والا بھی اجر سے محروم نہ ہوگا۔

(سوال): ایک شخص اپنی آبادی کی مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسرے علاقے کی مسجد میں اعتکاف کرسکتا ہے؟

(جواب): کرسکتا ہے، البتہ بہتر ہے کہ اپنے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرے۔

(سوال): اعتکاف کی حالت میں دوسری مسجد میں قرآن سنانے کے لیے جانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں، اس سے اعتکاف ختم ہوجائے گا۔

(سوال): حالت اعتکاف میں ڈاک خانہ کا کام کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ اعتکاف کا مقصد ہی یہ ہے کہ دنیاوی اُمور سے منقطع ہوکر اپنا وقت عباداتِ الٰہیہ میں صرف کیا جائے۔

(سوال): اگر کسی نے بیماری کی وجہ سے اعتکاف توڑ دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کے لیے ایک عشرہ کے اعتکاف کی قضا مستحب ہے، واجب نہیں۔

(سوال): کیا حج فرض ہے؟

(جواب): حج ہر صاحب استطاعت آزاد بالغ عاقل مرد وعورت پر فرض ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾

(آل عمران: ۹۷)

''اللہ تعالیٰ کے لیے ہر اس شخص پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو بیت اللہ تک پہنچنے کی (مالی وجسمانی) استطاعت رکھتا ہے۔''

سوال: ایک شخص کے پاس نقد روپیہ نہیں ہے، اس کے پاس صحرائی جائیداد ہے، مگر اس کی آمدن اہل وعیال کے سالانہ اخراجات سے زیادہ نہیں ہے، کیا اس شخص پر حج فرض ہے، کہ وہ جائیداد کو فروخت کر کے حج کے لیے جائے؟

جواب: اس پر بیت اللہ کا حج فرض نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص نے نیت کی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے مال ودولت سے نوازے گا، تو وہ فلاں جگہ مسجد بنوائے گا، جب اسے مال ودولت حاصل ہو، تو کیا وہ پہلے بیت اللہ کا حج کرے یا مسجد بنوائے؟

جواب: اس پر حج فرض ہے، پہلے فرض ادا کرے، پھر مسجد بنوائے۔

سوال: ایک شخص کے پاس سود کا اتنا روپیہ جمع ہو گیا ہے، کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہے، کیا وہ ان روپیوں سے حج کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ سود کا روپیہ اس کے اصل مالکوں کو لوٹائے، ان پیسوں سے حج تو کیا، اس کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی۔

سوال: مکان نہ ہو، تو مالدار اپنا گھر بنوائے یا حج کرے؟

جواب: مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے، جب تک یہ ضرورت پوری نہیں ہو جاتی، اس پر حج فرض نہیں ہوا۔

سوال: جائیداد رہن رکھ کر حج کرنا کیسا ہے؟

جواب: قرض اُٹھا کر حج کرنا جائز ہے، اس سے فرضیت ادا ہو جائے گی۔

سوال: بھیک مانگ کر حج کے لیے پیسے جمع کرنا کیسا ہے؟

جواب: حج کے لیے بھیک مانگنا جائز نہیں۔

سوال: ایک شخص کے پاس اتنا روپیہ جمع ہو گیا کہ اس پر حج فرض ہو چکا تھا، مگر اس نے سارا روپیہ اپنے بیٹے کی شادی پر لگا دیا، پھر وہ مفلس ہو گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر حج فرض ہو چکا تھا، اگرچہ اب وہ مفلس ہے، مگر اس کے ذمہ حج کی فرضیت باقی ہے، اگر بغیر حج کیے فوت ہو گیا، تو گناہ گار ہو گا۔

سوال: اگر صرف مکہ تک جانے کے اخراجات ہیں، آنے کے اخراجات دستیاب نہیں، تو کیا حج فرض ہے؟

جواب: جب تک بیت اللہ تک جانے اور واپسی کے اخراجات نہ ہوں، تو حج فرض نہیں ہوتا۔

سوال: مالدار حج کرے یا اولاد کی شادی؟

جواب: اس کے پاس جب اتنا روپیہ جمع ہو جائے کہ بآسانی حج کے اخراجات پورے کر سکتا ہے، تو اس پر حج فرض ہے، اس کی ادائیگی کرے۔ جبکہ اولاد کی شادی میں بھاری اخراجات اٹھانا فرض تو کجا، جائز بھی نہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے مروجہ جہیز کا کوئی جواز نہیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں، جو اس بہانے سے حج ادا نہیں کرتے کہ ابھی ان کے کندھوں پر اولاد کی ذمہ داریاں موجود ہیں، ان مروجہ بھاری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوتے وہ بوڑھا ہو جاتا ہے، اب حج کی ادائیگی کے لیے نہ اس کی جیب ساتھ دیتی ہے اور نہ جسم۔ اور وہ اسی حالت میں دنیا چھوڑ جاتا ہے۔

سوال: جس کے پاس (بمطابق سن ۲۰۲۰ء) دس لاکھ پاکستانی روپے ہوں، کیا

اس پر حج فرض ہے؟

(جواب): اس پر حج فرض ہے۔

(سوال): اگر عورت حج کی مالی استطاعت رکھتی ہے، مگر کوئی محرم اس کے ساتھ نہیں، کیا اس پر حج فرض ہے؟

(جواب): عورت کے لیے مالی اور جسمانی استطاعت کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار موجود ہو، اگر محرم رشتہ دار میسر نہیں، تو اس پر حج بیت اللہ فرض نہیں۔ کیونکہ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔

(سوال): عورت نے محرم کے بغیر حج کیا، کیا فرض ادا ہوا یا نہیں؟

(جواب): فرض ادا ہو جائے گا، مگر عورت بغیر محرم سفر کرنے پر گناہ گار ہوگی۔

(سوال): والدہ ناراض تھی، کہ بیٹا اسی حالت میں حج کو چلا گیا، کیا حج ادا ہوا؟

(جواب): حج ادا ہو گیا، اسے چاہیے کہ والدہ کو راضی کر لے۔

(سوال): ماہر معالج کسی صاحب استطاعت شخص کو ضرر کے اندیشہ سے حج سے منع کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر واقعی ضرر کا اندیشہ ہے، تو معالج کی بات مان لینی چاہیے، وہ خود حج پر نہ جائے، بلکہ اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو حج پر بھیج دے، جس نے اپنا فرض حج کر لیا ہو۔ اس کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا۔ اسے حج بدل کہتے ہیں۔

(سوال): جو شخص صاحب نصاب ہے، مگر زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، اگر وہ حج کے لیے جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس سے حج کا فرض ادا ہو جائے گا، مگر زکوٰۃ نہ دینے پر گناہ گار ہوگا۔

سوال: ایک شخص پر زندگی میں ایک ہی بار حج فرض ہے یا بار بار؟

جواب: زندگی میں ایک بار حج کرنا ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ ایک سے زائد بار حج فرض نہیں، اگر چہ وہ بار بار صاحب استطاعت ہو۔

سوال: اگر حجاز کا والی کافر ہو، کیا بیت اللہ کا حج کرنا جائز ہے؟

جواب: تب بھی بیت اللہ کا حج فرض ہے۔

سوال: صاحب استطاعت فوراً حج نہ کرے، تو گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

جواب: صاحب استطاعت کو فوراً حج کرنا چاہیے، اگر استطاعت کے بعد اسے حج کا موقع ملے، پھر بھی نہ کرے اور اسی حالت میں فوت ہو جائے، تو سخت گناہ گار ہوگا۔

سوال: کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر حج کر سکتی ہے؟

جواب: فرض حج ہے، تو اس میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں، مگر اس کے ساتھ محرم رشتہ دار کا ہونا ضروری ہے۔

سوال: کیا حج کی ادائیگی خلیفہ کے بغیر ہو سکتی ہے؟

جواب: حج کی فرضیت میں خلیفہ وقت کا کچھ تعلق نہیں۔

سوال: جو باپ کے مال سے حج کر چکا ہو، کیا اس پر دوبارہ حج فرض ہے؟

جواب: جو شخص بلوغت کے بعد اپنے والد یا کسی کے مال سے حج کر چکا ہو، اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہے، اس کا فرض حج ادا ہو چکا ہے۔

سوال: ایک مسکین کو زکوٰۃ کا اتنا روپیہ ملا کہ وہ صاحب استطاعت ہو گیا، کیا اس پر حج فرض ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیاوالدین کی اجازت کےبغیر حج کے لیے جانا جائز ہے؟

جواب: حج اللہ کا فرض ہے، اس میں والدین کی اجازت ضروری نہیں۔ اگر والدین روکیں، تب بھی حج کرے، کیونکہ مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں۔

رہا مسئلہ والدین کی خدمت کا، تو اس کا بندوبست کرے، حج کے چند دن ہیں، اس کے بعد زندگی بھر والدین کی خدمت میں لگا رہے۔

سوال: کیا عورت غیرمحرم کے ساتھ حج کرسکتی ہے؟

جواب: عورت کے لیے غیرمحرم کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔

سوال: ایک شخص صاحب استطاعت ہے، مگر حج پر نہیں جاتا اور اپنا روپیہ غریبوں میں بانٹ دیتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: یہ شخص فرض کا تارک ہے۔ جب تک حج ادا نہیں کر لیتا، اس کا وبال اس کے سر پر رہے گا۔

سوال: کیا ماں چھوٹے بچے کو کسی کے سپرد کر کے حج کے لیے جا سکتی ہے؟

جواب: اگر بچے کو نقصان کا اندیشہ نہ ہو، تو حج کے لیے جا سکتی ہے۔

سوال: دوران عدت سفر حج کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: کیا بیوہ عورت غیرمحرم کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں جا سکتی۔

سوال: ایک شخص کے پاس دو مکان ہیں، ایک میں خود رہتا ہے اور دوسرا زائد ہے، کیا اس پر حج فرض ہے؟

جواب: جب تک اس کے پاس حج کے اخراجات کے لیے رقم جمع نہیں ہو جاتی، اس

پر حج فرض نہیں۔

(سوال): ایک شخص ریٹائرڈ ملازم ہے، وہ پنشن سے گزارہ کرتا ہے، جائیداد بھی ہے، مگر اس کی آمدن اخراجات سے کم ہے، مگر جائیداد کی قیمت اتنی ہے کہ اسے فروخت کرے، تو حج کرسکتا ہے، کیا اس پر حج فرض ہے؟

(جواب): اس پر حج فرض نہیں ہے۔ وہ جائیداد کو فروخت نہ کرے۔

(سوال): کیا جائیداد کی وجہ سے حج فرض ہوتا ہے؟

(جواب): اگر جائیداد کی آمدن اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں، تو اس کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوتا، اگر جائیداد زائد ہے، تو اسے فروخت کر کے حج کرنا فرض ہے، واللہ اعلم!

(سوال): نفل حج والدین کی اجازت کے بغیر کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر والدین اپنی خدمت کی غرض سے روکتے ہیں، تو ان کی اجازت کے بغیر نفل حج کے لیے نہیں جانا چاہیے، اگر کوئی اور وجہ ہے، تو اسے دیکھا جائے گا۔

(سوال): حج کی فرضیت کے بعد تھوڑی بہت تاخیر کرنا کیسا ہے؟

(جواب): تھوڑی بہت تاخیر جائز ہے، مگر جتنا جلدی فرض ادا ہو جائے، اتنا بہتر ہے۔

(سوال): اگر کسی کے ذمہ مہر کی ادائیگی واجب ہو، تو کیا وہ پہلے مہر ادا کرے یا حج کے لیے جائے؟

(جواب): مہر غیر معجّل ایک قرض ہے، جب تک قرض کی ادائیگی نہیں ہو جاتی، حج فرض نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ پہلے مہر کی ادائیگی کرے، پھر حج کو جائے۔

(سوال): اگر عورت غیر محرم کے ساتھ حج کے لیے جانا چاہے، تو کیا شوہر روک سکتا ہے؟

(جواب): شوہر کا اپنی بیوی کو روکنا ضروری ہے۔

سوال: کیا عورت غیر محرم پیر کے ہمراہ حج پر جا سکتی ہے؟

جواب: غیر محرم کوئی بھی ہو، اس کے ساتھ حج کے لیے نہیں جا سکتی۔

سوال: کیا عورت ان عورتوں کے ہمراہ حج کے لیے جا سکتی ہے، جن کے ساتھ محرم مرد موجود ہیں؟

جواب: ہر عورت کا اپنا محرم ہمراہ ہونا ضروری ہے۔

سوال: جس پر حج فرض ہے، وہ اپنے والد کو حج کرائے، تو کیا اس کا اپنا فرض ادا ہو گا؟

جواب: اس کا اپنا فرض ادا نہ ہو گا۔

سوال: حج سے پہلے یا حج کے بعد زنا کرنے والے کا حج ادا ہو گا یا نہیں؟

جواب: حج کا احرام باندھنے سے پہلے یا احرام کھولنے کے بعد زنا کرنے والے کا حج صحیح ہے، زنا کا گناہ اس کے ذمہ ہے۔

سوال: اگر عرفہ کا دن جمعہ کو ہو، تو کیا وہ حج ستر حج کے برابر ہے؟

جواب: یہ کہنا کہ جمعہ کے دن عرفہ ہو، تو حج ستر حج کے برابر ہے، بے دلیل ہے۔ بعض لوگ اسے ''حج اکبر'' کہتے ہیں، یہ بھی درست نہیں۔

سوال: حدیث: ''جمعہ کے دن کیا جانے والے عمل کا ثواب ستر گناہ لکھا جاتا ہے ......'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت بے سند ہے۔

سوال: روایت: ''جمعہ کے دن عرفہ کا وقوف ستر حج سے افضل ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بے سند ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ٦٥)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مقروض بغیر قرض ادا کیے حج کو جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جب تک اس کے قرض کی ادائیگی نہیں ہوتی، اس پر حج فرض نہیں۔ البتہ اگر بغیر قرض ادا کیے حج کرے، تو حج ادا ہو جائے گا۔

سوال: کیا نابالغ حج کر سکتا ہے؟

جواب: نابالغ حج کر سکتا ہے، اسے اس کے والدین احرام بندھوائیں، ارکان حج ادا کروائیں، اس حج کا اجر والدین کو ملے گا۔ یاد رہے کہ اس بچے سے فرض حج کی ادائیگی نہ ہوگی، بلکہ بلوغت کے بعد اگر وہ صاحب استطاعت ہو، تو اس پر ایک بار حج بیت اللہ کرنا فرض ہوگا۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک عورت نے محفہ (عورتوں کی سواری کی پالکی) سے اپنا بچہ نکال کر کہا: اللہ کے رسول! کیا اس کا حج ہو جائے گا؟ فرمایا: جی ہاں! اور اجر آپ کو ملے گا۔''

(صحیح مسلم: 1336)

سوال: جس عورت کو ایام حج میں ماہواری آ جائے، تو وہ کیا کرے؟

جواب: طواف بیت اللہ کے علاوہ تمام ارکان حج ادا کرے اور پاکی کے بعد فرض طواف کر لے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ہم مقام سرف یا اس کے قریب تھے کہ میں حائضہ ہوگئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو میں رورہی تھی۔ فرمایا: حیض آ گیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: یہ تو اللہ نے بنات آدم کے مقدر میں لکھ دیا ہے، حیض ختم ہونے تک تمام ارکان حج سرانجام دیں، سوائے طواف کے۔''

(صحيح البخاري : 305، صحيح مسلم :1211)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں؛

''حائضہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ چکی ہو، تو جب چاہے تلبیہ پکار سکتی ہے، البتہ طواف اور سعی نہیں کرسکتی۔ حیض کے اختتام تک طواف، سعی اور مسجد میں داخلے کے سوا تمام مناسک حج ادا کرے گی۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :342/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى تَحْرِيمِ الطَّوَافِ عَلَى الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت پر طواف کرنا حرام ہے۔''

(المَجموع شرح المهذب : 356/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا الطَّوَافُ فَلَا يَجُوزُ لِلْحَائِضِ بِالنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ .

''نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ حائضہ کے لیے طواف جائز نہیں۔''

(مَجموع الفتاوىٰ :269/21)

سوال: عرفات میں کس وقت حاضری ضروری ہے کہ حج کی ادائیگی ہوجائے؟

(جواب): نو ذوالحجہ کے زوال کے بعد سے لے کر دس ذوالحجہ کی طلوع فجر سے پہلے پہلے میدان عرفات میں حاضری ہو جائے، تو حج ادا ہو جائے گا۔

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: وقوفِ عرفات ہی حج ہے، جس نے طلوع فجر سے پہلے پہلے وقوف عرفات پالیا، اس نے حج پالیا۔''

مسند الإمام أحمد : 309/4، سنن أبي داوٗد : 1949، سنن النّسائي : 3019، سنن التّرمذي : 889-890، سنن ابن ماجه : 3015، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۶۸)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۸۲۲) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۲۷۸، ۴۶۳، ۴۶۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، نیز ان کی متابعت بھی ہوئی ہے۔

(سوال): کیا عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے واپس لوٹ سکتے ہیں؟

(جواب): عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے نہیں لوٹ سکتے۔ مغرب سے پہلے لوٹنے پر دم واجب ہے۔

(سوال): خطبہ حج کا وقت کیا ہے؟

(جواب): خطبہ حج میدان عرفات میں نو ذوالحجہ کو زوال آفتاب کے بعد دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد نماز ظہر اور عصر کو جمع کیا جاتا ہے۔

(سوال): کیا محرم تار یا ربڑ کی پٹی سے تہبند باندھ سکتا ہے؟

جواب: باندھ سکتا ہے۔

سوال: حالت احرام میں جو چادر اوڑھی جاتی ہے، کیا پسینہ آنے کی صورت میں اسے اتار سکتا ہے؟

جواب: بوقت ضرورت اُتار سکتا ہے۔

سوال: جسے حج کی دعائیں زبانی یاد نہ ہوں، کیا وہ کتابچہ سے دیکھ کر پڑھ سکتا ہے؟

جواب: کتابچہ سے دیکھ کر پڑھ سکتا ہے۔

سوال: روایت: ''جس نے مینڈک کو قتل کیا، اس پر ایک بکری (بطور دم) واجب ہے، خواہ قتل کرنے والا محرم ہو یا حلال ہو۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مرفوع مروی ہے۔

(الكامل لابن عدي : 510/5)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرحمٰن بن ہانی ضعیف ہے۔

② ابوالزبیر مکی رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

③ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

سفیان ثوری کی متابعت ابو مالک نخعی واسطی نے کی ہے، مگر وہ ضعیف و متروک ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس روایت پر جرح کی ہے۔

(الثقات : 377/8)

کئی اہل علم نے اس روایت کو غیر ثابت اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

سوال: حالت احرام میں مینڈک کو قتل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): محرم کے لیے مینڈک کو مارنا جائز نہیں۔ اس پر دم واجب ہے۔

(سوال): عورت مجبور ہے، کیا اس کی طرف سے اس کا مَحرم رمی جمار کر سکتا ہے؟

(جواب): کر سکتا۔

(سوال): کیا محرم چشمہ لگا سکتا ہے؟

(جواب): لگا سکتا ہے، یہ ضرورت ہے۔

(سوال): کیا حالت احرام میں بوٹ پہننے سے دم لازم آئے گا؟

(جواب): احرام میں ٹخنے ننگے رکھنا ضروری ہے، اگر بوٹ سے ٹخنے ڈھانپے، تو دَم لازم آئے گا۔

(سوال): کیا منیٰ سے کنکریاں اُٹھا کر مار سکتا ہے؟

(جواب): کہیں سے بھی کنکریاں اٹھائی جا سکتی ہیں۔

(سوال): اگر رمی جمرات میں ترتیب کو ملحوظ نہ رکھا، کیا اس پر دَم لازم آئے گا؟

(جواب): رمی جمرات میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا سنت ہے، البتہ اس ترتیب کے ترک پر دَم لازم نہ ہوگا۔

(سوال): رمی جمرات کے لیے کنکریوں کا حجم کیا ہونا چاہیے؟

(جواب): رمی جمرات کے لیے چھوٹی چھوٹی کنکریاں لینی چاہییں، جو انگلی پر رکھ کر ماری جا سکیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''عقبہ کی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا جب کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، کہ کنکریاں لے کر آؤ چنانچہ میں نے آپ کے لیے (چھوٹی، چھوٹی) انگلی پر

رکھ کر پھینکنے کے برابر کنکریاں اکٹھی کیں، جب میں نے آپ کے ہاتھ پر رکھیں، تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: (ان کے برابر کنکریاں ماریں) اور دین میں غلو سے بچیں، کیوں کہ آپ سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہی تباہ ہوئے۔''

(سنن النّسائي : 3059، سنن ابن ماجه : 3029، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۷۳)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۸۶۸) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۸۷۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۶۶/۱) نے اس کو بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

(سوال): حج بدل کی اجازت کس کے لیے ہے؟

(جواب): حج بدل کی اجازت اس کے لیے ہے، جو مالی استطاعت تو رکھتا ہے، مگر بیماری یا بڑھاپے یا کے باعث سفر کرنے سے قاصر ہے، تو وہ اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو حج کے لیے بھیج سکتا ہے، جس نے خود اپنا فرض حج ادا کرلیا ہو۔ اس حج میں نیت اسی کی طرف سے کی جائے گی، جو حج کرا رہا ہے۔ اس کا اجر بھیجنے والے کو حاصل ہوگا، نیز حج بدل کرنے والا بھی اجر سے محروم نہ ہوگا۔

اسی طرح وہ عورت بھی حج بدل کرا سکتی ہے، جو مالی وجسمانی استطاعت تو رکھتی ہے، مگر اس کا کوئی مَحرم رشتہ دار موجود نہیں، کیونکہ عورت کے لیے بغیر محرم سفر کرنا جائز نہیں۔

یاد رہے کہ جسے مالی استطاعت حاصل ہو اور جسمانی طور پر بیت اللہ تک کا سفر نہ کر سکتا ہو، اس پر حج بدل فرض ہے، کیونکہ جو شخص مالی اور جسمانی ہر لحاظ سے بیت اللہ تک آنے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ حج بدل نہیں کرا سکتا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''خثعم قبیلہ کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، جب کہ سیدنا فضل رضی اللہ عنہ (سواری پر) آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے، تو وہ میرے بوڑھے باپ پر بھی فرض ہو چکا ہے، لیکن وہ سواری پر صحیح طور پر نہیں بیٹھ سکتے، کیا اس کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں!۔''

(صحيح البخاري : 1513، صحيح مسلم : 1334)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جہینہ قبیلے کے فلاں آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: میرا بوڑھا باپ حج کیے بغیر فوت ہو گیا ہے، یا یوں کہا ہے کہ حج کی استطاعت نہیں رکھتا، (کیا اس کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی طرف سے آپ حج کر لیں۔''

(صحيح مسلم : 1325، مختصراً، مسند أحمد : 1/244-279، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو ''لبیک عن شبرمۃ'' (اللہ میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں) کہتے سنا، پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ نے کبھی حج کیا؟ کہا: نہیں! فرمایا: یہ حج اپنی طرف سے کر لیں، پھر شبرمہ کی طرف سے تلبیہ کہنا (یعنی حج کرنا)۔''

(سنن أبي داوٗد : 1811، سنن ابن ماجه : 2903، سنن الدّارقطني : 2/370، حسنٌ)

❁ سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھنے لگے:
''میرے والد ضعیف العمر ہیں وہ حج، عمرہ اور سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ فرمایا: اپنے والد کی طرف سے حج بھی کر لیں اور عمرہ بھی۔''

(مسند الإمام أحمد : 10/4، سنن أبي داوٗد : 1810، سنن النّسائي : 2622، سنن التّرمذي : 930، سنن ابن ماجه : 2906، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کے سب راویوں کو امام دارقطنی رحمہ اللہ (سنن الدّارقطني :۲/ ۱۸۳) نے ''ثقہ'' قرار دیا ہے، اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۰۴۰)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۵۰۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۹۹۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۸۱/۱) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا مرد کی طرف سے عورت حج بدل کر سکتی ہے؟

جواب: کر سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:
''خثعم قبیلہ کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، جب کہ سیدنا فضل رضی اللہ عنہ (سواری پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے، تو وہ میرے بوڑھے باپ پر بھی فرض ہو چکا ہے، لیکن وہ سواری پر صحیح طور پر نہیں بیٹھ سکتے، کیا اس کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں!۔''

(صحيح البخاري : 1513، صحيح مسلم : 1334)

سوال: اندھا صاحب استطاعت خود حج کرے یا حج بدل کرا دے؟

(جواب): اگر اس اندھے کو چلانے والا کوئی ہے، تو اس کے ہمراہ حج کرے، ورنہ وہ حج بدل کرا سکتا ہے۔

(سوال): ایک شخص پر حج فرض تھا، مگر اس نے ادا نہ کیا اور فوت ہو گیا، مرتے دم تک حج کی وصیت بھی نہیں کی، کیا اس کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پر یہ شخص سخت گناہ گار ہے، چونکہ اس نے وصیت نہیں کی، اس لیے اس کی طرف سے حج نہیں کیا جا سکتا۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَطَاقَ الْحَجَّ فَلَمْ يَحُجَّ، فَسَوَاءٌ عَلَيْهِ يَهُودِيًّا مَاتَ أَوْ نَصْرَانِيًّا .

''جو حج کرنے کی (مالی وجسمانی) طاقت رکھتا ہو، مگر حج نہ کرے، تو وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر، اس کے لیے برابر ہے۔''

(حلية الأولياء لأبي نُعَيم : 252/9، الدرّ المنثور للسّيوطي : 275/2، صحيحٌ)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۸۵/۲) اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر: ۴۸۸/۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(سوال): حج بدل مرنے کے بعد ہے یا زندگی میں بھی؟

(جواب): حج بدل زندگی میں ہی ہے، مرنے کے بعد کسی کی طرف سے حج اس صورت میں ہے، جب مرنے والے نے حج کی نذر مانی ہو، مگر اپنی زندگی میں نذر پوری نہ کر سکا ہو۔

(سوال): ایک شخص نے جوانی میں باوجود صاحب استطاعت ہونے کے، حج نہیں کیا، کیا بڑھاپے میں حج بدل کرا سکتا ہے؟

(جواب): بڑھاپے میں حج بدل کرا سکتا ہے، البتہ جوانی میں سستی پر گناہ گار ہو گا۔

(سوال): کیا قریب المرگ اپنی وراثت میں سے کسی کو حج کرا سکتا ہے؟

(جواب): اگر حج کے اخراجات کل ورثہ کے ایک تہائی یا اس سے کم ہے، تو کسی کو حج کے لیے بھیجنے کی وصیت کر سکتا ہے، بشرطیکہ جسے حج پر بھیجا جا رہا ہے، وہ وارثوں میں سے نہ ہو، کیونکہ وارثوں کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

(سوال): ایک شخص حج کے ارادے سے گھر سے نکلا، مگر بیمار ہو گیا، تو واپس آ گیا، اب بستر مرگ پر ہے، وہ حج کے پیسوں کا کیا کرے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ ان پیسوں سے اپنی طرف سے کسی کو حج بدل کرا دے۔

(سوال): نفلی حج بدل کرانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ایک صاحب استطاعت شخص بیمار تھا، صحت یابی کی اُمید نہیں، حج بدل کرا دیا، بعد میں صحت یاب ہو گیا، تو مالی وجسمانی استطاعت حاصل ہے، کیا اب اس پر حج فرض ہے؟

(جواب): جب اس نے حج بدل کرا دیا، تو اس کا فرض ادا ہو چکا، دوبارہ مالی وجسمانی استطاعت حاصل ہونے پر حج فرض نہ ہو گا، البتہ نفلی حج کر سکتا ہے۔

(سوال): جو شخص حج بدل کر رہا ہے، کیا وہ حج بدل کرانے والے کے میقات سے احرام باندھے یا کہیں سے بھی باندھ سکتا ہے؟

(جواب): وہ کسی بھی قریبی میقات سے احرام باندھ سکتا ہے، حج بدل کرانے والے کے میقات سے باندھنا ضروری نہیں، البتہ احرام کی نیت حج بدل کرانے والے کی طرف سے کرے گا، مثلاً ''لبیک عن فلان''

(سوال): فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا کیسا ہے؟

(جواب): فوت شدہ کی طرف سے اسی صورت حج کیا جا سکتا ہے، جب اس نے نذر مانی ہو، مگر نذر پوری نہ کر سکا ہو، تو اس صورت میں میت کا ولی نذر پوری کرے گا۔ اسی طرح اگر میت نے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی ہو، تو اس کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے، بغیر وصیت یا نذر کے میت کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا درست نہیں۔

(سوال): کیا حج بدل اولاد کے علاوہ بھی کوئی کر سکتا ہے؟

(جواب): اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی حج بدل کرایا جا سکتا ہے۔

(سوال): جسے حج بدل کے لیے بھیجا، وہ راستے میں مر گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ حج ادا نہ ہوا۔ اس کی جگہ کسی اور کو حج کے لیے بھیجا جائے۔

(سوال): کیا حج بدل کے بعد حج کرانے والے کے مکان پر واپس آنا ضروری ہے؟

(جواب): حج کرانے والے کے مکان پر آنے کی ضرورت نہیں، وہ اپنے گھر چلا جائے۔

(سوال): کیا اپنے حج کا ثواب دوسرے کو دینا جائز ہے؟

(جواب): کچھ لوگ حج، عمرے یا طواف کا ثواب فوت شدگان کو ایصال کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں۔ کتاب وسنت میں ایصال ثواب کا یہ طریقہ مروی نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَحُجَّ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے حج نہ کرے۔''

(جزء أبي الجهم : 24، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): حج کے موقع پر مسجد نبوی میں حاضری دینا کیسا ہے؟

(جواب): مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جانا مستحب اور باعث اجر ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِي هٰذَا» .

”(ثواب کی نیت سے) تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کیا جائے (۱) مسجد حرام (۲) مسجد اقصیٰ (۳) میری مسجد (مسجد نبوی)۔“

(صحيح البخاري : 1189، صحيح مسلم : 1397)

مگر مسجد نبوی کے لیے جانا حج یا عمرہ کا حصہ نہیں، یہ اختیاری ہے۔ بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ مسجد نبوی میں اتنی اتنی نمازیں ادا کرنا ضروری ہے، جبکہ یہ خیال بے دلیل ہے۔

سوال: کیا زیارت قبر نبوی جائز ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضری دینا جائز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درود وسلام کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ البتہ بعض لوگ جو منتیں مانگنے اور عرضیاں ڈالنے کے لیے قبر نبوی پر حاضری دیتے ہیں، ایسا ہرگز جائز نہیں، یہ صحابہ اور اسلاف امت کی عملی مخالفت ہے۔

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقِفُ عَلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلٰى أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ .

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہو کر درود پڑھتے اور سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سلام کہتے تھے۔“

(المؤطّأ للإمام مالك : 166/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 245/5، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ بعینہ وہی سلام ہے، جو قبرستان میں فوت شدگان کو کہا جاتا ہے۔

❀ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر سے واپس آتے، تو قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر کہتے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ.

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو، اے ابو بکر! آپ پر سلامتی ہو اور ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔''

(فضل الصّلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل بن إسحاق، ص 81-82، ح : 99؛ السّنن الكبرٰى للبيهقي : 245/5، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اگر کوئی شخص حج وعمرہ کے لیے مکہ جائے، مگر مدینہ میں حاضری نہ دے، کیا اس کا حج مکمل ہے؟

جواب: اس کا حج مکمل ہے۔

سوال: حدیث: ''جس نے حج کیا اور میری (قبر کی) زیارت نہ کی، اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ اور اس معنی میں مروی تمام روایات ضعیف و ناقابل حجت ہیں۔

ان کے بارے میں اہل علم کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے حوالے سے بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف بلکہ من گھڑت ہیں۔''

(الردّ على البكري : 253)

۞ علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) کہتے ہیں:

''معترض (سبکی) نے اس بارے میں جتنی بھی روایات ذکر کی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ دس سے زائد حدیثیں ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی حدیث صحیح نہیں، بلکہ یہ ساری کی ساری ضعیف اور کمزور ہیں، بلکہ بعض کا ضعف تو اتنا شدید ہے کہ ان پر ائمہ دین وحفاظ نے من گھڑت ہونے کا حکم لگایا ہے۔اسی طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔''

(الصّارم المُنكي في الردّ على السبكي :21)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔''

(التّلخيص الحبير :267/2)

فائدہ:

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

''اس بارے میں روایات کمزور ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، کیونکہ ان کے راویوں میں سے کسی پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں ہے۔''

(تاريخ الإسلام :213/11)

۞ نیز حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''اسی طرح ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی سندیں تو ساری کی ساری ضعیف ہیں، لیکن وہ ایک دوسرے سے تقویت حاصل کرتی ہیں، کیونکہ ان کی سند میں کوئی متہم بالکذب راوی موجود نہیں۔''

(المَقاصد الحَسنة :647/1)

یعنی حافظ ذہبی وسخاوی کے نزدیک بھی اس حدیث کی ساری سندیں ''ضعیف'' ہیں اوراس کی کوئی ایک بھی سند حسن یا صحیح نہیں۔البتہ وہ ان ساری ''ضعیف'' سندوں کے مل کر قابل حجت ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں۔ان کی یہ بات ان کے تساہل پر مبنی ہے اور کئی اعتبار سے محل نظر ہے:

① کئی سندوں میں ''کذاب'' اور ''متہم بالکذب'' راوی موجود ہیں، خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسی حدیث کی بعض سندوں کے راویوں کو ''کذاب'' اور ''متروک'' قرار دیا ہے۔

② کئی ''ضعیف'' سندوں کے باہم مل کر قابل حجت بننے کا نظریہ متقدمین ائمہ دین کے ہاں رائج نہیں تھا۔ یہ بعد کے ادوار میں متاخرین نے بنایا اور اپنایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس تساہل پسندانہ قاعدے کے نفاذ میں متاخرین بھی اختلاف کا شکار ہیں۔اسی حدیث کا معاملہ دیکھ لیں کہ ''ضعیف+ضعیف=قابل حجت'' کے قاعدے کو تسلیم کرنے والے اہل علم ہی اس کے حکم میں مختلف ہیں، بعض اسے ''ضعیف'' بلکہ من گھڑت قرار دیتے ہیں تو بعض اسے قابل حجت بتا رہے ہیں۔

(سوال): کسی وبا کی وجہ سے اگر حکومت وقت حجاج کے لیے مدینہ کی زیارت پر پابندی لگا دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر مدینہ میں وبا کا خطرہ ہو، تو انتظامیہ حجاج کے مدینہ کی زیارت پر پابندی لگا سکتی ہے۔اس صورت میں حج مکمل ہے، کیونکہ حج کا کوئی بھی رکن مدینہ سے متعلق نہیں ہے۔

(سوال): جو محرم سفر حج میں فوت ہو جائے، اس کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): جو شخص دوران حج فوت ہو جائے، وہ قیامت کے دن حالت احرام میں

اٹھایا جائے گا اور تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی احرام کی حالت میں اپنے اونٹ سے گرا اور گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پانی میں بیری کے پتے ڈال کر غسل دیں اور اس کی اسی دو چادروں میں کفن دے دیں، لیکن اس کا سر نہ ڈھانپنا، کیوں کہ اللہ تعالی اسے قیامت کے دن اٹھائے گا، تو یہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 1267 ، صحيح مسلم : 1206)

(سوال): جس نے حج مکمل نہیں کیا، مگر فوت ہو گیا، کیا اسے حج کا اجر ملے گا؟

(جواب): ان شاء اللہ ضرور ملے گا، بلکہ زائد فضائل بھی حاصل ہوں گے۔

(سوال): حج کے لیے تیاری کی، مگر روانگی سے پہلے ہی فوت ہو گیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کی جگہ کسی اور کو حج کے لیے بھیج دیا جائے۔

(سوال): ایک شخص نے نفل حج کی تیاری کی، مگر بعد میں حج کا ارادہ ترک کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں، نفل حج کا ارادہ ترک کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): نفل حج کے لیے احرام باندھا، مگر کسی اہم ضرورت کی وجہ سے احرام کھول دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کچھ مضائقہ نہیں، اس پر حج کی قضا ضروری نہیں۔

(سوال): نکاح کرنا واجب ہے یا سنت؟

(جواب): نکاح کا حکم مختلف ہے۔ بعض کے حق میں واجب، بعض کے حق میں مسنون اور بعض کے حق میں مکروہ ہے۔

جو اسباب نکاح رکھتا ہو اور بدکاری کا اندیشہ بھی ہو، اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔

جو اسباب نکاح رکھتا ہے، نکاح کا اہل بھی ہے، اپنے نفس پر قابو بھی رکھ سکتا ہے اور اسے عصمت و عفت کے حوالہ سے کوئی خدشہ نہیں، ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے، اگر نہ کرے، تو گناہگار نہیں۔

یاد رہے کہ اسباب نکاح نہ ہونے کی صورت میں پہلے کے لیے روزے رکھنا واجب اور دوسرے کے لیے مستحب ہوگا۔

ایسا شخص جو اسباب نکاح کے باوجود بڑھاپے، بیماری یا نامردی کی وجہ سے نکاح کا اہل نہ ہو، تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ .

''جوانی کے دنوں میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوجوانو! جو اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ شادی کر لے، اس سے نظر اور عزت محفوظ رہے گی اور جس کے پاس وسائل نہ ہوں، وہ (نفلی) روزے رکھے، اس سے شہوت ختم ہو جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 5066، صحيح مسلم : 1400)

❀ اس کے معارض ایک روایت ہے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ ازواج مطہرات کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال معلوم کیے، تو انہوں نے اپنے تئیں یہ خیال کیا کہ ہماری عبادت تو قلیل ہے، ان میں سے ایک کہنے لگا: میں ساری رات قیام کروں گا، دوسرا کہنے لگا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا: میں شادی نہیں کروں گا، ان کی یہ باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں، تو فرمایا:

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .

''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

(صحيح البخاري : 5063، صحيح مسلم :1401)

ان میں جمع وتوفیق کی صورت یوں ہے کہ جو اسباب نکاح رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ نکاح کرلے۔ یہ حکم استحبابی ہے، کیوں کہ نکاح مسنون عمل ہے۔ لیکن جو اسباب کے ہوتے ہوئے اس سنت سے اعراض کرے اور تبتل اختیار کرلے، وہ اس وعید کا حق دار ٹھہرے گا۔

(سوال): نان ونفقہ کی طاقت ہو، تو کیا شادی کرنا افضل ہے؟

(جواب): اسباب نکاح موجود ہوں، تو شادی کرنا باعث فضیلت و برکت ہے۔ اس شخص کو بے شمار فوائد حاصل ہونے والے ہیں، یہ سنت کا اجر پانے والا ہے۔

(سوال): لڑکی کی شادی میں بلا عذر شرعی تاخیر کرنا کیسا ہے؟

(جواب): رشتہ میسر ہو، تو لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

(سوال): دوسری شادی کو معاشرتی عیب سمجھنا کیسا ہے؟

(جواب): دوسری شادی جائز ہے، بشرطیکہ شوہر عدل کرنے والا ہو۔ دوسری شادی کی اجازت قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ انبیائے کرام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام کا عمل ہے، بلکہ مسلمانوں میں عام رائج متوارث عمل ہے۔ کسی معاشرے کا دوسری شادی کو ناجائز یا عیب خیال کرنا برا عمل ہے۔ اسی طرح کسی ریاست کو حق حاصل نہیں کہ وہ دوسری شادی پر مطلقاً پابندی عائد کرے، جبکہ کتاب وسنت میں اس کا جواز موجود ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : 3)

''جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْحُرَّ يَجُوزُ لَهٗ أَنْ يَّنْكِحَ أَرْبَعَ حَرَائِرَ .

''امت کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان کے لیے بیک وقت چار آزاد عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔'' (شرح السّنة : 61/9)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

اس پر اہل علم کا اجماع ہے (کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے)۔''

(تفسير ابن كثير : 209/2)

(سوال): بچوں والی بیوہ کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ قرآن نے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (النساء:۲۳)

(سوال): بالغ لڑکی کا نکاح کرانا کس کی ذمہ داری ہے؟

(جواب): لڑکی کے ولی کی ذمہ داری ہے کہ اس کا نکاح کر دے۔ ولی کی رضا مندی کے بغیر نکاح نہیں۔

(سوال): کیا بالغ لڑکا اپنا نکاح خود کر سکتا ہے؟

(جواب): بالغ لڑکا اپنے معاملات میں خود مختار ہے، لہٰذا وہ اپنا نکاح خود کر سکتا ہے۔

(سوال): کیا ولی نابالغ لڑکے کا نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): کر سکتا ہے، مگر بلوغت کے بعد اسے نکاح باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

(سوال): کیا بلوغت کے بعد بچے یا بچی شادی نہ کرنے کا گناہ والد پر ہے؟

(جواب): بچوں کی بروقت شادی کرنی چاہیے۔ بلا وجہ تاخیر درست نہیں۔ اس کا وبال والد یا سر پرست پر ہے۔

تنبیہ: سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى أَبِيهِ .

''بچی یا بچہ عمر بلوغ کو پہنچ جائے اور اس کا والد اس کی شادی نہ کرے اور اس سے کوئی گناہ ہو جائے، تو اس کا وبال اس کے باپ پر ہوگا۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 8299)

سند ضعیف ہے۔ سعید بن ایاس جریری مختلط ہیں، شداد بن سعید کا ان سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ٦٦)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: لڑکی بٹھائے رکھنا اور شادی نہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: معقول رشتہ میسر آنے کے باوجود لڑکی بٹھائے رکھنا شرعاً وعقلاً درست نہیں۔ یہ کئی دنیاوی واُخروی خرابیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے سرپرست کو چاہیے کہ رشتہ ملنے کے بعد جلد از جلد بیٹی کی شادی کر دے، یہ سرپرست اور بیٹی کے لیے باعث شرف ہے۔

سوال: ایک سے زائد بیویاں کرنا کب جائز ہے؟

جواب: اگر شوہر بیویوں میں عدل قائم رکھ سکتا ہے اور ان کے بنیادی اخراجات اٹھا سکتا ہے، تو اس کے لیے ایک سے زائد شادیاں کرنا شرعاً جائز ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَالِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (النساء : ٣)

”اگر اندیشہ ہو کہ آپ یتیم اور نابالغ بچیوں میں عدل نہیں کر پاؤ گے، تو کہیں اور پسند کی شادی کر لو۔ دو دو، تین تین، چار چار، ایک سے زائد بیویوں میں عدل نہ کر سکو، تو ایک شادی کر لو یا لونڈی رکھ لو۔ بے اعتدالی سے بچنے کا یہ

بہترین ذریعہ ہے۔''

(سوال): شاہِ اسلام زیادہ سے زیادہ کتنی بیویاں رکھ سکتا ہے؟

(جواب): ہر اُمتی کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ بیک وقت چار سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کی بیویاں کتنی تھیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں۔(صحیح بخاری:٢٦٨) قرآن مجید نے ان کی حرمت بیان کی، انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا۔ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کی نو بیویاں زندہ تھیں۔(صحیح بخاری:٢٨٤، صحیح مسلم:٣٠٩) وہ عائشہ، حفصہ، سودہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، میمونہ، زینب بنت جحش، جویریہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ دو وفات پا چکی تھیں؛ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی وفات پا چکی تھیں، اسی طرح زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی مدینہ میں وفات پا گئیں تھیں، آپ ﷺ کے نکاح میں کم عرصہ رہیں، واللہ اعلم!

ازواج مطہرات کا احترام واکرام نہ صرف ضروری ہے، بلکہ جز وایمان ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَزْوَاجُهُۥٓ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (الأحزاب: ٦)

''نبی (ﷺ) کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

❁ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج کو یہ شرف بخشا ہے کہ انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے، یعنی ان کی تعظیم کرنا، ان سے حسن سلوک کرنا، ان کی عزت وتوقیر کرنا، دوسرے مردوں کے ساتھ نکاح کی حرمت اور اپنی اصلی

ماؤں کے برخلاف ان (ماؤں) سے پردہ کرنا واجب قرار دیا ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 123/14)

یاد رہے کہ بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے، کسی امتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں رکھے۔

سوال: ایک شخص اپنی عمر میں کتنے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے، البتہ یکے بعد دیگرے جتنے نکاح چاہے، کر سکتا ہے۔

سوال: کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت ضروری ہے؟

جواب: شریعت کی رو سے دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں، یہ مرد کا حق ہے، وہ اسے بغیر اجازت استعمال کر سکتا ہے۔

سوال: نابالغ بچی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: نابالغ بچی کا نکاح جائز ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ.

''تمام معتبر اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے۔''

(المُغني لابن قدامة : 379/7)

❁ شارح بخاری مہلب بن احمد بن ابوصفرہ اندلسی (435ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّهُ يَجُوزُ لِلْأَبِ تَزْوِيجُ ابْنَتِهِ الصَّغِيرَةِ الْبِكْرِ وَلَوْ

كَانَتْ لَا يُوطَأُ مِثْلُهَا .

''علما کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، گو وہ جماع کے قابل نہ ہو۔'' (فتح الباري لابن حجر : 190/9)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (449ھ) فرماتے ہیں:

''نابالغ بچی کا بالغ مرد سے نکاح بالا جماع جائز ہے، گو وہ ابھی پنگھوڑے میں ہی ہو، لیکن خلوت اس وقت اختیار کرے گا، جب جماع کے قابل ہو جائے۔''

(فتح الباري لابن حجر : 124/9)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ تَزْوِيجِهِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ باپ کا نابالغ بچی کی شادی کرنا جائز ہے۔'' (شرح النّووي : 206/9)

اجماعِ امت کے خلاف کوئی دلیل مسموع نہیں ہوتی، اہل حق کا اجماع و اتفاق حق ہے۔ اور حق، حق کا معارض و مخالف نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی کہے کہ نکاح کا مقصود طبعی طور پر یہ ہے کہ بیوی سے شہوت پوری کی جائے اور اولاد پیدا کی جائے۔ نابالغ بچی کے ساتھ نکاح میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں، تو نکاح کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں نابالغ بچی سے نکاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، ایک وقت کے بعد اس نکاح کے طبعی فوائد حاصل ہو جائیں گے، ضروری نہیں کہ نکاح کے فوائد فوراً حاصل ہوں، بہرصورت نکاح کارِ خیر ہے۔

عقل ونقل اس کی تائید کرتی ہے کہ مجامعت ومقاربت اس وقت کی جائے گی، جب وہ اس کی اہل ہو جائے۔شریعت نے تو قبل از بلوغ نکاح کا جواز فراہم کیا ہے،بعض لوگ قبل از بلوغ تو کجا، بعد از بلوغت بھی نکاح سے روکتے ہیں اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں، جن کی عقل ونقل سے تائید نہیں ہوتی۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی جلدی شادی کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں، تاخیر سے شادی کرنا کئی پریشانیوں کا پیش خیمہ ہے اور انسانی صحت کے لیے انتہائی ناموزوں بھی ہے۔

(سوال): ''دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو۔'' سے کیا مراد ہے؟

(جواب): فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : 3)

''جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

''علامہ ابن قصار رحمہ اللہ کہتے ہیں: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عقد میں بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھے۔ ہمارے مطابق اس پر اجماع ہے۔بعض لوگ، جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، کہتے ہیں: بیک وقت نو بیویاں رکھی جا سکتی ہیں، ان کا استدلال یہ ہے کہ آیت کریمہ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کے مطابق اس عدد کو جمع کرنا جائز ہے، دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو آپ کی نو بیویاں تھیں۔ ہمارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُسوہ

حسنہ ہیں۔ جماعت حقہ کی دلیل یہ ہے کہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت :
﴿مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ میں تینوں عددوں میں تخییر مراد ہے، نہ کہ ان کو جمع کرنا......اگر اس سے نو کا عدد مراد ہوتا، تو ایک مختصر لفظ (نو) سے عدول اختیار نہ کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرمادیتا: ''نو عورتوں سے نکاح کرلو۔'' جبکہ عرب نو کا عدد چھوڑ کر ''دو، تین اور چار'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے۔ لہٰذا فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کا پوشیدہ معنی یہ ہے کہ دو دو، تین تین، چار چار۔ اس سے تخییر مراد ہے۔ جیسا کہ اس فرمان باری تعالیٰ میں (تخییر مراد) ہے: ﴿أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ ''دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے (فرشتے)۔'' رہا ان کا یہ قول کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت نو بیویاں تھیں اور ہمیں آپ ﷺ کے نقشہ قدم پر چلنا چاہیے، تو ہم کہتے ہیں کہ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔''

(شرح صحيح البخاري : 190/7)

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''جان لیجئے کہ دو، تین اور چار کے عدد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نو بیویاں رکھنا جائز ہے، جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے، یہ لوگ کتاب وسنت کے فہم سے دور ہیں اور اسلاف امت کے منہج سے منحرف ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''واؤ'' جمع کے لیے ہے، ساتھ یہ دلیل دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیک وقت نو بیویوں کو اپنے عقد میں جمع فرمایا ہے۔ جہالت پر مبنی یہ موقف روافض اور بعض اہل ظاہر کا ہے، انہوں نے ''مثنیٰ'' کے لفظ کو ''اثنین'' بنا دیا ہے، اسی

طرح ''ثلاث'' اور ''رباع'' کو بھی۔ بعض اہل ظاہر نے تو اس سے بھی قبیح حرکت کی ہے، انہوں نے اٹھارہ بیویوں کا جواز پیش کر دیا ہے، استدلال یہ ہے کہ ان الفاظ کا معنی تکرار کا ہے اور ''واؤ'' جمع کے لیے ہے، انہوں نے ''مثنیٰ'' کا معنی ''دو دو'' کیا، اسی طرح ''ثلاث'' اور ''رباع'' کا معنی بھی۔ یہ سب لغت اور سنت سے جہالت کا نتیجہ ہے اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ کیونکہ کسی بھی صحابی اور تابعی سے منقول نہیں کہ اس نے بیک وقت عقد میں چار سے زائد بیویاں رکھی ہوں۔...... رہا نبی کریم ﷺ کے لیے (نو بیویوں کا) جواز، تو وہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے، جیسا کہ سورت احزاب میں اس پر بیان ہو گا۔ اب رہا ان کا کہنا کہ یہاں ''واؤ'' جمع کے لیے ہے، تو اگرچہ یہ بھی مستعمل ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے عرب کو فصیح ترین لغت کے ساتھ خطاب کیا ہے، عرب ''تسعہ'' کا لفظ ترک کر کے ''اثنین، ثلاثہ واربعہ'' (دو، تین اور چار) نہیں کہتے۔ اسی طرح اہل عرب اس شخص سے قباحت کا اظہار کرتے ہیں، جو اٹھارا کا لفظ بولنے کی بجائے کہتا ہے: فلاں کو چار، چھ اور آٹھ (درہم) دیجیے۔ دراصل یہاں ''واؤ'' بدل کے لیے ہے۔ یعنی دو کی بجائے تین سے نکاح کرلو، تین کی بجائے چار سے نکاح کرلو۔ اسی لیے ''واؤ'' کے ساتھ عطف ڈالا، نہ کہ ''اَوْ'' کے ساتھ۔''

(تفسير القُرطبي : 17/5)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْحُرَّ يَجُوزُ لَهٗ أَنْ يَّنْكِحَ أَرْبَعَ حَرَائِرَ .

''امت کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان کے لیے بیک وقت چار آزاد عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔''

(شرح السّنة : 61/9)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

اس پر اہل علم کا اجماع ہے (کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے)۔''

(تفسير ابن كثير : 209/2)

اسلام نے چار سے زائد بیویاں رکھنے کی بالکل اجازت نہیں دی، اس لیے جو کافر مسلمان ہو جائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں، تو ان میں سے جو چار اسے زیادہ پسند ہوں، انہیں رکھ لے، باقی بیویوں کو چھوڑ دے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لیں۔''

(سنن الدّارقطني : 271/3، المعجم الأوسط للطبراني : 1680، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 183/7، أخبار أصفهان لأبي نُعَيم الأصبهاني :295/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُ إِسْنَادِهِ ثِقَاتٌ .

''اس کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''(التلخيص الحبير : 169/3)

(سوال): کیا نکاح میں ایجاب وقبول ضروری ہے؟

(جواب): نکاح میں بنیادی شرط ایجاب وقبول ہے، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): نکاح میں دولہا سے چھے کلمہ سننا کیسا ہے؟

(جواب): حرج نہیں، البتہ یہ نکاح کا حصہ نہیں۔

(سوال): نکاح میں کتنے گواہ ہونے چاہییں؟

(جواب): کم از کم دو گواہ۔

(سوال): اگر عورت خود مرد سے کہے کہ میں خود کو آپ کے نکاح میں دیتی ہوں اور مرد کہے کہ قبول ہے، تو کیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

(جواب): اگر عورت ولی کی رضا مندی اور گواہوں کی موجودگی میں کہہ رہی ہے، تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(سوال): مہر مقرر کیے بغیر نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(جواب): مہر مقرر کیے بغیر نکاح ہو جاتا ہے۔ البتہ مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، مطلب کوئی کہے کہ ہم نے بغیر مہر کے نکاح کرنا ہے، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ اگر کہا جائے کہ ہم مہر دیں گے، کتنا دیں گے؟ یہ طے نہیں ہوا، تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النّساء: ٤)

''عورتوں کو ان کے مہر بخوشی ادا کرو۔''

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى وُجُوبِ الصَّدَاقِ لِلْمَرْأَةِ، وَهُوَ مُجْمَعٌ

عَلَيْهِ وَلَا خِلَافَ فِيهِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ عورت کو مہر دینا واجب ہے۔ یہ اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(تفسير القرطبي : 24/5)

سوال: دو گواہ موجود ہیں، حق مہر بھی ہے، ایجاب وقبول بھی ہوا، مگر ولی کی اجازت نہیں، کیا نکاح منعقد ہو جائے گا؟

جواب: لڑکی کے ولی کی اجازت یا رضا مندی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ یہ نکاح کی شرائط میں سے ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : ٢٣٢)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو، پھر وہ اپنی مقررہ عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

یہ آیت دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں، اس آیت میں اولیاء کو خطاب ہے، اس سے عورت کے نکاح میں ان کا اختیار اور حق ثابت ہوتا ہے۔

❀ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''اس آیتِ کریمہ میں واضح دلالت ہے کہ ان لوگوں کی بات صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ عصبہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، کیونکہ اگر عورت نکاح کرنا چاہے تو اس کو روکنے سے اللہ تعالیٰ نے ولی کو منع فرما دیا ہے، اگر عورت بغیر ولی

کے خود اپنا نکاح کر سکتی ہوتی یا جسے چاہے اپنا ولی بنا سکتی ہوتی تو اس کے ولی کو نکاح کے سلسلے میں اسے روکنے کی ممانعت کا کوئی معنیٰ مفہوم نہیں، کیونکہ اس صورت میں ولی کے پاس عورت کو روکنے کا کوئی راستہ ہی نہیں، اس لیے کہ وہ جب چاہتی خود اپنا نکاح کر لیتی یا جسے وہ خود اپنا ولی بناتی وہ اس کا نکاح کر دیتا (اصلی ولی کو منع کرنے کا کوئی مطلب ہی نہ ہوتا)۔''(تفسير الطّبري : ٤٨٨/٢)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت میں دلیل ہے کہ عورت خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، بلکہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے، یہی بات امام ترمذی اور امام ابن جریر رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہی ہے۔''

(تفسير ابن كثير :564/1)

اس آیت کریمہ کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے، میرا ایک چچا زاد بھی آیا، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے) نکاح کے پیغام آنے لگے، تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آ گیا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی اپنی بہن کا نکاح تجھ سے نہیں کرے گا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ

يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ......﴾ پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 5130، سنن أبي داوٗد : 2087، واللّفظ لهٗ)

امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں، کیونکہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی، اگر معاملہ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا، تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (ان کو اپنے سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ معاملہ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے، ہاں عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2981)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کا اختیار اولیا کو سونپا ہے، نہ کہ خود عورتوں کو، نیز دلیل ہے کہ نکاح کا کچھ بھی اختیار خواتین، خواہ وہ شوہر دیدہ ہی ہوں، کو حاصل نہیں ہے۔''

(المستدرك للحاكم، تحت الحديث : 2719)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

(النّساء : ٢٥)

''تم ان کے گھر والوں کی اجازت کے ساتھ ان سے نکاح کرو اور انہیں معروف طریقے سے حق مہر ادا کرو۔''

امام ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾ بِإِذْنِ أَرْبَابِهِنْ وَأَمْرِهِمْ إِيَّاكُمْ بِالنِّكَاحِ وَرِضَاهُمْ.

''ان عورتوں کے سرپرستوں کی اجازت، نکاح کے بارے میں ان کے حکم اور رضامندی سے (نکاح کرو)۔''(تفسير الطّبري : ١٩/٤)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا﴾(البقرة : ٢٢١)

''تم (اپنی عورتوں کا) مشرکین سے نکاح نہ کرو، تا آنکہ وہ ایمان لے آئیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت اور بعد والی آیت سے استدلال کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بارے میں مردوں کو مخاطب کیا ہے، عورتوں کو نہیں، گویا یوں فرمایا ہے کہ اے ولیو! تم اپنی زیرِ ولایت عورتوں کا مشرکین سے نکاح نہ کرو۔''

(فتح الباري : 184/9)

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَأَنكِحُوْا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ﴾(النّور : ٣٢)

''اپنے بے نکاح مردوں وعورتوں کا نکاح کرو۔''

اس آیت سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جاہلیت میں نکاح کی صورتیں بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

''دورِ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے، ان میں سے ایک تو وہی ہے جو آج لوگ اختیار کرتے ہیں، یعنی ایک آدمی دوسرے آدمی کی طرف اس کی زیرِ ولایت عورت یا بیٹی کے بارے میں پیغامِ نکاح بھیجتا، پھر اس عورت کو حق مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔۔۔۔جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق دے کر مبعوث فرمائے گئے تو آپ نے جاہلیت کے سارے نکاح ختم کر دیئے سوائے اس نکاح کے جو لوگ آج کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 5127)

امامِ بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں موجود إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ کے الفاظ سے ثابت کیا ہے کہ ولی کی اجازت نکاح میں ضروری ہے، کیونکہ جس نکاح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا ہے، اس کا انداز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہی بیان کیا ہے کہ ولی خود عورت کا نکاح کرے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ فرمانِ باری تعالیٰ:

﴿وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾(النّساء : ۱۲۷)

''وہ (بھی فتویٰ دیتا ہے تم کو) ان کی بابت جو پڑھا جاتا ہے تم پر کتاب میں یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کے مقرر کردہ حق مہر ادا نہیں کرتے اور تم

ان سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتے۔''
ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں نازل ہوا جو کسی ایسے آدمی کے پاس ہو، جس کے مال میں وہ شریک ہو، وہ آدمی اس لڑکی سے نکاح کا زیادہ مستحق ہے، لیکن وہ اس سے نکاح کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتا اور اسے دوسروں سے نکاح کرنے سے بھی روکتا ہے، اس ڈر سے کہ کہیں کوئی اس کے مال میں شریک نہ ہو جائے۔''

(صحيح البخاري : 5128)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا ابنِ حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے، مدینہ میں فوت ہو گئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو پیشکش کی، میں نے کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، انہوں نے فرمایا: میں غور و فکر کروں گا، (پھر بتاؤں گا)، میں کچھ راتیں ٹھہر گیا، پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا: میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ میں اس وقت شادی نہ کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں (آخر ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا)۔''

(صحيح البخاري : 5129)

ان دونوں حدیثوں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ پہلی حدیث میں نکاح سے روکنے کی نسبت ولی کی طرف کی گئی ہے اور اس بات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، اگر اسلام میں ولی کے پاس عورت کو نکاح

سے روکنے کی اتھارٹی ہے ہی نہیں، تو اس آیت کے نزول کا کوئی مقصد نہ ہوا، حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔

دوسری حدیث میں بھی واضح ہے کہ باوجود بیوہ ہونے کے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے نکاح کا انتظام ان کے ولی یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، نیز إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ. (اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حفصہ کا نکاح کر دوں) کے الفاظ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت کے ضروری ہونے پر صریح ہیں، کیونکہ اگر ولی کو کوئی اختیار نہ ہو، تو اس کی طرف نکاح کی نسبت کرنا لغت و عقل دونوں کے خلاف ہے۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ . ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(المستدرك للحاكم : 173/2، ح : 2717، وسندهٗ حسنٌ والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (۷۰۲)، امام ابن حبان (۴۰۸۳)، امام علی بن المدینی (المستدرک للحاکم : ۲/ ۱۷۰، الکبریٰ للبیہقی : ۷/ ۱۰۸)، امام محمد بن یحییٰ ذہلی (المستدرک للحاکم : ۲/ ۱۷۰)، امام عبد الرحمٰن بن مہدی (المستدرک للحاکم : ۲/ ۱۷۰)، امام بخاری (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۷/ ۱۰۸) امام بزار (تحت : ۳۱۱۶) امام ابن منذر (الاوسط : ۸/ ۲۶۰) اور امام حاکم رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(التيسير : ٥٠٢/٢، فيض القدير : ٤٣٧/٦، نظم المتناثر للكتاني، ص ١٤٧)

یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

❁ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں، کیونکہ نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ کمال کی نفی۔''

(سُبُل السّلام : 117/3)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ : ۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابوعوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری : ۱۹۱/۹)، امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ : ۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق : ۲۵۵/۲) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كُلُّهُمْ ثِقَةٌ حَافِظٌ .

''تمام راوی ثقہ اور حافظ ہیں۔'' (معرفة السّنن والآثار : ۲۹/۱۰)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ جَلِيلٌ فِي هٰذَا الْبَابِ : «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ»، وَعَلٰى هٰذَا الْاِعْتِمَادُ فِي إِبْطَالِ نِكَاحٍ بِغَيْرِ وَلِيٍّ .

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، اس بارے میں یہ حدیث عظیم الشان ہے اور بغیر ولی کے نکاح کو باطل قرار دینے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 1115/3، وفي نسخة : 266/3)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ بُطْلَانِ النِّكَاحِ الَّذِي نُكِحَ بِغَيْرِ وَلِيٍّ .

''ولی کے بغیر کیے گئے نکاح کے باطل ہونے کا بیان۔''

(صحيح ابن حبان : 384/9)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' کہا ہے۔

(التيسير في شرح الجامع الصّغير : 502/2)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، لَا نِكَاحَ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، اس کا نکاح باطل ہے، ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 111/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .   ''یہ سند صحیح ہے۔''

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول سے (ولی کی اجازت کے متعلق متواتر) روایات ثابت ہیں، ہمارے علم کے مطابق کسی صحابی سے ہمارے مؤقف کے خلاف ثابت نہیں۔ جب ایک مسئلہ قرآن اور احادیث رسول سے ثابت ہو جائے، تو اسے کسی بھی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں۔''

(الأوسط في السُّنن : 268/8)

سوال: نکاح میں گونگے سے ایجاب وقبول کیسے کروایا جائے گا؟

جواب: اگر گونگا لکھنا پڑھنا جانتا ہے، تو لکھ کر ایجاب وقبول کروایا جائے گا۔ اگر لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، تو اشارے سے ایجاب وقبول کروایا جائے گا۔

سوال: کیا نکاح میں عورت کی رضامندی ضروری ہے؟

جواب: عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں۔

❀ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ ﷺ نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

سوال: کیا ایجاب وقبول میں ''ان شاء اللہ'' کہنے سے نکاح منعقد ہو گا؟

جواب: ایجاب وقبول میں ان شاء اللہ نہیں کہنا چاہیے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہو

گا۔ بلکہ بالجزم کہنا چاہیے کہ میں قبول کرتا ہوں۔

(سوال): نابالغ لڑکے کا نکاح ہو، تو ایجاب وقبول لڑکا کرے گا یا اس کا ولی؟

(جواب): ایجاب وقبول لڑکا ہی کرے گا، مگر بلوغت کے بعد لڑکے اور لڑکی دونوں کو نکاح باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا، جسے ''خیار بلوغ'' کہتے ہیں۔

(سوال): نکاح منعقد ہونے کے لیے کتنی بار ایجاب وقبول کرانا ضروری ہے؟

(جواب): ایک بار ایجاب وقبول کرانے سے نکاح منعقد ہو گیا۔ تین بار ایجاب وقبول کرانا انعقاد نکاح کے لیے ضروری نہیں۔

(سوال): لڑکی کے ولی کی اجازت کافی ہے یا اس کا بوقت ایجاب وقبول حاضر ہونا بھی ضروری ہے؟

(جواب): ولی کی اجازت اور رضا مندی کافی ہے، بوقت ایجاب وقبول حاضر ہونا ضروری نہیں۔

(سوال): عورت مکان میں تنہا تھی، اس نے گواہوں کے سامنے ایجاب کیا، مرد نے قبول کر لیا، کیا نکاح منعقد ہوا؟

(جواب): اگر عورت کے ولی کی اجازت موجود ہے، تو یہ نکاح منعقد ہو گیا اور اگر ولی راضی نہیں، تو ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا نکاح باطل ہے، منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): مرد اپنے والدین سے خفیہ نکاح کر لے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر لڑکی کے ولی کی اجازت ہو، شادی کے دو گواہ بھی موجود ہوں، تو لڑکے کا اپنے والدین سے خفیہ کیا گیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: لڑکی سے زبردستی اقرار لیا، کیا نکاح ہو گیا؟

جواب: لڑکی سے زبردستی اور اس کی رضا مندی کے بغیر اقرار لیا جائے، تو نکاح منعقد نہیں ہوتا، یہ نکاح باطل ہے۔

❁ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

سوال: لڑکی کا ولی راضی ہے، نکاح ہوا، مگر کوئی گواہ نہ تھا، کیا نکاح منعقد ہوا؟

جواب: بغیر گواہوں کے نکاح نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر ولی راضی ہے، تو اس طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

سوال: مذاق میں ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: مذاق میں ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ.

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔**

(التّلخيص الحبير : 210/3)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز تھا کہ کوئی عورت خود کو آپ کے لیے ہبہ کر دے اور آپ قبول فرمالیں، تو بغیر ولی کے نکاح قائم ہو جاتا تھا؟

جواب: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا کہ کوئی عورت اپنے نفس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کرے اور آپ اسے قبول فرمالیں، تو نکاح منعقد ہو جاتا تھا، ولی کی ضرورت نہ تھی۔

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک عورت کہنی لگی: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں، میرے متعلق اپنے خیال کا اظہار کیجیے۔ ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: ان سے میری شادی کروا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا کر کچھ تلاش کر لائیے، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ راوی کہتے ہیں: وہ گیا اور نہ تو لوہے کی انگوٹھی لایا اور نہ ہی کوئی اور چیز لایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ کو قرآن کی کوئی سورت یاد ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ان سورتوں کے عوض جو اسے یاد تھیں، اس

کی شادی کردی۔''

(صحيح البخاري : 5149، صحيح مسلم : 1425)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی کا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا؟

جواب: اُم المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''پردے والی آیت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے اس دن (ولیمہ میں) گوشت اور روٹی کی دعوت کی۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دوسری بیویوں پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں: اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان پر کیا ہے۔''

(صحيح البخاري :7421)

سوال: ایک لڑکی نے زنا کیا اور اسے حمل ہو گیا، لڑکی کے باپ نے ایک لڑکے کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ اس لڑکی سے میرا پہلے نکاح ہو چکا ہے، مگر اس شخص نے نہ لڑکی سے نکاح کیا تھا اور نہ زنا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس طرح جھوٹے اقرار سے نہ نکاح منعقد ہوتا ہے اور نہ بچہ لڑکے کے بستر کا تسلیم کیا جائے گا۔

سوال: اگر عورت کسی کو وکیل بنائے اور دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لے، کیا اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا؟

جواب: جب تک ولی کی اجازت موجود نہیں، نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اس طرح کیا گیا نکاح باطل ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکم وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ:۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابو عوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری:۱۹۱/۹)، امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ:۷/ ۱۰۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق:۲/ ۲۵۵) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا صرف نکاح نامہ پُر کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے یا ایجاب وقبول زبان سے کرانا ضروری ہے؟

(جواب): ایجاب وقبول زبان سے کرانا ضروری ہے، نکاح نامہ پُر کرنے یا اس پر دستخط کرنے سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

(سوال): اگر کوئی فرشتوں کو گواہ بنا کر نکاح پڑھا دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح میں دو معتبر حاضر گواہ انسانوں میں سے ہونے چاہیے، نہ کہ فرشتوں

میں سے۔

سوال: ایجاب ہوا، مگر قبول نہ کیا گیا، تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

جواب: نکاح کے منعقد ہونے کے لیے لڑکے کا قبول کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

سوال: کیا چار عورتیں نکاح کی گواہ بن سکتی ہیں یا صرف دو مرد ہی؟

جواب: عورتیں بھی نکاح کی گواہ بن سکتی ہیں، چونکہ ایک عورت کی گواہی آدھی ہوتی ہے، اس لیے مردوں میں دو گواہ اور عورتوں میں سے چار گواہ۔

سوال: نکاح میں رافضی کو گواہ بنانا کیسا ہے؟

جواب: رافضی کی گواہی معتبر نہیں۔

سوال: حالت نشہ میں ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نشہ اس قدر زیادہ ہے کہ قبول کرنے والے لڑکے کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، تو ایسا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء : ٤٣)

”ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ اس بات کو جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو۔“

❀ شیخ الاسلام، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

جَعَلَ سُبْحَانَهٗ قَوْلَ السَّكْرَانِ غَيْرَ مُعْتَبَرٍ، لِأَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مَا يَقُولُ.

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نشے میں دھت شخص کی بات کو غیر معتبر قرار دیا ہے، کیوں کہ وہ جو کہہ رہا ہوتا ہے، اسے جانتا نہیں ہوتا۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : 190/5)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يَأْتِي السَّكْرَانُ فِي كَلَامِهِ وَفِعْلِهِ بِمَا لَا يَأْتِي بِهِ وَهُوَ صَاحٍ، لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقولُونَ﴾، فإِنَّ فِيهَا دَلَالَةً عَلٰى أَنَّ مَنْ عَلِمَ مَا يَقُولُ؛ لَا يَكُونُ سَكْرَانًا .

''نشے میں دھت شخص سے ایسے اقوال وافعال سرزد ہو جاتے ہیں کہ ہوش وحواس میں وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ تم جاننے لگ جاؤ، جو تم کہہ رہے ہو۔'' اس فرمانِ باری تعالیٰ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جو شخص اپنی بات کو جان رہا ہو، وہ نشے میں نہیں ہوتا۔''

(فتح الباري : 390/9)

سوال: جو نکاح گواہوں کے بغیر ہوا، اس سے اولاد پیدا ہوئی، کیا اس اولاد کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہوا، تو منعقد نہ ہوا، یہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے، اس سے پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہے۔ البتہ اگر اولاد میں شرائط امامت موجود ہوں، تو ان کی امامت جائز ہے۔ اگر نکاح میں لڑکی کے ولی کی اجازت تھی، مگر گواہ نہ تھے، تو نکاح تو منعقد ہو گیا اور اولاد بھی صحیح ہے۔ نکاح میں گواہ نہ بنانے سے نکاح باطل نہیں ہوتا،

بطلان کے لیے نص صریح درکار ہے، جیسا کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے بطلان پر نص وارد ہوئی ہے۔

سوال: بذریعہ خط ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: ترسیل کے کسی بھی معتبر ذریعہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا، بشرطیکہ نکاح کی شرائط مکمل ہوں۔

سوال: کیا شوہر دیدہ عورت کا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر منعقد ہوتا ہے؟

جواب: عورت کنواری ہو یا شوہر دیدہ، ہر دو صورت میں ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا۔ البتہ شوہر دیدہ کو بہ نسبت ولی کے اپنے متعلق زیادہ اختیار دیا گیا ہے، یہ مطلب نہیں کہ شوہر دیدہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ، وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا .

''شوہر دیدہ اپنے (نکاح کے) بارے میں اپنے ولی سے بڑھ کر حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی، اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔''

(صحیح مسلم :1431)

❁ دوسری روایت ہے:

لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ، وَالْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ، وَصُمْتُهَا إِقْرَارُهَا .

''ولی کو شوہر دیدہ کے (نکاح کے) متعلق کوئی اختیار نہیں، کنواری لڑکی سے مشورہ لیا جائے گا، اس کی خاموشی ہی اقرار ہے۔''

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

''شوہر دیدہ اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ خاوندوں میں سے جس کو چاہے پسند کرے، وہ کہے کہ میں فلاں کو پسند کرتی ہوں اور فلاں کو پسند نہیں کرتی، یہ مراد نہیں کہ عقدِ نکاح اولیاء کی بجائے ان کے ہاتھ میں ہے۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الحديث: 4087)

۞ نیز لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ کا مطلب بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ شوہر دیدہ کے ساتھ ولی کو کوئی کام نہیں، ہمارے اس مذہب کی صحت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کرتا ہے کہ مرد کے بارے میں رضا و اختیار تو عورتوں کا حق ہے اور نکاح کرنا اولیا کا حق ہے، کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بیوہ ہونے کی صورت میں ولی کو عورت سے پوچھے بغیر اپنی مرضی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ عورت کو اپنی عصمت میں اختیار اور مرد میں رضامندی ظاہر کرنے کا حق حاصل ہے۔

نیز فرمانِ نبوی کہ کنواری لڑکی سے مشورہ کیا جائے، اس سے مراد یہ ہے کہ جس مرد سے اس کا نکاح کرنے کا ارادہ ہو، اس کے بارے میں اس کی رضامندی طلب کی جائے، اگر وہ خاموش ہو جائے تو یہ اس کا اقرار ہے، پھر وہ اس لڑکی کے بالغ ہونے تک عقد کا انتظار کرے، کیونکہ اگرچہ اس نے خاموش ہو کر اجازت دے دی ہے، مگر اس نابالغ کے لیے نہ کوئی امر ہے اور نہ اجازت، کیونکہ مشورہ اور اجازت صرف بالغہ کے لیے ہے۔''

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے بعض لوگوں نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے جواز کی دلیل لی ہے، حالانکہ اس حدیث میں ان کی دلیل موجود نہیں، کیونکہ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں (سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۰، وسندہٗ حسن والحدیث صحیح)، اسی طرح سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فتویٰ دیا ہے (سنن سعید بن منصور: ۵۵۳، مصنّف ابن أبي شیبۃ: ۴/ ۲/ ۱۲۸، وسندہٗ ضعیف)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ شوہر دیدہ اپنے ولی سے بڑھ کر اپنے نفس کی حق دار ہوتی ہے، اکثر علمائے کرام کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ ولی اس کا نکاح اس کی رضامندی اور مشورے کے بغیر نہیں کر سکتا، اگر ولی نے اس کا نکاح بغیر اس کی مرضی کے کر دیا تو وہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا، جیسا کہ خنساء بنتِ خدام کی حدیث (صحیح بخاری: ۱/ ۱۷۷، ح: ۵۱۳۸، سنن ترمذی: ۱۱۰۸) ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا، وہ شوہر دیدہ تھیں، انہوں نے اس نکاح کو پسند نہ کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث: 1108)

۞ علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

''شوہر دیدہ زیادہ حق رکھتی ہے، یہ فرمانِ نبوی مشارکت کا تقاضا کرتا ہے، یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ نکاح میں عورت کا بھی حق ہے اور اس کے ولی کا بھی حق ہے اور اس کا حق زیادہ تاکید والا ہے، پس (شوہر دیدہ) کو ولی کی وجہ

سے مجبور نہیں جائے گا، جبکہ اس کے ولی کو اس شوہر دیدہ کی وجہ سے مجبور کیا جائے گا، چنانچہ اگر وہ (ولی) انکار کردے تو قاضی اس کا ولی بن کر نکاح کر دے گا، یہ حدیث، لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ والی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔''

(حاشية السندي على سنن النّسائي : 84/6)

۞ یہی بات حافظ نووی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔

(شرح صحيح مسلم :455/1)

فائدہ:

اَلْأَيِّمُ کا لفظ اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے، لیکن یہاں اس سے مراد شوہر دیدہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلْبِكْرُ کا عطف اَلْأَيِّمُ پر ہے، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ہوتی ہے، اس کی تائید صحیح مسلم (۱/ ۴۹۵، ح:۱۴۲۱) کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا .

''شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کی اپنے ولی سے بڑھ کر حق دار ہے۔''

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : اَلْأَيِّمُ هُنَا الثَّيِّبُ .

''علمائے کرام کا کہنا ہے کہ یہاں اَلْأَيِّمُ سے مراد شوہر دیدہ عورت ہے۔''

(شرح صحيح مسلم :455/1)

سوال: کیا ولی کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا ضروری ہے؟

جواب: ضروری نہیں۔

(سوال): نکاح کے وقت شرطیں رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر غیر شرعی شرطیں نہ ہوں اور فریقین ان شرائط پر رضا مند ہوں، تو ان شرائط سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اور اگر غیر شرعی شرائط ہیں، تو یہ شرائط رکھنا ممنوع ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ میں سے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں، جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں، جو شرط کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے، خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔''

(صحيح البخاري : 2560، صحيح مسلم : 1504)

(سوال): نکاح کے وقت یہ شرط عائد کرنا کہ لڑکی کو ماہوار اتنے اتنے روپے خرچہ دینا شوہر کے ذمہ ہے، کیسا ہے؟

(جواب): شرعاً ایسی شرط لگانا جائز ہے، مگر اس طرح کی شرط زوجین کے مابین دوری کا باعث بنتی ہیں، میاں بیوی کے درمیان جو قربانی اور ایثار کا جذبہ ہوتا ہے، وہ مفقود ہو جاتا ہے، شوہر خرچہ اس لیے دیتا ہے کہ شرط پوری کرنی ہے، پھر اس میں محبت کا عنصر قائم نہیں رہتا۔ بیوی میں خود غرضی بڑھتی جاتی ہے، وہ سسرال کو کبھی اپنا گھر نہیں بنا پاتی، ہمیشہ اس کی خامیاں نکالتی رہتی ہے، الغرض نکاح کے وقت ہی ایسی شرطیں عائد کرنا فریقین اور خصوصاً زوجین کے لیے نہ باعث تفاخر ہے اور نہ باعث الفت ومحبت۔

اس لیے نکاح کے وقت شرائط عائد کرنے کے بجائے بیٹی کے لیے رشتہ ہی ایسا دین دار ڈھونڈنا چاہیے، جو اپنی بیوی کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرے اور اسے وہی حق دے، جو اسلام بطور بیوی اسے دیتا ہے۔ جب معاشرے کی بنیاد اسلامی نہج پر اٹھے گی،

تو گھر آباد ہوں گے اور میاں بیوی میں محبت وایثار کا جذبہ پروان چڑھے گا، جوان کی نسلوں کے ذریعہ کئی خاندان کی خوشگواری کا باعث بنے گا۔

سوال: ایجاب وقبول میں عبدالرحمٰن کی جگہ رحمٰن کی لڑکی کہہ دیا، نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح منعقد ہوگیا، البتہ نام مکمل پکارنا چاہیے۔

سوال: ولدالزنا لڑکی کے نکاح کے وقت اس کے باپ کی جگہ کس کا نام لیا جائے؟

جواب: جس کے بستر پر لڑکی پیدا ہوئی ہو، لڑکی کو اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا، لہٰذا نکاح کے وقت لڑکی کی ماں کے شوہر کا نام لیا جائے گا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے،

اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تاوقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔''

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

سوال: ایجاب وقبول میں غلطی سے لڑکی کی بہن کا نام لے دیا، کیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح صحیح نہیں۔ ایجاب وقبول دوبارہ کرایا جائے گا۔

سوال: اگر کسی لڑکی کا عرفی نام لے کر ایجاب وقبول کرایا جائے اور اصلی نام نہ لیا جائے، تو کیا نکاح صحیح ہے؟

جواب: ایجاب وقبول کے لیے عرفی نام بھی کافی ہے۔

سوال: ایجاب وقبول میں نام کے تلفظ میں غلطی ہوئی، کیا نکاح ہوا؟

جواب: نکاح صحیح ہے۔ تلفظ کی غلطی سے نکاح میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

سوال: اگر غیر شرعی شرط لگائی جائے، تو نکاح ہو جائے گا؟

جواب: غیر شرعی شرط لگانا گناہ ہے، البتہ اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔

سوال: نکاح میں جان بوجھ کر ولدیت غلط بتائی، نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ ایجاب وقبول دوبارہ صحیح نام سے کرائی جائے۔

سوال: لڑکی کی بات چیت جس سے تھی، نکاح کے وقت اس کو بدل دیا گیا، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر لڑکی اس لڑکے سے نکاح کے لیے راضی نہیں، تو یہ نکاح باطل ہو گا، کیونکہ لڑکی کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): نکاح کے وقت ولی نے یہ شرط عائد کی کہ شوہر طلاق کا حق بیوی کو تفویض کرے، تو اس شرط کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح کے وقت یہ شرط عائد کرنا جائز نہیں۔ یہ باطل شرط ہے۔

(سوال): ایک لڑکی نے ولی کی اجازت سے ایک لڑکے کو کہا کہ مجھ سے نکاح کر لو، لڑکے نے نکاح کا وعدہ کر لیا، کیا نکاح منعقد ہوا؟

(جواب): وعدہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ایجاب و قبول ضروری ہے۔

(سوال): کیا ایجاب و قبول کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے؟

(جواب): اگر ایجاب و قبول کے لیے ولی راضی ہے، تو ایجاب و قبول کرایا جائے۔ اگر ولی راضی نہیں، تو ایجاب و قبول معتبر نہ ہو گا۔

(سوال): لڑکی کے ولی نے لڑکے والوں کو کہا کہ میں نے تمہیں لڑکی دے دی اور لڑکے والوں نے کہا کہ ہم نے لڑکی لے لی، کیا نکاح منعقد ہوا؟

(جواب): یہ منگنی ہے، اس سے نکاح منعقد نہ ہو گا۔ نکاح کے لیے ایجاب و قبول ضروری ہے۔

(سوال): کیا لڑکی کا ولی منگنی کے بعد لڑکی کی شادی دوسرے لڑکے سے کر سکتا ہے؟

(جواب): بلا وجہ منگنی توڑنا جائز نہیں۔ البتہ اگر ولی سمجھتا ہے کہ منگیتر کے بجائے دوسرا لڑکا میری بیٹی کے لیے بہتر ہے، تو لڑکی کی رضامندی سے دوسرے لڑکے سے نکاح کر سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نجش (دھوکہ یعنی قیمت بڑھانے کے لیے بولی لگانا) مت کریں، کوئی شہری (دلالی کرتے ہوئے) دیہاتی کا سامان نہ بیچے، کوئی آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، کوئی اپنے (مسلمان) بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے اور کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔''

(صحيح البخاري : 2140، صحيح مسلم : 1413)

سوال: کیا لڑکا ایجاب وقبول کے لیے کسی کو وکیل مقرر کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: کیا کوئی شخص ایک عورت کا وکیل بن کر اپنے ہی ساتھ شادی کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں کر سکتا۔ عورت کا وکیل نہیں ہوتا، عورت کا ولی ہوتا ہے، جس کے اذن کے بغیر نکاح نہیں۔

سوال: کیا تارک نماز اور اعلانیہ افعال کبیرہ کے مرتکب کو شادی میں گواہ بنانا چاہیے؟

جواب: ایسا شخص گواہ بننے کے لائق نہیں۔ گواہ ہمیشہ سچے اور صالح مسلمان کو مقرر کرنا چاہیے، تا کہ ضرورت پڑنے پر سچی گواہی دے۔

سوال: جو شخص ایمان مفصل اور ایمان مجمل سے ناواقف ہو، کیا اس کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

جواب: اگر وہ اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے، مگر ایمان کی متعلق کچھ نہیں جانتا اور خود کو مسلمان بھی سمجھتا ہے، تو اس کا نکاح صحیح ہے۔ اسے ایمان سے آشنا کرانا چاہیے۔

سوال: فاسق کا پڑھایا ہوا نکاح کیسا ہے؟

جواب: فاسق کے نکاح کرانے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ نکاح پڑھانے کے

لیے نیک وصالح، عالم ہونا ضروری نہیں، کوئی بھی معتبر شخص نکاح پڑھا سکتا ہے، البتہ نیک وصالح عالم نکاح پڑھائے، تو یہ بہتر ہے، باعث برکت ورحمت ہے، ہاں عالم نہ ہو، تو کوئی بھی نکاح پڑھا سکتا ہے، خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: کیا ایک مجلس میں کئی لڑکے لڑکیوں کے نکاح کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: بے نمازی کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نماز کا منکر ہے، تو کافر ومرتد ہے، اس کا کیا گیا نکاح معتبر نہیں۔ اگر سستی اور کمزوری کی وجہ سے تارک نماز ہے، تو گناہ گار ہونے کے باوجود اس کا کیا گیا نکاح معتبر اور صحیح ہے۔

سوال: عصر کے بعد نکاح پڑھانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، نکاح کے لیے کوئی ممنوع وقت نہیں۔

سوال: رات کو نکاح پڑھانا کیسا ہے؟

جواب: دن رات کے کسی بھی وقت نکاح کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا نکاح کے لیے جمعہ کا دن باعث فضیلت ہے؟

جواب: نکاح کے لیے جمعہ کے دن کی افضلیت محتاج دلیل ہے۔

سوال: کیا جنات کے ساتھ انسانوں کا نکاح درست ہے؟

جواب: انسانوں کا نکاح اسی جنس میں کیا جا سکتا ہے۔ غیر جنس میں نکاح جائز نہیں۔

سوال: کیا خنثیٰ مشکل کے ساتھ نکاح جائز ہے؟

جواب: خنثیٰ مشکل سے نکاح جائز نہیں۔

سوال: جس عورت سے صحبت کرنا ممکن نہ ہو، کیا اس سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: ہوسکتا ہے، بشرطیکہ زوجین راضی ہوں۔

سوال: باجا گانا کرنے سے کیا نکاح فاسد ہوجاتا ہے؟

جواب: باجا گانا کا استعمال گناہ کبیرہ ہے۔ البتہ اس سے نکاح میں فساد نہیں آتا۔

سوال: جو شخص نام کا مسلمان ہے، اسے کلمہ بھی نہیں آتا، کیا اس سے کیا گیا نکاح درست ہے؟

جواب: یہ جاہل ہے۔ اگر یہ اسلام کا منکر نہیں، تو اس کا نکاح درست ہے۔

سوال: ذوالقعدہ میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذوالقعدہ میں نکاح بلا کراہت جائز ہے۔ ممانعت یا کراہت پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔

سوال: قاضی کے علاوہ کوئی دوسرا نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کوئی بھی معتبر شخص نکاح پڑھا سکتا ہے۔

سوال: بغیر ختنہ ہوئے مرد سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ختنہ فطرت میں سے ہے۔ البتہ بغیر ختنہ ہوئے مرد سے نکاح جائز ہے۔

سوال: بدعتی کو اپنی لڑکی دینا کیسا ہے؟

جواب: بدعتی کو لڑکی نہیں بیاہنی چاہیے، کہ وہ لڑکی کو بدعات کی طرف دعوت دے گا، یہ بدعت پر معاونت ہے، نیز اس میں بدعتی کی تکریم ہے، جو کہ جائز نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ.

''جس نے بدعتی کی تعظیم کی،اس نے انہدام اسلام پر معاونت کی۔''

(الشّريعة للآجرّي : 2040، تاريخ ابن عساكر : 456/26، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): نکاح کا اعلان کرنے کے لیے باجا گانا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): باجا گانا آلات موسیقی ہیں، ان کا استعمال ہر صورت ممنوع وحرام ہے۔

❁ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے کچھ لوگ زنا، (مردوں کے لیے) ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔''

(صحيح البخاري : 5590)

❁ علامہ غانم بن محمد حنفی رحمہ اللہ (۱۰۳۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهَا كَبِيرَةٌ فِي الْأَدْيَانِ كُلِّهَا .

''آلات موسیقی تمام ادیان میں کبیرہ گناہ ہیں۔''

(مَجمع الضّمانات، ص 132)

(سوال): جو شخص یہ کہے کہ باجے گانے کے بغیر نکاح حرام ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے۔ ایسے شخص سے توبہ کرائی جائے گی، ورنہ وہ کافر ومرتد ہو جائے گا۔ آلات موسیقی کی حرمت پر تمام ادیان متفق ہیں۔

(سوال): منگنی کے بعد نکاح نہیں ہو سکا، کیا منگنی کے موقع پر لڑکی کو جو کچھ دیا گیا تھا، لڑکا اسے واپس لے سکتا ہے؟

(جواب): لڑکے والوں نے لڑکی کو منگنی کے موقع پر جو دیا تھا، وہ اسی لیے دیا تھا کہ وہ اُن کی دلہن بننے والی ہے، جب ان کی دلہن نہیں بن سکی، تو وہ دیے گئے مال کی واپسی کا

مطالبہ کر سکتے ہیں۔ یہ ہبہ واپس لینے کے مترادف نہ ہوگا۔

(سوال): باندی کسے کہتے ہیں؟

(جواب): باندی مملوکہ کو کہتے ہیں، اب باندیوں کا رواج نہیں۔

(سوال): کیا باندی سے بغیر نکاح وطی جائز ہے؟

(جواب): باندی سے بغیر نکاح کے مقاربت جائز ہے، اس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہے، جس طرح کسی غیر محرم آزاد عورت کو نکاح کے ساتھ بیوی بنانا اللہ کے حکم کے تحت ہے، اسی طرح لونڈی سے بغیر نکاح کے تعلقات قائم کرنا بھی اللہ کے اذن سے ہے۔ (سورت نساء:۲۴) اس میں ایک عورت کی عزت وتوقیر ہے، ورنہ بغیر بیوی یا لونڈی کے کسی غیر عورت کے ساتھ، خواہ وہ کافرہ ہی کیوں نہ ہو، تعلقات قائم کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ یہ اسلام کے محاسن میں سے ہے کہ ایک لونڈی کے حقوق متعین کیے ہیں اور قانون وضابطہ کے مطابق وہ عورت کسی کی لونڈی بنی ہے۔ راہ چلتا انسان ہر کسی کو اپنی لونڈی نہیں بنا سکتا۔

اگر کوئی لونڈی سے بغیر نکاح مقاربت پر معترض ہے، تو وہ ایک غیر محرم آزاد عورت کے ساتھ نکاح پر بھی معترض کیوں نہیں؟ حالانکہ ان دونوں کے ساتھ معاملہ حکم الٰہی کے مطابق ہے۔

جنگ میں فتح پانے کے بعد جب کفار کی عورتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آتی ہیں، تو ایک ضابطہ کے مطابق ان کی تقسیم ہوتی ہے، انہیں معاشرے کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا گیا، بلکہ ان کے حقوق بتائے گئے ہیں، تا کہ وہ باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ کفار کی صرف ان عورتوں کو لونڈیاں بنانا جائز ہے، جو جنگ کے نتیجہ میں قبضہ میں آئیں، ورنہ کفار کی عام عورتوں کی طرف دیکھنا بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

جنگ میں جب کفار مارے جاتے ہیں، تو اکثر کی عورتیں بے سہارا ہو جاتی ہیں، اسلام نے انہیں لونڈیاں بنانے کی اجازت دی اور ان کی تمام ترضروریات کی ذمہ داری مالک پر عائد کی، یہ اُن کے لیے عزت کی بات ہے کہ ان کے جذبات واحساسات کی اسلام مکمل ترجمانی کرتا ہے، یوں ان کو پاکدامنی نصیب ہو جاتی ہے۔ جن کافر عورتوں کے مرد اسلام کے خلاف لڑیں ہوں اور شکست خوردہ ہوئے ہوں، آخر ان کی عورتوں کو لونڈی بنانا ان کے لیے باعث ذلت وعار ہے۔ دنیا میں اتنی سی سزا کے تو وہ مستحق ہیں۔

بھلا یہ ان لونڈیوں کے لیے کم اعزاز کی بات ہے کہ ان سے ان کے مالک مقاربت کررہے ہیں، اب چونکہ وہ کافرہ اور مملوکہ ہیں، اس لیے انہیں مسلمان اور آزاد عورتوں کے برابر حقوق دینا بھی مناسب نہیں۔ پھر ایک شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اسے بیوی کا حق بھی دے سکتا ہے، یہ بھی اعزاز ہے۔ اگر لونڈی سے اولاد ہو، تو اسے ''اُم الولد'' کہتے ہیں، اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ مالک اسے بیچ نہیں سکتا، نہ ہی کسی کو ہبہ کر سکتا ہے، نیز اگر مالک فوت ہو جائے، تو اُم الولد آزاد ہو جائے گی۔

اسلام نے کئی گناہوں کے کفارہ میں غلام اور لونڈیاں آزاد کرنے کا حکم دیا ہے، مثلاً ظہار کا کفارہ، قسم اور نذر کا کفارہ اور حالت روزہ میں بیوی سے جماع کرنے کا کفارہ وغیرہ۔ اس سے غلاموں اور لونڈیوں کی فضیلت اور قدر ومنزلت کا ثبوت ملتا ہے۔

یاد رہے کہ اگر لونڈی کنواری نہ ہو، تو اس سے حق زوجیت ادا کرنے سے پہلے ایک حیض عدت گزارنا ضروری ہے، تا کہ استبرائے رحم ہو جائے۔ یہ نسب کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ اسی طرح اگر لونڈی پہلے سے حاملہ ہے، تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے، مالک اس کے پاس نہیں جا سکتا ہے۔

سوال: منگنی کے بعد لڑکے کی صحت خراب ہوگئی، کیا لڑکی کی شادی دوسری جگہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: دوسری جگہ شادی کر سکتے ہیں۔

سوال: نکاح خوانی کی اجرت لینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: نکاح خوانی کے لیے ایک آدمی مقرر کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز اور بہتر ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: رافضی نکاح پڑھائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: رافضی کافر و مرتد ہیں، ان کی تکریم نہیں۔

سوال: نکاح اعلانیہ کرنا بہتر ہے یا خفیہ؟

جواب: اعلانیہ کرنا بہتر ہے۔

سوال: کیا مسجد میں نکاح پڑھانا بہتر ہے؟

جواب: مسجد میں نکاح پڑھانا بہتر ہے، یہ مسلمانوں کا متوارث عمل ہے۔ نکاح معتبر اور صلحا کی موجودگی میں ہونا چاہیے، اور نمازیوں سے بہتر لوگ کوئی نہیں ہو سکتے۔

مسجد میں نکاح کرنے سے کئی قباحتوں اور خرابیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ تمام اُمور خیر مسجد میں سرانجام دیے جانے چاہییں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اعلانیہ نکاح کریں، (نکاح کی مجلس) مسجد میں منعقد کریں اور نکاح میں دف بجائیں۔"

(سنن الترمذي : 1089)

سند ضعیف ہے۔ عیسیٰ بن میمون ضعیف ہے۔

سوال: نکاح پہلے اور رخصتی کئی ماہ بعد ہو، تو ولیمہ کب کیا جائے؟

جواب: خواہ نکاح کے بعد کر دے، خواہ رخصتی کے بعد، دونوں طرح جائز ہے، البتہ

نکاح سے پہلے نہیں کر سکتے۔

(سوال): ولیمہ کب مسنون ہے؟

(جواب): ولیمہ کا کھانا نکاح کے بعد جب چاہے کھلایا جا سکتا ہے، اس سے سنت ادا ہو جائے گی، بعض کہتے ہیں کہ جب تک خلوت اختیار نہ کی جائے، ولیمہ نہیں، مگر یہ بات دلیل سے ثابت نہیں ہو سکی۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ شب زفاف کے بعد ہو۔

(سوال): نکاح متعہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شریعت محمد یہ ایک کامل و مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں تا قیامت تبدیلی کی گنجائش نہیں، کیونکہ مختلف ادوار و حالات میں متغیر قوانین کو اسلام نے مستقل کر دیا ہے۔ زمانہ نزولِ وحی سے لے کر قیامت تک کے لیے ٹھوس دستورِ زندگی عطا فرمایا۔ یہ کمال ہی کا تقاضا تھا کہ صرف افراد کو نہیں، بلکہ پورے معاشرے کو پیش نظر رکھ کر قوانین مرتب کر دیے گئے۔ جن کاموں سے معاشرے میں خرابی واقع ہوتی تھی، انہیں بتدریج حیات بدر کیا گیا۔ شراب کی مثال لے لیں کیسے غیر محسوس انداز میں مسلم معاشرہ اس سے پاک کیا گیا۔ پہلے فوائد کی نسبت اس کی خرابیاں زیادہ ہونے کا بتا کر اس سے عمومی نفرت کا رجحان پیدا کیا، پھر نمازوں کے اوقات میں نشہ منع فرما کر اس کی لت ختم کی، آخر میں اسے مستقل حرام قرار دے دیا گیا۔

نکاحِ متعہ بھی انہی بیماریوں میں سے ہے، جنہیں اسلام نے اصلاحِ معاشرہ کی خاطر ابدی طور پر شریعت سے نکالا دیا ہے۔ جیسے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے شراب پی جاتی رہی، اسی طرح تدریجی حکمت عملی کے تحت نکاحِ متعہ بھی ایک وقت تک جائز رہا،

پھر اسے قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا گیا اور اس کی جگہ شرعی نکاح ہی حتمی اور لازمی اصول بنا دیا گیا۔

جس طرح حرمت سے پہلے شراب نوشی کے واقعات دلیل بنا کر شراب حلال قرار دینا جائز نہیں، اسی طرح کسی مسلمان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ حرمت متعہ سے پہلے پیش آنے والے عہد نبوی کے واقعات کو دلیل بناتے ہوئے اب بھی نکاحِ متعہ کے جواز پر اصرار کرے۔

نکاحِ متعہ کے فرد اور معاشرے پر نہایت مضر اثرات تھے، جن کی بنا پر اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔ اس کے مقابلے میں شرعی نکاح کو رائج کیا گیا، جو مفاسد سے بالکل خالی اور فرد و معاشرے کے لیے بے شمار فوائد کا حامل ہے۔

شرعی نکاح کا اہم مقصد عفت وعصمت کا تحفظ ہے، جو کہ نکاحِ متعہ سے حاصل نہیں ہوتا، نیز نکاحِ شرعی میں اہم جزو دوام واستمرار ہے، جو کہ متعہ میں نہیں پایا جاتا۔ نکاحِ شرعی کا اہم فائدہ محبت ومودّت اور سکون ہے، جو کہ نکاحِ متعہ میں ناپید ہے۔ نکاحِ شرعی میں بیک وقت ایک سے زائد بیویوں کا تصور تو ہے، لیکن ایک سے زائد خاوندوں کا تصور قطعاً نہیں، جبکہ نکاحِ متعہ میں ایک سے زائد خاوندوں کا تصور واضح طور پر پایا جاتا ہے۔ ایک عورت کے لیے نکاحِ متعہ کے ذریعے ایک ہی دن میں بیسیوں افراد سے منہ کالا کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔

نکاحِ متعہ کے ذریعے معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے اور انسانوں میں بہیمانہ رویے پروان چڑھتے ہیں۔ ایک عورت جب نکاحِ متعہ کے ذریعے کئی مردوں سے تعلق رکھتی ہے، تو کیا معلوم اس کی کوکھ میں پلنے والا بچہ کس کا ہے؟ ایسے بچے عام طور پر خونخوار

درندے ہی بنتے ہیں، پرامن شہری نہیں بن پاتے۔نکاحِ متعہ میں ولی (باپ، بھائی) کے حقوق بھی پامال ہوتے ہیں۔عصمت جوانسانیت کا جوہر ہے، ختم ہو جاتی ہےاور ماحول میں آوارگی پھیلتی ہے۔

نکاحِ متعہ کی بے شمار قباحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے شادی شدہ خواتین بھی بدکاری کی راہ اختیار کر لیتی ہیں۔

❁ ابوجعفر،محمد بن حسن،طوسی شیعہ(م:460ھ)نے لکھا ہے:

لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَّسْأَلَهَا : هَلْ لَّهَا زَوْجٌ أَمْ لَا .

''نکاحِ متعہ کرنے والے مرد کے لیےعورت سے یہ پوچھنا بھی ضروری نہیں کہ اس کا کوئی خاوند ہے یانہیں؟''(النّهاية، ص 490)

اتنی قباحتوں کے باوجود نکاحِ متعہ شیعہ مذہب کا بنیادی جزو ہے۔

❁ شیعہ فقیہ،محمد بن حسن،الحرالعاملی(م:1104ھ)نے لکھا ہے:

إِنَّ إِبَاحَةَ الْمُتْعَةِ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ مَذْهَبِ الْإِمَامِيَّةِ .

''نکاحِ متعہ کو جائز قرار دینا امامی شیعوں کی مذہبی ضرورت ہے۔''

(وسائل الشّيعة : 245/7)

نکاحِ متعہ باطل ہے:

اُمت مسلمہ کا اتفاق واجماع ہے کہ نکاحِ متعہ یا وقتی نکاح منسوخ و باطل ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں نکاحِ متعہ تا قیامت حرام ہو چکا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے،تو آپ نے خطبہ دیا: لوگو! بلاشبہ اللہ

کے رسول ﷺ نے ہمیں تین دفعہ متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے جس شادی شدہ کے بارے متعہ کرنے کا علم ہوا، اسے ضرور رجم کر دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ پیش کر دے کہ نبی ﷺ نے اسے حرام کرنے کے بعد حلال کر دیا تھا، تو چھوڑ دوں گا۔''

(سنن ابن ماجه : 1963، مسند البزّار : 183، وسندهٔ حسنٌ)

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يُعْلَمُ بِالْإِجْمَاعِ .

''متعہ کی حرمت اجماع سے ثابت ہے۔''

(الفقيه والمتفقه :339/1)

❁ علامہ ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی رحمہ اللہ (۴۹۰ھ) فرماتے ہیں:

''یہ بات ہمارے ذکر کیے ہوئے دعوئ اجماع کی صحت پر دلیل ہے، کیونکہ ان آثار میں ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت بر سر منبر بیان فرمائی، اس فعل سے ڈرایا اور اسے گھمبیر قرار دیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ حرام قرار دے کر اس سے منع فرما دیا تھا۔ یہ ساری روئیداد مہاجرین و انصار صحابہ کرام کی موجودگی میں انجام پائی تھی، لیکن کسی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے معارضہ کیا، نہ آپ کی بات ردّ کی، حالانکہ صحابہ کرام حق کا اظہار کرنے، واجب کو بیان کرنے اور غلطی کو ردّ کرنے پر حریص تھے، جیسا کہ ان کی یہ صفت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بھی بیان کی ہے۔ دیکھا نہیں کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع اور سیدنا معاذ

بن جبل رضی اللہ عنہ نے حاملہ کو رجم کرنے کے بارے میں معارضہ کیا تھا؟ وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام جیسے (مضبوط ایمان والے) لوگوں سے دین کے حوالے سے مداہنت اور غلط بات سن کر خاموشی ممکن نہیں، خصوصاً ایسے معاملہ میں، جو شریعت سے تعلق رکھتا ہو اور جسے تاابد شریعت میں موجود رہنا ہو۔ جب تمام صحابہ کرام خاموش ہو گئے اور کسی نے انکار نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ یہی حق ہے اور متعہ کا منسوخ اور حرام ہونا ہی شریعت میں ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تھا۔ یہ معاملہ تمام صحابہ کرام کے متعہ کے حرام اور منسوخ ہونے کا اقرار کرنے کے مترادف ہے، لہٰذا یہ تاابد حرام ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس بارے میں احادیث بیان کی ہیں۔ متعہ کا حرام ہونا سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا عبد اللہ بن زبیر اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حق واضح ہو جانے اور متعہ کی حرمت پر حدیث رسول پہنچنے پر متعہ کے جواز سے رجوع فرما لیا تھا۔ یہی مذہب تمام تابعین، فقہائے کرام اور ائمہ دین کا ہے۔ اگر بالفرض متعہ کو صرف ایک صحابی حرام قرار دیتا اور کوئی دوسرا صحابی ان کا مخالف نہ ہوتا، تو ہم پر اس صحابی کے قول و علم کی پیروی لازم تھی، کیونکہ صحابی ایسی بات ٹھوس علم کی بنیاد پر ہی کہہ سکتا ہے۔......حرمت متعہ پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اب جو ان کی مخالفت میں نکاحِ متعہ کو حلال سمجھے، وہ اجماع کا مخالف اور حق و صواب کا دشمن ہے۔''

(تحریم نکاح المتعة، ص 77)

❁ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۱ ھ) لکھتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حرمت متعہ صحابہ کرام کے ایک مجمع میں کی اور کسی صحابی نے ان پر نکیر نہیں کی۔ اس صورت حال میں تین باتیں کہی جا سکتی ہیں: پہلی بات یہ کہ صحابہ کرام کو متعہ کی حرمت کا علم تھا، لہٰذا خاموش ہو گئے۔ یا دوسری بات یہ کہ انہیں متعہ کی اباحت معلوم تھی، لیکن مداہنت کی وجہ سے خاموش رہے۔ یا تیسری یہ کہ انہیں متعہ کی حرمت یا اباحت کے بارے میں علم ہی نہ تھا، لہٰذا انہوں نے توقف کیا اور خاموش رہے۔ پہلی بات ہی درست ہے، دوسری بات سے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آتی ہے، کیونکہ جو شخص جانتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو مباح قرار دیا ہے، پھر وہ بغیر نسخ کی دلیل کے کہے کہ یہ حرام ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جسے اس کی غلطی اور کفر کا علم ہو، پھر بھی وہ اس کی تصدیق کرے، تو وہ بھی کافر ٹھہرے گا۔ یوں ساری امت کی تکفیر لازم آئے گی اور یہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ ''تم بہترین امت ہو۔'' کے خلاف ہے۔ تیسری بات کہ صحابہ کرام کو متعہ کی حرمت یا اباحت کا علم ہی نہ تھا، اس لیے خاموش ہو گئے، یہ بھی باطل ہے، کیونکہ بالفرض اگر متعہ جائز ہے، تو یہ نکاح کی طرح ہی ہوگا، لہٰذا جس طرح لوگ نکاح کی معرفت کے محتاج ہیں، اسی طرح متعہ کی معرفت کے بھی محتاج ہوں گے۔ اس طرح کا معاملہ مخفی رہنا ممکن نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں علم مشہور و معروف ہو۔ جس طرح سب کو علم تھا کہ نکاح مباح

ہے اور اس کی اباحت منسوخ نہیں، اسی طرح متعہ کے بارے میں علم ہونا بھی ضروری تھا۔ جب یہ (آخری) دونوں باتیں باطل ہیں، تو ثابت ہو گیا ہے کہ صحابہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر انکار کرنے سے صرف اس لیے خاموش رہے کہ انہیں اسلام میں متعہ کے منسوخ ہو جانے کا علم تھا۔''

(تفسیر الرازي : 287/3)

❁ امام ابوعُبَید، قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۱۵۰۔۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نکاحِ متعہ منسوخ اور حرام ہے۔ کتاب وسنت نے اسے منسوخ کیا ہے۔ کسی صحابی سے نکاح متعہ کی رخصت منقول نہیں، ہاں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جواز کے قائل تھے، آپ کا رجوع بھی ثابت ہے۔''

(النّاسخ والمنسوخ، ص 80)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''اوائل میں متعہ کی رخصت ملتی ہے۔ لیکن اب میں نہیں جانتا کہ سوائے رافضیوں کے کسی نے اسے جائز قرار دیا ہو۔ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف قول کا کوئی وزن نہیں۔''

(الإشراف :61/1، فتح الباري لابن حجر : 78/9)

❁ امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا۔ کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمیع صحابہ متعہ کی ممانعت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمنوا تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ اجماع متعہ کی

منسوخیت پر واضح دلیل و برہان ہے۔''

(شرح معاني الآثار : 26/3)

❁ علامہ ابو بکر جصّاص (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''ہم نے متعہ کی اباحت کے بعد اس کی حرمت پر کتاب وسنت کے دلائل اور سلف کا اجماع بیان کر دیا ہے۔۔۔اس بارے خیر القرون میں کوئی اختلاف نہ تھا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ نیز تمام علاقوں کے فقہائے کرام نے اس کی حرمت پر اتفاق ہے، وہ اس بارے میں قطعاً اختلاف نہیں کرتے ہیں۔''

(أحكام القرآن : 153/2)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

''متعہ کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے، سوائے بعض شیعہ کے۔ ان کے قواعد وضوابط کے مطابق بھی یہ (متعہ) درست نہیں، کیونکہ یہ لوگ اختلافی مسائل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعہ کی منسوخیت ثابت ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے (السنن الکبری : ۷/ ۲۰۷، وسندہ صحیح) جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے بارے میں سوال ہوا، تو انہوں نے فرمایا: یہ تو کھلا زنا ہے۔''

(فتح الباري لابن حجر : 78/9)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۳۶۸۔۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''صحابہ و تابعین اور بعد والے علمائے کرام اور فقہائے مسلمین تمام کے تمام حرمت متعہ پر متفق ہیں۔ جن میں اہل مدینہ سے امام مالک اور اہل کوفہ سے امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ، متفقہ طور پر اہل حدیث اور اہل فقہ میں سے

امام شافعی، اہل شام میں سے امام اوزاعی اور اہل مصر میں سے امام لیث بن سعد اور دیگر تمام محدثین کرام شامل ہیں۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : ۱۲۱/۱۰)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی تَحْرِيمِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَهُوَ كَالْإِجْمَاعِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ .

''اہل علم کا متعہ کی حرمت پر اتفاق ہے۔ یہ مسلمانوں کا اجماع ہی ہے۔''

(شرح السنّة : 100/9)

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''(ابتدا میں) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے، بعد میں ان کا رجوع کرنا ثابت ہے،لہٰذا متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔''

(القبس شرح مؤطأ الإمام مالك، ص 714)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

''متعہ کی حرمت پر سوائے رافضیوں کے تمام علما کا اجماع ہو گیا۔''

(شرح مسلم للنووي : 181/9)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا صَحَّ رُجُوعُهٗ إِلٰی قَوْلِهِمْ فَتَقَرَّرَ الْإِجْمَاعُ .

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع صحیح ثابت ہے، یوں اجماع منعقد ہو گیا۔''

(الهداية : 190/1، فتح القدير لابن همام : 247/3، البحر الرائق لابن نجيم : 114/3)

❁ مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اِنْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰی تَحْرِیمِهَا .

''متعہ کی حرمت پر اجماع ہو گیا ہے۔'' (تفسير القرطبي : 133/5)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ .

''غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 5115، صحيح مسلم : 30/1407)

❁ دوسری روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

نَهٰى عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 4216، صحيح مسلم : 1407)

❁ صحیح مسلم (1407/31) میں ہے:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں نرم بات کرتے سنا، تو فرمایا: ابن عباس! اس فتوے سے رُک جائیے،

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے، تو آپ نے خطبہ دیا: لوگو! بلاشبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں تین دفعہ متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے جس شادی شدہ کے بارے متعہ کرنے کا علم ہوا، اسے ضرور رجم کر دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ پیش کر دے کہ نبی ﷺ نے اسے حرام کرنے کے بعد حلال کر دیا تھا، تو چھوڑ دوں گا۔''

(سنن ابن ماجه : 1963 ، مسند البزّار : 183 ، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: روافض نکاح متعہ کی حلت پر آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ پیش کرتے ہیں، ان کی استدلال کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ (النّساء : ٢٤)

''جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کے حق مہر ضرور ادا کرو۔''

❀ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے: جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور خلوت بھی اختیار کر لی، انہیں مہر ادا کرو۔ اس تفسیر کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جس متعۃ النسا کو حرام قرار دیا ہے، وہ نکاح صحیح سے الگ چیز ہے۔''

(تفسير الطّبري: ۷۳۸/۳، طبع دار الحديث، القاهرة)

ابن خُوَیزمنداد بصری (م:390ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ سے متعہ کا جواز کشید کرنا جائز نہیں، کیونکہ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ متعہ سے منع فرما دیا ہے اور اسے حرام قرار دے دیا ہے، دوسرا یہ کہ اللہ نے (اس سے اگلی آیت میں) ارشاد فرمایا: ﴿فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾ (تم ان عورتوں سے ان کے گھر والوں کی اجازت سے نکاح کرو) اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ عورت کے گھر والوں کی اجازت، یعنی ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں جو نکاح ہوتا ہے، وہ نکاحِ شرعی ہی ہوتا ہے، نکاحِ متعہ کی صورت یہ نہیں ہوتی۔''

(تفسير القرطبي: 5/129-130)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں متعہ کے حلال ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾، ﴿وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ''اوران (مذکورہ محرمات) کے علاوہ جو عورتیں ہیں، وہ تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں، (شرط یہ ہے) کہ تم اپنے مال (مہر) کے بدلے انہیں حاصل کر کے ان سے نکاح کرو

اور تمہاری نیت بدکاری کی نہ ہو، پھر جن سے مہر کے عوض تم فائدہ اٹھاؤ، انھیں ان کے مقرر کیے ہوئے مہر دے دو، اگر تم مہر مقرر کر لینے کے بعد اس (میں کمی بیشی) پر راضی ہو جاؤ، تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ اور جو شخص آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو......'' یہاں جن عورتوں سے فائدہ اٹھانے کی بات ہے، ان سے مراد وہ عورتیں ہیں، جن سے دخول ہو چکا ہے۔ نکاح کے بعد عورت سے دخول کرنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حق مہر ادا کرے۔ جس عورت کو دخول سے قبل ہی طلاق ہو جائے اور خاوند اس سے دخول کی صورت میں فائدہ نہ اٹھا پایا ہو، وہ پورے حق مہر کی مستحق نہیں ہوتی، بلکہ اسے نصف مہر دیا جائے گا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهٗ وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيظًا﴾ ''اور تم مہر میں سے کیسے واپس لو گے، حالانکہ تم ایک دوسرے سے ملاپ کر چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے پختہ عہد لیا ہے؟'' اس آیت میں بھی نکاح کے بعد ملاپ کو حق مہر کی ادائیگی کے لزوم کا سبب بتایا گیا ہے۔ وضاحت یوں ہے کہ اس آیت میں ابدی نکاح کو چھوڑ کر مال کے بدلے وقتی نکاح کی تخصیص کی کوئی صورت نہیں، بلکہ ابدی نکاح ہی مکمل حق مہر ادا کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ ضروری ہے کہ یہ آیت ابدی نکاح پر دلالت کرے۔ یہ دلالت خواہ تخصیص کے انداز سے ہو، خواہ عموم کے انداز سے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد لونڈیوں کے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بات مطلق طور پر آزاد عورتوں کے

نکاح کے متعلق تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ سلف کے ایک گروہ کی قرأت یوں تھی
:﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''تم ان عورتوں
میں سے جس سے ایک مقرر وقت تک فائدہ اٹھاؤ۔۔۔'' تو جواب یہ ہے کہ یہ
قرأت متواتر نہیں، بلکہ اس کا زیادہ سے زیادہ رتبہ اخبارِ آحاد کی طرح ہے۔
ہم اس بات کے انکاری نہیں کہ متعہ شروع اسلام میں حلال تھا، لیکن یہاں
بات یہ ہے کہ اس پر قرآنِ کریم دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ بھی ہو
سکتی ہے کہ یہ الفاظ اگرچہ نازل ہوئے تھے، لیکن یہ مشہور قرأت میں ثابت
نہیں ہوئے، لہٰذا یہ منسوخ ہیں۔ ان کا نزول اس وقت ہوا ہوگا، جب متعہ ابھی
جائز تھا۔ جب متعہ کو حرام قرار دیا گیا، تو یہ الفاظ منسوخ ہو گئے اور وقتی نکاح
میں حق مہر کی ادائیگی کا حکم مطلق (ابدی) نکاح میں مہر کی ادائیگی پر تنبیہ کرنے
کے لیے رہ گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں قرأتیں حق
ہیں۔ جب وقتی نکاح، یعنی متعہ حلال تھا، تو حق مہر دینا واجب تھا۔ یہ آغاز
اسلام میں جائز تھا، لہٰذا اس آیت میں کوئی ایسی بات نہیں، جس سے یہ معلوم
ہو کہ وقتی نکاح، یعنی متعہ اب بھی حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ
تمہارے لیے عورتوں سے مقررہ وقت تک متعہ کرنا حلال کر دیا گیا ہے، بلکہ
فرمانِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم نے فائدہ حاصل کیا ہے، ان کو
حق مہر ادا کرو۔ عورت سے فائدہ اٹھانا حلال ہونے کی صورت میں ہو یا شبہے
کی صورت میں، یہ آیت دونوں طرح کے فائدے کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ سنت رسول اور اجماعِ امت دونوں دلائل سے نکاحِ فاسد میں حق مہر

واجب ہے۔فائدہ حاصل کرنے والا جب اس کام کوحلال سمجھتا ہو،تو اس پر حق مہر واجب ہے۔رہا حرام متعہ،تو اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔اگر وہ کسی عورت سے اس کی رضامندی سے بغیر نکاح کے فائدہ حاصل کرے گا،تو یہ زنا ہوگا۔اس میں کوئی حق مہر نہیں۔اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو،تو اس میں اختلاف مشہور ہے۔یہ جو بات ذکر کی جاتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع کیا تھا، تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے پہلے عورتوں سے متعہ حلال قرار دیا تھا،لیکن بعد میں اسے حرام کر دیا تھا۔اس بات کو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں ثقہ راویوں نے امام زہری سے اور انہوں نے اس روایت کو محمد بن حنفیہ کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور حسن سے بیان کیا ہے۔وہ دونوں اسے اپنے والد محمد بن حنفیہ سے بیان کرتے ہیں،وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب متعہ کو حلال کہا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: آپ (اس مسئلہ میں) راہِ حق سے پھسل گئے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے سال متعہ اور گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے دیا تھا۔ امام زہری سے اس روایت کو امام مالک بن انس، امام سفیان بن عیینہ وغیرہما نے بیان کیا ہے جو کہ ان کے زمانے کے سب سے بڑے علمائے سنت و حفاظِ حدیث اور ائمہ اسلام تھے۔یہ وہ لوگ ہیں،جن کے علم،عدالت اور حفظ پر مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے۔محدثین کرام کا اس حدیث کے صحیح ہونے اور تلقی بالقبول حاصل کرنے پر اتفاق ہے۔اہل علم میں سے کسی نے اس میں کوئی طعن نہیں کی۔اسی طرح صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے متعہ کو فتح مکہ والے سال قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا تھا......... یوں اہل سنت والجماعت نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین کی اس چیز میں پیروی کی ہے جوانہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کی ہے، جبکہ شیعہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس بات میں مخالفت کی ہے، جوانہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالف کی بات مانی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیوی اور لونڈی کو حلال قرار دیا ہے، جبکہ جس عورت سے متعہ کیا جائے، وہ نہ بیوی ہے، نہ لونڈی۔ اگر وہ بیوی ہوتی، تو وراثت کی حقدار بنتی، اس پر مرد کی وفات کی وجہ سے عدت لازم ہوتی، نیز تین طلاقیں اس پر واقع ہوتیں، کیونکہ قرآنِ کریم میں بیوی کے یہی احکام ہیں۔ جب متعہ والی عورت میں نکاح کے لوازم موجود نہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ نکاح نہیں ہوا، کیونکہ لازم کے ختم ہونے سے ملزوم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیویوں اور لونڈیوں کو حلال قرار دے کر باقی عورتوں کو حرام کہہ دیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾، ﴿إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾، ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ ''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بیویوں اور لونڈیوں سے ایسے تعلقات رکھنے پر ملامت نہیں، لیکن جو لوگ تکمیل خواہش کے لیے کوئی دوسرا رستہ اختیار کریں، وہ باغی ہیں۔'' متعہ کے حرام ہونے کے بعد جس عورت سے متعہ کیا جائے، وہ نہ بیوی ہے، نہ لونڈی،

لہٰذا متعہ قرآنِ کریم کی نص سے حرام قرار پا رہا ہے۔ متعہ والی عورت کا لونڈی نہ ہونا، تو واضح ہے، لوازم نکاح نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیوی بھی نہیں ہے، کیونکہ وراثت کا باعث بننا، عورت پر عدت کا ثابت ہونا، تین طلاقوں کا واقع ہونا اور دخول سے قبل طلاق کی صورت میں نصف حق مہر کا حق دار ہونا وغیرہ لوازم نکاح میں سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی بیوی وارث نہیں بھی بنتی، جیسا کہ ذمی عورت اور لونڈی ہے۔ ان سے کہا جائے کہ ان کے نزدیک ذمی عورت سے نکاح جائز ہی نہیں اور لونڈی سے بھی بوقت ضرورت نکاح کیا جا سکتا ہے، لیکن ان کے نزدیک متعہ مطلقاً جائز ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ذمی عورت اور لونڈی سے نکاح وراثت کا حق دار بننے کا سبب ہے، لیکن یہاں ایک رکاوٹ موجود ہے، یعنی غلامی اور کفر، جیسا کہ نسب بھی وراثت کا حق دار بناتا ہے، لیکن جب بیٹا غلام یا کافر ہو، تو رکاوٹ آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب باپ کی زندگی میں بیٹا آزاد ہو جائے یا مسلمان ہو جائے، تو وہ باپ کا وارث بنے گا۔ اسی طرح جب ذمی بیوی اپنے خاوند کی زندگی میں مسلمان ہو جائے، تو اس کے وارث بننے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ یہ ساری صورت حال متعہ والی عورت سے مختلف ہے، کیونکہ اس کا نکاح (متعہ) وراثت کا سبب نہیں بنتا۔ یہ کسی بھی صورت میں وارث نہیں بن سکتی۔ یہ نکاح اس ولدزنا کی طرح ہے، جو اپنے خاوند کے بستر پر پیدا ہوا ہو۔ ایسا بچہ زانی کو کبھی بھی نہیں مل سکتا۔ وہ بچہ زانی کا ایسا بیٹا نہیں ہوگا، جو اس کا وارث بن سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی کبھی نسب کے احکام بدل جاتے ہیں، یہی معاملہ نکاح کا ہے۔۔۔ تو کہا جائے گا

کہ اس میں اختلاف ہے اور جمہور اسے تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس میں شیعہ کے لیے کوئی دلیل نہیں، کیونکہ متعہ والی عورت سے بیوی ہونے کے تمام لوازمات ختم ہیں۔ اس میں حلال نکاح کی کوئی خصوصیت موجود نہیں ہوتی۔''

(منهاج السّنة : 155/2)

معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم سے نکاحِ متعہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صرف نکاحِ شرعی کا اثبات ہوتا ہے۔

تنبیہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے یہ آیت یوں تلاوت کی:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾

''جن عورتوں سے تم ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھاؤ۔''

(تفسير الطّبري : 9046، وسندهٗ صحيحٌ، 9047، وسندهٗ صحيحٌ، 9049، وسندهٗ صحيحٌ، 9050، وسندهٗ صحيحٌ)

پہلے پہل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کے جواز کے قائل تھے، لیکن بعد میں نسخ کا علم ہونے پر انہوں نے رجوع کر لیا تھا۔

❁ سیدنا ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا مَاتَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَتّٰى رَجَعَ عَنْ هٰذِهِ الْفُتْيَا .

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے موت سے پہلے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔''

(مستخرج أبي عوانة : 273/2، ح : 2384، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ: جس روایت میں ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بھی یہی قرأت تھی، وہ ثابت

نہیں، کیونکہ اس میں سعید بن ابی عروبہ اور ان کے استاذ قتادہ بن دعامہ مدلس ہیں۔ لہٰذا اس بات کی نسبت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں۔

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ سے مراد نکاح ہے۔

❀ سیدنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

اسْتَمْتَعُوا مِنْ هٰذِهِ النِّسَاءِ، وَالْاِسْتِمْتَاعُ عِنْدَنَا التَّزْوِيجُ .

''ان عورتوں سے متعہ کریں، یعنی فائدہ اُٹھائیں۔ (صحابی کہتے ہیں:) ہمارے نزدیک فائدہ اُٹھانے سے مراد نکاح ہے۔''

(مسند الدّارمي : 2241، مسند الحميدي : 870، مسند الإمام أحمد : 404/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نکاح ہے۔

(تفسير الطّبري : 9039)

اگر کوئی کہے کہ اس سے مراد متعہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا سبرہ الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگو! بے شک میں نے آپ کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب اللہ نے قیامت تک اسے حرام کر دیا ہے۔ جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو، اسے چھوڑ دے اور آپ انہیں دی ہوئی چیزوں سے کچھ واپس نہ لیں۔''

(صحيح مسلم : 1406)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): بیوی کی موجودگی میں اس کی غیر حقیقی بھتیجی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کی موجودگی میں اس کی حقیقی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں، البتہ غیر حقیقی بھتیجی سے نکاح درست ہے۔

(سوال): اگر کوئی عورت کہے کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میری عدت بھی گزر چکی ہے، کیا اس عورت سے نکاح درست ہے؟

(جواب): عورت سچی ہے، تو اس کے اقرار کے بعد اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): بٹے سٹے کا نکاح کیا، بعد میں مہر مثل مقرر کر لیا گیا، تو اس سے نکاح صحیح ہو جائے گا؟

(جواب): نکاح شغار (بٹے سٹے) کا نکاح باطل ہے، منعقد نہیں ہوتا۔ یہ ممنوع ہے۔ اس پر کئی احادیث اور اجماع امت دلالت کناں ہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نکاح شغار ممنوع ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : 201/9)

❀ علامہ ابن جزی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

نِكَاحُ الشِّغَارِ، وَهُوَ بَاطِلٌ إِجْمَاعًا .

''نکاح شغار بالا جماع باطل ہے۔''

(القوانين الفِقهيّة، ص 203)

❀ امام سوید بن غفلہ رحمہ اللہ (۸۰ھ) فرماتے ہیں:

كَانُوا يَكْرَهُونَ الشِّغَارَ، وَالشِّغَارُ : الرَّجُلُ يُزَوِّجُ الرَّجُلَ عَلٰى أَنْ يُزَوِّجَهٗ بِغَيْرِ مَهْرٍ .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نکاح شغار کو حرام سمجھتے تھے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص (اپنی بیٹی وغیرہ کا) دوسرے سے نکاح کرتا ہے، بشرطیکہ دوسرا بھی (اپنی بیٹی وغیرہ سے) اس کا نکاح کرے، (دونوں میں) مہر ادا نہیں کیا جاتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 380/4، وسندهٗ صحيحٌ)

احناف صحیح احادیث اور اجماع امت کی مخالفت میں ادلا بدلی کی شادی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ نکاح کو نکاح کے بدلے میں مہر مثل قرار دیتے ہیں۔

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

''کسی اہل علم کے نزدیک شرمگاہ مہر نہیں بن سکتی، مگر امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔'' (شرح صحيح البخاري : 316/8)

❀ سید الفقہاء والمحدثین، امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''بعض الناس کا کہنا ہے: اگر حیلہ کر کے نکاح شغار کر لیا جائے، تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے، یہ لوگ متعہ کے متعلق کہتے ہیں: نکاح متعہ فاسد ہے اور اس کی شرط باطل ہے، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں: متعہ اور شغار

دونوں جائز ہیں،لیکن شرط باطل ہے۔''

(صحيح البخاري، تحت الحديث : 6960)

۞ علامہ سرخسی حنفی (۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:

''نکاح شغار کے منعقد ہونے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نکاح شغار کرنے والوں نے دونوں عورتوں کی شرمگاہ کو ہی مہر مقرر کیا ہے، جبکہ شرمگاہیں مہر نہیں بن سکتیں، اس کی صورت یہی ہے کہ جیسے کسی نے نکاح میں شراب یا خنزیر بطور مہر ادا کیا، (تو اس کا مہر بھی باطل ہوگا۔) کیونکہ جب شرمگاہیں مہر بن ہی نہیں سکتیں، تو دونوں میں وٹہ سٹہ نہ ہوا۔ لہٰذا یہ شرط فاسد ہو جائے گی۔ فاسد شروط سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔''

(المَبسوط : 105/5)

نکاح کے لیے مہر ضروری ہے، جس کی ادائیگی تین طرح ہوسکتی ہیں؛ ① مہر کی مقدار طے کر لی جائے اور معجّل ادا کر دیا جائے۔ ② مقدار مہر مقرر کر کے مؤجل ادا کیا جائے۔ ③ مہر کی مقدار مقرر نہ کی جائے، لیکن مؤجل مہر مثل ادا کر دیا جائے۔

احناف پہلے نکاح بدلے نکاح کو ہی مہر مقرر کرتے ہیں، جو کہ نکاح شغار کی صورت ہے، پھر بعد میں مہر مثل مقرر کر کے نکاح کو صحیح کرنے کا حیلہ کرتے ہیں، گویا نکاح کی ابتدا میں مہر دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، بعد میں نکاح کو صحیح کرنے کے لیے مہر مثل مقرر کیا گیا، یہ حیلہ ہے، جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں، اس پر طرہ یہ کہ صحابہ کرام اور محدثین عظام نے اس حیلہ کو اختیار نہیں کیا، بلکہ زوجین میں جدائی کا فیصلہ سنایا جیسا کہ سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اور مہر کے ساتھ تجدید نکاح ضروری ہے۔

❁ علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

''جمہور کے نزدیک نکاح شغار منعقد ہی نہیں ہوتا، جبکہ ہمارے (یعنی احناف) کے نزدیک یہ شغار رہتا ہی نہیں، بلکہ اس میں مہر مثل ادا کرنا ضروری ہو جائے گا۔ یوں یہ نکاح شغار کی ممانعت سے خارج ہو جائے گا اور یہ بھی نہیں ہوگا کہ اس نکاح میں حق مہر ادا نہیں کیا گیا۔ درست یہی ہے کہ نکاح شغار کی عدم مشروعیت کا تقاضا ہے کہ یہ نکاح باطل ہو، نیز ان میں سے کوئی نکاح بھی منعقد نہیں ہوا۔ لہٰذا جمہور کا مؤقف ہی درست ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!''

(حاشية السِّندي على سنن النّسائي : 112/6)

الحاصل:

ہر ایک نکاح کا علیحدہ علیحدہ مہر مقرر ہو، تو بٹے کا نکاح جائز ہے، اگر نکاح بدلے نکاح کے مہر مقرر ہو، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا، خواہ بعد میں مہر مثل ادا بھی کر دیا جائے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے کے لڑکے سے اور دوسرے نے اپنی لڑکی کا نکاح پہلے شخص کے لڑکے سے کیا، دونوں کا الگ الگ مہر مقرر ہوا، کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

(جواب): شرعاً ایسا نکاح ممنوع نہیں۔

(سوال): شوہر کی وفات کے بعد اس کے داماد سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شوہر کی وفات کے بعد اس کے داماد سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): بیوی کا بیٹا، جو سابقہ شوہر سے ہے، کی وفات کے بعد اس کی بیوہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس بیوہ سے شادی کر سکتا ہے، وہ اس کا حقیقی سسر نہیں ہے۔

(سوال): طوائفہ سے نکاح کا کیا حکم ہے، جبکہ وہ زنا اور رقص سے پیسے بھی کماتی ہے؟

(جواب): کسی پاکدامن صالح مسلمان کے لیے طوائفہ سے نکاح کرنا جائز نہیں، ان کے لیے بدکردار مرد ہی ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص طوائفہ سے نکاح کر لے، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، زنا سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔

(سوال): بھتیجے کی بیوہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بھتیجے کی بیوہ سے نکاح شرعاً درست ہے۔

(سوال): طوائفہ نے اس شرط پر نکاح کیا کہ رقص کا پیشہ باقی رکھے گی، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ یہ شرط شرعاً ناجائز ہے۔

(سوال): تایا اور چچا کی بیوہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعاً ان کی بیوہ سے نکاح جائز ہے، بشرطیکہ کوئی دوسری وجہ حرمت نہ ہو۔

(سوال): بیوی کی سابقہ شوہر سے جولڑکی ہے، اس کا نکاح اپنے بھائی سے کرنا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے، یہ لڑکی اس کی حقیقی بھتیجی نہیں ہے۔

(سوال): بھائی کی مطلقہ کا نکاح دوسرے بھائی سے کرنا کیسا ہے، جبکہ اس مطلقہ پر سسر کے ساتھ زنا کرنے کی تہمت لگ چکی ہے؟

(جواب): اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ مطلقہ نے سسر کے ساتھ زنا کیا ہے، تب بھی شرعاً دوسرے بھائی سے نکاح درست ہے، کیونکہ زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ حرمت نکاح صحیح سے ثابت ہوتی ہے۔

(سوال): کیا اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی پاک دامن عورتیں، خواہ وہ ذمی ہوں یا حربی، سے نکاح جائز ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾(المائدة : 5)

''اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں)، بشرطیکہ تم ان کا مہر ادا کرو، تمہارا مقصد پاکدامنی حاصل کرنا ہو۔ اعلانیہ زنا، یا پوشیدہ طور پر آشنائی کی نیت نہ ہو۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (البقرة : 221) (تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں)، تو لوگ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے سے رُک گئے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (المائدة : 5) (تم سے پہلے اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے)، تو لوگ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے لگے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم، نقلًا عن تفسير ابن كثير : 42/3، المعجم الكبير للطّبراني : 105/12، وسنده حسنٌ)

❁ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا

الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں:

مُشْرِكَاتُ الْعَرَبِ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ الْاَوْثَانَ .

''اس سے مراد مشرکین عرب کی عورتیں تھیں جو کہ بتوں کے پجاری تھے۔''

(تفسير ابن كثير :584/1)

اہل کتاب سے مراد اہل تورات واہل انجیل ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾

(الأنعام: 156)

''(ہم نے قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی۔''

لہٰذا عیسائیوں، یہودیوں کے علاوہ مجوسیوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھ متوں اور دیگر کافر اقوام کی پاک عورتوں سے نکاح قطعاً جائز نہیں ہے، الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔

اس دور میں اکثر اہل کتاب دہریہ ہیں، وہ کسی آسمانی مذہب کے پیروکار نہیں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام کی ایک جماعت نے عیسائی عورتوں سے نکاح کیے ہیں اور اس میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔ اگر اہل کتاب کی عورتوں کو سورت بقرہ کی آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں) کے عموم میں داخل سمجھا جائے، تو

صحابہ کرام نے انہیں اس آیت سے خاص سمجھا:﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی، ان کی پاک دامن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو)۔اگر اہل کتاب کی عورتوں کو سورت بقرہ والی آیت کے عموم میں داخل نہ سمجھا جائے تو دونوں آیات میں کوئی معارضہ ہے ہی نہیں، کیونکہ اور بھی بہت سی آیات میں عام مشرکین سے اہل کتاب کو الگ بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾(البيّنة :1)(جولوگ کافر ہیں اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے وہ [کفر سے] باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی۔) نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَ اَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (آل عمران : 20)(اہل کتاب اور اَن پڑھ لوگوں سے کہو کہ تم بھی (اللہ کے فرمانبردار بنتے اور) اسلام لاتے ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بیشک ہدایت پا لیں گے)۔''(تفسير ابن كثير : 42/3)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا:

''صحابہ کرام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں فتوحات کے دور میں کوفہ میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرتے تھے۔اس وقت مسلمان عورتوں کی

کثرت نہیں تھی، جب ہم کوفہ سے واپس آئے، تو اہل کتاب کی عورتوں کو طلاق دے دی۔ اہل کتاب کی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں، جبکہ ہماری عورتیں ان پر حرام ہیں۔''

(مصنّف عبد الرّزّاق : 12677، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَزَوَّجَ طَلْحَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَهُودِيَّةً .

''سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کیا۔''

(السنن الکبریٰ للبیهقي : 172/7، وسندہٗ حسنٌ)

❁ عبداللہ بن عبدالرحمن انصاری اشہلی تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ نَكَحَ يَهُودِيَّةً .

''سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کیا۔''

(السنن الکبریٰ للبیهقي : 172/7، وسندہٗ حسنٌ)

❁ ابو وائل شقیق بن سلمہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف خط لکھا کہ آپ اس سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا: کیا آپ اسے حرام خیال کرتے ہیں، اس لیے علیحدگی اختیار کر لوں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اسے حرام تو خیال نہیں کرتا، البتہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم بدکار یہودی عورتوں سے نکاح نہ کر لو۔''

(تفسير الطبري : 366/4، مصنّف ابن أبي شيبة : 157/4/2، وسندہٗ صحيحٌ)

- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔
- امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى طَرِيقِ التَّنْزِيهِ وَالْكَرَاهَةِ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام تنزیہی اور کراہت کی بنا پر تھا۔''

(السنن الکبرٰی : 280/7، دار الکتب العلمیّة، بیروت، 2003ء)

- امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الْأَوَائِلِ أَنَّهٗ حَرَّمَ ذٰلِكَ .

''صدر اول میں کسی سے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو حرام کہنا ثابت نہیں۔''

(الإشراف علی مذاهب العلماء :75/1)

- علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِي نِكَاحِ الْكِتَابِيَّاتِ الْحَرَائِرِ .

''اہل کتاب کی آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز پر مجھے اختلاف معلوم نہیں۔''

(الاستذکار : 496/5)

- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''امام ابوجعفر بن جریر رحمہ اللہ نے کتابیہ کے ساتھ نکاح مباح ہونے پر اجماع نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صرف ناپسند کیا ہے، تاکہ لوگ مسلمان عورتوں کی طرف بے رغبتی کا مظاہرہ نہ کریں، یا اس کے علاوہ کوئی اور مصلحت بھی ہو سکتی ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر :583/1)

- علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي تَزْوِيجِ الْكِتَابِيَّاتِ .

''اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(البِناية شرح الهداية : 46/5)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِنِكَاحِ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ .

''اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔''

(مصنّف عبد الرّزّاق : 12666، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ طحطاوی حنفی (۱۲۳۱ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَبَاحَ نِكَاحَ الْكِتَابِيَّاتِ .

''اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کو مباح قرار دیا ہے۔''

(حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، ص 565)

تنبیہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 157/4/2، وسندهٗ حسنٌ)

دراصل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت والی آیت کو عام سمجھتے تھے، اہل کتاب کی عورتوں کو اس سے خاص نہیں کرتے تھے، جبکہ باقی تمام صحابہ کرام اس آیت سے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے تھے اور یہی بات عین صواب ہے۔

❁ امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ اہل کتاب کی حربی عورتوں سے نکاح ناجائز سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 158/4/2، وسندهٗ صحيحٌ)

حربی یا غیر حربی کی کوئی قید نہ کتاب وسنت میں مذکور ہے، نہ صحابہ کرام نے بیان کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے جائز ہے۔

سوال: اگر بالغ شوہر نابالغ بیوی کو طلاق دے، پھر بعد از بلوغ بیوی بنانا چاہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی نابالغ ہے، تو اسے طلاق واقع ہو جائے گی، بعد از بلوغت اگر وہ دونوں میاں بیوی بننے پر راضی ہوں، تو نکاح جدید بمع حق مہر کے میاں بیوی بن سکتے ہیں، بشرطیکہ اس نے طلاق رجعی دی ہو۔ اگر اس نے نکاح فسخ بھی کر دیا ہو، تو بھی نکاح جدید سے اسے بیوی بنا سکتا ہے۔

سوال: اگر بیوی کہے کہ شوہر نے مجھے طلاق دے دی، مگر شوہر کہے کہ میں نے اسے طلاق نہیں دی، تو کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟

جواب: طلاق شوہر کا حق ہے، اسی کی بات کا اعتبار ہوگا۔

سوال: کیا پہلی غیر مدخولہ بہن کی طلاق کے بعد دوسری بہن سے فوراً نکاح جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا نابالغ لڑکا طلاق دے سکتا ہے؟

جواب: نابالغ کے طلاق دینے کا حق اس کے وکیل کو تفویض ہوگا، جس طرح نکاح کرنے کا حق اُسے تفویض تھا۔ اس لیے نابالغ خود طلاق نہیں دے سکتا۔

سوال: پہلے شوہر کی لڑکی کا نکاح دوسرے شوہر کے لڑکے سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔

سوال: ایک بھائی سے صرف منگنی ہوئی، کیا دوسرے بھائی سے شادی ہوسکتی ہے؟

(جواب): بلا عذر شرعی منگنی توڑنا جائز نہیں۔ البتہ اگر منگنی توڑ کر دوسرے بھائی سے نکاح کر دیا جائے، تو نکاح صحیح ہوگا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی شخص اپنے بھائی منگنی پر منگنی نہ کرے، ہاں اگر وہ خود اس کی اجازت دے دے (تو کوئی حرج نہیں)۔''

(صحیح مسلم : 1412)

(سوال): کیا حاملہ سے نکاح درست ہے؟

(جواب): جو عورت زنا سے حاملہ ہوئی ہو، تو اس کا اس زانی سے نکاح درست ہے۔ البتہ جو کسی کے عقد میں رہ کر حاملہ ہوئی یا کسی اور مرد سے زنا کے بعد حاملہ ہوئی، تو وضع حمل تک اس سے نکاح جائز نہیں۔

(سوال): کیا باپ کے چچا زاد بھائی سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے، یہ حرام رشتوں میں سے نہیں۔

(سوال): ایک بیوی کے پوتے کا نکاح دوسری بیوی کی پوتی سے کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز اور صحیح ہے۔

(سوال): ایک شخص کی پہلی بیوی جو فوت ہو چکی ہے، سے ایک لڑکی ہے، تو کیا اس کی دوسری بیوی کے بھائی سے اس لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ اس کا ماموں نہیں ہے۔

(سوال): وٹے سٹے کے نکاح کا وعدہ ہوا، مگر ان میں سے ایک نکاح ہوا، کیا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

(جواب): اگر اس نکاح میں حق مہر مقرر رہوا، تو نکاح منعقد ہوا، ورنہ یہ نکاح باطل ہے۔

(سوال): کیا آزاد عورت کو خرید کر اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): کسی آزاد مرد یا عورت کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ فرماتا ہے: روز قیامت تین لوگوں کے خلاف میں خود مدعی ہوں گا؛ جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی، جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا، مگر اسے مزدوری ادا نہ کی۔''

(صحيح البخاري: 2227)

البتہ اگر کوئی شخص کسی آزاد عورت کو خرید کر نکاح کر لے، تو شرعاً یہ نکاح درست ہوگا۔

(سوال): بیوی کی موجودگی میں بیوی کے سابقہ لڑکے کی بیوہ سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): شرعاً یہ نکاح درست ہے۔

(سوال): جو عیسائی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتی، کیا اس سے نکاح درست ہے؟

(جواب): اس سے نکاح درست ہے، بشرطیکہ وہ پاک دامن ہو۔

(سوال): ایک شخص نے گواہوں کے روبرو حق مہر کے عوض ایک لڑکی سے نکاح کیا، بعد میں وہ شخص اس نکاح کا انکار کر رہا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب ہوش وحواس میں ایجاب وقبول کر لیا، تو نکاح منعقد ہو چکا ہے، اب انکار سے نکاح میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ.

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۸/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 210/3)

سوال: جس مرد اور عورت نے زنا کیا ہو، کیا ان کی اولاد کی آپس میں شادی ہو سکتی ہے؟

جواب: ان کا نکاح درست ہے۔ زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: کیا غیر حقیقی داماد سے نکاح درست ہے؟

جواب: درست ہے۔

سوال: کیا لڑکی اپنے ولی سے کہہ سکتی ہے کہ فلاں لڑکے سے میری شادی کر دو؟

جواب: لڑکی کے لیے اس حد تک خواہش کرنا جائز ہے، ولی کو چاہیے کہ اگر لڑکا واقعی میں اس کی لڑکی کے لیے بہتر اور مناسب ہے، تو اس کی شادی اسی لڑکے سے کر دے، ورنہ لڑکی کو مطمئن کرے کہ وہ لڑکا اس کے لیے مناسب نہیں۔ نیز ولی کو چاہیے کہ جلد از جلد مناسب رشتہ تلاش کر کے لڑکی کی شادی کر دے۔

سوال: جس لڑکی کا کوئی ولی وارث نہ ہوں، کیا وہ عدالت میں نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: جس لڑکی کا کوئی ولی وارث یا قریبی رشتہ دار نہ ہو، تو وہ عدالت میں نکاح کر سکتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ:۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود(۷۰۰)، امام ابوعوانہ(۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ(فتح الباری:۱۹۱/۹)، امام ابن حبان(۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی(السنن الکبریٰ:۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق:۲۵۵/۲)اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جس کا کوئی ولی وارث موجود نہ ہو، تو حاکم وقت اس کا نکاح کر سکتا ہے اور حاکم وقت سے مراد عدالت کا جج یا قاضی اور پنچائیت کا سرپنچ بھی ہے۔

سوال: زانیہ منکوحہ کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔

سوال: بھائی کی بیوہ سے نکاح کیا، کیا اس بیوہ کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح کیا جا

سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، بھائی کی بیوہ کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): کیا زانی کا نکاح زانیہ سے درست ہے؟

(جواب): زانی کا نکاح زانیہ سے ہی کرنا بہتر ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ﴾(النّور: ٢٦)

''خبیث مردوں کے لیے خبیث عورتیں ہیں اور خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد ہیں۔''

(سوال): کافر کی منکوحہ مسلمان ہو جائے اور چھ ماہ گزر جائیں، مگر شوہر تائب نہ ہو، کیا عورت آگے شادی کر سکتی ہے؟

(جواب): چھ ماہ گزرنے کے بعد بھی اگر شوہر تائب نہ ہو، تو دونوں میں جدائی ہو جائے گی، نومسلم عورت ایک ماہ کی عدت کے بعد آگے شادی کر سکتی ہے۔

(سوال): نامرد سے نکاح ہوا، کیا عورت بغیر طلاق کے آگے شادی کر سکتی ہے؟

(جواب): شوہر نامرد ہو، تو بغیر طلاق یا خلع کے آگے شادی کرنا جائز نہیں۔

(سوال): ایک بھائی کی پوتی سے دوسرے بھائی کے بیٹے کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): شرعاً درست ہے۔

(سوال): جب لڑکی نابالغ تھی، تو خود کو منکوحہ بتاتی تھی، مگر بلوغت کے بعد اس نکاح کا انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح درست ہے، مگر بلوغت کے بعد دونوں کو نکاح

قائم رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ جب لڑکی بلوغت کے بعد نکاح کا انکار کرتی ہے، تو بلوغت سے پہلے کیے گئے نکاح کو فسخ (کالعدم) سمجھا جائے گا۔

سوال: مرنے والی بیوی کی خالہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی کی وفات یا اس سے طلاق کے بعد اس کی خالہ سے نکاح درست ہے۔ بیوی کی موجودگی میں اس کی خالہ سے نکاح درست نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لڑکی اور اس کی پھوپھی کو ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا، نیز لڑکی اور اس کی خالہ کو بھی ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 5109، صحيح مسلم : 1408)

سوال: کیا دوسری بیوی کے بھائی کا نکاح پہلی بیوی کی لڑکی سے درست ہے؟

جواب: درست ہے۔

سوال: کیا دادا کے چچا کی نواسی سے نکاح درست ہے؟

جواب: درست ہے۔

سوال: مطلقہ کی بہن سے دوران عدت نکاح درست ہے؟

جواب: مطلقہ کی بہن سے نکاح بعد از عدت درست ہے۔

سوال: ایک عیسائی مسلمان ہو گیا، کیا اس کا اپنی نصرانی بیوی سے نکاح قائم ہے؟

جواب: نصرانی عورت کے ساتھ مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے، لہٰذا اگر عیسائی مرد مسلمان ہو گیا، تو اس کا اپنی نصرانی بیوی سے نکاح قائم ہے۔

سوال: کیا ایک نصرانی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری نصرانی عورت سے نکاح

جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ نصرانی عورت پاکدامن ہو، تو اس سے نکاح جائز ہے۔ تو جب ایک نکاح جائز ہے، تو ایک سے زائد بھی جائز ہیں۔

(سوال): بیوی کے رہتے ہوئے اس کے باپ کی دوسری مطلقہ سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص نے بیوہ سے عدت کے بعد نکاح کیا، نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو، تو شریعت کی رُو سے وہ بچہ حلالی سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اسلام میں حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ مقرر ہے۔

(سوال): بیوی کی بھانجی سے بیوی کی وفات کے بعد نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): گم شدہ شوہر کی موت ثابت ہو جانے کے بعد کیا عورت آگے شادی کر سکتی ہے؟

(جواب): عورت کو جب شوہر کی موت کی یقینی خبر موصول ہو، وہ چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر گزارے گی، اس کے بعد آگے نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی کو ناجائز حمل تھا، نکاح ہوا یا نہیں؟

(جواب): زنا سے حاملہ ہونے والی عورت سے دوران حمل لاعلمی میں کیا گیا نکاح درست ہے، البتہ اگر پہلے سے معلوم ہو، تو وضع حمل تک نکاح درست نہیں۔

(سوال): کیا بیوہ بھابھی سے نکاح درست ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): نکاح سے پانچ ماہ چھ دن بعد بچہ پیدا ہوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعاً یہ بچہ ناجائز ہے اور اس کی والدہ زانیہ ہے، کیونکہ حمل کی مدت کم سے کم قمری چھ ماہ ہے۔ البتہ جو نکاح دورانِ حملِ زنا لاعلمی میں ہوا، وہ درست اور صحیح ہے۔

(سوال): بھانجے اور بھتیجے کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ان کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

(سوال): اپنی لڑکی کی شادی اپنے حقیقی بھائی کے پوتے سے کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا حقیقی چچی سے نکاح درست ہے؟

(جواب): اگر حقیقی چچی بیوہ یا مطلقہ ہو، تو اس سے نکاح درست ہے، بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ پائی جائے۔

(سوال): کوئی اپنی بہن کا نکاح کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ بھی اپنی بہن کا نکاح اُس سے کرے گا، تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر دونوں نکاحوں میں الگ الگ مہر مقرر کیا جائے، تو یہ وٹہ سٹہ جائز ہے۔ اور اگر اسی وٹے سٹے کو مہر مقرر کر دیا جائے اور نکاح بدلے نکاح کے ہو، تو یہ نکاح شغار ہے، جو بالاجماع ممنوع اور باطل ہے۔

(سوال): ایک شخص نے نکاح کیا، کچھ دن بعد اس کے کچھ قریبی رشتہ دار آئے، تو اس نے اس خوف سے کہ رشتہ دار کہیں گے کہ ہماری غیر موجودگی میں نکاح کر لیا، ہمیں بتایا نہیں، تجدید نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب وہ پہلے ہی نکاح کر چکا ہے، تو کسی کی خاطر نکاح کو دہرانے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر وہ رسمی طور پر تجدید نکاح کرے، تو اس سے پہلے نکاح میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۷۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): حاملہ کا شوہر فوت ہوا، وہ آگے شادی کب کرسکتی ہے؟

(جواب): حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ وضع حمل تک وہ آگے شادی نہیں کرسکتی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

''حاملہ عورتوں کی (طلاق یا وفات شوہر کی) عدت وضع حمل ہے۔''

❀ سیدہ سُبَیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں، ان کے خاوند فوت ہو گئے۔ چند دنوں بعد ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نیا نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔

(صحيح البخاري : 5318، 6906، صحيح مسلم : 1485)

نیز دیکھیں(صحيح البخاري : 5319، صحيح مسلم : 1484، صحيح البخاري : 5320)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اکثر اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے، جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بھی شامل ہیں کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو بچے کی ولادت کے بعد اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہے، خواہ اس کی عدت کا عرصہ ابھی نہ گزرا ہو۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1193)

سوال: کیا خلع کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: راجح قول کے مطابق خلع فسخ نکاح ہے، لڑکا لڑکی دوبارہ تجدید نکاح کے ساتھ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔ خلع سے عورت پہلے والی حالت میں چلی جاتی ہے، گویا ان کا آپس میں نکاح ہوا ہی نہیں۔ جیسے ان کا پہلی بار نکاح ہو گیا، اسی طرح اب بھی ہوسکتا ہے۔

❀ میمون بن مہران رحمہ اللہ خلع لینے والی عورت کے متعلق فرماتے ہیں:

إِذَا قَبِلَ مِنْهَا زَوْجُهَا الْفِدْيَةَ ثُمَّ خَطَبَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ قَالَ : يَتَزَوَّجُهَا وَيُسَمِّي لَهَا مَهْرًا جَدِيدًا .

''جب خلع کے وقت عورت کا شوہر مہر واپس لے لے، پھر اسے پیغام نکاح بھیجے، تو نکاح جدید اور نئے حق مہر کے ساتھ اسے بیوی بنا سکتا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 18510، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا بیوی کے سابقہ شوہر کے لڑکے کی بیوہ سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: ہوسکتا ہے۔

سوال: کیا بدعی عقیدہ کی عورت سے نکاح درست ہے؟

جواب: اہل بدعت کی عورت سے نکاح درست ہے۔

سوال: کیا فاسق کا نکاح درست ہے؟

جواب: کبیرہ گناہ سے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

سوال: نابالغ لڑکا لڑکی کا نکاح ہوا، بلوغت کے بعد لڑکے نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی، کیا لڑکی عدت گزارے گی؟

(جواب):خلوت سے پہلے طلاق ہو،تو کوئی عدت نہیں،اس پر اجماع ہے۔عورت فوراً آگے شادی کر سکتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾(الأحزاب : ٤٩)

''مؤمنو!جب مومن عورتوں سے نکاح کرلو،پھر دخول سے قبل طلاق دے دو، توان پرکوئی عدت نہیں۔بس انہیں فائدہ پہنچائیں اور عمدگی کے ساتھ چھوڑ دیں۔''

(سوال): نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی باکرہ نہیں ہے،کیا نکاح منعقد ہوا؟

(جواب):لڑکی والے دھوکہ دینے پر گناہ گار ہوں گے،البتہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(سوال):اگرعورت نکاح سے انکار کرے اور گواہوں میں اختلاف ہو،تو کیا حکم ہے؟

(جواب):اگر گواہوں میں اختلاف ہو جائے اور کوئی صورت ترجیح کی نہ ہو،تو عورت کے انکار پر فیصلہ کیا جائے گا،اس نکاح کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔

(سوال):اگرعورت کہے کہ میرا نکاح جبراً ہوا،مگر گواہ کہیں کہ رضا مندی سے ہوا،تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب):اگر گواہ عادل ہیں،تو ان کی گواہی معتبر مانی جائے گی،عورت کی بات کا اعتبار نہ ہوگا،البتہ اگرعورت نکاح قائم نہیں رکھنا چاہتی،تو وہ خلع لے سکتی ہے۔

(سوال): بیٹے کی بیوی کی حقیقی بہن سے باپ کی شادی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیٹے کی سالی سے باپ کی شادی ہوسکتی ہے،یہ حرام رشتہ میں سے نہیں۔

(سوال): اگر کوئی عورت نکاح کے وقت یہ شرط لگائے کہ پردہ نہیں کروں گی، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ شرط باطل ہے، مگر اس شرط پر نکاح کرنے سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(سوال): خالہ زاد بھانجی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جب خالہ زاد بہن سے نکاح ہوسکتا ہے، تو بھانجی سے بالا ولیٰ ہوسکتا ہے، بشرطیکہ کوئی دوسری وجہ حرمت نہ ہو۔

(سوال): حرمت رضاعت کی مدت کیا ہے؟

(جواب): حرمت رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔

(سوال): کنواری لڑکی کی اندام نہانی میں پھوڑا ہے، لڑکی کے ولی نے کسی غیر محرم معالج سے اس کا علاج کروایا، کیا وہ لڑکی کسی دوسرے مرد کے ساتھ بیاہی جائے یا اسی معالج کے ساتھ؟

(جواب): شدید ضرورت کے پیش نظر غیر محرم سے مخصوص اعضا کا علاج کروایا جا سکتا ہے۔ اس لڑکی کا نکاح ہر کسی سے ہوسکتا ہے۔

(سوال): سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سوتیلی ماں کی سگی بہن سے یعنی باپ کی سالی سے بیٹے کا نکاح جائز ہے۔

(سوال): بیوی کے مرنے کے بعد اس کی سوتیلی نانی سے شادی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): منگنی کے بعد زنا کیا، پھر نکاح کرلیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): دونوں زانی ہیں، البتہ نکاح کرنے پر نکاح منعقد ہو جائے گا اور وہ دونوں

ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں۔

(سوال): ایک شخص نے بیوہ سے بوس و کنار کیا، کیا عدت کے بعد ان کا نکاح درست ہے؟

(جواب): بوس و کنار پر گناہ گار ہوئے، البتہ ان کا نکاح کرنا شرعاً درست ہے۔

(سوال): کیا جوان عورت کا نکاح نابالغ لڑکے سے درست ہے؟

(جواب): اگر نابالغ کا ولی اس کا نکاح بالغہ سے کر دے، تو نکاح درست ہے، البتہ بلوغت کے بعد لڑکے کو نکاح قائم رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔

(سوال): دادا کے بھائی کی لڑکی، جو چچا کی بیوہ ہے، سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اس لڑکی سے نکاح درست ہے۔

(سوال): عدت میں نکاح کرلیا، بعد میں علیحدگی ہوگئی، کیا عدت کے بعد نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): عدت میں کیا گیا نکاح منعقد نہیں ہوا، بعد عدت کے نکاح کرنا جائز ہے۔

(سوال): اگر لڑکی سے جبراً نکاح کی اجازت لی جائے اور وہ دے دے، تو کیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

(جواب): جبری نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾(النَّحل : ١٠٦)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس پر اللہ کا غضب ہے)، سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اس کو کفر پر مجبور کیا جائے، تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح لڑکی نکاح کے لیے راضی نہ ہو اور اس سے زبردستی اقرار لیا جائے، تو جبری اجازت سے بالا ولی نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمَّا وَضَعَ اللّٰهُ عَنْهُ سَقَطَتْ أَحْكَامُ الْإِكْرَاهِ عَنِ الْقَوْلِ كُلِّهِ، لِأَنَّ الْأَعْظَمَ إِذَا سَقَطَ عَنِ النَّاسِ سَقَطَ مَا هُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ.

''جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے (مجبوری کی صورت میں) کفر معاف کر دیا ہے، تو مجبوری کی صورت میں کہے گئے تمام دیگر اقوال بھی معاف ہیں، کیونکہ جب لوگوں کو بڑی چیز معاف کر دی جائے، تو چھوٹی چیز خود بخود معاف ہو جاتی ہے۔''

(السنن الکبریٰ للبیهقي : 122/2)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خطا اور نسیان سے تجاوز کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کر دی ہے، ......اسی طرح مجبوری کی صورت میں کیے گئے کام سے معافی کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کی ہے۔''

(جامع العُلوم والحکم، ص 452)

سوال: بھائی کی بیوی کی سابقہ لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: بھائی کی ربیبہ سے نکاح درست ہے۔

سوال: ایک شخص دوسرے شخص کی منکوحہ سے زنا کرتا رہا، کیا زانی کی ہمشیرہ کا نکاح زانی منکوحہ کے بیٹے سے ہو سکتا ہے؟

(جواب): نکاح ہوسکتا ہے۔

(سوال): غیر شادی شدہ کافرہ مسلمان ہوئی، کیا اس کا نکاح فوراً کسی مسلمان سے ہو سکتا ہے؟

(جواب): قبول اسلام کے فوراً بعد اس نومسلمہ کا نکاح مسلمان لڑکے سے ہوسکتا ہے۔

(سوال): ایک لڑکی نے اسلام قبول کیا، مسلمان لڑکے سے نکاح کیا، مگر ابھی بھی لڑکی ہندوَوانہ طرز پر زندگی گزارتی ہے، نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر وہ دل سے اسلام کو قبول کر چکی ہے، اس پر راضی ہے، تو اس کا نکاح صحیح ہے، بدعملی کی وجہ سے نکاح میں حرج واقع نہیں ہوتا۔ البتہ اگر وہ ہندوَانہ طرز عبادت کو پسند کرتی ہے اور اسلام کے علاوہ دین کو بھی حق مانتی ہے، تو وہ کافرہ اور مرتدہ ہے، اس سے نکاح ختم ہوجائے گا۔

(سوال): دو سگی بہنوں سے نکاح کیا، ان سے جو اولاد پیدا ہوئی، کیا ان کا آپس میں نکاح درست ہے یا نہیں؟

(جواب): دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ پہلی بہن سے جو اولاد ہوئی، وہ جائز ہے اور دوسری بہن سے جو اولاد ہوئی، وہ ناجائز ہے، کیونکہ ایک بہن کے ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ البتہ دونوں بہنوں کی اولادوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ دونوں ایک ہی شخص کی اولاد ہیں، گو کہ ایک بہن کی اولاد حلال اور دوسرے کی حرام ہیں۔

(سوال): ماموں کی بیوہ ممانی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ماموں کی بیوہ سے نکاح ہوسکتا ہے، بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ ہو۔

(سوال): دو بہنیں ہیں، ایک چچا کے نکاح میں ہے اور دوسری بھتیجا کے نکاح میں، دونوں کی اولادوں کا آپس میں نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): دونوں کی اولادوں کا آپس میں نکاح درست ہے۔

(سوال): جو لڑکی اس شرط پر نکاح کرے کہ جس لڑکے سے اس کے ناجائز تعلقات تھے، بعد نکاح بھی رکھے گی، کیا اس شرط سے نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(جواب): یہ شرط باطل ہے، البتہ اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(سوال): بالغ لڑکے کی غیر موجودگی میں اس کا ولی اس کا نکاح کر دے، جبکہ لڑکے نے ولی کو نکاح کرنے کی اجازت بھی نہیں دی، کیا اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(جواب): جب تک بالغ لڑکے ولی یا کسی شخص کو اپنا وکیل مقرر نہیں کرتا، اس کی طرف سے نکاح نہیں کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی بغیر وکالت کے نکاح کر دے، تو وہ منعقد نہ ہوگا۔

(سوال): دو طلاق کے بعد عدت گزر گئی، کیا دونوں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں؟

(جواب): دو طلاق کے بعد عدت گزر جائے، تو نکاح جدید اور نئے حق مہر کے ساتھ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔

(سوال): بھائی کی بالغہ بیوہ سے عدت سے قبل نکاح کر لیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک بیوہ کی عدت یعنی چار ماہ دس دن نہیں گزر جاتے، اس سے نکاح جائز نہیں، یہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

(سوال): اگر کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں سے نکاح کروں، تو گویا اپنی ماں یا بہن سے نکاح کروں، پھر اسی لڑکی سے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح منعقد ہو گیا، اس کی بات لغو قرار پائے گی، اس پر کچھ کفارہ نہیں۔

(سوال): مرتد ہونے کے بعد عورت پھر مسلمان ہوجائے ،تو کیا نکاح کرسکتی ہے؟

(جواب): دوبارہ اسی مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے، جو مرتد ہونے سے پہلے اس کا شوہر تھا۔

(سوال): تیس سالہ بیوہ کا نکاح سات سالہ نابالغ سے کرنا کیسا ہے؟

(جواب): تیس سالہ بیوہ کا نکاح عدت کے بعد سات سالہ نابالغ سے کرنے میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔ یہ نکاح صحیح ہے، البتہ لڑکے کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔

(سوال): اجنبیہ کو سگی بیٹی مانا، پھر اسی سے نکاح کرلیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح درست ہے۔

(سوال): جس عورت کا بوسہ لیا، اس کی لڑکی سے نکاح درست ہے؟

(جواب): اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

(سوال): لڑکی سے روپیہ لے کر نکاح کیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر حق مہر دیا، ولی بھی راضی ہے، تو نکاح منعقد ہوگیا، البتہ لڑکی سے روپیہ لینا لڑکے کے لیے جائز نہیں۔

(سوال): استاذ یا پیر کی بیوہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بیوی کے باپ کی بیوہ، جو بیوی کی ماں نہیں، سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس سے نکاح درست ہے۔

(سوال): حلالہ کی نیت سے مطلقہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): حلالہ کی نیت سے نکاح کرنا جائز نہیں، یہ نکاح باطل ہے، منعقد نہیں ہوتا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے بارے پوچھا گیا، فرمایا:

هُمَا زَانِيَانِ وَإِنْ مَكَثَا عَشْرَ سِنِينَ أَوْ عِشْرِينَ سَنَةً، إِذَا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا لِذٰلِكَ .

''دونوں زانی ہیں، خواہ دس سال اکٹھے رہ چکے ہوں یا بیس سال۔''

(المطالب العالية لابن حجر : 1693، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

يَكُونُ كَنِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَيُبْطَلُ هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''نکاح حلالہ، نکاح متعہ کی طرح ہے، اسے باطل قرار دیا جائے گا، یہی درست معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم!۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 234/13)

❁ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (۶۸۵ھ) فرماتے ہیں:

''حلالہ کرنے والا وہ ہے، جو ایسی عورت سے شادی کرتا ہے، جس کو تین طلاقیں دے دی گئی ہیں، شادی سے اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ وطی کے بعد اسے طلاق دے دے گا، تا کہ جس شوہر نے پہلے طلاق دی تھی، اس کے لیے حلال ہو جائے، گویا وہ نکاح اور وطی کے ساتھ اس عورت کو پہلے خاوند پر حلال کر رہا ہے۔ جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے، اس سے مراد پہلا شوہر ہے۔ ان دونوں پر لعنت اس لیے کی گئی ہے، کیونکہ یہ عمل ان کی ہتک عزت اور قلت غیرت کا باعث ہے، نیز یہ عمل ان کے کمینے اور گھٹیا پن پر دلالت کرتا ہے۔ جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے، اس کی بہ نسبت تو یہ بالکل واضح ہے، جبکہ

حلالہ کرنے والے کی بہ نسبت اس طرح کہ اس نے کسی کی غرض کے لیے
عورت سے وطی کر کے خود کو گرا دیا ہے، کیونکہ اس نے وطی اس لیے کی ہے،
تا کہ وہ اسے اس شخص کو وطی کے لیے دے، جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے۔ اسی
لیے نبی کریم ﷺ اسے کرائے کے سانڈ سے تشبیہ دی ہے۔''

(تحفة الأبرار : 392/2، مرقاة المفاتيح للملا علي القاري : 2149/5)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''حلالہ کرنے والے کا (عارضی) نکاح، نکاح متعہ سے بھی بدتر ہے، کیونکہ
نکاحِ حلالہ (اسلام کے) کسی دور میں بھی جائز نہیں ہوا، حلالہ کرنے والا عقد
نکاح اس لیے باندھتا ہے کہ (بعد میں) اسے ختم کر دے گا اور یہ عارضی نکاح
کسی صورت میں بھی درست نہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 108/32)

۞ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ حلالہ کا نکاح حرام اور باطل ہے، سب اہل علم کا یہی
مذہب ہے۔ ......جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم نے نام ذکر کیے ہیں، ان کا بھی
یہی مذہب ہے، صحابہ میں کوئی مخالف نہیں، لہٰذا اس پر (صحابہ کا) اجماع ہوا۔''

(المُغني : 180/7-182)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْفَتْوٰی كُلُّهُمْ أَنَّهٗ إِذَا شُرِطَ التَّحْلِيلُ فِي الْعَقْدِ
كَانَ بَاطِلًا .

''تمام ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے کہ جب نکاح میں حلالہ کی شرط لگائی جائے، تو وہ باطل ہوجاتا ہے۔'' (مَجموع الفتاویٰ: ۱۵۵/۳۲)

۞ علامہ کرمانی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

بُطْلَانُ النِّكَاحِ حِينَئِذٍ اِتِّفَاقًا .

''(حلالہ کی نیت سے کیا جانے والا) یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے۔''

(شرح المَصابیح: 33/4)

سوال: غیر مدخولہ کو طلاق دی، کیا اسے دوبارہ بیوی بنا سکتا ہے؟

جواب: غیر مدخولہ کے لیے ایک طلاق ہے، اس پر کوئی عدت نہیں۔ نکاح جدید اور مہر کے ساتھ دونوں دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔

سوال: کیا ایک عورت اور اس کے سابقہ شوہر کی دوسری بیوی سے بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کیا جا سکتا ہے۔

سوال: نکاح فسخ ہونے کے بعد دوسرا نکاح کب جائز ہے؟

جواب: غیر مدخولہ فوراً آگے شادی کر سکتی ہے اور مدخولہ اگر سابقہ مرد سے شادی کرنا چاہتی ہے، تو فوراً کر سکتی ہے اور اگر کسی اور سے شادی کرنا چاہتی ہے، تو نکاح سے پہلے ایک حیض عدت گزارے گی۔

سوال: متبنیٰ (منہ بولا) بھتیجے کا چچا کی بیوہ سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اگر نکاح کے وقت یہ شرط لگائی جائے کہ مہر کی رقم لڑکی کے والدین کو ملے

گی، کیا اس سے نکاح منعقد ہوگا؟

جواب: یہ شرط باطل ہے، البتہ اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اگر لڑکی اپنی رضا مندی سے مہر کی رقم والدین کو دے دے، تو کوئی حرج نہیں، البتہ اگر لڑکی راضی نہیں، تو والدین مہر کی رقم لینے پر گناہ گار ہوں گے، کیونکہ مہر لڑکی کا حق ہے، جس میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں۔

سوال: نکاح اس شرط پر کیا کہ لڑکی پردہ کرے گی، مگر نکاح کے بعد لڑکی نے پردہ توڑ دیا، نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح قائم ہے، البتہ لڑکی نہ صرف شرط توڑنے پر، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے پر سخت گناہ گار ہوگی۔

سوال: ایک بہن کے لڑکے کا نکاح دوسری بہن کی پوتی سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ دونوں بہنوں کی اولادوں کا بھی آپس میں نکاح ہوسکتا ہے۔

سوال: سوتیلی ساس سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے۔

سوال: تفضیلی شیعہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: تفضیلی شیعہ کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے۔

سوال: بیوہ سے زنا کیا، پھر نکاح کیا، کیا نکاح منعقد ہوا؟

جواب: نکاح درست ہے۔ حرام کام حلال کام کو حرام نہیں کرتا۔

سوال: غیر مدخولہ کو متعدد بار طلاق دی، کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مدخولہ کی طلاق ایک ہے، وہ ایک سے ہی فارغ ہو جاتی ہے اور فوراً

آگے شادی کرسکتی ہے۔

(سوال): بیوی فوت ہوچکی ہے، کیا سالہ کی بیٹی سے شادی کرسکتا ہے؟

(جواب): کرسکتا ہے۔

(سوال): کیا کسی اجنبی عورت کو سگی بہن کہنے سے نکاح حرام ہوجاتا ہے؟

(جواب): کسی اجنبی عورت کو سگی بہن یا ماں کہنے یا ماننے سے وہ اس پر حرام نہیں ہوتی۔ وہ آپس میں نکاح کرسکتے ہیں۔

(سوال): بعض علاقوں میں رواج ہے کہ وہ بیوہ کا نکاح لڑکے والوں کو پیسے دے کر کرتے ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر حق مہر کی ادائیگی ہوئی ہے، تو اس طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے، البتہ روپیہ لینے دینے سے فریقین گناہ گار ہوں گے۔

(سوال): چچا کے نواسہ کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): جو نکاح منعقد نہ ہو، اس میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): جو نکاح منعقد ہی نہ ہوا ہو، اس میں طلاق نہیں۔

(سوال): بیوی سے لواطت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): لواطت ایسا قبیح فعل ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام اور کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔ لہٰذا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

✿ علامہ مظہری زیدانی حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوَطْءَ فِي الدُّبُرِ مُحَرَّمٌ فِي جَمِيعِ الْأَدْيَانِ.

''عورت کے ساتھ غیر فطری مجامعت تمام ادیان میں حرام ہے۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح : ٥٤/٤)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''عورت سے غیر فطری مجامعت کسی نبی کی شریعت میں روا نہیں تھی، بعض سلف کی طرف اس کا جواز منسوب کرنے والا جھوٹا ہے۔''

(زاد المَعاد : ٢٥٧/٤)

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْإِتْيَانُ فِي الدُّبُرِ فَحَرَامٌ، فَمَنْ فَعَلَهُ جَاهِلًا بِتَحْرِيمِهٖ، نُهِيَ عَنْهُ، فَإِنْ عَادَ عُزِّرَ.

''بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع حرام ہے، جو اس کی حرمت سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کرے، اسے روکا جائے گا، دوبارہ کرے، تو اسے تعزیرا سزا دی جائے گی۔''

(شرح السُّنّة : ٦/٩)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''عورتوں سے غیر فطری مجامعت کرنا قوم لوط کے عمل سے ملتا جلتا کام ہے، اس کے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہے، سوائے سلف میں سے ایک شاذ قول کے، حالانکہ اس فعل سے ممانعت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : ١٨٣/٣)

۞ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

اِسْتِحْلَالُ اللَّوَاطَةِ بِزَوْجَتِهٖ كُفْرٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

''بیوی سے غیر فطری مجامعت کو حلال سمجھنا جمہور علما کے نزدیک کفر ہے۔''

(الأشباه والنّظائر، ص ١٩١)

معزز قارئین! آپ کو بتاتے چلیں کہ یہ برا کام شیعہ مذہب میں جائز ہے۔

❀ خمینی شیعہ نے لکھا ہے:

اَلْأَقْوٰی وَالْأَظْهَرُ جَوَازُ وَطْئِ الزَّوْجَةِ مَعَ الدُّبُرِ عَلٰی كَرَاهِيَةٍ شَدِيدَةٍ.

''قوی ترین اور راجح بات یہ ہے کہ شدید کراہت کے باوجود بیوی سے غیر فطری مجامعت کرنا جائز ہے۔''(تحرير الوسيلة : ٢/٢٤١)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

''عورت کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنا کتاب وسنت کی رو سے حرام ہے۔ جمہور سلف وخلف کا قول بھی یہی ہے، بلکہ یہ لواطت سے ملتا جلتا فعل بد ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ٣٢/٢٦٦-٢٦٧)

❀ عطاء رحمہ اللہ سے عورتوں سے غیر فطری مباشرت کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

تِلْكَ كُفْرٌ، مَا بَدَأَ قَوْمُ لُوطٍ إِلَّا ذَاكَ، أَتَوُا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ، ثُمَّ أَتَى الرِّجَالُ الرِّجَالَ.

''یہ کفر ہے۔ قوم لوط نے اسی فعل سے ابتدا کی تھی، پہلے وہ عورتوں کی دبر میں جماع کرتے تھے، پھر مردوں سے کرنے لگے۔''

(مَساوي الأخلاق للخرائطي : ٤٢٥، وسندهٗ حسنٌ)

❀ طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا، جو اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے، تو فرمایا:

ذٰلِكَ الْكُفْرُ .　　　　"یہ کفر ہے۔"

(السّنن الکبرٰی للنّسائي : ٩٠٠٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **ایک روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:**

هٰذَا يَسْأَلُنِي عَنِ الْكُفْرِ؟ .

"یہ شخص مجھ سے کفر کے بارے میں پوچھتا ہے؟"

(مصنّف عبد الرّزاق : ٤٤٢/١١، ح : ٢٠٩٥٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔**

(تفسير ابن كثير : ٥٩٣/١)

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "قوی" کہا ہے۔**

(التّلخيص الحبير : ٣٩٠/٣)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

اِئْتِ حَرْثَكَ مِنْ حَيْثُ نَبَاتُهٗ .

"اپنی کھیتی (بیوی) سے اس جگہ پر جماع کیجئے، جہاں سے کچھ اُگ سکے۔"

(السّنن الکبرٰی للبيهقي : ١٩٦/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **خود طاؤس رحمہ اللہ سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:**

تِلْكَ كُفْرَةٌ .　　　　"یہ کفر ہے۔"

(السّنن الکبرٰی للنّسائي : ٩٠٠٦، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَتٰى أَدْبَارَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَقَدْ كَفَرَ .

''مردوں یا عورتوں سے غیر فطری عمل کا مرتکب، کفر کا مرتکب ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ۹۰۲۱، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَلْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ إِلَّا كَافِرٌ؟

''بھلا کافر کے علاوہ بھی کوئی ایسا کر سکتا ہے؟''

(زوائد مسند الإمام أحمد : ۲/۲۱۰، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ائمہ طاؤس، سعید بن مسیّب، مجاہد اور عطا بن ابی رباح رحمہم اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُنْكِرُونَ إِتْيَانَ النِّسَاءِ فِي أَدْبَارِهِنَّ وَيَقُولُونَ : هُوَ كُفْرٌ .

''یہ تابعین رحمہم اللہ عورتوں کی دبر میں جماع سے منع کرتے تھے اور کہتے کہ یہ کفر ہے۔''

(سنن الدّارمي : ۱۱۸۵، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام عکرمہ رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ إِتْيَانَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهٗ فِي دُبُرِهَا، وَيَعِيبُهٗ عَيْبًا شَدِيدًا .

''آپ رضی اللہ عنہما مرد کے عورت کی دبر میں جماع کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کو سخت برا جانتے تھے۔''(سنن الدّارمي : ۱۱۷۸، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام مجاہد رحمہ اللہ فرمانِ باری تعالیٰ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

''اللہ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں محبوب رکھتے ہیں۔''

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا، فَلَيْسَ مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ .

''جو بیوی سے دبر میں جماع کرے، وہ پاکیزہ خصلت نہیں۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٩٠٢٢، تفسير الطّبري : ٧٤٣/٣، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُهُ حَرَامٌ .

''میرے علم کے مطابق یہ حرام ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٩١٢٨، وسندهٗ صحيحٌ، طبع دار التأصيل)

تحفۃ الاشراف للمزی (۷۳۱۴) میں مَا عَلِمْتُ حَرَامًا کے الفاظ ہیں۔ یہ نسخے کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

سوال: جس نے کسی اجنبی عورت سے لواطت کی، کیا اس سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے بیوی سے لواطت کی، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا، البتہ لواطت کے ارتکاب سے سخت گناہ گار ٹھہرا۔ اس پر توبہ ہے۔

سوال: جو مرتدہ دوبارہ مسلمان ہو جائے، کیا وہ پہلے شوہر کے بجائے کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے؟

جواب: کر سکتی ہے۔

(سوال): ایک ماں سے دو بہنیں ہیں، باپ جدا جدا ہیں اور ایک ماں سے دو بھائی ہیں اور دونوں کے باپ جدا جدا ہیں، کیا دونوں بھائیوں کی شادی دونوں بہنوں سے کی جاسکتی ہے؟

(جواب): کی جاسکتی ہے۔

(سوال): جس سوتیلی ساس سے زنا کیا، کیا اس سے نکاح درست ہے؟

(جواب): اس سے نکاح درست ہے۔

(سوال): پیر کا مریدنی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بیوی کی موجودگی میں اس کی سوتیلی ماں سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کی موجودگی میں بیوی کے والد کی بیوہ جو بیوی کی ماں نہیں، سے نکاح جائز اور درست ہے۔ یہ حقیقی ساس نہیں ہے۔

(سوال): دیور سے بیوہ کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

(جواب): عدت کے بعد نکاح درست ہے۔

(سوال): اگر کوئی بیوہ عورت تنگ دستی کی وجہ سے اپنی اولاد کی خاطر خود کو بیچ دے اور کسی کی مملوکہ بن جائے، تو کیا اس پر لونڈیوں کے احکام لاگو ہوں گے؟

(جواب): لونڈی اسی کو کہتے ہیں، جو اسلام اور کفر کی جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہو۔ آزاد عورت کسی کی مملوکہ نہیں بن سکتی۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): علاتی بہن کے شوہر کی لڑکی، جو دوسری بیوی سے ہے، سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح ہو سکتا ہے، یہ حقیقی بھانجی نہیں۔

(سوال): بیوہ سے اپنی اور اس کی لڑکیوں سے اپنے لڑکوں کی شادی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): دونوں نکاح جائز ہیں۔

(سوال): مرد نے کہا کہ مجھ پر اپنی اس بیوی کی زندگی میں دوسرا نکاح حرام ہے، پھر دوسرا نکاح کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایک بیوی کی موجودگی میں خود پر دوسرا نکاح حرام کرنا جائز نہیں، بعد اس کے کہ شریعت نے دوسرا نکاح جائز رکھا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص خود پر دوسرا نکاح حرام کرے اور بعد میں دوسرا نکاح کرلے، تو وہ نکاح صحیح ہے۔

(سوال): رنڈی سے نکاح کر کے فوراً جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): رنڈی سے نکاح صحیح ہے، اس سے فوراً وطی جائز ہے، اس پر عدت نہیں۔

(سوال): مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہو کر جو کسی دوسرے مرد سے نکاح کیا، کیا وہ نکاح درست ہے؟

(جواب): وہ نکاح درست ہے، کیونکہ مرتد ہونے سے پہلا نکاح ختم ہو چکا تھا۔

(سوال): ایک مسلمان عیسائی عورت سے زنا کرتا ہے، جس سے وہ حاملہ ہو گئی، بعد

میں عورت بھی مسلمان ہوگئی، کیا وہ عورت اسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: کر سکتی ہے۔

سوال: زنا کا بچہ کس کی طرف منسوب ہوگا؟

جواب: اگر عورت شادی شدہ ہے، تو بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا، جس کے عقد میں زانی عورت اس وقت موجود ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ لہذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے، اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہذا وہ لڑکا تا وقت وفات سیدہ

سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔"

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

سوال: ایک عیسائی عورت عرصہ ڈیڑھ سال سے بیوہ ہے، وہ مسلمان ہوئی، کیا اس سے فوراً نکاح ہوسکتا ہے یا وہ عدت گزارے گی؟

جواب: مسلمان ہونے کے بعد اس سے فوراً نکاح درست ہے، اس پر عدت نہیں۔

سوال: اپنے داماد کی بہن سے شادی کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، یہ حرام رشتوں میں سے نہیں۔

سوال: جس گم شدہ شوہر کے فوت ہونے کا ظن غالب ہو، کیا اس کی بیوہ آگے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بیوی کو شوہر کی موت کا ظن غالب ہو چکا ہے، تو وہ چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر گزار کر آگے شادی کر سکتی ہے۔

سوال: کیا منکوحہ غیر مدخولہ مطلقہ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جب منکوحہ مدخولہ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کیا جا سکتا ہے، تو غیر مدخولہ مطلقہ کی لڑکی سے بالا ولیٰ کیا جا سکتا ہے۔

سوال: طوائفہ کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: شرعاً طوائفہ کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔

(سوال): طوائفہ بیوی کی ناجائز کمائی لینا کیسا ہے؟

(جواب): یہ کمائی حرام اور ناجائز ہے۔

❁ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ .

''رسول اللہ ﷺ نے کتے کی کمائی، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2237، صحيح مسلم : 1567)

❁ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ .

''کتے کی کمائی خبیث ہے، زانیہ کی اجرت خبیث ہے اور سینگی لگانے کی مزدوری بھی خبیث ہے۔''

(صحيح مسلم : 1568)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ .

''رسول اللہ ﷺ نے، کتے، زنا اور سینگی کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 7976، سنن النسائي : 4673، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ، وَلَا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، وَلَا مَهْرُ الْبَغِيِّ .

''کتے کی کمائی حلال نہیں ہے، اسی طرح کاہن کی کمائی اور زانیہ کی اجرت بھی حلال نہیں ہے۔''

(سنن أبي داود : 3484، صحيح أبي عوانة : 5273، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 426/4)

سوال: جس کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھا، اس سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا کیسا ہے؟

جواب: شرعاً اس شخص سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا درست ہے، زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: شیعہ لڑکی سے نکاح کیا، پھر وہ لڑکی تائب ہوگئی، کیا نکاح دوبارہ کیا جائے گا؟

جواب: تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

سوال: کسی بزرگ کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: لڑکی کو ایک لڑکا دکھایا گیا، اس نے نکاح کے لیے ہاں کر دی، پھر کسی دوسرے لڑکے سے شادی کر دی، اب لڑکی انکار کر رہی ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح فسخ ہے، اس لیے کہ لڑکی اس لڑکے کے ساتھ نکاح پر راضی نہیں ہے، اس نے جو رضامندی کا اظہار کیا، وہ دوسرے لڑکے سے کیا تھا، جسے بدل دیا گیا۔

سوال: جس مسلمان عورت کا نکاح قادیانی سے کیا گیا، کیا وہ عورت بغیر طلاق کے دوسرے مسلمان سے شادی کر سکتی ہے؟

(جواب): قادیانی شرعاً وقانوناً کافر ہیں، ان سے مسلمانوں کے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتے۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان عورت کا قادیانی سے نکاح ہو جائے، تو وہ بلا طلاق یا خلع آگے نکاح کر سکتی ہے، کیونکہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

(سوال): ایک ولی کسی شخص کو کہے کہ اگر تو نے فلاں کام کر دیا، تو میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا، وہ کچھ گواہوں کے رو برو کہے کہ مجھے قبول ہے، اگر وہ کام کر دے، تو کیا نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(جواب): جو نکاح مستقبل کی کسی شرط پر معلق کیا جائے، وہ منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): علاتی بھائی کی بیوی کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جس شیعہ عورت نے توبہ کر لی ہو، کیا اس سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): اس سے نکاح جائز ہے۔

(سوال): بیوی اور سوتیلی ساس کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

(جواب): دونوں کو ایک نکاح میں جمع کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): جس شخص کی بیٹی نکاح میں ہو، کیا اس شخص کے مرنے کے بعد اس کی دوسری بیوہ سے نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): سسر کی بیوہ جو بیوی کی ماں نہ ہو، سے نکاح شرعاً درست ہے، یہ حقیقی ساس نہیں۔ نیز بیوی اور سوتیلی ساس کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہے۔

(سوال): نامرد اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہے، کیا اس عورت کا آگے نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): وہ بیوی کو ایک طلاق دے کر فارغ کر دے۔ عورت تین حیض عدت گزار کر

آگے شادی کرسکتی ہے۔

(سوال): جس نے عدت میں نکاح کر کے تین طلاقیں دے دیں، کیا عدت کے بعد وہ دوبارہ اسی سے نکاح کرسکتا ہے؟

(جواب): عدت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا اس کی دی ہوئی طلاقیں بھی کالعدم ہیں، اس سے بعد عدت کے وہ نکاح کرسکتا ہے۔

(سوال): جو طوائفہ اپنا ناجائز پیشہ نہ چھوڑے، کیا اس سے نکاح ہو جائے گا؟

(جواب): جو طوائفہ ناجائز پیشہ نہ چھوڑے، اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر اس سے نکاح کرلیا، تو منعقد ہو گیا۔

(سوال): جس کا شوہر عیسائی ہو جائے، وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): اُسے چاہیے کہ شوہر کو توبہ کی دعوت دے، قبول کرلے، تو نکاح قائم ہے، ورنہ نکاح ختم ہو جائے گا، دونوں میں جدائی ہو جائے گی، طلاق یا خلع کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے لیے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، نہ کہ مردوں سے۔ اس لیے وہ ایک حیض عدت کے بعد آگے شادی کرسکتی ہے۔

(سوال): بھائی کی پوتی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): بیوہ ممانی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوہ ممانی سے بعد عدت نکاح ہوسکتا ہے، بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ ہو۔

(سوال): اگر ایک معتبر گواہ کسی شخص کے متعلق خبر دے کہ وہ مرتد ہو چکا ہے، کیا اس کی بیوی آگے شادی کرسکتی ہے، جبکہ میاں بیوی کا آپس میں رابطہ بھی نہیں ہے؟

جواب: اگر گواہ معتبر ہے، تو اس کی گواہی پر عورت ایک حیض عدت گزار کر آگے شادی کر سکتی ہے۔

سوال: کیا کتابیہ حربیہ سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی پاک دامن عورتیں، خواہ وہ ذمی ہوں یا حربی، سے نکاح جائز ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ اَخْدَانٍ﴾(المائدة : 5)

''اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں)، بشرطیکہ تم ان کا مہر ادا کرو، تمہارا مقصد پاکدامنی حاصل کرنا ہو۔ اعلانیہ زنا، یا پوشیدہ طور پر آشنائی کی نیت نہ ہو۔''

تنبیہ:

❁ امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ اہل کتاب کی حربی عورتوں سے نکاح ناجائز خیال کرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 158/4/2، وسندهٗ صحيحٌ)

حربی یا غیر حربی کی کوئی قید نہ کتاب وسنت میں مذکور ہے، نہ صحابہ کرام نے بیان کی، اس لیے کتابیہ حربیہ سے بھی نکاح جائز ہے۔

سوال: قادیانیت سے جو توبہ کر چکا ہو، کیا اس سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): جو شخص قادیانیت چھوڑ کر مسلمان ہو جائے، اس سے نکاح جائز ہے۔

(سوال): بت پرست کو مسلمان بنا کر شادی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر واقعتاً وہ بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جائے، تو بہت اچھا ہے، اس سے شادی جائز ہے۔

(سوال): عیسائی عورت سے نکاح کیا، کیا اسے اسلام پر مجبور کر سکتا ہے؟

(جواب): کسی غیر مسلم کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، یہ منع ہے۔ البتہ اسلام کی دعوت دی جا سکتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾(البقرة : ٢٥٦)

''دین (اسلام قبول کرنے) میں جبر نہیں۔''

(سوال): کیا کتابیہ عورت کو پردہ کرنے پر مجبور کر سکتا ہے؟

(جواب): کتابیہ عورت کو پردہ کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، کیونکہ پردے کا تعلق اس کی غیرت اور عزت کے ساتھ بھی ہے۔

(سوال): عورت نے اس وعدہ پر طلاق حاصل کی کہ فلاں شخص سے شادی نہیں کروں گی، کیا اسی شخص سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): طلاق کے لیے اس طرح کی شرط لگانا درست نہیں، طلاق ہو گئی، عورت بعد عدت کسی سے بھی شادی کر سکتی ہے، اس لڑکے سے بھی کر سکتی ہے، جس سے شادی نہ کرنے کے وعدہ پر طلاق حاصل کی تھی۔ یہ نکاح صحیح ہوگا۔

(سوال): چچا کی پوتی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح درست ہے۔

سوال: نابالغ ہندولڑکی ایک شخص کی دعوت پر مسلمان ہوئی، کیا بلوغت کے بعد اسی شخص سے شادی کر سکتی ہے؟

جواب: کر سکتی ہے۔

سوال: کیا نکاح حلالہ سے عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے؟

جواب: نکاح حلالہ باطل ہے، یہ منعقد نہیں ہوتا اور عورت پہلے شوہر کے لیے حلال بھی نہیں ہوتی، کیونکہ پہلے شوہر پر حلال ہونے کے لیے نکاح صحیح شرط ہے اور حلالہ نکاح صحیح نہیں، بلکہ باطل ہے۔ حلالہ سے عورت کو پہلے شوہر کے لیے حلال کرنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی زنا سے پہلے شوہر کے لیے حلال کرے، کیونکہ حلالہ کو زنا کہا گیا ہے۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَهَا أَخٌ لَّهُ مِنْ غَيْرِ مُؤَامَرَةٍ مِّنْهُ، لِيُحِلَّهَا لِأَخِيهِ، هُوَ تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ : لَا، إِلَّا نِكَاحُ رَغْبَةٍ، كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا سِفَاحًا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے، پھر اس سے مشورہ کیے بغیر اس کا بھائی حلالے کی نیت سے اس عورت سے نکاح کرتا ہے، کیا اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں، (دوسرے کے لیے) صرف دوام کی نیت سے نکاح کرنا (صحیح ہے)،

ہم اس (حلالہ) کو عہد نبوی میں زنا شمار کرتے تھے۔''

(المستدرك للحاكم : ١٩٩/٢، ح : ٢٨٠٦، السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٢٠٨/٧)

اس کی سند ''صحیح متصل'' ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ . ''اس کے راوی صحیح بخاری والے ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : ٢٦٧/٤)

۞ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے بارے پوچھا گیا، فرمایا:

هُمَا زَانِيَانِ وَإِنْ مَكَثَا عَشْرَ سِنِينَ أَوْ عِشْرِينَ سَنَةً، إِذَا أَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا لِذٰلِكَ .

''دونوں زانی ہیں، خواہ دس سال اکٹھے رہ چکے ہوں یا بیس سال۔''

(المطالب العالية لابن حجر : 1693، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ علامۃ الہند نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ (١٣٠٧ھ) لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ حلالہ کرنے والے پر لعنت کی احادیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہیں، جن میں سے بعض کی سند صحیح اور بعض کی حسن ہے۔ لعنت ہمیشہ اسی کام پر کی جاتی ہے کہ جو شریعت کی نظر میں ناجائز ہو، بلکہ جو بہت بڑا گناہ ہو۔ لہٰذا حلالہ کرنا ناجائز فعل ہے، کیونکہ اگر حلالہ جائز ہوتا، تو حلالہ کرنے والے اور اس پر راضی ہونے والے پر لعنت نہ کی جاتی۔ جب فاعل (حلالہ کرنے والا) ہی اپنے فعل کی حرمت پر دلالت کناں ہے، تو اس فعل کی حرمت

پر کسی اور لفظ کی ضرورت نہ رہی۔ اور جب یہ فعل ہی حرام اور ناجائز ہوا، تو یہ وہ نکاح نہ ہوا کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے: ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (حتی کہ وہ کسی اور سے ازدواج کر لے۔) مثلاً جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کی بیع کرنے والے پر لعنت کی ہے، لیکن ''بائع'' (بیع کرنے والے) کے لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ شراب کی بیع جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت دہندہ بیوع میں داخل ہے: ﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ﴾ (اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے۔) بات بالکل واضح ہے۔ (رد کی ضرورت نہیں)۔''

(الرّوضة النّدِيّة : 2/17-18)

سوال: اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر عیسائی ہو جائے، تو اس کا نکاح قائم رہتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: اسلام کو چھوڑنے والی مرتدہ ہے، خواہ کسی بھی مذہب میں جائے، اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مرتد ہو کر عیسائی ہونے والی عورت سے نکاح ختم ہو گیا، البتہ چونکہ اب وہ اہل کتاب بن چکی ہے، تو دوبارہ اسی عورت سے نکاح جدید کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا زوجہ سے حالت حمل میں وطی جائز ہے؟

جواب: حاملہ زوجہ سے وطی جائز ہے، اس میں کوئی شرعی وطبی قباحت نہیں، البتہ احتیاط ملحوظ رکھی جائے۔

سوال: بچے کی ولادت کے بعد نفاس والی عورت کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: خون نفاس دراصل خون حیض ہوتا ہے، اس کا وہی حکم ہے جو حیض کا ہے۔

خون نفاس کے چند مسائل درج ذیل ہیں:

① حیض کا خون نجس ہے، نفاس کا خون بھی نجس ہے۔

② حیض کے بعد غسل واجب ہے، نفاس کے بعد بھی غسل واجب ہے۔

③ حیض میں جماع حرام اور ممنوع ہے، نفاس میں بھی حرام وممنوع ہے۔

④ حیض میں شرمگاہ کے علاوہ جنسی تعلق قائم کرنا جائز ہے، نفاس میں بھی جائز ہے۔

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نفاس اور حیض کا حکم ایک ہے، جو اعمال و افعال حائضہ پر حرام ہیں، وہی نفاس والی پر حرام ہیں، جو عمل حائضہ سے ساقط ہے وہی نفاس والی سے ساقط ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح نفاس والی سے جماع حرام اور مباشرت جائز ہے، شرمگاہ کے علاوہ فائدہ اٹھانا بھی درست ہے۔''

(المغني :362/1)

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَطْئُ النُّفَسَاءِ كَوَطْئِ الْحَائِضِ حَرَامٌ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ .

''حائضہ کی طرح نفاس والی سے جماع باتفاق ائمہ حرام ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی :624/21)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (1250ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ وَقَعَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ النِّفَاسَ كَالْحَيْضِ فِي جَمِيعِ مَا يَحِلُّ وَيَحْرُمُ وَيُكْرَهُ وَيُنْدَبُ .

''اس پر اجماع ہے کہ تمام حلال وحرام اور مکروہات ومندوبات میں نفاس کے

احکام حیض کی طرح ہیں۔‘‘

(نيل الأوطار في شرح المنتقٰى من الأخبار في الأحكام :353/1)

⑤ حیض میں نماز، روزہ، قرآنِ مجید کی تلاوت، مسجد میں داخل ہونا اور طواف کعبہ ممنوع ہے، اسی طرح نفاس میں ممنوع ہے۔

⑥ حیض کے بعد غسل سے پہلے جماع جائز نہیں، نفاس کے بعد بھی غسل سے پہلے جماع جائز نہیں۔

⑦ حیض رات کو ختم ہو تو فجر سے پہلے غسل کر کے نماز ادا کرے گی، یہی حکم نفاس کا ہے۔

⑧ اعتکاف میں حیض کا خون جاری ہو تو اعتکاف فاسد ہوگا۔ نفاس کا حکم بھی یہی ہے۔

⑨ نفاس کا خون ختم ہونے پر نماز، روزہ کی ادائیگی کرے، چالیس دن کے اندر اندر پھر خون جاری ہو تو نماز، روزہ سے رک جائے۔ کیونکہ یہ نفاس کا خون ہے۔

⑩ چالیس دن کے بعد بھی خون جاری رہے تو نماز روزے کی ادائیگی کرے، کیونکہ یہ نفاس کا خون نہیں، بلکہ کوئی بیماری ہے۔

⑪ حیض ونفاس میں روزہ حرام ہے۔ علم کے باوجود روزہ رکھنا گناہ ہے۔

⑫ نماز فجر کے فوراً بعد یا دن کے اول حصے میں حیض ونفاس ختم ہو تو اسی وقت روزے کی نیت کرنا درست نہیں، اگر ایسا کرے گی تو گناہ گار ٹھہرے گی اور روزے کی قضائی دینا ہوگی۔

⑬ پیدائش آپریشن سے ہوئی اور نفاس کا خون نہیں آیا یا طبعی طور پر نفاس کا خون نہیں آیا تو غسل کر کے نماز پڑھے، روزہ بھی رکھے خاوند اس سے صحبت بھی کر سکتا ہے۔

⑭ جس طرح حیض اور حمل میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح نفاس میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔

⑮ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو نفاس میں طلاق دے، تو ایامِ نفاس عدت میں شمار نہیں ہوں گے۔ ان کے بعد تین حیض عدت شمار کی جائے گی۔

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ نُفَسَاءُ؛ لَمْ تَعْتَدَّ بِدَمِ نِفَاسِهَا فِي عِدَّتِهَا .

''نفاس میں طلاق دے، تو عورت ایامِ نفاس کو عدت شمار نہیں کرے گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 159/5 ، وسندهٗ صحيحٌ)

⑯ اسقاطِ حمل (Miscarriage) کی صورت میں دیکھنا ہو گا کہ حمل واضح ہے یا نہیں۔ اگر واضح ہے تو خون نفاس کا ہی ہو گا۔ حمل نوے دن میں واضح ہو جاتا ہے۔ حمل واضح نہیں تو خون نفاس کا نہیں۔

⑰ ولادت کے بعد خون نہیں آیا، تو بھی غسل فرض ہو گا۔

(سوال): اگر شوہر نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھ سے وطی کروں، تو اپنی ماں بہن سے وطی کروں، کیا اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

(جواب): یہ لغو بات ہے، اس سے نکاح میں کچھ خلل نہ آئے گا اور نہ کفارہ ہے۔

(سوال): کتے نے مٹی کا برتن چاٹ لیا، کیا وہ پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): سات مرتبہ دھونے سے ہر برتن پاک ہو سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا .

''جب کتا کسی کے برتن سے پی جائے، تو اس برتن کو سات دفعہ دھوئیں۔''

(صحيح البخاري : 172، صحيح مسلم : 279)

❁ صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں:

أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ .

''پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔''

(سوال): اگر تانبے کے برتن میں کتا منہ ڈال دے، تو کیا وہ بھی پاک ہوسکتا ہے؟

(جواب): تانبے کا برتن بھی پاک ہو جائے گا۔

(سوال): کیا سال کے کسی مہینے میں نکاح کرنا ممنوع ہے؟

(جواب): سال کے کسی مہینے، دن یا وقت میں نکاح کرنا ممنوع نہیں۔

(سوال): جس کپڑے پر تصویر ہو، اس میں نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

(جواب): اگر تصویر جاندار کی ہے، تو اس میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اگر بے جان چیز کی تصویر ہے، تو اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(سوال): بھانجی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): بھانجی سے نکاح جائز نہیں۔ یہ حرام رشتوں میں سے ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿......وَبَنَاتُ الْأُخْتِ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''......اور بہن کی بیٹیاں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

(سوال): جس لڑکی سے منگنی ہوئی، کیا اس کی ماں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): منگیتر کی ماں ابھی ساس نہیں بنی، لہٰذا اس سے نکاح جائز ہے۔

(سوال): پھپھیری خالہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح درست ہے۔

(سوال): بیوہ بھنگن سے قبول اسلام کے بعد نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس سے شرعاً نکاح جائز ہے۔

(سوال): اپنے بیٹے کی شادی شوہر کی لڑکی سے کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ یہ بہن بھائی نہیں ہیں۔

(سوال): ستر سالہ بڑھیا کا نکاح سولہ سالہ لڑکے سے کر دیا گیا، کیا نکاح منعقد ہوا؟

(جواب): اگر نکاح کی شرائط پوری ہیں، تو نکاح منعقد ہو گیا۔

(سوال): بیوی کی نانی کی سوکن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): ناجائز نکاح کے بعد طلاق کی ضرورت ہے یا بغیر طلاق کے آگے شادی ہو سکتی ہے؟

(جواب): باطل نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ اس کے لیے طلاق یا خلع کی ضرورت نہیں، یوں ہی آگے شادی ہو سکتی ہے۔

(سوال): باپ کے ماموں کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): باپ کے حقیقی ماموں کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔

(سوال): سالی کے کہنے پر بیوی کو طلاق دی اور سالی سے شادی کر لی، کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی اور سالی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے بیوی کو طلاق

دی، تو بیوی کی عدت کے ختم ہونے کے بعد سالی یعنی بیوی کی حقیقی بہن سے شادی کر سکتا ہے، یاد رہے کہ کسی سے شادی کرنے کے لیے بہن کی طلاق کرانا جائز نہیں، البتہ اگر دھوکہ اور گناہ سے طلاق کروا کر نکاح کیا جائے، تو وہ منعقد ہو جاتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نجش (دھوکہ یعنی قیمت بڑھانے کے لیے بولی لگانا) مت کریں، کوئی شہری (دلالی کرتے ہوئے) دیہاتی کا سامان نہ بیچے، کوئی آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، کوئی اپنے (مسلمان) بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے اور کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔''

(صحيح البخاري : 2140، صحيح مسلم : 1413)

سوال: عدت گزرنے کے بعد عورت پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے یا کسی دوسرے سے ہی کر سکتی ہے؟

جواب: اگر عورت کو ایک یا دو طلاقیں ہوئی ہیں اور عدت گزر گئی ہے، تو عورت کو اختیار ہے، خواہ پہلے شوہر سے ہی نکاح کر لے، خواہ کسی اور سے۔ البتہ جس عورت کو تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، وہ عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی، تا آنکہ آگے کسی سے نکاح کرے اور وہ اپنی مرضی سے طلاق دے یا فوت ہو جائے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرة : ٢٣٠)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

جس عورت کو اس کا خاوند ایک یا دو طلاقیں دے دے اور عدت ختم ہو جانے تک رجوع نہ کرے، عورت کسی اور سے شادی کر لے اور وہ فوت ہو جائے یا طلاق دے دے، پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لے، تو یہ عورت پہلے خاوند کے پاس بقیہ طلاق کی بنا پر رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتی ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 586/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دی، پھر اس سے صحبت بھی کر لی، کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مدخولہ کو ایک طلاق دینے سے وہ عقد سے نکل جاتی ہے۔ اب بغیر نکاح اس سے صحبت جائز نہیں، اگر صحبت کی، تو وہ زنا ہے۔

سوال: بیٹی کا نکاح ماموں کے بیٹے سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔

(سوال): وکیل کہتا ہے کہ لڑکی نے اسے اس کا نکاح کرنے کی اجازت دی اور لڑکی کہتی ہے کہ نہیں، کیا نکاح ہوا؟

(جواب): اگر وکیل کے پاس معتبر گواہ موجود ہیں، تو لڑکی کی بات کا اعتبار نہ ہوگا، نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ لڑکی کے پاس خلع کا اختیار ہے۔ اگر وکیل اور لڑکی میں اختلاف ہے اور کوئی گواہ نہیں، تو لڑکی کی بات کا اعتبار ہوگا، کیونکہ وہ صاحب معاملہ ہے، اس صورت میں یہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

(سوال): ایک شخص بڑی بہن کو طلاق دلوا کر چھوٹی بہن سے نکاح کروانا چاہتا ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر بڑی بہن غیر مدخولہ ہے، تو اس کی کوئی عدت نہیں، طلاق کے فوراً بعد چھوٹی بہن سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر بڑی بہن مدخولہ ہے، تو اس کی عدت تین حیض ہے، عدت کے ختم ہونے تک چھوٹی بہن سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

(سوال): بیوی کو طلاق دے کر اس کی بیوہ بہن سے شادی کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعاً ممانعت نہیں، البتہ بیوی کی عدت کے ختم ہونے تک اس کی بیوہ بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔

(سوال): فاحشہ لڑکی کو نیک بتا کر نکاح کر دیا، بعد میں معلوم ہوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): لڑکی والوں نے جو دھوکہ دیا، اس پر سخت گناہ گار ہوئے، البتہ نکاح منعقد ہو چکا ہے۔ اگر شوہر اسے بیوی نہیں رکھنا چاہتا، تو طلاق دے کر فارغ کرسکتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بہن کے لڑکے کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح جائز نہیں۔ بہن کی حقیقی اولاد میں نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾ (النّساء : ۲۳)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں کی بیٹیوں سے مراد بہنوں کی صلبی اولاد بھی ہے اور ان کی اولادوں کی اولادیں بھی ہیں۔

سوال: ماں کی علاتی یا اخیافی بہن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماں کی حقیقی (جو ایک ماں باپ سے ہوں)، علاتی (جن کا باپ ایک ہو) اور اخیافی (جن کی ماں ایک ہو) بہن سے نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَخَالَاتُكُمْ ......﴾ (النّساء : ۲۳)

''......اور تمہاری خالائیں (بھی تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

یہاں تمام خالائیں مراد ہیں۔

سوال: حقیقی بھتیجے کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ یہ حرام رشتوں میں سے ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

بھائی کی صلبی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد بھی اس حکم میں شامل ہے۔ لہٰذا جس طرح بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح بھتیجے کی بیٹی سے نکاح بھی حرام ہے۔

(سوال): علاتی بہن کی پوتی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح حرام ہے۔ یہ حرام رشتوں میں شامل ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں کی بیٹیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی تمام بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔ نیز بہنوں کی بیٹیوں کی اولادیں بھی اسی حرمت میں شامل ہیں۔ لہٰذا علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے۔

(سوال): ایک شوہر سے لڑکا ہو اور دوسرے شوہر سے لڑکی ہو، کیا ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ اخیافی بہن بھائی ہیں، جن کے والد مختلف ہیں، مگر ماں ایک ہے، ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُكُمْ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری بہنوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں سے مراد تمام بہنیں ہیں، حقیقی، علاتی اور اخیافی۔

سوال: اگر کوئی محرم سے نکاح کر لے، تو ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: محرم سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، یہ نکاح باطل ہے۔

سوال: علاتی خالہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ یہ حرام رشتوں میں سے ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَخَالَاتُكُمْ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری خالائیں (بھی تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

یہاں تمام خالائیں مراد ہیں، یعنی حقیقی، علاتی اور اخیافی۔

سوال: بہن کی نواسی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: بہن کی نواسی سے نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

بہنوں کی بیٹیوں کی اولادیں بھی اس حرمت میں شامل ہیں۔ لہٰذا بہن کی نواسی سے نکاح حرام ہے۔

سوال: اخیافی بہن کی بیٹی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ یہ بھی بھانجی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں کی بیٹیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی تمام بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔

(سوال): بھانجی اور بھتیجی کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بھانجی اور بھتیجی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں۔ یہ محرم رشتوں میں سے ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

بھانجیوں کی اولادیں بھی اس حرمت میں شامل ہیں۔لہٰذا بھانجی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

بھتیجیوں کی اولاد بھی اس حکم میں شامل ہے۔ لہٰذا جس طرح بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح بھتیجی کی بیٹی سے نکاح بھی حرام ہے۔

(سوال): اخیافی بہن کی پوتی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ حرام رشتوں میں داخل ہے۔اس سے نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں کی بیٹیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی تمام بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔ نیز بہنوں کی بیٹیوں کی اولادیں بھی اس حرمت میں شامل ہیں۔ لہٰذا اخیافی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے۔

سوال: ایک شخص نے اپنی حقیقی نواسی سے نکاح کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: نواسی سے نکاح حرام ہے۔ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا، علم ہونے کے بعد اگر میاں بیوی والے تعلقات ترک نہ کریں، تو انہیں زنا کی حد میں رجم کیا جائے گا۔

سوال: علاتی بھائی کی نواسی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ حرام رشتوں میں سے ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بھائی کی بیٹیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی تمام بھائیوں کی بیٹیاں مراد ہیں، نیز بیٹیوں کی اولاد بھی اس حکم میں شامل ہے۔ لہٰذا جس طرح علاتی بھائی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح علاتی بھائی کی نواسی سے نکاح بھی حرام ہے۔

سوال: علاتی بہن کی پوتی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز نہیں، یہ محرم رشتہ ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ۲۳)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں کی بیٹیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی تمام بہنوں کی بیٹیاں اور ان کی اولادیں مراد ہیں۔ لہٰذا علاتی بہن کی پوتی سے نکاح جائز نہیں۔

سوال: کیا چچازاد بہن یا چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

جواب: چچازاد بہن یا چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ یہ حرام رشتوں میں سے نہیں ہے۔ یہ بھتیجی یا بھانجی نہیں ہے۔

سوال: علاتی نواسی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: علاتی نواسی یعنی علاتی بہن کی بیٹی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ۲۳)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں کی بیٹیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی تمام بہنوں کی بیٹیاں اور ان کی اولادیں ہیں۔ لہٰذا علاتی بہن کی نواسی سے نکاح جائز نہیں۔

سوال: نانا کی بیوہ، جو حقیقی نانی نہ ہو، بلکہ نانے کی دوسری بیوی ہو، سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے نکاح حرام ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء : ۲۲)

''جوعورتیں جوتمہارے آباء کی منکوحہ رہ چکی ہوں، ان سے تم نکاح نہ کرو۔''

آباء سے مراد باپ کے ساتھ ساتھ والد اور والدہ کے باپ داد بھی ہیں۔لہٰذا نانا کی بیوہ سے نکاح ناجائز وحرام ہے۔

سوال: نواسے کی بیوہ سے نانا کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور تمہارے بیٹوں کی منکوحات کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

حقیقی بیٹے کی بیوہ کی طرح بیٹی کے بیٹے کی بیوہ کا بھی یہی حکم ہے۔

سوال: منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر منکوحہ سے خلوت اختیار نہیں کی اور طلاق دے دی یا منکوحہ فوت ہوگئی، تو منکوحہ کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر منکوحہ سے خلوت اختیار کر لی، تو منکوحہ کی لڑکی سے کبھی بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النّساء : ٢٣)

''تمہاری پرورش میں موجود وہ لڑکیاں (بھی تم پر حرام ہیں)، جو تمہاری ان بیویوں (کی سابقہ شوہروں) سے ہیں، جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ اگر تم نے ان سے دخول نہیں کیا، تو تم پر کوئی حرج نہیں (کہ تم اپنی بیویوں کی سابقہ

لڑکیوں سے نکاح کرلو)۔''

(سوال): علاتی بہن کی اولاد سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): علاتی بہن کی اولاد سے نکاح کرنا ایسا ہی ہے، جیسے حقیقی بہن کی اولاد سے نکاح کیا جائے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾ (النّساء: ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں اُخت کا لفظ مطلق ہے، جو تمام بہنوں کو شامل ہے، لہٰذا بہنوں کی بیٹیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی تمام بہنوں کی بیٹیاں اور ان کی اولادیں ہیں۔

(سوال): ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو، آؤ۔'' کا کیا مفہوم ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرة: ٢٢٣)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں کو جیسے چاہو، آؤ۔''

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَتِ الْيَهُودُ : إِنَّمَا يَكُونُ الْحَوَلُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مِنْ خَلْفِهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرة: ٢٢٣) مِنْ قُدَّامِهَا وَمِنْ خَلْفِهَا وَلَا يَأْتِيهَا إِلَّا فِي الْمَأْتٰى .

''یہود کا خیال تھا کہ بیوی کی پچھلی جانب سے وطی کرنے سے بچہ بھینگا پیدا ہوتا

ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرۃ:۲۲۳) مرد، عورت سے اگلی اور پچھلی دونوں جانب سے جماع کر سکتا ہے، لیکن جماع ہوگا صرف اگلی شرمگاہ میں۔''

(صحيح ابن حبان : ٤١٩٧، وسندہٗ صحيحٌ)

نیز دیکھیں (صحیح مسلم: ۱۴۳۵)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هُوَ الْفَرْجُ . ''اس سے مراد اگلی شرمگاہ ہی ہے۔''

(سنن الدّارمي : ١١٦٤، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

يَأْتِيهَا كَيْفَ شَاءَ، قَائِمٌ وَقَاعِدٌ وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ، يَأْتِيهَا مَا لَمْ يَكُنْ فِي دُبُرِهَا .

''مرد اپنی عورت سے کھڑے، بیٹھے اور ہر حالت میں جماع کر سکتا ہے، لیکن پچھلی شرمگاہ میں نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٢٢٨/٤، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْيَهُودُ لَا تَأْلُو مَا شَدَّدَتْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، كَانُوا يَقُولُونَ : يَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، إِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْتُوا نِسَاءَكُمْ إِلَّا مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ، قَالَ : فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ

لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾(البقرة : ٢٢٣) فَخَلَّى اللّٰهُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَيْنَ حَاجَتِهِمْ.

''یہودی مسلمانوں کوستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، کہتے کہ اے اصحاب محمد! اللہ کی قسم! تمہارے لیے عورتوں سے جماع کی صرف ایک صورت جائز ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرۃ:۲۲۳)۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اوران کی ضرورت کے درمیان آڑ ختم کردی۔''

(سنن الدّارمي : ١١٦٥، وسندهٗ صحيحٌ)

یہودیوں کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کے پیچھے سے اس کا اگلا حصہ استعمال کرے، تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نظریے کے مطابق صحابہ کرام کو طعنے دیتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر یہودیوں کا ردّ کردیا کہ جیسے چاہو اپنی بیویوں کے پاس آؤ، لیکن اس حصہ کو استعمال کرنا ہے، جس سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔

❀ اس آیت کی یہی تفسیر مرہ بن شراحیل ہمدانی رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٢٣٠/٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اِئْتِهَا مُضْطَجِعَةً، وَقَائِمَةً، وَمُنْحَرِفَةً، وَمُقْبِلَةً، وَمُدْبِرَةً كَيْفَ شِئْتَ إِذَا كَانَ فِي قُبُلِهَا.

''اپنی بیوی سے جیسے چاہے جماع کریں، لیٹی ہو، کھڑی ہو، ٹیڑھی ہو، منہ آپ کی طرف کیے ہوئے ہو یا پیٹھ، ہاں! جماع اس کی اگلی شرمگاہ میں کریں۔''

(تفسير الطّبري : ٧٤٧/٣، وسندهٗ حسنٌ)

❀ اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ائْتِ حَرْثَكَ كَيْفَ شِئْتَ مِنْ قُبُلِهَا، وَلَا تَأْتِيهَا فِي دُبُرِهَا : ﴿أَنّٰى شِئْتُمْ﴾(البقرة : ٢٢٣) قَالَ : كَيْفَ شِئْتُمْ .

''آپ اپنی کھیتی کو جیسے چاہیں، آیئے، اگلی شرمگاہ میں جماع کیجئے، پچھلی شرمگاہ میں جماع نہ کریں، فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ سے مراد ہے کہ جیسے چاہو(اگلی شرمگاہ میں جماع کرو)۔''

(تفسير الطّبري : ٧٤٧/٣، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَعْنِي تَعَالٰى ذِكْرُهٗ بِذٰلِكَ : نِسَاؤُكُمْ مُزْدَرَعُ أَوْلَادِكُمْ، فَأْتُوا مُزْدَرَعَكُمْ كَيْفَ شِئْتُمْ، وَأَيْنَ شِئْتُمْ .

''اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ عورتیں تمہارے بچوں (کی پیدا ہونے) کی کھیتیاں ہیں، تم اپنی کھیتیوں (اگلی شرمگاہ میں) کو جیسے چاہو، جہاں چاہو جماع کرو۔''

(تفسير الطّبري : ٧٤٥/٣)

❀ اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا الْحَرْثُ فَهِيَ مَزْرَعَةٌ يَحْرُثُ فِيهَا .

''کھیتی سے مراد اس کی بیج بونے کی جگہ ہے، جس میں وہ کھیتی کرتا ہے۔''

(تفسير الطّبري : ٧٤٥/٣، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾(البقرۃ : ۲۲۲)

''جب عورتیں (حیض سے) پاک ہو جائیں تو ان سے اس طرح جماع کرو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔''

اس آیت کریمہ کا مفہوم واضح کرتے ہوئے اور اس فعلِ بد کی بیس کے قریب قباحتیں بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہ آیت دو طرح عورتوں سے وطی کی حرمت بیان کرتی ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی کھیتی میں جماع کو جائز قرار دیا ہے اور کھیتی بچہ پیدا ہونے کی جگہ ہے، نہ کہ گندگی والی جگہ، فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ (البقرۃ:۲۲۲) (جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے) سے مراد یہی کھیتی والی جگہ ہی ہے، نیز فرمایا: ﴿فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (البقرۃ:۲۲۳) (تم اپنی کھیتی کو جہاں سے چاہو، آؤ)، اس آیت سے عورت کی پچھلی جانب سے اس کی اگلی شرمگاہ میں جماع کی دلیل بھی نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جہاں سے چاہو، جماع کرو، یعنی آگے سے یا پیچھے سے۔ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کھیتی سے مراد اگلی شرمگاہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے عارضی طور پر لاحق ہونے والی گندگی (حیض) کی وجہ سے اگلی شرمگاہ میں جماع کو حرام قرار دیا ہے تو اس سوراخ کے بارے میں کیا خیال ہے، جو مستقل طور پر گندگی کی جگہ ہے، ساتھ ساتھ اس میں جماع کے اور بھی مفاسد ہیں، ان میں ایک انقطاعِ نسل ہے اور دوسرا یہ کہ عورتوں کی پشتوں میں جماع کرنا بچوں کی پشتوں میں

جماع (لواطت) کا بڑا سبب ہے۔اسی طرح جماع میں عورت کا بھی مرد پر حق ہوتا ہے، جو کہ دبر میں جماع کرنے سے ادا نہیں ہوتا،عورت کی خواہش پوری نہیں ہوتی اور اس کا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔اسی طرح دبر اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئی، بلکہ اس کے لیے فرج بنائی گئی ہے، چنانچہ اس کو چھوڑ کر دبر کی طرف جانے والے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور شریعت سے بغاوت کرنے والے ہیں ۔ یہ مرد کے لیے بھی نقصان دہ ہے، اسی لیے عقل مند اطباء اور فلاسفہ وغیرہم اس سے منع کرتے ہیں ، کیونکہ فرج میں بہنے والے پانی کو جذب کرنے اور مرد کو راحت دینے کی صلاحیت ہوتی ہے، جبکہ دبر میں جماع کرنا پانی کو جذب کرنے پر مدد نہیں دیتا اور طبعی امر کی مخالفت کی وجہ سے پانی مکمل طور پر خارج نہیں ہوتا۔ یہ ایک اور طرح سے بھی نقصان دہ ہے کہ اس میں خلاف طبع حرکات کرنا پڑتی ہیں، جو کہ تھکا دینے والی ہوتی ہیں ۔اسی طرح دبر گندگی اور نجاست کی جگہ ہوتی ہے، اس کی طرف آدمی متوجہ ہوتا اور اس کو استعمال کرتا ہے۔اسی طرح یہ عورت کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہے، کیونکہ یہ طبع کے بہت خلاف اور منافرت والا کام ہے ۔اسی طرح یہ کام غم ودکھ اور فاعل ومفعول سے نفرت کا باعث بنتا ہے ۔ یہ کام چہرے کو سیاہ کرتا ہے، سینے میں اندھیرا اور دل کا نور ختم کرتا ہے۔اس سے چہرے پر سراسیمگی چھا جاتی ہے اور وہ واضح نشانی بن جاتی ہے، جسے ادنیٰ سی فراست والا شخص بھی پہچان سکتا ہے ۔ اسی طرح یہ کام ضروری طور پر فاعل ومفعول کے درمیان نفرت ،سخت عداوت اور قطع تعلقی کا سبب بنتا ہے ۔اسی طرح یہ فاعل اور مفعول کی

حالت اتنی خراب کر دیتا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن نہیں رہتی ، الا یہ کہ سچی توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہوجائے ۔ یہ فعل فاعل ومفعول دونوں سے خوبصورتی کوختم کر دیتا ہے اورانہیں بدصورت بنا دیتا ہے، جیسا کہ ان کی باہم محبت نفرت وعداوت میں بدل جاتی ہے۔اسی طرح یہ کام نعمتوں کے چھن جانے اور مصیبتوں کے چھا جانے کا بڑا سبب ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت،اس کی ناراضی،اس کے اعراض اور بنظر رحمت نہ دیکھنے کا سبب بنتا ہے ۔اس کے بعد ایسا شخص کس خیر کی امید کرے گا اور کس شر سے محفوظ ہو سکے گا، جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہو، وہ اس سے اعراض کر لے اور اس کو بنظر رحمت نہ دیکھے، اس کی زندگی کیسی ہوگی؟ اسی طرح یہ کرتوت حیا کو مکمل طور پر خاتمہ کر دیتا ہے اور حیا ہی دلوں کی حیات ہے، جب دل اسے گم کر بیٹھے تو غلط کو درست اور درست کو غلط سمجھنے لگتا ہے، اس وقت خرابی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔اسی طرح یہ کام طبیعتوں کو اس طریقے سے پھیر دیتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کی ہے ۔ یہ الٹی طبع ہے طبع الٹ جائے تو دل اور طور طریقہ بھی الٹ جاتا ہے۔تب وہ برے اعمال وحالات کو اچھا خیال کرتا ہے اور اس کی حالت، عمل اور کلام بلا اختیار خراب ہوجاتی ہے ۔فعل بد ایسی بے غیرتی اور جرأت پیدا کرتا ہے، جو کسی اور کام سے پیدا نہیں ہوتی ۔ نیز اس سے وہ رسوائی ، ذلت اور حقارت پیدا ہوتی ہے ، جو کسی اور کام سے نہیں ہوتی ۔ یہ بندے کو غصے اور کینے کا لباس پہنا دیتی ہے اور لوگ اس کو ذلیل وحقیر سمجھنے لگتے ہیں ۔ یہ مشاہدات ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس نبی پر درود وسلام کرے ،

جس کی اتباع و پیروی میں دنیاوآخرت کی سعادت ہے اور جس کی مخالفت ونافرمانی میں دنیاوآخرت کی بربادی ہے۔'' (زاد المَعاد : ٢٥٧/٤)

❀ اس کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تُؤْتٰى مُقْبِلَةً وَمُدْبِرَةً فِي الْفَرْجِ .

''اگلی اور پچھلی دونوں جانب سے اگلی شرمگاہ میں ہی جماع کیا جائے گا۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : ١٩٧/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نے اجنبی لڑکی کا پستان دبایا، زنا نہیں کیا، کیا اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرسکتا ہے؟

جواب: نکاح ہوسکتا ہے۔کوئی وجہ حرمت نہیں۔

سوال: شہوت کے ساتھ ساس کا بوسہ لیا، تو بیوی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: گناہ کبیرہ ہے، البتہ بیوی سے نکاح میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا۔

سوال: اگر سالی سے زنا کیا، کیا بیوی شوہر پر حرام ہوئی یا نہیں؟

جواب: سالی سے زنا کرنے سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوئی۔زانی پر حد زنا ہے۔

سوال: بہو کو شہوت سے چھوا، کیا حکم ہے؟

جواب: فعل حرام ہے، مگر بیٹے اور بہو کے نکاح میں کچھ خلل نہ آئے گا۔

سوال: ساس سے زنا کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: فعل حرام ہے، مگر بیوی کے عقد میں کچھ حرج واقع نہ ہوا۔زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ضابطہ یہ ہے کہ حرام کام سے حلال کام حرام نہیں ہوتا۔

سوال: صلبی لڑکے کی بیوی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): صلبی لڑکے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ محرمات ابدیہ میں سے ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور تمہارے بیٹوں کی منکوحات کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

(سوال): جوان داماد اور ساس دونوں ایک چادر میں سوئے، تو کیا حرمت ثابت ہوگی؟

(جواب): جوان مرد وعورت خواہ محرم ہوں، کا ایک چادر میں سونا جائز نہیں۔ البتہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

(سوال): بیوی سمجھ کر بیٹی کو شہوت کے ساتھ چھوا، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر جان بوجھ کر بھی چھوا، تو گناہ کبیرہ تو ہے، مگر بیوی سے نکاح میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا۔

(سوال): باپ کی منکوحہ سے طلاق کے بعد نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ہرگز جائز نہیں۔ یہ محرمات ابدیہ میں شامل ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء : ٢٢)

''جو عورتیں جو تمہارے آباء کی منکوحہ رہ چکی ہوں، ان سے تم نکاح نہ کرو۔''

(سوال): غیر مدخولہ مطلقہ کی ماں سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی سے خلوت اختیار کی ہو یا نہ کی ہو، محض نکاح سے ہی بیوی کی ماں ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری بیویوں کی ماؤوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بیویوں کو مطلق ذکر کیا گیا ہے، دخول یا عدم دخول کی قید نہیں، لہٰذا اس حرمت میں ہر ساس داخل ہے، خواہ اس کی بیٹی سے خلوت صحیحہ ہوئی یا نہ ہوئی۔

سوال: لڑکے کی بیوی سے نکاح ہمیشہ حرام ہے یا عارضی طور پر؟

جواب: لڑکے کی منکوحہ سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

سوال: جس عورت کو شہوت سے چھوا، اس کی پوتی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: فعل بد کیا، مگر اس کی پوتی سے نکاح جائز ہے، شہوت سے چھونے یا زنا سے حرمت مصاہرت (سسرالی رشتہ) ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: زانی کے لیے رجم ہے، مگر زنا سے کسی کے نکاح میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لیے نکاح صحیح کا ہونا ضروری ہے۔

سوال: بیوی کی لڑکی سے صحبت کی کوشش کی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ربیبہ سے صحبت کی کوشش کرنا فعل حرام ہے، مگر اس سے بیوی کے نکاح پر کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

سوال: منگیتر کی ماں سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: منگیتر کی ماں ابھی ساس نہیں بنی، لہٰذا اس سے نکاح جائز ہے۔ حرمت کے لیے اس کی بیٹی سے نکاح شرط ہے۔

سوال: نابالغ لڑکی سے ایجاب وقبول ہوا، بلوغت سے پہلے ہی مر گئی، کیا اس کی

ماں سے نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): لڑکی کی ماں سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ وہ ساس بن چکی ہے اور ساس سے نکاح کبھی بھی جائز نہیں، خواہ لڑکی سے خلوت اختیار کی ہو یا نہ کی ہو۔

(سوال): مطلقہ غیر مدخولہ کی ماں سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ نکاح کے بعد ساس ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، خواہ لڑکی سے خلوت اختیار کی ہو یا نہ کی ہو۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری بیویوں کی ماؤوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بیویوں کو مطلق ذکر کیا گیا ہے، دخول یا عدم دخول کی قید نہیں۔

(سوال): بوسہ لیا اور انزال نہ ہو، تو کیا حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): حرمت مصاہرت نکاح صحیح سے ثابت ہوتی ہے، زنا یا شہوت کے ساتھ چھونے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): چچی کا بوسہ لیا، کیا اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): چچی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ زنا یا چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): جس عورت سے زنا کیا، کیا اس کی ہر لڑکی زانی پر حرام ہے؟

(جواب): زانیہ کی وہی لڑکی زانی پر حرام ہے، جو اس کے نطفہ سے ہو۔

(سوال): لڑکا کہے کہ میں نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا ہے، کیا باپ کے نکاح پر

کوئی اثر پڑتا ہے؟

(جواب): نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا، البتہ زنا ثابت ہونے پر اس کی سزا قتل ہے۔

(سوال): ساس نے شہوت کے ساتھ داماد کو چھوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): فعل بد کیا، مگر داماد اور بیٹی کے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوا، کیونکہ حرام کام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

(سوال): بیوی فوت ہوگئی، تو اس کی بیٹی جو پہلے شوہر سے ہے، سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر بیوی مدخولہ تھی، تو اس کی پہلی اولاد سے نکاح جائز نہیں۔ یہ ربیبہ ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النّساء : ٢٣)

''تمہاری پرورش میں موجود وہ لڑکیاں (بھی تم پر حرام ہیں)، جو تمہاری ان بیویوں (کی سابقہ شوہروں) سے ہیں، جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ اگر تم نے ان سے دخول نہیں کیا، تو تم پر کوئی حرج نہیں (کہ تم اپنی بیویوں کی سابقہ لڑکیوں سے نکاح کرلو)۔''

(سوال): بیٹے کی بیوہ سے نکاح کرلیا اور اس سے اولاد ہوئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ اولاد ناجائز ہے۔ بیوہ اور بیٹے کے باپ میں جدائی کرائی جائے، کیونکہ سسر اور بہو کا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا، یہ محرمات ابدیہ میں سے ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور تمہارے بیٹوں کی منکوحات کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

(سوال): نامرد لڑکے کی مطلقہ سے باپ کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر لڑکے نے کسی عورت سے نکاح لیا، تو اس کے باپ پر وہ عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی، خواہ لڑکے نے اس عورت سے خلوت اختیار کی ہو یا نہ کی ہو۔ سسر کا اپنی بہو سے نکاح حرام قطعی ہے۔

(سوال): جس عورت سے بیٹے نے زنا کیا، کیا وہ عورت باپ کے لیے حرام ہے؟

(جواب): وہ عورت باپ کے لیے حرام نہیں۔ حرمت کے لیے نکاح صحیح شرط ہے۔ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک عورت باپ کی منکوحہ تھی، مرتد ہو گئی، کیا ارتداد کے بعد بیٹے کے نکاح میں آسکتی ہے؟

(جواب): ارتداد سے نکاح ختم ہو گیا، مگر حرمت ختم نہیں ہوئی۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ سابقہ شوہر کے بیٹے کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

(سوال): عورت نے جس نابالغ سے زنا کروایا، کیا اس سے عورت کی لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): نکاح ہو سکتا ہے، زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک نابالغ لڑکی سے زنا کیا تھا، کیا اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): زانیہ کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے، زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): بہو کہے کہ سسر نے میرے ساتھ کئی بار زنا کیا، سسر انکار کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بہو جب تک چار عینی گواہ پیش نہ کرے، زنا کی تہمت نہیں لگا سکتی، البتہ اگر زنا ثابت بھی ہو جائے، تو بہو اور بیٹے کے نکاح میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ممانی سے زنا کیا، کیا اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

جواب: ممانی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ زنا سے حرمت مصاہرت (سسراتی رشتہ داری) ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: بیوی سے خلوت اختیار کرنے سے پہلے سالی سے زنا کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی سے جو نکاح ہوا، اس میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا۔ زنا سے مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: غیر مدخولہ منکوحہ کی ماں کا بوسہ لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح قائم ہے، زنا یا چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: اگر سسر اپنی بہو سے زنا کرے، تو کیا بہو کو طلاق ہو جائے گی؟

جواب: باپ کے زنا کرنے سے بہو اور بیٹے کے نکاح میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا، زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ حرام کام سے حلال کام حرام نہیں ہوتا۔

سوال: ایک شخص نے عورت اور اس کی بیٹی دونوں سے زنا کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: گو کہ زنا گناہ کبیرہ ہے، مگر اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا زانی ماں بیٹی دونوں میں سے کسی سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔

سوال: سوتیلی ساس اگر داماد سے بدن ملا دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: فعل بد ہے، مگر اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

سوال: گیارہ سالہ لڑکے نے جس عورت کو شہوت سے چھوا، کیا اس کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: نکاح ہوسکتا ہے، زنا یا چھونے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: ربیبہ (بیوی کی پہلے شوہر کی اولاد) سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر منکوحہ سے خلوت اختیار نہیں کی اور طلاق دے دی یا منکوحہ فوت ہوگئی، تو منکوحہ کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر منکوحہ سے خلوت اختیار کر لی، تو منکوحہ کی لڑکی سے کبھی بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النّساء : ٢٣)

''تمہاری پرورش میں موجود وہ لڑکیاں (بھی تم پر حرام ہیں)، جو تمہاری ان بیویوں (کی سابقہ شوہروں) سے ہیں، جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ اگر تم نے ان سے دخول نہیں کیا، تو تم پر کوئی حرج نہیں (کہ تم اپنی بیویوں کی سابقہ لڑکیوں سے نکاح کرلو)۔''

سوال: بیوی کے مرنے کے کتنے دن بعد اس کی بہن، خالہ، پھوپھی یا بھتیجی سے نکاح کیا جاسکتا ہے؟

جواب: بیوی کی بہن، خالہ، پھولی، بھتیجی یا جن سے بیوی کی موجودگی میں نکاح کرنا جائز نہ تھا، بیوی کی موت کے فوراً بعد ان سے نکاح حلال ہے۔ اس کی کوئی مدت نہیں۔

(سوال): بیٹے کی مدخولہ مطلقہ یا بیوہ سے باپ کا اور باپ کی مدخولہ مطلقہ یا بیوہ سے بیٹے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): دونوں کے لیے ایک دوسرے کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں، خواہ خلوت اختیار کی ہو یا نہ کی ہو۔

سسر اور بہو کا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا، یہ محرمات ابدیہ میں سے ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ ......﴾(النّساء: ٢٣)

''......اور تمہارے بیٹوں کی منکوحات کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء: ٢٢)

''جو عورتیں جو تمہارے آباء کی منکوحہ رہ چکی ہوں، ان سے تم نکاح نہ کرو۔''

یہاں دونوں حکم عام ہیں، مدخولہ یا غیر مدخولہ کی قید نہیں۔

(سوال): ایک عورت کو شہوت سے چھوا، کیا اس کی سوتن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): نکاح ہوسکتا ہے، زنا یا شہوت سے مَس کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): جس نابالغہ سے زنا کیا، کیا اس کی ماں سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): نکاح ہوسکتا ہے، زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): جس کافرہ عورت سے زنا کیا، کیا اس کی مسلمان لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): نکاح کر سکتا ہے، زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): بیوہ کو صحبت سے پہلے طلاق دے دی، کیا اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): ربیبہ کی ماں کو دخول سے پہلے طلاق دے دی، تو ربیبہ سے نکاح ہوسکتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النّساء : ٢٣)

''تمہاری پرورش میں موجود وہ لڑکیاں (بھی تم پر حرام ہیں)، جو تمہاری ان بیویوں (کی سابقہ شوہروں) سے ہیں، جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ اگر تم نے ان سے دخول نہیں کیا، تو تم پر کوئی حرج نہیں (کہ تم اپنی بیویوں کی سابقہ لڑکیوں سے نکاح کرلو)۔''

(سوال): ولد الحرام لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس لڑکی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ وہ اس کا ناجائز خون ہے، مگر ہے تو اسی کا ہی۔ اس لیے زانی کا اپنی ناجائز لڑکی سے نکاح جائز نہیں۔

(سوال): بیٹی باپ پر زنا کا الزام لگاتی ہے، مگر باپ منکر ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک زنا ثابت نہیں ہو جاتا، بیٹی کی بات کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر ثابت ہو جائے، تو باپ کو حد زنا لگائی جائے گی، البتہ بیٹی سے زنا کرنے سے بیوی کے نکاح پر کچھ حرج واقع نہ ہوگا، کیونکہ زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): بیوی کا خیال ہے کہ میرے شوہر نے میری بیٹی سے صحبت کی ہے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): محض گمان اور خیال سے زنا کا حکم نہیں لگتا، البتہ اگر زنا ثابت بھی ہو جائے، تو بھی میاں بیوی کے نکاح میں کچھ حرج واقع نہ ہوگا۔

(سوال): اجنبی عورت کو چھوا اور انزال ہو گیا، کیا حرمت مصاہرت ثابت ہو گئی؟

(جواب): زنا یا چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ مصاہرت نکاح صحیح سے ثابت ہوتی ہے۔

(سوال): جس عورت سے نکاح حلالہ کیا ہو، کیا اس کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): نکاح حلالہ منعقد نہیں ہوتا، کیونکہ یہ زنا ہے اور زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، حرمت نکاح صحیح سے ثابت ہوتی ہے۔ لہذا جس سے نکاح حلالہ ہوا تھا، اس کی بیٹی سے حلالہ کرنے والے کا نکاح ہو سکتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے بارے پوچھا گیا، فرمایا:

هُمَا زَانِيَانِ وَإِنْ مَكَثَا عَشْرَ سِنِينَ أَوْ عِشْرِينَ سَنَةً، إِذَا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا لِذٰلِكَ .

”دونوں زانی ہیں، خواہ دس سال اکٹھے رہ چکے ہوں یا بیس سال۔“

(المطالب العالية لابن حجر : 1693، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ حلالہ کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ لِيُحَلِّلَهَا، ثُمَّ بَدَا لَهٗ أَنْ يُّمْسِكَهَا، فَلَا يَحِلُّ لَهٗ أَنْ يُّمْسِكَهَا، حَتّٰى يَتَزَوَّجَهَا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ .

”اگر کوئی مرد کسی عورت سے حلالہ کی نیت سے نکاح کرے، پھر اسے (مستقل طور پر) اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کر لے، تو اس کے لیے نیا نکاح کیے بغیر اس عورت کو اپنے پاس رکھنا حرام ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1120)

سوال: بیوی قادیانی ہوگئی اور قادیانی سے شادی لی، جس سے لڑکی پیدا ہوئی، کیا پہلا شوہر اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: اس لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النّساء : ٢٣)

''تمہاری پرورش میں موجود وہ لڑکیاں (بھی تم پر حرام ہیں)، جو تمہاری ان بیویوں (کی سابقہ شوہروں) سے ہیں، جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ اگر تم نے ان سے دخول نہیں کیا، تو تم پر کوئی حرج نہیں (کہ تم اپنی بیویوں کی سابقہ لڑکیوں سے نکاح کر لو)۔''

جس منکوحہ سے خلوت اختیار کر لی گئی ہے، اس کی کسی اولاد سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ گو کہ بیوی اسلام سے مرتد ہو کر قادیانی ہو چکی ہے، مگر اس سے خلوت اختیار ہو چکنے کی وجہ سے اس کی تمام اولاد سابقہ شوہر پر حرام ہو چکی ہے۔

سوال: سسر نے بہو کا ہاتھ پکڑا، یہ معلوم نہیں کہ شہوت سے پکڑا یا بغیر شہوت کے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بغیر شہوت کے پکڑا، تو کوئی حرج نہیں، اگر شہوت سے پکڑا، تو گناہِ کبیرہ کیا، مگر دونوں صورت میں بیٹے اور بہو کے نکاح میں کچھ حرج واقع نہ ہوا۔

سوال: ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتی کو جس طرح چاہو آؤ۔'' سے بعض لوگ پچھلی شرمگاہ میں جماع کا جواز پیش کرتے ہیں، یہ استدلال کیسا ہے؟

(جواب): نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتی کو جس طرح چاہو آؤ۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي إِتْيَانِ النِّسَاءِ فِي أَدْبَارِهِنَّ .

''یہ آیت کریمہ عورتوں سے پچھلی جانب سے جماع کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير الطّبري : ٧٥١/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی کے بارے میں ہے:

كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ فِي دُبُرِهَا .

''آپ رضی اللہ عنہ عورت کی پشت کی طرف سے جماع کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٨٩٣١، وسندهٗ حسنٌ)

ان روایات سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غیر فطری مجامعت جائز سمجھتے تھے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیچھے سے آگے والی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ سعید بن یسار بن ابی حباب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : إِنَّا نَشْتَرِي الْجَوَارِيَ فَنُحَمِّضُ لَهُنَّ قَالَ : وَمَا التَّحْمِيضُ؟ قَالَ : نَأْتِيهُنَّ فِي أَدْبَارِهِنَّ قَالَ : أَوَ أَوَ يَعْمَلُ هٰذَا مُسْلِمٌ؟ .

''میں سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: ہم لونڈیاں خریدتے ہیں اور

ان سے تحمیض کرتے ہیں، پوچھا، تحمیض کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ ہم ان کی دبر میں جماع کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کوئی مسلمان ایسا کرسکتا ہے؟''

(السّنن الکبرٰی للنّسائي : ۸۹۷۹، شرح مشکل الآثار للطّحاوي : ۴۲٦/۱۵، وسندہٗ صحیحٌ)

اب اس کے متعلق علمائے کرام کی تحقیق ملاحظہ ہو:

❁ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

''بعض لوگ بیوی سے غیر فطری مجامعت کو جائز سمجھتے ہیں، وہ اس آیت اور اس بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے دلیل لیتے ہیں، حالانکہ نہ آیت میں کوئی دلیل ہے اور نہ ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں کوئی واضح لفظ ہے۔''

(کشف المُشکل : 582/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

''جس نے سلف اور ائمہ سے اس فعل بد کی اباحت بیان کی ہے، اسے یہاں سے غلطی لگی ہے۔ جبکہ سلف نے پشت کی جانب سے اگلی شرمگاہ میں مجامعت کا جواز پیش کیا ہے، چنانچہ مرد پچھلے حصے سے جماع کرے گا، نہ کہ پچھلے حصے میں۔ سننے والے کو ''سے'' کا لفظ ''میں'' کے ساتھ مشتبہ ہوگیا، وہ دونوں میں فرق نہیں سمجھ سکا۔ سلف اور ائمہ دین نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے، لیکن غلط بیانی کرنے والے نے ان کی طرف قبیح ترین اور فحش ترین بات منسوب کی ہے۔''

(زاد المَعاد : ۲٦۱/۴)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ، وَهُوَ أَنَّهٗ يَأْتِيهَا فِي قُبُلِهَا مِنْ

دُبُرِهَا لِمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کی پچھلی جانب سے اس کی اگلی شرمگاہ میں جماع کر سکتا ہے، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے ان سے روایت بیان کی ہے۔''

(تفسير ابن كثير :٥٢٦/١)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک دوسری روایت بھی آئی ہے کہ عورتوں کی پشتوں میں جماع کرنا حرام ہے۔ان سے رخصت کے بارے میں جو روایات آئی ہیں، وہ صحیح بھی ہوں، تو صریح نہیں۔ بلکہ احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ پچھلی جانب سے اگلی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ہم نے اس مسئلہ کو ایک مفید کتاب میں واضح کر دیا ہے۔کوئی عالم اگر اس کا مطالعہ کرے گا، تو ضرور اس کی حرمت کا فیصلہ کرے گا۔''

(سِيَر أعلام النُّبَلاء : ١٠٠/٥)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الثَّابِتُ بِلَا شَكٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ يُحَرِّمُهٗ .

''بے شک سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ اس فعل کو حرام سمجھتے تھے۔''

(تفسير ابن كثير :٥٣٣/١)

❀ نیز فرماتے ہیں:

نَصٌّ صَرِيحٌ مِنْهُ بِتَحْرِيمِ ذٰلِكَ، فَكُلُّ مَا وَرَدَ عَنْهُ مِمَّا يَحْتَمِلُ وَيَحْتَمِلُ فَهُوَ مَرْدُودٌ إِلٰى هٰذَا الْمُحْكَمِ.

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس فعل کی حرمت کے بارے میں صریح نص موجود ہے، لہٰذا جو کچھ اس بارے میں محتمل ہے، اسے محکم کی روشنی میں سمجھیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر: ۵۳۳/۱)

❀ عبدالرحمٰن بن سابط رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوتی سیدہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن سے عرض کیا: آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، مگر شرم آڑے ہے۔ فرمایا: بیٹا! جو چاہیں پوچھیں، عرض کیا: مجھے آپ سے غیر فطری مجامعت کے متعلق پوچھنا ہے، فرمایا: مجھے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انصار اپنی عورتوں کو اوندھا لٹا کر جماع نہیں کرتے تھے، جبکہ مہاجرین کرتے تھے۔ ایک مہاجر نے انصاریہ سے نکاح کیا اور اسے مجامعت کے لئے اوندھا لیٹنے کا کہا، تو وہ انکاری ہوئی اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر ماجرا سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو انصاریہ شرم سے باہر چلی گئی۔ سیدہ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بلائیں، بلایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ اور فرمایا: جماع کا تو ایک ہی راستہ ہے۔''

(سنن الدّارمي: ۱۱۵۹، مسند الإمام أحمد: ۳۰۵/٦، تفسير الطّبري: ۹۲/۲، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰی أَنَّهٗ يَجُوزُ لِلرَّجُلِ إِتْيَانُ زَوْجَتِهٖ فِي قُبُلِهَا مِنْ جَانِبِ دُبُرِهَا، وَعَلٰی أَيِّ صِفَةٍ شَاءَ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے پیچھے سے اگلی شرمگاہ میں جماع کر سکتا ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی سا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔''

(شرح السّنة : ۱۰٦/۹)

(سوال): سسر نے بہو سے زنا کیا، مگر نہ گواہ ہیں اور نہ اقرار کرتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک شرعی گواہی ثابت نہیں ہو جاتی، یا زانی اقرار نہیں کر لیتا، حد قائم نہیں ہو سکتی۔ البتہ اگر زنا ثابت ہو جائے، تو زانی پر حد قائم ہو گی، مگر بہو اور بیٹے کے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا، کیونکہ حرمت مصاہرت نکاح صحیح سے ثابت ہوتی ہے۔

(سوال): زنا پر کوئی گواہ موجود نہیں، مگر زانی اقرار کرتا ہے، تو کیا حد شرعی قائم ہو سکتی ہے؟

(جواب): زانی خود اقرار کر لے، تو زنا کی حد شرعی قائم ہو گی، مگر اس صورت میں پوری جانچ کر لینی چاہیے کہ وہ نشے میں تو اقرار نہیں کر رہا یا کسی کے دباؤ میں خود کو مجرم تو نہیں بتلا رہا۔ اگر وہ ہوش و حواس میں زنا کا اقرار کر لے، تو اس پر حد نافذ کر دی جائے۔

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسلم قبیلے کا ایک آدمی (ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کا اعتراف کیا، پھر اس نے دوبارہ اعتراف کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ موڑ لیا، اس نے پھر اعتراف کیا، تو آپ نے پھر منہ موڑ لیا، حتی کہ اس نے اپنے خلاف چار بار گواہی دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا آپ دیوانے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے دریافت کیا: کیا آپ

شادی شدہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! ۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم فرمایا، تو اسے عیدگاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب پتھروں نے اسے تکلیف پہنچائی، تو وہ بھاگ اٹھا، چنانچہ اسے پکڑ کر رجم کر دیا گیا، حتی کہ وہ مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا، لیکن اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔''

(صحيح البخاري : 6820، صحيح مسلم : 16/1691، مختصرًا)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر زنا کا اقرار کیا اور کہنے لگی: میں حاملہ ہو چکی ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جب بچہ پیدا ہو جائے، تو مجھے بتانا۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس (عورت) کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیے گئے، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! آپ نے اسے رجم کیا، پھر اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا؟ فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے، تو انہیں بھی کافی ہو جائے، کیا آپ نے اس سے بہتر توبہ کبھی پائی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان ہی قربان کر دی ہے؟''

(صحيح مسلم : 1696)

سوال: زانی اور زانیہ میں سے ایک نے اقرار کیا، دوسرے نے انکار کیا، جس نے

اقرار کیا، اس کے پاس چار گواہ بھی نہیں، تو کیا دونوں پر حد نافذ کی جائے گی؟

(جواب): جس نے زنا کا اقرار کیا، اس پر حد نافذ ہوگی، جو زنا کا انکار کردے، اس پر حد نافذ نہ ہوگی، تا آنکہ چار گواہ پیش کر دیے جائیں، البتہ اسے آخرت میں سزا ہوگئی۔

(سوال): جو شخص ایک بار زنا کا اقرار کیا اور دوسری بات انکار کردے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شک وشبہ کی بنا پر حد قائم نہ ہوگی، جب تک ہوش وحواس کے ساتھ زنا کا اقرار نہیں کرتا یا چار عینی گواہ نہیں مل جاتے، اس پر حد قائم نہ ہوگی۔

(سوال): اگر منکوحہ مرتد ہو جائے، تو کیا ارتداد سے حرمت مصاہرت ختم ہو جاتی ہے؟

(جواب): ارتداد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، حرمت مصاہرت قائم رہتی ہے، لہٰذا جن رشتہ داروں سے ارتداد سے پہلے نکاح منع تھا، ان رشتہ داروں سے ارتداد کے بعد بھی منع ہے۔ مثلاً مرتدہ کی والدہ اور ربیبہ سے نکاح جائز نہیں۔

(سوال): حد زنا کے ثبوت کے لیے کتنے گواہ ضروری ہیں؟

(جواب): چار معتبر گواہ، جنھوں نے خود زنا کرتے دیکھا ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی شک وشبہ کی بنا پر گواہی دے رہا ہے، تو باقی تینوں کی گواہی بھی رد کر دی جائے گی۔

(سوال): جو کسی پر زنا کی تہمت لگائے، پھر پورے چار گواہ پیش نہ کرے، تو اس کی کیا سزا ہے؟

(جواب): اس پر حد قذف (تہمت) ہے۔ اس حد میں اَسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص تین گواہ لائے، چوتھا نہ مل سکے، تو بھی اسے حد قذف لگے گی اور آئندہ اس کی کسی معاملہ میں گواہی معتبر نہ ہوگی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النّور : ٤)

''جولوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ بھی نہیں لے کر آتے، تو انہیں اَسی کوڑے (حد قذف میں) لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔''

(سوال): کیا رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟

(جواب): جو حرمت نسب سے ثابت ہوتی ہے، وہی حرمت رضاعت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

''رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1444)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ فرمایا: وہ تو میری رضاعی بھتیجی ہیں۔ (صحیح بخاری: ۵۱۰۰)

(سوال): رضاعت کب ثابت ہوتی ہے؟

(جواب): رضاعت کی مدت دو سال ہے، اس مدت میں کم از کم پانچ دفعہ یا اس سے زائد مرتبہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ .

''ایک یا دو دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحيح مسلم : 1450)

❁ دوسری روایت ہے:

لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ .

''ایک یا دو دفعہ پستان منہ میں دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحيح مسلم : 1451)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ عرض کیا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے، فرمایا: پہچان لیں کہ آپ کے بھائی کون ہیں، رضاعت تب ثابت ہوتی ہے، جب دودھ ہی بچے کی غذا ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2647، صحيح مسلم : 1455)

❁ سیدہ امِ فضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''بنو عامر بن صَعصَعہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ایک دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟ فرمایا: نہیں۔''

(صحيح مسلم : 1451)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’پہلے قرآنِ مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات (کے بہت قریب) تک قرآنِ کریم میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔‘‘

(صحیح مسلم : 1452)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اگر بچہ پانچ سے کم دفعہ کسی عورت کا دودھ پی لے، تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ اگرچہ پانچ دفعہ والی آیت کی قرأت اب قرآنِ کریم میں نہیں ہوتی، لیکن حکم باقی ہے۔

❁ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم کے متعلق ان کی بیوی، سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

أَرْضِعِيهِ خَمْسَ رَضْعَاتٍ، فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ .

’’اس کو پانچ دفعہ دودھ پلا دیں، وہ رضاعت کی بنا پر ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی طرح ہو جائے گا۔‘‘

(المؤطّأ للإمام مالك : 605/2، وأصله في صحيح البخاري : 5088، مسند الإمام أحمد : 201/6، 271، والسياق لهٗ)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ پانچ کم ترین حد ہے، اس سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: لڑکا لڑکی کا نکاح ہو گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں رضاعی بہن بھائی تھے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): رضاعی حرام رشتہ ثابت ہونے کے بعد فوراً دونوں میں جدائی کرائی جائے گی۔ یہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

❁ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابواہاب کی بیٹی (ام یحییٰ) سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے پھر پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منہ موڑ لیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ بات کہی جا چکی ہے، تو وہ تیرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ پس آپ نے اسے اس (کی بیوی کے ساتھ رہنے) سے منع کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 2659)

(سوال): مریم نے زید کی بیوی کا دودھ پیا، کیا مریم کے ساتھ زید کے بیٹے کی شادی ہو سکتی ہے؟

(جواب): مریم زید کی رضاعی بیٹی ہے اور زید کا بیٹا مریم کا رضاعی بھائی ہے، اس لیے ان کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

(سوال): بچی نے صرف منہ لگایا، کیا حرمت ثابت ہو گئی؟

(جواب): کم از کم پانچ بار پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ.

''ایک یا دو بار دودھ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحيح مسلم : 1450)

سوال: اگر کوئی عورت خیال ظاہر کرے کہ شاید میں نے فلاں لڑکی اور لڑکے کو دودھ پلایا ہے، کیا اس شک سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: جب تک یقینی گواہی نہ ہو، حرمت ثابت نہ ہوگی، لڑکا اور لڑکی نکاح کر سکتے ہیں۔

سوال: عورت یقین سے کہے کہ میں نے فلاں لڑکے اور لڑکی کو دودھ پلایا ہے، مگر دوسرے لوگ انکار کریں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کی بات کا اعتبار ہے۔ اس مسئلہ میں اکیلی عورت کی گواہی کافی ہے۔

❀ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> ''میں نے ابو اہاب کی بیٹی (ام یحییٰ) سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے پھر پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منہ موڑ لیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ بات کہی جا چکی ہے، تو وہ تیرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ پس آپ نے اسے اس (کی بیوی کے ساتھ رہنے) سے منع کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 2659)

سوال: قریب المرگ بیوی نے شوہر سے کہا کہ فلاں لڑکی کو میں نے دودھ پلایا تھا، میرے مرنے کے بعد تم اس سے شادی نہ کرنا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب عورت نے یقین کے ساتھ گواہی دے دی ہے، تو اس کے بعد شوہر کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ لڑکی شوہر کی رضاعی بیٹی ہے۔ البتہ یہ

جانچ کر لی جائے کہ دودھ کتنی بار پلایا ہے؟ کیونکہ پانچ سے کم بار دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): اگر خالہ کا دودھ پیا ہے، تو اس کی بیٹی سے شادی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): خالہ کا دودھ پیا ہے، تو خالہ رضاعی ماں بن گئی اور اس کی بیٹی رضاعی بہن، لہٰذا دونوں کا نکاح جائز نہیں۔

(سوال): ہندہ کے چھ بچے ہیں، تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ ہندہ نے اپنی خالہ زاد بہن کے لڑکے کو بھی دودھ پلایا،، کیا اس رضاعی لڑکے کا نکاح ہندہ کی نواسی سے ہوسکتا ہے؟

(جواب): ہندہ کے رضاعی بیٹے کا نکاح ہندہ کی نواسی سے جائز نہیں، کیونکہ وہ لڑکی کا رضاعی ماموں ہے اور جیسے نسبی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں، ایسے ہی رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں رضاعی بھانجیاں بھی مراد ہیں، کیونکہ جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

(سوال): جس لڑکی نے بھابھی کا دودھ پیا ہے، کیا اس سے نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ رضاعی بھتیجی ہے، کیونکہ یہ لڑکی بھائی کی رضاعی بیٹی ہوئی۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

جس طرح نسبی بھتیجیوں سے نکاح جائز نہیں، اس طرح رضاعی بھتیجیوں سے نکاح بھی جائز نہیں۔

❁ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ فرمایا: وہ تو میری رضاعی بھتیجی ہیں۔ (صحیح بخاری: ۵۱۰۰)

(سوال): ایک عورت نے اس مرد سے نکاح کیا، جس کی نانی کا دودھ اس عورت نے پیا تھا، کیا ان کا نکاح جائز ہے؟

(جواب): اگر اس عورت نے مرد کی نانی کا دودھ مدت رضاعت میں کم از کم پانچ بار پیا ہے، تو حرمت رضاعت ثابت ہے، کیونکہ وہ عورت اس مرد کی رضاعی خالہ ہے۔ تو جس طرح نسبی خالہ سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی خالہ سے نکاح بھی جائز نہیں۔ اگر نکاح کر لیا ہے، بعد میں رضاعت کا علم ہوا، تو دونوں میں جدائی کرائی جائے گی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَخَالَاتُكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری خالائیں (بھی تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

نسبی اور رضاعی خالاؤں کا ایک ہی حکم ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۷۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: زید کی دوسری بیوی نے عائشہ کو دودھ پلایا ہے، کیا زید کے بیٹے کا نکاح عائشہ سے ہوسکتا ہے؟

جواب: ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں بہن بھائی ہیں، کیونکہ عائشہ لڑکے کے والد کی رضاعی بیٹی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُكُمْ ......﴾ (النّساء : ۲۳)

''......اور تمہاری بہنوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں بہنوں سے رضاعی بہنیں بھی مراد ہیں۔

سوال: کیا تین سال کی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: رضاعت کی مدت صرف دو سال ہے۔ اگر بچہ دو سال یا اس سے کم عمر میں کم سے کم پانچ بار دودھ پی لے، تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ تین سال کی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ رضاعت کی پوری مدت دو سال بیان ہوئی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ

يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾(البقرۃ : ۲۳۳)

''مائیں اپنے بچوں کومکمل دو سال دودھ پلائیں، جن کا ارادہ (مدت) رضاعت مکمل کرنے کا ہو۔''

(سوال): کیا بچے کو دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا جائز ہے؟

(جواب): والدین باہم رضامندی سے دو سال سے پہلے بھی دودھ چھڑوا سکتے ہیں، بشرطیکہ بچے کی صحت پر اثر انداز نہ ہو۔

﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾

(البقرۃ : ۲۳۳)

''اگر والدین باہم رضامندی اور مشورے سے (دو سال سے پہلے) دودھ چھڑوانا چاہیں، تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔''

(سوال): رضاعت کبیر کے متعلق اسلامی نکتہ نظر کیا ہے؟

(جواب): اسلام عقل اور منطق کا مخالف ہر گز نہیں ہے، لیکن صرف اپنی خواہشات اور تعصّبات کو عقل کا نام دے کر اسلام کو اس سے ٹکرا دیجئے تو نتائج برے ہی آتے ہیں، کوئی خاتون دو سال سے بڑے لڑکے یا جوان مرد کو دودھ نہیں پلا سکتی، یہ اسلام کا قاعدہ، قانون اور ضابطہ ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اتھارٹی دے رکھی ہے کہ آپ اسلام کے کسی قاعدے سے اللہ کے اذن سے کسی شخص کو مستثنیٰ کر سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک عجیب طرح کا کیس سامنے آیا، یہ سیدہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے، ہوا کچھ یوں کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما نے

سالم کو منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، آپ سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے اور ان کے بیٹے شمار کئے جاتے تھے۔

پھر اللہ کا حکم آ گیا کہ متبنیٰ کو اس کے اصل باپ کی طرف ہی منسوب کریں:

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾(الأحزاب: 5)

حکم مان لیا گیا، لیکن مشکل یہ ہوئی کہ اس حکم کے بعد لازمی طور پر سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا کو سالم سے پردہ کرنا تھا، تو جس کو بیٹا بنا کر پالا ہو، اس سے پردہ کرنا اور یک لخت اس سے جدا ہو جانا، سہلہ رضی اللہ عنہا پر گراں گزرا، ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی بہت پریشان ہوئے۔

تب سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلی آئیں، عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ معاملہ درپیش ہے، فرمایا:

أَرْضِعِيهِ، قَالَتْ: وَكَيْفَ أُرْضِعُهُ؟ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ.

”آپ اسے دودھ پلا دیں، کہنے لگیں: دودھ کیسے پلا دوں، وہ تو بڑے ہو گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑے ہو چکے ہیں۔“

(صحيح مسلم: 1453، المنتقى لابن الجارود: 690)

اسلامی احکام کی رو سے، یہ حدیث بالکل صحیح اور ثابت ہے، اس میں دو رائے نہیں، کیونکہ عمومی قاعدہ دودھ نہ پلانے کا سہی، لیکن کسی ایک شخص کو استثنا دے دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے، سو آپ نے اپنا اختیار استعمال کیا اور یہ اللہ کی اجازت سے ہوا۔

اس کی سند بھی صحیح ہے، بیان کرنے والے سچے ہیں، ائمہ ہیں، ان کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا گیا، بلکہ بعد از تحقیق بسیار ان کو سچا پایا گیا، پھر قرآنی حکم کے مطابق ان کی دی

ہوئی خبر کو قبول کر لیا گیا، یہ حدیث عقل اور منطق کے کسی ایک تقاضے کے مخالف نہیں، رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت قطعی ہے۔

لیکن ملحدین، منکرین حدیث اور عقل پرستوں نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث پر مختلف طریقوں سے اعتراضات وارد کر رکھے ہیں، ملحدین کو یہ چیز شرم وحیا کے منافی نظر آتی ہے، حالانکہ یہ وہی لوگ ہیں، جن کے نزدیک سرے سے شادی کی ضرورت تک محسوس نہیں کی جاتی، مرد وزن کے ہمہ جہتی تعلقات ان کا من پسند موضوع ہیں، اس سلسلہ میں اسلام کو ہدف تنقید بھی بناتے رہتے ہیں، لیکن یہاں آن کر ان کو شرم وحیا یاد آ جاتی ہے!

اسی طرح جدید منکرین حدیث کا معاملہ ہے، جو کلی طور پر احادیث کے انکار کی جرأت نہیں پاتے، لیکن کچھ نہ کچھ احادیث کے مضمون کو سمجھے بغیر ان پر رد کرنا اپنا فرض منصبی سمجھ لیتے ہیں، وہ اسے اپنے ایمان کا تقاضہ بھی قرار دیتے ہیں، ولے حیرت، کہ ان کا ایمان پوری امت سے بڑھ گیا ہے؟ کیا یہ لوگ بخاری، مسلم اور احمد بن حنبل کیسے ائمہ سنت سے زیادہ غیور واقع ہوئے ہیں، پوری امت نے قرن ہا قرن اس حدیث کو تلقی بالقبول سے نوازا ہے، فقہا نے اس حدیث پر اختلافات کی بنیاد رکھی ہے، استنباط و استدلالات کئے ہیں، لیکن کسی ایک نے بھی نہیں کہا کہ مذکورہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہو سکتی، یا عقل کے تقاضے اس سے ابا کرتے ہیں۔

وہ لوگ اصول تحقیق اور عقل و منطق سے اچھی طرح واقف تھے، وہ اسلام کے مزاج کو بھی سمجھتے تھے، اسی لئے ان کو اس حدیث میں قابل اعتراض چیز نظر نہیں آئی، وہ قبول کرتے آئے، محدثین، شارحین حدیث، فقہا، متکلمین اور خطبا اس پر اپنے استدلال کی بنیادیں رکھتے رہے۔

بجا کہ ایک خاتون ایک مرد کو دودھ نہیں پلا سکتی، لیکن کسی کا استثنا بھی تو ہوسکتا ہے، یہ ویسا ہی استثنا سمجھ لیجئے، جیسا استثنا عمومی حالات میں ہوتا ہے، ایک خاتون عام مردوں کے سامنے برہنہ نہیں ہوسکتی، لیکن اپنے خاوند کے ساتھ بعد از برہنگی معاملات بھی طے کرتی ہے، اس کو کوئی بھی بے حیائی اور بے شرمی نہیں کہتا، بلکہ اس کو ضروری امر قرار دیا جاتا ہے، جب ان معاملات میں ایک خاتون کے لئے ایک مرد کا استثنا ثابت ہوجانے سے وہ بے حیا نہیں ہوجاتے، تو ایک منہ بولے بیٹے کو بڑی عمر میں دودھ پلا دینے سے ایک ماں بے حیا کیوں کر ہوگئی؟ یا اس میں حیا کے منافی پہلو کون سے آ گئے؟

امت کے ایک خاص ماں بیٹے کا معاملہ تھا، سالم کو منہ بولے بیٹے سے رضاعی بیٹا بنانا تھا، اس کے لئے مذکورہ فعل سے بہتر کوئی راستہ موجود نہیں تھا، سو یہی راستہ اختیار کرلیا گیا۔

یہ ایک صحابی کے لئے رخصت ہے کہ اس کا پریشان رہنا اللہ کو منظور نہ تھا، وہ تو وہ لوگ تھے، اللہ پر قسم اٹھا لیتے تھے، تو اللہ ان کی قسموں کی لاج رکھ لیا کرتا تھا، ایک صحابی کی گواہی کو دو کے برابر قرار دے دیا جاتا تھا، ان کو اگر قربانی کا مطلوب جانور نہیں ملتا تھا، تو ان کو کھیرے جانور کی قربانی کی اجازت دے دی جاتی تھی، بعینہ یہ رخصت بھی دے دی گئی تھی۔

اب یہاں کوئی اعتراض اٹھا سکتا ہے کہ سالم نے اس عورت کو چھوا بھی ہوگا، جبکہ چھونا حرام ہے، اس اعتراض کا جواب مگر صدیوں پہلے دیا جا چکا ہے۔

۞ شارح صحیح مسلم، حافظ نووی (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: ممکن ہے کہ سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا نے سالم کو دودھ نکال کر دے دیا ہو اور انہوں نے پی لیا ہو، سینے کو نہ چھوا ہو، دونوں کے جسم آپس میں نہ ملے ہوں، قاضی رحمہ اللہ کی یہ بہت خوب صورت توجیہ ہے۔ یہاں

ایک دوسری صورت بھی ممکن ہے، وہ یوں کہ جب ایک شخص کو خاص طور پر
دودھ پینے کی اجازت دی جا سکتی ہے، اسے چھونے میں بھی عام قاعدے
سے استثنا مل سکتا ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : 31/10)

آخر میں ہم اسی مسئلہ کے ایک اہم جزو کی طرف اشارہ کریں گے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور متاخرین میں سے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ نے رضاعت کبیر کو جائز قرار دیا ہے اور اسی حدیث کو بنیاد بنایا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ بحالت مجبوری اس چیز کے جواز کے قائل تھے، یعنی یہ بزرگ اور خود ہماری ماں، اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتی تھیں، تب ہی تو اس سے استدلال بھی جائز سمجھتی تھیں، وگرنہ اس سے استدلال لینے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ وہ الگ بات کہ ان بزرگوں کا مذکورہ استدلال درست نہیں، کیونکہ خود دیگر ازواج مطہرات نے ماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف کیا تھا۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویوں نے اس سے انکار کیا کہ کوئی اس طرح
رضاعت کا رشتہ ثابت کر لے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی تھیں کہ بخدا! یہ چیز
ایک رخصت تھی، جو سیدنا سالم رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص تھی، اس قسم کی رضاعت کی
بنا پر کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے اور نہ ہم کو دیکھے۔''

(صحیح مسلم : 1454)

اس پر بھی غور کیجئے کہ امہات المومنین نے بھی ہرگز اس روایت سے انکار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے بھی اس کو رخصت سے تعبیر کیا، لیکن آج کچھ بدبخت شاید امت کی ماؤں سے بھی

زیادہ غیور واقع ہوئے ہیں، تف ہے ان کی اس سوچ پر!

سوال: رضاعی دادا اور نانا کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب نسبی دادا اور نانا کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح جائز نہیں، تو رضاعی دادا اور نانا کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح بھی جائز نہیں، کیونکہ جو رشتے نسب اور ولادت سے حرام ہوتے ہیں، وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء: ۲۲)

''جو عورتیں جو تمہارے آباء کی منکوحہ رہ چکی ہوں، ان سے تم نکاح نہ کرو۔''

آباء سے مراد باپ کے ساتھ ساتھ والد اور والدہ کے باپ داد بھی ہیں۔ لہٰذا دادا اور نانا کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔

سوال: ایک شخص نے باپ کی حقیقی چچی کا دودھ پیا ہے، چچی کی ایک لڑکی نے چچی کا دودھ نہیں پیا، کیا اس شخص کا باپ کی چچی کی لڑکی کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: باپ کی چچی کی اس لڑکی سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) کی تمام اولاد رضیع (دودھ پینے والے) پر حرام ہے، خواہ اس نے ساتھ دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہے۔ دونوں آپس میں بہن بھائی ہیں۔

سوال: ہندہ اور زید نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے، اس لیے وہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں، زید کی والدہ فوت ہوگئی، کیا زید کا باپ ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہندہ اور زید نے جس عورت کا دودھ پیا، اگر وہ زید کے والد کی منکوحہ نہیں، تو اس صورت میں زید کے والد کے لیے ہندہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔

(سوال): رقیہ اور زینب حقیقی بہنیں ہیں، رقیہ نے زینب کے لڑکے ظہور الحسن، اظہار الحسن اور صدر الحسن کو دودھ پلایا اور زینب نے رقیہ کی لڑکی فاطمہ اور لڑکے غلام محمد مرتضیٰ کو دودھ پلایا، کیا رقیہ کے لڑکے غلام مصطفیٰ اور غلام محمد مجتبیٰ کی شادی زینب کی لڑکی آمنہ وکلثوم سے جائز ہے، جبکہ غلام محمد مصطفیٰ اور غلام محمد مجتبیٰ نے زینب کا دودھ نہیں پیا اور نہ آمنہ اور کلثوم نے رقیہ کا دودھ پیا ہے؟

(جواب): غلام مصطفیٰ اور غلام مجتبیٰ کا نکاح آمنہ اور کلثوم سے درست ہے۔

(سوال): جس پوتے کو دادی نے دودھ پلایا ہے، کیا اس کا نکاح اس کی نواسی سے جائز ہے؟

(جواب): دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا، یہ دونوں رضاعی ماموں بھانجی ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں اُخت کا لفظ مطلق ہے، جو رضاعی بہنوں کو بھی شامل ہے، لہٰذا رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

(سوال): رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): رضائی بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ دونوں رضاعی چچا بھتیجی ہیں، تو جیسے نسبی چچا بھتیجی کا نکاح جائز نہیں، ایسے ہی رضاعی چچا بھتیجی کا نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

اس میں رضاعی بھتیجیاں بھی شامل ہیں۔

سوال: ساٹھ سالہ عورت نے بچے کے منہ میں دودھ دیا، کیا رضاعت ثابت ہوگئی؟

جواب: رضاعت کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے۔ محض دودھ منہ میں دینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

❁ سیدہ امِ فضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''بنو عامر بن صَعصَعہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ایک دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟ فرمایا: نہیں۔''

(صحیح مسلم: 1451)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''پہلے قرآنِ مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات (کے بہت قریب) تک قرآنِ کریم میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔''

(صحیح مسلم: 1452)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اگر بچہ پانچ سے کم دفعہ کسی عورت کا دودھ پی لے، تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

سوال: کیا ایک مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوتی ہے، بعض لوگ اس بارے میں روایات پیش کرتے ہیں؟

جواب: بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو

جائے گی۔ان کے دلائل کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، قَلِيلُهُ وَكَثِيرُهُ.

''رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔''

(جامع مسانيد الإمام أبي حنيفة للخوارزمي : 97/2)

جھوٹی روایت ہے:

ا۔ صاحبِ کتاب محمد بن محمود بن محمد بن حسن، ابوالمؤید (593-655ھ) کی توثیق معلوم نہیں۔

۲۔ ابومحمد، عبداللہ بن محمد بن یعقوب، حارثی ''متروک'' اور ''کذاب'' ہے۔

۳۔ ابراہیم بن جراح کی سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:69/8) کے کسی نے توثیق نہیں کی، لہذا یہ مجہول الحال ہے۔

۴۔ احمد بن عبداللہ، کندی کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صاحبِ مناکیر کہا ہے۔

(ديوان الضُّعفاء : 62)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهُ مَنَاكِيرُ بَوَاطِيلُ. ''اس نے منکر اور باطل روایات بیان کی ہیں۔''

(لسان الميزان لابن حَجَر :199/1)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔(لسان الميزان :199/1)

اس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔

۵۔ حکم بن عتیبہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۶۔ قاضی ابو یوسف جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہیں۔

۷۔ ان کے استاذ باتفاقِ محدثین ''ضعیف'' ہیں۔

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے کسی نے حدیث «لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ وَلَا الرَّضْعَتَانِ» ''ایک دو دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔'' پیش کی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَدْ كَانَ ذَاكَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ، فَالرَّضْعَةُ الْوَاحِدَةُ تُحَرِّمُ.

''پہلے ایسا ہی تھا، لیکن آج کے دور میں ایک دفعہ دودھ پینے سے ہی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔''

(أحكام القرآن للجَصّاص : 2/125)

یہ قول سخت ''ضعیف'' ہے:

۱۔ ابو خالد احمر ''مدلس'' ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۲۔ حجاج بن ارطاۃ جمہور ائمہ محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سيء الحفظ'' ہے، نیز ''مدلس'' بھی ہے۔

۳۔ حبیب بن ابی ثابت ''مدلس'' ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ سیدنا علی بن ابو طالب اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے تھے:

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ.

''رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ، حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔''

(سنن النّسائي : 3313)

سند ''ضعیف'' ہے۔ سعید بن ابی عروبہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

مسلم اصول ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ ثقہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں ہوتا۔

تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (مصنف عبدالرزاق: 7/466، ح: 13911، وسندہٗ صحیح)، طاؤس بن کیسان (مصنف عبدالرزاق: 7/467، ح: 13918، وسندہٗ صحیح) اور عطاء بن ابو رباح رحمہ اللہ (مصنف عبدالرزاق: 7/466، وسندہٗ صحیح) کے نزدیک ایک بار دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، لیکن صحیح احادیث کے مقابلہ میں یہ اقوال مرجوح ہیں۔

سوال: لڑکا لڑکی کا نکاح ہوا، بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں رضاعی بہن بھائی تھے، اب جو شادی پر خرچ ہوا، اس کا ذمہ دار کون ہے، جبکہ لڑکے والے وہ تمام خرچ لڑکی والوں سے وصول کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، جب ثابت ہو گیا کہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں، تو دونوں میں فوراً جدائی کرائی جائے۔ جس فریق نے جتنا خرچہ کیا، وہ دوسرے سے مطالبہ کا مجاز نہیں۔

سوال: جس لڑکے نے دودھ پیا ہے، کیا اس کی بہن سے دودھ پلانے والی کے لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، کیونکہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) کی اولاد رضیع (دودھ پینے والی یا والا) کے لیے حرام ہے، نہ کہ رضیع کے بہن بھائیوں کے لیے۔

سوال: زید نے ہندہ کا دودھ پیا، کیا ہندہ کے شوہر کی لڑکی، جو زینب کے بطن سے ہے، اس کی پوتی کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے؟

جواب: زید کا نکاح زید کے رضاعی باپ کی بیٹی کی پوتی سے جائز نہیں۔ کیونکہ جو

رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

رضاعی بہنوں کے بیٹوں کی اولادیں بھی اس حرمت میں شامل ہیں۔ لہٰذا رضاعی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے۔

سوال: ایک بچے کو ایک عورت نے غلطی سے ایک مرتبہ دودھ پلایا، کیا رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں؟

جواب: رضاعت ثابت نہیں ہوئی، رضاعت مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے۔

سوال: دودھ پینے والی لڑکی کی شادی دودھ پلانے والی کے لڑکے سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں، یہ دونوں بہن بھائی ہیں۔ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے لیے حرام ہوتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری بہنوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں رضاعی بہنیں بھی مراد ہیں۔

سوال: بہن کے لڑکے کے منہ میں چھاتی دے دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: رضاعت ثابت نہ ہوئی۔ رضاعت کم سے کم پانچ بار دودھ پلانے سے

ثابت ہوتی ہے، وہ بھی مدت رضاعت میں۔

سوال: جس بھائی نے دودھ نہیں پیا، اس کی شادی دودھ پلانے والی کی لڑکی سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، مرضعہ کی اولاد صرف رضیع پر حرام ہے، نہ کہ رضیع کے بہن بھائیوں پر۔

سوال: بیوی کی چھاتی منہ میں لی، دودھ حلق میں چلا گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی کا دودھ حلق میں جانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، نہ نکاح میں کچھ خلل آتا ہے، دراصل رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے، جب رضاعت کی مدت یعنی دو سال میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پیا جائے۔

سوال: کیا ایک عورت کی گواہی حرمت رضاعت کے لیے کافی ہے؟

جواب: جس عورت نے دودھ پلایا ہے، اس اکیلی کی گواہی حرمت رضاعت کے لیے کافی ہے۔

❁ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابواہاب کی بیٹی (ام یحییٰ) سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے پھر پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منہ موڑ لیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ بات کہی جا چکی ہے، تو وہ تیرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ پس آپ نے اسے اس (کی بیوی کے ساتھ رہنے) سے منع کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 2659)

(سوال): اگر دودھ پینے والے بچے کی عمر ڈھائی سال ہے، تو کیا رضاعت ثابت ہو گی یا نہیں؟

(جواب): رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ مدت رضاعت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، اس مدت میں کسی عورت کا دودھ کم سے کم پانچ مرتبہ پیا، تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾(البقرة : ٢٣٣)

''مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں، جن کا ارادہ (مدت) رضاعت مکمل کرنے کا ہو۔''

(سوال): دس سالہ بیوہ کی چھاتی بچے نے منہ میں لی اور اس کی چھاتی سے پانی آیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بچے کے منہ میں چھاتی دینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ.

''ایک یا دو دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحيح مسلم : 1450)

❁ دوسری روایت ہے:

لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ .

''ایک یا دو دفعہ پستان منہ میں دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحیح مسلم :1451)

سوال: نانی اقرار کرتی ہے کہ میں نے نواسے کو دودھ پلایا ہے، کیا اس کی شادی نانی کی نواسی سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: نانی نے اقرار کیا ہے، تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ اب نانی کی نواسی سے رضیع (دودھ پینے والے) کی شادی نہیں ہوسکتی، کیونکہ دونوں رضاعی ماموں بھانجی ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں اُخت کا لفظ مطلق ہے، جو رضاعی بہنوں کو بھی شامل ہے، لہٰذا رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

سوال: زید کی بہن نے جس لڑکی کو دودھ پلایا ہے، کیا اس سے زید کا نکاح جائز ہے؟

جواب: یہ نکاح جائز نہیں، یہ دونوں ماموں بھانجی ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

جس طرح بہنوں کی نسبی بیٹیوں سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح بہنوں کی رضاعی بیٹیوں سے نکاح بھی جائز نہیں۔

سوال: زید کے لے پالک بچے نے اس کی بیوی کا دودھ پیا، کیا زید کا نکاح لے پالک کی مطلقہ سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب لے پالک نے زید کی بیوی کا دودھ پیا، تو وہ زید کا رضاعی بیٹا بن گیا، اب جس طرح نسبی بیٹے کی منکوحہ سے باپ کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بیٹے کی منکوحہ سے رضاعی باپ کا نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ ......﴾(النّساء: ٢٣)

''......اور تمہارے بیٹوں کی منکوحات کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں نسبی بیٹوں کی طرح رضاعی بیٹوں کی منکوحات بھی مراد ہیں۔

سوال: جس نے پھوپھی کا دودھ پیا، کیا اس کا پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

جواب: پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں۔ رضیع کے لیے مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہو جاتی ہے۔

سوال: رضاعی ماں یا باپ کی سوتیلی ماں سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس طرح نسبی دادا یا نانا کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی دادا یا نانا کی منکوحہ سے بھی نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء: ٢٢)

''جو عورتیں جو تمہارے آباء کی منکوحہ رہ چکی ہوں، ان سے تم نکاح نہ کرو۔''

آباء سے مراد جس طرح نسبی باپ، دادا اور نانا شامل ہیں، اسی طرح رضاعی باپ، دادا اور نانا بھی شامل ہیں۔لہٰذا ان کی منکوحات سے نکاح جائز نہیں۔

(سوال): کیا زید کے رضاعی بھائی کی بیٹی زید کے نسبی بھائی کے نکاح میں آسکتی ہے؟

(جواب): زید کے نسبی بھائی کا نکاح زید کے رضاعی بھائی کی بیٹی یعنی زید کی رضاعی بھتیجی سے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ رضاعت میں حرمت رضیع کے لیے ہے، نہ کی رضیع کے بہن بھائیوں کے لیے۔

(سوال): زید نے پھوپھی کا دودھ پیا، زید کے پھوپھا کا انتقال ہوگیا، تو اس کی پھوپھی نے دوسری شادی کرلی، جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، کیا اس لڑکی سے سے زید کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): رضیع کے لیے مرضعہ کی کسی اولاد سے نکاح جائز نہیں، خواہ پہلے شوہر سے ہو یا موجودہ شوہر سے۔ یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں۔

(سوال): ایک لڑکی نے مدت رضاعت میں ایک عورت کا دودھ کئی ماہ تک پیا، اسی عورت کا دودھ ایک لڑکے نے مدت رضاعت میں ایک دو بار پیا، کیا اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے ہوسکتا ہے، جس نے کئی ماہ تک عورت کا دودھ پیا؟

(جواب): جس لڑکی نے مدت رضاعت میں کئی ماہ عورت کا دودھ پیا، اس کی رضاعت ثابت ہے، البتہ جس لڑکے نے مدت رضاعت میں ایک دو بار دودھ پیا، اس کی رضاعت ثابت نہیں، کیونکہ رضاعت کم سے کم پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے لڑکا اور لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے، دونوں رضاعی بہن بھائی نہیں ہیں۔

(سوال): زید کی شادی طلیحہ سے ہوئی، زید کی بیوی طلیحہ نے اپنی بہن صابرہ کو دودھ

پلایا، طلیحہ فوت ہوگئی، زید نے طلیحہ کی دوسری بہن ہاجرہ سے نکاح کرلیا، کیا صابرہ کی شادی زید کے حقیقی بھائی بکر سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): بکر کی شادی صابرہ سے نہیں ہوسکتی، کیونکہ صابرہ بکر کی رضاعی بھتیجی ہے۔ تو جس طرح نسبی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے نکاح بھی جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾ (النّساء: ۲۳)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کردیا گیا ہے)۔''

رضاعی بھتیجیاں بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

(سوال): رضاعی باپ کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جس طرح نسبی باپ کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی باپ کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح بھی جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النّساء: ۲۲)

''جو عورتیں جو تمہارے آباء کی منکوحہ رہ چکی ہوں، ان سے تم نکاح نہ کرو۔''

اس میں رضاعی باپ بھی شامل ہیں، کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

''رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کردیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام

کرتی ہے۔“

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1444)

(سوال): کیا دھوکہ سے دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟

(جواب): حرمت رضاعت کے لیے کم سے کم پانچ بار دودھ پینا ضروری ہے۔ اگر کوئی دھوکہ سے پانچ مرتبہ دودھ پی لے یا پلا دی، تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(سوال): بیوی کے رضاعی بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح جائز نہیں، بیوی کا رضاعی بیٹا اس کا بھی رضاعی بیٹا ہے، تو جیسے نسبی بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے بھی نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

”......اور تمہارے بیٹوں کی منکوحات کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔“

یہاں رضاعی بیٹے بھی مراد ہیں۔

(سوال): افواہ ہے کہ فلاں نے فلاں کا دودھ پیا، کیا رضاعت ثابت ہو گی؟

(جواب): افواہ یا شبہ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ جب تک مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ بار دودھ پینے کا یقین نہ ہو جائے، حرمت رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

(سوال): چمچہ میں دودھ نکال کر پلایا، کیا رضاعت ثابت ہو گی یا نہیں؟

(جواب): اگر مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ بار سیر ہو کر دودھ پی لیا، تو رضاعت ثابت ہو جائے گی، خواہ چھاتی کو منہ لگا کر پیے یا کسی برتن میں دودھ نکال کر پلایا جائے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ایک عورت نے سوتیلے بھائی کو دودھ پلایا، کیا اس عورت کی لڑکی سے سوتیلے بھائی کے لڑکے کا نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): ان کا نکاح شرعاً حرام ہے۔ یہ دونوں پھوپھی بھتیجا ہیں۔ تو جیسے نسبی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَعَمَّاتُكُمْ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری پھوپھیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

رضاعی پھوپھیاں بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ .

''رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1444)

(سوال): اگر لاعلمی میں رضاعی حرام رشتوں کا آپس میں نکاح ہو جائے، تو انہیں

جدائی کرنی پڑے گی یا خود ہی نکاح ختم ہو جائے گا؟

(جواب): حرام رشتوں کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ اگر نکاح کر لیا اور بعد میں علم ہوا، تو دونوں میاں بیوی والے رشتے کو ترک کر دیں۔ اس نکاح کو باقی رکھنا کسی صورت جائز نہیں۔

❀ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابواہاب کی بیٹی (ام یحییٰ) سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے پھر پوچھا، تو آپ ﷺ نے پھر منہ موڑ لیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ بات کہی جا چکی ہے، تو وہ تیرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ پس آپ نے اسے اس (کی بیوی کے ساتھ رہنے) سے منع کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 2659)

(سوال): اگر رضاعی محرم سے نکاح کر لیا، بعد میں علم ہوا، تو جدائی اختیار کی، کیا اس صورت میں عورت عدت گزارے گی؟

(جواب): اگر یہ عورت غیر مدخولہ ہے، تو اس کی کوئی عدت نہیں۔ اگر مدخولہ ہے، تو اس پر تین حیض عدت ہے۔ اس کا حکم مطلقہ والا ہو گا۔

❀ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی کہ اس نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا اور عرض کی: وہ جھوٹی ہے،

آپ ﷺ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے دوسری طرف سے آ کر عرض کی:
اللہ کے رسول! وہ جھوٹی ہے، فرمایا: اس (عورت) کی بات کا کیا کیا جائے؟
اسے طلاق دے دیں۔''

(صحيح البخاري : 5104)

(سوال): لاعلمی میں رضاعی محرم سے نکاح کے بعد جو اولاد پیدا ہوئی، ان کے نسب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ان کا نسب ان کے باپ سے ثابت ہوگا، کیونکہ یہ نکاح لاعلمی میں ہوا ہے، اس لیے اسے نکاح صحیح تسلیم کیا جائے گا۔

(سوال): ایک ضعیف عورت کا دودھ ایک لڑکی نے پیا، کیا اس ضعیفہ کے پوتے سے اس لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): اگر رضاعت ثابت ہے، تو ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ دونوں رضاعی پھوپھی بھتیجا ہیں، تو جس طرح نسبی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی پھوپھی سے نکاح بھی جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَعَمَّاتُكُمْ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''......اور تمہاری پھوپھیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

رضاعی پھوپھیاں بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

(سوال): جس بیوہ سے نکاح کرنا چاہا، اس نے کہا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ شاید میں نے تمہاری ماں کا دودھ پیا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شک سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ جب تک مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ بار دودھ پینے کا یقین نہ ہو جائے، حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔لہٰذا مذکورہ صورت میں دونوں نکاح کر سکتے ہیں۔

(سوال): جس نے نانی کا دودھ پیا ہو، اس کا نکاح خالہ کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): جائز نہیں، یہ دونوں رضاعی ماموں بھانجی ہیں، تو جیسے نسبی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں رضاعی بھانجیاں بھی مراد ہیں، کیونکہ جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

(سوال): صرف دودھ پلانے والی رضاعت کی گواہی دیتی ہے، کوئی دوسرا گواہ نہیں، کیا رضاعت ثابت ہوگی؟

(جواب): مسئلہ رضاعت میں کوئی عورت بالیقین کہہ دے کہ میں نے فلاں فلاں کو دودھ پلایا ہے، تو اس کی گواہی معتبر مانی جائے گی، خواہ کوئی دوسرا گواہ ہو یا نہ ہو۔

❀ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابواہاب کی بیٹی (ام یحییٰ) سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے پھر پوچھا،

تو آپ ﷺ نے پھر منہ موڑ لیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ بات کہی جا چکی ہے، تو وہ تیرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ پس آپ نے اسے اس (کی بیوی کے ساتھ رہنے) سے منع کر دیا۔''

(صحیح البخاري: 2659)

(سوال): غیر شادی شدہ لڑکی کی چھاتی منہ میں لی، کیا رضاعت ثابت ہوئی؟

(جواب): غیر شادی شدہ کے دودھ نہیں آتا۔ جب تک بچہ مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ بار سیر ہو کر دودھ نہ پیئے، حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

(سوال): ایک عورت نے بچے کو مدت رضاعت میں کئی بار دودھ پلایا، مگر نیت رضاعت کی نہ تھی، بلکہ کسی طبی ضرورت کے لیے دودھ پلایا، کیا رضاعت ثابت ہوگی؟

(جواب): جس نے مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلایا، تو رضاعت ثابت ہوگئی، خواہ نیت رضاعت کی ہو یا نہ ہو۔

(سوال): میرے بھانجے خلیل نے میری والدہ کا دودھ پیا، کیا میں اپنے بھانجے کی شادی اپنی بیٹی سے کر سکتا ہوں؟

(جواب): یہ نکاح نہیں ہو سکتا ہے، یہ دونوں رضاعی چچا بھتیجی ہیں۔ تو جس طرح نسبی چچا بھتیجی کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی چچا بھتیجی کا نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾ (النّساء: ٢٣)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

اس میں رضاعی بھتیجیاں بھی شامل ہیں۔

(سوال): دودھ پینا ثابت ہوا، مگر مدت رضاعت کے بعد، کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک مدت رضاعت یعنی دوسال کے اندر کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پینا ثابت نہ ہو، حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): میری ایک بیوی نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا، کیا اس لڑکی کی بیٹی کا نکاح میری دوسری بیوی کے لڑکے سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): ان کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے، یہ دونوں رضاعی ماموں بھانجی ہیں۔تو جیسے نسبی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کردیا گیا ہے)۔''

یہاں رضاعی بھانجیاں بھی مراد ہیں، کیونکہ جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

(سوال): بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو دودھ پلایا، کیا دونوں کی اولادوں کا آپس میں نکاح جائز ہے؟

(جواب): جب چھوٹی بہن نے بڑی بہن کا مدت رضاعت میں دودھ پیا، تو رضاعت ثابت ہوگئی اور چھوٹی بہن بڑی بہن کی رضاعی بیٹی بن گئی اور بڑی بہن کی اولاد چھوٹی بہن کے بہن بھائی بن گئے، لہٰذا بڑی بہن کی اولاد سے چھوٹی بہن کی اولاد کا نکاح جائز نہیں، کیونکہ جیسے نسبی بہن کی اولاد سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بہن کی اولاد سے بھی نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ۲۳)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو(بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

(سوال): بچے کو جس عورت نے دودھ پلایا، کیا وہ اپنی پوتی سے اس بچے کا نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): ان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں رضاعی چچا بھتیجی ہیں۔تو جیسے نسبی چچا بھتیجی کا نکاح جائز نہیں، ایسے ہی رضاعی چچا بھتیجی کا نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأَخِ ......﴾(النّساء : ۲۳)

''......اور بھائی کی بیٹیوں کو(بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

اس میں رضاعی بھتیجیاں بھی شامل ہیں۔

(سوال): ایک عورت نے غیر مسلم لڑکی کو دودھ پلایا، بعد میں وہ لڑکی مسلمان ہوگئی، کیا عورت کے بھائی کا نکاح اس لڑکی سے ہوسکتا ہے؟

(جواب): ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں رضاعی ماموں بھانجی ہیں، تو جیسے نسبی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ۲۳)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو(بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں رضاعی بھانجیاں بھی مراد ہیں، کیونکہ جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں، وہ

رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

(سوال): کافر کے بچے کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): کافر کے بچے کو مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلایا ہے، تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

(سوال): دوڑھائی سال کی عمر کے درمیان دودھ پیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): رضاعت کی کامل مدت دو سال ہے۔ اس مدت میں کسی نے کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پیا، تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی، ورنہ نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾(البقرة: ٢٣٣)

''مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں، جن کا ارادہ (مدت) رضاعت مکمل کرنے کا ہو۔''

(سوال): بلوغ کے بعد پستان منہ میں لینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): رضاعت دو سال کی مدت میں ثابت ہوتی ہے، اس کے بعد حرمت ثابت نہیں ہوتی، خواہ کتنی ہی بار دودھ پیا ہو۔

(سوال): شادی کے بعد ایک مرد اور دو عورتوں نے رضاعت کی گواہی دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): گواہ معتبر ہیں، تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، مگر یہ جانچ کر لینی چاہیے کہ واقعی مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ بار دودھ پیا ہے یا نہیں؟ اگر رضاعت

ثابت ہو جائے، تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔

(سوال): بیوی کی موجودگی میں اس کی حقیقی بہن سے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کی موجودگی میں اس کی حقیقی بہن سے نکاح جائز نہیں، یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ یہ زنا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ......﴾(النّساء: ۲۳)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

(سوال): بیوی کی کی علاتی بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بیوی کی علاتی بہن (جن کا باپ ایک ہے، مائیں الگ الگ ہیں) سے نکاح بھی جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ......﴾(النّساء: ۲۳)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں تمام بہنیں مراد ہیں۔

(سوال): بیوی کی اخیافی بہن (جن کی ماں ایک ہے، باپ الگ الگ ہیں) کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): بیوی کی موجوگی میں اس کی اخیافی بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ......﴾(النّساء: ۲۳)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں تمام بہنیں مراد ہیں۔

سوال: بیوی کی بہن سے نکاح کب ہوسکتا ہے؟

جواب: اگر بیوی فوت ہو جائے، تو اس کی بہن سے نکاح جائز ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر بیوی کو طلاق دے دی، تو عدت کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔

سوال: سالے کی لڑکی سے نکاح درست ہے؟

جواب: سالے کی لڑکی زوجہ کی بھتیجی ہے، زوجہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لڑکی اور اس کی پھوپھی کو ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا، نیز لڑکی اور اس کی خالہ کو بھی ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 5109، صحيح مسلم : 1408)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی (سے نکاح) کی موجودگی میں بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے اور بھتیجی کی موجودگی میں پھوپھی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔ خالہ (سے نکاح) کی موجودگی میں بھانجی کے ساتھ نکاح سے منع کیا ہے اور بھانجی کی موجودگی میں خالہ کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔ بڑے رشتے والی کی موجودگی میں چھوٹے رشتے والی سے اور چھوٹے رشتے والی کی موجودگی میں بڑے رشتے والی سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔''

(مسند الإمام أحمد : 426/2، سنن أبي داوٗد : 2065، سنن النّسائي : 3298، سنن التّرمذي : 1126، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لڑکی اور اس کی پھوپھی کو ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا، نیز لڑکی اور اس کی خالہ کو بھی ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 5109، صحيح مسلم : 1408)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی (سے نکاح) کی موجودگی میں بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے اور بھتیجی کی موجودگی میں پھوپھی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔ خالہ (سے نکاح) کی موجودگی میں بھانجی کے ساتھ نکاح سے منع کیا ہے اور بھانجی کی موجودگی میں خالہ کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔ بڑے رشتے والی کی موجودگی میں چھوٹے رشتے والی سے اور چھوٹے رشتے والی کی موجودگی میں بڑے رشتے والی سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔''

(مسند الإمام أحمد : 426/2، سنن أبي داوٗد : 2065، سنن النّسائي : 3298، سنن التّرمذي : 1126، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: بیوی کو طلاق دے کر فوراً اس کی بہن یا بھتیجی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب تک بیوی طلاق کی عدت میں ہے، اس کی بہن، بھتیجی، پھوپھی یا خالہ سے نکاح نہیں کر سکتے۔

(سوال): زوجہ اوراس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

(جواب): زوجہ کی موجودگی میں اس کی سوتیلی ماں (باپ کی دوسری منکوحہ) سے نکاح جائز ہے۔

(سوال): بھائی کی بیوہ، جو بیوی کی بہن ہے، سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کی موجودگی میں اس کی بیوہ بہن سے نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ......﴾ (النساء : ٢٣)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

(سوال): بیوی کی بھانجی سے شوہر کا پردہ ہے یا نہیں؟

(جواب): بیوی اور اس کی بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا اس وقت تک حرام ہے، جب تک بیوی عقد میں موجود ہے، یہ محرمات ابدیہ میں سے نہیں۔ لہٰذا بیوی کی بھانجی سے پردہ واجب ہے۔

(سوال): پھوپھی کی موجودگی میں پھوپھا سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لڑکی اور اس کی پھوپھی کو ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا، نیز لڑکی اور اس کی خالہ کو بھی ایک عقد میں جمع نہیں کیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 5109، صحيح مسلم : 1408)

(سوال): بیوی کی ناجائز بہن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کی موجودگی میں اس کی ناجائز بہن سے نکاح جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ......﴾(النّساء: ٢٣)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

ناجائز بہن بھی اس میں داخل ہے، یعنی جو بیوی کے والد کے بستر پر پیدا ہوئی تھی۔

(سوال): بیوی کا انتقال ہو گیا، کیا بیوی کی حقیقی خالہ سے نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): بیوی کی حقیقی خالہ سے نکاح بیوی کی موجودگی میں حرام تھا، بیوی کے انتقال کے بعد اب بیوی کی خالہ حلال ہے، بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ ہو۔

(سوال): جو بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کی موجودگی میں اس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ جس نے یہ نکاح کیا، وہ منعقد نہ ہوا، نیز نکاح کرانے والے اور کرنے والے سب جرم میں شریک ہوں گے، اس سے جو اولاد ہوگی، وہ ناجائز ہوگی۔

(سوال): بیوی کی موجودگی میں سالے کی نواسی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ بیوی کی بھتیجی کی بیٹی ہے، لہٰذا بیوی کی موجودگی میں اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی (سے نکاح) کی موجودگی میں بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے اور بھتیجی کی موجودگی میں پھوپھی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔ خالہ (سے نکاح) کی موجودگی میں بھانجی کے ساتھ

نکاح سے منع کیا ہے اور بھانجی کی موجودگی میں خالہ کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔ بڑے رشتے والی کی موجودگی میں چھوٹے رشتے والی سے اور چھوٹے رشتے والی کی موجودگی میں بڑے رشتے والی سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔"

(مسند الإمام أحمد : 426/2، سنن أبي داوٗد : 2065، سنن النّسائي : 3298، سنن التّرمذي : 1126، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: لاعلمی میں بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح کرلیا، صحبت بھی کر لی، اب کیا حکم ہے؟

جواب: معلوم ہونے کے بعد بیوی کی بہن سے علیحدگی اختیار کر لی جائے، یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ لڑکی تین حیض عدت گزارے گی۔

سوال: بیوی کے ہوتے ہوئے اس کے رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی کی موجودگی میں اس کے رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں۔ یہ بیوہ کی رضاعی بھتیجی ہے، تو جیسے نسبی پھوپھی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، اسی طرح رضاعی پھوپھی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ .

"رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔"

(صحیح البخاري : 2646، صحیح مسلم : 1444)

(سوال): کیا بیوی اور اس کے پہلے شوہر کی لڑکی، جو دوسری بیوی سے تھی، کو جمع کرنا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): دو رضاعی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جیسے دو نسبی بہنوں کو بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بہنوں کو بھی جمع کرنا جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ......﴾ (النّساء : ۲۳)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

رضاعی بہن بھی اس میں داخل ہے۔

(سوال): بیوی کی علاتی بھتیجی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کی موجودگی میں اس کی علاتی بھتیجی سے نکاح بھی حرام ہے۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی کی بہن سے نکاح کیا، پھر پہلی بیوی کو طلاق دے دی، کیا حکم ہے؟

(جواب): دوسرا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، اب چونکہ اس نے پہلی بیوی کو بھی طلاق دے دی ہے، تو عدت کے بعد دوسری سے نکاح کر سکتا ہے۔

(سوال): قادیانی لڑکی کا نکاح سنی لڑکے سے کرنا کیسا ہے؟

(جواب): قادیانی مرتد کافر ہیں، ان کی لڑکیوں سے بھی نکاح جائز نہیں۔

(سوال): اگر بیوی قادیانی ہو جائے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی قادیانی ہوجائے، تو وہ مرتدہ ہے، یہ نکاح باطل ہوجائے گا۔

(سوال): کیا روافض اہل قرآن ہیں؟

(جواب): روافض کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم میں تحریف ہوچکی ہے۔ اس لیے انہیں اہل قرآن نہیں کہہ سکتے۔ ظاہری طور پر جو روافض قرآن کریم کا اقرار کرتے ہیں، وہ تقیہ کے طور پر کرتے ہیں۔

شیعہ کے نزدیک قرآن مجید ایک محرف کتاب ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

① مرزا حسین بن محمد تقی نوری طبرسی (م: ۱۳۲۰ھ) نے ''فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب'' کتاب لکھی۔

② چار شیعہ علما، ابن بابویہ قمی (م: ۳۸۱ھ)، شریف مرتضیٰ (م: ۴۳۶ھ)، طوسی (۴۵۰ھ) اور طبرسی (م: ۵۴۸ھ، یا م: ۵۶۱ھ) نے قرآن کو غیر مبدل اور غیر محرف کہا، تو نوری طبرسی نے لکھا:

لَمْ يُعْرَفْ مِنَ الْقُدَمَاءِ مُوَافِقٌ لَّهُمْ .

''متقدمین شیعہ علما میں سے کوئی بھی ان چاروں کی موافقت نہیں کرتا۔''

(فصل الخِطاب، ص 33)

③ مرزا حسین بن محمد تقی طبرسی نے عقیدہ تحریف قرآن کی بنیاد یہ ذکر کی ہے:

اَلَّذِينَ بَاشَرُوا هٰذَا الْأَمْرَ الْجَسِيمَ هُمْ أَصْحَابُ الصَّحِيفَةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَاسْتَعَانُوا بِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ .

''تحریف قرآن مدونین قرآن، ابوبکر، عمر، عثمان، ابوعبیدہ اور سعد بن ابی

وقاص کا کارنامہ ہے، اس پر مدد زید بن ثابت سے لی گئی۔''

(فصل الخطاب في إثبات تحريف كتاب رب الأرباب)

④ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (1111ھ) نے لکھا ہے:

لَا يَخْفٰى أَنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ صَرِيحَةٌ فِي نَقْصِ الْقُرْآنِ وَتَغْيِيرِهٖ، وَعِنْدِي أَنَّ الْأَخْبَارَ فِي هٰذَا الْبَابِ مُتَوَاتِرَةٌ مَعْنًى، وَطَرْحُ جَمِيعِهَا يُوجِبُ رَفْعَ الْاِعْتِمَادِ عَلَيْهَا رَأْسًا.

''بہت ساری صحیح صریح روایات قرآن کریم میں نقص اور تغیر پر دلالت کرتی ہیں، میری تحقیق میں یہ روایات تواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہیں، قرآن کو غیر محرف ماننا ان تمام روایات پر بداعتمادی ہوگی۔''

(مرآة العقول للمجلسي نقلًا عن فصل الخطاب : 353)

⑤ ''فصل الخطاب''، میں تقریباً تیس کبار شیعہ علما کے نام ہیں، جنہوں نے تحریف قرآن کی صراحت کر رکھی ہے، ان میں اسحاق الکاتب ہے، بقول شیعہ اس نے مہدی کو دیکھا ہے، اسی طرح انیس الطائفہ بعض یا اکثر شیعہ اسے معصوم کہتے ہیں، ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی کا بھی ذکر ہے، جو شیعوں اور مہدی کے درمیان تیسرا سفیر ہے، ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ ہمارے جمہور علما کا مذہب ہے۔

شہید اسلام، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ (۱۳۶۳-۱۴۰۷ھ) لکھتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ مُتَقَدِّمِي الشِّيْعَةِ وَمُتَأَخِّرِيهِمْ تَقْرِيْبًا جَمِيْعُهُمْ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ مُحَرَّفٌ، مُغَيَّرٌ فِيْهِ، مَحْذُوْفٌ عَنْهُ.

''خلاصہ کلام یہ کہ متقدم اور متاخر تقریباً تمام شیعہ قرآن کے تحریف اور تبدیل

شدہ اور محذوف ہونے پر متفق ہیں۔''

(الشّیعة والسّنة، ص 122، طبع دار الانصار)

سوال: مسلمان مرد عیسائی عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: مسلمان مرد اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی پاکدامن عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾(المائدة : 5)

''اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں)، بشرطیکہ تم ان کا مہر ادا کرو، تمہارا مقصد پاکدامنی حاصل کرنا ہو۔ اعلانیہ زنا، یا پوشیدہ طور پر آشنائی کی نیت نہ ہو۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (البقرة : 221) (تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں)، تو لوگ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے سے رُک گئے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾(المائدة : 5) (تم سے پہلے اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے)، تو لوگ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے لگے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم، نقلًا عن تفسير ابن كثير : 42/3، المعجم الكبير للطّبراني : 105/12، وسنده حسنٌ)

اہل کتاب سے مراد اہل تورات واہل انجیل ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾

(الأنعام : 156)

''(ہم نے قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی۔''

اس دور میں اکثر اہل کتاب دہریہ ہیں، وہ کسی آسمانی مذہب کے پیروکار نہیں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔

سوال: جو قرآن کو محرف مانتا ہو، اس سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، یہ کافرہ اور مرتدہ ہے، مرتدہ سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں۔

سوال: جو شخص مرزائی لڑکی سے نکاح کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرزائی مرتد ہیں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں، جس نے نکاح کیا، تو وہ منعقد نہ ہوا، بلکہ وہ زنا ہے۔

سوال: جس نے کلمہ کفر کہا، کیا اس سے مسلمان لڑکی کا نکاح درست ہے؟

جواب: اگر وہ کلمہ کفر سے رجوع نہ کرے، تو وہ مرتد کافر ہے، اس سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں۔

(سوال): علم ہونے کے باوجود مرزائی عورت کا نکاح مسلمان لڑکے سے پڑھانے والوں اور اس نکاح میں شریک ہونے والوں کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ حرام کام کے مرتکب ہوئے۔ یہ گناہ پر تعاون ہے۔ یہ نکاح باطل ہے۔ مسلمان عورت کا کافر مرتد سے نکاح نہیں ہوتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(المائدة: ٢)

''گناہ اور ظلم وزیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔''

(سوال): کیا مرتدہ کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر مرتدہ سچی توبہ کر لے اور دوبارہ مسلمان ہو جائے، تو اس سے شادی کی جا سکتی ہے، یہ بہت اچھا ہے۔

(سوال): تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والی لڑکی سے نکاح کیا، اس سے جو اولاد ہوئی اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قرآن کو محرف ماننا کفر ہے، جو مسلمان قرآن کی تحریف کا قائل ہو، وہ کافر اور مرتد ہو جائے گا، ایک مسلمان کا کافر و مرتد سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہوگی۔

(سوال): کیا روافض کا نکاح پڑھانے والے کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): نکاح نہیں ٹوٹتا، البتہ گناہ گار ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۷٦)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کسی کی منکوحہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو عورت کسی کے عقد میں ہے، اس سے نکاح جائز نہیں، جب تک کہ وہ اس کے عقد سے نہ نکل جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النّساء : ٢٤)

''......اور شادی شدہ عورتیں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

سوال: جبری طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس پر قرآن وحدیث کے دلائل ہیں، نیز ائمہ کرام کی تصریحات بھی موجود ہیں:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (النّحل : ١٠٦)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس پر اللہ کا غضب ہے)، سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان کے

ساتھ مطمئن ہو۔''

جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اس کو کفر پر مجبور کیا جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح طلاق کا ارادہ نہ ہو تو جبری طلاق بالا ولیٰ واقع نہیں ہوگی۔

❀ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلشِّرْكُ أَعْظَمُ مِنَ الطَّلَاقِ .

''شرک طلاق سے بڑا معاملہ ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1142، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمَّا وَضَعَ اللّٰهُ عَنْهُ سَقَطَتْ أَحْكَامُ الْإِكْرَاهِ عَنِ الْقَوْلِ كُلِّهٖ، لِأَنَّ الْأَعْظَمَ إِذَا سَقَطَ عَنِ النَّاسِ سَقَطَ مَا هُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ .

''جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے (مجبوری کی صورت میں) کفر معاف کر دیا ہے، تو مجبوری کی صورت میں کہے گئے تمام دیگر اقوال بھی معاف ہیں، کیونکہ جب لوگوں کو بڑی چیز معاف کر دی جائے، تو چھوٹی چیز خود بخود معاف ہو جاتی ہے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 122/2)

❀ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خطا اور نسیان سے تجاوز کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کر دی ہے، ......اسی طرح مجبوری کی صورت میں کیے گئے کام سے معافی کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کی ہے۔''

(جامع العُلوم والحكم، ص 452)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِمُكْرِهٍ، وَلَا لِمُضْطَهِدٍ طَلَاقٌ .

''مجبور و مقہور کی کوئی طلاق نہیں۔''

(سنن سعید بن منصور : 1143، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ثابت بن عیاض احنف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کی ام ولد لونڈی سے نکاح کیا۔ میں اس کے پاس آیا اور اس پر داخل ہوا، تو کوڑے لٹکے ہوئے تھے۔ لوہے کی دو بیڑیاں تھیں اور دو غلام بٹھائے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے کہا: اپنی بیوی کو طلاق دے دے، ورنہ اللہ کی قسم تجھے ایسا ایسا کر دوں گا۔ میں نے کہا: اسے ایک ہزار طلاق۔ میں اس کے پاس سے نکلا، تو مکہ کے راستے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو اپنا سارا واقعہ سنایا، تو وہ غصے ہو گئے اور فرمایا: یہ کوئی طلاق نہیں۔ وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی۔ آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جائیے۔ مجھے اطمینان نہ ہوا یہاں تک کہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا اور ان سے اپنا واقعہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ آپ کی بیوی آپ پر حرام نہیں ہوئی، آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جائیے۔''

(الموطا للإمام مالك : ٣٧٦، ح : ١٢٤٥، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ دو جلیل القدر صحابہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁ ابوالزناد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا۔ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جو بنوحطمہ میں سے تھا،اسے قمری کہا جا تا تھا۔اس کی قوم نے اسے مارا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے۔انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے حتی کہ تو عورت پر تین طلاقِ بتہ دے یا ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ نیز اس سانحہ پر دلیل پیش کی،تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کی بیوی کو اس پر لوٹا دیا۔''

(سنن سعید بن منصور : 1132، وسندہٗ حسنٌ)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى طَلَاقَ الْمُكْرَهِ شَيْئًا .

''وہ مجبور کی طلاق کو کچھ بھی خیال نہیں کرتے تھے۔''

(سنن سعید بن منصور :1141، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایسے انسان کے بارے میں فرماتے ہیں، جسے طلاق پر مجبور کیا گیا ہو:

أَرْجُو أَنْ لَّا يَكُونَ عَلَيْهِ شَيْءٌ .

''امید ہے کہ اس پر کچھ نہیں ہوگا۔''

❁ نیز فرماتے ہیں:

''مجبور کی تعریف یہ ہے کہ اسے قتل کا ڈر ہو یا سخت مار کا ڈر ہو۔امام اسحٰق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے جس طرح فرمایا ہے، بلاشک وشبہ بات اسی طرح ہے۔''

(مسائل أحمد وإسحاق برواية إسحاق بن منصور الكوسج : 958)

❁ شاہ ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ جبری طلاق کے مفاسد ذکر کرتے ہیں:

''دوسری بات یہ ہے کہ اگر مجبور شخص کی طلاق کو معتبر سمجھ لیا جائے تو اس طرح مجبور کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ قریب ہے کہ طاقتور شخص کمزور کو اس طرح سے قابو کرلے کہ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور وہ اسے اسلحہ کے زور پر دھمکا لے اور اس کی بیوی میں رغبت ہو تو اسے طلاق پر مجبور کرلے۔ اگر ہم اس کی ارادے کو ناکام بنادیں اور اس کی مراد کو واپس کردیں تو یہ چیز لوگوں کے آپس میں مجبور کرکے کیے گئے ظلم کو روکنے کا سبب ہوگی......۔''

(حجة الله البالغة : 138/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاوی : ۱۱۰/۳۳) اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (زاد المعاد : ۲۰۴/۵، اعلام الموقعین : ۱۰۸/۳، تہذیب السنن : ۱۸۷/۶) وغیرہما کے نزدیک بھی جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلٰى عَدَمِ اعْتِبَارِ مَا يَقَعُ فِيهِ

''جمہور کا مذہب ہے کہ مجبوری میں جو چیز واقع ہوتی ہے، اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''

(فتح الباري : 390/9)

❁ شیخ الاسلام علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس بنا پر مجبور شخص کی ہر کلام لغو ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ قرآنِ کریم نے

بتایا ہے کہ کوئی شخص اگر مجبور ہو کر کلمۂ کفر کہہ دے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور جسے اسلام پر مجبور کیا جائے ، وہ مسلمان نہیں ہوگا۔سنت نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور شخص کو معاف کر دیا ہے، وہ اس سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔۔۔رہے مجبور شخص کے افعال تو ان میں تفصیل ہے: جو افعال مجبوری کے ساتھ مباح ہیں، ان پر معافی ہے، جیسا کہ رمضان کے دن میں کھانا، نماز میں حرکت اور احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہننا وغیرہ۔اور جو چیزیں مجبوری کی وجہ سے مباح نہیں، ان پر مؤاخذہ ہوگا، جیسا کہ بے گناہ کو قتل کرنا، اس کا مال تلف کرنا ۔۔۔اقوال اور افعال میں فرق یہ ہے کہ افعال جب واقع ہو جائیں تو ان کی خرابی ختم نہیں ہوسکتی ، بلکہ ان کی خرابی ان کے ساتھ ہی رہتی ہے، برعکس اقوال کے کہ ان کو لغو کرنا اور سونے والے اور مجنون کی طرح شمار کرنا ممکن ہے۔جو فعل مجبوری کے ساتھ مباح نہیں، اس کی خرابی ثابت ہوتی ہے، برعکس قول کی خرابی کے کہ وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے، جب کہنے والا اس کو جانتا ہو اور مجبور نہ ہو۔''

(زاد المَعاد : 205/5)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا تَلَاعُبٌ بِالدِّينِ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ .

''یہ (مجبور کی طلاق کو شمار کرنا) دین کے ساتھ کھلواڑ ہے۔ہم ایسے کاموں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(المُحَلّٰى بالآثار : 205/10)

سوال: ایک شخص نے ایک لڑکی کو جبری طلاق دلوا کر خود نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جبری طلاق واقع نہیں ہوتی، وہ بدستور منکوحہ ہے، اس سے کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی منکوحہ سے نکاح کرے، تو وہ باطل ہے، منعقد نہ ہوگا، بلکہ یہ زنا بالجبر ہے۔

(سوال): ایک شخص نے غیر مطلقہ سے شادی کر لی، کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر مطلقہ جو کسی کے عقد میں ہے، سے نکاح کیا، تو وہ منعقد نہ ہوا۔

(سوال): دوسرے کی منکوحہ سے شادی کی، اس سے جو اولاد ہوئی، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ اولاد نا جائز ہے، کیونکہ یہ اولاد باطل نکاح سے ہوئی ہے۔

(سوال): ایک عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا، پھر بغیر طلاق اور خلع کے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، کچھ عرصہ بعد اسے بھی چھوڑ کر بلا طلاق اور خلع تیسرے مرد سے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): دوسرے اور تیسرے مرد سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، وہ پہلے مرد کے نکاح میں ہے، کیونکہ نہ پہلے مرد نے طلاق دی اور نہ عورت نے خلع لیا۔ اس لیے وہ پہلے کی منکوحہ ہے اور دوسرے تیسرے مرد سے جو وطی کی، وہ زنا ہے۔ وہ پہلے مرد کے پاس آسکتی ہے، کیونکہ وہ ابھی تک پہلے مرد کے عقد میں ہی ہے۔

(سوال): جو نکاح عدت ختم ہونے سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے ہو، وہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): عدت مکمل ہونے سے پہلے نکاح جائز نہیں۔

(سوال): عدت میں نکاح کرنے سے جو اولاد ہوئی، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): عدت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا، یہ نکاح باطل ہے، اس سے پیدا ہونے والی اولاد بھی نا جائز ہے۔

(سوال): جو شخص غیر کی منکوحہ سے نکاح کو جائز کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو شخص غیر کی منکوحہ سے نکاح جائز سمجھے، وہ سنگین جرم کا مرتکب ہے، بلکہ اس پر کفر کا اندیشہ ہے، کیونکہ وہ قرآنی نص کا انکار کر رہا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النّساء : ٢٤)

''......اور شادی شدہ عورتیں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

غیر کی منکوحہ عورتوں سے نکاح کسی طور جائز نہیں۔

(سوال): جس کا شوہر کئی سال سے پاگل ہو اور بیوی کے نان و نفقہ کا خیال نہ رکھ سکتا ہو، تو کیا بیوی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے؟

(جواب): اگر عورت پاگل شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو وہ خلع لے کر نکاح فسخ کر سکتی ہے اور عدت کے بعد شادی کر سکتی ہے۔

(سوال): ایک لڑکی کا نکاح ہوا، بعد میں اسے نکاح کا انکار کرنے پر مجبور کیا گیا، تو اس نے نکاح ہونے کا انکار کر دیا اور اس کا دوسرے لڑکے سے نکاح کر دیا گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): لڑکی کو مجبور کر کے جو نکاح کا انکار کیا گیا، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوا، یہ منکوحہ شمار ہوگی، لہٰذا اس کا دوسرے مرد سے تب تک نکاح جائز نہیں، جب تک پہلے شوہر کے عقد سے نہ نکلے، اگر دوسرا نکاح کر کے وطی کی گئی، تو زنا ہوگا اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد ولد الحرام ہوگی۔

(سوال): جس کو عمر قید کی سزا سنا دی گئی، کیا اس کی بیوی آگے شادی کر سکتی ہے؟

(جواب): جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے دے یا وفات نہ پا جائے، یا عورت خلع نہ لے لے، وہ دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا، بعد میں کسی وجہ سے لڑکی اور اس کا والد نکاح کا انکار کرنے لگے، کیا نکاح صحیح رہا یا نہیں؟

(جواب): نکاح صحیح ہے، لڑکی اور اس کے والد کا انکار بے جا ہے۔ لڑکی بلا طلاق یا خلع آگے نکاح نہیں کر سکتی، وہ منکوحہ ہے۔

(سوال): نکاح ہوا اور انگوٹھا نہیں لگایا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح منعقد ہونے کے لیے زبانی ایجاب وقبول کافی ہے، دستخط یا انگوٹھا ریاست کا مطالبہ ہے، اس کا انعقاد نکاح سے کچھ تعلق نہیں۔

(سوال): عورت نے خاوند کی لاپرواہی سے تنگ آ کر جسم فروشی شروع کر دی، بعد میں آگے نکاح کرنا چاہا، تو کیا اسے پہلے خاوند سے طلاق لینے کی ضرورت ہے؟

(جواب): گو کہ جسم فروشی زنا ہے، مگر اس سے وہ پہلے خاوند کے عقد سے خارج نہیں ہوئی، لہٰذا جب تک خاوند طلاق نہ دے یا عورت خلع نہ لے، وہ آگے نکاح نہیں کر سکتی۔

(سوال): جب شوہر بارہ سال تک خبر نہ لے، تو کیا عورت آگے نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): جب تک شوہر طلاق نہ دے یا عورت خلع سے نکاح فسخ نہ کر دے، آگے نکاح نہیں کر سکتی۔

(سوال): نابالغہ نے ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح کیا، بعد میں وہ دوسرے مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا پہلے مرد سے طلاق لینا پڑے گی؟

(جواب): نابالغہ کا نکاح ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر منعقد ہی نہیں ہوتا۔ یہ نکاح باطل اور فاسد ہے، لہٰذا جس نابالغ لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، تو اسے دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے لیے پہلے مرد سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ:۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابوعوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری:۱۹۱/۹)، امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ:۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق:۲۵۵/۲) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، اس بارے میں یہ حدیث عظیم الشان ہے اور بغیر ولی کے نکاح کو باطل قرار دینے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 1115/3، وفي نسخة : 266/3)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ بُطْلَانِ النِّكَاحِ الَّذِي نُكِحَ بِغَيْرِ وَلِيٍّ .

''ولی کے بغیر کیے گئے نکاح کے باطل ہونے کا بیان۔''

(صحیح ابن حبان : 384/9)

✿ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' کہا ہے۔

(التيسير في شرح الجامع الصّغير : 502/2)

✿ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، لَا نِكَاحَ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، اس کا نکاح باطل ہے، ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 111/7، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: شوہر چوری کی وجہ سے جیل چلا گیا، تو کیا بیوی دوسری شادی کر سکتی ہے؟

جواب: طلاق یا خلع کے بغیر آگے نکاح کسی صورت نہیں کر سکتی۔

سوال: میاں بیوی کے مابین کسی معاملہ میں ناچاکی ہوئی، معاملہ عدالت میں پہنچ گیا، فیصلہ شوہر کے خلاف ہوا، تو کیا بیوی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے؟

جواب: عدالت میں فیصلہ شوہر کے خلاف ہونے سے بیوی شوہر کے عقد سے خارج نہیں ہوتی۔ لہٰذا بیوی بغیر طلاق یا خلع کے آگے نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال: دادا نے نابالغہ کا نکاح کر دیا، مگر شوہر خبر گیری نہیں کرتا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شوہر خبر گیری نہ کرنے پر گناہ گار ہے، مگر اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا، لڑکی آگے نکاح نہیں کر سکتی، البتہ اسے تنسیخ نکاح کا حق حاصل ہے۔

سوال: ایک منکوحہ نے کسی سے زنا کیا اور حمل ہو گیا، اب دوران حمل شوہر فوت ہو گیا، کیا لڑکی وضع حمل سے پہلے اس سے نکاح کر سکتی ہے، جس سے زنا کیا تھا؟

جواب: چونکہ حاملہ زانیہ کا شوہر فوت ہو چکا ہے، اس لیے اس کی عدت وضع حمل ہے، تو وضع حمل تک وہ آگے نکاح نہیں کر سکتی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

''حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔''

جو عورتیں زنا سے حاملہ ہوں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔

سوال: شوہر وفات پا گیا، تو بیوی کب آگے شادی کر سکتی ہے؟

جواب: عدت کے بعد آگے شادی کر سکتی ہے، بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرة : ٢٣٤)

''تم میں جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں چار ماہ دس تک عدت میں رہیں، جب وہ مقررہ مدت مکمل کر لیں، تو وہ عمدگی کے ساتھ جو کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

سوال: شوہر جواری ہے، بلکہ ایک بار مجھے کسی کے ہاتھوں بیچنے کے لیے تیار ہو گیا،

تو کیا میں آگے نکاح کرسکتی ہوں؟

(جواب): جب تک شوہر طلاق نہیں دے دیتا یا آپ خلع لے کر نکاح فسخ نہیں کر دیتیں، آپ آگے نکاح نہیں کرسکتیں، کیونکہ منکوحہ کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

(سوال): ایک عورت پندرہ سال سے شوہر کے گھر سے نکل کر دوسرے شخص کے گھر میں آباد ہے، شوہر نے ابھی تک اسے طلاق نہیں دی، کیا اس عورت کا نکاح اس شخص سے ہو سکتا ہے، جس کے گھر میں وہ پندرہ برس سے رہائش پذیر ہے؟

(جواب): جب تک شوہر طلاق نہیں دے دیتا، کیا عورت خلع لے کر نکاح فسخ نہیں کر دیتی، اس کا نکاح کسی دوسرے مرد سے نہیں ہوسکتا۔

(سوال): بے نمازی کی بیوی بغیر طلاق یا خلع آگے نکاح کرسکتی ہے؟

(جواب): نہیں کرسکتی۔

(سوال): شوہر نامرد ہوگیا، کیا اس کی بیوی بلا طلاق آگے نکاح کرسکتی ہے؟

(جواب): بلا طلاق آگے نکاح نہیں کرسکتی۔

(سوال): اگر شوہر بیوی کو گھر سے نکال دے، مگر طلاق نہ دے، تو کیا بیوی آگے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): گھر سے نکالنے سے نکاح ختم نہیں ہوتا، لہٰذا جب تک شوہر طلاق نہ دے یا عورت خلع نہ لے، آگے نکاح نہیں ہوسکتا۔

(سوال): بیس برس سے عورت اپنے والدین کے گھر میں ہے، کیا وہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے؟

(جواب): بلا طلاق یا خلع آگے نکاح نہیں کرسکتی۔

(سوال): منکوحہ سے کسی مرد کا نکاح عدالت نے کر دیا، کیا نکاح منعقد ہوا؟

(جواب): یہ نکاح منعقد نہیں ہوا، کیونکہ غیر کی منکوحہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ غیر کی منکوحہ سے نکاح اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اسے کوئی عدالت حلال نہیں کر سکتی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء : ٢٤)

''......اور شادی شدہ عورتیں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

(سوال): خنثیٰ سے نکاح ہوا، کیا بیوی دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): نکاح کی شرائط مکمل ہیں، تو خنثیٰ سے نکاح منعقد ہو چکا ہے، لہٰذا اس کی طلاق یا بیوی کے خلع کے بغیر آگے نکاح نہیں ہو سکتا۔

(سوال): جو لوگ عدت میں نکاح کرائیں، ان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): عدت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا، جس نے عدت میں نکاح کیا اور جاننے کے باوجود جس نے اس میں شرکت کی، وہ سب گناہ گار ہوئے۔ یہ گناہ پر تعاون ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(المائدة : ٢)

''گناہ اور ظلم و زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔''

(سوال): ایک شخص نے حاملہ کو طلاق دے دی، پھر وہ وفات پا گیا، تو عورت کب آگے نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): حاملہ کو طلاق ہو یا اس کا شوہر فوت ہو جائے، اس کی عدت ہر صورت میں وضع حمل ہے۔ وضع حمل کے بعد وہ آگے نکاح کر سکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

''حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔''

(سوال): بالغہ کا ایک نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہوا، بعد میں دوسرے مرد سے ولی کی اجازت کے ساتھ ہوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): پہلا نکاح چونکہ ولی کی اجازت کے بغیر ہوا، تو وہ باطل ہے، منعقد ہی نہیں ہوا، اس لیے بغیر طلاق یا خلع لڑکی کا آگے نکاح کرنا جائز ہے۔ لہٰذا دوسرا نکاح جو ولی کی اجازت سے ہوا، وہ نکاح صحیح ہے۔

(سوال): عدت کے دوران منگنی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): عدت میں منگنی جائز نہیں، البتہ نکاح میں دلچسپی ظاہر کی جا سکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ﴾(البقرۃ : ٢٣٥)

''جب تک عدت مکمل نہ ہو جائے، عقد نکاح کو پختہ مت کرو۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ﴾(البقرۃ : ٢٣٥)

''اگر تم (عدت والی) عورتوں کو نکاح کا اشارہ کرو، تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔''

(سوال): عورت کو دو طلاقیں ہو چکی ہیں، کیا آگے نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): جب تک عورت عدت میں ہے، نکاح نہیں کر سکتی، کیونکہ تیسری طلاق تک شوہر رجوع کا حق رکھتا ہے، اس لیے وہ منکوحہ ہے اور غیر کی منکوحہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ (نعوذ باللہ!) اگر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے باپ کا نام نہ بتا سکا، تو میری بیوی کو طلاق، پھر وہ نام نہیں بتا سکا، تو کیا طلاق واقع ہوگئی؟

(جواب): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کریم کی مستقل آیت ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس نے یہ بات کہی، اس سے توبہ کرائی جائے گی، تائب ہو جائے، تو صحیح، ورنہ کفر لازم آئے گا۔ البتہ اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): ایک شخص نے ایک حاملہ بیوہ سے عدت میں نکاح کیا، اس خیال سے کہ بیوہ کی برادری نے اسے بے دخل کر دیا ہے اور ایام حمل میں اسے گھر میں نہیں رکھیں گے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): عدت میں نکاح نہیں ہوتا، یہ نکاح باطل ہے۔ اسے چاہیے کہ توبہ کرے اور وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح کرے۔

(سوال): شوہر گم ہو جائے، تو کیا بیوی دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر شوہر گم ہو جائے، تو عورت چار سال انتظار کرے گی، چار سال کے بعد عدت وفات شوہر گزارے گی، اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دی، تو کیا اس سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): غیر مدخولہ کے لیے ایک طلاق ہے، اس پر کوئی عدت نہیں۔ نکاح جدید اور مہر کے ساتھ دونوں دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔

(سوال): بیوی کو ایک طلاق دی، رجوع نہیں کیا، چھ ماہ گزر گئے، کیا دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): نکاحِ جدید کے ساتھ بیوی بنا سکتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾(البقرة : ٢٣٢)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تو تم (اولیا) انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہو جائیں۔''

② سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، عدت ختم ہونے تک چھوڑے رکھا، پھر نکاح کا پیغام بھیجا، تو سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢)''انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔''(صحيح البخاري : ٤٥٢٩)

③ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاقِ رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہوگئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ

أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔'' اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔'' (سنن أبي داود : ۲۰۸۷، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: دوسرے شوہر نے وطی سے پہلے طلاق دے دی، کیا عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوئی؟

جواب: جب تک دوسرا شوہر خلوت صحیحہ اختیار نہیں کر لیتا، عورت پہلے شوہر کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: رفاعہ رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسی طلاق دی ہے کہ میں اس سے علیحدہ ہو گئی ہوں اور میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی ہے، مگر اس کا عضو کپڑے کی جھالر کی طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر فرمانے لگے: آپ رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہیں؟ اس وقت تک نہیں جا سکتی، جب تک کہ وہ آپ کا اور آپ ان کا مزہ نہ چکھ لیں۔''

(صحيح البخاري : 2639، صحيح مسلم : 1433)

سوال: کیا حلالہ سے عورت پہلے شوہر کے نکاح میں آ سکتی ہے؟

جواب: حلالہ زنا ہے۔ اس کے ساتھ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے، پھر اس سے مشورہ کیے بغیر اس کا بھائی حلالے کی نیت سے اس عورت سے نکاح کرتا ہے، کیا اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں، (دوسرے کے لیے) صرف دوام کی نیت سے نکاح کرنا (صحیح ہے)، ہم اس (حلالہ) کو عہد نبوی میں زنا شمار کرتے تھے۔''

(المستدرك للحاكم : ١٩٩/٢، ح : ٢٨٠٦، السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٢٠٨/٧)

اس کی سند ''صحیح متصل'' ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے بارے پوچھا گیا، فرمایا:

هُمَا زَانِيَانِ وَإِنْ مَكَثَا عَشْرَ سِنِينَ أَوْ عِشْرِينَ سَنَةً، إِذَا أَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا لِذٰلِكَ.

''دونوں زانی ہیں، خواہ دس سال اکٹھے رہ چکے ہوں یا بیس سال۔''

(المطالب العالية لابن حجر : 1693، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک عورت کو طلاق بائن ہو چکی ہے، کیا وہ دوبارہ پہلے شوہر کے عقد میں آ سکتی ہے؟

جواب: جس عورت کو طلاق بائن واقع ہو جائے، وہ عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی، تا آنکہ آگے کسی سے نکاح کرے اور وہ اپنی مرضی سے طلاق دے یا فوت ہو جائے۔ تو عدت کے بعد عورت پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرۃ: ۲۳۰)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔''

سوال: طلاق بائن ہونے کے بعد اسی شوہر سے پھر نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح باطل ہے، منعقد نہیں ہوا۔

سوال: مجبور کر کے تین طلاق دلوا دیں، کیا اسی شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ دونوں بدستور میاں بیوی ہیں، نئے نکاح کی ضرورت نہیں۔

سوال: تیسری طلاق واقع ہونے کے بعد جماع کرنا کیسا ہے؟

جواب: تیسری طلاق ہو جائے، تو عورت بیوی نہیں رہتی، اس سے میاں بیوی والے تعلقات رکھنا ناجائز ہیں۔ یہ اس کے لیے اجنبی عورت ہے اور اس سے صحبت زنا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۷۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر بھائی بھائی کی بیوی سے زنا کرے، تو کیا نکاح رہتا ہے یا نہیں؟

جواب: زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

سوال: زانیہ کا معاون گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

جواب: بے شک گناہ گار ہوگا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(المائدة : ٢)

''گناہ اور ظلم وزیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔''

سوال: میرے نکاح کو ایک سال ہو چکا ہے، لڑکی بالغہ ہے، مگر اس کی ماں اسے بہکا کر بھیجنا نہیں چاہتی، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت کی رو سے آپ اپنی بیوی کو اپنے گھر لانے کے مجاز ہیں اور لڑکی کی والدہ کا روکنا شرعا جائز نہیں۔

سوال: لڑکا لڑکی کا نکاح نابالغی میں ہوا، وہ بلوغت کے بعد تجدید نکاح کرنا چاہتے ہیں کہ انہیں حق مہر یاد نہیں؟

جواب: تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، بس باہم رضامندی سے مہر مثل طے کرلیں۔

سوال: غیر فطری مجامعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے بے غایت لطف وکرم سے عورت مرد کے لیے سکون کا باعث ہے۔ یہ سکون اس وقت ناپید ہوجاتا ہے، جب مرد، عورت سے غیر فطری مباشرت کر کے اس کا تقدس پامال کر دیتا ہے، کیونکہ یہ اقدام حکمِ شریعت کی سخت خلاف ورزی ہے، نیز اخلاق وشرافت کے منافی بھی ہے۔ اس قبیح فعل کو عقل تسلیم کرتی ہے نہ نقل تصدیق کرتی ہے۔ البتہ گدھے، کتے اور خنزیر جیسے جانور ایسا کر سکتے ہیں یا کفار۔ فطرتِ سلیمہ اور طبعِ مستقیم کے حامل مسلمان سے اس جریمہ کا ارتکاب ناممکن ہے۔

Anual sex گناہ کی سب سے بھیانک اور بد بخت صورت ہے۔ اس سے قوائے فکری وعملی پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ اس قبیح فعل کا نتیجہ ذلت وخسران اور تباہی وبربادی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے فاعل کو ہمیشہ ذلت ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مغضوب علیہم قوموں کے آثارِ سیئہ اور اخلاقِ قبیحہ میں سے ایک گناہ ہم جنس پرستی، عملِ قومِ لوط اور عورت سے لواطت ہے۔ فواحش ورذائل کی لسٹ میں اور طبعِ سلیم کی کراہت ونکارت کے لحاظ سے یہ گناہ بدکاری سے بڑھ کر ہے۔ کفر کے بعد اس کا نمبر آتا ہے۔ اس کے نقصانات اور بداثرات معاشرہ پر قتل سے بڑھ کر ہیں۔

اسے جائز کہنا محض دعویٰ بلا دلیل پر اصرار ہے، یہ اسلام کی بے لوث اور پاکیزہ تعلیمات پر حملہ ہے، نیز اسلامی تہذیب کی تمام نزاکتیں تار تار کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ دینی وانسانی مصلحت سے عاری ایسا عظیم جرم ہے، جو ایک مسلمان سے ثقاہت وتقویٰ کی دولت چھین لیتا ہے۔ یہ شوہر وزن کے خوشگوار تعلقات نفرت وعداوت میں بدل دیتا ہے۔ رشتہ ازدواج کا تقدس پامال کر دیتا ہے، انسانی صحت کو روگ لگا دیتا ہے، روحانیت کو سلب کر لیتا ہے۔

جب کوئی اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے، اس وقت وہ عقل وفکر کے نزدیک مسلمات کو للکار رہا ہوتا ہے۔قرآنِ عزیز اور حدیث شریف کی پرنور تعلیمات سے آشنا شخص سے اس بُرے فعل کا ارتکاب مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔

واضح رہے کہ جس قوم کے اندر یہ بے ہودہ اور فحش گناہ پایا گیا، مولائے کریم نے انہیں دنیا ہی میں مرقعِ عبرت اور داستانِ موعظت بنایا ہے۔ یہ انعکاسِ فطرت پر مبنی نازیبا عمل بے راہروی اور آوارہ مزاجی کی ایسی لعین عادت ہے، جو اخلاق باختہ اور لادینی فسق وفجور میں غرقاب، شہوات ولذات میں منہمک، عصیان ومعاصی کے دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے، بلکہ دھنسے ہوئے یورپ کے پانچ ملکوں میں قانون کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور انسانیت کے لیے باعثِ ننگ وعار اس قانون پر کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی۔

تُف ہے ایسی تہذیب پر!

شریعتِ اسلامیہ چونکہ پاکیزہ، صاف ستھرے، شگفتہ اور بہار آفریں احکامات پر مبنی ہے، لہٰذا وہ انسان کو بہیمی خواہشات، نفس پرستی، شیطانی اعمال اور افعالِ خبیثہ سے بچاتی ہے۔ وہ ہمارے اندر نیکی کا جذبہ اور بُرائی سے اجتناب کی قوت پیدا کرتی ہے۔ وہ ہماری خواہشوں اور تمناؤں کو حدِ اعتدال فراہم کرتی ہے۔اس لیے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسی رذالتوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔حتیٰ کہ ایک شخص اپنی حلال اور منکوحہ بیوی کو بھی پشت سے استعمال نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسا کرنا مقصدِ شریعت کے خلاف ہے اور محض حیوانی جذبہ کی تسکین ہے۔

روزانہ کتنے لوگ اس مذموم فعل کا مرتکب ہو کر دل اور منہ پہ کالک ملتے ہیں۔اگر ہم معاشرہ کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں اور معاشرے کے لیے مفید افراد پیدا

کرنے کے خواہاں ہیں تو انسانوں میں صالحیت اور تقویٰ لانا ہوگا۔ انسانی ہمدری کے جذبہ سے سرشار ہوکر آگے بڑھنا ہوگا اور اس گناہ کے بھیانک نتائج سے انسانوں کو آگاہ کرنا ہو گا۔ یہ لعین عادت فاعل و مفعول میں سوزاک، جریان، جسم میں سوزش، نیز مفعول کے لیے لیکوریا اور بواسیر کا سبب ہے۔

لواطت ایسا قبیح فعل ہے، جو شرعاً ناجائز و حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔ اسے لواطت صغریٰ کہا گیا ہے، لہٰذا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۞ علامہ مظہری زیدانی حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوَطْءَ فِي الدُّبُرِ مُحَرَّمٌ فِي جَمِيعِ الْأَدْيَانِ .

''عورت کے ساتھ غیر فطری مجامعت تمام ادیان میں حرام ہے۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح : ٥٤/٤)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''عورت سے غیر فطری مجامعت کسی نبی کی شریعت میں روا نہیں تھی، بعض سلف کی طرف اس کا جواز منسوب کرنے والا جھوٹا ہے۔''

(زاد المَعاد : ٢٥٧/٤)

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْإِتْيَانُ فِي الدُّبُرِ فَحَرَامٌ، فَمَنْ فَعَلَهُ جَاهِلًا بِتَحْرِيمِهِ، نُهِيَ عَنْهُ، فَإِنْ عَادَ عُزِّرَ .

''بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع حرام ہے، جو اس کی حرمت سے ناواقفیت کی بنا

پر ایسا کرے، اسے روکا جائے گا، دوبارہ کرے، تو اسے تعزیرا سزا دی جائے گی۔''

(شرح السُّنّة : ٦/٩)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''عورتوں سے غیر فطری مجامعت کرنا قومِ لوط کے عمل سے ملتا جلتا کام ہے، اس کے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہے، سوائے سلف میں سے ایک شاذ قول کے، حالانکہ اس فعل سے ممانعت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۱۸۳/۳)

۞ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

اِسْتِحْلَالُ اللَّوَاطَةِ بِزَوْجَتِهٖ كُفْرٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

''بیوی سے غیر فطری مجامعت کو حلال سمجھنا جمہور علما کے نزدیک کفر ہے۔''

(الأشباه والنّظائر، ص ۱۹۱)

معزز قارئین! آپ کو بتاتے چلیں کہ یہ برا کام شیعہ مذہب میں جائز ہے۔

۞ خمینی شیعہ نے لکھا ہے:

اَلْأَقْوٰى وَالْأَظْهَرُ جَوَازُ وَطْئِ الزَّوْجَةِ مَعَ الدُّبُرِ عَلٰى كَرَاهِيَةٍ شَدِيدَةٍ.

''قوی ترین اور راجح بات یہ ہے کہ شدید کراہت کے باوجود بیوی سے غیر فطری مجامعت کرنا جائز ہے۔''(تحرير الوسيلة : ۲٤۱/۲)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''عورت کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنا کتاب وسنت کی رو سے حرام ہے۔ جمہور سلف وخلف کا قول بھی یہی ہے، بلکہ یہ لواطت سے ملتا جلتا فعل بد ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی: ۲۶۶/۳۲۔۲۶۷)

❀ عطاء رحمہ اللہ سے عورتوں سے غیر فطری مباشرت کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

تِلْكَ كُفْرٌ، مَا بَدَأَ قَوْمُ لُوطٍ إِلَّا ذَاكَ، أَتَوُا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ، ثُمَّ أَتَى الرِّجَالُ الرِّجَالَ .

''یہ کفر ہے۔ قومِ لوط نے اسی فعل سے ابتدا کی تھی، پہلے وہ عورتوں کی دبر میں جماع کرتے تھے، پھر مردوں سے کرنے لگے۔''

(مَساوي الأخلاق للخرائطي: ۴۲۵، وسندہٗ حسنٌ)

❀ طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا، جو اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے، تو فرمایا:

ذٰلِكَ الْكُفْرُ . ''یہ کفر ہے۔''

(السّنن الکبرٰی للنّسائي: ۹۰۰۴، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ ایک روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

هٰذَا يَسْأَلُنِي عَنِ الْكُفْرِ؟ .

''یہ شخص مجھ سے کفر کے بارے میں پوچھتا ہے؟''

(مصنّف عبد الرّزاق: ۴۴۲/۱۱، ح: ۲۰۹۵۳، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۵۹۳/۱)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''قوی'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : ٣/٣٩٠)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اِئْتِ حَرْثَكَ مِنْ حَيْثُ نَبَاتُهٗ .

''اپنی کھیتی (بیوی) سے اس جگہ پر جماع کیجئے، جہاں سے کچھ اُگ سکے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٧/١٩٦، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ خود طاؤس رحمہ اللہ سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

تِلْكَ كُفْرَةٌ . ''یہ کفر ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٩٠٠٦، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَتٰى أَدْبَارَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَقَدْ كَفَرَ .

''مردوں یا عورتوں سے غیر فطری عمل کا مرتکب، کفر کا مرتکب ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٩٠٢١، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَلْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ إِلَّا كَافِرٌ؟

''بھلا کافر کے علاوہ بھی کوئی ایسا کر سکتا ہے؟''

(زوائد مسند الإمام أحمد : ٢/٢١٠، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ائمہ طاؤس، سعید بن مسیّب، مجاہد اور عطا بن ابی رباح رحمہم اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُنْكِرُونَ إِتْيَانَ النِّسَاءِ فِي أَدْبَارِهِنَّ وَيَقُولُونَ : هُوَ كُفْرٌ .

''یہ تابعین رحمہم اللہ عورتوں کی دبر میں جماع سے منع کرتے تھے اور کہتے کہ یہ کفر ہے۔''

(سنن الدّارمي : ۱۱۸۵، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **امام عکرمہ رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:**

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ إِتْيَانَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهٗ فِي دُبُرِهَا، وَيَعِيبُهٗ عَيْبًا شَدِيدًا .

''آپ رضی اللہ عنہما مرد کے عورت کی دبر میں جماع کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کو سخت برا جانتے تھے۔'' (سنن الدّارمي : ۱۱۷۸، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام مجاہد رحمہ اللہ فرمانِ باری تعالیٰ:**

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

''اللہ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں محبوب رکھتے ہیں۔''

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَنْ أَتَى امْرَأَتَهٗ فِي دُبُرِهَا، فَلَيْسَ مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ .

''جو بیوی سے دبر میں جماع کرے، وہ پاکیزہ خصلت نہیں۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ۹۰۲۲، تفسير الطّبري : ۷۴۳/۳، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:**

مَا عَلِمْتُهٗ حَرَامٌ .

''میرے علم کے مطابق یہ حرام ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : ۹۱۲۸، وسندهٗ صحيحٌ، طبع دار التأصيل)

تحفۃ الاشراف للمزی (۷۳۱۴) میں مَا عَلِمْتُ حَرَامًا **کے الفاظ ہیں۔ یہ نسخے کی**

غلطی معلوم ہوتی ہے۔

(سوال): کیا زوجہ سے لواطت کرنے سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے؟

(جواب): گو کہ لواطت سنگین جرم ہے، زنا کی بدترین صورت ہے، مگر اس سے زوجہ کے نکاح میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): دو لڑکیاں جڑواں پیدا ہوئیں اور دونوں کا جسم ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، ایک قضائے حاجت کو جائے، تو دوسری کو بھی ساتھ جانا پڑتا ہے، اب وہ بالغ ہو چکی ہیں اور شادی کرنا چاہتی ہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر دونوں لڑکیاں جدا جدا جسمانی شناخت رکھتی ہیں، تو انہیں آپریشن کے ذریعہ الگ الگ کیا جا سکتا ہے اور دونوں کا الگ الگ لڑکے سے نکاح کیا جائے گا۔ ورنہ دونوں کا اکٹھا نکاح نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اگر ایک ہی شخص کے ساتھ نکاح کیا جائے گا، تو دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا لازم آئے گا، جو کہ جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

اگر دونوں لڑکیوں کی الگ الگ جسمانی شناخت نہیں ہے یا شناخت ہے، مگر دونوں کو آپریشن کے ذریعہ الگ الگ نہیں کیا جا سکتا، تو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اس کی کوئی نظیر نہیں کہ دو جڑواں بہنیں عمر بلوغ کو پہنچ گئیں ہوں، لہٰذا یہ مسئلہ مفروضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(سوال): اس دور میں زر خرید عورت سے وطی سے پہلے نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب): اول تو کسی آزاد عورت کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ یہ حرام ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ فرماتا ہے: روز قیامت تین لوگوں کے خلاق میں خود مدعی ہوں گا؛ جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی، جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا، مگر اسے مزدوری ادا نہ کی۔''

(صحيح البخاري : 2227)

اگر کسی نے کوئی عورت خریدی ہے، تو وہ لونڈی کے حکم میں نہیں، اس سے نکاح کے بغیر وطی جائز نہیں، نیز اگر وہ کسی کی منکوحہ ہے، تو اس سے نکاح بھی جائز نہیں، تا آنکہ اس کا خاوند طلاق دے دے یا فوت ہو جائے، تو عدت کے بعد اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔

سوال: بیوی کی بہن سے زنا کیا، نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: زنا سے بیوی کے نکاح میں کچھ حرج واقع نہ ہوا، البتہ زانی کے لیے حد رجم ہے۔

سوال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ تیرا فلاں سے ناجائز تعلق ہے، تو کیا اب وہ بیوی کو عقد میں رکھ سکتا ہے؟

جواب: جب تک یقین نہ ہو، کسی پر زنا کا الزام نہیں لگانا چاہیے، اگر اسے یقین ہو جائے کہ بیوی کے پرائے مرد سے ناجائز تعلقات ہیں، تو پاکدامن مرد کو چاہیے کہ اسے سمجھائے، سمجھ جائے، تو درست ورنہ اسے لائق نہیں کہ ایسی فاحشہ کو اپنے عقد میں رکھے۔

سوال: بیٹی کی شادی پر جو خرچ ہوتا ہے، وہ باپ کے ذمہ ہے یا بیٹی کے؟

جواب: شادی پر فضول خرچی کرنا ہرگز جائز نہیں، نکاح کو آسان سے آسان تر بنانا چاہیے، البتہ بیٹی کے کپڑے وغیرہ یا کچھ مہمانوں کا کھانا باپ کے ذمہ ہے۔ یاد رہے کہ تمام بیٹیوں کے نکاح میں برابر برابر خرچ کرنا چاہیے۔

(سوال): ایک شخص نے حاملہ زانیہ سے نکاح کیا، تو اسے برادری سے خارج کر دیا گیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ عورت جو کسی دوسرے مرد سے زنا کر کے حاملہ ہوئی، اس سے کسی اور مرد کا نکاح تب تک جائز نہیں، جب تک وضع حمل نہ ہو جائے، البتہ جس مرد نے زنا کیا، اس سے حاملہ کا نکاح جائز ہے، کیونکہ حمل اسی زانی کا ہے۔ البتہ ہر صورت میں حاملہ سے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا درست نہیں۔

(سوال): چونکہ میں نابینا ہوں، میری شادی نہیں ہوتی، کیا میں ایک لڑکی کے والدین کو کچھ روپیہ یا زمین دے کر شادی کرواسکتا ہوں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر آپ بطور تحفہ لڑکے کے والدین کو کچھ دیتے ہیں اور لڑکی نکاح کے لیے راضی ہے، تو ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

(سوال): شوہر کے مرنے کی اطلاع پا کر عورت نے بعد عدت آگے نکاح کر لیا، مگر پھر پہلا شوہر آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): عقد ثانی کے بعد پہلا شوہر واپس آ گیا اور دوسرے شوہر نے خلوت اختیار نہیں کی، تو بیوی پہلے کے پاس جائے گی۔ اگر دوسرے شوہر نے تعلق قائم کر لیا، تو پہلا شوہر بغیر طلاق لیے اسے اپنے پاس لا سکتا ہے، لیکن تعلق قائم کرنے کے لیے ایک حیض تک انتظار کرے گا۔ اگر پہلا خاوند واپس نہ لانا چاہے، تو دوسرے خاوند سے حق مہر وصول کر لے۔

(سوال): نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کرنے سے کیا حاصل، جبکہ اس سے جماع نہیں ہو سکتا؟

(جواب): اگر کوئی کہے کہ نکاح کا مقصود طبعی طور پر یہ ہے کہ بیوی سے شہوت پوری کی

جائے اور اولاد پیدا کی جائے۔ نابالغ بچی کے ساتھ نکاح میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں، تو نکاح کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں نابالغ بچی سے نکاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، ایک وقت کے بعد اس نکاح کے طبعی فوائد حاصل ہو جائیں گے، ضروری نہیں کہ نکاح کے فوائد فوراً حاصل ہوں، بہر صورت نکاح کارِ خیر ہے۔

عقل و نقل اس کی تائید کرتی ہے کہ مجامعت و مقاربت اس وقت کی جائے گی، جب وہ اس کی اہل ہو جائے۔ شریعت نے تو قبل از بلوغ نکاح کا جواز فراہم کیا ہے، بعض لوگ قبل از بلوغ تو کجا، بعد از بلوغت بھی نکاح سے روکتے ہیں اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں، جن کی شریعت سے تائید نہیں ہوتی۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ میں نے فلاں کام کیا، تو میری ہونے والی بیوی کو تین طلاق، پھر وہ کام کر لیا، تو کیا نکاح کے بعد اس بیوی کو تین طلاق واقع ہو جائیں گی؟

جواب: معلق طلاق اس صورت میں واقع ہوتی ہے، جب طلاق کو معلق کرتے وقت نکاح کیا ہوا ہو۔ جب تک عورت نکاح میں نہیں ہے، اس کی طلاق کو کسی شرط سے معلق نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح معلق کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 189-207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي : 1181، سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ''صحیح'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک: ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح:۱۱۸۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ میں جس بھی عورت سے جتنی دفعہ نکاح کروں، تو اسے تین طلاق، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس طرح معلق طلاق واقع نہیں ہوتی۔اگر وہ کسی عورت سے نکاح کرے گا، تو طلاق واقع نہ ہوگی، تا آنکہ دوبارہ طلاق دے۔

سوال: کیا شوہر بیوی کو اپنے ساتھ غیر ملک لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: لے جا سکتا ہے۔

سوال: رجعی طلاق کیا ہے؟

جواب: علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''رجعی طلاق یہ ہے کہ جس میں خاوند یا تو اپنی بیوی کو عدت کے اختتام تک چھوڑے رکھے۔عدت کے بعد عورت آزاد ہے۔خاوند دوبارہ بسانا چاہے، تو عورت کی رضا مندی، ولی کی اجازت اور نئے حق مہر کے ساتھ اسے بیوی بنا سکتا ہے، یا پھر (عدت کے دوران) گواہ بنا کر رجوع کر لے، تو وہ اس کی بیوی رہے گی، بیوی (اس رجوع پر) راضی ہو، یا نہ ہو۔اس میں کسی ولی یا نئے حق مہر کی ضرورت نہیں، بس گواہی کافی ہے۔عدت ختم ہونے یا رجوع سے پہلے خاوند یا بیوی فوت ہو جائے، تو دوسرا وارث بنے گا۔اس میں ائمہ کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار: 484/9)

(سوال): ایک شخص کے غیر عورت سے ناجائز تعلقات تھے، اس نے کہا کہ اگر میں یہ تعلقات ترک کروں، تو میری بیوی کو طلاق، پھر اس نے ناجائز تعلقات ترک کر دیے، کیا طلاق واقع ہوئی؟

(جواب): ناجائز تعلقات ترک کرنے پر اسے اجر ملے گا، بہرکیف اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو چکی ہے، وہ بیوی سے رجوع کر لے۔

(سوال): کیا کسی شخص کی سوتیلی ماں کی سوتیلی بہن سے شادی ہو سکتی ہے؟

(جواب): ہو سکتی ہے، کوئی وجہ حرمت نہیں۔

(سوال): منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا بہتر ہو، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): دوسری جگہ نکاح کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): لڑکے سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ سسرال میں رہے گا، پھر سسرال میں رہنے سے انکاری ہو گیا، کیا نکاح قائم رہا؟

(جواب): نکاح قائم ہے۔

(سوال): اگر ماں یہ وصیت کر کے فوت ہو کہ میری بیٹی کا نکاح فلاں لڑکے سے نہ کرنا، کیا اس بارے میں ماں کی وصیت پر عمل کرنا واجب ہے؟

(جواب): اگر لڑکا اچھا نہیں ہے، تو ماں کی وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے اور اگر لڑکا اچھا ہے، تو ماں کی وصیت کو بدلا جا سکتا ہے اور اسی لڑکے سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): جائیداد کی خاطر اگر بیوی خود کو کسی مرد کی بیوی بتلائے اور اس کا حقیقی شوہر بھی اس کا ساتھ دے، تو کیا حقیقی نکاح ٹوٹ جائے گا؟

(جواب): لالچ پر مبنی اس جھوٹے بیان سے نکاح تو نہیں ٹوٹے گا، مگر میاں بیوی سخت گناہ گار ہوں گے۔

(سوال): جو شخص جانتے بوجھتے گواہی نہ دے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو کسی معاملہ کو جانتا ہو اور اس سے گواہی مانگی جائے، تو اس پر گواہی دینا ضروری ہے، بلاوجہ گواہی کو چھپانا گناہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾(البقرة: ٢٨٣)

''تم شہادت کو مت چھپاؤ، جس نے گواہی کو چھپایا، تو اس کا دل گناہ گار ہوا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بخوبی جانتا ہے۔''

(سوال): دو بھائیوں کے نکاح میں دو بہنیں تھیں، دونوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، عدت کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کی سابقہ بیوی سے شادی کر لی، اب وہ دونوں دوبارہ پہلی بیویاں لوٹانا چاہتے ہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): دونوں طلاق دے دیں اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر لیں۔

(سوال): شادی شدہ عورت کا دوسرے مرد سے نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر اسے معلوم نہیں، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور معلوم ہونے کے باوجود پڑھایا، تو سخت گناہ گار ہوا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(المائدة: ٢)

''گناہ اور ظلم وزیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔''

سوال: ایک طوائفہ زید سے کہتی ہے کہ وہ ناجائز پیشہ ترک کرنے میں اس کی مدد کرے اور اس سے شادی کر لے، تو کیا زید اس سے شادی کرے یا نہ کرے؟

جواب: اگر طوائفہ واقعتاً تائب ہونا چاہتی ہے، تو زید کو چاہیے کہ اس سے نکاح کر لے، یہ بڑی نیکی ہوگی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾(المائدۃ: ۲)

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہم تعاون کرو۔''

سوال: کیا شوہر کی مرضی کے بغیر عدالت عورت کو طلاق کی ڈگری جاری کر سکتی ہے؟

جواب: نکاح اور طلاق کا اختیار مردوں کے پاس ہے، اس کی اجازت یا مرضی کے بغیر اس میں کوئی دوسرا تصرف نہیں کر سکتا۔ کوئی عدالت یا پنچائیت کسی کی منکوحہ کو طلاق نہیں دے سکتی، البتہ اگر عورت نکاح سے نکلنا چاہتی ہے، تو وہ خلع کے ذریعہ اپنے ولی کا کیا ہوا نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

سوال: نکاح اور بیاہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: کچھ فرق نہیں۔

سوال: ایک کنوارے شخص نے کہا کہ میں اسے آزاد کروں گا، بعد میں اس نے نکاح کیا، کیا طلاق واقع ہوئی؟

جواب: یہ لغو کلمہ ہے۔ ویسے بھی جب تک نکاح نہ ہو، طلاق کہنے سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کرسکتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 189-207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي : 1181، سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): لڑکے اور لڑکی کا نکاح بلوغت سے پہلے ہوا، لڑکی بالغ ہو چکی ہے اور لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا، کیا لڑکی نکاح کو فسخ کرسکتی ہے؟

(جواب): بلوغت سے پہلے نکاح ہو جائے، تو لڑکا اور لڑکی دونوں کو بلوغت کے بعد خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں لڑکی نکاح کو فسخ کرسکتی ہے، خواہ لڑکا ابھی بالغ ہوا ہو یا نہ ہو۔

(سوال): جو ہمشیرہ سے زنا کا مرتکب ہوا، اس کی کیا سزا ہے؟

(جواب): اگر چار عینی گواہ شہادت دیں کہ فلاں نے اپنی بہن سے زنا کیا ہے یا بھائی خود اقرار کرلے، تو اس کی سزا قتل ہے۔

(سوال): کیا قریب البلوغ بیوی سے وطی جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): بعض احادیث میں عزل کی اجازت دی گئی ہے اور بعض میں اس کی مذمت کی گئی ہے، راجح بات کیا ہے؟

(جواب): علمائے اعلام نے ان احادیث کے درمیان بایں صورت تطبیق دی ہے۔

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) اس طرف گئے ہیں کہ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی طور پر یہود کے مذہب کے مطابق فتوی دے دیا ہو، لیکن پھر جب اللہ نے آپ پر حقیقت منکشف کی ہو، تو پھر آپ نے دوسری بات کہی ہو:

ثُمَّ أَعْلَمَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِكَذِبِهِمْ وَأَنَّ الْأَمْرَ فِي الْحَقِيقَةِ بِخِلَافِ ذٰلِكَ .

''پھر اللہ نے آپ کو یہود کے جھوٹ کے متعلق بیان کر دیا کہ اصل معاملہ اس کے خلاف ہے۔''(مشكل الآثار : 172/5)

دیگر ائمہ کا ماننا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کا رد ایک خاص جہت سے کیا ہے، یعنی وہ لوگ سمجھتے تھے کہ عزل کرنا حقیقی طور پر ہی زندہ درگور کرنے جیسا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو خطا ٹھہرایا، البتہ عزل کرنے والی کی نیت کا لحاظ رکھتے ہوئے، اس چیز کو زندہ درگور کرنے والے عمل سے تشبیہ دی ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہود کا خیال ہے کہ عزل زندہ درگور کرنے کی طرح ہے، وہ اس طرح کہ عزل سے بھی وہ تمام امور معدوم ہو جاتے ہیں، جو پیدائش سے منعقد ہوتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں یہود کو مخطی ٹھہرایا، نیز فرمایا کہ اگر اللہ نے اس کی تخلیق کا ارادہ کیا ہو، تو اسے پیدا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا اور جو آپ ﷺ نے عزل کو مخفی طور پر زندہ درگور کرنا کہا ہے، تو یہ اس لئے ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے بھاگتا ہے، کہ بچہ پیدا نہ ہو جائے اور چاہتا ہے کہ ایسا نہ ہو، تو وہ اپنی نیت اور حرص میں اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے، جو اپنے بچے کو زندہ

درگور کر کے ختم کر دیتا ہے۔لیکن یہ عملاً زندہ درگور کرنا ہےاور دوسرا مخفی، کیونکہ اس نے ایک ارادہ کیا تھا،جس کو مخفی کہہ دیا گیا۔''

(تهذيب السّنن : 85/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہود نے کہا کہ عزل ''چھوٹا زندہ درگور'' کرنا ہے۔آپ ﷺ نے اس بات کو خطا قرار دیا، پھر آپ ﷺ نے حدیث جذامہ میں بیان کیا کہ عزل مخفی طور پر زندہ درگور کرنا ہے۔تو محدثین نے ان دونوں میں بایں صورت تطبیق دی ہے کہ یہود نے چھوٹا زندہ درگور کرنے کا نظریہ یہ ہے کہ وہ اسے عملا زندہ درگور کرنے سے تعبیر کرتے ہیں،لیکن اس کی شناعت اس لئے کم سمجھتے ہیں بچہ زندہ پیدا ہوجانے کے بعد دفن کرنا بہرحال بڑا گناہ ہے۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے جو مخفی زندہ درگور کرنے کا ارشاد فرمایا ہے،تو یہ ایک دوسرے جہت سے ہے، وہ جہت یہ ہے کہ عملا زندہ درگور کرنے والا اور عزل کرنے والا اس حد تک ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں کہ وہ اولاد نہیں چاہتے۔بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تشبیہ دی ہے، جیسے یہ شخص بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی پیدائش کے طریقے کو ختم کر دیتا ہے۔تو اس کی مشابہت اس شخص سے ہوگی، جو بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے قتل کر دیتا ہے۔''(فتح الباري : 309/9)

دیگر احادیث و آثار کا دراسہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزل اسلام میں ممنوع اور حرام نہیں ہے۔البتہ اس حد تک رسول اللہ ﷺ نے اظہار کیا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں، کیوں کہ اولاد کا ہونا یا نہ ہونا تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔تو بھلے آپ عزل کرتے رہیں، بچہ ہونا

ہوگا، تو ہو کر رہے گا۔ البتہ اس سے منع بھی نہیں کیا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''اس میں اشارہ ہے کہ آپ نے صریح طور پر منع نہیں کیا اور اشارہ کیا ہے کہ عزل کو ترک کر دینا بہر حال اولیٰ ہے، کیونکہ عزل اولاد کے حصول کے ڈر سے ہوتا ہے تو اس میں فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے اگر اولاد کا لکھ دیا ہے تو عزل اس سے منع نہیں کرتا، کبھی منویہ پہلی گر جاتی ہے اور عزل کرنے والے کو علم نہیں ہو پاتا، تو وہ نطفہ چمٹ جاتا ہے۔ پھر بچہ بن جاتا ہے، تو اللہ کی تقدیر کو رد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔'' (فتح الباري : 307/9)

سوال: جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، کیا وہ رخصتی کرا سکتا ہے؟

جواب: ختنہ فطرت اسلام میں سے ہے، مگر ختنہ نہ ہونا رخصتی میں مانع نہیں۔

سوال: ایک عورت اٹھارہ سال غائب رہی، اس کے بعد واپس آئی، کیا اس کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

جواب: اس کا نکاح باقی ہے، جب تک کہ اس کے خاوند نے اسے طلاق نہ دی ہو، یا وہ فوت نہ ہو گیا ہو۔

سوال: کیا منکوحہ سے ہم بستری کرنے کے لیے بھی ولی کی اجازت چاہیے؟

جواب: ولی کی اجازت صرف نکاح کے لیے چاہیے، وطی کے لیے نہیں۔

سوال: رنڈی کے لیے ناجائز طریقہ سے کما کر کھانا بہتر ہے یا رافضی سے نکاح؟

جواب: دونوں ناجائز و حرام ہیں۔ اسے چاہیے کہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کر کے گھر بسائے، اپنے آبرو اور عقیدہ کو داؤ پر نہ لگائے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۷۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): شوہر اور بیوی ایک پیر کے مرید ہو گئے، کیا نکاح پر کچھ اثر پڑا؟

(جواب): اس سے نکاح میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): جو بیوی شوہر کی نافرمان ہو، کیا اس کے نکاح میں کچھ خلل واقع ہوتا ہے؟

(جواب): شوہر کی نافرمانی کرنے والی بیوی سخت گناہ گار ہے، مگر اس سے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): جو عورت کھلم کھلا زنا کرتی ہے، کیا اس کا نکاح رہتا ہے؟

(جواب): زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): جو عورت بدعت کا ارتکاب کرے، کیا اس کا نکاح رہتا ہے؟

(جواب): بدعت سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): جو اپنی بیوی سے زنا کا پیشہ کروائے، کیا اس کا نکاح رہتا ہے؟

(جواب): زنا کی کمائی حرام ہے۔ اس پر سخت مذمت آئی ہے، مگر اس سے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔ یہ دیوث ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ .

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا: ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ .

''رسول اللہ ﷺ نے کتے کی کمائی، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2237، صحيح مسلم : 1567)

❁ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ .

''کتے کی کمائی خبیث ہے، زانیہ کی اجرت خبیث ہے اور سینگی لگانے کی مزدوری بھی خبیث ہے۔''

(صحيح مسلم : 1568)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ .

''رسول اللہ ﷺ نے، کتے، زنا اور سینگی کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 7976، سنن النسائي : 4673، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ، وَلَا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، وَلَا مَهْرُ الْبَغِيِّ .

''کتے کی کمائی حلال نہیں ہے، اسی طرح کاہن کی کمائی اور زانیہ کی اجرت بھی حلال نہیں ہے۔''

(سنن أبي داود : 3484، صحيح أبي عوانة : 5273، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 426/4)

سوال: کیا نکاح میں عورت ولی بن سکتی ہے؟

جواب: نکاح میں عورت ولی نہیں بن سکتی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، إِنَّ الَّتِي تُنْكِحُ نَفْسَهَا هِيَ الْبَغِيُّ .

''عورت کسی اور کا یا اپنا نکاح نہیں کر سکتی، اپنا نکاح خود کرنے والی زانیہ ہے۔''

(سنن الدارقطني : ۲۲۸/۳، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، وَالزَّانِيَةُ هِيَ الَّتِي تُنْكِحُ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا .

''کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے، نہ ہی اپنا نکاح خود کرے، جو عورت

اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرتی ہے، وہ زانیہ ہے۔''

(سنن الدارقطني : ٣٥٣٩، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(اتّحاف المَهرة : ٥٦٦/١٥)

❀ نیز امام ابن منذر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ خِلَافُ ذٰلِكَ .

''اس کے خلاف کسی صحابی سے کچھ ثابت نہیں۔'' (فتح الباري : ١٨٧/٩)

❀ فقہائے سبعہ فرماتے ہیں:

لَا تَعْقِدُ امْرَأَةٌ عُقْدَةَ النِّكَاحِ فِي نَفْسِهَا، وَلَا فِي غَيْرِهَا .

''عورت اپنا یا کسی عورت کا نکاح نہیں کر سکتی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ١١٣/٧، وسندهٗ حسنٌ)

❀ مشہور تابعی امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ .

''کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہیں کر سکتی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٣٤/٢/٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس کی دلیل قرآن وسنت میں بارہا مقامات پر موجود ہے، یہی صحابہ کی عادت تھی، مرد ہی عورتوں کا نکاح کرتے تھے، یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ (اس دور

میں) کسی عورت نے اپنا نکاح خود کر لیا ہو ، اسی بات سے نکاح اور ناجائز آشنائی والیوں میں فرق ہوتا ہے۔‘‘(مجموع الفتاویٰ : ۱۳۱/۳۲)

✿ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النِّكَاحَ لَا يَصِحُّ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَّلَا تَمْلِكُ الْمَرْأَةُ تَزْوِيجَ نَفْسِهَا وَلَا غَيْرِهَا وَلَا تَوْكِيلَ غَيْرِ وَلِيِّهَا فِي تَزْوِيجِهَا، فَإِنْ فَعَلَتْ لَمْ يَصِحَّ النِّكَاحُ .

’’ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں، نہ ہی عورت اپنا یا کسی اور عورت کا نکاح کر سکتی ہے، نہ اپنے ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنے نکاح کی ذمہ داری دے سکتی ہے، اگر ایسا کرے گی تو نکاح درست نہ ہوگا۔‘‘(المغني : ۱٤۹/٦)

✿ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’نکاح میں ولی کی جو شرط لگائی گئی ہے، اس میں ولیوں کی شان کو بلند کرتا ہے اور عورتوں کا نکاح کے ساتھ منفرد ہونا یہ ان کی رسوائی ہے، جس کا باعث قلتِ حیاء، مردوں پر برجستہ ہونا اور ان کی پروانہ کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ نکاح کو بدکاری سے تشہیر کے ساتھ جدا کیا جائے اور اس تشہیر میں سب سے زیادہ حق دار چیز ولیوں کا حاضر ہونا ہے۔‘‘(حجة الله البالغة : ۱۲۷/۲)

اعتراض:

✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

’’انہوں نے حفصہ بنتِ عبدالرحمٰن کا نکاح منذر بن زبیر سے کر دیا، جبکہ

عبدالرحمٰن شام کے سفر پر تھے، جب وہ آئے تو کہنے لگے، کیا میرے جیسے شخص کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے؟ کیا میرے جیسے شخص کے مشورے کے بغیر کام کیا گیا ہے؟ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے منذر سے بات کی، منذر نے کہا: یہ کام عبدالرحمٰن کے بعد ہوا تھا، عبدالرحمٰن نے کہا: میں اس معاملے کو رد نہیں کر سکتا، جسے آپ نے طے کر دیا ہے، لہٰذا حفصہ، منذر کے ہاں ہی رہیں اور یہ طلاق نہ ہوئی۔''

(موطأ الإمام مالك: ٥٥٥/٢، السّنن الكبرىٰ للبيهقي: ١١٢/٧-١١٣، وسندهٗ صحيحٌ)

جواب:

یہ معاملہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے اور مشورے سے طے پایا تھا، اس لیے نکاح کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی ہے، ولی کوئی اور ہوگا، کیونکہ ایک عورت دوسری عورت کی ولی نہیں بن سکتی، اس میں اشارہ تک نہیں ملتا کہ یہ نکاح ولی کے بغیر ہوا تھا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

''اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں یہ وضاحت موجود نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود نکاح کیا تھا، احتمال ہے کہ مذکورہ لڑکی بیوہ ہو اور وہ ہم سر رشتے کے سپرد کر دی گئی اس حال میں کہ اس کا باپ غائب تھا، چنانچہ ولایت دور والے ولی یا حاکمِ وقت کی طرف منتقل ہوگئی۔'' (فتح الباري: ١٨٦/٩)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس سے مراد یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کا بندوبست کیا تھا، جبکہ نکاح کا ولی وہ نہیں بنی تھیں، مگر (اس بندوبست کی وجہ سے) نکاح کی نسبت

ان کی طرف کر دی گئی، کیونکہ وہ اس نکاح کے بندوبست میں شریک تھیں اور نکاح کا بندوبست کرنا یہ اس نکاح کے اسباب میں سے ہے، (لہذا سبب بننے والے کی طرف نسبت ہوگئی۔'' (السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١١٣/٤)

ثابت ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی روایت کے خلاف کچھ نہیں کیا، والحمد للہ!

تنبیہ: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ أَجَازَ نِكَاحَ امْرَأَةٍ بِغَيْرِ وَلِيٍّ، أَنْكَحَتْهَا أُمُّهَا بِرَضَاهَا .

''آپ نے ایک عورت کا بغیر ولی کے نکاح جائز قرار دیا، اس کی ماں نے اس کی رضامندی سے نکاح کیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٣٢/٢/٤، سنن سعيد بن منصور : ٥٨٠)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① راوی مبہم اور مجہول ہے۔

② یہ قرآن وحدیث اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اپنے قول کے بھی خلاف ہے۔

(سوال): نابالغہ لڑکی کے عصبہ رشتہ داروں میں سے کوئی موجود نہیں، صرف ذوی الارحام میں علاتی ماموں اور ایک حقیقی خالہ ہے، حق ولایت کسے حاصل ہوگا؟

(جواب): علاتی ماموں لڑکی کا ولی بنے گا۔ عورت ولی نہیں بن سکتی۔

(سوال): نکاح میں ولایت سے کیا مراد ہے؟

(جواب): لڑکی کے نکاح کرنے کے متعلق جو اختیار شریعت نے ولی کو سونپا ہے، ولایت کہلاتا ہے۔

(سوال): چچا کے ہوتے ہوئے ماں کو ولی بنانا کیسا ہے؟

(جواب): کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہیں کر سکتی۔ ماں بھی بیٹی کی ولی نہیں بن سکتی، لہٰذا ولایت چچا کو حاصل ہوگی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، وَالزَّانِيَةُ هِيَ الَّتِي تُنْكِحُ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا .

''کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے، نہ ہی اپنا نکاح خود کرے، جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرتی ہے، وہ زانیہ ہے۔''

(سنن الدارقطني : ٣٥٣٩، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): ماں اور علاتی بھائی میں سے ولایت کسے حاصل ہے؟

(جواب): ماں کو ولایت حاصل نہیں، علاتی بھائی ولی بنے گا۔

(سوال): باپ کی موجودگی میں چچا کو ولی بنانا کیسا ہے؟

(جواب): باپ کی موجودگی میں چچا ولی نہیں بن سکتا۔

(سوال): کیا باپ کی موجودگی میں دادا ولی بن سکتا ہے؟

(جواب): نہیں بن سکتا۔

(سوال): کیا بڑے بھائی کی موجودگی میں چھوٹا بھائی ولی بن سکتا ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): کیا دادی ولی بن سکتی ہے؟

(جواب): کوئی عورت ولی نہیں بن سکتی۔

(سوال): جس عورت کا کوئی قریبی مرد نہ ہو، تو اس کا ولی کون ہے؟

(جواب): علاقے کا قاضی یا معتبر عالم اس کا ولی ہوگا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ: ۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابوعوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری: ۱۹۱/۹)، امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ: ۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق: ۲/ ۲۵۵) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس حدیث کی رو سے کہا جا سکتا ہے کہ جس عورت کے رشتہ داروں میں کوئی مرد نہ ہو، تو قاضی، حاکم یا معتبر عالم دین اس کا ولی بن سکتا ہے۔

(سوال): بھائیوں کی موجودگی میں ماں کا ولی بننا کیسا ہے؟

(جواب): عورت کو ولایت حاصل نہیں، خواہ وہ لڑکی کی ماں ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا بھائیوں کی موجودگی میں ماں کو ولایت حاصل نہ ہوگی۔

سوال: کیا بالغہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: نہیں کر سکتی، ولی کی اجازت شرط ہے۔

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے، میرا ایک چچا زاد بھی آیا، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہو گئی، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے) نکاح کے پیغام آنے لگے، تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آ گیا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی اپنی بہن کا نکاح تجھ سے نہیں کرے گا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ......﴾ پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 5130، سنن أبي داوٗد: 2087، واللّفظ لهٗ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں، کیونکہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی، اگر معاملہ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا، تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (ان کو اپنے

سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ معاملہ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے، ہاں عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث :2981)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کا اختیار اولیا کو سونپا ہے، نہ کہ خود عورتوں کو، نیز دلیل ہے کہ نکاح کا کچھ بھی اختیار خواتین، خواہ وہ شوہر دیدہ ہی ہوں، کو حاصل نہیں ہے۔''

(المستدرك للحاكم، تحت الحديث : 2719)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جاہلیت میں نکاح کی صورتیں بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

''دورِ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے، ان میں سے ایک تو وہی ہے جو آج لوگ اختیار کرتے ہیں، یعنی ایک آدمی دوسرے آدمی کی طرف اس کی زیرِ ولایت عورت یا بیٹی کے بارے میں پیغامِ نکاح بھیجتا، پھر اس عورت کو حق مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔۔۔۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق دے کر مبعوث فرمائے گئے تو آپ نے جاہلیت کے سارے نکاح ختم کر دیئے سوائے اس نکاح کے جو لوگ آج کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : ٥١٢٧)

امامِ بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں موجود إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ کے الفاظ سے ثابت کیا ہے کہ ولی کی اجازت نکاح میں ضروری ہے، کیونکہ جس نکاح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا ہے، اس کا انداز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہی بیان کیا ہے کہ ولی خود عورت کا

نکاح کرے۔

(سوال): نابالغ لڑکے کا نکاح کون کرے؟

(جواب): بلوغت سے پہلے نکاح ہوسکتا ہے، مگر اس صورت میں ایجاب وقبول لڑکے کا ولی کرے گا اور بلوغت کے بعد لڑکے اور لڑکی دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔

(سوال): اگر باپ اجازت دے دے، تو نانا یا دادا لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): ولی باپ ہی ہوگا، مگر وہ کسی کو بھی وکیل بنا سکتا ہے۔

(سوال): سولہ سالہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے جبراً کر دیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک لڑکی راضی نہ ہو، نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لڑکی اپنے والد کے کیے گئے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔

❁ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 6945)

(سوال): سگے بھائی اور سوتیلے باپ میں سے ولی کون بنے گا؟

(جواب): حقیقی بھائی ولی بنے گا۔

(سوال): کیا عاقلہ بالغہ کفو میں اپنا نکاح خود کر سکتی ہے؟

(جواب): جب تک ولی کی اجازت نہیں، اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔

(سوال): کیا چچا کے ہوتے ہوئے چچا کا لڑکا ولی بن سکتا ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): کیا شوہر دیدہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے؟

(جواب): لڑکی باکرہ ہو یا شوہر دیدہ، بغیر ولی کے نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر وہ ولی کی اجازت یا رضامندی کے بغیر نکاح کرے، تو وہ نکاح باطل ہوگا۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، لَا نِكَاحَ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ.

”جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، اس کا نکاح باطل ہے، ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔“

(السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١١١/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

یہاں باکرہ اور شوہر دیدہ دونوں عورتیں مراد ہیں۔

(سوال): بیوہ نے اپنا نکاح خود کر لیا، ولی راضی نہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح منعقد نہ ہوا، ولی کی اجازت اور رضامندی ہر عورت کے لیے ضروری ہے، خواہ وہ باکرہ ہو یا شوہر دیدہ، بالغہ ہو یا نابالغہ۔

(سوال): کیا بالغ لڑکے کو نکاح کے لیے باپ کی اجازت شرط ہے؟

(جواب): بالغ لڑکا اگر باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، تو شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لڑکے کے لیے باپ سے اجازت لینا شرط نہیں۔

(سوال): کیا نابالغہ بلوغت کے بعد ولی کے کیے گئے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے؟

(جواب): کر سکتی ہے۔

سوال: ولی دوسومیل کی دوری پر ہے، ماں نکاح کر دے،تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک ولی کی اجازت نہ ہو، نکاح منعقد نہ ہوگا۔ بیٹی کا نکاح ماں نہیں کر سکتی، کیونکہ عورت عورت کا نکاح نہیں کر سکتی، البتہ اگر شوہر اپنا اختیار بیوی کو سونپ دے،تو وہ نکاح کر سکتی ہے۔

سوال: پھوپھی نے نکاح کیا اور ولی نے رد کر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کسی عورت کا نکاح نہیں کر سکتی، جب نکاح ہوا ہی ولی کی اجازت کے بغیر،تو وہ منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا ولی کے رد کرنے سے نکاح کالعدم ہو گیا۔

سوال: ماں،سوتیلے باپ اور سگے ماموں میں سے ولی کون ہوگا؟

جواب: سگا ماموں ولی بنے گا۔

سوال: کیا اٹھارہ سالہ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے؟

جواب: ہر صورت ولی کی اجازت شرط ہے۔

سوال: ماموں، نانی اور ماں میں سے ولایت کسے حاصل ہے؟

جواب: ماموں کو۔عورت کو ولایت حاصل نہیں،خواہ وہ کتنی ہی قریبی ہو۔

سوال: کیا مرتد باپ لڑکی کا ولی بن سکتا ہے؟

جواب: مرتد کو حق ولایت حاصل نہیں۔

سوال: مرتد تائب ہو کر مسلمان ہو جائے،تو کیا وہ اپنی پہلی بیوی سے زبردستی نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: زبردستی نکاح نہیں کر سکتا۔

سوال: باپ کی غیر موجودگی میں اجنبی کو لڑکی کا بھائی بنا کر ولی بنایا جا سکتا ہے؟

(جواب): اجنبی کو بھائی بنا کر ولی نہیں بنایا جا سکتا۔

(سوال): بھائی کی موجودگی میں ماں نے نکاح کر دیا، بھائی نے کچھ اعتراض نہ کیا، کیا نکاح ہوا یا نہیں؟

(جواب): اگر بھائی راضی ہے، تو نکاح منعقد ہوا، ورنہ نہیں۔

(سوال): چودہ سالہ لڑکی، جو خود کو بالغہ بتاتی ہے، نے دادا کے کیے گئے نکاح کو رد کر دیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): بلوغت کے بعد لڑکی ولی کے نکاح کو رد کر سکتی ہے۔

❀ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے :

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

(سوال): اگر باپ کے علاوہ قریبی ولی لڑکی کا نکاح نہ کرے اور نکاح سے انکار بھی کرے، تو کیا دور کا ولی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): کر سکتا ہے۔

(سوال): چچا کے بیٹے کے ہوتے ہوئے ماں ولی بن سکتی ہے؟

(جواب): ماں کسی صورت ولی نہیں بن سکتی، چچا کا بیٹا ولی بنے گا۔

(سوال): غیر ولی لڑکی کا نکاح کر دے اور ولی خاموش رہے، کیا یہ سکوت اجازت ہے؟

(جواب): ولی کا سکوت اجازت نہیں، یہ نکاح بغیر ولی متصور ہوگا اور باطل ہوگا۔

(سوال): بیوہ نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کے بیٹے اور باپ میں سے حق ولایت کسے حاصل ہے؟

(جواب): باپ کو۔

(سوال): دادا کی موجودگی میں ماں کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): کوئی عورت دوسری عورت کے نکاح کی ولی نہیں بن سکتی، دادا ولی بنے گا۔

(سوال): علاتی چچا، بہن اور پھوپھی میں سے ولی کون ہوگا؟

(جواب): علاتی چچا ولی بنے گا۔ عورت ولی نہیں بن سکتی۔

(سوال): اگر ولی اچھے رشتے کی اُمید پر بیٹی کا نکاح کرنے سے رکے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اچھے رشتے کی تلاش میں تھوڑی بہت تاخیر ہوسکتی ہے۔

(سوال): دادا کے بیٹے، ماں اور دادی میں ولایت کسے حاصل ہے؟

(جواب): دادا کے بیٹے کو۔ عورت ولی نہیں بن سکتی۔

(سوال): ولی نے نابالغہ کی جبراً شادی کر دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بلوغت کے بعد لڑکی وہ نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

(سوال): باپ کی موجودگی میں ماں نے نابالغہ کا نکاح کیا، مگر باپ نے انکار کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہیں کر سکتی، یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے مردوں کو سونپا ہے، لہٰذا جب تک باپ کی اجازت اور رضامندی نہیں، نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، یہ نکاح باطل ہے۔

(سوال): بیوہ نکاح نہیں کرنا چاہتی، مگر ولی اس کا نکاح کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک بیوہ راضی نہیں، اس کا نکاح منعقد نہ ہوگا، کیونکہ نکاح میں ولی کی رضامندی کے ساتھ ساتھ لڑکی کی رضامندی بھی ضروری ہے، خواہ لڑکی باکرہ ہو یا شوہر دیدہ، ہر صورت اس کی رضامندی شرط ہے۔ البتہ شوہر دیدہ کو زیادہ اختیار حاصل ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلثَّیِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِیِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ، وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا .

''شوہر دیدہ اپنے (نکاح کے) بارے میں اپنے ولی سے بڑھ کر حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی، اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔''

(صحيح مسلم :1431)

❁ دوسری روایت ہے:

لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ، وَالْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ، وَصُمْتُهَا إِقْرَارُهَا .

''ولی کو شوہر دیدہ کے (نکاح کے) متعلق کوئی اختیار نہیں، کنواری لڑکی سے مشورہ لیا جائے گا، اس کی خاموشی ہی اقرار ہے۔''

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

''بیوہ اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ خاوندوں میں سے جس کو چاہے پسند کرے، وہ کہے کہ میں فلاں کو پسند کرتی ہوں اور فلاں کو پسند نہیں کرتی، یہ مراد نہیں کہ عقدِ نکاح اولیاء کی بجائے ان کے ہاتھ میں ہے۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الحديث : 4087)

(سوال): ولی نے اپنی بالغہ لڑکی سے اجازت لیے بغیر اس کا نکاح کر دیا، کیا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

(جواب): اگر لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

(سوال): ایک لڑکی کے غیر مرد سے ناجائز تعلقات ہیں، لڑکی نکاح کے لیے راضی نہیں، مگر باپ نے برائی سے بچانے کے لیے اس کا نکاح جبراً کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): گو کہ باپ کا ارادہ اچھا ہے، مگر جب تک لڑکی راضی نہ ہو، نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ باپ کو چاہیے کہ پہلے بیٹی کو سمجھا کر راضی کرے۔

(سوال): نابالغ سمجھ کر باپ نے بیٹی کا نکاح کر دیا، مگر لڑکی بالغہ تھی اور اس نے نکاح رد کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح فسخ ہو گیا۔

(سوال): نابالغ لڑکی کے باپ کے ایجاب اور نابالغ لڑکے کے باپ کے قبول سے نکاح ہوا یا نہیں؟

(جواب): نکاح ہو گیا، مگر لڑکے اور لڑکے کو بلوغت کے بعد نکاح قائم رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، جسے خیار بلوغ کہتے ہیں۔

(سوال): لڑکی کا نکاح ماں نے کیا، چچا نے رد کر دیا، بعد میں اجازت دے دی، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جب چچا نے بعد میں اجازت دے دی ہے، تو نکاح صحیح ہو گیا۔

(سوال): چچا نے بھتیجی کی شادی غیر کفو میں کر دی، کیا یہ نکاح صحیح ہوا؟

(جواب): اگر لڑکی اس نکاح پر راضی نہیں، تو یہ نکاح صحیح نہیں۔

(سوال): بالغ لڑکا لڑکی نے ایجاب وقبول نہیں کیا، بلکہ ان کے والدین نے کیا، تو کیا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

(جواب): یہ نکاح لڑکے اور لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر دونوں نے اپنے اپنے والد کو اجازت دی تھی، یا بعد میں دے دی ہے، تو نکاح منعقد ہو گیا۔

(سوال): لڑکی کے باپ کی موجودگی میں اس کا ماموں نکاح کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): لڑکی کا باپ موجود ہے، تو وہ ہی ولی ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کی لڑکی کا نکاح نہیں کر سکتا۔

(سوال): ایک بیوہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر عدت میں اس کے دیور سے کر دیا گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح نہیں ہوا، کیونکہ نہ عدت میں نکاح منعقد ہوتا ہے اور نہ بیوہ کی رضامندی کے بغیر۔

(سوال): دادا اور چچا میں سے کون ولی بنے ہے؟

(جواب): دادا ولی بنے گا۔

(سوال): ولی نے نابالغ لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کیا تھا، بلوغت کے بعد لڑکی نے پہلے نکاح کو فسخ کیے بغیر دوسرے مرد سے شادی کر لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): دوسرا نکاح منعقد نہیں ہوا، کیونکہ عورت منکوحہ تھی۔ جب تک وہ پہلے نکاح کو فسخ نہیں کرے گی یا پہلا شوہر اسے طلاق نہیں دے گا، وہ آگے نکاح نہیں کر سکتی۔

(سوال): کیا باکرہ کا خاموش رہنا اجازت ہے؟

(جواب): باکرہ کی خاموشی ہی اجازت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ، وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا .

''شوہر دیدہ اپنے (نکاح کے) بارے میں اپنے ولی سے بڑھ کر حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی، اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔''

(صحیح مسلم :1431)

سوال: ایک اجنبی نے باکرہ سے نکاح کے متعلق اجازت چاہی، تو وہ خاموش رہی، کیا یہ خاموشی بھی اجازت ہے؟

جواب: باکرہ کی خاموشی اس کی اجازت ہے، یہ اس صورت میں ہے، جب اجازت لینے والا ولی ہو۔ کوئی اجنبی مرد اگر باکرہ سے اجازتِ نکاح لے اور وہ خاموش رہے، تو یہ اجازت تصور نہ ہو گی، البتہ اگر ولی نے کسی اجنبی کو وکیل مقرر کیا ہو، تو وہ لڑکی سے اجازت لے سکتا ہے اور اس صورت میں باکرہ کی خاموشی اس کی رضامندی تصور کی جائے گی۔

سوال: باپ کی موجودگی میں نانا ولی بن سکتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: چچا کی موجودگی میں ماموں ولی بن سکتا ہے؟

جواب: نہیں بن سکتا۔

سوال: بھائی اور دادا میں سے کون ولی بنے گا؟

جواب: دادا ولی بنے گا، کیونکہ دادا باپ کے حکم میں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۷۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حدیث: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ کا کیا معنی ہے؟

جواب: سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ . ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(المستدرك للحاكم : ۱۷۳/۲، ح : ۲۷۱۷، وسندۂ حسنٌ والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (۷۰۲)، امام ابن حبان (۴۰۸۳)، امام علی بن المدینی (المستدرک للحاکم: ۱۷۰/۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸/۷)، امام محمد بن یحییٰ ذہلی (المستدرک للحاکم: ۱۷۰/۲)، امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المستدرک للحاکم: ۱۷۰/۲)، امام بخاری (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸/۷) امام بزار (تحت: ۳۱۱۶) امام ابن منذر (الاوسط: ۲۶۰/۸) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(التيسير : ۵۰۲/۲، فيض القدير : ۴۳۷/۶، نظم المتناثر للكتاني، ص ۱۴۷)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، یہ نکاح باطل ہے، جیسا کہ دوسری صحیح احادیث سے مفہوم واضح ہوتا ہے۔

❀ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ دَلَّ عَلٰى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ النِّكَاحُ إِلَّا بِوَلِيٍّ، لِأَنَّ الْأَصْلَ

فِي النَّفْيِ نَفْيُ الصِّحَّةِ لَا الْكَمَالِ .

''یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں،
کیونکہ نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ کمال کی نفی۔''

(سُبُل السّلام : ۱۱۷/۳)

سوال:صغیر اولاد کے ولی کون ہیں؟

جواب:صغیر اولاد کے ولی ان کے والدگرامی ہیں۔

سوال:لڑکی کا ولی اس کا بھائی ہے، وہ نکاح کا اختیار لڑکی کی والدہ کو سونپ دے، پھر خود ہی بہن کا نکاح کر دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: چونکہ لڑکی کا بھائی ولی ہے، تو اس کے والدہ کو اختیار سونپ دینے سے اس کی ولایت ختم نہیں ہوتی۔ اگر اس نے نکاح کر دیا ہے، تو وہ نکاح صحیح ہے۔ البتہ اگر اختیار سونپ دینے سے والدہ نکاح کر دیتی، تو بھی نکاح صحیح ہوتا، کیونکہ یہ نکاح ولی کی اجازت سے ہوا ہے۔

سوال: چچا اور ماموں میں نکاح اور مال کا ولی کون ہے؟

جواب: چچا نکاح کا ولی بنے گا، مال کا ولی کوئی نہیں بنے گا۔

سوال:اگر بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کفو میں کر دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب:ولی کی اجازت اور رضامندی بہر صورت ضروری ہے، خواہ نکاح کرنے والی بالغہ ہو یا نابالغہ، باکرہ ہو یا شوہر دیدہ، وہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں۔ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، یہ نکاح باطل ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ: ۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابوعوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری: ۱۹۱/۹)، امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ: ۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق: ۲/ ۲۵۵) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ حافظ ابوموسیٰ المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''یہ مشہور، ثابت اور قابل حجت حدیث ہے۔''

(اللّطائف : 556، 586، 606)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(تخريج أحاديث المختصر : 205/2)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تمام راوی ثقہ اور حافظ ہیں۔'' (معرفة السّنن والآثار : 29/10)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، اس بارے میں یہ حدیث عظیم الشان ہے اور بغیر ولی کے نکاح کو باطل قرار دینے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔“

(الكامل لابن عدي : 1115/3، وفي نسخة : 266/3)

سوال: کیا مسلمان کسی غیر مسلم لڑکی کی شادی کروا سکتا ہے، جبکہ اس کے غیر مسلم والدین مرتے وقت لڑکی مسلمان کے سپرد کر گئے ہوں؟

جواب: مسلمان کو چاہیے کہ غیر مسلم لڑکی کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کر لے، تو اس کا نکاح مسلمان کے ساتھ کرا دے اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے، تو لڑکی کا نکاح کسی غیر مسلم سے نہ کرائے۔

سوال: بالغ لڑکے کا نکاح اس کے ولی نے کر دیا، لڑکا خاموش رہا، بعد میں انکار کر دیا، کیا نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ لڑکا بالغ ہو، تو اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ یاد رہے کہ بالغ لڑکے کی خاموشی رضامندی نہیں۔

سوال: غیر کفو میں ماں کا کیا ہوا نکاح کیسا ہے؟

جواب: ماں ولی نہیں بن سکتی، اگر نکاح میں ولی کی اجازت و رضامندی نہیں، تو ماں کا کفو میں کیا ہوا نکاح بھی صحیح نہ ہوگا۔

سوال: کیا باپ کے ہوتے ہوئے چچا ولی بن سکتا ہے؟

جواب: باپ کی موجودگی میں چچا ولی نہیں بن سکتا۔

سوال: بھائی اور سوتیلے باپ میں سے ولی کون ہوگا؟

(جواب): بھائی۔

(سوال): نابالغہ یتیمہ کا نکاح اس کی نانی نے کر دیا، بالغ ہونے کے بعد وہ نکاح پر راضی نہیں، کیا وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): عورت ولی نہیں بن سکتی۔لہٰذا یتیمہ کا جو نکاح اس کی نانی نے کیا، وہ منعقد نہ ہوا، لڑکی بلوغت کے بعد دوسری جگہ ولی کی اجازت سے نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): بالغہ کا نکاح اس کے ولی نے اس کے علم کے بغیر کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): معلوم ہونے کے بعد اگر بالغہ نکاح پر راضی ہے، تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور اگر راضی نہیں، تو بالغہ کی رضامندی اور اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا، یہ نکاح فسخ ہے۔

❁ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے :

”آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔“

(صحيح البخاري : 6945)

(سوال): نابالغ لڑکا اور لڑکی کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر نابالغوں کے ولی راضی ہیں، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

(سوال): کیا مجنونہ کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر درست ہے؟

(جواب): کسی بھی عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر درست نہیں، باطل ہے۔

(سوال): نابالغ کا نکاح باپ کی موجودگی میں اس کے چچا نے کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ نکاح پر راضی ہے، تو نکاح

منعقد ہے، ورنہ باطل ہے، کیونکہ باپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا ولی نہیں بن سکتا۔

سوال: نابالغ کا ولی ایجاب وقبول کے بعد فوت ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب ولی اپنی زندگی میں ایجاب وقبول کر گیا، تو یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، اب بلوغت کے بعد لڑکی اور لڑکے کو خیار بلوغ حاصل ہو گا۔

سوال: نابالغہ کے لیے باپ کی اجازت کافی ہے یا مجلس میں باپ کی موجودگی بھی ضروری ہے؟

جواب: اجازت کافی ہے۔

سوال: لڑکی کا باپ دس برس سے گم شدہ ہے، کیا لڑکی کا چچا اس کا نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: نابالغ یتیم لڑکی کا نکاح اس کے چچا نے کیا، تو بلوغت کے بعد لڑکی نے دوسرا نکاح کر لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: جب نابالغ لڑکی کا باپ فوت ہو چکا تھا اور چچا کے علاوہ کوئی قریبی ولی نہ تھا، تو چچا کا کیا گیا نکاح معتبر ہے، بلوغت کے بعد جب تک اس نکاح کو فسخ نہ کیا جائے، لڑکی آگے نکاح نہیں کر سکتی، لہذا لڑکی کا بلوغت کے بعد دوسرا نکاح منعقد نہ ہوا، کیونکہ وہ پہلے سے ہی منکوحہ ہے۔

سوال: ایک لڑکی نے قاضی سے کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو، تو قاضی نے کر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ نکاح ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر ہوا ہے، تو نکاح منعقد نہ ہوا، یہ نکاح باطل ہے۔

(سوال): نابالغہ کا نکاح اس کے ولی نے کر دیا، جبکہ نابالغہ اس نکاح پر راضی نہیں ،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے۔ البتہ بلوغت کے بعد لڑکی اور لڑکے کو خیار بلوغ حاصل ہے، دونوں میں جو بھی اس نکاح پر راضی نہیں، وہ اپنے ولی کا کیا گیا نکاح فسخ کر سکتا ہے اور دوسرا نکاح کر سکتا ہے۔

(سوال): بالغہ نکاح پر راضی ہے، ولی بھی راضی ہے، مگر دوسرے گھر والے نکاح پر راضی نہیں، کیا نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(جواب): شریعت کی رُو سے یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(سوال): کیا جذام کے مرض کا شکار خاندان میں نکاح کرنا درست ہے؟

(جواب): اگر لڑکا لڑکی نکاح پر راضی ہیں، تو نکاح ہو سکتا ہے۔

(سوال): اگر لڑکی نے نکاح کی اجازت لفظوں میں نہ دی، بلکہ خاموش رہی، تو کیا یہ سکوت اجازت شمار ہو گی یا نہیں؟

(جواب): اگر لڑکی باکرہ ہے، تو اس کی خاموشی اجازت شمار ہو گی اور اگر شوہر دیدہ ہے، تو اس کی خاموشی اجازت شمار نہ ہو گی، بلکہ اس کی اجازت لفظوں سے ضروری ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلثَّیِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِیِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ، وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا .

”شوہر دیدہ اپنے (نکاح کے) بارے میں اپنے ولی سے بڑھ کر حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی، اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔“

(صحیح مسلم :1431)

❁ دوسری روایت ہے:

لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ، وَالْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ، وَصُمْتُهَا إِقْرَارُهَا .

''ولی کوشوہر دیدہ کے (نکاح کے) متعلق کوئی اختیار نہیں، کنواری لڑکی سے مشورہ لیا جائے گا، اس کی خاموشی ہی اقرار ہے۔''

(سوال): باپ نے لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر دیا، لڑکی کو معلوم ہوا، تو کہنے لگی: جو ہونا تھا، سو ہو گیا۔ کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(جواب): یہ لڑکی کی اجازت شمار ہو گی، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے۔

(سوال): رخصتی کا حق شوہر کا حاصل ہے یا لڑکی کو یا اس کے ولی کو؟

(جواب): جب نکاح ہو چکا ہے، تو اب رخصتی کا حق شوہر کو حاصل ہے، وہ جب چاہے لڑکی کو رخصت کر کے اپنے گھر لا سکتا ہے۔

(سوال): پوتی کا دادا نے نکاح کر دیا، باپ راضی رہا، کیا نکاح ہوا یا نہیں؟

(جواب): نکاح میں ولی کی رضامندی اور اجازت شرط ہے، ولی باپ ہے اور وہ راضی ہے، لہٰذا دادا کا کیا گیا نکاح صحیح ہے۔

(سوال): لڑکی کا والد فوت ہو چکا ہے، اقربا میں اس کا تایا اور ماں ہے، ماں نے تایا کی اجازت کے بغیر لڑکی کا نکاح کسی سے کر دیا اور لڑکی کئی ماہ سے اپنے شوہر کے گھر ہے، کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(جواب): عورت ولی نہیں بن سکتی، لہٰذا مذکورہ صورت میں لڑکی کا تایا اس کا ولی تھا۔ یہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا، تو یہ منعقد نہ ہوا، اس لڑکی سے وطی زنا ہو گی، تاوقتیکہ تایا

نکاح پر رضامند ہو جائے۔

(سوال): باپ نے اپنی لڑکی کو مار پیٹ کر اجازت لی، کیا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، کیونکہ لڑکی سے اجازت زبردستی لی گئی ہے۔ جبری نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾(النَّحل : ١٠٦)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس پر اللہ کا غضب ہے)، سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اس کو کفر پر مجبور کیا جائے، تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح لڑکی نکاح کے لیے راضی نہ ہو اور اس سے زبردستی اقرار لیا جائے، تو جبری اجازت سے بالاولیٰ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

❀ امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمَّا وَضَعَ اللّٰهُ عَنْهُ سَقَطَتْ أَحْكَامُ الْإِكْرَاهِ عَنِ الْقَوْلِ كُلِّهِ، لِأَنَّ الْأَعْظَمَ إِذَا سَقَطَ عَنِ النَّاسِ سَقَطَ مَا هُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ .

''جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے (مجبوری کی صورت میں) کفر معاف کر دیا ہے، تو مجبوری کی صورت میں کہے گئے تمام دیگر اقوال بھی معاف ہیں، کیونکہ جب لوگوں کو بڑی چیز معاف کر دی جائے، تو چھوٹی چیز خود بخود معاف ہو جاتی ہے۔''

(السنن الكبریٰ للبيهقي : 2/122)

✿ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خطا اور نسیان سے تجاوز کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کر دی ہے، ......اسی طرح مجبوری کی صورت میں کیے گئے کام سے معافی کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کی ہے۔''

(جامع العُلوم والحكم، ص 452)

سوال: باپ نے نکاح کر کے لڑکی سے پوچھا کہ یہ نکاح منظور ہے یا نہیں، تو وہ خاموش رہی، کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح صحیح ہے، باکرہ کی خاموشی بھی اس کی رضامندی شمار ہوگی۔

سوال: بڑا بھائی بہن کا نکاح نہ کرے اور چھوٹا بالغ بھائی کر دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح صحیح ہے۔

سوال: اگر لڑکی راضی ہو، تو کیا اس کا ولی گونگے سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: گونگے سے نکاح ہو سکتا ہے۔

سوال: بالغہ لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کر دیا، لڑکی ناخوش ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح نہیں ہوا۔ یہ نکاح رد ہے۔

✿ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے :

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

(سوال): بیوہ کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہوا، کیا حکم ہے؟

(جواب): ہر عورت کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت ورضامندی ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ بیوہ بھی اس حکم میں داخل ہے، البتہ بیوہ یا شوہر دیدہ کو اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار بہ نسبت ولی کے زیادہ ہے۔

۞ علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

''شوہر دیدہ زیادہ حق رکھتی ہے، یہ فرمانِ نبوی مشارکت کا تقاضا کرتا ہے، یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ نکاح میں عورت کا بھی حق ہے اور اس کے ولی کا بھی حق ہے اور اس کا حق زیادہ تاکید والا ہے، پس (شوہر دیدہ) کو ولی کی وجہ سے مجبور نہیں جائے گا، جبکہ اس کے ولی کو اس شوہر دیدہ کی وجہ سے مجبور کیا جائے گا، چنانچہ اگر وہ (ولی) انکار کر دے تو قاضی اس کا ولی بن کر نکاح کر دے گا، یہ حدیث، لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ والی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔''

(حاشية السندي على سنن النّسائي : ٨٤/٦)

۞ یہی بات حافظ نووی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔ (شرح صحيح مسلم : ٤٥٥/١)

(سوال): ایک لڑکی بیوہ ہوگئی، اس کا دیور اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، مگر لڑکی انکار کرتی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ دیور اس لڑکی کا زیادہ حق دار ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): لڑکی کی مرضی کے بغیر اس سے دیور کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ لڑکی خود مختار ہے، وہ جس سے چاہے ولی کی اجازت کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔

(سوال): ایک نکاح باپ نے لڑکی کی رضامندی کے بغیر کیا، جبکہ بالغہ لڑکی نے باپ کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح دوسری جگہ کیا، کون سا نکاح معتبر ہے؟

(جواب): ان میں سے کوئی نکاح معتبر نہیں۔ نکاح میں ولی اور لڑکی دونوں کی رضا شامل ہونا ضروری ہے۔ دونوں میں سے کوئی ایک بھی نکاح پر راضی نہ ہو، تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ نکاح وہی منعقد ہوگا، جس میں ولی بھی راضی ہو اور بالغہ لڑکی بھی۔

(سوال): ایک بالغہ کا نکاح اس کی ماں اور وارثوں نے اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بالغہ کی مرضی کے بغیر اگر باپ ولی بھی نکاح کرے، تو منعقد نہیں ہوتا، چہ جائیکہ ماں اور دیگر ورثاء کریں۔

(سوال): ایک بالغہ کا نکاح ہوا، بعد میں لڑکی کہتی ہے کہ میں نے اجازت نہیں دی، جبکہ لوگ گواہی دیں کہ اس نے اجازت دی تھی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر لوگ عادل ہیں، تو ان کی گواہی مانی جائے گی، نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ اگر عورت اس نکاح پر راضی نہیں، تو نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

(سوال): بالغہ لڑکی کے والدین فوت ہو چکے ہیں، ماموں اور خالہ کے سوا کوئی قریبی رشتہ نہیں ہے، کیا ماموں ولی بن سکتا ہے؟

(جواب): اس صورت میں ماموں ولی بن سکتا ہے۔

(سوال): دس برس کی لڑکی کہے کہ مجھے حیض آیا ہے، تو کیا وہ بالغہ شمار ہوگی؟

(جواب): دس برس کی لڑکی کو حیض آئے، تو وہ بالغہ شمار ہوگی، کیونکہ لڑکی کو حیض آنا بھی بلوغت کی نشانی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤) .

''وہ طلاق یافتہ عورتیں جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہوں، شک کی صورت میں ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''یہاں اللہ تعالیٰ نے ان عمر رسیدہ عورتوں کی عدت بیان کی ہے، جن کی ماہواری بڑھاپے کی وجہ سے ختم ہوگئی ہو، ان کی عدت تین ماہ ہے۔ ان کی تین ماہ عدت تین ماہواریوں کے عوض میں ہے، سورت بقرہ کی آیت کریمہ اس پر دلیل ہے۔ اسی طرح وہ بچیاں، جنہیں ابھی ماہواری شروع نہ ہوئی ہو، ان کی عدت بھی بوڑھی عورتوں کی طرح تین مہینے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ ''جن بچیوں کو ابھی ماہواری شروع نہ ہوئی ہو۔''

(تفسیر القرآن العظیم : 149/8، بتحقیق الدکتور سلامة)

عدت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے غیر حاملہ کے دو گروہ بنائے ہیں، ایک وہ، جنہیں ماہواری آتی ہے اور دوسرا جنہیں بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے ماہواری نہیں آتی۔ معلوم ہوا کہ جسے ماہواری آتی ہے، وہ بچی یا بوڑھی نہیں، بلکہ جوان اور بالغہ ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ .

''اللہ تعالیٰ اوڑھنی کے بغیر بالغہ عورت کی نماز قبول نہیں کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 150/6 ، 218، سنن أبي داوٗد : 641، سنن الترمذي : 377، سنن ابن ماجه : 665، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے، امام ابن الجارود (173)، امام ابن خزیمہ (775)، امام ابن حبان (1711)، حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر : 155/4) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (251/1) نے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ثابت ہوا کہ حیض بھی علامات بلوغت میں سے ہے، اسی لئے بالغہ کو حائضہ کہا گیا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''احتلام، زیر ناف بال اور پندرہ سال عمر مرد اور عورت کی بلوغت کی نشانی ہے، ان میں سے جو بھی علامت پائی جائے، فرائض و حدود کو واجب کر دے گی۔ البتہ عورت کی چوتھی علامت بلوغ ماہواری ہے۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کو ماہواری آئے، تو اس پر فرائض کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔''

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف : 388/4)

(سوال): بالغ لڑکا اور لڑکی جو ہم کفو ہیں، کیا دونوں اپنے والد کی مرضی کے بغیر نکاح کر سکتے ہیں؟

(جواب): لڑکا بالغ ہو، تو وہ خود مختار ہے، اسے شریعت نے والد سے اجازت کا پابند نہیں بنایا، لہٰذا اگر وہ والد کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، تو وہ منعقد ہو جائے گا۔

البتہ لڑکی بالغہ ہو یا غیر بالغہ، وہ اپنے والد یا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی، ایسا نکاح منعقد نہ ہوگا اور ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

(سوال): بالغہ سے زبردستی اقرار کرا لیا جائے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): زبردستی اقرار کرانے سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ یہ نکاح باطل ہے۔

(سوال): باپ گھر میں موجود نہیں، دادا نے نکاح کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): باپ ولی ہے، نکاح کے صحیح ہونے کے لیے اس کی اجازت شرط ہے۔ اگر دادا کے کیے گئے نکاح کو باپ یعنی ولی قائم رکھے اور اس پر رضامندی کا اظہار کرے، تو یہ نکاح صحیح ہوگا، ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

(سوال): باپ کئی برس سے گم شدہ تھا، چچا نے بالغہ بھتیجی کا نکاح کر دیا، بعد میں باپ واپس آیا اور اس نکاح کو رد کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے۔ باپ اسے رد نہیں کر سکتا، واللہ اعلم!

(سوال): نابالغہ کا نکاح باپ لالچ کی وجہ سے غیر کفو میں کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح منعقد ہو جائے گا، مگر بلوغت کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔

(سوال): نابالغہ کا باپ دباؤ میں آ کر نکاح کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ جبراً نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): تایا زاد ولی ہے، کیا نانی نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): عورت ولی نہیں بن سکتی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، إِنَّ الَّتِي تُنْكِحُ نَفْسَهَا هِيَ الْبَغِيُّ.

''عورت کسی اور کا یا اپنا نکاح نہیں کر سکتی، اپنا نکاح خود کرنے والی زانیہ ہے۔''

(سنن الدارقطني : ٢٢٨/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، وَالزَّانِيَةُ هِيَ الَّتِي تُنْكِحُ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنُ وَلِيِّهَا .

''کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے، نہ ہی اپنا نکاح خود کرے، جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرتی ہے، وہ زانیہ ہے۔''

(سنن الدارقطني : ۳۵۳۹، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز امام ابن منذر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ خِلَافُ ذٰلِكَ .

''اس کے خلاف کسی صحابی سے کچھ ثابت نہیں۔'' (فتح الباري : ۱۸۷/۹)

❁ فقہائے سبعہ فرماتے ہیں:

لَا تَعْقِدُ امْرَأَةٌ عُقْدَةَ النِّكَاحِ فِي نَفْسِهَا، وَلَا فِي غَيْرِهَا .

''عورت اپنا یا کسی عورت کا نکاح نہیں کر سکتی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ۱۱۳/۷، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: لڑکی کا باپ ایک لڑکے سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتا، جبکہ ماں اصرار کرتی ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ماں کے اصرار سے باپ راضی ہو جائے اور اجازت دے دے، تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

سوال: ایک نابالغ لڑکی کی منگنی ہوئی، نکاح سے پہلے وہ بالغ ہوگئی اور اس جگہ شادی کرنے سے انکار کرنے لگی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر لڑکی راضی نہیں، تو یہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ منگنی توڑ دی جائے۔

(سوال): ماں اور بھائی غیر کفو میں نکاح کر دے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر لڑکی راضی ہے، تو نکاح صحیح ہے، ورنہ نکاح رد ہے۔

(سوال): اگر ولی چچا زاد ہو، کوئی دوسرا قریبی رشتہ موجود نہ ہو، تو کیا وہ اپنے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): اگر کوئی دوسرا قریبی شخص موجود نہیں، تو چچا زاد کا اپنے ساتھ نکاح کر لینا درست ہوگا، بشرطیکہ لڑکی راضی ہو۔

(سوال): کیا نابالغ چچا ولی بن سکتا ہے؟

(جواب): نابالغ کسی صورت ولی نہیں بن سکتا، ولایت دوسرے قریبی رشتہ دار کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

(سوال): بھائی اور چچا میں سے ولی کون ہے؟

(جواب): بھائی ولی ہے، بشرطیکہ بالغ ہو۔

(سوال): عصبات نہ ہوں، تو کیا ماں ولی بن سکتی ہے؟

(جواب): عورت کو حق ولایت حاصل نہیں۔

(سوال): چچیرا دادا یا اس کی اولاد ولی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر اس سے قریبی عصبہ موجود نہیں، تو یہ ولی ہو سکتے ہیں۔

(سوال): ایک یتیم لڑکی کی پرورش اس کے پھوپھا پھوپھی کرتے تھے، لڑکی کا بالغ بھائی بھی موجود ہے، ولی کون ہوگا؟

(جواب): لڑکی کا بھائی اگر بالغ ہے، تو وہ ہی اس کا ولی ہوگا۔ پرورش کرنے سے

ولایت حاصل نہیں ہوتی۔

(سوال): ماموں کو ولایت کب حاصل ہوتی ہے؟

(جواب): جب عصبات اور ذوی الفرائض میں سے کوئی مرد موجود نہ ہو، تو ماموں کو حق ولایت حاصل ہوگا۔

(سوال): باپ نے وصیت کی تھی کہ میری لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے کیا جائے، باپ فوت ہوگیا، ولایت چچا کے پاس آئی، کیا چچا بھتیجی کا رشتہ اپنی مرضی سے کرسکتا ہے یا اسی جگہ کرے گا، جہاں لڑکے کے والد نے وصیت کی تھی؟

(جواب): چچا اپنی مرضی سے کرسکتا ہے، والد کی وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

(سوال): دادا اور بھائی میں سے ولی کون ہے؟

(جواب): دادا ولی ہوگا، کیونکہ دادا باپ کے قائم مقام ہے۔

(سوال): عورت کا خود کو ہبہ کرنا صرف نبی کے لیے تھا یا کسی اور کے لیے بھی ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا کہ کوئی عورت اپنے نفس کو نبی کریم ﷺ کے لیے ہبہ کرے اور آپ اسے قبول فرمالیں، تو نکاح منعقد ہوجاتا تھا، ولی کی ضرورت نہ تھی۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک عورت کہنی لگی: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں، میرے متعلق اپنے خیال کا اظہار کیجیے۔ ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: ان سے میری شادی کروا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا کر کچھ تلاش کرلائیے، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ راوی کہتے ہیں: وہ گیا اور نہ تو لوہے کی انگوٹھی لایا اور نہ ہی کوئی اور چیز لایا۔ نبی کریم ﷺ

نے پوچھا: کیا آپ کو قرآن کی کوئی سورت یاد ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ نے قرآن کی ان سورتوں کے عوض جو اسے یاد تھیں، اس کی شادی کر دی۔''

(صحيح البخاري : 5149، صحيح مسلم : 1425)

سوال: لڑکی کے چچازاد اور باپ کے چچازاد میں ولی کون ہے؟

جواب: لڑکی کا چچازاد بھائی ولایت کا حق دار ہے۔

سوال: وکیل نے لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: لڑکی کی اجازت و رضامندی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

سوال: چچا، ماموں اور ماں موجود ہے، مگر چچا نکاح میں شرکت کرنے سے انکار کرتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چچا لڑکی کا نکاح نہیں کرنا چاہتا، تو ولایت ماموں کو منتقل ہو جائے گی۔

سوال: کیا نابالغہ کے نکاح کا اختیار باپ کو ہے یا نہیں؟

جواب: نابالغہ کا نکاح اس کا باپ کر سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مکی دور کی بات ہے، عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! شادی کرنا چاہیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے؟ کہنے لگی: کنواری سے کرنی ہے، تو آپ کی مرضی، شوہر دیدہ سے کرنی ہے، تو آپ کی مرضی۔ فرمایا: کنواری کون ہے؟ کہنے لگی: یہ اس کی بیٹی ہے، جس سے آپ کو سب سے زیادہ لگاؤ ہے۔ میری مراد: ابوبکر کی بیٹی عائشہ! فرمایا: اور شوہر دیدہ؟ کہا: سودہ بنت

زمعہ، اچھی بھلی مؤمنہ اور باشرع خاتون ہیں۔فرمایا: جائیں، دونوں سے میرا ذکر کریں۔خولہ گئیں اور پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئیں۔میری ماں ام رومان سے ملاقات کی اور کہا: آپ کی تو اللہ نے سن لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عائشہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔میری امی جان فرمانے لگیں: میرا خیال ہے، آپ ذرا رکیے، ابوبکر آتے ہی ہوں گے۔اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔خولہ کہنے لگیں: آپ پر تو اللہ کی رحمت ہو گئی ہے، اللہ کے رسول نے مجھے اپنے لیے عائشہ کا رشتہ لینے کے لیے بھیجا ہے۔ابو جی فرمانے لگے: وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہیں، نکاح کیسے ہوسکتا ہے؟ خولہ کہتی ہیں: یہ کہہ کر مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واپس بھیج دیا۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری بات من وعن کہہ دی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں جا کر کہیے کہ ہم ایک دوسرے کے اسلامی بھائی ہیں، لہٰذا عائشہ سے نکاح ہوسکتا ہے۔خولہ نے ابو جی کو ساری بات بتا دی، تو ابو جی فرمانے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیے کہ تشریف لے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ابو جی نے میرا نکاح کر دیا۔اس وقت میری عمر تقریباً چھ برس تھی۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 23/23، مسند أحمد : 210/6، سندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (3/73) نے اسے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری:7/225) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: لڑکی کا ولی اس کا چچیرہ چچا ہے، اس کی اجازت کے بغیر لڑکی کی ماں نے نکاح کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ماں کو حق ولایت حاصل نہیں۔ چچیرہ چچا ولی ہے، لہٰذا اگر لڑکی کے نکاح پر ولی کی اجازت نہیں، تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔

سوال: لڑکی نے گواہ کی موجودگی میں نکاح سے رضامندی ظاہر کی اور نکاح ہو گیا، مگر دو گھنٹے بعد نکاح سے انکار کر گئی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، لڑکی کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں۔ البتہ اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو خلع کے ذریعے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔

سوال: عورت کس عمر میں اپنے نفس کا اختیار رکھتی ہے؟

جواب: نکاح کرنے کے متعلق عورت خود مختار نہیں ہے۔ عورت کی رضامندی کے ساتھ ساتھ ہر صورت ولی کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، خواہ نکاح کرنے والی باکرہ ہو یا شوہر دیدہ، بالغہ ہو یا نابالغہ۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول

کر لیتا ہے،تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے،تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے،جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ:۲۳۴) نے ''حسن'' جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابوعوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری:۱۹۱/۹)، امام ابن حبان (۴۰۷۴،۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ:۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق:۲/ ۲۵۵) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا،اس بارے میں یہ حدیث عظیم الشان ہے اور بغیر ولی کے نکاح کو باطل قرار دینے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 1115/3، وفي نسخة : 266/3)

سوال:عورت کے بالغ ہونے کی عمر کیا ہے؟

جواب:لڑکی میں بلوغت کی چار علامات ہیں؛ ① حیض ② احتلام ③ زیر ناف بال کا اُگنا ④ پندرہ سال عمر۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ .

''اللہ تعالیٰ اوڑھنی کے بغیر بالغہ عورت کی نماز قبول نہیں کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 150/6، 218، سنن أبي داوٗد : 641، سنن الترمذي : 377، سنن ابن ماجه : 665، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے، امام ابن الجارود (173)، امام ابن خزیمہ (775)، امام ابن حبان (1711)، حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر : 155/4) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (251/1) نے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ثابت ہوا کہ حیض بھی علامات بلوغت میں سے ہے، اسی لئے بالغہ کو حائضہ کہا گیا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) لکھتے ہیں:

''احتلام، زیر ناف بال اور پندرہ سال عمر مرد اور عورت کی بلوغت کی نشانی ہے، ان میں سے جو بھی علامت پائی جائے، فرائض و حدود کو واجب کر دے گی۔ البتہ عورت کی چوتھی علامت بلوغ ماہواری ہے۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کو ماہواری آئے، تو اس پر فرائض کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔''

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف : 388/4)

احتلام، زیر ناف بال، پندرہ سال کی عمر اور عورت کی ماہواری علامات بلوغ ہیں۔

سوال: صرف ایک بار حیض آنا بلوغ کے لیے کافی ہے؟

جواب: ایک بار حیض آنے سے بھی بلوغت ثابت ہو جاتی ہے۔

سوال: لڑکے کی شادی اس کے والدین اس کی مرضی کے خلاف کر رہے ہیں، اس نکاح کا حکم ہے؟

جواب: لڑکا ہو یا لڑکی، ہر بالغ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کیا جائے، تو وہ منعقد

نہیں ہوتا۔ البتہ بالغ لڑکی کی رضامندی کے ساتھ ساتھ اس کے ولی کی اجازت اور رضامندی بھی ضروری ہے، بالغ لڑکا اگر اپنے والدین یا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے،تو شرعاًوہ نکاح معتبر ہے۔

(سوال):ایک لڑکی نے اپنے نانا اور نانی کے یہاں پرورش پائی، اس کا باپ زندہ ہے،تو نکاح میں ولی کون ہوگا؟

(جواب): نکاح میں ولی لڑکی کا باپ ہی ہے، پرورش سے حق ولایت حاصل نہیں ہوتا۔

(سوال): ولی ابعد نے نکاح کیا اور ولی اقرب نے رد کردیا،تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد کا نکاح کرنا جائز نہیں، یہ اختیار ولی اقرب کے پاس ہے، وہ ولی ابعد کے نکاح کو رد کردے،تو نکاح باطل ہوجاتا ہے۔

(سوال):لڑکی سے اجازت لیتے وقت جس لڑکے اور اس کے باپ کا ذکر کیا گیا، بعد میں وہ کوئی اور نکلا،تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب):اگر لڑکی چاہے،تو یہ نکاح رد کرسکتی ہے، چاہےتو قائم رکھ سکتی ہے۔

(سوال):لڑکی کا ولی اس کا نکاح ایک لڑکے سے کرنا چاہتا ہے،مگر برادری کا سرپنچ کہتا کہ ''اس کا نکاح فلاں جگہ کرو اور میری مرضی کے بغیر اس لڑکی کا نکاح نہ کیا جائے۔'' اب ولی کیا کرے؟

(جواب):شریعت نے نکاح کا اختیار ولی کو سونپا ہے، ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا نکاح جائز نہیں، لہٰذا ولی کو چاہیے کہ جہاں مناسب سمجھے لڑکی کا نکاح کرے۔

(سوال): دو برابر کے ولیوں میں سے ایک نے لڑکی کا نکاح ایک جگہ کر دیا اور دوسرے نے دوسری جگہ کر دیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): جو نکاح پہلے کیا گیا، وہ منعقد ہے اور دوسرا نکاح باطل ہے۔ البتہ اگر لڑکی دوسرا نکاح پر راضی ہے اور پہلے نکاح پر راضی ہی نہ تھی، تو دوسرا نکاح معتبر ہوگا۔

(سوال): سولہ سالہ لڑکی خود اپنا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ، بہرصورت اس کے لیے باپ کی اجازت شرط ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ لڑکی اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، إِنَّ الَّتِي تُنْكِحُ نَفْسَهَا هِيَ الْبَغِيُّ .

''عورت کسی اور کا یا اپنا نکاح نہیں کر سکتی، اپنا نکاح خود کرنے والی زانیہ ہے۔''

(سنن الدارقطني : ٢٢٨/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا، وَالزَّانِيَةُ هِيَ الَّتِي تُنْكِحُ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنُ وَلِيِّهَا .

''کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے، نہ ہی اپنا نکاح خود کرے، جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرتی ہے، وہ زانیہ ہے۔''

(سنن الدارقطني : ٣٥٣٩، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(اتّحاف المَهرة : ٥٦٦/١٥)

❀ نیز امام ابن منذر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ خِلَافُ ذٰلِكَ .

''اس کے خلاف کسی صحابی سے کچھ ثابت نہیں۔''(فتح الباري : ١٨٧/٩)

❁ فقہائے سبعہ فرماتے ہیں:

لَا تَعْقِدُ امْرَأَةٌ عُقْدَةَ النِّكَاحِ فِي نَفْسِهَا، وَلَا فِي غَيْرِهَا .

''عورت اپنا یا کسی عورت کا نکاح نہیں کرسکتی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ١١٣/٧، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): عورت کو اس کے ولی سے خرید کر نکاح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): کسی آزاد کی خرید و فروخت کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس پر سخت وعید آئی ہے۔ البتہ اگر کوئی ولی سے اس کی لڑکی خرید کر نکاح کر لے، تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، بشرطیکہ لڑکی بھی اس نکاح پر راضی ہو۔

(سوال): اگر باپ صحیح الحواس نہ ہو، تو لڑکی کا ولی کون ہوگا؟

(جواب): جو شخص پاگل ہو جائے، اس کی ولایت ختم ہو جاتی ہے، تا آنکہ وہ دماغی طور پر تندرست ہو جائے۔ کیونکہ پاگل اور دیوانے کا کوئی عمل شرعاً معتبر نہیں۔ باپ کے پاگل ہونے کی صورت میں لڑکی کا قریب ترین بالغ رشتہ دار اس کا ولی ہوگا۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور

③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): دو برابر ولیوں میں سے ایک نے لڑکی کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا اور دوسرے نے اپنے بیٹے سے، کس کا نکاح معتبر ہوگا؟

(جواب): جس ولی نے پہلے نکاح کیا، وہ منعقد ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا، البتہ اگر لڑکی پہلے نکاح پر راضی نہیں اور دوسرے نکاح پر راضی ہے، تو پہلا نکاح منعقد نہ ہوگا اور دوسرا نکاح منعقد ہو جائے گا، کیونکہ نکاح میں لڑکی کی رضا مندی بھی ضروری ہے۔

(سوال): ولد الحرام لڑکی کا ولی کون ہوگا؟

(جواب): اگر ناجائز لڑکی کی پیدائش کے وقت اس کی ماں کسی کے عقد میں تھی، تو اس لڑکی کو ماں کے شوہر کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا اور زانی کے لیے حد رجم ہے۔ اس لیے اس ناجائز لڑکی کا ولی اس کی ماں کا شوہر ہوگا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا

بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے، اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تاوقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔''

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے، لہٰذا لڑکی کا ولی بھی وہی ہوگا، جس کے بستر پر وہ پیدا ہوئی تھی۔

سوال: ایک یتیم لڑکی کا ولی اس کا چچازاد بھائی تھا، وہ لڑکی کی جائیداد کو اپنے مصرف میں لاتا تھا اور اس کا مال کھاتا تھا، حکومت نے اس کی جگہ لڑکی کے ماموں کو ولی مقرر کر دیا، تو کیا نکاح میں بھی ماموں ولی ہوگا؟

جواب: جو ولایت ماموں کو سونپی گئی ہے، وہ مال میں ولایت ہے۔ نکاح میں ولایت بہرحال چچازاد بھائی کو ہی حاصل ہوگی۔

سوال: لڑکی کا باپ اس کی شادی کفو میں نہ کرے، تو کیا لڑکی کی بہن اس کی شادی کفو میں کر سکتی ہے؟

جواب: باپ کی موجودگی میں کوئی مرد بھی ولی نہیں بن سکتی، جبکہ عورت کو کسی صورت

حق ولایت حاصل نہیں، عورت کسی کا نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال: اگر ایک ولی نکاح پر راضی ہے اور دوسرا انکار کرتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: سرپنچ یا قاضی ان کے اختلاف کو ختم کرے گا اور کسی ایک کی ولایت پر نکاح کرنے کا فیصلہ کرے گا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ.

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا نو سال کی لڑکی بالغہ ہو سکتی ہے؟

جواب: ہو سکتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی اور نو برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہی۔''

(صحيح البخاري : 5133)

یہ حدیث دلیل ہے کہ نو سال کی عمر میں بھی بلوغت ہو سکتی ہے۔ نو سال کی عمر ہمیشہ بچپنے کی نہیں ہوتی، بعض معاشروں میں یہ عمر بلوغ کی بھی ہے۔

اس کا تعلق ماحول، معاشرت، خوراک اور آب و ہوا سے ہوتا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات، مشاہدات اور استقرا نو سال کو بلوغت کی طبعی عمر قرار دیتے ہیں۔

جہاں کی آب و ہوا اور خوراک گرم ہو گی، وہاں بچے جلدی بالغ ہوں گے، عرب کا خطہ بالکل ایسا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی تاریخ کو کھنگالئے، تو نو دس سال کی عمر میں شادی کا عام رواج نظر آتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نو سال کی عمر میں بلوغ ممکن و شائع تھا، اس لئے کسی کو اعتراض نہیں ہوا

سوال: بارہ تیرا سال کا لڑکا خود کو بالغ بتاتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: مرد کے بالغ ہونے کی علامت احتلام یا زیر ناف بال کا اگنا ہے۔ اگر یہ دونوں علامتیں ظاہر نہ ہوں، تو پندرہ سال کی عمر کو بلوغت کی عمر قرار دیا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پندرہ برس سے پہلے یہ علامات ظاہر ہوں، تو بلوغت نہیں ہو گی، لہٰذا بارہ تیرا سال کے لڑکے میں بلوغ کی کوئی علامت ظاہر ہو، تو وہ بالغ شمار ہو گا، اس پر شرعی احکام لاگو

ہوں گے اور اس کے گناہ لکھے جائیں گے۔

(سوال): کیا حیض آنے کے بعد لڑکی بالغہ مانی جائے گی؟

(جواب): جی ہاں، کیونکہ حیض بھی بلوغت کی علامت ہے۔

(سوال): طلاق کے بعد بچے کی حضانت (پرورش اور دیکھ بھال) کون کرے گا؟

(جواب): تاریخ انسانی میں احترام آدمیت کی جو تعلیمات اسلام نے بیان کی ہیں کسی دوسرے مذہب یا تہذیب وتحریک کے حاشیہ خیال سے بھی نہیں گزریں، اسلام ابن آدم کی پانچ چیزوں کی حفاظت کرتا ہے، جان، مال، عقل، عزت اور ایمان، پیدائش سے جوانی تک کے مراحل جن میں بعض ایسے ہیں کہ انسان بے حیثیت سا ڈھانچہ ہے اسے کامل اور مکمل توجہ کی ضرورت ہے، قدم بہ قدم رہنمائی مانگتا ہے، اس کی پرورش اس کی جسمانی عقلی اور دینی ضروریات نبھانے کی ذمہ داری ماں باپ کو سونپی گئی ہے، لیکن بسا اوقات ستم ظریف حالات کی مجبوریاں بچے کے ماں باپ میں جدائی کا پیغام لاتی ہیں انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑتا ہے۔

ایسے عالم میں اس بچے کی ذمہ داری کون اٹھائے گا جسے نشوونما کی ضرورت ہے، جس کا ماں باپ کے اس ہنگام میں ذرا سا بھی دخل نہیں، تو اسلام نے اس کے لئے ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو خاص نہیں کیا، بل کہ اس کے لئے ماں باپ کی صلاحیت کو دیکھا جائے گا کون ہے جو اس کی پرورش کر پائے گا، اسے مکمل دینی، روحانی، جسمانی اور عقلی ضروریات فراہم کر سکے گا ماں یا باپ، اگر ماں کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ ماں کے نام اور اگر باپ کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ باپ کی پرورش میں دیا جائے گا۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''ہم نے جسے اختیار یا قرعہ کے ذریعہ مقدم کیا ہے، وہ بچے کی مصلحت کی پیشِ نظر ہے۔ باپ کی بہ نسبت ماں زیادہ خیال رکھنے والی اور غیرت مند ہو،تو اسے مقدم کریں گے، اس حالت میں کسی قرعہ یا بچے کے اختیار کا اعتبار نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ کم عقل ہے، ڈھیل اور کھیل کود کو ترجیح دے گا۔ بچہ جب ماں باپ میں سے کسی ایسے کو اختیار کر لے، جو فضولیات میں اس کی مدد کرتا ہے، اس صورت میں بچے کا اختیار نا قابلِ التفات ہوگا اور اس کے پاس رہے گا، جو اس کے حق میں شرعی طور پر خیر اور حفاظت کا باعث ہو۔ شریعت اسی کی گنجائش دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں نماز چھوڑنے پر زدوکوب کرو۔ نیز بستر بھی علیحدہ کردو۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾(التحريم : ٦)''مومنو! خود اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچا لو، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔'' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھیں۔ ماں جب اسے مکتب میں رکھے گی اور قرآن کی تعلیم سے آشنا کرے گی اور بچہ کھیل کود اور اپنے ساتھیوں کی محفل کو ترجیح دے، جب کہ باپ بھی اس سب کا اہتمام کرسکتا ہے، تو باپ بغیر کسی قرعہ کے زیادہ حق دار ہے۔ اس کے برعکس ہو، تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی بچے میں اللہ اور رسول کے اوامر نافذ کرنے کی استعداد نہیں رکھتا اور دوسرا ان سب کا خیال رکھ سکتا ہے اور یہی حق دار ہوگا۔ میں نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا:

کسی حاکم کے ہاں والدین کا ایک بچے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ قاضی کے اختیار دینے پر بچے نے باپ کو اختیار کر لیا۔ ماں نے قاضی سے کہا کہ بچے سے پوچھیے کہ باپ کو کیوں چنا؟ پوچھنے پر کہنے لگا: میری ماں مجھے روزانہ لکھاری کے پاس بھیجتی ہے اور استاذ مجھے مارتا ہے، جب کہ میرے ابو مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے دیتے ہیں، قاضی نے ماں کے حق میں فیصلہ کر کے فرمایا: آپ ہی اس کی زیادہ حق دار ہیں۔ ہمارے استاذ محترم فرمایا کرتے تھے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی اپنے بچے کی تعلیم اور فرائض کو چھوڑ دے، وہ گناہ گار ہے اور اس کی کوئی ولایت نہیں، بل کہ جو بھی بچے کے واجب امور کا اہتمام نہ کرے وہ ولایت کا اہل نہیں ہے۔ یا تو اس سے ولایت چھین کر کسی مہتمم کو دے دی جائے گی یا اس کے ساتھ کسی ایسے کو شریک کر دیا جائے گا جو واجبات کا اہتمام کروائے، کیوں کہ مقصود جہاں تک ممکن ہو اللہ و رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں: یہ کوئی موروثی حق نہیں ہے، کہ جو رشتہ داری، نکاح یا ولا سے حاصل ہو جائے اور وارث پارسا ہو یا فاسق و فاجر، بل کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں واجبات، اس کا علم اور جتنا ممکن ہو، عمل میں لانے کی بساط ہو۔ نیز فرماتے ہیں: فرض کیا ایک بندہ کسی عورت سے شادی کر لے اور وہ عورت اس کی بیٹی کا خیال رکھے، نہ اس کی مصلحت کو سمجھے۔ جب کہ اس کی ماں اپنی سوتن سے زیادہ اس کی مصلحت کا خیال رکھتی ہے اور تربیت بھی بخوبی کر سکتی ہو۔ اس صورت حال میں پرورش ماں کا حق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے والدین میں سے کسی کو بھی مطلق طور پر

مقدم نہیں کیا اور نہ ہی عمومی طور پر بچے کو اختیار دیا ہے۔ علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ پرورش کرنے میں علی الاطلاق کوئی بھی مقدم نہیں ہے۔ لہٰذا کسی سرکش اور مفرط کو نیک عادل اور محسن پر مقدم نہیں کیا جا سکتا، واللہ اعلم!''

(زاد المَعاد في هدي خير العِباد : ٤٧٥/٤)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''ہمارے استاذ محترم علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک اور ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مسئلہ 'حضانۃ' میں یہ کہنا انتہائی مناسب ہو گا کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں شفقت، تربیت اور لطف و کرم کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس کا زیادہ حق دار بھی وہی ہے، جو اس بچے کے زیادہ قریب ہو اور ان صفات کا زیادہ حامل ہو۔ یہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی ہو سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی زیادہ قریبی اور ان صفات سے متصف کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اگر ان صفات کے حاملین میں دو یا زیادہ برابر ہو جائیں۔ اگر ان کے درجات برابر ہوں، تو مؤنث کو مذکر پر ترجیح دی جائے گی۔ لہٰذا ماں کو باپ پر، دادی کو دادا پر، خالہ کو ماموں پر، پھوپھی کو چچا پر اور بہن کو بھائی پر ترجیح دی جائے گی۔ اگر دو برابر مذکر یا مؤنث جمع ہو جائیں، اسے قرعہ کے ذریعے مقدم کیا جائے گا۔ اگر بچے کے ساتھ ان کے درجات مختلف ہوں اور قرابت ایک ہی جہت سے ہو، تو بہن کو بیٹی پر، بچے کی خالہ کو والدین کی خالہ پر، والدین کی خالہ کو دادا کی خالہ پر اور نانا و نانی کو اخیافی بھائی پر مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ حضانہ کے مسئلہ میں ابو اور چچا کی جہت بھائیوں کی جہت سے زیادہ قوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخیافی

بھائی کومقدم کیا جائے گا، کیوں کہ میراث میں نانا سے زیادہ قوی ہے۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب میں یہ دونوں صورتیں موجود ہیں۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : 50/5)

(سوال): کیا فاحشہ عورت کوحق حصانت حاصل ہے؟

(جواب): فاحشہ کوحق حصانت (پرورش اور دیکھ بھال) حاصل نہیں، یہ اپنی اولاد کوبھی فاحشہ بنا دے گی، لہٰذا اولاد کی دینوی واُخروی فلاح کا تقاضا ہے کہ ایسی فاحشہ ماں کوحق حصانت نہ دیا جائے اور دیگر رشتہ داروں جو بچوں کی اچھی تربیت کرسکیں، کودے دیا جائے۔

(سوال): اگرلڑکی کا باپ لڑکے والوں سے نکاح کے لیے پیسے لے،تو کیا وہ ولی رہتا ہے یانہیں؟

(جواب): لڑکی کا نکاح کرنے کے لیے ولی کا لڑکے والوں سے پیسے لینا جائز نہیں، البتہ اس سے باپ کی ولایت ختم نہیں ہوتی۔

(سوال): کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت جہیز کے بدلے میں پیسے لیے تھے یانہیں؟

(جواب): ایسا کچھ ثابت نہیں۔

(سوال): ایک لڑکی کا نکاح اس کے ولی چچا نے بلوغت سے پہلے کیا تھا،تو لڑکی نے بلوغت کے بعد اس نکاح کا انکار کردیا اور دوسری جگہ نکاح کرلیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بلوغت سے پہلے جو ولی چچا نے نکاح کیا، وہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے۔لڑکی کو بلوغت کے بعد خیار بلوغ حاصل ہے، وہ اس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے۔مگر مذکورہ صورت میں لڑکی نے نکاح کو فسخ نہیں کیا، بلکہ اپنے منکوحہ ہونے کا ہی انکار کیا، لہٰذا لڑکی نے جو دوسری

جگہ نکاح کیا، وہ باطل ہے، کیونکہ وہ ابھی پہلے شوہر کے عقد میں ہے۔

سوال: ماں نے نابالغہ کا نکاح کر دیا اور باپ نے اجازت نہ دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح نہیں ہوا۔ نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہے اور کوئی عورت عورت کا نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال: ولی کا جعلی اجازت نامہ بنوکر نکاح ہوا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح نہیں ہوا۔ جب تک ولی کی اجازت اور رضامندی ثابت نہ ہو، نکاح معتبر نہیں۔

سوال: تیرہ سالہ لڑکی نے پہلے بلوغ کا دعویٰ نہیں کیا، بعد میں کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: تیرہ سالہ لڑکی کا بالغ ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا اس کی بات کا اعتبار ہوگا۔

سوال: چودہ سالہ لڑکی، جس میں ابھی کوئی علامت بلوغت ظاہر نہیں ہوئی کا نکاح اس کا باپ اس کی غیر موجودگی میں کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر لڑکی میں بلوغت کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو، تو اس کی سن بلوغ پندرہ سال مقرر ہے۔ اب چونکہ لڑکی چودہ سال کی ہے اور شرعاً بالغ نہیں، تو نابالغہ کا ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتا ہے، مگر بلوغت کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔

سوال: ایک لڑکی کا نکاح اس کے سگے چچا زاد بھائی نے ایک جگہ کیا اور دوسری جگہ لڑکی کے سوتیلے چچا زاد بھائی نے کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس لڑکی کا ولی حقیقی چچا زاد بھائی ہے، سوتیلا چچا زاد ولی نہیں۔ لہٰذا حقیقی چچا زاد بھائی کا کیا گیا نکاح معتبر ہے۔

سوال: نابالغہ کا نکاح طوائف سے کر دیا گیا، لڑکی طوائف کے پاس نہیں جانا

چاہتی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بلوغت کے بعد لڑکی کو تنسیخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔

(سوال): ولی کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا نکاح اس کا ماموں کر دے اور خلوت بھی ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح ولی کی اجازت پر منحصر ہے، اگر ولی اس نکاح کو قائم رکھے، تو صحیح ہے اور اگر رد کر دے، تو باطل ہے، خواہ خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(سوال): ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ فلاں عورت سے میرا نکاح اس کی اجازت اور رضامندی سے ہوا اور وہ خوشی خوشی رخصت ہو کر میرے گھر ہے، کئی بار وطی بھی ہوئی، مگر عورت اس بات کا انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میرا نکاح جبراً کیا گیا، مجھے زبردستی رخصت کیا گیا اور میں نے کبھی اس مرد کو اپنے قریب نہیں آنے دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب عورت اس نکاح میں رضامندی کا انکار کرتی ہے اور اپنی مجبوری کا اظہار کرتی ہے، تو یہ نکاح باطل ہے، کیونکہ عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

❀ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے :

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

(سوال): جب غیر مسلم عورت مسلمان ہو کر کافر سے جدا ہو جائے، تو وہ دوسرا جگہ نکاح کب کر سکتی ہے؟

(جواب): اسلام کا دستور یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم عورت اسلام قبول کر لے، تو اس کے شوہر کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اگر قبول کر لے، تو ان کا نکاح قائم رہے گا، ورنہ دونوں میں جدائی ہو جائے گی، کیونکہ مسلمان عورت غیر مسلم کے عقد میں نہیں رہ سکتی۔ اس صورت میں نو مسلمہ ایک حیض عدت گزار کر آگے نکاح کر سکتی ہے۔

یاد رہے کہ اگر کوئی عورت اسلام قبول کرے اور پہلے شوہر کو بتائے بغیر آگے نکاح کر لے، تو وہ نکاح فاسد ہوگا، وہ منکوحہ شمار ہوگی اور منکوحہ سے نکاح حرام ہے۔

(سوال): ایک مرد نے ایک عورت سے جبراً نکاح کیا، مگر عورت نے دل سے اجازت نہیں دی، کیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

(جواب): جبری نکاح نہیں ہوتا۔

(سوال): شیعہ لڑکی توبہ کر لے اور اہل سنت کے عقائد پر آ جائے، تو کیا وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر صحیح العقیدہ لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے، جبکہ اس کا باپ اس کا نکاح رافضی سے کرنا چاہتا ہے؟

(جواب): شیعہ سے نکاح جائز نہیں۔ ولی کی اجازت بہر حال ضروری ہے۔ اگر باپ غلط عقائد کا حامل ہے اور لڑکی کا نکاح رافضی شیعہ سے کرنا چاہتا ہے، تو اس کی ولایت ساقط ہے۔ لڑکی حاکم وقت، جج، یا علاقے کے معتبر عالم کو اپنا ولی مقرر کر کے صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): اگر کوئی ولی بدچلن ہو یا اولاد کی ضروریات کا خیال نہ رکھتا ہو، تو کیا اس کی ولایت ساقط ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): ولی کا بدچلن ہونا اور اپنے فرائض سے لاپرواہ ہونا بے شک گناہ ہے، مگر اس

سے ولایت ختم نہیں ہوتی۔

(سوال): باپ کی موجودگی میں دادا نے پوتی کی کبھی خبر نہ لی، کیا باپ کی وفات کے بعد پوتی کا ولی دادا ہوگا یا نہیں؟

(جواب): خواہ دادا نے خبر لی ہو یا نہ لی ہو، مگر باپ کے بعد ولایت دادا کو حاصل ہے، کیونکہ دادا کو باپ کا قائم مقام بنایا گیا ہے۔

(سوال): نابالغہ بیوہ کا نکاح اس کی ساس نے کر دیا اور بیوہ کی ماں نے رد کر دیا، تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): عورت نہ کسی کا نکاح کر سکتی ہے اور کسی نکاح کو رد کر سکتی ہے، لہٰذا جب ساس کا کیا گیا نکاح منعقد ہی نہ ہوا، تو ماں کے رد کرنے کا کیا معنیٰ؟ کیونکہ عورت کو حق ولایت حاصل نہیں ہے۔ اور نکاح کرنے یا رد کرنے کا اختیار ولی کو ہی حاصل ہے۔

(سوال): جب نکاح خواں کو معلوم ہو کہ لڑکی اس نکاح پر راضی نہیں ہے، تو کیا وہ نکاح پڑھا سکتا ہے؟

(جواب): اگر نکاح خواں کو یقین ہو کہ لڑکی اس نکاح پر راضی نہیں ہے اور اس سے زبردستی نکاح کیا جا رہا ہے، تو اسے یہ نکاح نہیں پڑھانا چاہیے، بلکہ ولی یا لڑکی میں سے جو غلطی پر ہو اسے سمجھانا چاہیے۔

(سوال): دادا کبر سنی کی وجہ سے صاحب رائے نہیں رہا، کیا لڑکی کا چچا ولی بن سکتا ہے؟

(جواب): جب دادا بڑھاپے کی وجہ سے اہل رائے نہ رہے، کیونکہ ولایت کا مقصد ہی یہ ہوتا کہ لڑکی کے اچھے برے کا فیصلہ کرے، تو جب دادا میں یہ فیصلہ کرنے کی قوت باقی نہ رہی، تو اس کی ولایت منتقل ہوگئی، لہٰذا اس صورت میں چچا ولی بن سکتا ہے۔

سوال: نشی باپ نے لڑکی کا نکاح پیسوں کے عوض غیر کفو میں کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نشی باپ نکاح کے وقت حالت نشہ میں نہ تھا، تو اس کا کیا گیا نکاح معتبر ہے، البتہ اگر لڑکی اس نکاح پر راضی نہیں، تو وہ نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔

سوال: باپ مرزائی ہے اور لڑکی مسلمان ہو چکی ہے اور نکاح کرنا چاہتی ہے، تو حق ولایت کسے حاصل ہوگا؟

جواب: مرزائی مرتد کافر ہیں، کافر کی ولایت ساقط ہے۔ مسلمان لڑکی کو چاہیے کہ حاکم وقت، جج، یا علاقے کے معتبر عالم کو اپنا ولی مقرر کر کے صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کر لے۔

سوال: عصبہ رشتہ داروں کی موجودگی میں ماں ولی بن سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: عورت ولی نہیں بن سکتی، خواہ عصبات موجود ہوں یا نہ ہوں۔

سوال: لڑکا لڑکی کا نکاح ہوا، بعد میں لڑکا مرزائی ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: مرزائی مرتد کافر ہیں، نکاح ختم ہو جائے گا، لڑکی ایک حیض عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

سوال: باپ نے حالت نشہ میں نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا، تو نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: اگر باپ نے حالت نشہ میں نکاح کیا، تو یہ نکاح نشے کی کیفیت پر منحصر ہے۔ اگر نشہ اس قدر ہے کہ اسے کوئی سوجھ بوجھ نہیں، تو یہ نکاح قائم نہ ہوا، البتہ اگر لڑکی اس نکاح پر راضی نہیں، تو بلوغت کے بعد اسے نکاح فسخ کا اختیار حاصل ہوگا۔

سوال: دادی نے پوتی کی منگنی کر دی، دادی فوت ہو گئی، جب لڑکی بالغ ہوئی، تو اس نے اس جگہ نکاح کرنے سے انکار کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک لڑکی نکاح کے لیے راضی نہ ہو، اس کا نکاح نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ولی کو چاہیے کہ منگنی ختم کر دے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): باپ نے نابالغہ کا نکاح کیا، بعد میں لڑکی نے بالغ ہونے کا دعویٰ کیا اور کسی دوسرے لڑکے سے نکاح کر لیا، کون سا نکاح صحیح ہوا؟

(جواب): نابالغہ کا نکاح اس کا ولی کر سکتا ہے، البتہ بلوغت کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں لڑکی کا جو نکاح اس کے باپ نے کیا، وہ صحیح ہے، لڑکی جب تک اس نکاح کو فسخ نہ کرے، دوسرے لڑکے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(سوال): خیار بلوغ سے کیا مراد ہے؟

(جواب): اگر ولی اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا بلوغت سے پہلے نکاح کر دے، تو وہ نکاح ہو جاتا ہے، البتہ بلوغت کے بعد لڑکے اور لڑکی کو اس نکاح کو قائم رکھنے یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اسی اختیار کو ''خیار بلوغ'' کہتے ہیں۔

(سوال): خیار بلوغ سے نکاح فسخ کیسے کیا جائے گا؟

(جواب): اگر لڑکی یا لڑکا بالغ ہونے پر ولی کے کیے گئے نکاح پر راضی نہیں، تو وہ علاقے یا برادری کے سرپنچ، جج یا معتبر عالم کے سامنے اپنے ولی کے کیے گئے نکاح کو رد کر سکتی یا سکتا ہے، تاکہ جس طرح اس کے نکاح پر لوگ گواہ بنے، اسی طرح اس کے نکاح فسخ کرنے پر بھی لوگ گواہ رہیں۔

(سوال): کیا معروف عالم کے سامنے رد کیا گیا نکاح فسخ مانا جائے گا؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): لڑکا لڑکی کا نکاح مجمع عام کے سامنے ہوا، لڑکا پردیس چلا گیا، بعد میں لڑکی نے جج کو درخواست پیش کی کہ اس کا کبھی نکاح نہیں ہوا، تو جج نے وہ نکاح فسخ کر دیا، کیا اس طرح نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟

(جواب): جب نکاح پر لوگوں کی گواہی موجود ہے، تو یہ نکاح معتبر مانا جائے گا، اسے کوئی جج فسخ نہیں کرسکتا، البتہ اگر لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں، تو وہ خلع کے ذریعہ ولی کے کیے گئے نکاح کو فسخ کرسکتی ہے۔

(سوال): مسلمان حاکم کے ذریعہ خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): ہوسکتا ہے۔

(سوال): کیا پنچائیت کے ذریعہ خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟

(جواب): شرعاً تو ہوسکتا ہے، البتہ قانونی طور پر جج سے فسخ کرانا ضروری ہے۔

(سوال): غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمان ان کی عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرا سکتے ہیں؟

(جواب): کرا سکتے ہیں۔

(سوال): کیا لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے؟

(جواب): لڑکی اور لڑکے دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے۔

(سوال): جو عورت نکاح سے نکلنے کے لیے مرتدہ ہو جائے اور بعد میں مسلمان ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مرتد کی سزا اسلامی قانون میں قتل ہے، اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، خواہ

وہ حیلہ کرتے ہوئے ہی مرتد ہو۔ البتہ اگر تائب ہو جائے، تو اس کا اسلام معتبر ہے۔

سوال: اگر بلوغت سے پہلے وطی ہوگئی، تو کیا خیار بلوغ حاصل ہوگا؟

جواب: بلوغت کے فوراً بعد خیار بلوغ حاصل ہوگا، اگر اس کے بعد بھی وطی کر لی، تو خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا۔

سوال: نابالغ لڑکے سے بالغ لڑکی کا نکاح ہوا، تو کیا وہ نکاح فسخ کرسکتی ہے؟

جواب: اسے نکاح رد کرنے کا اختیار ہے۔

سوال: چچا نے بھتیجی کا نکاح کیا، اس وقت باپ پاگل تھا، بعد میں باپ تندرست ہو گیا، کیا وہ نکاح رد کرسکتا ہے؟

جواب: جب باپ پاگل تھا، تو ولایت منتقل ہو کر چچا کے پاس آ گئی اور اس نے نکاح کر دیا، تو نکاح درست ہو گیا، اب باپ کے تندرست ہونے کے بعد اگرچہ ولایت باپ کو حاصل ہو چکی ہے، مگر وہ چچا کے کیے گئے نکاح کو رد نہیں کرسکتا، کیونکہ چچا کو اس وقت مکمل ولایت حاصل تھی۔

سوال: جس نے بلوغت کے بعد ایک بار بھی نکاح قبول کرلیا، تو بعد میں اسے خیار بلوغ حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب: ایک بار قبول کرنے کے بعد دوبارہ خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا۔

سوال: ماں نے نابالغہ کا نکاح کیا، کیا بلوغت کے بعد فسخ کرسکتی ہے؟

جواب: عورت عورت کا نکاح نہیں کرسکتی، یہ اختیار صرف مردوں کے پاس ہے۔ لہٰذا ماں کا کیا گیا نکاح منعقد ہی نہ ہوا، تو بلوغت کے بعد اسے فسخ کرنے کا کیا معنی؟ لڑکی بغیر فسخ کیے ولی کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

(سوال): دادا نے نکاح کیا، بلوغت سے پہلے لڑکی شوہر کے پاس بھی رہی، کیا بلوغت کے بعد نکاح کو فسخ کرسکتی ہے؟

(جواب): جس لڑکے یا لڑکی کا نکاح بلوغت سے پہلے ہو، تو اسے بلوغت کے بعد خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے، خواہ بلوغت سے پہلے خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(سوال): کیا نکاح فسخ کرانے کے لیے بھی وہی شخص چاہیے، جس نے نکاح پڑھایا تھا یا کسی کے ذریعے بھی فسخ کیا جاسکتا ہے؟

(جواب): نکاح پڑھانے والا ضروری نہیں، کسی بھی معتبر شخص کے ذریعہ خیار بلوغ میں نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے۔

(سوال): فسخ نکاح میں زوجین کا موجود ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب): میاں اور بیوی دونوں کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ ایک کے فسخ کرانے سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔

(سوال): ماں نے نکاح کر دیا، کیا بیٹی اسے فسخ کرسکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): عورت عورت کا نکاح نہیں کرسکتی۔

(سوال): اگر بلوغت کے بعد بھی لڑکی کچھ عرصہ شوہر کے ساتھ رہی، تو کیا اب اسے خیار بلوغ حاصل ہوگا؟

(جواب): اب اسے خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا۔

(سوال): ولد الزنا نابالغہ کا نکاح اس کی ماں نے کر دیا، کیا بلوغت کے بعد اسے خیار بلوغ حاصل ہے؟

(جواب): عورت عورت کا نکاح نہیں کرسکتی، اس لیے جب نکاح ہی نہیں ہوا، تو خیار

بلوغ کا کیا معنی؟

(سوال): رافضی نے خود کو سنی ظاہر کر کے بالغہ سے نکاح کرلیا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ رافضی ہے، کیا نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟

(جواب): روافض سے نکاح جائز نہیں۔ یہ نکاح معتبر نہیں۔

(سوال): لڑکی کی عمر پندرہ برس ہے، کیا بالغہ شمار ہوگی؟

(جواب): پندرہ سال کی لڑکی بالغہ شمار ہوگی، خواہ اس کے علاوہ بلوغت کی کوئی نشانی ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(سوال): بلوغت میں قمری تاریخوں کا حساب ہوگا یا شمسی؟

(جواب): قمری تاریخوں کا۔

(سوال): باپ نے اپنی شادی کے لالچ میں اپنی نابالغہ بچی کی شادی کر دی، کیا یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): لڑکی کو بلوغت کے بعد خیار بلوغ حاصل ہوگا۔

(سوال): شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کے لیے اگر عورت عیسائی ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر سے جدائی کے لیے بھی عورت مرتدہ ہو جائے، تو نکاح ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ مرتدہ جیسے اسلام سے نکل جاتی ہے، نکاح سے بھی نکل جاتی ہے۔

(سوال): ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر نے لڑکی کا نکاح کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ اس نکاح کو قائم رکھے، تو نکاح درست ہے اور اگر رد کردے، تو نکاح ختم ہوگا۔

سوال:لڑکی کے ولی نے کسی شخص کو بذریعہ خط وکیل بنایا کہ وہ اس کی بچی کا نکاح کسی لڑکے سے کردے، پھر وکیل نے لڑکی کی رضامندی سے اس کا نکاح اپنے ساتھ کر دیا، تو کیا نکاح ہوایا نہیں؟

جواب: جب ولی نے وکیل کو مطلق اجازت دی، تو یہ نکاح صحیح ہے۔

سوال: کیا ولی نکاح کی وکالت کسی دوسرے کو سونپ سکتا ہے؟

جواب: ولی کسی دوسرے کو نکاح کا وکیل بنا سکتا ہے۔

سوال: ایک عورت نے مرد سے کہا کہ تم اپنے ساتھ میرا نکاح کر لو، تو اس نے گواہوں کے سامنے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نکاح لڑکی کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے، جب تک ولی کی اجازت اور رضامندی نہ ہو، نکاح نہیں ہوتا۔

سوال: اگر بالغ مرد اپنے نکاح کا وکیل اپنے والد کو بنا دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا جائز ہے۔

سوال: عورت نے پانچ ہزار مہر پر نکاح کی اجازت دی، لیکن وکیل نے رقم کم کر دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: وکیل کے لیے ایسا کرنا درست نہیں، البتہ نکاح ہو جائے گا۔

سوال: کیا رشتہ داروں کے علاوہ غیروں میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت نے رشتہ داری کی قید نہیں لگائی۔ مناسب رشتہ جس برادری میں مل جائے، وہاں کر دینا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ اور کئی صحابہ نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں دوسرے قبیلوں میں کی ہیں۔ برادری میں کچھ فضیلت نہیں، یہ محض جان پہچان کے لیے ہیں۔

(سوال): لڑکا کتنے برس کا ہو، تو بالغ ہو جاتا ہے کہ عورتیں اس سے پردہ کریں؟

(جواب): ہر بالغ غیر مرد سے پردہ واجب ہے۔ مردوں میں بلوغت کی تین نشانیاں ہیں؛ ① احتلام ② زیر ناف بال کا اُگنا ③ پندرہ سال عمر

اگر کسی لڑکے میں پہلی دو نشانیاں پندرہ سال سے پہلے ظاہر ہو جائیں، تو وہ بالغ تصور کیا جائے گا، اس کے اعمال لکھے جائیں گے۔ اس سے پردہ واجب ہے۔

(سوال): لڑکی کے ولی نے لڑکے والوں سے نکاح کا وعدہ کیا اور تاریخ مقرر کی، مگر نکاح سے پہلے لڑکی اس نکاح پر راضی نہ تھی اور عرض کیا کہ میرا نکاح اس جگہ نہ کیا جائے اور فلاں جگہ کر دیا جائے، تو کیا لڑکی کا ولی لڑکے والوں سے وعدہ توڑ دے یا لڑکی کو مجبور کر کے اسی جگہ اس کا نکاح کرے؟

(جواب): لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ اگر لڑکی اس جگہ نکاح کرنے پر راضی نہیں، تو اسے راضی کرنے کی کوشش کرے، اگر راضی ہو جائے، تو درست ورنہ لڑکے والوں سے نکاح کا وعدہ توڑ دے اور اچھے الفاظ میں معذرت کر لے، کیونکہ مجبور کر کے اگر لڑکی کی شادی اسی جگہ کر دی، تو لڑکی اس لڑکے سے کبھی راضی نہیں رہ سکے گی اور وہ دونوں اکٹھے رہتے ہوئے بھی جدا رہیں گے، نیز اگر لڑکی نکاح پر راضی نہ ہو، تو نکاح منعقد بھی نہیں ہوتا۔

❁ سیدہ خنساء بنت خدام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے :

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

سوال: مرد نکاح کا دعویٰ کرتا ہے، جبکہ عورت انکار کرتی ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک دلائل اور شواہد سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ دونوں کا نکاح ہوا ہے، تب تک لڑکی غیر منکوحہ شمار ہوگی۔ البتہ اگر لڑکی منکوحہ ثابت ہو جائے اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو، تو خلع کے ذریعے نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

سوال: عورت اور مرد نکاح کا انکار کرتے ہیں، تیسرا شخص نکاح کی گواہی دیتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب عورت اور مرد دونوں نکاح کا انکار کرتے ہیں، تو ان کی بات ہی معتبر مانی جائے گی۔ تیسری شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں، کیونکہ گواہی اسی وقت ہوتی ہے، جب کوئی دعویٰ کرنے والا ہو، جب مدعی ہی نہیں، تو گواہی کی ضرورت نہیں۔

سوال: کیا طوائفہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: ولی کی اجازت ہر لڑکی یا عورت کے لیے ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، بلکہ باطل ہے۔

سوال: کیا اعلانیہ فاسق سے نکاح درست ہے؟

جواب: اگر کوئی اعلانیہ گناہ کرنے والے سے نکاح کر لے، تو شرعاً وہ نکاح صحیح ہوگا، بشرطیکہ نکاح کی شرائط مکمل ہوں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ﴾(النّور : ٢٦)

''خبیث مردوں کے لیے خبیث عورتیں ہیں اور خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد ہیں۔''

سوال: ہم جنس پرستی کے متعلق اسلام کا نکتہ نظر کیا ہے؟

جواب: اسلام دین فطرت ہے اور اس کے تمام احکام فطرت سے مکمل ہم آہنگ ہیں، وہ انسانیت کو حیوانیت کی ناپاکیوں سے نکال کر روحانی نور عطا کرتا ہے، اسلام ہر ہر معاملے میں ایک جانور اور انسان کے بنیادی فرق کو واضح کرتا ہے، اسی طرح جنسیات کے باب میں بھی مکمل آگہی بخشی گئی ہے۔ اسلام فطری خواہش کی تکمیل کے لئے نکاح کو مشروع قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم نے ایک مومن کی صفات یوں بیان کی ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ، فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾(المؤمنون: 5-7، المَعارج: 29-31)

''وہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی خواہشات صرف اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر پوری کرتے ہیں، اس ذریعے میں کوئی ملامت کی بات نہیں، لیکن جو اس ذریعے سے آگے نکل کر کوئی طریقہ اختیار کرتے ہیں، تو وہ لوگ حد سے بڑھ گئے ہیں۔''

فطری خواہش کی تکمیل کی حد مقرر ہو گئی، اپنی بیوی کے پاس آؤ یا اپنی لونڈی سے حظ اٹھاؤ، اس کے سوا کوئی تیسرا رستہ اپنانا منع ہے۔

یعنی یہ دو رستے فطرت سے ہیں اور ان سے سوا جتنے بھی راہ ڈھونڈ لئے گئے ہیں، وہ اللہ کے باغیوں کے اختیار کردہ رستے ہیں، وہ چاہے غیر عورت سے زنا ہو یا ہم جنس پرستی (Homosexuality)، ہر دو طریقے قبیح اور غیر فطری طریقے ہیں۔

اسلام نے جس طرح ایک زانی کے لئے حد مقرر کی ہے، اسی طرح ایک ہم جنس

پرست (Homosexual) پر بھی حد مقرر کی گئی ہے۔

لواطت وہ قبیح فعل ہے، جو اس جہان میں سب سے پہلے قوم لوط میں پایا گیا، اس کی موجد قوم لوط کو کہا گیا ہے، قرآن کریم نے سیدنا لوط علیہ السلام کا مقولہ نقل کیا ہے:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾(العَنكَبوت : 28)

''لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی برائی کی طرف آتے ہو، جو تم سے پہلے کسی نے انجام نہیں دی۔''

اور اسی گناہ کی پاداش میں ان پر انتہائی دردناک عذاب مسلط کیا گیا، اللہ کے پیغمبر سیدنا لوط علیہ السلام ایک وقت تک ان کو سمجھاتے رہے، تبلیغ کرتے رہے۔

﴿أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ، وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ﴾(الشُّعَراء : 165-166)

''کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو اور اس رستے کو چھوڑ دیتے ہو، جو اللہ نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے، یقیناً تم حد سے بڑھی ہوئی قوم ہو۔''

لوگ ان کا ٹھٹھا اڑاتے، مذاق کرتے، اللہ کا پیمبر تڑپتا کہ یہ لوگ اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں، شاید یہ عذاب سے بچ جائیں، وہ عذاب سے ڈراتے، فرماتے:

﴿أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾(العنكبوت: 29)

''تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو، اپنی محفلوں میں برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہو، تو اس کے جواب میں قوم کہنے لگی: اگر تو سچا ہے، تو اللہ کا عذاب لے آ۔''

﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ، وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾

(الأعراف: 81-82)

''تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو، تم حد سے بڑھی ہوئی قوم ہو، ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی اور دیکھئے مجرموں کا انجام کار کیا ہوتا ہے؟''

یہ انسان نامی مخلوق جب سرکشی پر آتی ہے، تو پھر اپنے محسنوں کو بھول جاتی ہے، الٹا ان سے مذاق کرتی ہے، انبیا کی باتوں پر کھی کھی کرتی ہے، وہ عذاب سے ڈراتے ہیں، یہ عذاب سے نہیں ڈرتے، وہ سمجھاتے ہیں، یہ انہیں تکلیف دیتے ہیں، وہ انہیں جہنم سے بچانا چاہتے ہیں، یہ اپنے ہاتھ چھڑا لیتے ہیں، پیغمبر پیچھے کھڑے کلپتے رہ جاتے ہیں۔

قرآن ایک منظر بیان کرتا ہے:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ، أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ، فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ

قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ﴾ .

(النّمل : 54-58)

''لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اچھے بھلے سمجھدار ہو کر بھی بے حیائی کا کام کرتے ہو، اپنی شہوت عورتوں کی بجائے مردوں سے پوری کرتے ہو، یقیناً تم جہالت برتتے ہو، تو اس کے جواب میں لوط علیہ السلام کی قوم کہنے لگی کہ لوط اور ان کے اہل خانہ کو بستی سے نکال دو، یہ لوگ زیادہ پاکیزہ بنتے ہیں۔ پھر ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو نجات دے دی، ان کی بیوی کو نجات نہیں ملی، کیونکہ اس کے متعلق طے کر دیا گیا تھا کہ یہ پیچھے رہ جائے گی، پھر ہم نے ان پر بارش برسائی، وہ بارش بہت بری ہے، جو ایسی قوم پر برسے، جس کو پہلے اللہ کے عذاب سے متنبہ کیا جا چکا ہو۔''

قوم نے اپنے محسن کے ساتھ جب یہ سلوک کرنے کی ٹھان لی، تو اللہ کی لاٹھی حرکت میں آ گئی، چند فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے گھر میں خوبصورت اور حسین وجمیل شکل میں متشکل ہو کر آئے، یہ قوم ان پر بری برائی کے ارادے سے ٹوٹ پڑی، لوط علیہ السلام پریشان ہو جاتے ہیں، کہنے لگے کہ میری قوم! یہ میرے مہمان ہیں، مجھے میرے مہمانوں کے حوالے سے رسوا نہ کیجئے، چونکہ نبی قوم کے لئے باپ کے قائم مقام ہوتا ہے، سو اسی لئے کہا: تمہاری بیویاں جو میری بیٹیاں ہیں، وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ ان سے اپنی خواہش پوری کر لو:

﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ

فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ، قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَّإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ﴾(هود: 78-79)

''ان کی قوم ان کی طرف بھاگتی ہوئی آئی، یہ لوگ اس سے قبل بھی برائیاں کرتے آئے تھے، لوط علیہ السلام کہنے لگے کہ میری قوم، یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے حلال ہیں، اللہ سے ڈر جاؤ اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی سمجھدار انسان نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں ہے، آپ اچھی طرح سے جانتے ہو کہ ہم چاہتے کیا ہیں؟''

کبھی فرماتے:

﴿قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ، لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾(الحجر: 71-72)

''یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، اگر تم اپنی خواہش پوری کرنا ہی چاہتے ہو، تو ان سے کرلو، قسم ہے تیری عمر کی! وہ لوگ اپنی مدہوشی میں بھٹکے پھرتے تھے۔''

جب سرکشی حد سے بڑھ گئی اور پیمبر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، تو ہاتھ اٹھادیئے:

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ﴾(العَنکَبوت: 30)

''میرے رب! اس فسادی قوم کے مقابلے میں میری مدد فرما۔''

یہ رات گزری تھی کہ عذاب کا کوڑا آن پڑا

﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ، فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ﴾(الحجر: 73-74)

صبح کی پو پھوٹی تو ایک ہولناک چیخ پڑی، ہم نے اس بستی کو الٹا دیا، اوپری حصہ نیچے کر دیا اور نیچے والا اوپر کر دیا، پھران پر پتھروں کی بارش کر دی۔''

اور یوں وہ نشان عبرت بنا دیئے گئے:

﴿وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾(العنکبوت: 35)

''ہم نے باشعور معاشروں کے لئے قوم لوط کو واضح نشانی بنا دیا ہے۔''

احکام الٰہی کا تمسخر اڑانے والوں اور خائن عصمت قوموں کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔ دنیا میں توہین وتذلیل، ذلت وخسران، زبوں حالی اور پریشانی وپشیمانی ان کا مقدر بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُودٍ، مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾

(هود: 82-83)

''جب ہمارا امر آ چکا، تو ہم نے ان کی بستی کو الٹا کر رکھ دیا، اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا اوپر چلا گیا، پھران پر پتھروں کی بارش کر دی، کنکروں والے پتھر، جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان تک لگے ہوئے تھے، اور یہ پتھر ظالموں سے کچھ بعید نہ تھے۔''

اللہ نے اپنے نبی کو سرخرو کیا، ظالمین فاسقین اور مفسدین کا قلع قمع کر دیا گیا:

﴿وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ﴾(الأنبياء: 74)

''ہم نے لوط علیہ السلام کو علم وحکمت کی دولت عطا کی اور اس بستی سے نجات دی، جو خبائث کا ارتکاب کرتے تھے، یقیناً وہ لوگ فاسق لوگ تھے۔''

یہ اتنا شنیع جرم ہے کہ اللہ کریم نے اس کے مرتکبین پر پتھروں کا عذاب نازل کیا، ان کی بستی کو الٹا دیا گیا، اور پھر قیامت تک کے لئے ان کو نشان عبرت بنا دیا گیا، یقیناً فحاشی اور بدکاری کا ارتکاب وہی لوگ کرتے ہیں، جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہو، ان میں بہیمانہ صفات در آئی ہوں اور شیطان ان پر تسلط کر چکا ہو، اس مکروہ اور خبیث فعل کا ارتکاب بندر اور خنزیر بھی نہیں کرتے، جو کفار کر لیتے ہیں۔

ہم جنس پرستی معاشرے کے لئے ناسور ہے، یہ ایسی درندگی ہے، جو زہر ہلاہل سے زیادہ قاتل ثابت ہوتی ہے۔ یہ انتہائی مہلک غلطی اور نفس کا دھوکہ ہے، جو عزت کے معیار کو تار تار کر دیتا ہے۔ اس خبیثہ سے ہر حقیقت شناس اور سلیم الفطرت انسان کو گھن آتی ہے، دل کالے ہو جاتے ہیں اور یہ انسانی صحت کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ جو قومیں اس عمل میں مبتلا کر دی جائیں، اللہ کی جانب سے سخت گرفت کا شکار ہو جاتی ہیں، ناسپاسی اور نافرمانی کے برے نتائج ان کی حالت سے ظاہر ہوتے ہیں، ان کی اخلاقی زندگی کا معیار انتہائی پست ہونے لگتا ہے، عفت وعصمت کا جوہر گم کر بیٹھتی ہیں اور ہمت وشجاعت ان سے مفقود ہو جاتی ہے۔ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (۱۸۷ھ) فرمایا کرتے تھے:

لَوْ أَنَّ لُوطِيًّا اغْتَسَلَ بِكُلِّ قَطْرَةٍ مِنَ السَّمَاءِ لَقِيَ اللّٰهَ غَيْرَ طَاهِرٍ.

''ایک لوطی اگر آسمان سے گرنے والے پانی کے ہر قطرے سے نہا لے، تو بھی اللہ کو ناپاکی کی حالت میں ملے گا۔''

(ذمّ الهوىٰ لابن الجوزي، ص 208، وسندهٗ صحيحٌ)

لواطت سے رشتوں کا تقدس اور حرمت بھی ختم ہوجاتی ہے، اسی لئے قرآن نے اسے فاحشہ اور خبائث سے تعبیر کیا ہے۔ فاحشہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنی حد سے گزر جائے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾(الأعراف : 33)

''کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری و باطنی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے، میرے رب نے اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ تم اس کے ساتھ شرک کرنے لگو، جس پر کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی ہے، اور اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہنے لگو جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔''

سوال: جو شخص ہم جنس پرستی کا شکار ہو، اس سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: گوکہ ہم جنس پرستی خبیث عمل ہے، اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے، مگر اس فعل شنیع کے مرتکب سے نکاح ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے؛

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ﴾(النّور : ٢٦)

''خبیث مردوں کے لیے خبیث عورتیں ہیں اور خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد ہیں۔''

سوال: ایک چھوٹے خاندان کی عورت نے اپنا نکاح سید زادے سے کر دیا اور ولی

سے اجازت طلب نہیں کی، کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح سید سے ہو، یا کسی اور قوم کے فرد سے، ہر حال میں ولی کی اجازت شرط ہے، اگر ولی اجازت نہ دے، تو نکاح باطل ہے۔

سوال: کیا سیدزادی کا نکاح غیر سید سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، عہد صحابہ و تابعین میں کئی سیدزادیوں کا نکاح غیر سید سے ہوا ہے۔

سوال: کیا اعلانیہ فاسق شریف عورت کا کفو ہے یا نہیں؟

جواب: اعلانیہ فاسق شریف عورت کا کفو نہیں، تا آنکہ وہ تائب ہو جائے۔

سوال: کیا نابالغہ کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہر لڑکی یا عورت کے لیے ولی کی اجازت اور رضامندی شرط ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

سوال: کیا غیر کفو میں نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر لڑکی اور لڑکا راضی ہوں، تو ہو سکتا ہے۔

سوال: صالح کا نکاح فاسق سے ہو سکتا ہے؟

جواب: ہو سکتا ہے۔

سوال: غیر کفو والے مرد نے دھوکہ دے کر ایک سیدہ سے نکاح کر لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر لڑکی راضی نہیں، تو اس نکاح کو رد کر سکتی ہے۔

سوال: حرامی لڑکے سے شریف عورت کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نکاح کی شرائط مکمل ہیں، تو نکاح صحیح ہے۔

سوال: بیوہ بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): ہرعورت کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے، خواہ وہ بیوہ ہو یا باکرہ، بالغہ ہو یا نابالغہ۔ اگر کوئی عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اور ولی اس نکاح پر راضی نہ ہو، تو وہ نکاح باطل ہے، خواہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں۔

(سوال): فاسق لڑکے نے خود کو صالح ظاہر کر کے نکاح کیا، بعد میں جب فاسق ہونا معلوم ہوا، تو لڑکی نکاح پر ناراض ہوئی، نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): لڑکے نے جو دھوکہ دیا، اس پر گناہ گار ہوگا، البتہ نکاح ہو چکا ہے، اب اگر لڑکی اس فاسق کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو خلع سے نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

(سوال): کیا سید اپنی لڑکی کو غیر سید سے بیاہ سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): سیدہ لڑکی کا نکاح غیر سید سے صحیح ہے، عہد صحابہ اور تابعین سے اس پر عمل ہوتا آ رہا ہے۔

(سوال): کیا سیدزادی کے لیے بھی ولی کی اجازت شرط ہے؟

(جواب): لڑکی سیدزادی ہو یا غیر سیدہ، ہر صورت ولی کی اجازت شرط ہے۔

(سوال): سیدہ کا نکاح ایک غیر سید سے ہوا، جو خود کو ''شیخ'' بتاتا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ''جولاہا'' ہے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح ہو چکا ہے۔ اب اگر لڑکی اس لڑکے کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو خلع کے ذریعہ اپنے ولی کے کیے گئے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ محض برادری کی وجہ سے نکاح ختم کرنا جائز نہیں۔

(سوال): کیا سیدہ کا نکاح نومسلم لڑکے سے جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): عجمی سے کیا مراد ہے؟

(جواب): جس کا تعلق عرب کے کسی قبیلہ سے نہ ہو، وہ عجمی ہے۔

(سوال): کیا عربی النسل عورت کا نکاح عجمی سے ہوسکتا ہے؟

(جواب): ہوسکتا ہے، کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

❀ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! آپ سب کا رب ایک ہے، آپ سب کا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، البتہ صرف تقویٰ کی بنا پر۔''

(مسند الإمام أحمد : 23489، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کیا کسی عربی النسل عورت کا نکاح لوہار یا نجار سے ہوسکتا ہے؟

(جواب): ہوسکتا ہے۔

(سوال): کیا ولد الزنا کا نکاح صحیح النسب سے ہوسکتا ہے؟

(جواب): ہوسکتا ہے۔

(سوال): کیا نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کا ولی غیر کفو میں کرسکتا ہے؟

(جواب): اگر ولی غیر کفو میں نکاح کر دے، تو نکاح ہو جائے گا، البتہ لڑکی کو بلوغت کے بعد خیار بلوغ حاصل ہوگا۔

(سوال): کیا قریشی کا نکاح غیر قریشی سے ہوسکتا ہے؟

(جواب): ہوسکتا ہے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بنو اُمیہ میں سے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا۔

اسی طرح سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی بنو اُمیہ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، آپ رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اور اُم المومنین بنیں۔

(صحیح مسلم :2501)

سوال: سید اور شیخ ہم کفو ہیں یا نہیں؟

جواب: سید اور شیخ ہم کفو ہیں۔ برادری کی بنا پر کسی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

سوال: بیوہ سیدزادی کا نکاح غیر قریشی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہوسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا، جو بنو اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

سوال: مرد نے غیر کفو میں نکاح کرلیا، تو نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

جواب: زوجین راضی ہوں، تو غیر کفو میں نکاح صحیح ہے۔

سوال: پٹھان نے دھوکہ دے کر سیدزادی سے نکاح کرلیا، نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: نکاح ہو چکا ہے، اب اگر سیدزادی پٹھان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو خلع کے ذریعہ نکاح فسخ کرسکتی ہے۔

سوال: ولی کی رضامندی کے بغیر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، خواہ نکاح کفو میں کیا گیا ہو، یا غیر کفو میں۔

سوال: پٹھانی کا نکاح شیخ زادے سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: خاندانی مسلمان لڑکی کا نکاح نو مسلم لڑکے سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ کوئی وجہ کراہت یا ممانعت نہیں ہے۔

سوال: کیا عورت کی حیثیت سے کم مہر پر نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر عورت راضی ہے، تو کم سے کم مہر پر بھی نکاح ہو سکتا ہے۔

سوال: معمار کی لڑکی کا نکاح نجار کے لڑکے سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: صالحین کی نابالغہ لڑکی کا نکاح ہوا، بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکے والے صوم وصلاۃ کے پابند نہیں، اب نہ لڑکی رخصت ہونا چاہتی ہے اور نہ گھر والے بھیجنے پر راضی ہیں، کیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح ہو چکا ہے، البتہ لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، وہ بلوغت کے بعد یہ نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

سوال: لڑکے نے غلط نسب بتا کر شادی کی، کیا نکاح فسخ ہو سکتا ہے؟

جواب: نکاح کی شرائط مکمل ہیں، تو نکاح ہو چکا ہے، اب اگر لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو خلع کے ذریعے نکاح فسخ کر سکتی ہے، البتہ صرف برادری کی بنا پر خلع لینا یا طلاق کا مطالبہ کرنا درست نہیں، کیونکہ فضیلت کا معیار اعلیٰ نسب نہیں، بلکہ تقویٰ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾(الحجرات: ١٣)

''اور ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے، تاکہ تم باہم جان پہچان کرسکو، البتہ تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے، جو زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور خبردار ہے۔''

(سوال): ہاشمی اور بنی فاطمہ ہم کفو ہیں یا نہیں؟

(جواب): ہم کفو ہیں۔

(سوال): اعلیٰ نسب کی لڑکی کا نکاح ادنیٰ نسب کے لڑکے سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): ہوسکتا ہے۔نسب کی بنا پر کوئی افضل نہیں، افضلیت تقویٰ کی بنا پر ہے۔

(سوال): زنا کا پیشہ کرنے والے مرد سے تیلی کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): برے لوگوں سے برے لوگ ناطہ جوڑتے ہیں۔ البتہ زنا کا پیشہ کرنے والے سے تیلی کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ﴾(النّور: ٢٦)

''خبیث مردوں کے لیے خبیث عورتیں ہیں اور خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد ہیں۔''

(سوال): جاہل کسان عالم لڑکی کا ہم کفو ہے یا نہیں؟

(جواب): ہم کفو نہیں ہے، البتہ اگر دونوں نکاح پر راضی ہوں، تو نکاح ہوسکتا ہے۔

سوال: اہل بدعت کے ساتھ لڑکی کا بیاہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہر ولی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے ایسا رشتہ ڈھونڈے، جو اس کے لیے دینوی واُخروی فلاح کا باعث ہو۔ اگر ایک باپ اپنی بیٹی کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھے گھر میں بیاہ دے، تو یہی بیٹی اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائے گی اور اگر باپ نے بیٹی کی تربیت کے حوالے سے اپنی ذمہ داری ادا نہ کی اور اس کی ایسی جگہ شادی کر دی، جو اس کے دین کی خرابی کا باعث بنی، تو یہی ذمہ داری باپ کے لیے وبال بن سکتی ہے۔

اہل بدعت دین کے دشمن ہیں، ان کے ساتھ بیٹی کا بیاہ کرنا بیٹی کی عاقبت کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے، نیز اہل بدعت کو بیٹی دینا ان کی تکریم ہے، جو کہ جائز نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ .

''جس نے بدعتی کی تعظیم کی، اس نے انہدام اسلام پر معاونت کی۔''

(الشّريعة للآجرّي: 2040، تاريخ ابن عساكر: 456/26، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: شریف عورت نومسلم مرد کی کفو ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی کافر دل وجان سے اسلام قبول کر چکا ہے اور اسلام کی احکام ونواہی کا پابند ہو چکا ہے، تو وہ شریف عورت کا کفو بن سکتا ہے۔

سوال: پٹھان عورت کا نکاح راجپوت مسلمان سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہو سکتا ہے۔

سوال: ایک مرد اور ایک عورت نے اسلام قبول کیا، کیا وہ دونوں ہم کفو ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: پڑھی لکھی عورت کا جاہل مرد سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: دونوں راضی ہیں، تو ہوسکتا ہے۔

سوال: افغان کا نکاح کمبوہ سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہوسکتا ہے، قوموں اور برادریوں کے اعتبار سے کسی کو فوقیت حاصل نہیں، فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔

❀ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! آپ سب کا رب ایک ہے، آپ سب کا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، البتہ صرف تقویٰ کی بنا پر۔''

(مسند الإمام أحمد : 23489، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: قومیت اور ولدیت بدل کر نکاح کیا، منعقد ہوا یا نہیں؟

جواب: لڑکا لڑکی اور اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔

سوال: لڑکی نے نابالغی کی عمر میں نکاح کی اجازت دی اور رضامندی کا اظہار کیا، بالغ ہوئی، تو نامنظور کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: نابالغی میں نکاح ہوسکتا ہے، البتہ لڑکے اور لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، خواہ وہ نابالغی کی عمر میں نکاح کو منظور بھی کر چکے ہوں۔ ہر صورت انہیں بلوغت کے بعد نکاح قائم رکھنے یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

سوال: نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکا ناجائز اولاد ہے، نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟

جواب: لڑکی کی رضامندی پر موقوف ہے۔

(سوال): رافضی شوہر سے جو اولاد ہوئی، وہ حلالی ہے یا حرامی؟

(جواب): روافض سے نکاح جائز نہیں۔ اگر لاعلمی میں شیعہ سے نکاح کر دیا، تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد حلالی ہے، البتہ علم ہونے پر نکاح ختم کرے۔

(سوال): راجپوت مسلم لڑکی سے ایک فقیر نے دھوکہ دے کر نکاح کیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح صحیح ہے، لڑکی شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو خلع لے کر سکتی ہے۔

(سوال): لڑکے نے نکاح کے وقت دھوکہ دیا کہ فلاں قوم سے ہوں، نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ اس قوم سے نہیں ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح ہو چکا ہے، لڑکی کو خلع کا اختیار ہے۔

(سوال): کیا سیدزادی کا نکاح نومسلم حجام سے ہو سکتا ہے؟

(جواب): لڑکی لڑکا راضی ہیں، تو ہو سکتا ہے۔

(سوال): کیا نکاح کے وقت مرد کی خاموشی رضامندی ہے یا نہیں؟

(جواب): مرد کی خاموشی اس کی رضامندی شمار نہیں ہوتی۔ یہ صرف باکرہ عورت کے لیے ہے، کہ اس کی شرم و حیا کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورتوں سے ان کے جسموں (شادی) کے متعلق اجازت یا مشورہ لیا کریں۔ پوچھا گیا: کنواری لڑکی تو شرما کے چپ کر جاتی ہے۔ فرمایا: اس کی خاموشی اجازت ہی ہے۔''

(صحيح البخاري: 6949، صحيح مسلم: 1420)

(سوال): اگر میاں بیوی لاعلمی میں دو ماہ تک غیر فطری مجامعت کرتے رہیں، تو کیا

حکم ہے؟

(جواب): علم ہو جانے کے بعد غیر فطری مجامعت کرنا جائز نہیں، جب تک علم نہ تھا، معافی ہے۔ البتہ اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

اللہ نے جہاں سے وطی کرنے کا حکم دیا ہے، وہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ (البقرة: ٢٢٢)

''جب عورتیں (حیض سے) پاک ہو جائیں تو ان سے اس طرح جماع کرو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔''

❀ اس آیت کریمہ کا مفہوم واضح کرتے ہوئے اور اس فعلِ بد کی بیس کے قریب قباحتیں بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہ آیت دو طرح عورتوں سے وطی کی حرمت بیان کرتی ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی کھیتی میں جماع کو جائز قرار دیا ہے اور کھیتی بچہ پیدا ہونے کی جگہ ہے، نہ کہ گندگی والی جگہ، فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ (البقرۃ: ۲۲۲) (جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے) سے مراد یہی کھیتی والی جگہ ہی ہے، نیز فرمایا: ﴿فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ (البقرۃ: ۲۲۳) (تم اپنی کھیتی کو جہاں سے چاہو، آؤ)، اس آیت سے عورت کی پچھلی جانب سے اس کی اگلی شرمگاہ میں جماع کی دلیل بھی نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جہاں سے چاہو، جماع کرو، یعنی آگے سے یا پیچھے سے۔ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کھیتی سے مراد اگلی شرمگاہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے عارضی طور پر

لاحق ہونے والی گندگی (حیض) کی وجہ سے اگلی شرمگاہ میں جماع کو حرام قرار دیا ہے تو اس سوراخ کے بارے میں کیا خیال ہے، جو مستقل طور پر گندگی کی جگہ ہے، ساتھ ساتھ اس میں جماع کے اور بھی مفاسد ہیں، ان میں ایک انقطاعِ نسل ہے اور دوسرا یہ کہ عورتوں کی پشتوں میں جماع کرنا بچوں کی پشتوں میں جماع (لواطت) کا بڑا سبب ہے۔ اسی طرح جماع میں عورت کا بھی مرد پر حق ہوتا ہے، جو کہ دبر میں جماع کرنے سے ادا نہیں ہوتا، عورت کی خواہش پوری نہیں ہوتی اور اس کا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح دبر اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئی، بلکہ اس کے لیے فرج بنائی گئی ہے، چنانچہ اس کو چھوڑ کر دبر کی طرف جانے والے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور شریعت سے بغاوت کرنے والے ہیں۔ یہ مرد کے لیے بھی نقصان دہ ہے، اسی لیے عقل مند اطباء اور فلاسفہ وغیرہم اس سے منع کرتے ہیں، کیونکہ فرج میں بہنے والے پانی کو جذب کرنے اور مرد کو راحت دینے کی صلاحیت ہوتی ہے، جبکہ دبر میں جماع کرنا پانی کو جذب کرنے پر مدد نہیں دیتا اور طبعی امر کی مخالفت کی وجہ سے پانی مکمل طور پر خارج نہیں ہوتا۔ یہ ایک اور طرح سے بھی نقصان دہ ہے کہ اس میں خلاف طبع حرکات کرنا پڑتی ہیں، جو کہ تھکا دینے والی ہوتی ہیں۔ اسی طرح دبر گندگی اور نجاست کی جگہ ہوتی ہے، اس کی طرف آدمی متوجہ ہوتا اور اس کو استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح یہ عورت کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہے، کیونکہ یہ طبع کے بہت خلاف اور منافرت والا کام ہے۔ اسی طرح یہ کام غم و دکھ اور فاعل و مفعول سے نفرت کا باعث بنتا ہے۔ یہ کام چہرے کو سیاہ کرتا ہے، سینے

میں اندھیرا اور دل کا نور ختم کرتا ہے۔اس سے چہرے پر سراسیمگی چھا جاتی ہے اور وہ واضح نشانی بن جاتی ہے ، جسے ادنیٰ سی فراست والا شخص بھی پہچان سکتا ہے ۔ اسی طرح یہ کام ضروری طور پر فاعل ومفعول کے درمیان نفرت ،سخت عداوت اور قطع تعلقی کا سبب بنتا ہے ۔اسی طرح یہ فاعل اور مفعول کی حالت اتنی خراب کر دیتا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن نہیں رہتی ، الا یہ کہ سچی توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہوجائے ۔ یہ فعل فاعل ومفعول دونوں سے خوبصورتی کو ختم کر دیتا ہے اور انہیں بدصورت بنا دیتا ہے، جیسا کہ ان کی باہم محبت نفرت وعداوت میں بدل جاتی ہے۔اسی طرح یہ کام نعمتوں کے چھن جانے اور مصیبتوں کے چھا جانے کا بڑا سبب ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ،اس کی ناراضی ،اس کے اعراض اور بنظر رحمت نہ دیکھنے کا سبب بنتا ہے ۔اس کے بعد ایسا شخص کس خیر کی امید کرے گا اور کس شر سے محفوظ ہو سکے گا، جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہو، وہ اس سے اعراض کر لے اور اس کو بنظر رحمت نہ دیکھے ،اس کی زندگی کیسی ہوگی ؟ اسی طرح یہ کرتوت حیا کو مکمل طور پر خاتمہ کر دیتا ہے اور حیا ہی دلوں کی حیات ہے، جب دل اسے گم کر بیٹھے تو غلط کو درست اور درست کو غلط سمجھنے لگتا ہے، اس وقت خرابی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔اسی طرح یہ کام طبیعتوں کو اس طریقے سے پھیر دیتا ہے ،جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کی ہے ۔ یہ الٹی طبع ہے طبع الٹ جائے تو دل اور طور طریقہ بھی الٹ جا تا ہے ۔تب وہ برے اعمال وحالات کو اچھا خیال کرتا ہے اور اس کی حالت ،عمل اور کلام بلا اختیار خراب ہو جاتی ہے ۔فعل بد ایسی

بے غیرتی اور جرأت پیدا کرتا ہے، جو کسی اور کام سے پیدا نہیں ہوتی۔ نیز اس سے وہ رسوائی، ذلت اور حقارت پیدا ہوتی ہے، جو کسی اور کام سے نہیں ہوتی۔ یہ بندے کو غصے اور کینے کا لباس پہنا دیتی ہے اور لوگ اس کو ذلیل وحقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ مشاہدات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نبی پر درود وسلام کرے، جس کی اتباع وپیروی میں دنیا وآخرت کی سعادت ہے اور جس کی مخالفت ونافرمانی میں دنیا وآخرت کی بربادی ہے۔''

(زاد المَعاد : 257/4)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾(البقرة : ٢٢٣)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں کو جیسے چاہو، آؤ۔''

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَتِ الْيَهُودُ : إِنَّمَا يَكُونُ الْحَوَلُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ مِنْ خَلْفِهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرة : ٢٢٣) مِنْ قُدَّامِهَا وَمِنْ خَلْفِهَا وَلَا يَأْتِيهَا إِلَّا فِي الْمَأْتٰى .

''یہود کا خیال تھا کہ بیوی کی پچھلی جانب سے وطی کرنے سے بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرة:٢٢٣) مرد، عورت سے اگلی اور پچھلی دونوں جانب سے جماع کرسکتا ہے، لیکن جماع ہوگا صرف اگلی شرمگاہ میں۔''

(صحيح ابن حبان : ٤١٩٧، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز دیکھیں (صحیح مسلم: ۱۴۳۵)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هُوَ الْفَرْجُ. ''اس سے مراد اگلی شرمگاہ ہی ہے۔''

(سنن الدّارمي: ١١٦٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

يَأْتِيهَا كَيْفَ شَاءَ، قَائِمٌ وَقَاعِدٌ وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ، يَأْتِيهَا مَا لَمْ يَكُنْ فِي دُبُرِهَا.

''مرد اپنی عورت سے کھڑے، بیٹھے اور ہر حالت میں جماع کر سکتا ہے، لیکن پچھلی شرمگاہ میں نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٢٢٨/٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہودی مسلمانوں کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، کہتے کہ اے اصحاب محمد! اللہ کی قسم! تمہارے لیے عورتوں سے جماع کی صرف ایک صورت جائز ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرۃ: ۲۲۳)۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور ان کی ضرورت کے درمیان آڑ ختم کر دی۔''

(سنن الدّارمي: ١١٦٥، وسندهٗ صحيحٌ)

یہودیوں کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کے پیچھے سے اس کا اگلا حصہ استعمال کرے، تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نظریے کے مطابق صحابہ کرام کو طعنے دیتے، تو اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر یہودیوں کا ردّ کر دیا کہ جیسے چاہو اپنی بیویوں کے پاس آؤ، لیکن اس حصہ کو استعمال کرنا ہے، جس سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔

اس آیت کی یہی تفسیر مرہ بن شراحبیل ہمدانی رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٤/٢٣٠، وسندهٔ صحيحٌ)

سوال: عورت کا نکاح غیر کفو میں کب درست ہے؟

جواب: جب وہ غیر کفو میں نکاح پر راضی ہو۔

سوال: اگر اعلیٰ قوم کی بالغہ لڑکی اپنا نکاح ولی کی اجازت سے ادنیٰ قوم کے لڑکے سے کر دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: چونکہ ولی راضی ہے، تو یہ نکاح درست ہے۔

سوال: کیا بالغہ سیدزادی کا نکاح ولی کی اجازت سے غیر کفو میں جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: تقیہ کیا ہے؟

جواب: تقیہ شیعہ مذہب کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ شیعہ تقیہ کو ضروریات دین کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقیہ نہ کرنے والا تارک نماز کی مانند ہے۔ تقیہ کے ذریعہ یہ لوگ اپنے باطن میں کفر محض رکھتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ نفاق کی بری صورت ہے۔

❀ جعفر صادق رحمہ اللہ (١٤٨ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے:

إِنَّ تِسْعَةَ أَعْشَارِ الدِّينِ فِي التَّقِيَّةِ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَّا تَقِيَّةَ لَهٗ .

''دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا، اس کے

دین کا کوئی اعتبار نہیں۔'' (أصول الكافي للكُلَيْني : 2/217)

شیعہ اُصول حدیث کے مطابق یہ قول صحیح ہے۔

(سوال): اگر رافضی تقیہ کرتے ہوئے خود کو سنی ظاہر کرے اور لڑکی سے نکاح کر لے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): علم ہونے پر لڑکی نکاح کو ختم کر دے، کیونکہ روافض سے نکاح جائز نہیں۔

(سوال): کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگانے والے کافر ہیں؟

(جواب): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگانے والے کافر ہیں، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہے۔

❁ عباسی علما کا اجماعی عقیدہ ہے:

مَنْ سَبَّ سَيِّدَتَنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا حَظَّ لَهٗ فِي الْإِسْلَامِ .

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔''

(المُنْتَظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم لابن الجَوزي : 15/281، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى عُمُومِ آيَةِ الْقَذْفِ وَإِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَاصَّةً .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تہمت والی آیت عام ہے، گو کہ خصوصی طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔''

(التّبصرة في أصول الفقه، ص 146)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا﴾ (النّور: ١٧) سے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، کیوں کہ مثلیت تب ہی ہوگی جب کسی کے بارے میں اسی طرح کی بات کی گئی ہو یا وہ ازواج مطہرات کے ہم پلہ ہو۔ کیوں کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و ناموس اور اہل بیت کے حوالے سے ایذا و تکلیف ہوتی ہے اور یہ کفریہ حرکت ہے۔''

(تفسير القرطبي: 205/12)

❁ قاضی ابویعلی حنبلی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ بِمَا بَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ كَفَرَ بِلَا خِلَافٍ .

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہی تہمت لگائی، جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا ہے، تو اس کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الصّارم المَسلول لابن تيمية، ص 566)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ حَكَى الْإِجْمَاعَ عَلٰى هٰذَا غَيْرُ وَاحِدٍ وَصَرَّحَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ بِهٰذَا الْحُكْمِ .

''اس پر کئی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے اور بے شمار ائمہ نے اس حکم کی صراحت بھی کی ہے۔''

(الصَّارم المَسلول على شاتِم الرّسول، ص 566)

سوال: صالح لڑکی کا فاسق لڑکے سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: ولی کی ذمہ داری ہے کہ صالح لڑکے کا رشتہ تلاش کرے، نیک لڑکی کا فاسق

سے نکاح نہیں کرنا چاہیے، یہ ہم کفو نہیں ہے۔

البتہ اگر لڑکی راضی ہو اور فاسق سے بیاہ دی جائے، تو شرعاً نکاح ہو جائے گا۔

سوال: کیا شوہر دیدہ لڑکی کنوارے لڑکے کی ہم کفو ہے؟

جواب: ہم کفو ہے۔

سوال: بیوی کو مہر ادا نہیں کیا تھا کہ وہ وفات پا گئی، اب مہر کی رقم کسے ملے گی؟

جواب: مہر کی رقم بیوی کے ورثا میں تقسیم ہو جائے گی۔

سوال: بیوی کا مہر پیسوں کی صورت میں مقرر کیا، مگر بعد میں مکان بطور مہر دیا، کیا مہر ادا ہوا یا نہیں؟

جواب: بیوی راضی ہے، تو مہر ادا ہو گیا، بشرطیکہ مکان کم از کم مہر کی رقم کے برابر ہو۔

سوال: ایک شخص نے مہر معجّل پر نکاح کیا، مگر چار سال تک مہر ادا نہ کیا، تو کیا اسے حق زوجیت کا اختیار ہے یا نہیں؟

جواب: بیوی کو اعتراض نہ ہو، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: لڑکی نکاح کے بعد شوہر سے تب تک خلوت اختیار کرنے سے انکار کرتی ہے، جب تک وہ اس کا مہر نہیں دے دیتا، کیا بیوی ایسا کر سکتی ہے؟

جواب: کر سکتی ہے، کیونکہ مہر اس کا حق ہے، اپنا حق وصول کیے بغیر حق زوجیت کی اجازت نہیں دینا چاہتی، تو اسے اختیار ہے۔

سوال: اگر عورت شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، نکاح میں اس کا مہر مؤجل طے ہوا تھا، تو کیا وہ شوہر سے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں، جبکہ عورت نے خلع نہیں لیا؟

جواب: اگر عورت مدخولہ ہے، تو طلاق کی صورت میں شوہر پر پورا مہر واجب ہو گا

اوراگر غیر مدخولہ ہے، تو نصف مہر ادا کرنا ضروری ہے۔

❀ مدخولہ کومہر میں خزانہ بھی دیا ہو، تو طلاق کی صورت میں اس سے وہ خزانہ لینا بھی جائز نہیں، یہ ظلم اور زیادتی ہے۔ (سورت نساء:۲۰)

❀ غیر مدخولہ کے مہر کے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾(البقرة : ۲۳۷)

''تم نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی اور اس کا مہر بھی مقرر کیا تھا، تو مقررہ مہر کا نصف ادا کرنا ضروری ہے۔''

(سوال): مہر معجّل اور مؤجل میں کیا فرق ہے؟

(جواب): اگر مہر نکاح کے وقت ہی ادا کر دیا جائے، تو اسے معجّل کہتے ہیں اور جو مہر نکاح کے موقع پر ادا نہ کیا جائے، بلکہ بعد میں ادا کرنے کا وعدہ کیا جائے، تو اسے مہر مؤجل یا غیر معجّل کہتے ہیں۔

(سوال): مہر کی ادائیگی کس کس طرح ہو سکتی ہے؟

(جواب): نکاح کے لیے مہر ضروری ہے، جس کی ادائیگی تین طرح ہو سکتی ہیں؛ ① مہر کی مقدار طے کر لی جائے اور معجّل ادا کر دیا جائے۔ ② مقدار مہر مقرر کر کے مؤجل ادا کیا جائے۔ ③ مہر کی مقدار مقرر نہ کی جائے، لیکن مؤجل مہر مثل ادا کر دیا جائے۔

(سوال): کیا مہر کی آدھی رقم معجّل اور آدھی مؤجل کی جا سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): نکاح کے وقت جس عورت کے مہر کی مقدار مقرر نہیں کی گئی، تو شوہر کو کتنا مہر

دینالازم ہوگا؟

(جواب): اگر شادی کے بعد میاں بیوی باہم مشاورت سے مہر مقرر کرلیں اور بیوی راضی ہو جائے، تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر دونوں کا اختلاف ہو، تو مہر مثل مقرر ہوگا، یعنی لڑکی کے خاندان کی دوسری عورتوں میں جتنا مہر معروف ہے، اتنا ادا کیا جائے گا۔

(سوال): اگر بیوی شوہر کو مہر معاف کردے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): حق مہر کی شرعی مقدار کتنی ہے؟

(جواب): حق مہر کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی حد متعین نہیں۔ تاہم مہر میں اعتدال اور میانہ روی بہتر ہے۔ فریقین باہمی رضامندی سے جو طے کرلیں، وہ کم ہو یا زیادہ، درست اور جائز ہے۔ قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے عمل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حق مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کے لیے پانچ سو درہم مہر مقرر فرمایا۔ (صحیح مسلم: 1426) لونڈی کی آزادی کو بھی حق مہر بنانا ثابت ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا.

''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنادیا۔''

(صحيح البخاري: 5086، صحيح مسلم: 1365)

ثابت ہوا کہ کسی کام اور عمل کو بھی حق مہر بنایا جاسکتا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ابوطلحہ نے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، تو انہوں نے فرمایا: ابوطلحہ! آپ جیسے شخص کو رد نہیں کیا جاتا، لیکن آپ کافر ہیں اور میں مسلمان عورت ہوں۔ میرے لیے آپ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں، تو یہی میرا حق مہر ہوگا، اس سے زائد میں کچھ نہیں مانگوں گی۔ ابوطلحہ مسلمان ہو گئے، یوں یہی (ان کا مسلمان ہونا) سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حق مہر بن گیا۔ ثابت کہتے ہیں: میں نے کسی عورت کا اتنا قیمتی مہر نہیں سنا، جتنا قیمتی مہر ام سلیم رضی اللہ عنہا کا تھا، یعنی ان کو حق مہر میں اسلام ملا تھا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے، تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر بچہ پیدا ہوا۔''

(سنن النّسائي: 3341، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام ابن حبان (۷۱۸۷) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہما اللہ (المختارہ: ۴۲۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري: 115/9)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حق مہر کے بارے میں فرمایا:

اِلْتَمِسْ، وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ.

''تلاش کیجئے، اگرچہ لوہے کی کوئی انگوٹھی ہی مل جائے۔''

(صحیح البخاري: 5121، صحیح مسلم: 1425)

حق مہر کی کم از کم کوئی مقدار مقرر نہیں۔ باہمی رضا مندی سے جو بھی چیز حق مہر میں مقرر کر لی جائے، اس کے بدلے نکاح درست اور جائز ہے۔ بعض لوگ دس درہم کم سے کم

حق مہر کی شرعی مقدار بتاتے ہیں، مگر اس میں کوئی صحیح دلیل موجود نہیں، اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ حُجَّةً تُثْبِتُ صَدَاقًا مَّعْلُومًا، لَا يَجُوزُ غَيْرُهٗ.

''ہمیں ایسی کوئی دلیل معلوم نہیں، جو مہر طے کرتی ہو، کہ اس مقدار کے علاوہ مہر جائز نہ ہو۔''

(الإشراف على مذاهب العلماء :36/1)

(سوال): کیا حق مہر کی مقدار طے کیے بغیر نکاح صحیح ہے؟

(جواب): بوقت نکاح حق مہر کی مقدار مقرر نہ کی جائے اور بعد میں دیا جائے، اسے نکاح تفویض کہتے ہیں، یہ بالا جماع جائز ہے۔ اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے، جو دلہن کی بہنوں اور دادھیالی خاندان کی عورتوں کو دیا گیا ہو۔

(سوال): اگر شوہر نکاح کے بعد مہر کی مقدار بڑھا دے، تو کیا عورت کے لیے وہ زائد مقدار لینا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): نکاح کے وقت مہر کی مقدار مقرر نہیں ہوئی تھی، تو کیا طلاق کی صورت میں عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): اس صورت میں عورت حق مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے اور شوہر پر مہر مثل ادا کرنا لازم ہوگا۔

(سوال): ایک عورت کا نکاح ہوا، شوہر نے ابھی مہر ادا نہیں کیا کہ طلاق ہو گئی، عدت

کے بعد عورت نے دوسری شادی کر لی، اس سے بھی طلاق ہوگئی، اب عدت کے بعد تیسری شادی کر لی، پہلے دونوں شوہروں نے مہر ادا نہیں کیا، کیا تیسری شادی کے بعد بھی پہلے دونوں شوہروں سے حق مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): اگر نکاح کے دوران عورت کو شوہر نے مہر ادا نہیں کیا، تو وہ طلاق کے بعد بھی مطالبہ کر سکتی ہے، خواہ عورت آگے شادی کر چکی ہو یا ابھی نہ کی ہو۔

(سوال): شوہر کی جائیداد میں تصرف کرنے یا ترکہ لینے سے مہر ساقط ہوتا ہے یا نہیں؟

(جواب): کسی بھی صورت میں حق مہر ساقط نہیں ہوتا۔

(سوال): شوہر مہر ادا کیے بغیر فوت ہو گیا، کیا عورت مہر لی سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، مہر شوہر کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔

(سوال): کیا زندگی بھر عورت کا مہر ادا نہ کرنا گناہ ہے؟

(جواب): مہر عورت کا حق ہے، اگر شوہر اس کی ادائیگی نہ کرے، تو وہ گناہ گار ہوگا، الا کہ عورت اپنا حق معاف کر دے۔

(سوال): اگر عورت ایک بار مہر معاف کر دے، تو کیا دوبارہ مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): دوبارہ مطالبہ نہیں کر سکتی۔

(سوال): عورت نے مرتے وقت مہر معاف کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مہر معاف ہو گیا، اب شوہر کے ذمہ مہر کی ادائیگی نہیں ہے۔

(سوال): کیا حق مہر کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): نکاح میں حق مہر واجب ہے۔ اس کے بغیر نکاح نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾(النّساء : ٤)

''عورتوں کوان کے مہر بخوشی ادا کرو۔''

✿ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى وُجُوبِ الصَّدَاقِ لِلْمَرْأَةِ، وَهُوَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ وَلَا خِلَافَ فِيهِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ عورت کومہر دینا واجب ہے۔ یہ اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے،اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(تفسير القرطبي : 24/5)

سوال: نکاح کے وقت جو زیورات لڑکے والوں نے لڑکی کو دیے تھے، کیا طلاق کے بعد وہ زیورات لینے کے مجاز ہیں؟

جواب: شادی کے موقع پر لڑکے والے زیورات، کپڑوں وغیرہ کی صورت میں کچھ سامان لڑکی کو دیتے ہیں، اسے عرف میں ''بری'' کہتے ہیں۔ طلاق کی صورت میں اگر شوہر ان کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے،تو دیکھا جائے گا کہ اگر نکاح کے وقت ایسی کوئی شرط عائد کی گئی تھی کہ طلاق کی صورت میں عورت ان کو واپس کرنے کی مجاز ہوگی،تو شوہر واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے اورلڑکی کے لیے اس شرط کے مطابق ''بری'' کوواپس کرنا ضروری ہے۔

اگر ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی گئی،تو یہ ''بری'' شوہر کی طرف سے ہبہ اورتحفہ ہے۔اور باپ کے علاوہ کوئی شخص ہبہ شدہ چیز کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔لہٰذا عورت اس ''بری'' کی مالکہ ہے،شوہر اس سے واپس لینے کا مجاز نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط۸۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کسی کی منکوحہ نے خود کو مطلقہ بتا کر ایک لڑکے سے نکاح کیا، اس نے خلوت بھی اختیار کر لی، کیا مہر واجب ہوگا؟

(جواب): یہ نکاح باطل ہے اور باطل نکاح میں بھی مہر واجب ہوتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): عدت میں جو نکاح ہوا، کیا اس پر مہر واجب ہوگا؟

(جواب): اگر چہ عدت میں نکاح نہیں ہوتا، البتہ اگر عدت میں نکاح کر کے خلوت اختیار کرلی، تو مہر واجب ہوگا، کیونکہ باطل نکاح میں اگر مجامعت کرلی، تو مہر لازم ہوجاتا ہے۔

(سوال): ایک عورت سے نکاح کیا، مہر بھی ادا کر دیا، خلوت کے وقت عورت خنثیٰ مشکل نکلی، تو کیا شوہر مہر واپس لے سکتا ہے؟

(جواب): خنثیٰ مشکل سے نکاح نہیں ہوتا، تو جب مقاربت اختیار نہیں کی، تو مہر بھی واجب نہ ہوا۔

(سوال): ایک قریب المرگ نے مہر کے طور پر بیوی کے نام کچھ جائیداد منتقل کر دی، جس کی مالیت مہر کی مقدار سے زائد تھی، کیا حکم ہے؟

(جواب): جتنی جائیداد مہر کی مقدار سے زائد ہے، وہ وصیت کے حکم میں ہے اور ورثا کے لیے وصیت جائز نہیں۔ لہٰذا مہر کی مالیت سے زائد جائیداد کی بیوی مالکہ نہیں ہے۔

(سوال): عورت کا خاوند وفات پا گیا، مہر ادا نہیں کیا، عورت مہر کا مطالبہ کس سے کرے؟

(جواب): شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے، وہ یہ رقم ترکہ سے ادا کرے گا۔

(سوال): مہر کی جو مقدار نکاح کے وقت بتائی گئی، وہ دینا ضروری ہے یا جو خفیہ طور پر رجسٹری کرائی گئی، وہ ادا کرنا ضروری ہے؟

(جواب): مہر کی جو مقدار نکاح کے وقت بتائی گئی، وہ ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ اسی مقدار پر ایجاب وقبول ہوا تھا۔

(سوال): نکاح کے وقت مہر معجّل ادا کرنے کا کہا گیا، مگر نکاح کے بعد عرصہ تک مہر ادا نہیں کیا، کیا عورت اپنے ولی کے گھر واپس آسکتی ہے اور کیا اس وجہ سے شوہر پر مقدمہ کر

کے اسے جیل بھیج سکتی ہے؟

(جواب): اگر مطالبہ پر شوہر مہر ادا نہیں کرتا، تو بیوی احتجاجاً اپنے والد کے گھر جا سکتی ہے، پھر بھی شوہر مہر ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے، تو اسے تعزیزاً جیل بھجوایا جا سکتا ہے۔

(سوال): بیوی نے اپنی زندگی میں حق مہر معاف کر دیا، اس کی وفات کے بعد اس کے والدین پھر مہر کا مطالبہ کرتے ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): مہر بیوی کا حق ہے، جب اس نے معاف کر دیا، تو وہ خود بھی دوبارہ مطالبہ نہیں کر سکتی، چہ جائیکہ اس کی وفات کے بعد والدین مطالبہ کریں۔

(سوال): اگر عورت نے مہر معاف کر دیا اور پھر انکار کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): عورت نے ایک بار حق مہر معاف کر دیا، تو وہ دوبارہ مطالبہ کی مجاز نہیں۔

(سوال): حق مہر کی کل رقم پندرہ ہزار ہے، پانچ ہزار معجّل ادا کر دیا گیا اور باقی مؤجل ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں، البتہ باقی مہر ادا کرنا بھی شوہر پر واجب ہے۔

(سوال): نکاح کے وقت لڑکی والے لڑکے والوں سے حق مہر کے علاوہ بھی کچھ مال کا مطالبہ کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعاً یہ مطالبہ جائز نہیں۔

(سوال): بیوی نافرمان ہے، سمجھانے کے باوجود نہ سمجھی، تو اسے طلاق دے دی، کیا اسے حق مہر دینا واجب ہوگا؟

(جواب): نافرمان بیوی سے مجامعت ہوگئی، تو وہ مکمل مہر کی حق دار ہے۔

(سوال): تجدید نکاح میں مہر ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ضروری ہے۔

سوال: کیا حق مہر کی شرعی مقدار دس درہم ہے؟

جواب: حق مہر کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی، فریقین باہمی رضامندی سے جو طے کر لیں، اسے مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔ کم سے کم دس درہم حق مہر کے متعلق روایات اُصول محدثین کے مطابق پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا مَهْرَ دُونَ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ .

''دس درہموں سے کم کوئی حق مہر نہیں۔''

(سنن الدّارقطني : 245/3، مسند أبي يعلى الموصلي : 2094، الكامل لابن عدي : 418/6، السّنن الكبرى للبيهقي : 133/7)

یہ جھوٹی روایت ہے۔

① مبشر بن عبید بالا جماع ''متروک وکذاب'' ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ أَحَادِيثُ مَوْضُوعَةٌ، كِذْبٌ .

''اس کی بیان کردہ احادیث من گھڑت اور جھوٹی ہیں۔''

(العِلَل ومعرفة الرّجال برواية عبد اللّٰه بن أحمد : 2639)

❀ امام جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ بَوَاطِيلُ . ''اس کی احادیث جھوٹی اور باطل ہیں۔''

(أحوال الرِّجال : 303)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ ثقہ راویوں سے منسوب من گھڑت اور جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔البتہ اس کی حدیث کو بطور تعجب لکھا جا سکتا ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 30/3)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(التّاريخ الكبير : 1960)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، يَضَعُ الْحَدِيثَ .

''یہ متروک الحدیث ہے، حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(سنن الدّارقطني : 237/4)

❁ نیز مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، أَحَادِيثُهُ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''متروک الحدیث ہے، اس کی احادیث منکر ہیں۔''

(سنن الدّارقطني : 245/3)

❁ اس روایت کے بعد امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ بَاطِلٌ، كَانَ لَا يَرْوِيهِ غَيْرُ مُبَشِّرٍ .

''اس کی سند باطل ہے۔اسے سوائے مبشر بن عبید کے کوئی بیان نہیں کرتا۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرِّجال : 418/7)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلٰى تَرْكِ حَدِيثِهِ .

''مبشر بن عبید کے متروک الحدیث ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(معرفة السنن والآثار : 218/10، الخلافيّات : 156/6)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ وَاهٍ، فِيهِ مُبَشِّرُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَهُوَ كَذَّابٌ .

''اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں مبشر بن عبید ''کذاب'' موجود ہے۔''

(الدّراية : 62/2)

② حجاج بن ارطاۃ جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف و مدلس'' ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُثْبِتُهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''اس حدیث کو کوئی بھی محدث ثابت نہیں مانتا۔''

(الاستذكار : 411/5)

علامہ زیلعی حنفی (نصب الرایہ: ۱۹۹/۳) اور علامہ ابن ہمام حنفی (فتح القدیر: ۳۱۹/۳) نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

ثابت ہوا کہ اس روایت کا دارومدار مبشر بن عبید جیسے کذاب اور حجاج بن ارطاۃ جیسے ضعیف راوی پر ہے۔ اس کے باوجود دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جناب انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

''رہی احناف کی دلیل، تو ہمارے اکثر اصحاب دارقطنی کی حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ دس درہم سے کم مہر نہیں۔ میں (انور شاہ) کہتا ہوں کہ اس کی

سب سندوں میں حجاج بن ارطاۃ راوی ہے، جو کہ متکلم فیہ ہے۔ میں اس سے حجت نہیں پکڑتا، اگر چہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی روایات کو ''حسن''، بلکہ بعض مواقع پر ''صحیح'' بھی قرار دیا ہے۔''

(العَرف الشّذي، تحت الحديث : 1111، فيض الباري : 532/5)

شاہ صاحب کی دیانت علمی ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے اس روایت کی سب سندوں میں موجود سخت جھوٹے راوی مبشر بن عبید کا ذکر تک نہیں کیا، بلکہ یہ باور کرایا کہ اس میں صرف حجاج بن ارطاۃ کا ضعف ہے۔

احناف کا یہ مؤقف کہ حق مہر کم از کم دس درہم ہونا ضروری ہے، بے دلیل ہے۔

تنبیہ بلیغ:

اس روایت کو ائمہ محدثین نے منکر قرار دیا ہے۔ اس لیے ابن ہمام حنفی (۸۶۱ھ) نے امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک سند گھڑی اور اس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیا۔ نیز کہا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ سند یہ ہے:

قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَوْدِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ : حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : سَمِعْت جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَلَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ.

(فتح القدير : 186/3)

❁ ابن ہمام کی اس کاروائی پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ سخاوی رحمہ اللہ پکار اٹھے:

قَدْ كَانَ شَخْصٌ نَقَلَ لِي ذٰلِكَ عَنْ شَيْخِنَا فَأَنْكَرْتُهُ، فَلَمَّا رَأَيْتُ كَلَامَ ابْنِ الْهَمَّامِ حَارَ فِكْرِي فِي ذٰلِكَ وَقَدْ أَمْعَنْتُ فِي التَّفْتِيشِ عَلَيْهِ فَلَمْ أَظْفُرْ بِهٖ .

''ایک شخص نے ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) سے یہ بات میرے سامنے نقل کی، میں نے انکار کر دیا، لیکن جب میں نے اس بارے میں ابن ہمام حنفی کا کلام دیکھا، تو میرا ذہن پریشان ہو گیا اور میں نے اس بارے میں گہری تفتیش کی، پھر بھی مجھے (ابن حجر رحمہ اللہ کی مرویات و کتب میں) یہ روایت نہیں ملی۔''

(تنزيه الشّريعة لابن عرّاق : 207/2، الأجوبة المرضية للسّخاوي : 59/1)

ابن ہمام کی وضع کردہ سند بھی ضعیف ہی ہے، اس میں عباد بن منصور ناجی جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ''ضعیف و مختلط'' ہے۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَا صَدَاقَ أَقَلُّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ .

''دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 200/3، السنن الكبرى للبيهقي : 261/8)

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ داود بن یزید اودی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''ضعیف الحدیث''، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔(سوالات البُرقاني : 137)

امام علی بن مدینی، امام ابوحاتم، امام ابن حبان رحمہم اللہ نے بھی مجروح قرار دیا ہے۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدی اور امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہما اللہ اس سے روایت ہی نہیں لیتے تھے۔

متاخرین میں سے حافظ ابن الجوزی، حافظ ہیثمی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

البتہ امام ابن عدی رحمہ اللہ (الکامل: ۸۱/۳) نے اس کی توثیق کی ہے، جو جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَقَّنَ غِيَاثُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دَاوُدَ الْأَوْدِيَّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلِيٍّ :

لَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ، فَصَارَ حَدِيثًا .

''غیاث بن ابراہیم (سخت جھوٹے راوی) نے داود اودی کو شعبی کے واسطہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول تلقین کیا کہ دس درہم سے کم مہر نہیں۔ یہ قول ہی آہستہ آہستہ حدیث بن گیا۔''

(سنن الدّارقطني : 200/3، السّنن الكبرى للبيهقي : 240/7، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَوْا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شَيْئًا لَا يَثْبُتُ مِثْلُهٗ .

''انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایسی بات روایت کی، جو ثابت نہیں۔''

(السّنن الكبرى : 240/7، معرفة السنن والآثار للبيهقي : 217/1، وسندهٗ صحيحٌ، الأم للشّافعي : 60/5)

پس ثابت ہوا کہ یہ قول ثابت نہیں۔

❀ سیدنا علی رحمہ اللہ سے ہی منسوب ہے:

لَا يَكُونُ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ .

''مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 200/3)

سند سخت ضعیف ہے۔

① جعفر بن محمد بن مروان قطان کے متعلق امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِمَّن يُّحْتَجُّ بِحَدِيثِهٖ .

''اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔''

(سؤالات الحاكم : 7)

❀ نیز ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني : 264/2)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ يَجْمَعُ مَجْهُولِينَ وَضُعَفَاءَ .

''اس سند میں مجہول اور ضعیف راوی جمع ہیں۔''

(السنن الكبرى : 261/8)

② محمد بن مروان قطان کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَيْخٌ مِّنَ الشِّيعَةِ، حَاطِبُ لَيْلٍ، لَا يَكَادُ يُحَدِّثُ عَنْ ثِقَةٍ، مَتْرُوكٌ .

''یہ شیعہ شیخ تھا۔ حاطب لیل (بغیر تحقیق و تنقیح کے ہر طرح کی روایات بیان کرنے والا) تھا۔ ثقہ راویوں سے کم ہی روایت کرتا تھا۔ یہ متروک ہے۔''

(سؤالات البرقاني : 458)

③ جویبر بن سعید بلخی ''متروک'' ہے۔

۞ اسے امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروکون : 147)

نیز امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم، امام ابو زرعہ، امام نسائی، امام ابن عدی اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ نے بھی ''ضعیف'' اور ''متروک'' کہا ہے۔

④ امام دار قطنی رحمہ اللہ اپنے استاذ علی بن الحسن شیبانی کے متعلق فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ . ''وہ جھوٹ بولتا تھا۔''

(سؤالات الحاکم : 252)

۞ حافظ حسن بن محمد خلال رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ضَعِيفٌ، تَكَلَّمُوا فِيهِ . ''ضعیف ہے، محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 238/11)

اس کو صرف حافظ ابو علی نیسابوری نے ''ثقہ'' کہا ہے۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا، لہٰذا یہ راوی ''ضعیف'' ہی ہے۔

⑤ اسماعیل بن یسع ''مجہول'' ہے۔

⑥ عاصم بن عمر کی تعیین و توثیق درکار ہے!

ان وجوہ کی بنا پر روایت باطل ہے۔

۞ مولانا تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''لیکن قرآن و حدیث کے پورے ذخیرے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے علاوہ کسی بھی حدیث میں مہر کی کوئی مقدار مروی نہیں۔''

(درس ترمذی : 392/3)

ثابت ہوا کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر کرنا درست نہیں۔

۞ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جو دس درہم حق مہر پر شادی کرتا ہے:

قَدْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَزَوَّجُونَ عَلٰى أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَأَكْثَرَ .

''مسلمان (صحابہ وتابعین) اس سے کم اور زیادہ مقدار حق مہر پر نکاح کیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 187/4، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ صالح بن مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ : رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِدِرْهَمٍ قَالَ : لَا تَصْلُحُ إِلَّا بِثَوْبٍ أَوْ بِشَيْءٍ .

''میں نے امام شعبی رحمہ اللہ سے عرض کیا: اگر کوئی شخص ایک درہم مہر کے عوض نکاح کرلے،تو؟ فرمایا: کپڑے یا کسی بھی چیز کے عوض نکاح درست ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 187/4، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''فریقین راضی ہوں،تو تھوڑے حق مہر،خواہ وہ کی ایک انگوٹھی ہو، پر نکاح کے جواز کی صحیح ،صریح اور محکم سنت کو ایک غیر ثابت اثر اور فاسد ترین قیاس کی وجہ سے رد کر دیا گیا ہے۔قرآن کریم نے عمومی طور پر فرمایا ہے: ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾(النّساء : 24)''تمہارے لیے اپنے مالوں کے عوض نکاح کرنا جائز ہے۔''نیز فریقین کی رضامندی کی صورت میں تھوڑے یا زیادہ مال کے

بدلے خرید وفروخت پر قیاس بھی اسی بات کا متقاضی ہے۔ (احناف نے حق مہر کو قطع ید پر قیاس کیا ہے۔) حالانکہ کہاں نکاح اور کہاں چوری؟ کہاں شرمگاہ کی حلت اور کہاں چوری میں ہاتھ کاٹنا؟ کئی بار یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ سب سے بہترین قیاس اہل حدیث ہی کرتے ہیں، کیونکہ جتنا کوئی شخص حدیث کے قریب ہوگا، اتنا ہی اس کا قیاس زیادہ صحیح ہوگا اور جتنا کوئی شخص حدیث سے دور ہوگا، اتنا ہی اس کا قیاس فاسد ہوگا۔''

(إعلام المؤقعين عن ربّ العالمين : 330/2)

یادر ہے کہ کم از کم دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں، لہٰذا اس پر قیاس کر کے کم از کم دس درہم مقرر کرنا علم کی بات نہیں۔

❁ بعض لوگ بہ طور دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں:

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ﴾(الأحزاب : 50)

''ہم نے ظاہر کر دیا ہے جوان پر ان کی بیویوں کے بارے میں فرض کیا ہے۔''

اس میں لفظ فرض اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہر کی مقدار شرعاً مقرر ہے۔ اس لیے کہ فرض کے معنی مقرر کرنے کے آتے ہیں۔

(درس ترمذی:392/3)

اس آیت میں مہر کی بات کہاں سے آ گئی؟ یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ قرآن وحدیث میں مہر کی کم از کم مقدار مقرر نہیں۔ آیت کریمہ میں حقوق وواجبات، نان ونفقہ، حسن سلوک اور حسن معاشرت کی بات ہو رہی ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیک وقت بیویوں کی تعداد مقرر کر دی گئی ہے کہ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھی جا سکتی

ہیں یا عورتوں سے نکاح ان کے ولی کی اجازت کے ساتھ کرنا فرض ومقرر کر دیا گیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اگر مہر بھی ان چیزوں میں شامل کرلیا جائے ،تو یہ آیت مجمل ہے۔ حدیث جابر جو موضوع ومن گھڑت ہے، وہ اس کے لیے بیان کی حیثیت نہیں رکھتی۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل من گھڑت اور جھوٹی روایات سے کی جائے۔ قرآن کریم نے مہر تو مقرر کر دیا ہے، لیکن اس کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں کی۔ احادیث بھی عموم پر دلالت کرتی ہیں۔ جمہور سلف صالحین کے عمل سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار مقرر نہیں۔

❁ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض اُصولیوں نے ذکر کیا ہے کہ آیت کریمہ میں حق مہر کو مجمل طور پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور خبر واحد میں اس اجمال کا بیان اور تفصیل ہے۔ لیکن یہ بات مخدوش ہے، کیونکہ یہاں ''ما'' موصولہ سے مہر مراد نہیں، جیسا کہ اس کے بعد ''وما ملکت ایمانہم'' کے ازواج پر عطف سے معلوم ہوتا ہے اور فرض کے معنی حقیقۃً یہاں ایجاب ووجوب کے ہیں، مقرر کرنے کے نہیں۔ اور اس سے عورتوں کا نان ونفقہ اور دیگر حقوق مراد ہیں، جیسا کہ مفسرین کرام نے کہا ہے۔ تاویلات کا دروازہ تو بڑا وسیع ہے، اسے کھولنا مناسب نہیں، بلکہ سلامتی اسی میں ہے کہ تاویلات کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہمارے حضرات نے کم سے کم حق مہر کی مقدار دس درہم مقرر کرنے کی کوئی شافی دلیل پیش نہیں کی، لہٰذا قرآن پاک کے مطلق حکم پر ہی عمل واجب ہے۔ یہ قول اگرچہ حنفیہ کے مخالف ہے، لیکن قول فیصل یہی ہے۔''

(ظفر الامانی، ص172)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''اولاً دس درہم کی تعیین کے بارے جتنی روایات ہیں، وہ تمام ضعیف اور نا قابل استدلال ہیں اور علامہ عینی نے جو یہ کہا ہے کہ یہ تمام احادیث کثرت طرق کی بنا پر درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں، وہ قطعاً صحیح نہیں، کیونکہ ان میں ضعف شدید ہے اور کوئی سند بھی کذاب اور متہم بالکذب جیسے راوی سے خالی نہیں۔ ثانیاً بہت سے صحیح احادیث ان کے خلاف ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دس درہم سے کم بھی حق مہر جائز ہے۔ ثالثاً یہ احادیث قرآن مجید کے مطلقاً حکم کے بھی خلاف ہیں اور ان کے نزدیک قرآن کی تخصیص صحیح خبر واحد سے بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ ضعیف خبر واحد سے تخصیص کی جائے۔''

(عمدۃ الرعایہ: 33/2)

علامہ عبدالحئ لکھنوی حنفی کی یہ عبارات فضیلۃ الشیخ علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی تالیف ''مسلک احناف اور مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ'' سے نقل کی گئی ہیں۔

تنبیہ:

حدیث جابر کی ایک ہی سند ہے، جس میں مبشر بن عبید راوی بالاتفاق ''متروک'' ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یہ روایت کثرت طرق کی بنا پر درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے، بہت ہی عجیب وغریب بات ہے۔

فائدہ: حق مہر کی تین صورتیں ہیں؛

① نکاح کے وقت ہی ادا کر دیا جائے۔ اسے مہر معجّل کہتے ہیں۔

۲ نکاح کے وقت مقرر کرلیا جائے اور بعد میں ادا کیا جائے، اسے مہر غیر معجّل کہتے ہیں۔

۳ وقت نکاح حق مہر کی مقدار مقرر نہ کی جائے اور بعد میں دیا جائے، اسے نکاح تفویض کہتے ہیں، یہ بالا جماع جائز ہے۔اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے، جو دلہن کی بہنوں اور دادھیالی خاندان کی عورتوں کو دیا گیا ہو۔

حق مہر کی کم از کم کوئی مقدار مقرر نہیں۔ باہمی رضا مندی سے جو بھی چیز حق مہر میں مقرر کر لی جائے، اس کے بدلے نکاح درست اور جائز ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ حُجَّةً تُثْبِتُ صَدَاقًا مَّعْلُومًا، لَا يَجُوزُ غَيْرُهٗ.

''ہمیں ایسی کوئی دلیل معلوم نہیں، جو مہر طے کرتی ہو، کہ اس مقدار کے علاوہ مہر جائز نہ ہو۔''

(الإشراف على مذاهب العلماء :36/1)

(سوال): کیا بالغہ کے ولی کو رخصتی سے پہلے حق مہر وصول کرنے کا اختیار حاصل ہے؟

(جواب): ولی رخصتی سے پہلے شوہر سے نابالغہ بچی کے حق مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے اور مہر ادا نہ کرنے کی صورت میں رخصتی سے روک سکتا ہے، البتہ مہر کی رقم کا حق دار ولی نہیں، بلکہ اس کی بیٹی ہے۔

(سوال): ایک بیوی کا مہر زیادہ اور دوسری کا کم ہو سکتا ہے یا دونوں کا برابر ہونا ضروری ہے؟ اور کیا یہ عدل کے خلاف تو نہیں؟

(جواب): ہر عورت کا مہر اس کی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ہر بیوی کا مہر ایک

جیسا ہونا ضروری نہیں اور اس میں فرق ناانصافی نہیں۔ البتہ نکاح کے بعد تمام بیویوں پر خرچ کرنے میں برابری ضروری ہے اور اس میں فرق کرنا ناانصافی ہے۔

سوال: منکوحہ اپنے شوہر سے مہر کی رقم جب چاہے وصول کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: مہر عورت کا حق ہے، وہ اپنے حق کا مطالبہ جب چاہے کرسکتی ہے۔

سوال: جس مہر پر نابالغہ کا نکاح ہوا، کیا ولی بعد میں مہر کی مقدار کم کرسکتا ہے؟

جواب: جب تک لڑکی بالغہ نہیں ہوجاتی، ولی مہر کی مقدار کم کرسکتا ہے، البتہ بلوغت کے بعد اگر لڑکی مہر کی اس مقدار پر نکاح قائم نہیں رکھنا چاہتی، تو خیار بلوغ کے ذریعے نکاح فسخ کرسکتی ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہوچکی ہے، تو اس کا ولی مہر کی رقم میں کمی نہیں کرسکتا۔

سوال: نکاح کو ابھی چھ ماہ سے کم عرصہ گزرا اور بچہ پیدا ہوگیا، کیا عورت مہر کی حق دار ہوگی؟

جواب: اگر بچہ نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا، تو وہ شوہر کا سمجھا جائے گا اور اگر چھ ماہ سے کم عرصہ میں پیدا ہوجائے، تو شرعاً ناجائز سمجھا جائے گا۔ بہرصورت مہر واجب ہوگا۔

سوال: اگر بیوی شوہر سے کہے کہ ''اگر تم مجھ سے ہم بستر ہوئے، تو اپنی ماں سے ہم بستر ہوئے۔'' کیا یہ طلاق ہوگی یا نہیں؟

جواب: طلاق شوہر کا وظیفہ ہے۔ بیوی کے ان الفاظ کے ساتھ طلاق نہیں ہوتی، بیوی کا یہ کلام لغو ہے، اس سے نکاح میں حرج واقع نہیں ہوتا۔

سوال: رخصتی سے پہلے شوہر فوت ہوجائے، تو کیا بیوی مہر کی حق دار ہوگی؟

جواب: رخصتی سے پہلے شوہر فوت ہوجائے، تو بیوی مکمل مہر کی حق دار ہوگی اور چار ماہ دس دن عدت گزارے گی، نیز شوہر کی وارث بنے گی۔

(سوال): بیوہ کہتی ہے کہ شوہر نے زندگی میں مجھے فلاں مکان بطور مہر دے دیا، جبکہ ورثاء اس کا انکار کرتے ہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): قاضی قرائن اور شواہد کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرے گا۔

(سوال): بیوی نے شوہر کو مہر معاف کر دیا، پھر جب شوہر قریب المرگ تھا، تو اس نے اپنا ایک مکان بیوی کو دے دیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): جب بیوی نے شوہر کو حق مہر معاف کر دیا، تو اب مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ نہ رہی اور جو مکان قریب الموت شوہر نے بیوی کو دیا، اس کا حکم وصیت والا ہے اور وصیت ورثا کے لیے جائز نہیں، لہٰذا وہ مکان بیوی کو نہیں ملے گا، بلکہ ترکہ میں شامل ہوگا۔

❀ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ .

”اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔“

(سنن أبي داوٗد: 2870، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۱۲۰) نے ”حسن“ کہا ہے اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔

(سوال): مہر معجّل اور مؤجل کا حکم کیا ہے؟

(جواب): دونوں مہر کی ادائیگی شوہر پر لازم ہے۔

(سوال): کیا خلوت سے پہلے عورت مہر مؤجل کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): خلوت صحیحہ سے پہلے عورت مہر مؤجل کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ مہر مؤجل طلاق

یا وفات شوہر کی صورت میں طلب کیا جائے گا۔

سوال: مہر مثل میں کس کا اعتبار ہوگا؟

جواب: مہر مثل میں عورت کی قریبی عورتوں کا اعتبار ہوگا۔

سوال: نکاح کے وقت مہر کے معجّل یا مؤجل ہونے کی بات طے نہیں ہوئی، تو مہر معجّل لازم ہوگا یا مؤجل؟

جواب: اصل یہ ہے کہ مہر کی ادائیگی معجّل ہو۔ غیر معجّل یا مؤجل ادا کرنا فریقین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے، تو جب مہر ادا کرنے کا وقت طے نہیں ہوا، تو اسے معجّل ہی سمجھا جائے گا، لہٰذا لڑکی مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

سوال: جب مہر کرنسی کی صورت میں ہو، تو کس کرنسی کا اعتبار ہوگا؟

جواب: رائج الوقت کرنسی کا اعتبار ہوگا، جیسے پاکستان میں روپیہ رائج ہے، تو جب مہر کی رقم پانچ ہزار طے ہوگی، تو مراد پانچ ہزار روپے ہوں گے نہ کہ پانچ ہزار ریال یا پاؤنڈ۔

سوال: نکاح کے بعد شوہر مفلس ہوگیا اور نکاح کے وقت جو مہر طے کیا، اسے ادا کرنے سے قاصر ہے، کیا عدالت اس کا مہر کم کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: مہر بیوی کا حق ہے، تو جب تک بیوی اپنا حق کم نہیں کرتی، تو شوہر کے ذمہ مکمل مہر کی ادائیگی ضروری ہے، عدالت مہر کم نہیں کرسکتی۔

سوال: بنات رسول ﷺ کے حق مہر کی مقدار کیا تھی؟

جواب: اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کو کتنا مہر دیا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کے لیے پانچ سو درہم مہر مقرر فرمایا۔

(صحيح مسلم : 1426)

لونڈی کی آزادی کو بھی حق مہر بنانا ثابت ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنا دیا۔''

(صحيح البخاري : 5086، صحيح مسلم : 1365)

(سوال): کیا حق مہر میں زیادتی مستحب ہے؟

(جواب): غالی حق مہر مقرر کرنا مستحسن نہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): مہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت افضل ہے یا اپنی حیثیت سے دینا؟

(جواب): مہر میں اپنی حیثیت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(سوال): فاحشہ عورت جو شوہر کے گھر سے بھاگ جائے، کیا وہ حق مہر کی مستحق ہوگی؟

(جواب): جب نکاح کے بعد خلوت صحیحہ ہو چکی ہے، تو عورت مکمل مہر کی حق دار ہوگی، خواہ وہ زانیہ ہو یا فاحشہ۔ زنا سے حق مہر ختم نہیں ہوتا۔

(سوال): کیا شوہر مہر مؤجل ادا کیے بغیر رخصتی کرا سکتا ہے؟

(جواب): کرا سکتا ہے۔

(سوال): کیا لڑکی رخصتی سے پہلے مہر معجّل میں تصرف کر سکتی ہے؟

(جواب): مہر لڑکی کا حق ہے، وہ اس میں جب چاہے تصرف کر سکتی ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): شوہر نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دے کر گھر سے نکال دیا اور حق مہر کے طور پر اپنی ایک بیٹی اور حمل عورت کو دے دیا، کیا حق مہر ادا ہوا یا نہیں؟

(جواب): بیٹی اور حمل کو مہر کے طور پر دینا ناجائز اور حرام ہے، اس سے مہر ادا نہ ہوا، پورا حق مہر شوہر کے ذمہ ہے۔

(سوال): شوہر بیوی کو تنخواہ پکڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ اخراجات میں سے جو رقم بچ جائے، وہ حق مہر میں شمار ہوگی، کیا اس سے حق مہر ادا ہو جائے گا؟

(جواب): اخراجات سے جتنی رقم زائد بچ جاتی ہے، وہ حق مہر میں محسوب ہوگی، کیونکہ شوہر نے وہ رقم مہر کے طور پر دی ہے، لہذا جس مہینے مقررہ مہر کی رقم پوری ہو جائے گی، اس وقت شوہر کی طرف سے پورا حق مہر ادا ہو جائے گا۔

(سوال): مہر کی رقم شوہر کی جائیداد سے وصول ہوگی یا شادی کرانے والے سے؟

(جواب): مہر شوہر کے ذمہ ہوتا ہے، نہ کہ شادی کرانے والے کے۔ اس لیے شوہر کی وفات کی صورت میں اس کے ترکہ سے مہر ادا کیا جائے گا۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے مہر معاف کرنے کی درخواست کی، تو اس نے کہا کہ مہر معاف کرتی ہوں، لیکن اگر تمہاری وفات کے بعد تمہاری دوسری بیوی کے بیٹے نے مجھ سے جھگڑا کیا، تو میں عدالت کے ذریعے اپنا مہر تمہارے ترکہ سے لوں گی، تو کیا یہ مہر معاف ہوا یا نہیں؟

(جواب): مہر کی معافی کو معلق کرنا جائز ہے۔ مذکورہ صورت میں اگر شوہر کی دوسری بیوی کا بیٹا جھگڑا کرے گا، تو عورت مہر کی حق دار ہوگی اور عدالت کے ذریعہ مہر ترکہ سے وصول کرنے کی مجاز ہوگی اور اگر دوسری بیوی کا بیٹا جھگڑا نہیں کرتا، تو مہر معاف ہوگا اور عورت ترکہ سے مہر کا مطالبہ نہیں کرسکتی، واللہ اعلم!

(سوال): لڑکا لڑکی بالغ ہیں، دونوں کا نکاح ہوا اور حق مہر کی مقدار بھی طے ہوئی، کیا نکاح ہوجانے کے بعد عورت مہر کی مقدار میں اضافے کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

(جواب): نکاح ہوجانے کے بعد عورت مقررہ مہر سے زائد کی درخواست کرسکتی ہے، اگر شوہر وہ درخواست مان لے، تو درست، ورنہ نکاح پھر بھی قائم رہے گا۔

(سوال): نکاح کے بعد شوہر نے مقررہ مہر میں اضافہ کی درخواست قبول کرلی، تو اس پر کتنا مہر دینا لازم ہوگا؟

(جواب): جب عورت نے مہر میں اضافہ کی درخواست کی اور شوہر نے بخوشی درخواست قبول کرلی، تو اب اس پر مقررہ مہر سے زائد کی ادائیگی بھی ہوگی۔

(سوال): بیوی کو ابھی مہر وصول نہیں ہوا تھا، شوہر نے طلاق دے دی، عدت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح کرلیا، کیا شوہر پر دونوں نکاحوں کا حق مہر ادا کرنا ضروری ہے یا صرف بعد والے نکاح کا یا پہلے والے نکاح کا؟

(جواب): شوہر پر دونوں نکاحوں کا حق مہر ادا کرنا لازم ہوگا۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے کہا کہ اگر تو طلاق دے دے گا، تو میں مہر معاف کردوں گی، شوہر نے قبول کرلیا، اب عورت نے مہر معاف کردیا، مگر شوہر نے طلاق دینے سے انکار کردیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب شوہر نے طلاق نہیں دی، تو مہر بھی معاف نہیں ہوا، کیونکہ مہر کی معافی طلاق سے مشروط تھی، لہٰذا جب شرط پوری نہیں، تو مشروط بھی پورا نہ ہوگا، عورت حق مہر کا مطالبہ کرنے کی مجاز ہے۔

(سوال): کیا زنا سے حق مہر ساقط ہوتا ہے یا نہیں؟

(جواب): بیوی غیر مرد سے زنا کر لے، تو بھی شوہر سے مہر کی ادائیگی ساقط نہیں ہوتی۔

(سوال): اگر شوہر نے زانیہ بیوی کو معاف کر دیا، تو کیا شوہر سے اس کا مؤاخذہ ہوگا اور کیا شوہر کے معاف کر دینے سے زنا کا گناہ ختم ہو جائے گا؟

(جواب): زانیہ نے اپنے شوہر کے حقوق کو بھی پامال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے بھی تجاوز کیا ہے۔ اس لیے اگر شوہر اپنا حق معاف کر دے، تو شوہر کی حق تلفی کا گناہ معاف ہو جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ کی حد توڑنے کا گناہ اس کے سر پھر بھی ہے، اب چاہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے معاف کر دے، چاہے تو سزا دے دے۔

(سوال): اگر بیوی کو مہر ادا نہیں کیا اور بیوی نے خلع لے لیا، کیا اس کے بعد وہ حق مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): خلع والی عورت کو اگر ابھی تک مہر وصول نہیں ہوا، تو وہ شوہر سے مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور اگر مہر وصول ہو چکا ہے، تو خلع کے وقت مہر کی رقم شوہر کو واپس کرنا ہوگی، البتہ اگر شوہر معاف کر دے، تو کوئی حرج نہیں۔

❁ حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

''وہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، (ایک دن) رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے لیے اندھیرے میں باہر تشریف لائے، تو حبیبہ بنت

سہل کو اپنے دروازے پر پایا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کون؟ انہوں نے کہا: میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا پریشانی ہے؟ (اس نے کہا :) میرا ثابت بن قیس کے ساتھ رہنا محال ہے۔ جب ثابت بن قیس آئے، تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ حبیبہ بنت سہل ہیں اور اس نے جو اللہ کو منظور تھا، بیان کر دیا ہے۔ حبیبہ کہنے لگی: اللہ کے رسول! انہوں نے مجھے جو کچھ دیا تھا، وہ میرے پاس موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا: ان سے لے لیں۔ پس انہوں لے لیا اور وہ اپنے گھر جا بیٹھیں۔''

(موطأ الإمام مالك : 564/2، مسند الإمام أحمد : 433/6، 434، سنن أبي داوٗد : 2227، سنن النّسائي : 3492، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۹) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۸۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگی: میں ثابت کے دین اور اخلاق پر کوئی عیب نہیں لگاتی، لیکن اسلام میں کفر کرنے سے ڈرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا آپ ان کا باغ واپس کر دیں گی؟ کہا: جی ہاں!، تو نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا: ان (ثابت) کا باغ انہیں لوٹا دیں۔ آپ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کر دی۔''

(صحیح البخاري : 5276)

سوال: اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور طلاق کے بعد فریقین مہر کی مقدار میں اختلاف کریں، تو کتنا مہر لازم ہوگا؟

(جواب): شوہر کو مہر مثل ادا کرنا لازم ہوگا، یعنی جو مہر عورت کی بہنوں یا دادھیالی خاندان کی عورتوں کو دیا گیا، اتنا مہر دینا شوہر کے ذمہ ہوگا۔

(سوال): عورت بدچلن تھی، طلاق دے دی، کیا مہر واجب ہوگا؟

(جواب): ہر صورت مہر واجب ہوگا، زنا سے بھی حق مہر ساقط نہیں ہوتا۔

(سوال): نکاح کے وقت لڑکی کے ولی نے لڑکے والوں سے کچھ رقم کا مطالبہ کیا، مطالبہ پر لڑکے والوں نے رقم ادا کر دی، کیا یہ رقم حق مہر میں شمار ہوگی یا نہیں؟

(جواب): لڑکی والوں نے جو رقم کا مطالبہ کیا، وہ جائز نہیں، مگر یہ رقم حق مہر میں محسوب نہ ہوگی، کیونکہ مہر بیوی کا حق ہے۔

(سوال): خلوت سے پہلے شوہر وفات پا جائے، تو بیوی کو کتنا مہر ملے گا؟

(جواب): شوہر خلوت سے پہلے وفات پا جائے، تو بیوی پورے مہر کی حق دار ہوگی اور وہ مہر شوہر کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا، بیوی چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر گزارے گی، نیز وراثت میں بھی حصہ دار ہوگی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا، جس نے کسی عورت سے شادی کی، نہ تو اس کا مہر مقرر کیا اور نہ ہی اس سے مباشرت کی اور فوت ہو گیا۔ علقمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپ نے ان کو واپس کر دیا، پھر کہنے لگے: میں اس بارے میں اپنی رائے ہی پیش کرتا ہوں۔ اگر درست ہوئی، تو اللہ کی طرف سے ہوگی اور اگر غلط ہوئی، تو میری طرف سے ہوگی، میری رائے تو یہ ہے کہ اسے اس جیسی (دیگر) خواتین کے برابر مہر ملے گا، نہ کم ہوگا، نہ زیادہ، وہ

میراث کی حقدار بھی ہوگی اور اس پر عدت بھی ضروری ہے۔سیدنا معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے وہی فیصلہ کیا ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے بنورواس کی خاتون بروع بنت واشق کے بارے میں کیا تھا۔بنورواس، بنو عامر بن صعصعہ کا ایک خاندان ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 3/480، سنن أبي داوٗد : 2115، سنن النّسائي : 3359، سنن التّرمذي : 1145، سنن ابن ماجه : 1891، صحيحٌ)

سوال: مہر معجّل میں شوہر مفلس ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہر صورت مہر شوہر کے ذمہ ہے، عورت کسی بھی وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔

سوال: نکاح کے وقت عورت سے مہر کے متعلق نہیں پوچھا اور نکاح کر دیا گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح صحیح ہے۔اب مہر کی جس مقدار پر عورت راضی ہو، وہ درست ہے، اگر عورت اسی مہر پر راضی ہو، جو شوہر نے مقرر کی ہے، تو بھی درست ہے، البتہ اگر شوہر اور بیوی میں مہر کی مقدار پر اختلاف ہو جائے، تو مہر مثل مقرر ہوگا۔

سوال: جو مکان مہر میں لکھ دیا گیا، کیا عورت اسے فروخت کر سکتی ہے؟

جواب: جب مہر میں مکان دے دیا گیا، تو بیوی اس کی مالکہ ہے، اس میں تصرف کا اختیار رکھتی ہے۔

سوال: شوہر کی وفات کے بعد مہر کا مطالبہ اس کے والد سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: شوہر کی وفات کے بعد مہر کی رقم ترکہ سے ادا کی جائے گی، شوہر کے والد سے حق مہر کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

(سوال): کیا اولاد ہونے سے حق مہر میں کمی ہو جاتی ہے؟

(جواب): جو مہر نکاح میں مقرر کیا، اس کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ہے، اولاد ہونے سے حق مہر میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): عورت کا انتقال ہو گیا، اس کی کوئی اولاد نہیں، کیا مہر کے حق دار عورت کے بہن بھائی ہو سکتے ہیں؟

(جواب): عورت کے مہر کے حق دار وہی ہیں، جو اس کی وراثت کے حق دار ہیں۔

(سوال): مرزائی شوہر سے فسخ نکاح کے بعد عدت اور مہر لازم ہوگا یا نہیں؟

(جواب): مرزائی مرتد کافر ہیں، ان سے نکاح نہیں ہوتا۔ جب عورت نکاح فسخ کرے، تو وہ مہر کی حق دار نہیں ہوتی، البتہ اس پر ایک حیض عدت ہے۔

(سوال): اگر لڑکی غیر مدخولہ ہو اور اس کا شوہر رخصتی سے پہلے پاگل ہو کر گھر سے غائب ہو چکا ہو، چھ سال سے اس کی کوئی خبر نہیں، تو کیا لڑکی کو مہر ملے گا اور اگر ملے گا، تو وہ اس کا مطالبہ کس سے کرے گی؟

(جواب): جو پاگل شوہر برسوں سے مفقود الخبر ہو، تو اس کی منکوحہ چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر گزارے گی، پورے مہر کی حق دار ہوگی اور مہر کی ادائیگی شوہر کے ترکہ سے کی جائے گی۔

(سوال): جس عورت کی شرمگاہ فطری طور پر مختلف ہو اور اس سے مجامعت ممکن نہ ہو، تو کیا وہ مہر کی حق دار ہوگی؟

(جواب): جس عورت سے خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو، تو طلاق کی صورت میں نصف مہر شوہر کے ذمہ ہوگا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾(البقرة : ٢٣٧)

''تم نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی اور اس کا مہر بھی مقرر کیا تھا، تو مقررہ مہر کا نصف ادا کرنا ضروری ہے۔''

(سوال): کیا لڑکی کی وفات کے بعد باپ مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

(جواب): مرنے کے بعد مہر کی رقم ترکہ بن جاتی ہے، اب ترکہ میں جو حصہ باپ کا ہے، وہ اس کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

(سوال): کیا دو روپے مہر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی، فریقین باہم رضامندی سے جو طے کر لیں، اسے حق مہر بنایا جا سکتا ہے۔

(سوال): آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ کا کیا مفہوم ہے؟

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾

''جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کے حق مہر ضرور ادا کرو۔''

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے: جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور خلوت بھی اختیار کر لی، انہیں مہر ادا کرو۔ اس تفسیر کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دلائل

سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جس متعۃ النسا کو حرام قرار دیا ہے، وہ نکاح صحیح سے الگ چیز ہے۔''

(تفسير الطّبري : ٧٣٨/٣، طبع دار الحديث، القاهرة)

❁ ابن خُوَیزمنداد بصری رحمہ اللہ (۳۹۰ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ سے متعہ کا جواز کشید کرنا جائز نہیں، کیونکہ ایک تو رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ متعہ سے منع فرما دیا ہے اور اسے حرام قرار دے دیا ہے، دوسرا یہ کہ اللہ نے (اس سے اگلی آیت میں) ارشاد فرمایا: ﴿فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾ (تم ان عورتوں سے ان کے گھر والوں کی اجازت سے نکاح کرو) اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ عورت کے گھر والوں کی اجازت، یعنی ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں جو نکاح ہوتا ہے، وہ نکاحِ شرعی ہی ہوتا ہے، نکاحِ متعہ کی صورت یہ نہیں ہوتی۔''

(تفسير القرطبي : 5/129-130)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں متعہ کے حلال ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾، ﴿وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ''اور ان (مذکورہ

محرمات) کے علاوہ جو عورتیں ہیں ، وہ تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں ، (شرط یہ ہے) کہ تم اپنے مال (مہر) کے بدلے انہیں حاصل کر کے ان سے نکاح کرو اور تمہاری نیت بدکاری کی نہ ہو ، پھر جن سے مہر کے عوض تم فائدہ اٹھاؤ ، انھیں ان کے مقرر کیے ہوئے مہر دے دو ، اگر تم مہر مقرر کر لینے کے بعد اس (میں کمی بیشی) پر راضی ہو جاؤ ، تو تم پر کوئی گناہ نہیں ۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا ، بڑی حکمت والا ہے ۔ اور جو شخص آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو......'' یہاں جن عورتوں سے فائدہ اٹھانے کی بات ہے ، ان سے مراد وہ عورتیں ہیں ، جن سے دخول ہو چکا ہے ۔ نکاح کے بعد عورت سے دخول کرنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حق مہر ادا کرے ۔ جس عورت کو دخول سے قبل ہی طلاق ہو جائے اور خاوند اس سے دخول کی صورت میں فائدہ نہ اٹھا پایا ہو ، وہ پورے حق مہر کی مستحق نہیں ہوتی ، بلکہ اسے نصف مہر دیا جائے گا ، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے : ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيظًا﴾ ''اور تم مہر میں سے کیسے واپس لو گے ، حالانکہ تم ایک دوسرے سے ملاپ کر چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے پختہ عہد لیا ہے ؟'' اس آیت میں بھی نکاح کے بعد ملاپ کو حق مہر کی ادائیگی کے لزوم کا سبب بتایا گیا ہے ۔ وضاحت یوں ہے کہ اس آیت میں ابدی نکاح کو چھوڑ کر مال کے بدلے وقتی نکاح کی تخصیص کی کوئی صورت نہیں ، بلکہ ابدی نکاح ہی مکمل حق مہر ادا کرنے کا زیادہ حق دار ہے ۔ ضروری ہے کہ یہ آیت ابدی نکاح پر دلالت کرے ۔ یہ دلالت خواہ تخصیص کے انداز سے ہو ،

خواہ عموم کے انداز سے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد لونڈیوں کے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بات مطلق طور پر آزاد عورتوں کے نکاح کے متعلق تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ سلف کے ایک گروہ کی قرأت یوں تھی :﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''تم ان عورتوں میں سے جس سے ایک مقرر وقت تک فائدہ اٹھاؤ۔۔۔'' تو جواب یہ ہے کہ یہ قرأت متواتر نہیں، بلکہ اس کا زیادہ سے زیادہ رتبہ اخبارِ آحاد کی طرح ہے۔

ہم اس بات کے انکاری نہیں کہ متعہ شروع اسلام میں حلال تھا، لیکن یہاں بات یہ ہے کہ اس پر قرآنِ کریم دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ الفاظ اگرچہ نازل ہوئے تھے، لیکن یہ مشہور قرأت میں ثابت نہیں ہوئے، لہذا یہ منسوخ ہیں۔ان کا نزول اس وقت ہوا ہوگا، جب متعہ ابھی جائز تھا۔ جب متعہ کو حرام قرار دیا گیا، تو یہ الفاظ منسوخ ہو گئے اور وقتی نکاح میں حق مہر کی ادائیگی کا حکم مطلق (ابدی) نکاح میں مہر کی ادائیگی پر تنبیہ کرنے کے لیے رہ گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں قرأتیں حق ہیں۔ جب وقتی نکاح، یعنی متعہ حلال تھا، تو حق مہر دینا واجب تھا۔ یہ آغاز اسلام میں جائز تھا، لہذا اس آیت میں کوئی ایسی بات نہیں، جس سے یہ معلوم ہو کہ وقتی نکاح، یعنی متعہ اب بھی حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے لیے عورتوں سے مقررہ وقت تک متعہ کرنا حلال کر دیا گیا ہے، بلکہ فرمانِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم نے فائدہ حاصل کیا ہے، ان کو حق مہر ادا کرو۔ عورت سے فائدہ اٹھانا حلال ہونے کی صورت میں ہو یا شبہے

کی صورت میں، یہ آیت دونوں طرح کے فائدے کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنت رسول اور اجماعِ امت دونوں دلائل سے نکاحِ فاسد میں حق مہر واجب ہے۔ فائدہ حاصل کرنے والا جب اس کام کو حلال سمجھتا ہو، تو اس پر حق مہر واجب ہے۔ رہا حرام متعہ، تو اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر وہ کسی عورت سے اس کی رضامندی سے بغیر نکاح کے فائدہ حاصل کرے گا، تو یہ زنا ہوگا۔ اس میں کوئی حق مہر نہیں۔ اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو، تو اس میں اختلاف مشہور ہے۔ یہ جو بات ذکر کی جاتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع کیا تھا، تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے پہلے عورتوں سے متعہ حلال قرار دیا تھا، لیکن بعد میں اسے حرام کر دیا تھا۔ اس بات کو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں ثقہ راویوں نے امام زہری سے اور انہوں نے اس روایت کو محمد بن حنفیہ کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور حسن سے بیان کیا ہے۔ وہ دونوں اسے اپنے والد محمد بن حنفیہ سے بیان کرتے ہیں، وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب متعہ کو حلال کہا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: آپ (اس مسئلہ میں) راہِ حق سے پھسل گئے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے سال متعہ اور گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے دیا تھا۔ امام زہری سے اس روایت کو امام مالک بن انس، امام سفیان بن عیینہ وغیرہما نے بیان کیا ہے جو کہ ان کے زمانے کے سب سے بڑے علمائے سنت و حفاظِ حدیث اور ائمہ اسلام تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کے علم، عدالت اور حفظ پر مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے۔ محدثین کرام کا اس حدیث

کے صحیح ہونے اور تلقی بالقبول حاصل کرنے پر اتفاق ہے۔ اہل علم میں سے کسی نے اس میں کوئی طعن نہیں کی۔ اسی طرح صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو فتح مکہ والے سال قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا تھا......... یوں اہل سنت والجماعت نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین کی اس چیز میں پیروی کی ہے جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کی ہے، جبکہ شیعہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس بات میں مخالفت کی ہے، جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالف کی بات مانی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیوی اور لونڈی کو حلال قرار دیا ہے، جبکہ جس عورت سے متعہ کیا جائے، وہ نہ بیوی ہے، نہ لونڈی۔ اگر وہ بیوی ہوتی، تو وراثت کی حقدار بنتی، اس پر مرد کی وفات کی وجہ سے عدت لازم ہوتی، نیز تین طلاقیں اس پر واقع ہوتیں، کیونکہ قرآنِ کریم میں بیوی کے یہی احکام ہیں۔ جب متعہ والی عورت میں نکاح کے لوازم موجود نہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ نکاح نہیں ہوا، کیونکہ لازم کے ختم ہونے سے ملزوم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیویوں اور لونڈیوں کو حلال قرار دے کر باقی عورتوں کو حرام کہہ دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾، ﴿إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾ ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ ''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بیویوں اور لونڈیوں سے ایسے تعلقات رکھنے پر ملامت نہیں، لیکن جو لوگ تکمیل خواہش کے لیے کوئی

دوسرا رستہ اختیار کریں، وہ باغی ہیں۔'' متعہ کے حرام ہونے کے بعد جس عورت سے متعہ کیا جائے، وہ نہ بیوی ہے، نہ لونڈی، لہٰذا متعہ قرآنِ کریم کی نص سے حرام قرار پا رہا ہے۔ متعہ والی عورت کا لونڈی نہ ہونا، تو واضح ہے، لوازم نکاح نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیوی بھی نہیں ہے، کیونکہ وراثت کا باعث بننا، عورت پر عدت کا ثابت ہونا، تین طلاقوں کا واقع ہونا اور دخول سے قبل طلاق کی صورت میں نصف حق مہر کا حق دار ہونا وغیرہ لوازم نکاح میں سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی بیوی وارث نہیں بھی بنتی، جیسا کہ ذمی عورت اور لونڈی ہے۔ ان سے کہا جائے کہ ان کے نزدیک ذمی عورت سے نکاح جائز ہی نہیں اور لونڈی سے بھی بوقت ضرورت نکاح کیا جا سکتا ہے، لیکن ان کے نزدیک متعہ مطلقاً جائز ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ذمی عورت اور لونڈی سے نکاح وراثت کا حق دار بننے کا سبب ہے، لیکن یہاں ایک رکاوٹ موجود ہے، یعنی غلامی اور کفر، جیسا کہ نسب بھی وراثت کا حق دار بناتا ہے، لیکن جب بیٹا غلام یا کافر ہو، تو رکاوٹ آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب باپ کی زندگی میں بیٹا آزاد ہو جائے یا مسلمان ہو جائے، تو وہ باپ کا وارث بنے گا۔ اسی طرح جب ذمی بیوی اپنے خاوند کی زندگی میں مسلمان ہو جائے، تو اس کے وارث بننے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ یہ ساری صورت حال متعہ والی عورت سے مختلف ہے، کیونکہ اس کا نکاح (متعہ) وراثت کا سبب نہیں بنتا۔ یہ کسی بھی صورت میں وارث نہیں بن سکتی۔ یہ نکاح اس ولد زنا کی طرح ہے، جو اپنے خاوند کے بستر پر پیدا ہوا ہو۔ ایسا بچہ زانی کو کبھی بھی نہیں مل سکتا۔ وہ بچہ زانی کا ایسا بیٹا نہیں ہو

گا، جواس کا وارث بن سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی کبھی نسب کے احکام بدل جاتے ہیں، یہی معاملہ نکاح کا ہے۔۔۔تو کہا جائے گا کہ اس میں اختلاف ہے اور جمہور اسے تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس میں شیعہ کے لیے کوئی دلیل نہیں، کیونکہ متعہ والی عورت سے بیوی ہونے کے تمام لوازمات ختم ہیں۔ اس میں حلال نکاح کی کوئی خصوصیت موجود نہیں ہوتی......۔''

(منهاج السّنة : 155/2)

سوال: کیا صرف مالیت والی چیز کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے یا کسی فعل کو بھی مہر مقرر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر فریقین کسی کام کو حق مہر مقرر کرنے پر رضامند ہوں، تو اسے بھی مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنا دیا۔''

(صحيح البخاري : 5086، صحيح مسلم : 1365)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ابوطلحہ نے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، تو انہوں نے فرمایا: ابوطلحہ! آپ جیسے شخص کو رد نہیں کیا جاتا، لیکن آپ کافر ہیں اور میں مسلمان عورت

ہوں۔ میرے لیے آپ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں، تو یہی میرا حق مہر ہوگا، اس سے زائد میں کچھ نہیں مانگوں گی۔ ابوطلحہ مسلمان ہو گئے، یوں یہی (ان کا مسلمان ہونا) سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حق مہر بن گیا۔ ثابت کہتے ہیں: میں نے کسی عورت کا اتنا قیمتی مہر نہیں سنا، جتنا قیمتی مہر ام سلیم رضی اللہ عنہا کا تھا، یعنی ان کو حق مہر میں اسلام ملا تھا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے، تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر بچہ پیدا ہوا۔''

(سنن النّسائي :3341، وسندہٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام ابن حبان (۷۱۸۷) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (المختارہ : ۴۲۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 115/9)

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک عورت کہنی لگی: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں، میرے متعلق اپنے خیال کا اظہار کیجیے۔ ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: ان سے میری شادی کروا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا کر کچھ تلاش کر لائیے، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ راوی کہتے ہیں: وہ گیا اور نہ تو لوہے کی انگوٹھی لایا اور نہ ہی کوئی اور چیز لایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ کو قرآن کی کوئی سورت یاد ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ان سورتوں کے عوض جو اسے یاد تھیں، اس کی شادی کر دی۔''

(صحيح البخاري : 5149، صحيح مسلم : 1425)

ثابت ہوا کہ کسی کام اور عمل کو بھی حق مہر بنایا جا سکتا ہے۔

سوال: نابالغ لڑکے کا نکاح ہوا، مہر کس پر واجب ہوگا؟

جواب: نابالغی میں نکاح ہوسکتا ہے، مگر اس کے قائم رکھنے یا رد کرنے کا اختیار بلوغت کے بعد ہوگا، لہٰذا نابالغ پر بلوغت سے پہلے مہر واجب نہ ہوگا۔ البتہ بلوغت کے بعد اگر وہ نکاح کو قائم رکھے، تو اس پر مہر واجب ہو جائے گا۔

سوال: اگر باپ ضامن ہو، تو کیا اس سے مہر کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: شوہر پر مہر کس عمر میں واجب ہوتا ہے؟

جواب: بالغ ہونے کے بعد اگر شوہر نکاح قائم رکھے، تو اس پر مہر واجب ہو جاتا ہے۔

سوال: نکاح کے وقت لڑکی کی عمر اور حالت نکاح خواں پر ظاہر نہیں کی گئی، کیا نکاح منعقد ہوگا اور کیا مہر لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر نکاح خواں پر حالت واضح نہیں، تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر لازم ہوگا۔ البتہ لڑکی اور لڑکے دونوں پر ایک دوسرے کی حالت کا واضح ہونا ضروری ہے۔

سوال: اگر عورت پہلی رات اپنا مہر معاف کر دے، تو کیا معاف ہو جائے گا؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: ایک شخص نے نکاح میں مکان کو حق مہر مقرر کیا اور نکاح کے بعد رجسٹری کرانے کا وعدہ کیا، مگر نکاح کے بعد تین سال گزر چکے ہیں، رجسٹری نہیں کرائی، کیا نکاح قائم رہا یا نہیں؟

جواب: نکاح صحیح ہے، البتہ جب تک رجسٹری نہ ہوگی، مہر کی ادائیگی نہ ہوگی۔

(سوال): جس کا شوہر کئی برس سے پاگل ہے، آفاقہ کی کوئی اُمید نہیں، کیا عورت بغیر طلاق کے آگے شادی کر سکتی ہے اور حق مہر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک شوہر حالت صحت میں طلاق نہ دے دے یا عورت خلع سے نکاح فسخ نہ کر دے، دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتی۔ اگر شوہر حالت صحت میں طلاق دے دے، تو عورت مکمل مہر کی حق دار ہو گی، البتہ فسخ کی صورت میں عورت حق مہر کی مستحق نہ ہو گی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی زوجہ کا حق مہر ادا نہیں کیا اور نہ اس سے معاف کرایا، اب زوجہ وفات پا چکی ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): حق مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ہے اور اب یہ رقم زوجہ کے ورثا میں تقسیم ہو گی۔ البتہ اگر ورثا اپنا اپنا حصہ معاف کر دیں، تو شوہر سے مہر کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی۔

(سوال): کیا مہر معاف کرنے کے لیے گواہ بنانا ضروری ہے؟

(جواب): ضروری نہیں، البتہ بہتر ہے، تاکہ کل کلاں جھگڑا نہ ہو۔

(سوال): عورت کی بیماری پر جو اخراجات شوہر اٹھائے، کیا وہ حق مہر میں شمار ہوں گے؟

(جواب): عورت کی ضروریات کو پورا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے، اس کا حق مہر سے کچھ تعلق نہیں، لہٰذا بیماری کے اخراجات حق مہر میں محسوب نہ ہوں گے۔

(سوال): اگر بیوی شوہر کی نافرمان ہو، تو کیا وہ حق مہر کی مستحق ہو گی؟

(جواب): ہر صورت میں حق مہر کی مستحق ہو گی۔

(سوال): مرتدہ سے نکاح کر لیا، تو کیا وہ حق مہر کی مستحق ہو گی؟

(جواب): مرتدہ سے نکاح جائز نہیں، یہ نکاح باطل ہے، البتہ ایسی عورت سے اگر خلوت اختیار کی ہے، تو عورت حق مہر کی مستحق ہو گی، کیونکہ شوہر اس کی شرمگاہ کو استعمال کر

چکا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

باطل نکاح سے عورت کی شرمگاہ کو حلال کیا جائے، تو مہر لازم ہوتا ہے۔

(سوال): نکاح کے وقت مہر مؤجل طے پایا تھا، اب لڑکی کا ولی مہر معجّل کا دعویٰ کرتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب مہر مؤجل طے پایا تھا، تو لڑکی کا ولی معجّل ادائیگی کا مطالبہ نہیں کر سکتا، البتہ اگر شوہر ولی کے مطالبہ پر مہر معجّل ادا کر دے، تو مہر ادا ہو جائے گا اور اگر معجّل ادا نہ کرے، تو بھی نکاح میں خلل واقع نہ ہوگا۔

(سوال): اگر فوت ہونے والے شوہر کی جائیداد مہر کی مقدار سے کم ہو، تو کیا باقی رقم کا مطالبہ ورثا سے کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): حق مہر کی رقم شوہر کے ترکہ سے لی جا سکتی ہے، اگر وہ رقم ترکہ سے پوری نہ ہو، تو باقی رقم کا مطالبہ میت کے ورثا سے کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا عورت کی زندگی میں دوسرا کوئی حق مہر میں حصہ دار ہے؟

جواب: مہر صرف عورت کا حق ہے، جب تک عورت زندہ ہے، کوئی دوسرا مہر میں حصہ دار نہیں، البتہ عورت کی وفات کے بعد مہر کی رقم ترکہ میں شامل ہوگی اور وارثوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

سوال: اگر بیوی شوہر کا قیمتی سامان لے کر بھاگ جائے، تو کیا وہ مہر کی رقم سے وضع کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اگر ثابت ہو جائے کہ عورت نے شوہر کا بیش قیمت سامان چرایا ہے، تو اسے حق مہر کی رقم میں محسوب کیا جا سکتا ہے۔

سوال: زنا کی وجہ سے بیوی کو طلاق دے، تو مہر کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر مدخولہ ہے، تو پورے مہر کی مستحق ہوگی، زنا سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔

سوال: مہر مؤجل طے ہوا تھا، مگر شوہر نے معجّل ادا کر دیا، تو ادائیگی ہو جائے گی؟

جواب: اگر بیوی مہر مؤجل کو معجّل وصول کرنے پر راضی ہے، تو اس سے ادائیگی ہو جائے گی اور اس کے بعد شوہر مہر مؤجل ادا کرنے کا پابند نہ ہوگا۔

سوال: کیا حق مہر معاف کرنے کے لیے عورت کو والدین کی اجازت ضروری ہے یا بغیر اجازت کے مہر معاف کر سکتی ہے؟

جواب: بالغ عورت حق مہر کی مالکہ ہے، وہ اس میں تصرف کا پورا اختیار رکھتی ہے، لہٰذا حق مہر معاف کرنے کے لیے اسے والدین سے اجازت کی ضرورت نہیں۔

سوال: طلاق کے بعد جب دوبارہ اسی مرد سے نکاح ہوا، تو کیا پہلا مہر لے سکتی ہے؟

جواب: عورت پہلے نکاح کے مہر کی بھی مستحق ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): نکاح کے وقت جتنا مہر طے ہوا تھا، اس کا ایک حصہ شوہر نے ادا کر دیا، تو کیا طلاق کی صورت میں شوہر پر بقیہ مہر دینا بھی لازم ہوگا؟

(جواب): مدخولہ پورے مہر کی حق دار ہے، طلاق یا وفات شوہر کی صورت میں اسے مہر کی بقیہ رقم بھی ادا کی جائے گی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنے داماد سے کہا کہ میری بیٹی کو طلاق دے دو، داماد نے کہا کہ اگر مہر معاف کر دو، تو میں طلاق دے دیتا ہوں، تو زوجہ کے باپ نے ضامن ہو کر کہا کہ میں اپنی بیٹی سے مہر معاف کرا دوں گا، اب شوہر نے طلاق دے دی، مگر بیوی نے حق مہر معاف نہیں کیا اور مطالبہ کر رہی ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق تو ہو گئی ہے، البتہ اگر بیوی نے حق مہر معاف نہیں کیا، تو وہ شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کر سکتی۔

(سوال): اگر خنثیٰ سے نکاح ہو جائے، تو کیا وہ مہر کی حق دار ہوگی؟

(جواب): خنثیٰ سے نکاح نہیں ہوتا اور نہ اس سے خلوت صحیحہ ہو سکتی ہے، لہٰذا یہ بالکل مہر کی حق دار نہیں، نہ نصف مہر کی اور نہ پورے مہر کی۔

(سوال): کیا ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

(جواب): ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ.

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے۔

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود: ۲۱۹۴، سنن الترّمذي: ۱۲۲۵، سنن ابن ماجه: ۲۰۳۹، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي: ۵۸/۲، سنن الدّارقطني: ۲۵۶/۳۔۲۵۷، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔ (التّلخيص الحبير: ۲۱۰/۳)

عبدالرحمٰن بن حبیب بن اردک ''حسن الحدیث'' ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ.

''اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر علما کا اسی پر عمل ہے۔''

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ صَرِيحَ لَفْظِ الطَّلَاقِ إِذَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فَإِنَّهٗ مُؤَاخَذٌ بِهٖ وَلَا يَنْفَعُهٗ أَنْ يَّقُولَ: كُنْتُ لَاعِبًا أَوْ هَازِلًا أَوْ لَمْ أَنْوِ بِهٖ طَلَاقًا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ.

''تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ طلاق کا صریح لفظ جب کسی بالغ عاقل کی زبان پر

جاری ہو جائے، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ گو وہ کہتا پھرے کہ میں نے مذاق کیا تھا یا طلاق کی نیت ہی نہیں کی تھی، یا اس طرح کی کوئی اور بات کرے۔''

(مَعالِم السّنن : ٢٤٣/٣، شرح السّنة للبَغَوي : ٢٢٠/٩)

(سوال): حالتِ حمل میں طلاق ہوئی، تو دورانِ عدت نان ونفقہ کس کے ذمہ ہوگا؟

(جواب): حالتِ حمل میں طلاق ہو جانے کی صورت میں دوران عدت، عدت خواہ طلاق رجعی کی ہو یا طلاق بائن کی، ہر دو صورت نان ونفقہ خاوند کے ذمہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ .

(الطّلاق : ٦)

''عورتیں حاملہ ہوں، تو وضعِ حمل تک ان کا نفقہ تم پر واجب ہے۔''

(سوال): رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے، تو عدت ہوگی؟

(جواب): رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے، تو عدت نہیں ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾(الأحزاب : ٤٩)

''مؤمنو! جب مومن عورتوں سے نکاح کرلو، پھر دخول سے قبل طلاق دے دو، تو ان پر کوئی عدت نہیں۔ بس انہیں فائدہ پہنچائیں اور عمدگی کے ساتھ چھوڑ دیں۔''

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّهُ إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ قَبْلَ الْمَسِيسِ وَالْخَلْوَةِ فَلَا عِدَّةَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر خلوت اور مجامعت سے پہلے طلاق ہو جائے، تو عورت پر کوئی عدت نہیں۔''

(زاد المسير : 472/3)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا طُلِّقَتْ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا فَتَذْهَبُ فَتَتَزَوَّجُ فِي فَوْرِهَا مَنْ شَاءَتْ، وَلَا يُسْتَثْنٰى مِنْ هٰذَا إِلَّا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، فَإِنَّهَا تَعْتَدُّ مِنْهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا بِالْإِجْمَاعِ أَيْضًا .

''علمائے کرام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ غیر مدخولہ کی طلاق کی کوئی عدت نہیں، وہ جس سے چاہے شادی کرسکتی ہے۔ ہاں وہ عورت اس حکم سے خارج ہے، جس کا خاوند فوت ہو جائے، کیوں کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ خواہ وہ غیر مدخولہ ہی کیوں نہ ہو، چار مہینے دس دن عدت گزارے گی۔''

(تفسير ابن كثير : ١٩٤/٥)

سوال: ایک یا دو طلاقیں دی، بیوی عدت میں ہے، کیا خاوند اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی رجوع کرسکتا ہے؟

جواب: ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں۔ بیوی عدت میں ہے، خاوند اس کے نہ چاہتے

ہوئے بھی رجوع کر سکتا ہے، خواہ عورت کا ولی بھی نہ چاہتا ہو، تو بھی رجوع کا حق رکھتا ہے۔
اس پر قرآن و حدیث اور اجماع امت سے دلائل ہیں۔

قرآنی دلائل:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَالِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾

(البقرة : ٢٢٨)

''شوہر رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اگر صلح کا ارادہ ہو۔''

② قرآنی نص ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾

(البقرة : ٢٣١)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں، تو انہیں اچھے طریقے سے اپنے گھروں میں روک سکتے ہو۔''

③ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

(البقرة : ٢٢٩)

''طلاق (سنی) دو مرتبہ ہے۔ اس میں یا تو اچھے طریقے سے رجوع کر لیا جائے یا حق تلفی کیے بغیر رخصت کر دیا جائے۔''

حدیثی دلائل:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، تو ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ العِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ .

''انہیں کہیں کہ رجوع کر لیں، پھر طہر تک روکے رکھیں، تا آنکہ بیوی حیض کے بعد دوبارہ طہر میں آ جائے۔ پھر رکھنا چاہیں، تو رکھیں، طلاق دینا چاہیں، تو طلاق دے دیں۔ اللہ کا مقرر کردہ اندازِ طلاق یہی ہے۔''

(صحيح البخاري : ٥٢٥١، صحيح مسلم : ١٤٧١)

② مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ، ثُمَّ يَقَعُ بِهَا، وَلَمْ يُشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا، وَلَا عَلٰى رَجْعَتِهَا، فَقَالَ : طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، أَشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا، وَعَلٰى رَجْعَتِهَا، وَلَا تَعُدْ .

''سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کی بابت پوچھا گیا، جو اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے جماع کر لیتا ہے اور طلاق و رجوع پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتوی دیا کہ آپ نے طلاق و رجوع میں سنت کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا طلاق و رجوع پر گواہ بنائیں اور آئندہ ایسا مت کریں۔''

(سنن أبي داؤد : ٢١٨٦، سنن ابن ماجه : ٢٠٢٥، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔(تُحفة المُحتاج : ١٤٨٨)

③ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، بعد میں رجوع کرلیا۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٢٨٣، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : ٥٧٢٣، سنن ابن ماجه : ٢٠١٦، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۷۵) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا طَلَّقَ حَفْصَةَ أُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَرَاجَعَهَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رجوع کرنے کا کہا گیا، آپ نے رجوع کرلیا۔''

(الطّبقات الكبرىٰ لابن سعد : ٦٧/٨، وسندهٗ حسنٌ)

اجماع:

علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ الزَّوْجَ رَجْعَةٌ .

''علمائے کرام کا اجماع ہے کہ خاوند رجوع کا حق رکھتا ہے۔''

(سُبُل السّلام : ٣٤٨/٣)

سوال: ایک یا دو طلاقیں دیں، بیوی عدت میں تھی کہ شوہر کی وفات ہوگئی، کیا بیوی

وارث بنے گی؟

(جواب): بیوی وارث بنے گی، اسی طرح بیوی دورانِ عدت فوت ہو جائے، تو شوہر وارث بنے گا۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ فِي مَرَضِهٖ فَبَتَّهَا قَالَ : أَمَّا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَوَرَّثَهَا، وَأَمَّا أَنَا فَلَا أَرٰى أَنْ أُوَرِّثَهَا بِبَيْنُونَتِهٖ إِيَّاهَا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا، جو اپنے مرض الموت میں طلاقِ بتہ دے۔ فرمانے لگے: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تو اسے وارث قرار دیتے ہیں، جب کہ میں اسے وارث نہیں سمجھتا، کیوں کہ وہ اسے طلاقِ بتہ دے چکا ہے۔'' (السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٦٢/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ هُوَ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ الزَّوْجُ مُخَيَّرًا مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ بَيْنَ تَرْكِهَا لَا يُرَاجِعُهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، فَتَمْلِكُ أَمْرَهَا فَلَا يُرَاجِعُهَا إِلَّا بِوَلِيٍّ وَرِضَاهَا، وَصَدَاقٍ، وَبَيْنَ أَنْ يُشْهِدَ عَلَى ارْتِجَاعِهَا فَقَطْ فَتَكُونُ زَوْجَتُهٗ أَحَبَّتْ أَمْ كَرِهَتْ بِلَا وَلِيٍّ وَلَا صَدَاقٍ، لَكِنْ بِإِشْهَادٍ فَقَطْ، وَلَوْ مَاتَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ تَمَامِ الْعِدَّةِ وَقَبْلَ الْمُرَاجَعَةِ وَرِثَهُ الْبَاقِي مِنْهُمَا وَهٰذَا لَا

خِلَافَ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ .

''رجعی طلاق یہ ہے، جس میں خاوند یا تو اپنی بیوی کو عدت کے اختتام تک چھوڑے رکھے۔ عدت کے بعد عورت آزاد ہے۔ خاوند دوبارہ بسانا چاہے، تو عورت کی رضا مندی، ولی کی اجازت اور نئے حق مہر کے ساتھ اسے بیوی بنا سکتا ہے، یا پھر (عدت کے دوران) گواہ بنا کر رجوع کر لے، تو وہ اس کی بیوی رہے گی، بیوی (اس رجوع پر) راضی ہو، یا نہ ہو۔ اس میں کسی ولی یا نئے حق مہر کی ضرورت نہیں، بس گواہی کافی ہے۔ عدت ختم ہونے یا رجوع سے پہلے خاوند یا بیوی فوت ہو جائے، تو دوسرا وارث بنے گا۔ اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔'' (المحلّٰی بالآثار : ۹/٤٨٤)

✿ نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اجماع ذکر کیا ہے۔

(مجموع الفتاویٰ : ۹/۳۳)

سوال: ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں، عورت کی عدت بھی ختم ہو گی، اب گھر آباد کرنے کی کیا صورت ہے؟

جواب: نکاحِ جدید کے ساتھ بیوی بنا سکتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرة : ۲۳۲)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تو تم (اولیا) انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا

مند ہو جائیں۔''

② سیدنا **معقل بن یسار** رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَخَطَبَهَا، فَأَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ : ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢)

''سیدنا **معقل بن یسار** رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، عدت ختم ہونے تک چھوڑے رکھا، پھر نکاح کا پیغام بھیجا، تو سیدنا **معقل** رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢)''انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔''(صحيح البخاري : ٤٥٢٩)

③ سیدنا **معقل بن یسار** رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ : لَا، وَاللّٰهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا، قَالَ : فَفِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : ٢٣٢) الْآيَةَ، قَالَ : فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ .

''مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے

اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاق رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہو گئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔'' اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔'' (سنن أبي داود: ٢٠٨٧، وسندهٗ حسنٌ)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) لکھتے ہیں:

أَنْ يُطَلِّقَهَا دُونَ الثَّلَاثِ ثُمَّ تَعُودَ إِلَيْهِ بِرَجْعَةٍ، أَوْ نِكَاحٍ جَدِيدٍ قَبْلَ زَوْجٍ ثَانٍ فَهٰذِهٖ تَرْجِعُ إِلَيْهِ عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ طَلَاقِهَا بِغَيْرِ خِلَافٍ نَعْلَمُهٗ.

''تین سے کم طلاقیں دے بیٹھے اور دوسرے خاوند سے نکاح کر لینے سے پہلے رجوع یا نکاح جدید کر کے اسے واپس لے آئے، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ عورت اپنے خاوند کی طرف بقیہ طلاق کی بنا پر واپس آسکتی ہے۔''

(المُغني: ٨/٤٤١)

سوال: ایک یا دو طلاقیں ہوئیں، عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کر لی، اس نے بھی طلاق دے دی، کیا پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، تَطْلِيقَةً، أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ، ثُمَّ تَرَكَهَا، حَتّٰى تَحِلَّ، وَتَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، فَيَمُوتُ عَنْهَا، أَوْ يُطَلِّقُهَا، ثُمَّ يَنْكِحُهَا زَوْجُهَا الْأَوَّلُ، فَإِنَّهَا تَكُونُ عِنْدَهٗ عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ طَلَاقِهَا.

جس عورت کو اس کا خاوند ایک یا دو طلاقیں دے دے اور عدت ختم ہو جانے تک رجوع نہ کرے، عورت کسی اور سے شادی کر لے اور وہ فوت ہو جائے یا طلاق دے دے، پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لے، تو یہ عورت پہلے خاوند کے پاس بقیہ طلاق کی بنا پر رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتی ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك: ٥٨٦/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(السّنن الكبرٰى للبيهقي: ٣٦٥/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ آخَرُ فَيُطَلِّقُهَا أَوْ يَمُوتُ عَنْهَا فَيَتَزَوَّجُهَا زَوْجُهَا الْأَوَّلُ قَالَ: فَتَكُونُ عَلٰى طَلَاقٍ جَدِيدٍ ثَلَاثٍ.

''ایک شخص نے دو طلاقیں دیں، پھر اس عورت سے کسی اور نے شادی کر لی۔ دوسرے خاوند نے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا، تو وہ پہلے خاوند سے شادی کر لیتی ہے۔ اس صورت حال کے متعلق سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ نئی تین طلاقوں کا مختار ہوگا۔'' (السّنن الكبرٰى: ٣٦٥/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

رہا طلاقِ جدید کا مسئلہ، تو یہ مرجوح ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا موقف ہی راجح ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کر کے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلٰی ذٰلِكَ السُّنَّةُ عِنْدَنَا الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا .

''اس مسئلہ میں ہمارے ہاں بغیر کسی اختلاف کے یہی طریقہ رائج ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٥٨٦/٢)

سوال: حاملہ کو طلاقِ رجعی ہو یا بائن یا وہ شوہر کی وفات کی عدت میں ہو، تو اس کا نان و نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: ہر دو صورت میں نان و نفقہ خاوند پر واجب ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

(الطّلاق : ٦)

''عورتیں حاملہ ہوں، تو وضعِ حمل تک ان پر خرچ کریں۔''

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا .

''آپ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، الا کہ آپ حاملہ ہوتیں۔''

(سنن أبي داود : ٢٢٩٠، وسندهٗ صحيحٌ)

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الْمَبْتُوتَةُ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا، حَتّٰى تَحِلَّ، وَلَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ،

إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، فَيُنْفَقُ عَلَيْهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا .
''طلاقِ بتہ والی عورت عدت ختم ہونے تک گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔ اس کے لیے نفقہ بھی نہیں ہوگا، ہاں حاملہ ہو، تو وضعِ حمل تک خرچہ شوہر کے ذمہ ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٨٣٧/٤)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَمْرُ عِنْدَنَا . ''ہمارا بھی یہی موقف ہے۔'' (ایضاً)

سوال: اگر ایک یا دو طلاقیں ہو جائیں، تو دورانِ عدت نفقہ وسکنی کس کے ذمہ ہے؟

جواب: رجعی طلاق میں دورانِ عدت تمام اخراجات اور رہائش بذمہ شوہر ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ .
''رجعی طلاق میں ہی عورت کے لیے نفقہ وسکنی ہے۔''

(سنن النّسائي : ٣٤٠٣، وسندهٗ صحيحٌ)

اس پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے۔

حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيَّةِ أَنَّهَا تَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ، وَالسُّكْنٰى عَلٰى زَوْجِهَا .
''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ طلاقِ رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ وسکنی خاوند کے ذمہ ہے۔'' (شرح السُّنّة : ٣٠٢/٩)

سوال: نکاح ہوا، مگر رخصتی سے پہلے ہی شوہر فوت ہو گیا، کیا بیوی عدت گزارے گی؟

(جواب): جی ہاں، عدت گزارے گی، کیونکہ شوہر کی وفات پر عدت مطلق بیان ہوئی ہے، اس میں استثنیٰ نہیں ہے۔

(سوال): بیوی رجعی طلاق کی عدت میں تھی کہ خاوند فوت ہو گیا، تو کیا کرے گی؟

(جواب): وہ اس عدت کو عدتِ وفات میں بدل دے گی، یعنی چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔

(سوال): نکاح سے پہلے ولیمہ کیسا ہے؟

(جواب): خلاف شرع ہے۔ ولیمہ نکاح کے بعد کی سنت ہے۔ اگر کوئی نکاح سے پہلے ولیمہ کرے گا، تو نکاح کی برکت ختم ہو سکتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

جُعِلَ الذِّلَّةُ، وَالصَّغَارُ عَلٰی مَنْ خَالَفَ أَمْرِي .

''جو میری حکم عدولی کرے گا، ذلت ورسوائی اس پر مسلط کر دی جائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : ۵۰/۲، وسندهٗ حسنٌ)

❁ احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''ولیمہ زفاف ''شب عروسی'' کی سنت ہے اور نا بالغ بھی زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔''

(ملفوظات، حصہ سوئم، ص۲۶۲)

(سوال): اگر کسی نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا اور فوت ہو گیا، کیا بیوی کا مہر قرضہ میں شمار ہوگا یا نہیں؟

(جواب): بیوی کا مہر قرض میں شمار ہوگا اور تقسیم ترکہ سے پہلے اس کی ادائیگی ہوگی۔

سوال: زانیہ حاملہ سے نکاح کیا، خلوت بھی اختیار کی، پھر طلاق دے دی، تو کتنا حق مہر شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: زانیہ حاملہ اگر اسی شخص سے نکاح کرے، جس سے زنا کیا ہے، تو دوران حمل نکاح ہوسکتا ہے، البتہ کسی اور شخص سے دوران حمل نکاح نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی سے نکاح کیا، تو یہ باطل ہے، البتہ خلوت اختیار کرنے کی صورت میں عورت پورے مہر کی مستحق ہے، کیونکہ باطل نکاح میں بھی خلوت اختیار کرنے سے مہر واجب ہو جاتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکم وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ باطل نکاح کے ذریعہ ہم بستر ہونے سے بھی مہر واجب ہوجاتا ہے۔

(سوال): اگر شوہر بیوی سے کہے کہ میری اجازت کے بغیر کہیں نہ جانا، ورنہ مہر ادا نہیں کروں گا، پھر عورت بغیر اجازت چلی گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مہر ادا کرنا شوہر پر لازم ہے اور عورت پر لازم یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے اجازت کے بغیر کہیں نہ جائے، اب اگر دونوں میں سے کوئی اپنا فرض ادا نہ کرے، تو اس سے دوسرے کا فرض ساقط نہیں ہوتا، لہٰذا ہر صورت عورت کو مہر دینا شوہر کے ذمہ ہے، خواہ وہ بات مانے یا نہ مانے، اجازت لے، یا نہ لے۔

(سوال): پہلے نکاح دو ہزار روپے حق مہر کے عوض کیا، پھر اسی عورت سے تجدید نکاح دس ہزار روپے حق مہر کے عوض کیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): ہر نکاح کے لیے الگ مہر لازم ہے۔ دونوں مہر شوہر کے ذمہ ہیں، نیز ایک ہی عورت سے اگر دوسری مرتبہ نکاح ہو، تو اس کا مہر پہلے مہر سے مختلف ہوسکتا ہے۔

(سوال): اگر غلطی سے رضاعی بہن بھائی کا نکاح ہوگیا، تو مہر لازم ہوگا یا نہیں؟

(جواب): رضاعی بہن بھائی کا نکاح نہیں ہوتا، یہ حرام رشتہ ہے، کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں، البتہ اگر نکاح ہوگیا، تو خلوت کی صورت میں پورا حق مہر لازم ہوگا، خواہ نکاح غلطی سے ہوا ہو، یا جانتے بوجھتے ہوا ہو، کیونکہ ہر باطل نکاح میں خلوت سے مہر لازم ہوجاتا ہے۔

(سوال): بغیر مہر کے نکاح ہوا اور خلوت سے پہلے طلاق ہوگئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح میں مہر ہونا ضروری ہے، بغیر مہر نکاح نہیں ہوتا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں چونکہ خلوت اختیار نہیں کی گئی، تو کچھ مہر لازم نہ ہوگا۔

(سوال): خلوت سے پہلے طلاق دینے سے مہر لازم ہوگا یا نہیں؟

(جواب): اگر نکاح صحیح ہے، تو خلوت سے پہلے طلاق دینے سے نصف مہر لازم ہوگا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾(البقرة : ٢٣٧)

''تم نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی اور اس کا مہر بھی مقرر کیا تھا، تو مقررہ مہر کا نصف ادا کرنا ضروری ہے۔''

(سوال): جس بیماری میں بیوی نے مہر معاف کیا، اسی بیماری میں بیوی فوت ہوگئی، کیا مہر معاف ہوا یا نہیں؟

(جواب): اگر بیوی نے ہوش وحواس میں بغیر کسی دباؤ کے مہر معاف کیا تھا، تو حق مہر معاف ہے، شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی نہیں۔

(سوال): اگر بیوہ نکاح کرلے، تو پہلے خاوند کے ترکہ اور مہر کی مستحق رہتی ہے؟

(جواب): بیوہ آگے نکاح کرے یا نہ کرے، پہلے خاوند سے ترکہ اور مہر کی مستحق رہتی ہے، نیز کوئی بیوہ کو نکاح سے نہیں روک سکتا، بلکہ وہ ولی کی اجازت سے آگے نکاح کرلے، یہی اس کی آئندہ زندگی کے لیے بہتر ہے، ورنہ وہ زندگی بھر دوسروں کے سہارے کی محتاج رہے گی اور خوش حال زندگی بسر نہیں کر سکے گی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا ابن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے، مدینہ میں فوت ہو گئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو پیشکش کی، میں نے کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، انہوں نے فرمایا: میں غور و فکر کروں گا، (پھر بتاؤں گا)، میں کچھ راتیں ٹھہر گیا، پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا: میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ میں اس وقت شادی نہ کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں (آخر ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا)۔"

(صحيح البخاري : 5129)

(سوال): مہر مؤجل طے ہوا تھا، مگر شوہر نے معجّل ادا کر دیا اور بیوی نے اس رقم کا زیور بنالیا، تو کیا وفات شوہر کے بعد عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): جب مہر کو معجّل کر کے ادا کر دیا گیا، تو اب مطالبہ نہیں۔

(سوال): نکاح کے وقت پورا مہر ادا کر دیا، مگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی، تو کیا اب شوہر آدھا مہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): اس صورت میں عورت نصف مہر کی مستحق ہے، اب اگر شوہر چاہے، تو آدھا مہر واپس لے سکتا ہے، اگر معاف کر دے، تو بہتر ہے۔

(سوال): کیا لونڈی کی آزادی کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور اسی آزادی کو حق مہر بنایا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ

عِتْقَهَا صَدَاقَهَا .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اوران کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنادیا۔''

(صحيح البخاري : 5086، صحيح مسلم : 1365)

(سوال): مہر معجّل کا مطالبہ لڑکے سے ہوگا یا اس کے والد سے؟

(جواب): اگرلڑکا بالغ ہے، تو مہر کا مطالبہ لڑکے سے ہوگا اور اگرلڑکا نابالغ ہے، تو مہر معجّل کا مطالبہ لڑکے کے والد سے ہوگا۔

(سوال): مہر کس کی ملکیت ہے؟

(جواب): مہر دلہن کی ملکیت ہے، وہ اس میں پورا تصرف کرسکتی ہے۔

(سوال): مہر کتنا ہونا چاہیے؟

(جواب): مہر حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے، حیثیت سے زیادہ مہر مستحسن نہیں۔

(سوال): کنواری کہہ کر مہر دس ہزار مقرر کیا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ شوہر دیدہ ہے، تو اس صورت میں مہر کتنا ہوگا؟

(جواب): لڑکی والوں نے جو دھوکہ دیا اس پر گناہ گار ہوئے، مگر چونکہ دس ہزار مہر پر نکاح ہوا، تو اب شوہر کے ذمہ دس ہزار ہی واجب الادا ہوں گے۔

(سوال): نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت قابل جماع نہیں، تو کیا مہر واجب ہوگا؟

(جواب): اگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی، تو نصف مہر شوہر کے ذمہ ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شوہر مرتد ہو گیا، کیا اب بھی اس سے مہر وصول کیا جائے گا؟

جواب: مرتد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، البتہ مرتد شوہر سے عورت شرعاً وقانوناً حق مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

سوال: نکاح حلالہ میں حق مہر دینا ہے یا نہیں؟

جواب: نکاح حلالہ ناجائز و باطل ہے، یہ زنا ہے، البتہ اگر مرد نے اس باطل نکاح کی صورت میں عورت سے خلوت اختیار کی، تو مہر واجب ہو گیا، کیونکہ ہر باطل نکاح کے ذریعے ہم بستر ہونے سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق

مہر ملے گا۔

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اگر نابالغ شوہر فوت ہو جائے، تو مہر اور عدت لازم ہوگی یا نہیں؟

جواب: نابالغی کا نکاح صحیح ہے۔ اس لیے نابالغ شوہر فوت ہو جائے، تو بیوی حق مہر اور وراثت کی مستحق ہے، نیز وہ چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر بھی گزارے گی۔

سوال: جس نکاح میں مہر کی مقدار حیثیت سے بہت زیادہ ہو، تو کیا ایسا نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: مہر کی مقدار حیثیت کے مطابق ہونی چاہیے، حیثیت سے زائد مقدار غیر مستحسن ہے۔ البتہ ہر صورت میں نکاح ہو جاتا ہے۔

سوال: بیوی نے مہر معجّل وصول کر لیا، کیا اس کے بعد وہ شوہر کے گھر رخصت ہونے سے منع کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: مہر معجّل ادا کر دیا، تو بیوی کے لیے شوہر کے گھر رخصت ہونے سے منع کرنا جائز نہیں۔ یہ شوہر کا شرعی حق ہے۔

سوال: لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا ولی حق مہر کی رقم خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حق مہر لڑکی کی ملکیت ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اس میں تصرف نہیں کر سکتا، نہ اس کا ولی اور نہ اس کا شوہر۔

سوال: منکوحہ کو طلاق دے دی، اب لڑکی کے ورثاء کب تک اس سے حق مہر کا

مطالبہ کرنے کے مجاز ہیں؟

جواب: جب تک وہ مہر کی پوری رقم ادا نہیں کر دیتا۔

سوال: لڑکے کے والد نے حق مہر دینے کا ذمہ لیا تھا، اب لڑکا فوت ہو چکا ہے، کیا اس کے والد سے مہر کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جب والد حق مہر کا ضامن بنا تھا، تو اس سے مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال: سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر کتنا تھا؟

جواب: اُم المومنین سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر کتنا تھا؟ اس بارے میں کچھ ثابت نہیں ہو سکا۔ بعض روایات میں چار ہزار دینار اور بعض میں چار ہزار درہم کا ذکر ہے، مگر اُصول محدثین کی روشنی میں یہ روایات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔

سوال: کیا بیوی مرض الموت میں حق مہر معاف کر سکتی ہے؟

جواب: بیوی مرض الموت میں شوہر کو حق مہر معاف کر سکتی ہے۔

سوال: مہر نمائشی کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بعض لوگ نکاح کے وقت لوگوں کو دکھانے کے لیے ایک خطیر رقم بطور مہر لکھ دیتے ہیں، بعد میں وہ رقم ادا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ فقط دکھانے کے لیے تھا۔ اسے مہر نمائشی کہتے ہیں۔ ایسا کرنا ناجائز ہے۔ مہر کی جو رقم نکاح کے وقت طے ہوئی، وہ ادا کرنا شوہر پر لازم ہے اور اس کے مطابق عورت شوہر سے مطالبہ بھی کر سکتی ہے، خواہ وہ رقم کم ہو یا زیادہ اور خواہ وہ مہر نمائشی ہی کیوں نہ ہو، بہر صورت ادا کرنا ضروری ہے۔

سوال: کیا سونے کی انگوٹھی کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جس بھی چیز پر فریقین متفق ہوں، اسے مہر مقرر کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ سونے

کی انگوٹھی ہو یا لوہے کی انگوٹھی۔ لوہے کی انگوٹھی کو مہر بنانا بھی جائز ہے۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حق مہر کے بارے میں فرمایا:

اِلْتَمِسْ، وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ .

''تلاش کیجئے، اگرچہ لوہے کی کوئی انگوٹھی ہی مل جائے۔''

(صحيح البخاري : 5121، صحيح مسلم : 1425)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''فریقین راضی ہوں، تو تھوڑے حق مہر، خواہ وہ کی ایک انگوٹھی ہو، پر نکاح کے جواز کی صحیح، صریح اور محکم سنت کو ایک غیر ثابت اثر اور فاسد ترین قیاس کی وجہ سے رد کر دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے عمومی طور پر فرمایا ہے: ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ (النّساء : 24) ''تمہارے لیے اپنے مالوں کے عوض نکاح کرنا جائز ہے۔'' نیز فریقین کی رضامندی کی صورت میں تھوڑے یا زیادہ مال کے بدلے خرید وفروخت پر قیاس بھی اسی بات کا متقاضی ہے۔ (احناف نے حق مہر کو قطع ید پر قیاس کیا ہے۔) حالانکہ کہاں نکاح اور کہاں چوری؟ کہاں شرمگاہ کی حلت اور کہاں چوری میں ہاتھ کاٹنا؟ کئی بار یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ سب سے بہترین قیاس اہل حدیث ہی کرتے ہیں، کیونکہ جتنا کوئی شخص حدیث کے قریب ہوگا، اتنا ہی اس کا قیاس زیادہ صحیح ہوگا اور جتنا کوئی شخص حدیث سے دور ہوگا، اتنا ہی اس کا قیاس فاسد ہوگا۔''

(إعلام المؤقعين عن ربّ العالمين : 330/2)

سوال: اگر عورت مہر کی رقم شوہر کو ہبہ کر دے، تو کیا دوبارہ مطالبہ کر سکتی ہے؟

(جواب): جو چیز ایک بار ہبہ کر دی، اسے واپس نہیں لیا جا سکتا، صرف والد اپنی اولاد کو دی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس پر وعید آئی ہے۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میرے والد بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تا کہ ان تحائف پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنائیں، جو انہوں نے مجھے دیے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو یہ تحائف دیے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! فرمایا: ''تو پھر یہ بھی واپس لے لیں۔''

(صحيح البخاري: 2586، صحيح مسلم: 1623)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ .

''ہبہ کرنے کے بعد واپس لینے والا اس شخص کی طرح ہے، جو قے کرنے کے بعد دوبارہ نگل لے۔''

(صحيح البخاري: 2621، صحيح مسلم: 1622)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کو تحفہ دے کر اس سے واپس لے لے، بجز والد کے، جو وہ اپنے بیٹے کو دیتا ہے۔ جو تحفہ دے کر واپس لیتا ہے، اس کی مثال کتے جیسی ہے، جو کھاتا ہے، جب سیر ہو جاتا ہے، تو قے کرتا ہے، پھر اسے چاٹ لیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 78,27/2، سنن أبي داوٗد : 3539، سنن النّسائي : 3720، سنن التّرمذي : 2132، سنن ابن ماجه : 2377، وسندہٗ صحیحٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۹۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴٦/۲) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا مہر کتنا تھا اور اس سے زائد مہر مقرر کرنا گناہ ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت نے مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار مقرر نہیں کی، حیثیت کے مطابق جو چیز فریقین کے مابین طے پا جائے، اسے مہر بنایا جا سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے لیے پانچ سو درہم مہر مقرر فرمایا۔ (صحیح مسلم: 1426)

لونڈی کی آزادی کو بھی حق مہر بنانا ثابت ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنا دیا۔''

(صحیح البخاري : 5086، صحیح مسلم : 1365)

اگر کوئی مالدار ازواج مطہرات کے مہر سے زیادہ مقدار مقرر کر لے، تو یہ گناہ ہے، نہ اسراف۔

سوال: نکاح کے وقت ولی کا مہر وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: لڑکی کا ولی مہر وصول کر سکتا ہے، مگر اپنے تصرف میں نہیں لا سکتا، تاوقتیکہ لڑکی

اجازت دے دے، کیونکہ حق مہر لڑکی کی ملکیت ہے۔

(سوال): بیس ہزار ماہانہ آمدنی والا کتنا مہر مقرر کرے؟

(جواب): فریقین باہمی رضامندی سے جتنا بھی مقرر کرلیں، اسے مہر بنایا جا سکتا ہے۔ البتہ ہر چیز میں کفایت شعاری سے کام لینا چاہیے، یہ نہ ہو کہ مہر کی مقدار میں تو کمی کر دی جائے اور کھانے پینے پر بے بہا خرچ کیا جائے۔ ہر کسی کو چاہیے کہ نکاح پر اپنی حیثیت کے مطابق میانہ روی سے خرچ کرے۔

(سوال): نکاح کے وقت یہ شرط عائد کرنا کہ ''حق مہر معاف کرنے کا حق لڑکی کے ولی کو حاصل ہوگا۔'' کیسا ہے؟

(جواب): یہ باطل شرط ہے۔ شریعت میں حق مہر کی ملکیت لڑکی کو حاصل ہے، وہ چاہے تو حق مہر وصول کرلے اور چاہے تو معاف کردے۔ لہٰذا کسی کا حق دوسرے کو دینا جائز نہیں، تا آنکہ خود حق دار اپنا حق دوسرے کو تفویض کردے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ میں سے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں، جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں، جو شرط کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے، خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔''

(صحيح البخاري : 2560، صحيح مسلم : 1504)

(سوال): فریقین کو مہر کی مقدار یاد نہیں، تو کتنا مہر شوہر کے ذمہ ہے؟

(جواب): اس صورت میں مہر مثل مقرر ہوگا، یعنی لڑکی کی بہنوں اور دادھیالی خاندان کی عورتوں کا جو مہر تھا، اس کے مطابق حق مہر لازم ہوگا۔

(سوال): ڈیڑھ سالہ لڑکے لڑکی کا نکاح ہوا، پھر اسی عمر میں لڑکے کی ماں نے اپنے بیٹے کی ڈیڑھ سالہ زوجہ کو دودھ پلا دیا، تو اس صورت میں نکاح اور حق مہر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ڈیڑھ سالہ لڑکے لڑکی کا نکاح اگر اس کے ولی کر دیں، تو صحیح ہے۔ مگر جب لڑکے کی ماں نے اس کی زوجہ یعنی اپنی بہو کو دودھ پلا دیا اور حرمت رضاعت ثابت ہو گئی، تو اب لڑکے اور لڑکی کا نکاح ختم ہو گیا، کیونکہ وہ دونوں رضاعی بہن بھائی بن گئے۔ البتہ اس صورت میں لڑکی نصف مہر کی حق دار ہو گی۔

(سوال): میرا سسر اپنی لڑکی کو رخصت نہیں کرتا اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے، نیز مہر سے زائد بھی کچھ رقم مانگتا ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر مہر مؤجل مقرر ہوا تھا، تو اس کا مطالبہ طلاق یا وفات سے پہلے نہیں ہو سکتا، البتہ اگر مہر معجّل مقرر ہوا تھا، تو سسر یا دلہن رخصتی سے پہلے مطالبہ کر سکتی ہے۔ البتہ جو زائد رقم سسر مانگتا ہے، وہ اس کے لیے جائز نہیں۔

(سوال): شوہر اپنی بیوی کا مہر ادا کر چکا ہے، بعد میں اس نے اپنی جائیداد بیوی کے نام لکھ دی، کیا وہ بیوی سے واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

(جواب): جو جائیداد شوہر نے بیوی کے نام کر دی، وہ ہبہ ہے اور سوائے والد کے کسی کے لیے ہبہ شدہ چیز کو واپس لینا گناہ ہے۔

(سوال): زیادہ سے زیادہ کتنا مہر دیا جا سکتا ہے؟

(جواب): حیثیت کے مطابق جتنا مہر دیا جائے، درست ہے، البتہ حیثیت سے بڑھ کر مہر دینا غیر مستحسن ہے۔ اگر حیثیت ہو تو ایک خزانہ بھی بطور مہر دیا جا سکتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿......وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا......﴾(النّساء : ٢٠)

''......اورتم نے بیوی کوایک خزانہ (بطور مہر) دیا ہو......۔''

(سوال): شوہر نابالغی میں فوت ہو جائے، تو کیا عورت مہر اور نان ونفقہ کی حق دار ہے؟

(جواب): اس صورت میں بھی عورت پورے مہر اور وراثت کی حق دار ہے، نیز وہ چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر گزارے گی، نفقہ وسکنی کی حق دار نہیں، البتہ اگر بیوہ حاملہ ہے، تو وضع حمل تک نفقہ وسکنی کی حق دار بھی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ .

(الطّلاق : ٦)

''عورتیں حاملہ ہوں، تو وضع حمل تک ان کا نفقہ تم پر واجب ہے۔''

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا .

''آپ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، الا کہ آپ حاملہ ہوتیں۔''

(سنن أبي داود : ٢٢٩٠، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الْمَبْتُوتَةُ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا، حَتّٰى تَحِلَّ، وَلَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، فَيُنْفَقُ عَلَيْهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا .

''طلاقِ بتہ والی عورت عدت ختم ہونے تک گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔ اس کے لیے نفقہ بھی نہیں ہوگا، ہاں حاملہ ہو، تو وضعِ حمل تک خرچہ شوہر کے ذمہ ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 837/4)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَمْرُ عِنْدَنَا . ''ہمارا بھی یہی مؤقف ہے۔''(ایضاً)

اگر بیوہ یا طلاق بتہ والی عورت حاملہ ہو، تو نان ونفقہ کی حق دار ہے۔

(سوال): زیورات کی شکل میں مہر ادا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ جو بھی فریقین کے درمیان باہمی رضامندی سے طے پا جائے، اسے مہر بنایا جا سکتا ہے۔

(سوال): عورت نے وفات سے کچھ دیر پہلے وصیت کی کہ اس کے شوہر سے جو مہر ملے، اس کا تیسرا حصہ خیرات کر دیا جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعی طور پر یہ وصیت جائز ہے۔ کیونکہ وصیت کے جائز ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں؛ ① ثلث سے زائد نہ ہو ② کسی وارث کے لیے نہ ہو۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میں مکہ میں اتنا بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے آئے، تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ایک تہائی (ہوسکتا ہے) لیکن یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے ورثا کو خوشحال چھوڑ کر جائیں، تو انہیں تنگ دست چھوڑنے سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري : 6373، صحيح مسلم : 1628)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے فوت ہوتے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے، جب کہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال ہی نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلا کر تین حصوں میں تقسیم کیا، پھر ان کے مابین قرعہ ڈال کر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام بنا دیا اور اس آدمی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے سخت الفاظ استعمال کیے۔''

(صحيح مسلم : 1668)

❁ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ .

''اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 2870، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۱۲۰) نے ''حسن'' کہا ہے اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔

سوال: ایک شخص کی ماہانہ آمدن تیس ہزار روپے ہے، اس نے نکاح کے وقت دس لاکھ روپے مہر مقرر کیا، کیا اس کے ذمہ دس لاکھ روپے ادا کرنا ضروری ہیں، جبکہ وہ کبھی بھی اتنی رقم ادا نہیں کر سکتا؟

جواب: نکاح کے وقت اپنی حیثیت کے مطابق مہر مقرر کرنا چاہیے، بعض لوگ کم مہر کو اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں، تو اپنی حیثیت سے بڑھا چڑھا کر مہر کی مقدار طے کر لیتے ہیں اور

ساری زندگی اتنی رقم ادا کرنے کی حیثیت میں نہیں ہوتے، یہ معاشرے کی بگڑی ہوئی صورت ہے، جس سے مسلمانوں کو پیچھا چھڑانا چاہیے۔

بہرصورت جتنا حق مہر نکاح کے وقت طے ہو جائے، وہ ادا کرنا شوہر کے ذمہ ہے، خواہ وہ اتنی رقم ادا کرسکتا ہو یا نہ ادا کرسکتا ہو۔

(سوال): جہیز میں جو کچھ لڑکی کا والد اسے دیتا ہے، وہ لڑکی کی ملکیت ہے یا لڑکے کی؟

(جواب): قطع نظر اس کے کہ جہیز دینا لینا جائز ہے یا نہیں۔ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے، طلاق یا خلع کی صورت میں لڑکی جہیز کا سامان اپنے گھر واپس لاسکتی ہے۔

(سوال): شوہر وفات پا گیا، بیوہ کے باپ نے اسے جہیز میں جو زیور دیا تھا، کیا اس میں بیوہ کے سسر کا حق ہے یا نہیں؟

(جواب): باپ نے جہیز میں لڑکی کو جو کچھ دیا، وہ لڑکی کی ملکیت ہے، اس میں نہ شوہر کا کچھ حق ہے اور نہ شوہر کے باپ کا۔

(سوال): جو زیور شوہر کی طرف سے بیوی کو ملتا ہے، کیا بیوی اس کی مالک ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیا طلاق یا خلع کی صورت میں وہ واپس دینے کی پابند ہوگی یا نہیں؟

(جواب): شادی کے موقع پر لڑکے والے زیورات، کپڑوں وغیرہ کی صورت میں کچھ سامان لڑکی کو دیتے ہیں، اسے عرف میں ''بری'' کہتے ہیں۔ طلاق یا خلع کی صورت میں اگر شوہر ان کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے، تو دیکھا جائے گا کہ اگر نکاح کے وقت ایسی کوئی شرط عائد کی گئی تھی کہ طلاق یا خلع کی صورت میں عورت ان کو واپس کرنے کی پابند ہوگی، تو شوہر واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے اور لڑکی پر اس شرط کے مطابق ''بری'' کو واپس کرنا ضروری ہے۔

اگر ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی گئی، تو یہ ''بری'' شوہر کی طرف سے ہبہ اور تحفہ ہے۔ اور

باپ کے علاوہ کوئی شخص ہبہ شدہ چیز کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا عورت اس ''بری'' کی مالکہ ہے، شوہر اس سے واپس لینے کا مجاز نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کو تحفہ دے کر اس سے واپس لے لے، بجز والد کے، جو وہ اپنے بیٹے کو دیتا ہے۔ جو تحفہ دے کر واپس لیتا ہے، اس کی مثال کتے جیسی ہے، جو کھاتا ہے، جب سیر ہو جاتا ہے، تو قے کرتا ہے، پھر اسے چاٹ لیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 78,27/2، سنن أبي داوٗد : 3539، سنن النّسائي : 3720، سنن التّرمذي : 2132، سنن ابن ماجه : 2377، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۹۴) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۶/۲) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: لڑکی والے جہیز میں جو کپڑے وغیرہ لڑکے کو دیتے ہیں، وہ کس کی ملکیت ہیں؟ اور طلاق یا خلع کی صورت میں لڑکی ان کپڑوں وغیرہ کی واپسی کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

جواب: لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کے لیے جو کپڑے وغیرہ دیے جاتے ہیں، وہ ہبہ اور تحفہ ہے۔ کسی صورت ان کی واپسی کا مطالبہ جائز نہیں۔

سوال: نکاح کے وقت یہ شرط طے پائی تھی کہ جب تک شوہر کے معاش کا انتظام نہ ہو جائے، لڑکی کو رخصت نہیں کیا جائے گا، ایک سال بعد شوہر کو ذریعہ معاش حاصل ہو گیا، مگر لڑکی کی والدہ اسے رخصت کرنے سے منع کرتی ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شرط کے مطابق لڑکی کی والدہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ لڑکی کی رخصتی سے منع کرے، شوہر رخصتی کا مکمل حق رکھتا ہے۔

(سوال): لڑکی کے ولی کا لڑکے والوں سے پیسے لینا اور کہنا کہ پیسے نہیں دیں گے، تو میں لڑکی سے نکاح کی اجازت نہیں دوں گا، تو لڑکے والوں نے ولی کو پیسے دیے، کیا اس طرح سے کیا گیا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(جواب): لڑکی کے ولی کو اس طرح پیسے لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر ولی کو پیسے دے کر نکاح ہو جائے اور لڑکی کا مہر بھی ادا کیا جائے، تو یہ نکاح صحیح ہے۔

(سوال): لڑکی کا ولی لڑکے والوں سے کل مہر سے نصف وصول کرتا ہے اور اسے مہمانوں کے کھانے پر خرچ کر دیتا ہے، کیا اس سے نصف مہر ادا ہو جاتا ہے؟

(جواب): لڑکی کا حق مہر اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا کسی کے لیے جائز نہیں، نہ ولی کے لیے اور نہ شوہر کے لیے۔ لہٰذا لڑکی کے ولی نے جو مہر مہمانوں پر خرچ کیا، وہ ادا تو ہو گیا، مگر ولی کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

(سوال): ایک پڑھا لکھا وکیل جان بوجھ کر ایسے کلمات منہ سے نکالتا ہے مثلاً میرا ایمان میرے جوتے کے نیچے۔ تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے۔ اگر اس سے توبہ نہ کی جائے، تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

(سوال): عورت مرزائی ہو جائے، تو نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں؟

(جواب): مرزائی مرتد کافر ہیں، جو عورت مرتد ہو جائے، اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

(سوال): کیا کلمات کفر ادا کرنے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(جواب): کلمات کفرادا کرنے کے بعد اگر انسان تائب نہ ہو اور اپنے کلمات پر قائم رہے، تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔

(سوال): ایک شخص نے کلمہ کفر ادا کیا، فوراً تائب ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جو کلمہ کفر کہہ کر تائب ہو جائے، تو اس کی توبہ قبول ہے، اس پر ارتداد کا فتویٰ نہیں لگے گا۔ لہٰذا اس کے نکاح میں کچھ خلل نہ آئے گا۔

(سوال): جو نبی کریم ﷺ کے بعد بھی نبوت جاری رکھنے کا عقیدہ رکھے، تو کیا وہ مرتد ہے یا نہیں؟ اور کیا اس سے مسلمان عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا؟

(جواب): نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ شریعت اسلامیہ میں امتی نبی یا ظلی و بروزی نبی کا کوئی تصور نہیں، جو آپ ﷺ کے بعد نبوت کو جاری سمجھے، وہ بدترین مرتد ہے، اس سے مسلمان عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا، کیونکہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار قرآنی نصوص، احادیث متواترہ، اجماع صحابہ اور اجماع امت کا انکار ہے۔

❁ علامہ ابن باز رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''اسی طرح نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا، متواتر احادیث سے ثابت ہے، الحمد اللہ یہ اجماعی مسئلہ ہے اور ضروریات دین میں سے ہے۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا کافر اور جھوٹا ہے، اس سے توبہ کروائی جائے گی، توبہ کر لے تو ٹھیک، ورنہ اس کافر کو قتل کر دیا جائے گا۔''

(مَجموع فتاوی ابن باز: 223/2)

نبوت کا دعویٰ کرنے والا بھی مرتد ہے اور اس کی تصدیق کرنے والا بھی مرتد ہے، اس

کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے گا۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''اسی طرح جو شخص نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں یا اس کے بعد نبوت میں کسی کو شریک قرار دے، وہ کافر ہے۔ یہود کا عیسویہ فرقہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت خطۂ عرب کے ساتھ خاص ہے۔ فرقہ خرمیہ کہتا ہے کہ رسول متواتر آتے رہیں گے۔ روافض کی اکثریت کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کی رسالت میں شریک ہیں، اسی طرح ان کے نزدیک ان کا ہر امام نبوت وحجت میں نبی کریم ﷺ کے قائم مقام ہے۔ بزیغیہ اور بیانیہ فرقے بزیغ اور بیان نامی اشخاص کی نبوت کے قائل ہیں یہ سب لوگ کافر ہیں۔ اسی طرح وہ بھی کافر ہے جس نے خود نبوت کا دعوی کیا یا فلاسفہ اور غالی صوفیوں کی طرح دل کی صفائی سے نبوت کے اکتساب اور نبوت کے مرتبہ تک پہنچنے کو جائز سمجھا، وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے جو نبوت کا مدعی نہ ہو مگر خود پر وحی کے نزول کا دعوی کرتا ہو، یا کہتا ہو کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے، جنت میں داخل ہوتا ہے اور اس کے پھل کھاتا ہے اور حور عین سے معانقہ کرتا ہے، اس قسم کے نظریات رکھنے والے تمام لوگ کافر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں، حدیث میں کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ پوری انسانیت کی طرف مبعوث ہیں۔ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوگا، اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص کی گنجائش نہیں۔ پس مذکورہ بالا فرقوں کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اجماع اور قرآن وسنت کے دلائل سے یہ لوگ دائرہ اسلام سے یقیناً خارج ہیں۔''

(الشِّفا بتعريف حقوق المُصطفٰی : 2/285، 286)

سوال: اگر کوئی شخص کہے کہ میں کافر اور مرتد ہو گیا ہوں، تو کیا اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص اپنے کافر، بے ایمان، یہودی، عیسائی یا مجوسی ہونے کا اقرار کرے اور اس پر قائم رہے، تو وہ مرتد ہو جائے گا، اس سے نکاح ختم ہو جائے گا۔

سوال: جو خدا کا منکر ہو جائے، وہ مرتد ہے یا نہیں؟

جواب: خدا کا انکار کرنے والا مرتد کافر اور زندیق ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس سے مکمل سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔

سوال: ایک شخص کا جھگڑا ہوا، قاضی نے اسے مسجد میں قرآن پر حلف دینے کے لیے کہا، تو اس نے کہا کہ میں قرآن اور مسجد کو کچھ نہیں سمجھتا، تو کیا وہ مرتد ہو جائے گا؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے، کیونکہ اس نے قرآن اور مسجد کا استخفاف کیا ہے۔ اگر وہ اس سے تائب نہیں ہوتا اور استفسار کے بعد بھی اپنی بات پر قائم رہتا ہے، تو وہ کافر و مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، اس سے مکمل بائیکاٹ کیا جائے گا، اس سے نکاح فسخ ہو جائے گا۔

❁ علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ جَحَدَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَكُتُبَ اللّٰهِ الْمُنَزَّلَةَ أَوْ كَفَرَ بِهَا، أَوْ لَعَنَهَا، أَوْ سَبَّهَا، أَوِ اسْتَخَفَّ بِهَا فَهُوَ كَافِرٌ.

''جو شخص تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتب (کے نازل ہونے) کو جھٹلائے یا ان کے ساتھ کفر کرے یا ان پر لعنت کرے یا انہیں برا بھلا کہے یا ان کا

استخفاف کرے،تو وہ کافر ہے۔''

(الشِّفا بتعریف حقوق المصطفٰی : 647/2)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْمُصْحَفِ أَوِ التَّوْرَاةِ أَوِ الْإِنْجِيلِ أَوِ الزُّبُورِ كَفَرَ .

''جس نے مصحف قرآنی یا تورات یا انجیل یا زبور کا استخفاف کیا، وہ کافر ہے۔''

(الإعلام بقواطع الإسلام، ص 203)

(سوال): شرک اور کفر سے نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں؟

(جواب): اگر کوئی شرک یا کفر کا ارتکاب کرے اور بغیر تاویل کیے اس پر قائم رہے، تو وہ کافر و مرتد ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس سے نکاح فسخ ہو جائے گا۔

(سوال): جو مرتد دوبارہ اسلام قبول کر لے، تو کیا وہ پہلی عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): اگر پہلی عورت نکاح کے لیے راضی ہے، تو نئے حق مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔

(سوال): جس کی زبان سے لاعلمی میں کلمہ کفر نکل جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ توبہ کرے اور آئندہ کے لیے محتاط رہے، اس کا ایمان قائم ہے، اس پر ارتداد کا حکم نہیں لگے گا اور اس کا نکاح بھی فسخ نہیں ہو گا، اسے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

(سوال): بیوی عیسائی ہو گئی، تو نکاح باقی رہا یا نہیں؟

(جواب): اسلام کو چھوڑنے والی مرتدہ ہے، خواہ کسی بھی مذہب میں جائے، اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مرتد ہو کر عیسائی ہونے والی عورت سے نکاح ختم ہو گیا۔ مرتدہ سے نکاح کسی صورت جائز نہیں، خواہ وہ عیسائیت یا یہودیت اختیار کر لے، اسلام میں اہل کتاب کی ان عورتوں سے نکاح جائز ہے، جو شروع سے ہی اہل کتاب ہیں، وہ عورتیں اہل

کتاب میں شمار نہ ہوں گی، جو اسلام چھوڑ کر عیسائی یا یہودی ہو جائیں، کیونکہ وہ مرتدہ ہیں اوران پر ارتداد کا حکم باقی رہے گا، تاوقتیکہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئیں۔

سوال: عورت مرتدہ ہوگئی، کیا اس کا مہر واجب ہے یا نہیں؟

جواب: اگرچہ مرتدہ عورت نکاح سے نکل جاتی ہے، مگر شوہر پر اس کا مہر واجب ہے، کیونکہ وہ اس کی شرمگاہ کو استعمال کر چکا ہے۔

سوال: ایک مسلمان نے کافرہ سے نکاح کرلیا، کیا حق مہر لازم ہوگا؟

جواب: اہل کتاب کے علاوہ کسی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ یہ نکاح باطل ہے، البتہ اگر کافرہ سے خلوت اختیار کی، تو وہ پورے مہر کی حق دار ہوگی، کیونکہ جس باطل نکاح میں خلوت اختیار کی جائے، اس سے مہر واجب ہو جاتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا.

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن

الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

پس کافرہ پورے مہر کی حق دار ہے اور وہ اس کا مطالبہ بھی کرسکتی ہے۔

سوال: میاں بیوی میں جھگڑا ہوا، تو بیوی عیسائی ہوگئی، نکاح باقی رہا یا نہیں؟

جواب: بیوی عیسائی ہوگئی، تو وہ مرتدہ ہے اور ارتداد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: اگر مرتدہ دوبارہ مسلمان ہو جائے، تو کیا وہ پہلے مرد کے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے؟

جواب: وہ کسی سے بھی نکاح کرسکتی ہے، اسے پہلے شوہر سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

سوال: جو مرتدہ مسلمان ہوا اور اسے پہلے شوہر سے نکاح پر مجبور کیا جائے اور وہ اس نکاح پر راضی نہ ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: مرتدہ اگر مسلمان ہو جائے، تو وہ اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے، اسے پہلے شوہر سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس کا جبری نکاح کر دیا جائے، تو نکاح صحیح نہ ہوگا، کیونکہ اگر لڑکی نکاح پر راضی نہ ہو، تو نکاح رد ہے۔

❀ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے :

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ایک شخص مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا، چھ ماہ بعد دوبارہ مسلمان ہو گیا، کیا اس کی زوجہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): جب وہ مرتد ہوا تھا، اس کی بیوی اس کے عقد سے اسی وقت نکل چکی تھی، وہ ایک حیض عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر مرتد چھ ماہ بعد مسلمان ہو جائے، تو عورت کی رضامندی کے بغیر وہ اسے دوبارہ اپنی بیوی نہیں بنا سکتا۔

(سوال): عیسائی عورت مسلمان ہو گئی، تو کیا اس کا نکاح عیسائی شوہر سے باقی رہا؟

(جواب): جو عیسائی عورت مسلمان ہو جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنے عیسائی شوہر کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کر لے، تو ان کا نکاح قائم ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر وہ انکار کر دے، تو وہ عیسائی کے نکاح سے نکل جائے گی، کیونکہ مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم مرد سے جائز نہیں، عورت ایک حیض عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ، فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا مِثْلُكَ يَا أَبَا طَلْحَةَ يُرَدُّ، وَلٰكِنَّكَ رَجُلٌ كَافِرٌ، وَأَنَا امْرَأَةٌ مُسْلِمَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِي أَنْ أَتَزَوَّجَكَ، فَإِنْ تُسْلِمْ فَذَاكَ مَهْرِي وَمَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ،

فَأَسْلَمَ فَكَانَ ذٰلِكَ مَهْرَهَا قَالَ ثَابِتٌ : فَمَا سَمِعْتُ بِامْرَأَةٍ قَطُّ كَانَتْ أَكْرَمَ مَهْرًا مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ الْإِسْلَامَ، فَدَخَلَ بِهَا فَوَلَدَتْ لَهٗ .

''ابوطلحہ نے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، تو انہوں نے فرمایا: ابوطلحہ! آپ جیسے شخص کو رد نہیں کیا جاتا، لیکن آپ کافر ہیں اور میں مسلمان عورت ہوں۔ میرے لیے آپ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں، تو یہی میرا حق مہر ہوگا، اس سے زائد میں کچھ نہیں مانگوں گی۔ ابوطلحہ مسلمان ہو گئے، یوں یہی (ان کا مسلمان ہونا) سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حق مہر بن گیا۔ ثابت کہتے ہیں: میں نے کسی عورت کا اتنا قیمتی مہر نہیں سنا، جتنا قیمتی مہر ام سلیم رضی اللہ عنہا کا تھا، یعنی ان کو حق مہر میں اسلام ملا تھا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے، تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر بچہ پیدا ہوا۔''

(سنن النّسائي :3341، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام ابن حبان (۷۱۸۷) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (المختارہ: ۴۲۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 115/9)

سوال: جس عورت کا شوہر مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا، تین سال سے عیسائیت پر قائم ہے، کیا وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: جب شوہر مرتد ہو گیا، تو وہ عورت نکاح سے نکل گئی، وہ ایک حیض عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

سوال: کیا مرزائی اہل قبلہ ہیں یا نہیں؟

جواب: مرزائی کافر مرتد ہیں، انہوں نے اسلام کے کئی بنیادی عقائد سمیت عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے اور غلام احمد قادیانی بھی نبی ہے، جبکہ قرآنی نصوص، احادیث متواترہ اور اجماع امت کا تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی اُمت آخری امت ہے، آپ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے۔

عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے، اس کا منکر کافر ہے، لہٰذا جو لوگ مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے منکر ہوں، جیسا کہ قادیانی ہیں، تو وہ کافر اور مرتد ہیں، ان کو اہل قبلہ قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ ان کے کفر و ارتداد پر پوری امت نے اجماع کر لیا ہے۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

''محمد ﷺ جن وانس اور عرب و عجم سب کے لیے رسول اور خاتم الانبیا بن کر تشریف لائے ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، یہ اللہ کا اپنے بندوں پر انعام ہے۔ اس نے آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل و براہین بیان کر کے تمام مخلوق پر حجت تمام کر دی ہے۔'' (الجواب الصّحيح : 405/5)

✿ نیز فرماتے ہیں:

''مومن ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ محمد ﷺ کے خاتم الانبیا ہونے کا عقیدہ رکھیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا، تا کہ اس کے اوامر و نواہی، وعد و وعید اور حلال و حرام ان تک پہنچا دیں۔ چنانچہ حلال وہی ہے، جسے اللہ اور اس

کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا اور حرام وہی ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا اور دین وہی ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع کیا ہو۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی ولی کے پاس محمد ﷺ کی اطاعت کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہے، وہ کافر ہے اور شیطان کا دوست ہے۔''

(الفُرقان بين أولياء الرّحمان وأولياء الشّيطان، ص :21)

❀ مزید لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ مدعی نبوت یا تو مخلوق میں سب سے افضل اور اکمل ہو یا سب سے ناقص اور رذیل ہو۔ اسی لئے قبیلہ ثقیف کے ایک بزرگ کو جب نبی کریم ﷺ کی دعوت پہنچی، تو اس نے کہا تھا: ''میں آپ کے متعلق ایک بھی جملہ نہیں بولوں گا، اگر آپ سچے ہیں، تو آپ اس سے بلند ہیں کہ میں آپ کی دعوت رد کروں اور اگر آپ جھوٹے ہیں، تو آپ اس سے حقیر ہیں کہ میں آپ کا رد کروں۔'' تو مخلوق کا اکمل و افضل شخص مخلوق کے ناقص ترین اور رذیل ترین شخص جیسا کیسے ہوسکتا ہے؟ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ بات کیا خوب ہے: ''اگر نبی کریم ﷺ میں واضح نشانیاں نہ بھی ہوتیں، تب بھی آپ ﷺ کی شخصیت نبوت کی خبر دینے کے لیے کافی تھی۔'' کذابین میں سے جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا، اس پر جہالت، کذب، فجور اور شیطانی بہکاوے غالب آ گئے، اسی طرح جب کسی سچے آدمی نے نبوت کا دعوی کیا، اس پر علم، صدق، نیکی اور دوسری اچھائیاں غالب ہوگئیں، یہ باتیں ادنی تمیز دار آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔''(شرح العقيدة الأصفهانية، ص 138)

سوال: جس کا شوہر مرتد ہو کر قادیانی ہو گیا، اس کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟

جواب: چونکہ قادیانی کافر و مرتد ہیں، اس لیے اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔

سوال: ایک عیسائی عورت دو سال سے بیوہ ہے، کیا مسلمان ہو کر وہ فوراً نکاح کر سکتی ہے یا وہ اسلام کے مطابق پہلے عدت گزارے گی؟

جواب: جو عیسائی عورت دو سال سے بیوہ ہو اور مسلمان ہو جائے، تو اس پر کوئی عدت نہیں، وہ فوراً مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے۔

سوال: جس کافرہ عورت کو اس کا خاوند اپنے مذہب کے مطابق طلاق دے چکا ہو اور طلاق ہوئے دو تین سال گزر چکے ہوں، تو کیا وہ عورت مسلمان ہو کر فوراً نکاح کر سکتی ہے یا طلاق کی عدت گزارے گی؟

جواب: مسلمان ہو کر فوراً نکاح کر لے، عدت طلاق نہیں گزارے گی۔

سوال: جس کافرہ کو طلاق ہوئے ایک ماہ گزرا ہو، کیا وہ مسلمان ہو کر فوراً نکاح کر سکتی ہے یا اسے عدت طلاق گزارنا ہو گی؟

جواب: طلاق کی عدت مسلمان عورتوں کے لیے ہے، جب انہیں حالت اسلام میں طلاق ہوئی ہو۔ جو عورت طلاق کے بعد مسلمان ہوئی ہے اور ابھی طلاق کو ایک ماہ ہی گزرا ہے اور مسلمان ہو چکی ہے، تو اسے چاہیے کہ استبرائے رحم کے لیے ایک حیض عدت گزارے، پھر نکاح کر لے۔

سوال: نومسلمہ عورت کا نکاح کب کیا جائے؟

جواب: اگر نومسلمہ عورت پہلے کسی کے عقد میں تھی، تو وہ مسلمان ہونے کے بعد ایک حیض عدت گزارے اور عدت کے بعد نکاح کر لے، دوران عدت نکاح درست نہیں۔ اگر

نومسلمہ کنواری ہے یا عرصہ سے طلاق یافتہ یا بیوہ ہے، تو وہ مسلمان ہونے کے بعد فوراً نکاح کرسکتی ہے، اس پر کوئی عدت نہیں۔

(سوال): جو نومسلمہ عورت زنا سے حاملہ ہو، تو اس سے نکاح کب کیا جائے گا؟

(جواب): وضع حمل تک اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا، البتہ اگر نکاح اسی زانی سے ہی کرنا ہے، جس سے حمل ہوا ہے، تو اس سے دوران حمل بھی نکاح ہوسکتا ہے۔

(سوال): شوہر عیسائی سے مسلمان ہوگیا، مگر اس کی بیوی عیسائی ہی ہے، مسلمان نہیں ہوئی، کیا نومسلم شوہر اپنی عیسائی بیوی کی مسلمان بہن سے نکاح کرسکتا ہے؟

(جواب): اگر عیسائی مرد مسلمان ہوجائے، تو اس کا نکاح عیسائی عورت سے قائم رہتا ہے، لہذا وہ اپنی عیسائی منکوحہ کی مسلمان بہن سے نکاح نہیں کرسکتا، کیونکہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ......﴾ (النّساء: ٢٣)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کردیا گیا ہے)۔''

(سوال): مرتد ہوکر عورت دوبارہ مسلمان ہوجائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ارتداد ثابت ہو جائے، تو نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے، اگر مرتدہ دوبارہ مسلمان ہوجائے، تو وہ کسی بھی مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے، اسے پہلے شوہر سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(سوال): ایک مسلمان نے ایک کافر کی منکوحہ سے ناجائز تعلقات قائم کیے اور بعد میں اسے مسلمان کر کے نکاح کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): زنا ہر حال میں کبیرہ گناہ ہے، خواہ مسلمان عورت سے کیا جائے، یا غیر مسلمہ سے اور اگر منکوحہ سے زنا کیا جائے، تو اس کی سنگینی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں کی منکوحہ عورتوں کو نکاح کے لیے پھسلا کر مسلمان کریں، یہ اسلام کی بدنامی ہے۔

اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے، قبول اسلام کے لیے ان پر جبر نہ کیا جائے، اگر وہ اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیں، تو اب ان پر اسلامی احکامات لاگو ہوتے ہیں، تو مذکورہ صورت میں اگر عورت بخوشی اسلام قبول کر لیتی ہے، تو وہ اپنے کافر شوہر کو اسلام کی دعوت دے گی، اگر وہ اسلام قبول کر لے، تو ان کا نکاح قائم رہے گا، انہیں دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر شوہر قبول اسلام سے انکار کر دے، تو ان کا نکاح ختم ہو جائے گا، کیونکہ مسلمان اور کافر کا نکاح نہیں ہوتا، لہٰذا نومسلمہ ایک حیض عدت گزار کر کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے۔

لہٰذا مسلمان زانی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے اور اپنی خواہشات کے لیے اسلام کو تختۂ مشق نہ بنائے اور اگر وہ نومسلمہ سے شادی کرنا چاہتا ہے، تو ایک حیض عدت کے بعد دوبارہ نکاح کرے۔

(سوال): میاں بیوی اکھٹے مسلمان ہو گئے، تو کیا تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

(جواب): ان کا نکاح قائم ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

(سوال): میاں بیوی دونوں مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے، پھر کچھ عرصہ بعد دونوں مسلمان ہو گئے، کیا ان کا نکاح قائم ہے؟

(جواب): ارتداد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، خواہ دونوں مرتد ہوئے ہوں یا ایک۔ لہٰذا

مسلمان ہونے کے بعد اگر دونوں دوبارہ میاں بیوی بننا چاہتے ہیں، تو تجدید نکاح کر لیں۔

سوال: میاں بیوی کافر تھے، دونوں مسلمان ہو گئے، نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان کا پہلا نکاح قائم ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

سوال: میاں بیوی میں سے ایک کافر ہو جائے، کچھ عرصہ بعد پھر مسلمان ہو جائے، تو دونوں کا نکاح باہمی رضا مندی سے ہوگا یا صرف شوہر کی رضا مندی یا صرف عورت کی؟

جواب: زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اگر مرتد دوبارہ مسلمان ہو جائے، تو نکاح جدید کے لیے میاں بیوی دونوں کی رضا مندی ضروری ہے، مہر بھی عورت کی رضا مندی سے مقرر ہوگا۔

سوال: جو لوگ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر واقعہ افک کے حوالے سے زنا کی تہمت لگائیں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے زنا کی تہمت لگائی، تو اللہ تعالیٰ نے قرآنی نصوص میں سیدہ کی پاکدامنی بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی صفائی کے بعد اگر کوئی سیدہ پر واقعہ افک کے حوالے سے زنا کی تہمت لگائے، تو وہ کافر ہے، اس پر امت کا اتفاق ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

أَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَائَتَكِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ .

''اللہ نے آپ کی برأت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل کی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 276/1، 349، الرّد على الجهمية للدّارمي، ص 57، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 8/4، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی

موافقت کی ہے۔

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

نَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ .

''آپ کی برأت آسمانوں (کے اوپر) سے اُتری ہے۔''

(صحیح البخاري : 4753)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اسی لیے بنایا کہ وہ پاکدامن تھیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں زیادہ پاکدامن ہیں۔ سیدہ ناپاک ہوتیں، تو شرعی طور پر آپ کی زوجہ ہوتیں، نہ آپ کے شایانِ شاں ہی ہوتیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أُولٰئِكَ مُبَرَّؤُونَ مِمَّا يَقُولُونَ﴾ ''لوگوں کے الزامات سے یہ ہستیاں بری ہیں۔'' یعنی یہ اہل افک اور دشمنوں کی باتوں سے کوسوں دور ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 35/6)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣)

''جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

❁ عالم اہل بیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي عَائِشَةَ خَاصَّةً.

''یہ آیت خاص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير ابن أبي حاتم: 2556/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کر دیا ہے کہ یہ آیت (النور:۲۳) سیدہ عائشہ اور دوسری امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیوں کہ یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے۔ بیوی پر تہمت شوہر کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے، جیسا کہ بیٹے کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس کے گھٹیا پن اور بدنسل ہونے کی دلیل ہے۔ بیوی زنا کی مرتکب ہو، تو خاوند کے لیے رسوائی ہے۔ عین ممکن ہے کہ خود آدمی پر تہمت لگے، تو اسے اتنی رسوائی نہ ہو، جتنی اس کی بیوی پر تہمت لگنے سے ہوتی ہے۔''

(الصّارم المَسلول على شاتِم الرَّسول: 45/1)

❁ عباسی علما کا اجماعی عقیدہ ہے:

مَنْ سَبَّ سَيِّدَتَنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا حَظَّ لَهٗ فِي الْإِسْلَامِ.

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔''

(المُنْتَظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم لابن الجَوزي: 281/15، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى عُمُومِ آيَةِ الْقَذْفِ وَإِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَاصَّةً.

’’مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تہمت والی آیت عام ہے، گو کہ خصوصی طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔‘‘

(التّبصرة في أصول الفقه، ص 146)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا﴾(النّور: ۱۷) سے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، کیوں کہ مثلیت تب ہی ہوگی جب کسی کے بارے میں اسی طرح کی بات کی گئی ہو یا وہ ازواج مطہرات کے ہم پلہ ہو۔ کیوں کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و ناموس اور اہل بیت کے حوالے سے ایذا و تکلیف ہوتی ہے اور یہ کفریہ حرکت ہے۔‘‘

(تفسير القرطبي: 205/12)

❁ قاضی ابو یعلی حنبلی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ بِمَا بَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ كَفَرَ بِلَا خِلَافٍ .

’’جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہی تہمت لگائی، جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا ہے، تو اس کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔‘‘

(الصّارم المَسلول لابن تيمية، ص 566)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ حَكَى الْإِجْمَاعَ عَلٰى هٰذَا غَيْرُ وَاحِدٍ وَصَرَّحَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ بِهٰذَا الْحُكْمِ .

’’اس پر کئی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے اور بے شمار ائمہ نے اس حکم کی

صراحت بھی کی ہے۔‘‘

(الصَّارم المَسلول على شاتِم الرّسول، ص 566)

❁ علامہ ابن جزی غرناطی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

’’واقعہ افک میں پانچ اعتبار سے خیر تھی؛ ① ام المومنین کی برأت کر دی گئی، ② اللہ تعالیٰ نے سیدہ کی شان میں وحی نازل کر کے ان کی عزم افزائی فرمائی، ③ اس جھوٹے الزام پر (صبر کرنے سے) سیدہ کو بہت بڑا اجر ملا، ④ مومنوں کو وعظ ونصیحت کی گئی ⑤ جھوٹے الزام لگانے والوں سے انتقام لیا گیا۔‘‘

(تفسير ابن جزي: 63/2)

❁ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ رِدَّةٌ تَامَّةٌ، وَتَكْذِيبٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي قَطْعِهٖ بِبَرَاءَ تِهَا .

’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا مکمل ارتداد ہے اور اللہ تعالیٰ کو سیدہ کی قطعی برأت کرنے میں جھٹلانا ہے۔‘‘

(المحلّٰى بالآثار: 440/12)

❁ علامہ عبدالخالق بن عیسیٰ ہاشمی حنبلی رحمہ اللہ (۴۷۰ھ) فرماتے ہیں:

’’جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ الزام لگایا، جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا ہے، تو وہ دین سے نکل گیا (کافر ہو گیا)۔ اس کا مسلمان خاتون سے نکاح منعقد نہ ہوگا، الا کہ وہ اعلانیہ توبہ کر لے۔‘‘

(الصّارم المَسلول لابن تيمية، ص 568)

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ الْإِفْكِ رَمَوْا عَائِشَةَ الْمُطَهَّرَةَ بِالْفَاحِشَةِ، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ، فَكُلُّ مَنْ سَبَّهَا بِمَا بَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ فَهُوَ مُكَذِّبٌ لِلّٰهِ، وَمَنْ كَذَّبَ اللّٰهَ فَهُوَ كَافِرٌ .

''اہل افک نے پاکدامن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر برائی کی تہمت لگائی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا۔ لہٰذا جس نے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ الزام لگایا، جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو جھٹلایا، وہ کافر ہے۔'' (أحكام القرآن: 366/3)

❁ حافظ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَذَفَهَا بِمَا بَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ فَقَدْ كَفَرَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ .

''جس نے سیدہ پر وہ تہمت لگائی، جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا ہے، تو اس نے اللہ عظیم کے ساتھ کفر کیا۔'' (لمعة الاعتقاد، ص 40)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

بَرَاءَةُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِنَ الْإِفْكِ وَهِيَ بَرَاءَةٌ قَطْعِيَّةٌ بِنَصِّ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ فَلَوْ تَشَكَّكَ فِيهَا إِنْسَانٌ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ صَارَ كَافِرًا مُرْتَدًّا بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''واقعہ افک میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ہو چکی ہے، یہ برأت قطعی ہے، جس پر قرآنی نص ہے، لہٰذا اللہ معاف کرے! جس انسان نے اس میں شک کیا، تو اس کے کافر اور مرتد ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح النّووي : 117/17)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

إِيَّاكَ يَا رَافِضِيُّ أَنْ تُلَوِّحَ بِقَذْفِ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدَ نُزُوْلِ النَّصِّ فِي بَرَاءَتِهَا، فَتَجِبُ لَكَ النَّارُ.

''اے رافضی! ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے باز آ جاؤ، بعد اس کے کہ ان کی برأت پر نص آ چکی ہے، ورنہ تجھ پر جہنم واجب ہو جائے گی۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء :188/1)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى كُفْرِ قَاذِفِهَا.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر پر امت کا اتفاق ہے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد :103/1)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ قَاطِبَةً عَلٰى أَنَّ مَنْ سَبَّهَا بَعْدَ هٰذَا وَرَمَاهَا بِمَا رَمَاهَا بِهٖ بَعْدَ هٰذَا الَّذِي ذُكِرَ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ، فَإِنَّهٗ كَافِرٌ، لِأَنَّهٗ مُعَانِدٌ لِّلْقُرْآنِ.

''تمام علمائے کرام کا اس شخص کے کافر ہونے پر اجماع ہے، جو برأت کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہے اور اسی تہمت کے ساتھ متہم کرے، جس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں، کیوں کہ وہ قرآن مجید کا واضح دشمن ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 6/31-32)

۞ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ قَذَفَهَا فَقَدْ كَفَرَ لِتَصْرِيْحِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ بِبَرَاءَ تِهَا .

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی، وہ کافر ہے، کیونکہ قرآن کریم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت صراحت کے ساتھ ہو چکی ہے۔''

(الإجابة لإيراد ما اسْتَدْرَكَتْهُ عائشةُ على الصّحابة، ص 52)

۞ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

''واقعہ افک میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ہو چکی ہے، یہ برأت قطعی ہے، جس پر قرآنی نص ہے، لہٰذا اللہ معاف کرے! جس انسان نے اس میں شک کیا، تو اس کے کافر اور مرتد ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(طرح التّثريب : 69/8، عمدة القاري للعيني : 235/13)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

...... وَتَحْرِيمُ الشَّكِّ فِي بَرَاءَ ةِ عَائِشَةَ .

''(یہ حدیث دلیل ہے کہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں شک کرنا حرام ہے۔''

(فتح الباري : 481/8)

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

''آیت مبارکہ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ﴾ ''جو لوگ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں......'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت کی برأت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔...... اہل علم کہتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس تہمت کا ذکر کرتے وقت اپنی تسبیح بیان کی

ہے،فرمایا:﴿سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾’’اللہ پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔‘‘ جب مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیوی اور اولاد کا اثبات کیا،تو اس کو ذکر کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح وتقدیس بیان کی۔‘‘

(الإکلیل، ص 190)

❀ علامہ بحرق شافعی رحمہ اللہ (۹۳۰ھ) فرماتے ہیں:

’’حدیث افک، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت کی برأت کے بارے میں ہے۔ یہ برأت قطعی ہے اور اس پر قرآن نص ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں شک کرے، وہ بالاجماع کافر ہے۔‘‘

(حدائق الأنوار، ص 305)

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

...... بِقَذْفِهٖ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔‘‘

(البحر الرّائق : 131/5، مَجمع الأنهر لشيخي زاده :692/1)

❀ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ يَقْذِفُ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهٖ .

’’اگر کوئی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے،تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔‘‘

(فتاویٰ شامی : 70/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَا شَكَّ فِي تَكْفِيرِ مَنْ قَذَفَ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا .

''اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے۔''
(فتاویٰ شامی : 237/4)

❁ علمائے احناف کا متفقہ فتویٰ ہے:

لَوْ قَذَفَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالزِّنَا كَفَرَ بِاللّٰهِ.

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کا الزام لگایا، اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔''
(فتاویٰ عالمگیری : 264/2)

❁ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (۱۲۰۶ھ) فرماتے ہیں:

''دنیا و آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ طیبہ زوجہ پر تہمت لگانے والا منافقین کے سردار عبد اللہ بن اُبی کی نسل سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان حال سے فرما رہے ہیں: مسلمانو! مجھے میری بیوی کے متعلق ایذا دینے والے کے خلاف میری مدد کون کرے گا؟ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا، وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا﴾(الأحزاب : ٥٧-٥٨)

''اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے والے دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار ہے اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو ناحق ایذا پہنچاتے ہیں، وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار کہاں گئے؟ جو یہ کہیں: اللہ کے رسول! ہم آپ کا دفاع کریں گے۔''(رسالة في الرّدّ على الرّافضة ص 25-26)

سوال: جولوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اُلوہیت کے قائل ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر اللہ کو معبود بنانے والا کافر ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(الأعراف : 194)

''جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، ان کو پکارو، اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں جواب دے کر دکھائیں۔''

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾(بني إسرائيل : 56)

''کہہ دیجئے، جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور تکلیف پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾(القصص : 88)

''اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو، اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔''

سوال: ایک مسلمان صحیح العقیدہ تھا، بعد میں وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت کا قائل ہو گیا، کیا اس کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگانا قرآنی نصوص اور اجماع امت کا انکار ہے، بلکہ سیدہ پر تہمت لگانے والے کو اہل علم نے بالاجماع کافر کہا ہے، لہٰذا جو مسلمان ہو کر

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا کا قائل ہو جائے، تو وہ مرتد کافر ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے، اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: جو لڑکی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا کی قائل ہو، کیا اس سے مسلمان لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگانا کئی قرآن آیات اور اجماع امت کا انکار ہے، لہٰذا ایسی عورت کافرہ ہے، اس سے مسلمان مرد کا نکاح جائز نہیں۔

سوال: جو صحابہ کرام پر تبرا کا قائل اور ان کی تکفیر کو جائز سمجھتا ہو، اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور اگر نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: صحابہ کرام پر تبرا کرنا اور ان کی تکفیر کو جائز سمجھنا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان کی گواہی دی ہے، تو جو اللہ تعالیٰ کی واضح شہادت کا منکر ہو، وہ کافر ہے، ایسے شخص سے مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا، یہ نکاح باطل ہے اور اگر کوئی جانتے بوجھتے ایسے شخص سے نکاح کرے، تو وہ نکاح نہ ہوگا، بلکہ زنا ہوگا۔

سوال: صحابہ کی تکفیر کرنے والوں کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ وہ کافرہ ہے۔

سوال: روافض کی خوشی اور غمی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: جو شخص مسجد اور امام مسجد کو گالیاں نکالتا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجدیں اللہ کے گھر ہیں، یہ شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ کی توہین واستخفاف کفر ہے۔ اسی طرح امام مسجد کو صرف اس بنا پر گالیاں دینا کہ وہ امام مسجد ہے اور اسے حقیر

فقیر سمجھنا کفر ہے۔

❁ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلْاِسْتِخْفَافُ بِالْأَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

''شرفا اور علما کا استخفاف کرنا باعث کفر ہے۔''

(مَجمع الأنهر :695/1)

(سوال): جو شخص کہے کہ میں علماء کی شریعت کو نہیں مانتا اور وہ علماء سے بغض کا اظہار بھی کرے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): علمائے حق شریعت کے پاسبان اور امین ہیں، جو ان سے بغض وعناد رکھے، ان کی اہانت کرے اور ان کی بیان کردہ شریعت کو ماننے سے انکار کرے، تو وہ کافر ہے۔

(سوال): ایک مقدمہ میں قاضی نے مدعی سے پوچھا کہ تم شرع محمدی مانتے ہو یا نہیں؟، تو مدعی نے کہا: جس طرح رواج ہے، تم اس طرح فیصلہ کرو، یہاں شریعت کا کیا کام؟ تو اس مدعی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مدعی نے جو کہا، وہ کبیرہ گناہ ہے، وہ اپنے کلمات سے توبہ کرے، اگر توبہ نہ کرے اور اپنی بات پر قائم رہے، تو شریعت کی توہین کا مرتکب ہے، جو کہ کفر ہے۔

(سوال): بلا ارادہ کلمہ کفر زبان سے نکل جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جس کی زبان سے غیر ارادی طور پر کلمہ کفر نکل جائے، وہ توبہ واستغفار کرے، اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا، اسے تجدید ایمان کی بھی ضرورت نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): اگر مسلمان عورت آریہ یا عیسائی ہو جائے، تو اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): میاں بیوی میں سے جو بھی مرتد ہو جائے، تو نکاح ختم ہو جاتا ہے، خواہ وہ مرتد ہو کر کسی بھی مذہب میں داخل ہو۔

(سوال): اگر کوئی شخص کسی پابند شرع مسلمان کو شیطان کہے اور قرآن وحدیث کو بھی شیطان کہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قرآن وحدیث کو شیطان کہنا واضح کفر اور ارتداد ہے۔ البتہ اگر کوئی کسی مسلمان کو شیطان کہتا ہے، تو اس کے متعلق کفر یا ارتداد کا فتویٰ لگانا مشکل ہے، البتہ وہ سخت گناہ گار ضرور ہے۔

(سوال): جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے، اس کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟

(جواب): اللہ ورسول کو گالی دینا کفر والحاد ہے، ایسے شخص کا نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے، یہ مرتد ہے اور اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ کرنا اسلامی ریاست کا مذہبی فریضہ ہے۔

(سوال): کیا قرآن کی توہین باعث ارتداد ہے یا نہیں؟

(جواب): بلاشبہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، تو گویا قرآن کریم کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے، جو کہ کفر والحاد ہے۔ لہٰذا جو شخص قرآن کریم کی توہین کا ارتکاب کرے، وہ کافر اور مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست کا

فریضہ ہے۔البتہ اس بارے میں یہ جانچ کرنا انتہائی ضروری ہے کہ کیا واقعی ہی قرآن کریم کی توہین کی جارہی ہے یا محض الزام ہے۔بعض لوگ بلا وجہ دوسروں پر توہین قرآن کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، جبکہ وہ قرآن سے محبت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔

سوال: ایک شخص نے استخفاف کرتے ہوئے قرآن کریم کو پھینک دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم کو استخفاف اور اہانت کرتے ہوئے پھینکنا موجب کفر وارتداد ہے، ایسے شخص کو نکاح ختم ہوجاتا ہے۔

✿ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

''جان لیجئے کہ جس نے قرآن یا مصحف یا اس کے ایک حصے کا استخفاف کیا، یا ان کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ کہا، یا قرآن یا اس کے کسی حصے یا آیت کا انکار کیا، یا اس کی یا کچھ حصہ کی تکذیب کی، یا اس میں موجود کسی واضح حکم یا خبر کو جھٹلایا، یا جانتے بوجھتے اس بات کو ثابت کیا، جس کی قرآن نے نفی کی، یا اس کی نفی کی، جس کو قرآن نے ثابت کیا، یا قرآن کے کسی حصہ میں شک کیا، تو وہ اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی : 304/2)

سوال: قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا کیسا ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے۔اس کا احترام فرض ہے، قرآن کریم کی صیانت وحفاظت مومن کا فریضہ ہے۔اس کی توہین واہانت کفر ہے، البتہ قرآن کریم کے اوراق انتہائی بوسیدہ ہوجائیں، پڑھنے کے لائق نہ رہیں، انہیں کسی ایسی زمین میں دفن کر دیا جائے، جہاں ان کی بے حرمتی کا شائبہ نہ ہو۔یا کسی غیر آباد کنواں میں ڈال دیا

جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو ان اوراق کو جلا دینے میں کوئی حرج نہیں، وہ خاک دفن کر دی جائے۔ اس میں چونکہ قرآن کریم کی تحقیر کا قصد نہیں ہے، بلکہ اس کی حفاظت اور احترام پیش نظر ہے۔ جمہور علمائے اسلام کی یہی رائے ہے۔

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

''جان لیجئے کہ جس نے قرآن یا مصحف یا اس کے ایک حصے کا استخفاف کیا، یا ان کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ کہا، یا قرآن یا اس کے کسی حصے یا آیت کا انکار کیا، یا اس کی یا کچھ حصہ کی تکذیب کی، یا اس میں موجود کسی واضح حکم یا خبر کو جھٹلایا، یا جانتے بوجھتے اس بات کو ثابت کیا، جس کی قرآن نے نفی کی، یا اس کی نفی کی، جس کو قرآن نے ثابت کیا، یا قرآن کے کسی حصہ میں شک کیا، تو وہ اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔''

(الشِّفا بتعريف حقوق المصطفٰى: 304/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مطلقاً قرآنِ عزیز کی تعظیم، تنزیہ اور حفاظت کرنا واجب ہے، نیز اجماع ہے کہ جو جان بوجھ کر قرآن کے ایک بھی حرف کہ جس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کرے یا اپنی طرف سے کوئی حرف زیادہ کرے کہ جس کی قرأت (اس سے پہلے) کسی (اہل علم) نے نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔''

(التِّبيان في آداب حَمَلة القرآن، ص 164)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تین قریشیوں سے کہا: اگر تمہارا اور زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ کا قرآن کے کسی حصہ کے بارے اختلاف ہو جائے، تو اسے قریش کی زبان میں لکھ دینا، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب صحیفوں سے نسخے تیار کر دیے گئے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے اور تیار کردہ نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیج دیا، اس کے علاوہ قرآن کے جتنے بھی صحائف تھے، سب کو جلانے کا حکم فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 4987)

۞ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

''قرآن کو (کتابی شکل میں) جمع کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بقیہ تمام صحائف کو جلا دینے کا حکم دینے میں جواز ہے کہ ان کتب کو جلانا جائز ہے، جن میں اللہ کے نام درج ہوتے ہیں، یہ ان کتب کی عزت اور پاؤں میں روندے جانے سے حفاظت ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ ان کتب کو غیر آباد زمینوں کے سپرد کر دیا جائے۔''

(شرح صحيح البخاري : 10/226)

۞ نیز اہل علم کی مختلف آرا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَنْ حَرَّقَهَا أَوْلٰى بِالصَّوَابِ .

''ان کتب کو جلانے والوں کی بات زیادہ درست ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 10/226)

۞ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی توبہ کا واقعہ میں فرماتے ہیں کہ میری طرف

غسان کے بادشاہ کا بایں الفاظ خط آیا:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ، وَلَا مَضْيَعَةٍ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا : وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا.

''امابعد، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے ساتھی (نبی کریم ﷺ) نے آپ کو چھوڑ دیا ہے، لیکن اللہ نے آپ کو رسوائی اور تنگی سے دوچار نہیں کیا، آپ ہمارے پاس آ جائیں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے، میں (کعب رضی اللہ عنہ) نے خط پڑھ کر سوچا: یہ بھی ایک آزمائش ہی ہے، لہٰذا میں نے اسے تنور میں پھینک کر جلا دیا۔''

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2769)

❁ اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ حَرْقِ مَا فِيهِ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِعِلَّةٍ تُوجِبُ ذٰلِكَ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ ضرورت (مثلاً بے حرمتی سے بچاؤ) کے لیے ان اوراق کو جلانا جائز ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا نام درج ہو۔''

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم : 280/8)

❁ ثقہ امام، خالد بن مہران، حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا حُدِّثْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ فَازْدَهِرْ بِهٖ.

''جب آپ کو رسول اللہ ﷺ سے (ثابت) کوئی حدیث بیان کی جائے، تو اسے محفوظ کر لیں۔''

(شُعَب الإيمان للبَيْهَقِي : 1488، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اس قول کے تحت حافظ بیہقی ؒ فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم میں سے ہے کہ مصحفِ قرآن اور سنن کی کتابوں پر کوئی (دوسری) کتاب یا گھر کی کوئی چیز نہ رکھی جائے، غبار آلودہ ہو، تو غبار دور کی جائے، کھانے وغیرہ والے ہاتھ ایسے ورق سے صاف نہ کیے جائیں، جس میں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو، نہ اسے پھاڑا جائے، بلکہ اگر اوراق ضائع کرنا مقصود ہو، تو پہلے اسے پانی سے دھولیا جائے، تا کہ لکھے ہوئے الفاظ دھل جائیں اور اگر اسے آگ سے جلا دیں، تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صحیفے کہ جن میں آیات قرآنیہ اور منسوخ قرائتیں تھیں، کو جلایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، واللہ اعلم!''

(شُعَب الإيمان، تحت الحديث : 1488)

سوال: کیا حرام کو حلال سمجھنے والا کافر ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں حرمت کی نوعیت کو دیکھیں گے، اگر کوئی چیز نص قطعی سے حرام ہو اور اس کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہو، تو اس حرام چیز کو حلال سمجھنے والے کو کافر کہا جائے گا، کیونکہ وہ ضروریات دین کا منکر ہوا ہے، البتہ جس چیز کی حرمت پر نص قطعی نہ ہو اور اس پر امت کا اجماع بھی نہ ہو، تو اس کو حلال سمجھنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے بدعتی یا گمراہ قرار دیا جائے گا۔

سوال: جو عورت شوہر کے ظلم سے قادیانی ہوگئی، اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بہر صورت عورت قادیانی ہوگئی، تو مرتدہ ہے اور زوجین میں سے کسی کے ارتداد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے لوگوں کے مجمع میں قرآن کریم کو واضح گالی دی، تو اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جب قرآن کریم کو ارادۃً صریح گالی دینا ثابت ہو گیا، تو وہ شخص مرتد اور کافر ہو گیا، اس کا نکاح ختم ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی ریاست کے ذمہ ہے۔

(سوال): ایک عالم نے شادی کے موقع پر کہا کہ یہ شراب، رقص اور موسیقی حرام ہے، تو اس پر ایک شخص نے بآواز بلند کہا کہ ہم خدا اور رسول کے حکم کے بالکل منکر ہیں اور اس حکم کو نہیں مانتے۔ کیا یہ شخص مرتد ہوا یا نہیں؟

(جواب): اگر وہ نشے میں دھت نہیں ہے، تو اس پر ارتداد کا حکم لگے گا، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ عدالت اسلامیہ کا مذہبی فریضہ ہے، البتہ اگر وہ شراب کے نشے میں ہے، تو آفاقہ ہونے کے بعد اس پر اس کے کلمات پیش کیے جائیں گے، اگر وہ انکار کر دے، تو اس پر ارتداد کا فتویٰ نہیں لگے گا اور اگر ان کلمات پر قائم رہے، تو وہ مرتد ہے۔

(سوال): جو شخص امامت کو نبوت سے افضل سمجھتا ہے، اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے شخص کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ امامت کو نبوت سے فائق سمجھنے والا کافر، مرتد اور زندیق ہے۔

نبوت لازوال اعزاز ہے، نبوت وہبی ہوتی ہے، کسبی نہیں۔ نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی معنی میں نبوت باقی نہیں۔

نبی تبلیغ رسالت میں معصوم ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اس کا نطق

بالوحی ہوتا ہے۔ وہ خواہشات سے نہیں بولتا۔ یہ اہل سنت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔

اس کے برعکس بعض لوگ امامت کو نبوت سے فائق منصب سمجھتے ہیں، جبکہ قرآن وحدیث اور اجماع میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے:

﴿فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا﴾(الشّعراء : 26)

''میرے رب نے مجھے علم نبوت عطا کیا۔''

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نبوت اور علم نبوت وہبی ہوتا ہے، کسبی نہیں ہوتا، کسبی نبوت کا اسلام میں وجود تو کجا تصور تک نہیں ہے، بلکہ پہلی شریعتوں میں بھی اس کا وجود نہیں ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾(النّساء : ۵۹)

''اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اسی طرح اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اولی الامر کی اطاعت کو اپنی اور رسول کی اطاعت کے تابع کیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مستقل بالذات ہے۔ اولی الامر کی اطاعت مستقل بالذات نہیں۔ اگر امامت کا منصب نبوت سے فائق ہوتا، تو اس کی اطاعت کا بھی ذکر کیا جاتا۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! سب سے سخت مصائب کن پر آتی ہیں؟ فرمایا:

اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ .

''سب سے زیادہ مصائب انبیائے کرام کو آئیں، پھر ان سے کم فضیلت والوں کو، پھر ان سے کم فضیلت والوں کو۔''

(سنن التّرمذي : 2398، سنن ابن ماجه : 4023، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّمَا قَالَ أَوَّلًا : ثُمَّ الْأَمْثَلُ بِلَفْظِ ثُمَّ، وَقَالَ ثَانِيًا : فَالْأَمْثَلُ، بِالْفَاءِ لِلْإِعْلَامِ بِالْبُعْدِ وَالتَّرَاخِي فِي الْمَرْتَبَةِ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار ''ثم الامثل'' کہا، یعنی ''ثم'' کے ساتھ۔ اور دوسری مرتبہ ''فالامثل'' کہا۔ یعنی ''ف'' کے ساتھ۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتانا چاہتے ہیں کہ انبیا اور غیر انبیا کے مراتب میں بہت زیادہ فرق ہے۔''

(عمدة القاري : 212/21)

❀ علامہ ابوالحسن علی بن یحییٰ زوندویستی حنفی (۳۸۲ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَتْ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَفْضَلُ الْخَلِيقَةِ وَأَنَّ نَبِيَّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفْضَلُهُمْ .

''امت کا اجماع ہے کہ مخلوق میں سب سے **افضل** انبیائے کرام ہیں اور ہمارے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) انبیا میں سب سے **افضل** ہیں۔''

(البحر الرّائق لابن نُجیم : 353/1، حاشية الطّحطاوي : 184/1، فتاویٰ شامی : 527/1)

❀ علامہ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

''اکثر امت کے ساتھ ساتھ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ ہر نبی، ہر غیر نبی

ولی سے **افضل** ہے، جبکہ غالی روافض کا خیال ہے کہ (ان کے) ائمہ، انبیائے کرام علیہم السلام سے **افضل** ہیں۔''

(أُصول الدِّين، ص 298)

❁ **قاضی عیاض** رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

نَقْطَعُ بِتَكْفِيرِ غُلَاةِ الرَّافِضَةِ فِي قَوْلِهِمْ : إِنَّ الْأَئِمَّةَ أَفْضَلُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

''ہم قطعی طور پر ان غالی روافض کی تکفیر کرتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ (ان کے بارہ) ائمہ، انبیائے کرام سے **افضل** ہیں۔''

(الشِّفا بتعريف حقوق المصطفٰى، ص 290)

❁ **شیخ الاسلام، ابن تیمیہ** رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَفْضَلُ الْخَلْقِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام مخلوق میں سب سے **افضل** ہیں۔''

(مِنهاج السُّنّة : 417/2)

❁ **حافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ النُّبُوَّةَ أَعْلٰى رُتْبَةً بِلَا خِلَافٍ .

''بلاشبہ نبوت سب سے اعلیٰ منصب ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(تفسير ابن كثير :222/1)

❁ **علامہ زرکشی** (۷۹۴ھ) لکھتے ہیں:

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ اور صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث

:''میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' اور اجماع امت اسی پر دلالت کناں ہے۔اس پر کوئی دوسری رائے نہیں،فلاسفہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبوت کسبی ہوتی ہے،ان کی یہ بات بدبختی اور ملت محمدیہ ﷺ سے خروج یعنی کفر پر جا ٹھہرتی ہے۔''

(تشنیف المَسامع بجمع الجَوامع : 764/4)

❁ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) لکھتے ہیں:

''جو یہ کہتے ہیں کہ نبوت کسبی ہے،منقطع نہیں ہوتی، یا سمجھتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، وہ زندیق ہیں، انہیں قتل کرنا واجب ہے۔ جب بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا،مسلمانوں نے اسے قتل کردیا۔ ہمارے زمانے میں مالقہ نامی شہر کے ایک فقیر نے نبوت کا دعوی کیا،تو اندلس کے بادشاہ سلطان بن احمر نے اسے غرناطہ میں قتل کروا دیا اور اسے پھانسی دے دی، یہاں تک کہ اس کا گوشت بکھر گیا۔''

(البحر المُحیط : 485/8)

(سوال): جوشخص اعلانیہ اصحاب رسول اور ازواج مطہرات کو برا بھلا کہتا ہو،اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اصحاب رسول اور ازواج مطہرات کی تعریف وثنا قرآنی نصوص اور متواتر احادیث سے ثابت ہے، اس کا انکار کفر ہے،لہٰذا ازواج مطہرات اور اصحاب رسول کو برا بھلا کہنے والا اور بے شمار قرآنی وحدیثی نصوص کو ٹھکرانے والا کافر ومرتد ہے اور زوجین میں کوئی مرتد ہوجائے،تو نکاح ختم ہوجاتا ہے۔

(سوال): کیا کلمہ کفر زبان سے ادا کرنے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے؟

(جواب): اگر کلمہ کفر زبان سے ادا کر دیا، پھر اس پر قائم رہا، تو اس پر ارتداد کا حکم لگے گا اور اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا، البتہ اگر کلمہ کفر زبان پر جاری ہوا اور فوراً تائب ہو گیا، تو اس پر ارتداد کا حکم نہیں لگے گا اور اس کا نکاح بھی ختم نہ ہو گا۔

(سوال): اگر کسی کی دو بیویاں ہیں، تو ان میں عدل وانصاف کی کیا صورت ہے؟

(جواب): اگر ایک سے زائد نکاح ہیں، تو تمام بیویوں کے درمیان نان ونفقہ اور سکنی میں عدل چاہیے، نیز شب گزاری میں بھی برابری چاہیے۔ اس حوالے میں ناانصافی گناہ ہے۔

❁ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بیوی کے لیے ایک دن اور رات تقسیم کر رکھی تھی، البتہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔''

(صحيح البخاري : 2593)

(سوال): میری تین بیویاں ہیں، میں تین ماہ کے لیے سفر پر جا رہا ہوں، ایک بیوی کا ساتھ ہونا ضروری ہے، کس کو لے کر جاؤں، جبکہ تمام بیویاں جانے کا کہتی ہیں؟

(جواب): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر تشریف لے جاتے، تو اپنی ازواج کے مابین قرعہ ڈالتے، جس کے نام قرعہ نکل آتا، اسے اپنا ہم سفر بنا لیتے۔ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ اپنی تینوں ازواج کے مابین قرعہ ڈالیں اور جس کا نام آئے، اسے اپنے ساتھ سفر پر لے جائیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ

بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے، تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس کے نام قرعہ نکل آتا، اسے ساتھ لے جاتے۔''

(صحيح البخاري :2661، صحيح مسلم : 2770)

(سوال): ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، کیا دونوں میں زیور وغیرہ میں کمی پیشی کرنا یا نان ونفقہ میں کمی پیشی کرنا جائز ہے یا نہیں، جبکہ ان میں سے ایک صاحب اولاد ہے؟

(جواب): دو بیویوں کے مابین ہر چیز میں عدل ضروری ہے، البتہ جو صاحب اولاد ہے، اسے بچوں کا نان ونفقہ بھی دے۔

(سوال): کیا بیویوں کے مابین تحفہ وہدیہ میں عدل نہ کرنے والا گناہ گار ہے؟

(جواب): جی ہاں۔ تحفہ وہدیہ میں بھی عدل چاہیے۔

(سوال): دو بیویوں کے ہاں جو شب گزاری میں برابری ہے، کیا ان میں جماع کرنا بھی شرط ہے؟

(جواب): جماع کرنا شرط نہیں۔ شب گزاری کافی ہے۔

(سوال): کیا بیوی سے مجامعت ہر ماہ ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب): ہر ماہ ضروری نہیں۔

(سوال): عورت پر شوہر کی فرمانبرداری زیادہ ضروری ہے یا والدین کی؟

(جواب): عورت کے لیے شوہر کی فرمانبرداری زیادہ ضروری ہے، بہ نسبت دیگر قریبی رشتہ داروں کے۔

سوال: اگر بیوی شوہر سے نفرت کرتی ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بلا وجہ بیوی کا شوہر سے نفرت کرنا گناہ ہے۔ البتہ اگر طبعی طور پر بیوی شوہر کو پسند نہیں کرتی، تو اسے چاہیے کہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، اگر شوہر طلاق نہ دے، تو وہ خلع کے ذریعے نکاح فسخ کر سکتی ہے، کیونکہ نفرت کے ساتھ اکھٹے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ وہ دونوں جدا ہو جائیں، اسی میں ان کی دنیوی واُخروی فلاح ہے، ورنہ وہ زوجہ رہتے ہوئے جب اپنے فرائض کو کما حقہ ادا نہ کرے گی، تو آخرت میں جواب دہ ہوگی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: میں ثابت کے دین اور اخلاق پر کوئی عیب نہیں لگاتی، لیکن اسلام میں کفر (شوہر کی نافرمانی) کرنے سے ڈرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ ان کا باغ واپس کر دیں گی؟ کہا: جی ہاں!، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا: ان (ثابت) کا باغ انہیں لوٹا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان جدائی کر دی۔''

(صحيح البخاري: 5276)

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ؛ لَا تُؤْذِيهِ، قَاتَلَكِ اللّٰهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُّفَارِقَكِ إِلَيْنَا .

''جب بھی دنیاوی بیوی اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے، تو اس کی حور بیوی کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے، تو اسے تکلیف مت دے، یہ تیرے پاس مہمان

ہے، بہت جلد تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔‘‘

(مسند أحمد : 242/5، سنن الترمذي : 1174، سنن ابن ماجه : 2014، وسندهٔ حسنٌ)

- اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ’’حسن غریب‘‘ کہا ہے۔
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’صحیح متصل‘‘ کہا ہے۔

(سِیَر أعلام النّبلاء : 47/4)

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؛ ① جس کی بیوی بداخلاق اور بدتمیز ہو، وہ اسے طلاق نہ دے۔ ② جو کسی کو قرض دے، لیکن اس پر گواہ نہ بنائے۔ ③ جو اپنا مال (بغرض تجارت) کسی ناسمجھ کے حوالے کر دے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء : 5) ’’اپنے مال ناسمجھ لوگوں کے سپرد مت کرو۔‘‘

(المستدرك للحاكم : 331/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 146/10، وسندهٔ صحيحٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

جس کی بیوی بداخلاق ہے، وہ اسے طلاق نہیں دیتا، تو اس کی دعا قبول نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بیوی اسے پریشان کرتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ یہ پریشانی دور کر دے، تو اس کی یہ دعا قبول نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے رخصت دی ہے کہ وہ ایسی بداخلاق بیوی کو طلاق دے کر خلاصی پالے، لیکن وہ اسے طلاق نہیں دیتا، ایسا شخص اگر بیوی کی اذیتوں پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، تو اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ اس سے مطلق دعا مراد نہیں ہے۔

(سوال): اگر شوہر بیوی کو اپنے والدین کے گھر جانے سے روکے اور بیوی چلی جائے ،تو کیا حکم ہے؟ اور کیا اس سے نکاح پر اثر پڑے گا؟

(جواب): اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑے گا، البتہ بیوی شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے گناہ گار رہے، کیونکہ نکاح کے بعد بیوی پر سب سے زیادہ حق شوہر کا ہوتا ہے۔

(سوال): جب بیوی کو اس کے والدین شوہر کے گھر نہ آنے دیں،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): والدین کے لیے جائز نہیں کہ وہ بلا وجہ لڑکی کو شوہر کے گھر جانے سے روکیں، اس سے وہ گناہ گار ہوں گے، انہیں چاہیے کہ اپنے گناہ کی معافی مانگیں اور لڑکی کو شوہر کے گھر جانے دیں، لڑکی کو بھی چاہیے کہ اس بارے میں والدین کی اطاعت کے بجائے اپنے شوہر کی بات مانے ، ورنہ وہ بھی گناہ گار ہوگی، کیونکہ نکاح کے بعد اس پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے۔

(سوال): جب بیوی اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف چلے اور اس کے بات پر عمل نہ کرے،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی تمام جائز امور میں اطاعت کرے، ورنہ گناہ گار ہوگی۔ البتہ اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا۔

(سوال): شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا کہیں جانا کیسا ہے؟

(جواب): بیوی کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

(سوال): عورت کا شوہر کے ساتھ مل کر کھانا کھانا کیسا ہے؟

(جواب): بالکل جائز ہے، بلکہ بہتر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بھی سنت ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''میں حیض میں کوئی مشروب پیتی، پھر برتن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتی۔ آپ ﷺ وہیں سے منہ لگا کر نوش جاں فرماتے، جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا، میں دانتوں سے ہڈی کا گوشت نوچتی، پھر نبی اکرم ﷺ کو پیش کرتی۔ آپ ﷺ اسی جگہ منہ رکھتے، جہاں میں نے رکھا ہوتا (پھر اس سے گوشت اتارتے)۔''

(صحيح مسلم: 300)

ثابت ہوا کہ بیوی کے ساتھ مل کر کھانا پینا جائز ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُّؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ؟ فَقَالَ: وَاكِلْهَا.

''میں نے رسولِ کریم ﷺ سے حائضہ (بیوی) کے ساتھ کھانے پینے کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: اس کے ساتھ مل کر کھا پی لیا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد: 342/4، سنن الترمذي: 133، سنن أبي داوٗد: 212، سنن ابن ماجه: 651، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1202) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: بیوی کو مار پیٹ کرنا کیسا ہے؟

جواب: بیوی کو مار پیٹ کرنا گناہ ہے۔ یہ غیر انسانی رویہ ہے، جس کی شریعت کسی طور اجازت نہیں دیتی۔ البتہ نافرمان بیوی بار بار سمجھانے کے بعد بھی نہ سمجھے، تو معمولی سا

مارنا جائز ہے، کہ جس سے جسم میں نشان نہ پڑیں۔ بعض لوگ بیویوں کو اپنا غلام سمجھتے ہیں اور حیوانوں کی طرح انہیں مار پیٹ کرتے ہیں، اس کی کسی طور حمایت نہیں کی جاسکتی، بلکہ جتنی مذمت کی جائے، اتنی کم ہے۔ عورت صنف نازک ہے، اسے پیار محبت سے سمجھانا چاہیے، ان کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کرنا کسی طور جائز نہیں۔

سوال: نافرمان بیوی کو نصیحت کرنا، اس کے لیے بددعا کرنا یا نان ونفقہ بند کرنا کیسا ہے؟

جواب: نافرمان بیوی کو نصیحت کرنا ضروری ہے، شریعت کا یہی منشا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورتوں کے ساتھ انتہا درجے کی بھلائی کریں، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور اوپر والی پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھ پن ہوتا ہے، اسے سیدھا کرنے بیٹھو گے، تو توڑ دو گے، اپنے حال پہ چھوڑ دو گے، تو ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا عورتوں سے کمال کی خیر خواہی کیجیے۔''

(صحيح البخاري: 3331، صحيح مسلم: 1468)

باقی نافرمان بیوی کے لیے بددعا کرنا یا اس کا نان ونفقہ بند کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایلاء کیا، مگر ان کا نان ونفقہ جاری رکھا اور ان کے لیے بددعا بھی نہیں کی، تو ایک مسلمان کو بھی یہی رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

سوال: ساس بہو میں نہ بنے، تو انہیں جدا جدا رکھنا کیسا ہے؟

جواب: بہتر یہی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو الگ رکھے، مگر والدین کی خدمت بھی جاری رکھے، کیونکہ اس پر بوڑھے والدین کی خدمت خاطر بھی ضروری ہے۔

سوال: میری دو بیویاں ہیں، میں ان میں نان ونفقہ کے اعتبار سے عدل نہیں کر سکتا، تو کیا میں پہلی بیوی کو طلاق دے سکتا ہوں؟

(جواب): جتنی آمدن ہے، اسے دونوں بیویوں میں تقسیم کرے، اگر دونوں بیویاں اسی خرچے پر راضی ہیں، تو کسی کو بھی طلاق نہ دے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اگر کوئی بیوی اس خرچے پر راضی نہیں ہے، تو وہ اسے طلاق دے سکتا ہے۔

(سوال): اگر بیوی بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنا گناہ ہے، ایسی عورت کے لیے وعید آئی ہے۔

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ .

''جس عورت نے بلا وجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا، تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 283/5، سنن أبي داوٗد : 2226، سنن التّرمذي : 1187، سنن ابن ماجه : 2055، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۸۴) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/ ۲۰۰) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

(سوال): باپ بیٹے سے کہے کہ طلاق دے دو، تو کیا کرنا چاہیے؟

(جواب): اگر بیوی پابند شرع اور شوہر کی فرمان بردار ہے، تو بیٹے کو چاہیے کہ باپ کی بات نہ مانے اور بیوی کو طلاق نہ دے، کہ یہ عورت دنیا کی سب سے عظیم دولت ہے، ایسی عورت کو چھوڑ دینا اللہ کی نافرمانی ہے اور مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ .

''دنیا فائدہ کا سامان ہے اور دنیاوی سامان میں سب سے بھلائی والی چیز نیک عورت ہے۔''

(صحيح مسلم : 1467)

البتہ اگر عورت نافرمان اور ناشکر گزار ہے، تو بیٹے کو چاہیے کہ والدین کے کہنے پر اپنی بیوی کو طلاق دے دے، کیونکہ بیٹے کی دنیاوی واخروی نجات کے لیے یہی بہتر ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو پیغام دیا تھا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسماعیل علیہ السلام کی ایک عورت سے شادی ہوگئی، اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ میں ذرا اپنے بچے کی خبر لے آؤں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام آئے اور اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا، بیوی نے کہا: وہ شکار کرنے جاتے ہیں اور تو کچھ انہیں جیسے یاد ہی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وہ آئیں، تو انہیں میرا پیغام دیجئے کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کرلیں، بیوی نے واپسی پر یہ پیغام دیا، تو اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے: وہ چوکھٹ آپ ہی ہیں، جائیے اپنے گھر، آپ کو طلاق ہے۔''

(صحيح البخاري : 3365)

سوال: عورت کے لیے والدین کا حکم مقدم ہے یا شوہر کا؟

جواب: نکاح کے بعد عورت پر جتنے حقوق اس کے شوہر کے ہیں، اتنے کسی اور رشتے دار کے نہیں، لہٰذا بیوی کے لیے شوہر کا حکم بہ نسبت والدین کے مقدم ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): شوہر بیوی کو اپنے گھر لانا چاہتا ہے، جبکہ بیوی انکار کرتی ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر نے بیوی کا حق مہر ادا کر دیا ہے، تو اب بیوی کو انکار کا حق باقی نہیں، وہ اسے اپنے گھر لا سکتا ہے۔

(سوال): شوہر کے ذمہ بیوی کے مالی حقوق کیا ہیں؟

(جواب): شوہر کے ذمہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی کو روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرنا ہے، نیز دیگر بنیادی ضروریات کا خیال رکھنا بھی شوہر کے ذمہ ہے۔

(سوال): دوران حمل کب تک مجامعت جائز ہے؟

(جواب): حالت حمل میں زوجہ سے مجامعت کرنا جائز ہے، اس میں شرعی وطبی قباحت نہیں، حمل کے آخری ماہ بھی مجامعت کی جا سکتی ہے۔

(سوال): صحیح مدت رضاعت کیا ہے اور کسی صورت میں کمی پیشی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): مکمل مدت رضاعت دو سال ہے، اس مدت کے دوران اگر کم سے کم پانچ مرتبہ کسی عورت کا دودھ پیا ہے، تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر اس مدت کے بعد کسی عورت کا دودھ پیا ہے، خواہ کتنی ہی مرتبہ پیا ہو، تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ

يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾(البقرة : ۲۳۳)

''مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں، جن کا ارادہ (مدت) رضاعت مکمل کرنے کا ہو۔''

حرمت رضاعت کے لیے آخری مدت دوسال ہے، یہ مطلب نہیں کہ اس مدت کے بعد بچہ عورت کا دودھ نہیں پی سکتا، لہٰذا اگر بچہ جسمانی طور پر کمزور اور ناتواں ہے اور وہ ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی غذا نہیں کھا سکتا، تو اسے دوسال سے زائد مدت تک بھی دودھ پلایا جاسکتا ہے، مگر دوسال کے بعد رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

سوال: کیا کوئی عورت اپنے بھائی کو دودھ پلاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: پلاسکتی ہے، مدت رضاعت میں کوئی بہن اپنے بھائی کو کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلا دے، تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور یہ بہن کے ساتھ ساتھ اس کی رضاعی ماں بھی بن جائے گی، لہٰذا اب دونوں کی اولادوں کی آپس میں شادی نہیں ہوسکتی۔

سوال: غیر کا بچہ ہونے کی صورت میں بھی مدت رضاعت دوسال ہے یا زیادہ؟

جواب: کوئی بھی بچہ ہو، کامل مدت رضاعت دوسال ہے، اس کے بعد دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

سوال: دواڑھائی سال کے بعد دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: نہیں۔ دوسال کے اندر اندر کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

سوال: کیا دس رضعات کا حکم منسوخ ہے؟

جواب: پہلے دس رضعات والا حکم قرآن کریم میں موجود تھا، پھر یہ حکم اور آیت دونوں

منسوخ ہو گئے اور پانچ رضعات حرمت رضاعت کے لیے مقرر کیے گئے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''پہلے قرآنِ مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات (کے بہت قریب) تک قرآنِ کریم میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔''

(صحیح مسلم : 1452)

سوال: دو سال سے زائد عرصہ تک بچے کو ماں کا دودھ پلانا کیسا ہے؟

جواب: اگر بچہ بہت لاغر اور کمزور ہے، ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی اور غذا ہضم نہیں کرسکتا، تو طبی ضرورت کے پیش نظر دو سال سے زیادہ بھی ماں کا دودھ پلایا جاسکتا ہے۔

سوال: مدت رضاعت کے بعد دودھ چوسنے سے حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: حرمت رضاعت صرف مدت رضاعت میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے، وہ بھی کم سے کم پانچ مرتبہ سیر ہو کر پینے سے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ .

''ایک یا دو دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحیح مسلم : 1450)

❁ دوسری روایت ہے:

لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ .

''ایک یا دو دفعہ پستان منہ میں دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحيح مسلم :1451)

(سوال): رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، جیسے نسبی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ .

''رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1444)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾(النّساء : ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں اُخت کا لفظ مطلق ہے، جو رضاعی بہنوں کو بھی شامل ہے، لہٰذا رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

(سوال): صرف چھاتی سے لگانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): صرف چھاتی سے لگانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پینا ضروری ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ .

''ایک یا دو دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔''

(صحیح مسلم : 1450)

سوال: ایک عورت نے اپنے خاوند کو دودھ پلا دیا، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: حرمت رضاعت مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے، مدت رضاعت کے بعد نہیں۔ لہٰذا اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا، تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی اور نکاح میں بھی کچھ خلل نہیں آئے گا۔

سوال: کیا تھوڑا دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے؟

جواب: حرمت رضاعت اسی وقت ثابت ہوتی ہے، جب بچے نے مدت رضاعت میں پیٹ بھر کر کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پیا ہو، اس سے کم پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

''نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا : یہ کون ہے؟ عرض کیا : یہ میرا رضاعی بھائی ہے، فرمایا : پہچان لیں کہ آپ کے بھائی کون ہیں، رضاعت تب ثابت ہوتی ہے، جب دودھ ہی بچے کی غذا ہوتی ہے۔''

(صحیح البخاري : 2647، صحیح مسلم : 1455)

سوال: رضاعت ایک عورت کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دودھ پلانے والی عورت اکیلی گواہی دے دے، تو یہ گواہی قبول ہے، اس سے رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

❁ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابواہاب کی بیٹی (ام یحییٰ) سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے پھر پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منہ موڑ لیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ بات کہی جا چکی ہے، تو وہ تیرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ پس آپ نے اسے اس (کی بیوی کے ساتھ رہنے) سے منع کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 2659)

سوال: جس عورت کا دودھ پیا، کیا اس کی نواسی سے نکاح جائز ہے؟

جواب: نکاح جائز نہیں، کیونکہ دونوں رضاعی ماموں بھانجی ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ......﴾ (النّساء: ٢٣)

''......اور بہنوں کی بیٹیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

یہاں اُخت کا لفظ مطلق ہے، جو رضاعی بہنوں کو بھی شامل ہے، لہٰذا رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

''رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1444)

سوال: بچہ جیسے دودھ پیتا تھا، قے کر دیتا تھا، کیا حرمت رضاعت ثابت ہوئی؟

جواب: اگر مدت رضاعت میں بچے نے کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پیا ہے، تو حرمت رضاعت ثابت ہوگئی، خواہ دودھ پینے کے بعد قے کر دیتا ہو۔

سوال: خالد کے جس بھائی نے پھوپھی کا دودھ نہیں پیا، کیا اس کا نکاح پھوپھی کی لڑکی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہوسکتا ہے، کیونکہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) کی اولاد رضیع (دودھ پینے والی یا والا) کے لیے حرام ہے، رضیع کے بہن بھائیوں کے لیے نہیں۔

سوال: زید نے ہندہ کا دودھ پیا ہے، کیا زید کا دادا ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: زید کا دادا ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے، مرضعہ کی حرمت رضیع کے لیے ہے۔

سوال: پستان سے پانی منہ میں جائے، تو رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: حرمت رضاعت مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے، صرف ایک آدھ مرتبہ پستان منہ میں لینے سے نہیں۔

سوال: رضاعی پھوپھی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس طرح نسبی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَعَمَّاتُكُمْ ......﴾(النّساء : ٢٣)

”......اور تمہاری پھوپھیوں کو (بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔“

رضاعی پھوپھیاں بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ .

''رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1444)

سوال: جس نے دادی کا دودھ پیا ہو، کیا اس کا نکاح پھوپھی کی لڑکی سے جائز ہے؟

جواب: اگر دادی کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہے، تو وہ دادی کا رضاعی بیٹا بن گیا، پھوپھی رضاعی بہن بن گئی اور پھوپھی کی بیٹی رضاعی بھانجی بن گئی۔ تو جیسے نسبی بھانجی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بھانجی سے بھی نکاح جائز نہیں، کیونکہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

سوال: جس نے دادی کی چھاتی چوسی، اس کا نکاح چچا کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صرف ایک بار چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ سیر ہو کر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت جب دادی سے رضاعت ثابت نہ ہوئی، تو چچا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

سوال: کیا عورت غیر کے بچے کو شوہر کی اجازت کے بغیر دودھ پلا سکتی ہے؟

جواب: شوہر کی اجازت کے بغیر غیر کے بچے کو دودھ نہیں پلانا چاہیے، البتہ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلا دیتی ہے، تو بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

سوال: کیا شک کی صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: شک یا گمان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: ساس نے داماد سے کہا کہ میں نے تمہیں بچپن میں دودھ پلایا ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ساس یقین سے گواہی دے کہ اس نے اپنے موجودہ داماد کو مدت رضاعت میں کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پلایا ہے، تو ساس کی گواہی معتبر ہوگی، رضاعت ثابت ہو جائے گی اور میاں بیوی کے درمیان جدائی کرائی جائے گی، کیونکہ وہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں، تو جس طرح نسبی بہن بھائی کا نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بہن بھائی کا نکاح بھی حرام ہے۔ اس سلسلہ میں اکیلی عورت کی گواہی کافی ہے۔

❁ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابواہاب کی بیٹی (ام یحییٰ) سے شادی کی، کالے رنگ کی ایک عورت آ کر کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھ سے منہ موڑ لیا، میں نے پھر پوچھا، تو آپ ﷺ نے پھر منہ موڑ لیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ بات کہی جا چکی ہے، تو وہ تیرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ پس آپ نے اسے اس (کی بیوی کے ساتھ رہنے) سے منع کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 2659)

سوال: عورت کس صورت میں طلاق طلب کر سکتی ہے؟

جواب: اگر میاں بیوی میں باہم نا اتفاقی ہو، موافقت کی کوئی صورت نہ ہو، تو عورت طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے، یا خلع لے سکتی ہے۔

(سوال): بغیر وجہ طلاق کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، اس پر وعید آئی ہے۔

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ .

''جس عورت نے بلا وجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا، تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 283/5، سنن أبي داوٗد : 2226، سنن التّرمذي : 1187، سنن ابن ماجه : 2055، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۸۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۲۰۰) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

(سوال): جب میاں بیوی کے مابین اتفاق نہ ہو، لڑائی جھگڑا معمول ہو، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر زوجین کے مابین ناچاکی رہتی ہو، اتفاق کی کوئی صورت نظر نہ آئے، تو شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو طلاق دے دے، اسی میں دنیاوی واُخروی فلاح ہے۔

(سوال): کیا دل میں طلاق کا خیال لانے سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

(جواب): دل میں طلاق کا خیال لانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): جب شوہر بیوی کی خبر گیری نہ کر سکے، تو کیا طلاق دینا واجب ہے؟

(جواب): جو شوہر بیوی کی خبر گیری نہیں کرتا، اسے چاہیے کہ اس کی خبر گیری کرے،

کیونکہ بیوی کی ضروریات کا خیال رکھنا اس کے ذمہ ہے اور اس میں اجر بھی ہے۔ البتہ اگر شوہر کسی صورت بیوی کی خبر گیری نہیں کر سکتا، تو احسن طریقہ سے اسے طلاق دے دے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾(البقرة : ٢٢٩)

''بیوی کو عمدہ طریقے سے رکھے یا احسان کے ساتھ آزاد کر دے۔''

(سوال): ایک عورت نماز عمدہ طریقے سے نہیں پڑھتی اور غیر محرم سے آواز کا پردہ نہیں رکھتی، کیا شوہر کے لیے اسے طلاق دینے کا حکم ہے؟

(جواب): ایسی عورت کو شوہر طلاق نہ دے، بلکہ اسے نصیحت جاری رکھے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورتوں کے ساتھ انتہا درجے کی بھلائی کریں، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور اوپر والی پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھ پن ہوتا ہے، اسے سیدھا کرنے بیٹھو گے، تو توڑ دو گے، اپنے حال پہ چھوڑ دو گے، تو ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا عورتوں سے کمال کی خیر خواہی کیجئے۔''

(صحيح البخاري :3331، صحيح مسلم : 1468)

(سوال): بیوی متبع شریعت نہ ہو، تو طلاق دینا کیسا ہے؟

(جواب): شوہر متبع شریعت ہے، تو اس کی بیوی کو بھی متبع شریعت ہونا چاہیے، اگر بیوی متبع شریعت نہ ہو، تو شوہر کو چاہیے کہ اسے ہر طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کرے، اگر نہ سمجھے، تو اسے طلاق دے دے، کیونکہ وہ اس کے لائق نہیں ہے۔

(سوال): جان کے خوف سے طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جان کے خوف سے جو طلاق دی گئی، وہ جبری طلاق ہے اور جبری طلاق

واقع نہیں ہوتی۔اس پر قرآن وحدیث کے دلائل ہیں، نیز ائمہ کی تصریحات بھی موجود ہیں:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾(النَّحل : ١٠٦)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے(اس پر اللہ کا غضب ہے)،سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے ، جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اس کو کفر پر مجبور کیا جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح طلاق کا ارادہ نہ ہوتو جبری طلاق بالا ولیٰ واقع نہیں ہوگی۔

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلشِّرْكُ أَعْظَمُ مِنَ الطَّلَاقِ .

''شرک طلاق سے بڑا معاملہ ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1142، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے (مجبوری کی صورت میں) کفر معاف کر دیا ہے،تو مجبوری کی صورت میں کہے گئے تمام دیگر اقوال بھی معاف ہیں، کیونکہ جب لوگوں کو بڑی چیز معاف کر دی جائے،تو چھوٹی چیز خود بخود معاف ہو جاتی ہے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 122/2)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خطا اور نسیان سے تجاوز کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کردی ہے، ......اسی طرح مجبوری کی صورت میں کیے گئے کام سے معافی کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کی ہے۔''

(جامع العُلوم والحكم، ص 452)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''مجبور و مقہور کی کوئی طلاق نہیں۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1143، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ثابت بن عیاض احنف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کی ام ولد لونڈی سے نکاح کیا۔ میں اس کے پاس آیا اور اس پر داخل ہوا، تو کوڑے لٹکے ہوئے تھے۔ لوہے کی دو بیڑیاں تھیں اور دو غلام بٹھائے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے کہا: اپنی بیوی کو طلاق دے دے، ورنہ اللہ کی قسم تجھے ایسا ایسا کر دوں گا۔ میں نے کہا: اسے ایک ہزار طلاق۔ میں اس کے پاس سے نکلا، تو مکہ کے راستے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو اپنا سارا واقعہ سنایا، تو وہ غصے ہو گئے اور فرمایا: یہ کوئی طلاق نہیں۔ وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی۔ آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جایئے۔ مجھے اطمینان نہ ہوا یہاں تک کہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا اور ان سے اپنا واقعہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ آپ کی بیوی آپ پر حرام نہیں ہوئی، آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جایئے۔''

(الموطا للإمام مالك : ٣٧٦، ح : ١٢٤٥، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ دو جلیل القدر صحابہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁ ابوالزناد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا۔ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جو بنوحطمہ میں سے تھا، اسے قمری کہا جاتا تھا۔ اس کی قوم نے اسے مارا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے حتی کہ تو عورت پر تین طلاقِ بتہ دے یا ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ نیز اس سانحہ پر دلیل پیش کی، تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کی بیوی کو اس پر لوٹا دیا۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1132 ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى طَلَاقَ الْمُكْرَهِ شَيْئًا .

''وہ مجبور کی طلاق کو کچھ بھی خیال نہیں کرتے تھے۔''

(سنن سعيد بن منصور :1141 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد رحمہ اللہ جبری طلاق دینے والے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''امید ہے کہ اس پر کچھ نہیں ہوگا۔''

❁ نیز فرماتے ہیں:

''مجبور کی تعریف یہ ہے کہ اسے قتل کا ڈر ہو یا سخت مار کا ڈر ہو۔ امام اسحٰق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے جس طرح فرمایا ہے، بلاشک وشبہ بات اسی طرح ہے۔''

(مسائل أحمد وإسحاق برواية إسحاق بن منصور الكوسج : 958)

❁ شاہ ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ جبری طلاق کے مفاسد ذکر کرتے ہیں:

''دوسری بات یہ ہے کہ اگر مجبور شخص کی طلاق کو معتبر سمجھ لیا جائے تو اس طرح مجبور کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔قریب ہے کہ طاقتور شخص کمزور کو اس طرح سے قابو کر لے کہ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور وہ اسے اسلحہ کے زور پر دھمکا لے اور اس کی بیوی میں رغبت ہو تو اسے طلاق پر مجبور کر لے۔اگر ہم اس کی ارادے کو ناکام بنا دیں اور اس کی مراد کو واپس کر دیں تو یہ چیز لوگوں کے آپس میں مجبور کر کے کیے گئے ظلم کو روکنے کا سبب ہوگی......۔''

(حجة اللّٰه البالغة : 138/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاوی:۳۳/۱۱۰) اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (زاد المعاد:۵/۲۰۴،اعلام الموقعین:۳/ ۱۰۸،تہذیب السنن:۶/ ۱۸۷) وغیرہما کے نزدیک بھی جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جمہور کا مذہب ہے کہ مجبوری میں جو چیز واقع ہوتی ہے،اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''(فتح الباري : 390/9)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس بنا پر مجبور شخص کی ہر کلام لغو ہے۔اس کا کوئی اعتبار نہیں۔قرآنِ کریم نے بتایا ہے کہ کوئی شخص اگر مجبور ہو کر کلمۂ کفر کہہ دے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور جسے اسلام پر مجبور کیا جائے ، وہ مسلمان نہیں ہوگا۔سنت نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے مجبور شخص کو معاف کر دیا ہے، وہ اس سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔۔۔رہے مجبور شخص کے افعال تو ان میں تفصیل ہے: جو افعال مجبوری کے ساتھ مباح ہیں، ان پر معافی ہے، جیسا کہ رمضان کے دن میں کھانا، نماز میں حرکت اور احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہننا وغیرہ۔ اور جو چیزیں مجبوری کی وجہ سے مباح نہیں، ان پر مؤاخذہ ہوگا، جیسا کہ بے گناہ کو قتل کرنا، اس کا مال تلف کرنا ۔۔۔اقوال اور افعال میں فرق یہ ہے کہ افعال جب واقع ہو جائیں تو ان کی خرابی ختم نہیں ہو سکتی، بلکہ ان کی خرابی ان کے ساتھ ہی رہتی ہے، برعکس اقوال کے کہ ان کو لغو کرنا اور سونے والے اور مجنون کی طرح شمار کرنا ممکن ہے۔ جو فعل مجبوری کے ساتھ مباح نہیں، اس کی خرابی ثابت ہوتی ہے، برعکس قول کی خرابی کے کہ وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے، جب کہنے والا اس کو جانتا ہو اور مجبور نہ ہو۔''

(زاد المَعاد : 205/5)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا تَلَاعُبٌ بِالدِّينِ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ .

''یہ (مجبور کی طلاق کو شمار کرنا) دین کے ساتھ کھلواڑ ہے۔ ہم ایسے کاموں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(المُحَلّٰی بالآثار : 205/10)

(سوال): طلاق کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(جواب): جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ بیوی کو اس طہر میں ایک طلاق دے، جس میں اس نے بیوی سے مجامعت نہ کی ہو۔ اسے طلاق سنی بھی کہتے ہیں۔

اس صورت میں عورت کی عدت تین ماہ ہے، اس دوران شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے، عدت کے بعد تجدید نکاح سے بیوی بنا سکتا ہے، اب اس کے پاس دو طلاقوں کا حق باقی ہے۔ اسی طرح کبھی دوسری طلاق دے دی، تو عدت کے دوران رجوع کر سکتا ہے، عدت کے بعد نئے نکاح سے بیوی بنا سکتا ہے۔ یہ دو طلاقیں رجعی کہلاتی ہیں، جن کے بعد رجوع یا تجدید نکاح کیا جا سکتا ہے۔ ان کے بعد طلاق کا ایک حق باقی رہ جاتا ہے، اگر شوہر نے وہ حق بھی استعمال کر لیا، تو اب رجوع کی گنجائش نہیں، تجدید نکاح سے بیوی بھی نہیں بنا سکتا۔

افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے، ہمارے ہاں نکاح مولانا صاحب سے پڑھایا جاتا ہے، مگر طلاق دیتے وقت علما کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔ جس بنا پر لوگ غلط طریقے سے طلاق دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر کا دروازہ بند کر دیتے ہیں۔

سوال: جو بیوی شوہر کے باپ کی عزت نہ کرے اور اسے برا بھلا کہے، تو کیا بیٹا باپ کے کہنے پر طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر واقعی بیوی اپنے سسر سے بدسلوکی کرتی ہے، تو اسے طلاق دے دینی چاہیے۔

سوال: ایک عورت انگریزی لباس پہنتی ہے، اگر وہ یہ لباس پہننا نہ چھوڑے، تو کیا اسے طلاق دینا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: انگریزی لباس نیم برہنہ ہوتا ہے، ایک متشرع مسلمان کے لائق نہیں کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے، ورنہ وہ دیوث قرار پائے گا۔ اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کو سمجھائے، سمجھ جائے، تو درست، ورنہ طلاق دے دے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف

(نظر رحمت سے) دیکھے گا: ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندهٔ حسنٌ)

(سوال): پاگل کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پاگل کا کوئی عمل شرعاً معتبر نہیں، لہٰذا مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند عليّ بن الجعد :741، وسندهٔ صحيحٌ)

(سوال): اگر بیوی شوہر سے نفرت کرتی ہو اور اس سے زبان درازی کرتی ہو، تو کیا شوہر کے لیے طلاق دینا ضروری ہے؟

(جواب): اگر بیوی شوہر سے نفرت کرتی ہے اور بات بات پر زبان لڑاتی ہے، تو شوہر کو چاہیے کہ اسے سمجھائے، ورنہ طلاق دے دے، یہی اس کے حق میں بہتر ہے، ورنہ؛

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؛ ① جس کی بیوی بد اخلاق اور بدتمیز ہو، وہ اسے طلاق نہ دے۔ ② جو کسی کو قرض دے، لیکن اس پر گواہ نہ بنائے۔ ③ جو اپنا مال (بغرض تجارت) کسی ناسمجھ کے حوالے کر دے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾(النساء : 5)''اپنے مال

ناسمجھ لوگوں کے سپرد مت کرو۔''

(المستدرك للحاكم : 331/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 146/10، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

جس کی بیوی بداخلاق ہے، وہ اسے طلاق نہیں دیتا، تو اس کی دعا قبول نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بیوی اسے پریشان کرتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ یہ پریشانی دور کر دے، تو اس کی یہ دعا قبول نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے رخصت دی ہے کہ وہ ایسی بداخلاق بیوی کو طلاق دے کر خلاصی پالے، لیکن وہ اسے طلاق نہیں دیتا، ایسا شخص اگر بیوی کی اذیتوں پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، تو اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ اس سے مطلق دعا مراد نہیں ہے۔

سوال: صرف تحریری طلاق سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: تحریری طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ شوہر نے خود تحریر کی ہو یا کسی سے کروائی ہو، خواہ بیوی کو موصول ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

سوال: ایک شخص بیوی کو طلاق دینے کے متعلق اس قدر سوچتا ہے کہ جب وہ گہری سانس لیتا ہے، تو ''طلاق دی'' کے الفاظ نکلتے ہیں، تو کیا اس سے طلاق ہو جاتی ہے؟

جواب: یہ خیالات اور وسوسات ہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

سوال: اگر شوہر اپنی بیوی کو یہ کہے کہ ''کیا طلاق دلانا چاہتی ہو؟'' تو کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

سوال: اگر کوئی ریاست مرد کی طرح عورت کو بھی طلاق کا اختیار دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق مرد کا وظیفہ ہے، یہ اختیار شریعت نے صرف مرد کو سونپا ہے، کسی ریاست کے قانون سے شرعی حکم تبدیل نہیں ہوسکتا۔ البتہ اگر بیوی شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا، تو وہ خلع کے ذریعے نکاح فسخ کر سکتی ہے، تو گویا جس طرح مرد کے پاس طلاق کا اختیار ہے، اسی طرح عورت کے پاس خلع کا اختیار ہے۔

(سوال): عورت کی غیر موجودگی میں طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): عورت کی غیر موجودگی میں بھی طلاق ہو جاتی ہے، خواہ خاوند نے تحریری طلاق دی ہو یا بول کر، کیونکہ طلاق کے وقت عورت کا موجود ہونا شرط نہیں۔

(سوال): جس نے مذاق میں ایک طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا ایک طلاق واقع ہو گئی، اب شوہر عدت کے اندر اندر رجوع کرسکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے۔

۱۔ نکاح ۲۔ طلاق ۳۔ رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بخار کی مدہوشی میں طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر حواس قائم ہیں، تو طلاق ہو جائے گی۔

سوال: حالت حیض میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایامِ مخصوصہ میں طلاق مکروہ ہے، لیکن واقع ہو جاتی ہے۔

❁ نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مُرْهُ، فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا، أَوْ حَامِلًا.

''انہوں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیجیے، پھر طہر یا حمل میں طلاق دیں۔''

(صحيح البخاري: 5252، صحيح مسلم: 1471، واللفظ لهٗ)

«فَلْيُرَاجِعْهَا» کے الفاظ واضح طور پر وقوعِ طلاق کا پتا دے رہے ہیں، اگر طلاق واقع نہیں ہوئی تھی، تو رجوع کیسا؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ پر یوں تبویب فرمائی ہے:

بَابٌ إِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ تَعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ.

''حائضہ کو دی گئی طلاق شمار ہوگی۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں نے حیض میں طلاق دی۔ (میرے والد گرامی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا، تو فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیں، پھر طلاق دینا چاہیں، تو طہر میں دیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا اس طلاق کو شمار کیا جائے گا۔ فرمایا: جی ہاں۔''

(سنن الدارقطني : 5/4، السنن الکبرٰی للبیهقي : 326/7، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔''

(مسند الطیالسي : 68، مسند عمر بن الخطّاب لابن النجّاد :1، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں؛

حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ .

''یہ ایک طلاق شمار ہوئی۔'' (صحیح البخاري : 5253)

❁ نیز فرماتے ہیں:

فَرَاجَعْتُهَا، وَحَسِبْتُ لَهَا التَّطْلِيقَةَ الَّتِي طَلَّقْتُهَا .

''میں نے رجوع کر لیا اور اسے طلاق شمار کیا۔''

(صحیح مسلم :1471)

❁ انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ : طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ،

فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «لِيُرَاجِعْهَا»، قُلْتُ : تُحْتَسَبُ؟ قَالَ : «فَمَهْ؟» .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے سنا: میں نے حیض میں طلاق دی۔ (میرے والد گرامی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رجوع کریں۔ میں (انس بن سیرین) نے عرض کیا: کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اور کیا؟''

(صحيح البخاري : 5252، صحيح مسلم : 1471)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''«فَمَهْ» اصل میں فَمَا تھا۔ یہ استفہام ہے، جس میں اکتفا ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر طلاق کو شمار نہیں کیا جائے گا، تو اور کیا ہوگا؟ یہ بھی ممکن ہے کہ ہا اصلی ہو اور یہ کلمہ ڈانٹ کے لیے بولا جاتا ہو، یعنی یہ بات نہ کرو، کیونکہ اس صورت میں طلاق کا واقع ہونا لازمی امر ہے۔ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عمر کے اس فرمان کا مطلب یہ تھا کہ حیض میں دی گئی طلاق شمار نہیں کی جائے گی، تو اور کیا ہوگا؟ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟ گویا انہوں نے فرمایا کہ اس طلاق کے وقوع میں کوئی شبہ نہیں۔''

(فتح الباري : 352/9)

❀ یونس بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: کوئی حیض میں طلاق دے تو؟ کہا: کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جانتے ہیں؟ انہوں نے حیض میں طلاق دی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ دوبارہ طلاق کا ارادہ ہو، تو طہر میں دیں، میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کی طلاق شمار کی تھی؟ کہا: ان کی عاجزی اور ناسمجھی نے طلاق ساقط کر دی ہے؟

(صحيح البخاري : 5258، صحيح مسلم : 1431)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرَأَيْتَ لَوْ عَجَزَ بِمَعْنٰى تَعَاجَزَ عَنْ فَرْضٍ آخَرَ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ، فَلَمْ يُقِمْهُ، أَوِ اسْتَحْمَقَ فَلَمْ يَأْتِ بِهٖ، أَكَانَ يُعْذَرُ فِيهِ؟

''اگر وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی اور فرض میں سستی کرے، اسے درست طریقے سے ادا نہ کرے یا حماقت کرے اور اسے ادا ہی نہ کرے، تو کیا اس بارے میں اس کا عذر قبول ہوگا؟'' (التمهيد : 66/5)

❁ شارحِ صحیح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) لکھتے ہیں:

''ان الفاظ کا معنی یہ ہے کہ کیا ان کی سستی اور نافہمی کی بنا پر طلاق کا حکم ختم کر دیا جائے گا؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ اصل میں یوں ہے: ہاں، طلاق شمار کی جائے گی، ان کی سستی اور ناسمجھی کی بنا پر طلاق کا نفاذ روکا نہیں جا سکتا۔''

(شرح صحيح مسلم : 66/10)

❁ یونس بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے سنا: میں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ رجوع

کریں، اگر دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ ہو، تو طہر میں دے، میں نے عرض کیا: یہ طلاق شمار ہوگی؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں مانع کیا ہے؟ جی ہاں، شمار ہوگی۔ اگر وہ سستی اور حماقت کرتا ہے، تو کیا اس کا عذر قبول ہوگا؟''

(مسند الإمام أحمد : 79/2، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی بیوی کے بارے میں پوچھا، جسے انہوں نے حیض میں طلاق دی تھی۔ کہا: میں نے حیض میں طلاق دی۔ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کی گئی، تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیں، دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ ہو، تو طہر میں دیں، میں نے رجوع کیا اور طہر میں طلاق دی۔ عرض کیا: کیا آپ نے حیض میں دی گئی طلاق شمار کی تھی؟ کہا: اگر چہ میری عاجزی اور کم فہمی تھی، لیکن اسے شمار کیوں نہ کرتا؟''

(صحیح مسلم : 11/1471)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ، فَقَالَ : طَلَّقْتُ امْرَأَتِي ثَلَاثًا، وَهِيَ حَائِضٌ، فَقَالَ : عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَفَارَقْتَ امْرَأَتَكَ .

''ایک شخص نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فتویٰ طلب کیا: میں نے اپنی بیوی کو حیض میں تین طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا: آپ نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی ہے

اور اپنی بیوی کو فارغ کر دیا ہے۔''

(السنن الکبریٰ للبیھقي : 336/7، وسندہٗ حسنٌ)

❀ راویٔ حدیث، عبیداللہ بن عمر، عمری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ تَطْلِيقُهٗ إِيَّاهَا فِي الْحَيْضِ وَاحِدَةً، غَيْرَ أَنَّهٗ خَالَفَ السُّنَّةَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حیض میں دی گئی طلاق ایک شمار ہوئی تھی، اگرچہ طلاق سنت کے مطابق نہ تھی۔''

(سنن الدارقطني : 6/4، مسند عمر، تحت الحدیث : 3، وسندہٗ حسنٌ)

❀ امام عطا بن ابی رباح، امام زہری، امام ابنِ سیرین، امام جابر بن زید رحمہم اللہ (مصنّف ابن أبي شیبة : 5/5، وسندہٗ صحیحٌ) اور دیگر محدثین وائمہ دین حیض میں طلاق کو مؤثر سمجھتے تھے۔

اگرچہ حیض میں طلاق مسنون نہیں، لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اسے نافذ بھی کیا ہے، صاحب واقعہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسے شمار کیا اور راویٔ حدیث عبیداللہ بن عمر عمری رحمہ اللہ بھی اسے ایک طلاق قرار دیتے ہیں، لہٰذا اس کے وقوع میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

تنبیہ:

سنن ابوداوٗد (2185) میں یہ الفاظ ہیں:

فَرَدَّهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا .

''آپ ﷺ نے اس کو لوٹا دیا اور اسے کچھ نہیں سمجھا۔''

اس سے بعض اہل علم کو شبہ ہوا کہ شاید آپ ﷺ نے اسے طلاق شمار نہیں کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ کے درجِ بالا فرمانِ گرامی، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فہم اور راویٔ حدیث عبیداللہ

بن عمر عمری رحمہ اللہ کی فقہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض میں طلاق شمار تو کی، لیکن مستحسن نہیں سمجھی۔اصل عبارت یوں ہے:

لَمْ يَرَهَا شَيْئًا مُّسْتَقِيمًا .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اچھا کام نہیں سمجھا۔''

❀ سنن نسائی (3427) میں صحیح سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں:

طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَرَدَّهَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى طَلَّقَهَا وَهِيَ طَاهِرٌ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حیض میں طلاق دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا، انہوں نے حالت طہر میں پھر طلاق دے دی۔''

مطلب یہ کہ پہلی طلاق واقع ہو جانے کے بعد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمانِ نبوی کے مطابق رجوع کیا، اس کے بعد حالت طہر میں دوسری طلاق دی۔اس طرح تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَّا نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الْبِدَعِ لَا يُقْتَدٰى بِهِمْ .

''جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں سبھی نے یہ کہا کہ حیض میں طلاق واقع ہوگی، البتہ بعض اہل بدعت نے اس کے خلاف کہا ہے، ان کی بات نا قابل التفات ہے۔''

(الإشراف : 5/187)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ الطَّلَاقُ عِنْدَ جَمِيعِهِمْ فِي الْحَيْضِ بِدْعَةٌ غَيْرُ سُنَّةٍ، فَهُوَ لَازِمٌ عِنْدَ جَمِيعِهِمْ، وَمُخَالِفٌ فِي ذٰلِكَ إِلَّا أَهْلُ الْبِدَعِ.

''اگرچہ سب اہل علم کے ہاں حیض میں دی گئی طلاق بدعت اور غیر مسنون ہے، لیکن سب کے نزدیک واقع ہو جائے گی۔ صرف اہل بدعت نے اس کی مخالفت کی ہے۔''

(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 58/15)

❁ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ لَمْ تَعْتَدَّ بِالْحَيْضَةِ الَّتِي وَقَعَ فِيهَا الطَّلَاقُ ...... وَهٰذَا بِالْإِجْمَاعِ.

''جب خاوند بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دے، تو وہ اس حیض کو عدت میں شمار نہیں کرے گی، جس میں طلاق واقع ہوئی ہے۔......اس پر اجماع ہے۔''

(البِناية شرح الهداية : 607/5)

خلاصۃ التحقیق:

صحیح حدیث، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیان، راویٔ حدیث عبید اللہ عمری رحمہ اللہ کے فہم اور ائمہ دین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(سوال): باپ نے طلاق نامہ لکھا، بیٹے نے دستخط کیے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(سوال): بیوی بلا اجازت کہیں چلی جائے، تو اسے طلاق دینا کیسا ہے؟

(جواب): طلاق دینا شوہر پر ضروری نہیں، البتہ اسے طلاق دینے کا اختیار ہے۔

(سوال): عورت نے کہا میں نے اپنے شوہر سے تعلق ختم کر دیے، اب میں اس کی بہن اور وہ میرا بھائی۔ تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لغو کلمہ ہے، اس سے نکاح میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): اگر کوئی شوہر کہے کہ ''خدا کی قسم میں اسے کبھی نہیں رکھوں گا۔'' کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوئی؟

(جواب): اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی، اس سے نیت کے متعلق بھی نہیں پوچھا جائے گا، کیونکہ مستقبل کے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): بیٹے نے والدین کے کہنے سے نکاح کر لیا، خود راضی نہ تھا، تو کیا اب طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): بالغ مرد خود مختار ہوتا ہے، وہ اپنی رضامندی کے بغیر شادی نہ کرے، البتہ اگر اس نے کر لی ہے، تو یہ نکاح صحیح ہے۔ چونکہ طلاق کا اختیار شوہر کو حاصل ہے، تو اگر دونوں کے درمیان نہیں بنتی، تو شوہر طلاق دے سکتا ہے۔

(سوال): شوہر کے والد نے بہو کو مار کر زبردستی گھر سے نکال دیا، لڑکی اپنے والد کے گھر چلی گئی، کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟

(جواب): یہ ہرگز طلاق شمار نہ ہوگی، اگر سسر کی جگہ شوہر بھی گھر سے نکال دے، تب بھی طلاق شمار نہ ہوگی، جب تک کہ وہ خود طلاق نہ دے۔

(سوال): غیر مدخولہ کی کتنی طلاقیں ہیں؟

(جواب): غیر مدخولہ کو ایک ہی طلاق دی جائے، تو وہ نکاح سے نکل جاتی ہے، اس پر عدت نہیں، وہ اگلے ہی لمحے نکاح کر سکتی ہے۔

سوال: کیا مریض کی طلاق واقع ہوتی ہے؟

جواب: مریض کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: غصہ میں بغیر نیت کے بیوی کو طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب بیوی کو طلاق دے دی، تو وہ واقع ہو گئی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے۔

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : ٢١٩٤، سنن التّرمذي : ١٢٢٥، سنن ابن ماجه : ٢٠٣٩، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : ٥٨/٢، سنن الدّارقطني : ٢٥٦/٣_٢٥٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔(التّلخيص الحبير : ٢١٠/٣)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ .

''اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر علما کا اسی پر عمل ہے۔''

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ صَرِيحَ لَفْظِ الطَّلَاقِ إِذَا جَرٰى

عَلٰى لِسَانِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فَإِنَّهٗ مُؤَاخَذٌ بِهٖ وَلَا يَنْفَعُهٗ أَنْ يَّقُولَ : كُنْتُ لَاعِبًا أَوْ هَازِلًا أَوْ لَمْ أَنْوِ بِهٖ طَلَاقًا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ .

''تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ طلاق کا صریح لفظ جب کسی بالغ عاقل کی زبان پر جاری ہو جائے، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ گو وہ کہتا پھرے کہ میں نے مذاق کیا تھا یا طلاق کی نیت ہی نہیں کی تھی، یا اس طرح کی کوئی اور بات کرے۔''

(مَعالِم السّنن : ۲۴۳/۳، شرح السّنة للبَغَوي : ۲۲۰/۹)

سوال: اگر کسی سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی؟، تو وہ جھوٹ کہہ دے کہ ہاں میں نے طلاق دی ہے، کیا اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

جواب: جھوٹی ہاں کرنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: اگر دو ثقہ آدمی گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، مگر وہ شخص انکار کرے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دو ثقہ آدمی گواہی دیں کہ اس شخص نے طلاق کے صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دی ہے، تو ان کی گواہی معتبر ہو گی اور بیوی کو طلاق ہو جائے گی، خواہ شوہر انکار کرتا رہے، البتہ اگر غیر صریح الفاظ کہنے کی گواہی دیں، تو پھر شوہر کی نیت کا اعتبار ہو گا۔

سوال: اگر مرد کو بیوی بالکل پسند نہ ہو اور سمجھانے کے باوجود اسے تنگ کرتی ہو، تو کیا وہ اسے طلاق دے سکتا ہے؟

جواب: طلاق دے سکتا ہے۔

سوال: نفاس کی حالت میں طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: حیض و نفاس میں طلاق دینا مکروہ ہے، مگر واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: طلاق میں ''ط'' کے بجائے ''تا'' اور ''ق'' کے بجائے ''ک'' نکل جائے، تو کیا طلاق واقع ہوتی ہے؟

جواب: طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: طلاق کے وقت دو گواہ ہونے ضروری ہیں یا تنہائی میں بھی طلاق ہو جاتی ہے؟

جواب: طلاق کے وقت دو گواہ ہونے ضروری نہیں، تنہائی میں بھی شوہر طلاق دے، تو واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: کیا اکھٹی تین طلاق دینا جائز ہے؟

جواب: یہ بدعی طلاق ہے۔

سوال: شوہر کہتا ہے کہ طلاق دیتے وقت میں مدہوش تھا، مگر ظاہری حالات سے ایسا کچھ معلوم نہیں ہوتا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر شوہر کے جھوٹے ہونے کا کوئی واضح ثبوت نہیں، تو اس کی بات کا اعتبار ہوگا اور اسے مدہوش تصور کیا جائے گا، لہٰذا اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

سوال: غصے میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: حالت غصہ میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں، اس میں تفصیل ہے۔ جس میں غصے کی کیفیت اور آدمی کی راست گوئی کو مدنظر رکھا جائے گا۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْغَضَبُ عَلٰی ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ؛ أَحَدُهَا؛ مَا يُزِيلُ الْعَقْلَ، فَلَا يَشْعُرُ صَاحِبُهٗ بِمَا قَالَ، وَهٰذَا لَا يَقَعُ طَلَاقُهٗ بِلَا نِزَاعٍ، وَالثَّانِي؛ مَا يَكُونُ فِي مَبَادِيهِ بِحَيْثُ لَا يَمْنَعُ صَاحِبَهٗ مِنْ

تَصَوُّرِ مَا يَقُولُ وَقَصْدِهٖ، فَهٰذَا يَقَعُ طَلَاقُهٗ، وَالثَّالِثُ: أَنْ يَّسْتَحْكِمَ وَيَشْتَدَّ بِهٖ، فَلَا يُزِيلُ عَقْلَهٗ بِالْكُلِّيَّةِ، وَلٰكِنْ يَحُولُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ نِيَّتِهٖ بِحَيْثُ يَنْدَمُ عَلٰى مَا فَرَطَ مِنْهُ إِذَا زَالَ، فَهٰذَا مَحَلُّ نَظَرٍ، وَعَدَمُ الْوُقُوعِ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ قَوِيٌّ مُتَّجِهٌ.

''غصہ تین طرح کا ہے: ① جو عقل کو زائل کر دے کہ آدمی کو شعور ہی نہ رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، ایسے غصے میں دی ہوئی طلاق بلا اختلاف واقع نہیں ہوتی۔ ② جو غصہ ابتدائی مراحل میں ہو کہ جو آدمی کو سوچ بچار اور ارادہ ونیت سے مانع نہ ہو، اس غصہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ③ غصہ سخت ہو، کلی طور پر عقل کو زائل نہ کرے، مگر نیت وارادے پر اس قدر اثر انداز ہو کہ بعد وہ آدمی کو اپنے کیے پر ندامت ہو، اس غصہ میں دی گئی طلاق کے متعلق اختلاف ہے، البتہ قوی اور درست بات یہی ہے کہ اس غصہ میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔''

(زاد المَعاد : 5/195-196)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ﴾(البقرة : ٢٢٧)

''اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں۔''

❀ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ.

''کوئی قاضی غصہ کی حالت میں فریقین کے مابین فیصلہ نہ کرے۔''

(صحیح البخاري : 7158، صحیح مسلم : 1717)

آیت مبارکہ میں طلاق کے لیے عزم کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس میں نیت اور پختہ ارادہ شامل ہے۔ اسی طرح حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قاضی کو غصہ میں فیصلہ سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ غصہ میں وہ اپنے ہوش کھو بیٹھے گا اور غلط فیصلہ کر دے گا اور اس فیصلہ میں اس کی نیت اور ارادہ بھی شامل نہ ہوگا، غصے زائل ہونے پر اسے فیصلے پر ندامت ہوگی۔

اسی طرح ایسا غصہ جو آدمی کی عقل کو اس قدر متاثر کر دے کہ وہ اپنے ہوش کھو بیٹھے، اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں اس کی نیت شامل نہیں ہوتی۔ البتہ ایسا معمولی غصہ، جو عقل وشعور اور نیت پر اثر انداز نہ ہو، تو اس میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

سوال: ایک شخص بات چیت عقل مندوں جیسی کرتا ہے، کپڑے وغیرہ بھی اچھے پہنتا ہے، مگر معاملات میں کم عقل اور کم فہم ہے، اگر وہ طلاق دے، تو واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ شخص مجنون نہیں، بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاملہ شناس نہیں ہے، لہٰذا اس کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

سوال: چودہ سالہ لڑکے کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس میں بلوغت کی کوئی علامت (مثلاً احتلام ہونا یا زیر ناف بال وغیرہ کا اگنا) ظاہر ہوچکی ہے، تو وہ شرعاً بالغ تصور کیا جائے گا اور اس کا ہر فعل معتبر ہوگا، لہٰذا اس کی طلاق بھی واقع ہوگی، البتہ اگر اس میں بلوغت کی کوئی نشانی ظاہر نہیں ہوئی، تو اس کے لیے بلوغت کی عمر پندرہ سال ہے، یہ چودہ سالہ لڑکا نابالغ متصور ہوگا اور اس کی دی گئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ نابالغ کے افعال شرعاً معتبر نہیں۔

سوال: طلاق کے لیے زبان سے کہنا ہی کافی ہے یا تحریر کرنا بھی ضروری ہے؟

جواب: زبان سے طلاق دینا ہی کافی ہے، باقی لکھنا لکھانا قانونی ضرورت ہے۔

(سوال): مجھے کسی عالم نے بتایا کہ لکھنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا میں نے طلاق نامہ لکھ دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کہنا کہ لکھنے لکھوانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، محض غلط ہے، اب چونکہ طلاق لکھنے والے کو معلوم نہ تھا، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ جب علم ہو گیا، تو آئندہ اگر لکھے گا، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے کہا کہ تم میرے باپ ہو اور میں تمہاری بیٹی، کیا اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

(جواب): یہ لغو کلمہ ہے۔ طلاق شوہر کا وظیفہ ہے، لہٰذا نکاح میں حرج واقع نہیں ہوا۔

(سوال): ولی نے نابالغ بیٹے کا نکاح کر دیا، پھر بیٹے کے بالغ ہونے سے پہلے خود ہی طلاق دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ولی نابالغ لڑکے کا نکاح کر سکتا ہے، طلاق نہیں دے سکتا۔ طلاق کا اختیار صرف شوہر کو حاصل ہے، وہ بھی بلوغت کے بعد۔

(سوال): بارہ سالہ لڑکے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر بارہ سالہ لڑکا نابالغ ہے، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

”تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور

③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): ایک شخص کی بیوی کو جذام کی بیماری ہے، محلّہ والوں کے دباؤ سے اس نے بیوی کو طلاق دے دی، کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): ایک شخص نے لفظ ''طلاق'' کے بجائے ''تلاخ'' کہا، کیا واقع ہوئی؟

(جواب): طلاق ہوگئی۔

(سوال): سترہ سالہ لڑکے کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سترہ سالہ لڑکا شرعاً بالغ ہے، اس کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

(سوال): اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ ''میں تجھے نہیں رکھوں گا۔'' کیا اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ ''میرا اور میری بیوی کا نکاح سالم نہیں رہا۔'' کیا اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

(جواب): یہ طلاق کا صریح لفظ نہیں ہے، لہٰذا اگر ان الفاظ سے شوہر نے طلاق مراد لی ہے، تو واقع ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔

(سوال): بیوی کو بغیر طلاق دیے چھوڑ دینے سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): اس طرح طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): پندرہ سالہ لڑکے کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ متصور ہوتا ہے، اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(سوال): اگر کوئی دل میں طلاق دے اور زبان پر نہ لائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک شخص نے حالت جنون میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مجنون اور دیوانے کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، یہ شرعاً مکلّف نہیں رہا۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): کیا شوہر کی نافرمان بیوی نکاح سے باہر ہو جاتی ہے؟

(جواب): نافرمانی سے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتی، نافرمان عورت کو جب تک شوہر طلاق نہیں دیتا، اس کا نکاح ختم نہیں ہوتا۔

(سوال): بیوی سے کہا کہ طلاق دیتا ہوں، تو کیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس طرح کہنے سے طلاق ہو گئی۔

(سوال): کسی مالی لالچ میں طلاق دی، تو واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): ضرور واقع ہوئی۔

(سوال): بیوی کا نام بدل کر طلاق دی، طلاق کی نیت بھی نہیں تھی، صرف دوسرے کو دھوکہ دینا تھا، کیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ یہ طلاق لغو ہے۔

(سوال): کیا بیوی کا نام لیے بغیر طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کیا شوہر کو گالیاں دینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): گالیاں دینا کبیرہ گناہ ہے اور شوہر کو دینا اس کی سنگینی کو مزید بڑھا دیتا ہے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): طلاق دینے کی نیت سے کاغذ خریدا، مگر نہ زبان سے طلاق دی اور نہ تحریر کی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک زبان یا تحریر سے طلاق نہ دے گا، واقع نہ ہوگی۔

(سوال): ایک شوہر بیوی کو بہت ستاتا اور مارتا ہے، اگر کوئی اسے مجبور کر کے طلاق دلوائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شوہر کا بیوی کو مارنا اور تنگ کرنا گناہ ہے، مگر اسے طلاق پر مجبور کرنا بھی جائز نہیں، جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر بیوی شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو وہ خلع کے ذریعہ نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔

(سوال): کیا مستقبل کے صیغہ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): مستقبل کے صیغہ مثلاً میں تمہیں طلاق دے دوں گا، وغیرہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، یہ لغو کلمہ ہے۔

سوال: طلاق دی، مگر نیت کچھ نہیں تھی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر طلاق کا صریح لفظ بولا، تو طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ.

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے۔

۱۔ نکاح ۲۔ طلاق ۳۔ رجوع۔''

(سنن أبي داود : ۲۱۹٤، سنن التّرمذي : ۱۲۲٥، سنن ابن ماجه : ۲۰۳۹، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : ۵۸/۲، سنن الدّارقطني : ۲٥٦/۳۔۲٥۷، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔** (التّلخيص الحبير : ۲۱۰/۳)

❀ **امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ.

''اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر علما کا اسی پر عمل ہے۔''

❀ **حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:**

اِتَّفَقَ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ صَرِيحَ لَفْظِ الطَّلَاقِ إِذَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فَإِنَّهٗ مُؤَاخَذٌ بِهٖ وَلَا يَنْفَعُهٗ أَنْ يَّقُولَ : كُنْتُ لَاعِبًا أَوْ هَازِلًا أَوْ لَمْ أَنْوِ بِهٖ طَلَاقًا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ.

''تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ طلاق کا صریح لفظ جب کسی بالغ عاقل کی زبان پر جاری ہو جائے، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ گو وہ کہتا پھرے کہ میں نے مذاق کیا تھا یا طلاق کی نیت ہی نہیں کی تھی، یا اس طرح کی کوئی اور بات کرے۔''

(مَعالِم السّنن : ٢٤٣/٣، شرح السّنة للبَغَوي : ٢٢٠/٩)

سوال: اگر کسی شخص نے مصلحت کے تحت کسی کے سامنے اپنی منکوحہ کے بارے میں کہا کہ ہمارا نکاح نہیں ہوا، تو کیا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس سے نکاح نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: اگر غصہ میں ہوش وحواس قائم تھے، تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

جواب: طلاق واقع ہو جائے گی۔

سوال: طلاق میں بیوی کا موجود ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ضروری نہیں۔

سوال: جو عورت فسق وفجور میں مبتلا ہو، اسے طلاق دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر شوہر صالح اور پابند شرع ہے، تو اسے چاہیے کہ بیوی کو سمجھائے، ورنہ طلاق دے دے، یہی اس کے لیے بہتر ہے۔

سوال: کیا عورت کے گھر سے بھاگ جانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

جواب: طلاق مرد کا وظیفہ ہے، عورت کی کسی حرکت سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر عورت گھر سے بھاگ جائے، تو اس سے نکاح بھی نہیں ٹوٹتا۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۱)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

(سوال): جس بیوی کو چھوڑ رکھا ہو، کیا اسے طلاق دینا ضروری ہے؟

(جواب): بیوی کو معلق کر کے رکھنا، نہ طلاق دینا اور نہ اپنانا، گناہ ہے۔ بلکہ جو شوہر اپنی بیوی کو عرصہ سے چھوڑے ہوئے ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ عمدہ طریقے سے اسے اپنائے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾(البقرة : ۲۲۹)

''بیوی کو عمدہ طریقے سے رکھے یا احسان کے ساتھ آزاد کر دے۔''

(سوال): سرکاری کاغذوں میں خود کو سابقہ شوہر کی منکوحہ بتانا کیسا ہے اور کیا اس سے موجودہ نکاح ٹوٹ جائے گا؟

(جواب): سرکاری کاغذوں میں عورت کا خود کو پہلے شوہر کی منکوحہ ظاہر کرنا جائز نہیں، یہ دھوکہ ہے۔ البتہ اس سے موجودہ نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): کیا گونگا اشارے سے طلاق دے سکتا ہے؟

(جواب): اگر گونگا اشارہ سے طلاق دے، تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔

(سوال): حالت حمل میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): حاملہ کو طلاق دی جائے، تو وہ واقع ہو جاتی ہے، البتہ اس کی عدت وضع حمل

ہے،خواہ اگلے ہی لمحے بچہ پیدا ہو جائے،تو عورت شوہر کے عقد سے نکل جائے گی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ .

(الطّلاق : ٦)

''عورتیں حاملہ ہوں،تو وضعِ حمل تک ان کا نفقہ تم پر واجب ہے۔''

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ جو بیوی شوہر کی بات نہیں مانتی اس کو طلاق ہو جاتی ہے، پھر بیوی نے شوہر کی نصیحت پر عمل نہیں کیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): کسی نے دھوکہ سے طلاق نامہ لکھوا کر اس پر دستخط کرا لیے، جبکہ شوہر کو علم نہیں،تو کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس طرح طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): کسی شخص نے کہا کہ اگر میں نے کبھی فلاں کام کیا ہو،تو میری بیوی کو طلاق۔ مگر کچھ دنوں بعد اسے یاد آیا کہ میں نے ماضی میں وہ کام کیا تھا، جبکہ یہ بات کہتے وقت اسے یقین تھا کہ اس نے وہ کام نہیں کیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی۔

(سوال): کسی کی بیوی پر کوئی ناجائز قبضہ کر لے،تو کیا شوہر کے لیے بیوی کو طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب): مذکورہ صورت میں شوہر پر بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں۔

(سوال): بیوی نے چھری ہاتھ میں پکڑی اور شوہر سے کہا کہ طلاق دو، ورنہ میں خودکشی

کرلوں گی، اب شوہر نے مجبور ہوکر نہ چاہتے ہوئے طلاق دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): اگر عورت روپیہ اور زیور لے کر بھاگ جائے، تو طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(جواب): طلاق مرد کا وظیفہ ہے، جب تک شوہر زبانی یا تحریری طلاق نہ دے، تب تک عورت کی کسی حرکت سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک شخص نے پنسل سے کارڈ پر لفظ طلاق لکھ کر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بھیج دیا، تو کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟

(جواب): مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگئی، اب چونکہ بیوی غیر مدخولہ ہے، تو ایک طلاق سے وہ عقد سے خارج ہوگئی، اس پر عدت نہیں، لہٰذا وہ فوراً دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): عورت نے غیر مرد سے زنا کرایا، شوہر نے معاف کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): عورت نے زنا کر کے اپنے شوہر سے بھی خیانت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا حدود سے بھی تجاوز کیا ہے، لہٰذا اگر شوہر اپنا حق معاف بھی کر دے، تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا گناہ اس کے سر پر ہے، روز قیامت اللہ چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو سزا دے دے، مگر زنا کو معاف کر دینے سے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): عورت گھر سے بھاگ جائے، تو شوہر کیا کرے؟

(جواب): اگر شوہر ایسی عورت کو رکھنا چاہے، تو رکھ سکتا ہے، گھر سے بھاگنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر عورت تائب نہ ہو، تو اسے طلاق دے دینا بہتر ہے۔

(سوال): جس کو یہ بھی علم نہ ہو کہ میرے طلاق کہنے سے بیوی جدا ہو جائے گی، مگر وہ طلاق کا لفظ کہہ دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر واقعی اسے طلاق کے انجام کا نہیں پتہ تھا، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): ایک شخص نے تین دفعہ اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے طلاق دوں گا، کیا اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): مستقبل کے لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک شخص ایسے مرض میں مبتلا تھا کہ جس سے عقل میں خلل واقع ہو جاتا ہے، تو اس مرض میں طلاق دینے سے طلاق ہو گی یا نہیں؟

(جواب): حواس قائم ہیں، تو طلاق واقع ہو گی۔

(سوال): ایک شخص نے صرف طلاق نامہ سن کر اس پر دستخط کیے، طلاق کا ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا، تو کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): طلاق نامہ سن کر اس پر انکار نہیں کیا، بلکہ دستخط کر دیے، تو اس سے طلاق واقع ہو گئی۔

(سوال): عدالت میں کسی خوف کی وجہ سے اپنے نکاح کا انکار کیا، تو کیا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟

(جواب): اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): جس کی عمر پندرہ برس ہو، مگر مجامعت کے قابل نہ ہو، تو کیا اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(جواب): جس کی عمر پندرہ برس ہو، وہ شرعاً بالغ متصور ہو گا، لہٰذا اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): نابالغ لڑکا یا اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): نابالغ لڑکا یا اس کا ولی طلاق نہیں دے سکتا۔

(سوال): قریب البلوغ کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): قریب البلوغ بھی نابالغ ہوتا ہے، لہٰذا اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): نابالغ اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، تو جب طلاق نہیں ہوتی، تو منکوحہ کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہ ہوا۔

(سوال): اگر نابالغ کی بیوی زنا میں مبتلا ہو جائے، تو کیا اس صورت میں نابالغ کی طلاق معتبر ہوگی یا نہیں؟

(جواب): نابالغ کی طلاق معتبر نہیں، البتہ وہ بلوغت کے بعد زانیہ کو بطور بیوی رکھنے یا نہ رکھنے کا مختار ہے۔

(سوال): کیا مجنون کی طرف سے اس کے وارث طلاق دے سکتے ہیں؟

(جواب): نہیں دے سکتے۔

(سوال): بیوی کو خنثیٰ ظاہر کرنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(جواب): اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): مرگی کے مریض کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مرگی کا مریض اگر آفاقہ کی حالت میں طلاق دے، تو واقع ہو جاتی ہے اور اگر مرگی کی حالت میں طلاق دے، تو وہ معتبر نہیں، کیونکہ اس حالت میں وہ مدہوش ہوتا ہے اور مکلّف نہیں رہتا۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): ایک عورت اپنے شوہر کے گھر سے بھاگ کر دوسرے مرد کے گھر چلی گئی، شوہر نے واپس لانے سے انکار کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شوہر کے واپس لانے کے انکار سے نکاح فسخ نہیں ہوا اور طلاق بھی واقع نہیں ہوئی، وہ ابھی بھی منکوحہ ہے، خواہ مدت گزر جائے۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا، تو میں تجھ سے قطع تعلقی کر لوں گا، پھر بیوی نے ویسا نہ کیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، لہٰذا شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر شوہر کی اس سے مراد طلاق ہے، تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

(سوال): اتنے غصے میں طلاق دی کہ بدحواس ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): غصہ میں بدحواس ہونے والا شرعی احکام میں مجنون کی طرح ہے، لہٰذا اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): نابالغ کے بھائی نے طلاق نامہ لکھا، کیا طلاق واقع ہوئی؟

(جواب): طلاق کا اختیار نہ نابالغ کو ہے اور نہ اس کے بھائی یا ولی کو۔ لہٰذا کسی کی طلاق

واقع نہ ہوگی۔

(سوال): عورت شوہر کو بھائی یا والد کہہ دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح میں کچھ حرج نہیں ہوا، یہ لغو کلمہ ہے۔

(سوال): عورت نے ناجائز تعلقات سے بچہ پیدا کیا، کیا طلاق واقع ہوئی؟

(جواب): زنا سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): اگر شوہر بیوی سے کہے کہ میں تجھے لے جانا نہیں چاہتا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(سوال): اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ (نعوذ باللہ!) میں اسے اپنا خدا بھی سمجھتا ہوں اور رسول بھی، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، اگر وہ شخص فوراً تائب نہ ہو، تو مرتد کافر ہو جائے گا اور اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔

(سوال): حالت نشہ میں دی گئی طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر نشہ اس قدر ہو کہ طلاق دینے والے کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، تو ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾(النساء : ٤٣)

''ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ اس بات کو جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَعَلَ سُبْحَانَهُ قَوْلَ السَّكْرَانِ غَيْرَ مُعْتَبَرٍ، لِأَنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا يَقُولُ.

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نشے میں دھت شخص کی بات کو غیر معتبر قرار دیا ہے، کیوں کہ وہ جو کہہ رہا ہوتا ہے، اسے جانتا نہیں ہوتا۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : 190/5)

حافظ ابن حجر، عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يَأْتِي السَّكْرَانُ فِي كَلَامِهِ وَفِعْلِهِ بِمَا لَا يَأْتِي بِهِ وَهُوَ صَاحٍ، لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقولُونَ، فإِنَّ فِيهَا دَلَالَةً عَلٰى أَنَّ مَنْ عَلِمَ مَا يَقُولُ؛ لَا يَكُونُ سَكْرَانًا.

''نشے میں دھت شخص سے ایسے اقوال وافعال سرزد ہو جاتے ہیں کہ ہوش وحواس میں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء 4 : 43) (یہاں تک کہ تم جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو)۔ اس فرمانِ باری تعالیٰ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جو شخص اپنی بات کو جان رہا ہو، وہ نشے میں نہیں ہوتا۔'' (فتح الباري : 390/9)

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ نشے میں دی گئی طلاق کے واقع نہ ہونے کی دلیل ہے، کیوں کہ اس وقت آدمی کو اپنے کہے کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسلم قبیلہ کا ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آ کر بتایا کہ اس سے زنا سرزد

ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے چہرۂ مبارک موڑ لیا۔ وہ شخص اس طرف آ گیا جدھر آپ ﷺ نے چہرۂ مبارک کیا تھا اور چار دفعہ قسم اٹھائی۔ آپ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا: کیا تمہیں جنون تو لاحق نہیں؟''

(صحيح البخاري: 5270، صحيح مسلم: 1691)

۞ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث پر ان الفاظ سے باب قائم فرماتے ہیں:

بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا، وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ والشِّرْكِ وَغَيْرِهِ.

''زبردستی اور مجبور کر کے لی گئی طلاق، نشے میں دھت اور مجنون کی طلاق، نیز طلاق اور شرک وغیرہ میں غلطی اور بھول چوک کا بیان۔''

۞ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تبویب میں بہت سے احکام موجود ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت کا حکم اس شخص پر لاگو ہوتا ہے، جو ذی شعور ہو، اپنے اختیار اور مرضی سے کام کر رہا ہو، نیز وہ ہوش وحواس میں ہو۔ (نیت والی) حدیثِ نبوی سے استدلال بھی ان چیزوں کا اثبات کرتا ہے، کیوں کہ جو ذی شعور نہ ہو اور اپنی مرضی واختیار سے کچھ کر رہا ہو، اس کے قول وفعل میں اس کی نیت شامل نہیں ہوتی۔ یہی حکم غلطی سے، بھول چوک کر یا مجبور ہو کر کسی کام کو کرنے والے کا ہے۔''

(فتح الباري: 389/9)

اگر مجنون اپنے بارے میں زنا کرنے کا اعتراف کرے تو اس پر حد بھی لاگو نہیں ہوگی،

لہٰذا ایسے شخص کی دی گئی طلاق بالاولیٰ واقع نہیں ہوگی۔

❀ سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول! مجھے پاک کر دیجیے۔ انہوں نے چار بار یہی بات دوہرائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کیا: زنا سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا اسے پاگل پن تو لاحق نہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ وہ پاگل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ ایک شخص کھڑا ہوا اور ان کا منہ سونگھا، لیکن شراب کی بُو محسوس نہیں کی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ چناں چہ انہیں رجم کر دیا گیا۔''

(صحیح مسلم: 1695)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بَيِّنٌ فِي هٰذَا أَنَّهٗ قَصَدَ إِسْقَاطَ إِقْرَارِهٖ بِالسُّكْرِ، كَمَا قَصَدَ إِسْقَاطَ إِقْرَارِهٖ بِالْجُنُونِ، فَدَلَّ أَنْ لَّا حُكْمَ لِقَوْلِهٖ .

''اس حدیث میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح جنون میں کیے گئے اقرار کو کالعدم قرار دینے کا ارادہ فرمایا، اسی طرح نشے میں کیے گئے اقرار کو بھی کالعدم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشے کی حالت میں کہی گئی بات پر شرعی حکم لاگو نہیں ہوگا۔'' (السنن الکبرٰی: 359/9)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ حُجَّةٌ لِّمَنْ لَّمْ يَرَ طَلَاقَ السَّكْرَانِ طَلَاقًا .

''اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل موجود ہے، جو نشے میں دھت شخص کی طلاق کو معتبر نہیں سمجھتے۔''(معالم السنن : 321/3)

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اونٹنی کو قتل کر دیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شکایت کی تو؛رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے فعل پر ملامت کرنے لگے۔وہ نشے میں تھے،ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (سرسری نظر سے) دیکھا۔پھر اپنی نظر تھوڑی اوپر اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کو دیکھا،پھر تھوڑی اور اوپر اٹھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف تک نظر گئی،پھر اور اٹھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو دیکھا،پھر کہنے لگے:تم سب تو میرے والد کے غلام ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی واپس آ گئے۔''

(صحيح البخاري :3091، صحيح مسلم : 1979)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''جو لوگ نشے کی حالت میں طلاق دینے والے شخص کی طلاق کو کالعدم قرار دیتے ہیں،ان میں سے بعض نے اس حدیث سے بھی دلیل لی ہے اور کہا ہے کہ نشے کی حالت میں کہے گئے اقوال پر کوئی شرعی حکم نافذ نہیں ہوگا۔اگر اس حالت میں کہے گئے اقوال کا کچھ اثر ہوتا تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طریقے سے مخاطب کیا تھا،اس وجہ سے وہ دین سے خارج ہو جاتے (لیکن نشے کی حالت میں کہنے کی وجہ سے ان کی بات کالعدم ہو گئی اور

گستاخی شمار نہیں ہوئی)۔''

(معالم السنن : 26/3)

❁ علامہ عینی، حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

أَشَارَ بِهٰذَا إِلَى الِاسْتِدْلَالِ بِأَنَّ السَّكْرَانَ لَا يُؤَاخَذُ بِمَا صَدَرَ مِنْهُ فِي حَالِ سُكْرِهٖ، مِنْ طَلَاقٍ وَّغَيْرِهٖ.

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پیش کر کے اس استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نشے میں دھت شخص کا حالتِ نشہ میں طلاق وغیرہ جیسے اقوال وافعال پر مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔''(عمدة القاري : 252/20)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مِنْ أَقْوٰى أَدِلَّةِ مَنْ لَّمْ يُؤَاخِذِ السَّكْرَانَ بِمَا يَقَعُ مِنْهُ فِي حَالِ سُكْرِهٖ مِنْ طَلَاقٍ وَّغَيْرِهٖ.

''یہ ان لوگوں کی سب سے قوی دلیل ہے، جو نشے والے آدمی کے حالتِ نشہ میں طلاق وغیرہ جیسے افعال پر مؤاخذہ کرنے کے قائل نہیں۔''

(فتح الباري : 391/9)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِلْمَجْنُونِ وَلَا لِلسَّكْرَانِ طَلَاقٌ.

''مجنون اور نشے میں دھت شخص کی کوئی طلاق نہیں۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 359/7، وسندهٗ حسنٌ)

❁ تابعین میں سے قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق (مصنّف ابن أبي شيبة :

38/5، وسندهٗ صحیحٌ)،عمر بن عبدالعزیزاورامام عطابن ابورباح(مصنّف ابن أبی شیبة : 38/5، وسندهٗ صحیحٌ)رحمہم اللہ بھی حالتِ نشہ میں دی گئی طلاق کے واقع ہونے کے قائل نہیں تھے۔

فائدہ: سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حالتِ نشہ میں اپنی بیوی کوطلاق دی،تو سیدناعمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس پر حد بھی قائم کی اوراس کی طلاق کو بھی لاگو کر دیا۔

(سنن سعید بن منصور : 1106)

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، کیوں کہ سلیمان بن یسار کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

تنبیہ: تابعین میں سے حسن بصری،محمد بن سیرین،سعید بن مسیّب،ابراہیم نخعی اورجعفر بن مہران وغیرہم رحمہم اللہ سے ثابت ہے کہ وہ حالتِ نشہ میں دی گئی طلاق کے واقع ہونے کے قائل تھے۔

شاید ان ائمہ کی مراد یہ ہو کہ اگر نشہ اس قدر ہو کہ طلاق دینے والے کو اپنے ادا کیے گئے الفاظ کا بخوبی علم ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

یہی صحیح اور درست بات ہے کہ نشے کی کئی حالتیں ہوتی ہیں۔نشہ اگر تھوڑا ہو اور طلاق دینے والے کو معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی،طلاق کے واقع نہ ہونے کا تعلق اس شخص سے ہے، جسے نشے کی وجہ سے بالکل ہوش نہ رہا ہو۔

سوال: خیالات میں لفظ طلاق آیا، پھر غیر ارادی طور پر ہلکا سا زبان پر بھی آ گیا،تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ خیالات اور وساوس ہیں،ان سے طلاق نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک شخص کے متعلق چار عادل گواہی دیں کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور شوہر انکار کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر گواہ طلاق کے صریح الفاظ کی گواہی دے رہے ہیں، تو ان کی گواہی کا اعتبار ہوگا اور طلاق شمار کی جائے گی، شوہر کی نیت کو نہیں دیکھا جائے گا۔ البتہ اگر طلاق کے الفاظ غیر صریح ہیں، تو شوہر کی نیت پر فیصلہ ہوگا۔

(سوال): بیوی نے شوہر کو نشہ پلا کر طلاق دلوائی، ہوئی یا نہیں؟

(جواب): حالت نشہ میں جب انسان بدحواس ہو جائے، تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی سے کہلوایا کہ میں تیری عورت نہیں ہوں اور تم میرے مرد نہیں ہو، کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔

(سوال): شوہر طلاق کا انکار کرتا ہے، مگر بیوی طلاق کا کہتی ہے، تو کس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا؟

(جواب): اگر بیوی کے پاس کوئی ثبوت نہیں، تو مرد کی بات کا اعتبار ہوگا۔

(سوال): ایک شخص ناچتا اور گاتا ہے، نیز بیوی کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا، کیا بیوی کا ولی جبر کر کے طلاق دلوا سکتا ہے؟

(جواب): طلاق میں جبر جائز نہیں، نیز جبری طلاق دینے سے واقع بھی نہیں ہوتی۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا، تو شوہر نے کہا: ان شاء اللہ طلاق، کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): ان شاء اللہ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

سوال: بیوی کے مرتد ہونے کے بعد طلاق دی، کیا طلاق شمار ہوگی یا نہیں؟

جواب: ارتداد ثابت ہونے سے میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے، طلاق کی ضرورت نہیں، یہ طلاق شمار نہ ہوگی۔

سوال: مجنون کو جب طلاق دینے کے لیے کہا، تو اس وقت وہ سمجھ رہا تھا، اس نے طلاق دے دی، کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگر مجنون کو کسی وقت آفاقہ ہو جائے اور وہ کسی کے کہنے پر طلاق دے دے، تو وہ واقع ہو جاتی ہے، البتہ حالت جنون میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

سوال: ایک نابالغ نے بلوغت سے پہلے طلاق دی، کیا وہ طلاق بالغ ہونے پر نافذ ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: بلوغت سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شرعی اُمور کا مکلّف نہیں، اگر کوئی نابالغ طلاق دے دے، تو وہ طلاق لغو ہے، بعد از بلوغ نافذ نہ ہوگی۔

سوال: کیا قرآن کریم میں ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے، جب چار گواہ موجود ہوں اور قاضی کے سامنے دی جائے؟

جواب: قرآن یا حدیث میں یہ مضمون موجود نہیں۔ طلاق مرد کا وظیفہ ہے، وہ اکیلے بھی طلاق دے، تو واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: طلاق دینے کے بعد لفظ ان شاءاللہ آہستہ کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق میں استثناء سے طلاق واقع نہ ہوگی، خواہ ان شاءاللہ آہستہ کہا ہو یا اونچی آواز سے۔

سوال: بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے حالت غصہ میں طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): طلاق نامہ لکھوایا، مگر بیوی کو نہیں بتایا، طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): جب طلاق نامہ شوہر کی اجازت سے لکھا گیا، تو واقع ہوگئی، زبانی یا تحریری طلاق کے لیے بیوی کا موجود ہونا یا اس کو علم ہونا ضروری نہیں، کیونکہ طلاق مرد کا وظیفہ ہے۔

(سوال): شوہر نے طلاق نامہ لکھوایا اور بعد میں بیوی سے کہا کہ رہنا ہے تو رہو، ورنہ طلاق نامہ لے جاؤ، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ یہ طلاق مشروط نہیں ہے۔

(سوال): ایک سادے کاغذ پر کسی نے لکھا کہ زید کی بیوی کو طلاق، پھر زید نے اس پر دستخط کر دیے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر زید نے وہ تحریر پڑھ کر یا سن کر دستخط کیے، تو طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ زید نے اس پر رضامندی سے دستخط کیے ہیں۔

(سوال): شوہر کے رشتہ داروں نے طلاق لکھوائی، پھر شوہر سے دستخط کرائے اور انہی رشتہ داروں نے بیوی کی طرف وہ طلاق نامہ بھیجا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر نے تحریر پڑھ کر یا سن کر اپنی مرضی سے دستخط کیے، تو طلاق واقع ہو گئی، لکھنے والا اور بھیجنے والا خواہ کوئی بھی ہو۔

(سوال): طلاق کے ارادے سے صرف اسٹامپ پیپر خریدا، کچھ تحریر نہیں کیا، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس طرح طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): طلاق نامہ تیار کروا کے دھوکے سے شوہر کا انگوٹھا لگوایا گیا، کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ شوہر کو طلاق نامہ کا علم نہیں تھا۔

(سوال): سادے کاغذ پر انگوٹھا لگوایا گیا، پھر اس پر طلاق نامہ تحریر کر دیا گیا، طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): طلاق نہیں ہوئی، شوہر سے دھوکہ کیا گیا ہے۔

(سوال): شوہر نے جعلی طلاق نامہ تیار کیا، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

(سوال): پہلے تحریر پر دستخط کرائے اور بعد میں پڑھ کر سنائی، تو وہ طلاق نامہ تحریر کیا گیا تھا، کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس طرح طلاق نہیں ہوئی، یہ دھوکہ سے دستخط لیے گئے ہیں، البتہ اگر شوہر کو پہلے سے معلوم تھا کہ یہ میری طرف سے طلاق نامہ لکھا گیا ہے، تو دستخط کرنے سے طلاق ہو جائے گی، خواہ بعد میں اسے سنایا گیا ہو یا نہ سنایا گیا ہو۔

(سوال): جبراً طلاق نامہ پر دستخط لینے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): جبری طلاق کسی صورت واقع نہیں ہوتی، خواہ زبان سے لی جائے یا تحریر سے۔

(سوال): ایک شخص سے سادہ کاغذ پر جبراً انگوٹھا لگوایا گیا، بعد میں اس کاغذ پر طلاق نامہ تحریر کر دیا گیا، طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس صورت میں طلاق نہیں ہوئی، یہ جبری طلاق کی صورت ہے۔

(سوال): ایک شخص نے طلاق نامہ لکھوایا، بعد میں پھاڑ دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب طلاق نامہ لکھوا دیا، تو طلاق واقع ہو گئی۔

(سوال): ایک شخص نے طلاق نامہ لکھوایا، مگر اس پر دستخط نہیں کیے، کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): جب اس کی مرضی سے طلاق نامہ لکھ دیا گیا، تو طلاق ہو گئی۔

(سوال): بیوی کو شوہر کے نام سے طلاق نامہ موصول ہو، تو وہ مطلقہ شمار ہو گی یا نہیں؟

(جواب): اگر تصدیق ہو جائے کہ یہ طلاق نامہ واقعی میں شوہر نے بھیجا ہے، تو وہ مطلقہ شمار ہو گی، ورنہ نہیں۔

(سوال): کوئی شخص کسی کی طرف سے طلاق نامہ لکھوا کر اس پر جعلی دستخط کر دے، تو طلاق ہو گی یا نہیں؟

(جواب): اس سے طلاق نہیں ہو گی۔

(سوال): ایک شخص کو عمر قید کی سزا سنائی گئی، بیوی نے طلاق نامہ لکھ کر بھیجا، تو اس قیدی نے پڑھ کر دستخط کر دیے، کیا طلاق ہو گئی؟

(جواب): اس صورت میں طلاق ہو گئی، کیونکہ قیدی نے طلاق نامہ پڑھ کر دستخط کیے ہیں، یہ ایسے ہی ہے، جیسے کوئی عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر طلاق دے دے۔

(سوال): ایک شخص نے طلاق نامہ لکھ کر اپنے پاس رکھا، بیوی کو نہیں دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب طلاق نامہ لکھا، تو طلاق ہو گئی۔

(سوال): مخالف نے طلاق نامہ لکھوایا، مگر شوہر سمجھ نہ سکا اور دستخط کر دیے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ شوہر اس کاروائی سے ناواقف تھا۔

(سوال): کاتب سے طلاق نامہ لکھنے کا کہا، مگر کاتب نے نہیں لکھا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب کاتب سے طلاق نامہ لکھنے کا کہا، اسی وقت طلاق واقع ہو گئی، اب خواہ کاتب لکھے یا نہ لکھے۔

(سوال): شوہر نے بیوی کو نصیحت آمیز خط لکھا، مگر بیوی نے نصیحت پر عمل نہ کیا، کیا اس سے طلاق واقع ہوئی؟

(جواب): بیوی کو نصیحت کرنا اچھا ہے، البتہ اگر وہ عمل نہ کرے، تو اس سے طلاق واقع ہوتی ہے، نہ نکاح میں کچھ حرج آتا ہے۔

(سوال): اگر شوہر کاتب سے لکھوائے کہ ایک ماہ بعد میری بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی، تو کیا اس طرح طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

(جواب): مستقبل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس طلاق نامہ کی کچھ حیثیت نہیں اور ایک ماہ بعد عورت کو طلاق واقع نہ ہو گی، تا آنکہ شوہر دوبارہ حال کے لفظ سے طلاق دے۔

(سوال): بیوی نے کہا کہ طلاق دے دو، تو شوہر نے لکھا کہ سب سے کہہ دو کہ طلاق دے دی، تو کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

(جواب): اس سے طلاق واقع ہو گئی۔

(سوال): ثالث نے طلاق نامہ لکھا اور شوہر نے دستخط کر دیے، طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): طلاق ہوگئی۔

(سوال): ایک شادی شدہ شخص نے کہا کہ میں نے ابھی شادی نہیں کی، ایک ماہ بعد کروں گا، تو کیا موجودہ بیوی کو طلاق ہوئی ؟

(جواب): اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): شوہر نے بذریعہ خط بیوی کو طلاق دی تھی، پھر ساتھ رہنے لگا اور طلاق کا انکار کرنے لگا، کیا حکم ہے؟

(جواب): خط کے ذریعے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر خط کے ذریعہ دی گئی طلاق رجعی تھی، تو ساتھ رہنے سے رجوع ہو گیا اور اگر وہ طلاق بائن تھی، تو اب دونوں کا اکٹھا رہنا جائز نہیں، مگر چونکہ شوہر اس طلاق کا انکار کرتا ہے، تو اس کے جھوٹے سچے ہونے کا وبال اسی پر ہے، بیوی پر گناہ نہیں۔

(سوال): طلاق نامہ کی بات طے کی، مگر مسودہ میں ابھی طلاق کا لفظ نہیں آیا تھا کہ طلاق کا ارادہ ترک کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر نے کسی کو طلاق لکھنے کو کہا، تو کہنے سے ہی طلاق واقع ہوگئی، خواہ ابھی طلاق نامہ لکھا ہو یا نہ لکھا ہو، البتہ اگر وہ خود طلاق نامہ لکھ رہا ہے، تو جب تک تحریر میں طلاق دینے کا ذکر نہیں آتا، طلاق واقع نہ ہوگی۔

(سوال): شوہر نے بخوشی طلاق نامہ لکھوایا، مگر بیوی کے پاس نہیں بھیجا، اب شوہر طلاق کا انکار کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق واقع ہو چکی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا معلق طلاق تحریری صورت میں دی جاسکتی ہے؟

جواب: معلق یا مشروط طلاق زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں دی جاسکتی ہے۔

سوال: ایک طلاق دی، سترہ سال چھوڑ دیا، اب دوبارہ بسانا چاہتا ہے، تو کیا کرے؟

جواب: یہ رجعی طلاق ہے، نکاح جدید سے بیوی بنا سکتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾(البقرۃ : ۲۳۲)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تو تم (اولیا) انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہو جائیں۔''

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَخَطَبَهَا، فَأَبَى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ : ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرۃ : ۲۳۲)

''سیدنا **معقل** بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، عدت ختم ہونے تک چھوڑے رکھا، پھر نکاح کا پیغام بھیجا، تو سیدنا **معقل** رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ۲۳۲) ''انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے **مت روکو**۔''(صحیح البخاري : ٤٥٢٩)

❀ سیدنا **معقل** بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاق رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہوگئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔'' اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔''(سنن أبي داود : ۲۰۸۷، وسندهٗ حسنٌ)

❀ **علامہ ابن قدامہ** رحمہ اللہ **(٦٢٠ھ) لکھتے ہیں:**

أَنْ يُطَلِّقَهَا دُونَ الثَّلَاثِ ثُمَّ تَعُودَ إِلَيْهِ بِرَجْعَةٍ، أَوْ نِكَاحٍ جَدِيدٍ قَبْلَ زَوْجٍ ثَانٍ فَهٰذِهِ تَرْجِعُ إِلَيْهِ عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ طَلَاقِهَا بِغَيْرِ

خِلَافٍ نَعْلَمُهٗ .

''تین سے کم طلاقیں دے بیٹھے اور دوسرے خاوند سے نکاح کر لینے سے پہلے رجوع یا نکاح جدید کر کے اسے واپس لے آئے، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ عورت اپنے خاوند کی طرف بقیہ طلاق کی بنا پر واپس آ سکتی ہے۔''

(المُغني : ٤٤١/٨)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

جس عورت کو اس کا خاوند ایک یا دو طلاقیں دے دے اور عدت ختم ہو جانے تک رجوع نہ کرے، عورت کسی اور سے شادی کر لے اور وہ فوت ہو جائے یا طلاق دے دے، پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لے، تو یہ عورت پہلے خاوند کے پاس بقیہ طلاق کی بنا پر رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتی ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٥٨٦/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(السّنن الكبرٰی للبيهقي : ٣٦٥/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص نے دو طلاقیں دیں، پھر اس عورت سے کسی اور نے شادی کر لی۔ دوسرے خاوند نے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا، تو وہ پہلے خاوند سے شادی کر لیتی ہے۔ اس صورت حال کے متعلق سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ نئی تین طلاقوں کا مختار ہوگا۔'' (السّنن الكبرٰی : ٣٦٥/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

رہا طلاقِ جدید کا مسئلہ، تو یہ مرجوح ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہی راجح ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کر کے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلٰی ذٰلِكَ السُّنَّةُ عِنْدَنَا الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا .

''اس مسئلہ میں ہمارے ہاں بغیر کسی اختلاف کے یہی طریقہ رائج ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٥٨٦/٢)

سوال: طلاق نامہ لکھ کر بیوی کو بھجوایا، مگر وہ بیوی تک نہ پہنچ پایا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق واقع ہو گئی۔

سوال: طلاق نامہ لکھا اور بیوی کو نہیں سنایا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق نامہ لکھنے سے ہی طلاق ہو گئی، بیوی کو سنانا ضروری نہیں۔

سوال: رخصتی سے پہلے طلاق در طلاق لکھوا کر بیوی کو بھیج دیا، کیا طلاق ہوئی؟

جواب: چونکہ بیوی غیر مدخولہ ہے، لہٰذا وہ ایک طلاق سے ہی نکاح سے خارج ہو گئی، شوہر نے جو دوسری طلاق لکھ کر بھیجی، وہ لغو ہے۔

سوال: طلاق نامہ شوہر نے لکھا اور زبان سے نہیں کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: لکھنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: طلاق نامہ ابھی مکمل نہیں لکھا، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر خود طلاق نامہ لکھ رہا ہے، تو جب تک تحریر میں طلاق دینے کا ذکر نہیں کرتا، طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر کسی سے لکھواتا ہے، تو جب اسے طلاق لکھنے کا کہتا ہے، اسی وقت طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ ابھی طلاق تحریر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(سوال): کمپیوٹر میں طلاق لکھنے سے واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(جواب): کسی بھی چیز میں لکھنے یا لکھوانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(سوال): غصہ میں طلاق نامہ لکھوایا، مگر دستخط نہیں کیے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق نامہ لکھوانے سے طلاق واقع ہو گئی۔

(سوال): ایک طلاق لکھنے کا حکم دیا اور یہ ہی سمجھ کر دستخط کیے، مگر کاتب نے تین طلاق لکھ دیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوئی، کیونکہ شوہر نے ایک طلاق کا ہی حکم دیا تھا اور ایک ہی سمجھ کر دستخط کیے تھے۔

(سوال): طلاق نامہ پر صرف انگوٹھا لگانے سے طلاق ہو گی یا نہیں؟

(جواب): طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ تم طلاق نامہ لکھو، میں دستخط کر دوں گا، بعد میں دستخط نہیں کیے، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): جب شوہر نے بیوی سے طلاق نامہ لکھنے کا کہا، تو اسی وقت طلاق واقع ہو گئی، اب خواہ بیوی لکھے یا نہ لکھے۔

(سوال): لڑکے نے اپنی والدہ کو لکھا کہ میری بیوی سے کہہ دیں کہ اگر وہ فلاں کے گھر گئی، تو اسے طلاق ہے، پھر وہ اس گھر چلی گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق واقع ہو چکی ہے، یہ طلاق معلق یا مشروط ہے، جو شرط کے پائے جانے سے نافذ ہو جاتی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ میں ''تلاک'' کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق واقع ہوگئی۔عوام میں عام طور پر تلفظ کا دیہان نہیں رکھا جاتا۔

(سوال): ایک سولہ سالہ لڑکی کا شوہر گم ہوگیا،لڑکی کا کہنا ہے کہ شوہر نے جانے سے پہلے اسے کہا تھا کہ میں تجھے اپنے گھر نہیں رکھ سکتا، تجھے طلاق دیتا ہوں،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں لڑکی مطلقہ متصور ہوگی، اب وہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): مرتد ہونے کے بعد بیوی کو تین طلاقیں دیں،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ارتداد سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے،لہٰذا تینوں طلاقیں لغو ہیں،شمار نہ ہوں گی۔

(سوال): بیوی کے متعلق کہا کہ اگر اس کے ہاتھ سے روٹی کھاؤں،تو میری ماں بہن کو طلاق،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لغو کلمہ ہے،اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): شوہر اور بیوی کا باہم جھگڑا ہوا،تو شوہر نے کہا کہ چلو ہم طلاق دیتے ہیں،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): ایک شخص کی دو بیویاں ہیں،ایک سے لڑائی ہوئی،تو اس نے غصہ میں کہہ دیا کہ میں طلاق دیتا ہوں، کسی بیوی کا نام نہیں لیا، نہ کسی بیوی کو مخاطب کیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یقیناً یہ طلاق اسی بیوی کو ہوگی، جس سے جھگڑا ہوا ہے، کیونکہ ناراضی سب سے بڑا قرینہ ہے کہ یہ طلاق اسی بیوی کو ہوئی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے طلاق نامہ میں لکھا کہ بیوی مہر معاف کر دے،تو اسے طلاق دیتا ہوں،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ طلاق معلق یا مشروط ہے، لہٰذا بیوی حق مہر معاف کر دے گی، تو طلاق ہو جائے گی، ورنہ طلاق نہ ہوگی۔

(سوال): ایک کنوارے لڑکے کے دل میں وسوسات آئے اور اسی اثنا میں زبان سے نکل گیا کہ میں طلاق دیتا ہوں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): پہلی بات کہ وسوسات کی وجہ سے اگر طلاق کے الفاظ زبان پر جاری ہو جائیں، تو ان پر مؤاخذہ نہیں، اس طرح طلاق نافذ نہیں ہوتی۔

دوسری بات کہ جب لڑکا ہے ہی کنوارہ، تو اس کے طلاق دینے سے کچھ حاصل نہیں، لہٰذا جب وہ نکاح کرے گا، تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔ نکاح سے پہلے دی گئی طلاق لغو ہے، یہ واقع نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي : 1181، سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ''صحیح'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک: ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح: ۱۱۸۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

(سوال): میاں بیوی کا جھگڑا ہوا، بیوی میکے چلی گئی، لوگوں نے شوہر سے پوچھا کہ کیا

تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی؟، تو اس نے کہا: ہاں، ایسا ہی سمجھو، تو کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): شوہر نے ہاں کہا، تو ایک طلاق ہو گئی۔

(سوال): جبر کی وجہ سے جب شوہر بغیر بیوی کا نام لیے کہے کہ طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جبری طلاق کسی صورت واقع نہیں ہوتی، خواہ بیوی کا نام لے یا نہ لے۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تو طلاق کے بعد فلاں شخص سے شادی کرے، تو میری طلاق صحیح، ورنہ میری طلاق نافذ نہ ہوگی، اب طلاق کے بعد اگر اسی شخص سے شادی نہ کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق ہو چکی ہے، شوہر کی شرط لغو اور باطل ہے۔ عورت عدت کے بعد اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): زید نے بیوی کو رجعی طلاق دی اور دو دن بعد فوت ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): زید کی طلاق صحیح ہے، بیوی چونکہ رجعی طلاق کی عدت میں ہے، تو وہ اپنی طلاق کی عدت کو وفات شوہر کی عدت میں تبدیل کر لے گی اور چار ماہ دس عدت عدت گزارے گی، وراثت کی بھی حق دار ہوگی۔

❁ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ فِي مَرَضِهٖ فَبَتَّهَا قَالَ : أَمَّا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَوَرَّثَهَا، وَأَمَّا أَنَا فَلَا أَرٰى أَنْ أُوَرِّثَهَا بِبَيْنُونَتِهٖ إِيَّاهَا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا، جو اپنے مرض الموت میں طلاقِ بتہ دے۔ فرمانے لگے: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تو اسے وارث

قرار دیتے ہیں، جب کہ میں اسے وارث نہیں سمجھتا، کیوں کہ وہ اسے طلاقِ بتہ دے چکا ہے۔‘‘(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٦٢/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

’’رجعی طلاق یہ ہے، جس میں خاوند یا تو اپنی بیوی کو عدت کے اختتام تک چھوڑے رکھے۔ عدت کے بعد عورت آزاد ہے۔ خاوند دوبارہ بسانا چاہے، تو عورت کی رضا مندی، ولی کی اجازت اور نئے حق مہر کے ساتھ اسے بیوی بنا سکتا ہے، یا پھر (عدت کے دوران) گواہ بنا کر رجوع کر لے، تو وہ اس کی بیوی رہے گی، بیوی (اس رجوع پر) راضی ہو، یا نہ ہو۔ اس میں کسی ولی یا نئے حق مہر کی ضرورت نہیں، بس گواہی کافی ہے۔ عدت ختم ہونے یا رجوع سے پہلے خاوند یا بیوی فوت ہو جائے، تو دوسرا وارث بنے گا۔ اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔‘‘(المحلّٰى بالآثار : ٤٨٤/٩)

نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اجماع ذکر کیا ہے۔

(مجموع الفتاوىٰ : ٩/٣٣)

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے دوسری شادی کی، تو تجھے طلاق، پھر اس نے دوسری شادی کر لی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ مشروط طلاق ہے، اب چونکہ شرط پائی گئی، تو طلاق واقع ہو گئی۔

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں کام کرو گی، تو تجھے طلاق دے دوں گا، تو عورت نے اسی وقت وہ کام کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معلق طلاق نہیں ہے، لہٰذا واقع نہیں ہوئی۔ شوہر نے کہا کہ طلاق دے

دوں گا، مگر دی نہیں، لہٰذا نافذ بھی نہیں ہوئی۔

(سوال): شوہر کہے کہ میں نے ایک طلاق کہی ہے، جبکہ لوگ کہیں کہ سات طلاقیں کہی ہیں، تو کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟

(جواب): شوہر کی بات کا اعتبار ہوگا، کیونکہ وہ صاحب معاملہ ہے۔

(سوال): شوہر نے طلاق کا اقرار کیا، بعد میں انکار کرنے لگا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب ایک بار اقرار کرلیا، تو طلاق ہوگئی، اب انکار کا کچھ فائدہ نہیں۔

(سوال): میاں بیوی کی لڑائی ہوئی، تو شوہر نے بیوی سے کہا کہ اپنے گھر چلی جاؤ، کیا ان الفاظ سے طلاق ہو جائے گی؟

(جواب): ''اپنے گھر چلی جاؤ۔'' طلاق میں یہ الفاظ صریح نہیں ہیں۔ شوہر کی نیت پر موقوف ہے، اگر اس کی ان الفاظ سے مراد طلاق تھی، تو طلاق واقع ہوئی، ورنہ نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''جَون کی بیٹی جب (نکاح کے بعد) رسول اللہ ﷺ کی خلوت گاہ میں آئی اور آپ ﷺ اس کے قریب ہوئے، تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے بڑی عظیم الشان ذات کی پناہ طلب کی ہے، آپ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جائیں۔''

(صحيح البخاري : 5254)

(سوال): ایک شخص نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ اگر میں جھوٹ کہوں، تو میری بیوی کو طلاق، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کوئی طلاق کی قسم اٹھائے اور پھر جھوٹ بولے، تو طلاق واقع ہو جاتی

ہے، یہ مشروط طلاق ہے۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ مجھے تجھ سے کچھ تعلق نہیں، تجھے طلاق ہے، کیا اس سے طلاق ہو جاتی ہے؟

(جواب): یہ صریح طلاق ہے، اس کے وقوع میں کچھ شبہ نہیں۔

(سوال): کیا تیسری طلاق کے بعد بیوی شوہر کے پاس جا سکتی ہے؟

(جواب): جب عورت کو اس کا شوہر تیسری طلاق بھی دے دے، تو وہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، وہ پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی، تا آنکہ آگے کسی سے نکاح کرے اور وہ اپنی مرضی سے طلاق دے یا فوت ہو جائے، تو عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (البقرة: ۲۳۰)

”اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔“

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ مجھ پر میری عورت حرام ہے، کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): شوہر نے طلاق کا انکار کیا، پھر غصہ میں کہا کہ اگر طلاق نہیں بھی دی، تب بھی دیتا ہوں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جس طلاق کا شوہر انکار کر رہا ہے، اگر اس پر کوئی ثبوت نہیں، تو وہ طلاق تصور نہیں کی جائے گی، البتہ جو غصے میں شوہر نے یہ کہا کہ اگر طلاق نہیں بھی دی، تب بھی دیتا ہوں، اس سے طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): شوہر نے ایک شخص سے کہا کہ میں بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، کیا اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس سے طلاق ہوگئی۔

(سوال): عورت نے کہا کہ شوہر نے اسے طلاق دی اور عرصہ دراز سے الگ رکھا، اب میں نے دوسری جگہ نکاح کر لیا، مگر شوہر طلاق کا انکار کرتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر عورت کے پاس طلاق کا کوئی ثبوت ہے، تو درست، ورنہ شوہر کی بات کا اعتبار ہوگا اور عورت کا دوسرا نکاح فسخ ہوگا، وہ پہلے شوہر کی منکوحہ شمار ہوگی۔

(سوال): ایک شخص نے دو طلاقوں کے بعد عدت کے اندر رجوع کر لیا، پھر کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی، کیا اب دونوں کا نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): شوہر کو دو طلاقوں میں رجوع کا حق ہے، جب تیسری طلاق ہوگئی، تو اب اسے رجوع کا حق حاصل نہیں، اب وہ دونوں اسی صورت میں دوبارہ میاں بیوی بن سکتی ہے کہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا

وہ فوت ہو جائے، تو عورت عدت کے بعد پہلے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): نیند میں طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): سوئے ہوئے شخص کا کوئی عمل معتبر نہیں، نیند میں انسان مکلّف نہیں رہتا، لہٰذا نیند میں دی گئی طلاق معتبر نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): میاں بیوی ایک طلاق کا کہتے ہیں، جبکہ گواہ تین طلاق بتاتے ہیں، کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟

(جواب): چونکہ میاں بیوی صاحب معاملہ ہیں، لہٰذا ان کی بات کا اعتبار ہوگا اور ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ تجھے ایک ماہ پہلے ہی طلاق دے چکا ہوں، تو عدت کب سے شروع ہوگی؟

(جواب): جب شوہر کہتا ہے کہ وہ ایک ماہ پہلے طلاق دے چکا ہے، تو اگر اس دوران انہوں نے تعلقات قائم نہیں کیے، تو ایک ماہ پہلے سے ہی عدت شروع ہوگی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے فارغ کر دیا، جہاں چاہتی ہے، چلی جا، کیا طلاق ہوئی ؟

(جواب): طلاق ہوگئی۔

(سوال): بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا، لیکن بعد میں طلاق کا انکار کرنے لگا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کہنا کہ میں نے تمہیں چھوڑ دیا، طلاق کے صریح الفاظ ہیں، اس کے بعد شوہر کے انکار کا اعتبار نہیں، طلاق ہو چکی ہے۔

(سوال): عورت کہتی ہے کہ شوہر نے اسے کئی بار طلاق دی، جبکہ شوہر ایک طلاق کا کہتا ہے، کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟

(جواب): اگر بیوی کے پاس کوئی ثبوت نہیں، تو شوہر کی بات کا اعتبار ہوگا، کیونکہ طلاق شوہر کا وظیفہ ہے، باقی اس کا سچ جھوٹ اس کے ذمہ۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں کام کروں، تو میری بیوی کو طلاق، پھر اس نے وہ کام کرنے سے پہلے بیوی کو ایک طلاق دے دی، عدت گزرنے کے بعد وہ کام بھی کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شوہر نے جو طلاق دی، وہ نافذ ہوگی، اب چونکہ عدت کے بعد بیوی عقد سے نکل چکی تھی، تو مشروط کام کرنے سے طلاق نافذ نہیں ہوئی، یہ طلاق کالعدم ہوگئی، بیوی کو ایک طلاق ہی ہوئی ہے، لہٰذا دونوں نکاح جدید کے ساتھ میاں بیوی بن سکتے ہیں اور شوہر کے پاس دو طلاقوں کا حق باقی ہے۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا، تو شوہر نے کہا کہ طلاق ہی سہی، تو

اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): مذکورہ صورت میں طلاق ہو چکی ہے۔

(سوال): دو آدمیوں نے باہم مصمم ارادہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کی بیوی سے بیوی تبدیل کرلیں، گھر جا کر دونوں نے اپنی اپنی بیوی سے بات کی، تو انہوں نے انکار کر دیا، کیا دو شخصوں کے باہم ارادے سے بیویوں کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس صورت میں طلاق نہیں ہوئی۔

(سوال): شوہر سے کہا گیا کہ فلاں کی لڑکی (یعنی اس کی بیوی) کو طلاق دی، اس کے جواب میں شوہر نے کہا کہ قبول کیا، کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): طلاق ہو گئی، کیونکہ شوہر نے طلاق کو قبول کرلیا ہے۔

(سوال): میاں بیوی طلاق کے منکر ہیں، مگر چار عادل گواہی دے رہے ہیں، تو کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟

(جواب): میاں بیوی کی بات کا اعتبار ہوگا، کیونکہ وہ صاحب معاملہ ہیں۔

(سوال): شوہر نے ایک طلاق دی، بیوی میکے چلی گئی، اب شوہر رجوع کرنا چاہتا ہے، مگر لڑکی والے نہیں مانتے اور لڑکی کو بھیجنے سے انکاری ہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر عدت کے اندر رجوع کرنا چاہتا ہے، تو اسے حق حاصل ہے، لڑکی والے منع نہیں کر سکتے اور ان کے لیے لڑکی کو اپنے گھر روکنا جائز نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَالِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾

(البقرة : ٢٢٨)

''شوہر رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اگر صلح کا ارادہ ہو۔''

❁ قرآنی نص ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾

(البقرة: ۲۳۱)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں، تو انہیں اچھے طریقے سے اپنے گھروں میں روک سکتے ہو۔''

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

(البقرة: ۲۲۹)

''طلاق (سنی) دو مرتبہ ہے۔ اس میں یا تو اچھے طریقے سے رجوع کر لیا جائے یا حق تلفی کیے بغیر رخصت کر دیا جائے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، تو ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ العِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ .

''انہیں کہیں کہ رجوع کر لیں، پھر طہر تک روکے رکھیں، تا آنکہ بیوی حیض کے بعد دوبارہ طہر میں آ جائے۔ پھر رکھنا چاہیں، تو رکھیں، طلاق دینا چاہیں، تو طلاق دے دیں۔ اللہ کا مقرر کردہ اندازِ طلاق یہی ہے۔''

(صحيح البخاري : ٥٢٥١، صحيح مسلم : ١٤٧١)

❁ مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کی بابت پوچھا گیا، جو اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے جماع کر لیتا ہے اور طلاق و رجوع پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتوی دیا کہ آپ نے طلاق و رجوع میں سنت کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا طلاق و رجوع پر گواہ بنائیں اور آئندہ ایسا مت کریں۔''

(سنن أبي داؤد : ٢١٨٦، سنن ابن ماجه : ٢٠٢٥، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(تُحفة المُحتاج : ١٤٨٨)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، بعد میں رجوع کر لیا۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٢٨٣، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : ٥٧٢٣، سنن ابن ماجه : ٢٠١٦، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۷۵) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا طَلَّقَ حَفْصَةَ أُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَرَاجَعَهَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

رجوع کرنے کا کہا گیا، آپ نے رجوع کرلیا۔''

(الطّبقات الکبریٰ لابن سعد : ٦٧/٨، وسندہٗ حسنٌ)

❁ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (١١٨٢ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ الزَّوْجَ رَجْعَةٌ .

''علمائے کرام کا اجماع ہے کہ خاوند رجوع کا حق رکھتا ہے۔''

(سُبُل السّلام : ٣٤٨/٣)

(سوال): طلاق دینے کے بعد بیوی سے تعلقات قائم کر لیے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر ایک یا دو طلاقوں کے بعد عدت گزرنے سے پہلے پہلے بیوی سے تعلقات قائم کیے، تو یہ رجوع ہے۔

(سوال): شوہر بیوی کو کئی بار طلاق دے چکا ہے، مگر انکار کرتا ہے، بیوی کیا کرے؟

(جواب): اگر بیوی کے پاس طلاق کا کوئی ثبوت ہے، تو پیش کرے، ورنہ خلع کے ذریعے نکاح فسخ کر دے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاقن کہا، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس سے طلاق ہوگئی۔

(سوال): بلا ارادہ طلاق کہا، پھر کہا کہ طلاق نہیں، تم مجھ پر حرام ہو، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق کہنے سے طلاق واقع ہوگئی، خواہ طلاق کا ارادہ تھا یا نہیں تھا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔‘‘

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ’’حسن غریب‘‘، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ’’صحیح‘‘ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ’’صحیح الاسناد‘‘ کہا ہے۔

(سوال): لوگوں کے پوچھنے پر شوہر نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس طرح کا سوال لوگوں نے کئی بار کیا اور شوہر نے کئی بار جواب میں یہی کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کو ایک طلاق ہوگئی، جو بار بار شوہر نے جواب دیا، وہ لوگوں کے سوال کا جواب تھا، یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر بار الگ طلاق دے رہا تھا، لہٰذا ایک رجعی طلاق ہوئی۔

(سوال): ایک طلاق دی اور عدت گزر گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): رجعی طلاق میں عدت گزر جائے، تو عورت عقد سے نکل جاتی ہے، وہ اپنی مرضی سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، البتہ اگر دونوں دوبارہ میاں بیوی بننا چاہتے ہیں، تو نکاح جدید کے ساتھ بن سکتے ہیں، مگر اس صورت میں شوہر کو دو ہی طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا، کیونکہ ایک حق وہ پہلے ہی استعمال کر چکا ہے۔

(سوال): طلاق بائن سے کیا مراد ہے؟

(جواب): ایسی طلاق جس کے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔

(سوال): ایک شخص سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ وہ زوجہ کے گھر رہے گا، خلاف ورزی کی صورت میں نکاح رہا یا نہیں؟

(جواب): اگر شوہر نے شرط قبول کی تھی، تو اس کا پاس رکھنا اس کے لیے ضروری ہے،

البتہ اگر وہ شرط کی خلاف ورزی کرے،تو نکاح ختم نہ ہوگا اور نہ ہی طلاق واقع ہوگی۔

سوال: ایک تنازع میں شوہر نے کہا کہ ایسا ثابت ہوجائے،تو گولی ماردینا اور یہی فیصلہ طلاق ہے، پھر بعد میں فیصلہ شوہر کے خلاف ہوگیا،تو کیا حکم ہے؟

جواب: شوہر نے مشروط طلاق دی تھی، اب چونکہ شرط پوری ہوگئی، یعنی فیصلہ اس کے خلاف ہوگیا،تو اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی، یہ معلق طلاق ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق مسنون سے آزاد کردیا، اب وہ جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے، کیا اس کو رجوع کا حق حاصل ہے؟

جواب: مذکورہ عبارت سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، شوہر عدت کے اندر اندر رجوع کا حق رکھتا ہے۔

سوال: داماد نے سسر کے کہنے پر بیوی کو طلاق دی، مگر بیوی شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے،تو کیا حکم ہے؟

جواب: سسر کے مطالبہ پر جو داماد نے طلاق دی، وہ واقع ہوچکی ہے، بیوی کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، رجوع اور طلاق کا اختیار شوہر کو حاصل ہے، اگر وہ رجوع نہیں کرنا چاہتا،تو اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

سوال: ''میں طلاق دے چکا'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: طلاق ہوگئی۔

سوال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''تجھے طلاق دی،تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے۔'' کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: طلاق ہوچکی ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): شوہر نے بیوی کو گھر سے نکال دیا، پھر ایک ماہ بعد کسی سے کہا کہ ''جب بیوی کو گھر سے نکال چکا، تو اسے طلاق ہے۔'' طلاق کب ہوئی ؟

(جواب): جب شوہر نے بیوی کو گھر سے نکالا، اس وقت طلاق نہیں ہوئی، بلکہ ایک ماہ بعد جب طلاق کا کہا، اس وقت طلاق ہوئی اور اسی وقت سے عورت عدت شمار کرے گی۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔''، بعد میں کہا کہ طلاق سے میری مراد کچھ اور تھی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب طلاق کے صریح الفاظ بولے جائیں، تو اس میں دوسری مراد لینا جائز نہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، نیت یا مراد کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے

''صحیح''اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

(سوال): باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیوی کو طلاق دے دو، بیٹے نے انکار کر دیا، پھر باپ نے دھمکایا کہ اگر طلاق نہیں دو گے، تو گھر سے نکال دوں گا، تو اس ڈر سے بیٹے نے بیوی کو طلاق دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق واقع ہو گئی، یہ ایسا جبر نہیں کہ جس سے طلاق واقع نہ ہو، جبری طلاق تب ہوتی ہے، جب جان کا خطرہ ہو۔ مگر یہاں محض گھر سے نکل جانے کا خوف ہے، تو اس صورت میں دی گئی طلاق جبری طلاق شمار نہ ہو گی، لہٰذا یہ طلاق نافذ ہے۔

(سوال): شوہر طلاق کا اقرار کرے، مگر لوگوں کے دباؤ سے سکوت اختیار کرے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق ہو چکی ہے، کیونکہ صاحب معاملہ خود اقرار کر رہا ہے، اب اگر کسی کے دباؤ پر سکوت اختیار کرتا ہے، تو اس کا اعتبار نہ ہو گا۔

(سوال): غصہ میں طلاق دی، اب یہ یاد نہیں کہ دو طلاقیں دیں یا ایک، کوئی گواہ بھی موجود نہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں ایک طلاق ہی شمار ہو گی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔'' کیا یہ طلاق کے صریح الفاظ ہیں یا نہیں؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ ہیں، اس میں شوہر کی نیت کا اعتبار نہ ہو گا، بلکہ جیسے ہی شوہر بیوی سے یہ الفاظ کہے گا، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس نے کہا کہ ''میری بیوی کو طلاق ہے۔''

کسی بیوی کو نہ مخاطب کیا اور نہ کسی کا نام لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں ایک بیوی کو طلاق ہو جائے گی، مگر بیوی کا تعین شوہر کا حق ہے، جس کو متعین کر دے گا، اسے طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): ایک شخص نے طلاق دی، مگر بیوی کی طرف نسبت نہیں کی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں بھی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی۔

(سوال): عورت کو طلاق نامہ موصول ہوا، شوہر نے اس طلاق نامہ کا انکار کیا، نہ اثبات کیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر طلاق نامہ کا انکار نہیں کرتا، تو یہ اس کی رضامندی ہی سمجھی جائے اور بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): بیوی طلاق کا دعویٰ کرے اور گواہ بھی پیش کرے، مگر شوہر انکار کرے، تو کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟

(جواب): جب بیوی کے پاس گواہ موجود ہیں، تو اسی کی بات کا اعتبار ہوگا، شوہر کا انکار معتبر نہ ہوگا، لہٰذا طلاق شمار ہوگی، البتہ اگر طلاق رجعی ہے، تو عدت کے اندر اندر رجوع کا حق شوہر کو حاصل ہوگا۔

(سوال): ایک شخص کو شک ہوا کہ میری بیوی نکاح سے پہلے ہی حاملہ تھی، تو اس نے طلاق دے دی، بعد میں معلوم ہوا کہ حمل نکاح کے بعد کا ہی تھا، تو کیا اس غلط فہمی کی وجہ سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): بہرصورت طلاق ہو چکی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی سے کہا ''جا، میں نے تجھے طلاق دی۔'' اس سے کتنی

طلاقیں واقع ہوئیں؟

(جواب): ایک طلاق واقع ہوئی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی، مگر اس کے دشمنوں میں سے تین شخصوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب شوہر طلاق کا انکار کرتا ہے، تو دشمنوں کی گواہی کا اعتبار نہ ہوگا۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے ''ابھی طلاق دیتا ہوں۔'' کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایک طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): شوہر نے کسی کے کہنے سے بیوی کو طلاق دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب شوہر نے صریح طلاق دے دی، خواہ کسی کے کہنے پر دی، تو وہ واقع ہو چکی ہے، چاہے شوہر کا اپنا ارادہ طلاق دینے کا ہو یا نہ ہو۔

(سوال): بے نمازی کی گواہی سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): بے نمازی فاسق وفاجر ہے، اس کی عدالت ساقط ہے، شرعاً اسے گواہی کا حق حاصل نہیں، لہٰذا بے نمازی کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال): ''طلاق دے دوں گا۔'' کہنے سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ مستقبل کا الفاظ ہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): بیوی کہتی ہے کہ شوہر نے اسے طلاق بائن دے دی ہے، جبکہ شوہر انکار کرتا ہے، بیوی کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے؟

(جواب): جب بیوی کے پاس گواہ نہیں ہے، تو شوہر کی بات کا اعتبار ہوگا، باقی اس کا سچ جھوٹ اس کے سر پر ہے، جھوٹ کی صورت میں بیوی گناہ گار نہ ہوگی۔

(سوال): دومرتبہ کہا کہ ''طلاق دے دیں گے۔'' اور ایک مرتبہ کہا ''طلاق دی۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایک طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): اگر شوہر بیوی کا نان ونفقہ بند کردے، تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

(جواب): بیوی کو نان ونفقہ مہیا کرنا شوہر کے ذمہ ہے، مگر اس کی عدم ادائیگی سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نکاح میں بھی حرج واقع نہیں ہوتا، البتہ شوہر گناہ گار ہوگا۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''میری طرف سے طلاق ہے، چلی جا۔'' کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟

(جواب): ایک طلاق واقع ہوئی ہے۔

(سوال): ایک پیر نے مرید کی داڑھی پکڑ کر کہا کہ تیری بیوی زانیہ ہے، اسے طلاق دے دے، تو مرید نے پیر کے خوف سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق واقع ہو چکی ہے، یہ ایسا جبر نہیں کہ جس میں طلاق واقع نہ ہو، جبری طلاق وہ ہے، جس میں جان جانے کا خطرہ ہو۔

(سوال): ''چلی جا'' کہنے سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں ہیں، شوہر کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر وہ اس سے طلاق مراد لے، تو طلاق ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''جون کی بیٹی جب (نکاح کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گاہ میں آئی اور آپ اس کے قریب ہوئے، تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے بڑی عظیم الشان ذات کی پناہ طلب کی ہے، آپ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جائیں۔''

(صحيح البخاري : 5254)

(سوال): کیا طلاق دینے سے پہلے مفتی سے مشورہ کرنا چاہیے؟

(جواب): تمام شرعی مسائل میں اہل علم کی طرف رجوع کرنا دینی فریضہ ہے، طلاق دینے سے پہلے بھی علما سے دریافت کرنا چاہیے، تا کہ اس میں بھی سنت طریقہ کو اختیار کیا جا سکے۔

(سوال): کیا حائضہ کو دی گئی طلاق شمار ہوتی ہے؟

(جواب): حائضہ کو طلاق دی جائے، تو وہ نافذ ہو جاتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں نے حیض میں طلاق دی۔ (میرے والد گرامی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا، تو فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیں، پھر طلاق دینا چاہیں، تو طہر میں دیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا اس طلاق کو شمار کیا جائے گا۔ فرمایا: جی ہاں۔''

(سنن الدارقطني : 5/4، السنن الكبرٰى للبيهقي : 326/7، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا، تو آپ ﷺ نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔''

(مسند الطيالسي : 68، مسند عمر بن الخطّاب لابن النجّاد : 1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں؛

حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ .

''یہ ایک طلاق شمار ہوئی۔'' (صحيح البخاري : 5253)

❀ نیز فرماتے ہیں:

فَرَاجَعْتُهَا، وَحَسِبْتُ لَهَا التَّطْلِيقَةَ الَّتِي طَلَّقْتُهَا.

''میں نے رجوع کرلیا اور اسے طلاق شمار کیا۔''

(صحيح مسلم :1471)

(سوال): سالی کا نام لے کر طلاق دی، کیا بیوی کو طلاق ہوگی؟

(جواب): جب سالی عقد میں ہی نہیں ہے، تو نہ اسے طلاق ہوگی اور نہ اس کی بہن جو اس کے عقد میں ہے، کو طلاق ہوگی، بلکہ یہ طلاق لغو ہے۔

(سوال): مالی لالچ میں طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق ہوجاتی ہے۔

(سوال): احتلام والے چودہ سالہ لڑکے کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

(جواب): احتلام بلوغت کی نشانی ہے، یہ چولہ سالہ لڑکا شرعاً بالغ شمار ہوگا، لہٰذا اس کی طلاق نافذ ہوگی۔

(سوال): ایک شخص نے حالت نشہ میں اپنی بیوی سے کہا کہ ''طلاق کا طریقہ بتاؤ، طلاق دیتے ہیں۔''، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ''طلاق دیتے ہیں۔''، مستقبل کا وعدہ ہے، نیز حالت نشہ میں اگر مدہوشی چھا جائے، تو صریح الفاظ سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ ''میری طرف سے سب گھر والوں کو طلاق''، تو کسی نے کہا کہ اس سے تیری بیوی کو بھی طلاق واقع ہوجائے گی، تو اس نے کہا کہ ''ہونے دو''، کیا

طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس سے طلاق واقع ہوچکی ہے۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے کہا کہ اگر تم نے فلاں کام کیا، تو ہماری طلاق، شوہر نے شرط قبول کرلی، پھر بعد میں اس نے وہ کام کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب شوہر نے مشروط طلاق کو قبول کرلیا، تو اس شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہوجائے گی، لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگئی۔

(سوال): شوہر نے بیوی کو طلاق کے مسائل سمجھاتے ہوئے بطور مثال کہا کہ "تجھے طلاق ہے۔" تو کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): اس طرح طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): ایک شخص نے نکاح کیا، پھر اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ اس کا نکاح میرے چھوٹے بھائی سے کردو، تو چھوٹے بھائی سے نکاح کی تاریخ طے ہوگئی، تو کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): جب تک شوہر طلاق نہیں دیتا، طلاق نہ ہوگی، خواہ دوسری جگہ نکاح کی تاریخ طے ہوجائے، عورت بدستور منکوحہ شمار ہوگی۔

(سوال): کس غصہ میں طلاق ہوتی ہے اور کس میں نہیں؟

(جواب): غصہ کی تین حالتیں ہیں؛

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْغَضَبُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ؛ أَحَدُهَا؛ مَا يُزِيلُ الْعَقْلَ، فَلَا يَشْعُرُ صَاحِبُهُ بِمَا قَالَ، وَهٰذَا لَا يَقَعُ طَلَاقُهُ بِلَا نِزَاعٍ، وَالثَّانِي؛ مَا يَكُونُ فِي مَبَادِيهِ بِحَيْثُ لَا يَمْنَعُ صَاحِبَهُ مِنْ

تَصَوُّرِ مَا يَقُولُ وَقَصْدِهٖ، فَهٰذَا يَقَعُ طَلَاقُهٗ، وَالثَّالِثُ: أَنْ يَّسْتَحْكِمَ وَيَشْتَدَّ بِهٖ، فَلَا يُزِيلُ عَقْلَهٗ بِالْكُلِّيَّةِ، وَلٰكِنْ يَحُولُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ نِيَّتِهٖ بِحَيْثُ يَنْدَمُ عَلٰى مَا فَرَطَ مِنْهُ إِذَا زَالَ، فَهٰذَا مَحَلُّ نَظَرٍ، وَعَدَمُ الْوُقُوعِ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ قَوِيٌّ مُتَّجِهٌ.

''غصہ تین طرح کا ہے: ① جو عقل کو زائل کر دے کہ آدمی کو شعور ہی نہ رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، ایسے غصے میں دی ہوئی طلاق بلا اختلاف واقع نہیں ہوتی۔ ② جو غصہ ابتدائی مراحل میں ہو کہ جو آدمی کو سوچ بچار اور ارادہ و نیت سے مانع نہ ہو، اس غصہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ③ غصہ سخت ہو، کلی طور پر عقل کو زائل نہ کرے، مگر نیت و ارادے پر اس قدر اثر انداز ہو کہ بعد وہ آدمی کو اپنے کیے پر ندامت ہو، اس غصہ میں دی گئی طلاق کے متعلق اختلاف ہے، البتہ قوی اور درست بات یہی ہے کہ اس غصہ میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔''

(زاد المَعاد: 5/195-196)

سوال: نکاح کے وقت کچھ شرائط طے پائی تھیں، مگر نکاح کے بعد شوہر نے ان شرائط کو پورا نہیں کیا، کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: نکاح کے وقت جو جائز شرائط طے پائیں، ان کو پورا کرنا چاہیے، ان شرائط کو پورا نہ کرنے کی صورت میں طلاق نہیں ہوتی، البتہ اگر نکاح کے وقت یہ طے پایا تھا کہ شوہر ان تمام یا بعض شرائط کو پورا نہیں کرے گا، تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور شوہر نے ان شرائط کو قبول بھی کیا تھا، تو نکاح کے بعد اگر شوہر ان شرائط کی ادائیگی نہیں کرتا، تو طلاق ہو جائے گی، واللہ اعلم!

(سوال): اگر شوہر مجنون ہو جائے، تو بیوی کیا کرے؟

(جواب): مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی، وہ شرعی احکام کا مکلّف نہیں رہتا۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

شوہر مجنون ہو جائے اور بیوی اس سے جدا ہونا چاہتی ہو، تو وہ شوہر کے تندرست ہونے کا انتظار کرے یا خلع کے ذریعے نکاح فسخ کروالے۔

(سوال): نکاح حلالہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): حلالہ لعنتی عمل ہے۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور جس کے لیے کیا گیا، دونوں مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(مسند الإمام أحمد : 323/2، وسندهٗ حسنٌ)

نکاح حلالہ منعقد نہیں ہوتا، اس سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی، یہ زنا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے بارے پوچھا گیا، فرمایا:

''دونوں زانی ہیں، خواہ دس سال اکٹھے رہ چکے ہوں یا بیس سال۔''

(المَطالب العالية لابن حَجَر : 1693، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامۃ الہند نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ حلالہ کرنے والے پر لعنت کی احادیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہیں، جن میں سے بعض کی سند صحیح اور بعض کی حسن ہے۔لعنت ہمیشہ اسی کام پر کی جاتی ہے کہ جو شریعت کی نظر میں ناجائز ہو، بلکہ جو بہت بڑا گناہ ہو۔ لہٰذا حلالہ کرنا ناجائز فعل ہے، کیونکہ اگر حلالہ جائز ہوتا، تو حلالہ کرنے والے اور اس پر راضی ہونے والے پر لعنت نہ کی جاتی۔ جب فاعل (حلالہ کرنے والا) ہی اپنے فعل کی حرمت پر دلالت کناں ہے، تو اس فعل کی حرمت پر کسی اور لفظ کی ضرورت نہ رہی۔اور جب یہ فعل ہی حرام اور ناجائز ہوا، تو یہ وہ نکاح نہ ہوا کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے: ﴿حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (حتی کہ وہ کسی اور سے ازدواج کر لے۔) مثلاً جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کی بیع کرنے والے پر لعنت کی ہے، لیکن ''بائع'' (بیع کرنے والے) کے لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ شراب کی بیع جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت دہندہ بیوع میں داخل ہے: ﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ﴾ (اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے۔) بات بالکل واضح ہے۔(رد کی ضرورت نہیں)۔''

(الرّوضة النّدِيّة : 2/17-18)

سوال: جس عورت کو تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، کیا وہ کسی طرح دوبارہ پہلے شوہر کے عقد میں آسکتی ہے؟

جواب: وہ پہلے شوہر پر حرام ہو چکی ہے، الا یہ کہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح

کرے اور وہ مرد اپنی مرضی سے طلاق دے یا وفات پا جائے، تو عدت کے بعد عورت دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرة: ۲۳۰)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔''

یاد رہے کہ عورت کے نکاح کا مقصد پہلے شوہر کے پاس جانے کے لیے حیلہ کرنا نہیں ہونا چاہیے، البتہ وہ بسنے کی نیت سے نکاح کرے۔

سوال: تین طلاق والی نے دوسری جگہ نکاح کیا، تو شوہر نے خلوت سے پہلے طلاق دے دی، کیا اب عورت پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے؟

جواب: جب تک دوسرا شوہر خلوت صحیحہ اختیار نہیں کر لیتا، عورت پہلے شوہر کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی: رفاعہ رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسی طلاق دی ہے کہ میں اس سے علیحدہ ہو گئی ہوں اور میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی ہے، مگر اس کا عضو کپڑے کی جھالر کی طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر فرمانے لگے: آپ رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہیں؟ اس وقت تک نہیں جا سکتی، جب تک کہ وہ آپ کا اور آپ ان کا مزہ نہ چکھ لیں۔''

(صحيح البخاري: 2639، صحيح مسلم: 1433)

سوال: نکاح حلالہ کیا، بعد میں حلالہ کرنے والے نے لڑکی کو طلاق دینے سے انکار کر دیا، لڑکی بھی راضی ہے، تو کیا ان کا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب: جب نکاح حلالہ منعقد ہی نہیں ہوتا، تو طلاق دینے یا نہ دینے کا کیا مطلب؟ اگر عورت اور مرد راضی ہیں، تو وہ دوبارہ نکاح کر لیں، ورنہ زندگی بھر زانی بنے رہیں گے۔

❀ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ حلالہ کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ لِيُحَلِّلَهَا، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يُّمْسِكَهَا، فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُّمْسِكَهَا، حَتّٰى يَتَزَوَّجَهَا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ.

''اگر کوئی مرد کسی عورت سے حلالہ کی نیت سے نکاح کرے، پھر اسے (مستقل طور پر) اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کر لے، تو اس کے لیے نیا نکاح کیے بغیر اس عورت کو اپنے پاس رکھنا حرام ہے۔''

(جامع التّرمذي، تحت الحديث: 1120)

سوال: دو طلاق کے بعد شوہر نے رجوع کر لیا، بعد میں بیوی نے پھر طلاق کا

مطالبہ کیا،تو شوہر نے کہا ''جا،وہ بھی دے دی۔''تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس عورت کو تیسری طلاق بھی واقع ہو چکی ہے،اب شوہر کے پاس رجوع کا کوئی حق باقی نہیں رہا،لہٰذا یہ عورت شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو چکی ہے،البتہ اگر عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور وہ اپنی مرضی سے طلاق دے یا وفات پا جائے،تو عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی کو طلاق دی،بعد میں اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے متعلق کہا کہ ''(نعوذ باللہ!) خدا مر گیا۔''تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کو طلاق ہو چکی ہے،اب چونکہ شوہر نے کلمہ کفر ادا کر دیا ہے،تو وہ مرتد ہو گیا ہے اور نکاح فسخ ہو چکا ہے،اب بیوی پر طلاق کی عدت نہیں۔

(سوال): ایک شخص نے غیر عورت کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے طلاق دی،تو کیا اس شخص کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

(جواب): اس سے بیوی کو طلاق نہ ہو گی،یہ طلاق لغو ہے،کیونکہ جس عورت کو مخاطب کر کے اس نے طلاق دی ہے،وہ اس کی منکوحہ ہی نہیں ہے،لہٰذا اگر کبھی اس عورت سے نکاح ہو جائے،تو بھی اس پر طلاق واقع نہیں ہو گی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں،اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں،اسے آزاد نہیں کر سکتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي : 1181،

سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ''صحیح'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک: ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح:۱۱۸۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

سوال: ایک شخص نے سالی کی نیت کر کے بیوی کی چچی سے کہا کہ تیری بھتیجی کو طلاق دیتا ہوں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب طلاق کے صریح الفاظ بول دیے، تو اس میں نیت کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ ''بھتیجی'' کا اطلاق بیوی پر بھی ہوتا ہے اور سالی پر بھی۔

سوال: اگر کسی سے جبری تین طلاق کہلوالیا جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جبری طلاق واقع نہیں ہوتی، خواہ ایک دی جائے یا تین۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِمُكْرِهٍ، وَلَا لِمُضْطَهِدٍ طَلَاقٌ .

''مجبور و مقہور کی کوئی طلاق نہیں۔''

(سنن سعید بن منصور : 1143، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ثابت بن عیاض احنف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کی ام ولد لونڈی سے نکاح کیا۔ میں اس کے پاس آیا اور اس پر داخل ہوا، تو کوڑے لٹکے ہوئے تھے۔ لوہے کی دو بیڑیاں تھیں اور دو غلام بٹھائے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے کہا: اپنی بیوی کو طلاق دے دے، ورنہ اللہ کی قسم تجھے ایسا ایسا کر دوں گا۔ میں نے کہا: اسے ایک ہزار

طلاق۔ میں اس کے پاس سے نکلا، تو مکہ کے راستے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو اپنا سارا واقعہ سنایا، تو وہ غصے ہو گئے اور فرمایا: یہ کوئی طلاق نہیں۔ وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی۔ آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جائیے۔ مجھے اطمینان نہ ہوا یہاں تک کہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا اور ان سے اپنا واقعہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ آپ کی بیوی آپ پر حرام نہیں ہوئی، آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جائیے۔''

(الموطا للإمام مالك : ۳۷٦، ح : ۱۲٤٥، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): ایک شخص نے فال دیکھ کر بتایا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو، تو میں نے اسی سے طلاق لکھوا کر بیوی کو بھیج دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): فال نکلوانا اور قسمت کا حال معلوم کروانا حرام اور ناجائز ہے، مگر جب شوہر نے طلاق نامہ لکھوا کر بھیج دیا، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر بیوی کو طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق ہو گئی۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی کو ایک طلاق دی، تو لوگوں کے پوچھنے پر بار بار وہی الفاظ دہراتا رہا، جو طلاق کے وقت اس نے بیوی کو بولے تھے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایک ہی طلاق واقع ہوئی۔

(سوال): ایک شخص نے ہنسی میں کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ ہیں، طلاق ہو گئی ہے۔

(سوال): اگر کوئی کہے کہ ''میں جتنی شادیاں کروں گا، ان کو طلاق ہے۔'' پھر اس نے دو عورتوں سے نکاح کیا، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): نکاح سے پہلے دی گئی طلاق لغو ہے، کیونکہ اس وقت کوئی عورت اس کے نکاح میں نہیں۔ یہ معلق طلاق نہیں ہے۔

(سوال): مجنون نے ایک ہی وقت میں تین طلاق دے دیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): حالت جنون میں طلاق واقع نہیں ہوتا، کیونکہ مجنون کا کوئی عمل شرعاً معتبر نہیں۔ وہ مرفوع القلم ہے۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): غصہ کی حالت میں بیوی کو ماں بہن کہہ دیا، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): طلاق نہیں ہوئی۔

(سوال): غیر مدخولہ کو ایک طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر مدخولہ کی ایک ہی طلاق ہے، اس کے بعد وہ شوہر کے عقد سے نکل جاتی ہے، اس پر کوئی عدت نہیں۔

سوال: غیر مدخولہ کو طلاق دی، کیا اس سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: غیر مدخولہ کی ایک ہی طلاق ہے، اس پر کوئی عدت نہیں، اگر دونوں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں، تو کر سکتے ہیں۔

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ ''اس کی مجھ کو کوئی ضرورت نہیں۔'' کیا اس سے طلاق ہوئی؟

جواب: یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے طلاق دینے کی تھی، تو واقع ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔

سوال: ایک شخص نے بیوی کے متعلق کہا کہ ''مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں۔'' کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

جواب: یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

سوال: ''جہاں تیرا دل کرتا ہے، چلی جا، مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

سوال: ''گھر سے نکل، تو میرے کام کی نہیں۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ الفاظ صریح نہیں، شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

سوال: ''میرا تجھ سے نباہ مشکل ہے۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

سوال: ''تم میری زوجیت سے باہر ہوگی۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: شوہر کی نیت، قرائن اور سیاق کا اعتبار ہوگا۔

سوال: بیوی سے کہا کہ تم میری بہن کے برابر ہو، کیا طلاق ہوئی؟

جواب: یہ لغو کلمہ ہے، اس سے طلاق نہیں ہوئی۔

سوال: ''تم میرے لائق نہیں ہو۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: شوہر کی نیت پر منحصر ہے۔

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو خط لکھا اور کہا کہ ''میں نے تجھے اپنی زوجیت سے الگ کر دیا۔'' کیا طلاق ہوئی؟

جواب: قرائن سے فیصلہ ہوگا۔

سوال: بیوی کے بارے میں ''میں اس کو نہیں رکھتا، وہ میرے لائق نہیں۔'' کے الفاظ کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: نیت پر موقوف ہے۔

سوال: ''تم میری عورت نہیں ہو۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: شوہر کی نیت پر منحصر ہے۔

سوال: ''مہر دلا دینا اور طلاق تحریری لے لینا۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: طلاق نہیں ہوئی، یہ آئندہ کا ارادہ ہے۔

سوال: شوہر نے سسر سے کہا کہ ''جہاں چاہو، اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔'' کیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: شوہر کی نیت پر موقوف ہے۔

سوال: ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ ''میں نے تجھے آزاد کر دیا۔'' تو کیا حکم ہے؟

جواب: ''میں نے تجھے آزاد کر دیا۔'' طلاق کے صریح الفاظ ہیں، اس سے طلاق

واقع ہو جائے گی، شوہر کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔

(سوال): ''میں اس کا شوہر نہیں ہوں۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، لہٰذا شوہر سے پوچھا جائے گا کہ اس کی ان الفاظ سے کیا مراد لی تھی۔

(سوال): تحریری ایک طلاق دی، بعد میں رجوع کرنا چاہتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): رجوع کر سکتا ہے۔

(سوال): ''میری طرف سے جواب ہے۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(سوال): ''چلی جاؤ، کبھی میرے پاس نہ آنا۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ طلاق کے غیر صریح الفاظ ہیں، لہٰذا شوہر کی نیت کو دیکھا جائے گا۔

(سوال): بیوی سے کہا کہ ''نکاح کرنا چاہتی ہے، تو کرلو۔'' کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، شوہر کی نیت پر موقوف ہے۔

(سوال): ''میرے زیور دے دو، میں تجھے آزاد کردوں گا۔'' سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ معلق طلاق نہیں ہے، بلکہ ''آزاد کردوں گا۔'' مستقبل کے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی، خواہ عورت زیور دے بھی دے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنے سسر سے کہا کہ ''میری بیوی کو میرے گھر بھیج دو، ورنہ میں طلاق دے دوں گا۔'' کیا اس سے طلاق واقع ہوئی؟

(جواب): اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ یہ محض دھمکی ہے، طلاق نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ''جہاں چاہے، چلی جا، مجھے دوبارہ اپنی صورت مت دکھانا۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر نے اس جملے سے طلاق مراد لی ہے، تو طلاق ہوگی، ورنہ نہیں، کیونکہ یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں ہیں۔

سوال: شوہر نے اپنے گھر والوں سے بیوی کے متعلق کہا کہ ''جس طرح لائے تھے، اس طرح نکال دو۔'' کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ طلاق کے لیے صریح کلام نہیں ہے۔ لہٰذا شوہر کی نیت کو دیکھا جائے گا۔

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو لکھا کہ ''میرا اور تمہارا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رہا۔'' کیا اس جملے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ طلاق کے لیے کنایہ ہے، لہٰذا نیت پر موقوف ہے۔

سوال: بیوی کے متعلق کہا کہ ''اسے چھوڑ چکا ہوں۔'' کیا طلاق ہوئی؟

جواب: ''اسے چھوڑ چکا ہوں۔'' طلاق کے صریح الفاظ ہیں، اس سے طلاق ہو جائے گی، شوہر کی نیت کو نہیں دیکھا جائے گا۔

سوال: ''چلی جا، تو میرے کام کی نہیں۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، لہٰذا شوہر کی نیت پر منحصر ہے۔

سوال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''تو کسی سے نکاح کرلے۔'' طلاق ہوئی؟

جواب: یہ الفاظ صریح نہیں، لہٰذا شوہر سے نیت پوچھی جائے گی۔

سوال: ''جا نکل جا، تجھے طلاق دی۔'' کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک طلاق واقع ہو گئی۔

سوال: شوہر کا بیوی کو ''تم اور تمہاری بستی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جاتا ہوں۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ طلاق کے لیے صریح نہیں، قرائن اور شوہر کی نیت کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

سوال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''تو جان، تیرا کام جانے۔'' کیا طلاق ہوئی؟

جواب: یہ طلاق کے غیر صریح الفاظ ہے، شوہر نے جس نیت سے کہے ہوں گے، وہی معتبر ہے۔

سوال: ''مجھ کو اس کی زوجیت کا دعویٰ نہیں۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ شوہر کی نیت پر منحصر ہے۔

سوال: بیوی سے کہا کہ ''جس سے چاہے، ہم بستر ہو۔'' کیا طلاق ہوئی؟

جواب: یہ طلاق کے لیے صریح جملہ نہیں، شوہر سے نیت بارے پوچھا جائے گا۔

سوال: ''مجھے اس سے سروکار نہیں۔'' کا جملہ طلاق کی نیت سے بولا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق کی نیت سے بولا، تو طلاق ہو گئی۔

سوال: ''دوسرا خاوند کرلے۔'' طلاق کی نیت سے کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق ہو گئی۔

سوال: ''میں اسے اپنی عورت نہیں سمجھتا۔'' طلاق کی نیت سے کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق ہوگئی۔

(سوال): ''کسی اور سے شادی کرلو۔'' کہا، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): جس نیت سے یہ جملہ بولا، اسی کا اعتبار ہوگا۔

(سوال): بیوی سے کہا ''تم میری ہمشیرہ ہو۔'' یہ طلاق کی نیت سے کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق ہوگئی۔

(سوال): کسی نے ہنسی میں کہا کہ ''میں نے بیوی چھوڑ دی۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ''میں نے بیوی چھوڑ دی۔'' طلاق کے صریح الفاظ ہیں اور ہنسی مذاق میں بھی اگر طلاق کے صریح الفاظ بول دیے جائیں، تو طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

ا۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 210/3)

(سوال): ایک شخص نے بیوی سے کہا: ''میں نے تجھے چھوڑ دیا۔'' یہ جملہ ایک بار کہا، تو

کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ ہیں، اس سے ایک طلاق واقع ہو جاتی ہے، شوہر کو عدت کے اندر اندر رجوع کا حق حاصل ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ صَرِيحَ لَفْظِ الطَّلَاقِ إِذَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فَإِنَّهٗ مُؤَاخَذٌ بِهٖ وَلَا يَنْفَعُهٗ أَنْ يَّقُولَ : كُنْتُ لَاعِبًا أَوْ هَازِلًا أَوْ لَمْ أَنْوِ بِهٖ طَلَاقًا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ.

''تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ طلاق کا صریح لفظ جب کسی بالغ عاقل کی زبان پر جاری ہو جائے، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ گو وہ کہتا پھرے کہ میں نے مذاق کیا تھا یا طلاق کی نیت ہی نہیں کی تھی، یا اس طرح کی کوئی اور بات کرے۔''

(مَعالِم السّنن : ۲٤۳/۳، شرح السّنة للبَغَوي : ۲۲۰/۹)

(سوال): بیوی کے کسی جواب میں کہا کہ ''اچھا جاؤ، قطع تعلق۔'' مگر نیت طلاق کی نہ تھی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر نے یہ جملہ طلاق کی نیت نہیں کہا، تو طلاق واقع نہیں ہو گی، کیونکہ یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں۔

(سوال): ایک شخص نے غصہ میں اپنی بیوی سے کہا ''تم آزاد ہو۔'' مگر اس کی نیت طلاق کی نہ تھی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ''تم آزاد ہو۔'' طلاق کے صریح الفاظ ہیں، اس میں شوہر کی نیت کو نہیں دیکھا جائے گا، وہ جس بھی نیت میں بیوی سے یہ الفاظ بولے گا، طلاق واقع ہو جائے گی۔

سوال: بیوی سے کہا کہ ''میں تیرے لائق نہیں، تم دوسرا انتظام کرلو۔'' تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ جملہ طلاق کی نیت سے کہا، تو طلاق ہوئی، ورنہ نہیں۔

سوال: ''پانچ برس جو جی میں آئے، کرنا۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں شوہر سے نیت بارے پوچھا جائے گا، اگر ان الفاظ سے اس کی نیت طلاق کی تھی، تو واقع ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔

سوال: شوہر نے پوچھا: ''طلاق چاہتی ہو؟'' بیوی نے کہا: ''جی ہاں۔'' شوہر نے کہا ''تو جا چلی جا۔'' کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگرچہ ''جا چلی جا'' طلاق کے لیے صریح الفاظ نہیں، مگر قرینہ اور سیاق کلام کے مطابق اس کی مراد اس جملہ سے طلاق تھی، لہٰذا ایک طلاق ہو چکی ہے۔

سوال: ''تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنے پیکے چلی جا۔'' کا جملہ طلاق کی نیت سے کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ طلاق کا صریح جملہ نہیں، لہٰذا نیت کے مطابق طلاق ہو جائے گی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''جون کی بیٹی جب (نکاح کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گاہ میں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے، تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے بڑی عظیم الشان ذات کی پناہ طلب کی ہے، آپ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جائیں۔''

(صحيح البخاري: 5254)

سوال: ''تجھ کو نہیں رکھوں گا۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ مستقبل کا جملہ ہے، لہٰذا اگر طلاق کی نیت سے بھی یہ جملہ بولا، تب بھی طلاق نہیں ہوئی، طلاق حال یا ماضی کے جملہ سے ہوتی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''تم نے ایسا نہ کیا، تو آزاد سمجھی جاؤ گی۔'' پھر عورت نے ایسا نہ کیا، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، جب شرط پائی جائے گی، طلاق واقع ہو جائے گی، لہٰذا مذکورہ صورت میں چونکہ شرط پائی گئی، تو طلاق ہوگئی۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے خرچہ کا مطالبہ کیا، تو اس نے کہا کہ ''جا، تجھے آزاد کیا۔'' کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اس صورت میں طلاق واقع ہو چکی ہے، کیونکہ شوہر نے طلاق کے صریح الفاظ بولے ہیں، جس میں نیت کا اعتبار نہیں۔

(سوال): ''اسے لے جاؤ، اس سے نکاح کر لینا۔'' طلاق کی نیت سے بولا، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، لہٰذا طلاق کی نیت سے بولے جائیں، تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(سوال): ''یہ میرے مصرف کی نہیں۔'' کہا، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(سوال): ''میں نے تمہاری صفائی کر دی۔'' طلاق کی نیت سے کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق کی نیت سے کہا ہے، تو طلاق ہو چکی ہے۔

(سوال): کیا شوہر طلاق کا حق بیوی کو تفویض کر سکتا ہے؟

(جواب): کر سکتا ہے۔

(سوال): نکاح کے وقت طے پایا تھا کہ اگر شوہر طے کردہ شرائط پر عمل نہیں کرے گا، تو طلاق کا حق بیوی کو تفویض ہو جائے گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جو شرائط نکاح کے وقت طے کی گئی تھیں اور شوہر نے انہیں تسلیم کر لیا تھا، تو اگر شوہر ان شرائط کو پورا نہیں کرتا، تو معاہدہ کے مطابق طلاق کا حق بیوی کو تفویض ہو جائے گا اور وہ اپنی مرضی سے طلاق دے سکتی ہے۔

(سوال): اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر اتنے اتنے دن تمہاری خبر گیری نہ کروں، تو تم کو طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں اگر شرط پوری ہو جائے، تو عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہو جائے گا اور وہ اپنا اختیار جب چاہے، استعمال کر سکتی ہے۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تمہاری اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کروں، تو تم کو طلاق کا اختیار ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ویسے تو یہ کتاب اللہ سے زائد شرائط ہیں، مگر چونکہ شوہر نے خود اس شرط کو مانا ہے، تو دوسرا نکاح کرنے کی صورت میں عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہو جائے گا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ میں سے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں، جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں، جو شرط کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے، خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔''

(صحيح البخاري : 2560، صحيح مسلم : 1504)

(سوال): کیا طلاق کا اختیار عورت کو سونپنے کے بعد وہ خود کو طلاق دے سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): نکاح سے پہلے تفویض نامہ کی کیا حیثیت ہے؟

(جواب): طلاق کو تفویض کرنا شوہر کا حق ہے، تو جب شوہر کو خود طلاق کا حق حاصل نہیں، تو وہ اسے دوسروں کو کیسے تفویض کر سکتا ہے، لہٰذا نکاح سے پہلے نہ کوئی خود طلاق دے سکتا ہے اور نہ طلاق کا حق دوسروں کو تفویض کر سکتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 189-207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي : 1181، سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ''صحیح'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک: ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح:۱۱۸۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

(سوال): کیا نکاح حلالہ میں عورت یہ شرط لگا سکتی ہے کہ جب میں چاہوں گی، تو طلاق دے کر آزاد ہو جاؤں گی؟

(جواب): نکاح حلالہ زنا ہے، یہ منعقد نہیں ہوتا۔ جب یہ شرعی نکاح ہی نہیں، تو اس میں طلاق دینے یا تفویض کرنے کا کیا مطلب؟

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

يَكُونُ كَنِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَيُبْطَلُ هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''نکاح حلالہ، نکاح متعہ کی طرح ہے، اسے باطل قرار دیا جائے گا، یہی درست معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم!۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد: 234/13)

۞ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (۶۸۵ھ) فرماتے ہیں:

''حلالہ کرنے والا وہ ہے، جو ایسی عورت سے شادی کرتا ہے، جس کو تین طلاقیں دے دی گئی ہیں، شادی سے اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ وطی کے بعد اسے طلاق دے دے گا، تاکہ جس شوہر نے پہلے طلاق دی تھی، اس کے لیے حلال ہو جائے، گویا وہ نکاح اور وطی کے ساتھ اس عورت کو پہلے خاوند پر حلال کر رہا ہے۔ جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے، اس سے مراد پہلا شوہر ہے۔ ان دونوں پر لعنت اس لیے کی گئی ہے، کیونکہ یہ عمل ان کی ہتک عزت اور قلت غیرت کا باعث ہے، نیز یہ عمل ان کے کمینے اور گھٹیا پن پر دلالت کرتا ہے۔ جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے، اس کی بہ نسبت تو یہ بالکل واضح ہے، جبکہ حلالہ کرنے والے کی بہ نسبت اس طرح کہ اس نے کسی کی غرض کے لیے عورت سے وطی کر کے خود کو گرا دیا ہے، کیونکہ اس نے وطی اس لیے کی ہے، تاکہ وہ اسے اس شخص کو وطی کے لیے دے، جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ اسے کرائے کے سانڈ سے تشبیہ دی ہے۔''

(تحفة الأبرار: 392/2، مرقاة المفاتيح للملا علي القاري: 2149/5)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''حلالہ کرنے والے کا (عارضی) نکاح، نکاح متعہ سے بھی بدتر ہے، کیونکہ نکاحِ حلالہ (اسلام کے) کسی دور میں بھی جائز نہیں ہوا، حلالہ کرنے والا عقد نکاح اس لیے باندھتا ہے کہ (بعد میں) اسے ختم کر دے گا اور یہ عارضی نکاح کسی صورت میں بھی درست نہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 108/32)

۞ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ حلالہ کا نکاح حرام اور باطل ہے، سب اہل علم کا یہی مذہب ہے۔......جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم نے نام ذکر کیے ہیں، ان کا بھی یہی مذہب ہے، صحابہ میں کوئی مخالف نہیں، لہٰذا اس پر (صحابہ کا) اجماع ہوا۔''

(المُغني : 182-180/7)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْفَتْوٰی كُلُّهُمْ أَنَّهٗ إِذَا شُرِطَ التَّحْلِيلُ فِي الْعَقْدِ كَانَ بَاطِلًا .

''تمام ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے کہ جب نکاح میں حلالہ کی شرط لگائی جائے، تو وہ باطل ہو جاتا ہے۔'' (مَجموع الفتاویٰ : ۱۵۵/۳۲)

۞ علامہ کرمانی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

بُطْلَانُ النِّكَاحِ حِينَئِذٍ اتِّفَاقًا .

''(حلالہ کی نیت سے کیا جانے والا) یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے۔''

(شرح المَصابیح : 33/4)

(سوال): شوہر بیوی سے کہے کہ ''خود کو طلاق دے دو۔'' کیا طلاق ہو گئی یا نہیں؟

(جواب): یہ جملہ طلاق کا حق بیوی کو تفویض کرنا ہے، تو جب تک بیوی خود کو طلاق نہیں دے دیتی، طلاق واقع نہیں ہو گی۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی کو طلاق کا حق تفویض کیا، بیوی نے خود کو طلاق نہیں دی، تو کیا شوہر طلاق دے سکتا ہے؟

(جواب): طلاق کا حق تفویض کرنے کے بعد بھی شوہر کو طلاق کا حق رہتا ہے، وہ جب چاہے اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔

(سوال): اگر عرف میں ایک طلاق سے مراد تین طلاق ہوں، تو ایک بار طلاق دینے سے تین واقع ہوتی ہیں یا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس عرف کا اعتبار نہ ہو گا، ایک طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوتی ہے۔

(سوال): طلاق کو کسی شرط سے معلق کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ جب وہ شرط پائی جائے گی، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): شوہر نے کہا اگر فلاں جگہ جاؤں، تو تمہیں طلاق ہے، پھر وہ بھول کر اس جگہ چلا گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا، تو شرط پائی جانے کی صورت میں طلاق ہو جائے گی، لہٰذا مذکورہ صورت میں جب شوہر مشروط جگہ چلا گیا، تو طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے بھول کر ہی گیا ہو۔

(سوال): ''اگر بچہ فلاں جگہ ہوا، تو طلاق۔'' کا جملہ بیوی سے کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، شرط پائی گئی، تو طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): معلق طلاق میں شک ہو، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): معلق طلاق میں شک ہو، تو واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): اگر شوہر بیوی سے کہے کہ ''اگر تو نے فلاں کام کیا، تو تجھے طلاق دے دوں گا۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق نہیں۔ جب طلاق کو مستقبل کے لفظ مثلاً ''دے دوں گا۔'' کے ساتھ مشروط کیا جائے، تو شرط پائی جانے کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

(سوال): ''ساتھ روانہ کرو، ورنہ طلاق۔'' کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، اگر شرط پائی گئی، تو طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): طلاق کو امر محال کے ساتھ معلق کرنے سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

(جواب): معلق طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے، جب شرط پائی جائے، تو جب شرط کا پایا جانا ہی محال ہے، تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ''اگر میں نے اس سے نکاح کیا، تو یہ مجھ پر حرام ہے۔'' اس کی نیت اس سے طلاق کی نہ تھی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لغو طلاق ہے، جو کہ واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): شوہر سے کہا گیا کہ تم اپنی زوجہ کو طلاق دے دو، ہم اس کے بدلے تجھے اتنی رقم دیتے ہیں، تو شوہر نے طلاق نامہ میں لکھا کہ اگر وہ لوگ مجھے اتنی رقم دیں، تو میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، جب تک رقم دینے کی شرط پوری نہیں ہو جاتی، طلاق

واقع نہیں ہوگی۔

سوال: بیوی سے کہا کہ اگر تو نے آٹھ دن تک کھانا کھایا، تو تجھے طلاق ہے، بیوی نے تین دن بعد کھانا کھالیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معلق طلاق ہے، لہٰذا واقع ہوچکی ہے۔

سوال: ایک شخص نے طلاق دیتے وقت اسے کسی کام سے معلق نہیں کیا، مگر کچھ دیر بعد اس نے کسی کام سے معلق کیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر طلاق دیتے وقت معلق نہیں کیا، تو طلاق ہوگئی، بعد میں معلق کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

سوال: زبان سے طلاق دی اور دل میں کسی شرط سے معلق کیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق واقع ہوگئی، دل کے عمل کا اعتبار نہیں۔

سوال: ''یہ کام نہ کرنا، ورنہ طلاق دے دوں گا۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معلق طلاق نہیں، بلکہ مستقبل کا وعدہ ہے، لہٰذا کسی صورت واقع نہ ہوگی۔

سوال: ''اگر تمہیں جبراً کہیں لے جاؤں گا، تو تمہیں تعلق زوجیت ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ طلاق کے لیے صریح کلمات نہیں، اگر ''تعلق زوجیت ختم کرنے'' سے شوہر کی مراد طلاق ہے، تو یہ معلق طلاق ہوگی اور شرط پائی جانے کی صورت میں طلاق کا اختیار بیوی کو تفویض ہوجائے گا اور وہ اپنی مرضی سے خود کو طلاق دے سکے گی۔

سوال: ''تم نہیں جاؤ گی، تو تمہیں طلاق دے دوں گا۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ تعلیق نہیں، بلکہ وعدہ ہے، لہٰذا بہر صورت طلاق واقع نہ ہوگی۔

(سوال): اگر شوہر ایک شخص سے کہے کہ اگر میں تمہیں عمرہ پر نہ بھیج سکا، تو میری بیوی کو طلاق ہے، تو طلاق کب واقع ہوگی؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، اب چونکہ شوہر نے عمرہ پر بھیجنے کا وقت متعین نہیں کیا، تو یہ شرط موت تک ہوگی، لہٰذا اگر عمرہ پر بھیجے بغیر شوہر یا اس شخص کی موت ہوگئی تو اس وقت بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): ''اگر اتنے دن خرچہ نہ دوں، تو حق شوہری نہیں۔'' یہ جملہ طلاق کی نیت سے کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، اگر مشروط دنوں میں خرچہ نہ دے گا، تو طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): ''اگر قرآن نہیں پڑھے گی، تو طلاق دے دوں گا۔'' کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق نہیں، بلکہ دھمکی ہے، بہر صورت طلاق نہیں ہوگی۔

(سوال): اگر کسی نے کہا کہ ''اس صحن میں بیٹھ کر روزہ رکھوں، تو میری بیوی کو طلاق۔'' تو وہ کیا کرے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ صحن کے علاوہ دوسری جگہ بیٹھ کر روزہ رکھ لے۔

(سوال): اگر کسی نے اپنی سسر کو لکھا کہ ''اگر فلاں تاریخ تک میری بیوی کو نہیں بھیجو گے، تو طلاق ہو جائے گی۔''، اب مذکورہ تاریخ تک عورت نہیں آئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق دی، جو کہ واقع ہوگئی۔

(سوال): اگر کسی نے جبری معلق طلاق دلائی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جبری طلاق ہر صورت میں واقع نہیں ہوتی، خواہ معلق ہو یا غیر معلق، زبانی ہو یا تحریری۔ یاد رہے کہ جبر سے مراد جان کا خطرہ ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (النّحل : ١٠٦)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس پر اللہ کا غضب ہے)، سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اس کو کفر پر مجبور کیا جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح طلاق کا ارادہ نہ ہو تو جبری طلاق بالاولیٰ واقع نہیں ہوگی۔

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلشِّرْكُ أَعْظَمُ مِنَ الطَّلَاقِ .

''شرک طلاق سے بڑا معاملہ ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1142، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمَّا وَضَعَ اللّٰهُ عَنْهُ سَقَطَتْ أَحْكَامُ الْإِكْرَاهِ عَنِ الْقَوْلِ كُلِّهِ، لِأَنَّ الْأَعْظَمَ إِذَا سَقَطَ عَنِ النَّاسِ سَقَطَ مَا هُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ .

''جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے (مجبوری کی صورت میں) کفر معاف کر دیا ہے، تو مجبوری کی صورت میں کہے گئے تمام دیگر اقوال بھی معاف ہیں، کیونکہ جب لوگوں کو بڑی چیز معاف کر دی جائے، تو چھوٹی چیز خود بخود معاف ہو جاتی ہے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 122/2)

(سوال): طلاق کومہر کی معافی کی شرط سے معلق کیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، جب تک بیوی مہر معاف نہیں کرے گی، طلاق نہ ہوگی۔

(سوال): شوہر نے اپنی کے متعلق کہا کہ اگر اس نے مجھے اپنی صورت دکھائی،تو یہی طلاق ہے،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، اگر بیوی شوہر کے سامنے آئے گی،تو طلاق ہوجائے گی۔

(سوال): ''اگر اس احاطہ میں بود و باش کروں،تو میری بیوی کو طلاق ہے۔'' کہنے سے کیا طلاق ہوجاتی ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، جب شرط پائی جائے گی،تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ اگر میں نے زنا کیا ہو،تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ پھر بعد میں اس نے زنا کیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب شوہر نے یہ جملہ بولا، اس سے پہلے اگر اس نے زنا نہیں کیا،تو طلاق واقع نہ ہوگی، خواہ یہ جملہ بولنے کے بعد وہ زنا کر لے، کیونکہ طلاق کو ماضی کی زندگی کے ساتھ معلق کیا گیا ہے، نہ کہ مستقبل کے ساتھ۔

(سوال): یہ کہنا کہ میں جتنی شادیاں کروں، ان کو طلاق ہے،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح سے پہلے دی گئی طلاق نہیں ہوتی، یہ معلق طلاق نہیں ہے، بلکہ لغو ہے۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ اگر میں نے فلاں شخص سے اپنے پچاس ہزار زبردستی نہ نکلوا لیے،تو میری بیوی کو طلاق ہے،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، شرط پائی جائے گی،تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

(سوال): کسی نے کہا کہ ''اللہ کی قسم! میں بیوی کو طلاق دے دوں گا۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ مستقبل کے الفاظ ہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ البتہ اسے چاہیے کہ اپنی قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا أَحْلِفُ عَلٰی یَمِینٍ، فَأَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَیْتُ الَّذِي هُوَ خَیْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا .

''میں کسی کام پر قسم اٹھاتا ہوں، بعد ازاں محسوس کرتا ہوں کہ دوسرا کام اس سے بہتر ہے، تو میں بہتر کام کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3133، صحيح مسلم : 1649)

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ مجھے مہر معاف کر دیا جائے، تو میری بیوی کو طلاق ہے، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، جو اسی وقت واقع ہوتی ہے، جب شرط پائی جائے۔

(سوال): ایک شخص نے دوسرے کے گھر سے قیمتی چیز چرا لی، تو اس نے کہا کہ ''کہو اگر میں نے وہ قیمتی چیز اٹھائی ہو، تو میری بیوی کو طلاق ہے۔'' تو اس نے ایسا کہہ دیا، کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اگر واقع ہی اس نے وہ قیمتی چیز چرائی ہے، تو اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ معلق طلاق ہے۔

(سوال): نکاح سے پہلے معلق طلاق دینا کیسا ہے؟

(جواب): معلق طلاق اسی صورت میں ہو سکتی ہے، جب تعلیق کرتے وقت نکاح ہوا ہو، نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں۔ یہ لغو طلاق ہے۔

سوال: یہ کہنا کہ ''جب میں نکاح کروں تو طلاق مغلظہ'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح سے پہلے کسی قسم کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جب تک نکاح نہیں کیا، طلاق کو معلق نہیں کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی نکاح سے پہلے معلق طلاق دے، تو وہ لغو ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں چک میں جاؤں، تو میری زوجہ کو طلاق۔ پھر وہ زمین خرید کر اس چک میں چلا گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں طلاق واقع ہو چکی ہے، کیونکہ معلق طلاق میں شرط پائی جائے، تو وہ واقع ہو جاتی ہے، خواہ شرط کسی بھی طرح پائی جائے۔

سوال: شوہر نے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے گھر گئی، تو تمہیں طلاق ہے۔ پھر وہ باپ کے مرنے کے بعد اس کے گھر گئی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معلق طلاق ہے، جو کہ واقع ہو گئی، کیونکہ باپ کے مرنے کے بعد بھی گھر اسی کا تصور کیا جاتا ہے۔

سوال: شوہر نے کہا کہ اگر فلاں شخص نے یہ کام نہ کیا، تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ پھر اس شخص نے وہ کام نہ کیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معلق طلاق ہے، اب چونکہ شرط پائی گئی، لہٰذا طلاق نافذ ہو گئی۔

سوال: اگر شوہر نے معلق طلاق نامہ کو پڑھے سنے بغیر دستخط کر دیے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ طلاق نامہ معتبر نہ ہوگا، کیونکہ شوہر سے لاعلمی میں دستخط لیے گئے ہیں، لہٰذا اس تحریر میں جس شرط سے طلاق کو معلق کیا گیا ہے، اس کے پائے جانے سے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔

سوال: نکاح ثانی کے ساتھ طلاق کو معلق کیا، تو کسی نے اس کا دوسرا نکاح جبری کروا

دیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): چونکہ جبری نکاح منعقد نہیں ہوتا،لہٰذا طلاق معلق کی شرط نہیں پائی گئی۔اس لیے طلاق نہیں ہوئی۔

(سوال): ایک شخص نے کبیرہ گناہ سے توبہ کی اور کہا کہ اگر آئندہ میں نے یہ گناہ کیا،تو اب کے بعد جو عورت میرے نکاح میں آئے گی،اسے تین طلاق ہے،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح سے پہلے کسی قسم کی طلاق نہیں۔یہ لغو ہے۔لہٰذا اگر مذکورہ شخص دوبارہ وہی کبیرہ گناہ کرے گا،تو اس کے بعد جس عورت سے نکاح کرے گا،اسے طلاق واقع نہ ہو گی،کیونکہ یہ معلق طلاق ہے ہی نہیں۔

(سوال): شوہر نے لکھا کہ اگر میں سسرال میں نہ رہوں،تو بیوی کو طلاق کا اختیار رہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(جواب): شوہر نے طلاق کو مشروط تفویض کیا ہے۔لہٰذا اگر وہ سسرال میں نہیں رہے گا،تو بیوی کو طلاق کا اختیار حاصل ہو جائے گی،اس صورت میں اگر بیوی طلاق دیتی ہے،تو طلاق ہوگی،اگر نہیں دیتی،تو نہیں ہوگی۔یہ طلاق معلق کی صورت نہیں ہے۔

(سوال): کسی نے کہا کہ ''اگر میں اس مسجد کا کام کروں،تو میری بیوی کو طلاق ہے۔'' پھر اس نے ثواب کی نیت سے مسجد کا کام کیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بہرصورت طلاق ہو چکی ہے،کیونکہ معلق طلاق میں شرط پائی جائے،تو وہ نافذ ہو جاتی ہے،خواہ شرط کو کسی بھی نیت سے پورا کیا جائے۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ اگر بیوی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کروں،تو بیوی کو طلاق ہے،پھر دوسرا نکاح کیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، اب چونکہ شرط پائی گئی، تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): نکاح کے وقت جو شرائط طے پائی تھیں، ان کی خلاف ورزی کی گئی، تو کیا طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

(جواب): شرائط کی خلاف ورزی سے نکاح ختم نہیں ہوتا، البتہ اگر شرائط کی عدم ادائیگی کی صورت میں طلاق کا نافذ ہونا طے پایا تھا، تو طلاق نافذ ہو جائے گی۔

(سوال): بیوی میکے میں ہے، شوہر نے کہا کہ اگر تم ایک ماہ کے اندر اندر واپس نہ آئی، تو تمہیں طلاق ہے۔ پھر ایک مہینے سے پہلے ہی شوہر فوت ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شوہر نے معلق طلاق دی تھی، جو شرط کے پائے جانے سے نافذ ہونی تھی، اب چونکہ شرط کی مدت سے پہلے ہی شوہر فوت ہو گیا، تو اس معلق طلاق کا حکم ختم ہو جائے گا اور عورت بیوہ شمار ہوگی، لہٰذا وہ عدت وفات شوہر گزارے گی اور وراثت کی حق دار ہوگی۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے کہا کہ اگر تم نے فلاں تاریخ تک میرا حق مہر ادا نہیں کیا، تو میں تمہاری زوجیت سے علیحدہ ہو جاؤں گی۔ مگر شوہر نے مذکورہ تاریخ تک حق مہر ادا نہیں کیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): معلق طلاق کا اختیار شوہر کو حاصل ہے، عورت کے شرط لگانے سے کچھ نہیں ہوتا، لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(سوال): ''اگر میرے گھر سے باہر گئی، تو مجھ پر حرام ہے۔'' کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، ان سے اگر شوہر کی مراد طلاق ہے، تو یہ معلق طلاق ہوگی اور گھر سے باہر جانے کی صورت میں واقع ہو جائے گی۔ اگر شوہر کی ان الفاظ سے مراد طلاق نہیں ہے، تو گھر سے باہر جانے سے طلاق نہ ہوگی۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شوہر نے کہا کہ اگر فلاں تاریخ تک ہر ماہ بیوی کو اتنے پیسے منی آڈر نہ کروں، تو بیوی کو طلاق ہے، پھر کسی اور ذریعہ سے پیسے بھیج دیے، طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگر مقررہ تاریخ تک رقم بھیج دی، خواہ کسی بھی ذریعہ سے بھیج دی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

سوال: کیا معلق طلاق واپس ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: معلق طلاق واپس ہوسکتی۔

سوال: شوہر نے کہا کہ اگر چھ ماہ تک بیوی کے نام جائیداد نہ کردوں، تو نکاح منسوخ وباطل ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ''منسوخ وباطل'' سے شوہر کی مراد طلاق تھی، تو چھ ماہ تک جائیداد نام نہ کرنے کی صورت میں طلاق ہو جائے گی اور اگر کچھ اور نیت تھی، تو طلاق نہ ہوگی۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو طلاق کا مالک بنا دے اور بھائی اپنی بھابھی کو طلاق دے دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق کو تفویض کرنا جائز ہے اور تفویض کردہ طلاق نافذ ہو جاتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھائی نے بھابھی کو جو طلاق دی، وہ واقع ہوگئی۔

سوال: شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں شخص نے فلاں عورت سے نکاح کیا،

تو تجھے طلاق ہے، کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق ہے، شرط پائی جائے گی، تو طلاق ہو جائے گی۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر اس دروازے سے جائے گی، تو تجھے طلاق ہے، پھر وہ دوسرے دروازے سے باہر گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق کے لیے جس دروازے سے جانے کی شرط لگائی تھی، اگر اس دروازے سے جاتی، تو طلاق ہو جاتی، اب چونکہ وہ دوسرے دروازے سے چلی گئی، لہٰذا طلاق نہیں ہوئی۔

(سوال): ایک شخص نے اپنے بہن بھائیوں سے کہا کہ میں اپنی زوجہ کو دوسرے مکان میں نان ونفقہ دیا کروں گا، اگر میں اسے اس گھر میں لاؤں، تو اسے طلاق ہے، پھر وہ کچھ دن بعد خود ہی اس گھر میں آ گئی، تو کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): شوہر نے طلاق کے لیے شرط یہ لگائی تھی کہ اگر میں اسے گھر لاؤں گا، تو طلاق ہے۔ اب چونکہ وہ خود آئی ہے، شوہر لے کر نہیں آیا، تو اسے طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ طلاق کی شرط نہیں پائی گئی۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ اگر عمر اور اس کی اولاد کو زمین دوں، تو میری بیوی کو طلاق ہے، پھر عمر کے داماد کو زمین دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ طلاق اس شرط پر تھی کہ اگر عمر یا اس کی اولاد کو زمین دوں، جبکہ مذکورہ صورت میں داماد کو زمین دی ہے، جو کہ اولاد نہیں۔

(سوال): کیا لڑکی کے ولی کو مشروط طلاق کا حق حاصل ہے؟

(جواب): ولی کو کسی طلاق کا حق حاصل نہیں۔ یہ شوہر کا وظیفہ ہے۔

سوال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر میں فلاں کی زمین پر قبضہ نہ کروں، تو تجھے طلاق ہے، پھر اس نے توبہ کر کے یہ ارادہ ترک کر دیا، تو کیا بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟

جواب: معلق طلاق کو واپس لیا جا سکتا ہے۔ اس نے اپنی شرط واپس لے لی، لہذا طلاق نہ ہوگی۔

سوال: ''اگر فلاں کو قتل نہ کیا، تو میری بیوی کو طلاق ہے۔'' تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہر حال قتل نہ کرنے کی صورت میں طلاق ہو جائے گی، اسے چاہیے کہ قتل کی شرط واپس لے لے، تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی، اگر اس نے قتل کر دیا، تو بہت بڑے گناہ ارتکاب کر بیٹھے گا۔

سوال: کیا یہ معاہدہ لکھوانا جائز ہے کہ اگر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کروں، تو اسے طلاق ہے؟

جواب: یہ باطل شرط ہے، البتہ اگر یہ شرط فریقین نے طے کر لی، تو دوسری شادی کرنے کی صورت میں پہلی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ میں سے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں، جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں، جو شرط کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے، خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔''

(صحيح البخاري : 2560، صحيح مسلم : 1504)

سوال: ایک شخص نے کہا کہ اگر میری بیوی مجھے مہر معاف کر دے، تو اسے طلاق دے دیتا ہوں، بیوی نے منظور کر لیا، پھر شوہر نے طلاق دے دی، مگر بیوی نے مہر معاف نہ

کیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق کو مہر کی معافی سے مشروط کیا گیا تھا، تو جب مہر معاف نہیں کیا، تو طلاق بھی واقع نہیں ہوئی، اسی طرح جب طلاق نہیں ہوگئی، تو مہر بھی معاف نہ ہوگا۔

(سوال): شرط طے پائی کہ اگر شوہر نے موجودہ بیوی کے رہتے ہوئے دوسری شادی کی، تو پہلی بیوی کو طلاق ہے، اب کیا شوہر شادی کر سکتا ہے؟

(جواب): ایسی شرائط لگانا، جو کتاب میں نہیں ہیں، جائز نہیں۔ البتہ اگر ایسی کوئی شرط طے پا گئی ہے، تو اسے پورا کرنا چاہیے، ورنہ مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں کی اجازت کے بغیر فلاں عورت سے نکاح کروں، تو اسے طلاق ہے، کیا بغیر اجازت اس عورت سے نکاح کرنے سے طلاق ہو گی یا نہیں؟

(جواب): یہ معلق طلاق نہیں ہے، معلق طلاق اس وقت معتبر ہوتی ہے، جب عورت نکاح میں ہو، جو عورت نکاح میں ہی نہیں، اس کو معلق طلاق دینے کا کیا معنی؟ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی، یہ لغو طلاق ہے۔ لہٰذا اگر وہ بغیر اجازت اس عورت سے نکاح کرے گا، تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ یہ معلق طلاق ہے ہی نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي : 1181،

سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ''صحیح'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک : ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح:۱۱۸۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

(سوال): طلاق کے ساتھ ''ان شاءاللہ'' کہہ دیا، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): اگر طلاق کے متصل بعد ''ان شاءاللہ'' کہہ دیا، طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ اگر تم خالہ کے گھر جاؤ گی، تو تمہیں طلاق ہے، تو کیا وہ خالہ کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): بہر صورت اگر وہ خالہ کے گھر چلی گئی، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں سے ملاقات کروں، تو میرا نکاح فسخ ہے، کیا اس سے طلاق ہو گی یا نہیں؟

(جواب): اگر نکاح فسخ کرنے سے اس شخص کی مراد طلاق تھی، تو یہ معلق طلاق ہو گی اور شرط پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ اگر بات کروں، تو میری بیوی کو طلاق ہے، پھر اس نے بات کر دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں طلاق ہو جائے گی۔ یہ معلق طلاق ہے۔

(سوال): مشروط طلاق کب واقع ہوتی ہے؟

(جواب): مشروط طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے، جب شرط پائی جاتی ہے، اسی کے مطابق عورت عدت گزارے گی، نہ کہ اس وقت کے مطابق، جب مشروط طلاق دی تھی۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ اگر خلاف شریعت کوئی کام کروں، تو میری بیوی کو طلاق کا اختیار ہوگا، اب اس نے قبر کو سجدہ کیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): قبر کو سجدہ کرنا حرام اور خلاف شرع ہے۔ بت پرستی کی ابتدا یہی ہے۔

❀ علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ اتِّخَاذُ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مَسَاجِدَ .

''بت پرستی کی اصل نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 380/1)

لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق کا حق بیوی کو تفویض ہو چکا ہے، وہ اگر اپنے آپ کو طلاق دے گی، تو نافذ ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔

(سوال): شوہر نے کہا کہ موجودہ بیوی کے رہتے دوسری شادی کروں، تو دوسری بیوی کو طلاق ہے، پھر دوسری شادی کر لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ معلق طلاق نہیں ہے، کیونکہ معلق طلاق اس صورت میں ہوتی ہے، جب عورت سے نکاح ہو، اب مذکورہ صورت میں چونکہ ابھی دوسری عورت سے نکاح ہوا ہی نہیں، تو اسے معلق طلاق دینے کا کیا مطلب؟ کیونکہ نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔''

(مسند الإمام أحمد: 189/2، 207، سنن أبي داوٗد: 2190، سنن التّرمذي: 1181،

سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ''صحیح'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک: ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح:۱۱۸۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

(سوال): ایک شخص نے بیوی کو رات کے وقت غصہ میں کہا کہ اگر تو نے ایک دن تک میرا بدن چھوا، تو تجھے طلاق ہے، بیوی گھبرا گئی اور اس نے شوہر کا ہاتھ پکڑ کر معافی مانگنی چاہی، تو کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں، جبکہ شوہر کا کہنا ہے کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی؟

(جواب): طلاق کے لیے جب صریح الفاظ بولے جائیں، تو اس میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، وہ ہر حالت میں نافذ ہو جاتی ہے، اسی طرح دن کے الفاظ بولے جائیں، تو اس میں رات بھی شامل ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں شوہر نے جو معلق طلاق دی، وہ نافذ ہو چکی ہے، کیونکہ بیوی نے شوہر کے ہاتھ کو چھوا ہے۔

(سوال): بیوی کے جیل کاٹنے کے بعد شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): شوہر کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، طلاق کا اختیار اسے حاصل ہے، وہ چاہے، تو طلاق دے اور چاہے، تو نہ دے۔

(سوال): کیا عورت کو رخصتی پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): نکاح عورت کی رضامندی سے ہوا ہے، تو اسے رخصتی پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): کیا قاضی طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): طلاق کا اختیار صرف شوہر کو حاصل ہے، دوسرا کوئی طلاق نہیں دے سکتا۔

(سوال): ایک شخص نے لکھا کہ میں نے فلاں دن سے خاوند ہونے کا خیال دل سے

نکال دیا ہے، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ طلاق کے لیے صریح الفاظ نہیں ہیں، شوہر سے پوچھا جائے گا کہ یہ الفاظ بولتے وقت اس کی نیت کیا تھی، اگر طلاق کی نیت تھی، تو اسی دن سے طلاق واقع ہوگئی اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی، تو طلاق نہیں ہوئی۔

سوال: جبراً طلاق دلانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہے، اس کی مرضی کے خلاف اس کے حق کو استعمال کروانا شرعاً و قانوناً ممنوع ہے۔

سوال: کیا کنکریاں پھینکنے سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: اقرار نامہ لکھا کہ میں نے اپنا حقِ طلاق روح نبوت یعنی نبی کریم ﷺ کی روح کو تفویض کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ لغو اقرار نامہ ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اقرار نامہ لکھنے والے کی نیت اگر یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ دنیا میں تشریف لاتی ہے اور ہر بات جانتی سمجھتی ہے، تو یہ باطل نظریہ ہے۔

❁ علامہ صنع اللہ حنفی (۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ نبی، ولی، روح یا کسی اور ہستی کو مصیبت دور کرنے اور حاجت پوری کرنے کا اختیار ہے، تو وہ جہالت کی خطرناک وادی میں واقع ہوگیا ہے اور وہ جہنم کے دھانے پر کھڑا ہے۔

بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اولیائے کرام (حاجب روائی) اپنی کرامات کے

ذریعہ کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ اللہ کے ولیوں کو ایسے مقام پر سمجھا جائے اور ان سے یہ گمان رکھا جائے کہ وہ کرامت کے ذریعے لوگوں کی تکلیفیں دور کرتے اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، یہ تو بتوں کے پجاریوں کا عقیدہ ہوا کرتا تھا، جیسا کہ اللہ کریم ان کا یہ جملہ نقل فرماتے ہیں:

﴿هٰٓؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔'' اسی طرح ان کا ایک اور جملہ یوں نقل کیا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔''

(سيف اللّٰه على من كذب على أولياء اللّٰه، ص 48)

سوال: کیا فاسقوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوتی ہے؟

جواب: فاسقوں کی گواہی قبول نہیں، تا آنکہ تائب ہوجائیں۔

سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ جس عورت کے بیس بچے ہوجائیں، وہ نکاح سے باہر ہوجاتی ہے؟

جواب: یہ فضول بات ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، وہ منکوحہ ہی رہتی ہے۔

سوال: استاذ طلاق دینے کو کہے اور باپ وغیرہ روکے، تو کیا کرے؟

جواب: جس کی بات بہتر لگے، اس پر عمل کرے۔

سوال: جو عورت زنا میں مبتلا ہوجائے، اسے طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر عورت زنا کرلے اور توبہ نہ کرے، تو اسے طلاق دینا ضروری ہے۔ اگر وہ زانیہ عورت کو اپنے عقد میں رکھے گا، تو دیوث قرار پائے گا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ﴾(النّور : ٢٦)

''خبیث (زانی) مردوں کے لیے خبیث (زانی) عورتیں ہیں اور خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد ہیں۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ .

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا؛ ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: طلاق بائن کے بعد حلالہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح حلالہ زنا ہے، یہ منعقد نہیں ہوتا۔ اس کے بطلان پر کتاب وسنت اور آثار صحابہ دلالت کناں ہیں، نیز اہل علم کا اجماع بھی ہے۔

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٢٠ ھ) فرماتے ہیں:

جُمْلَتُهُ أَنَّ نِكَاحَ الْمُحَلِّلِ حَرَامٌ بَاطِلٌ، فِي قَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ ...... وَقَوْلُ مَنْ سَمَّيْنَا مِنَ الصَّحَابَةِ، وَلَا مُخَالِفَ لَهُمْ، فَيَكُونُ إِجْمَاعًا .

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ حلالہ کا نکاح حرام اور باطل ہے، سب اہل علم کا یہی

مذہب ہے۔......جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم نے نام ذکر کیے ہیں، ان کا بھی یہی مذہب ہے، صحابہ میں کوئی مخالف نہیں، لہٰذا اس پر (صحابہ کا) اجماع ہوا۔''

(المُغني : ۷/۱۸۰۔۱۸۲)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْفَتْوٰى كُلُّهُمْ أَنَّهٗ إِذَا شُرِطَ التَّحْلِيلُ فِي الْعَقْدِ كَانَ بَاطِلًا .

''تمام ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے کہ جب نکاح میں حلالہ کی شرط لگائی جائے، تو وہ باطل ہو جاتا ہے۔''(مَجموع الفتاویٰ : ۳۲/۱۵۵)

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

نِكَاحُ الْمُحَلِّلِ لَمْ يُبَحْ فِي مِلَّةٍ مِّنَ الْمِلَلِ قَطُّ وَلَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَلَا أَفْتٰى بِهٖ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ؟ .

''حلالہ کسی بھی دین میں کبھی بھی حلال نہیں ہوا، کسی صحابی نے نکاح حلالہ کیا، نہ اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔''

(إعلام الموقعين : ۳/٤٤)

✿ علامہ کرمانی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

بُطْلَانُ النِّكَاحِ حِينَئِذٍ اتِّفَاقًا .

''(حلالہ کی نیت سے کیا جانے والا) یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے۔''

(شرح المَصابيح : 33/4)

جس عورت کو طلاق بائن ہو جائے، وہ اس حیلے کی نیت سے نکاح نہیں کر سکتی۔ البتہ

دوسری جگہ نکاح کر لے، تو اس کی مرضی سے طلاق ہو جائے یا وہ وفات پا جائے، تو پہلے شوہر کے لیے حلال ہو سکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرۃ : ۲۳۰)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔''

(سوال): نکاح کے وقت مہر معجّل طے پایا تھا، مگر شوہر ابھی تک ادا نہیں کر سکا، تو کیا میاں بیوی کے مابین تفریق یا طلاق ہو جائے گی؟

(جواب): مہر معجّل کا مطالبہ عورت نکاح کے بعد کسی بھی وقت کر سکتی ہے، البتہ عدم ادائیگی کی صورت میں طلاق یا تفریق واقع نہیں ہوتی، مگر عورت مہر معجّل کی ادائیگی تک شوہر کو پاس آنے سے روک سکتی ہے، بلکہ شوہر کے گھر رخصت ہونے سے بھی منع کر سکتی ہے۔

(سوال): کیا مطلقہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): ولی کی اجازت کے ساتھ کر سکتی ہے۔

(سوال): پردہ نشیں کے سامنے اجنبی مرد جائے، تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): نکاح نہیں ٹوٹتا، البتہ غیر محرم کا اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾(النّور: ٣٠)

''(اے نبی!) مؤمن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے اچھی طرح خبردار ہے۔''

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''......رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس کو اپنی سواری کے پیچھے سوار کرلیا، جو حسین بالوں، سفید رنگت اور خوبصورت چہرے والے شخص تھے، جب رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، تو فضل ان عورتوں کو دیکھنے لگے جو ہودجوں میں بیٹھی جا رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فضل کے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور فضل نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرف اپنا ہاتھ رکھا، تو فضل نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا، وہ انہیں دیکھ رہے تھے۔''

(صحيح مسلم: 1218)

(سوال): جس عورت پر زنا کا شبہ ہو، اسے طلاق دینی چاہیے یا نہیں؟

(جواب): جب تک زنا ثابت نہ ہو جائے، اسے زانیہ نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا ایسی عورت کو طلاق نہیں دینی چاہیے۔

(سوال): طلاق کا وکیل بنانا کیسا ہے؟

(جواب): اگر شوہر طلاق کے لیے کسی کو وکیل مقرر کر دے، تو ایسا کرنا جائز ہے اور وکیل کی دی گئی طلاق نافذ ہوگی۔

(سوال): ایک طلاق کا وکیل بنایا تھا، مگر وکیل نے تین طلاق دے دیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): چونکہ شوہر نے ایک طلاق کا وکیل بنایا تھا، تو ایک ہی نافذ ہوگی۔

(سوال): عدالت کے ذریعے طلاق دلوانا کیسا ہے؟

(جواب): طلاق کا اختیار شوہر کے پاس ہے، کوئی قاضی یا جج طلاق نہیں دے سکتا، لہٰذا عدالت کے ذریعے طلاق دلوانا جائز نہیں۔

(سوال): جو شخص بیوی سے زنا کا دھندا کرائے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص دیوث ہے، زنا کی کمائی کھانا حرام اور ناجائز ہے۔ البتہ جو شخص بیوی سے زنا کرائے، اس کا نکاح ختم نہیں ہوتا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ .

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا؛ ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندهٔ حسنٌ)

❀ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

''رسول اللہ ﷺ نے کتے کی کمائی، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2237، صحيح مسلم : 1567)

❁ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ.

''کتے کی کمائی خبیث ہے، زانیہ کی اجرت خبیث ہے اور سینگی لگانے کی مزدوری بھی خبیث ہے۔''

(صحيح مسلم : 1568)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ.

''رسول اللہ ﷺ نے، کتے، زنا اور سینگی کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 7976، سنن النسائي : 4673، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ، وَلَا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، وَلَا مَهْرُ الْبَغِيِّ.

''کتے کی کمائی حلال نہیں ہے، اسی طرح کاہن کی کمائی اور زانیہ کی اجرت بھی حلال نہیں ہے۔''

(سنن أبي داود : 3484، صحيح أبي عوانة : 5273، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 426/4)

سوال: جو شخص شراب کا کاروبار کرتا ہو، کیا اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے؟

جواب: شراب حرام ہے اور حرام چیز کا کاروبار بھی حرام ہے، مگر اس سے بیوی کو طلاق نہیں ہوتی، البتہ جو شخص شراب کی حرمت کو جانتے بوجھتے اسے حلال سمجھے، تو وہ کافر و مرتد ہے، اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا، کیونکہ وہ ضروریات دین کا منکر ہے، شراب کی حرمت قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

سوال: حاملہ عورت کہتی ہے کہ مجھے طلاق ہو چکی ہے، تو کیا وضع حمل کے بعد اس کا دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حاملہ کو طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس کی عدت وضع حمل ہے، اس کے بعد وہ دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے، خواہ طلاق کے کچھ دنوں بعد ہی وضع حمل ہو جائے۔

۞ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطّلاق : ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، تم کو اگر ماہواری کے خون کے بارے میں شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع

حمل ہے۔''

(سوال): ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، وہ ایک کو طلاق دے کر اس کی شادی اپنے بھائی سے کرانا چاہتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر بیوی راضی ہے، تو وہ ایک کو طلاق دے کر عدت کے بعد اس کا نکاح اپنے بھائی سے کرا سکتا ہے۔ اس ارادے سے طلاق دینا جائز ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے امیر ترین صحابی سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنا دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: عبد الرحمٰن! آپ جانتے ہیں کہ میں انصار کا امیر ترین فرد ہوں، آپ میرا آدھا مال لے لیجئے، میری دو بیویاں ہیں، ان میں جو خوبصورت لگے، اسے طلاق دے دیتا ہوں، عدت کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیجئے گا۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ آپ کے گھر میں برکت دے، مجھے آپ بازار کا رستہ بتلا دیجئے، بازار گئے اور کچھ گھی اور پنیر کما کر لے آئے۔''

(صحيح البخاري: 3781، وغيره)

(سوال): شوہر بیوی کی ہر جائز خواہش پوری کرتا ہے، مگر وہ پھر بھی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا وجہ طلاق کا مطالبہ گناہ ہے، اس پر وعید آئی ہے۔

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ

عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ .

''جس عورت نے بلا وجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا، تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 283/5، سنن أبي داوٗد : 2226، سنن التّرمذي : 1187، سنن ابن ماجه : 2055، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۸۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۲۰۰) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: شوہر اور بیوی کے مابین جھگڑا ہے، بیوی میکے میں ہے، شوہر کو نباہ کی اُمید نہیں، مگر وہ طلاق بھی نہیں دیتا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں شوہر کو چاہیے کہ اسے طلاق دے دے۔

سوال: تنہائی میں دی گئی طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: تنہائی میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: نابالغ شوہر کی منکوحہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: اگر عورت کا نکاح نابالغی کی عمر میں ہوا تھا اور اب وہ بالغ ہو چکی ہے، تو اسے خیار بلوغ حاصل ہے، اگر وہ نابالغ شوہر سے کیا گیا نکاح قائم نہیں رکھنا چاہتی، تو پہلے اس نکاح کو فسخ کرے گی، پھر دوسری جگہ شادی کرے گی، مگر پہلے نکاح کو فسخ کیے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ منکوحہ ہے۔

سوال: نکاح ہوا، مگر شوہر نے نہ نان ونفقہ دیا اور نہ حقوق شوہری ادا کیے، تو لڑکی

نے دوسری جگہ نکاح کرلیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): جب نکاح ہو چکا، تو اب لڑکی کے لیے بغیر خلع یا طلاق کے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، وہ بدستور منکوحہ شمار ہوگی۔ نان ونفقہ یا حقوق شوہری ادا نہ کرنے سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی، نکاح سے نکلنے کے لیے طلاق یا خلع ضروری ہے۔

(سوال): ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں دوسرا نکاح کروں، تو دوسری منکوحہ مجھ پر حرام ہے، پھر اس نے دوسری شادی کر لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر کی نیت طلاق کی تھی، تو بھی یہ معلق طلاق نہیں، کیونکہ معلق طلاق اسی وقت معتبر ہوتی ہے، جب نکاح کے بعد دی جائے، نکاح سے پہلے دی گئی طلاق معتبر نہیں ہوتی، یہ لغو ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ﴾

(الأحزاب : ٤٩)

''اہل ایمان! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرلو، پھر انہیں طلاق دے دو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے نکاح کا ذکر کیا، بعد میں طلاق کا ذکر کیا، اس میں اشارہ ہے کہ جب تک نکاح نہ ہو، طلاق کا اختیار نہیں۔

(سوال): یہ کہنا کہ دنیا کی ساری عورتیں میری ماں ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لغو کلام ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

(سوال) ایک شخص طلاق یافتہ بیوی سے جماع کرتا ہے، کیا اسے امام بنانا جائز ہے؟

(جواب): اگر رجعی طلاق کے بعد اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے، تو کوئی حرج نہیں، یہ

رجوع ہے۔البتہ اگر طلاق بائن کے بعد جماع کرتا ہے،تو وہ زانی ہے،ایسے شخص کو امامت کا منصب دینا جائز نہیں۔

سوال: جو شخص نکاح حلالہ کرتا ہے،اسے امام مسجد مقرر کرنا کیسا ہے؟

جواب: حلالہ کرنے اور کرانے والا ملعون ہے۔ایسا شخص زانی ہے،اسے امام مسجد مقرر کرنا جائز نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ.

''رسولِ کریم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا،دونوں مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣٢٣/٢، مسند البزّار(كشف الأستار : ١٤٤٢)، مسند إسحاق ومسند أبي يعلىٰ (نصب الرّاية : ٢٤٠/٣)، السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٠٨/٧، المتفق للخطيب : ١٧٠٥، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٦٨٤) نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: گونگے کی طلاق کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: گونگا اگر لکھنا پڑھنا جانتا ہے،تو وہ لکھ کر طلاق دے گا،اگر گونگا اَن پڑھ ہے،تو عرف میں جو اشارہ طلاق کے لیے مستعمل ہے،اس سے طلاق دے سکتا ہے۔

سوال: عورت پابند شرع ہے،جبکہ شوہر پابند شرع نہیں،کیا نکاح فسخ ہو جائے گا؟

جواب: شوہر کے پابند شرع نہ ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔البتہ اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی مرتد ہو جائے،تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بیوی کو دو طلاقیں واقع ہوئیں، ابھی عدت میں ہے کہ شوہر نے ہم بستری کر لی، تو کیا یہ رجوع ہوگا؟

جواب: ہم بستری سے رجوع ہو جائے گا۔

سوال: دو طلاقوں کے بعد شوہر رجوع کرنا چاہتا ہے، مگر بیوی انکار کرتی ہے، کیا شوہر زبردستی رجوع کر سکتا ہے؟

جواب: دو طلاقیں رجعی ہیں، ان کے بعد جب تک بیوی عدت میں ہے، شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے، وہ زبردستی بھی رجوع کر سکتا ہے، خواہ بیوی رجوع کرنا چاہے یا نہ چاہے، خواہ بیوی کا ولی بھی رجوع کے حق میں نہ ہو، کیونکہ رجعی طلاق کے بعد عدت کے اندر اندر رجوع کا حق شوہر کو حاصل ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَالِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾

(البقرة : ۲۲۸)

''شوہر رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اگر صلح کا ارادہ ہو۔''

❁ قرآنی نص ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾

(البقرة : ۲۳۱)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں، تو انہیں اچھے طریقے سے اپنے گھروں میں روک سکتے ہو۔''

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

(البقرة : ۲۲۹)

''طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے۔ اس میں یا تو اچھے طریقے سے رجوع کر لیا جائے یا حق تلفی کیے بغیر رخصت کر دیا جائے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، تو ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ العِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ .

''انہیں کہیں کہ رجوع کر لیں، پھر طہر تک روکے رکھیں، تا آنکہ بیوی حیض کے بعد دوبارہ طہر میں آ جائے۔ پھر رکھنا چاہیں، تو رکھیں، طلاق دینا چاہیں، تو طلاق دے دیں۔ اللہ کا مقرر کردہ اندازِ طلاق یہی ہے۔''

(صحيح البخاري : ٥٢٥١، صحيح مسلم : ١٤٧١)

❁ مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ، ثُمَّ

يَقَعُ بِهَا، وَلَمْ يُشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا، وَلَا عَلٰى رَجْعَتِهَا، فَقَالَ : طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، أَشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا، وَعَلٰى رَجْعَتِهَا، وَلَا تَعُدْ .

''سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کی بابت پوچھا گیا، جو اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے جماع کر لیتا ہے اور طلاق و رجوع پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتوی دیا کہ آپ نے طلاق و رجوع میں سنت کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا طلاق و رجوع پر گواہ بنائیں اور آئندہ ایسا مت کریں۔''

(سنن أبي داؤد : ٢١٨٦، سنن ابن ماجه : ٢٠٢٥، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(تُحفة المُحتاج : ١٤٨٨)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، بعد میں رجوع کر لیا۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٢٨٣، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : ٥٧٢٣، سنن ابن ماجه : ٢٠١٦، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۷۵) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا طَلَّقَ حَفْصَةَ أُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَرَاجَعَهَا .

''نبی کریم ﷺ نے جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، تو آپ ﷺ کو رجوع کرنے کا کہا گیا، آپ نے رجوع کرلیا۔''

(الطّبقات الکبریٰ لابن سعد : ٦٧/٨، وسندہٗ حسنٌ)

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ الزَّوْجَ رَجْعَةٌ .

''علمائے کرام کا اجماع ہے کہ خاوند رجوع کا حق رکھتا ہے۔''

(سُبُل السّلام : ٣٤٨/٣)

سوال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''چاہو تو نکاح میں رہو اور چاہو تو طلاق لے لو۔'' تو بیوی نے کہا کہ ''میں طلاق لیتی ہوں۔'' کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ شوہر نے بیوی کو طلاق لینے یا نکاح میں رہنے کا اختیار دیا تھا، تو جب بیوی نے طلاق کو اختیار کرلیا، تو طلاق رجعی واقع ہوئی۔

سوال: ''ہم اس کو طلاق دیتے ہیں۔'' کہنے سے کون سی طلاق واقع ہوئی؟

جواب: اس طرح کہنے یا لکھنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔

سوال: ایک جھگڑے میں شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''آج تم اس کو طلاق ہی سمجھو۔'' کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی۔

سوال: شراب پی کر طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر شراب پینے سے اتنا مدہوش ہوگیا کہ اسے معلوم نہ رہا کہ کیا کہہ رہا ہے، تو ایسے شرابی کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ یہ مجنون کے قائم مقام ہے، البتہ اگر نشے کی

حالت میں سمجھ بوجھ قائم ہے اور وہ اپنے قول وفعل سے واقف ہے، تو اس حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُولُوْنَ﴾(النساء : ٤٣)

''ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ اس بات کو جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو۔''

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَعَلَ سُبْحَانَهٗ قَوْلَ السَّكْرَانِ غَيْرَ مُعْتَبَرٍ ، لِأَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مَا يَقُولُ .

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نشے میں دھت شخص کی بات کو غیر معتبر قرار دیا ہے، کیوں کہ وہ جو کہہ رہا ہوتا ہے، اسے جانتا نہیں ہوتا۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : 190/5)

❀ حافظ ابن حجر، عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''نشے میں دھت شخص سے ایسے اقوال وافعال سرزد ہو جاتے ہیں کہ ہوش وحواس میں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُولُوْنَ﴾(النساء 4 : 43)(یہاں تک کہ تم جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو)۔ اس فرمانِ باری تعالیٰ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جو شخص اپنی بات کو جان رہا ہو، وہ نشے میں نہیں ہوتا۔''(فتح الباري : 390/9)

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ نشے میں دی گئی طلاق کے واقع نہ ہونے کی دلیل

ہے، کیوں کہ اس وقت آدمی کو اپنے کہے کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسلم قبیلہ کا ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آکر بتایا کہ اس سے زنا سرزد ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چہرۂ مبارک موڑ لیا۔ وہ شخص اس طرف آ گیا جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ مبارک کیا تھا اور چار دفعہ قسم اٹھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا: کیا تمہیں جنون تو لاحق نہیں؟''

(صحيح البخاري: 5270، صحيح مسلم: 1691)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث پر ان الفاظ سے باب قائم فرماتے ہیں:

بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا، وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ والشِّرْكِ وَغَيْرِهِ .

''زبردستی اور مجبور کر کے لی گئی طلاق، نشے میں دھت اور مجنون کی طلاق، نیز طلاق اور شرک وغیرہ میں غلطی اور بھول چوک کا بیان۔''

❀ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تبویب میں بہت سے احکام موجود ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت کا حکم اس شخص پر لاگو ہوتا ہے، جو ذی شعور ہو، اپنے اختیار اور مرضی سے کام کر رہا ہو، نیز وہ ہوش وحواس میں ہو۔ (نیت والی) حدیثِ نبوی سے استدلال بھی ان چیزوں کا اثبات کرتا ہے، کیوں کہ جو ذی شعور نہ ہو اور اپنی مرضی واختیار سے کچھ کر رہا ہو، اس کے قول وفعل میں اس

کی نیت شامل نہیں ہوتی۔یہی حکم غلطی سے،بھول چوک کر یا مجبور ہو کر کسی کام کو کرنے والے کا ہے۔''

(فتح الباري : 389/9)

اگر مجنون اپنے بارے میں زنا کرنے کا اعتراف کرے تو اس پر حد بھی لاگو نہیں ہوگی، لہٰذا ایسے شخص کی دی گئی طلاق بالاولیٰ واقع نہیں ہوگی۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اونٹنی کو قتل کر دیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شکایت کی تو؛رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے فعل پر ملامت کرنے لگے۔وہ نشے میں تھے،ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (سرسری نظر سے) دیکھا۔پھر اپنی نظر تھوڑی اوپر اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کو دیکھا، پھر تھوڑی اور اوپر اٹھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف تک نظر گئی، پھر اور اٹھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو دیکھا، پھر کہنے لگے:تم سب تو میرے والد کے غلام ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی واپس آ گئے۔''

(صحيح البخاري :3091، صحيح مسلم : 1979)

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''جو لوگ نشے کی حالت میں طلاق دینے والے شخص کی طلاق کو کالعدم قرار دیتے ہیں،ان میں سے بعض نے اس حدیث سے بھی دلیل لی ہے اور کہا ہے کہ نشے کی حالت میں کہے گئے اقوال پر کوئی شرعی حکم نافذ نہیں ہوگا۔اگر اس

حالت میں کہے گئے اقوال کا کچھ اثر ہوتا تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طریقے سے مخاطب کیا تھا، اس وجہ سے وہ دین سے خارج ہو جاتے (لیکن نشے کی حالت میں کہنے کی وجہ سے ان کی بات کالعدم ہو گئی اور گستاخی شمار نہیں ہوئی)۔''

(معالم السنن : 26/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مِنْ أَقْوٰى أَدِلَّةِ مَنْ لَّمْ يُؤَاخِذِ السَّكْرَانَ بِمَا يَقَعُ مِنْهُ فِي حَالِ سُكْرِهٖ مِنْ طَلَاقٍ وَّغَيْرِهٖ .

''یہ ان لوگوں کی سب سے قوی دلیل ہے، جو نشے والے آدمی کے حالتِ نشہ میں طلاق وغیرہ جیسے افعال پر مؤاخذہ کرنے کے قائل نہیں۔''

(فتح الباري : 391/9)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِلْمَجْنُونِ وَلَا لِلسَّكْرَانِ طَلَاقٌ .

''مجنون اور نشے میں دھت شخص کی کوئی طلاق نہیں۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 359/7، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: دوسری طلاق کے بعد رجوع کر لیا، اب چار سال بعد دوبارہ طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: رجعی طلاقیں دو ہیں، تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے، نیز عدت کے بعد نکاح جدید بھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں عورت ہمیشہ کے لیے اس

پر حرام ہو چکی ہے، یہ میاں بیوی نہیں بن سکتے، ہاں اگر بیوی دوسری جگہ نکاح کرے اور اس کا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا وفات پا جائے، تو اب وہ عورت عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرة: ۲۳۰)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

جس عورت کو اس کا خاوند ایک یا دو طلاقیں دے دے اور عدت ختم ہو جانے تک رجوع نہ کرے، عورت کسی اور سے شادی کر لے اور وہ فوت ہو جائے یا طلاق دے دے، پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لے، تو یہ عورت پہلے خاوند کے پاس بقیہ طلاق کی بنا پر رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتی ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 586/2، وسندهٗ صحیحٌ)

(سوال): شوہر نے لکھا کہ ''ہم اس کو برابر طلاق دیتے ہیں۔''، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایک طلاق رجعی ہوگئی۔

(سوال): ایک طلاق دی، کیا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): طلاق رجعی یعنی پہلی یا دوسری طلاق کے بعد اگر بیوی عدت میں ہے، تو رجوع ہوسکتا ہے، نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر عدت ختم ہو جائے، تو نئے نکاح سے رشتۂ ازدواج قائم ہوسکتا ہے۔

(سوال): طلاق رجعی میں ''رجوع کرتا ہوں۔'' کہنے سے رجوع ہو جائے گا یا ہم بستر ہونا ضروری ہے؟

(جواب): دونوں طرح رجوع ہوجائے گا۔

(سوال): طلاق رجعی کے بعد بوسہ وکنار سے رجوع ہوجائے گا یا نہیں؟

(جواب): رجوع ہوجائے گا۔

(سوال): کیا عدت میں رجوع کرنا جائز ہے؟

(جواب): بالکل جائز ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

(البقرة : ۲۲۹)

''طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے۔ اس میں یا تو اچھے طریقے سے رجوع کر لیا جائے یا حق تلفی کیے بغیر رخصت کر دیا جائے۔''

❁ مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کی بابت پوچھا گیا، جو اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے جماع کر لیتا ہے اور طلاق و رجوع پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتوی دیا کہ آپ نے طلاق ورجوع میں سنت کی مخالفت کی ہے۔ لہذا طلاق ورجوع پر گواہ بنائیں اور آئندہ ایسا مت کریں۔''

(سنن أبي داؤد : ٢١٨٦، سنن ابن ماجه : ٢٠٢٥، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، بعد میں رجوع کرلیا۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٢٨٣، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : ٥٧٢٣، سنن ابن ماجه : ٢٠١٦، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا طلاق بائن کے بعد رجوع ہوسکتا ہے؟

جواب: طلاق بائن کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا۔

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، دونوں باہم جھگڑ رہی تھیں، تو شوہر نے ایک کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تو خاموش نہیں ہوئی، تو تجھے طلاق ہے، پھر وہ بیوی دو تین مرتبہ بولی، تو کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟

جواب: ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔

سوال: بیوی کو طلاق دی، پھر مذاق میں کہا کہ میں رجوع کرتا ہوں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: مذاق میں رجوع کرنے سے رجوع ہو جاتا ہے، اس میں نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

ا۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۸/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(التّلخیص الحبیر : 210/3)

سوال: ایک شخص نے حاملہ کو طلاق رجعی دی، سات دن بعد بچہ پیدا ہوا، کیا اب وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حاملہ کو طلاق ہو یا اس کا شوہر فوت ہو، ہر صورت اس کی عدت وضع حمل ہے، خواہ اگلے ہی لمحے بچہ پیدا ہو جائے، لہٰذا مذکورہ صورت میں خاوند کو رجوع کا حق حاصل نہیں، کیونکہ بیوی کی عدت ختم ہو چکی ہے، اب چونکہ اس نے طلاق رجعی دی تھی، لہٰذا اب وہ نکاح جدید سے رشتۂ ازدواج قائم کر سکتے ہیں۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ

يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾(الطّلاق : 4)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

سوال: اگر کوئی شخص بیوی کو اپنے عقد سے الگ کرنا چاہتا ہے، تو وہ کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ طلاق سنی کے ذریعے بیوی کو الگ کر دے۔ طلاق سنی یہ ہے کہ عورت کو اس طہر کے دوران، جس میں اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہ کیے گئے ہوں، ایک رجعی طلاق دے دی جائے اور عدت مکمل ہونے تک دوسری یا تیسری طلاق نہ دی جائے۔ طلاق سنی کا یہ فائدہ ہے کہ عدت تک شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور اسے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کا پورا موقع میسر آتا ہے۔

سوال: بیوی میکے میں ہے، شوہر نے کہا کہ اگر وہ آج رات میرے گھر واپس نہ آئی، تو اسے طلاق ہے، پھر وہ رات کو واپس نہ آئی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معلق طلاق ہے، چونکہ شرط پوری ہوگئی، لہٰذا رجعی طلاق واقع ہوگئی۔

سوال: نشہ کی حالت میں طلاق دی، تو ہوش کے بعد رجوع کر لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: نشہ میں اگر اتنی مدہوشی ہے کہ نشی اپنے قول و فعل کو سمجھ نہیں پا رہا، تو اس حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور افاقہ کے بعد رجوع کی ضرورت نہیں اور اگر مدہوشی اتنی زیادہ نہیں، بلکہ نشی اپنے قول و فعل کو سمجھ رہا تھا، تو یہ طلاق واقع ہوگئی اور نشہ کے بعد جب رجوع کر لیا، تو رجوع ہو گیا۔

سوال: رجعی طلاق کے بعد اگر عدت گزر جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): رجعی طلاق کے بعد عدت گزر جائے، تو رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے، البتہ اگر میاں بیوی راضی ہیں، تو نئے نکاح سے رشتہ ازدواج قائم کر سکتے ہیں۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (٤٥٦ھ) فرماتے ہیں:

''رجعی طلاق یہ ہے، جس میں خاوند یا تو اپنی بیوی کو عدت کے اختتام تک چھوڑے رکھے۔ عدت کے بعد عورت آزاد ہے۔ خاوند دوبارہ بسانا چاہے، تو عورت کی رضامندی، ولی کی اجازت اور نئے حق مہر کے ساتھ اسے بیوی بنا سکتا ہے، یا پھر (عدت کے دوران) گواہ بنا کر رجوع کر لے، تو وہ اس کی بیوی رہے گی، بیوی (اس رجوع پر) راضی ہو، یا نہ ہو۔ اس میں کسی ولی یا نئے حق مہر کی ضرورت نہیں، بس گواہی کافی ہے۔ عدت ختم ہونے یا رجوع سے پہلے خاوند یا بیوی فوت ہو جائے، تو دوسرا وارث بنے گا۔ اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار : ٩/٤٨٤)

(سوال): کیا طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا سکنی شوہر کے ذمہ ہے؟

(جواب): طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا نان ونفقہ اور رہائش شوہر کے ذمہ ہے۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ .

''رجعی طلاق میں ہی عورت کے لیے نفقہ وسکنی ہے۔''

(سنن النّسائي : ٣٤٠٣، وسندهٗ صحيحٌ)

اس پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيَّةِ أَنَّهَا تَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ، وَالسُّكْنٰى عَلٰى زَوْجِهَا .

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ طلاقِ رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ وسکنی خاوند کے ذمہ ہے۔''(شرح السّنّة : ۳۰۲/۹)

(سوال): طلاق کی عدت گزرنے کے بعد بیوی کو اپنے گھر رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): طلاق کی عدت گزر جائے، تو بیوی عقد سے نکل جاتی ہے، اسے اپنے گھر رکھنا جائز نہیں، اس سے ازدواج قائم کرنا زنا ہے، نیز اس سے پیدا ہونے والی اولاد بھی ناجائز وحرام ہوگی۔

(سوال): شوہر نے بیوی کو کہا کہ ''میں نے تجھے طلاق دی، تو میری ماں کی طرح ہے۔'' کیا طلاق ہوئی؟

(جواب): ''میں نے تجھے طلاق دی۔'' کہنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی، ''تو میری ماں کی طرح ہے۔'' لغو کلام ہے، اس سے طلاق نہیں ہوئی۔

(سوال): شوہر نے بیوی کو لکھا کہ ''تجھے طلاق شرعی دی۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی، شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے۔

(سوال): طلاق کے بعد میاں بیوی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب): طلاق رجعی ہے، تو اس کے بعد عدت ختم ہونے تک میاں بیوی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں، اس طرح رجوع کے امکان زیادہ ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَّتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا، فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾(الطّلاق : ١-٢)

''اے نبی! (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو، تو عدت (طہر کے آغاز) میں طلاق دو اور عدت کو شمار کر لو، اپنے رب اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، (طلاق کے بعد) تم اپنی بیویوں کو گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود ہی گھروں سے نکلیں، البتہ اگر وہ واضح برائی کا ارتکاب کریں (تو انہیں نکالا جا سکتا ہے۔) یہ حدود اللہ ہیں، جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے نفس پر ظلم ڈھائے گا، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا حکم بیان کر دے۔ پس جب وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں، تو (رجوع کر کے) انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا دستور کے مطابق فارغ کر دو۔''

(سوال): لونڈی کی عدت طلاق کیا ہے؟

(جواب): لونڈی کی عدت آزاد عورت سے مختلف ہے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عِدَّةُ الْأَمَةِ إِذَا لَمْ تَحِضْ شَهْرَيْنِ، وَإِذَا حَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ .

''لونڈی کو حیض نہ آتا ہو، تو عدت دو ماہ ہے، آتا ہو، تو دو حیض۔''

(السنن الكبرٰی للبیهقي : 425/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

عِدَّةُ الْحُرَّةِ ثَلَاثُ حِيَضٍ، وَعِدَّةُ الْأَمَةِ حَيْضَتَانِ.

''آزاد عورت کی عدت تین حیض اور لونڈی کی عدت دو حیض ہے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 574/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اگر کسی کو تیسری طلاق یاد نہ ہو، تو کیا رجوع درست ہے؟

جواب: اگر یہ یقین نہ ہو کہ تیسری طلاق تھی یا دوسری، تو وہ دوسری رجعی طلاق ہی سمجھے گا اور اس صورت میں عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، کیونکہ تیسری طلاق کا ہونا شک ہے اور دوسری طلاق کا ہونا یقینی ہے، لہٰذا شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بنیاد رکھے، جیسا کہ نماز میں شک ہو جائے، تو اس بارے میں حکم ہے؛

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی کو نماز میں شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعتیں ادا کی ہیں یا چار تو اسے چاہیے کہ شک ختم کرے، یقین پر بنیاد ڈالے......۔''

(صحيح مسلم :571)

لہٰذا دوسری طلاق سمجھے گا اور عدت میں رجوع کر سکتا ہے، کیونکہ یہی یقین ہے۔

سوال: شوہر سے نباہ مشکل ہو اور وہ طلاق بھی نہ دے رہا ہو، تو کیا خلع کرنا بہتر ہے؟

جواب: اگر عورت محسوس کرے کہ کوشش کے باوجود اس کا شوہر سے نباہ مشکل ہے، صلح صفائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا، تو وہ خلع کے ذریعے اپنے ولی کا کیا گیا نکاح فسخ کرا سکتی ہے، اس کے لیے یہی بہتر ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: میں ثابت کے دین اور اخلاق پر کوئی عیب نہیں لگاتی، لیکن اسلام میں کفر کرنے (شوہر کی نافرمانی) سے ڈرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ ان کا باغ واپس کر دیں گی؟ کہا: جی ہاں!، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا: ان (ثابت) کا باغ انہیں لوٹا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان جدائی کر دی۔''

(صحيح البخاري: 5276)

سوال: کیا شوہر کی مرضی کے خلاف خلع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہو سکتا ہے۔

سوال: میاں بیوی ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے، دونوں اکھٹے بھی نہیں رہنا چاہتے، مگر شوہر طلاق دیتا ہے، نہ عورت خلع لیتی ہے، کیا بغیر خلع یا طلاق کے عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: نکاح صحیح ہو، تو جب تک طلاق نہ دی جائے یا خلع سے نکاح فسخ نہ کیا جائے، تب تک عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، یہ منکوحہ شمار ہوگی اور منکوحہ کا غیر مرد سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النّساء: ٢٤)

''......اور شادی شدہ عورتیں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔''

سوال: کیا نابالغ عورت خلع کرا سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): نابالغ عورت خلع نہیں کرا سکتی، البتہ بلوغت کے بعد اسے خیار بلوغ حاصل ہوگا، جس سے وہ اپنے ولی کے کیے گئے نکاح کو قائم رکھنے یا فسخ کرنے کی مختار ہوگی۔

(سوال): ولی کی اجازت کے بغیر خلع ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): خلع میں ولی کی رضامندی ضروری نہیں۔

(سوال): کیا ولی خلع کرا سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): عورت راضی ہو، تو ولی خلع کرا سکتا ہے، عورت کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں۔

(سوال): مہر کے عوض خلع ہوا، کیا شوہر دیا گیا مہر واپس لے سکتا ہے؟

(جواب): خلع کی صورت میں شوہر حق مہر واپس لے سکتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: میں ثابت کے دین اور اخلاق پر کوئی عیب نہیں لگاتی، لیکن اسلام میں کفر کرنے (شوہر کی نافرمانی) سے ڈرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ ان کا باغ واپس کر دیں گی؟ کہا: جی ہاں!، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا: ان (ثابت) کا باغ انہیں لوٹا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان جدائی کر دی۔''

(صحيح البخاري: 5276)

(سوال): ''چھوڑتا ہوں، جہاں دل چاہتا ہے، وہاں چلی جا۔'' کہنے سے طلاق رجعی واقع ہوئی یا طلاق بائن؟

(جواب): مذکورہ کلام طلاق کے لیے صریح ہے، اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوئی۔

(سوال): اگر بیوی شوہر سے علیحدگی چاہے، تو کیا کیا جائے؟

(جواب): اگر زوجین میں نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے، تو شوہر کو چاہیے کہ جب اس کی بیوی حیض سے پاک ہو، تو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے، تا کہ دونوں کے لیے واپسی کے دروازے کھلے رہیں۔ اسے طلاق سنی کہتے ہیں۔

(سوال): ایک شخص نے ایک عورت کو اس شرط پر پیسے دیے کہ وہ یہ رقم دے کر اپنے شوہر سے خلع کر لے اور خلع کے بعد اس کے ساتھ نکاح کر لے، تو عورت نے ایسا ہی کیا اور دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): قطع نظر اس کے کہ عورت کا یہ اقدام جائز ہے یا نہیں، صورت مذکورہ مسئولہ میں عورت کا خلع اور دوسرے مرد سے نکاح درست ہے۔

(سوال): اگر طلاق کا رقعہ شوہر کی رضامندی سے لکھا گیا ہو، تو کیا وہ اس رقعہ کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

(جواب): اگر طلاق کا رقعہ شوہر کی رضامندی سے لکھا گیا ہو، تو طلاق واقع ہو جائے گی، اب شوہر رقعہ واپس نہیں لے سکتا۔

(سوال): کیا خلع یا طلاق کا ارادہ ظاہر کرنے سے اس کا وقوع ہو جاتا ہے؟

(جواب): خلع یا طلاق کا ارادہ ظاہر کرنے سے وہ واقع نہیں ہوتے۔

(سوال): خلع کا معاملہ زیر بحث تھا کہ فیصلہ ہونے سے پہلے میاں بیوی صلح کے لیے راضی ہو گئے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر خلع کا فیصلہ ہونے سے پہلے میاں بیوی راضی ہو جائیں، تو یہ بہت اچھا ہے، اس طرح خلع نہیں ہوتا، ان کا نکاح قائم ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شوہر نے روپیہ لے کر اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، خلع ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ خلع نہیں، البتہ شوہر کی ان الفاظ سے مراد طلاق تھی، تو طلاق ہو جائے گی۔

سوال: خلع لکھنے سے ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہو جاتا ہے۔

سوال: خلع طلاق بائن ہے یا فسخ نکاح؟

جواب: خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خلع لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔''

(سنن أبي داوٗد : 2229، سنن الترمذي : 1185، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن غریب'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرة : 228)

''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔'' اگر خلعہ لینے والی طلاق یافتہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک حیض پر اکتفا نہ کرتے۔''

(معالم السنن : 256/3)

❁ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ إِنْ كَانَ ثَابِتًا؛ فَهُوَ حُجَّةٌ لِّمَنْ قَالَ : الْخُلْعُ لَيْسَ بِطَلَاقٍ، لِّأَنَّهٗ لَوْ كَانَ طَلَاقًا لَّمْ يُعْتَدَّ فِيهِ بِحَيْضَةٍ .

''یہ حدیث ثابت ہو تو خلع کو فسخ نکاح کہنے والے کی دلیل ہے، کیونکہ اگر یہ طلاق ہوتا، تو عدت ایک حیض نہ ہوتی۔''

(تنقيح التحقيق : 416/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْخُلْعَ لَيْسَ بِطَلَاقٍ .

''یہ دلیل ہے کہ خلع طلاق نہیں۔''

(الدراية في تخريج أحاديث الهداية : 75/2)

سوال: زوجہ میکے میں ناراض ہے، شوہر یہ جھوٹ بول کر بیوی کو اپنے گھر واپس لے آیا کہ میری ماں فوت ہو چکی ہے، جبکہ فوت نہیں ہوئی تھی، کیا اس جھوٹ کی بنا پر عورت خلع کا مطالبہ کرنے کی مجاز ہے؟

(جواب): عورت کو اپنے گھر لانے کا شوہر کو شرعاً وقانوناً حق ہے، اسے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس پر وہ گناہ گار ہوا، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے، مگر صرف اس جھوٹ کو عذر بنا کر عورت کے لیے خلع کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔

(سوال): شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کی ڈگری جاری کی جا سکتی ہے؟

(جواب): شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کی ڈگری جاری ہو سکتی ہے، البتہ بیوی کی مرضی یا اجازت کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا۔

(سوال): خلع کی عدت کتنی ہے؟

(جواب): عورت نکاح سے نکلنا چاہے اور پنچائیت یا عدالت حق مہر واپس دلوا کر نکاح ختم کرا دے، تو اسے خلع کہتے ہیں۔

خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں، لہٰذا خلع والی عورت کی عدت وہ نہیں جو مطلقہ عورت کی ہوتی ہے۔ خلع یافتہ عورت کی عدت ایک حیض ہے۔

❀ امام ابو جعفر، نحاس (م:338ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصِّحَابَةِ خِلَافُهُ.

''کسی صحابی سے بھی اس کے خلاف ثابت نہیں۔''

(الناسخ والمنسوخ، ص: 229، زاد المعاد لابن القيّم: 594/5)

❀ سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبی کو مارا اور ان کا ہاتھ توڑ دیا۔ ان کا بھائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت لے کر حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف ایک آدمی بھیجا اور اسے فرمایا:

خُذِ الَّذِي لَهَا عَلَيْكَ، وَخَلِّ سَبِيلَهَا.

’’حق مہر لے لیں اور اس کا راستہ جدا کر دیں۔‘‘

اس کے بعد:

فَأَمَرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتَرَبَّصَ حَيْضَةً وَّاحِدَةً، فَتَلْحَقَ بِأَهْلِهَا .

’’رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ایک حیض انتظار کریں، پھر گھر والوں کے پاس چلی جائیں۔‘‘

(سنن النسائي : 3497، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ ربیع بنتِ معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛

اِخْتَلَعْتُ مِنْ زَوْجِي، ثُمَّ جِئْتُ عُثْمَانَ، فَسَأَلْتُ : مَاذَا عَلَيَّ مِنَ الْعِدَّةِ ؟ فَقَالَ : لَا عِدَّةَ عَلَيْكِ، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ حَدِيثَ عَهْدٍ بِكِ، فَتَمْكُثِينَ عِنْدَهٗ حَتّٰى تَحِيضِينَ حَيْضَةً، قَالَتْ : وَإِنَّمَا تَبِعَ فِي ذٰلِكَ قَضَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرْيَمَ الْمَغَالِيَّةِ، وَكَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ، فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ .

’’میں نے اپنے خاوند سے خلع لے لیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھ پر کتنی عدت ہے؟ فرمایا: کوئی عدت نہیں، ہاں خاوند سے قریب قریب کوئی تعلق قائم ہوا ہے تو اس کے پاس ایک حیض گزاریں۔ (سیدہ ربیع کہتی ہیں:) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نبی کریم ﷺ کے اس فیصلے کے موافق تھا جو آپ نے مریم مغالیہ کے بارے میں فرمایا تھا۔ وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پھر ان سے خلع لے لیا۔‘‘

(سنن ابن ماجه : 2058، سنن النسائي :3528، المعجم الكبير للطبراني : 265/24، 266، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں۔

إِنَّهَا اخْتَلَعَتْ عَلٰی عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أُمِرَتْ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

''انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خلع لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ایک حیض عدت گزاریں۔''

(سنن الترمذي : 1185، وسندهٗ صحيحٌ، وصحّحه ابن الجارود : 763)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الرُّبَيِّعِ الصَّحِيحُ أَنَّهَا أُمِرَتْ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

''ربیع رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث یہ ہے کہ انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں خلع لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔''

(سنن أبي داوٗد : 2229، سنن الترمذي : 1185، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن غریب'' قرار دیا ہے۔

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرة 2 : 228)''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔''اگر خلعہ لینے والی طلاق یافتہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک حیض پر اکتفا نہ کرتے۔''

(معالم السنن : 256/3)

۞ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ إِنْ كَانَ ثَابِتًا؛ فَهُوَ حُجَّةٌ لِّمَنْ قَالَ : الْخُلْعُ لَيْسَ بِطَلَاقٍ، لِّأَنَّهٗ لَوْ كَانَ طَلَاقًا لَّمْ يُعْتَدَّ فِيهِ بِحَيْضَةٍ .

''یہ حدیث ثابت ہو تو خلع کو فسخ نکاح کہنے والے کی دلیل ہے، کیونکہ اگر یہ طلاق ہوتا، تو عدت ایک حیض نہ ہوتی۔''

(تنقيح التحقيق : 416/4)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْخُلْعَ لَيْسَ بِطَلَاقٍ .

''یہ دلیل ہے کہ خلع طلاق نہیں۔''

(الدراية في تخريج أحاديث الهداية : 75/2)

۞ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''شاید جو اس حدیث کو تسلیم نہیں کرتا، وہ کہے کہ عدت میں تین حیض پورا کرنا واجب ہے، خبر واحد کے ذریعے اس نص کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔۔۔ یہ حدیث

دلیل ہے کہ خلع طلاق نہیں۔اسے طلاق مان لیا جائے ،تو یہ نص مخصوص ہے اور اس کی تخصیص جائز ہے۔''

(حاشية السندي على سنن ابن ماجه :634/1)

ملاحظہ:

❁ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اِقْبَلِ الْحَدِيقَةَ، وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً .

''حق مہر والا باغ قبول کریں اور اس کا راستہ جدا کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 5273)

حدیث کا معنی ومفہوم دوسری احادیث سے متعین ہوتا ہے،اسی باب کی دوسری حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا؛

خُذِ الَّذِي لَهَا عَلَيْكَ، وَخَلِّ سَبِيلَهَا .

''حق مہر واپس لے لیں اور اس کا راستہ جدا کر دیں۔''

(سنن النسائي : 3497، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ حَيْضَةٌ .

''خلع یافتہ عورت کی عدت ایک حیض ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك برواية القعنبي : 565/2، سنن أبي داؤد : 223، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ : تَعْتَدُّ ثَلَاثَ حِيَضٍ، حَتّٰى قَالَ هٰذَا عُثْمَانُ،

فَكَانَ يُفْتِي بِهِ وَيَقُولُ : خَيْرُنَا وَأَعْلَمُنَا .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خلع کی عدت تین حیض شمار کرتے تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک حیض کا فتوی دیا تو آپ رضی اللہ عنہما بھی ایک حیض کا فتوی دینے لگے، آپ فرماتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے بہتر اور ہم سے بڑے عالم ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 114/5، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❀ **امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ : إِنَّ عِدَّةَ الْمُخْتَلِعَةِ عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ؛ ثَلَاثُ حِيَضٍ .

''صحابہ کرام اور دیگر اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ خلع یافتہ عورت کی عدت مطلقہ عورت کی طرح تین حیض ہے۔'' (سنن الترمذي، تحت الحديث : 1185)

یہ امام صاحب رحمہ اللہ کا تسامح ہے، کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے خلع والی عورت کی عدت تین حیض قرار دی ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رجوع ثابت ہے۔

❀ **اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

إِنْ ذَهَبَ ذَاهِبٌ إِلٰى هٰذَا؛ فَهُوَ مَذْهَبٌ قَوِيٌّ .

''ایک حیض والا مذہب قوی ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 1185)

اعتراض نمبر ①:

۞ بعض لوگ کہتے ہیں؛

''جمہور کے نزدیک حدیثِ باب میں حیضة سے مراد جنس حیض ہے۔ اس پر بعض ان روایات سے اشکال ہوتا ہے، جن میں حیضة کے ساتھ واحدۃ کی قید مصرح ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راوی کا تصرف ہے۔ دراصل اس حیضة میں ۃ تاءِ وحدت نہیں، بلکہ بیانِ جنس کے لئے ۃ لائی گئی ہے۔''

(درسِ ترمذی از تقی عثمانی:496/2)

جواب :

یہ منکرین حدیث کی روش ہے کہ جو حدیث اپنے موقف کے خلاف دیکھی، اسے راوی کا تصرف کہہ کر حدیث کو مطعون و مشکوک بنا دیا۔

حیضۃٌ، یَحِیضُ کا مصدر ہے، اصل میں حیضٌ تھا، اس میں ۃ وحدت کی ہے۔ ثلاثی مجرد کا مصدر فَعْلَۃٌ کے وزن پر آئے، تو وحدت کا فائدہ دیتا ہے۔ ثلاثی مجرد کا مصدر یا تو ۃ سے خالی ہوتا ہے یا ۃ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے، جیسے رحمۃٌ ہے۔ اگر ۃ سے خالی ہو اور اس سے وحدت مراد لینی ہو تو ۃ لائی جاتی ہے اور اگر پہلے سے ۃ کے ساتھ مستعمل ہو، تو وحدت مراد لینے کے لئے واحدۃ کی قید بڑھائی جاتی ہے، جیسے رَحِمْتُہٗ رَحْمَۃً وَّاحِدَۃً.

بالفرض ان کی بات تسلیم کر لی جائے کہ حیضۃٌ میں ۃ جنس کے لئے اور جنس واحد، تثنیہ اور جمع کو شامل ہوتی ہے تو ہم روایت کے لفظ واحدۃ کے ساتھ جنس سے وحدت مراد لے لیں گے، کیونکہ واحد بھی جنس کے افراد میں سے ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے کہ خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔ سیدنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ قبول فرمایا۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اسے قوی مذہب قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض لوگ حدیث میں واحدۃ کے لفظ کو راوی کا تصرف کہتے ہیں۔ کیا موصوف سے پہلے کسی نے یہ اعتراض کیا؟

اعتراض نمبر ②:

❁ لکھتے ہیں:

''نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ روایت جو خبر واحد ہے، نص قرآنی: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرۃ 2 : 228) کا معارضہ نہیں کرسکتی۔''

(درسِ ترمذی:496/3)

جواب:

① منکرین حدیث یہی ہتھیار صدیوں سے حدیثِ نبوی ردّ کرنے کے لئے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔

آیتِ کریمہ کا حکم عام ہے، جس طرح نصِ قرآن سے حاملہ کی عدت اس عموم سے مستثنیٰ ہے، اسی طرح نص حدیث سے خلع والی کی عدت بھی اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

② یہ آیت عام مخصوص منہ البعض ہے۔ خود انہی لوگوں کے نزدیک عام مخصوص منہ البعض کی تخصیص خبر واحد سے بالاتفاق جائز ہے، کیونکہ ان کے نزدیک عام مخصوص منہ البعض ظنی ہے اور خبر واحد بھی ظنی ہے، لہٰذا ظنی کی تخصیص ظنی سے ان کے نزدیک بلا اختلاف جائز ہے۔

③ اس آیت کا تعلق طلاق سے ہے، جبکہ حدیث خلع کے متعلق ہے اور خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

خلع کی عدت ایک حیض ہے، کیونکہ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔

تنبیہ:

خلع کے بعد سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہو تو کوئی عدت نہیں۔ فوراً نکاح کرسکتی ہے، کیونکہ عدت استبراءِ رحم کے لیے ہوتی ہے۔

سوال: کیا پنچائیت کے ذریعے خلع درست ہے؟

جواب: پنچائیت کے ذریعے خلع درست ہے، مگر ریاست کو باخبر کرنا ضروری ہے، کیونکہ نکاح کا اندراج سرکاری ریکارڈ میں موجود ہے۔

سوال: ایلاء کیا ہے؟

جواب: شوہر قسم اٹھائے کہ میں اپنی بیوی کے قریب نہیں آؤں گا، اسے ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک کے لیے کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد بیوی کے قریب جانا یا اس کو طلاق دینا ضروری ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاؤُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ، وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

(البقرة: ٢٢٦-٢٢٧)

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلا کریں، وہ (زیادہ سے زیادہ) چار ماہ تک علیحدہ رہ سکتے ہیں، پھر اگر وہ (اپنی بیویوں کے پاس) واپس لوٹ آئیں، تو اللہ تعالیٰ

خوب بخشنے والا اور بے حد رحم والا ہے اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں، تو اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

(سوال): اگر شوہر قسم اٹھائے کہ چار ماہ تک بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا، تو اس سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

(جواب): یہ صورت ایلا کی ہے، اس سے طلاق نہیں ہوتی۔ مذکورہ صورت میں اگر آدمی چار ماہ بعد بیوی کے پاس چلا جائے، تو اس پر کوئی حرج نہیں، البتہ اگر چار ماہ کے بعد بھی بیوی کے پاس نہ جائے، تو اسے بیوی کو اختیار کرنے یا طلاق دینے کا حکم ہے۔ البتہ اگر وہ چار ماہ سے پہلے بیوی کے پاس چلا جائے، تو اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔

(سوال): اگر شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر نے بیوی پر تہمت زنا لگائی ہے اور بیوی اقرار نہ کرے، تو شوہر پر لازم ہے کہ چار عینی معتبر گواہ لے کر آئے، اگر گواہ لے آئے، تو درست، ورنہ میاں بیوی کے مابین لعان کا حکم نافذ ہوگا۔ لعان کے احکام کے لیے مندرجہ ذیل روایات کا مطالعہ فرمائیں؛

❀ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں مجھ سے دو لعان کرنے والوں (خاوند، بیوی) کے متعلق پوچھا گیا: کیا ان کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی؟ مجھے علم نہیں تھا کہ میں کیا جواب دوں، چنانچہ میں اپنے گھر سے اٹھا اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر چلا گیا، میں نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن! کیا دو لعان کرنے والوں (خاوند بیوی) کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! جی ہاں! سب سے پہلے اس بارے میں فلاں بن

فلاں نے پوچھا تھا، اس نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے بتائیں کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھ لے (تو کیا کرے)؟ اگر بات کرتا ہے، تو بہت بڑی بات ہے، اگر چپ کرتا ہے، تو پھر بھی ایسے ہی ہے۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اگلے دن وہ آدمی آ کر کہنے لگا: جو بات میں نے آپ سے پوچھی تھی، میں اس میں مبتلا ہو چکا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیت اتاری: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ .... وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ (النور : 6-9) (جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں......الخ) آپ نے (لعان) مرد سے شروع کیا اسے وعظ و نصیحت کی اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے مقابلے میں ہلکی ہے۔ اس (مرد) نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ پھر آپ عورت کی طرف متوجہ ہوئے، اسے وعظ و نصیحت کی اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے مقابلے میں ہلکی ہے۔ اس (عورت) نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! یہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ مرد سے شروع ہوئے اور اس نے اللہ کے نام کی چار گواہیاں دیں کہ وہ سچا ہے اور پانچویں گواہی یہ دی کہ اگر وہ جھوٹا ہے، تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس نے اللہ کے نام کی چار گواہیاں دیں کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں گواہی یہ دی کہ اگر وہ سچا ہے، تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ پھر آپ نے ان کو الگ الگ کر دیا۔''

(صحیح مسلم : 1493، المنتقی لابن الجارود : 753)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے میاں بیوی کو جدا جدا کر دیا اور انہیں فرمایا: آپ کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، آپ میں ایک تو جھوٹا ہے، اب آپ کو بیوی پر کوئی اختیار نہیں۔ اس نے پوچھا: اللہ کے رسول! میرا مال (مہر تو واپس دلوا دیں) فرمایا: ان کے ذمہ آپ کا کوئی مال نہیں ہے، اگر آپ سچے ہیں، تو وہ مال ان کی شرمگاہ کے بدلے میں گیا، جو آپ نے حلال کی ہے اور اگر آپ جھوٹے ہیں، تو وہ مال (مانگنا) آپ کے شایان شان نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري : 5312، صحيح مسلم : 1493، المنتقى لابن الجارود : 753)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بچے کا انکار کیا (کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو الگ الگ کر دیا اور بچہ عورت کو دے دیا۔''

(صحيح البخاري : 5315، صحيح مسلم : 1497)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَ الْعَجْلَانِيِّ وَامْرَأَتِهٖ، وَكَانَتْ حُبْلٰى .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عویمر) عجلانی اور ان کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور وہ حاملہ تھیں۔''

(صحيح البخاري : 6855، صحيح مسلم : 1497)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''عویمر رضی اللہ عنہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا، کہتے ہیں: انہوں (عویمر) نے اپنی بیوی سے لعان کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر (اب) آپ نے اسے اپنے نکاح میں رکھا، تو اس پر ظلم ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسے طلاق دے دی، اس کے بعد ہر لعان کرنے والے کے لیے یہی دستور رائج ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھیں اگر اس (عورت) نے کالے رنگ والا، شدید کالی آنکھوں والا، بھاری کولھوں والا اور موٹی موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنا، تو میں عویمر کو سچا سمجھوں گا، اگر اس نے سرخ رنگ اور بدصورت (پست قد) بچہ جنا، تو میں عویمر کو جھوٹا سمجھوں گا۔ راوی کہتے ہیں: اس نے ان اوصاف پر مشتمل بچہ جنا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں بیان کیے تھے۔ بعد میں اس (بچے) کو ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔''

(صحيح البخاري: 4745، صحيح مسلم: 1492، المنتقى لابن الجارود: 756)

سوال: صرف ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کرتے دیکھا، کیا زنا ثابت ہوا؟

جواب: زنا کے ثبوت کے لیے چار عینی گواہ ضروری ہیں، اس سے ایک بھی گواہ کم ہوا، تو زنا کا حکم ثابت نہ ہوگا۔ البتہ تہمت لگانے والوں کو حد قذف میں اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ

فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَّأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النّور : ٤)

''جولوگ پاکدامن عورتوں پرتہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ بھی نہیں لے کر آتے، تو انہیں اَسی کوڑے (حدقذف میں) لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔''

(سوال): کیا لعان قاضی کرائے گا یا میاں بیوی آپس میں بھی کر سکتے ہیں؟

(جواب): میاں بیوی آپس میں لعان نہیں کر سکتے، بلکہ یہ قاضی کا کام ہے۔

(سوال): شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور دو گواہ پیش کیے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب تک چار عینی گواہ نہیں مل جاتے، زنا ثابت نہیں ہوگا۔

(سوال): اگر میاں بیوی لعان نہ کرانا چاہیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر بیوی کو زنا کرتے دیکھے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں، تو یا وہ لعان کے ذریعے اس سے جدا ہو جائے گا یا دیوث بن کر اس کو اپنے عقد میں رکھے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ .

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا: ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: تہمت لگانے کی سزا کیا ہے؟

جواب: جس نے زنا کی تہمت لگائی، پھر چار گواہ نہ لا سکا، تو تہمت لگانے کے جرم میں اسے حد قذف لگے گی، جو کہ اَسی (۸۰) کوڑے ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النّور: ٤)

''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ بھی نہیں لے کر آتے، تو انہیں اَسی کوڑے (حد قذف میں) لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔''

سوال: اگر کوئی شخص طلاق کی نیت سے اپنی بیوی کو کہے کہ ''تو میری بہن کی طرح ہے۔'' تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق کی نیت سے یہ الفاظ بولے جائیں، تو ایک طلاق رجعی ہو جائے گی۔

سوال: شوہر بیوی کو ''ماتحت'' کہنا چاہتا تھا، مگر غلطی سے نکلا کہ ''میری ماں'' تو کیا طلاق یا ظہار ہوا یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی جان بوجھ کر بھی ''میری ماں'' کہہ دے، تو بغیر نیت طلاق کے طلاق نہ ہوگی اور نہ ہی ظہار ہوگا۔

سوال: اگر کوئی غصہ میں طلاق کی نیت سے کہے کہ ''تو میری بیٹی کی مثل ہے۔'' تو کیا طلاق ہو گی یا نہیں؟

جواب: ''تو میری بیٹی کی مثل ہے۔'' کے الفاظ طلاق کی نیت سے کہے جائیں، تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

سوال: شوہر نے کہا کہ ''اگر تیرے ساتھ ہم بستر ہوں، تو ماں کے ساتھ ہوں۔'' کیا طلاق واقع ہوئی؟

جواب: ان الفاظ سے اگر طلاق کی نیت نہ تھی، تو طلاق واقع نہ ہوگی، نہ ظہار ہوگا۔

سوال: کیا ''اگر تجھ سے بولوں، تو اپنی بہن سے بولوں۔'' کہنے سے طلاق ہوئی؟

جواب: طلاق نہیں ہوئی۔

سوال: ''تجھ سے جماع کروں، تو اپنی ماں سے کروں۔'' کہنے سے ظہار ہوا؟

جواب: ان الفاظ سے طلاق یا ظہار نہیں ہوا۔

سوال: بیوی کو بہن کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ لغو کلمہ ہے، اس سے نکاح میں فرق نہیں پڑتا۔ یہ ظہار نہیں ہے۔

سوال: ظہار کیا ہے؟

جواب: اپنی ماں، بہن، بیٹی یا کسی بھی محرم عورت کی پیٹھ وغیرہ کی طرح اپنی بیوی کا عضو قرار دینا، ظہار ہے۔ اس پر کفارہ ہے۔ کفارہ کی ادائیگی تک شوہر اپنی بیوی کے قریب نہیں آ سکتا۔ اگر ظہار کو ''ان شاءاللہ'' کے ساتھ معلق کر دے، تو ظہار واقع نہیں ہوگا۔

سوال: اگر کوئی شخص ظہار کا کفارہ ادا کیے بغیر بیوی سے جماع کرے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ شخص گناہ گار ہے، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے، اسے چاہیے کہ پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرے، پھر بیوی کے قریب جائے۔

سوال: بیوی کو بہن کے برابر کہنے سے ظہار ہوتا ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ لغو بات ہے، اس سے ظہار یا طلاق کا حکم نہیں ہوتا۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا: ''مجھ پر تیری شرمگاہ اسی طرح حرام ہے، جس طرح میری بہن کی شرمگاہ حرام ہے۔'' کیا ظہار ہوا؟

(جواب): ان الفاظ سے ظہار ثابت ہو چکا ہے، بغیر کفارہ ادا کیے، وہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جا سکتا۔

(سوال): نکاح سے پہلے کسی عورت سے ظہار کرنا کیسا ہے؟

(جواب): نکاح سے پہلے نہ طلاق ہے اور نہ ظہار۔ کیونکہ جب عورت ملکیت میں ہی نہیں، تو ظہار کا کیا معنی؟

(سوال): ایک شخص نے بیوی سے کہا ''میری دادی، باز آ جا۔'' کیا ظہار ہوا؟

(جواب): ان الفاظ سے ظہار نہیں ہوا۔ ظہار میں بیوی کے کسی عضو کو کسی محرم عورت کے عضو سے تشبیہ دے کر حرام کیا جاتا ہے۔

(سوال): شوہر نے بیوی کی بدچلنی سے پریشان ہو کر کہا کہ ''اگر تجھ سے شادی کروں، تو اپنی بہن سے شادی کروں۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شوہر کا کلام لغو ہے۔ اس سے طلاق ہوتی ہے، نہ ظہار۔

(سوال): ''تجھ کو ہمشیرہ کے برابر سمجھوں گا۔'' کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(جواب): نہ طلاق ہوئی، نہ ظہار۔

(سوال): بیوی نے شوہر سے کہا کہ ''تم میرے بھائی جیسے ہو۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لغو کلام ہے، اس سے نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''تیرے گھر گھسوں، تو اپنی ماں سے بدفعلی

کروں۔'' کیا طلاق یا ظہار ہوا؟

جواب: یہ لغو کلام ہے، ایسے کلام سے گریز کرنا چاہیے، البتہ اس سے طلاق یا ظہار کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔

سوال: ظہار کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: ظہار کا کفارہ بالترتیب یہ ہے؛ ایک غلام آزاد کرے، اگر غلام میسر نہیں، تو دو ماہ لگاتار روزے رکھے، اگر روزوں کی استطاعت نہیں، تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دے۔ کفارہ کی ادائیگی تک حق زوجیت ادا نہیں کرے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَاسَّا ذٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَاسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا﴾ (المجادلة : ٣-٤)

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں، پھر اپنی بات سے رجوع کریں، تو (میاں بیوی کا) باہم ملنے سے پہلے (شوہر پر) ایک غلام آزاد کرنا ہے، یہ تمہارے لیے وعظ و نصیحت ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ جسے غلام میسر نہ آئے، وہ باہم ملنے سے پہلے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھ لے، جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو وہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دے۔''

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۹۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جس سے نکاح ہوا، وہ نامرد تھا، کیا نکاح ہوا؟

جواب: نامرد سے نکاح کیا جائے، تو وہ صحیح ہے، عورت اس سے طلاق لیے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال: نابالغی میں ایک مرد سے نکاح ہو گیا، اب کیا کرے؟

جواب: بلوغت کے بعد خیار بلوغ حاصل ہو گا، عورت اور مرد دونوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اس نکاح کو قائم رکھیں یا فسخ کر دیں۔

سوال: اگر نامرد سے نکاح ہو گیا اور عورت علیحدگی چاہتی ہے، تو کیا کرے؟

جواب: اگر نامرد کا علاج ممکن ہے، تو بیوی کو چاہیے کہ علاج تک صبر کرے، ورنہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، وہ طلاق نہ دے، تو بیوی خلع سے نکاح فسخ کرا لے۔

سوال: اگر نامرد شوہر بیوی کو طلاق نہ دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی کو اختیار ہے کہ شوہر کے ساتھ رہے یا خلع سے نکاح فسخ کرا لے۔

سوال: جو نامرد بیوی سے زنا کرائے، تو بیوی کیا کرے؟

جواب: بیوی کو چاہیے کہ ایسے دیوث کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے کہ اس سے طلاق لے لے، وہ طلاق نہ دے، تو خلع سے نکاح فسخ کرا لے اور دوسری جگہ نکاح کر لے، ورنہ وہ زانیہ قرار پائے گی۔

(سوال): اگر نامرد علاج کے بعد تندرست ہو جائے، تو کیا بیوی اس سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): جب نامرد علاج سے تندرست ہو چکا ہے، تو اب بیوی نامردی کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرنے کی مجاز نہیں۔

(سوال): شوہر کو جذام کا مرض لاحق ہوا، بیوی کے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر بیوی شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، تو رہ سکتی ہے اور اگر ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، وہ طلاق دے دے، تو درست، ورنہ خلع کے ذریعے نکاح فسخ کرالے۔

(سوال): مجنون کی زوجہ کیا کرے؟

(جواب): اگر مجنون کی بیوی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو وہ دیکھے گی کہ اگر اس کے شوہر کو کبھی کبھار آفاقہ ہوتا ہے، تو اس دوران وہ اس سے طلاق کا مطالبہ کرلے، وہ طلاق دے دے، تو درست، ورنہ خلع کے ذریعے نکاح فسخ کرائے اور عدت کے بعد ولی کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کرلے۔

(سوال): کیا حالت جنون میں نکاح ہوسکتا ہے؟

(جواب): مجنون مرفوع القلم ہوتا ہے، اس کا کوئی عمل شرعاً معتبر نہیں، البتہ حالت آفاقہ میں اس کا عمل لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر نکاح کے وقت مجنون حالت جنون میں تھا، تو اس کا نکاح منعقد نہیں ہوا۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ

الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہوجائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: جب شوہر بیوی کی خبر نہ لے، تو وہ کیا کرے؟

جواب: اس صورت میں اگر بیوی شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو وہ اس سے طلاق کا مطالبہ کرے، ورنہ خلع کے ذریعے نکاح فسخ کرالے۔

سوال: شوہر بداطوار ہو اور بیوی کے حقوق ادا نہ کرے، تو کیا بیوی علیحدگی کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: بیوی علیحدگی کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

سوال: نان ونفقہ نہ دینے والے شوہر کا نکاح فسخ ہوگا یا نہیں؟

جواب: نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے، اگر وہ اپنی ذمہ داری ادا نہ کرے، تو گناہ گار ہوگا، مگر اس سے نکاح میں کچھ اثر نہیں پڑتا۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾(البقرة : ٢٣٣)

''باپوں پر دستور کے مطابق بیویوں کا روٹی کپڑا ہے، ہر کسی کو اس کی وسعت کے مطابق مکلّف ٹھہرایا جائے گا۔''

سوال: جو شوہر وطی کے بجائے لواطت کرے، تو کیا بیوی نکاح فسخ کرا سکتی ہے؟

(جواب): لواطت بدترین گناہ ہے، یہ ملعون ہے، بیوی کو چاہیے کہ اسے سمجھائے، سمجھ جائے، تو درست، ورنہ فوراً اس سے علیحدگی کر لے اور خود کو ایسے بدکردار سے جدا کر لے، طلاق کا مطالبہ کرے، طلاق دے دے، تو درست، ورنہ خلع سے نکاح فسخ کرا لے، مگر کسی صورت اس کے ساتھ نہ رہے، ورنہ وہ برابر کی مجرم ہوگی، کیونکہ لواطت بہت بڑا جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بے غایت لطف و کرم سے عورت مرد کے لیے سکون کا باعث ہے۔ یہ سکون اس وقت ناپید ہو جاتا ہے، جب مرد، عورت سے غیر فطری مباشرت کر کے اس کا تقدس پامال کر دیتا ہے، کیونکہ یہ اقدام حکمِ شریعت کی سخت خلاف ورزی ہے، نیز اخلاق و شرافت کے منافی بھی ہے۔ اس قبیح فعل کو عقل تسلیم کرتی ہے نہ نقل تصدیق کرتی ہے۔ البتہ گدھے، کتے اور خنزیر جیسے جانور ایسا کر سکتے ہیں یا کفار۔ فطرتِ سلیمہ اور طبعِ مستقیم کے حامل مسلمان سے اس جریمہ کا ارتکاب ناممکن ہے۔

Anual sex گناہ کی سب سے بھیانک اور بدبخت صورت ہے۔ اس سے قوائے فکری و عملی پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ اس قبیح فعل کا نتیجہ ذلت و خسران اور تباہی و بربادی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے فاعل کو ہمیشہ ذلت و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مغضوب علیہم قوموں کے آثارِ سیئہ اور اخلاقِ قبیحہ میں سے ایک گناہ ہم جنس پرستی، عملِ قومِ لوط اور عورت سے لواطت ہے۔ فواحش و رذائل کی لسٹ میں اور طبعِ سلیم کی کراہت و نکارت کے لحاظ سے یہ گناہ بدکاری سے بڑھ کر ہے۔ کفر کے بعد اس کا نمبر آتا ہے۔ اس کے نقصانات اور بداثرات معاشرہ پر قتل سے بڑھ کر ہیں۔

اسے جائز کہنا محض دعویٰ بلا دلیل پر اصرار ہے، یہ اسلام کی بے لوث اور پاکیزہ تعلیمات پر حملہ ہے، نیز اسلامی تہذیب کی تمام نزاکتیں تار تار کر دینے کے مترادف ہے۔

یہ دینی وانسانی مصلحت سے عاری ایسا عظیم جرم ہے، جو ایک مسلمان سے ثقاہت وتقویٰ کی دولت چھین لیتا ہے۔ یہ شوہر وزن کے خوشگوار تعلقات نفرت وعداوت میں بدل دیتا ہے۔ رشتہ ازدواج کا تقدس پامال کر دیتا ہے، انسانی صحت کو روگ لگا دیتا ہے، روحانیت کو سلب کر لیتا ہے۔

جب کوئی اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے، اس وقت وہ عقل وفکر کے نزدیک مسلمات کو للکار رہا ہوتا ہے۔ قرآنِ عزیز اور حدیث شریف کی پرنور تعلیمات سے آشنا شخص سے اس بُرے فعل کا ارتکاب مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔

واضح رہے کہ جس قوم کے اندر یہ بے ہودہ اور فحش گناہ پایا گیا، مولائے کریم نے انہیں دنیا ہی میں مرقعِ عبرت اور داستانِ موعظت بنایا ہے۔ یہ انعکاسِ فطرت پر مبنی نازیبا عمل بے راہروی اور آوارہ مزاجی کی ایسی لعین عادت ہے، جو اخلاق باختہ اور لادینی فسق وفجور میں غرقاب، شہوات ولذات میں منہمک، عصیان ومعاصی کے دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے، بلکہ دھنسے ہوئے یورپ کے پانچ ملکوں میں قانون کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور انسانیت کے لیے باعثِ ننگ وعار اس قانون پر کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی۔

تُف ہے ایسی تہذیب پر!

شریعتِ اسلامیہ چونکہ پاکیزہ، صاف ستھرے، شگفتہ اور بہار آفریں احکامات پر مبنی ہے، لہٰذا وہ انسان کو بہیمی خواہشات، نفس پرستی، شیطانی اعمال اور افعالِ خبیثہ سے بچاتی ہے۔ وہ ہمارے اندر نیکی کا جذبہ اور بُرائی سے اجتناب کی قوت پیدا کرتی ہے۔ وہ ہماری خواہشوں اور تمناؤں کو حد اعتدال فراہم کرتی ہے۔ اس لیے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسی رذالتوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص اپنی حلال اور منکوحہ بیوی کو بھی پشت

سے استعمال نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسا کرنا مقصدِ شریعت کے خلاف ہے اور محض حیوانی جذبہ کی تسکین ہے۔

روزانہ کتنے لوگ اس مذموم فعل کا مرتکب ہو کر دل اور منہ پہ کالک ملتے ہیں۔ اگر ہم معاشرہ کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں اور معاشرے کے لیے مفید افراد پیدا کرنے کے خواہاں ہیں تو انسانوں میں صالحیت اور تقویٰ لانا ہوگا۔ انسانی ہمدری کے جذبہ سے سرشار ہو کر آگے بڑھنا ہوگا اور اس گناہ کے بھیانک نتائج سے انسانوں کو آگاہ کرنا ہو گا۔ یہ لعین عادت فاعل ومفعول میں سوزاک، جریان، جسم میں سوزش، نیز مفعول کے لیے لیکوریا اور بواسیر کا سبب ہے۔

لواطت ایسا قبیح فعل ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام اور کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔ اسے لواطت صغریٰ کہا گیا ہے، لہٰذا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، بلکہ اس کی حرمت تمام ادیان میں مسلم ہے۔

علامہ مظہری زیدانی حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوَطْءَ فِي الدُّبُرِ مُحَرَّمٌ فِي جَمِيعِ الْأَدْيَانِ .

''عورت کے ساتھ غیر فطری مجامعت تمام ادیان میں حرام ہے۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح : ٥٤/٤)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الدُّبُرُ فَلَمْ يُبَحْ قَطُّ عَلٰى لِسَانِ نَبِيٍّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَمَنْ نَسَبَ إِلٰى بَعْضِ السَّلَفِ إِبَاحَةَ وَطْئِ الزَّوْجَةِ فِي دُبُرِهَا، فَقَدْ غَلَطَ عَلَيْهِ .

''عورت سے غیر فطری مجامعت کسی نبی کی شریعت میں روا نہیں تھی، بعض سلف کی طرف اس کا جواز منسوب کرنے والا جھوٹا ہے۔''

(زاد المَعاد : ٢٥٧/٤)

حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْإِتْيَانُ فِي الدُّبُرِ فَحَرَامٌ، فَمَنْ فَعَلَهُ جَاهِلًا بِتَحْرِيمِهِ، نُهِيَ عَنْهُ، فَإِنْ عَادَ عُزِّرَ .

''بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع حرام ہے، جو اس کی حرمت سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کرے، اسے روکا جائے گا، دوبارہ کرے، تو اسے تعزیرا سزا دی جائے گی۔''

(شرح السُّنّة : ٦/٩)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''عورتوں سے غیر فطری مجامعت کرنا قوم لوط کے عمل سے ملتا جلتا کام ہے، اس کے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہے، سوائے سلف میں سے ایک شاذ قول کے، حالانکہ اس فعل سے ممانعت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : ١٨٣/٣)

علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

اِسْتِحْلَالُ اللَّوَاطَةِ بِزَوْجَتِهٖ كُفْرٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

''بیوی سے غیر فطری مجامعت کو حلال سمجھنا جمہور علما کے نزدیک کفر ہے۔''

(الأشباه والنّظائر، ص ١٩١)

سوال: شوہر بیس سال کے لیے قید ہو جائے، تو بیوی نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): ایسی عورت شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، وہ طلاق دے دے، تو درست، ورنہ عدالت کے ذریعے خلع لے سکتی ہے۔

(سوال): دائم المرض شوہر کی بیوی نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب): شوہر طلاق نہ دے، تو خلع کے ذریعے نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

(سوال): بدچلن شوہر کی بیوی کیا کرے؟

(جواب): اسے سمجھائے، ورنہ طلاق یا خلع سے علیحدگی اختیار کر لے۔

(سوال): عورت ''کابل'' کی طرف ہجرت کر جائے، تو کیا نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟

(جواب): اگر عورت شوہر کو چھوڑ کر کہیں چلی جائے، تو اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، نہ ہی طلاق ہوتی ہے۔

(سوال): اگر شوہر نان ونفقہ بند کر دے، تو بیوی کیا کرے؟

(جواب): وہ خلع لے سکتی ہے۔

(سوال): اگر شوہر آوارہ اور شرابی ہو، تو عورت کیا کرے؟

(جواب): اس سے علیحدگی اختیار کر لے، ورنہ وہ اپنا ایمان بھی نہیں بچا پائے گی۔

(سوال): جس کا شوہر دس سال تک نامعلوم ہو، وہ کیا کرے؟

(جواب): جس کا شوہر دس سال سے لاپتہ ہو اور اس کی واپسی کی اُمید ختم ہو جائے، تو وہ عورت شوہر کو فوت شدہ سمجھے گی اور چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر میں گزارے گی، اس کے بعد آگے نکاح کر سکتی ہے۔

(سوال): عورت کہتی ہے کہ میرا شوہر خنثیٰ ہے، تو کیا وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): بغیر طلاق یا خلع کے وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال: شوہر اندھا ہو جائے، تو عورت کیا کرے؟

جواب: اگر شوہر بیوی کے نان ونفقہ کا خیال رکھتا ہے، تو اسے چاہیے کہ اپنے اندھے شوہر کی خدمت کرے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرے، اندھے پن کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرنا یا خلع لینا جائز نہیں۔ یہ مطالبہ غیر شرعی ہے۔

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ .

''جس عورت نے بلا وجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا، تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 283/5، سنن أبي داوٗد : 2226، سنن الترمذي : 1187، سنن ابن ماجه : 2055، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۸۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۲۰۰) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: مخبوط الحواس کی بیوی کیا کرے؟

جواب: اگر بیوی علیحدگی چاہتی ہے، تو طلاق یا خلع سے الگ ہو سکتی ہے۔

سوال: جس کا شوہر اوباش ہو اور حقوق زوجیت ادا نہ کرتا ہو، تو وہ کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ طلاق یا خلع کے ذریعہ سے الگ ہو جائے۔

سوال: جس کا شوہر احکام شرعیہ کا مخالف ہو، وہ عورت کیا کرے؟

(جواب): اپنے شوہر کو نصیحت کرے، نہ سمجھے تو اس سے طلاق کا مطالبہ کرے، ورنہ خلع کے ذریعے نکاح فسخ کر لے۔ یہی اس کے لیے بہتر ہے۔

(سوال): جس کا شوہر ظالم ہو، وہ کیا کرے؟

(جواب): طلاق یا خلع سے خلاصی حاصل کر لے۔

(سوال): کیا دیوث کی بیوی کا اپنے شوہر کے ساتھ رہنا درست ہے؟

(جواب): جس کا شوہر دیوث ہو، اسے چاہیے کہ فوراً جدائی اختیار کرے، ورنہ وہ خود بھی اس کی شریک جرم ہوگی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ.

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا: ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد: 6180، وسندہٗ حسنٌ)

(سوال): ایک شخص نے اپنا جذام کا مرض چھپا کر نکاح کیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اسے جذام کا مرض ہے، تو نکاح ہوا یا نہیں؟

(جواب): شوہر اپنا مرض چھپانے کی وجہ سے گناہ گار رہا، البتہ نکاح منعقد ہو گیا، بیوی اگر ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو طلاق یا خلع سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔

(سوال): جو شخص اپنی بیوی کو مارتا پیٹتا ہو، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کو سخت مارنا پیٹنا گناہ ہے۔ اسے چاہیے کہ توبہ کرے اور ایسے بہیمانہ سلوک سے باز آجائے، ورنہ اسے اپنے عقد سے جدا کردے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾(البقرۃ : ٢٢٩)

''(بیوی کو) اچھے طریقے سے بسانا ہے یا اچھے انداز میں فارغ کردینا ہے۔''

(سوال): مجنون کی بیوی، جسے خود پر زنا کا اندیشہ ہے، وہ کیا کرے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ خلع کے ذریعہ نکاح فسخ کرلے اور عدت کے بعد دوسری جگہ شادی کرلے۔

(سوال): جو مجنون پاگل خانہ میں ہے، اس کی بیوی کیا کرے؟

(جواب): خلع کے ذریعے جدائی اختیار کرلے اور دوسری جگہ نکاح کرلے۔

(سوال): جس مجنون کو کبھی کبھار آفاقہ ہوجاتا ہے، اس کی بیوی کیا کرے؟

(جواب): اگر بیوی مجنون کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو وہ حالت آفاقہ میں شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، وہ طلاق دے دے، تو درست، ورنہ خلع سے نکاح فسخ کرلے۔

(سوال): ایسا شخص، جس کے حواس ٹھیک نہیں، وہ کس طرح طلاق دے گا؟

(جواب): مخبوط الحواس مجنون کے حکم میں ہے، اس کی طلاق معتبر نہیں، البتہ اگر اسے کبھی آفاقہ ہوتا ہے، تو اس دوران دی گئی طلاق معتبر ہے۔

(سوال): ساٹھ سال کا آدمی سات سال سے غائب ہے، اسے زندہ سمجھا جائے یا مردہ؟

(جواب): اگر اس کی واپسی کی کوئی اُمید باقی نہیں، تو اسے فوت شدہ سمجھا جائے گا۔

(سوال): شوہر کے دو سال غائب رہنے کے بعد اس کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا، تو

کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کے لیے کم سے کم چار سال انتظار کرنا ضروری ہے، اس سے پہلے وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

(سوال): دس برس شوہر کا انتظار کر کے بیوی نے دوسری شادی کرلے، اب پہلا شوہر واپس آگیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): دوسرے نکاح کے بعد پہلا شوہر واپس آگیا اور دوسرے شوہر نے خلوت اختیار نہیں کی، تو بیوی پہلے کے پاس جائے گی۔ اگر دوسرے شوہر نے تعلق قائم کرلیا، تو پہلا شوہر بغیر طلاق لیے اسے اپنے پاس لاسکتا ہے، لیکن تعلق قائم کرنے کے لیے ایک حیض تک انتظار کرے گا۔ اگر پہلا خاوند واپس نہ لانا چاہے، تو دوسرے خاوند سے حق مہر وصول کرلے۔

(سوال): مفقود الخبر کی جائیداد کی تقسیم کب کی جائے گی؟

(جواب): جب وہ چار سال سے غائب ہو اور واپسی کی اُمید ختم ہوجائے، تو اس وقت جو ورثہ زندہ ہوں گے، وہ مفقود کے وارث قرار پائیں گے۔

(سوال): جس کی واپسی کی اُمید باقی ہو، کیا اس کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

(جواب): وہ بدستور منکوحہ ہے، دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔

(سوال): جس عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کی گئی ہو اور اسے طلاق ہوجائے، تو اس کی عدت کیا ہے؟

(جواب): غیر مدخولہ کی ایک طلاق ہے، اس پر کوئی عدت نہیں، وہ اگلے ہی لمحے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾(الأحزاب : ٤٩)

''مؤمنو! جب مومن عورتوں سے نکاح کرلو، پھر دخول سے قبل طلاق دے دو، تو ان پر کوئی عدت نہیں۔ بس انہیں فائدہ پہنچائیں اور عمدگی کے ساتھ چھوڑ دیں۔''

(سوال): جس غیر مدخولہ کا شوہر فوت ہو جائے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): جس غیر مدخولہ کا شوہر فوت ہو جائے، تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، وہ وارث بھی بنے گی۔ وفات شوہر کی عدت سے غیر مدخولہ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرة : ٢٣٤)

''تم میں جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں چار ماہ دس تک عدت میں رہیں، جب وہ مقررہ مدت مکمل کرلیں، تو وہ عمدگی کے ساتھ جو کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

(سوال): جس حاملہ کو طلاق ہو اور اس کا حمل نو ماہ سے زائد عرصہ تک وضع نہ ہو، تو اس

کی مدت کیا ہے؟

(جواب): حاملہ کی طلاق یا وفات شوہر کی عدت وضع حمل ہی ہے، خواہ وہ نو ماہ بعد وضع ہو یا اس سے کم یا زیادہ مدت میں، بہر حال عدت وضع حمل ہی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

''حاملہ عورتوں کی (طلاق یا وفات شوہر کی) عدت وضع حمل ہے۔''

❀ سیدہ سُبَیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں، ان کے خاوند فوت ہو گئے۔ چند دنوں بعد ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نیا نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔

(صحیح البخاري : 5318، 6906، صحیح مسلم : 1485)

نیز دیکھیں(صحیح البخاري : 5319، صحیح مسلم : 1484، صحیح البخاري : 5320)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اکثر اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے، جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بھی شامل ہیں کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو بچے کی ولادت کے بعد اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہے، خواہ اس کی عدت کا عرصہ ابھی نہ گزرا ہو۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحدیث : 1193)

(سوال): جس عورت کو حیض نہ آتا ہو، اس کی طلاق کی عدت کیا ہے؟

(جواب): جس عورت کو حیض نہ آتا ہو، اس کی عدتِ طلاق تین ماہ ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : 4)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، تم کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

سوال: کیا خلع اور طلاق کی عدت ایک جیسی ہے؟

جواب: خلع فسخ نکاح ہے اور اس کی عدت ایک حیض ہے۔

❁ سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛

اِخْتَلَعْتُ مِنْ زَوْجِي، ثُمَّ جِئْتُ عُثْمَانَ، فَسَأَلْتُ : مَاذَا عَلَيَّ مِنَ الْعِدَّةِ ؟ فَقَالَ : لَا عِدَّةَ عَلَيْكِ، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ حَدِيثَ عَهْدٍ بِكِ، فَتَمْكُثِينَ عِنْدَهٗ حَتّٰى تَحِيضِينَ حَيْضَةً، قَالَتْ : وَإِنَّمَا تَبِعَ فِي ذٰلِكَ قَضَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرْيَمَ الْمَغَالِيَّةِ، وَكَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ، فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ .

''میں نے اپنے خاوند سے خلع لے لیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھ پر کتنی عدت ہے؟ فرمایا: کوئی عدت نہیں، ہاں خاوند سے قریب قریب کوئی تعلق قائم ہوا ہے تو اس کے پاس ایک حیض گزاریں۔ (سیدہ ربیع کہتی ہیں:) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے کے موافق تھا جو آپ نے مریم

مغالیہ کے بارے میں فرمایا تھا۔ وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پھر ان سے خلع لے لیا۔‘‘

(سنن ابن ماجه : 2058، سنن النسائي :3528، المعجم الكبير للطبراني : 265/24، 266، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں۔

إِنَّهَا اخْتَلَعَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أُمِرَتْ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

’’انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خلع لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ایک حیض عدت گزاریں۔‘‘

(سنن الترمذي : 1185، وسندهٗ صحيحٌ، وصحّحه ابن الجارود : 763)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الرُّبَيِّعِ الصَّحِيحُ أَنَّهَا أُمِرَتْ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

’’ربیع رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث یہ ہے کہ انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔‘‘

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

’’ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خلع لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔‘‘

(سنن أبي داوٗد : 2229، سنن الترمذي : 1185، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن غریب'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرة 2 : 228)''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔'' اگر خلعہ لینے والی طلاق یافتہ ہوتی تو آپ ﷺ کبھی ایک حیض پر اکتفانہ کرتے۔''

(معالم السنن : 256/3)

❁ علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ إِنْ كَانَ ثَابِتًا؛ فَهُوَ حُجَّةٌ لِّمَنْ قَالَ : الْخُلْعُ لَيْسَ بِطَلَاقٍ، لِّأَنَّهٗ لَوْ كَانَ طَلَاقًا لَّمْ يُعْتَدَّ فِيهِ بِحَيْضَةٍ .

''یہ حدیث ثابت ہو تو خلع کو فسخ نکاح کہنے والے کی دلیل ہے، کیونکہ اگر یہ طلاق ہوتا، تو عدت ایک حیض نہ ہوتی۔''

(تنقیح التحقیق : 416/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْخُلْعَ لَيْسَ بِطَلَاقٍ .

''یہ دلیل ہے کہ خلع طلاق نہیں۔''

(الدراية في تخريج أحاديث الهداية : 75/2)

(سوال): طلاق کی عدت طلاق نامہ لکھنے سے شمار ہوگی یا جب شوہر نے بیوی کی

طرف بھیجا یا جب بیوی کو موصول ہوا؟

(جواب): طلاق کی عدت اسی وقت سے شمار ہوگی، جب طلاق نامہ لکھا گیا، بھیجنے یا موصول ہونے کے وقت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(سوال): عدت میں حیض کا اعتبار ہوگا یا طہر کا؟

(جواب): عدت میں حیض کا اعتبار ہوگا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرة: ٢٢٨)

''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔''

اہل عرب کے نزدیک ''قرء'' کا لفظ مشترک ہے، جو طہر اور حیض دونوں پر بولا جاتا ہے۔ البتہ اس آیت میں اس سے مراد ''حیض'' ہے، لہٰذا عدت میں حیض کا اعتبار ہوگا۔

(سوال): کیا ماں کے پیٹ میں پانچ سال تک حمل رہ سکتا ہے؟

(جواب): دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی، یہ محض مفروضہ ہے، لہٰذا اس بارے میں گفتگو کرنا بے فائدہ ہے۔

(سوال): کیا بیوہ عدت کے دوران کہیں جا سکتی ہے؟

(جواب): دوران عدت بیوہ کے لیے گھر سے باہر جانا جائز نہیں۔

(سوال): کیا نامرد کی بیوی پر بھی عدت ہے؟

(جواب): اگر خلوت اختیار کی ہے، تو طلاق کی صورت میں نامرد کی بیوی بھی تین حیض عدت گزارے گی۔

(سوال): جو کافرہ عورت مسلمان ہو، تو وہ کتنی عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): اگر کافرہ عورت مسلمان ہونے سے پہلے کسی کے عقد میں تھی، تو قبول اسلام کے بعد استبرائے رحم کے لیے ایک حیض عدت گزارے گی اور اس کے بعد کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے، البتہ اگر قبول اسلام سے پہلے کنواری تھی، تو اس پر کوئی عدت نہیں، کیونکہ عدت کا مقصد استبرائے رحم ہے، تو جب کنواری کا نکاح ہی نہیں ہوا، تو عدت کا کیا معنی؟

(سوال): وفات شوہر کی عدت مکمل ہونے سے پہلے مکان تبدیل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر موجودہ مکان میں کسی قسم کا خطرہ یا خوف نہیں ہے، تو تکمیل عدت سے پہلے اس مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہونا جائز نہیں۔ بصورت دیگر مجبوری کی وجہ سے منتقل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): کیا عدت وفات شوہر کے بعد بیوہ کی شادی درست ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر بیوہ عدت گزار لے، تو وہ ولی کی اجازت سے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، بلکہ نکاح کرنا بہتر ہے، ورنہ وہ زندگی بھر دوسروں کے سہارے کی محتاج رہے گی۔ یہ مسلمانوں کا متوارث عمل تھا، جو ختم ہوتا جا رہا ہے، نتیجتاً بہت سی معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں، مسلمانوں کو اس بارے تفکر کرنا ہوگا۔ یاد رہے کہ جس طرح کنواری لڑکی کی شادی کرنا ولی کی ذمہ داری ہے، اسی طرح بیوہ کی رضامندی سے اس کی شادی کرنا بھی ولی کی ہی ذمہ داری ہے، ورنہ ہر قسم کے دینی و دنیاوی نقصان کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا ابنِ حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے، مدینہ میں فوت ہو گئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو پیشکش کی، میں نے کہا: اگر آپ

چاہیں،تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، انہوں نے فرمایا: میں غور وفکر کروں گا، (پھر بتاؤں گا)، میں کچھ راتیں ٹھہر گیا، پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا: میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ میں اس وقت شادی نہ کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: اگر آپ چاہیں،تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں (آخر ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا)۔''

(صحيح البخاري : 5129)

سوال: کیا مطلقہ عدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: کر سکتی ہے، بلکہ اسے نکاح ضرور کرنا چاہیے۔

سوال: بیوہ کو عدت کہاں گزارنی چاہیے؟

جواب: شوہر کے گھر میں عدت گزارنی چاہیے۔

سوال: اگر نابالغ عورت کا شوہر فوت ہو جائے،تو کیا اس پر بھی عدت ہے؟

جواب: اس صورت میں نابالغ عورت بھی بیوہ شمار ہو گی، چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور وراثت کی حق دار ہو گی۔

سوال: شوہر بلوغت سے پہلے فوت ہو گیا،تو کیا اس کی بالغ بیوی عدت گزارے گی؟

جواب: بہر صورت چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔

سوال: کافرہ عورت غیر مدخولہ ہو اور مسلمان ہو جائے،تو کیا اس پر عدت ہے؟

جواب: اس پر عدت نہیں ہے، کیونکہ عدت استبرائے رحم کے لیے ہوتی ہے،تو جب اس نے خلوت ہی اختیار نہیں کی،تو عدت کی ضرورت نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط۹۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نابالغ بیوہ بھی عدت گزارے گی؟

جواب: عدت وفات شوہر ہر حال میں ضروری ہے، خواہ بیوہ بالغہ ہو یا نابالغہ، فوت شدہ شوہر بالغ تھا یا نابالغ۔

سوال: بیوہ اپنی عدت شوہر کے گھر میں گزارے یا اپنے والدین کے گھر میں؟

جواب: بیوہ عدت شوہر کے گھر میں گزارے گی۔

سوال: ایک عورت سے دو مرد شادی کا دعویٰ کریں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس کے پاس ثبوت اور گواہ ہوں، اس کی منکوحہ سمجھی جائے گی، اگر کسی کے پاس کوئی ثبوت یا گواہ نہ ہوں، تو کسی کی بات کا اعتبار نہ ہوگا۔

سوال: اگر کوئی عورت مرتدہ ہو کر دوبارہ مسلمان ہو جائے اور وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا چاہے، تو کیا عدت گزارے گی؟

جواب: جی ہاں، ایک حیض عدت گزارے گی۔

سوال: ایک بیوہ دوران عدت زنا سے حاملہ ہو گئی، تو عدت کیا ہوگی؟

جواب: اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی ہوگی۔

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے تین سال علیحدہ رہ کر طلاق دی، تو کیا وہ عدت گزارے گی؟

جواب: اگر نکاح کے بعد ایک بار بھی خلوت ہوئی ہے، تو طلاق کے بعد عدت گزارنا ضروری ہے، خواہ اس سے پہلے کئی سال تک ملاقات نہ بھی ہوئی ہو۔

سوال: کیا خلع والی عورت کا پہلے شوہر سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔ فسخ نکاح کا مطلب یہ ہے کہ نکاح فسخ ہونے کے بعد عورت اس حالت میں چلی جاتی ہے کہ گویا اس کا پہلے شوہر سے کبھی نکاح ہوا ہی نہیں، تو جیسے پہلی بار نکاح ہوگیا تھا، تو فسخ نکاح کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ خلع کو طلاق بائن کہنا مرجوح ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ .

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں خلع لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔''

(سنن أبي داوٗد : 2229، سنن الترمذي : 1185، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن غریب'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرة : 228)''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔'' اگر خلعہ لینے والی

طلاق یافتہ ہوتی تو آپ ﷺ کبھی ایک حیض پر اکتفا نہ کرتے۔''

(معالم السنن : 256/3)

❁ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ إِنْ كَانَ ثَابِتًا؛ فَهُوَ حُجَّةٌ لِّمَنْ قَالَ : الْخُلْعُ لَيْسَ بِطَلَاقٍ، لِّأَنَّهٗ لَوْ كَانَ طَلَاقًا لَّمْ يُعْتَدَّ فِيهِ بِحَيْضَةٍ .

''یہ حدیث ثابت ہو تو خلع کو فسخ نکاح کہنے والے کی دلیل ہے، کیونکہ اگر یہ طلاق ہوتا، تو عدت ایک حیض نہ ہوتی۔''

(تنقيح التّحقيق : 416/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْخُلْعَ لَيْسَ بِطَلَاقٍ .

''یہ دلیل ہے کہ خلع طلاق نہیں۔''

(الدراية في تخريج أحاديث الهداية : 75/2)

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''شاید جو اس حدیث کو تسلیم نہیں کرتا، وہ کہے کہ عدت میں تین حیض پورا کرنا واجب ہے، خبر واحد کے ذریعے اس نص کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔۔۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ خلع طلاق نہیں۔ اسے طلاق مان لیا جائے، تو یہ نص مخصوص ہے اور اس کی تخصیص جائز ہے۔''

(حاشية السندي على سنن ابن ماجه :634/1)

سوال: غیر مدخولہ کا نکاح فسخ ہوا، کیا دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے؟

(جواب): ہوسکتا ہے۔

(سوال): نکاح باطل اور فاسد میں کیا فرق ہے؟

(جواب): کوئی فرق نہیں۔

(سوال): عورت کو تین طلاق ہو چکی ہیں، کیا وہ نکاح باطل کے بعد دوبارہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہوسکتی ہے؟

(جواب): تیسری طلاق کے بعد عورت شوہر کے عقد سے نکل جاتی ہے اور اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے، وہ رجوع کرسکتا ہے، نہ نکاح جدید، البتہ اگر عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح صحیح کرے، تو طلاق یا وفات شوہر کی صورت میں عدت کے بعد پہلے خاوند کے لیے حلال ہوسکتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ نکاح صحیح سے ہوسکتا ہے، اب چونکہ نکاح حلالہ باطل ہے، اس سے عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرة: ٢٣٠)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو

جاننے والوں کے لیے واضح کررہا ہے۔''

اس آیت میں ''نکاح'' سے مراد نکاح صحیح ہے، نہ کہ نکاح باطل، کیونکہ نکاح باطل سے عورت سے مجامعت جائز نہیں ہوتی، یہ زنا ہے۔

سوال: کیا خلع والی عورت سے بغیر عدت کے نکاح درست ہے؟

جواب: خلع فسخ نکاح ہے، اس کی عدت ایک حیض ہے، اس عدت سے پہلے نکاح جائز نہیں، البتہ اگر سابقہ شوہر سے ہی نکاح ہو، تو عدت کے اندر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ عدت کا مقصد استبرائے رحم ہے کہ کہیں عورت پہلے شوہر سے حاملہ نہ ہو، اب چونکہ نکاح پہلے شوہر سے ہی ہو رہا ہے، تو اگر حاملہ ہوئی بھی، تو اسی شوہر سے ہوں گی۔ لہٰذا عدت نہیں۔

سوال: جس نے عدت میں نکاح کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: عدت میں نکاح نہیں ہوتا۔ ایسا نکاح باطل ہے۔

سوال: جس سے عدت میں نکاح کر کے خلوت اختیار کر لی، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: عدت میں نکاح باطل ہے، اس کے بعد خلوت ناجائز ہے۔

سوال: عورت میکے میں تھی کہ شوہر فوت ہو گیا، تو وہ عدت کہاں گزارے گی؟

جواب: میکے میں ہی عدت گزارے گی۔

سوال: جس عورت کو بیماری کی وجہ سے حیض نہیں آتا، اس کی عدت طلاق کیا ہے؟

جواب: جس کو بیماری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، اس کی طلاق کی عدت تین ماہ ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ

يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہوچکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

سوال: بیوی کو شوہر کی موت کی خبر ملی، تو اس نے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر لیا، پھر کچھ سال بعد پہلا شوہر واپس آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: دوسرے نکاح کے بعد پہلا شوہر واپس آ گیا اور دوسرے شوہر نے خلوت اختیار نہیں کی، تو بیوی پہلے کے پاس جائے گی۔ اگر دوسرے شوہر نے تعلق قائم کر لیا، تو پہلا شوہر بغیر طلاق لیے اسے اپنے پاس لا سکتا ہے، لیکن تعلق قائم کرنے کے لیے ایک حیض تک انتظار کرے گا۔ اگر پہلا خاوند واپس نہ لانا چاہے، تو دوسرے خاوند سے حق مہر وصول کر لے۔

سوال: جس بیوہ کو شوہر کے گھر میں آبروریزی کا خوف ہو، کیا وہ والدین کے گھر آ کر عدت گزار سکتی ہے؟

جواب: اگر آبرو کا خوف ہے، تو بیوہ والدین کے گھر آ کر عدت گزار سکتی ہے۔

❀ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انہیں غیر موجودگی میں بتّہ طلاق دے دی اور اپنے وکیل کے ہمراہ کچھ جَو بھیجے، تو وہ (یہ تھوڑے سے جَو دیکھ کر) اس سے ناراض ہوئیں، اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ذمہ آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان کے ذمہ آپ کا کوئی نفقہ نہیں۔ اسے ام شریک کے گھر

عدت گزارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا: وہ (ام شریک) ایسی خاتون ہیں کہ اس کے پاس میرے صحابہ بکثرت آتے جاتے ہیں، لہٰذا آپ ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار لیں، کیوں کہ وہ نابینا آدمی ہیں اگر آپ کسی وقت (فوری) کپڑے اتار بھی دیں، تو کوئی حرج نہیں اور جب عدت پوری کرلو، تو مجھے اطلاع دینا۔ وہ بیان کرتی ہیں: جب عدت مکمل ہوگئی، تو میں نے آپ کو اطلاع دی کہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہم تو مارتا بہت ہے اور معاویہ فقیر آدمی ہے اس کے پاس کوئی مال نہیں، لہٰذا آپ اسامہ بن زید سے نکاح کرلیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے وہ پسند نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: اسامہ بن زید سے شادی کرلیں۔ میں نے ان سے نکاح کرلیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی خیر و برکت کی کہ میں ان پر رشک کرنے لگی۔''

(صحيح مسلم: 1480، المنتقى لابن الجارود: 760)

سوال: ایک حاملہ حمل کے نویں ماہ میں داخل ہے کہ اس کا خاوند فوت ہوگیا، تو وہ کتنی عدت گزارے گی؟

جواب: حاملہ کو طلاق ہو یا اس کا خاوند فوت ہو جائے، ہر صورت اس کی عدت وضع حمل ہے، خواہ اگلے ہی لمحے بچہ پیدا ہو جائے۔

❁ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''وہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور اس آدمی کا تذکرہ کرنے لگے جو فوت ہو جائے اور کچھ دن بعد اس کی بیوی بچہ

جن دے (تو وہ عورت کون سی عدت گزارے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے: اس کی عدت وہ ہوگی، جو دونوں (وضع حمل یا چار ماہ دس دن) میں سے بعد میں پوری ہوگی، ابوسلمہ رحمہ اللہ کہنے لگے: جب بچہ پیدا ہو جائے گا، تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اس مسئلہ میں دونوں کے مابین تکرار ہوگئی، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اپنے بھتیجے ابوسلمہ رحمہ اللہ کے ساتھ ہوں۔ پھر انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پوچھنے کے لیے بھیجا، تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ سبیعہ بنت مالک اسلمیہ کا خاوند فوت ہو گیا اور اس کے چند دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، تو بنوعبدالدار کے ایک آدمی، جس کی کنیت ابوالسنابل بن بعکک تھی، نے انہیں شادی کا پیغام بھیجا اور انہیں بتایا کہ وہ حلال ہو چکی ہیں، سبیعہ نے کسی اور سے شادی کرنا چاہی، تو ابو سنابل کہنے لگا: آپ حلال نہیں ہوئیں، سبیعہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی، تو آپ نے انہیں شادی کرنے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 4909، صحيح مسلم : 1485)

سوال: کیا تحریری طلاق میں بھی عدت لازم ہے؟

جواب: ہر طلاق میں عدت لازم ہے، خواہ تحریری ہو یا زبانی۔

سوال: جو ولی بیوہ بیٹی کو عدت میں نکاح کرنے پر مجبور کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: عدت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اگر ولی بیٹی کو عدت میں نکاح کرنے پر مجبور کرے، تو وہ سخت گناہ گار ہے، کیونکہ وہ حکم الٰہی کی نافرمانی کر رہا ہے، بیٹی کو چاہیے کہ اس معاملہ میں اپنے والد کی بات نہ مانے، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔

(سوال): شوہر اپنی مدخولہ بیوی سے دو سال جدا رہا، پھر طلاق دے دی، کیا اب عورت عدت گزارے گی؟

(جواب): بہر صورت مدخولہ تین حیض عدت گزارے گی۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطّلاق: ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

(سوال): جس عورت کی شرمگاہ جماع کے قابل نہ ہو، کیا طلاق کے بعد اس پر بھی عدت لازم ہے؟

(جواب): اگر ایسی عورت سے خلوت اختیار کی گئی ہو، خواہ جماع نہ کیا گیا، تو طلاق کے بعد اس پر تین حیض عدت ضروری ہے۔

(سوال): ایک کافرہ عورت کا خاوند مر گیا، پھر وہ مسلمان ہو گئی، کیا وہ عدت وفات شوہر گزارے گی یا نہیں؟

(جواب): عدت مسلمان خواتین کے لیے ہے، چونکہ جب اس کا خاوند فوت ہوا تھا، وہ حالت کفر میں تھی، تو مسلمان ہونے کے بعد اس پر عدت وفات شوہر نہیں ہے، البتہ استبرائے رحم کے لیے ایک حیض عدت گزارے گی۔

سوال: کیا عدت والی عورت کسی رشتہ دار کی فوتگی یا شادی میں شرکت کے لیے جا سکتی ہے؟

جواب: بیوہ دوران عدت اپنے گھر سے باہر نہیں جا سکتی، البتہ اگر فوتگی یا شادی اسی گھر میں ہے، تو اس میں شریک ہو سکتی ہے، مگر شادی میں زیب و زینت نہیں کر سکتی۔

سوال: کیا غیر مدخولہ پر عدت ہے؟

جواب: غیر مدخولہ کو طلاق ہو جائے، تو کوئی عدت نہیں، البتہ اگر شوہر فوت ہو جائے، تو چار ماہ دس دن عدت ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا طُلِّقَتْ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا فَتَذْهَبُ فَتَتَزَوَّجُ فِي فَوْرِهَا مَنْ شَاءَتْ، وَلَا يُسْتَثْنٰى مِنْ هٰذَا إِلَّا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، فَإِنَّهَا تَعْتَدُّ مِنْهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا بِالْإِجْمَاعِ أَيْضًا .

''علمائے کرام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ غیر مدخولہ کی طلاق کی کوئی عدت نہیں، وہ جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔ ہاں وہ عورت اس حکم سے خارج ہے، جس کا خاوند فوت ہو جائے، کیوں کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ خواہ وہ غیر مدخولہ ہی کیوں نہ ہو، چار مہینے دس دن عدت گزارے گی۔''

(تفسير ابن كثير : ١٩٤/٥)

سوال: بیوہ کی صحت خراب ہو، تو کیا وہ دوران عدت نقل مکانی کر سکتی ہے؟

جواب: عذر کی صورت میں بیوہ دوران عدت نقل مکانی کر سکتی ہے۔

(سوال): ایک شادی شدہ عورت زنا سے حاملہ ہوئی، تو اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی، کیا وہ وضع حمل سے پہلے زانی سے نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): حاملہ مطلقہ ہو یا بیوہ، اس کی عدت وضع حمل ہے، یہ حمل شوہر کا ہی سمجھا جائے گا، کیونکہ بوقت حمل وہ اسی کے عقد میں تھی، لہٰذا وضع حمل تک حاملہ زانیہ کا زانی سے نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ ابھی عدت میں ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے، اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تا وقت وفات سیدہ

سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔“

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

سوال: کیا غیر مدخولہ کو ایک طلاق دینے کے بعد اس سے رجوع کیا جا سکتا ہے؟

جواب: غیر مدخولہ کی ایک ہی طلاق ہے، اس سے رجوع نہیں، طلاق کے بعد غیر مدخولہ عقد سے خارج ہو جاتی ہے، اس پر کوئی عدت نہیں۔

سوال: ایک شخص نے بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح کیا، پھر خلوت سے پہلے جدائی کر دی گئی، تو کیا اس پر عدت ہے؟

جواب: بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح جائز نہیں، یہ نکاح باطل ہے، البتہ باطل نکاح میں اگر خلوت اختیار کر لی جائے، تو عدت لازم ہو جاتی ہے، مذکورہ صورت حال میں چونکہ خلوت اختیار نہیں کی گئی، لہٰذا عدت نہیں۔

سوال: اگر عورت کو عدت کے دوران زنا کا اندیشہ ہو، تو کیا وہ نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: بہر صورت عدت کے دوران نکاح حرام ہے، یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

سوال: جس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا، دوسرے روز اس کا خاوند فوت ہو گیا، تو اس پر کیا عدت ہے؟

جواب: یہ عورت حاملہ متصور نہ ہوگی، کیونکہ خاوند فوت ہونے سے پہلے اس کا بچہ پیدا ہو چکا تھا، لہٰذا اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرة: ٢٣٤)

''تم میں جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں چار ماہ دس تک عدت میں رہیں، جب وہ مقررہ مدت مکمل کر لیں، تو وہ عمدگی کے ساتھ جو کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

سوال: میاں بیوی کے مابین ناراضی تھی، بیوی پچھلے ایک سال سے میکے میں تھی کہ شوہر فوت ہو گیا، کیا اس پر عدت ہے؟

جواب: چونکہ یہ جدائی طلاق سے نہیں ہوئی، لہٰذا وہ منکوحہ تھیں، اگر چہ ایک سال شوہر سے جدا رہی، مگر بیوی ہونے کے ناطے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور وارث بھی بنے گی۔

سوال: ایک عورت شوہر سے لڑ کر والدین کے گھر چلی گئی، پانچ سال کے بعد شوہر نے طلاق دے دی، کیا عورت پر عدت ہے؟

جواب: اگر چہ عورت پانچ سال شوہر سے جدا رہی، مگر طلاق کی صورت میں اس پر تین حیض عدت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾(البقرة: ٢٢٨)

''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔''

سوال: نفاس میں دی گئی طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو نفاس میں طلاق دے، تو وہ واقع ہو جاتی ہے، البتہ عورت ایامِ نفاس عدت میں شمار نہیں کرے گی، بلکہ ان ایام کے بعد تین حیض عدت شمار کرے گی۔

❀ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ نُفَسَاءُ؛ لَمْ تَعْتَدَّ بِدَمِ نِفَاسِهَا فِي عِدَّتِهَا.

''نفاس میں طلاق دے، تو عورت ایامِ نفاس کو عدت شمار نہیں کرے گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 159/5، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نامرد ہے، وہ اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، کیا عورت پر طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرنے کے لیے عدت ہے یا نہیں؟

جواب: اگر خلوت ہو چکی ہے، خواہ صحبت نہ بھی ہوئی ہو، تو طلاق کی صورت میں عورت پر تین حیض عدت لازم ہے۔

سوال: کیا بیوہ زیب و زینت کر سکتی ہے اور کیا وہ گھر سے باہر جا سکتی ہے؟

جواب: بیوہ کے لیے چار ماہ دس دن سوگ کے ہیں، وہ سادہ لباس پہنے گی، زیور اور زرق برق لباس زیب تن نہیں کرے گی، سرمہ نہیں لگائی گی، نہ زیب و زینت اور میک اپ وغیرہ کرے گی، نیز مجبوری کے علاوہ بیوہ کا گھر سے نکلنا جائز نہیں، یہ اللہ کا حکم ہے، خلاف ورزی کی صورت میں عورت گناہ گار ہوگی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرة: ٢٣٤)

''تم میں جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں چار ماہ دس تک عدت میں رہیں، جب وہ مقررہ مدت مکمل کر لیں، تو وہ عمدگی کے ساتھ جو کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

❁ سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ان کا کوئی (نسبی) رشتہ دار یا کوئی قرابت دار فوت ہو گیا، تو انہوں نے (تین دن بعد) زرد رنگ منگوا کر اپنے رخساروں پر لگایا اور فرمانے لگیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں، البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔''

(صحيح البخاري: 5334، صحيح مسلم: 1486، المنتقى لابن الجارود: 765)

❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا، وَّلَا تَكْتَحِلُ، وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَّصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ

عَصْبٍ، وَّلَا تَمَسُّ طِيبًا إِلَّا عِنْدَ أَدْنٰى طُهْرَتِهَا .

''جوعورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں، البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی، نہ سرمہ لگائے گی، نہ رنگدار لباس پہنے گی، البتہ رنگے ہوئے سوت کا کپڑا (جو بنائی سے پہلے ہی رنگین ہو) پہن سکتی ہے، نہ خوشبو لگائے گی، مگر جب حیض سے پاک ہو (تو تھوڑی سی خوشبو لگا لے)۔''

(صحيح البخاري : 5342، صحيح مسلم : 938، المنتقى لابن الجارود : 766)

❁ اُم المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ، وَلَا الْمُمَشَّقَةَ، وَلَا الْحُلِيَّ، وَلَا تَخْتَضِبُ، وَلَا تَكْتَحِلُ .

''جس کا خاوند فوت ہو جائے، وہ زرد یا گیرو رنگ کیے ہوئے کپڑے نہ پہنے، نہ زیور پہنے، نہ مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔''

(مسند الإمام أحمد : 302/6، سنن أبي داوٗد : 2304، سنن النّسائي : 3565، وسنده حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (٧٦٧) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (٤٣٠٦) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا، (عدت میں) اس کی آنکھیں درد کرنے لگیں تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرتے ہوئے سرمہ ڈالنے

کا ذکر کیا، نیز کہنے لگے: ہمیں اس کی آنکھوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت (دور جاہلیت میں) سال بھر اپنے گھر میں
گندے کپڑوں میں رہا کرتی تھی، یا یوں فرمایا: گندے کپڑوں میں اور گندے
گھر میں رہا کرتی تھی، جب کوئی کتا گزرتا، تو وہ مینگنی پھینکتی (تب عدت پوری
ہوتی) اور اب چار ماہ دس دن بھی نہیں گزار سکتی۔''

(صحيح البخاري : 5338، صحيح مسلم : 1488، المنتقى لابن الجارود : 768)

سوال: غیر مدخولہ، جس سے نہ مقاربت اختیار کی گئی اور نہ خلوت کی گئی، کی شادی کو پانچ سال گزر گئے، اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی، تو کیا اس پر عدت ہے؟

جواب: صورت مذکورہ میں عورت سے خلوت اختیار نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی ایک ہی طلاق ہے اور اس پر عدت نہیں، یہ طلاق کے بعد اگلے ہی لمحے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

سوال: جو عورت طلاق کی عدت میں زنا سے حاملہ ہوئی، اس کی عدت کتنی ہے؟

جواب: مطلقہ کی عدت تین حیض ہے، اب چونکہ وہ حاملہ ہو چکی ہے، اگرچہ زنا سے ہی ہوئی ہے، لہٰذا اب اس کی عدت وضع حمل ہے۔

سوال: عدت کا شمار قمری مہینہ سے ہوگا یا شمسی مہینہ سے؟

جواب: عدت کا شمار قمری مہینہ کے اعتبار سے ہوگا، کیونکہ اسلام میں تمام تواریخ کا اعتبار چاند سے کیا جاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾

(البقرة : ١٨٩)

''(اے نبی!) لوگ آپ سے چاند کی بابت پوچھتے ہیں (کہ اس کے گھٹنے بڑھنے میں کیا فائدہ اور حکمت ہے؟) کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے لیے اوقات معلوم کرنے کے لیے ہے، خصوصاً حج کے اوقات۔''

سوال: اگر عدت کے اندر جان بوجھ کر نکاح کیا جائے، تو کیا ولی، نکاح خواں اور گواہوں کے نکاح ٹوٹ جائیں گے اور کیا انہیں تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی؟

جواب: عدت کے اندر نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہے اور اس میں تعاون کرنے والے مثلاً ولی، نکاح پڑھانے والا، نکاح پر گواہ بننے والے اور جانتے بوجھتے اس نکاح میں شریک ہونے والے، سب گناہ گار ہیں۔ البتہ اس سے ان کے نکاح میں کچھ اثر نہیں پڑے گا، نہ انہیں تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة: 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

سوال: جو منکوحہ زانی کے ساتھ کئی سال سے ہے، اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے، تو کیا اس پر عدت ہے؟

جواب: زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لہٰذا زانیہ ہونے کے باوجود وہ منکوحہ ہے، اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے، تو اس پر تین حیض عدت طلاق لازم ہے۔

سوال: کیا بیوہ حاملہ وضع حمل سے پہلے نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب): بیوہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اس سے پہلے وہ نکاح نہیں کرسکتی، اگر نکاح کرے گی، تو نکاح نہیں ہوگا، یہ نکاح باطل ہے۔

(سوال): ایک شخص نے بیوہ عورت سے دوران عدت اس لیے نکاح کیا کہ وہ اس کا خیال رکھ سکے، کیا یہ نکاح جائز ہے؟

(جواب): بیوہ سے دوران عدت کسی صورت نکاح جائز نہیں، یہ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، خواہ اس کے پیچھے نیت اچھی ہی ہو۔

(سوال): اگر شوہر اقرار کرے کہ اس نے چھ ماہ پہلے طلاق دی تھی، تو عدت کیا ہوگی؟

(جواب): جب شوہر اقرار کر رہا ہے کہ اس نے چھ ماہ قبل طلاق دی تھی، تو اب عورت کی عدت چھ ماہ پہلے سے شمار ہوگی۔

(سوال): میاں بیوی کرایہ کے مکان پر رہتے تھے کہ شوہر فوت ہوگیا، اب عورت عدت کہاں گزارے گی؟

(جواب): اگر بیوہ مکان کا کرایہ دے سکتی ہے، تو وہ اسی مکان میں عدت گزارے گی اور بلاوجہ کسی دوسرے مکان میں منتقل نہ ہوگی، البتہ اگر مکان کا کرایہ نہیں دے سکتی، تو مجبوری کی صورت میں اپنے والدین کے گھر منتقل ہوسکتی ہے۔

(سوال): ایک عورت کو اس کے شوہر نے عرصہ چودہ سال سے طلاق دے رکھی ہے، کیا وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

(جواب): وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، بلکہ اسے ضرور کرنا چاہیے، اسی میں اس کی عزت وآبرو کی حفاظت ہے۔

(سوال): بیوہ کی وفات کے کتنے عرصہ بعد شوہر دوسرا نکاح کرسکتا ہے؟

(جواب): عدت کا تعلق عورتوں سے ہے، مردوں پر کوئی عدت نہیں، وہ بیوی کی وفات کے اگلے ہی لمحے دوسرا نکاح کر سکتے ہیں۔

(سوال): دودھ پلانے والی عورت کو طلاق ہو جائے، تو اس کی عدت کتنی ہے؟

(جواب): مطلقہ دودھ پلانے والی کی عدت تین حیض ہی ہے۔

(سوال): کیا بیوہ عورت دوران عدت شادی بیاہ میں جا سکتی ہے؟

(جواب): بیوہ دوران عدت شادی میں شرکت کے لیے گھر سے باہر نہیں جا سکتی، شادی گھر میں ہے، تو اس میں شرکت کر سکتی ہے، مگر زیب و زینت اور بناؤ سنگار نہیں کرے گی۔

(سوال): حاملہ مطلقہ اگر دوائی سے حمل گرا دے، تو اس کی عدت کیا ہو گی؟

(جواب): اگر بچے کے اعضا ظاہر ہو چکے ہیں، تو اسے گرانے کی صورت میں اس کی عدت پوری ہو چکی ہے، مگر ایسے عمل پر وہ سخت گناہ گار ہوئی ہے، اسے قیامت کے روز اس بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

(سوال): مجذوم کی بیوی، جو کافی عرصہ شوہر سے جدا رہی، اسے طلاق ہو جائے، تو اس کی عدت کیا ہے؟

(جواب): اگر اس سے نکاح کے بعد ایک بار بھی خلوت اختیار کی گئی ہے، تو اس کی عدت تین حیض ہے۔

(سوال): کافرہ عورت مسلمان ہوئی، مگر شوہر مسلمان نہیں ہوا، کیا اس پر عدت ہے؟

(جواب): اس پر استبرائے رحم کے لیے ایک حیض عدت ہے۔

(سوال): جس نومسلمہ کا کافر شوہر مر جائے، کیا اس پر عدت ہے؟

(جواب): نومسلمہ کا کافر شوہر مر جائے، تو اس پر کوئی عدت نہیں، کیونکہ جب وہ مسلمان ہوئی تھی، تو اس کا نکاح فسخ ہو چکا تھا۔ اب اس پر وفات شوہر کی عدت نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط۱۰۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک عورت کی عمر پچیس سال ہے، اسے ابھی تک حیض نہیں آیا، اگر اسے طلاق ہو جائے، تو اس کی عدت کیا ہو گی؟

جواب: جس عورت کو ابھی حیض نہ آیا ہو، اس کی عدت تین ماہ ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطّلاق : ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

سوال: اگر عدت والی عورت دوران عدت زنا کر لے، تو کیا اس پر نئے سرے سے عدت گزارنا ضروری ہو گا یا نہیں؟

جواب: دوران عدت زنا کرنے والی گناہ گار ہے، البتہ اسے عدت دہرانے کی ضرورت نہیں، اسی عدت کو مکمل کرے اور پاکدامنی اختیار کرے، اسے چاہیے کہ عدت کے

بعد نکاح کر لے، تاکہ زنا اور فحاشی سے محفوظ رہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ .

''جوانی کے دنوں میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوجوانو! جو اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ شادی کر لے، اس سے نظر اور عزت محفوظ رہے گی اور جس کے پاس وسائل نہ ہوں، وہ (نفلی) روزے رکھے، اس سے شہوت ختم ہو جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 5066، صحيح مسلم : 1400)

سوال: تیسری طلاق کے بعد بھی شوہر نے مطلقہ سے میاں بیوی والے تعلقات جاری رکھے، تو عدت کب شروع ہوگی؟

جواب: تیسری طلاق کے بعد عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، اس کی عدت شروع ہو چکی ہے، اس دوران اگر شوہر تعلقات قائم کرے گا، تو وہ زنا ہوگا، البتہ اس سے نئی عدت لازم نہ ہوگی، بلکہ طلاق کے بعد والی عدت جاری رہے گی۔

سوال: ایک حاملہ عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی، طلاق کے آدھا گھنٹہ بعد بچہ پیدا ہو گیا، تو اب عدت کیا ہے؟

جواب: حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، خواہ طلاق کے ایک منٹ بعد بھی بچہ پیدا ہو

جائے، مذکورہ صورت میں شوہر کو رجوع کا حق ختم ہو چکا ہے، چونکہ طلاق رجعی تھی، جس کی عدت ختم ہو چکی ہے، لہٰذا وہ دونوں نکاح جدید سے میاں بیوی بن سکتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾(البقرة : ٢٣٢)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تو تم (اولیا) انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہو جائیں۔''

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، عدت ختم ہونے تک چھوڑے رکھا، پھر نکاح کا پیغام بھیجا، تو سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢)''انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔''(صحيح البخاري : ٤٥٢٩)

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاق رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہوگئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا

طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔“ اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔“

(سنن أبي داود : 2087، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: عدت ختم ہونے پر معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے، تو عدت کا کیا ہوگا؟

جواب: وہ وضع حمل تک عدت گزارے گی، کیونکہ حاملہ کی عدت بہر صورت وضع حمل ہے، وہ بچہ پیدا ہونے تک نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال: کیا حاملہ مطلقہ کا خرچہ بذمہ شوہر ہے؟

جواب: اگر حاملہ کو طلاق ہو جائے، تو وضع حمل تک اس کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

(الطّلاق : ٦)

”عورتیں حاملہ ہوں، تو وضعِ حمل تک ان پر خرچ کریں۔“

❁ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا .

”آپ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، الا کہ آپ حاملہ ہوتیں۔“

(سنن أبي داود : ٢٢٩٠، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الْمَبْتُوتَةُ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا، حَتّٰى تَحِلَّ، وَلَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، فَيُنْفَقُ عَلَيْهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا.

''طلاقِ بتہ والی عورت عدت ختم ہونے تک گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔اس کے لیے نفقہ بھی نہیں ہوگا، ہاں حاملہ ہو، تو وضعِ حمل تک خرچہ شوہر کے ذمہ ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٤/٨٣٧)

(سوال): بیوہ عدت میں ہے، کیا وہ تعزیت کے لیے کہیں جا سکتی ہے؟

(جواب): بیوہ دوران عدت گھر سے باہر نہیں جا سکتی، البتہ گھر میں بیٹھ کر فون یا انٹرنیٹ کے ذریعے تعزیت یا خبر گیری کر سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): عدت میں ایک حیض کے بعد حمل ہو گیا، تو عدت کیا ہوگی؟

(جواب): اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔

(سوال): جس حاملہ کا شوہر فوت ہو جائے اور اس کا حمل پیٹ میں ہی خشک ہو جائے، تو اس کی عدت کیا ہے؟

(جواب): اگر پیٹ میں حمل خشک ہو جائے اور اس بچے کے پیدا ہونے کی کوئی اُمید نہ ہو، تو ایسی عورت شرعاً حاملہ شمار نہ ہوگی، لہٰذا وہ عدت وفات شوہر میں چار ماہ دس دن گزارے گی۔

(سوال): جو کافرہ حاملہ عورت مسلمان ہو جائے، اس کی عدت کیا ہے؟

(جواب): اگر کافرہ حاملہ عورت مسلمان ہو جائے، اس کی عدت وضع حمل ہے، وضع حمل تک وہ مسلمان مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، کیونکہ حاملہ کی عدت مطلقاً وضع حمل بیان ہوئی ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

(سوال): منکوحہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہوگا؟

(جواب): منکوحہ کو جب تک طلاق نہ ہو جائے یا وہ خلع نہ لے لے اور عدت نہ گزارے لے، وہ آگے نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی عورت کسی کے عقد میں ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے نکاح کر لے، تو وہ نکاح باطل ہے، اس سے پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہے، یہ زنا ہے۔ اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب پہلے شوہر سے ثابت ہوگا، کیونکہ یہ اولاد اسی کے بستر پر پیدا ہوئی ہے اور دوسرے شوہر پر حد زنا قائم ہوگی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ

زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے، اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تا وقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔''

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

سوال: شوہر دس سال سے بیرون ملک ہو اور بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے، تو وہ بچہ شرعاً حلالی ہوگا یا حرامی؟

جواب: یہ بچہ ناجائز ہوگا۔ دس سال تک حمل کا رہنا ممکن نہیں، البتہ یہ بچہ شوہر کی طرف ہی منسوب ہوگا، کیونکہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

سوال: حمل کی کم سے کم مدت کیا ہے؟

(جواب): حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، نکاح کے چھ ماہ بعد اگر بچہ پیدا ہو جائے، تو وہ شوہر کا ہوگا، ورنہ نکاح سے پہلے کا شمار ہوگا۔

(سوال): ولدالزنا سے نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(جواب): اس سے نکاح جائز اور صحیح ہے۔

(سوال): جس نے دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھا، اس کی اولاد کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ان میں سے جس بہن سے پہلے نکاح ہوا، وہ صحیح ہے اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد بھی جائز ہے۔ البتہ جس بہن سے بعد میں نکاح کیا، اس سے جو اولاد پیدا ہوئی، وہ ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ بیوی کے رہتے سالی سے نکاح حرام اور باطل ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ......﴾ (النّساء : ٢٣)

''اور تم دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) جمع کرو (یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔''

(سوال): ایک عورت زنا سے حاملہ ہوگئی، پھر حمل کے بعد اسی زانی سے نکاح کر لیا، کیا ولدالزنا کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟

(جواب): یہ بچہ ولدالحرام ہے، اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا، اگرچہ وہ اسی کا نطفہ ہے۔ یہ بچہ وارث نہیں بنے گا۔

(سوال): ایک مسلمان عورت نے قادیانی سے نکاح کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): قادیانی مرتد کافر ہیں، ان سے مسلمان کا نکاح نہیں ہوتا، یہ نکاح باطل ہے، ان سے پیدا ہونے والی اولاد حرام اور ناجائز ہے۔

قادیانیوں نے کئی بنیادی عقائد سمیت عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے اور غلام احمد قادیانی بھی نبی ہے، جبکہ قرآنی نصوص، احادیث متواترہ اور اجماع امت کا تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی اُمت آخری امت ہے، آپ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے۔

عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے، اس کا منکر کافر ہے، لہٰذا جو لوگ مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے منکر ہوں، جیسا کہ قادیانی ہیں، تو وہ کافر اور مرتد ہیں، ان کو اہل قبلہ قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ ان کے کفر وارتداد پر پوری امت نے اجماع کر لیا ہے۔

(سوال): شوہر کہے کہ بچہ میرا نہیں ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر ثابت ہو جائے کہ اس کی بیوی زنا سے حاملہ ہوئی ہے، تب بھی بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، کیونکہ وہ اسی کے بستر پر پیدا ہوا ہے، البتہ زانی پر حد زنا لگے گی۔

(سوال): نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے یا ماں سے؟

(جواب): نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے۔

(سوال): چار بیویوں کے بعد پانچویں سے شادی کی، تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہے اور اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

(جواب): اسلام میں بیک وقت چار سے زائد نکاح جائز نہیں، لہٰذا پانچواں نکاح باطل اور حرام ہے، اس سے ہونے والی اولاد ناجائز ہے اور جو وطی کی وہ زنا ہے، لہٰذا اس اولاد کا نسب ثابت نہ ہوگا، کیونکہ بچہ کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا۔

(سوال): نکاح حلالہ سے جو بچہ پیدا ہوا، اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

(جواب): نکاح حلالہ باطل ہے، یہ زنا ہے اور زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا نکاح

حلالہ سے پیدا ہونے والا بچہ ناجائز اور فاسد النسب ہوگا۔اس کا نسب نہ حلالہ کرنے والے سے ثابت ہوگا اور نہ حلالہ کروانے والے سے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے بارے پوچھا گیا،فرمایا:

هُمَا زَانِيَانِ وَإِنْ مَكَثَا عَشْرَ سِنِينَ أَوْ عِشْرِينَ سَنَةً، إِذَا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا لِذٰلِكَ .

''دونوں زانی ہیں،خواہ دس سال اکٹھے رہ چکے ہوں یا بیس سال۔''

(المطالب العالية لابن حجر : 1693 ، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): حالت کفر کے شوہر سے جو بچہ پیدا ہوا،اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

(جواب): جو مسلمان عورت حالت کفر میں حاملہ ہوئی،تو بچے کا نسب اسی سے ثابت ہو گا،کفر میں جس کی منکوحہ تھی۔

(سوال): نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جو بچہ نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا ہو،وہ حلالی ہوگا،اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور وہ وارث بنے گا۔

(سوال): نکاح کے دس ماہ بعد جو بچہ پیدا ہو،اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح کے دس ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ صحیح النسب ہے۔

(سوال): شوہر کے ملنے کے سات ماہ بعد جو بچہ پیدا ہو،اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ بچہ شرعاً حلالی ہے،اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا۔

(سوال): کیا چچا کے کیے گئے نکاح میں خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے؟

(جواب): بلوغت سے پہلے نکاح جو ولی بھی کرے،اس میں خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے۔

(سوال): جو بچہ نکاح کے چار ماہ بعد پیدا ہو، اس کا نسب ثابت ہو گا یا نہیں؟

(جواب): جو بچہ نکاح کے چار ماہ بعد پیدا ہو، وہ ناجائز ہے، اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہو گا۔

(سوال): جس نے محرم عورت سے نکاح کیا، تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہے اور اس کا نسب ثابت ہو گا یا نہیں؟

(جواب): محرم عورت سے نکاح نہیں، یہ نکاح باطل ہے، اس سے پیدا ہونے والی اولاد ولد الحرام ہے اور اس کا نسب ثابت نہیں۔

(سوال): چھ نکاح کرنے والے کی اولاد کے نسب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پہلی چار شادیوں سے جو اولاد ہوئی، اس کا نسب شوہر سے ثابت ہو گا اور باقی دو بیویوں سے نکاح جائز نہیں تھا، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہے اور اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہو گا۔

(سوال): اگر کسی کی بیوی کا غیر مرد سے ناجائز تعلق ہو، تو اولاد کس کی ہو گی؟

(جواب): اگر منکوحہ غیر مرد سے جنسی تعلقات رکھے، تو وہ زانیہ ہے اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد شوہر کی شمار ہو گی اور اس کا نسب شوہر سے ہی ثابت ہو گا، کیونکہ اولاد اسی کے بستر پر پیدا ہوئی ہے، البتہ زانی پر حد زنا قائم ہو گی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ

میرے بھائی عتبہ کا ہے،عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے،لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش ہوا،سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے،اللہ کے رسول!یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے،انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں،عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے،یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:عبد بن زمعہ!یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا،پھر فرمایا:بچہ اس کا ہوگا،جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے،اس لئے ام المومنین،سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں،کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں،لہٰذا وہ لڑکا تاوقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔"

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا،حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی،مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے،جس کے بستر پر پیدا ہو،البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

سوال:ایک شادی شدہ مرد نے غیر کی بیوی سے زنا کیا،تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کس کی ہوگی؟

جواب:جس کی بیوی سے زنا کیا گیا ہے،اولاد بھی اسی کی ہوگی،البتہ زانی پر حد زنا قائم ہوگی۔

(سوال): جوعورت نکاح سے پہلے حاملہ ہو، اس کے نسب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جوعورت نکاح سے پہلے حاملہ ہو، اس کی اولاد ناجائز ہوگی اور اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا۔

(سوال): شوہر عرصہ دراز سے پردیس میں ہو اور بیوی کے بچہ پیدا ہو جائے، تو اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

(جواب): بہرصورت بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، البتہ زانی پر حد زنا قائم ہوگی۔

(سوال): ایک عورت شوہر کو چھوڑ کر غیر مرد کے پاس رہنے لگی، اب وہ شوہر کے پاس آنا چاہتی ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر شوہر نے طلاق نہیں دی تھی، تو وہ بدستور منکوحہ ہے، زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اگر شوہر اسے قبول کرتا ہے، تو وہ شوہر کے پاس آسکتی ہے۔ انہیں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

(سوال): جس نے سوتیلی ماں سے نکاح کیا، پھر اس سے بچہ پیدا ہوا، تو اس کے نسب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے، اس سے پیدا ہونے والی اولاد حرام ہے، اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔

(سوال): طلاق کے نو ماہ بعد جو بچہ پیدا ہوا، اسے کس کا سمجھا جائے گا؟

(جواب): طلاق کے نو ماہ بعد جو بچہ پیدا ہو، وہ سابقہ شوہر کا ہی سمجھا جائے گا، اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور وہ وارث بنے گا۔

(سوال): کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہونا باعث فضیلت ہے؟

(جواب): سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہونا باعث فضیلت ہے، مگر یہ فضیلت اس کے لیے ہے، جو صحیح العقیدہ ہو اور عمل صالح کرنے والا ہو۔

اصل چیز اسلامی عقائد واعمال اور اخلاص ہے۔ جن پر نجات اُخروی کا انحصار اور دارومدار ہے۔ محض نسبت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ بعض پھولے نہیں سماتے، وہ اپنے تئیں یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہل بیت کو ماننے والے ہیں، یا ہم اہل بیت سے ہیں، یہی ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ اگر نسبت صحیح ہو اور عقائد واعمال اہل سنت والجماعت والے ہوں، تو یہ فضیلت ہے۔ اگر نسبت ہی صحیح نہیں اور عقائد واعمال بھی صحیح نہیں، تو یہ نسبت مفید نہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، آپ کے شوہر نامدار سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں لخت جگر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے پر نص وارد ہوئی ہے۔ لیکن کسی کا محض اولاد فاطمہ سے ہونا دخول جنت کے لیے ناکافی ہے، بلکہ فیصلہ عقائد واعمال پر ہوگا۔

❁ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند فرمایا:

أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي، يَعْنِي فُلَانًا، لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ .

''سن لیں کہ فلاں قبیلے والے میرے دوست نہیں ہیں، میرے دوست اللہ تعالیٰ اور نیک مومن ہیں۔''

(صحيح البخاري : 5990، صحيح مسلم : 215، واللّفظ لهٗ)

❁ اس حدیث کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ إِنَّمَا وَلِيِّيَ مَنْ كَانَ صَالِحًا وَإِنْ بَعُدَ نَسَبُهٗ مِنِّي وَلَيْسَ

وَلِيِّي مَنْ كَانَ غَيْرُ صَالِحٍ وَإِنْ كَانَ نَسَبُهٗ قَرِيبًا .

''اس کا معنی یہ ہے کہ میری دوستی اس کے ساتھ ہے، جو نیک ہے، اگر چہ وہ نسب کے لحاظ سے میرا قریبی نہ ہو۔ نیز میری دوستی ایسے شخص کے ساتھ نہیں، جو نیک نہ ہو، اگر چہ وہ نسب کے اعتبار سے میرا قریبی ہو۔''

(شرح النّووي : 88/3)

سوال : کیا اس وقت اہل بیت نبی کا وجود ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اس وقت بھی موجود ہیں اور قیامت تک قائم رہیں گے، مگر اس میں وہ جھوٹے لوگ شامل نہیں، جو بلا دلیل اپنی نسبت نبی کریم ﷺ کے خاندان کی طرف کر دیتے ہیں۔

امیر مہدی قرب قیامت پیدا ہوں گے، وہ نبی کریم ﷺ کے خاندان میں سے ہوں گے، ان کا نام محمد اور والد کا نام عبد اللہ ہوگا۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَّطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ رَجُلًا مِّنِّي، أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ أَبِي .

''اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی ہوا (اور مہدی نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ اسی دن کو لمبا کر دے گا، حتی کہ میری نسل سے یا میرے اہل بیت سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا، جس کا نام میرے نام پر اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 377/1، 430، سنن أبي داوٗد : 4282، سنن التّرمذي : 2230، وقال : حسنٌ صحیحٌ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ محمد برزنجی رحمہ اللہ (۱۱۰۳ھ) فرماتے ہیں:

''آپ جان چکے ہیں کہ مہدی کے وجود، ان کی قیامت کے قریب آمد اور خاندان نبوت، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہونے کے متعلق احادیث معنوی طور پر متواتر ہیں، جس کا انکار ممکن نہیں۔''

(الإشاعة في أشراط الساعة، ص 236)

سوال: کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیا؟

جواب: خلیفۃ المسلمین، دامادِ رسولِ امین، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے ہونے والی بیٹی سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین، خلیفہ راشد، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا۔ یہ تواتر اور اجماع کی حد تک ثابت ہے۔ اہل سنت اور شیعہ کا اس پر اتفاق ہے۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نو میّتوں پر اکٹھی نماز جنازہ ادا کی۔ مردوں کو امام کی جانب اور عورتوں کو قبلہ کی جانب رکھا اور سب کو ایک لائن میں رکھ دیا، جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اور ان کے بیٹے زید کو اکٹھا رکھا۔ اس روز امام سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ جنازہ پڑھنے والوں میں سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ بچے کو امام کی جانب رکھا گیا۔''

(سنن النّسائي : 1980، سنن الدّارقطني : 79/2، 80، السّنن الكبرٰى للبيهقي :

33/4، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ اس حدیث کوامام ابن الجارود رحمہ اللہ (۵۴۵) نے صحیح کہا ہے۔

اس کی سند کو حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع شرح المہذّب: ۵/ ۲۲۴) نے ''حسن''، جبکہ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر: ۵/ ۳۸۵) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر: ۱۴۶/۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ شعبی رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّہٗ صَلّٰی عَلٰی أَخِیہِ، وَأُمِّہٖ أُمِّ کُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ، فَجَعَلَ الْغُلَامَ مِمَّا یَلِي الْإِمَامَ، وَالْمَرْأَۃَ فَوْقَ ذٰلِکَ.

''انہوں نے اپنے بھائی اور والدہ سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا جنازہ پڑھایا، انہوں نے بچہ امام کی جانب رکھا اور عورت اس سے آگے۔''

(مسند علي ابن الجعد: 574، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام شعبی رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی زید بن عمر اور والدہ سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے بچہ امام کی جانب رکھا اور عورت اس سے آگے، چار تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ ان کی اقتدا میں محمد بن حنفیہ، سیدنا حسین بن علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے نمازِ جنازہ ادا کی۔''

(السّنن الکبرٰی للبیھقي: 38/4، وسندہٗ صحیحٌ)

بعض لوگوں نے ان صحیح روایات کو بنوامیہ کی کارستانی کہہ کر ٹھکرانے کی کوشش کی ہے،

انہوں نے ان صحیح احادیث کو رد کرنے کے لیے واقدی جیسے کذاب کی بیان کردہ جھوٹی تاریخ کو بنیاد بنایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ تاریخ کے مطابق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چالیس سال کی عمر میں ایمان لائے اور ۶۳ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

دعوت ذوالعشیرہ کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۹ برس تھی، سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۲۵ برس کی عمر میں ہوا، یعنی ذوالعشیرہ کے ۱۶ سال بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دعوت ذوالعشیرہ کے سات برس بعد اسلام لائے، جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا، تو اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۱۶ برس تھی۔ سیدنا عمر کے اسلام لانے کے ۹ سال بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی، تب سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۲۵ برس کے تھے۔ اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۴۹ برس کے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی کے ایک برس بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، دوسال بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی، چار سال بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، چھ سال بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا دنیا میں تشریف لائیں، ام کلثوم کی ولادت کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۵۵ سال کے تھے، ۶۳ سال کی عمر پائی، سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کی دنیا میں آمد کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۸ برس زندہ رہے، بعض کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے تین سال پہلے شادی ہوئی، ایک بیٹا ہوا، جس کا نام زید بن عمر تھا۔ یوں شادی کے وقت سیدہ ام کلثوم کی عمر پانچ سال بنتی ہے۔

یہ ثقہ راویوں کے بیان کو جھوٹ کرنے کی ایک ناکام کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ جتنی جمع وتفریق بیان ہوئی ہے، اس پر کوئی ثقہ روایت نہیں ملتی۔ ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی، جس کی سند صحیح ہو اور اس میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت ان کی عمر کا تعین موجود ہو۔ یہ سب بے حقیقت اندازے وقیافے ہیں، جن کی بنیاد پر ثقہ تاریخ

وروایت کوچھوڑا نہیں جا سکتا۔ واللہ اعلم!

سوال: ایک شخص نے کہا کہ تیرا فلاں بیٹا زنا سے ہوا ہے، یہ تمہارا نہیں ہے، کیا اس سے بچے کا نسب فاسد ہوگا؟

جواب: کسی کے کہنے سے بچے کا نسب فاسد نہیں ہوتا، نکاح کے بعد جو اولاد ہوئی، اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، خواہ ثابت بھی ہو جائے کہ یہ بچہ زنا سے ہوا ہے، کیونکہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، البتہ زانی کے لیے حد رجم ہے۔

سوال: کیا مشکوک اولاد باپ کی وارث ہوگی؟

جواب: جس اولاد کا نسب ثابت ہو، وہ وارث بھی بنے گی۔

سوال: نکاح کے تین چار ماہ بعد جو بچہ پیدا ہوا، وہ وارث بنے گا یا نہیں؟

جواب: جو بچہ نکاح کے بعد چھ ماہ سے پہلے پیدا ہو جائے، وہ ناجائز ہے، اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا اور نہ وہ وارث بنے گا۔

سوال: جس عورت نے عدت کے دوران نکاح کیا، تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہے؟

جواب: دوران عدت نکاح جائز نہیں، یہ نکاح باطل ہے، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہے اور اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

سوال: کیا آل محمد ﷺ پر صدقہ حرام ہے؟

جواب: آل محمد ﷺ پر فرض صدقہ حرام ہے۔

سوال: شوہر کے روکنے کے باوجود اگر بیوی میکے کو چلی جائے، تو کیا اس پر نان ونفقہ دینا ضروری ہے؟

(جواب): اگر شوہر کی مرضی کے خلاف بیوی میکے چلی جائے، تو شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ ضروری نہیں اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ گناہ گار نہ ہوگا۔

(سوال): شوہر اپنی بیوی کو سسرال میں رکھتا ہے، کیا اس پر خرچہ دینا واجب ہے؟

(جواب): اس صورت میں اس پر بیوی کو خرچہ دینا واجب ہے۔

(سوال): شوہر نفقہ بند کر دے، تو کیا کیا جائے؟

(جواب): شوہر بلا وجہ نفقہ بند کر دے، تو وہ گناہ گار ہوگا، اس صورت میں شوہر کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ یا نان ونفقہ ادا کرے یا طلاق دے۔

(سوال): کیا مکان دینا شوہر کے ذمہ ہے؟

(جواب): اپنی حیثیت کے مطابق بیوی کے لیے رہائش اور نان ونفقہ کا بندوبست کرنا شوہر کے ذمہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: ۲۳۳)

''باپوں پر دستور کے مطابق بیویوں کا روٹی کپڑا ہے، ہر کسی کو اس کی وسعت کے مطابق مکلّف ٹھہرایا جائے گا۔''

(سوال): شوہر بیوی کو گھر سے نکال دے، تو کیا اس پر نفقہ واجب ہے؟

(جواب): جب تک بیوی عقد میں ہے، اس کا نفقہ بذمہ شوہر ہے، البتہ بیوی خود گھر سے نکل جائے اور باوجود روکنے کے باز نہ آئے، تو اس پر نفقہ واجب نہ ہوگا، واللہ اعلم!

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق کسے حاصل ہے؟

جواب: تاریخ انسانی میں احترام آدمیت کی جو تعلیمات اسلام نے بیان کی ہیں کسی دوسرے مذہب یا تہذیب وتحریک کے حاشیہ خیال سے بھی نہیں گزریں، اسلام ابن آدم کی پانچ چیزوں کی حفاظت کرتا ہے، جان، مال، عقل، عزت اور ایمان، پیدائش سے جوانی تک کے مراحل جن میں بعض ایسے ہیں کہ انسان بے حیثیت سا ڈھانچہ ہے اسے کامل اور مکمل توجہ کی ضرورت ہے، قدم بہ قدم رہنمائی مانگتا ہے، اس کی پرورش اس کی جسمانی عقلی اور دینی ضروریات نبھانے کی ذمہ داری ماں باپ کو سونپی گئی ہے، لیکن بسا اوقات ستم ظریف حالات کی مجبوریاں بچے کے ماں باپ میں جدائی کا پیغام لاتی ہیں انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑتا ہے۔

ایسے عالم میں اس بچے کی ذمہ داری کون اٹھائے گا جسے نشو ونما کی ضرورت ہے، جس کا ماں باپ کے اس ہنگام میں ذرا سا بھی دخل نہیں، تو اسلام نے اس کے لئے ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو خاص نہیں کیا، بل کہ اس کے لئے ماں باپ کی صلاحیت کو دیکھا جائے گا کون ہے جو اس کی پرورش کر پائے گا، اسے مکمل دینی، روحانی، جسمانی اور عقلی ضروریات فراہم کر سکے گا ماں یا باپ، اگر ماں کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ ماں کے نام اور اگر باپ کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ باپ کی پرورش میں دیا جائے گا، عربی زبان میں

اسے ''حضانۃ'' کہتے ہیں۔

۞ حضانت کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الشَّرْعِ حِفْظُ مَنْ لَّايَسْتَقِلُّ بِأَمْرِهٖ وَتَرْبِيَتُهٗ وَ وِقَايَتُهٗ عَمَّا يُهْلِكُهٗ أَوْ يَضُرُّهٗ.

''شرعی اصطلاح میں 'حضانۃ' کہتے ہیں اس کی حفاظت جو آپنے معاملات میں خودمختار نہ ہو، اس کی تربیت کرنا اور مہلک یا مضر چیزوں سے بچانا۔''

(سُبُل السّلام شرح بلوغ المرام: ٣٣٠/٢)

۞ **سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ امْرَأَةً قَالَت : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنِي هٰذَا كَانَ بَطْنِي لَهٗ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهٗ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهٗ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَأَرَادَ أَنْ يَّنْتَزِعَهٗ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْتِ أَحَقُّ بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِ.

''ایک عورت نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں نے اس بچے کو اپنے شکم میں رکھا، دودھ پلایا اور پالا پوسا۔ اس کے ابو نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے نکاح کرنے تک آپ کا زیادہ حق ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: ١٨٢/٢، سنن أبي داوٗد: ٢٢٧٦، السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٧/٨، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے (٢/ ٢٠٧) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ

نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ **حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔**

(البدر المنير : ٣١٧/٨)

❁ **علامہ خطابی رحمہ اللہ (٣٨٨ھ) فرماتے ہیں:**

لَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ الْأُمَّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ الطِّفْلِ مِنَ الْأَبِ مَا لَمْ تَتَزَوَّجْ فَإِذَا تَزَوَّجَتْ فَلَا حَقَّ لَهَا فِي حِضَانَةٍ، فَإِنْ كَانَتْ لَهَا أُمٌّ فَأُمُّهَا تَقُومُ مَقَامَهَا ثُمَّ الْجَدَّاتُ مِنْ قِبَلِ الْأُمِّ أَحَقُّ بِهِ مَا بَقِيَتْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ .

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ماں جب تک آگے شادی نہ کرلے، چھوٹے بچے پر والد سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ جب شادی کرلے، تو بچے پر کوئی حق نہیں۔ اگر ماں نہ ہو، تو نانی، پھر اوپر والی جدات حق دار ہوں گیں۔''

(مَعالم السنن : ٢٨٢/٣)

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

❁ **علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ (٥٤٣) فرماتے ہیں:**

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى ذَالِكَ .

''علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔''

(المسالك شرح موطّأ مالك : ٤٨٩/٦، القبس في شرح موطّأ مالك بن أنس، ص ٩٥٤)

❁ **ابو میمونہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں**

''میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ فرمانے لگے ایک عورت رسول

اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میرے شوہر میرے بیٹے کو مجھ سے جدا کرنا چاہتے ہیں، جب کہ میرا بیٹا مجھے فائدہ دیتا ہے اور بئرِ ابی عنبہ سے پانی بھر کر لاتا ہے۔ اس کا خاوند بھی آ کر کہنے لگا: میرے بیٹے کے متعلق کون جھگڑ رہا ہے۔ آپ ﷺ گویا ہوئے: بیٹا! یہ آپ کے ابو جان ہیں اور یہ آپ کی امی جان ہیں، جس کے ساتھ جانا چاہتے ہو، جا سکتے ہو۔ بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑا اور چلتے بنے۔''

(سنن النسائي : ٣٤٩٦، مسند الإمام أحمد : ٢٩٦/٢، سنن أبي داوٗد : ٢٢٧٧، سنن الترمذي : ١٣٥٧، سنن ابن ماجة : ٢٣٥١، وسندہٗ صحیحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۷/۴) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا فِي الْغُلَامِ الَّذِي قَدْ عَقَلَ وَاسْتَغْنٰى عَنِ الْحِضَانَةِ فَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ خُيِّرَ بَيْنَ أَبَوَيْهِ.

''یہ حکم اس بچے سے متعلق ہے، جو عاقل ہو اور کسی کی دیکھ بھال کا محتاج نہ ہو، لہٰذا جب بچہ ایسا ہو، تو اسے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا جائے گا ہے۔''

(معالم السنن : ٢٨٣/٣)

❀ ناصر السنہ، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ مطلق نہیں ہے، بل کہ جو بچہ جان پہچان رکھتا ہو، تو اس صورت حال کی استثنی ہو سکتی ہے۔ ورنہ بچے کو اختیار کا سوچا بھی نہیں جا سکتا، کیوں کہ وہ ضعیف

العقل ہے۔اس کی مزید تفصیل 'زادالمعاد' میں دیکھی جاسکتی ہے۔''

(حاشية الروضة النَّدِيَّة : ٢/٣٣٨)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم نے جسے اختیار یا قرعہ کے ذریعہ مقدم کیا ہے، وہ بچے کی مصلحت کی پیشِ نظر ہے۔ باپ کی بہ نسبت ماں زیادہ خیال رکھنے والی اور غیرت مند ہو، تو اسے مقدم کریں گے، اس حالت میں کسی قرعہ یا بچے کے اختیار کا اعتبار نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ کم عقل ہے، ڈھیل اور کھیل کود کو ترجیح دے گا۔ بچہ جب ماں باپ میں سے کسی ایسے کو اختیار کر لے، جو فضولیات میں اس کی مدد کرتا ہے، اس صورت میں بچے کا اختیار نا قابلِ التفات ہوگا اور اس کے پاس رہے گا، جو اس کے حق میں شرعی طور پر خیر اور حفاظت کا باعث ہو۔ شریعت اسی کی گنجائش دیتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں نماز چھوڑنے پر زدوکوب کرو۔ نیز بستر بھی علیحدہ کردو۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے : ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾(التحريم : ٦)'مومنو! خود اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچالو، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں۔ ماں جب اسے مکتب میں رکھے گی اور قرآن کی تعلیم سے آشنا کرے گی اور بچہ کھیل کود اور اپنے ساتھیوں کی محفل کو ترجیح دے، جب کہ باپ بھی اس سب کا اہتمام کرسکتا ہے، تو باپ بغیر کسی قرعہ کے زیادہ حق دار ہے۔ اس کے برعکس

ہو، تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی بچے میں اللہ اور رسول کے اوامر نافذ کرنے کی استعداد نہیں رکھتا اور دوسرا ان سب کا خیال رکھ سکتا ہے اور یہی حق دار ہوگا۔ میں نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا: کسی حاکم کے ہاں والدین کا ایک بچے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ قاضی کے اختیار دینے پر بچے نے باپ کو اختیار کر لیا۔ ماں نے قاضی سے کہا کہ بچے سے پوچھیے کہ باپ کو کیوں چنا؟ پوچھنے پر کہنے لگا: میری ماں مجھے روزانہ لکھاری کے پاس بھیجتی ہے اور استاذ مجھے مارتا ہے، جب کہ میرے ابو مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے دیتے ہیں، قاضی نے ماں کے حق میں فیصلہ کر کے فرمایا: آپ ہی اس کی زیادہ حق دار ہیں۔ ہمارے استاذ محترم فرمایا کرتے تھے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی اپنے بچے کی تعلیم اور فرائض کو چھوڑ دے، وہ گناہ گار ہے اور اس کی کوئی ولایت نہیں، بل کہ جو بھی بچے کے واجب امور کا اہتمام نہ کرے وہ ولایت کا اہل نہیں ہے۔ یا تو اس سے ولایت چھین کر کسی مہتمم کو دے دی جائے گی یا اس کے ساتھ کسی ایسے کو شریک کر دیا جائے گا جو واجبات کا اہتمام کروائے، کیوں کہ مقصود جہاں تک ممکن ہو اللہ و رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں: یہ کوئی موروثی حق نہیں ہے، کہ جو رشتہ داری، نکاح یا ولا سے حاصل ہو جائے اور وارث پارسا ہو یا فاسق و فاجر، بل کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں واجبات، اس کا علم اور جتنا ممکن ہو، عمل میں لانے کی بساط ہو۔ نیز فرماتے ہیں: فرض کیا ایک بندہ کسی عورت سے شادی کر لے اور وہ عورت اس کی بیٹی کا خیال رکھے، نہ اس کی مصلحت کو سمجھے۔ جب کہ اس کی

ماں اپنی سوتن سے زیادہ اس کی مصلحت کا خیال رکھتی ہے اور تربیت بھی بخوبی کر سکتی ہو۔ اس صورت حال میں پرورش ماں کا حق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے والدین میں سے کسی کو بھی مطلق طور پر مقدم نہیں کیا اور نہ ہی عمومی طور پر بچے کو اختیار دیا ہے۔ علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ پرورش کرنے میں علی الاطلاق کوئی بھی مقدم نہیں ہے۔ لہٰذا کسی سرکش اور مفرط کو نیک عادل اور محسن پر مقدم نہیں کیا جا سکتا، واللہ اعلم!''

(زاد المَعاد في هدي خير العِباد : ٤/٤٧٥)

سوال: ایک چار سالہ بچی کی والدہ فوت ہوگئی، وہ پیدائش سے ہی ننہال کے گھر میں زیر پرورش ہے اور ماں نے وفات سے پہلے یہ بچی نانی کو سپرد کر دی تھی، جبکہ بچی کا باپ اسے اپنے پاس لانا چاہتا ہے، کیا بلوغت تک بچی کی پرورش کا حق نانی کو حاصل ہے، یا بچی کا باپ اپنے پاس لا سکتا ہے؟

جواب: اگر باپ بچی کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، تو وہ اس کا حق دار ہے۔

سوال: نانی کی موجودگی میں پھوپھی کا حق حضانت حاصل ہے؟

جواب: اگر نانی بچی کی اچھی طرح دیکھ بھال کر سکتی ہے، تو حق حضانت اسی کو حاصل ہے، پھوپھی کو نہیں۔

سوال: مطلقہ ماں کو کب تک حق پرورش حاصل رہتا ہے؟

جواب: میاں بیوی میں طلاق ہو جائے، تو نابالغ بچوں کی تربیت کا زیادہ حق ماں کو حاصل ہے، الا کہ ماں کی پرورش بچے کے حق میں بہتر نہ ہو، تو یہ حق باپ کو حاصل ہو جاتا

ہے، البتہ اگر مطلقہ ماں دوسری جگہ شادی کر لے، تو اسے حق پرورش نہیں رہتا۔

❀ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ماں جب تک آگے شادی نہ کر لے، چھوٹے بچے پر والد سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ جب شادی کر لے، تو بچے پر کوئی حق نہیں۔ اگر ماں نہ ہو، تو نانی، پھر اوپر والی جدات حق دار ہوں گیں۔''

(مَعالم السنن : ۲۸۲/۳)

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

❀ علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی ذَالِكَ .

''علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔''

(المسالك شرح موطّأ مالك : ۴۸۹/٦، القبس في شرح موطّأ مالك بن أنس، ص ۹٥٤)

سوال: تین سالہ بچی کی والدہ فوت ہوگئی، تو بلوغت تک اس کی پرورش نانی نے کی، تو کیا نانی بچی کے نکاح کی ولی بن سکتی ہے؟

جواب: نکاح میں عورت کو حق ولایت حاصل نہیں، حتی کہ ماں بھی اپنی بیٹی کی ولی نہیں بن سکتی، یہ حق صرف مردوں کا ہے۔

❀ فقہائے سبعہ فرماتے ہیں:

لَا تَعْقِدُ امْرَأَةٌ عُقْدَةَ النِّكَاحِ فِي نَفْسِهَا، وَلَا فِي غَيْرِهَا .

''عورت اپنا یا کسی عورت کا نکاح نہیں کر سکتی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ۱۱۳/۷، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس کی دلیل قرآن وسنت میں بار ہا مقامات پر موجود ہے، یہی صحابہ کی عادت تھی، مرد ہی عورتوں کا نکاح کرتے تھے، یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ (اس دور میں) کسی عورت نے اپنا نکاح خود کر لیا ہو، اسی بات سے نکاح اور ناجائز آشنائی والیوں میں فرق ہوتا ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ: ۱۳۱/۳۲)

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النِّكَاحَ لَا يَصِحُّ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَّلَا تَمْلِكُ الْمَرْأَةُ تَزْوِيجَ نَفْسِهَا وَلَا غَيْرِهَا وَلَا تَوْكِيلَ غَيْرِ وَلِيِّهَا فِي تَزْوِيجِهَا، فَإِنْ فَعَلَتْ لَمْ يَصِحَّ النِّكَاحُ .

''ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں، نہ ہی عورت اپنا یا کسی اور عورت کا نکاح کر سکتی ہے، نہ اپنے ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنے نکاح کی ذمہ داری دے سکتی ہے، اگر ایسا کرے گی تو نکاح درست نہ ہوگا۔'' (المغني: ۱٤۹/٦)

❀ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نکاح میں ولی کی جو شرط لگائی گئی ہے، اس میں ولیوں کی شان کو بلند کرتا ہے اور عورتوں کا نکاح کے ساتھ منفرد ہونا یہ ان کی رسوائی ہے، جس کا باعث قلتِ حیاء، مردوں پر برجستہ ہونا اور ان کی پروا نہ کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ نکاح کو بدکاری سے تشہیر کے ساتھ جدا کیا جائے اور اس تشہیر میں سب سے زیادہ

حق دار چیز ولیوں کا حاضر ہونا ہے۔‘‘

(حجة اللّٰہ البالغة : ۲/۱۲۷)

(سوال): کیا ماں کو لڑکا اور لڑکی دونوں کی پرورش کا حق حاصل ہے؟

(جواب): ماں کو لڑکا اور لڑکی دونوں کا حق پرورش حاصل ہے، الا کہ بچوں کے لیے ماں کی پرورش بہتر نہ ہو، تو یہ حق باپ کو حاصل ہوگا، اگر باپ میں بھی صلاحیت نہیں، تو خاندان کے کسی ایسے فرد کو حق حضانت حاصل ہوگا، جس کی تربیت بچے کے لیے مفید ہو۔

(سوال): اگر بچوں کی پرورش ماں کر رہی ہے، تو ان کا نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے؟

(جواب): بچوں کا نان ونفقہ باپ کے ذمہ ہے۔

(سوال): ناجائز بچے کی پرورش کی ذمہ داری کس پر ہے؟

(جواب): اس کی ذمہ داری ماں پر ہے۔

(سوال): کیا ولدالزنا کی پرورش کرنا گناہ ہے؟

(جواب): جو بچہ دنیا میں آ چکا ہے، خواہ جائز ذریعہ سے آیا ہو یا ناجائز، بہرحال اسے زندہ رہنے کا حق ہے، اس کی پرورش کرنا ماں پر ضروری ہے۔ یہ گناہ نہیں ہے۔

(سوال): جب ماں دوسری جگہ نکاح کر لے، تو کیا بچے کی دادی دایہ گیری کر سکتی ہے؟

(جواب): اگر دادی میں پرورش کی صلاحیت ہے، تو کر سکتی ہے۔

(سوال): بچے کو دودھ پلوانا کس کے ذمہ ہے؟

(جواب): بچے کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ ہے، یعنی اگر ماں دودھ نہ پلائے، یا نہ پلا سکتی ہو، تو باپ کے لیے ضروری ہے کہ بچے کے لیے دودھ کا انتظام کرے۔

(سوال): حق پرورش کی مدت کیا ہے؟

(جواب): پرورش کی مدت بلوغت تک ہے۔

(سوال): پرورش کا خرچ کس کے ذمہ ہے؟

(جواب): پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے۔

(سوال): بچی کا ولی کون ہوگا؟

(جواب): بچی کا ولی اس کا باپ ہوگا، اگر باپ موجود نہیں، تو لڑکی کے عصبہ رشتہ داروں میں سے قریب ترین مرد اس کا ولی ہوگا۔

(سوال): خالہ اور چچا میں سے حق پرورش کسے حاصل ہے؟

(جواب): اگر خالہ میں تربیت کی قابلیت ہے، تو اسے حق پرورش حاصل ہوگا۔

(سوال): ایک بچی کے نانی اور تایا زندہ ہیں، حق پرورش کسے حاصل ہوگا؟

(جواب): بچی کی نانی میں صلاحیت ہے، تو اسے ہی حق پرورش حاصل ہوگا، البتہ ولایت تایا کو حاصل ہوگی۔

(سوال): پھوپھی اور تائی میں حق پرورش کسے حاصل ہوگی؟

(جواب): اگر پھوپھی میں پرورش کی قابلیت ہے، تو اسے ہی حق پرورش حاصل ہوگا۔

(سوال): میاں بیوی میں طلاق ہوئی، ان کی چھوٹی بچی ہے، اس کی حضانت کا حق کسے حاصل ہوگا، جبکہ بچی کی ماں فاحشہ ہے؟

(جواب): ماں اور باپ میں سے حق حضانت ماں کو تب حاصل ہوگا، جب وہ بچے کی اچھی تربیت کی صلاحیت رکھتی ہو، مذکورہ صورت میں چونکہ ماں فاحشہ ہے، تو ایسی ماں کو بچی کی پرورش کا حق دینا خود بچی کے لیے نقصان دہ ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ بچی کی پرورش کا حق اسے دیا جائے، تو اس کی اسلامی نہج پر تعلیم و تربیت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اگر باپ

یہ کرسکتا ہے، تو اسے یہ حق حاصل ہوگا، ورنہ خاندان کے جس فرد میں یہ صلاحیت موجود ہو، وہ ہی اس بچے کی حضانت کا حق دار ہے۔

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بچے کو اختیار دینا ثابت ہے۔ خلفائے راشدین اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی ملتا ہے۔ صحابہ میں تو کوئی اس کا مخالف تھا نہ منکر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حد درجہ کا انصاف ہے، کیوں کہ عورت کو بچے کے بچپن کا خیال رکھ کر مقدم کر دیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں بچے کو اٹھانے، دودھ پلانے، تربیت اور وہ دیکھ بھال، جسے صرف عورتیں ہی کرسکتی ہیں، کے لیے ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ماں والدین میں ایک ہے، اسے والد پر مقدم کیسے کیا جا سکتا ہے؟ جب بچہ ایسی عمر کو پہنچ جائے، جس میں خود کا خیال رکھ سکتا ہو، اٹھنے بیٹھنے میں کسی کا محتاج نہ ہو اور کسی عورت کی مدد کا ضرورت مند نہ رہے، تو ماں باپ کا حق برابر ہو جائے گا اور ماں کو مقدم کرنے والا سبب زائل ہو جائے گا۔ لہٰذا والدین کا حق برابر ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم کسی قرینے کی بنا پر کیا جائے گا۔ یہ قرینہ قرعہ کی صورت میں خارجی ہوگا یا بچے کو اختیار دینے کی صورت میں ہوگا۔ دونوں صورتیں سنت سے ثابت ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں صورتیں جمع ہیں۔ ہم دونوں کو معتبر سمجھتے ہیں، کسی ایک کی وجہ سے دوسرے کو ٹھکراتے نہیں۔ اسے مقدم کرتے ہیں، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا۔ اسے مؤخر کرتے ہیں، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر کیا ہے۔ لہٰذا بچے کے

اختیار کو مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ قرعہ کی طرف تب التفات کیا جائے گا، جب
تمام حقوق برابر ہوں اور اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ ہو۔ یوں کیا جائے گا
کہ بچے کو اختیار دے کر والدین میں سے کسی ایک کو مقدم کیا جائے گا۔ اگر بچہ
کسی کو بھی اختیار نہ کرے یا دونوں کو اختیار کر لے، تو قرعہ اندازی کی جائے
گی۔ جس مسئلہ میں سنت کا موافقت نہ ہو، اس میں قرعہ اندازی بہترین،
انصاف پر مبنی اور تنازع کرنے والوں کی رضامندی کے ساتھ فیصلہ کرنے کی
پختہ صورت ہے۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں ایک اور
صورت یہ ہے کہ اگر بچہ کسی کو بھی اختیار نہ کرے، تو بچہ بغیر کسی قرعہ کے ماں
کے پاس ہی رہے گا، کیوں کہ ''حضانہ'' ماں کا حق ہے، جو صرف بچے کے
اختیار سے ہی منتقل ہو سکتا ہے۔ اگر بچہ اختیار نہ کرے، تو ہر صورت ماں کے
پاس ہی ہوگا۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : ٤٦٨/٥)

(سوال): جب ماں فاجرہ ہو، تو کیا اسے حق پرورش حاصل ہوگا؟

(جواب): فاجرہ ماں کو حق پرورش دینا بچے کی تربیت کے لیے خطرناک ہے، اس کی دنیا و آخرت برباد ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے حکمت کا تقاضا ہے کہ ایسی ماں کو حق حضانت دینے کے بجائے خاندان کے اس فرد کو دیا جائے، جو بچے کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کر سکے اور اسے اچھا مسلمان اور اچھا شہری بنائے۔

(سوال): حق پرورش میں کیا ترتیب ہے؟

(جواب): علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارے استاذ محترم علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک اور ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مسئلہ حضانت میں یہ کہنا انتہائی مناسب ہوگا کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں شفقت، تربیت اور لطف وکرم کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس کا زیادہ حق دار بھی وہی ہے، جو اس بچے کے زیادہ قریب ہو اور ان صفات کا زیادہ حامل ہو۔ یہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی ہو سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی زیادہ قریبی اور ان صفات سے متصف کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اگر ان صفات کے حاملین میں دو یا زیادہ برابر ہو جائیں۔ اگر ان کے درجات برابر ہوں، تو مؤنث کو مذکر پر ترجیح دی جائے گی۔ لہٰذا ماں کو باپ پر، دادی کو دادا پر، خالہ کو ماموں پر، پھوپھی کو چچا پر اور بہن کو بھائی پر ترجیح دی جائے گی۔ اگر دو برابر مذکر یا مؤنث جمع ہو جائیں، اسے قرعہ کے ذریعے مقدم کیا جائے گا۔ اگر بچے کے ساتھ ان کے درجات مختلف ہوں اور قرابت ایک ہی جہت سے ہو، تو بہن کو بیٹی پر، بچے کی خالہ کو والدین کی خالہ پر، والدین کی خالہ کو دادا کی خالہ پر اور نانا و نانی کو اخیافی بھائی پر مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ حضانہ کے مسئلہ میں ابو اور چچا کی جہت بھائیوں کی جہت سے زیادہ قوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخیافی بھائی کو مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ میراث میں نانا سے زیادہ قوی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب میں یہ دونوں صورتیں موجود ہیں۔''

(زاد المعاد في هَدي خير العِباد : ٥/٥٠)

سوال: کیا بیوی کے نان ونفقہ کا بندوبست کرنا شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: بیوی کے بنیادی اخراجات اور رہن سہن کا انتظام کرنا شوہر کے ذمہ ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة : ٢٣٣)

''باپوں پر دستور کے مطابق بیویوں کا روٹی کپڑا ہے، ہر کسی کو اس کی وسعت کے مطابق مکلّف ٹھہرایا جائے گا۔''

سوال: عورت جہیز میں جو کچھ لے کر آئی ہے، اس کا مالک کون ہے؟

جواب: قطع نظر اس کے کہ جہیز لینا دینا جائز ہے یا نہیں، جہیز عورت کی ملکیت ہے، وہ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہے۔

سوال: وفات شوہر کی عدت کے دوران کیا عورت نان ونفقہ کی حق دار ہوگی؟

جواب: عدت وفات شوہر والی عورت اگر حاملہ ہے، تو وہ نان ونفقہ کی حق دار ہوگی، جس کی ادائیگی شوہر کی جائیداد سے کی جائے گی، اگر عورت حاملہ نہیں، تو اس کا خرچہ کسی کے ذمہ نہیں۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

(الطّلاق : ٦)

''عورتیں حاملہ ہوں، تو وضع حمل تک ان پر خرچ کریں۔''

❀ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا .

''آپ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، الا کہ آپ حاملہ ہوتیں۔''

(سنن أبي داود : ٢٢٩٠، وسندهٔ صحيحٌ)

سوال: مرنے والے کی لڑکی کا ولی کون ہوگا؟

جواب: لڑکی کا باپ موجود نہ ہو، تو اس کے عصبہ رشتہ داروں میں قریب ترین مرد ولی ہوتا ہے، مذکورہ صورت میں اگر لڑکی کا دادا زندہ ہے، تو وہ ہی ولی ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے نکاح کرواتے وقت کہا تھا کہ اگر یہ اپنی زوجہ کو نان ونفقہ نہ دے گا، تو اس کا میں ضامن ہوں، پھر شوہر نے بیوی کو نان ونفقہ نہ دیا، تو کیا عورت ضامن سے نان ونفقہ کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

جواب: ضامن سے مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال: جس عورت کو تیسری طلاق ہو جائے اور وہ ابھی عدت میں ہو، تو کیا دوران عدت اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: شوہر پر اس وقت نان ونفقہ واجب ہے، جب عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے، اگر تیسری طلاق ہو چکی ہے، تو اس کے بعد چونکہ رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا طلاق بائن کی عدت میں اس پر نان ونفقہ واجب نہیں۔

❀ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ .

''رجعی طلاق میں ہی عورت کے لیے نفقہ وسکنی ہے۔''

(سنن النّسائي : ٣٤٠٣، وسندهٔ صحيحٌ)

اس پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيَّةِ أَنَّهَا تَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ، وَالسُّكْنٰى عَلٰى زَوْجِهَا .

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ طلاقِ رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ وسکنی خاوند کے ذمہ ہے۔''(شرح السُّنّة : ۳۰۲/۹)

سوال: کیا اولاد کی تعلیم وتربیت اور شادی بیاہ کے اخراجات باپ کے ذمہ ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: چھوٹے بچے کا خرچہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: چھوٹے بچے کا خرچہ اس کے باپ کے ذمہ ہے۔

سوال: شوہر بیوی کو اپنے ساتھ سفر پر لے جانا چاہتا ہے، مگر بیوی انکار کرتی ہے، کیا اس بنا پر شوہر اس کا نان ونفقہ بند کرسکتا ہے؟

جواب: بیوی کو بلا وجہ انکار نہیں کرنا چاہیے، البتہ بیوی کے انکار کے باوجود شوہر پر نان ونفقہ کی ادائیگی ضروری ہے، ورنہ وہ گناہ گار ہوگا۔

سوال: اگر بیوی بلا وجہ شوہر کے مکان میں نہ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شوہر کے ذمہ بیوی کے نان ونفقہ اور رہائش کا بندوبست کرنا ہے، اس کے باوجود اگر بیوی شوہر کے مکان میں جانے سے انکار کرے، تو وہ گناہ گار ہوگی، کیونکہ اس پر شوہر کی اطاعت فرض ہے۔

سوال: کیا شوہر پر بیوی کی سابقہ اولاد کا خرچہ ادا کرنا بھی ضروری ہے؟

جواب: بیوی کی سابقہ اولاد کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں، البتہ اگر بیوی نے نکاح کے وقت ایسی کوئی شرط عائد کی تھی، تو اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

(سوال): کیا بوڑھے والدین کا نان ونفقہ اولاد کے ذمہ ہے؟

(جواب): جب والدین بڑھاپے میں پہنچ جائیں اور مالی وجسمانی طور پر محتاج ہو جائیں، تو ان کی خدمت خاطر کرنا اور ان کی تمام تر بنیادی ضروریات کا خیال رکھنا اولاد کے ذمہ ہے، والدین سے حسن سلوک کا یہی تقاضا ہے، ورنہ اولاد گناہ گار ہوگی۔

❀ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منبر لائیں۔ ہم منبر لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا بیوی شوہر کو گھر میں آنے سے روک سکتی ہے، جبکہ گھر شوہر کا ہی ہے؟

(جواب): بیوی شوہر کو گھر آنے سے منع نہیں کر سکتی۔

(سوال): ایک شخص نے نکاح کیا، پھر تین سال تک بیوی کی خبر نہ لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب نکاح ہو جائے، تو شوہر پر بیوی کے بنیادی اخراجات کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے، اگر وہ اس کی خبر گیری نہیں کرتا، تو گناہ گار ہوگا، البتہ اس سے نکاح میں کچھ خلل نہیں آئے گا، نہ ہی طلاق واقع ہوگی۔

(سوال): جس مطلقہ کی عدت ختم ہو جائے، تو کیا آگے نکاح تک اس کا نفقہ پہلے شوہر کے ذمہ رہتا ہے یا نہیں؟

(جواب): شوہر پر حالت نکاح اور طلاق رجعی کی عدت کے ختم ہونے تک بیوی کا نفقہ ادا کرنا ضروری ہے، اس کے بعد نفقہ ادا کرنا شوہر کے ذمہ نہیں۔

(سوال): اگر مطلقہ دوران عدت شوہر کا گھر چھوڑ کر باپ کے گھر چلی جائے، تو کیا اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے؟

(جواب): اگر اپنی مرضی سے گئی ہے، تو اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں۔

(سوال): شوہر بیوی کے کسی جرم کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کر لے اور طلاق نہ دے، تو کیا اس پر بیوی کا نان ونفقہ واجب ہے؟

(جواب): جب تک شوہر بیوی کو طلاق نہ دے، تو الگ رہنے سے بھی اس کی بیوی ہی رہتی ہے، لہٰذا اس صورت میں بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔

(سوال): کیا سسر اپنے داماد کو دوسری شادی سے روک سکتا ہے؟

(جواب): مرد کو دوسری شادی کا حق حاصل ہے، کوئی فرد بشر یا قانون اسے پابند نہیں کر سکتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَالِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا﴾(النّساء: ۳)

''اگر اندیشہ ہو کہ آپ یتیم اور نابالغ بچیوں میں عدل نہیں کر پاؤ گے، تو کہیں اور پسند کی شادی کرلو۔ دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کر سکتے ہو، البتہ ایک سے زائد بیویوں میں عدل نہ کرسکو، تو صرف ایک شادی کرو، یا پھر لونڈی رکھ لو، یہ بے اعتدالی سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔''

سوال: کیا زانیہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: جب تک بیوی عقد میں ہے، اس کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے، اب بیوی نیک ہو یا بدچلن، زانیہ ہو یا عفیفہ، بہرصورت وہ نان ونفقہ کی حق دار ہے۔

سوال: جو عورت شوہر کی نافرمان ہے اور روکنے کے باوجود گھر سے باہر جائے، تو کیا ایسی بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے؟

جواب: ایسی نافرمان بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں۔

سوال: اگر بیوی شوہر کی مرضی سے میکے میں رہے، تو کیا وہ خرچہ کی حق دار ہے؟

جواب: اس صورت میں وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے۔

سوال: مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: اس کا نان ونفقہ شوہر کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

سوال: کیا عنین (نامرد) کے ذمہ بیوی کا نان ونفقہ ہے؟

جواب: جی ہاں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا طلاق یافتہ عورت کو مہر اور عدت کا نفقہ ملے گا؟

جواب: طلاق یافتہ عورت مہر اور عدت کے نفقہ کی مستحق ہے۔

سوال: نفقہ کی کتنی مقدار شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: نفقہ کی کوئی مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی، شوہر کی حیثیت کے مطابق نفقہ واجب ہوگا۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ﴾ (البقرة: ۲۳٦)

''آسودہ حال پر اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست پر اپنی بساط کے مطابق۔''

سوال: کیا نکاح باطل کا نفقہ واجب ہے؟

جواب: نکاح باطل منعقد نہیں ہوتا، اس لیے اس میں نفقہ واجب نہیں، البتہ دخول کی صورت میں مہر واجب ہوگا؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ

مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا بیوی کا علاج کرانا شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: شوہر پر بیوی کی تمام بنیادی ضروریات کو پورا کرنا ضروری ہے اور علاج ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، لہٰذا بیوی کے علاج معالجہ کے اخراجات بذمہ شوہر ہیں۔

سوال: کیا نکاح کے وقت مرد کی خوشحالی یا تنگ دستی کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: جس مرد سے ناطہ قائم کیا جا رہا ہے، اس کی تنگ دستی یا خوشحالی کو دیکھنا جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، البتہ یہ معیار نہیں ہونا چاہیے، اصل معیار دین داری اور شرافت ہے، باقی سب چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

❀ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انہیں غیر موجودگی میں بتّہ طلاق دے دی اور اپنے وکیل کے ہمراہ کچھ جَو بھیجے، تو وہ (یہ تھوڑے سے جَو دیکھ کر) اس سے ناراض

ہوئیں، اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ذمہ آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ان کے ذمہ آپ کا کوئی نفقہ نہیں۔ اسے ام شریک کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا: وہ (ام شریک) ایسی خاتون ہیں کہ اس کے پاس میرے صحابہ بکثرت آتے جاتے ہیں، لہٰذا آپ ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار لیں، کیوں کہ وہ نابینا آدمی ہیں اگر آپ کسی وقت (فوری) کپڑے اتار بھی دیں، تو کوئی حرج نہیں اور جب عدت پوری کر لو، تو مجھے اطلاع دینا۔ وہ بیان کرتی ہیں: جب عدت مکمل ہوگئی، تو میں نے آپ کو اطلاع دی کہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوجہم تو مارتا بہت ہے اور معاویہ فقیر آدمی ہے اس کے پاس کوئی مال نہیں، لہٰذا آپ اسامہ بن زید سے نکاح کر لیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے وہ پسند نہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اسامہ بن زید سے شادی کر لیں۔ میں نے ان سے نکاح کر لیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی خیر و برکت کی کہ میں ان پر رشک کرنے لگی۔''

(صحیح مسلم: 1480، المنتقی لابن الجارود: 760)

سوال: اگر وکیل شوہر پر نفقہ کی مقدار مقرر کر دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت نے شوہر پر نفقہ کی مقدار مقرر نہیں کی، بلکہ اس کی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس پر فرض کی ہے، لہٰذا کسی وکیل، جج یا قاضی کے نفقہ کی مقدار مقرر کرنے سے شوہر پر وہ مقدار فرض نہیں ہو جاتی۔

سوال: جس عورت کو شوہر نے علیحدہ کر دیا، وہ اسے طلاق دیتا ہے، نہ اپناتا ہے،تو کیا اس دوران شوہر پر نفقہ واجب ہے؟

جواب: ایسی عورت کو ''معلقہ'' کہتے ہیں، اس کا نفقہ بذمہ شوہر ہے۔عدم ادائیگی کی صورت میں گناہ گار ہوگا۔

سوال: کیا شوہر پر اولاد کا نفقہ واجب ہے؟

جواب: شوہر پر اپنی اولاد کا نفقہ واجب ہے۔

سوال: دوران زچگی جو اخراجات ہوں، اس کی ادائیگی کس کے ذمہ ہے؟

جواب: شوہر کے ذمہ ہے۔

سوال: بیوی اپنے نفقہ میں سے کچھ بچا بچا کر جمع کرے،تو اس کا مالک کون ہوگا؟

جواب: وہ بیوی کی ملکیت ہوگی۔

سوال: بیوی شوہر کے گھر جانا چاہتی ہے،مگر شوہر نہیں لاتا،تو کیا اس پر نفقہ ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔

سوال: جو عورت شوہر کا روپیہ لے کر گھر سے بھاگ جائے، کیا شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں شوہر پر نفقہ واجب نہ ہوگا۔

سوال: نابالغہ بہن کا نان ونفقہ بھائیوں پر واجب ہے یا نہیں، جبکہ ان کا باپ وفات پا چکا ہے؟

جواب: بھائیوں پر نابالغہ محتاج بہن کا نان ونفقہ واجب ہے، کیونکہ بھائی ہی اس کے وارث ہیں۔

(سوال): اگر لڑکی شوہر کے پاس آنا چاہے، مگر اس کے والدین نہ بھیجیں، تو کیا شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا؟

(جواب): شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔

(سوال): جب شوہر بیوی کو نفقہ دے، مگر اپنے گھر نہ لائے، تو کیا طلاق ہوگی؟

(جواب): جب تک شوہر طلاق نہیں دیتا، طلاق نہیں ہوگی۔

(سوال): جو شوہر غربت کی وجہ سے حق مہر ادا نہیں کر سکتا، تو کیا اسے مہلت دی جا سکتی ہے؟

(جواب): اسے مہلت دینی چاہیے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ (البقرة: ۲۸۰)

''تنگ دست کو آسودہ حالی تک مہلت دی جائے۔''

(سوال): کیا بیوہ حاملہ مکان فروخت کر کے نفقہ لے سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، لے سکتی ہے۔

(سوال): قرآن کریم کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

(جواب): قرآن کریم کی قسم اٹھانا جائز ہے، کیوں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی

اختلاف نہیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے؛ باللہ، تاللہ، واللہ۔''

(التّمهيد لما في المؤ طّأ من المعاني والأسانيد : ١٤/٣٦٩)

❁ امام ابوجعفر احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

''جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن دو ہیں یا موجودہ قرآن حکایت ہے، تو وحدہ لاشریک اللہ کی قسم! وہ زندیق کافر ہے۔ یہ قرآن وہی ہے، جو اللہ نے جبریل کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل کیا، اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا کہ باطل اس میں نہ سامنے سے آسکتا ہے، نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے اور تعریف کیے گئے (رب) کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨) (کہہ دیجئے کہ جن وانس اگر اس لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں گے، تو ایسا ممکن نہیں۔) ایک شخص قسم اٹھا لے کہ آج کوئی بات نہیں کرے گا، پھر نماز پڑھ لے یا قرآن پڑھ لے یا نماز میں سلام کہہ دے، تو قسم کا کفارہ لازم نہیں ہو گا، کیوں کہ قرآن کو کسی دوسرے کلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے ابتدا اور اسی پر انتہا ہے۔ اللہ کے اسما اس کی صفات یا اس کا علم کوئی بھی مخلوق نہیں ہے۔''

(اختصاص القرآن بعوده الرّحمن الرّحيم للضّياء المقدسي، ص ٣٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّ

اسْمَ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلوقٍ، وَّمَنْ حَلَفَ بِالْكَعْبَةِ أَوْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَّذَاكَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ.

''جس نے اللہ کے کسی نام کی قسم کھائی اور اسے نبھا نہ سکا، اس پر کفارہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نام مخلوق نہیں ہیں۔ جس نے کعبہ یا صفا و مروہ کی قسم اٹھائی، اس پر کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ مخلوق ہیں اور اللہ کا نام مخلوق نہیں ہے۔''

(آداب الشّافعي ومناقبه لابن أبي حاتم، ص ١٩٣، حلية الأولياء لأبي نعيم: ١١٣/٩، السّنن الكبرٰى للبيهقي: ٢٨/١٠، مناقب الشّافعي للبيهقي: ٤٠٥/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَسْمَاءُ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ، وَّمَنْ زَعَمَ أَنَّ أَسْمَاءَ اللّٰهِ مَخْلُوقَةٌ فَقَدْ كَفَرَ.

''قرآن میں اللہ کے نام ہیں اور قرآن اللہ کا علم ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نام مخلوق ہیں، وہ بھی کافر ہے۔''

(المحنة لأبي الفضل صالح بن أحمد بن حنبل، ص ٦٩)

❁ صاحب ہدایہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ ...... وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهٗ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ.

''جو غیر اللہ کی قسم اٹھائے، اس کی قسم بے اثر ہے، مثلاً، نبی ﷺ یا کعبہ کی قسم

اٹھانا......قرآن کی قسم بھی غیر متعارف ہے اس لئے نہیں اٹھانی چاہیے۔''

(الهداية : ٣١٨/٢)

۞ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (٨٦١ھ) لکھتے ہیں:

''یہ مخفی نہیں کہ قرآن کی قسم اٹھانا اب متعارف ہو چکا ہے، اب اسے قسم تصور کیا جائے گا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو کہا کہ قرآن کی قسم اٹھانا درست نہیں، اس کی یہ علت بیان کرنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ کا غیر ہے، قرآن مخلوق ہے، غیر مخلوق تو کلام نفسی ہے، گو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا قرآن تو صرف وہ حروف ہیں، جن کا اپنا وجود تو عالم اسباب میں نہیں، البتہ موجودہ قرآن میں استعمال ہونے والے حروف پر دلالت کناں ضرور ہیں، سو اگر موجودہ حروف ہی کو کلام اللہ مان لیا جائے، تو حقیقی کلام الہٰیہ کو معدوم کہنا ناممکن ہو جائے گا۔ (ثابت ہوا کہ موجودہ حروف مخلوق ہی ہیں)، لیکن اگر عوام سے کہا جائے کہ قرآن مخلوق ہے، تو وہ یہی سمجھیں گے کہ مطلقا کلام اللہ ہی کو مخلوق کہا جا رہا ہے، (اس لئے نہیں کہتے) اب رہا مسئلہ قرآن کی قسم کا تو یہ قسم اٹھاتے وقت عرف پر محمول کرنا واجب ہو گا۔''

(فتح القدير : ٦٩/٥، البحر الرّائق لابن نجيم : ٣١١/٤)

۞ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) لکھتے ہیں:

''قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے، کیوں کہ یہ ہمارے زمانے میں متعارف ہو چکا ہے۔ اس کی بات قابل التفات نہیں، جو

کہتا ہے کہ قرآن کی قسم نہیں اٹھائی جاسکتی کہ یہ مخلوق ہے، قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے، کیوں کہ معلوم ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں کلام ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : ٨٦/٤ـ٨٧)

سوال: کیا اپنے ایمان کی قسم اٹھانا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کی اٹھانی چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا، تو اسے طلاق دے دوں گا، پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح صحیح ہے، اسے چاہیے کہ یا قسم پوری کر کے طلاق دے دے، ورنہ قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

سوال: کیا قسم کو پورا کرنا ضروری ہے؟

جواب: اگر انسان کسی معاملہ پر قسم اٹھائے، بعد میں اسے معلوم ہو کہ دوسرا معاملہ بہتر ہے، تو اسے چاہیے کہ دوسرا کام سرانجام دے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے، اس صورت میں اس پر قسم کو پورا کرنا ضروری نہیں۔

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ، فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا.

''میں کسی کام پر قسم اٹھاتا ہوں، بعد ازاں محسوس کرتا ہوں کہ دوسرا کام اس سے بہتر ہے، تو میں بہتر کام کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3133، صحيح مسلم : 1649)

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ وَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَّكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ .

''جب آپ کوئی کام کرنے کی قسم کھائیں، پھر (کوئی) دوسرا کام اس سے بہتر دیکھیں، تو بہتر کام کرلیں اور قسم کا کفارہ دے دیں۔''

(صحيح البخاري : 6722، صحيح مسلم : 1652)

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاق رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہوگئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔'' اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔'' (سنن أبي داود : ٢٠٨٧، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: ایک شخص نے دل میں قسم اٹھائی کہ وہ بیوی سے ہم بستری نہیں کرے گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): قسم کا تعلق زبان سے ہے، دل سے نہیں۔ جب تک زبان سے قسم نہیں اٹھائے گا، اس پر قسم کو پورا کرنا یا توڑنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا واجب نہیں۔

(سوال): ''ان شاء اللہ'' کے ساتھ قسم اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قسم کے متصل بعد ان شاء اللہ کہنے سے قسم بے اثر ہو جاتی ہے، پھر اگر اس قسم کا لحاظ نہ رکھے، تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو شخص یوں قسم اٹھائے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ کل میں قرضہ یا دیت ادا کر دوں گا یا غصب شدہ چیز لوٹا دوں گا یا ظہر یا عصر پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا وغیرہ، پھر اگر وہ اس قسم کو پورا نہیں کر سکا تو کفارہ نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے ان شاء اللہ کہہ دیا تھا کہ اللہ چاہے گا، تو کروں گا اور اللہ نے نہیں چاہا کہ وہ ایسا کرے۔''

(مجموعة الرّسائل والمسائل: ۱۵۱/۵)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

''کسی کام پر قسم اٹھانے کے بعد اگر کہے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ میں فلاں کام کروں گا یا ایسے کہے کہ اگر اللہ نے چاہا، تو یہ کام کروں گا، یا کہے: اگر اللہ نے نہ چاہا تو نہیں کروں گا۔ ایسے الفاظ کا استعمال بھی درست ہے کہ اگر میں چاہوں گا کر دوں گا نہ چاہا، تو نہیں کروں گا یا یوں کہے کہ کام کروں گا، اگر اللہ نے میرا ارادہ نہ بدلا یا مجھے کوئی اور کام نہ کرنا پڑا تو، اسی طرح قسم کو کسی ذات کے ساتھ معلق کر دینا کہ اگر فلاں نے چاہا تو کروں گا ورنہ نہیں، تو یہ سبھی صورتیں

قسم کو بے اثر کر دیتی ہیں۔ اب اگر یہ قسم توڑ بھی دے، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔''

(المُحلّٰی بالآثار : ٣٠١/٦)

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اللہ کے نبی سیدنا سلیمان بن داود علیہما السلام نے قسم اٹھائی کہ آج رات ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا، سبھی بیٹا جنم دیں گی اور وہ سب بیٹے اللہ کے رستے میں قتال کریں گے۔ آپ کے ساتھی یا فرشتے نے عرض کیا: ان شاء اللہ کہہ لیجئے، سیدنا سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، تو ایک ہی عورت کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور وہ بھی معذور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے، تو ان کی قسم بھی نہ ٹوٹتی اور حاجت برآوری بھی ہو جاتی۔''

(صحيح مسلم : ١٦٥٤)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِينٍ، فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنٰی .

''ان شاء اللہ کہہ کر اٹھائی جانے والی قسم پر کفارہ نہیں ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٠/٢، سنن أبي داود : ٣٢٦١، سنن النّسائي : ٣٨٦٠، سنن التّرمذي : ١٥٣١، سنن ابن ماجه : ٢١٠٥، وسندهٗ صحيحٌ)

مسند حمیدی (۶۰۷) میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے، ان کے بہت سارے متابع بھی ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن''، امام ابن الجارود (۹۲۸)، امام ابوعوانہ (۵۹۹۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۳۳۹) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنٰی ، فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ .

''جس نے ان شاءاللہ کہہ کر قسم اٹھائی، وہ چاہے، تو کام کرے، چاہے تو چھوڑ دے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔''(سنن أبي داود : ٣٢٦٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں؛

''اس حدیث پر اکثر اہل علم صحابہ کا عمل ہے کہ اگر ان شاءاللہ کہہ کر قسم اٹھائی جائے، تو اس قسم پر کفارہ نہیں ہوگا۔ یہ سفیان ثوری، اوزاعی، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ١٥٣١)

❁ راویٔ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : وَاللّٰهِ! ثُمَّ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ لَمْ يَفْعَلِ الَّذِي حَلَفَ عَلَيْهِ، لَمْ يَحْنَثْ .

''جس نے یوں قسم اٹھائی کہ اللہ کی قسم! ان شاءاللہ میں یہ کام کروں گا۔ پھر وہ کام نہیں کیا، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔''

(مؤطّأ الإمام مالك : ٤٧٧/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كُلُّ اسْتِثْنَاءٍ مَّوْصُولٌ، فَلَا حَنَثَ عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ مَوْصُولٍ، فَهُوَ حَانِثٌ .

''ان شاءاللہ قسم کے ساتھ ہی کہہ دے، تو کفارہ نہیں ہے، لیکن قسم کے ساتھ نہ کہے، تو کفارہ ہوگا۔''(السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٤٧/١٠، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي وَاللّٰهِ -إِنْ شَاءَ اللّٰهُ - لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ، فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا .

''اللہ کی قسم! ان شاء اللہ، میں جس بھی کام پر قسم اٹھاتا ہوں، بعدازاں محسوس کرتا ہوں کہ دوسرا کام اس سے بہتر ہے، تو میں بہتر کام کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3133، صحيح مسلم : 1649)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِي أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ قَوْلَهٗ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ يَمْنَعُ انْعِقَادَ الْيَمِينِ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ مُتَّصِلًا .

''قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان شاء اللہ کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوتی، بشرطیکہ قسم کے متصل بعد کہا جائے۔''

(شرح النووي : 119/11)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ إِنْ كَانَ فِي نَسَقِ الْكَلَامِ دُونَ انْقِطَاعٍ بَيِّنٍ فِي الْيَمِينِ بِاللّٰهِ أَنَّهٗ جَائِزٌ .

''اس پر اجماع ہے کہ اگر ان شاء اللہ کلام کے فوراً بعد کہا جائے، اس طرح کہ کلام اور ان شاء اللہ میں واضح انقطاع نہ ہو، تو یہ طریقہ جائز ہے۔''

(التّمهيد لما في المُوَطّأ من المعاني والأسانيد : ٣٧٤/١٤)

❁ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں؛

إِجْمَاعٌ لِّلْأُمَّةِ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَكَمَ بِأَنَّ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ حَلَفَ فَإِنَّهٗ إِنْ فَعَلَ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَفْعَلَهٗ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ تَلْزَمُهٗ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْ شَاءَ لَأَ نْفَذَهٗ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾ .

''امت کا اجماع ہے کہ جو ان شاء اللہ کہہ کر کسی بھی کام پر قسم اٹھالے، تو اختیار ہے کہ چاہے تو کرے، چاہے تو نہ کرے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا، یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ اگر اللہ چاہتا، تو وہ کام ہو جاتا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾ (ان شاء اللہ کہے بغیر کبھی نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کروں گا۔)''

(الفِصَل في المِلَل : ٣/٨٦)

قسم میں استثنا کی شرائط:

① قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کا مقصد یہ ہو کہ میں اللہ کی مشیت پر چھوڑ رہا ہوں، قسم فقط تبرک کے لئے نہ ہو۔

② قسم جس وقت اٹھائی جائے، ان شاء اللہ بھی اسی وقت کہا جائے، بعد میں کہنے کا فائدہ نہیں۔

③ صرف دل میں ان شاء اللہ کہنا کافی نہیں، بلکہ زبان سے بھی کہنا ہوگا۔

فائدہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے **منسوب** ہے:

إِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ عَلٰى يَمِينٍ فَلَهٗ أَنْ يَسْتَثْنِيَ وَلَوْ إِلٰى سَنَةٍ .

''اگر کوئی قسم اٹھالے، تو سال بعد بھی ان شاء اللہ کہہ کر استثنا کرسکتا ہے۔''

(المستدرك على الصَّحيحين للحاكم : ٣٣٦/٤، ح : 7833)

اس کی سند ضعیف ہے، اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا، پھر کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔

سوال: نابالغ لڑکا قرآن کریم اٹھائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: شریعت کے کسی کام پر برادری والوں سے عہد لینا کیسا ہے؟

جواب: بہت اچھا ہے۔

سوال: غیر اللہ کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے، خواہ نبی کریم ﷺ، خانہ کعبہ، امانت، جان ومال، جسم وروح وغیرہ کی ہو۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دورانِ سفر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باپ کی قسم کھاتے سنا، تو فرمایا:

اَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ .

''اللہ نے آبا واجداد کی قسم کھانے سے منع کیا ہے، چنانچہ جس نے قسم کھانی ہو، وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ خاموش ہو رہے۔''

(صحيح البخاري : 6646، صحيح مسلم : 1646)

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ .

''نہ اپنے آبا کی قسمیں کھاؤ اور نہ ہی بتوں کی۔''

(صحيح مسلم : 1648)

امانت کی قسم کھانے کی شدید ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا .

''جس نے امانت کی قسم کھائی، وہ ہم میں سے نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 352/5، سنن أبي داوٗد : 3253، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (4363) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (298/4) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ .

''جو غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائے، اس کی قسم قبول نہیں، جیسے وہ نبی اور کعبہ کی قسم اٹھادے۔''

(الهِداية : 318/2، طبع بيروت)

۞ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْحَلِفَ بِالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ حَلِفٌ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''کیونکہ نبی ﷺ اور کعبہ کی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی قسم ہے۔''

(البحر الرّائق : 311/4)

(سوال): دو آدمی باہم جھگڑ پڑے، تو ایک نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر میں تمہاری جائیداد میں سے کچھ کھاؤں، تو میں نبی ﷺ کے دین سے خارج ہو جاؤں، پھر وہ اس کا وارث بن گیا، اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ قسم معتبر ہے، اسے چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور جائیداد میں اپنے حصہ کی وراثت حاصل کر لے۔

(سوال): زید نے عمر سے کہا کہ اللہ کی قسم، تم کو یہ کام کرنا ہے، مگر عمر نے وہ کام نہ کیا، تو کیا زید حانث ہوگا؟

(جواب): زید حانث ہوگا۔

(سوال): اگر کوئی کہے کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں یہ کام ضرور کروں گا، پھر اس نے وہ کام نہیں کیا، تو کیا حانث ہوا یا نہیں؟

(جواب): یہ قسم نہیں ہے، لہٰذا حانث نہیں ہوا۔

(سوال): ایک شخص نے خنزیر کھانے کی قسم کھائی، پھر قسم توڑ دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): خنزیر نجس العین اور حرام ہے، جس نے خنزیر کھانے کی قسم توڑی، اس نے اچھا کیا، بہرحال اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

(سوال): کیا ماضی کے کسی معاملہ پر جھوٹی قسم کھانے سے کفارہ لازم ہوتا ہے؟

(جواب): ماضی کے کسی معاملہ پر جھوٹی قسم کھانے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا، البتہ ایسا شخص گناہ گار ہوگا، مثلاً کوئی شخص کہے کہ اللہ کی قسم! میں نے فلاں شخص کو اتنے روپے قرض دیے تھے، مگر دیے نہ ہوں، تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا، البتہ یہ گناہ گار ہے، اس پر توبہ لازم ہے۔ کفارہ حال یا مستقبل کے کسی معاملہ پر قسم اٹھا کر اسے توڑنے پر واجب ہوتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کسی بھی معاملے میں مسلمان آدمی سے مال چھیننے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران : 77) (جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔) اشعث بن قیس آ کر پوچھنے لگے: ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ کیا بیان کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: یہ حدیث بیان کر رہے ہیں، تو وہ کہنے لگے: وہ سچ کہہ رہے ہیں: یہ آیت میرے ہی متعلق اتری تھی، میرے اور میری قوم کے ایک آدمی کے درمیان زمین کا جھگڑا تھا، میں وہ جھگڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، تو آپ نے فرمایا: اپنی دلیل لائیں۔ میرے پاس دلیل نہیں تھی، تو آپ نے دوسرے آدمی سے کہا: قسم اٹھاؤ۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! قسم تو یہ اٹھا لے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی بھی معاملے میں مسلمان آدمی سے مال چھیننے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران: 77) (جولوگ اللہ کے عہداوراپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔)''

(صحيح البخاري: 2666، صحيح مسلم: 220/138)

سوال: جس کو بات بات پر قسم اٹھانے کی عادت ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قسم جس کا تکیہ کلام ہو، اس کی قسم کا اعتبار نہیں، یہ لغو قسم ہے۔ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُوَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾ (البقرة: ٢٢٥)

''اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں کرتا۔''

❀ اس آیت کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''یہ آیت لوگوں کے یوں کہنے کے متعلق اتری ہے: ''اللہ کی قسم! اللہ کی قسم!'' (یعنی گفتگو کے دوران تکیہ کلام کے طور پر غیر ارادی قسمیں کھانا یمین لغو ہے۔)''

(صحيح البخاري: 6663)

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اللہ کی قسم! میں ہزار روزے رکھوں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم صحیح ہے، اس شخص پر لازم ہے کہ یا تو ہزار روزے رکھے یا قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کردے۔

سوال: اگر کوئی کہ میں ایسا نہ کروں، تو اپنے باپ کا نہیں، کیا یہ قسم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں، لغو بات ہے، جو اکثر شدید غصے میں صادر ہوتی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر فلاں شخص پر ظلم کروں، تو کافر ہو جاؤں، پھر اس شخص پر ظلم کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس صورت میں قسم توڑنے پر کافر ہو جائے گا۔

❀ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ .

''جس نے دین اسلام کی بجائے کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائی، تو وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے کہا۔ (یعنی یوں کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں، تو میں یہودی ہو جاؤں وغیرہ تو وہ یہودی ہو جائے گا)۔''

(صحيح البخاري : 6047، صحيح مسلم : 110)

(سوال): ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ گھر نہیں آئے گا، پھر گھر میں سامان بھیجا، تو کیا قسم میں حانث (قسم توڑنے والا) ہوا؟

(جواب): سامان بھیجنے سے حانث نہیں ہوا۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ فلاں کام کروں، تو خدا اور رسول سے بیزار رہوں، پھر اس نے وہ کام کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر اس شخص نے وہ کام کر لیا، تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے اللہ اور

اس کے رسول کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔

(سوال): ناجائز کام پر قسم اٹھانا کیسا ہے اور اسے پورا کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ناجائز کام پر قسم اٹھانا بھی ناجائز ہے، البتہ اگر قسم اٹھالی ہے، تو اسے توڑنا واجب ہے، توڑنے کی صورت میں کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ وَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَّكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ .

''جب آپ کوئی کام کرنے کی قسم کھائیں، پھر (کوئی) دوسرا کام اس سے بہتر دیکھیں، تو بہتر کام کر لیں اور قسم کا کفارہ دے دیں۔''

(صحيح البخاري : 6722، صحيح مسلم : 1652)

جب ایک جائز کام کی قسم اٹھائی ہو اور بعد میں معلوم ہو کہ بہتر کام دوسرا ہے، تو قسم توڑ کر دوسرا کام کرنا چاہیے، تو جو قسم اٹھائی ہی ناجائز کام پر گئی ہو، اسے بدلنا نہ صرف درست ہے، بلکہ واجب بھی ہے۔

(سوال): جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ جانور کا دودھ نہیں پیئے گا، پھر اس نے گھی کھا لیا، تو کیا حانث ہوا یا نہیں؟

(جواب): اس صورت میں وہ حانث نہیں ہوا، کفارہ صرف دودھ پینے سے لازم ہوگا، نہ کہ دودھ کی بنی ہر چیز سے۔

(سوال): مزارات کی زیارت اور مراقبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): قبروں کی تعظیم میں غلو بہت سے اعتقادی اور اخلاقی فتنے جنم دے چکا ہے۔

قبروں اور مزارات پر مشرکانہ عقائد و اعمال اور کافرانہ رسوم و رواج اس قدر رواج پا رہی ہیں کہ بعض لوگوں نے اولیا و صالحین کی قبریں سجدہ گاہ بنالی ہیں۔

لوگ طلبِ حاجات کے لیے ان پر مراقبہ اور مجاہدہ کرتے نظر آتے ہیں، مشکلات میں ان کی پکار کرتے ہیں اور ان سے فریادیں کرتے ہیں، ان سے ڈرتے ہیں اور انہی سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ ان پر چڑھاوے دیتے ہیں، منت اور نذرانے پیش کرتے ہیں۔ وہاں موجود مجاور زائرین کو صاحبِ قبر کے متعلق جھوٹی حکایات اور کرامات سناتے ہیں۔

اور لوگ جہالت کے باعث ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور اپنا ایمان برباد کر بیٹھتے ہیں، شیطان نے قبر پرستی اور اولیا پرستی کے حوالے سے وہ تمام وسائل و ذرائع مہیا کر رکھے ہیں، جن کی بنیاد پر شرک و بدعت کی گاڑی چلتی ہے اور ایمان کے سودے ہوتے ہیں۔

قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا بھی انہی وسائل میں سے ہے۔ یہ منکر اور بدعت ہے۔ مشرکین اپنے بتوں کی دیکھ بھال اور نگرانی اسی طرح کرتے تھے، جیسا کہ

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۞ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ﴾ (الشّعراء: ۷۰-۷۱)

”ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے سوال کیا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ کیا ہیں؟، کہنے لگے: ہم بتوں کے پجاری اور ان کے مجاور ہیں۔“

❀ نیز فرمایا:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ (الأنبياء: ٥٢)

''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: کیا ہیں یہ مورتیاں، جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟''

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُونَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾(الأعراف : ١٣٨)

''ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا، تو ایک بتوں کی مجاور قوم پر جا اترے، بنی اسرائیل کہنے لگے: موسیٰ! ان کی طرح ہمیں بھی کوئی معبود بنا دیں، موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے: آپ بہت بڑے جاہل ہو!''

اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث ملاحظہ ہو:

❁ سنان بن ابی سنان دوئلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے صحابی رسول سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا، تو آپ ہمیں اپنے ساتھ قبیلہ ہوازن کی طرف لے گئے۔ ہم کفار کی ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے، جس کے پاس وہ مجاوری کرتے تھے اور اسے ''ذاتِ انواط'' کا نام دیتے تھے۔ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! جس طرح کفار کی ذاتِ انواط ہے، اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر کر دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ سابقہ اُمتوں کے طریقے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیں، جیسے کفار کے معبود ہیں اور اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

آپ لاعلم لوگ ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے پر ضرور چلیں گے۔''

(صحیح ابن حبان: 6702، وسندہٗ صحیحٌ)

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

''اس تفسیر کے ساتھ فرقوں والی حدیث ان بدعات پر صادق آتی ہے جن کا ارتکاب یہود ونصاریٰ پہلے سے کرتے آرہے ہیں، نیز معلوم ہوا کہ یہ اُمت بھی اللہ کے دین میں ایسی بدعات کا ارتکاب کرے گی بلکہ ایک زائد ایسی بدعات میں بھی مبتلا ہوگی، جن کا ارتکاب یہود ونصاریٰ نے نہیں کیا۔''

(الاعتصام: 245/2)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ الْعُكُوفُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَهٗ، وَسَدَانَتُهٗ، وَتَعْلِيقُ السُّتُورِ عَلَيْهِ، كَأَنَّهٗ بَيْتُ اللّٰهِ الْكَعْبَةُ .

''قبر پر اعتکاف، اس کی مجاوری، اس کی خدمت، اس پر خانہ کعبہ بیت اللہ کی طرح چادریں چڑھانا، سب حرام ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 267)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''کسی شجر وحجر یا مورتی وغیرہ کے پاس اعتکاف کرنا اور کسی نبی یا غیر نبی کی قبر یا نبی یا غیر نبی کے مقام پر مجاور بن کر بیٹھنا، ان کاموں کا مسلمانوں کے دین سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ مشرکین کے دین سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم، ص 365)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''قبر پرستی کی خرابیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی ایسی تعظیم کی جاتی ہے جو انسان کو شرک و بدعت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی طرح انہیں میلہ گاہ بنانا، ان کی طرف سفر کرنا، قبروں کے پاس وہ کام بھی کیے جاتے ہیں جو بت پرستی سے مشابہ ہیں، مثلاً ان پر اعتکاف کرنا، ان کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا، ان پر پردے لٹکانا، ان کی خدمت کے لیے وقف ہونا وغیرہ۔ قبر پرست قبروں کی مجاوری کو بیت اللہ کی مجاوری پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ قبروں کی خدمت بیت اللہ کی خدمت سے افضل ہے۔''

(إغاثة اللّهفان :1/197)

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ مزار پر ایک ماہ مجاوری کرے گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قبروں کی مجاوری ناجائز اور حرام کام ہے۔ یہ قبروں کی غیر مشروع تعظیم ہے، جو کسی صورت جائز نہیں۔ جس نے مجاوری کی قسم اٹھائی، اس پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کو توڑ دے، ورنہ سخت گناہ گار ہو گا، البتہ قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم ہو گا۔

سوال: قاضی نے فیصلہ کیا کہ مدعا علیہ فلاں فقیر کی قبر پر جا کر حلف دے، تو وہ بری ہو سکتا ہے، مگر مدعا علیہ قبر پر جانے سے انکار کرتا ہے، البتہ حلف دینے کے لیے تیار ہے، تو کیا قبر پر جانے کا انکار حلف سے انکار ہے؟

جواب: حلف اٹھانے کے لیے کسی بزرگ کی قبر پر جانا اس قبر کی غیر شرعی تعظیم ہے، اگر مدعا علیہ اس بات کا انکار کرتا ہے، تو اس کا یہ اقدام مستحسن ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا

لے اور فقیر کے مزار یا قبر پر نہ جائے، کہ ایسا کرنا جائز نہیں، نیز وہ حلف سے انکاری نہیں۔

(سوال): حلف کے وقت قرآن کریم اٹھانا کیسا ہے؟

(جواب): حلف اٹھاتے وقت مصحف قرآنی کو ہاتھ میں اٹھانا جائز ہے۔

(سوال): اگر قسم اس وجہ سے توڑی جائے کہ جس کام پر قسم اٹھائی تھی، وہ ناجائز تھا، تو کیا اس پر کفارہ لازم ہوگا؟

(جواب): قسم جس وجہ سے بھی توڑی جائے، اس پر کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔

❀ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا أَحْلِفُ عَلٰی يَمِينٍ، فَأَرٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا.

''میں کسی کام پر قسم اٹھاتا ہوں، بعد ازاں محسوس کرتا ہوں کہ دوسرا کام اس سے بہتر ہے، تو میں بہتر کام کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري: 3133، صحيح مسلم: 1649)

(سوال): ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں چیز کا عمر بھر استعمال نہیں کرے گا، پھر اس نے استعمال کر لیا اور کفارہ ادا کر دیا، کیا اب دوبارہ وہ اس چیز کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں اور کیا استعمال کی صورت میں دوبارہ کفارہ لازم ہوگا؟

(جواب): پہلی بار جب قسم توڑی، تو کفارہ لازم تھا، جو اس نے ادا کر دیا، اب اس پر قسم ختم ہو چکی ہے، وہ اگر اس چیز کو دوبارہ استعمال کرتا ہے، تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔

(سوال): ایک شخص نے قسم کھا کر معاہدہ کیا اور کہا کہ ہم میں سے جو بھی اس معاہدے کو توڑے گا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہوگا، پھر ایک شخص نے معاہدہ توڑ

دیا،تو کیا حکم ہے؟

(جواب): معاہدہ مشروع اور جائز اُمور پر ہو،تو اسے پورا کرنا ضروری ہے، ورنہ سخت گناہ گار ہوگا، البتہ یہ ایسی قسم نہیں، جس پر کفارہ لازم ہو۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا منکر کیسا ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ شفاعت برحق ہے، قرآن مجید نے کئی شفاعتوں کا اثبات کیا ہے، اس بارے میں احادیث متواترہ بیان ہوئیں ہیں۔ خارجی، معتزلہ، مرجئہ اور شیعہ روزمحشر شفاعت کے منکر ہیں۔ خوارج کہتے ہیں کہ کبیر گناہوں کا مرتکب ابدی جہنمی ہے، شفاعت سے اسے خلاصی نہیں مل سکتی۔ یادرہے کہ جو شفاعت کا منکر ہے، وہ گمراہ اور ظالم ہے، نصوصِ شرعیہ اور اجماع امت کا سخت مخالف ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اول شافع (سب سے پہلے شفاعت کرنے والے) اور اول مشفع (جن کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی) ہیں۔ آپ ﷺ کے متعلق کئی طرح کی شفاعت ہوگی، مثلاً شفاعت کبریٰ: یہ وہ مقام محمود ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرما رکھا ہے، کہ جب لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوگے، محشر برپا ہوجائے گا، لوگ حساب وکتاب کے لیے بے تاب ہوں گے، اس شدت کے عالَم میں لوگ انبیا کے پاس شفاعت کی غرض سے جائیں گے، وہ معذرت کرلیں گے، بالآخر خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جائیں گے۔ آپ ﷺ دربارِ الٰہی میں سربسجود ہو جائیں گے اور اللہ رب العزت کی تحمید وستائش بیان کریں گے، آپ کا شفاعت کا اذن عطا ہوجائے گا، آپ کی شفاعت سے لوگوں کو غم وکرب اور مصیبت وتکلیف سے نجات مل جائے گی۔ یہ شفاعت نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

❁ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت امت کے اہل کبائر کی کے لیے ہے، نیز اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے ایک گروہ کو جہنم سے نکلوائیں گے، جو (جل کر) کوئلہ ہو چکے ہوں گے، انہیں نہرِ حیات میں ڈالا جائے گا، تو ایسے اُگیں گے، جیسے سیلاب کے کنارے دانا اُگ آتا ہے۔''

(رسالة إلى أهل الثغر، ص 97)

❁ امام ابوبکر محمد بن الحسین الاجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

''شفاعت پر ایمان کے وجوب کا بیان: اللہ آپ پر رحم کرے! جان لیجئے کہ شفاعت کا منکر یہ خیال کرتا ہے کہ جو ایک بار جہنم میں داخل ہو گیا، وہ باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے، جو شفاعت اور اس جیسے کئی بنیادی امور کا انکار کرتے ہیں، جن کی اصل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، طریقۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام اور فقہائے کرام کے اقوال میں موجود ہے۔ معتزلہ ان سب کی مخالفت کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنن اور صحابہ کرام کی سنت کی طرف توجہ نہیں دیتے، بلکہ متشابہ آیات اور اپنی عقل کے ذریعے معارضہ کرتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے، بلکہ یہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے، جو راہِ حق سے بیگانہ ہو چکے ہیں اور شیطان کا کھلونا بن چکے ہیں۔ ایسوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ اور قدیم و جدید ائمہ نے خبردار کیا ہے۔''

(كتاب الشّريعة : 1198/3)

❁ امام ابوزرعہ رازی (۲۶۴ھ) اور امام ابوحاتم رازی رحمہما اللہ (۲۷۷ھ) نے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ یوں بیان کیا ہے:

أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ حِجَازًا وَّعِرَاقًا وَّشَامًّا وَّيَمْنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ : ...... وَالشَّفَاعَةُ حَقٌّ .

''ہم نے حجاز، عراق، شام اور یمن کے تمام علاقے کے اہل علم کو دیکھا، ان کا مذہب تھا کہ......شفاعت برحق ہے۔''

(أصول مذهب أهل السنة)

شفاعت کے حوالے سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں، دیکھئے:

(قطف الأزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة للسّيوطي، ص ، 313، لقط اللآلي المتناثرة للزبيدي، ص 75-78، نظم المتناثر للكتاني، ص 223)

❁ ***امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) لکھتے ہیں:***

اَلْأَخْبَارُ الَّتِي رَوَيْنَا عَنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الشَّفَاعَةِ، وَتَشْفِيعِهٖ إِيَّاهُ فِيمَا يَشْفَعُ فِيهِ، أَخْبَارٌ ثَابِتَةٌ مُوجِبَةٌ بِعِلْمِ حَقِيقَةِ مَا حَوَتْ عَلٰى مَا اقْتَصَصْنَا، وَالصَّادُّ عَنِ الْأَخْبَارِ الْمُوجِبَةِ لِلْعِلْمِ الْمُتَوَاتِرَةِ كَافِرٌ .

''ہم نے احادیث نبوی بیان کی ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شفاعت کی فضیلت سے بہرہ ور فرمایا ہے، نبی کریم ﷺ کو جس بارے شفاعت کا حق حاصل ہو گا، اس بارے اللہ سے شفاعت کریں گے۔ یہ احادیث ثابت ہیں اور علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔ متواتر اور علم یقینی کا فائدہ دینے والی احادیث کا منکر کافر ہوتی ہے۔''

(كتاب السّنّة : 385/2)

ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا انکار کرنے والا کافر ہے، کیونکہ وہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع اُمت کا منکر ہے۔

سوال: باپ کے نام کی قسم کھانا کیسا ہے؟

جواب: باپ کے نام کی قسم کھانا حرام اور ناجائز ہے۔

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ .

''نہ اپنے آبا کی قسمیں کھاؤ اور نہ ہی بتوں کی۔''

(صحيح مسلم : 1648)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : وَأَبِي أَبِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، قَالَ : فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهٖ بَعْدُ ذَاكِرًا وَّلَا آثِرًا . الْحَدِيثُ لِابْنِ الْمُقْرِئِ .

''نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے: میرے باپ کی قسم! میرے باپ کی قسم! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آبا کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے کبھی اپنی طرف سے بات کرتے ہوئے یا کسی اور سے بیان کرتے ہوئے یہ (باپ کی) قسم نہیں کھائی۔''

(صحيح البخاري : 6647، صحيح مسلم : 1646)

سوال: باپ نے قسم کھائی، تو کیا بیٹے کی خلاف ورزی سے کفارہ لازم ہوگا؟

جواب: اگر باپ نے قسم اپنے بارے میں اٹھائی ہے، تو کسی دوسرے کی خلاف ورزی سے کفارہ لازم نہ ہوگا۔

سوال: زید نے قسم اٹھائی کہ اسلم کے ساتھ شراکت داری نہیں کروں گا، پھر زید نے اسلم کے بیٹے سے شراکت داری قائم کرلی، تو کیا زید حانث ہوا؟

جواب: چونکہ قسم اسلم سے شراکت داری نہ کرنے پر اٹھائی تھی، نہ کہ اس کے بیٹے سے، لہٰذا زید حانث نہ ہوا اور اس پر کفارہ لازم نہیں ہوا۔

سوال: جس نے کسی کام پر قسم اٹھائی اور وہ قسم توڑنا چاہتا ہے، تو کیا پہلے کفارہ ادا کرے یا قسم کے مخالف کام کرے؟

جواب: دونوں طرح ہی درست ہے، خواہ پہلے کفارہ ادا کردے اور بعد میں قسم کے خلاف عمل کرلے، خواہ پہلے قسم کے خلاف عمل کرلے اور بعد میں کفارہ ادا کردے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں، تو اپنی ماں کو دفن کروں، پھر اس نے وہ کام کردیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں، بلکہ لغو بات ہے، اس کی مخالفت سے کفارہ لازم نہیں آتا، البتہ ایسی باتیں کرنے سے گریزاں رہنا چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ فلاں گناہ کروں، تو مجھے کلام اللہ کی مار پڑے، پھر اس نے وہ گناہ کردیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں، البتہ ایک طرح کی وعدہ خلافی ہے، جس پر وہ گناہ گار ہوگا۔ اسے توبہ واستغفار کرنی چاہیے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا چاہیے۔

(سوال): کسی کو ملازمت پر رکھتے وقت اس سے حلف لینا کیسا ہے؟

(جواب): کسی سرکاری یا نجی عہدے کے ملازم سے حلف لینا جائز ہے، مگر اس حلف کو توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ہوتا، البتہ گناہ گار ضرور ہوتا ہے، کیونکہ یہ حلف نامہ ایک طرح کا وعدہ اور معاہدہ ہے اور معاہدہ کی خلاف ورزی گناہ کبیرہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾(بني إسرائيل : ٣٤)

''عہد کو پورا کرو کہ عہد کی بابت باز پرس ہوگی۔''

(سوال): قسم کا کفارہ کیا ہے؟

(جواب): قسم کا کفارہ یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق دس مساکین کو کھانا کھلانا یا دس مساکین کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اگر تینوں میں سے کسی کی بھی طاقت نہیں، تو تین روزے رکھے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ﴾(المائدة : ٨٩)

''قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا، جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا دس مساکین کو کپڑے پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا، جس کے پاس یہ (تینوں چیزیں) نہ ہو، اس کے لیے تین دن کے روزے رکھنا ہے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم حلف اٹھاؤ۔''

سوال: کیا مال دار قسم کے کفارہ میں تین روزے رکھ سکتا ہے؟

جواب: قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، ان تینوں چیزوں میں اختیار ہے، کسی ایک کی ادائیگی سے کفارہ ادا ہو جائے گا، تین روزوں سے کفارہ کی ادائیگی اس کے لیے ہے، جو پہلی تین چیزوں پر طاقت نہیں رکھتا، چونکہ مال دار کے لیے دس مساکین کو کھانا کھلانا یا کپڑے دینا ممکن ہے، تو اس کا کفارہ تین روزوں سے ادا نہ ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے غصہ میں کہا کہ وہ کاٹن کا لباس نہیں پہنے گا، اب اگر وہ نہ پہنے تو اس کی ماں ناراض ہوتی ہے، تو کیا اسے کاٹن کا لباس پہننا چاہیے یا نہیں؟

جواب: کاٹن کا لباس پہننا جائز ہے، تو ایک جائز کام پر ماں کو رنج پہنچانا جائز نہیں، لہٰذا اسے اپنی کہی بات واپس لے لینی چاہیے اور ماں کی خاطر کاٹن پہن لینی چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے غصے میں کہا کہ اگر میں اس باغ کا آم کھاؤں، تو خنزیر کھاؤں، پھر اس نے اسی باغ کا آم کھالیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں ہے، لغو بات ہے، مسلمان کو لغویات سے گریز کرنا چاہیے۔

سوال: ناجائز کام پر قسم اٹھانے کے بعد اسے توڑ دینا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز کام پر قسم اٹھانی ہی نہیں چاہیے، البتہ اگر اٹھا لی ہے، تو اسے توڑنا واجب ہے، ورنہ وہ گناہ گار ہوگا، بہر صورت کفارہ لازم ہوگا۔

سوال: ایک مستحب کام پر قسم اٹھائی، تو کیا اس قسم کو پورا کرنا ضروری ہے؟

جواب: اگر جائز اور مستحب کام پر قسم اٹھائی ہے، تو اسے پورا کرنا ضروری ہے، ورنہ کفارہ لازم ہوگا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

(المائدة : ٨٩)

''اپنی (جائز) قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم شکر گزاری کرو۔''

سوال: ایک اُستاد نے قسم اٹھائی کہ فلاں لڑکے کا نام رجسٹر سے خارج کر دوں گا، پھر اگر وہ اس کا نام خارج کر دے، تو اس بچے کا نقصان ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم ہے، مگر ناجائز قسم ہے، اُستاد کو چاہیے کہ بچے کو خارج نہ کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے، ورنہ وہ گناہ گار ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے اپنے استاد کو قسم دی کہ اگر میں آپ کے حکم کی مخالفت کروں، تو میری بیوی کو طلاق ہے، پھر کچھ دنوں بعد اس نے مخالفت کر دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں قسم کا کفارہ بھی لازم ہو گیا اور بیوی کو طلاق بھی واقع ہو گئی۔

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ فلاں مسجد میں آئے گا، تو میں نہیں جاؤں گا، پھر وہ شخص مسجد آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے لیے مسجد جانا واجب ہے، کسی شخص کی وجہ سے مسجد ترک کرنا جائز نہیں اور اس بات پر قسم اٹھانا بھی جائز نہیں۔ اسے چاہیے کہ قسم کو توڑ دے اور مسجد جائے، نیز قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

سوال: ایک شخص نے قرآن ہاتھ میں پکڑ کر قسم کھائی کہ میں فلاں کام نہ کروں، تو مجھ کو خدا کا دیدار نصیب نہ ہو، پھر اس نے وہ کام نہ کیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کچھ لوگ جذباتی ہو کر قسم اٹھاتے ہیں اور اپنی قسم کو ناجائز اُمور سے معلق کر دیتے ہیں، ایسی حرکات مسلمانوں سے صادر نہیں ہونی چاہییں، بہر کیف مذکورہ صورت میں قسم صحیح ہے، جسے اس شخص نے توڑ دیا ہے، لہٰذا اس پر کفارہ لازم ہے، مگر وہ اسلام سے خارج نہ ہوگا، اسے چاہیے کہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ کبھی بھی دیدارِ الٰہی سے محرومی کی قسم نہ کھائے کہ یہ بہت بڑی بدنصیبی اور رسوائی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں شخص سے نہیں ملوں گا، پھر کچھ عرصہ بعد اسی شخص سے ملاقات کی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس نے قسم توڑ دی ہے، لہٰذا کفارہ لازم ہوگا۔

(سوال): ایک شخص نے ایک ہفتے تک کھانا نہ کھانے کی قسم اُٹھائی، پھر دو دن بعد کھجور کھالی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس پر کفارہ لازم ہے۔ ایسی قسمیں کھانا جائز نہیں، یہ غیر شرعی قسمیں ہیں، نیز اگر ایسی کوئی قسم اٹھالی جائے، تو اسے توڑنا واجب ہے۔

(سوال): ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ دوسری شادی نہیں کروں گا، پھر کچھ عرصہ بعد مجبوری میں دوسری شادی کرلی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): گو کہ اس نے شادی عذر کی وجہ سے کی ہے، مگر وہ قسم توڑ چکا ہے، لہٰذا اس پر کفارہ واجب ہے۔

(سوال): ایک شخص نے قسم کھائی کہ بیوی کو کبھی طلاق نہ دوں گا، پھر عرصہ بعد میاں بیوی میں ناچاکی ہوئی اور اس نے طلاق دے دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بیوی کو طلاق ہوچکی ہے اور قسم بھی ٹوٹ چکی ہے، لہٰذا کفارہ لازم ہے۔

سوال: تورات وانجیل پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: تورات اور انجیل پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھانا جائز نہیں کہ ایک تو یہ منسوخ ہو چکی ہیں اور ان کا ناسخ قرآن کریم موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا، دوسری بات یہ کہ موجودہ تورات وانجیل میں تغیر وتبدل ہو چکا ہے اور محرف کلام کو کلام اللہ قرار دینا جائز نہیں۔

سوال: کیا غصہ میں قسم اٹھانے سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب: غصہ میں قسم اٹھانے سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ ایسا کروں، تو ایمان سے خارج ہو جاؤں، پھر اس نے ایسا کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص ایمان سے خارج ہو چکا ہے، اس نے ایمان کی ناقدری کی ہے۔

سوال: کیا قرآن کریم غیر اللہ ہے یا نہیں اور کیا اس کی قسم کھانا جائز ہے؟

جواب: قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صفات الٰہیہ اللہ تعالیٰ سے الگ نہیں ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات دونوں کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے: باللہ، تاللہ، واللہ۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد: ٣٦٩/١٤)

۞ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے، کیوں کہ یہ ہمارے زمانے میں متعارف ہو چکا ہے۔ اس کی بات قابل التفات نہیں، جو کہتا ہے کہ قرآن کی قسم نہیں اٹھائی جاسکتی کہ یہ مخلوق ہے، قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے، کیوں کہ معلوم ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں کلام ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : ٤/٨٦ـ٨٧)

سوال: ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ تمہارے ہاتھ سے روٹی کھاؤں، تو والدین کے ہاتھ سے کھاؤں، کیا یہ قسم یا طلاق ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں ہے، نیز یہ جملہ طلاق کے لیے صریح نہیں ہے، اگر شوہر نے اس سے طلاق کی نیت کی، تو طلاق ہوئی، ورنہ نہیں۔

سوال: ایک شخص نے کلمہ طیبہ پڑھ کر کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو ضامن بناتا ہوں کہ آئندہ شراب نوشی نہیں کروں گا، کچھ عرصہ بعد پھر شراب پی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں قسم منعقد نہیں ہوئی، یہ ایک وعدہ ہے، مگر جو اس نے رسول اللہ ﷺ کو ضامن بنایا ہے، یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، ہمارے اعمال سے واقف نہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو ہے۔ الغرض مذکورہ وعدہ توڑنے کی صورت میں وہ گناہ گار ہوگا، مگر اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔

سوال: قسم اٹھائی کہ بیس دن بیوی سے ہم بستر نہیں ہوں گا، پھر بیس دن سے پہلے ہم بستری کر لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر بیس دن سے پہلے ہم بستری کر لی، تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔

(سوال): ایک شخص نے مسلمانوں سے قطع تعلق رہنے کی قسم اٹھائی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ ناجائز قسم ہے، اسے چاہیے کہ اپنی قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے۔

(سوال): ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ یہ کام کروں، تو میری ماں پر طلاق ہے، پھر اس نے وہ کام کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ قسم ہے، مگر لغو کام پر۔ مذکورہ صورت میں قسم ٹوٹ چکی ہے، لہٰذا کفارہ لازم ہوگا، مگر جو اس نے ماں کو طلاق والی بات کی ہے، یہ لغو اور فضول ہے، ایسی لغویات سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(سوال): کیا کفارہ ظہار طلبائے دین کو دینے سے ادا ہو جاتا ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کیا قسم کا کفارہ مدرسہ کے طلبا کو دینے سے ادا ہو جاتا ہے؟

(جواب): مدرسہ میں مستحق افراد ہوتے ہیں، ان پر کفارہ لگ جاتا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں قصاب کا گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر کسی کے گھر دعوت پر اسی قصاب کا گوشت کھا لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مذکورہ صورت میں قسم ٹوٹ چکی ہے، لہٰذا کفارہ واجب ہے۔

(سوال): اگر غریب آدمی قسم توڑ دے، تو کیا اس پر بھی کفارہ ہے؟

(جواب): ہر قسم توڑنے والے پر کفارہ ہے، چونکہ قسم توڑنے والا غریب آدمی دس مساکین کو کھانا کھلانے یا انہیں کپڑے دینے یا ایک غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا وہ تین روزے رکھ کر کفارہ ادا کر سکتا ہے۔

سوال: اگر دل میں قسم کھائی، تو توڑنے پر کفارہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: دل میں قسم کھائی، تو اسے توڑنے پر کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ کفارہ اسی قسم پر ہوتا ہے، جو زبان سے اٹھائی جائے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ فلاں چیز کھاؤں، تو امت محمدیہ سے باہر ہو جاؤں، پھر اس نے وہ چیز کھالی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں ہے، البتہ ایسی بات کرنا سخت گناہ ہے، ایسے شخص کو توبہ واستغفار کرنی چاہیے اور آئندہ ایسے بے احتیاط جملوں سے گریزاں رہنا چاہیے۔

سوال: قسم اٹھائی کہ فلاں دن قرض ادا کردوں گا، مگر ادا نہ کر سکا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ایسی قسم نہیں کہ جس پر کفارہ لازم ہو، یہ یقین دہانی کے لیے اٹھائی گئی قسم ہے، یا یوں سمجھیے کہ وعدہ ہے، ایسا شخص اگر جان بوجھ کر قرض کی ادائیگی نہیں کرے گا، تو وعدہ خلافی کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، البتہ اس پر قسم کا کفارہ نہیں ہوگا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾(بني إسرائيل: ٣٤)

''وعدہ وفا کروں کہ وعدہ کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔''

سوال: کار خیر کے لیے کارکنوں سے قسم لینا کیسا ہے اور کیا خلاف ورزی کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا؟

جواب: کار خیر کے لیے قسم لینا جائز ہے، یہ وعدہ ہے، اسے پورا کرنا ضروری ہے، البتہ اگر کوئی خلاف ورزی کرتا ہے، تو وہ گناہ گار تو ہوگا، مگر اس پر کفارہ نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر کوئی کہے کہ پیغمبر بھی آ جائے، تو میں فلاں کام نہ کروں گا، کیا یہ قسم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں ہے۔ البتہ ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہیے، کیونکہ نبی کریم ﷺ خاتم المرسلین ہیں، آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

سوال: ایک شخص نے قرآن ہاتھ میں پکڑ کر حلف لیا کہ میں فلاں شخص سے اتنے عرصہ تک کلام نہیں کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کسی مسلمان سے بلا عذر شرعی قطع کلامی جائز نہیں، اسے چاہیے کہ اپنی قسم توڑ دے اور اس شخص سے کلام کرے، نیز قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

سوال: ایک شخص نے قسم کھائی کہ کبھی شادی نہیں کروں گا، اب وہ شادی کرنا چاہتا ہے، تو کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ قسم توڑ دے اور شادی کر لے، نیز کفارۂ قسم ادا کر دے۔

سوال: زید نے کہا کہ میں بکر کی چیز کھاؤں، تو خنزیر کا گوشت کھاؤں، کیا یہ قسم ہے اور اگر چیز کھالی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں ہے، گر زید بکر کی چیز کھالے، تو اس پر کچھ کفارہ نہیں۔ البتہ کسی حلال چیز کو خنزیر جیسے نجس اور حرام جانور سے تشبیہ دینا درست بات نہیں، مسلمانوں کو ایسی باتوں سے ہمیشہ گریزاں رہنا چاہیے۔

سوال: ایک عورت نے غصہ میں کہا کہ اللہ کی قسم! میں تیرے گھر کو ویران کر دوں گی، پھر اس نے ویران نہیں کیا، تو کیا کفارۂ قسم لازم آیا؟

جواب: اس پر کفارہ لازم آئے گا۔

سوال: ایک شخص نے شادی میں جاہلانہ رسومات ترک کرنے کی قسم کھائی، پھر ان رسومات کو ادا کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس نے قسم توڑ دی ہے، اس پر کفارۂ قسم لازم آئے گا۔ اسے چاہیے کہ جو قسم مستحب ہو، اسے پورا کیا جائے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

(المائدة: ۸۹)

''اپنی (جائز) قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم شکر گزاری کرو۔''

سوال: قسم کھائی کہ رات بیوی سے نہیں ملوں گا، پھر ملا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: وہ حانث (قسم توڑنے والا) ہوا، اس پر کفارہ لازم ہے۔

سوال: ایک عورت نے قسم کھائی کہ عمر بھر نکاح نہیں کروں گی، اب کیا کرے؟

جواب: نکاح کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، بلا عذر شرعی اسے ترک کرنا جائز نہیں، لہٰذا جس عورت نے نکاح نہ کرنے کی قسم کھائی، اسے چاہیے کہ اپنی قسم کو توڑ دے اور نکاح کرے، نیز کفارہ بھی ادا کردے۔

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ وَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَّكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ .

''جب آپ کوئی کام کرنے کی قسم کھائیں، پھر (کوئی) دوسرا کام اس سے بہتر دیکھیں، تو بہتر کام کرلیں اور قسم کا کفارہ دے دیں۔''

(صحيح البخاري : 6722، صحيح مسلم : 1652)

جب ایک جائز کام کی قسم اٹھائی ہو اور بعد میں معلوم ہو کہ بہتر کام دوسرا ہے، تو قسم توڑ کر دوسرا کام کرنا چاہیے، تو جو قسم اٹھائی ہی ناجائز کام پر گئی ہو، اسے بدلنا نہ صرف درست ہے، بلکہ واجب بھی ہے۔

سوال: تورات، زبور، انجیل وغیرہ کی قسم کھانا کیسا ہے؟

جواب: تورات، زبور اور انجیل وغیرہ کلام اللہ ہیں اور کلام اللہ کی قسم کھانا جائز ہے، اگرچہ موجودہ کتب میں تحریف وتغیر ہو چکا ہے، مگر چونکہ جب نازل ہوئی تھیں، تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھیں، لہٰذا اگر کوئی زبانی اصل تورات وغیرہ کی قسم اٹھائے، تو یہ جائز ہے، البتہ موجودہ کتب کو ہاتھ میں پکڑ کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھانا جائز نہیں، کیونکہ اس میں موجود تمام کلام، اللہ کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ اس میں تحریف کر کے کمی پیشی کر دی گئی ہے۔

سوال: کیا مدعا علیہ سے مدعی کی موجودگی میں قسم لینی چاہیے یا غیر موجودگی میں؟

جواب: مدعی پر دلیل پیش کرنا لازم ہے، اگر اس کے پاس دلیل یا گواہ نہ ہوں، تو مدعا علیہ قسم دے کر بری ہو سکتا ہے اور یہ قسم مدعی کی موجودگی میں لینی چاہیے۔

❀ سیدنا اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

''کندہ اور حضرموت سے ایک ایک آدمی اپنی یمن کی زمین کے متعلق مقدمہ

لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرمی کہنے لگا: اللہ کے رسول! اس (کندی) کے والد نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر لیا تھا، آپ ﷺ نے کندی سے فرمایا: آپ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: میں یہ کہتا ہوں کہ زمین میرے قبضے میں ہے اور مجھے اپنے باپ سے ورثہ میں ملی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرمی سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے رسول! دلیل تو نہیں ہے، لیکن یہ اس ذات کی قسم کھائے، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ یہ نہیں جانتا یہ زمین میری ہے، اس کے والد نے مجھ سے زبردستی چھین لی تھی۔ کندی قسم کے لیے تیار ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی (جھوٹی) قسم کے ذریعے کسی سے مال چھینتا ہے، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملے گا، تو اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ تو کندی نے زمین اسے واپس کر دی۔''

(مسند الإمام أحمد : 215/2، سنن أبي داوٗد : 3622، السّنن الکبرٰی للبیهقي : 180/10، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۰۸۸) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۰۰۵) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۲۹۵) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا ایک گواہ اور ایک قسم سے فیصلہ ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو، تو اس سے ایک قسم لے کر فیصلہ اس کے حق میں کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں مدعا علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاهِدٍ وَّيَمِينٍ .

''رسول اللہ ﷺ نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ فرما دیا۔ (کسی فیصلہ کے لیے دو گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے، اگر دو گواہ نہ ہوں، تو ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔)

(صحيح مسلم : 1712)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ .

''رسول اللہ ﷺ نے قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ فرما دیا۔''

(سنن أبي داوٗد : 3610، سنن الترمذي : 1343، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (۶۰۱۵) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۰۷۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ .

''رسول اللہ ﷺ نے قسم اور گواہ پر فیصلہ فرما دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 305/3، سنن الترمذي : 1344، سنن ابن ماجه : 2369، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: میرے والد نے مجھ سے مرغ نہ کھانے کا عہد لیا، تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ مرغ نہیں کھاؤں گا۔ تو کیا میں اب مرغ کھا سکتا ہوں؟

(جواب): قسم کے ساتھ اگر ''ان شاء اللہ'' کہہ دیا جائے، تو قسم بے اثر ہو جاتی ہے، اسے توڑنے پر کفارہ نہیں آتا۔ لہٰذا آپ مرغ کھا سکتے ہیں، آپ پر کفارہ نہیں ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸) لکھتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو شخص یوں قسم اٹھائے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ کل میں قرضہ یا دیت ادا کر دوں گا یا غصب شدہ چیز لوٹا دوں گا یا ظہر یا عصر پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا وغیرہ، پھر اگر وہ اس قسم کو پورا نہیں کر سکا تو کفارہ نہیں ہو گا، کیوں کہ اس نے ان شاء اللہ کہہ دیا تھا کہ اللہ چاہے گا، تو کروں گا اور اللہ نے نہیں چاہا کہ وہ ایسا کرے۔''

(مجموعة الرّسائل والمسائل : ۱۵۱/۵)

❁ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

''کسی کام پر قسم اٹھانے کے بعد اگر کہے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ میں فلاں کام کروں گا یا ایسے کہے کہ اگر اللہ نے چاہا، تو یہ کام کروں گا، یا کہے: اگر اللہ نے نہ چاہا تو نہیں کروں گا۔ ایسے الفاظ کا استعمال بھی درست ہے کہ اگر میں چاہوں گا کر دوں گا نہ چاہا، تو نہیں کروں گا یا یوں کہے کہ کام کروں گا، اگر اللہ نے میرا ارادہ نہ بدلا یا مجھے کوئی اور کام نہ کرنا پڑا تو، اسی طرح قسم کو کسی ذات کے ساتھ معلق کر دینا کہ اگر فلاں نے چاہا تو کروں گا ورنہ نہیں، تو یہ سبھی صورتیں قسم کو بے اثر کر دیتی ہیں۔ اب اگر یہ قسم توڑ بھی دے، تو اس پر کفارہ نہیں ہو گا۔''

(المُحلّٰی بالآثار : ۳۰۱/۶)

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اللہ کے نبی سیدنا سلیمان بن داود علیہما السلام نے قسم اٹھائی کہ آج رات ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا، سبھی بیٹا جنم دیں گی اور وہ سب بیٹے اللہ کے رستے میں قتال کریں گے۔ آپ کے ساتھی یا فرشتے نے عرض کیا: ان شاء اللہ کہہ لیجئے، سیدنا سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، تو ایک ہی عورت کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور وہ بھی معذور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے، تو ان کی قسم بھی نہ ٹوٹتی اور حاجت برآوری بھی ہو جاتی۔''

(صحيح مسلم : ١٦٥٤)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ، فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنٰى .

''ان شاء اللہ کہہ کر اٹھائی جانے والی قسم پر کفارہ نہیں ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٠/٢، سنن أبي داود : ٣٢٦١، سنن النّسائي : ٣٨٦٠، سنن التّرمذي : ١٥٣١، سنن ابن ماجه : ٢١٠٥، وسندهٗ صحيحٌ)

مسند حمیدی (٧٠٧) میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے، ان کے بہت سارے متابع بھی ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن''، امام ابن الجارود (٩٢٨)، امام ابوعوانہ (٥٩٩١) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (٤٣٣٩) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنٰى، فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ .

''جس نے ان شاء اللہ کہہ کر قسم اٹھائی، وہ چاہے، تو کام کرے، چاہے تو چھوڑ دے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔'' (سنن أبي داود : ٣٢٦٢، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نے کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی، تو اس نے دودھ پی لیا، تو کیا وہ حانث ہوا یا نہیں؟

جواب: دودھ پینے سے وہ حانث نہیں ہوا، کیونکہ قسم کھانا نہ کھانے کی تھی۔

سوال: کچھ افراد نے باہم ایک دوسرے کی خوشی غمی میں شرکت کی قسم کھائی، پھر ایک شخص نے ناجائز محفل میں شرکت کی دعوت دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس محفل میں ناجائز اور غیر شرعی اُمور کیے جائیں، اس میں شرکت کرنا گناہ ہے، انہیں چاہیے کہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور ایسی ناجائز محفل میں شرکت سے گریز کریں، البتہ ان پر کفارہ لازم ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے ولایتی کپڑے استعمال نہ کرنے کی قسم کھائی، تو وہ کیا کرے؟

جواب: اگر اس کے پاس ولایتی کپڑوں کے علاوہ کپڑے ہیں، تو وہ انہیں استعمال کرلے، بہرکیف قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا۔

سوال: جو شخص عدالت میں کسی کے خلاف حلف اٹھا کر جھوٹی گواہی دے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے، ایسا شخص فاسق ہے، البتہ اس گواہی میں اٹھائے گئے حلف پر کفارہ نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْکَبَائِرُ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ.

”یہ گناہ کبیرہ ہیں؛ شرک، والدین کی نافرمانی، ناحق قتل اور جھوٹی قسم۔“

(صحيح البخاري : 6675)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کسی بھی معاملے میں مسلمان آدمی سے مال چھیننے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران : 77) (جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔) اشعث بن قیس آ کر پوچھنے لگے: ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ کیا بیان کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: یہ حدیث بیان کر رہے ہیں، تو وہ کہنے لگے: وہ سچ کہہ رہے ہیں: یہ آیت میرے ہی متعلق اتری تھی، میرے اور میری قوم کے ایک آدمی کے درمیان زمین کا جھگڑا تھا، میں وہ جھگڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، تو آپ نے فرمایا: اپنی دلیل لائیں۔ میرے پاس دلیل نہیں تھی، تو آپ نے دوسرے آدمی سے کہا: قسم اٹھاؤ۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! قسم تو یہ اٹھا لے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی بھی معاملے میں مسلمان آدمی سے مال چھیننے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾(آل عمران : 77) (جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔)''

(صحيح البخاري : 2666، صحيح مسلم : 220/138)

(سوال): ہم شیشی بناتے ہیں، ہماری پنچائیت میں حلف اٹھایا گیا ہے کہ ہم میں سے کوئی یہ ہنر باہر والے شخص کو نہیں سکھا سکتا، کیا یہ حلف خلاف شرع ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا شبہ یہ حلف غیر شرعی بات پر ہے۔ ہنر سکھانا چاہیے،، لہٰذا حلف اٹھانے والوں کو چاہیے کہ یہ حلف توڑ دیں اور کفارہ ادا کر دیں۔

(سوال): شادی شدہ نے جھوٹی قسم اٹھا کر کہا کہ میری شادی نہیں ہوئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ جھوٹی قسم ہے، اس پر وہ گناہ گار ہوا، البتہ ایسی قسموں پر کفارہ نہیں، کیونکہ کفارہ مستقبل یا حال کی قسموں کو توڑنے پر ہوتا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے فلاں کام کا ارتکاب کیا، تو اللہ مجھ پر جنت حرام کر دے، کیا یہ قسم ہے؟

(جواب): یہ قسم تو نہیں، البتہ انتہائی زہر آلود جملہ ہے، معلوم نہیں کہ لوگ خود اپنی عاقبت برباد کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ ایسے لوگوں کو توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

(سوال): ایک شخص نے ایک ہی کام پر بار بار قسم کھائی اور بار بار توڑ دی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس پر ایک کفارہ لازم ہے، نیز توبہ واستغفار بھی کرے۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ اگر ایسا کروں، تو مجھے کلام اللہ کی مار پڑے، کیا یہ قسم ہے؟

(جواب): یہ قسم نہیں، مگر ایسے جملوں کو جب بول دیا جائے، تو اسے پورا کرنا ضروری ہے، ورنہ واقعتاً کلام اللہ کی مار پڑ سکتی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے کسی کو نوکری سے نکلوانے کی قسم کھائی، مگر اسے نکلوانے میں کامیاب نہ ہو سکا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور توبہ واستغفار کرے، نیز آئندہ ایسے

برے ارادوں سے اجتناب کرے۔

(سوال): جان کے خوف سے جھوٹی قسم اٹھائی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جسے جان کا خوف ہو، وہ مجبور ہے اور مجبور کے کسی عمل پر مؤاخذہ نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾(النَّحل : ١٠٦)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس پر اللہ کا غضب ہے)، سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اس کو کفر پر مجبور کیا جائے، تو وہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح جسے جھوٹی قسم یا گواہی پر مجبور کیا جائے، تو وہ بھی گناہ گار نہیں ہوتا۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمَّا وَضَعَ اللّٰهُ عَنْهُ سَقَطَتْ أَحْكَامُ الْإِكْرَاهِ عَنِ الْقَوْلِ كُلِّهٖ، لِأَنَّ الْأَعْظَمَ إِذَا سَقَطَ عَنِ النَّاسِ سَقَطَ مَا هُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ.

''جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے (مجبوری کی صورت میں) کفر معاف کر دیا ہے، تو مجبوری کی صورت میں کہے گئے تمام دیگر اقوال بھی معاف ہیں، کیونکہ جب لوگوں کو بڑی چیز معاف کر دی جائے، تو چھوٹی چیز خود بخود معاف ہو جاتی ہے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 122/2)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خطا اور نسیان سے تجاوز کے بارے میں قرآنِ کریم نے صراحت کر دی ہے،
......اسی طرح مجبوری کی صورت میں کیے گئے کام سے معافی کے بارے میں
قرآنِ کریم نے صراحت کی ہے۔''

(جامع العُلوم والحکم، ص 452)

(سوال): ایک بوڑھی عورت نے قسم اٹھائی کہ جب تک قرض کی ادائیگی نہیں ہو جاتی، ہمیشہ روزے رکھوں گی، اب اس کمزور بڑھیا کے لیے روزے رکھنا محال ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس بڑھیا کو چاہیے کہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے۔

(سوال): قسم اٹھانا کیسا ہے؟

(جواب): ضرورت کے تحت اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کی قسم اٹھانا جائز ہے، مگر بلا ضرورت قسمیں اٹھانا درست نہیں اور جھوٹی قسم اٹھانا حرام اور ناجائز ہے۔

(سوال): کیا رسول اللہ ﷺ یا خانہ کعبہ کی قسم اٹھانا جائز ہے؟

(جواب): قسم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کی اٹھائی جا سکتی ہے، غیر اللہ کی قسم حرام اور ناجائز ہے، رسول اللہ ﷺ، کعبۃ اللہ یا کسی کی بھی قسم اٹھانا غیر اللہ کی قسم اٹھانا ہے، لہٰذا حرام اور ناجائز ہے۔

❁ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دورانِ سفر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باپ کی قسم کھاتے سنا، تو فرمایا:

اَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ .

''اللہ نے آباو اجداد کی قسم کھانے سے منع کیا ہے، چنانچہ جس نے قسم کھانی ہو،

وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ خاموش ہو رہے۔''

(صحيح البخاري : 6646، صحيح مسلم : 1646)

❀ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ .

''جو غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائے، اس کی قسم قبول نہیں، جیسے وہ نبی اور کعبہ کی قسم اٹھا دے۔''

(الهداية : 318/2، طبع بيروت)

❀ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْحَلِفَ بِالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ حَلِفٌ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''کیونکہ نبی ﷺ اور کعبہ کی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی قسم ہے۔''

(البحر الرّائق : 311/4)

(سوال): ایک شخص نے شطرنج کھیلنے کا حلف اٹھایا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): شطرنج کھیلنا حرام ہے، یہ جوا ہے، جس نے شطرنج کھیلنے کی قسم اٹھائی، اسے چاہیے کہ اپنی قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ، فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهٗ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهٖ .

''جس نے شطرنج کھیلی، اس نے گویا خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنا ہاتھ رنگ دیا۔''

(صحيح مسلم : 2260)

❁ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ شطرنج کھیلنا جوا ہے، جو کہ جائز نہیں۔''

(التّمهيد : 182/13، الاستذكار : 462/8)

سوال: ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص سے اپنی چیز جبراً نہ لوں، تو میری بیوی کو طلاق ہے، تو اس شخص وہ چیز بخوشی دے دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ جبراً لینے کی شرط تھی۔

سوال: ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں عورت سے نکاح کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے، تو اس سے نکاح کر لے، ورنہ قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ اگر فلاں عورت کے سوا دوسری عورت سے نکاح کروں، تو اسے طلاق ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معلق طلاق نہیں ہے، کیونکہ طلاق کو معلق کرنا اس وقت درست ہوگا، جب یہ جملہ بولتے وقت عورت نکاح میں موجود ہو، تو چونکہ عورت ابھی نکاح میں ہی موجود نہیں، تو اسے معلق طلاق دینے کا کیا معنی؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ .

''جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 189-207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي :

1181 ، سنن ابن ماجه : 2047 ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ''صحیح'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک : ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح:۱۱۸۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر فلاں عورت سے نکاح کروں، تو اسے طلاق دے دوں گا، پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم صحیح ہے، جب نکاح کر لیا، تو اب اس عورت کو یا تو طلاق دے دے، ورنہ قسم کا کفارہ ادا کر دے، اسے چاہیے کہ اپنی قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے، کیونکہ بلا وجہ طلاق دینا جائز نہیں۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا أَحْلِفُ عَلٰی يَمِينٍ، فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا .

''میں کسی کام پر قسم اٹھاتا ہوں، بعد ازاں محسوس کرتا ہوں کہ دوسرا کام اس سے بہتر ہے، تو میں بہتر کام کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3133 ، صحيح مسلم : 1649)

سوال: کیا نذر ماننا جائز ہے؟

جواب: نذر ماننا جائز ہے، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ (الدّهر : ۷)

''وہ نذر پوری کرتے ہیں۔''

❁ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد: 3313، المعجم الكبير للطّبراني: 2/75-76، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟.

''کیا اس جگہ کوئی بت یا کوئی جاہلی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد: 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ اس جگہ اہل جاہلیت جانور ذبح کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3312، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جس جانورکوقربان کرنے کی نذر مانی تھی، وہ مرجائے، تو کیا کیا جائے؟

جواب: اگر نذر شدہ جانور مر جائے، تو اب نذر پوری کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کر دیا جائے، تو بہتر ہے۔

سوال: بزرگ کے نام کی نذر و نیاز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی جائز ہے۔ مخلوق کے نام پر نذر دینا حرام ہے۔ اگر کوئی انسان کسی بزرگ یا ولی کے نام پر منت یا نذر کرتا ہے، صالحین اور اولیاء اللہ کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے صاحبِ قبر کا تقرب حاصل ہو جائے گا، وہ اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرے گا یا اس کی فریادرسی یا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی سفارش کرے گا، یا وہ اس کی قبر سے فیض پائے گا تو بلاشک یہ شرک فی العبادت ہے۔

❀ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

(الأنعام : 136)

”انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپائیوں میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا، پھر بزعمِ خویش کہنے لگے: یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا حصہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا،

لیکن اللہ کا حصہ ان کے دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔''

❀ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾(البقرة : ۱۷۳)

''اور وہ چیز (بھی حرام ہے) جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

مزاروں اور آستانوں پہ نذر کے نام پر جاہلانہ رسومات اور نفسانی وحیوانی خواہشات کی تکمیل جس انداز میں ہوتی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔اس کے باوجود بعض حلقوں سے قبروں پر نذر ونیاز کا جواز پیش کیا جاتا ہے۔

❀ علامہ حصکفی رحمہ اللہ (1088ھ) اپنے اکثر عوام کی اصلاح میں لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ النَّذَرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ، وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ.

''معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذ و نیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالا جماع باطل اور حرام ہیں۔''

(الدرّ المختار، ص 155، ردّ المحتار: 2/439)

❀ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (1252ھ) اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اولیا کے لیے نذر ونیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں پیر! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آ گیا، میرا مریض شفایاب ہو گیا یا میرا کام ہو

گیا،تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا، چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذر و نیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے: ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر و نیاز ہے، حالانکہ نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذر و نیاز دی جا رہی ہوتی ہے، وہ مردہ ہوتا ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذر و نیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ ولی امور میں تصرف کر سکتا ہے، اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔''

(ردّ المحتار المعروف به الفتاوى الشامي : 439/2)

❁ علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ (879ھ) لکھتے ہیں:

مَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَغَيْرِهَا، وَيُنْتَقَلُ إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، مُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

''جو رقوم، شمعیں اور تیل وغیرہ اولیا کی قبروں پر ان کے تقرب کے لیے لائی جاتی ہیں، ان کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(البحر الرّائق لابن نجيم : 298/2، الفتاوى الهنديّة المعروف به فتاوى عالمگيرى : 216/1، حاشية الطّحطاوي، ص 378)

❁ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

اَلنَّذْرُ الَّذِي يَقَعُ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ بِأَنْ يَّأْتِيَ إِلٰى قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ، وَيَرْفَعَ سِتْرَهٗ قَائِلًا : يَا سَيِّدِي فُلَانٌ! إِنْ قَضَيْتَ حَاجَتِي فَلَكَ مِنِّي مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا، بَاطِلٌ إِجْمَاعًا.

''اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آ کر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تو میری یہ ضرورت پوری کر دے، تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر۔ یہ بالا جماع باطل ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/216)

سوال: جو جانور غیر اللہ کے لیے نذر مانا جائے، اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

جواب: غیر اللہ کے لیے ذبح کیے جانے والے جانور کا گوشت کھانے کا ارادہ ہو یا نہ ہو، اسے کھایا جائے یا نہ کھایا جائے، وہ حرام ہی ہوتا ہے۔

❁ علمائے احناف فرماتے ہیں:

يَقُولُ : بِسْمِ اللّٰهِ، وَاسْمِ فُلَانٍ، أَوْ يَقُولُ : بِسْمِ اللّٰهِ وَفُلَانٍ، أَوْ بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ، فَتَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ، لِأَنَّهٗ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

''اگر کوئی شخص بوقتِ ذبح کہے: بِسْمِ اللّٰهِ، وَاسْمِ فُلَانٍ ''اللہ کے نام کے ساتھ اور فلاں کے نام کے ساتھ'' یا بِسْمِ اللّٰهِ، وَفُلَانٍ ''اللہ اور فلاں کے نام کے ساتھ''، یا بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ ''اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام کے ساتھ''، تو ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام پکار دیا گیا ہے۔''

(بدائع الصّنائع للكاساني : 5/48، الهداية للمرغيناني : 2/435)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نذر والی گائے کے پیٹ میں بچے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم بھی نذر والا ہے۔

سوال: اگر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہو، تو کیا اس نذر کے ادا کرنے سے قربانی ادا ہو جائے گی؟

جواب: قربانی الگ عمل ہے اور نذر کا جانور ذبح کرنا الگ عمل ہے، ایک کے ادا کرنے سے دوسری کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

سوال: نذر کے لیے جانور ذبح کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: نذر و نیاز کے لیے جانور ذبح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اللہ کے نام پر ہو۔

❀ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کر لیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر

پوری کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3313، المعجم الكبير للطّبراني : 2/75-76، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟.

''کیا اس جگہ کوئی بت یا کوئی جاہلی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد : 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔اس جگہ اہل جاہلیت جانور ذبح کرتے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کر لیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3312، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ (المائدة : ٣)

''اور جو جانور آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔''

یعنی قبروں اور مزاروں پر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے، اگرچہ اس پر بوقت ذبح اللہ کا نام پکار دیا جائے، اسے کھانے سے روک دیا گیا ہے۔

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ﴾(النّحل: ٥٦)

''وہ اللہ کے دیئے گئے رزق سے ان (معبودانِ باطلہ) کا حصہ مقرر کرتے ہیں، جنہیں یہ جانتے تک نہیں۔ اللہ کی قسم! تم سے تمہارے جھوٹوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ مشرکین کی بدکاریوں کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، جنہوں نے اس کے سوا اور معبودوں کی عبادت شروع کر رکھی تھی اور انہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے ان معبودوں کے لیے حصہ مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے خیال میں کہتے تھے کہ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ وہ لاعلمی میں یہ کہتے تھے کہ جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حق پر حاوی بھی کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کی قسم اٹھائی اور فرمایا کہ انہوں نے جو افترا پردازیاں کی ہیں اور جھوٹ باندھے ہیں، ان کے بارے میں وہ ضرور ان سے پوچھے گا اور انہیں ضرور اس جرم کی سزا اور جہنم میں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْاَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾ (النحل: ٥٦) (اللہ کی قسم! تم جو جھوٹ باندھتے تھے، اس

کے بارے میں تم سے ضرور سوال ہوگا)۔''

(تفسیر ابن کثیر : 4/45)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(المائدۃ : 103)

''اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیے، بلکہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے نام منسوب جانوروں کی شرعی حیثیت کی نفی کی ہے۔ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق منسوب کیے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا کفار کا طرزِ عمل تھا۔

یاد رہے کہ اس آیت میں صرف اس تاثر کی نفی کی گئی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا جائز ہے، یہاں ان جانوروں کی حلت و حرمت کا کوئی تذکرہ نہیں۔

❀ مفتی نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ چار جانور، بحیرہ وغیرہ وہ تھے، جن کو کفارِ عرب بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو حرام سمجھتے تھے۔ قرآن نے اس کو حرام سمجھنے کی تردید فرما دی، حالانکہ ان پر زندگی میں بتوں کا نام پکارا گیا تھا اور ان کے کھانے کا حکم دیا کہ فرمایا: ﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ (الأنعام : 142) (کھاؤ اس کو جو تمہیں اللہ نے دیا اور شیطان کے قدموں کی

پیروی نہ کرو)۔'' (جاءالحق:1/362)

بحیرہ والی آیت میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نہیں، بلکہ اس بارے میں مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ان جانوروں کی حلت وحرمت کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا، جبکہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ والی آیت سے معلوم ہو گیا کہ یہ جانور حرام ہیں۔مفتی صاحب نے جو آیت ذکر کی ہے، اس میں بحیرہ وسائبہ وغیرہ کی حلت کا کوئی ذکر نہیں۔اس آیت میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو کسی کے نام منسوب کر کے حرام کرنا کفار کا کام ہے، آپ ایسا نہ کرنا، اگر تم کفار کی تقلید میں ایسے جانور مقرر کرو گے تو شیطان کی پیروی کرو گے۔

کسی بھی مفسر نے اس آیتِ کریمہ کی رُو سے بحیرہ وغیرہ کو حلال قرار نہیں دیا اور یہ نہیں کہا کہ اس آیت میں بحیرہ وغیرہ کو کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ جو بحیرہ وغیرہ کفار نے مقرر کیے تھے، وہ انہی کی ملکیت تھے اور انہوں نے اپنے بتوں کے نام کیے ہوئے تھے، مسلمانوں کو کیسے حکم دیا جا سکتا تھا کہ وہ انہیں کھائیں؟

رہے حافظ نووی رحمہ اللہ تو ان کا یہ قول قرآن وسنت اور فہم سلف کے خلاف ہونے کی بنا پر خطا ہے۔سلف صالحین اور ائمہ دین ومحدثین میں سے کوئی بھی ان کا ہمنوا نہیں۔

کیا صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ دین سے غیر اللہ کے لیے جانور چھوڑنا اور بزرگوں کی نذر کر کے انہیں ذبح کرنا ثابت ہے؟ کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کوئی جانور چھوڑا؟ کسی تابعی نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت کسی صحابی کے نام پر کوئی جانور چھوڑا ہو؟ کسی تبع تابعی نے کسی تابعی کے نام پر یا کوئی جانور منسوب کیا ہو؟ اگر یہ جائز ہوتا، اور یہ نیکی کا کام ہے، تو صحابہ کرام سے بڑھ کر کون نیکیوں کا متلاشی تھا؟ کیا صحابہ کو

نبی ﷺ سے اتنی بھی محبت نہیں تھی، جتنی بعد کے لوگوں کو اپنے بزرگوں اور پیروں سے ہے؟ صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس ''کارِخیر'' سے کیونکر محروم رہے؟

ہم یہ بھی پوچھیں گے کہ جب غیر اللہ، مثلاً مُردوں اور غائب پیروں کو پکارنے کی نفی کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں آیاتِ قرآنیہ پیش کی جاتی ہیں تو ان کا جواب کچھ یوں ہوتا ہے: ''یہ آیات تو بتوں کے لیے ہیں، جو آپ اولیاء اللہ پر فٹ کر رہے ہیں۔ اولیاء اللہ بھلا غیر اللہ ہوتے ہیں؟ وہ غیر اللہ نہیں، بلکہ اللہ کے دوست ہیں۔۔۔'' وغیرہ۔

لیکن یہاں پر ان کا طرزِ عمل مختلف ہے۔ جب غیر اللہ کے نام کے ذبیحے کی بات آتی ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ذبح کرتے وقت اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر انہیں شاید یہ یاد نہیں رہتا کہ ان کے نزدیک اولیاء اللہ غیر اللہ نہیں ہوتے۔ انہیں چاہیے کہ وہ ذبح کرتے وقت بھی اولیاء اللہ کا نام لینا جائز قرار دے دیں، ورنہ پکار کے حوالے سے بھی اپنے غیر اللہ کے نظریے پر نظر ثانی کر لیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عقیدۂ توحید کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق سمجھنے اور اسی پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز اسی پر موت نصیب فرمائے۔ آمین!

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرے لڑکا پیدا ہوا، تو ایک گائے صدقہ کروں گا، لڑکا ہوا، تو اس نے گائے کی قیمت صدقہ کر دی، تو کیا اس سے نذر ادا ہو جائے گی؟

جواب: اسے گائے ہی صدقہ کرنا ہوگی، قیمت سے نذر ادا نہ ہوگی۔

سوال: اولیاء اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بت پرستی اپنی اصل میں اولیا پرستی ہی تھی۔ مشرکین مکہ کے بت اولیاء اللہ کے نام اور ان کی صورتوں پر ہی متشکل کئے گئے تھے۔ قرآنِ کریم نے صاف طور پر اس کا ردّ

کیا اور رسولِ اکرم ﷺ بت پرستی کو مٹانے کے لیے تشریف لائے۔اسلام کی اساس بت پرستی کے قلع قمع پر قائم ہوئی،لیکن بدقسمتی سے اسی کو بعد کے مسلمانوں نے عقیدت ومحبت اولیاء کا نام دے کر دین کا حصہ بنالیا۔آج بعض مسلمانوں نے مشرکین مکہ سے بہت سے مشرکانہ افعال مستعار لے لیے ہیں۔

اولیاء اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔جس طرح مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کے ناموں اور مُورتیوں پرمبنی بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے،ان کی تقلید میں آج کے بعض مسلمان بھی بزرگوں سے منسوب کر کے جانور چھوڑتے ہیں۔یہ نامزد جانور عام جانوروں کی طرح نہیں ہوتے، بلکہ ان لوگوں کے نزدیک وہ بڑی ''حرمت'' والے ہوتے ہیں۔

وہ جس کھیت میں گھس جائیں،اس کے مالک کے خیال میں اس کے لئے اچھا شگون ثابت ہوتے ہیں، وہ جدھر چاہیں جائیں،کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ان سے کوئی کام بھی نہیں لیا جاتا اور ان کی اپنی ایک پہچان ہوتی ہے۔لوگ جانتے ہوتے ہیں کہ یہ فلاں درگاہ یا فلاں مزار کا جانور ہے۔

کبھی غور کیجئے کہ کسی جانور کو اساف، نائلہ،منات وغیرہ سے موسوم کر دیا جائے اور اسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام کا نام دے دیا جائے یا یہ کہہ دیا جائے کہ یہ اونٹ اور گائے اجمیر کی ''چھٹی شریف'' کے لیے مختص ہے، یا کہہ دیا جائے کہ یہ گیارہویں کا بکرا ہے یا یہ فلاں کی منت اور نیاز ہے،توان دونوں میں بنیادی فرق کون سا باقی رہ جاتا ہے؟

قدیم زمانے میں بھی بزرگوں کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا تھا اور آج بھی یہ سب کچھ اولیاء کی تعظیم اور ان کے تقرب کے حصول کے لیے کیا

جاتا ہے۔اس لیے کہ جانے انجانے میں ان اولیاء کو خدائی طاقتوں کا مظہر سمجھ لیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ میرا یہ کام ہو گیا تو میں فلاں مزار پر کالا بکرا ذبح کروں گا یا کالے مرغ کی منت اور چڑھاوا چڑھاؤں گا۔

غیر اللہ کے نام سے منسوب کرنا اور ان کے نام پر ذبح کرنا شرک و کفر ہے۔ایسے جانور اور ایسی اشیا کھانا حرام ہے، یہ جانور اور یہ روپیہ پیسہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے کہ یہ چیزیں اسی کے نذرانے اور شکرانے میں صَرف ہوں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

(الأنعام: 162-163)

”(نبی!) کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مطیع ہوں۔“

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے اعلان کروایا کہ میں نماز، جو کہ دین کا ستون اور رکن ہے، قلبی عبادات، جیسے خشوع اور توجہ الی اللہ، قولی عبادات، جیسے تکبیر وتحمید، قرآنِ کریم کی تلاوت، وغیرہ، عملی عبادات، جیسے قیام، رکوع، سجدہ، جلوس وغیرہ، خالص اللہ رب العالمین کے لیے ادا کرتا ہوں۔ میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتا ہوں، مشرکین کی طرح انصاب واصنام کے لیے نہیں۔ میں ساری زندگی اپنے اللہ کی بندگی اور نیاز مندی میں گزاروں گا اور اسی پر فوت

ہوں گا۔ میں اقراری ہوں کہ عبادات کی تمام انواع واقسام میں اللہ رب العالمین کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہے:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اور اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنے والے مشرکوں کو بتا دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِن کاموں میں اُن کے مخالف ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ذبح اسی کے نام پر کرتے ہیں، وہ (اللہ) اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر: 2) ''صرف اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور اسی کے نام پر ذبح کریں۔'' یعنی اپنی نماز اور ذبح اللہ کے لیے خاص کر دیں، کیونکہ مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ ان کی مخالفت کریں، ان کی اس رَوَش سے الگ رہیں اور اپنی نیت وقصد اور عزم کے ساتھ اس بات پر قائم رہیں کہ ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 128/3)

عبادات کی تمام انواع جیسے دعا و پکار اور التجا، محبت، خوف، امید ورجا، توکل وبھروسہ، رغبت ورہبت، خشوع وخضوع، رجوع وانابت، استعانت واستغاثہ، ذبح اور نذر و نیاز خالص اللہ کے لیے بجالائیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے، جو ضروری ہے کہ اسی کے لیے پورا کیا جائے۔ تاحیات اس پر

ڈٹے رہنا اور تا زیست اس کی دعوت ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

''غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔''

(صحیح مسلم : 1978)

مخلوق کے نام پر جانور ذبح کرنا غیر اسلامی عمل ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی تعظیم وتقرب کے لیے ذبح کرنا شرک ہے اور ایسا ذبیحہ حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کے بیان میں فرمایا:

﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة : ١٧٣)

''جو چیز اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام (بہ نیت عبادت وتعظیم) منسوب ہو۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا؛

① جانور یا کسی اور چیز کو غیر اللہ کے لیے نامزد کیا جائے، خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی کیوں نہ پکارا جائے، تب بھی حرام ہے۔

② ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے، تو حرام ہے۔

③ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا جائے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اے اللہ! فلاں ولی یا بزرگ کے تقرب کے لیے یہ جانور ذبح کیا گیا ہے، تب بھی حرام ہے۔

④ اللہ کے لیے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح نام غیر اللہ کا پکارا جائے، حرام ہے۔

⑤ ذبح اللہ کے لیے کیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے ساتھ

غیراللہ کا نام شامل کر دیا جائے، تب بھی حرام ہے۔

❀ علمائے احناف فرماتے ہیں:

''اگر کوئی بندہ بوقتِ ذبح کہے: بِسْمِ اللّٰهِ، وَاسْمِ فُلَانٍ ''اللہ کے نام کے ساتھ اور فلاں کے نام کے ساتھ'' یا بِسْمِ اللّٰهِ، وَفُلَانٍ ''اللہ اور فلاں کے نام کے ساتھ''، یا بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ ''اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام کے ساتھ''، تو ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام پکار دیا گیا ہے۔''

(بدائع الصّنائع للكاساني : 48/5، الهداية للمرغيناني : 435/2)

سوال: سماعِ موتی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: مُردے سنتے ہیں یا نہیں، اس بارے میں مسلمانوں کے ہاں متضاد آرا پائی جاتی ہیں۔ یہی اختلاف عقیدے کے لحاظ سے مسلمانوں کی تقسیم کا ایک بڑا سبب بھی ہے۔ یہ مسئلہ ''سماعِ موتی'' کے نام سے معروف ہے۔ ہم فہم سلف کی روشنی میں قرآن و سنت سے اس مسئلے کا حل پیش کریں گے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ غیر جانبدار رہتے ہوئے تلاشِ حق کی غرض سے ہماری ان معروضات کو ملاحظہ فرمائیں اور کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت تعصب کو آڑے نہ آنے دیں۔ ہمیں امیدِ واثق، بلکہ یقین ہے کہ وہ ضرور حق کی منزل کو پالیں گے، کیونکہ قرآن وسنت کو اگر صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے طریقے اور منہج کے مطابق سمجھا جائے، تو حق تک پہنچنا سو فی صد یقینی ہو جاتا ہے۔

کلی قاعدے میں بسا اوقات شریعت کچھ استثناءات رکھ دیتی ہے، لیکن اس سے قانونِ شریعت کی کلّی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ بالکل یہی حال مسئلہ سماعِ موتی کا ہے۔ مُردے

نہیں سنتے ،البتہ قرآن وسنت کے بیان کردہ خاص اوقات وحالات میں ان کا کوئی خاص بات سن لینا ثابت ہے۔یہ کہنا جائز نہیں کہ مُردے سنتے ہیں۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''مُردے سنتے ہیں،لیکن ان حالات و واقعات میں،جن کی صراحت نصوصِ شرعیہ نے کردی ہے۔''

لہٰذا مطلق طور پرمُردوں کے سننے کا عقیدہ رکھنا قرآن وسنت سے متصادم ہے۔قرآن وسنت نے مردوں کے سننے کی مطلق نفی کی ہے۔یہی کلی قانون ہے،دلائل ملاحظہ فرمائیں:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِینَ یَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ﴾(الأنعام: ٣٦)

''جواب تو وہی دیتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) زندہ کرے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

❀ سنی مفسر،امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ﴾ یَقُولُ: الْكُفَارُ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ مَعَ الْمَوْتٰی، فَجَعَلَهُمْ تَعَالٰی ذِكْرُهٗ فِي عِدَادِ الْمَوْتَی الَّذِینَ لَا یَسْمَعُونَ صَوْتًا، وَّلَا یَعْقِلُونَ دُعَاءً، وَّلَا یَفْقَهُونَ قَوْلًا.

''﴿وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ﴾ (مُردوں کو اللہ تعالیٰ [روزِ قیامت] زندہ کرے گا۔) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفار کو اللہ تعالیٰ مُردوں کے ساتھ ہی زندہ کرے گا، یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں (زندہ ہوتے ہوئے بھی) ان مُردوں میں

شامل کر دیا جو نہ کسی آواز کو سن سکتے ہیں، نہ کسی پکار کو سمجھ پاتے ہیں اور نہ کسی بات کا انہیں شعور ہوتا ہے۔''

(تفسير الطّبري : 855/4)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

(النّمل : ٨٠)

''(اے نبی!) یقیناً آپ نہ کسی مُردے کو سنا سکتے ہیں، نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جب وہ اعراض کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گویا یہ کفار مردے ہیں کہ جس طرح مردے نہیں سنتے اس طرح یہ بھی حق بات نہیں سنتے۔

❁ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾(فاطر : ٢٢)

❁ علامہ ماتریدی رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾، فَتَمَثَّلَ بِحَالِ الْكَفَرَةِ بِحَالِ الْمَوْتٰى، وَلَا نَزَاعَ فِي أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ.

''﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (آپ قبروں والوں کو سنا نہیں سکتے) میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی حالت کو مُردوں کی حالت سے تشبیہ دی ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ مُردے سن نہیں سکتے۔''

(شرح المقاصد في علم الكلام : 116/5)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (861ھ) دونوں آیات کے متعلق فرماتے ہیں:

إِنَّهُمَا يُفِيدَانِ تَحْقِيقَ عَدَمِ سَمَاعِهِمْ، فَإِنَّهُ تَعَالٰى شَبَّهَ الْكُفَّارَ بِالْمَوْتٰى لِإِفَادَةِ تَعَذُّرِ سَمَاعِهِمْ، وَهُوَ فَرْعُ عَدَمِ سَمَاعِ الْمَوْتٰى .

''ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے قطعاً نہیں سن سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی ہے تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ وہ سُن نہیں سکتے۔ کفار کا حق کو نہ سن سکنا، عدمِ سماعِ موتیٰ کی فرع ہے۔''

(فتح القدير : 104/2)

سوال: ایک شخص نے منت مانگی کہ اگر اس کی والدہ صحت یاب ہو جائیں، تو وہ ایک گائے صدقہ کرے گا، مگر والدہ صحت یاب نہ ہوئیں اور فوت ہوگئیں، تو کیا اب بھی اس پر ایک گائے صدقہ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ اس کی منت پوری نہیں ہوئی، لہٰذا اس پر ایک گائے صدقہ کرنا لازم نہیں، البتہ اگر صدقہ کر دے، تو بہت بہتر ہے۔

سوال: نذر والے جانور کا گوشت کسے دیا جائے؟

جواب: یہ گوشت غرباء میں تقسیم کرنا چاہیے۔

سوال: کیا منت کا گوشت خود کھانا جائز ہے؟

جواب: کھا سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے مطلق گائے ذبح کرنے کی نذر مانی، تو کیا اس گائے میں قربانی والی شرائط کا ہونا ضروری ہے؟

(جواب): ضروری نہیں۔

(سوال): نذر کا جانور کیسا ہو؟

(جواب): کم از کم درمیانے درجہ کا۔

(سوال): کیا نفل نماز کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا نَذَرَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَلِّ هَاهُنَا، يَعْنِي فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ : صَلِّ هَاهُنَا .

''ایک آدمی نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر مانی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا: یہیں مسجد حرام میں نماز پڑھ لیں۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے تو بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہے۔ فرمایا: ''یہیں نماز پڑھ لیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 363/3، سنن أبي داوٗد : 3305، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (۵۸۸۳) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۴۵) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۳۰۴/۴) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا حج کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ وَإِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ : لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ : نَعَمْ قَالَ : فَاقْضُوا اللّٰهَ فَهُوَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ .

''ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ (حج کیے بغیر) فوت ہوگئی ہے (کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا، تو آپ اسے ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: اللہ کا حق ادا کیجیے، کیوں کہ وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔''

(صحيح البخاري : 1852)

سوال: کیا روزوں کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

جواب: مانی جاسکتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ .

''جس پر (نذر کے) روزے تھے اور وہ فوت ہو گیا، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا۔''

(صحيح البخاري : 1952 ، صحيح مسلم : 1147)

یہ حدیث دلیل ہے کہ روزوں کی نذر مانی جاسکتی ہے اور اس کی ادائیگی بھی فرض ہے، اگر منت ماننے والا بغیر ادائیگی کے فوت ہو جائے، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے

رکھے گا۔

(سوال): نذر کے نوافل کھڑے ہوکر پڑھے جائیں یا بیٹھ کر؟

(جواب): اگر کھڑے ہوکر پڑھنے کی طاقت ہے، تو کھڑے ہوکر ہی پڑھنے چاہیے۔

(سوال): کیا شیرینی تقسیم کرنے کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، مگر صرف اللہ کے نام کی۔

(سوال): کیا نذر کی قضا لازم ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کیا قربانی کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

(جواب): قربانی سنت مؤکدہ ہے، البتہ اگر قربانی کی نذر مان لی جائے، تو اس کی ادائیگی واجب ہوجاتی ہے۔

(سوال): زیورات صدقہ کرنے کی نذر مانی، تو اس کی قیمت صدقہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): زیورات صدقہ کرنے چاہیے۔

(سوال): مقررہ تاریخ سے پہلے نذر پوری کردی جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا اعتکاف کی نذر مانی جاسکتی ہے؟

(جواب): اعتکاف کی نذر درست ہے۔

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ : «أَوْفِ بِنَذْرِكَ» .

''انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، تو آپ نے انہیں فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔''

(صحيح البخاري : 6697، صحيح مسلم : 1656)

سوال: کیا نذر سے تقدیر تبدیل ہو جاتی ہے؟

جواب: نذر و منت سے تقدیر تبدیل نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَأْتِي النَّذْرُ ابْنَ آدَمَ بِشَيْءٍ لَّمْ أَكُنْ قَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، وَلٰكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ قَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ يُوْتِينِي عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ أَتَانِي مِنْ قَبْلُ .

''نذر ابن آدم کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں لاتی، جو میں نے اس کے مقدر میں نہ لکھی ہو، بلکہ نذر سے اسے وہی چیز ہی ملتی ہے، جو میں نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے، نذر کے ذریعے میں بخیل سے نکلواتا ہوں، اس (نذر ماننے کی) وجہ سے مجھے وہ ایسی چیز دیتا ہے، جو پہلے نہیں دیتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 314/2، صحيح البخاري : 6609، صحيح مسلم : 1640)

سوال: کیا باپ کی بیوہ کو نذر کے پیسے دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: ایک شخص نے جانور کی نذر مانی، تو کیا وہ گوشت صدقہ کرے یا زندہ جانور؟

جواب: دونوں طرح جائز ہے۔

سوال: ایک شخص نے مسجد میں سونے کا چراغ جلانے کی نذر مانی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نذر کو پورا کیا جائے، وہ چراغ مسجد کی ملکیت ہوگی۔

سوال: مٹھائی کی نذر مانی، تو اس کی جگہ کپڑے صدقہ کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: مٹھائی کی نذر مانی ہے، تو مٹھائی ہی صدقہ کرنی چاہیے۔

سوال: جس نے نذر پوری نہ کی، تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: نذر پوری نہ کرنے کا وہی کفارہ ہے، جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے، یعنی اپنی حیثیت کے مطابق دس مساکین کو کھانا کھلانا یا دس مساکین کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اگر تینوں میں سے کسی کی بھی طاقت نہیں، تو تین روزے رکھے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَكَفَّارَتُهُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَمَا كَانَ لِلشَّيْطَانِ فَلَا وَفَاءَ فِيهِ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ .

''نذر دو طرح کی ہوتی ہے، جو نذر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے پورا کیا جائے اور جو نذر شیطان کے لیے ہوتی ہے، اسے پورا کرنا درست نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا ہے۔''

(المنتقى لابن الجارود : 935، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 72/10، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: قرض دار کو قرضہ معاف کر دینے سے نذر پوری ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس سے نذر پوری نہیں ہوتی۔

سوال: جس نے مسجد میں مٹھائی تقسیم کرنے کی نذر مانی ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ نذر پوری کرے۔

سوال: اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، مگر اونٹ نہ ملے، تو کیا کرے؟

جواب: بہر حال اونٹ ذبح کرنا ضروری ہے، وہ اونٹ کی تلاش کرے، جب مل جائے، تو ذبح کر دے۔

سوال: نذر کے جانور سے فائدہ حاصل کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔

سوال: جس نے چرس بانٹنے کی نذر مانی ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ معصیت کی نذر ہے، اسے پورا کرنا جائز نہیں، اسے چاہیے کہ نذر توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

سوال: کیا کسی بیمار کی صحت یابی کے لیے جانور ذبح کرنے کی نذر مانی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے، تو میں ایک قرآن ختم کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نذر صحیح ہے، کام ہو جانے کی صورت میں اس پر ایک قرآن مکمل تلاوت کرنا لازم ہوگا۔

سوال: کیا بیٹے کی سلامتی پر نذر ماننا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: مطلق صدقہ کی نذر مانی، تو کتنا صدقہ لازم ہوگا؟

جواب: جب مطلق صدقہ کی نذر مانی ہے، تو نذر ماننے والا جتنی قیمت بھی صدقہ کر دے، نذر پوری ہو جائے گی۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): جو شخص نذر پوری کیے بغیر فوت ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نذر پوری کرنا واجب ہے، اگر نذر ماننے والا فوت ہو جائے، تو اس کا ولی اس کی طرف سے نذر پوری کرے گا۔

❀ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا نَذْرٌ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْضِيَهُ عَنْهَا .

''میری والدہ فوت ہوئیں، تو ان کے ذمہ ایک نذر تھی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو آپ نے مجھے ان کی طرف سے نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 6698، صحيح مسلم : 1638)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: اللہ کے رسول! میری بہن فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں (تو کیا میں رکھ لوں؟)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بتائیے، اگر آپ کی بہن کے ذمے قرض ہوتا، تو آپ اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: تو اللہ کا حق زیادہ ضروری ہے۔'' (صحيح البخاري : 1953، صحيح مسلم : 1148)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ .

''جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

(صحيح البخاري : 1952 ، صحيح مسلم : 1147)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا: میری بہن فوت ہو چکی ہے، انہوں نے حج کی نذر مانی تھی (تو میں کیا کروں) فرمایا: اگر ان پر قرض ہوتا، تو کیا آپ اسے ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بھی (حق) ادا کریں، کیوں کہ وہ ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔''

(صحيح البخاري : 6696)

سوال: کیا بیمار کی صحت کی غرض سے بکرا ذبح کرنا جائز ہے؟

جواب: بیمار کی صحت یابی کے لیے بکرے کا فدیہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ اللہ کے نام پر ہو، کیونکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز شرک ہے۔

سوال: گناہ کی نذر رہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نیکی کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے، جبکہ گناہ کی نذر کو ترک کرنا ضروری ہے، اس صورت میں نذر کا کفارہ ادا کیا جائے۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''بنو ثقیف، بنو عُقیل کے حلیف (دوست) تھے، بنو ثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دوساتھی قید کرلیے، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنوعُقیل کا ایک آدمی قید کرلیا، اس کے ساتھ عضبا (اونٹنی) بھی حاصل کرلی۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے، جب کہ وہ (رسی میں) جکڑا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: محمد! محمد! آپ اس کے پاس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: آپ نے مجھے اور حاجیوں سے آگے جانے والی اونٹنی کو کیوں پکڑا ہے؟ فرمایا: میں نے تجھے تیرے حلیف بنوثقیف کے جرم میں پکڑا ہے۔ پھر آپ وہاں سے چلے گئے۔ اس نے آپ کو آواز دی: محمد! محمد! رسول اللہ ﷺ بڑے رحمدل اور نرم دل تھے۔ آپ واپس اس کے پاس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں مسلمان ہوگیا ہوں، فرمایا: اگر تم یہ بات اس وقت کہتے، جب تم خودمختار تھے، تو تم تمام کامیابیاں سمیٹ لیتے۔ پھر آپ وہاں سے جانے لگے، تو اس نے آپ کو آواز دی: محمد! محمد! آپ ﷺ واپس اس کے پاس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا کھلایئے، میں پیاسا ہوں، مجھے پانی پلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیری ضرورت ہے (اسے پورا کیا جائے گا۔)۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اسے دو صحابہ کرام کے بدلے فدیہ کے طور پر دیا گیا۔ ایک انصاری عورت قید کی گئی اور عضباء (اونٹنی) بھی پکڑ لی گئی، عورت رسیوں میں جکڑی ہوئی تھی، وہ لوگ اپنے اونٹوں کو اپنے گھروں کے سامنے چرایا کرتے تھے، ایک رات وہ عورت رسیوں سے آزاد ہوگئی اور اونٹوں کے پاس آئی، جب بھی وہ کسی اونٹ کے قریب جاتی، تو وہ بلبلانے لگتا، تو وہ اسے چھوڑ دیتی، حتی کہ وہ عضباء کے پاس پہنچی، تو اس نے آواز نہ نکالی، وہ

ایک فرمانبردار اونٹنی تھی، چنانچہ وہ اس اونٹنی کے پچھلے حصے پر بیٹھ گئی اور اسے ہانکنے لگی تو وہ چل پڑی، انہوں نے نذر مان کر اسے (اونٹنی کو) تلاش کرنا شروع کیا، مگر اس نے انہیں ناکام کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: اس عورت نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دی، تو وہ اس اونٹنی کو ذبح کر دے گی۔ جب وہ مدینہ آئی، تو لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا: یہ تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی عضبا ہے، وہ عورت کہنے لگی: میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی، تو میں اس اونٹنی کو ذبح کروں گی۔ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور یہ بات آپ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس نے اسے برا بدلہ دیا ہے کہ اگر اللہ نے اسے نجات دی، تو وہ اسے ذبح کر دے گی، اللہ کی معصیت اور اس چیز کی نذر پوری نہیں کی جاتی، جو انسان کے اختیار میں نہ ہو۔''

(صحيح مسلم :1641)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ .

''جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی ہے، وہ اس کی اطاعت کرے (یعنی نذر پوری کرے) اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی ہے، وہ نافرمانی نہ کرے (یعنی نذر پوری نہ کرے)۔''

(صحيح البخاري : 6696، 6700، موطأ الإمام مالك : 476/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَكَفَّارَتُهُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَمَا كَانَ

لِلشَّيْطَانِ فَلَا وَفَاءَ فِيهِ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ .

''نذر دو طرح کی ہوتی ہے، جو نذر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے پورا کیا جائے اور جو نذر شیطان کے لیے ہوتی ہے، اسے پورا کرنا درست نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا ہے۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي : 72/10، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۳۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُخْتَهٗ، نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ، إِلَى الْبَيْتِ، وَاسْتَفْتٰى لَهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ ..

''ان کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی تھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ہمشیرہ کے متعلق فتویٰ دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں حکم دیں کہ وہ سوار ہو جائیں۔''

(صحیح البخاري : 1866، صحیح مسلم : 1644)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دھوپ میں کھڑے دیکھا، تو اس کے متعلق (لوگوں سے) پوچھا: انہوں نے بتایا: یہ ابو اسرائیل ہیں، انہوں نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑے رہیں گے، نہ بیٹھیں گے، نہ سائے میں جائیں گے، نہ کلام کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں کہیں کہ کلام کریں، سائے میں آ جائیں، بیٹھ جائیں اور روزہ پورا کریں۔''

(صحيح البخاري : 6704)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنے بیٹوں کے سہارے چلتے ہوئے دیکھا، تو پوچھا: یہ کیا؟ انہوں نے کہا: اس نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی ہے، تو فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہے کہ یہ اس نذر کے ذریعے اپنے آپ کو تکلیف پہنچائے۔ چنانچہ آپ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري :6701، صحيح مسلم : 1642)

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میں اپنی بھینس کا سارا دودھ گیارہویں تاریخ کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی نذر کر دیا کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نذرِ معصیت ہے۔ غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز حرام ہے۔ دین کی دعوت مسلمان کی بھلائی پر قائم ہے، جب کہ مذکورہ تمام رسمیں سرتاپا مضرت کا باعث ہیں، یہ بلا کی ظالم ہیں، جو سادہ لوح مسلمانوں کا پیسہ، یتیموں اور بیواؤں کا مال بے دریغ ہڑپ کر جانے کا ہنر جانتی ہیں۔

اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ (گیارہویں) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ ہے، لیکن اس نے اپنے بارے میں اور بہت کچھ مشہور کر رکھا ہے، عوام الناس اسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی نیاز خیال کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد بنا دیا ہے کہ اگر ہم نے گیارہویں کا دودھ نہ دیا، تو اس کی وجہ سے ہماری بھینس یا گائے مر جائے گی یا بیمار ہو جائے گی یا رزق ختم ہو جائے گا یا اولاد کی موت واقع ہو جائے گی یا گھر میں نقصان ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ عقیدہ شرعاً حرام ہے۔

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا صدقہ بھی اسے کہیں،تو سوال اٹھے گا کہ کیا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی بزرگ اسلام میں ہوا ہے؟اگر ہاں،تو اس کا صدقہ اتنے تواتر سے کیوں نہیں، یاد رہے کہ سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت سے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوتا،تو وہ اس کا اہتمام کرتے۔

ویسے بھی گیارہویں کا سلسلہ نسب شیعہ کے رسوم و رواج سے ملتا ہے، وہ بھی اپنے ائمہ کے لئے نیاز برائے ایصالِ ثواب دیتے ہیں۔

۞ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

أَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلٰی تَرْکِهٖ فَلَا یَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّهُمْ مَا تَرَکُوهُ إِلَّا عَلٰی عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا یُعْمَلُ بِهٖ .

’’جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، وہ کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے اسے چھوڑا ہی اس لئے تھا کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔‘‘

(فضل علم السّلف علی علم الخلف، ص31)

جس کام کے چھوڑنے پر سلف صالحین متفق ہوں،اسے کرنا جائز نہیں اور سلف صالحین سے گیارہویں شریف کا بالکل بھی ثبوت نہیں ملتا۔

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

’’اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی،تو ایسا نہیں کہ فہم صحابہ وتابعین سے غائب رہتی اور بعد میں یہ لوگ اسے سمجھ لیتے۔ یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ شرعی دلیل ایک مفہوم کا تقاضا کرتی ہو اور سلف کا عمل اس کے خلاف ہو؟ یہ بھی کیسے ممکن ہے کہ سلف

نے کسی کام کی دلیل ہونے کے باوجود وہ نہ کیا ہو؟ اس طرح کے معاملات میں متاخرین نے جو عمل کیا ہے، وہ اجماع سلف کے خلاف ہے اور اجماع کی مخالفت کرنے والا خود خطا کار ہوتا ہے، کیونکہ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، لہٰذا سلف جس کام کو کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔ کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا غلطی، جو سلف صالحین کی مخالفت کرے گا، وہ خطا پر ہوگا اور یہی اس کے خطا کار ہونے کے لیے کافی ہے۔''

(المُوافقات : 72/3)

❀ نیز لکھتے ہیں:

''ان تمام امور کے پیش نظر شرعی دلیل میں غور کرنے والے ہر شخص کے لیے سلف کے فہم و عمل کا پاس رکھنا ضروری ہے، کیونکہ یہی درستی کے زیادہ قریب اور علم و عمل میں زیادہ پختہ ہے۔'' (المُوافقات : 77/3)

❀ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (744ھ) لکھتے ہیں:

''کسی آیت یا حدیث کا ایسا مفہوم و مطلب بیان کرنا جائز نہیں، جو زمانہ سلف میں نہ تھا، نہ انہوں نے اسے پہچانا اور نہ امت کے لیے بیان کیا۔ اگر آپ اس طرح کا مفہوم بیان کرتے ہیں، تو لازم آئے گا کہ سلف اس بارے میں حق سے جاہل رہے اور اس سے گم راہ رہے ہیں اور یہ بعد میں آنے والا معترض اس کی طرف راہ پا گیا ہے۔''

(الصّارم المُنكي فی الرّد علی السّبكي، ص 318)

گیارہویں کا بکرا بت پرست کے بکرے سے گیا گزرا نہیں، بلکہ اسی کے جیسا ہے، وہ بھی حرام ہے، یہ بھی حرام ہے۔ بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے لیے نذر و نیاز کی نیت سے، دونوں حرام ہیں، خواہ انہیں مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، کیونکہ یہ دونوں جانور غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لیے ذبح کیے گئے ہیں۔

سوال: ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے، تو عید الاضحیٰ والے دن گائے یا بکرے کی قربانی کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی سنت مؤکدہ ہے، مگر جب اس کی نذر یا منت مان لی جائے، تو اس کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے، کیونکہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ اگر باری تعالیٰ میرا فلاں کام کر دے، تو میں مسجد میں پنکھا لگواؤں گا، تو اس کا کام ہو گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نذر صحیح ہے، مراد پوری ہونے پر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

سوال: نیاز بنام حسین رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نذر و نیاز عبادت ہے، جیسے نماز و روزہ عبادت ہے۔ کسی بت کے لیے نماز پڑھیں یا کسی نیک ولی کے لیے، دونوں صورتوں میں شرک اور حرام ہے۔ مجوسیوں کے آتش کدوں اور آگ کے لیے وقف بکرے کو اللہ کا نام لے حلال کرنے کا یہ طریقہ اسلاف امت نے بہر حال نہیں اپنایا، شریعت اور صاحب شریعت بھی اس سے ناواقف ہیں۔

نیاز حسین رضی اللہ عنہ حرام ہے، کبھی غور کیجئے کہ کسی چیز کو اساف، نائلہ، منات وغیرہ سے موسوم کر دیا جائے اور اسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام کا نام دے دیا جائے یا یہ کہہ دیا جائے

کہ یہ چیز کی ''چھٹی شریف'' کے لیے مختص ہے، یا کہہ دیا جائے کہ یہ چیز گیارہویں کے لیے مختص ہے یا یہ فلاں کی منت اور نیاز ہے، تو ان دونوں میں بنیادی فرق کون سا باقی رہ جاتا ہے؟ قدیم زمانے میں بھی بزرگوں کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا تھا اور آج بھی یہ سب کچھ اولیاء کی تعظیم اور ان کے تقرب کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جانے انجانے میں ان اولیاء کو خدائی طاقتوں کا مظہر سمجھ لیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ میرا یہ کام ہو گیا تو میں فلاں مزار پر کالا بکرا ذبح کروں گا یا کالے مرغ کی منت اور چڑھاوا چڑھاؤں گا۔

غیر اللہ کے نام سے منسوب کرنا اور ان کے نام پر ذبح کرنا شرک و کفر ہے۔ ایسے جانور اور ایسی اشیا کھانا حرام ہے، یہ جانور اور یہ روپیہ پیسہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے کہ یہ چیزیں اسی کے نذرانے اور شکرانے میں صَرف ہوں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

(الأنعام: 162-163)

''(نبی!) کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مطیع ہوں۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے اعلان کروایا کہ میں نماز، جو کہ دین کا ستون اور رکن ہے، قلبی عبادات، جیسے خشوع اور توجہ الی اللہ، قولی عبادات، جیسے

تکبیر وتحمید، قرآنِ کریم کی تلاوت، وغیرہ، عملی عبادات، جیسے قیام، رکوع، سجدہ، جلوس وغیرہ، خالص اللہ رب العالمین کے لیے ادا کرتا ہوں۔ میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتا ہوں، مشرکین کی طرح انصاب واصنام کے لیے نہیں۔ میں ساری زندگی اپنے اللہ کی بندگی اور نیازمندی میں گزاروں گا اور اسی پر فوت ہوں گا۔ میں اقراری ہوں کہ عبادات کی تمام انواع واقسام میں اللہ رب العالمین کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہے:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اور اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنے والے مشرکوں کو بتا دیں کہ آپ ﷺ اِن کاموں میں اُن کے مخالف ہیں، کہ آپ ﷺ کی نماز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ذبح اسی کے نام پر کرتے ہیں، وہ (اللہ) اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر: 2) ''صرف اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور اسی کے نام پر ذبح کریں۔'' یعنی اپنی نماز اور ذبح اللہ کے لیے خاص کر دیں، کیونکہ مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ ان کی مخالفت کریں، ان کی اس رَوَش سے الگ رہیں اور اپنی نیت وقصد اور عزم کے ساتھ اس بات پر قائم رہیں کہ ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 128/3)

عبادات کی تمام انواع جیسے دعا و پکار اور التجا، محبت، خوف، امید و رجا، توکل و بھروسہ، رغبت و رہبت، خشوع و خضوع، رجوع و انابت، استعانت و استغاثہ، ذبح اور نذر و نیاز خالص اللہ کے لیے بجالائیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے، جو ضروری ہے کہ اسی کے لیے پورا کیا جائے۔ تاحیات اس پر ڈٹے رہنا اور تازیست اس کی دعوت ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے، تو میں محفل میلاد یا مجلس امام حسین رضی اللہ عنہ کا انعقاد کروں گا، پھر اس کا کام ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مجالس امام حسین رضی اللہ عنہ کا انعقاد بدعت ہے، بدعی اُمور پر خرچ کرنا گناہ ہے اور یہ پیسے کو ناحق خرچ کرنا ہے اور گناہ پر باہم تعاون ہے۔ لہٰذا جس نے منت مانی تھی، اسے چاہیے کہ اس نذر کو ترک کر دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدۃ: 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر ایک دوسرے کی (مالی وجسمانی) معاونت مت کریں۔''

نبی کے میلاد کو منانے والی بدعت سب سے پہلے نصاریٰ میں شروع ہوئی، پھر مسلمانوں میں بھی در آئی، مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عید میلادِ عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور بدعت سیئہ ہے، جبکہ کفار کی مشابہت اور ان کی رسومات پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کے زمانہ، بلکہ خیر القرون کے تینوں زمانوں میں اس کا وجود نہیں ملتا، یہ بعد

کی ایجاد ہے۔

۞ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (م:۷۹۵ھ) رقمطراز ہیں:

أَمَّا مَا اتَّفَقَ السَّلَفُ عَلٰى تَرْكِهٖ، فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهٖ، لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلٰى عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِهٖ.

''جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، اسے کرنا جائز نہیں، انہیں یہ علم تھا کہ یہ قابل عمل نہیں، اس لئے اسے چھوڑ دیا۔''

(فضل علم السّلَف، ص ٣١)

مجالس امام حسین رضی اللہ عنہ کے بدعت ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے، تو میں فلاں ولی کے مزار پر چادر چڑھاؤں گا، اس کا کام ہو گیا، تو کیا کرے؟

جواب: اولیا کی قبروں پر چادریں چڑھانا بدعت ہے، لہٰذا یہ گناہ کی نذر ہے، جسے پورا کرنا جائز نہیں، اسے چاہیے کہ نذر کا کفارہ ادا کر دے۔

اولیا اور صالحین کی قبروں پر پھول، چادریں چڑھانا عجمی تہذیب کا شاخسانہ اور قبیح بدعت ہے۔ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور ائمہ سلف کی سراسر مخالفت ہے۔ اگر اس عمل میں دینی منفعت و مصلحت ہوتی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی طرف رہنمائی فرماتے اور سلف صالحین ضرور اسے اپناتے۔ شیطان اسے سند جواز فراہم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ شہر خموشاں شرک و بدعت کی آماجگاہ بن جائیں۔ ان کی خاموشی کو راگ رنگ، شور و شر اور فسق و فجور میں بدل دیا جائے۔ لوگ قبروں کے نام کی نذر و نیاز دیں اور ان پر چڑھاوے چڑھائیں، عرس میلے لگائیں، مزامیر اور مشرکانہ اشعار

سے محفل سماع سجائیں، تاکہ قبروں پر لوگوں کا آنا جانا لگا رہے۔

بدعت اللہ اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ سے پیش قدمی کا نام ہے۔ سلف اس سے متنفر تھے اور اس کی شدید مذمت کرتے تھے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''سلف صالحین اور ائمہ دین بدعت کا سختی سے ردّ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اہل بدعت کو زمین کے کونے کونے سے للکارا اور لوگوں کو ان کے فتنے سے بہت ڈرایا۔ انہوں نے اس کی اتنی مخالفت کی کہ اتنی مخالفت فحاشی اور ظلم وزیادتی جیسے گناہوں کی بھی نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدعت کی مضرت اور اس سے دین کو نقصان باقی گناہوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔''

(مَدارج السّالکین :372/1)

شیطان دیکھتا ہے کہ لوگوں کو بدعت سے بچنے کی تلقین کی جا رہی ہے، تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو لیتا ہے جنہیں بدعت سے منع کیا جا رہا ہے، بدعت کے لئے دلائل تراش کر ان کے منہ ڈالتا ہے اور وہ نادان اس بدعت کو دین کا حصہ سمجھ لیتے ہیں، اکثر وہ عمومی دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ اس سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے کہ ان دلائل سے اگر وہ بدعت ثابت ہو رہی ہوتی، تو نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اس کی وضاحت ضرور کرتے۔

سوال: ایک شخص نے مسجد بنانے کی نذر مانی، جبکہ وہ مسجد بنانے کی مالی استطاعت نہیں رکھتا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نذر منعقد نہیں ہوئی، کیونکہ نذر کرتے وقت جو چیز ملکیت میں نہ ہو، اس کی نذر معتبر نہیں، نیز اس پر کفارہ بھی نہیں، البتہ اگر نذر کرتے وقت چیز ملکیت میں ہے اور بعد

میں ملکیت میں نہ رہی، تو اس پر نذر پوری کرنا واجب ہے، ورنہ کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے، تو میں فلاں عالم کو یہ چیز دوں گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نذر صحیح ہے۔

(سوال): نذر کا مصرف کیا ہے؟

(جواب): نذر کا مصرف شریعت نے بیان نہیں کیا، لہٰذا اگر نذر مانتے وقت مصرف کی تخصیص نہیں کی، تو کسی بھی ضرورت مند پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): کیا دل میں نیت کرنے سے نذر ہو جاتی ہے؟

(جواب): نذر کے لیے زبان سے کہنا شرط ہے۔

(سوال): کیا اللہ کے نام پر جانور چھوڑا جا سکتا ہے؟

(جواب): اللہ کے نام پر جانور چھوڑا جا سکتا ہے۔

(سوال): اگر ایک شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام اتنی مدت میں ہو جائے، تو میں اتنے روپے راہِ خدا میں صدقہ کروں گا، پھر اس کا کام مقررہ مدت کے بعد ہوا، تو کیا اس پر نذر کردہ روپے صدقہ کرنا ضروری ہے؟

(جواب): چونکہ اس کی مراد بروقت پوری نہیں ہوئی، لہٰذا اس پر نذر پوری کرنا لازم نہیں، البتہ اگر نذر پوری کر دے، تو بہت اچھا ہے۔

(سوال): ایک شخص کا جانور سخت بیمار ہو گیا، اس نے نذر مانی کہ اگر یہ جانور بچ گیا، تو ذبح کر کے نمازیوں کو کھلاؤں گا، پھر وہ جانور صحت یاب ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نذر صحیح ہے، جانور کے صحت یاب ہونے پر اس پر لازم ہے کہ ذبح کر کے

نمازوں کوکھلا دے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر مجھے دس ایکڑ زمین مل گئی، تو میں ایک لاکھ روپے مدرسہ میں دوں گا، پھر اسے صرف آٹھ ایکڑ زمین ملی، تو کیا اس پر نذر کی ادائیگی لازم ہے یا نہیں؟

(جواب): اس صورت میں اس پر نذر پوری کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر وہ کچھ نہ کچھ مدرسہ میں دے دے، تو بہت بہتر ہے۔

(سوال): ایک شخص ہیضہ کا مریض ہے، اس نے نذر مانی کہ اگر وہ صحت یاب ہو جائے، تو تعزیہ اٹھائے گا، پھر وہ صحت یاب ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ گناہ کی نذر ہے، جسے پورا کرنا جائز نہیں، کیونکہ تعزیہ نکالنا بدعت ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنی نذر کا کفارہ ادا کردے۔

(سوال): مسجد میں جو چیز کھانے پینے کے لیے لائی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مسجد میں جو چیزیں نمازیوں کے کھانے پینے کے لیے آتی ہیں، انہیں امیر وغریب سبھی کھا سکتے ہیں۔ کسی کے لیے ممانعت نہیں۔

(سوال): کیا مرغ اور سیب وکیلا وغیرہ کی نذر درست ہے؟

(جواب): درست ہے، بشرطیکہ اللہ کے نام کی ہو۔

(سوال): پیر کے نام کی نذر نکالنا کیسا ہے؟

(جواب): غیر اللہ کی طرف منسوب کر کے نذر ونیاز دینا حرام ہے۔ مخلوق کے نام پر جانور ذبح کرنا غیر اسلامی عمل ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی تعظیم وتقرب کے لیے ذبح کرنا شرک ہے اور ایسا ذبیحہ حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرام

چیزوں کے بیان میں فرمایا:

﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾(البقرة : ۱۷۳)

''جو چیز اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام (بہ نیت عبادت وتعظیم) منسوب ہو۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جانور یا کسی اور چیز کو غیر اللہ کے لیے نامزد کیا جائے، خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی کیوں نہ پکارا جائے، تب بھی حرام ہے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے، تو میں ایک ایکڑ مدرسہ کے نام کردوں گا، جبکہ اس کے پاس صرف ایک کنال زمین ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نذر صحیح نہیں، کیونکہ نذر کرتے وقت جو چیز ملکیت میں نہ ہو، اس کی نذر معتبر نہیں۔ اس پر کفارہ بھی نہیں۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ مجھے تجارت میں جو نفع ہوگا، اس کا ایک تہائی حصہ پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام صدقہ کردوں گا، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر اللہ کے نام پر صدقہ وخیرات بدعت ہے، یہ حرام مال ہے۔

(سوال): کیا پیر کے نام پر بکرا دینا جائز ہے؟

(جواب): ذبح کرنا عبادت ہے، جو صرف اللہ کے لیے جائز ہے، لہٰذا جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، وہ حرام ہے۔ اس کا کھانا جائز نہیں۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

''غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔''

(صحيح مسلم : 1978)

یہ معصیت کی نذر ہے۔ اسے پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کا کفارہ واجب ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَكَفَّارَتُهُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَمَا كَانَ لِلشَّيْطَانِ فَلَا وَفَاءَ فِيهِ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ .

''نذر دو طرح کی ہوتی ہے، جو نذر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے پورا کیا جائے اور جو نذر شیطان کے لیے ہوتی ہے، اسے پورا کرنا درست نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 72/10، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۳۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی تھی، مراد پوری ہونے کے بعد نذر کی ادائیگی کے لیے رقم نہیں، کیا وہ بھیک مانگ کر نذر پوری کر سکتا ہے؟

جواب: نذر پوری کرنے کے لیے بھیک نہ مانگے۔ ایسے محتاج نے جو نذر مانی تھی، وہ چیز اگر نذر مانتے وقت ملکیت میں نہ تھی، تو یہ نذر منعقد نہیں ہوئی اور اس پر کچھ کفارہ نہیں، البتہ اگر اس وقت ملکیت میں تھی، تو اس پر ادائیگی لازم ہے، ورنہ کفارہ ادا کرے۔

سوال: ایک شخص نے گائے کے پیٹ میں موجود بچے کی نذر مانی کہ اگر یہ اچھا ہوا، تو ذبح کر کے لوگوں کو کھلاؤں گا، پیدائش ہوئی، تو بچہ صحیح سلامت تھا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ نذر صحیح ہے، چونکہ مراد پوری ہو چکی ہے، لہٰذا نذر پوری کرنا لازم ہے۔

سوال: جانور کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جانور کو عبادت یا تعظیم کی غرض سے غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے،

خواہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا جائے۔البتہ اگر جانور کی نسبت عبادت یا تعظیم کی غرض سے نہ ہو،تو کوئی حرج نہیں،مثلاً فلاں کا بکرا،شادی کا بکرا،وغیرہ۔

سوال:اماموں کے نام کا پنجہ لگانا کیسا ہے؟

جواب:بعض لوگ اماموں کے نام سے منسوب پنجہ کی شبیہ اپنے مکان پر نصب کرتے ہیں،اسے دافع البلاء سمجھتے ہیں، یہ شرک کی بھیانک صورت ہے۔ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں لوہے کے ایک پنجے کو مشکل کشا سمجھ رکھا ہے،اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾(الحجّ : ٧٤)

''لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی کہ جیسے قدر کرنے کا حق تھا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت قوت والا اور غالب ہے۔''

سوال:دس محرم کو شہدائے کربلا کے ایصال ثواب کے لیے نیاز تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب:ایصال ثواب کی یہ صورت بدعت ہے، اسلاف امت کا اس پر عمل نہیں، حالانکہ وہ سب سے زیادہ نصوص کتاب وسنت کو سمجھنے والے اور اہل بیت وآل رسول سے محبت کرنے والے تھے،انہوں نے دس محرم کو نیاز تقسیم نہیں کی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔

✿ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

''اہل بدعت بہت سے امور میں ان کاموں کو مستحب قرار دے دیتے ہیں، جن پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہوتی، نہ ہی سلف صالحین نے اس طرح کا کوئی کام کیا ہوتا ہے۔ بدعتی اس طرح کے کام کرتے ہیں،ان پر دوام کرتے ہیں اور اسے اپنے لیے واضح راستہ اور سنت غیر معارضہ سمجھتے ہیں، بلکہ بسا

اوقات اسے واجب قرار دیتے ہیں۔“

(الاعتصام :1/212)

(سوال): مسجد میں شیرینی تقسیم کرنے کی نذر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): درست ہے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے، تو میں فلاں پیر کی روح کے لیے خیرات کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایصال ثواب کی یہ صورت بدعی ہے، اسلاف امت کا اس پر عمل نہیں، لہذا یہ نذر معصیت ہے، اس کو پورا کرنا جائز نہیں، اس پر کفارہ ادا کیا جائے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ مجھے جو نفع ہو گا، میں اس کا اڑھائی فیصد اللہ کی راہ میں خیرات کر دوں گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نذر صحیح ہے، اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

(سوال): ایک عورت نے نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اولاد دے، تو میں نو ماہ کے روزے رکھوں گی، پھر اسے اولاد ہوئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مراد پوری ہو چکی ہے، لہذا اس پر نو ماہ کے روزے رکھنا لازم ہیں، اگر وہ یہ نذر پوری نہیں کر سکتی، تو اسے توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا بچہ صحت مند ہو گیا، تو میں اسے حافظ بناؤں گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر بچہ صحت یاب ہو جائے، تو اس پر لازم ہے کہ بچے کو حافظ بنائے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اس کا فلاں کام ہو جائے، تو وہ ایک لاکھ مرتبہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے گا، پھر اس کا کام ہو گیا، مگر اس کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ وہ اتنی تعداد میں درود پڑھے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مذکورہ صورت میں نذر صحیح ہے، اس کا پورا کرنا لازم ہے، اسے چاہیے کہ فرصت نکال کر ایک لاکھ مرتبہ درود پڑھے، ورنہ نذر توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے۔

(سوال): نفلی صدقہ غنی کو کھلانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): اگر گائے ذبح کرنے کی نذر مانی، تو کیا اس میں قربانی کی شرائط پوری ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب): نذر والی گائے میں قربانی کی شرائط ضروری نہیں۔

(سوال): کیا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی نذر جائز ہے؟

(جواب): نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی جائز ہے۔ مخلوق کے نام پر نذر دینا حرام ہے۔ اگر کوئی انسان کسی بزرگ یا ولی کے نام پر منت یا نذر کرتا ہے، صالحین اور اولیاء اللہ کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے صاحبِ قبر کا تقرب حاصل ہو جائے گا، وہ اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرے گا یا اس کی فریاد رسی یا اللہ

تعالیٰ کے ہاں اس کی سفارش کرے گا، یا وہ اس کی قبر سے فیض پائے گا تو بلاشک یہ شرک فی العبادت ہے، لہٰذا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یا کسی بزرگ کے نام کی نذر و نیاز شرک ہے۔

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

(الأنعام : 136)

''انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپائیوں میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا، پھر بزعمِ خویش کہنے لگے: یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا حصہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، لیکن اللہ کا حصہ ان کے دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔''

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة : ۱۷۳)

''اور وہ چیز (بھی حرام ہے) جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

مزاروں اور آستانوں پہ نذر کے نام پر جاہلانہ رسومات اور نفسانی و حیوانی خواہشات کی تکمیل جس انداز میں ہوتی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس کے باوجود بعض حلقوں سے قبروں پر نذر و نیاز کا جواز پیش کیا جاتا ہے۔ جناب احمد یار خان نعیمی صاحب (1391ھ) لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے،

جس کے معنی ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے اور فقہا اس کو حرام کہتے ہیں، جو کہ اولیا کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ۔ نذر شرعی عبادت ہے، وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔''

(جاءالحق:1/307)

نذر کی شرعی ولغوی تقسیم کسی اہل سنت امام نے نہیں کی، کیا رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی بزرگ ہستی مخلوق میں موجود ہے؟ اور کیا صحابہ کرام رسولِ اکرم ﷺ سے اتنی بھی محبت نہیں رکھتے تھے، جتنی بعد کے لوگوں کو اپنے بعد والے بزرگوں سے ہے؟ کیا کبھی کسی قبر پرست نے غور کیا کہ اگر غیر اللہ اور فوت شدگان کے نام پر نذر و نیاز جائز ہوتی، تو صحابہ کرام اس کارِ خیر سے کبھی محروم نہ رہتے۔ کوئی شخص صحابہ کرام میں کسی سے بھی ایسا عمل پیش کر سکتا ہے؟

عام لوگوں کا تحفہ اور ہدیہ کے لیے نذرانے کا لفظ استعمال کرنا اس کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ جو لوگ قبروں پر نذر پیش کرتے ہیں، اس عقیدے سے پیش کرتے ہیں کہ وہ دافع البلا ہیں۔ ان کے پیش نظر لغوی نہیں، شرعی اور عرفی نذر ہوتی ہے۔ تب ہی تو اس کے بارے میں ''نذر اللہ اور نیاز حسین'' کے الفاظ سننے کو ملتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ اگر مجھے مقدمہ میں فتح یابی ہوئی یا مرض سے شفا ہوئی یا دشمن زیر ہو گیا یا مجھے اولادِ نرینہ مل گئی یا میرا کاروبار چمک گیا، تو فلاں مزار پر جا کر نذر و نیاز کا لنگر چڑھاؤں گا، ننگے پاؤں جا کر سلام کروں گا، مزار پر ٹاکی باندھوں گا، وغیرہ۔

منصف مزاج دوستوں سے گزارش ہے کہ کیا یہ سب کچھ لغوی نذر و نیاز کے لیے کیا جاتا ہے؟ یہ سب امور تعظیم و تقرب کے نقطۂ نظر سے کیے جاتے ہیں، جس میں نذر ماننے

والا اپنے عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے۔تحفہ وہدیہ میں ایسی صورت نہیں ہوتی۔

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''مشرکین اللہ کے سوا کسی بھی چیز کو معبود ٹھہرانے میں کتنے جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہ پتھر، یہ درخت اور یہ شخص نذر و نیاز کے لائق ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ شخص بھی عبادت کے لائق ہے، کیونکہ نذر و نیاز عبادت وتقرب ہے، جس کے ذریعے نذر دینے والا کسی کا تقرب حاصل کرتا ہے۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان :212/1)

۞ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (1176ھ) لکھتے ہیں:

''مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ انہیں یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحہ:5)''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''نیز فرمایا:﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجن:18)''اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''اس آیت میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ مراد استعانت ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الانعام:41)''تم

سخت مصیبت کے وقت اسی اللہ کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتیں دُور فرماتا ہے۔''

(حجّة اللّٰه البالغة :185/1)

۞ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (1270ھ) کہتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ (الحج :73) ''اللہ کے علاوہ جنہیں بھی تم پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔'' اس آیت کریمہ میں ان کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیا کے بارے میں غلو کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں اولیا سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ بعض ''دانشور'' تو کہتے ہیں کہ اولیا کرام اللہ کی طرف وسیلہ ہیں، نذر و نیاز ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کا پہلا دعوی بت پرستوں جیسا ہے، جو کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے، از ناقل] ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیا) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیا سے بڑھ کر ثواب کے محتاج

ہیں،تو ایسا کرنے کے لیے تیارنہیں ہوتے،[اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے] میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا جو اولیا کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض مشرکین تو سب اولیا کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں،البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے،تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے ہیں! بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیا اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے ''اہل علم'' کا کہنا ہے کہ اولیا کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ان کے بقول بسا اوقات اولیا کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ تمام باتیں جھوٹ ہیں، کتاب وسنت اور اسلاف امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔انہوں نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ایسے لوگ یہود ونصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 2/212-213)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِحَالِهِ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ

''ان میں سے بعض وہ ہیں، جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان سے نفع و نقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کی اپنی حالت اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہے؟ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔''

(روح المَعاني : 67/17)

۞ علامہ حصکفی (1088ھ) اپنے اکثر عوام کی اصلاح میں لکھتے ہیں:

''معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔''

(الدرّ المختار، ص 155، ردّ المحتار : 439/2)

۞ علامہ ابن عابدین شامی (1252ھ) اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اولیا کے لیے نذر و نیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں پیر! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آ گیا، میرا مریض شفایاب ہو گیا یا میرا کام ہو گیا، تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا، چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذر و نیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے: ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر و نیاز ہے، حالانکہ نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذر و نیاز دی جا رہی ہوتی ہے، وہ

مردہ ہوتا ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذر ونیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ ولی امور میں تصرف کر سکتا ہے، اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔''

(ردّ المحتار المعروف به الفتاوى الشامي : 439/2)

❁ علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ (879ھ) لکھتے ہیں:

مَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَغَيْرِهَا، وَيُنْتَقَلُ إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، مُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

''جو رقوم، شمعیں اور تیل وغیرہ اولیا کی قبروں پر ان کے تقرب کے لیے لائی جاتی ہیں، ان کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(البحر الرّائق لابن نجيم : 298/2، الفتاوى الهنديّة المعروف به فتاوى عالمگيرى :216/1، حاشية الطّحطاوي، ص 378)

❁ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

''اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آ کر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تو میری یہ ضرورت پوری کر دے، تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر۔ یہ بالاجماع باطل ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:216/1)

❁ علامہ برکوی، علامہ ابو شامہ (665ھ) سے نقل کرتے ہیں:

''پھر یہ مشرکین اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان مقامات کی تعظیم بٹھا لیتے ہیں۔ وہ ان جگہوں کی تعظیم بھی کرتے ہیں اور ان پر نذر ونیاز

چڑھا کر اپنے بیماروں کی شفا اور اپنی حاجات کی برآوری کی امید بھی کرتے ہیں۔ایسی جگہیں درختوں، پتھروں، باغات اور چشموں پر واقع ہوتی ہیں۔''

(زیارة القبور، ص 546-547)

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا، تو فوت شدہ والدین کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کراؤں گا، پھر اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: فوت شدگان کی طرف سے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی مجالس منعقد کرانا مشروع نہیں، اسلاف امت کا اس پر عمل نہیں، قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ زندوں کی دعا فوت شدگان کو فائدہ دیتی ہے۔قرآن خوانی کے ثبوت پر شرعی دلیل نہیں، لہٰذا یہ دین میں اختراع ہے۔

مذکورہ صورت میں چونکہ معصیت کی نذر تھی، لہٰذا اسے پورا کرنا جائز نہیں، اسے چاہیے کہ نذر توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے۔

سوال: ایک شخص نے غریبوں کو کھانا کھلانے کی نذر مانی، تو اس کی رقم ہسپتال میں دینا کیسا ہے؟

جواب: جس کام کی نذر مانی تھی، اسی مد میں خرچ کرنا چاہیے۔

سوال: کیا ماتم کی نذر مانی جا سکتی ہے؟

جواب: ماتم حرام اور ناجائز عمل ہے، ایسی نذر ماننا گناہ ہے، اگر نذر مان لی جائے، تو اس نذر کو توڑنا ضروری ہے، اس صورت میں کفارہ لازم آئے گا۔

ماتم جاہلی رسم ہے۔باتفاق علما بدعت اور حرام ہے۔اسلام کے اصولوں سے غم کم ہوتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔غیر اسلامی طریقے غم میں اضافہ کرتے ہیں۔

کتنے انبیا علیہم السلام مظلومانہ شہادت سے دوچار ہوئے، بلکہ اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز ہے، تو کیا ہر ایک پر ماتم روا سمجھا جائے گا؟ پھر تو کوئی دن ماتم سے خالی نہ ہوگا!

بعض لوگ حسینی ماتم کرتے ہیں، جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بڑی شہادت ہے، ان پر ماتم کیوں نہیں؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی شہید ہیں۔ ان کا ماتم کوئی نہیں کرتا۔ بے شک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت برحق ہے، انسانی تاریخ کا اندوہ ناک واقعہ ہے، ہر مسلمان کو اس سے دکھ پہنچا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کا ماتم کریں۔ اہل بیت میں سے کسی نے کسی کی شہادت پر ماتم نہیں کیا۔

بعض لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ماتم قرآن سے ثابت ہے، ان سے سوال ہے، کیا علمائے اہل بیت اور علمائے امت نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟ ہمارے مطابق نہ صرف پڑھا، بلکہ فہم بھی حاصل کیا، اس پر عمل کیا، اس کی تبلیغ کی۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں کہ ماتم جائز ہے، چہ جائیکہ وہ قرآن سے اس کا ثبوت فراہم کرتے۔ اسلاف امت کے خلاف کوئی بھی مؤقف غیر مسموع ہے۔ اس پر سہاگہ یہ کہ علمائے امت نے ماتم کو حرام قرار دیا ہے۔ ان کے اتفاق واجماع پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ وہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ہر ایک اہل بیت کے حقوق کا پاسدار تھا، ان سے عقیدت ومحبت رکھتا تھا، ان کا ادب واحترام واجب سمجھتا تھا۔

۞ علامہ ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ (۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَآتِمُ؛ فَمَمْنُوعَةٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ.

''ماتم کے ممنوع ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(الحوادث والبدع، ص 175)

۞ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا اتِّخَاذُ أَمْثَالِ أَيَّامِ الْمَصَائِبِ مَآتِمَ فَهٰذَا لَيْسَ فِي دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ إِلٰى دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ أَقْرَبُ.

''مصیبت کے ایام کو ماتم کے دن بنالینا، مسلمانوں کا دین نہیں، بلکہ یہ جاہلیت کے زیادہ قریب ہے۔''

(اقتضاء الصراط المستقیم: 131/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''ان کی ایک حماقت تو ماتم قائم کرنا ہے، اور ان لوگوں پر نوحہ کرنا، جو کئی برس پہلے وفات پا چکے تھے۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ مقتول ہو یا کوئی دوسری میت ہو، ان کی موت کے بعد اس طرح کے کام، اللہ و رسول نے حرام قرار دیئے ہیں۔''

(منهاج السنة :52/1)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''مصیبت کے اوقات کو ماتم کے دن بنالینا، اسلام نہیں ہے۔ یہ ایسا کام ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، نہ سابقون الاولون میں سے کسی نے کیا، نہ تابعین نے اور نہ اہل بیت نے، نہ کسی اور نے۔ حالاں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کے اہل بیت موجود تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بھی ان کے اہل بیت موجود تھے، اس پر کئی برس گزر گئے، مگر ان کے اہل بیت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھامے رکھا، انہوں نے ماتم ایجاد نہیں

کیا، نہ نوحہ ایجاد کیا۔ بلکہ وہ صبر کرتے تھے، اور اللہ و رسول کے حکم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کیا کرتے تھے۔ یا روتے بھی تو مصیبت کے ابتدائی لمحات میں، غمگین بھی ہوتے، لیکن جائز طریقے کے ساتھ۔''

(حقوق أهل البيت، ص 46)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''عاشوراء کے دن سوائے روزے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں، یہ روافض ہیں، جنہوں نے عاشور کے دن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ماتم اور اظہار غم کی بدعت ایجاد کی۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 930/2، فتاوىٰ شامي : 418/2)

سوال: قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نذر مانی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جائز ہے، جس نے قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نذر مانی، اسے چاہیے کہ نذر پوری کرے۔

سوال: جانور ذبح کرنے کی نیت کی تھی، کیا عقیقہ اور نذر کے لیے ایک ہی جانور ذبح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نذر کا جانور ذبح کرنا الگ عمل ہے اور عقیقہ کا جانور ذبح کرنا الگ عمل ہے، ایک کی ادائیگی سے دوسرے کی ادائیگی نہیں ہوتی۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں، تو ایک سال تک ہر جمعہ کا روزہ رکھوں گا، پھر وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی مراد پوری ہو چکی ہے، لہٰذا اس پر ایک سال تک ہر جمعہ کا روزہ رکھنا

لازم ہے۔

(سوال): ایک شخص کا معمول ہے کہ وہ ایام بیض اور سوموار و جمعرات کے روزے رکھتا ہے، تو کیا ان ایام میں نذر کے روزے رکھ سکتا ہے؟

(جواب): اگر اس نے مطلقاً کچھ روزوں کی نذر مانی تھی، یعنی کسی دن یا تاریخ کو خاص نہیں کیا تھا، تو وہ معمول کے روزوں میں نذر کے روزوں کی نیت کر سکتا ہے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میری فلاں مراد پوری ہوگئی، تو فلاں مسجد میں وعظ کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نذر ہے، اگر مراد پوری ہو جائے، تو مذکورہ مسجد میں وعظ کرنا لازم ہے۔

(سوال): زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا، تو میں بکر کے مال میں سے دس ہزار روپے صدقہ کروں گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نذر منعقد نہیں ہوئی، کیونکہ جس چیز کا انسان مالک نہیں، اس کی نذر نہیں مانی جا سکتی، یہ نذر لغو ہے۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا وَفَاءَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ .

''اللہ تعالیٰ کی معصیت اور اس چیز کی نذر پوری نہیں کی جاتی، جو انسان کے اختیار میں نہ ہو۔''

(صحيح مسلم: 1641)

(سوال): جو جانور ماتا یا دیوی وغیرہ کے نام چھوڑا گیا ہو، اس کو خریدنا کیسا ہے؟

(جواب): اسے خرید کر استعمال میں لانا جائز ہے۔

(سوال): پیروں کی روحوں کے نام صدقہ وخیرات کرنے کی نذر ماننا کیسا ہے؟

(جواب): ایصال ثواب کی یہ صورت بدعی ہے، اسلاف امت کا اس پر عمل نہیں، بھلا وہ کام نیکی کیسے ہوسکتا ہے، جس پر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین عمل پیرا نہ رہے ہوں؟ لہٰذا پیروں کی روحوں کے لیے صدقہ کی نذر ماننا جائز نہیں۔ یہ معصیت کی نذر ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَكَفَّارَتُهُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَمَا كَانَ لِلشَّيْطَانِ فَلَا وَفَاءَ فِيهِ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ .

''نذر دو طرح کی ہوتی ہے، جو نذر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے پورا کیا جائے اور جو نذر شیطان کے لیے ہوتی ہے، اسے پورا کرنا درست نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 72/10، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۳۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(سوال): بچوں کے لیے مٹھائی کی منت مانی، تو اس کی قیمت غریبوں کو دینا کیسا ہے؟

(جواب): جس کام کی منت مانی، اسی میں صرف کرنا چاہیے۔

(سوال): مجالس میلاد اور عزاداری کی منت مانی تھی، تو اس کی رقم غریبوں میں تقسیم کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اول تو مجالس میلاد اور عزاداری کی منت ماننی جائز نہیں، کیونکہ یہ معصیت کی نذر ہے، جب گناہ کی نذر مان لی جائے، تو اسے پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے۔

(سوال): کیا مسجد بنانے کی نذر ماننا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔ مسجد بنانا کارِ خیر ہے۔

(سوال): کیا مرغ ذبح کرنے کی نذر مانی جا سکتی ہے؟

(جواب): مرغ ذبح کرنے کی نذر ماننا جائز ہے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا، تو وہ اس کا نام نبی کریم ﷺ کے نام پر ''محمد'' رکھے گا، پھر اس کے لڑکا پیدا ہوا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ نیکی کی نذر ہے، اسے پورا کرنا ضروری ہے، اسے چاہیے کہ لڑکے کا نام ''محمد'' رکھے، اگر کسی وجہ سے محمد نام نہ رکھ سکا، تو نذر کا کفارہ ادا کرے۔

(سوال): نذر مانی، مگر مراد پوری نہ ہوئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر مراد پوری نہ ہو، تو نذر کی ادائیگی لازم نہیں۔

(سوال): بکرے کی نذر مانی ہو، تو پورا بکرا صدقہ کرنا ضروری ہے یا کچھ گوشت؟

(جواب): اگر مطلق بکرا ذبح کرنے کی نذر مانی، تو بکرا ذبح کرنا ضروری ہے، اس صورت میں چند کلو گوشت بانٹنا کافی نہ ہوگا۔

(سوال): ایک شخص کے ذمہ بہت سے نذریں تھیں، وہ بھول گیا کہ نذریں کیا تھیں؟، تو وہ کیا کرے؟

(جواب): ظن غالب کے مطابق جتنی نذریں بنتی ہیں، ان کا کفارہ ادا کر دے۔

(سوال): قربانی کی منت مانی، تو اس قربانی کو کب ذبح کیا جائے؟

(جواب): قربانی کی منت مانی ہے، تو اسے قربانی کے ایام میں ہی ذبح کیا جائے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام خراب ہو گیا، تو میں اپنے پڑوسی

کے پلاٹ پر قابض ہو جاؤں گا، پھر اس کا کام خراب ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ گناہ کی نذر ہے، اول تو ایسی نذر ماننا جائز نہیں، البتہ اگر گناہ کی نذر مان لی ہے، تو اسے توڑنا واجب ہے اور اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ کسی کی جائیداد پر ناحق قبضہ کرنا ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔

❀ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ .

''جس نے ظلم وزیادتی کے ساتھ کسی کی زمین کا ایک ٹکڑا ہتھیایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2452، صحيح مسلم : 1610)

(سوال): کیا نذر ماننا ضروری ہے؟

(جواب): نذر ماننا ضروری نہیں، نیکی کی نذر مستحب ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے، البتہ گناہ کی نذر ماننا گناہ ہے اور اسے پورا کرنا ناجائز ہے، البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ نذر سے ایسا کچھ تبدیل نہیں ہوتا، جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَأْتِي النَّذْرُ ابْنَ آدَمَ بِشَيْءٍ لَّمْ أَكُنْ قَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، وَلٰكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ قَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ يُؤْتِينِي عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ أَتَانِي مِنْ قَبْلُ .

''نذر ابن آدم کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں لاتی، جو میں نے اس کے مقدر میں نہ لکھی ہو، بل کہ نذر سے اسے وہی چیز ہی ملتی ہے، جو میں نے اس کے مقدر

میں لکھ دی ہے، نذر کے ذریعے میں بخیل سے نکلواتا ہوں، اس (نذر ماننے کی) وجہ سے مجھے وہ ایسی چیز دیتا ہے، جو پہلے نہیں دیتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 314/2، صحيح البخاري : 6609، صحيح مسلم : 1640)

سوال: قاتل کی کیا سزا ہے؟

جواب: قتل کی سزا قتل ہے، البتہ اگر ورثاء دیت لینا چاہیں، تو سو اونٹ دیت لے سکتے ہیں اور اگر دیت بھی معاف کرنا چاہیں، تو معاف کر سکتے ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''بنی اسرائیل میں صرف قصاص تھا، دیت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس امت (محمدیہ) سے ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ (البقرة : 178) (اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت ہے، جسے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے معاف کر دیا جائے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت لے لے، ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرة : 178) (تو دستور کے مطابق پیروی کرنی ہے اور اچھے طریقے سے ادائیگی کرنی ہے) دیت لینے والے پر لازم ہے کہ دستور کے مطابق پیروی کرے اور دیت دینے والے پر لازم ہے کہ اچھے طریقے سے ادا کر دے ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ

رَبِّكُمْ) (البقرة : 178) (یہ تمہارے رب کی طرف سے نرمی ہے۔) اس کی بہ نسبت جو تم سے پہلے لوگوں پر (قصاص) فرض کیا گیا تھا ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (البقرة : 178) (اس کے بعد جو زیادتی کرے گا، تو اس کے لیے المناک عذاب ہے۔)''

(صحيح البخاري : 4498، صحيح مسلم :6881)

سوال: جو شخص جان کی حفاظت میں قتل ہوا، کیا وہ شہید ہے؟

جواب: مال و جان کی حفاظت میں قتل ہو جانے والا شہید ہے۔

❁ سعید بن زید قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے مال کے دفاع میں دم توڑ دینے والا شہید ہے، اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے دوران قتل ہو جانے والا شہید ہے، اپنے دین کو بچاتے ہوئے جان کی بازی ہار جانے والا شہید ہے اور اپنی جان بچاتے بچاتے اللہ کو پیارا ہو جانے والا بھی شہید ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4772، سنن النسائي : 4095، سنن الترمذي :1421، سنن ابن ماجه : 2580، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۹۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ .

''مال کے دفاع میں جاں بحق ہونے والا شہید ہے۔''

(صحيح البخاري : 2480، صحيح مسلم :141)

(سوال): دو شخص مل کر تیسرے کو لاٹھیوں سے مارنے لگے اور اسے قتل کی دھمکیاں دینے لگے، تو تیسرے کے پاس پستول تھی، اس نے پستول سے ایک پر گولی چلا دی اور وہ قتل ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): تیسرے شخص نے اپنی جان بچانے کے لیے گولی ماری ہے، لہٰذا اس پر کچھ دیت یا قصاص نہیں، یہ خون رائیگاں ہیں۔

(سوال): اگر کوئی مسلمان ذمی کافر کو بلا وجہ قتل کر دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ذمی جب تک جزیہ دیتا رہے اسلامی ریاست پر ضروری ہے کہ اس کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی مسلمان بلا وجہ کسی ذمی کو قتل کر دے، تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

❀ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَّجِدَ رِيحَهَا .

”جس نے کسی معاہد (ذمی) کو بلا وجہ قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔“

(مسند الإمام أحمد : 39,38/5، سنن أبي داوٗد : 2760، سنن التّرمذي :4751، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱۴۲/۲) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

سوال: کیا مقتول کے ورثاء کو معاف کرنے کا اختیار ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❀ سیدنا ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس کو قتل کیا جائے یا زخمی کیا جائے تو اس کے ورثا کو تین میں سے ایک چیز اختیار کرنے کا حق ہے، قصاص لے لیں، معاف کر دیں یا پھر دیت لے لیں، اگر وہ کسی چوتھی چیز کا ارادہ کریں، تو ان کا ہاتھ پکڑ لیں، جو ان میں سے کوئی حق لینے کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 31/4، سنن أبي داوٗد : 4496، سنن ابن ماجه : 2623، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۷۴) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: قصاص لینا کس کا کام ہے؟

جواب: قصاص ریاست کا کام ہے، وہ مسلمان حکمران کو چاہیے کہ وہ حدود اللہ کا نفاذ کرے، تاکہ ریاست کا امن وامان قائم رہے۔ انصاف کے تقاضے پورے ہوتے رہیں۔

سوال: جس کی سزا قصاص تھی، کیا اس کے متعلق سفارش کی جا سکتی ہے؟

جواب: قصاص کی صورت میں مقتول کے ورثا سے معافی کی سفارش کی جا سکتی ہے، البتہ حدود اللہ میں سفارش جائز نہیں، مثلاً شادی شدہ زانی کو رجم نہ کرنے یا چور کا ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش نہیں کی جا سکتی۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا زنا کا الزام لگانے سے زنا ثابت ہو جاتا ہے؟

(جواب): جب تک زنا پر چار معتبر گواہ پیش نہ کر دیے جائیں، یا زانی خود اقرار نہ کر لے، زنا کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔

(سوال): کیا صرف زانی کے اقرار سے زنا ثابت ہو جاتا ہے؟

(جواب): زانی خود اقرار کر لے، تو زنا کی حد شرعی قائم ہو گی، مگر اس صورت میں پوری جانچ کر لینی چاہیے کہ وہ نشے میں تو اقرار نہیں کر رہا یا کسی کے دباؤ میں خود کو مجرم تو نہیں بتلا رہا۔ اگر وہ ہوش و حواس میں زنا کا اقرار کر لے، تو اس پر حد نافذ کر دی جائے۔

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسلم قبیلے کا ایک آدمی (ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کا اعتراف کیا، پھر اس نے دوبارہ اعتراف کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ موڑ لیا، اس نے پھر اعتراف کیا، تو آپ نے پھر منہ موڑ لیا، حتی کہ اس نے اپنے خلاف چار بار گواہی دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا آپ دیوانے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے دریافت کیا: کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں!۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم فرمایا، تو اسے عید گاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب

پتھروں نے اسے تکلیف پہنچائی، تو وہ بھاگ اٹھا، چنانچہ اسے پکڑ کر رجم کر دیا گیا، حتی کہ وہ مر گیا، نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا، لیکن اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔''

(صحيح البخاري : 6820، صحيح مسلم : 16/1691، مختصرًا)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر زنا کا اقرار کیا اور کہنے لگی: میں حاملہ ہو چکی ہوں، نبی کریم ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جب بچہ پیدا ہو جائے، تو مجھے بتانا۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس (عورت) کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیے گئے، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! آپ نے اسے رجم کیا، پھر اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا؟ فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے، تو انہیں بھی کافی ہو جائے، کیا آپ نے اس سے بہتر توبہ کبھی پائی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان ہی قربان کر دی ہے؟''

(صحيح مسلم : 1696)

(سوال): جس نے منکوحہ سے زنا کیا، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): زنا کبیرہ گناہ ہے اور منکوحہ سے زنا اور بھی سنگین جرم ہے۔ شادی شدہ زنا کرے، تو اس کی حد رجم ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ : أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ .

''میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، حالانکہ وہ آپ کا خالق ہے۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ آپ کا مال کھائے گی۔عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔''

(صحيح البخاري: 6001، صحيح مسلم: 86)

❁ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا زید بن خالد اور سیدنا شبل رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک آدمی آ کر کہنے لگا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے، اس کا مدمقابل جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، وہ بھی کھڑا ہو کر کہنے لگا: ٹھیک ہے، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے اور مجھے (بات کی) اجازت دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہیے، اس نے کہا: میرا بیٹا ان کے ہاں ملازم تھا، وہ ان کی بیوی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو گیا، مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے، تو میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک غلام دیا ہے، اس کے بعد میں نے علما سے پوچھا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور

اس کی عورت پر رجم کی سزا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم واپس ہوں گے اور آپ کے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، انیس! آپ اس آدمی کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ اعتراف کر لے، تو اسے سنگسار کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 6827، صحيح مسلم : 1697)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے ڈر ہے کہ لوگوں پر زیادہ عرصہ گزر جائے، تو کوئی کہنے والا یوں نہ کہنے لگے: ہم کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے، چنانچہ وہ اللہ کے نازل کردہ فریضہ کا انکار کر کے گمراہ ہو جائے، سن لیں! جو بھی شادی شدہ زنا کرے اور اس پر دلیل مل جائے، یا حمل ہو جائے، یا وہ اعتراف کر لے، تو اسے رجم کرنا حق ہے، سن لیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ رجم کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6830، صحيح مسلم :1691)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسلم قبیلے کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کا اعتراف کیا، پھر اس نے دوبارہ اعتراف کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ موڑ لیا، اس نے پھر اعتراف کیا، تو آپ نے پھر منہ موڑ لیا، حتی کہ اس نے اپنے خلاف چار بار گواہی دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا آپ دیوانے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے دریافت کیا: کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ اس

نے کہا: جی ہاں!۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم فرمایا، تو اسے عیدگاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب پتھروں نے اسے تکلیف پہنچائی، تو وہ بھاگ اٹھا، چنانچہ اسے پکڑ کر رجم کر دیا گیا، حتی کہ وہ مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا، لیکن اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔''

(صحيح البخاري: 6820، صحيح مسلم: 16/1691، مختصرًا)

(سوال): ایک عورت زنا سے حاملہ ہوگئی، تو اس کی حد کا کیا طریقہ ہے؟

(جواب): جب تک وضع حمل نہیں ہوجاتا، اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر زنا کا اقرار کیا اور کہنے لگی: میں حاملہ ہو چکی ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جب بچہ پیدا ہو جائے، تو مجھے بتانا۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس (عورت) کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیے گئے، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! آپ نے اسے رجم کیا، پھر اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا؟ فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے، تو انہیں بھی کافی ہو جائے، کیا آپ نے اس سے بہتر توبہ کبھی پائی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان ہی قربان کر دی ہے؟''

(صحیح مسلم : 1696)

سوال: پاک و ہند میں زنا کی حد کیا ہوگی؟

جواب: زنا کی حد جو شریعت نے متعین کی ہے، وہ شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے۔ مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ حدود اللہ کا نفاذ کریں، ریاست میں امن و سلامتی کا یہی حل ہے۔

سوال: زانی سے زانیہ کا نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ﴾(النّور : ٢٦)

''خبیث (زانی) مردوں کے لیے خبیث (زانی) عورتیں ہیں اور خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد ہیں۔''

سوال: زنا زیادہ قبیح ہے یا سود؟

جواب: دونوں کبیرہ اور مہلک گناہ ہیں، البتہ سود کی قباحت و شناعت نسبتاً زیادہ ہے۔

سوال: جس ریاست میں اسلامی حدود نافذ نہ ہوں، تو کیا وہاں زانی کو چھپ کر قتل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: حدود کا نفاذ اسلامی ریاست کا اختیار ہے، اگر وہ اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتی، تو کسی شخص کو کوئی حق نہیں بنتا کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوگا اور اس کی سزا بھی قتل ہے۔

سوال: کتنے گواہ ہوں، تو زنا ثابت ہوتا ہے؟

(جواب): ثبوت زنا کے لیے چار معتبر عینی گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک بھی گواہ کم ہو، تو زنا کی حد نافذ نہ ہوگی، البتہ تہمت لگانے والوں پر حد قذف میں اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے اور آئندہ ان کی کسی معاملہ میں گواہی معتبر نہ ہوگی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النّور: ٤)

''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ بھی نہیں لے کر آتے، تو انہیں اَسی کوڑے (حد قذف میں) لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔''

(سوال): جس نے اپنی دختر سے زنا کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کی سزا قتل ہے۔

(سوال): بلا نکاح عورت کو رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلا نکاح عورت سے جنسی تعلقات قائم کرنے والا زانی ہے، اس پر حد زنا نافذ ہوگی۔

(سوال): غیر اسلامی ریاست میں زانی کی سزا کیا ہے؟

(جواب): اس صورت میں زانی پر توبہ ہے۔

(سوال): محرمات ابدیہ سے نکاح کو حلال جاننے والے کی سزا کیا ہے؟

(جواب): جانتے بوجھتے محرمات ابدیہ سے نکاح کو حلال سمجھنے والا کافر اور مرتد ہے،

اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

سوال: زانی سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

جواب: زانی سے تعلقات رکھنا مناسب نہیں۔

سوال: ہمشیرہ سے زنا کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہمشیرہ سے زنا کرنے والا زانی ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔

سوال: دوسرے کی منکوحہ سے شادی کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سنگین جرم ہے۔ اگر کوئی جانتے بوجھتے اسے جائز سمجھے، وہ مرتد کافر ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء : ٢٤)

''......اور شادی شدہ عورتیں بھی (تم پر حرام کردی گئی ہیں)۔''

سوال: جو زنا کے لیے معاونت کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: زنا پر معاونت گناہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

سوال: کیا مرد و عورت کا ایک بستر پر سونا ثبوت زنا کے لیے کافی ہے؟

جواب: ایک بستر میں سونا ثبوت زنا کے لیے کافی نہیں۔ جب تک کسی کو واضح طور

پر زنا کرتا نہ دیکھا جائے، زنا ثابت نہیں ہوتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر چار مرتبہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے حرام طریقے سے ہم بستری کی ہے، آپ ہر مرتبہ اس سے چہرہ موڑ لیتے، پھر پانچویں دفعہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا آپ نے اس سے صحبت کی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: حتی کہ تیری شرمگاہ اس کی شرمگاہ میں یوں داخل ہوگئی، جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور ڈول کی رسی کنویں میں چلی جاتی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: معلوم ہے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں اس کے پاس حرام طریقے سے آیا ہوں، جس طرح آدمی اپنی بیوی کے پاس حلال طریقے سے آتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس قول (اقرار) سے کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو صحابہ کو سنا، جن میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا، اس (ماعز) کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ستر پوشی کی تھی، لیکن اس کے نفس نے اسے نہیں چھوڑا حتی کہ کتے کی طرح سنگسار کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے حتی کہ ایک مردار گدھے کے پاس سے گزرے، جس کی ٹانگ اٹھی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا: نیچے اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ ان دونوں

نے کہا: اللہ کے نبی! اللہ آپ کو معاف فرمائے، اسے کون کھاتا ہے؟ فرمایا: تم نے ابھی ابھی اپنے بھائی کی جو ہتک آمیزی کی ہے، وہ اس (مردار) کے کھانے سے بھی شدید تر ہے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ تو اب بھی جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔''

(مصنّف عبدالرزاق : 13340، سنن أبي داوٗد : 4428، السّنن الكبرٰى للنّسائي : 7163، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۳۹۹) اور علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (نخب الافکار: ۱۵/ ۴٦۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا دو مردوں کی گواہی سے زنا ثابت ہوتا ہے؟

جواب: دو مردوں کی گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوتا، جب تک چار معتبر عینی گواہ نہ ہوں، حد زنا قائم نہیں ہوتی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النّور : ٤)

''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ بھی نہیں لے کر آتے، تو انہیں اَسی کوڑے (حد قذف میں) لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔''

سوال: نابالغہ سے زبردستی زنا کیا، تو کیا سزا ہے؟

(جواب): جس نے نابالغہ سے زبردستی زنا کیا، اس کی سزا بھی قتل ہے، البتہ نابالغہ پر کوئی حد نہیں ہے۔

(سوال): جس نے سالی سے زنا کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جس نے سالی سے زنا کیا، اس پر حد رجم قائم ہوگی، جو ریاست کا کام ہے۔

(سوال): اگر زانی تائب ہو جائے، تو اس کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کیا جائے؟

(جواب): زانی تائب ہو جائے، تو اسے دوبارہ زنا پر ملامت نہیں کرنا چاہیے، اس سے اچھا برتاؤ کرنا چاہیے، البتہ اس پر حد زنا قائم کی جائے، جو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر زنا کا اقرار کیا اور کہنے لگی: میں حاملہ ہو چکی ہوں، نبی کریم ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جب بچہ پیدا ہو جائے، تو مجھے بتانا۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس (عورت) کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیے گئے، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! آپ نے اسے رجم کیا، پھر اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا؟ فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے، تو انہیں بھی کافی ہو جائے، کیا آپ نے اس سے بہتر توبہ کبھی پائی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان ہی قربان کر دی ہے؟''

(صحیح مسلم: 1696)

(سوال): اگر لوگ سنی سنائی گواہی دیں، تو کیا زنا ثابت ہوتا ہے؟

(جواب): جب تک چار معتبر لوگ زنا کے عینی شاہد نہ ہوں، زنا ثابت نہیں ہوتا، جو لوگ سنی سنائی باتوں کی گواہی دیں، تو ان پر حد قذف قائم ہوگی۔

(سوال): بیوی کے مرنے کے بعد ساس سے زنا کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ساس سے زنا حرام ہے، ایسے زانی کی سزا قتل ہے۔

(سوال): جس نے زنا کر کے توبہ کر لی، تو کیا اس پر حد قائم ہوگی؟

(جواب): جس ریاست میں اسلامی حدود نافذ ہوں، وہاں صرف توبہ سے زنا کا جرم ختم نہیں ہوگا، حد زنا ضروری ہے۔

(سوال): زنا بالجبر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جس نے جبری زنا کیا، وہ زانی ہے، اس کی سزا قتل ہے، البتہ جس کو زنا پر مجبور کیا گیا ہو، اس پر حد نافذ نہ ہوگی۔

(سوال): کیا غلاموں پر حدود قائم ہوں گی؟

(جواب): جی ہاں۔

❀ ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! اپنے غلاموں پر حدود قائم کریں، خواہ وہ شادی شدہ ہیں یا غیر شادی شدہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کر لیا، تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے لگاؤں، میں اس کے پاس (کوڑے لگانے) آیا تو اس نے کچھ ہی دیر پہلے بچے کو جنم دیا تھا، میں ڈر گیا کہ اگر میں نے اسے کوڑے مارے

تو یہ مر جائے گی، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ سے ملا اور آپ کے سامنے یہ بات بیان کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ نے ٹھیک کیا۔''

(صحیح مسلم : 1705)

سوال: کیا دخول نہ ہونے کی صورت میں زنا ثابت ہوتا ہے؟

جواب: دخول نہ ہونے کی صورت میں حد زنا ثابت نہ ہوگی، البتہ قاضی تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر چار مرتبہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے حرام طریقے سے ہم بستری کی ہے، آپ ہر مرتبہ اس سے چہرہ موڑ لیتے، پھر پانچویں دفعہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا آپ نے اس سے صحبت کی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: حتی کہ تیری شرمگاہ اس کی شرمگاہ میں یوں داخل ہوگئی، جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور ڈول کی رسی کنویں میں چلی جاتی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: معلوم ہے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں اس کے پاس حرام طریقے سے آیا ہوں، جس طرح آدمی اپنی بیوی کے پاس حلال طریقے سے آتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس قول (اقرار) سے کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا : میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دو صحابہ کو سنا، جن میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا، اس (ماعز) کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ستر

پوشی کی تھی، لیکن اس کے نفس نے اسے نہیں چھوڑا حتی کہ کتے کی طرح سنگسار کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ خاموش رہے۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے حتی کہ ایک مردار گدھے کے پاس سے گزرے، جس کی ٹانگ اٹھی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا: نیچے اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ ان دونوں نے کہا: اللہ کے نبی! اللہ آپ کو معاف فرمائے، اسے کون کھاتا ہے؟ فرمایا: تم نے ابھی ابھی اپنے بھائی کی جو ہتک آمیزی کی ہے، وہ اس (مردار) کے کھانے سے بھی شدید تر ہے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ تو اب بھی جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔''

(مصنّف عبدالرزاق : 13340، سنن أبي داوٗد : 4428، السّنن الکبرٰی للنّسائي : 7163، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کر کے اسے قتل کر دے، تو اس کی سزا کیا ہے؟

جواب: اسے سر عام قتل کر دیا جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾(النّور : ۲)

''زانی اور زانیہ پر حد نافذ کرتے وقت وہاں مومنوں کا ایک مجمع ہونا چاہیے۔''

سوال: زانیہ بیوی کو قتل کر دینا کیسا ہے؟

جواب: زانیہ پر حد زنا نافذ کرنا اسلامی ریاست کا فریضہ ہے، کسی شخص کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں، اگر کوئی شوہر غیرت میں آ کر زانیہ بیوی کو قتل کر دے، تو اس کی سزا

بھی قتل ہے۔

(سوال): کسی کی بیوی سے زنا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جرم عظیم ہے، اس کی سزا بھی قتل ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ : أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَّأْكُلَ مَعَكَ قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ .

''میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، حالانکہ وہ آپ کا خالق ہے۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ آپ کا مال کھائے گا۔ عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔''

(صحيح البخاري : 6001، صحيح مسلم : 86)

(سوال): جو اپنے زانی باپ کو قتل کر دے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): زانی پر حد قائم کرنا ریاست اسلامیہ کا فریضہ ہے، ہر ایک کو قانون سے کھیلنے کی اجازت نہیں، جو اپنے زانی باپ کو قتل کر دے، اس کی سزا بھی قتل ہے، کیونکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوا ہے۔

(سوال): زانیہ سے بچہ ہوا، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو، البتہ زانی اور زانیہ کو پتھروں سے رجم کیا جائے گا، جو کہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھالیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے، اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تا وقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔''

(صحيح البخاري: 2053، صحيح مسلم: 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

سوال: کیا زنا کا کوئی کفارہ ہے یا نہیں؟

جواب: زنا پر توبہ اور حد ہے، اس پر کوئی کفارہ شریعت میں بیان نہیں ہوا۔

سوال: کیا زانی پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: زنا کبیرہ گناہ ہے، اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ کبائر کے مرتکب مسلمانوں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، لہٰذا مسلمان زانی کا جنازہ پڑھا جائے گا۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر زنا کا اقرار کیا اور کہنے لگی: میں حاملہ ہو چکی ہوں، نبی کریم ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جب بچہ پیدا ہو جائے، تو مجھے بتانا۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس (عورت) کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیے گئے، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! آپ نے اسے رجم کیا، پھر اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا؟ فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے، تو انہیں بھی کافی ہو جائے، کیا آپ نے اس سے بہتر توبہ کبھی پائی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان ہی قربان کر دی ہے؟''

(صحیح مسلم: 1696)

سوال: اگر کوئی شوہر بیوی کو زنا کرتا دیکھے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جو اپنی بیوی کو زنا کرتا دیکھے، اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں اور وہ بیوی کے ساتھ نہ رہنا چاہے، تو وہ لعان کے ذریعے بیوی سے جدا ہو جائے۔

❀ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں مجھ سے دو لعان کرنے والوں (خاوند، بیوی) کے متعلق پوچھا گیا: کیا ان کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی؟ مجھے علم نہیں تھا کہ میں کیا جواب دوں، چنانچہ میں اپنے گھر سے اٹھا اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر چلا گیا، میں نے پوچھا: ابو عبدالرحمٰن! کیا دو لعان کرنے والوں (خاوند بیوی) کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! جی ہاں! سب سے پہلے اس بارے میں فلاں بن فلاں نے پوچھا تھا، اس نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے بتائیں کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھ لے (تو کیا کرے)؟ اگر بات کرتا ہے، تو بہت بڑی بات ہے، اگر چپ کرتا ہے، تو پھر بھی ایسے ہی ہے۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اگلے دن وہ آدمی آ کر کہنے لگا: جو بات میں نے آپ سے پوچھی تھی، میں اس میں مبتلا ہو چکا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیت اتاری: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ ...... وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ (النور: 6-9) (جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں......الخ) آپ نے (لعان) مرد سے شروع کیا اسے وعظ و نصیحت کی اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے مقابلے میں ہلکی ہے۔ اس (مرد) نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے!

میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ پھر آپ عورت کی طرف متوجہ ہوئے، اسے وعظ ونصیحت کی اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے مقابلے میں ہلکی ہے۔ اس (عورت) نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! یہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ مرد سے شروع ہوئے اور اس نے اللہ کے نام کی چار گواہیاں دیں کہ وہ سچا ہے اور پانچویں گواہی یہ دی کہ اگر وہ جھوٹا ہے، تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس نے اللہ کے نام کی چار گواہیاں دیں کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں گواہی یہ دی کہ اگر وہ سچا ہے، تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ پھر آپ نے ان کو الگ الگ کر دیا۔''

(صحیح مسلم: 1493، المنتقی لابن الجارود: 753)

سوال: کسی پر زنا کا شک کرنا کیسا ہے؟

جواب: بدگمانی بری چیز ہے۔ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کسی پر بغیر ثبوت زنا کا شک کرنا درست نہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

(الحجرات: ۱۲)

''اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے مجتنب رہیں کہ بعض گمان کبیرہ گناہ ہوتے ہیں۔''

سوال: ایک شخص نے دوسرے کی چیز چرا کر تیسرے کو دے دی، جس سے وہ چیز ضائع ہوگئی، تو وہ چیز کس سے وصول کی جائے گی؟

جواب: اس چیز کا مطالبہ چور سے کیا جائے گا اور چور اس سے مطالبہ کرے گا، جس

کے پاس چیز ضائع ہوئی ہے۔

سوال: حکومتی جنگلات سے لکڑی چرانا کیسا ہے؟

جواب: جو جنگلات ریاست کی ملکیت ہوں، ان سے لکڑی چرانا جرم ہے۔ اس پر چوری کی حد قائم ہوگی۔

سوال: کیا باغ کا نگران مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتا ہے؟

جواب: وہ بغیر اجازت کے تصرف نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا چور کی سزا ہاتھ کاٹنے کے بجائے جیل میں قید کرنا ہو سکتی ہے؟

جواب: اسلام میں چور کی حد ہاتھ کاٹنا متعین ہے، کسی ریاست کے لیے جائز نہیں کہ اس حد کو ختم کر کے کوئی دوسری سزا مقرر کرے۔

سوال: قبروں سے چادریں چرانا کیسا ہے؟

جواب: قطع نظر اس کے کہ قبروں پر چادریں ڈالنا کیسا عمل ہے، مگر قبروں سے چادریں اٹھانا مناسب نہیں۔

سوال: اگر چور چوری کا اقرار کر لے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: چور کے اقرار سے اس پر چوری کی حد نافذ ہوگی۔

سوال: غلاف قبر کو چوری کر کے استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: مناسب نہیں۔

سوال: چوری کے روپے سے کاروبار کیا، بعد میں توبہ کر لی، تو مالک کو چوری کردہ روپے لوٹانے چاہیے یا کاروبار سے ہونے والا نفع بھی؟

جواب: یہ توبہ واستغفار کرے اور جتنا روپیہ چوری کیا تھا، اسے مالک کو لوٹا دے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط۱۰۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کتنی مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟

جواب: ربع دینار (تین درہم) یا اس سے زائد مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس سے کم مالیت کی چوری پر حد نہیں، البتہ حاکم تعزیرا کوئی سزا دے سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا.

''نبی کریم ﷺ چوتھائی دینار یا اس سے زائد (مقدار چوری کرنے) پر ہاتھ کاٹتے تھے۔''

(صحيح البخاري: 6789، صحيح مسلم: 1684)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَطَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ.

''رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا، جس کی قیمت تین درہم تھی۔''

(صحيح البخاري: 6798، صحيح مسلم: 1686)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''مزینہ قبیلے کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آکر پوچھنے لگا: اللہ کے

رسول! آپ پہاڑ پر چرنے والے جانوروں کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ (یعنی اگر کوئی وہاں سے چوری کر لے، تو کیا حکم ہے؟) فرمایا: وہ جانور کے ساتھ جانور واپس کرے گا اور سزا بھی پائے گا، جانور چرانے پہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، ان جانوروں کے علاوہ جو باڑے کے اندر ہوں اور ان کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو، تو ان میں ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر ان کی قیمت ڈھال کی قیمت سے کم ہو، تو دوگنا تاوان لیا جائے گا اور بطور سزا کوڑے مارے جائیں گے۔ اس نے پوچھا: اللہ کے رسول! ان پھلوں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، جو درخت پر لٹک رہے ہوں؟ فرمایا: اس کے ساتھ دوگنا پھل واپس دے گا اور سزا بھی پائے گا، پھل چرانے پہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، ان پھلوں کے علاوہ جو کھلواڑے میں رکھے گئے ہوں، سو جو پھل کھلواڑے سے چرائے جائیں اور ان کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو، تو ان میں ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر ان کی قیمت ڈھال کی قیمت سے کم ہو، تو دوگنا تاوان لیا جائے گا اور بطور سزا کوڑے مارے جائیں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/180ـ203، سنن أبي داوٗد : 1710ـ4390، سنن النّسائي : 4961، سنن التّرمذي : 1289، سنن ابن ماجه : 2569، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۲۷) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۲۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا پھلوں کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟

جواب: پھلوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔

❀ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا قَطَعَ فِي ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ .

''ثمر (وہ پھل جو ابھی درخت پر ہو) اور کثر (خرما درخت کا گوند جو چربی سے مشابہ ہوتا ہے) کی چوری پر قطع ید نہیں ہے۔''

(موطأ الإمام مالك : 839/2، مسند الإمام أحمد : 463/3-464، 140/4-142، سنن أبي داوٗد : 4388، سنن النّسائي : 4964، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۶۶) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۲۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا چوتھائی دینار سے کم مالیت کی چوری پر چور سے مسروقہ مال موصول کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: ربع دینار سے کم مالیت پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، مگر اس سے مسروقہ مال موصول کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا شبہ کی بنا پر کسی کو چور قرار دیا جا سکتا ہے؟

جواب: شبہ کی بنا پر کسی کو چور قرار دینا جائز نہیں۔

سوال: ایک شخص نے چوری کا اقرار کیا، پھر کچھ دن بعد انکار کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس نے ہوش و حواس میں اور بغیر جبر و اکراہ کے ایک بار چوری کا اقرار کر لیا، اسے چور قرار دیا جائے گا، بعد میں انکار کا اعتبار نہیں۔

سوال: کفن چور کی کیا سزا ہے؟

جواب: اگر چور اتنی مالیت کا کفن چرائے کہ اس کی قیمت کم از کم ربع دینار کے برابر ہو، تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس سے کم مالیت کی چوری پر حد نہیں، البتہ ریاست جو سزا

مقرر کردے، درست ہے، کفن چوری بھیانک جرم ہے۔

سوال: کیا شراب نوشی پر حد ہے؟

جواب: شرابی کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جس نے شراب پی تھی، تو آپ نے اسے دو چھڑیوں کے ساتھ تقریبا چالیس کوڑے لگائے۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سزا دی، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا، تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہلکی ترین سزا (۸۰) کوڑے ہے۔''

(صحيح البخاري : 6773، صحيح مسلم : 1706)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَكِرَ فَاجْلِدُوهُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ : فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ .

''جب اسے (شراب نوش کو) نشہ ہو جائے، تو اسے کوڑے مارو، تین مرتبہ آپ نے یہی حکم دیا، پھر چوتھی مرتبہ فرمایا: اسے قتل کر دو۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/291-504، سنن أبي داوٗد : 4484، سنن النّسائي : 5665، سنن ابن ماجه : 2572، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۴۷) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۳۱) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۷۱/۴) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح الاسناد'' کہا ہے،

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔امام احمد رحمہ اللہ (۵۱۹/۲) نے حدیث عمر بن ابی سلمہ کو بسند ''حسن'' روایت کیا ہے، اسی طرح حدیث سہیل (۲۸۰/۲) کو ''حسن'' سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اسے امام حاکم رحمہ اللہ (۳۷۲،۳۷۱/۴) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: لواطت کی کیا سزا ہے؟

جواب: لواطت کبیرہ گناہ ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا أَنَّ وَطْئَ الرَّجُلِ الرَّجُلَ جُرْمٌ عَظِيمٌ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ مرد کا مرد کے ساتھ بدکاری کرنا جرم عظیم ہے۔''

(مَراتِب الإجماع، ص 131)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى تَحْرِيمِ اللِّوَاطِ .

''لواطت کے حرام ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(المُغني: 60/9)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ التَّلَوُّطَ مِنَ الْكَبَائِرِ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ لواطت کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''

(الكَبائر، ص 56)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ .

''جسے آپ لواطت کرتے دیکھیں، تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 300/1، سنن أبي داوٗد : 4462، سنن التّرمذي : 1456، سنن ابن ماجه : 1561، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۲۰) نے صحیح، امام حاکم رحمہ اللہ (۴/ ۳۵۵) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ عمرو بن ابی عمرو مولیٰ مطلب کے بارے میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَثَّقَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔''

(الحَاوي للفتاوی : 111/2)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

صَدُوقٌ حَدِيثُهٗ مُخَرَّجٌ فِي الصَّحِيحَينِ فِي الْأُصُولِ ...... حَدِيثُهٗ صَالِحٌ حَسَنٌ مُنْحِطٌّ عَنِ الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنَ الصَّحِيحِ .

''صدوق ہیں، ان کی حدیث صحیحین کے اصول میں لائی گئی ہے۔...... ان کی حدیث حسن صالح ہے، البتہ صحیح کے عالی درجے سے ذرا نیچے ہے۔''

(میزان الاعتدال : 282/3)

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

مَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ . ''لوطی ملعون ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2914، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا أَرْبَعَةٌ رَجُلٌ قَتَلَ فَقُتِلَ، أَوْ رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَمَا أُحْصِنَ، أَوْ رَجُلٌ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ، أَوْ رَجُلٌ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ .

''کیا آپ نہیں جانتے کہ مسلمان کا خون صرف چار صورتوں میں بہایا جا سکتا ہے، ① وہ کسی کو قتل کرے، تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا، ② شادی کے بعد زنا کرے، ③ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے ④ کوئی شخص قوم لوط والا عمل کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 531/9، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الحَاوي للفتاوى : 112/2)

✿ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَإِنَّهُمْ أَجْمَعُوا عَلٰى قَتْلِهٖ .

''صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ لوطی کو قتل کیا جائے گا۔''

(المُغني : 61/9)

✿ شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ أَنْ يُقْتَلَ الْاِثْنَانِ الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلُ سَوَاءٌ كَانَا مُحْصَنَيْنِ أَوْ غَيْرَ مُحْصَنَيْنِ .

''صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ فاعل ومفعول دونوں کو قتل کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔''

(السّیاسة الشّرعیّة، ص 84)

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''لوطی کی حد تو حتمی ہے، جیسا کہ اس پر اصحاب رسول کا اجماع ہے اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح صریح سنت بھی اس پر دلالت کناں ہے، ایسی سنت جس کا کوئی معارض نہیں، بلکہ اس پر صحابہ وخلفائے راشدین کا عمل رہا ہے۔''

(الدّاء والدّواء، ص 396)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ حُكْمَ التَّلَوُّطِ مَعَ الْمَمْلُوكِ كَحُكْمِهٖ مَعَ غَيْرِهٖ.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غلام کے ساتھ لواطت کا بھی وہی حکم ہے، جو آزاد کے ساتھ لواطت کا حکم ہے۔''

(الجَواب الکافي، ص 124)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ مَنْ فَعَلَ بِمَمْلُوكِهٖ فِعْلَ قَوْمِ لُوطٍ مِّنَ اللُّوطِيَّةِ الْمُجْرِمِينَ الْفَاسِقِينَ الْمَلْعُونِينَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ ثُمَّ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ ثُمَّ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ .

''امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اپنے غلام کے ساتھ قوم لوط کے ملعونین ومفسدین والا عمل کیا، تو اس پر اللہ کی لعنت، اس پر پھر اللہ کی لعنت اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔''

(الزّواجر عن اقتِراف الكَبائر : 235/2)

یعنی یہ بات تو طے ہے کہ لوطی کو قتل ہی کیا جائے گا، قتل کی صورتوں میں مگر اختلاف رہا ہے، آیا اس کو رجم کیا جائے، یا ویسے ہی قتل کر دیا یا کیا صورت اپنائی جائے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي حَدِّ اللُّوطِيِّ، فَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ، وَهٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

''لوطی کی حد کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس کو رجم کیا جائے گا، وہ چاہے شادی شدہ ہو یا کنوارا ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن یسار کا فتوی ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1456)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي عُقُوبَةِ الْفَاعِلِ لِلِّوَاطِ وَالْمَفْعُولِ بِهٖ بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ وَأَنَّهٗ مِنَ الْكَبَائِرِ لِلْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ فِي تَحْرِيمِهٖ وَلَعْنِ فَاعِلِهٖ.

''اہل علم کا لواطت کی حرمت پر اور اس کے گناہِ کبیرہ ہونے پر اتفاق ہے، کیونکہ اس کی حرمت پر اور اس کے فاعل پر لعنت کے بارے میں متواتر احادیث وارد ہیں، البتہ اس فاعل اور مفعول کی سزا (قتل کے طریقہ) میں اختلاف ہے۔''

(نيل الأوطار : 140/7)

راجح مسلک یہی ہے کہ اس کے فاعل کو رجم کیا جائے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے غیر شادی شدہ لوطی کے بارے میں فرمایا:

يُرْجَمُ . ''اسے رجم کیا جائے گا۔''

(سنن أبي داود : 4643، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوطی کی حد کے متعلق سوال ہوا، تو فرمایا:

يُنْظَرُ أَعْلٰى بِنَاءٍ فِي الْقَرْيَةِ فَيُرْمٰى بِهٖ مُنَكَّسًا، ثُمَّ يُتْبَعُ الْحِجَارَةَ .

''بستی کی سب سے اونچی جگہ دیکھی جائے گی اور وہاں سے لوطی کو منہ کے بل گرا دیا جائے گا اور پھر اسے پتھر مارے جائیں گے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28337، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 17024، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام زہری رحمہ اللہ سے حد لواطت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا:

عَلَيْهِ الرَّجْمُ أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ .

''اس کو رجم کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔''

(مؤطّأ الإمام مالك : 825/2)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

بِهٰذَا نَأْخُذُ نَرْجُمُ اللُّوطِيَّ مُحْصَنًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مُحْصَنٍ .

''ہمارا فتوی بھی یہی ہے کہ لوطی کو رجم کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔'' (كتاب الأمّ : 183/7)

⑤، ⑥ امام اسحاق بن منصور کوسج رحمہ اللہ (۲۵۱ھ) کہتے ہیں:

قُلْتُ : حدُّ اللُّوطيِّ أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ؟ قَالَ : يُرْجَمُ،

أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ ، قَالَ إِسْحَاقُ : كَمَا قَالَ .

''میں نے (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے) عرض کیا کہ شادی شدہ لوطی اور کنوارے لوطی کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: اس کو رجم کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بھی یہی فتوی ہے۔''

(مَسائل الکوسَج : 2484)

❁ شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ مَنِ اسْتَحَلَّهَا بِمَمْلُوكٍ أَوْ غَيْرِ مَمْلُوكٍ فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو لواطت کو غلام یا آزاد کے لئے حلال قرار دیتا ہے، وہ کافر اور مرتد انسان ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ : 543/11)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَنْ أَسْقَطَ الْحَدَّ عَنْهُ يُخَالِفُ النَّصَّ وَالْإِجْمَاعَ .

''جو کہتا ہے کہ لوطی پر حد نہیں، وہ نص اور اجماع کا مخالف ہے۔''

(المُغني : 61/9)

سوال: کیا غیبت کرنے پر شرعی حد ہے؟

جواب: غیبت کبیرہ گناہ اور اخلاقی برائی ہے، مگر اس پر شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی۔ غیبت کرنے والے پر توبہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾(الحجرات : ۱۲)

''ایک دوسرے کی غیبت مت کرو، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً تم اسے ناپسندیدہ ہی سمجھو گے، اللہ سے ڈر جاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔''

سوال: شرابی سے تعلق واسطہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: شرابی کو اصلاح کی دعوت دینی چاہیے، مگر اس کا ہم مجلس ہونا ایک باشرع مسلمان کے شایان شان نہیں۔

سوال: کیا چرس کے استعمال پر بھی حد ہے؟

جواب: ہر نشہ آور شے کے استعمال پر حد ہے، چرس میں بھی نشہ ہے، لہٰذا چرسی اور شرابی کا حکم ایک ہے، اس پر بھی اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ يَحْرُمُ بِلَا نِزَاعٍ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ .

''چرس کے حرام ہونے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ : 10/11)

❁ علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) نقل کرتے ہیں:

حَكَى الْقَرَافِيُّ وَابْنُ تَيْمِيَّةَ الْإِجْمَاعَ عَلٰى تَحْرِيمِ الْحَشِيشَةِ .

''قرافی اور ابن تیمیہ نے حشیش کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔''

(فتاویٰ شامی : 459/6، قرة عين الأخيار : 15/7)

(سوال): کیا زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): اگر چار گواہ نہ ہوں، تو زنا ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(جواب): چار سے کم ہوں، تو زنا ثابت نہیں ہوتا۔

(سوال): کیا والدین کے کہنے سے زنا ثابت ہو جاتا ہے؟

(جواب): صرف والدین کے کہنے سے زنا ثابت نہیں ہوتا، کم سے کم چار معتبر عینی گواہ ضروری ہیں۔

(سوال): تہمت لگانے والے کی سزا کیا ہے؟

(جواب): زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہیں، اسے حد قذف کہتے ہیں، اس کا قیام ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النّور: ٤)

''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ بھی نہیں لے کر آتے، تو انہیں اَسی کوڑے (حد قذف میں) لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔''

(سوال): اگر چالیس لوگ زنا کی تہمت لگائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر ان چالیس میں سے چار لوگوں نے بھی زنا کرتے نہیں دیکھا، تو ان

سب پر حد قذف لگائی جائے گی۔ یہ سب گناہ گار ہیں کہ انہوں نے بلا ثبوت کسی کی عزت کو داغ دار کرنے کی کوشش کی ہے۔

(سوال): کسی پر زنا کی تہمت لگانے کے بعد کہنا کہ میں نے غلط کہا تھا، کیا ایسے شخص پر حد قذف نافذ ہوگی؟

(جواب): ایک بار تہمت لگانے سے حد قذف نافذ ہو جائے گی۔

(سوال): تعزیر کیا ہے؟

(جواب): جس جرم پر شریعت نے حد مقرر نہ کی ہو، بلکہ ریاست اور قاضی کی صواب دید پر چھوڑا ہو، تو ایسے جرم پر قاضی جو سزا سنائے گا، اسے تعزیر کہتے ہے۔ یاد رہے کہ جس جرم پر حد شرعی مقرر ہے، اس کی جگہ کوئی دوسری سزا دینا جائز نہیں۔

(سوال): جس نے ماکول اللحم جانور سے وطی کی، اس کی کیا سزا ہے؟

(جواب): جانور سے بدفعلی کرنے پر حد نہیں، البتہ حاکم وقت تعزیراً جو سزا مقرر کر دے، وہ نافذ ہوگی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَلَى الَّذِي يَأْتِي الْبَهِيمَةَ حَدٌّ .

''جانور سے بدفعلی کرنے والے پر حدِ زنا نہیں۔''

(سنن أبي داود : 4465 ، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ ، وَإِسْحَاقَ .

''اس قول پر اہل علم کا عمل ہے، امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کا بھی

یہی مذہب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1455)

(سوال): جس جانور سے وطی کی گئی، کیا اس کا گوشت حرام ہو گیا یا نہیں؟

(جواب): جس حلال جانور سے وطی کی گئی، اس کا گوشت حرام نہیں ہوتا۔

(سوال): کسی نے حاملہ بکری سے وطی کی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ بکری حلال ہے اور اس کا حمل بھی صحیح ہے۔

(سوال): جس نے نابالغ بچے سے وطی کی، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ لواطت ہے، جس کی سزا قتل ہے۔

(سوال): چور سے مالی جرمانہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): چور کی حد ہاتھ کاٹنا ہے، اس سے مالی جرمانہ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(سوال): جو شخص ائمہ اہل سنت کی واضح تکفیر کرتا ہو، اس کی سزا کیا ہے؟

(جواب): اکابر اہل علم کی جانتے بوجھتے تکفیر اور توہین کرنے والا کافر مرتد ہے۔

۞ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلْاِسْتِخْفَافُ بِالْأَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

''شرفا اور علما کا استخفاف کرنا باعث کفر ہے۔''

(مَجمع الأنهر :1/695)

(سوال): کیا ریاست کے قاضی کے سوا کوئی دوسرا شخص حد شرعی قائم کر سکتا ہے؟

(جواب): حدود کا نفاذ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، اگر حکمران اس فریضہ کو انجام نہیں دیتے، تو وہ روز محشر جواب دہ ہوں گے، عام انسان سے اس بارے میں پوچھ گچھ نہیں

ہوگی، لہذا عامی آدمی کو حد شرعی قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

(سوال): بھانجی کے ساتھ زنا کی سزا کیا ہے؟

(جواب): ایسے زانی کی سزا قتل ہے، اس پر صحیح احادیث اور اجماع امت دلیل ہے۔

(سوال): ایک طالب علم نے کسی وجہ سے اپنے استاذ کو گالیاں دیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): گالیاں دینا کبیرہ گناہ ہے اور اپنے استاذ کو دینا تو مزید سنگین جرم ہے، ایسا طالب علم عاصی و گناہ گار ہے، اسے توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

(سوال): رمضان کے دنوں میں علی الاعلان کھانے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو مسلمان بغیر عذر شرعی کے رمضان کے دنوں میں روزہ نہ رکھے اور سرعام کھاتا رہے، وہ اعلانیہ گناہ کا مرتکب ہے، اس کی سزا شریعت نے تو متعین نہیں کی، البتہ حاکم وقت کوئی تعزیری سزا مقرر کرسکتا ہے۔

(سوال): کیا ہندوؤں کا بنا کھانا کھانے پر سزا ہے؟

(جواب): ہندوؤں کا تیار کردہ حلال کھانا کھانا جائز ہے۔

(سوال): حاکم وقت کا رعایا سے کسی جرم پر مالی جرمانہ لینا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جو شخص نماز کی پابندی نہ کرے، تو کیا اس کو تعزیری سزا دی جاسکتی ہے؟

(جواب): اگر کوئی مسلمان حکمران نماز ترک کرنے پر تعزیری سزا مقرر کردے، تو ایسا کرنا جائز ہے، بلکہ مستحسن اقدام ہے۔

(سوال): جو عورت غیر محرم اجنبی فاسق مرد سے تعلقات رکھے، کیا اسے تعزیری سزا دی جاسکتی ہے؟

(جواب): جب تک وہ دونوں زنا نہیں کرتے، ان کو تعزیری سزا دی جا سکتی ہے، البتہ اگر زنا کر لیں، تو زنا ثابت ہونے کی صورت میں ان پر حد زنا نافذ کی جائے، اس صورت میں تعزیری سزا کافی نہیں۔

(سوال): جس مسلمان کو گالی دی، تو کیا اسے تعزیری سزا دی جا سکتی ہے؟

(جواب): مسلمان کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے، اس پر حاکم وقت تعزیر مقرر کر سکتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ .

''مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق (کبیرہ گناہ) ہے۔''

(صحيح البخاري : 48، صحيح مسلم : 64)

(سوال): جس نے خنزیر کا دودھ پیا، کیا اسے سزا دی جا سکتی ہے؟

(جواب): خنزیر نجس العین اور حرام ہے، کسی ملت میں حلال نہیں ہوا، اس کی کسی چیز سے انتفاع جائز نہیں۔ حاکم وقت اس پر تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى تَحْرِيمِ الْخِنْزِيرِ، وَالْخِنْزِيرُ مُحَرَّمٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاتِّفَاقِ الْأُمَّةِ .

''خنزیر کی حرمت پر اہل علم کا اجماع ہے۔ کتاب وسنت اور امت کے اجماع کی رُو سے خنزیر حرام ہے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والإختلاف : 229/2)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا ...... أَنَّ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَشَحْمَهُ وَوَدَكَهُ وَغُضْرُوفَهُ وَمُخَّهُ وَعَصَبَهُ حَرَامٌ كُلُّهُ وَكُلُّ ذٰلِكَ نَجِسٌ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ......خنزیر کا گوشت، چربی، چکنائی، نرم ہڈی، بھیجہ اور اعصاب سب کچھ حرام ہے، نیز سب نجس ہے۔''

(مَراتب الإجماع، ص 23)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''وہ نجس العین چیز، جسے اللہ تعالیٰ نے ہر ملت میں اور ہر رسول کی زبانی حرام کیا، مثلاً مردار، (ذبحہ کے وقت بہنے والا) خون اور خنزیر، تو اسے مباح اور جائز قرار دینے میں تمام رسولوں کی مخالفت ہے کہ انہوں نے متفقہ طور پر اسے حرام قرار دیا ہے۔''

(زاد المَعاد: 5/676)

سوال: بیوی سے زنا کرانے والے کی سزا کیا ہے؟

جواب: زانی اور زانیہ کو حدِ شرعی میں رجم کیا جائے اور جو زنا کروا رہا ہے، اسے حاکم وقت تعزیری سزا دے۔

سوال: جو شخص نماز جنازہ میں شرکت نہ کرے، اس پر مالی جرمانہ عائد کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، چند افراد بھی شریک ہو جائیں، تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جاتا ہے، لہٰذا نماز جنازہ میں عدم شرکت پر مالی جرمانہ عائد کرنا درست نہیں۔

سوال: اغلام بازی کی سزا کیا ہے؟

جواب: اغلام بازی لواطت ہے، اس کی سزا بالاتفاق قتل ہے۔

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَإِنَّهُمْ أَجْمَعُوا عَلٰى قَتْلِهٖ.

''صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ لوطی کو قتل کیا جائے گا۔''

(المُغني : 61/9)

(سوال): علاتی بہن (باپ کی طرف سے بہن) کا بوسہ لینے کی سزا کیا ہے؟

(جواب): علاتی بہن کا بوسہ لینا جائز ہے۔

(سوال): مروجہ میلاد نہ منانے پر سزا دینا کیسا ہے؟

(جواب): مروجہ عید میلاد بدعت ہے، بدعات کو ترک کرنا ضروری ہے، ان کے ترک پر سزا دینا ظلم ہے۔ اگر کوئی حکمران بدعی مجالس کا انعقاد نہ کرنے پر سزائیں دے، تو وہ گناہ گار ہوگا اور روز قیامت عنداللہ جواب دہ ہوگا۔

(سوال): صحیح العقیدہ مسلمان کو قادیانی کہنے کی کیا سزا ہے؟

(جواب): قادیانی کافر اور مرتد ہیں، کسی مسلمان پر بلا تحقیق قادیانی ہونے کا شک کرنا بھی گناہ ہے، چہ جائیکہ اس کو قادیانی کہہ دینا۔ کسی مسلمان کو قادیانی کہنا سیدھا سیدھا اس کی تکفیر ہے، جو کہ نہایت مشکل اور دقیق مسائل میں سے ہے۔ تکفیر کا حق کسی عام آدمی کو نہیں، بلکہ یہ ماہر علماء کا کام ہے۔ البتہ جو کسی مسلمان کو قادیانی کہہ دے، اس کی سزا شریعت میں مقرر نہیں، حاکم وقت تعزیراً کوئی سزا دے سکتا ہے۔

(سوال): مسلمان کو حرام زادہ کہنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مسلمان کو حرام زادہ کہنا گناہ ہے، اگر کسی نے بطور گالی کہا ہے، تو یہ کبیرہ گناہ ہے، اس پر کوئی حد نہیں، البتہ اگر اس نے اس کے حقیقی معنی مراد لیے ہیں، تو اس نے گویا اس

کے باپ پر زنا کی تہمت لگائی ہے، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ زنا پر چار معتبر عینی گواہ پیش کرے، ورنہ اسے حد قذف میں اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے۔

سوال: اگر شوہر بیوی کو بے پردہ پھرنے سے منع کرے، مگر وہ باز نہ آئے، تو کیا وہ بیوی کو سزا دے سکتا ہے؟

جواب: اگر باوجود سمجھانے کے بیوی باز نہ آئے، تو شوہر تھوڑی بہت سزا دے سکتا ہے، مگر چہرے پر نہ مارے اور اتنا سخت نہ مارے کہ جسم پر نشان پڑ جائیں۔

سوال: مسلمان پر جھوٹا الزام لگانا کیسا ہے؟

جواب: جھوٹا الزام لگانا حرام ہے، خواہ کافر پر ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: مسلمان کو بلاوجہ طعن و تشنیع کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسلمان کو طعن و تشنیع کرنا حرام ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَلْأَمُ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ الْفُحْشُ .

''فحش گوئی مؤمن میں سب سے گھٹیا خصلت ہے۔''

(الأدب المفرد للبخاري : 314، المعجم الكبير للطّبراني :8561، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نے گھوڑی کے ساتھ بدفعلی کی، تو اس گھوڑی کا حکم کیا ہے؟

جواب: وہ گھوڑی حلال ہے۔

سوال: چچا کی منکوحہ سے نکاح کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: منکوحہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، یہ زنا ہے۔ ایسے شخص کی سزا قتل ہے، کیونکہ اس نے منکوحہ سے نکاح کیا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا حدود اللہ میں سفارش جائز ہے؟

(جواب): حدود اللہ میں سفارش جائز نہیں، اگر کسی شخص نے اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد کو پامال کیا ہو، تو کسی کی سفارش پر اس سے حد ختم نہیں کی جا سکتی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ایک مخزومی عورت، جو ادھار سامان لے کر انکار کر دیا کرتی تھی (نے چوری کی)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، اس کے گھر والے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ سے (معافی کی) بات کی، تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ! کیا آپ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی حد کے متعلق بات (سفارش) کر رہے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: آپ سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی خاندانی آدمی چوری کرتا، تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا، تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر (چوری کرنے والی) فاطمہ بنت محمد ہوتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا۔''

(صحيح البخاري : 6788، صحيح مسلم : 1688)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، وَلَا اقْتَصَّ مِنْ رَجُلٍ مَّظْلَمَةً إِلَّا شَيْئًا مِّنْ حُدُودِ اللّٰهِ، فَلَيْسَ يَتْرُكُ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا، تو آپ نے ان میں سے آسان کام کو اختیار کیا۔ آپ نے حدود اللہ کے علاوہ کسی بھی آدمی سے اس کی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، آپ کسی کی حد کو معاف نہیں کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 6786، صحيح مسلم : 2327)

سوال: جو چور نہ ہو، اسے چور کہنے والے کی کیا سزا ہے؟

جواب: بلا ثبوت کسی پر چوری کا الزام لگانا جائز نہیں، یہ بدگمانی ہے۔ الزام تراشی کرنے والے کو حاکم وقت تعزیراً سزا دے سکتا ہے۔

سوال: غیر عورت کو بھگا کر لے جانے والے کی سزا کیا ہے؟

جواب: قاضی ایسے شخص کو تعزیراً کوئی سزا سنا سکتا ہے، البتہ اگر وہ زنا کا ارتکاب کر چکا ہے، تو اس پر حد زنا قائم کی جائے گی۔

سوال: والدہ کے ساتھ نکاح کرنے والے کی سزا کیا ہے؟

جواب: ایسے بدبخت کی سزا قتل ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص جانور سے بدفعلی کرلے، تو کیا اس کا گناہ توبہ سے معاف ہو جائے گا؟

(جواب): وہ سچی توبہ کر لے، تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

(سوال): کیا کسی کی تعزیری سزا میں اس سے سوشل بائیکاٹ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): حسب ضرورت اگر قاضی یا حاکم وقت کسی مجرم سے سوشل بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کرے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

جیسا کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ سیدنا کعب بن مالک، سیدنا مرارہ بن ربیع عمری اور سیدنا ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہم سے کچھ دنوں کے لیے سوشل بائیکاٹ کیا گیا تھا، بعد میں ان کی توبہ قبول ہو گئی۔

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2779)

(سوال): کیا گالی دینے پر کوئی سزا مقرر ہے؟

(جواب): گالی دینا کبیرہ گناہ ہے، البتہ اس پر کوئی حد شرعی مقرر نہیں، قاضی حسب موقع تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ.

''مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق (کبیرہ گناہ) ہے۔''

(صحيح البخاري : 48، صحيح مسلم : 64)

(سوال): تعزیر عام مسلمانوں کا حق ہے یا نہیں؟

(جواب): اگر کسی علاقے کے مسلمان کسی مجرم کو کوئی سزا دینے پر اتفاق کر لیں، تو وہ بھی تعزیری سزا دے سکتے ہیں، مثلاً سوشل بائیکاٹ وغیرہ۔

(سوال): علمائے حق کو ''سور'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص فاسق وفاجر ہے۔

سوال: کسی مسلمان پر غلط مقدمہ کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جھوٹا مقدمہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔اس پر شریعت نے کوئی حد تو مقرر نہیں کی، مگر حاکم وقت اسے تعزیراً سزا دے سکتا ہے، ایسا شخص توبہ کرے۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ میرے پاس مقدمات لاتے ہیں، ممکن ہے کوئی اپنے دعوی کے دلائل کو بہتر انداز میں سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور میں دلائل کی سماعت کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، وہ اگر فیصلہ لینے میں حق بجانب نہ ہوا اور اس کے بھائی کے حق کا ایک بھی ٹکڑا اس کے فیصلے میں آ گیا، تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 7169، صحيح مسلم : 1713)

سوال: جادوگر کی کیا سزا ہے؟

جواب: جادوگر کی سزا قتل ہے، جو ریاست کا فریضہ ہے۔

❁ بجالہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'میں جزء بن معاویہ کا سیکرٹری تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے ہمارے پاس ان کا خط آیا (جس میں لکھا تھا) ہر جادوگر کو قتل کر دیں، ہر اس محرم عورت سے شادی کرنے والے مجوسی اور اس کی بیوی کو الگ الگ کر دیں، جن (محرمات) کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، انہوں نے کھانا پکایا اور اپنی ران پر تلوار رکھ لی، چنانچہ انہوں (مجوسیوں) نے گنگنائے بغیر کھانا کھایا، انہوں نے ایک

یا دو خچروں کے بوجھ کے برابر چاندی ڈھیر کر دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے، حتی کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 3156)

(سوال): کسی مسلمان کو خنزیر اور کتے کا بچہ کہنے پر کیا سزا ہے؟

(جواب): ایسے غلیظ الفاظ کسی مسلمان کے بارے میں کہنا گناہ ہے، یہ صریح گالی ہے۔ ایسا شخص توبہ واستغفار کرے، حاکم وقت اسے تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

(سوال): شادی میں خلاف شرع اُمور کرنے والے کا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص اعلانیہ فاسق ہے، اہل تقویٰ کو ایسے شادیوں میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، ورنہ وہ بھی جرم دار ہوں گے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ .

''اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے سوا میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 6069، صحيح مسلم : 2990)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر آپ میں سے کوئی شخص منکر (ناجائز) کام ہوتا دیکھے، تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو، تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو، تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کی کمزور ترین حالت ہے۔''

(صحيح مسلم : 49)

(سوال): کیا اپنی زوجہ کو پردے کا نہ کہنے والا دیوث ہے؟

(جواب): زوجہ کو پردہ کرانا فرض ہے، جس کی بہن بیٹی، ماں وغیرہ بے پردہ اجنبی مردوں کے ساتھ پھریں اور وہ منع نہ کرے، تو وہ دیوث ہے۔ احادیث میں ایسے شخص کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ .

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا؛ ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کیا دیوث قابل تعزیر ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): کسی کی بیوی کو گھر سے بھگانے اور اسے بیچنے کی سزا کیا ہے؟

(جواب): غیر عورت کو بھگا کر لے جانے والا اور اسے فروخت کرنے والا بہت بڑا مجرم ہے، قاضی کو چاہیے کہ ایسے شخص کو سخت سے سخت تعزیری سزا دے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ فرماتا ہے: روز قیامت تین لوگوں کے خلاق میں خود مدعی ہوں گا؛ جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی

قیمت کھالی، جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا، مگر اسے مزدوری ادا نہ کی۔''

(صحيح البخاري : 2227)

سوال: کیا جھوٹا دعویٰ کرنے والا قابل تعزیر ہے؟

جواب: یقیناً۔

سوال: جو شخص بیوی سے لواطت کرتا ہو، اس کی سزا کیا ہے؟

جواب: بیوی سے لواطت کرنے والا قبیح فعل کا مرتکب ہے۔ اس کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

Anual sex گناہ کی سب سے بھیانک اور بدبخت صورت ہے۔ اس سے قوائے فکری وعملی پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ اس قبیح فعل کا نتیجہ ذلت وخسران اور تباہی وبربادی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے فاعل کو ہمیشہ ذلت ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مغضوب علیہم قوموں کے آثارِ سیئہ اور اخلاقِ قبیحہ میں سے ایک گناہ ہم جنس پرستی، عملِ قومِ لوط اور عورت سے لواطت ہے۔ فواحش ورذائل کی لسٹ میں اور طبعِ سلیم کی کراہت ونکارت کے لحاظ سے یہ گناہ بدکاری سے بڑھ کر ہے۔ کفر کے بعد اس کا نمبر آتا ہے۔ اس کے نقصانات اور بداثرات معاشرہ پر قتل سے بڑھ کر ہیں۔

اسے جائز کہنا محض دعویٰ بلا دلیل پر اصرار ہے، یہ اسلام کی بے لوث اور پاکیزہ تعلیمات پر حملہ ہے، نیز اسلامی تہذیب کی تمام نزاکتیں تار تار کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ دینی وانسانی مصلحت سے عاری ایسا عظیم جرم ہے، جو ایک مسلمان سے ثقاہت وتقویٰ کی دولت چھین لیتا ہے۔ یہ شوہر وزن کے خوشگوار تعلقات نفرت وعداوت میں بدل دیتا ہے۔ رشتہ ازدواج کا تقدس پامال کر دیتا ہے، انسانی صحت کو روگ لگا دیتا ہے، روحانیت کو سلب کر

لیتا ہے۔

جب کوئی اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے، اس وقت وہ عقل وفکر کے نزدیک مسلمات کو للکار رہا ہوتا ہے۔قرآنِ عزیز اور حدیث شریف کی پرنور تعلیمات سے آشنا شخص سے اس بُرے فعل کا ارتکاب مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔

واضح رہے کہ جس قوم کے اندر یہ بے ہودہ اور فحش گناہ پایا گیا، مولائے کریم نے انہیں دنیا ہی میں مرقعِ عبرت اور داستانِ موعظت بنایا ہے۔ یہ انعکاسِ فطرت پرمبنی نازیبا عمل بے راہروی اور آوارہ مزاجی کی ایسی لعین عادت ہے، جو اخلاق باختہ اور لادینی فسق وفجور میں غرقاب، شہوات ولذات میں منہمک، عصیان ومعاصی کے دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے، بلکہ دھنسے ہوئے یورپ کے پانچ ملکوں میں قانون کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور انسانیت کے لیے باعثِ ننگ وعار اس قانون پر کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی۔

تُف ہے ایسی تہذیب پر!

شریعتِ اسلامیہ چونکہ پاکیزہ، صاف ستھرے، شگفتہ اور بہار آفریں احکامات پرمبنی ہے، لہٰذا وہ انسان کو بہیمی خواہشات، نفس پرستی، شیطانی اعمال اور افعالِ خبیثہ سے بچاتی ہے۔ وہ ہمارے اندر نیکی کا جذبہ اور بُرائی سے اجتناب کی قوت پیدا کرتی ہے۔ وہ ہماری خواہشوں اور تمناؤں کو حد اعتدال فراہم کرتی ہے۔ اس لیے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسی رذالتوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص اپنی حلال اور منکوحہ بیوی کو بھی پشت سے استعمال نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسا کرنا مقصدِ شریعت کے خلاف ہے اور محض حیوانی جذبہ کی تسکین ہے۔

روزانہ کتنے لوگ اس مذموم فعل کا مرتکب ہو کر دل اور منہ پہ کالک ملتے ہیں۔ اگر ہم

معاشرہ کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں اور معاشرے کے لیے مفید افراد پیدا کرنے کے خواہاں ہیں تو انسانوں میں صالحیت اور تقویٰ لانا ہوگا۔ انسانی ہمدری کے جذبہ سے سرشار ہو کر آگے بڑھنا ہوگا اور اس گناہ کے بھیانک نتائج سے انسانوں کو آگاہ کرنا ہوگا۔ یہ لعین عادت فاعل و مفعول میں سوزاک، جریان، جسم میں سوزش، نیز مفعول کے لیے لیکوریا اور بواسیر کا سبب ہے۔

لواطت ایسا قبیح فعل ہے، جو شرعاً ناجائز و حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔ اسے لواطت صغریٰ کہا گیا ہے، لہٰذا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

❁ علامہ مظہری زیدانی حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوَطْءَ فِي الدُّبُرِ مُحَرَّمٌ فِي جَمِيعِ الْأَدْيَانِ.

''عورت کے ساتھ غیر فطری مجامعت تمام ادیان میں حرام ہے۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح : 54/4)

(سوال): بغیر قصور کسی کو گالی دینے والا اور مار پیٹ کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص سخت گناہ گار ہے، اس میں بہت سے سنگین جرائم ہیں، جو کہ قابل تعزیر ہیں۔

(سوال): جو شخص بار بار سمجھانے کے باوجود نماز نہ پڑھے، کیا اسے قاضی تعزیراً سزا دے سکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): قتال کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعی امیر موجود ہو، تو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قتال کرنا فرض کفایہ ہے، اس کے بے شمار فضائل کتاب وسنت میں مذکور ہیں اور اسے ترک کرنا باعث گناہ ہے۔ بعض ہنگامی حالات میں جہاد فرض عین بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جہاد فرض عین ہو گیا تھا، اس صورت میں ہر صاحب استطاعت مسلمان کا شرکت کرنا ضروری ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میں اپنی امت (یا لوگوں) کے لیے دشواری نہ سمجھتا، تو کسی بھی ایسے لشکر سے پیچھے رہنا پسند نہ کرتا، جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا، لیکن نہ تو میرے پاس سواری کی گنجائش ہے اور نہ ہی ان کے پاس اتنی گنجائش ہے کہ وہ ساتھ جا سکیں اور مجھ سے پیچھے رہنا بھی انہیں ناگوار ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں۔''

(صحيح البخاري: 2972، صحيح مسلم: 1876)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَيْسَ فِي نَفْسِهِ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ .

''جو مر گیا، نہ تو اس نے کبھی (عملاً) جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں کبھی خیال آیا، تو وہ نفاق کی ایک قسم پر مرا۔''

(صحيح البخاري: 1910)

(سوال): دار الحرب کسے کہتے ہیں؟

(جواب): جس علاقے میں کفریہ ریاست ہو، وہ دار الحرب ہے۔

سوال: دارالاسلام کیا ہے؟

جواب: جہاں اسلامی حکومت کا قیام ہو، اسے دارالاسلام کہتے ہیں۔

سوال: کیا دارالحرب میں عید اور پنجگانہ نمازیں باجماعت پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جس دارالحرب میں عید، جمعہ اور پنجگانہ نمازیں باجماعت پڑھنا ممکن ہو، وہاں انہیں باجماعت ہی ادا کرنا ضروری ہے۔

سوال: ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

جواب: ہندوستان دارالحرب ہے۔

سوال: کیا جہاد کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے؟

جواب: جہاد کے لیے والدین سے اجازت ضروری ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ : أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟، قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ .

''ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جہاد کے لیے اجازت مانگنے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ کے والدین حیات ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: تو پھر ان کی خوب خدمت کیجئے، آپ کے لیے یہی جہاد ہے۔''

(صحيح البخاري : 3004، صحيح مسلم : 2549)

سوال: امیر کی اطاعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شرعی امیر کی اطاعت واجب ہے، جب تک کہ وہ گناہ کا حکم نہ دے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء : 59) **(اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں، ان کی اطاعت کرو) سیدنا عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی سہمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا تھا۔''**

(صحيح البخاري : 4584، صحيح مسلم : 1834)

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ إِلَّا أَنْ يُّؤْمَرَ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ .

''ہر مسلمان پر (امیر کی) سمع واطاعت واجب ہے، جب تک اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے، تو پھر کوئی سمع وطاعت نہیں۔''

(صحيح البخاري : 7144، صحيح مسلم : 1839)

یہاں شرعی امیر مراد ہے، انتظامی امیر مراد نہیں۔

(سوال): اسلام نے مجاہدین کو کیا راہنمائی کی ہے؟

(جواب): اسلام نے مجاہدین کے لیے بھی ہدایات فرمائی ہیں۔

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتے، پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کریں، اللہ کے منکروں سے لڑائی

کریں، دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، جب مشرک دشمن سے لڑائی ہو، تو انہیں لڑائی سے پہلے تین چیزوں (میں سے کوئی ایک ماننے) کی دعوت دینا، ان میں سے جو بات بھی وہ مان جائیں، اسے قبول کر لینا اور ان سے لڑائی نہ کرنا، انہیں اسلام کی دعوت پیش کریں، اگر وہ اسے قبول کر لیں، تو انہیں بتائیں کہ انہیں بھی وہی حقوق و فرائض ملیں گے، جو باقی مسلمانوں کے ہیں، پھر انہیں اپنے گھروں سے دار المہاجرین (مدینہ) منتقل ہونے کی دعوت دیں، اگر وہ قبول کر لیں، تو انہیں بتائیں کہ ان کے بھی وہی حقوق و فرائض ہوں گے، جو باقی مہاجرین کے ہیں، اگر وہ اسلام تو لے آئیں، مگر اپنے گھروں (علاقے) میں ہی رہنا پسند کریں، تو انہیں بتائیں کہ ان کے حقوق اعرابی مسلمانوں جیسے ہوں گے، ان پر عام مسلمانوں والا حکم نافذ ہوگا (یعنی نماز زکوٰۃ وغیرہ) اور مال غنیمت اور فے میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا، اگر وہ اس بات (اسلام) سے انکار کر دیں، تو انہیں جزیہ ادا کرنے کے لیے کہنا، اگر وہ مان جائیں، تو قبول کر لینا اور ان سے لڑائی نہ کرنا، لیکن اگر وہ نہ مانیں، تو پھر اللہ سے مدد مانگنا اور ان سے جہاد کرنا، جب آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کر لیں اور وہ آپ سے اللہ اور اس کے رسول کا عہد (ضمانت) مانگیں، تو انہیں اللہ اور رسول کا عہد نہ دینا، بلکہ اپنا، اپنے آبا اور اپنے ساتھیوں کا عہد دینا، کیوں کہ اپنے، اپنے ساتھیوں اور آبا کے عہد کو توڑنا اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑنے کی بہ نسبت آپ کے لیے آسان ہے، جب آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کریں اور وہ آپ سے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا مطالبہ

کریں، تو ایسا نہ کرنا، کیا معلوم آپ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا درست فیصلہ معلوم کر پاتے ہو (یا نہیں)؟ البتہ ان کا فیصلہ خود کرنا۔‘‘

(صحيح مسلم: 1731)

سوال: عہد شکنی پر کیا وعید ہے؟

جواب: عہد شکنی بہت بڑا گناہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءً، فَقِيلَ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ .

’’قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے سب لوگوں کو جمع کریں گے، تو ہر عہد شکنی کرنے والے کا ایک جھنڈا نصب کر دیں گے، تو کہا جائے گا: یہ فلاں کی عہد شکنی ہے۔‘‘

(صحيح البخاري: 6177، صحيح مسلم: 1735)

سوال: کیا عشر نکالنا واجب ہے؟

جواب: عشر فرض ہے، جب نصاب کو پہنچ جائے۔

سوال: کیا ترکاریوں میں عشر ہے؟

جواب: سبزیات میں عشر نہیں ہے، البتہ ان سے حاصل ہونے والی آمدن پر زکوٰۃ ہے، جب وہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے۔

❁ امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعُلَمَاءُ الْيَوْمَ مُجْمِعُونَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَالْحِجَازِ، وَالشَّامِ

عَلَى أَنْ لَّا صَدَقَةَ فِي قَلِيلِ الْخَضِرِ وَلَا فِي كَثِيرِهَا، إِذَا كَانَتْ فِي أَرْضِ الْعُشْرِ .

''عراق، حجاز اور شام کے اہل علم آج اس بات پر متفق ہیں کہ سبزیاں کم ہوں یا زیادہ، اگر وہ عشر والی زمین میں ہوں، تو ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔''

(كتاب الأموال : 502)

❁ نیز اس سلسلے میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

كَذٰلِكَ قَوْلُ سُفْيَانَ، وَأَهْلِ الْعِرَاقِ جَمِيعًا، غَيْرَ أَبِي حَنِيفَةَ، فَإِنَّهٗ قَالَ : فِي قَلِيلِ مَا تُخْرِجُ الْأَرْضُ وَكَثِيرِهِ الصَّدَقَةُ ---، وَخَالَفَهٗ أَصْحَابُهٗ، فَقَالُوا كَقَوْلِ الْآخَرِينَ، وَعَلَيْهِ الْآثَارُ كُلُّهَا، وَبِهٖ تَعْمَلُ الْأُمَّةُ الْيَوْمَ .

''امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور تمام اہل عراق کا یہی موقف ہے، سوائے امام ابو حنیفہ کے کہ ان کے بقول زمین کی پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس میں زکوٰۃ ہو گی۔۔۔امام صاحب کے شاگردوں نے بھی اس سلسلے میں ان کی مخالفت کی ہے اور باقی تمام اہل علم کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ تمام آثار بھی یہی بتاتے ہیں اور آج تمام امت کا عمل بھی اسی پر ہے (کہ سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں)۔''

(كتاب الأموال :501)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهٗ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ .

''اہل علم کے ہاں عمل اسی بات پر ہے کہ سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 638)

اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں۔

سوال: عشر کے مصارف کیا ہیں؟

جواب: جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں، وہی عشر کے مصارف ہیں اور وہ یہ ہیں ؛

① فقراء ② مساکین ③ عاملین زکوٰۃ

④ جن کی تالیف قلبی کی گئی ہو۔ ⑤ غلام آزاد کرنا

⑥ مقروض ⑦ فی سبیل اللہ میں خرچ ⑧ راہ گیر

(التّوبة : ٦٠)

سوال: کیا عشر نکالتے وقت زراعت کے اخراجات کو منہا کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: زراعت کے اخراجات کو منہا نہیں کیا جائے گا۔

سوال: اگر سرکار نے زمینوں پر خراج لگایا ہو، تو کیا عشر نکالتے وقت سرکاری خراج کو منہا کیا جائے گا؟

جواب: نہیں۔

سوال: اگر سرکار خراج وصول کرے، تو کیا اس سے عشر ساقط ہو جائے گا؟

جواب: سرکار کے خراج وصول کرنے سے عشر ساقط نہ ہوگا۔

سوال: جو شخص عشر نہ نکالے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: زکوٰۃ اور عشر فرض ہے، جو اس کی ادائیگی نہ کرے، وہ فاسق وفاجر ہے، اس کے متعلق سخت وعیدیں ہیں، زکوٰۃ اور عشر کا حکم ایک ہے۔

❁ سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کی بیعت (عہد) کی۔''

(صحيح البخاري :1401، صحيح مسلم : 56)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اونٹوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ اونٹ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گے اور اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے کھروں اور پاؤں سمیت اس کو روندیں گے، گائیوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ گائیاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گی اور اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے سینگوں سے اسے ماریں گی اور اپنے پاؤں سے اس کو روندیں گی، بکریوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ بکریاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گی، اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے سینگوں سے اسے ماریں گی اور کھروں سے اس کو روندیں گی، ان میں ایک بکری بھی بغیر سینگوں کے یا ٹوٹے ہوئے سینگوں والی نہ ہوگی، جو مال دار آدمی مال کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے

گا اور منہ کھول کر اس کا پیچھا کرے گا، جب وہ (سانپ) اس کے پاس آئے گا، تو وہ آدمی اس سے بھاگ جائے گا۔ سانپ اسے آواز دے گا کہ اپنا مال لے جا، جسے تو چھپا چھپا کر رکھتا تھا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، جب وہ کوئی چارہ نہیں پائے گا، تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دے گا، وہ اسے اونٹ کی طرح چبا دے گا۔

ابوزبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ الفاظ میں نے عبید بن عمیر سے سنے ہیں، پھر میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے بھی عبید بن عمیر کی طرح ہی بیان کیا۔ نیز عبید بن عمیر کہتے ہیں: ایک آدمی نے پوچھا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اونٹوں کا حق کیا ہے؟ فرمایا: گھاٹ پر اس کا دودھ دوہ کر دینا، پانی پلانا، جفتی کے لیے مستعار دینا، تحفے میں دینا اور اللہ کے راستے میں اس پر سوار کرنا۔''

(صحیح مسلم: 27/988، المنتقی لابن الجارود: 335)

سوال: کیا عشر کے لیے صاحب نصاب ہونا ضروری ہے؟

جواب: عشر کا بھی نصاب ہے، جس فصل پر عشر نکالنا ہے، اگر اس کی مقدار کم سے کم پانچ وسق ہے، تو اس میں عشر ہے، ورنہ نہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَّلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَّلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ .

''پانچ اوقیہ (چاندی)، پانچ وسق (غلہ) اور پانچ اونٹوں سے کم مقدار پر صدقہ (زکوۃ) فرض نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري : 1447، صحيح مسلم : 979)

سوال: کیا تمباکو میں عشر ہے؟

جواب: تمباکو میں عشر نہیں ہے۔

سوال: جس کی فصل صرف دس من ہو، کیا وہ بھی عشر نکالے گا؟

جواب: اس پر عشر فرض نہیں۔ عشر کم سے کم پانچ وسق غلے پر ہے۔

سوال: کیا رہائشی مکان پر زکوۃ ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: کیا ذاتی لونڈی، ذاتی غلام، ذاتی اسلحہ یا ذاتی سواری پر زکوۃ ہے؟

جواب: مذکورہ اشیا پر زکوۃ نہیں۔

سوال: کیا ٹھیکہ والی زمین پر عشر ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا تِل کی پیداوار پر زکوۃ ہے؟

جواب: تِل کی پیداوار پر زکوۃ نہیں ہے۔ ہمارے مطابق صرف منصوص اشیاء پر ہی زکوۃ ہے، واللہ اعلم!

سوال: کیا دو ایکڑ زمین والے پر عشر فرض ہے؟

جواب: اگر فصل کی پیداوار کم سے کم پانچ وسق ہو، تو اس پر عشر فرض ہے۔

سوال: جس زمین کا خراج ہندو سرکار لیتی ہو، کیا اس پر عشر ہے؟

جواب: اس پر بھی عشر ہے۔

سوال: کیا عشر میں عامل کا طلب کرنا ضروری ہے؟

(جواب): عشر فصل مالک پر فرض ہے، اس کی ادائیگی واجب ہے، خواہ کوئی عامل طلب کرے یا نہ کرے۔

(سوال): کیا عشر کی قیمت دینا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): کیا عشر کی فرضیت کے لیے خلیفۃ المسلمین کا ہونا ضروری ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): کیا عرب کی زمین پر عشر ہے؟

(جواب): عرب کی زمین پر بھی عشر ہے، اگر پیداوار نصاب کو پہنچ جائے۔

(سوال): جو شخص سرکاری زمین میں زراعت کرتا ہے، کیا اس پر بھی عشر ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): جو فصل بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہے، اس پر زکوۃ کیا ہے؟

(جواب): اس فصل پر عشر (دسواں حصہ) ہے، بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ .

''جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہوتی ہو، یا وہ نم دار ہو، تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوۃ ہوگی اور جسے جانوروں سے سیراب کیا جاتا ہو، اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوۃ ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 1483)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جزیہ کس زبان کا لفظ ہے؟

جواب: جزیہ عربی زبان کا لفظ ہے، جو ''جزاء'' مادہ سے مشتق ہے۔

سوال: کیا اسلام سے پہلے جزیہ رائج رہا؟

جواب: کسی معتبر ذریعہ سے اس کا علم نہیں ہو سکا۔

سوال: اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلموں سے جزیہ وصول کر کے انہیں ریاست اسلامیہ میں رہنے کی اجازت دینا جائز ہے، جب تک وہ جزیہ دیتے رہیں، ان کے جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرنا ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

یاد رہے کہ جزیہ صرف غیر مسلموں پر ہے، مسلمانوں سے جزیہ وصول کرنا ظلم ہے۔

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتے، پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کریں، اللہ کے منکروں سے لڑائی کریں، دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، جب مشرک دشمن سے لڑائی ہو، تو انہیں لڑائی سے پہلے تین چیزوں (میں سے کوئی ایک

ماننے) کی دعوت دینا، ان میں سے جو بات بھی وہ مان جائیں، اسے قبول کر لینا اوران سے لڑائی نہ کرنا، انہیں اسلام کی دعوت پیش کریں، اگر وہ اسے قبول کر لیں، تو انہیں بتائیں کہ انہیں بھی وہی حقوق وفرائض ملیں گے، جو باقی مسلمانوں کے ہیں، پھر انہیں اپنے گھروں سے دارالمہاجرین (مدینہ) منتقل ہونے کی دعوت دیں، اگر وہ قبول کر لیں، تو انہیں بتائیں کہ ان کے بھی وہی حقوق وفرائض ہوں گے، جو باقی مہاجرین کے ہیں، اگر وہ اسلام تو لے آئیں، مگر اپنے گھروں (علاقے) میں ہی رہنا پسند کریں، تو انہیں بتائیں کہ ان کے حقوق اعرابی مسلمانوں جیسے ہوں گے، ان پر عام مسلمانوں والا حکم نافذ ہوگا (یعنی نماز زکوٰۃ وغیرہ) اور مال غنیمت اور فے میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا، اگر وہ اس بات (اسلام) سے انکار کر دیں، تو انہیں جزیہ ادا کرنے کے لیے کہنا، اگر وہ مان جائیں، تو قبول کر لینا اوران سے لڑائی نہ کرنا، لیکن اگر وہ نہ مانیں، تو پھر اللہ سے مدد مانگنا اوران سے جہاد کرنا، جب آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کر لیں اور وہ آپ سے اللہ اوراس کے رسول کا عہد (ضمانت) مانگیں، تو انہیں اللہ اور رسول کا عہد نہ دینا، بلکہ اپنا، اپنے آبا اور اپنے ساتھیوں کا عہد دینا، کیوں کہ اپنے، اپنے ساتھیوں اور آبا کے عہد کو توڑنا اللہ اوراس کے رسول کے عہد کو توڑنے کی بہ نسبت آپ کے لیے آسان ہے، جب آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کریں اور وہ آپ سے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا مطالبہ کریں، تو ایسا نہ کرنا، کیا معلوم آپ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا درست فیصلہ معلوم کر پاتے ہو (یا نہیں)؟ البتہ ان کا فیصلہ خود کرنا۔''

(صحيح مسلم :1731، المنتقى لابن الجارود : 1042)

❁ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا، تو حکم دیا کہ تیس گائیوں میں سے ایک تبیعہ (گائے کا ایک سالہ نر یا مادہ بچہ) لینا اور ہر بالغ شہری سے ایک دینار یا اس کے مساوی معافری (یمن کا کپڑا) لینا۔''

(سنن أبي داوٗد : 1578، سنن النّسائي : 2454، سنن التّرمذي : 623، سنن ابن ماجه : 1803، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۶۸)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۸۸۶) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۱۰۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۳۹۸) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ بجالہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں جزء بن معاویہ کا سیکرٹری تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے ہمارے پاس ان کا خط آیا (جس میں لکھا تھا) ہر جادوگر کو قتل کر دیں، ہر اس محرم عورت سے شادی کرنے والے مجوسی اور اس کی بیوی کو الگ الگ کر دیں، جن (محرمات) کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، انہوں نے کھانا پکایا اور اپنی ران پر تلوار رکھ لی، چنانچہ انہوں (مجوسیوں) نے گنگنائے بغیر کھانا کھایا، انہوں نے ایک یا دو خچروں کے بوجھ کے برابر چاندی ڈھیر کر دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے، حتی کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 3156)

❁ عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہشام بن حکیم، عمیر انصاری کے پاس گئے جو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے گورنر تھے، ان کے پاس کچھ نبطی لوگوں کو دھوپ میں کھڑا پا کر ان سے پوچھا: ان کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ان کو جزیہ (نہ دینے) کے جرم میں روکا ہوا ہے۔ تو ہشام کہنے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو دنیا میں لوگوں کو (بلا وجہ) تکلیف دیتا ہے، آخرت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ چنانچہ عمیر نے ان کو آزاد کر دیا۔''

(صحيح مسلم : 2213)

سوال: مسلم ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں تعمیر کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسلم ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں، مثلاً کلیسا (یہود کی عبادت گاہ)، کنیسا (گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ)، آتش کدہ (مجوسیوں کی عبادت گاہ)، مندر (ہندوؤں کی عبادت گاہ) اور گوردوارہ (سکھوں کی عبادت گاہ) وغیرہ بنانا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے کفر پر تعاون لازم آتا ہے۔

اسی طرح کفر و شرک کا باعث بننے والے مزاروں، قبوں اور مقبروں کا بھی یہی حکم ہے۔ مسلمان علاقوں میں ان کو گرا دیا جائے گا۔

اگر کفار کی عبادت گاہیں مسلمانوں کی مفتوحہ زمین میں پہلے سے موجود ہوں، تو اس کے دو حکم ہیں، اگر تو اہل ذمہ سے معاہدہ تشکیل پا جائے کہ ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا، پھر وہ عبادت گاہیں باقی رکھی جائیں گی، البتہ ان کی تعمیر نو وغیرہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

اگران سے معاہدہ نہ ہواور وہاں مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو جائے تو بادشاہ مصلحت کو مد نظر رکھ کران گرجوں وغیرہ کو گرا بھی سکتا ہے۔البتہ اگر مسلمانوں کے لئے یہ عمل ضرر رساں بن رہا ہو،تو ایک مدت تک انہیں باقی بھی رکھا جا سکتا ہے۔

بعض علاقے خالص مسلمانوں کے ہوتے ہیں،جن کو مسلمان ہی آباد کرتے ہیں، پھر غیر مسلم بھی مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگتے ہیں، جیسے اسلامی تاریخ میں بصرہ اور بغداد وغیرہ کے نام ملتے ہیں،تو وہاں اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ بنا تا ہے،تو اس عبادت گاہ کو گرا دیا جائے گا۔ان میں ناقوس بجانے کی اجازت نہیں دی جائے گی،شراب فروخت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ہی خنزیر کھانے کی اجازت دی جائے گی اور نہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو شرک کی دعوت دے سکتا ہے۔ ذیل میں علمائے اسلام کی تصریحات ملاحظہ کیجئے:

❀ علامہ ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ (۵۲۰) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ أَجْمَعِينَ .

(جو گرجا گھر آمد اسلام کے بعد بنائے گئے،انہیں منہدم کر دیا جائے گا اور نئے گرجے بنانے سے باز رہا جائے گا) یہ مسلمان علما کا اجماعی و اتفاقی مذہب ہے۔''

(سراج الملوك، ص 138)

❀ امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ (۱۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي لَبَيْتِ رَحْمَةٍ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَيْتِ عَذَابٍ .

''رحمت والے گھر کو عذاب والے گھر کے قریب نہیں ہونا چاہئے۔''

(الأموال للقاسم بن سلام : 263، الأموال لابن زنجويه :401، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اس قول کی وضاحت میں امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أُرَاهُ يَعْنِي الْكَنَائِسَ وَالْبِيعَ وَبُيُوتَ النِّيرَانِ، يَقُولُ : لَا يَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ مَعَ الْمَسَاجِدِ فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ .

''ان کی مراد کنیسے، گرجے اور مجوسیوں کے آتش کدے ہیں۔ یہ چیزیں مسلمانوں کے علاقوں میں اللہ کی مسجدوں کے ساتھ نہیں ہونی چاہئیں۔''

(الأموال، تحت الحديث : 263)

❁ علامہ سبکی (۷۵٦ھ) کہتے ہیں:

''جب ہم کوئی کنیسا باقی رکھتے ہیں، تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم کنیسوں کو منہدم نہیں کرتے۔......اس سے اجازت دینا لازم نہیں آتا، نہ ان کا التزام کرنا لازم آتا ہے اور جب وہ گر رہے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کرتے اور جب وہ خراب ہو رہے ہوں، تو ان کی اصلاح نہیں کرتے، کیونکہ ایسے کسی کام پر کوئی شرعی دلیل وارد نہیں ہوئی، یہ محرمات میں سے ہے اور محرمات میں اصل ممانعت ہے۔ جب تک کہ کوئی دلیل ان کی ترمیم یا مرمت کی مل جائے، لہٰذا یہ ممنوع ہے۔''

(فتاوى السّبكي : 2/386-387)

❁ امام عمرو بن میمون بن مہران رحمہ اللہ (۱۴۷ھ) بیان کرتے ہیں:

''عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے لکھا کہ نصرانیوں کو شام میں ناقوس بجانے سے منع کر دیں، فرمایا: ان کو سر کی مانگ نکالنے سے منع کیا جائے گا۔ ان کے پیشانی کے بال کاٹنے کا حکم دیا، نیز حکم دیا کہ اپنی پٹیاں کس کر باندھیں، زین پر سوار نہ

ہوں۔عمامہ اور ریشم نہ پہنیں۔اپنی صلیب گرجے کے اوپر آویزاں نہ کریں۔تو اگر ان میں سے کوئی شخص ایسا کرے گا،اس کو اتار دیا جائے گا۔نیز لکھا کہ ان کی خواتین کو کجاوٴں پر سوار ہونے سے منع کیا جائے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 19235 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شہر کئی طرح کے ہوتے ہیں،بعض وہ ہیں،جہاں کے باسی اسلام قبول کر لیتے ہیں،جیسے مدینہ،یمن اور طائف ہیں۔بعض وہ زمینیں ہوتی ہیں،جن کو مسلمان آباد کرتے ہیں،جیسے کوفہ، بصرہ اور اسی طرح سرحدیں،بعض وہ بستیاں ہوتی ہیں،جن کو فتح کر لیا جاتا ہے اور ان کے باسیوں کو وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔بادشاہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ان کو بستی واپس نہ کی جائے۔ بلکہ فاتحین کے درمیان تقسیم کر دی جاتی ہے۔جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ کیا تھا۔یہ مسلمانوں کے شہر ہیں،ذمیوں کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو دے دیا تھا،تاکہ اس سے وہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کر سکیں۔پھر جب ان سے مستغنی ہو گئے،تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔یوں یہ دیگر اسلامی شہروں کی طرح ہو گیا۔''

(الأموال، تحت الحديث : 269)

❁ علامہ سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) کہتے ہیں:

لَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ كَنِيسَةٍ فِيهَا وَكَذٰلِكَ لَا يَجُوزُ إِبْقَاؤُهَا فِيهَا عَلَى الصَّحِيحِ .

''مفتوحہ علاقوں میں نئے گرجے تعمیر کرنا جائز نہیں۔اسی طرح (علامہ سبکی کی رائے کے مطابق) صحیح قول یہ ہے کہ پہلے سے موجود گرجا گھروں کو باقی رکھنا بھی جائز نہیں۔''

(فتاوى السّبكي : 394/2)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْكَنَائِسِ تُهْدَمُ؟ قَالَ : لَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْهَا فِي الْحَرَّةِ .

''آپ سے کنیسوں سے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا ان کو گرا دیا جائے گا؟ فرمایا: نہیں، البتہ مدینہ کے گرد حرہ میں اگر کوئی ہو، تو اس کو گرا دیا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32984، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا مِنْ عَطَاءٍ مَحْمُولٌ عَلٰى مَا إِذَا حَصَلَ صُلْحٌ عَلَيْهَا أَوْ احْتَمَلَ ذٰلِكَ.

''عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول اس بات پر محمول ہے کہ جب ان گرجوں کے متعلق صلح ہو جائے یا صلح کا امکان ہو۔''

(فتاوى السّبكي : 394/2)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ صُولِحُوا عَلٰى أَنْ يُخَلّٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النِّيرَانِ وَالْأَوْثَانِ فِي غَيْرِ الْأَمْصَارِ .

''ان سے صلح کی گئی کہ ان کے آتش کدوں اور بتوں کو شہروں کے علاوہ غیر آباد

علاقوں میں باقی رکھا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32986، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عوف بن ابی جمیلہ اعرابی رحمہ اللہ (۱۴۷ھ) بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ مَعْمَرٍ أُتِيَ بِمَجُوسِيٍّ بَنٰى بَيْتَ نَارٍ بِالْبَصْرَةِ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ .

''میں عبداللہ بن عبید بن معمر کے پاس حاضر ہوا، ان کے پاس ایک مجوسی کو لایا گیا، جس نے بصرہ میں آتش کدہ بنایا تھا، تو انہوں نے مجوسی کی گردن قلم کر دی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32989، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ سبکی رحمہ اللہ اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بصرہ ایک بنجر زمین تھی، اسے مسلمانوں نے آباد کیا، تعمیر کیا اور اس میں سکونت پذیر ہوئے، لہٰذا اس میں کنیسا بنانا جائز نہیں تھا، نہ آتش کدہ بنانا جائز تھا۔ اس مجوسی نے آتش کدہ بنایا، تو یہ نقض عہد تھا، اسی لئے اس کی گردن قلم کر دی گئی۔''

(فتاوى السّبكي : 397/2)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِلْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى أَنْ يُّحْدِثُوا فِي مِصْرٍ مَصَّرَهُ الْمُسْلِمُونَ بِيعَةً وَلَا كَنِيسَةً وَّلَا يَضْرِبُوا فِيهِ بِنَاقُوسٍ إِلَّا فِيمَا كَانَ لَهُمْ صُلْحٌ، وَلَيْسَ أَنْ يُظْهِرُوا الْخَمْرَ فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ .

''یہود و نصاریٰ کے لئے مسلمانوں کے کسی شہر میں کوئی کلیسا یا کنیسا بنانا جائز

نہیں، وہ اس میں ناقوس نہیں بجائیں گے، الا یہ کہ جہاں صلح ہوگئی ہو اور مسلمانوں کے شہروں میں سرِ عام شراب (پینا اور بیچنا) جائز نہیں۔''

(أحكام أهل المِلَل والرّدة للخلّال: 346/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان حکمران کسی عیسائی کو صلح کے لیے خط لکھنا چاہیے، تو اس میں یوں لکھے:

''تم مسلمانوں کے شہروں میں صلیب آویزاں نہیں کرو گے، اعلانیہ شرک نہیں کرو گے، کنیسا تعمیر نہیں کرو گے، نہ ایسی جگہ جہاں تم جمع ہو کر نماز ادا کر سکو، ناقوس نہیں بجاؤ گے، نہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے متعلق کسی مسلمان کے سامنے شرکیہ قول کہو گے، نہ کسی اور کے متعلق۔''

(كتاب الأمّ: 209/4)

❁ مزید لکھتے ہیں: مسلم حکمران کو چاہیے کہ عیسائی ذمی کو یہ ہدایات جاری کرے:

''کسی شہر میں کنیسا یا اپنی گمراہیوں کی اجتماع گاہ نہ بنائیں، نہ ناقوس بجائیں، نہ شراب لائیں اور نہ اس میں خنزیر داخل کریں۔''

(كتاب الأمّ: 218/4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''اگر عیسائی ثلث مال کی وصیت کرے، یا کچھ مال کی وصیت کرے کہ اس سے نصرانیوں کی عبادت کے لئے کنیسا بنایا جائے گا، یا پھر اس سے کنیسا کا خادم خریدا جائے گا، یا اس سے کنیسا آباد کیا جائے گا، یا ایسی زمین خریدی جائے گی، جو کنیسا پر صدقہ ہوگی اور اس میں آبادکاری کی جائے گی یا اس معنی میں کچھ بھی ہو، تو وصیت باطل ہو جائے گی۔''

(كتاب الأمّ: 225/4)

❁ ابن ماجشون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بلادِ اسلام میں کنیسا نہیں بنایا جائے گا، ہاں اگر وہ ذمی ہوں، اسلامی شہر سے الگ رہتے ہوں، ان کے درمیان مسلمان نہ ہوں، تو اس میں ان کی مرضی ہے، وہ شراب لائیں یا خنزیر خریدیں۔ البتہ جب مسلمانوں کے درمیان رہیں تو ضروری ہے کہ پرانے کنیسے اگر ٹوٹ گئے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کی جائیگی، الا یہ کہ وہ معاہدے کی شرط ہو، تو پھر اس کو پورا کیا جائے گا، ان کو اس سے زائد بنانے سے منع کیا جائے گا، چاہے وہ زیادت ظاہری ہو یا باطنی۔''

(النّوادر والزّيادات على ما في المدوّنة للقيرواني المالكي: 376/3، الجامع لمسائل المدوّنة للصقلي: 441/15)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''جو گرجے فتح کے بعد بنائے گئے ہوں، ان کو ختم کرنا واجب ہے۔ یہود ونصاریٰ کو نیا کلیسا یا کنیسا بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔...... یہ شہروں کے متعلق ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور جمہور کا مذہب ہے کہ بستیوں میں بھی یہی حکم ہوگا، اللہ کی توفیق سے ہمیشہ سے حکمران اس حکم کو نافذ کرتے رہے ہیں اور اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔''

(مسألة في الكنائس، ص 145-146)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے فتویٰ لیا گیا کہ کیا گرجا گھروں کو بند (سیل) کرنا مسلمانوں کی طرف سے ظلم ہوگا؟ تو شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

''باقی رہا ان کا یہ دعوی کہ مسلمانوں نے گرجا گھروں کو سیل کر کے ظلم کیا ہے۔ تو

یہ جھوٹ ہے اور اہل علم کی مخالفت ہے، کیونکہ مذاہب اربعہ کے مسلمان جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہم نیز امام سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد رحمہم اللہ سب اس پر متفق ہیں کہ اگر امام دشواری کے ساتھ فتح کیے ہوئے علاقے کے سب کنیسے گرا دے، جیسے مصر اور عراق، اسی طرح شام وغیرہ۔ وہ اس میں مجتہد ہو، اپنی رائے کا پابند ہو کر ایسا کر دے، تو وہ ظالم نہیں ہوگا، بلکہ اس سلسلے میں اس کی اطاعت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کریں، تو ان کا معاہدہ ختم ہو جائے گا، اس سے ان کے خون اور مال حلال ہو جائیں گے۔''

(مسألة في الكنائس، ص 101-102)

سوال: کسی ذمی کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذمی (ایسا غیر مسلم، جو مسلم ریاست میں جزیہ دے کر رہائش پذیر ہو) جب تک جزیہ ادا کرتا رہتا ہے، اس وقت تک اس کے مال، جان اور آبرو کی حفاظت مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے، اگر کوئی مسلمان عام غیر مسلم کو قتل کر دے، تو قصاص میں مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے، البتہ اگر کوئی مسلمان غیر مسلم ذمی کو قتل کر دے، تو جمہور کے نزدیک اسے بھی قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا .

''جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، جبکہ

اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 3166)

❀ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَّجِدَ رِيحَهَا .

''جس نے کسی معاہد (ذمی) کو بلاوجہ قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔''

(سنن أبي داوٗد : 2760، سنن التّرمذي :4751، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۰۷۰) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۴۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق کیا حکم ہے؟

(جواب): مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور مرتد ہے۔ اس نے ختم نبوت سمیت کئی ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ اس کے کفر اور ارتداد پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

''مومن ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیا ہونے کا عقیدہ رکھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا، تا کہ اس کے اوامر ونواہی، وعد ووعید اور حلال وحرام ان تک پہنچا دیں۔ چنانچہ حلال وہی ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال قرار دیا اور حرام وہی ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا اور دین وہی ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع کیا ہو۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی ولی کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

اطاعت کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہے، وہ کافر ہے اور شیطان کا دوست ہے۔''

(الفُرقان بين أولياء الرّحمان وأولياء الشّيطان، ص :21)

❁ مزید لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ مدعی نبوت یا تو مخلوق میں سب سے افضل اور اکمل ہو یا سب سے ناقص اور رذیل ہو۔ اسی لئے قبیلہ ثقیف کے ایک بزرگ کو جب نبی کریم ﷺ کی دعوت پہنچی، تو اس نے کہا تھا: ''میں آپ کے متعلق ایک بھی جملہ نہیں بولوں گا، اگر آپ سچے ہیں، تو آپ اس سے بلند ہیں کہ میں آپ کی دعوت رد کروں اور اگر آپ جھوٹے ہیں، تو آپ اس سے حقیر ہیں کہ میں آپ کا رد کروں۔'' تو مخلوق کا اکمل و افضل شخص مخلوق کے ناقص ترین اور رذیل ترین شخص جیسا کیسے ہوسکتا ہے؟ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ بات کیا خوب ہے: ''اگر نبی کریم ﷺ میں واضح نشانیاں نہ بھی ہوتیں، تب بھی آپ ﷺ کی شخصیت نبوت کی خبر دینے کے لیے کافی تھی۔'' کذابین میں سے جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا، اس پر جہالت، کذب، فجور اور شیطانی بہکاوے غالب آ گئے، اسی طرح جب کسی سچے آدمی نے نبوت کا دعوی کیا، اس پر علم، صدق، نیکی اور دوسری اچھائیاں غالب ہوگئیں، یہ باتیں ادنی تمیز دار آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔''(شرح العقيدة الأصفهانية، ص 138)

سوال: جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اس کا استقبال کیا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی کافراور مرتد کا استقبال کرنا درست نہیں، مگر اس سے استقبال کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

(سوال): مرزا قادیانی کو فصیح اللسان اور بلیغ کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر وہ مرزا قادیانی کو کافر و مرتد سمجھ کر ایسا کہتا ہے، تو درست نہیں، البتہ اگر اسے کافر بھی نہیں سمجھتا اور تعریف کرتا ہے، تو یہ موجبِ کفر ہے۔

(سوال): جس نے یہ کہا کہ (نعوذ باللہ!) رسول اللہ ﷺ کی روح میرے اندر حلول کر گئی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص کافر و مرتد ہے، ریاست کا فریضہ ہے کہ ایسے بد بخت کو قتل کرے۔

(سوال): جو شخص کہے کہ میں اللہ اور رسول کو نہیں مانتا، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص کافر و مرتد ہے۔

(سوال): کیا ارتداد سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا طلاق دینا ضروری ہے؟

(جواب): ارتداد سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، طلاق کی ضرورت نہیں۔

(سوال): ایک شخص نے حالت جنون میں کفریہ کلمہ ادا کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): حالت جنون میں کوئی عمل معتبر نہیں، لہٰذا اگر مجنون کلمہ کفر ادا کر دے، تو وہ کافر یا مرتد نہ ہوگا، کیونکہ مجنون آفاقہ ہونے تک مرفوع القلم ہوتا ہے۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): جو شخص اسلام کا عقیدہ رکھے، مگر اعمال کفریہ کرے، تو اس پر ارتداد کا حکم لگے گا یا نہیں؟

(جواب): جو شخص کفریہ عمل کرے، مگر خود کو مسلمان بتائے، عقائد میں بالکل صحیح ہو، ضروریات دین میں کوئی تاویل نہ کرے، تو اس پر مرتد ہونے کا حکم نہیں لگے گا، واللہ اعلم!

(سوال): نبی کریم ﷺ کے متعلق توہین آمیز کلمات کہنا ارتداد ہے یا نہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی توہین کرنا ارتداد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جو ریاست اسلامیہ کا مذہبی و قانونی فریضہ ہے، اگر عدالت اپنا فرض ادا نہیں کرتی، تو وہ عند اللہ مجرم ہو گی، مگر کسی عام مسلمان کو قانون ہاتھ میں لینے کی قطعاً اجازت نہیں۔

(سوال): جو شخص کہے کہ ''میں قرآن و حدیث کو نہیں مانتا''، کیا اس کا یہ جملہ کفریہ ہے اور اس سے ارتداد لازم آئے گا؟

(جواب): بلا شبہ یہ جملہ کفریہ ہے، مگر اس پر یہ جملہ پیش کیا جائے گا، اگر تائب ہو جائے یا اپنے جملہ کی وضاحت کر دے، تو ارتداد کا فتویٰ نہیں لگے گا اور اگر اپنی بات پر قائم ہو، تو وہ یقیناً مرتد ہو جائے گا، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

(سوال): ایک مسلمان نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو ''ابن اللہ'' کہا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ مخلوق میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا جزو کہنا کفر ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾

(التّوبة : ۳۰)

''نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں، جبکہ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، جو ان سے پہلے کفار کے عقائد کے مشابہ ہے، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر بھٹکتے پھر رہے ہیں۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾(الإخلاص : ۳)

''اللہ تعالیٰ نے کسی کو جنا، نہ اسے جنا گیا۔''

❁ مشہور سنی امام، محدث ومفسر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ اللہ کی طرف سے خبر ہے، جس میں نصرانیوں کے فرقہ یعقوبیہ کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے جواب دیا جا رہا ہے، جو اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ''اللہ'' ہیں، اسی طرح ایک دوسرے فرقے کا جواب ہے، جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، بات اس طرح نہیں ہے، جس طرح یہ کافر لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں، بلکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں، ان کی ولادت اسی طرح ہوئی ہے، جس طرح مائیں بیٹوں کو جنم دیتی ہیں، پیدا ہونا بشر کی صفت ہے، خالق کی صفت نہیں ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک رسول ہیں، بالکل اس طرح جس طرح دیگر رسول گزرے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بھی اپنے نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اسی طرح معجزات وقوع پذیر ہوئے، جس طرح دیگر انبیا کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئے، تاکہ یہ

معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔''

(تفسير الطّبري : 582/8، هجر)

سوال: جو خود کو مسیح موعود (یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قرب قیامت نزول فرمائیں گے، جو خود کو عیسیٰ علیہ السلام قرار دے، وہ کافر اور مرتد ہے، جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا ''اگر میں نے گناہ کیا ہے، تو میں اکیلا ہی جواب دہ ہوں گا۔'' کیا یہ کلمہ کفر ہے؟

جواب: یہ جملہ کفریہ تو نہیں ہے، مگر جائز بھی نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص نے اپنے مرشد کے متعلق کہا کہ ''میرے خدا ورسول تو میرے مرشد ہی ہیں۔'' کیا وہ شخص مرتد ہو گیا یا نہیں؟

جواب: بلا شبہ یہ جملہ کفریہ ہے، البتہ یہ جملہ اس پر پیش کیا جائے گا، اگر وہ تائب ہو جائے، تو ارتداد لازم نہ آئے گا اور اگر وہ بغیر تاویل اس جملہ پر قائم رہے، تو اس پر ارتداد کا حکم لگے گا اور وہ واجب القتل ہے، جس کا نفاذ عدالت اسلامیہ کا فریضہ ہے۔

سوال: ایک شخص نے قرآن کریم کو واضح گالی دی اور توبہ کرنے سے صاف انکار کر دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اسے گالی دینا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے، یہ بدترین کفر ہے، جو شخص توبہ بھی نہ کرے، تو وہ مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست کا کام ہے۔

قرآن تو قرآن، اگر کوئی شخص کسی بھی آسمانی کتاب کی توہین کرے، تو وہ کافر ہے۔

❁ علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ جَحَدَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَكُتُبَ اللّٰهِ الْمُنَزَّلَةَ أَوْ كَفَرَ بِهَا، أَوْ لَعَنَهَا، أَوْ سَبَّهَا، أَوِ اسْتَخَفَّ بِهَا فَهُوَ كَافِرٌ .

''جو شخص تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتب (کے نازل ہونے) کو جھٹلائے یا ان کے ساتھ کفر کرے یا ان پر لعنت کرے یا انہیں برا بھلا کہے یا ان کا استخفاف کرے، تو وہ کافر ہے۔''

(الشِّفا بتعريف حقوق المصطفٰى : 647/2)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْمُصْحَفِ أَوِ التَّوْرَاةِ أَوِ الْإِنْجِيلِ أَوِ الزُّبُورِ كَفَرَ .

''جس نے مصحف قرآنی یا تورات یا انجیل یا زبور کا استخفاف کیا، وہ کافر ہے۔''

(الإعلام بقَواطع الإسلام، ص 203)

(سوال): مرتد سے تعلقات اور میل جول رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): مرتد کی سزا قتل ہے، اسے اللہ کی زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں، چونکہ مرتد کو قتل کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے، تو اگر ریاست اپنا فرض ادا نہ کرے، تو کسی عام مسلمان کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں، البتہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مرتد سے قطع تعلقی کریں اور اس سے سوشل بائیکاٹ کر دیں، لین دین کے تمام تر معاملات ختم کر دیں۔ اگر کوئی مرتد سے میل جول رکھے گا، تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب قرار پائے گا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

سوال: اگر کسی نے غصہ کی حالت میں کلمہ کفر بول دیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسے توبہ کرنی چاہیے، ورنہ وہ مرتد ہو جائے گا۔

سوال: قرآن کی تحقیر کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کی تحقیر کرنا کفر ہے، ایسا شخص توبہ نہ کرے، تو مرتد ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰی أَنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ بِالْمُصْحَفِ أَوْ أَلْقَاهُ فِي قَاذُورَةٍ ...... كَفَرَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے قرآن کا استخفاف کیا یا قرآن کے کسی جزو کی تحقیر کی یا مصحفِ قرآنی کی اہانت کی یا اسے گندگی میں پھینکا...... تو وہ کافر ہے۔''

(المَجموع شرح المهذّب : 170/2)

❁ علامہ سبکی رحمہ اللہ (٧٥٦ھ) فرماتے ہیں:

يُحْكَمُ عَلٰی مَنْ ......أَلْقَی الْمُصْحَفَ فِي الْقَاذُورَاتِ بِالْكُفْرِ، وَإِنْ لَمْ يَجْحَدْ بِقَلْبِهِ لِقِيَامِ الْإِجْمَاعِ عَلٰی تَكْفِيرِ فَاعِلِ ذٰلِكَ .

''جو مصحف قرآنی کو گندگی میں پھینکے، اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، اگرچہ وہ دل سے قرآن کا انکار نہ بھی کرتا ہو، کیونکہ ایسا کرنے والے کی تکفیر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔'' (فتاوی السّبكي : 585/2)

فتاویٰ امن پوری (قسط۱۱۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ارتداد کی کیا شرائط ہیں؟

(جواب): ارتداد کی تین شرائط ہیں۔ان پر اجماع ہے۔

① مسلمان ہو۔یعنی اگر مسلمان کلمہ کفر ادا کرے یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے،تو ارتداد لازم آئے گا اور اگر کافر ایسا کرے،تو ارتداد کا حکم نہیں لگے گا۔

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾(البقرۃ : ۲۱۷)

''تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائیں اور کفر کی حالت میں انہیں موت آ جائے،تو ان کے اعمال برباد ہیں۔''

یہاں خطاب مسلمانوں سے مرتد ہونے والے لوگوں کو ہے۔

② عاقل ہو۔یعنی اگر کلمہ کفر یا ضروریات دین کا انکار مجنون اور پاگل سے سرزد ہو،تو اس پر ارتداد کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ وہ مرفوع القلم ہے۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے؛① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد :741، وسندهٗ صحيحٌ)

③ جبر واکراہ نہ ہو۔ یعنی اگر کلمہ کفر یا ضروریات دین کا انکار کسی کے جبر میں آ کر کرے، تو ارتداد کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ جبر واکراہ کی حالت میں سرزد ہونے والا کوئی عمل شرعاً معتبر نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾(النّحل : ١٠٦)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس پر اللہ کا غضب ہے)، سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اس کو کفر پر مجبور کیا جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔

سوال: ضروریات دین سے کیا مراد ہے؟

جواب: دین کا وہ مسئلہ، جسے عام وخاص جانتے ہوں اور اس کے دین ہونے پر اجماع واتفاق ہو، اسے ضروریات دین کہتے ہیں۔ اس کا انکار کفر وارتداد ہے، جیسے ختم نبوت، نماز، روزہ اور دیگر ارکان اسلام وغیرہ۔

سوال: کیا مرتد عورت کی سزا بھی قتل ہے؟

(جواب): ہر مرتد کی سزا قتل ہے، خواہ مرد ہو یا عورت۔ عمومی دلائل اور ائمہ کی تصریحات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

(سوال): زوجین میں سے کوئی کلمہ کفر کہہ دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کلمہ کفر کہنے کے فوراً بعد اگر تائب نہ ہو، تو ارتداد لازم آئے گا اور نکاح فسخ ہو جائے گا اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

(سوال): شریعت کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شریعت اسلامیہ کا منکر کافر ہے۔

(سوال): جو شخص مسجد کی توہین کرے اور اس کو گالی دے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مساجد شعائر اللہ ہیں، جانتے بوجھتے اللہ کے گھروں کی توہین کرنا کفر اور ارتداد ہے، لہٰذا جو شخص مساجد کی اہمیت وفضیلت کو جانتے ہوئے بھی انہیں گالی دے، وہ کافر ومرتد ہے۔

(سوال): جو شخص کہے کہ میں شریعت محمدیہ کے بجائے رواج کی بات مانتا ہوں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، اگر کہنے والے کی مراد بھی یہی ہے، تو وہ کافر اور مرتد ہے، کیونکہ اس نے رواج کو شریعت کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور لائق اتباع سمجھا ہے۔

(سوال): کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول برحق ہے؟ اور اس کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت نزول فرمائیں گے اور زمین میں عدل قائم کریں گے، اس پر قرآن کریم، متواتر احادیث، آثار سلف اور اجماع امت دلیل ہیں، یہ ضروریات دین میں سے ہے، علم ہونے کے بعد اس کا انکار کفر ہے۔

❁ امام، ابوالحسن، علی بن اسماعیل، اشعری رحمہ اللہ (324 ھ) اہل سنت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يُصَدِّقُونَ بِخُرُوجِ الدَّجَّالِ، وَأَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ يَقْتُلُهُ.

''اہل سنت دجال کے خروج اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے اسے قتل کرنے کی تصدیق کرتے ہیں۔''

(مَقالات الإسلاميّين واختلاف المُصَلّين :324/1)

❁ مزید لکھتے ہیں:

بِكُلِّ مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَوْلِهِمْ نَقُولُ، وَإِلَيْهِ نَذْهَبُ.

''اہل سنت کے جواقوال ہم نے ذکر کیے ہیں، ہم بھی ان ہی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں اور یہی ہمارا مذہب ہے۔''

(مَقالات الإسلاميّين واختلاف المُصَلّين :324/1)

قرآن کریم میں یہ مضمون مختلف طریقوں سے بیان ہوا ہے اور اس کے لئے الگ الگ اسالیب اپنائے گئے ہیں، جن کو سیاق وسباق سے بھی سمجھا جا سکتا ہے اور سلف امت کی تفاسیر نے بھی ان کو کھول کر بیان کر دیا ہے، فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا

① ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ، وَّلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾(الزُّخرف : ٦١-٦٢)

''(اے پیغمبر کہہ دیجیے کہ) یقیناً عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں، اس کے وقوع میں شک نہ کرو، میرا اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، کہیں شیطان تمہیں اس

راستے سے نہ روک دے، یہ تمہارا واضح دشمن ہے۔''

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

خُرُوجُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''اس سے مراد قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا خروج ہے۔''

(صحيح ابن حبان : 6878، مسند الإمام أحمد : 318/1، المستدرك للحاكم : 254/2، ح : 3003، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ اس کے راوی ابورزین اور ابو یحییٰ مصدع کو حافظ ابن حجر نے ثقہ قرار دیا ہے۔

(موافق الخُبر الخَبَر : 174/2)

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾(الزخرف :61)، قَالَ : هُوَ خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''وہ قیامت کی نشانی ہیں۔'' اس کی تفسیر قیامت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :317/1، المُعجم الكبير للطّبراني : 12740، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6817) نے صحیح، امام حاکم رحمہ اللہ (254/2) نے صحیح الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(لُباب النّقول ص 189)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَرَدَتْ بِذٰلِكَ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ .

''نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔''

(فتح القدير :616/1)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ . ''اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔''

(تفسير الطّبري : 632/20، وسندهٗ حسنٌ، هجر)

❁ امام قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ .

''عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔''

(تفسير الطّبري : 633/20، وسندهٗ حسنٌ، هجر)

❁ اسماعیل بن ابی کریمہ سدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''یہاں سے مراد قیامت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام کا خروج (ظہور ونزول) ہے۔''

(تفسير الطّبري : 633/20، وسندهٗ حسنٌ، هجر)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ﴿وَإِنَّهٗ﴾ کی ضمیر کے مرجع کے متعلق لکھتے ہیں:

بَلِ الصَّحِيحُ أَنَّهٗ عَائِدٌ عَلٰى عِيسٰى، فَإِنَّ السِّيَاقَ فِي ذِكْرِهٖ، ثُمَّ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے، کیونکہ سیاق میں آپ ہی کا ذکر ہے، پھر اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل نزول ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 530/5)

اس مفہوم وتفسیر کی تائید احادیث صحیحہ سے بھی ہوئی ہے، مثلاً؛

❁ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم آپس میں مذاکرہ کررہے تھے، آپ نے پوچھا: کیا مذاکرہ چل رہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا: قیامت کے متعلق گفتگو کررہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت تب تک قائم نہیں ہوگی، جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزول عیسیٰ، یاجوج ماجوج کا خروج، تین مقامات سے خسف (زمین کا نیچے دھنس جانا)، مشرق کا خسف، مغرب کا خسف، جزیرہ عرب کا خسف اور ان سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ یمن سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک لائے گی۔'' (صحيح مسلم :2901)

یہ حدیث نص ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام زمین پر امام عادل اور قاضی منصف کی حیثیت نہ اتر جائیں، آپ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر اور بندر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیا جائے گا اور سجدہ صرف اللہ رب العالمین کو ہی ہوگا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 1342، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو لَا بَأْسَ بِهٖ کہا ہے۔

(فتح الباري : 491/6)

ان دو احادیث سے آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے، اس پر نبی اکرم ﷺ، ترجمانِ قرآن سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور سدی رحمہ اللہ کی تصریحات تو سونے پہ سہاگہ ہیں۔

② **اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:**

﴿بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا، وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا، وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾.

(النساء : 156-159)

''یہ سزا ان کے کفر کے باعث اور مریم (علیہا السلام) پر بہت بڑے بہتان باندھنے کے باعث اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسی ابن مریم کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ انہوں نے عیسی علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، نہ ہی وہ آپ کو سولی دے سکے ہیں، بلکہ ان کو شبہ ڈال دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اس پھانسی کے واقعہ میں اختلاف کیا ہے، وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں، ان کو کوئی علم نہیں، سوائے ظن کی پیروی کے، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے، یقیناً یہود و نصاریٰ عیسیٰ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے

اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔''

﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ میں ''ہ''ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

❁ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ يَهُودِيًّا وَقَعَ مِنْ فَوْقِ هٰذَا الْبَيْتِ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِهٖ، يَعْنِي : بِعِيسٰى .

''اگر کوئی یہودی اس گھر کی چھت کے اوپر بھی ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے قبل فوت نہ ہوگا۔''(تفسير الطّبري : 669/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا يَمُوتُ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُودِ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِعِيسٰى .

''یہودیوں میں سے اس وقت تک کوئی آدمی وفات نہیں پائے گا، جب تک کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے۔''

(تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 513/47، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے، پھر دجال کو قتل کریں گے۔''

(تفسير الطّبري : 291/3)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

''یہ تمام الفاظ رسول اللہ ﷺ سے صحیح مسلم میں اور بعض بخاری میں ثابت ہیں، اس سلسلہ میں صحیح احادیث کثرت سے موجود ہیں، سلف صالحین بچوں کو دجال کی احادیث حفظ کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے، تاکہ یہ ان کے دلوں میں راسخ ہو جائیں اور آنے والی نسلوں تک پہنچتی رہیں۔''

(تهذيب الأسماء واللّغات : 185/1)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَخْبَرَ بِنُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِمَامًا عَادِلًا وَّحَكَمًا مُّقْسِطًا .

''رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں، جن میں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ قیامت سے پہلے امامِ عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے آئیں گے۔

(تفسير ابن كثير : 530/5، 236/7)

نیز فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ أَحَادِيثُ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ سے یہ احادیث متواتر ہیں۔''

(تفسير ابنِ كثير : 423/2)

مشہور نحوی اور مفسر ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ (745ھ) کہتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى مَا تَضَمَّنَهُ الْحَدِيثُ الْمُتَوَاتِرُ مِنْ أَنَّ عِيسٰى

عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي السَّمَاءِ حَيٌّ وَأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ.

''متواتر حدیث کی رو سے امت کا اجماع ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔''

(البَحر المُحیط: 473/2)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت دلالت کناں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں، آپ کی شریعت اور امت بھی آخری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد وحی اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اب صرف قیامت ہی آئے گی، کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ اس اجماعی و اتفاقی عقیدہ کے برخلاف جو بھی کسی معنی میں نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی مدعی نبوت کی تصدیق کرے، وہ کافر اور مرتد ہے، ایسا شخص جھوٹا ہے، اس سے اپنے دعوئ نبوت پر دلیل نہیں مانگی جائے گی، کیونکہ اس کا دعویٰ ہی اس کے جھوٹے ہونے کی واضح دلیل ہے، اس کے کافر اور مرتد ہونے پر بھی امت کا اجماع ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ، وَلَا آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّونَكُمْ، وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ.

''آخری زمانہ میں چند دجال اور کذاب ہوں گے، جو ایسی ایسی احادیث لے

کر آئیں گے، جو آپ نے سنی ہوں گی، نہ آپ کے آباء واجداد نے، خود کو ان سے بچا کر رکھیے گا، کہیں وہ آپ کو گمراہ نہ کر دیں اور فتنے کا شکار نہ کر دیں۔''

(صحیح مسلم : 7)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (544ھ) لکھتے ہیں:

''اسی طرح جو شخص نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں یا اس کے بعد نبوت میں کسی کو شریک قرار دے، وہ کافر ہے۔ یہود کا عیسویہ فرقہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت خطۂ عرب کے ساتھ خاص ہے۔ فرقہ خرمیہ کہتا ہے کہ رسول متواتر آتے رہیں گے۔ روافض کی اکثریت کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کی رسالت میں شریک ہیں، اسی طرح ان کے نزدیک ان کا ہر امام نبوت و حجت میں نبی کریم ﷺ کے قائم مقام ہے۔ بزیغیہ اور بیانیہ فرقے بزیغ اور بیان نامی اشخاص کی نبوت کے قائل ہیں یہ سب لوگ کافر ہیں۔ اسی طرح وہ بھی کافر ہے جس نے خود نبوت کا دعوی کیا یا فلاسفہ اور غالی صوفیوں کی طرح دل کی صفائی سے نبوت کے اکتساب اور نبوت کے مرتبہ تک پہنچنے کو جائز سمجھا، وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے جو نبوت کا مدعی نہ ہو مگر خود پر وحی کے نزول کا دعوی کرتا ہو، یا کہتا ہو کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے، جنت میں داخل ہوتا ہے اور اس کے پھل کھاتا ہے اور حور عین سے معانقہ کرتا ہے، اس قسم کے نظریات رکھنے والے تمام لوگ کافر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں، حدیث میں کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ پوری انسانیت کی طرف مبعوث ہیں۔ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوگا، اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص کی

گنجائش نہیں۔ پس مذکورہ بالا فرقوں کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اجماع اور قرآن وسنت کے دلائل سے یہ لوگ دائرہ اسلام سے یقیناً خارج ہیں۔''

(الشِّفا بتعريف حقوق المُصطفٰى : 2/285، 286)

سوال: کیا کفر کے بعد بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

جواب: توبہ کا دروازہ آخری دم تک کھلا ہے۔

سوال: جو شخص مصحف قرآنی کو از راہِ تمسخر پھینکے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مصحف قرآنی کو تمسخر اور توہین کے ارادے سے پھینکنا کفر ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے قرآن کا استخفاف کیا یا قرآن کے کسی جزو کی تحقیر کی یا مصحفِ قرآنی کی اہانت کی یا اسے گندگی میں پھینکا......تو وہ کافر ہے۔''

(المَجموع شرح المهذّب : 2/170)

سوال: جس نے یہ کہا کہ ''خدا اور قرآن سے فیض نہیں ہوتا۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے، اگر یہ شخص توبہ نہ کرے، تو مرتد ہے۔

سوال: جس نے قرآن، حدیث اور فقہ کو شیطانی کتابیں کہا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے، اگر توبہ نہ کرے، تو ارتداد لازم آئے گا۔

سوال: مشرکین کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: مشرکین کے نابالغ بچے فوت ہو جائیں، تو وہ کہاں ہوں گے، جنت میں یا جہنم میں؟ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دس اقوال ذکر کیے ہیں۔

(فتح الباري : 3/246-247)

راجح، محقق اور کتاب وسنت سے مؤید قول کے مطابق وہ جنت میں ہوں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾(بني إسرائيل : ١٥)

''ہم (کسی قوم کو) تب تک عذاب نہیں دیتے، جب تک (ان میں) رسول مبعوث نہ کر دیں۔''

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَتَوَجَّهُ عَلَى الْمَوْلُودِ التَّكْلِيفُ وَيَلْزَمُهُ قَوْلُ الرَّسُولِ حَتّٰى يَبْلُغَ وَهٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

''بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا، مکلّف نہیں بنتا اور نہ اس کے لیے قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح مسلم : 208/16)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ:﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾(التّكوير : ٩) ''کس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا؟''تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ بَيِّنٌ عَلٰى أَنَّ أَطْفَالَ الْمُشْرِكِينَ لَا يُعَذَّبُونَ، وَعَلٰى أَنَّ التَّعْذِيبَ لَا يُسْتَحَقُّ إِلَّا بِذَنْبٍ .

''اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچوں کو عذاب نہیں ہوگا، نیز دلیل ہے کہ عذاب گناہ کی وجہ سے ہی دیا جاتا ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 234/19)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ

يُمَجِّسَانِهِ .

''پیدائش کے وقت ہر بچہ فطرت اسلام پر ہوتا ہے، پھر والدین اسے یہودی بنا دیں یا عیسائی یا مجوسی۔''

(صحيح البخاري : 1385، صحيح مسلم : 2658)

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ .

''راجح موقف یہ ہے، جو محققین نے اختیار کیا ہے کہ مشرکوں اور کافروں کے بچے جنت میں ہیں۔''

(شرح مسلم : 208/16)

(سوال): اذان کو سانپ کی آواز سے تشبیہ دینے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اذان شعائر اللہ ہے اور شعائر اللہ کی توہین کفر ہے، لہٰذا اذان کو سانپ کی آواز سے تشبیہ دینے والا کفر وارتداد کا مرتکب ہے۔

(سوال): ''مجھے اسلام کی ضرورت نہیں۔'' یہ کلمہ کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کفریہ جملہ ہے، یہ کلمہ کہنے والا اگر توبہ نہ کرے، تو کافر و مرتد ہو جائے گا۔

(سوال): ''مجھے خدا اور رسول سے کچھ واسطہ نہیں۔'' کہنا موجبِ کفر ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، جو تائب نہ ہو، وہ مرتد ہے۔

(سوال): اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ!) ''بڈھا'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کے لیے توہین آمیز کلمہ ''بڈھا'' کہنا کفر ہے، اگر کوئی شخص تائب نہ ہو، تو اس پر ارتداد کا حکم لگے گا اور اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی ریاست کا شرعی

وقانونی فریضہ ہے۔

(سوال): ایک جاہل شخص نے کہا کہ ''جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے، تو ایمان بھی مرگیا۔'' کیا یہ کلمہ موجب کفر ہے؟

(جواب): یہ جہالت پر مبنی کلمہ ہے، جب تک یہ کلمہ بولنے والے سے استفسار نہ کرلیا جائے، کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ بہرحال اس کے کلمات جہالت پر مبنی ہیں۔

(سوال): ایک شخص نے کسی بے نمازی کو نماز کی دعوت دی، تو اس نے جواب دیا کہ ''جاؤ جاؤ، تم ہی بڑے نمازی ہو، تم ہی جنت کو جانا، ہم دوزخ ہی میں رہیں گے۔'' یہ جملہ بولنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بلاشبہ یہ کلمہ کفر ہے، ایسا شخص اگر تائب نہیں ہوتا، تو مرتد ہے اور واجب القتل ہے، جو کہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

(سوال): رسول اللہ ﷺ کو واضح گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): رسول اللہ ﷺ کا احترام ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، آپ ﷺ کے متعلق توہین آمیز کلمات کہنا یا آپ کو گالی دینا کفر ہے، ایسا شخص اگر فوراً تائب نہ ہو، تو مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کا مذہبی فریضہ ہے، کسی عام مسلمان کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

(سوال): جنت اور جہنم کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم دونوں وجود میں آ چکی ہیں۔ جنت نیکوکاروں کے لیے اور جہنم گناہ گاروں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یہ ہمیشہ باقی رہیں گی، کبھی فنا نہ ہوں گی۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور کفار ہمیشہ

جہنم میں رہیں گے۔اس پر قرآن، احادیث متواتر اور اجماع سلف دلیل ہیں۔

یہ ضروریات دین میں سے ہے، لہٰذا اس کا منکر کافر، ملحد اور مرتد ہے۔

سوال: تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کفار کا نظریہ ہے کہ ایک شخص جب فوت ہو جاتا ہے، تو اس نے اپنی زندگی میں جیسے اعمال کیے ہوتے ہیں، اس کی روح کو انہی اعمال کے مطابق اچھے یا برے جسم میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ دوبارہ زندہ ہو کر آتا ہے، اسی طرح بار بار وہ مرتا رہتا ہے اور دوبارہ زندہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ پچھلے جنم میں جیسے اعمال کرتا ہے، بدلے میں اس کی روح کو اسی مطابق جسم میں ڈال دیا جاتا ہے۔اسے عقیدہ تناسخ ارواح کہتے ہیں۔ یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے ایک بار موت دے دیتا ہے، پھر اسے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾(الزّمر : 42)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

سوال: اپنے پیر کو خدا کہنے اور سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرح پکارنا اور اللہ تعالیٰ ہی سمجھنا کفر والحاد ہے، ایسا شخص تائب نہ ہو، تو بدترین مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جو عدالت اسلامیہ کا فریضہ ہے۔

(سوال): دین اسلام کے متعلق بیہودہ اور فحش کلام کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ہوش وحواس میں اور جانتے بوجھتے اسلام کے بارے میں بیہودہ اور فحش گفتگو کرنے والا صریح کفر کا مرتکب ہے اور استفسار کے باوجود توبہ نہ کرنے والا مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے؟

(جواب): بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔

(سوال): ''میں مسائل شرعیہ سے انحراف کرتا ہوں۔'' یہ جملہ بولنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کفریہ کلمہ ہے، ایسے شخص اگر توبہ نہ کرے اور بغیر تاویل کیے اس پر قائم رہے، تو اس پر کفر وارتداد کا حکم لگے گا۔

(سوال): کسی نبی پر سب وشتم کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ہر نبی کی تعظیم ضروری ہے، جس نے کسی نبی پر سب وشتم کیا، وہ کافر ہے اور اگر تائب نہ ہو، تو مرتد ہے، جس کی سزا قتل ہے۔

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْـأَئِمَّةُ عَلٰی أَنْ مَنْ سَبَّ نَبِیًّا قُتِلَ .

''ائمہ کا اتفاق ہے کہ جس نے کسی نبی کو سب وشتم کیا، اس کی سزا قتل ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 123/35)

(سوال): یہ کہنا کہ ''خدا مر گیا، اب نماز کس کی پڑھیں۔'' کلمہ کفر ہے یا نہیں؟

جواب: یقیناً یہ کلمہ کفر ہے، ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے اور بغیر تاویل اس جملہ پر قائم رہے، تو وہ مرتد ہے۔

سوال: جو شخص کہے کہ ''روزہ بھوکوں کے لیے ہے، جس کے گھر اناج نہ ہو، ہم روزہ نہیں رکھتے، کیونکہ ہمارے گھر بہت اناج ہے۔'' کیا یہ کفر ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے، ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے، تو مرتد ہے، کیونکہ یہ خود کو روزہ کی فرضیت سے بے نیاز خیال کرتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ ''شراب اور بھنگ کو کون حرام کہتا ہے، یہ تو پیغمبروں نے پی ہے۔'' ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ جملہ ہے، ایسے شخص پر اس کے کلمات پیش کیے جائیں گے، اگر وہ ان پر قائم ہے، تو ارتداد لازم آئے گا، کیونکہ اس نے ایک تو انبیائے کرام پر جھوٹ بولا ہے اور دوسرا ان کی توہین کا مرتکب ہوا ہے۔

سوال: ''میرے جسم میں جب تک طاقت ہے، خدا اور رسول کو کچھ نہیں سمجھتا۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ جملہ ہے، اگر تائب نہ ہو، تو مرتد ہو جائے گا۔

سوال: خدا کو (نعوذ باللہ) مرغ اور آدمی کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے۔

سوال: والدین اور اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلاشبہ والدین کی شان و عظمت بہت ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے، ان کی گستاخی گناہ کبیرہ اور جرم عظیم ہے، مگر اس سے کفر لازم نہیں آتا۔ البتہ اللہ

تعالیٰ کی گستاخی موجبِ کفر ہے۔

(سوال): معراج النبی ﷺ کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جانتے بوجھتے بغیر تاویل کے معراج کا منکر کافر ہے، کیونکہ معراج کے حق ہونے پر قرآن وحدیث اور امت کا اجماع دلیل ہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ عَقْدِ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِهٖ إِلَى السَّمٰوَاتِ الْعُلٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى .

''ائمہ سلف اور خلف کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک معراج کرائی گئی۔'' (العُلو للعَلِي الغَفّار، ص 102)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کو معراج والی رات آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا، یہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔ اس پر قرآن کریم اور متواتر احادیث دلیل ہیں۔ جس کے پاس سنت کا معمولی سا علم بھی ہو، وہ اس میں شک نہیں کرسکتا۔ اس کا انکار زندیق ہی کرسکتا ہے۔ منکرین معراج کی دلیل بس یہی ہے کہ (ایک ہی رات میں اتنا سفر کرنا) ممکن نہیں۔ حالاں کہ اس اعتراض سے دلائل کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس سے ضروریات دین کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ورنہ تو دلائل سے ثابت کسی بھی واقعہ کو رد کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے وقوع پذیر ہونے کو ناممکن قرار دے دیا جائے، جبکہ یہ بات عقل اور نقل کے ہی خلاف ہے۔''

(إرشاد الثِّقات إلى اتِّفاق الشّرائع، ص 58)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے کفر میں شبہ کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ان کے کفر میں شبہ کرنے والا گمراہ ہے اور جو شخص قادیانیوں کی کفریات کو جانتا ہو اور دینی نصوص سے بھی واقف ہو، مگر پھر بھی ان کے کفر میں شبہ کرے، اس کا ایمان خطرے میں ہے، اسے توبہ کرنی چاہیے، کیونکہ قادیانیت کے کفر وارتداد پر اجماع ہو چکا ہے۔

(سوال): جو شخص چیچک کو دیوی تصور کرے اور اس کے نام کا چڑھاوا چڑھائے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کفر والحاد ہے۔ مسلمان ایسا تصور نہیں کر سکتا۔

(سوال): جو شخص کہے کہ قرآن اور وید میں کوئی فرق نہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قرآن اور وید کو ایک جیسا کہنا کفر والحاد ہے، ایسا مسلمان اگر تائب نہ ہو، تو مرتد ہو جائے گا۔

(سوال): نماز کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز دین کی اساس ہے، یہ ضروریات دین میں سے ہے، اس کا انکار کفر وارتداد ہے۔

(سوال): ''میرا ایمان رہے یا جائے، ہم تعزیہ منائیں گے۔'' یہ کلمات کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسے کلمات پر کفر کا خوف ہے، اگر وہ تائب نہ ہو اور بغیر تاویل اسی بات پر قائم رہے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(سوال): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل متواتر ہیں اور ان کے سچے اور پاکدامن ہونے پر امت کا اجماع ہے، اگر کوئی ان پر تہمت زنی کرے، تو وہ کافر و مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ عدالت اسلامیہ کا فریضہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣)

''جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

❁ عالم اہل بیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي عَائِشَةَ خَاصَّةً.

''یہ آیت خاص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 2556/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عباسی علما کا اجماعی عقیدہ ہے:

مَنْ سَبَّ سَيِّدَتَنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا حَظَّ لَهٗ فِي الْإِسْلَامِ.

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔''

(المُنْتَظَم في تاريخ المُلُوك والأَمَم لابن الجَوزي : 281/15، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ علامہ ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰی عُمُومِ آیَةِ الْقَذْفِ وَإِنْ کَانَتْ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا خَاصَّةً .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تہمت والی آیت عام ہے، گو کہ خصوصی طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔''

(التّبصرة في أصول الفقه، ص 146)

۞ قاضی ابویعلی حنبلی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ بِمَا بَرَّأَهَا اللّٰہُ مِنْهُ کَفَرَ بِلَا خِلَافٍ .

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہی تہمت لگائی، جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا ہے، تو اس کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الصّارم المَسلول لابن تيمية، ص 566)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ حَکَی الْإِجْمَاعَ عَلٰی هٰذَا غَیْرُ وَاحِدٍ وَصَرَّحَ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ بِهٰذَا الْحُکْمِ .

''اس پر کئی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے اور بے شمار ائمہ نے اس حکم کی صراحت بھی کی ہے۔''

(الصَّارم المَسلول على شاتِم الرّسول، ص 566)

سوال: جمعہ کی نماز کو شر اور فساد کی نماز کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے، اسے بولنے والا مسلمان اگر تائب نہ ہو، تو مرتد ہو جائے گا۔

(سوال): ایک شخص نے کہا کہ میں کافر ہوں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس پر اس کا جملہ پیش کیا جائے گا اور اسے بتایا جائے گا کہ اس سے تم اسلام سے خارج ہو جاؤ گے، اس کے باوجود بھی اگر وہ اپنی بات پر قائم رہے، تو وہ کافر اور مرتد ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے ارتداد کی خود گواہی دے رہا ہے۔

(سوال): نماز کا استخفاف کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز شعائر اسلام میں سے ہے، اس کی توہین اور استخفاف کفر ہے۔

(سوال): ایک مسلمان نے دیوی پر خنزیر کا چڑھاوا چڑھایا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کفریہ عمل ہے۔

(سوال): اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ایمان متواتر ثابت ہے، اس کا انکار کرنے والا اور انہیں کافر کہنے والا کافر اور مرتد ہے۔

(سوال): ایک شخص نے (نعوذ باللہ!) کہا کہ ''معاشرے کے تمام گناہ اللہ کے سر ہیں۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، اگر بغیر تاویل اس پر قائم رہے، تو ارتداد لازم آئے گا۔

(سوال): جو کسی کو نماز پڑھنے کی وجہ سے کافر سمجھتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز کو کفر سمجھنا اور نمازی کو کافر سمجھنا واضح کفر، الحاد اور ارتداد ہے، اس کے مرتد ہونے میں کچھ شبہ نہیں، کیونکہ اس نے اسلام کے ایک اہم رکن کا انکار کر دیا ہے، بلکہ اسے موجب کفر قرار دیا ہے، العیاذ باللہ!

(سوال): خدائی کا دعویٰ کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): خدائی کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے۔

(سوال): ہندوؤں کے بت کے نام کا جانور ذبح کرنا کیسا ہے؟

(جواب): کفر وشرک ہے۔

(سوال): ایک شخص نے کہا ''مصیبت میں دنیا وعاقبت کچھ نہیں سوجھتا۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا کلمہ انتہائی نامناسب ہے، البتہ اس سے کفر لازم نہیں آتا۔

(سوال): ''میں عیسائی ہوں۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): خود کو عیسائی بتانے والا کافر اور مرتد ہے۔

(سوال): ایک شخص نے (العیاذ باللہ!) مسجد کے بارے میں کہا کہ ''مسجد کیا میری سسری ہے اور مسجد میں پیشاب کر دوں اور سور کاٹ کر ڈال دوں۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مسجد کے بارے میں ایسے توہین آمیز کلمات باعث کفر وارتداد ہیں۔

(سوال): ''قرآن پر پیشاب کر دوں گا۔'' کہنا موجب کفر ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ قرآن کی واضح توہین ہے، جو کہ کفر وارتداد ہے۔

(سوال): کلام اللہ کی توہین کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(جواب): کلامِ باری تعالیٰ، اللہ کی صفت ہے اور صفات باری تعالیٰ کی توہین اللہ ہی کی توہین ہے، لہٰذا کلام الٰہی کی توہین کفر والحاد ہے۔

(سوال): کیا مرتد عورت کی سزا قتل ہے؟

(جواب): اگر کوئی مسلمان دینِ اسلام سے منحرف ہو جائے، تو اسے مرتد کہا جاتا ہے۔ اس کی سزا شریعتِ اسلامیہ میں یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

❀ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مرتد لائے گئے، آپ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب اس بات کا علم ہوا، تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا، تو انہیں آگ میں نہ جلاتا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم اللہ کا عذاب کسی کو نہ دو۔ میں انہیں قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: جو شخص اپنا دین بدل لے، اسے قتل کر دو۔''

(صحیح البخاري: 6922)

بعض لوگ اس عمومی حکم سے بلا جواز عورت کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مرد مرتد ہو جائے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، لیکن عورت مرتد ہو، تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا۔ یہ مذہب مذکورہ بالا فرمانِ نبوی کے خلاف ہے۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''لفظِ [مَنْ] مرد و عورت دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اس عموم میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو خاص کر کے عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کفر مسلمان مردوں اور عورتوں کی طرف سے کیا جانے والا سب سے بڑا گناہ اور سب سے عظیم جرم ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بہت سے احکام اور کفر سے کم جرائم پر حدود مذکور ہیں، مثلاً زنا، چوری، شراب نوشی، قذف کی حد اور قصاص، یہ سب احکام و حدود جو کہ ارتداد سے کم درجہ کے ہیں، یہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے لازم ہیں (پھر ارتداد میں عورت مستثنیٰ کیسے ہو گئی؟)۔ پھر رسول

اللہ ﷺ کا یہ حکم بھی عام ہے کہ جو بھی اپنا دین بدلے، اسے قتل کر دو۔ اس صورت ِحال میں کسی کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اس سب سے بڑے گناہ میں مردوں اور عورتوں کی سزا میں فرق کرے اور اس سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دے، جبکہ دیگر چھوٹے گناہوں میں اس پر سزا لازم کر دے؟ یہ واضح غلطی ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 8/573-574)

۞ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ مرتد مرد کی طرح مرتد عورت کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ احناف نے اس حدیث کو مرد کے ساتھ خاص کیا ہے اور عورتوں کو قتل کرنے سے ممانعت والی حدیث کو اپنی دلیل بنانے کی کوشش کی ہے، جبکہ جمہور فقہاءِ کرام نے اس ممانعت کو اس عورت پر محمول کیا ہے، جو اصلاً کافر ہو اور اس نے جنگ میں قتل وقتال میں حصہ نہ لیا ہو، کیونکہ اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے ایک مقتولہ عورت کو دیکھا، تو فرمایا: یہ تو لڑائی نہیں کر سکتی تھی، (پھر اسے کیوں قتل کیا گیا؟)، اس کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔''

(فتح الباري : 12/272)

۞ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ؛ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ؛ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ .

''جو مسلمان توحید و رسالت کی گواہی دے، اس کا خون صرف تین صورتوں میں حلال ہوتا ہے؛ نفس کے بدلے نفس (قتل کے بدلے قتل)، شادی شدہ زانی اور دین سے نکل جانے والا اور مسلمانوں کی جماعت چھوڑ جانے والا۔''

(صحيح البخاري : 6878، صحيح مسلم : 1676)

❀ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أَوِ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ، فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ .

''یا وہ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے، تو اس کی سزا قتل ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :1/163، سنن النسائي : 4057، وسندهٗ حسنٌ)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مرتد مرد ہو یا عورت، اس کی سزا قتل ہی ہے۔

اہل علم کی رائے:

❀ امام حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تُقْتَلُ . ''مرتد ہونے والی عورت کو قتل کر دیا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/277، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تُقْتَلُ الْمُرْتَدَّةُ .

''مرتد ہونے والی عورت کو قتل کر دیا جائے۔''

(سنن الدارقطني : 3/113، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 1458)

﴾ علامہ سرخسی حنفی، امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال یوں ذکر کرتے ہیں:

''امام شافعی رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے کہ جو بھی اپنا دین بدلے، اسے قتل کر دو۔ یہ کلمہ عام ہے جو مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے، بالکل ایسے ہی جیسے یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة 2 : 185) (جو بھی اس مہینے میں موجود ہو، وہ اس کے روزے رکھے)۔ مذکورہ فرمانِ نبوی سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ قتل کرنے کا سبب دین کی تبدیلی ہے، کیونکہ اس طرح کے الفاظ شارع کی زبان میں علت ہی کو بیان کرنے کے لیے آتے ہیں اور مرتدہ کے دین کی تبدیلی ثابت ہو چکی ہوتی ہے۔'' (المبسوط : 108/10، 109)

علامہ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۱ھ) کہتے ہیں:

''رہی بنوقریظہ کی مقتولہ والی حدیث، تو اس میں ان لوگوں کے لیے دلیل ہے، جو مرتد عورت کے قتل کے قائل ہیں۔ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے اس عمومی فرمان کو دلیل بناتے ہیں کہ جو بھی اپنا دین بدلے، اسے قتل کر دو۔ اس حدیث میں ایک اور تائید ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ نے قتل کے حکم کو دین کی تبدیلی اور ارتداد کی علت سے معلق فرمایا ہے۔ اہل عراق، جو یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا، لہٰذا مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، ان کے پاس اپنے موقف کی کوئی دلیل نہیں۔'' (الروض الأنف : 236/2، 237)

دلائل احناف:

احناف مرتد عورت کو سزائے ارتداد ''قتل'' سے مستثنیٰ قرار دینے کے لیے جو دلائل

پیش کرتے ہیں، ان کا حال ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُقْتَلُ الْمَرْأَةُ إِذَا ارْتَدَّتْ .

''عورت مرتد ہو جائے، تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔''

(سنن الدارقطني : 3/117)

جھوٹی روایت ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيسٰى هٰذَا كَذَّابٌ، يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلٰى عَفَّانَ وَغَيْرِهٖ، وَهٰذَا لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''عبداللہ بن عیسیٰ سخت جھوٹا آدمی ہے، یہ عفان وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خودساختہ روایات بیان کرتا ہے۔ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔''

❁ (ا) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ قول منسوب ہے:

تُجْبَرُ، وَلَا تُقْتَلُ .

''اسے توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے، قتل نہ کیا جائے۔''

(سنن الدارقطني : 3/118)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① ابو یوسف، محمد بن بکر، عطار کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا يُدْرٰى مَنْ ذَا .

''معلوم نہیں یہ کون ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 492/3)

② امام عبد الرزاق اور امام سفیان ثوری ''مدلس'' ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ نعمان بن ثابت کوفی باتفاقِ محدثین روایتِ حدیث میں ''ضعیف'' ہیں۔

(ب) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ بھی منسوب ہیں:

تُحْبَسُ، وَلَا تُقْتَلُ .

''اسے قید کیا جائے، قتل نہ کیا جائے۔''

(سنن الدارقطني : 117/3)

سند میں ابو مالک نخعی (عبدالملک بن حسین) ''متروک'' ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر : 8337)

(ج) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

لَا يُقْتَلْنَ النِّسَاءُ إِذَا هُنَّ ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ .

''عورتیں جب اسلام سے مرتد ہو جائیں، تو انہیں قتل نہ کیا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 139/10، سنن الدارقطني : 201/3، السنن الكبرٰى للبيهقي : 203/8)

سند سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(دیکھیں: مصنّف عبد الرزّاق : 18731)

❁ ابو عاصم ضحاک بن مخلد کہتے ہیں:

نَرٰى أَنَّ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ إِنَّمَا دَلَّسَهٗ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

''ہمارے خیال میں سفیان ثوری نے اس حدیث کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا واسطہ

حذف کر کے بیان کیا ہے۔''

(سنن الدارقطني : 201/3، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ سُفْيَانَ عَنْ حَدِيثِ عَاصِمٍ فِي الْمُرْتَدَّةِ، فَقَالَ : أَمَّا مِنْ ثِقَةٍ؛ فَلَا .

''میں نے امام سفیان سے عاصم کی مرتد عورت والی حدیث کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: یہ کسی ثقہ راوی سے مروی نہیں۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 203/8، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس روایت میں ''تدلیس'' کی ہے۔

✿ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بعض لوگوں نے مرتد عورت کی سزا کے بارے میں ہماری مخالفت کی ہے۔ ان کی دلیل وہ کچھ ہے، جو عاصم نے ابو رزین کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مرتد عورت کو قید کیا جائے، قتل نہ کیا جائے۔ میرے ساتھ اس مذہب کے ماننے والے ایک شخص نے بات کی اور اس وقت ہمارے پاس محدثین کی ایک جماعت موجود تھی۔ ہم نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا، تو میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اسے غلط کہنے سے خاموش رہا ہو۔ جس راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے، اس کی حدیث کو محدثین کرام صحیح قرار نہیں دیتے۔''

(الأمّ : 167/6 ، 168 ، السنن الكبرٰى للبيهقي : 204/8)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ امْرَأَةً ارْتَدَّتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَقْتُلْهَا .

''ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں مرتد ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل نہیں کیا۔''(الكامل لابن عدي : 383/2 ، 346/6)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(الكامل : 346/6)

حفص بن سلیمان، ابو عمر قاری ''متروک الحدیث'' ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر : 1405)

❁ امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

لَا تَقْتُلُوا النِّسَاءَ إِذَا هُنَّ ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ، وَلَكِنْ يُّدْعَيْنَ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ هُنَّ أَبَيْنَ سُبِينَ، فَيُجْعَلْنَ إِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا يُقْتَلْنَ .

''عورتیں جب اسلام سے مرتد ہو جائیں، تو انہیں قتل نہ کیا جائے، بلکہ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں، تو انہیں قید کر کے مسلمانوں کی لونڈیاں بنا دیا جائے، لیکن قتل نہ کیا جائے۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 140/10)

سند ''ضعیف'' ہے، اشعث بن سوار جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

الحاصل:

صحیح احادیث نبویہ کے عموم اور اہل علم کی آراء کا یہی تقاضا ہے کہ مرتد مرد ہو یا عورت، اسے قتل ہی کیا جائے۔ اس حوالے سے مرد وعورت کا کوئی فرق قطعاً ثابت نہیں۔

(سوال): جو شخص کہے کہ ''میرا مذہب اسلام نہیں ہے۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کفریہ کلمہ ہے، جو بغیر تاویل کیے اس پر قائم رہے، وہ مرتد ہے اور اسلام سے خارج ہے۔

(سوال): غیر اللہ کو عبادت کی نیت سے سجدہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): شرک وکفر ہے۔

(سوال): احادیث نبویہ کی توہین کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): احادیث نبویہ کی توہین کفر ہے، کیونکہ احادیث بھی وحی اور دین ہیں۔

(سوال): اگر کوئی سید زادہ کہے کہ ''مجھے نماز روزہ کی ضرورت نہیں۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، کیونکہ ایمان کی دلیل ہے۔ ایسا شخص اگر تائب نہ ہو، تو مرتد ہے اور واجب القتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں فحش کلمات کہنے والے کی کیا سزا ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے، البتہ یہ سزا لاگو کرنے کا اختیار صرف ریاست اسلامیہ کو حاصل ہے، ہر عام مسلمان کو اختیار نہیں۔

❀ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سخت بات کر دی، تو اس شخص نے بھی جواب میں ایسا ہی کہہ دیا، تو میں (ابو برزہ رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: (اے ابو بکر!) کیا میں اس کی گردن نہ اتار دوں؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

مجھے روک دیا اور فرمایا:

إِنَّهَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ایسا کسی کے حق میں جائز نہیں۔''

(سنن النّسائي : 4076، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ام ولد نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی، تو انہوں نے اسے قتل کر دیا، تو نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا، تو فرمایا:

أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ .

''گواہ رہیں کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔''

(سنن أبي داود : 4361، سنن النّسائي : 4070، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام عمر بن عبدالعزیز اُموی رحمہ اللہ نے فرمایا:

إِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ أَحَدٌ بِسَبِّ أَحَدٍ إِلَّا مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم ﷺ واحد ہستی ہیں کہ اگر کوئی آپ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے، تو اسے قتل کر دیا جائے۔''

(طَبَقات ابن سعد : 369/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ احمد بن حسین بن سہل ابو بکر فارسی رحمہ اللہ (۳۰۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا هُوَ قَذْفٌ صَرِيحٌ كَفَرَ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ .

''بلا شبہ جو نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہتے ہوئے آپ پر صریح تہمت لگائے، وہ شخص اہل علم کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے۔''

(فتح الباري لابن حجر : 281/12)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُ الْقَتْلَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کو برا کہے، اس کی سزا قتل ہے۔''

(الإجماع : 720، الإقناع : 584/2، الإشراف : 60/8)

سوال: ''کہاں کی حدیث وقرآن۔'' کیا یہ جملہ کفریہ ہے؟

جواب: یہ جملہ کفریہ ہے۔

سوال: اپنے آپ کو خدا، قیامت، جنت اور جہنم کا منکر کہنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر، مرتد اور ملحد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔

سوال: ایک شخص نے نشہ کی حالت میں کہا کہ ''پیغمبر زادہ بھی آ جائے، تب بھی یہ کام نہ کروں گا۔'' کیا یہ کلمہ کفر ہے یا نہیں؟

جواب: یہ کلمہ کفر نہیں ہے۔

سوال: جو شخص اپنی اولاد کو کافر کہے، اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: شرعی حجت کے بغیر کسی کی تکفیر جائز نہیں، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

سوال: ''میں خدا کو نہیں مانتا۔'' کلمہ کفر ہے یا نہیں؟

جواب: یقیناً ایسا شخص کافر، مرتد، ملحد اور زندیق ہے۔ اس کی سزا قتل ہے، جس کا

نفاذ اسلامی ریاست کی شرعی وقانونی ذمہ داری ہے۔

سوال: ''مجھے خدا کی ضرورت نہیں۔'' کلمہ ارتداد ہے یا نہیں؟

جواب: یہ کلمہ ارتداد ہے۔

سوال: کلام اللہ کو کلام انسانی کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ومرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ عدالت کا کام ہے۔

سوال: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا متواتر ہے، آپ کے مؤمن اور صحابی ہونے پر امت کا اجماع ہے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اول ہونے پر بھی اتفاق ہے، جو جانتے بوجھتے اس کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (م:۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ، هٰذَا قَوْلُنَا وَهٰذَا مَذْهَبُنَا .

''اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں، یہی ہمارا مسلک اور یہی ہمارا مذہب ہے۔''

(تاريخ يحيى بن معين : 1620)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَخْلَفُوا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اتفاق سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 80/3، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ الْخَلِيفَةُ وَاحِدًا فَاسْتَخْلَفُوا أَبَا بَكْرٍ .

''مسلمانوں نے اتفاق کیا کہ خلیفہ ایک ہی ہونا چاہیے، تو انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا۔''

(الإعتقاد : 522، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): کیا کوئی شخص ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے؟

(جواب): اگر مرتد پکی توبہ کرلے اور اسلام قبول کرنا چاہے، تو وہ کرسکتا ہے، اسلام میں تنگی نہیں، اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا۔

(سوال): ''میرا ایمان میری جوتی کے نیچے ہے۔'' کلمہ کفر ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ ایمان باللہ کا استخفاف ہے، یہ کفریہ حرکت ہے۔

(سوال): ایک شخص نے اعلانیہ بدھ مت مذہب کو اختیار کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ مرتد ہوگیا، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ عدالت شرعیہ کا کام ہے۔

(سوال): اگر تماشہ کرنے والا کہے کہ ''میں خدا ہوں۔'' تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، استفسار کے باوجود اگر وہ اس کلمہ پر قائم ہے، تو وہ مرتد اور زندیق ہے، اس کی سزا قتل ہے، جو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

(سوال): جو شخص کہے کہ میں شریعت کے حکم کو نہیں مانتا، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شرعی احکام کا انکار کفر ہے۔ ایسا شخص اگر تائب نہ ہو اور بغیر تاویل کیے اپنی

بات پر قائم رہے، تو اس کا سزا قتل ہے، جس کا نفاذ عدالت کا کام ہے۔

(سوال): جو شخص اپنے آپ کو خدا اور رسول کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو شخص ہوش و حواس میں ایسی بات کرے، وہ مرتد، ملحد اور زندیق ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ عدالت کا فریضہ ہے۔

(سوال): سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرنے والے اور ان پر سب و شتم کو جائز سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اہل سنت کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ جو شخص ان کی خلافت کا منکر ہو، اس سے توبہ کرائی جائے، توبہ کر لے، تو درست، ورنہ مرتد کافر ہو جائے گا، ایسے شخص کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ شریعت کا وظیفہ ہے، ہر شخص کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

(سوال): جو کہے کہ مجھے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا فیصلہ منظور نہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے۔

(سوال): جو مسلمان آدمی عیسائیوں اور یہودیوں کو حق پر سمجھے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص بھی کافر ہے، کیونکہ عیسائیوں اور یہودیوں کا کافر ہونا متواتر دلائل سے ثابت ہے۔

(سوال): ایک شخص نماز کا استخفاف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھے نمازی کی قبر میں نہیں جانا، یہ کلمہ کفر ہے؟

(جواب): نماز دین کا ستون اور اساس ہے، اس کا استخفاف کفر ہے۔

(سوال): اسلام کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اسلام کو گالی دینا کفریہ حرکت ہے، ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے، تو مرتد ہے۔

(سوال): ''ہم اللہ کے بھتیجے ہیں۔'' کلمہ کفر ہے؟

(جواب): کلمہ کفر ہے، البتہ اگر جہالت کی بنا پر کہا ہے، تو ارتداد لازم نہ آئے گا۔

(سوال): ''ہمارا خدا انگریز ہے۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، اس کا قائل توبہ نہ کرے، تو مرتد ہے۔

(سوال): حالت جنابت میں نماز پڑھ لی، تو کیا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا؟

(جواب): حالت جنابت میں نماز پڑھنے والے اسلام سے خارج نہ ہوگا، البتہ جان بوجھ کر ایسا کرنے والا سخت گناہ گار ہوگا، کیونکہ اس نے حکمِ شرعی کی خلاف ورزی کی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (المائدة : ٦)

''اہل ایمان! نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے چہرہ دھو لیں اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھو لیں، سر کا مسح کریں اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھو لیں، جنبی ہوں، تو غسل کر لیں۔''

(سوال): مسلمان عورت کہے کہ میں کافرہ تجھ مؤمن سے اچھی ہوں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، اگر تائب نہ ہو، تو وہ مرتد ہو جائے گی۔

(سوال): ''تیرے اسلام کی ماں کو ایسا کروں۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ اسلام کی توہین ہے، جو کہ کفر ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بت کی پوجا کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بت کی پوجا واضح شرک ہے۔اس کے غیر مسلم ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔

❁ ایک آدمی نے ابو مجلز رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ شرک کیا ہے؟ فرمایا:

أَنْ تَتَّخِذَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا .

''یہ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک بنا لے۔''

(تفسیر ابن أبي حاتم : ۲۷٦/۱، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ قتادہ رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَجَعَلُوا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا﴾ (الزُّخرُف : ۱۵) ''ان (مشرکین) نے اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے شریک بنا لیے تھے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جزو سے مراد ہم سر اور شریک ہے۔

(تفسیر عبد الرّزّاق : ۱۹۵/۳، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام طبری رحمہ اللہ آیت کریمہ : ﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ (الأنعام : ۱) ''کافر اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی وہ اس کی عبادت میں اوروں کو شریک بناتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے باطل معبودوں، بتوں اور آستانوں کی پوجا کرتے ہیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی کسی چیز کو پیدا کرنے میں اللہ کا شریک نہیں تھا، نہ ان کو

نعمتیں عطا کرنے میں کوئی اس کا حصہ دار تھا، بلکہ اس تمام کام میں وہ اکیلا تھا، لیکن وہ پھر بھی غیر کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں، سبحان اللہ یہ کیسی فصیح دلیل اور بلیغ نصیحت ہے، لیکن اس کے لیے جو عقل سلیم اور فہم صحیح کے ساتھ اس میں غور وفکر کرے۔'' (تفسير الطّبري : ١٤٤/٥)

شرک باطل و بے دلیل عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر مشرکین سے ان کے شرک پر دلیل و برہان کا مطالبہ کیا ہے، لیکن وہ اپنے شرک کو حق قرار دینے کے لیے ایک دلیل بھی لانے سے قاصر رہے، اس کے برعکس اس کے بطلان پر بے شمار قطعی دلائل موجود ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾ (الأنبياء : ٢٤)

''کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا لیے ہیں، ان سے کہہ دیجئے کہ دلیل لاؤ، توحید الٰہی میری اور مجھ سے پہلے (انبیاء کی کتب) کا درس ہے، لیکن ان میں اکثر حق کو نہیں پہچانتے، اس لیے حق سے اعراض کرتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

(النّمل : ٦٤)

''کون ہے، جو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ (مارنے کے بعد) لوٹاتا ہے اور کون آسمان وزمین سے تمہیں رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی الہ ہے؟ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔''

ثابت ہوا کہ مشرکین کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں۔

سوال: ''نماز نہ پڑھوں گا، کافر ہی رہوں گا۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ کلمہ ہے، ایسا شخص اگر اپنی بات سے تائب نہ ہو، تو مرتد کافر ہے، کیونکہ اس نے اسلام کے بنیادی رکن کی تکذیب کی ہے اور اس کا استخفاف کیا ہے۔

سوال: مسجد کو زنا خانہ کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوال میں یہ وضاحت نہیں کہ وہ مسجد کو زنا خانہ کیوں کہہ رہا ہے؟ اگر وہ توہین اور استخفاف کرتے ہوئے ایسا کہہ رہا ہے، تو یہ کفر ہے اور اگر کچھ لوگوں کی بداعمالیوں اور برے کردار کی وجہ سے کہہ رہا ہے، تو بھی ایسا کہنا معصیت اور گناہ ہے، کیونکہ مساجد شعائر اللہ ہیں، ان کے بارے میں احتیاط سے بات کرنی چاہیے۔

سوال: ایک شخص کو کسی برے کام سے منع کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ شریعت کے خلاف ہے، تو اس نے جواباً کہا: ''یہ شرع کس سسرے نے بنائی ہے؟'' کیا یہ کلمہ کفر ہے؟

جواب: یقیناً یہ کلمہ کفر ہے، ایسا شخص تائب نہ ہو، تو مرتد قرار پائے گا۔

سوال: ایک شخص نے کلمہ کفر ادا کر دیا، بعد میں اپنے جملے کی تاویل کی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے کلمہ کفر ادا کیا اور اپنے جملے کی ایسی تاویل کی کہ جس سے کفر لازم نہیں آتا، تو ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جا سکتا، بلکہ کفر وارتداد کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جا سکتا، جب تک اس سے استفسار نہ کر لیا جائے۔

(سوال): رمضان میں اعلانیہ کھانے والے اور جھوٹ بولنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص اعلانیہ فاسق وفاجر ہے، اسے تعزیراً روکا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ .

''اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے سوا میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 6069، صحيح مسلم : 2990)

(سوال): اُمورِ دین کی توہین کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اُمورِ دین کی توہین کفر وارتداد ہے۔

(سوال): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، استفسار کے باوجود اگر وہ تائب نہ ہو، تو ارتداد لازم آئے گا۔

(سوال): شریعت سے استہزاء کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شریعت سے استہزاء کفریہ حرکت ہے۔

(سوال): دوسروں کی نقلیں اُتار کر لوگوں کو ہنسانے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص فاسق ہے اور اگر جھوٹ بول کر ہنسائے، تو اعلانیہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اسے توبہ کرنی چاہیے۔

(سوال): زید ہر کام بسم اللہ پڑھ کر شروع کرتا ہے، ایک دن بکر نے اس پر خوب طعن وتشنیع کی اور کہا کہ ہر کام پر اللہ کو پکارنے کی کیا ضرورت ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

(جواب): طعن وتشنیع کا یہ انداز انتہائی نامناسب ہے، اس پر کفر کا خوف ہے، اگر بکر اس پر توبہ نہیں کرتا اور دوبارہ ایسا کرتا ہے، تو اس کے کافر ہونے کا خطرہ ہے۔

(سوال): تقدیر میں شک کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): تقدیر میں شک کرنا کبیرہ گناہ اور حرام ہے، ایسا شخص بدعتی ہے۔

❁ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ ارْفُضُوهُنَّ : سَبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّظَرُ فِي النُّجُومِ، وَالنَّظَرُ فِي الْقَدَرِ .

''تین کام چھوڑ دیجئے، اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا، ستاروں میں غور وفکر اور تقدیر میں غور وخوض۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد بن حنّبل : 19، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): عذاب قبر کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): عذاب قبر کا مطلقاً منکر کافر ہے، کیونکہ اس کے اثبات پر قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت دلالت کناں ہے۔

❁ علامہ ابو یعلی رحمہ اللہ (۵۲۱ھ) لکھتے ہیں:

ثُمَّ الْإِيمَانُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ، وَبِمُنْكَرٍ وَّنَكِيرٍ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَإِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنْكاً﴾(طٰه : ١٢٤) قَالَ أَصْحَابُ التَّفْسِيرِ عَذَابُ الْقَبْرِ.....مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ .

''پھر عذاب قبر اور منکر نکیر پر ایمان بھی واجب ہے، اللہ فرماتے ہیں: ﴿فَإِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ ''اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی۔' مفسرین کہتے ہیں: اس سے مراد عذابِ قبر ہے۔......جو اس کا انکار کرتا ہے، وہ کافر ہے۔''

(الاعتقاد، ص 32)

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ؛ وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُوَ مِمَّا يَجِبُ اعْتِقَادُ حَقِيقَتِهٖ، وَهُوَ مِمَّا نَقَلَتْهُ الْأُمَّةُ مُتَوَاتِرًا؛ فَمَنْ أَنْكَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ، أَوْ نَعِيمَهٗ، فَهُوَ كَافِرٌ؛ لِأَنَّهٗ كَذَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَرَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فِي خَبَرِهِمَا.

''یہ عذاب قبر کے اثبات پر دلیل ہے۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ اس پر اعتقاد واجب ہے۔ اسے امت نے تواتر کے ساتھ بیان کیا ہے، جس نے عذاب قبر کا انکار کیا، وہ کافر ہے کیوں کہ اس نے اللہ اور رسول کو جھٹلا دیا ہے۔''

(العُدّة في شرح العُمدة في أحاديث الأحكام: 139/1)

❁ علامہ عبدالروف مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَهُوَ مَا نُقِلَ مُتَوَاتِرًا فَيَجِبُ اعْتِقَادُهٗ وَيُكَفَّرُ مُنْكِرُهٗ.

''اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے۔ اس کے متعلق روایات متواتر ہیں۔ اس پر اعتقاد واجب اور اس کا منکر کافر ہے۔''

(فيض القدير: 80/2)

❁ فقہ حنفی کی معتبر کتاب، جسے پانچ سو حنفی علماء نے مرتب کیا ہے، میں ہے:

كُفِّرَ بِإِنْكَارِ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّ وَجَلَّ بَعْدَ دُخُولِ الْجَنَّةِ وَبِإِنْكَارِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَبِإِنْكَارِ حَشْرِ بَنِي آدَمَ لَا غَيْرُهِمْ وَلَا بِقَوْلِهٖ أَنَّ

الْمُثَابَ وَالْمُعَاقَبَ الرُّوحُ فَقَطْ كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ .

''جنت میں رویت الٰہی، عذاب قبر اور حشر کا منکر کافر ہے، لیکن جو کہتا ہے کہ عذاب ثواب صرف روح کو ہوگا وہ کافر نہیں۔ بحرالرائق میں اسی طرح لکھا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:274/2)

❁ امام اہل سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ لَّا يُنْكِرُهُ إِلَّا ضَالٌّ أَوْ مُضِلٌّ .

''عذاب قبر حق ہے۔ اس کا انکار کوئی گمراہ اور گمراہ گر ہی کرسکتا ہے۔''

(الرّوح لابن القيم الجوزية، ص 57، طبقات الحنابلة :62/1)

❁ نیز امام احمد رحمہ اللہ سے عذاب قبر اور منکر ونکیر کے بارے سوال ہوا، تو فرمایا:

نُؤْمِنُ بِهٰذَا كُلِّهٖ، وَمَنْ أَنْكَرَ وَاحِدَةً مِّنْ هٰذِهٖ، فَهُوَ جَهْمِيٌّ .

''ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں، جس نے اس میں سے کسی چیز کا بھی انکار کیا، وہ جہمی ہے۔''

(مسائل ابن هانئ : 1879)

❁ امام ابوزرعہ رازی (۲۶۴ھ) اور امام ابوحاتم رازی رحمہما اللہ (۲۷۷ھ) سے اہل سنت کے مذہب کی بابت پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ، حِجَازًا، وَّعِرَاقًا، وَّمِصْرًا، وَّشَامًا، وَّيَمَنًا، وَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ ...... عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ وَّمُنْكَرٌ وَّنَكِيرٌ حَقٌّ .

''ہم نے حجاز وعراق، مصر وشام اور یمن تمام علاقوں کے علماء کو دیکھا ہے، سب

کا عقیدہ تھا کہ......عذاب قبر حق ہے اور منکر نکیر حق ہیں۔''

(أصول السّنّة واعتقاد الدِّين، ص 3)

❁ **امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) لکھتے ہیں:**

فِي الْمُسَائَلَةِ أَخْبَارٌ ثَابِتَةٌ، وَالْأَخْبَارُ الَّتِي فِي الْمُسَائَلَةِ فِي الْقَبْرِ مُنْكَرٌ وَّنَكِيرٌ أَخْبَارٌ ثَابِتَةٌ تُوجِبُ الْعِلْمَ .

''قبر میں منکر نکیر کے سوال وجواب کے متعلق صحیح احادیث موجود ہیں۔ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔''

(السّنّة : 395/2)

❁ **ابوعثمان حداد رحمہ اللہ (۳۰۲ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّمَا أَنْكَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ بِشْرٌ الْمَرِّيسِيُّ وَالْأَصَمُّ وَضِرَارٌ .

''عذاب قبر کا انکار بشر مریسی، اصم اور ضرار نے کیا ہے۔''

(شرح صحيح البخاري لابن بَطَّال : 154/10)

(سوال): بزرگوں کی گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بزرگوں کی گستاخی کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔

(سوال): مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد اور فیض نبوت سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو مرزا قادیانی کو مجدد اور فیض نبوت سمجھے، وہ بھی کافر ہے۔

(سوال): ایک شخص نے جھگڑے کے دوران کہا ''تم انبیاء کو سر پر اٹھائے پھرو۔'' ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، اس میں انبیائے کرام کی توہین کا پہلو ہے۔ ایسا شخص اگر

تائب نہ ہو، تو اس پر ارتداد کا خوف ہے۔

(سوال): نکاح کو ناجائز عمل قرار دینے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، اس کا منکر یا اسے برا کہنے والا کافر ہے، کیونکہ نکاح کی اباحت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کی ہے اور انبیائے کرام نے نکاح فرمائے ہیں، جو انبیا کے عمل کو برائی قرار دے، وہ توہین انبیا کا بھی مرتکب ہے، لہٰذا ایسا شخص اگر تائب نہ ہو، تو مرتد اور واجب القتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهٗ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ .

''جوانی کے دنوں میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ہمیں آپ ﷺ نے فرمایا: نوجوانو! جو اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ شادی کر لے، اس سے نظر اور عزت محفوظ رہے گی اور جس کے پاس وسائل نہ ہوں، وہ (نفلی) روزے رکھے، اس سے شہوت ختم ہو جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 5066، صحيح مسلم : 1400)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ ازواج مطہرات کے پاس آئے اور نبی کریم ﷺ کے احوال معلوم کیے، تو انہوں نے اپنے تئیں یہ خیال کیا کہ ہماری عبادت تو قلیل ہے، ان میں سے ایک کہنے لگا: میں ساری رات قیام کروں گا،

دوسرا کہنے لگا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا: میں شادی نہیں کروں گا، ان کی یہ باتیں نبی کریم ﷺ تک پہنچیں، تو فرمایا:

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .

''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

(صحيح البخاري : 5063، صحيح مسلم :1401)

سوال: ایک شخص سے کہا گیا کہ تم خدا اور رسول کی مخالفت مت کرو، تو اس نے کہا: ''میں خدا اور رسول نہیں جانتا۔'' تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے، اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا استخفاف کیا ہے، ایسا شخص تائب نہ ہو، تو مرتد ہو جائے گا۔

سوال: احکام شریعت کے خلاف نازیبا کلمات کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ عمل ہے، توبہ نہ کرے، تو ارتداد لازم آئے گا۔

سوال: ''فلاں شخص تمہارا خدا ہے۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے۔

سوال: ''پیر کے کام کے سامنے یہ نماز کچھ نہیں۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ واضح الحاد اور کفر ہے، ایسا شخص اپنی بات سے تائب نہ ہو، تو مرتد اور زندیق قرار پائے گا، جس کی سزا قتل ہے۔

سوال: اگر ہندو کی نذر کوئی مسلمان پوری کر دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ہندو کے نام کی نذر چونکہ غیر اللہ کے نام کی ہوگی، لہٰذا مسلمان کے لیے اسے پورا کرنا جائز نہیں، اگر وہ ہندو کی نذر پوری کر دے، تو حرام کا مرتکب ہوگا۔ اس پر توبہ

ہے، یہ گناہ اور معصیت پر تعاون ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة: 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

(سوال): ''میرا حشر ہنود کے ساتھ ہو۔'' کلمہ کفر ہے یا نہیں؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، استفسار کے باوجود اگر وہ ان کلمات پر قائم رہے، تو ارتداد کا حکم لگے گا، کیونکہ وہ اپنے کفر پر خود گواہی دے رہا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّحل: ١٠٦)

''مگر جو لوگ کفر پر دل سے راضی ہوں، تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

(سوال): مرتد کی سزا کیا ہے؟

(جواب): مرتد کی سزا قتل ہے، اس پر امت کا اجماع ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ شَهَادَةَ شَاهِدَيْنِ يَجِبُ قُبُولُهُمَا عَلَى الْإِرْتِدَادِ، وَيُقْتَلُ الْمَرْءُ بِشَهَادَتِهِمَا إِنْ لَمْ يَرْجِعْ إِلَى الْإِسْلَامِ.

”اہل علم کا اجماع ہے کہ دو مقبول گواہ کسی کے مرتد ہونے پر گواہی دے دیں، تو اگر وہ اسلام کی طرف نہ پلٹے، تو ان کی گواہی سے اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔“

(الإجماع : 725)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقَتْلُ بِالرِّدَّةِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا لَا خِلَافَ بَيْنِ الْمُسْلِمِينَ فِيهِ .

”جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ ارتداد کی وجہ سے قتل کرنے پر مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(التّمهيد لما في الموطإ من المَعاني والأسانيد : 318/5)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

قَتْلُ الْمُرْتَدِّ عَنِ الْإِسْلَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي الْجُمْلَةِ .

”اسلام سے مرتد ہونے والے کو قتل کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔“

(السيل الجرار، ص 868)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ .

”جو اپنے دین (اسلام) کو بدلے، اسے قتل کر دیں۔“

(صحيح البخاري : 3017)

❀ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ، لِنَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق خارجی لائے گئے، انہوں نے ان کو (بطور سزا) جلا دیا۔ جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم ہوا، تو انہوں نے فرمایا: میں ہوتا، تو کبھی نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے: آپ اللہ کا عذاب مت دیں، چنانچہ میں انہیں قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 6922)

❁ سنن ترمذی (۱۴۵۸، وقال: حسن صحیح، وسندہ صحیح) میں ہے:

بَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَقَالَ : صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ .

''جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی، تو فرمایا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا ہے۔''

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُرْتَدِّ .

''یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے، مرتد کی سزا کے بارے میں اہل علم کا اس پر عمل ہے۔''

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَنِ ارْتَدَّ عَنْ دِينِهٖ حَلَّ دَمُهٗ وَضُرِبَتْ

عُنُقُهُ وَالْأُمَّةُ مُجْتَمِعَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ .

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو دین سے پھر جائے، اس کا خون حلال ہے،
اس کی گردن اتار دی جائے، اس پر امت کا اجماع ہے۔''

(التمهيد لما في الموطإ من المَعاني والأسانيد : 306/5)

(سوال): کیا کسی غیر مسلم کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): کسی غیر مسلم کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، یہ منع ہے۔ البتہ اسلام کی دعوت دی جا سکتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ (البقرة : ٢٥٦)

''دین (اسلام قبول کرنے) میں جبر نہیں۔''

(سوال): کیا ہر شخص تکفیر کر سکتا ہے؟

(جواب): تکفیر انتہائی اہم اور مشکل مسئلہ ہے، ہر کسی کو یہ حق حاصل نہیں، تکفیر کا کام ماہر اہل علم کا ہے، جو تمام تر شرائط اور موانع کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کریں گے، لہٰذا کسی ظاہری بات کو دیکھ کر جھٹ سے کفر کا فتویٰ لگا دینا وبال ایمان بن سکتا ہے، اس سے گریز کیا جائے۔

(سوال): ایک شخص کی اہلیہ نے کھانا کھانا چھوڑ دیا، اس نے بہت سمجھایا، تو کہنے لگی کہ ''خدا بھی آ کر کہے، تو نہیں کھاؤں گی۔'' کیا یہ کلمہ کفر ہے؟

(جواب): یہ کلمہ کفر ہے، اس پر اسے توبہ کرنی چاہیے، ورنہ ارتداد لازم آئے گا۔

(سوال): جو یہود و نصاریٰ نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لائے، وہ کافر ہیں یا نہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کے متعلق سن لینے کے بعد جو یہودی یا عیسائی آپ ﷺ پر

ایمان نہ لائے، وہ کافر ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی اور نصرانی میرا پیغام سن لے، پھر میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ جہنمی ہے۔''

(صحیح مسلم : 153)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ''اس امت کا جو بھی فرد میرا پیغام سنے گا۔'' سے مراد یہ ہے کہ میری اطاعت قیامت تک کے لئے سب پر واجب ہے، وہ میرے زمانے کے لوگ ہوں یا میرے بعد آئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاری کا ذکر کیا، حالاں کہ یہود و نصاری کے پاس اپنی کتاب موجود ہے، دراصل آپ سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر یہود و نصاری اہل کتاب ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں تو وہ لوگ جن کے پاس کتابیں نہیں ہیں، بالاولی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے مکلّف ہوں گے۔''

(شرح صحیح مسلم : 2/188-189)

سوال: سبقت لسانی سے باری تعالیٰ کے متعلق غلط بات نکل جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): سبقت لسانی سے اگر اللہ تعالیٰ یا نبی کریم ﷺ کی شان میں غلط بات نکل جائے، تو مؤاخذہ نہیں، کیونکہ یہ الفاظ غیر ارادی طور پر زبان سے نکلے ہیں، دل کا ارادہ نہیں تھا، البتہ وہ استغفار کر لے، تو بہت بہتر ہے۔

(سوال): والدین کے نافرمان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): والدین سے حسن سلوکی کا حکم ہے، والدین کا نافرمان فاسق ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ .

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا: ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''منبر لائیں۔ ہم منبر لائے، آپ ﷺ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ

بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو،لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا،تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو،جس کے پاس اس کے ماں باپ ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں ۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''صحیح الاسناد''اور حافظ ذہبی نے''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا پالنے کے معنی میں ماں باپ کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو کسی بھی معنی میں ماں باپ کہنا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کو انہیں ناموں سے پکارنا چاہیے، جو اس کے اپنے نام ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا﴾(الأعراف : ١٨٠)

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، تم اسے انہیں کے ساتھ پکارو۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾(طٰهٰ : ٨)

''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس کے خوبصورت نام ہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾

(بني إسرائيل : ١١٠)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن، جیسے بھی پکارو، اس کے اچھے

اچھے نام ہیں۔''

سوال: رسول اللہ ﷺ کو معبود سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ یا کسی کو بھی معبود سمجھنا واضح شرک اور کفر ہے، ایسا شخص اگر تائب نہ ہو اور بغیر تاویل کیے اس بات پر قائم ہو، تو مرتد اور زندیق ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی عدالت کا وظیفہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾(آل عمران: ۱۸)

''اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور انصاف والے اہل علم نے گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، وہی غالب حکمت والا ہے۔''

سوال: ''اللہ تعالیٰ تمام انسانوں پر قادر نہیں۔'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفر والحاد ہے، اس سے بڑی زندیقی کیا ہوسکتی ہے۔ کائنات کی چھوٹی بڑی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں، ہر چیز پر اسی کی حکمرانی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(البقرة: ۲۰)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾(الذّاريات: ۵۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا، قوت دینے والا اور مضبوط ہے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾(الطلاق : ۱۲)

''تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے ہر چیز کو علم کے اعتبار سے گھیر رکھا ہے۔''

(سوال): کیا سیدزادے کو گالی دینے والا کافر ہے؟

(جواب): کافر نہیں، البتہ فاسق ہے۔ اس میں سید اور غیر سید کی تخصیص نہیں۔

(سوال): کیا شاتم رسول کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا اگر تائب ہو جائے، تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اسلام میں وسعت ہے۔

(سوال): جو شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر سمجھتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا متواتر ثابت ہے، جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا منکر ہو یا آپ رضی اللہ عنہ کو کافر کہتا ہو، اس کے کفر میں کچھ شبہ نہیں۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ وَمُعَاوِيَةَ أَسْلَمَا فِي فَتْحِ مَكَّةَ سَنَةَ ثَمَانٍ.

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سیدنا ابوسفیان اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے موقع پر سن آٹھ ہجری میں اسلام لائے۔''

(كشف المُشكِل من حديث الصَّحيحَين : 464/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِيمَانُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَابِتٌ بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ وَإِجْمَاعِ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى ذٰلِكَ .

''سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا ایمان لانا متواتر روایات سے ثابت ہے، نیز اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ : 453/4)

سوال: ''جو کچھ ہوتا ہے، من جانب اللہ ہوتا ہے۔'' کیا یہ کہنا صحیح ہے؟

جواب: اگر اس جملے سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز اور عمل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، تو یہ جملہ درست ہے، البتہ اگر یہ مراد ہے کہ ہر اچھے برے کام کو انجام دینے والا اور کسب کرنے والا اللہ ہی ہے، یعنی شراب اللہ ہی کی رضامندی سے پی جاتی ہے، زنا اللہ کی خوشنودی کی کیا جاتا ہے، تو یہ جملہ سراسر غلط ہے۔

سوال: خدا اور رسول سے بیزاری کا اظہار کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: خدا اور رسول سے بیزاری کا اظہار کفر ہے، استفسار کے باوجود جو اس پر قائم رہے، وہ مرتد ہے۔

سوال: استاذ کے نافرمان کا کیا حکم ہے؟

جواب: استاذ کی نافرمانی گناہ ہے، البتہ اگر استاذ اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم دے، تو اس کی بات ماننا جائز نہیں، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ .

''اللہ کے نافرمان کی اطاعت نہیں ہے۔''

(مسند الإمام أحمد وزوائدہٗ :399/1، سنن ابن ماجه : 2965، وسندہٗ حسنٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلوایا تھا؟

جواب: نواسہ رسول، گوشہ بتول، نوجوانانِ جنت کے سردار اور گلستانِ رسالت کے پھول، سیدنا وامامنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دیا گیا تھا۔

❀ عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں ایک شخص کے ساتھ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کو آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس آدمی سے فرمانے لگے: سوال کیجیے، یوں نہ ہو کہ پھر موقع نہ ملے، اس نے کہا: میں آپ سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بیت الخلا چلے گئے۔ بیت الخلا سے نکل کر ہمارے پاس آئے، فرمایا: میں نے آپ کے پاس آنے سے پہلے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا (پاخانے کے ذریعہ) پھینک دیا ہے۔ میں اسے اس لکڑی کے ساتھ اُلٹ پلٹ کر رہا تھا۔ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا، لیکن اس دفعہ سے سخت کبھی نہیں پلایا گیا، راوی کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس اگلے دن آئے تو آپ رضی اللہ عنہ حالت نزع میں تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، سرہانے بیٹھ گئے اور کہا: بھائی جان! آپ کو زہر کس نے دیا؟ فرمایا: اس کے قتل کا ارادہ ہے؟ جی ہاں! فرمایا: اگر وہ شخص وہی ہے، جو میں سمجھتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے

والے ہیں اور اگر وہ بری ہے، تو میں ایک بری آدمی کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 93/15، 94، كتاب المحتضرين لابن أبي الدنيا : 132، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 174/3، الاستيعاب لابن عبد البر : 115/3، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 282/13، وسندهٗ حسنٌ)

البتہ یہ اتہام کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے زہر دیا، بے حقیقت اور بے ثبوت ہے۔ اس شبہ پر قائم کردہ دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

❀ ’’سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائی! مجھے تین بار زہر پلایا گیا ہے، لیکن اس مرتبہ کی طرح کبھی نہیں پلایا گیا، میرا جگر نکلتا جا رہا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائی جان! آپ کو کس نے زہر پلایا؟ فرمایا: اس سوال کا کیا مطلب؟ کیا آپ ان سے لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ میں انہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی موت کا پیغام پہنچا، تو آپ کہنے لگے: افسوس کہ حسن نے رومہ کنوئیں کے پانی کے ساتھ شہد کا ایک جام پیا اور فوت ہو گئے۔‘‘

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب :115/1)

سند سخت ضعیف ہے:

① محمد بن سلیم ابو ہلال راسبی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

② قتادہ بن دعامہ ’’مدلس‘‘ ہیں، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب ثقہ مدلس بخاری و مسلم کے علاوہ بصیغہ عن یا قال سے روایت بیان کرے، تو ضعیف ہوتی ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَتَادَةُ إِذَا لَمْ يَقُلْ : سَمِعْتُ وَخُولِفَ فِي نَقْلِهِ، وَلَا تَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ.

''قتادہ سماع کی تصریح نہ کریں اور روایت میں ثقات کی مخالفت کریں، تو ان سے حجت نہیں لی جاسکتی۔''

(التّمهيد لما في المؤطأ من المعاني والأسانيد : 307/3)

③ قتادہ بن دعامہ کا حسنین کریمین سے سماع ثابت نہیں، لہٰذا یہ قول منقطع ہے اور منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔

❁ ''ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی، سہیل بن عمرہ کی بیٹی کو ایک لاکھ دینار کے عوض سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلانے پر اُکسایا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر اس کے پاس بھیجا، تو اس نے پلا دیا۔''

(أنساب الأشراف للبلاذري : 59/3)

روایت موضوع (جھوٹ کا پلندا) ہے۔

① ہیثم بن عدی بالاتفاق کذاب اور متروک الحدیث ہے۔

② حافظ احمد بن یحییٰ بلاذری کی معتبر توثیق نہیں مل سکی۔

③ انساب الاشراف بے سند کتاب ہے۔

❁ مورخ اسلام، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

الْمَنْسُوبِ إِلَيْهِ . ''یہ کتاب آپ کی طرف منسوب ہے۔''

(البداية والنّهاية : 646/14)

❁ ''عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بہت

زیادہ شادیاں کیں۔ بیویاں آپ کے پاس بہت کم شرف باریابی حاصل کر پاتی تھیں، تقریباً سبھی بیویاں آپ سے محبت کرتیں، آپ پر حریص تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو زہر پلایا گیا، جس سے وہ جانبر ہو گئے۔ پھر زہر پلایا گیا، پھر صحت یاب ہو گئے۔ آخری دفعہ فوت ہو گئے، وفات کا وقت قریب آیا، تو طبیب نے کہا: ان کی انتڑیاں زہر نے کاٹ دی ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو محمد! آپ کو زہر کس نے پلایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں بھائی؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے قدرت پائی، تو آپ کو دفن کرنے سے پہلے اسے قتل کر دوں گا الا یہ کہ وہ ایسی جگہ چلا جائے، جہاں میرا پہنچنا مشکل ہو۔ اس پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھائی! یہ جہان فانی ہے۔ اسے چھوڑیں، میں اسے اللہ کے ہاں مل لوں گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے کسی خادم کو زہر پلانے پر ورغلایا تھا۔''

(تاریخ ابن عساکر: 282/13-283، البدایة والنّهایة لابن کثیر: 43/8)

سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن عمر واقدی کذاب ہے۔

② عبد اللہ بن حسن ابو محمد مدنی کا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

③ عبد اللہ بن جعفر زہری کا عبد اللہ بن حسن سے سماع کا مسئلہ ہے۔

❁ ابو بکر بن حفص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے

عہد کے دس سال گزرنے کے بعد فوت ہوئے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو زہر پلایا تھا۔''

(مقال الطّالبين لأبي الفرج علي بن الحسين الأصبهاني، ص: 20)

گھڑنتل ہے۔

① صاحب کتاب اموی شیعہ ہے۔ اس کے شاگرد محمد بن ابی الفوارس کہتے ہیں:

كَانَ قَبْلَ أَنْ يَّمُوتَ اخْتَلَطَ .

''موت سے پہلے یہ بدحواس ہو گیا تھا۔''(تاریخ بغداد للخطیب: 398/11)

❀ ابو محمد حسن بن حسین نوبختی رافضی نے اسے ''اکذب الناس'' کہا ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب: 398/11، سندهٔ حسنٌ)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔ رہا احمد بن علی ابو حسن بتی کا اسے ثقہ قرار دینا، تو اس کی اپنی توثیق نہیں ملتی، کسی کی کیا کرے گا؟

② احمد بن عبید اللہ بن عمار کے متعلق حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَتَشَيَّعُ .

''یہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔''(تاریخ بغداد: 252/4)

③ عیسیٰ بن مہران کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَافِضِيٌّ، كَذَّابٌ .

''یہ رافضی اور بہت بڑا جھوٹا تھا۔''(میزان الاعتدال: 324/3)

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ''کذاب'' تھا۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 290/6)

تنبیہ: لسان المیزان (۴۰۷/۴) میں اس کے حالات لکھتے ہوئے کسی ناسخ نے غلطی سے وَلَحِقَهُ ابْنُ جَرِيرٍ (ابن جریر اسے ملے تھے) کی بجائے وَثَّقَهُ ابْنُ جَرِيرٍ (ابن جریر نے اسے ثقہ کہا ہے) لکھ دیا ہے۔

❁ عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فِي الدَّارِ، فَدَخَلَ الْحَسَنُ الْمَخْرَجَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: لَقَدْ سُقِيتُ السُّمَّ ـــ.

''میں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ گھر میں تھا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بیت الخلا گئے، پھر باہر آئے اور فرمایا: مجھے زہر پلایا گیا ہے......۔''

(مقال الطّالبين لأبي الفرج الأصبهاني الشيعي الأموي، ص: 20)

اس من گھڑت روایت کا معنی ومفہوم وہی ہے اور اس میں علتیں بھی بعینہ وہی ہیں، جو اس سے پہلے والی روایت میں ہیں۔

❁ ابن جعدبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جعدہ بنت اشعث بن قیس سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھی۔ یزید نے اسے بہلایا کہ آپ حسن کو زہر دیں، میں آپ سے نکاح کرلوں گا۔ اس نے ایسا کر دیا۔ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے، تو جعدہ نے یزید سے اپنے وعدہ کو وفا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو حسن کے لیے پسند نہیں کیا تھا، اپنے لیے کیسے کرلیں؟''

(تاريخ ابن عساكر: 284/13، المنتظم لابن الجوزي: 226/5)

جھوٹا قصہ ہے۔

① اسے گھڑنے والا یزید بن عیاض بن جعدہ لیثی ہے۔ امام یحییٰ بن معین، امام علی ابن مدینی، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن عدی، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوحاتم رازی، امام ساجی، امام جوزجانی، امام عمرو بن علی فلاس وغیرہم ﷭ نے اسے ضعیف، منکر الحدیث اور متروک الحدیث کے الفاظ کے ساتھ مجروح کیا ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں ہے۔

② یزید بن عیاض کا جعدہ بنت اشعث سے سماع ثابت کیا جائے!

③ محمد بن خلف بن مرزبان آجری کے بارے میں متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے توثیق نہیں کی، بلکہ امام دارقطنی ﷫ فرماتے ہیں:

هُوَ أَخْبَارِيٌّ، لَيِّنٌ .

''یہ تاریخ دان اور کمزور راوی تھا۔'' (سوالات السّهمي : 104)

لہٰذا ذہبی ﷫ (سیر اعلام النبلاء: ۱۴/۲۶۴) کا اسے ''صدوق'' کہنا درست نہ ہوا۔

❀ ''ام موسیٰ ﷫ بیان کرتی ہیں کہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے سیدنا حسن ﷜ کو زہر پلایا۔ اس سے آپ سخت بیمار ہو گئے۔ آپ کے نیچے ایک برتن رکھا جاتا اور دوسرا اٹھایا جاتا۔ تقریباً چالیس دن تک یہ معاملہ رہا۔''

(الطّبقات لابن سعد : 338/1، ت السّلمي، البداية والنّهاية لابن كثير : 43/8، تاريخ ابن عساكر : 284/13)

سند ضعیف ہے، مغیرہ بن مقسم ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ مؤرخ اسلام، حافظ ابن کثیر ﷫ لکھتے ہیں:

عِنْدِي أَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَعَدَمُ صِحَّتِهِ عَنْ أَبِيهِ مُعَاوِيَةَ

بِطَرِيقِ الْأَولٰى وَالْأَحْرٰى.

''جب یہ واقعہ یزید کے بارے میں ثابت نہیں، تو یزید کے والد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو بہ طریق اولیٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔''

(البداية والنّهاية : 43/8)

❁ ابوبکر عبداللہ بن حفص بن عمر بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سَعْدًا وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَاتَا فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَيَرَوْنَ أَنَّهٗ سَمَّهٗ.

''سیدنا سعد اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں فوت ہوئے، لوگوں کا خیال تھا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : 2694)

① اس کی سند منقطع ہے۔ ابو بکر عبد اللہ بن حفص کا سیدنا سعد اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

❁ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے ابوبکر بن حفص کی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کو ''مرسل'' کہا ہے۔

(المَراسيل لابن أبي حاتم، ص 92)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ حَفْصٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ سَعْدٍ.

''ابوبکر بن حفص نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(مَجمع الزّوائد : 244/6)

② بشرطِ صحتِ روایت، جن لوگوں نے یہ خیال کیا، وہ یقیناً روافض ہوں گے۔

وہ روایات، جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا یزید کا سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کو زہر پلانے کا ذکر ہے، ان کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا ہے۔ ان سندوں کے علاوہ اگر کسی کے پاس کوئی سند ہے، تو پیش کرے، تاکہ اس کا تجزیہ ہو سکے۔

سند دین ہے۔ بے سند اور ضعیف روایات پیش کرنا اور ان پر اپنے عقیدہ وعمل کی بنا ڈالنا اہل حق کا وطیرہ نہیں۔ نیز ضعیف اور بے سروپا روایات صحابہ کرام کے خلاف پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

یہ جھوٹی روایات شیعہ عقائد کے منافی بھی ہیں، کیونکہ ان کی معتبر کتب میں ہے:

إِنَّ الْأَئِمَّةَ يَعْلَمُوْنَ مَتٰى يَمُوْتُوْنَ، وَإِنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ إِلَّا بِاخْتِيَارِهِمْ .

''ائمہ جانتے ہوتے ہیں کہ وہ کب فوت ہوں گے اور وہ اپنے اختیار اور مرضی ہی سے فوت ہوتے ہیں۔''

(أصول الكافي الكُلَيني :258/1، الفصول المهمّة للحر العاملي، ص : 155)

❀ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ إِمَامٌ إِلَّا مَاتَ مَقْتُوْلًا أَوْ مَسْمُوْمًا .

''ہر امام کو قتل کیا گیا یا زہر دیا گیا۔'' (بحار الأنوار : 364/43)

جب عقیدہ ائمہ کے عالم الغیب ہونے کا ہے، تو سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو علم کیوں نہ ہو سکا کہ اس کھانے یا پینے میں زہر ہے؟

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳) لکھتے ہیں:

''ہمارا جواب ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینا دو وجہ سے محال ہے:

① سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا، کیوں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی انہیں امارت سونپ چکے تھے۔

② یہ غیبی معاملہ ہے، آپ بغیر دلیل کے اسے کسی پر کیسے ٹھونس سکتے ہیں؟ ایسے دگرگوں حالات میں کہ ہم ہر ناقل پر اعتبار بھی نہیں کر سکتے، کیوں کہ لوگوں میں کئی خواہشات کے پجاری ہیں۔ فتنہ وفساد اور عصبیت کے عالم میں ہر کوئی اپنے مخالف کے ذمہ ناجائز باتیں لگاتا رہتا ہے، لہٰذا ان میں سے صرف صحیح بات قبول ہوگی اور پختہ اور عادل راوی پر بھروسہ کیا جائے گا۔''

(العواصم من القواصم، ص : 214)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''یہ کہنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا، اس بارے میں کوئی واضح شرعی دلیل یا اقرار معتبر یا قابل اعتماد روایت موجود نہیں ہے، اس بارے میں علم ممکن نہیں ہے، لہٰذا یہ قول بلا علم ہے۔''

(منهاج السنّة النبويّة : 469/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَمِثْلُ هٰذَا لَا يُحْكَمُ بِهٖ فِي الشَّرْعِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، فَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ أَمْرٌ ظَاهِرٌ لَّا مَدْحٌ وَلَا ذَمٌّ.

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ باتفاق مسلمین شریعت میں اس طرح کے (ظنی

وبلادلیل) معاملے کا حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، مدح یا ذم کا کوئی ظاہری حکم بھی لاگو نہیں ہوگا۔'' (منهاج السنّة : 471,470/4)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

قُلْتُ : هٰذَا شَيْءٌ لَّا يَصِحُّ فَمَنِ الَّذِي اطَّلَعَ عَلَيْهِ؟

''میں کہتا ہوں: اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے، پس کس کے پاس اس کا ثبوت ہے؟'' (تاريخ الإسلام : 469/4)

✿ مؤرخ ابن خلدون رحمہ اللہ (۸۰۸ھ) لکھتے ہیں:

مَا يُنْقَلُ مِنْ أَنَّ مُعَاوِيَةَ دَسَّ إِلَيْهِمُ السُّمَّ مَعَ زَوْجِهٖ جَعْدَةَ بِنْتِ الْأَشْعَثِ فَهُوَ مِنْ أَحَادِيثِ الشِّيعَةِ وَحَاشَا لِمُعَاوِيَةَ مِنْ ذٰلِكَ .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کا زہر کی سازش میں شامل ہونا، یہ تو شیعہ کے قصے کہانیاں ہیں، اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایسی تہمت سے پاک رکھے۔'' (تاریخ ابن خلدون : 527/2)

الحاصل:

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دینا ثابت نہیں، یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا جھوٹ اور اتہام ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں مروی تمام کی تمام روایات من گھڑت اور خود ساختہ ہیں۔

سوال: کیا رمضان میں کافروں کو عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: رمضان میں بھی کافروں کو عذاب ہوتا ہے، رمضان میں کافروں سے عذاب موقوف ہونے پر کوئی دلیل معلوم نہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا یا نہیں؟

جواب: جادو برحق ہے، نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا تھا۔ جادو ایک مرض ہے، دیگر امراض کی طرح یہ بھی انبیا کو لاحق ہو سکتا تھا، قرآن وحدیث میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام پر جادو نہیں ہو سکتا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

''بنو زریق کے لبید بن الاعصم نامی ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ پر جادو کر دیا، آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ کسی کام کو کر رہے ہیں، حالانکہ کیا نہ ہوتا تھا، حتی کہ ایک دن یا ایک رات جبکہ آپ ﷺ میرے پاس تھے، آپ نے بار بار دعا کی، پھر فرمایا: اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی ہے، جو میں اس سے پوچھ رہا تھا؟ میرے پاس دو آدمی آئے، ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کس نے کیا ہے؟ کہا: لبید بن اعصم نے، اس نے کہا: کس چیز میں؟ کہا: کنگھی، بالوں اور نر کھجور کے شگوفے میں۔ اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہا: بئرِ ذروان میں۔ آپ ﷺ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ وہاں گئے، پھر واپس آئے اور فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی گویا کہ مہندی ملا ہوا تھا اور اس کی کھجوریں گویا شیطانوں کے سر تھے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) میں نے کہا: کیا آپ نے اسے نکالا ہے؟ فرمایا: نہیں، مجھے تو اللہ نے عافیت دے دی ہے، میں اس بات سے ڈر گیا کہ اس کا

شر لوگوں میں اٹھاؤں۔''

(صحيح البخاري : 5766، صحيح مسلم : 2189)

یہ متفق علیہ حدیث دلیل قاطع اور برہانِ عظیم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا تھا۔ یہ حدیث بالاتفاق ''صحیح'' ہے، ہاں وہ معتزلہ فرقہ اس کا انکاری ہے، جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے، وہ نہ صرف اس حدیث کا منکر ہے، بلکہ اور بھی کئی احادیثِ صحیحہ کا منکر ہے۔

❀ امام نعیم بن حماد خزاعی رحمہ اللہ (۲۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُعْتَزِلَةُ تَرُدُّونَ أَلْفَيْ حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ نَحْوَ أَلْفَيْ حَدِيثٍ .

''معتزلہ احادیثِ نبویہ میں سے دو ہزار یا اس کے لگ بھگ احادیث کا انکار کرتے ہیں۔''

(سنن أبي داوٗد، تحت الحديث : 4772، آخر كتاب السّنّة، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت اور امت کے جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ جادو برحق ہے، دیگر ثابت شدہ باتوں کی طرح اس کی بھی حقیقت ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگوں نے جادو کا انکار کیا، اس کی حقیقت کی نفی کی۔ اس اتفاقی عقیدے میں باطل اور بے حقیقت خیالات داخل کیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جادو کا ذکر قرآن میں کیا ہے، فرمایا ہے کہ اسے سیکھا جا سکتا ہے، اس کے سیکھنے والے کی تکفیر کی طرف اشارہ کیا اور اس سے میاں بیوی کے مابین جدائی کروائی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ایک بے حقیقت چیز سے نہیں ہو سکتا۔ کوئی شخص ایسا علم کیوں کر سیکھے گا،

جس کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو۔اس حدیث میں بھی جادہ کا اثبات ہے، جادو کچھ اشیا کو دفن کر کے کیا گیا، جنہیں بعد میں نکالا گیا۔ یہ ساری باتیں جادو کے منکرین پر رد ہیں......بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو یہ خیال گزرتا تھا کہ میں نے اپنی بیویوں سے مباشرت کی ہے، حالانکہ ایسا ہوا نہ ہوتا تھا، یہ بات تو اکثر انسانوں کو خواب میں بھی لاحق ہوتی رہتی ہے، اس بے حقیقت کیفیت کا آپ ﷺ کو بیداری میں پیش آجانا کوئی بعید نہیں۔ ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو کسی کام کا خیال آتا تھا کہ آپ نے وہ کیا ہے، جبکہ کیا نہ ہوتا، لیکن آپ ﷺ اپنے اس خیال کے صحیح ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے، لہٰذا (جادو کے دوران بھی) آپ ﷺ کے تمام اعتقادات درست رہے، یوں ملحدین کے لیے اعتراض کا کوئی راستہ نہ بچا۔"

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم : 7/86-87)

سوال: کیا مشرک کی بخشش ہے یا نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں سے کسی صفت میں غیر اللہ کو ذرا برابر شریک ٹھہرانا شرک ہے۔ جو بندہ شرک کرتا تھا اور بغیر توبہ کیے مر گیا، اس کی بخشش نہیں ہے، وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا، اس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی کر دیا ہے، البتہ جو مرنے سے پہلے پہلے شرک سے تائب ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے گا، بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا﴾(النّساء : ٤٨)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے (اللہ پر) بہت بڑا بہتان باندھا۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾

(المائدة : ٧٢)

''یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مشرک جب اپنے شرک پر مر جائے، تو وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوگا، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جیسے چاہے معاف کر دے گا، البتہ گناہگار مسلمان جو مشرک نہیں ہونگے، وہ اس کی مشیت کے تحت ہوں گے، جسے چاہے گا، معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا، عذاب دے گا۔''

(فتح القدير : ٥٤٩/١)

دراصل شرک تمام نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے، مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(الأنعام : ٨٨)

''اگر (بالفرض مذکورہ اٹھارہ) انبیا بھی شرک کرتے ،تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے۔''

شرک کے ہوتے ہوئے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور سابقہ اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں،تو نجات کیسے ممکن ہے؟

(سوال): جادو کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جادو کی بعض اقسام کفر ہیں، ان سے آدمی کافر ومشرک ہو جاتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جادو کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے، چنانچہ سات ہلاک کر دینے والے گناہوں کے تذکرہ میں شرک کے بعد جادو کو بیان کیا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچیں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا: ۱۔اللہ کے ساتھ شرک، ۲۔جادو، ۳۔اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا، ۴۔سود کھانا، ۵۔یتیم کا مال کھانا، ۶۔لڑائی میں پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا، ۷۔پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

(صحيح البخاري : 2766، صحيح مسلم : 2874)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ أَتٰی عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ .

''جو شخص عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس آیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔''

(مسند الطّیالسي :381، المعجم الأوسط للطّبراني : 1453، وسندهٗ صحیحٌ)

ایسی بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، لہٰذا یہ مرفوع حکمی ہے۔

جادوگر کی بات کی تصدیق کرنے والا کافر ہوجاتا ہے، تو خود جادوگر بالا ولیٰ کافر ہوگا۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جادو ایک جامع لفظ ہے، جو مختلف معانی کو شامل ہے، جادوگر سے کہا جائے گا کہ وہ جس چیز کے ساتھ جادو کرتا ہے، اسے بیان کرے، اگر اس میں صریح کفریہ کلام ہو، تو اسے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کرلے، تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال مالِ فے کے طور پر قبضہ میں لے لیا جائے، لیکن اگر وہ ایسا کلام ہو، جو کفریہ نہ ہو اور غیر معروف ہو، اس سے کسی کو نقصان نہ دیا ہو، تو اسے اس کام سے منع کر دیا جائے، اگر دوبارہ ایسا کرے، تو تعزیری سزا دی جائے اور اگر وہ کوئی ایسا عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہے، جس سے جادو زدہ شخص قتل ہوجائے، تو اسے تعزیزی سزا دی جائے اور اگر وہ جان بوجھ کر ایسا عمل کرے، جس سے جادو زدہ شخص قتل ہوجائے اور جادوگر خود کہے کہ میں نے اسے قتل کا ارادہ کیا تھا، تو اسے قصاصاً قتل کر دیا جائے گا، ہاں اگر مقتول کے اولیا دیت لینا چاہیں، تو دیت لے لیں۔''

(الأمّ : ۱/۳۹۱۔۳۹۲)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ جادو کا حکم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کبھی جادو کفر ہوتا ہے اور کبھی کفر نہیں، بلکہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے، اگر تو اس میں کوئی قول یا فعل ایسا ہو جو کفر کو مستلزم ہے، تو اس صورت میں یہ جادو کفر ہوگا،

ورنہ نہیں، رہا اس کا سیکھنا اور سکھانا، تو یہ حرام ہے، اگر یہ کفر کو متضمن ہو، تو کفر ہے، ورنہ نہیں، جب اس میں کوئی کفریہ کلام نہ ہو، تو اس کے مرتکب کو تعزیری سزا دے کر توبہ کروائی جائے گی۔''

(شرح مسلم : ١٤/١٧٦)

۞ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اس مسئلہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے گی، اگر جادو ایسا کلام ہے، جس میں غیر اللہ کی تعظیم ہو، مثلاً ستاروں اور جنوں وغیرہ کی، جو کفر تک لے جاتا ہے، تو یہ لامحالہ کفر ہے، ہاروت اور ماروت کا جادو (جو اس قوم کے لیے آزمائش تھا) اسی طرح کا تھا، جیسا کہ سورت بقرہ میں مذکور ہے، یہ بلا شبہ کفر تھا، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾(البقرة : ١٠٢) ''سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا، بلکہ ان شیطانوں نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔'' اور اگر جادو کفر کا متقاضی نہ ہو، جیسے بعض چیزوں مثلا تیل وغیرہ کی خاصیات سے مدد چاہنا، تو یہ سخت حرام ہے، لیکن یہ اپنے مرتکب کو کافر نہیں بناتا۔''

(أضواء البَيان : ٤/٤٥٦)

۞ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''جادو دو طرح سے شرک ہے، ایک تو شیطانوں سے مدد لینے کے لیے ان کے مطالبات مانے جاتے ہیں اور دوسرے اس میں علم غیب کا دعویٰ کیا جاتا ہے، یہ شرک و کفر کی ایک منزل ہے۔''

(القول السّديد، ص ٧٤_٧٥)

۞ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ﴾(النّساء : ٥١)

''وہ (بعض اہل کتاب) جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں۔'' میں ''جبت'' سے مراد کاہن اور ''طاغوت'' سے مراد جادوگر ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : ٩٧٥/٣، وسندهٔ حسنٌ)

۞ محمد بن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔

(تفسير الطّبري : ٩٧٨٦، وسندهٔ صحيحٌ)

۞ ابو العالیہ اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ کے نزدیک ''جبت'' سے مراد جادوگر اور ''طاغوت'' سے مراد کاہن ہے۔

(تفسير الطّبري : ٩٧٧٩، ٩٧٨٠، ٩٧٧٨، وسندهٔ صحيحٌ)

۞ ابو مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''طاغوت'' سے مراد کاہن ہیں۔

(تفسير ابن أبي حاتم : ٩٧٦/٣، وسندهٔ حسنٌ)

سوال: کیا جادو کی حقیقت ہے؟

جواب: جادو کی حقیقت ہے، یہ ایک مرض ہے، جو اللہ کے حکم سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ معتزلہ اس کے قائل نہیں۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) نقل کرتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ السِّحْرَ لَهُ حَقِيقَةٌ إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ، فَإِنَّهُ قَالَ : لَا

حَقِيقَةَ لَهُ عِنْدَهُ .

''ائمہ ثلاثہ جادو کی حقیقت ہونے پر متفق ہیں، سوائے ابو امام حنیفہ رحمہ اللہ کے، وہ کہتے ہیں کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۲۱۲/۱)

❀ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾(الفلق : ٤)
''میں گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' اور بسیر بن اعصم کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے والی حدیث عائشہ جادو کی حقیقت وتاثیر پر دلیل ہے، البتہ اہل کلام اور معتزلہ وغیرہ کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ جادو کی کوئی تاثیر نہیں، نہ مرض میں، نہ قتل میں اور نہ آسانی ومشکل میں، وہ کہتے ہیں کہ اس سے صرف دیکھنے والوں کی آنکھوں کو دھوکا دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ بات صحابہ وسلف صالحین سے منقول متواتر آثار، فقہا، مفسرین، محدثین اہل دل صوفیا اور دیگر عقلا کے اجماع کے خلاف ہے، جادو مرض، ثقل، تنگی وکشادگی، محبت ونفرت اور بدمستی کی صورت میں اثر انداز ہوتا ہے، یہ ایسے زندہ حقائق ہیں، جنہیں عام لوگ بھی جانتے ہیں اور اکثر لوگ اس مصیبت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اسے مشاہداتی طور پر جانتے ہیں۔''

(بدائع الفوائد : ۲۲۷/۲)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): لقطہ کسے کہتے ہیں؟

(جواب): بے جان شے، جو رستے میں گری پڑی ملے، لقطہ کہلاتی ہے، مثلاً چلتے چلتے کسی کی رقم گری پڑی ہو یا کوئی زیور وغیرہ۔ اگر کوئی گم شدہ جانور ملے، تو اسے ''ضالہ'' کہتے ہیں۔ ان کے خاص احکامات ہیں۔

(سوال): اگر لقطہ (گری پڑی بے جان شے) یا ضالہ (گم شدہ جانور) ملے، تو اس کا کیا کیا جائے؟

(جواب): لقطہ اور ضالہ کے احکامات ذیل کی احادیث میں مندرج ہیں، ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک آدمی نے آ کر لقطہ (گری ہوئی چیز) کے متعلق پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھیے، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کیجیے، اگر اس کا مالک آجائے، تو (اسے دے دیں) ورنہ اپنی ضرورت پوری کر لیں۔ انہوں نے پوچھا: اگر راستہ میں گمشدہ بکری مل جائے (تو اس کا کیا حکم ہے)؟ فرمایا: وہ آپ کی ہوگی یا آپ کے بھائی کی، یا پھر بھیڑیا کھالے گا۔ انہوں نے پوچھا: گمشدہ اونٹ ملے، (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: اس کے ساتھ جوتے اور

اس کا مشکیزہ موجود ہے، وہ خود ہی پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا، اس طرح کسی نہ کسی دن اس کا مالک اسے پالے گا۔''

(صحيح البخاري : 2429، صحيح مسلم : 1722، المنتقى لابن الجارود : 666)

❁ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے لقطہ (گری ہوئی چیز) کے متعلق پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کریں، اگر کوئی آکر آپ کو اس کے برتن اور بندھن کے متعلق بتادے (تو اسے اس کا مال واپس کردیں)، ورنہ اس سے فائدہ اٹھالیں۔ اس دیہاتی نے آپ سے اونٹ کے متعلق پوچھا، جو راستہ بھول گیا ہو، تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، فرمایا: آپ کا اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کے جوتے اور اس کا مشکیزہ موجود ہے، وہ خود ہی پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا، اسے چھوڑ دیں تا آنکہ اس کا مالک اسے پالے۔ انہوں نے گمشدہ بکری کے متعلق پوچھا (اگر مل جائے تو کیا کیا جائے)؟ فرمایا: وہ آپ کی ہوگی یا آپ کے بھائی کی ہوگی یا بھیڑیا اسے اٹھالے جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2427، صحيح مسلم : 1722، المنتقى لابن الجارود : 667)

❁ سیدنا سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے ایک کوڑا ملا اور میں نے اسے اٹھالیا، زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ نے مجھ پر اعتراض کیا، میں نے کہا: اگر مجھے اس کا مالک مل گیا، تو میں اس کے حوالے کردوں گا، ورنہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ سوید کہتے ہیں:

میں نے اس کا تذکرہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کیا تو انھوں نے فرمایا: آپ نے ٹھیک کیا، ٹھیک کیا ہے، مجھے ایک تھیلی ملی تھی میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اور اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک مزید اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ آپ نے فرمایا: اس کی گنتی، تھیلی اور بندھن کو ذہن نشین کر لیں، اگر اس کا مالک آجائے، تو اسے دے دینا، ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا۔''

(صحيح البخاري: 2426، صحيح مسلم: 1723)

❀ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ لَّمْ تُعْتَرَفْ فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا ثُمَّ كُلْهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ (گری ہوئی چیز) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہیے، اگر اسے پہچاننے والا کوئی

آدمی نہ آئے،تو اس کی تھیلی اور تسمے (یعنی علامات) کو ذہن نشین کر کے اسے کھالیں،اگر (کسی وقت) اس کا مالک آ گیا،تو اسے دے دینا۔''

(صحيح مسلم : 1722، المنتقى لابن الجارود : 669)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''مزینہ قبیلے کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا: جو چیز شارع عام یا آباد بستی سے ملے،تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کیجیے،اگر اس کا متلاشی آ جائے،تو اس کے حوالے کر دیں، ورنہ اپنی ضرورت پوری کر لیں،کسی بھی دن اگر کوئی آدمی اس کا مطالبہ کرنے آ جائے،تو اسے دے دینا اور جو چیز ویران راستے یا بے آباد بستی سے ملے،تو اس میں اور دفینہ میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا ہوگا۔''

(سنن أبي داوٗد : 1710، سنن النّسائي : 4961، سنن التّرمذي : 1289، سنن ابن ماجه : 2596، وسنده حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۲۷) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۷۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ یہ حدیث عمرو بن شعیب سے ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

❁ سیدنا مطرف بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ الْتَقَطَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَوْ ذَوَيْ عَدْلٍ وَّلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ .

''جس کو کوئی گری پڑی چیز ملے، تو وہ ایک یا دو منصف آدمیوں کو اس پر گواہ بنا لے، اس کو چھپا کر نہ رکھے، نہ ہی اس کو غائب کرے، اگر اس کا مالک آ جائے، تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے، ورنہ وہ اللہ کا مال ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 266/4، سنن أبي داوٗد : 1709، سنن ابن ماجه : 2505، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۸۹۴) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۷۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: اگر لقطہ کا مالک نہ ملے، تو کیا وہ چیز مالک کی طرف سے صدقہ کی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔ صدقہ کی جاسکتی ہے، مگر ضروری نہیں۔

سوال: اگر کوئی بیش قیمت چیز ملے، تو کیا وہ مسجد میں لگائی جاسکتی ہے؟

جواب: بیش قیمت چیز ملے، تو اس کے لقطہ والے احکام ہیں، یعنی عرصہ تک اس کا اعلان کیا جائے، اگر پھر بھی مالک نہ ملے، تو مسجد مدرسہ میں خرچ ہوسکتی ہے، واللہ اعلم!

سوال: لقطہ کو افطاری میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر ملنے والی چیز قیمتی ہے، تو اس کا اعلان کیا جائے اور اگر قیمتی نہیں، تو چیز کو اٹھانے والا اسے کہیں بھی خرچ کرسکتا ہے۔

سوال: مسلمان میت کی جیب سے جو رقم نکلی، اس کا کیا کیا جائے؟

جواب: وہ رقم وارثوں کے سپرد کی جائے، البتہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے، تو بہتر ہے، بشرطیکہ ورثاء راضی ہوں۔

(سوال): عرصہ دراز تک اگر لقطہ کے مالک کا پتہ نہ چلے، تو کیا اس چیز کو بیچنا جائز ہے؟

(جواب): ایک عرصہ تک اعلان کرنے کے باوجود بھی مالک کا پتہ نہ چلے، تو جس شخص کو وہ چیز ملی تھی، اسے چاہیے کہ اس چیز کی مقدار اور حیثیت کو نوٹ کر لے اور اسے اپنے استعمال میں لے آئے، وہ اس کا مالک ہے، اس میں مکمل تصرف کا حق رکھتا ہے، اسے بیچ بھی سکتا ہے اور اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔ البتہ اگر استعمال کے بعد بھی چیز کا مالک واپس آجائے اور اس چیز کا مطالبہ کرے، تو وہ اسے وہ چیز یا اس کی قیمت واپس لوٹائے۔

❁ سیدنا سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے ایک کوڑا ملا اور میں نے اسے اٹھا لیا، زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ نے مجھ پر اعتراض کیا، میں نے کہا: اگر مجھے اس کا مالک مل گیا، تو میں اس کے حوالے کر دوں گا، ورنہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ سوید کہتے ہیں: میں نے اس کا تذکرہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ نے ٹھیک کیا، ٹھیک کیا ہے، مجھے ایک تھیلی ملی تھی میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اور اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک مزید اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو

اسے پہچان سکتا ہو۔ آپ نے فرمایا: اس کی گنتی، تھیلی اور بندھن کو ذہن نشین کر لیں، اگر اس کا مالک آجائے، تو اسے دے دینا، ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا۔''

(صحيح البخاري : 2426، صحيح مسلم : 1723)

(سوال): کسی قبر پر کوئی چیز پڑی ملے، تو اس کا کیا کیا جائے؟

(جواب): بعض لوگ قبروں پر نذرانے کے لیے قیمتی اشیا رکھ جاتے ہیں، یہ پیسے کا ضیاع ہے، اس سے صاحب قبر یا رکھنے والے کو کچھ فائدہ حاصل ہونے والا نہیں، بلکہ یہ ناجائز نذرانہ اور ناحق وسیلہ ہے۔

جہاں تک سوال کا تعلق ہے، تو قبر پر پڑی قیمتی چیز کو نہ اٹھایا جائے، کیونکہ اس کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

(سوال): کیا غیر آباد علاقے میں گری پڑی چیز کا حکم بھی لقطہ والا ہے؟

(جواب): جی ہاں، اس کا حکم بھی لقطہ والا ہے، ممکن ہے کہ کسی راہ گیر مسافر سے گر گئی ہو گی، اس کا بھی عرصہ تک اعلان کیا جائے، مالک آجائے، تو اسے دے دی جائے اور اگر مالک نہ آئے، تو اپنے استعمال میں لائی جا سکتی ہے۔

(سوال): کیا لقطہ کو اعلان کے بعد غنی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے؟

(جواب): لقطہ کا ایک مدت تک اعلان کیا جائے، اگر کوئی مالک نہ ملے، تو اس چیز کی مقدار اور حیثیت کو ذہن نشین کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے، اس میں امیر وغریب کی کوئی قید حدیث میں بیان نہیں ہوئی، لہٰذا امیر آدمی بھی لقطہ کی رقم استعمال کر سکتا ہے۔

(سوال): کیا گرے پڑے ایک لاکھ روپے پر بھی لقطہ کا حکم لگے گا؟

(جواب): جی ہاں، ایک لاکھ روپے پر لقطہ کا حکم نافذ ہوگا۔

(سوال): حدیث قدسی: ''زمانے کو گالی مت دیں۔'' کا کیا مطلب ہے؟

(جواب): سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ .

''زمانے کو برا بھلا مت کہیں، اللہ تعالیٰ ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہے۔''

(صحیح مسلم: 2246)

''دھر'' زمانے اور وقت کو کہتے ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''دھر'' کی تعریف میں فرماتے ہیں:

اَلدَّهْرُ الَّذِي هُوَ الزَّمَانُ أَوْ مَا يَجْرِي مَجْرَى الزَّمَانِ .

''دہر سے مراد زمانہ ہے یا جو اس میں ہو رہا ہو، ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 2/494)

زمانے کا نظام اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جیسے چاہتا ہے، بدلتا رہتا ہے۔ زمانے کو برا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ زمانے کو گالی دینا حرام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کا خالق ہے، حقیقت الامر میں دہر (زمانہ) کسی شے کا مالک نہیں، نہ ہی کچھ کر سکتا ہے، زمانے میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: 140)

''ہم لوگوں کے دن بدلتے رہتے ہیں۔''

❀ حدیث قدسی ہے:

أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ . ''میں ہی دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 4826، صحيح مسلم : 2246)

دن اور رات دہر ہیں، ان میں تدبیر وتصرف اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ فلاسفہ دہر اور زمانے میں فرق کرتے ہیں، اس فرق پر کوئی دلیل نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

''قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض غیر محقق لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دھر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، جبکہ یہ بات غلط ہے، کیونکہ دھر تو دنیا کے وقت کی مدت کو کہتے ہیں۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ دھر سے مراد دنیا میں اللہ کے کیے گئے کاموں کی مدت ہے، یا اللہ تعالیٰ کے وہ کام ہیں، جو (کسی بھی چیز کی) موت سے پہلے تک ہوں۔ بعض جاہل دھریہ اور معطلہ نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے پکڑی ہے اور ناپختہ اہل علم پر حجت بازی کی ہے۔ کیونکہ ان (دھریہ وغیرہ) کے نزدیک دھر سے مراد کائنات کی حرکات اور عالَم کی مدت ہے۔ ان کے نزدیک اس (دھر) کے علاوہ کوئی ذات کچھ کرنے والی نہیں ہے۔ (گویا اللہ کا وجود نہیں ہے۔) جبکہ ان کے رد کے لیے حدیث کا دوسرا حصہ ہی کافی ہے کہ جس میں ہے: ''میں زمانہ ہوں، اس کی رات اور دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔'' بھلا کوئی چیز اپنے آپ کو کیسے الٹ پلٹ کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان (دھریہ) کی بہتان بازیوں سے بہت بلند ہے۔''

(فتح الباري : 566/10)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے:

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ .

''ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، وہ وقت کو برا بھلا کہتا ہے، جبکہ میں ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہوں، اختیار میرے ہاتھ میں ہے، میں ہی دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 4826 ، صحيح مسلم : 2246)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''(حدیث قدسی میں) فرمان باری تعالیٰ: ''میں ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہوں۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ میں ہی وقت کو لانے والا ہوں، اس کے لیل ونہار کو خوشحالی اور تنگ حالی میں بدلنے والا ہوں۔ جبکہ بعض کافر تو کہتے ہیں کہ انہیں وقت ہلاک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسوں کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ان کفار کو اس بات کا ذرا بھی علم نہیں ہے، بلکہ خود سے ہی یہ گمان کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ جو اپنے ہلاک کرنے والے کو گالی دیتا ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے، کیونکہ کفار یہ گمان کرتے تھے کہ انہیں وقت ہلاک کرتا ہے، جبکہ ہلاک کرنے والا تو اللہ تعالیٰ خود ہے، نہ کہ زمانہ۔ یوں اس زمانے کو گالی دیتے ہیں، جس میں ان کی ہلاکت ہوئی۔ جبکہ گالی ان کی طرف سے ان

کے خالق کو جائے گی، جو انہیں ہلاک کرنے والا ہے، نہ کہ زمانے کو، جس کا اس ہلاکت میں کوئی کردار نہیں، کیونکہ زمانے کو پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 4/113)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنٰى هٰذَا : أَنَّ الْجَاهِلِيَّةَ كَانُوا يَقُولُونَ : يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ ، فَعَلَ بِنَا كَذَا وَكَذَا، فَيُسْنِدُونَ أَفْعَالَ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلَى الدَّهْرِ ، وَيَسُبُّونَهٗ، وَإِنَّمَا الْفَاعِلُ لِذٰلِكَ هُوَ اللّٰهُ، عَزَّ وَجَلَّ ، فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ، هٰكَذَا قَرَّرَهُ الشَّافِعِيُّ وَأَبُو عُبَيْدٍ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْعُلَمَاءِ، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ .

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اہل جاہلیت (مصیبت کے وقت) کہا کرتے تھے: اے زمانے کی مصیبت! ہمارے ساتھ ایسا ایسا ہی ہونا تھا۔ یوں وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کر دیتے تھے اور اسے برا کہتے۔ جبکہ ان کا فاعل اللہ عزوجل ہی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا۔ امام شافعی اور امام ابوعبید وغیرہما رحمہم اللہ نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 6/480)

نیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کافر دہریہ اور ان کے ہم نوا مشرکین عرب، جو آخرت کے منکر ہیں، کے متعلق خبر دی ہے: ﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا﴾ '' کہتے ہیں کہ صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے، جس میں ہم زندہ ہیں اور پھر مر جائیں گے۔'' یعنی صرف دنیاوی زندگی ہی ہے، جس میں کچھ

لوگ مر جاتے ہیں اور دوسرے زندگی کے مزے لیتے ہیں۔ نہ آخرت کا کوئی وجود ہے اور نہ قیامت کا دن ہوگا۔ یہ مشرکین عرب کہا کرتے تھے، جو دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر تھے، نیز یہ عقیدہ ان فلاسفہ کا بھی کیا، جو الہٰ کو مانتے ہیں، لیکن کائنات کی ابتدا اور دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر ہیں، اسی طرح اس کے قائلین میں وہ دہریہ بھی شامل ہیں، جو کہتے ہیں کہ زمانہ خود ہی چل رہا ہے، اسے بنانے والا کوئی نہیں ہے، ان کا نظریہ ہے کہ ہر چھتیس ہزار سال بعد زمانہ پھر وہیں لوٹ آتا ہے، جہاں وہ پہلے تھا، نیز یہ کہتے ہیں کہ زمانے کا یہ چکر کئی بار ہو چکا ہے اور کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ ان لوگوں نے عقل کو بڑا جانا اور منقول (کتاب وسنت) کو جھٹلا دیا، اسی لیے انہوں نے کہہ دیا: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ ''ہمیں وقت ہی ہلاک کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ ''ان لوگوں کو اپنی بات کا علم ہی نہیں، یہ تو محض گمان کرتے ہیں۔'' یعنی وہم اور خیال کرتے ہیں۔''

(تفسير ابن كثير : 7/268-269)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُولُوا : خَيْبَةَ الدَّهْرِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ .

''آپ ''ہائے زمانے کی مصیبت!'' نہ کہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہے۔''

(صحيح البخاري : 6182، صحيح مسلم : 2247)

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث نبوی: ''کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہے۔''
سے کسی کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ دہر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اہل جاہلیت کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو ناخوشگوار حالت پیش آتی، تو وہ اس مصیبت کو زمانے کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ یوں وہ زمانے کو گالی دیتے کہ اس مصیبت کا فاعل زمانہ ہی ہے، وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کے فعل اور اس کی قضا سے صادر ہوئی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں باخبر کیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فعل سے صادر ہوتا ہے، اس لیے جب تم اس مصیبت کے فاعل کو گالی دیتے ہو، تو یہ گالی اللہ تعالیٰ کو جاتی ہے۔''

(الحُجَّة في بَيان المَحَجَّة :1/178-179)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: أَنَا الدَّهْرُ، الْأَيَّامُ وَاللَّيَالِي لِي، أُجَدِّدُهَا وَأُبْلِيهَا، وَآتِي بِمُلُوكٍ بَعْدَ مُلُوكٍ .

''زمانے کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میں ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہوں۔ دن اور رات میرے ہیں، میں ہی انہیں خوشحال اور تنگ حال کرتا ہوں، میں ہی بادشاہت دیتا ہوں۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/496، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(فتح الباري : 10/565)

۞ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ : إِنَّ الدَّهْرَ هُوَ الَّذِي يُهْلِكُنَا هُوَ الَّذِي يُمِيتُنَا وَيُحْيِينَا فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَوْلَهُمْ .

''اہل جاہلیت کہا کرتے تھے: زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے، زمانہ ہمیں مارتا ہے، زمانہ ہمیں زندہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نظریات کا رد کیا۔''

(صحيح ابن حِبّان : 5715، المستدرك للحاكم : 3690، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''زمانے کو گالی دینے والا دو باتوں میں سے ایک کا شکار ہوتا ہے، یا تو وہ اللہ کو گالی دیتا ہے، یا اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زمانہ بھی فاعل ہے، تو وہ مشرک ہے، اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر کام کا فاعل ہے، چونکہ وہ فاعل کو گالی دیتا ہے، اس لیے وہ اللہ کو گالی دیتا ہے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد : 241/2)

اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا؟:

حدیث میں آیا ہے کہ جو زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ اس ایذا سے کیا مراد ہے؟

یاد رہے کہ ایذا دینے سے ضرر (نقصان) لازم نہیں آتا، کیونکہ بسا اوقات انسان کوئی ناپسندیدہ بات کلام سنتا ہے، یا کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتا ہے، اس سے اسے ایذا تو ہوتی ہے، لیکن ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی طرح بدبودار چیزوں سے ایذا تو ہوتی ہے، لیکن ضرر نہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے اپنے لیے ایذا کا اثبات کیا ہے اور اپنے لیے ضرر کی نفی کی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيناً﴾(الأحزاب : 57)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔''

❁ اسی طرح حدیث قدسی میں ہے:

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ ....

''ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، وہ وقت کو برا بھلا کہتا ہے......۔''

(صحيح البخاري : 4826 ، صحيح مسلم : 2246)

اللہ تعالیٰ نے خود سے ضرر کی نفی کی ہے۔

❁ آیت کریمہ ہے:

﴿إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا﴾(آل عمران : 176)

''وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

❁ حدیث قدسی میں ہے:

يَا عِبَادِي! إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي .

''میرے بندو! تم ہرگز مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

(صحيح مسلم : 2577)

اگر کوئی کہے کہ کلام اللہ، کلام رسول اور لغت میں مجاز ممنوع ہے، تو حدیث: ''میں زمانہ

ہوں۔'' کا مجازی معنی کیوں کیا گیا کہ ''میں زمانے کو بدلنے والا ہوں۔''؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی کلمے کا حقیقی اور معتبر معنی وہی ہوتا ہے، جس پر سیاق اور قرینہ دلالت کرے۔ وہ اس حدیث میں موجود ہے۔ أَنَا الدَّهْرُ کا معنی أَنَا مُقَلِّبُ الدَّهْرِ ہے، کیونکہ اس معنی پر سیاق دلالت کرتا ہے: أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ . ''دن رات کو میں الٹ پلٹ کرتا ہوں۔''

نیز یہ عقلاً محال ہے کہ خالق فاعل ہی مخلوق مفعول ہو اور جو مقلِّب (الٹ پلٹ کرنے والا) ہے، وہی مقلَّب (جسے الٹ پلٹ کیا گیا) ہو۔

دہر سے مراد دن اور رات ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ الٹ پلٹ کرتا ہے۔ ''دہر'' نہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، نہ اس کا نام۔ واللہ اعلم!

ایک وضاحت:

زمانے کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ جبکہ بعض احادیث میں قیامت سے پہلے زمانے کی مذمت بھی وارد ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس زمانے کے بارے میں خبر دی ہے کہ اس میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، ان کے یہ اعمال ہوں گے۔ اس سے حقیقت میں زمانے کی مذمت نہیں، بلکہ ان لوگوں کی مذمت ہے، جو اس زمانے میں ہوں گے۔ زمانہ تو ایک جیسا ہے، اس میں لوگ بدلتے رہتے ہیں۔ اچھے لوگ ہوں، تو اچھا زمانہ کہلاتا ہے، برے لوگ ہوں، تو اسے برا زمانہ کہہ دیا جاتا ہے، جیسے دورِ جاہلیت۔ اب اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا دور، جس میں جاہل لوگ گزرے ہوں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا زمانہ سب سے بہترین ہے، کیونکہ اس میں سب سے بہترین ہستی موجود تھی، اسی طرح صحابہ وتابعین وغیرہ کا دور خیر القرون سے موسوم کیا گیا ہے، اس کی بھی یہی وجہ ہے۔

(سوال): کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات زہر کھانے سے ہوئی؟

(جواب): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا طبعی موت فوت ہوئیں۔ بقیع میں دفن ہوئیں۔ روافض کا کہنا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زہر دیا تھا۔ یہ محض بہتان ہے۔

❀ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب حالت نزع میں تھیں، تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس آنے کو اجازت چاہی، ماں جی کہنے لگے: ڈرتی ہوں کہ وہ میری تعریف کرنے نہ بیٹھ جائیں، کسی نے عرض کیا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زادے اور معزز آدمی ہیں، فرمایا: بلا لیجئے! عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: مزاج گرامی کیسے ہیں؟ فرمایا: اگر اللہ کے ہاں اچھی ہوں، تو سب اچھا ہے، کہا: اچھا ہوگا ان شاء اللہ! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، آپ کے سوا کسی کنواری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نہیں ملا، قرآن نے آپ کی برأت کی۔ وہ چلے گئے، تو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں، ابھی ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تھے، وہ میری تعریف کرنے لگے، جبکہ میں چاہتی تھی کہ گمنام رہتی اور مجھے بھلا دیا جاتا۔''

(صحيح البخاري: 4753)

❀ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی بیمار پرسی کو آئے، سلام کہا اور بیٹھ گئے، فرمایا: ام المومنین! بشارت ہو، تھوڑا ہی وقت ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرنے والے صحابہ سے جدا ہونے

کو ہیں، آپ کی تکالیف ختم ہونے کو ہیں، آپ کی روح جہان فانی سے پرواز کرنے کو ہے۔ ام المومنین! آپ نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ تھیں، آپ کی پاکیزگی کی بنا پر یہ پیار آپ کو ملا تھا، آپ کی برأت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی تھی، روئے زمین پر کوئی مسجد ایسی نہیں کہ جہاں ان آیات کی دن رات تلاوت نہ ہوتی ہو، مقام ابواء، جہاں آپ کا ہار کھو گیا تھا، وہاں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ اس ہار کی تلاش میں رکے رہے، فجر کا وقت آن پہنچا، پانی تھا نہیں، سو اللہ نے آیت نازل کی: ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ......﴾ ''پانی نہ ملے، تو تیمّم کر لیا کریں......'' تیمّم کی رخصت لوگوں کو آپ ہی کی وجہ سے ملی، اللہ کی قسم! آپ بہت مبارک ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ابن عباس! ان باتوں کو چھوڑیئے۔ اللہ کی قسم! میری تو خواہش تھی کہ کاش مجھے بھلا دیا جاتا۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد: 1639، المستدرك للحاكم: 4/8؛ وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ لَا أُزَكّٰى بِهِ أَبَدًا .

''آپ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ مجھے نبی کریم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن نہ کرنا، بلکہ بقیع میں ہی میری سہیلیوں (ازواج مطہرات) کے ساتھ دفن کرنا۔ میں (نبی کریم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن ہو کر) اپنی تعریف نہیں کروانا چاہتی۔''

(صحيح البخاري :1391)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَاتَتْ عَائِشَةُ، فَدَفَنَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ لَيْلًا .

''عائشہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، تو انہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے رات کو دفن کیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 25005، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): وضو کے بعد درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): وضو کے بعد درود پڑھنا ثابت نہیں، یہ دین میں اضافہ ہے، وضو کے بعد جو مسنون دعائیں حدیث میں ثابت ہیں، وہ ہی پڑھنی چاہیے۔ بلاشبہ درود پڑھنا باعث فضیلت اور خوش بختی ہے، مگر کسی ذکر کو کسی عمل کے ساتھ یا وقت کے ساتھ خاص کرنا شریعت کا وظیفہ ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ایک روایت ملاحظہ فرمائیں؛

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَأَنَا أَقُولُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَيْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَقُولَ إِذَا عَطَسْنَا، أَمَرَنَا أَنْ نَّقُولَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ایک آدمی نے چھینک لی اور کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔'' اس پر سیدنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن اس موقع پر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں سکھایا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ''ہمہ وقت تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : 2738، مسند الحارث : 1890، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 265/4، شعب الإيمان للبيهقي : 8884، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

ثابت ہوا کہ جس طرح چھینک لینے کے بعد درود پڑھنا مسنون نہیں، بلکہ دوسری دعا مسنون ہے، بعینہٖ وضو کے بعد بھی درود مسنون نہیں، بلکہ دیگر دعائیں مسنون ہیں۔ جس طرح چھینک کے بعد درود سے منع کرنے سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما درود کے منکر نہیں ہوئے، اسی طرح وضو کے بعد درود سے منع کرنے سے کوئی درود کا منکر نہیں ہوتا، فافہم وتدبر!

سوال: دولہا اور دلہن کو کون سی دعا دی جائے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شادی کی مبارک باد ان الفاظ میں دیتے:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ.

''اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے اور آپ پر برکت نازل فرمائے اور دونوں کو خیر (اولاد) پر اکٹھا فرمائے۔''

(سنن أبي داوٗد : 2130؛ سنن التّرمذي : 1116؛ وسندهٗ حسنٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں؟

جواب: جی ہاں، اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ توقیفی ہیں، ہم اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے نام نہیں رکھ سکتے۔ اللہ کے نام وہ ہیں، جو اس نے خود قرآن میں یا اس کے رسول نے احادیث میں ثابت کر دیئے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے، مخلوق کو ان کے متعلق آگاہی نہیں دی۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا﴾(الأعراف : ۱۸۰)

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، تم اسے انہیں کے ساتھ پکارو۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾(طٰہٰ : ۸)

''اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، اس کے خوبصورت نام ہیں۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾

(بني إسرائيل : ۱۱۰)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن، جیسے بھی پکارو، اس کے اچھے

اچھے نام ہیں۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ .

''اللہ کے ننانوے نام ایسے ہیں کہ جو ان کو یاد کر لے گا، جنت میں داخل ہوگا۔''

(صحيح البخاري : ٧٣٩٢، صحيح مسلم : ٢٦٧٧)

کتاب و سنت کی ان نصوص سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے اوصاف کی وسعت کے حامل ان اسمائے حسنیٰ پر ایمان لانا واجب ہے، اس کا ہر نام اس کی کمال عظمت پر دلیل ہے، اسی لیے یہ اچھے ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

أَسْمَاؤُهٗ كُلُّهَا أَسْمَاءُ مَدْحٍ وَحَمْدٍ وَثَنَاءٍ وَتَمْجِيدٍ، وَلِذٰلِكَ كَانَتْ حُسْنٰى ، وَصِفَاتُهٗ كُلُّهَا صِفَاتُ كَمَالٍ .

''اللہ تعالیٰ کے تمام نام تعریف وثنا اور بزرگی کا پیکر ہیں، اسی لیے ان کو حسنیٰ کہا گیا ہے، اس کی تمام صفات بھی صفات کمال ہیں۔''

(مَدارج السّالكين : ١/١٤٤)

سوال: اللہ تعالیٰ کو ایشور، بھگوان وغیرہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے ایشور اور بھگوان وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرنا درست نہیں، ایک تو اس لیے کہ یہ الفاظ غیر مسلموں کی اصطلاحات ہیں، وہ اپنے معبودوں کے لیے استعمال کرتے ہیں، دوسرا ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ موجود ہیں، ان کے

ہوتے ہوئے ہمیں دوسرے ناموں کی طرف جانے کی ضرورت نہیں، تیسرا یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی نام کا ترجمہ ہے یا نہیں، اس بارے کچھ معلوم نہیں، ممکن ہے کہ ان ناموں میں غیر مسلموں کے مذہبی عقائد کی ترجمانی ہو۔ اس لیے عافیت کا راستہ یہی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں سے پکاریں، جو اہل سنت میں رائج ہیں اور قرآن وحدیث وسلف امت سے ثابت ہیں۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کے ناموں پر بندوں کے نام رکھے جاسکتے ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کے ذاتی ناموں پر بندوں کے نام نہیں رکھے جاسکتے۔ مثلاً کسی کا نام ''اللہ'' یا ''الرحمٰن'' وغیرہ رکھنا ممنوع ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے دیگر نام یا دیگر صفات پر مخلوق کے نام رکھنا جائز ہے، مگر اللہ کے نام اور صفات کے معنی وہ ہوں گے جو اس کی شایان شان ہے اور مخلوق کے ناموں کے معنی وہ ہوں گے، جو مخلوق کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر اچھی صف میں کمال حاصل ہے، جبکہ مخلوق کے لیے ایسا نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے ''الحی، العلیم، السمیع'' وغیرہ کے نام استعمال ہوئے ہیں، جبکہ یہی نام مخلوق کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں، تو معنی یہ ہوگا کہ جہاں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوئے ہیں، وہاں ان کے معنی وہ ہیں، جو خالق کے شایان شان ہیں، یعنی صفتِ حیات، علم اور سمع وغیرہ باری تعالیٰ کے لیے صفاتِ کمال ہے کہ وہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا، ان میں ذرا بھر بھی تعطیل نہیں۔ البتہ جہاں یہ الفاظ مخلوق کے لیے استعمال ہوئے ہیں، وہاں ان کا وہ معنی مراد ہے، جو مخلوق کے شایان شان ہے، یعنی مخلوق بھی ''حی، علیم اور سمیع'' وغیرہ ہے، مگر وہ نہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف تھی اور نہ ہمیشہ رہے گی، جبکہ خالق باری تعالیٰ کے لیے ایسا نہیں ہے، وہ ان صفات سے ہمیشہ سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لہٰذا

خالق کیلئے صفات کمال ہیں، جبکہ مخلوق کے لیے یہ صفات کمال نہیں ہیں۔

سوال: دوران استنجاء اللہ تعالیٰ کا نام لینا کیسا ہے؟

جواب: دوران استنجاء اللہ تعالیٰ کا نام یا ذکر کرنا جائز نہیں۔

❀ ابووائل شقیق بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِثْنَتَانِ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ الْعَبْدُ فِيهِمَا : إِذَا أَتَى الرَّجُلُ أَهْلَهٗ يَبْدَأُ فَيُسَمِّي اللّٰهَ، وَإِذَا كَانَ فِي الْخَلَاءِ .

''دو اوقات میں بندہ اللہ کا ذکر نہیں کر سکتا، ایک بسم اللہ پڑھ کر اپنی بیوی کے پاس آ کر، دوسرا بیت الخلا کے وقت۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : ١/١١٣، وسندهٗ صحيحٌ)

ابووائل رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ دوران مباشرت اور قضائے حاجت کے وقت ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: دوران نماز کسی شخص کو جواب دینے کے لیے بلند آواز سے کوئی ذکر کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔

سوال: ہم بستری کے دوران میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا کیسا ہے؟

جواب: ہم بستری سے پہلے دعا پڑھی جائے، دوران ہم بستری ذکر الٰہی جائز نہیں۔

سوال: کیا حیض و نفاس میں اللہ کا ذکر جائز ہے؟

جواب: حیض و نفاس کے ایام میں سوائے قرآن کریم کی تلاوت کے، تمام اذکار کیے جا سکتے ہیں، مثلاً اذان کا جواب، اذکار مسنونہ، ادعیہ ماثورہ اور درود وغیرہ۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهٖ .

''نبی کریم ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 373)

اگرچہ تلاوتِ قرآن بھی اللہ کا ذکر ہے، لیکن دوسرے دلائل سے معلوم ہو چکا ہے کہ جنابت میں رسولِ اکرم ﷺ ذکر کی یہ صورت اختیار نہیں کرتے تھے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرَادَتْ بِهِ الذِّكْرَ الَّذِي هُوَ غَيْرُ الْقُرْآنِ، إِذِ الْقُرْآنُ يَجُوزُ أَنْ يُسَمَّى الَّذِي ذُكِرَ، وَقَدْ كَانَ لَا يَقْرَؤُهٗ وَهُوَ جُنُبٌ، وَكَانَ يَقْرَؤُهٗ فِي سَائِرِ الْأَحْوَالِ .

''اس سے مراد تلاوتِ قرآن کے علاوہ ذکر ہے، اگرچہ قرآن کو بھی ذکر کہا جا سکتا ہے، لیکن آپ ﷺ حالتِ جنابت میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ باقی حالات میں پڑھتے رہتے تھے۔''

(صحيح ابن حبّان : 82/3)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِلْجُنُبِ؛ لِأَنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ إِذَا أُطْلِقَ لَا يُرَادُ بِهِ الْقُرْآنُ .

''اس حدیث میں جنبی کے لیے تلاوت قرآن کے جواز کی دلیل نہیں، کیونکہ جب ''ذکر اللہ'' کا لفظ مطلق بولا جائے، تو اس سے قرآن کریم مراد نہیں ہوتا۔''

(فتح الباري لابن رجب : 45/2)

❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں دوشیزائیں، حائضہ عورتیں اور پردہ نشین خواتین کو بھی عیدگاہ میں لے کر جائیں، البتہ حائضہ نماز کی جگہ سے الگ رہیں، جبکہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ فرمایا: اس کی اسلامی بہن اسے اپنی چادر دے دے۔''

(صحيح البخاري :981، صحيح مسلم : 890)

ثابت ہوا کہ حائضہ عورت مجالس وعظ میں شرکت بھی کر سکتی ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے نام یا صفات کی قسم کھائی جا سکتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے، خواہ نبی کریم ﷺ، خانہ کعبہ، امانت، جان ومال، جسم وروح وغیرہ کی ہو۔

❁ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دورانِ سفر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو باپ کی قسم کھاتے سنا، تو فرمایا:

اَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ .

''اللہ نے آباواجداد کی قسم کھانے سے منع کیا ہے، چنانچہ جس نے قسم کھانی ہو، وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ خاموش ہو رہے۔''

(صحيح البخاري : 6646، صحيح مسلم : 1646)

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ .

''نہ اپنے آبا کی قسمیں کھاؤ اور نہ ہی بتوں کی۔''

(صحيح مسلم : 1648)

امانت کی قسم کھانے کی شدید ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❀ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا .

''جس نے امانت کی قسم کھائی، وہ ہم میں سے نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 352/5، سنن أبي داوٗد : 3253، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (4363) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (298/4) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ .

''جو غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائے، اس کی قسم قبول نہیں، جیسے وہ نبی اور کعبہ کی قسم اٹھادے۔''

(الهِداية : 318/2، طبع بيروت)

❀ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْحَلِفَ بِالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ حَلِفٌ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کعبہ کی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی قسم ہے۔''

(البحر الرّائق : 311/4)

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کا نام لیتے وقت ساتھ ''سبحانہ وتعالیٰ'' کہنا ضروری ہے؟

(جواب): ضروری نہیں ہے، البتہ بہتر ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کا نام ''احمد'' ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کے ذاتی نام ''محمد'' اور ''احمد'' ہیں۔ اس کے علاوہ کئی صفاتی نام قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول حکایت کیا ہے:

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (الصّفّ: ٦)

''میں اپنے بعد ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں، جن کا نام نامی اسم گرامی ''احمد'' ہوگا۔''

❁ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي، الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ، الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ، الَّذِي لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

''میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، جس کے ذریعے اللہ نے کفر کو مٹایا، میں حاشر ہوں، میرے بعد حشر قائم ہوگا، میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(المُعجَم الكبير للطّبراني: 1523، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَالْحَاشِرُ، وَالْمَاحِي، وَالْخَاتَمُ، وَالْعَاقِبُ.

''میں محمد، احمد، حاشر، ماحی، خاتم اور عاقب (ﷺ) ہوں۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/81، المعجم الكبير للطّبراني : 1563، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (2 /604) نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدُ وَأَحْمَدُ وَالْعَاقِبُ وَالْمَاحِي وَالْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى عَقِبِي، وَالْعَاقِبُ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ.

''میرے کئی نام ہیں، میں محمد، احمد، عاقب، ماحی، حاشر (ﷺ) ہوں، حاشر اسے کہتے ہیں، جس کے بعد حشر قائم ہو اور عاقب کا معنی آخری نبی ہے۔''

(مسند البزّار : 3413، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بزار رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ نام کیا ہیں؟

جواب: اللہ کو عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نام سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں، کیونکہ ان میں کمال عبدیت کا اظہار ہے۔ یاد رہے کہ ان ناموں کا فائدہ تب ہے، جب اس کے تقاضوں کے مطابق عقائد واعمال کو اپنایا جائے، صرف نام رکھنے سے نجات نہیں، ورنہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبَی واصل جہنم نہ ہوتا۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِكُمْ إِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

''اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔''

(صحيح مسلم : 2132)

سوال: کیا ''محمد'' نام رکھنے کی فضیلت ثابت ہے؟

جواب: ''محمد'' نام رکھنے کے فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور پیغمبر کا نام نامی ہے۔ اگر کوئی محبت رسول میں آکر آپ کے نام پر اپنے بچے کا نام رکھے، یہ محبت کا کمال اظہار ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے نام بجائے گندے لوگوں کے ناموں پر رکھنے کے، جناب محمد رسول اللہ ﷺ یا آپ کے پاک باز صحابہ کرام کے ناموں پر رکھیں، تاکہ ہمارے ناموں میں ہی ہمارے مذہب وعقیدے کی ترجمانی ہو۔

البتہ ایسی کوئی صحیح دلیل ہمارے علم میں نہیں کہ جس میں ''محمد'' نام رکھنے کی فضیلت یا خصوصیت بیان کی گئی ہو، اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف اور نا قابل احتجاج ہیں۔ البتہ اس بارے میں عمومی دلائل موجود ہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ پر درود کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے بے شمار فضائل وثمرات ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الأحزاب: 56)

''اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔''

❀ امامِ مفسرین، امام طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يَحْتَمِلُ أَنْ يُّقَالَ : إِنَّ مَعْنٰى ذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ يَرْحَمُ النَّبِيَّ،

وَتَدْعُو لَهُ مَلَائِكَتُهُ وَيَسْتَغْفِرُونَ .

''اس آیت کا یہ معنی کرنا بھی ممکن ہے۔ اللہ نبی ﷺ پر رحمت کرتا ہے اور فرشتے آپ کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں۔''

(تفسير الطّبري : 174/19)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ پر دُرود کا معنی آپ کی تعظیم ہے۔ ہم اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہتے ہیں، تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ! محمد ﷺ کو عظمت عطا فرما۔ دنیا میں عظمت دینے سے مراد آپ کا ذکر بلند کرنا، آپ کا دین غالب کرنا اور آپ کی شریعت کو باقی رکھنا ہے، آخرت میں عظمت دینے سے مراد آپ کے ثواب میں اضافہ، آپ کی شفاعت قبول کرنا اور مقامِ محمود پر فائز کر کے آپ کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ربّ سے دُعا کرو کہ وہ آپ ﷺ کو عظمت عطا فرمائے۔''

(فتح الباري : 156/11)

❀ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَقِيتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي، وَقَالَ : إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ : مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ شُكْرًا .

''جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوش خبری سنائی، آپ کا رب فرماتا ہے: جو آپ پہ درود پڑھے گا میں اس پہ رحمت کروں گا، جو آپ پر سلام

کہے گا،اس پر سلامتی اتاروں گا۔ یہ سن کر میں نے سجدہ شکرادا کیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم :550/1، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیّدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، تو رخ انور پر خوشی تمتما رہی تھی۔ عرض کیا: چہرے پر خوشی کے آثار ہیں؟ فرمایا: ایک فرشتے نے مجھے کہا: اے محمد! آپ کا رب کہتا ہے کہ خوش ہو جائیں، جو آپ پر درود پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں اتاروں گا اور جو آپ پر سلام کہے گا، میں اس پر دس سلامتیاں نازل فرماؤں گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 29/4، 30؛ سنن النّسائي : 1283، 1295؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان (915) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہما اللہ (الفتح الكبير للسّيوطي، ح : 142) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ عراقی رحمہ اللہ نے سند کو 'جید' قرار دیا ہے۔

(تخريج أحاديث الإحياء، ح : 1004)

❀ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منبر لائیں۔ ہم منبر لائے، آپ ﷺ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو

جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 4/153، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''صحیح الاسناد''اور حافظ ذہبی نے''صحیح'' کہا ہے۔

درود وسلام پیغمبر اسلام سے اظہارِ محبت کا بے مثال ومنفرد انداز ہے، اس کے بے پناہ فوائد وثمرات بھی ہیں، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے چند ثمرات جلیلہ بیان کئے ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری حاصل ہوتی ہے۔

② اللہ عزوجل کے ساتھ درود میں موافقت ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارا اور اللہ تعالیٰ کا درود مختلف معانی ومطالب رکھتا ہے۔ ہمارے درود کا معنی دعا اور سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد ثنا وشرف کا بیان ہے۔

③ فرشتوں کے عمل سے مطابقت نصیب ہوتی ہے۔

④ دس رحمتیں ملتی ہیں۔

⑤ دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

⑥ نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ جاتی ہیں۔

⑦ دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔

⑧ دعا قبول ہوتی ہے۔

⑨ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

⑩ درود گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔

⑪ درود انسان کے غم واَلم کا مداوا ہے۔

⑫ درود پڑھنے والا روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہوگا۔

⑬ تنگ دست کے لیے درود صدقہ کے قائم مقام ہے۔

⑭ درود انسانی ضروریات پوری ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

⑮ درود پڑھنے والوں کو رحمتِ الٰہی اور فرشتوں کی دُعا نصیب ہوتی ہے۔

⑯ تزکیہ نفس کا باعث ہے۔

⑰ موت سے پہلے جنت کی بشارت مل جانے کا سبب ہے۔

⑱ قیامت کی ہولناکیوں سے نجات ملتی ہے۔

⑲ مجلس پاکیزہ ہوجاتی ہے اور روزِ قیامت ایسی محفل حسرت نہیں ہوگی۔

⑳ درود شریف سے فقر و فاقہ ختم ہوجاتا ہے۔

㉑ درود پڑھنے والے کو بخل سے نجات ملتی ہے۔

㉒ رسول اللہ ﷺ کی بددعا سے بندہ محفوظ ہوجاتا ہے۔

㉓ درود آپ کو جنت کا راہی بناتا ہے۔

㉔ حمد وثنا اور درود سے شروع کیا جانے والا کلام پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔

㉕ درود برکت کا باعث ہے، ذات میں عمل اور عمر میں اور دیگر اسباب و مصالح میں، درود پڑھنے والا رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل کے لئے برکت کی دعا کرتا ہے۔ یہ دعا بہرحال مستجاب ہے اور جنس کے موافق جزا دی جاتی ہے۔

㉖ درود رحمت کا ذریعہ ہے۔ صلوٰۃ کا معنی یا تو رحمت ہے۔ یا رحمت صلوٰۃ کے

لوازم وموجبات میں سے ہے، بہرحال اس سے رحمت الٰہیہ درود خواں پر نازل ہوتی ہے۔

درود رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دوام واضافے کا سبب ہے۔ یہ صفت مراتب ایمان میں سے ایک ہے جس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ انسان جس قدر زیادہ محبوب کا ذکر کرے، محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد رکھے گا اور ان مضامین کو جو محبت بھڑکا دینے والے ہیں پیش نظر رکھے گا، اسی قدر محبت بڑھے گی اور شوق کامل ہوگا۔ حتیٰ کہ تمام دل پر چھا جائے گا، لیکن جب ذکر چھوڑ دے اور اس کے محاسن کو دل میں جگہ نہ دے تب محبت کم ہو جاتی ہے۔

جس طرح محبوب کا دیدار آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اسی طرح محبوب کے محاسن کو یاد کرنا، دل کی تسکین کا سبب ہے۔ جب یہ صفت دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے، تو زبان خود بہ خود مدح اور ثنا کرنے لگتی ہے اور محبوب کی تعریف بیان کرتی ہے۔ اس صفت میں کمی وبیشی اصل محبت کی کمی بیشی کے موافق ہے۔ چنانچہ حس ومشاہدہ اس پر شاہد ہے۔

درود خوانی انسان کی ہدایت اور حیات قلب کا سبب ہے۔ جس قدر زیادہ درود پڑھے گا اور ذکر مبارک اس کی زبان پر آئے گا۔ اسی قدر محبت بھی دل پر غالب آئے گی۔ یہاں تک کہ دل میں کوئی شے ایسی باقی نہ رہ جائے گی جو آپ کے اوامر کا معارضہ کرے یا آپ کی تعلیم پر شک ہونے دے۔ بل کہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات اور تعلیمات اس کے دل پر روشن تحریر کے ساتھ لکھی جاتی ہیں اور جس قدر وہ آپ کے احوال میں غور کرتا ہے۔ اتنا ہی گویا لوح دل کی اس تحریر کو پڑھتا رہتا اور اس سے ہمیشہ ہدایت وفلاح اور انواع علوم کا اقتباس کرتا رہتا ہے۔ اب جس قدر اس کی بصیرت بڑھتی اور قوت معرفت زیادہ ہوتی جاتی ہے، اسی قدر زیادہ درود شریف کو بڑھاتا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم وعارفین سنت وہدایت نبوی اور متبعین احکام کی درود خوانی اور ہے،

جب کہ عام لوگوں کی درود خوانی اور قسم کی ہے۔ کیوں کہ انہیں جس قدر زیادہ تعلیم نبوی کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی، اسی قدر ان کی محبت بڑھتی جائے گی اور اسی قدر ان پر درود کی حقیقت جو اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے کھلتی جائے گی اور اس حقیقت کا عرفان ہوتا جائے گا۔

یہی حال ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کا کہ جس قدر زیادہ بندوں کو عرفان ہوگا اور جس قدر زیادہ اس میں اطاعت اور محبت کا مادہ ہوگا۔ اسی قدر اس کے ذکر کو غافلین کے ذکر سے امتیاز حاصل ہوگا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے صرف خبر سے نہیں۔ دیکھیے، ایک تو وہ شخص ہے جو جوش محبت سے محبوب کی صفات کا ذکر اور اس کی ثناء و تمجید کرتا ہے جس کے دل پر محبت قبضہ کئے ہوئے ہے اور ایک وہ ہے جو صرف قرائن سے ذکر کرتا ہے یا ایسے لفظ بولتا ہے جن کے معنی وہ نہیں جانتا۔ وہ تعریف کرتا ہے مگر زبان کے ساتھ دل موافقت نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں جو تفاوت ہوسکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔ ٹھیک وہی فرق ہوگا جو اجرت پر رونے والی اور پسر مردہ پر رونے والی میں فرق ہوتا ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کے نام سننے پر درود پڑھنا واجب ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کا نام لینے والے پر اور سننے والے پر درود پڑھنا واجب ہے۔ قرآن کا عموم اور بے شمار احادیث اس پر دلالت کناں ہیں۔

❀ علامہ ابوعبداللہ، حسین بن حسن، حلیمی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَخْبَارُ بِوُجُوبِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ كُلَّمَا جَرٰى ذِكْرُهُ، فَإِنْ كَانَ يَثْبُتُ إِجْمَاعٌ يَلْزَمُ الْحُجَّةَ بِمِثْلِهِ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ فَرْضٍ؛ وَإِلَّا فَهُوَ فَرْضٌ.

”بہت سی احادیث دلالت کناں ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کا تذکرہ ہو،

آپ پر درود پڑھنا فرض ہے۔ اگر اجماع سے ثابت ہو جائے کہ درود فرض نہیں، تو مستحب ہو جائے گا، ورنہ فرض ہی ہے۔''

(شُعَب الإيمان للبيهقي : 3/149)

سوال : کیا محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی کسی نبی کے نام پر ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھا یا لکھا جا سکتا ہے؟

جواب : ''صلی اللہ علیہ وسلم'' تمام انبیائے کرام کے لیے پڑھا یا لکھا جا سکتا ہے، اس کا ثبوت متعدد احادیث میں موجود ہے، مثلاً؛

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

...... فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''......چنانچہ عیسیٰ بن مریم ﷺ آسمان سے اتریں گے۔''

(صحيح مسلم : 2897)

سوال : کیا مجلس میں ایک بار درود پڑھنا واجب ہے؟

جواب : طویل مجلس میں کم سے کم ایک بار درود پڑھنا واجب ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَّقْعَدًا لَّا يَذْكُرُونَ فِيهِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ، لِلثَّوَابِ .

''لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں، نہ درود پڑھیں تو یہ کوتاہی ان کے لیے روز قیامت باعث حسرت ہوگی۔ اگرچہ اعمال کی بنا پر جنت

میں داخل بھی ہو جائیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 463/2، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 409، 410، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (591، 592) نے اس حدیث کو، حافظ منذری رحمہ اللہ (التّرغيب والتّرهيب : 410/2) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا قَوْمٍ جَلَسُوا فَأَطَالُوا الْجُلُوسَ، ثُمَّ تَفَرَّقُوا قَبْلَ أَنْ يَّذْكُرُوا اللّٰهَ، وَيُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ .

''طویل مجلس اگر ذکر الٰہی اور درود کے بغیر برخواست ہو جائے، تو باعث حسرت ہوگی۔ اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔''

(الصّلاة على النبيّ لابن أبي عاصم : 86، عمل اليوم واللّيلة لابن السنّي : 449، الدّعاء للطّبراني : 1924، المستدرك للحاكم : 496/1، شُعَب الإيمان للبيهقيّ : 1468، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعید طویل مجلس کے لئے ہے، نہ کہ چھوٹی مجلس۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلٰى نَبِيِّهِمْ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً .

''جس مجلس میں ذکر الٰہی اور درود نہ ہو، وہ مجلس روز قیامت حسرت ہوگی۔''

(مسند الإمام أحمد : 453/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّا يُصَلُّونَ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ .

''جس محفل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے، وہ روز قیامت ان کے لئے حسرت ہوگی۔ اگر چہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔''

(مسند أحمد بن منيع، نقلًا عن اتّحاف الخيرة المهرة للبوصيري : 6069، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ناصر السنۃ، علامہ، البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) کہتے ہیں:

''یہ حدیث اور اس کے ہم معنی احادیث وضاحت کرتی ہیں کہ ہر مجلس میں اللہ سبحانہ کا ذکر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود فرض ہے۔ یہ حدیث کئی وجھوں سے اس پر دلالت کناں ہے:

اوّلاً: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ''اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔'' ایسا صرف اسی فعل کے بارے میں کہا جا سکتا ہے، جسے کرنا فرض اور چھوڑنا گناہ ہو۔

ثانیاً: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ''اگر چہ وہ اعمال کی بنا پر جنت میں داخل ہو جائیں۔'' یہ الفاظ واضح ہیں کہ ذکرِ الٰہی اور درود کا تارک جہنم میں داخلے کا مستحق ہے، یہ اور بات کہ دوسرے اعمال اسے جنت میں لے جائیں۔

چنانچہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس وعید سے خبردار رہے اور اپنی کسی مجلس میں ذکر الٰہی اور درود سے غافل نہ رہے۔ ورنہ یہ مجلس قیامت کے دن نقصان اور حسرت کا باعث ہوگی۔''

(سِلسِلة الأحاديث الصّحيحة وشيء من فِقْهِهَا وفوائدها :161/1)

سوال: اگر ایک مجلس میں بار بار نبی کریم ﷺ کا نام لیا جائے، تو کیا ہر بار درود پڑھنا واجب ہے یا ایک بار کافی ہے؟

جواب: جب بھی نبی کریم ﷺ کا نام لیا جائے، تو نام لینے والے اور سننے والوں پر ہر بار درود پڑھنا چاہیے، البتہ ایک بار بھی کافی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ؛ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .

''میرا ذکر سن کر بھی جو درود نہیں پڑھتا، اس کی ناک خاک آلود ہو۔''

(مسند الإمام أحمد : 254/2؛ سنن التّرمذي : 3545؛ فضل الصّلاة على النبي للقاضي إسماعيل : 16، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (908) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ؛ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .

''جو میرا ذکر سن کر مجھ پہ درود نہ پڑھے، وہ بخیل ہے۔''

(مسند أحمد : 201/1؛ سنن التّرمذي : 3546؛ فضل الصّلاة على النبي للإمام إسماعيل القاضي : 32؛ المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 549/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (3546) نے ''حسن صحیح غریب''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (909) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اسمائے الٰہی میں الحاد سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی آیات میں الحاد سے قرآن کریم میں منع کیا گیا ہے اور اس سے ڈرایا بھی گیا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأعراف: ۱۸۰)

”ان لوگوں کا ذکر کرنا چھوڑ دو، جو اللہ کے اسما میں الحاد اختیار کرتے ہیں، عنقریب وہ اپنے کرتوتوں کا بدلہ پائیں گے۔“

❀ نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا﴾ (فُصّلت: ۴۰)

”جو لوگ ہماری آیات میں الحاد اختیار کرتے ہیں، وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿لَا يَخْفَوْنَ﴾ فِيهِ تَهْدِيدٌ شَدِيدٌ، وَوَعِيدٌ أَكِيدٌ، أَيْ إِنَّهُ تَعَالٰى عَالِمٌ بِمَنْ يُلْحِدُ فِي آيَاتِهِ، وَأَسْمَائِهِ، وَصِفَاتِهِ، وَسَيَجْزِيهِ عَلٰى

ذٰلِكَ بِالْعُقُوبَةِ، وَالنَّكَالِ.

''فرمان باری تعالیٰ ''وہ ہم سے مخفی نہیں۔''میں شدید دھمکی اور سخت وعید ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنی آیات، اسما اور صفات میں الحاد کرنے والوں کو جانتا ہے، عنقریب وہ لوگ سزا اور عبرت کی صورت میں اس کا بدلہ پائیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر: ۱۷۱/۷)

❀ قتادہ رحمہ اللہ فرمان الٰہی: ﴿وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ﴾ (الأعراف: ۱۸۰) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وہ توحید اسما میں شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔''

(تفسیر ابن أبي حاتِم: ۱۶۲۳/۵، تفسیر الطّبري: ۱۵٤٦۷، وسندہٗ صحیحٌ)

اسمائے الٰہی میں الحاد یہ ہے کہ ان کا یا ان کے حقائق و معانی کا انکار کر دیا جائے، اس کی کئی اقسام ہیں؛

۱۔ کسی نام کا انکار کر دینا یا صفات کے معانی کو تسلیم نہ کرنا، جیسے معطلہ کرتے ہیں۔

۲۔ انہیں مخلوق سے تشبیہ کا ذریعہ بنا دینا، جیسے مشبہہ نے کیا۔

۳۔ جو نام اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں کیا، وہ اپنی طرف سے رکھ دینا، حالانکہ اللہ کے نام توقیفی ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے بتوں کے نام بنانا، جیسے ''اللات''، ''الالہ'' سے اور ''العزیٰ''، ''العزیز'' سے مشتق ہے۔

❀ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ کے ناموں میں الحاد یہ ہے کہ ان کے بارے میں درست منہج سے ہٹ

جانا، ان میں نئے نئے معانی داخل کر دینا اور حقیقی معانی سے پھیر دینا۔ یہ الحاد کی حقیقت ہے، جو یہ کام کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔''

(مَدارج السّالكين : ٥٤/١)

سوال: اگر تحریر میں نبی کریم ﷺ کا مبارک نام آئے، تو کیا درود لکھنا واجب ہے؟

جواب: تحریر میں نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ درود لکھنا ضروری ہے۔ اہل علم نے اس پر بڑی تاکید فرمائی ہے کہ تحریر میں جتنی بار بھی نبی کریم ﷺ کا نام آئے، تو درود لکھا جائے، جبکہ بہت سے تحریر نگار اس پر توجہ نہیں دیتے۔

سوال: کیا لکھتے وقت اختصار کے ساتھ درود لکھا جا سکتا ہے؟

جواب: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جگہ ''ص، صعم، صلم، صلیو، صلع اور صلعم'' جیسے رموز و اشارات کا استعمال حکم الٰہی اور منہجِ سلف صالحین کی مخالفت ہے۔ یہ قبیح اور بدعی اختصار خلاف ادب ہے۔ یہ ایسی بے ہودہ اصطلاح ہے کہ کوئی نادان ہی اس پر اکتفا کر سکتا ہے۔

۞ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

''اے لکھنے والے! اپنی لکھائی میں رسول اللہ ﷺ پر درود کی اس طرح رمز لکھنے سے اجتناب کرو کہ دو یا تین چار حرفوں پر اکتفا کر لو۔ اس طرح درود کی صورت ناقص ہو جاتی ہے، جیسے سست اور بہت سے جاہل عجمیوں کا طرز عمل ہے اکثر طلبہ بھی اس غلطی کا شکار ہیں۔ وہ ''ﷺ'' کی جگہ ص، صم، صلم یا صلعم لکھتے ہیں۔ یہ طریقہ کتابت میں نقص کی بنا پر اجر میں کمی کی وجہ سے غیر مستحسن ہے۔''

(فتح المُغيث بشرح ألفية الحديث : 3/71-72)

۞ علامہ ابو یحییٰ زکریا انصاری رحمہ اللہ (۹۲۶ھ) لکھتے ہیں:

تُسَنُّ الصَّلَاةُ نُطْقًا وَّكِتَابَةً عَلٰى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ

صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، كَمَا نَقَلَهُ النَّوَوِيُّ عَنْ إِجْمَاعِ مَنْ يُّعْتَدُّ بِهٖ .

''تمام انبیا اور فرشتوں پر بول کر اور لکھ کر درود و سلام بھیجنا مسنون ہے، جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے تمام معتبر اہل علم کے اجماع سے یہ بات نقل کی ہے۔''

(فتح الباقي بشرح ألفية العراقي : 44/2)

۞ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

كَذَا اسْمُ رَسُولِهٖ بِأَنْ يُّكْتَبَ عقِبَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ جَرَتْ بِهٖ عَادَةُ الْخَلَفِ كَالسَّلَفِ، وَلَا يُخْتَصَرُ كتَابَتُهَا بِنَحْوِ صلعم؛ فَإِنَّهٗ عَادَةُ الْمَحْرُومِينَ .

''اسی طرح اللہ کے رسول کے نام کے بعد ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھنا چاہیے۔ خلف وسلف کی یہی عادت رہی ہے۔ البتہ درود کو اختصار کے ساتھ لکھنا درست نہیں، جیسے صلعم، یہ محروم لوگوں کی عادت ہے۔''(الفتاوى الحديثيّة : 164/1)

۞ حافظ ابو القاسم حمزہ بن محمد کنانی رحمہ اللہ (۳۵۷ھ) کہتے ہیں:

كُنْتُ أَكْتُبُ الْحَدِيثَ وَكُنْتُ أَكْتُبُ عِنْدَ ذِكْرِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ)، وَلَا أَكْتُبُ (وَسَلَّمَ)، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ لِي : مَا لَكَ لَا تُتِمُّ الصَّلَاةَ عَلَيَّ؟ قَالَ : فَمَا كَتَبْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ) إِلَّا كَتَبْتُ (وَسَلَّمَ) .

''میں حدیث لکھا کرتا تھا، جب نبی کریم ﷺ کا ذکر آتا، تو (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ) لکھ دیتا، (وَسَلَّمَ) نہ لکھتا۔ ایک دن خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، فرمایا: درود پورا کیوں نہیں لکھتے؟ اس کے بعد جب بھی میں نے (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ) لکھا، تو ساتھ (وَسَلَّمَ) بھی لکھا۔''

(مقدمة ابن الصلاح، ص 300، وسنده صحيحٌ)

❁ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم ہے۔ جو اللہ کے رسول اور اس کے حبیب کی تعظیم کرے گا، اللہ اسے عظمت عطا فرمائیں گے اور دنیا و آخرت میں اس کی شان بلند کریں گے۔ جو آپ کی تعظیم نہیں کرتا، اللہ اسے ذلیل کر دیں گے۔ مطلب یہ کہ کسی عاقل، بالخصوص خالص مومن سے بعید ہے کہ وہ اپنی زبان پر چند کلمات جاری نہ کر سکے، جن کے بدلے وہ اللہ تعالیٰ کی دس رحمتوں کے حصول، دس درجات کی بلندی اور دس گناہوں کی معافی سے بہرہ ورنہ ہو جائے۔ پھر وہ اس غنیمت سے فائدہ نہ اٹھائے اور درود اس سے رہ جائے۔ ایسا شخص مستحق ہے کہ اللہ اس پر ذلت نازل کرے اور اس پر اللہ کا غضب ہو۔ اکثر کاتبین کی عادت ہے کہ وہ درود لکھنے کے بجائے اشارے پر اکتفا کرتے ہیں۔''

(شرح المشكاة : 131/2)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری کہتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَا يُذْكَرُ وَيُكْتَبُ لَفْظُ (صلعم) بَدْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ ؛ فَغَيْرُ مَرْضِيٍّ .

''خوب جان لیجیے کہ ''ﷺ'' کی جگہ جو''صلعم'' کا لفظ بولا اور لکھا جاتا ہے، وہ ناپسندیدہ ہے۔''

(العَرف الشّذي :110/1)

(سوال): کیا جمعہ کے دن درود پڑھنے کی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے؟

(جواب): جمعہ کے دن کو خاص کر کے درود پڑھنے کی کوئی مخصوص فضیلت ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔

(سوال): اذان سے پہلے درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اذان سے پہلے الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وغیرہ پڑھنا ثابت نہیں۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اعلام اور ائمہ اسلام سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

جناب غلام رسول سعیدی صاحب کہتے ہیں کہ اذان سے پہلے درود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں۔

(شرح صحیح مسلم، جلد 1، ص 1092)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''ہم نے کسی بھی حدیث میں اذان سے پہلے اور دورانِ اذان محمد رسول اللہ کے بعد درود پڑھنے کی دلیل نہیں دیکھی۔ ائمہ کے کلام میں ایسی کوئی بات نہیں ملی۔ لہٰذا ان مقامات پر درود پڑھنا مسنون نہیں۔ جو ان مقامات پر درود کو مسنون سمجھ کر عمل پیرا ہے، اسے روکا جائے، ایسا کرنا شریعت سازی ہے۔ جو شریعت بناتا ہے، اسے ڈانٹا اور روکا جائے گا۔''

(الفتاوی الفقهیّة الکبریٰ :131/1)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م:۷۳۷ھ) لکھتے ہیں:

''جہاں صحابہ، تابعین اور ائمہ دین درود نہیں پڑھتے تھے، انہوں نے ایسے چار مقامات پر درود پڑھنے کی بدعت جاری کی ہے۔تمام بھلائی اسلافِ امت کی پیروی میں ہے۔کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بہت عظیم اور جلیل القدر عبادت ہے، ذکر الٰہی اور درود وسلام سری اور علانیہ دونوں طرح سے نیکی ہے، لیکن ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات سے ہٹا دیں، جن میں شارع علیہ السلام نے انہیں رکھا ہے اور جن میں اسلافِ امت انہیں بجالاتے تھے۔''

(المَدخل : 249/2، 250)

یاد رہے کہ بدعت رنگ بدلتی ہے۔زمان ومکان کے ساتھ اس میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔سنت کا امتیاز ہے کہ اس کا رنگ ہر جگہ ایک ہوتا ہے، کیوں کہ سنت نام ہے پیروی کا اور بدعت خانہ ساز ہوتی ہے، اس لئے لوگ اپنے علاقے اور دور کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔

اذان سے پہلے درود بھی اپنے آغاز سے لے کر اب تک مختلف سانچوں میں ڈھلتا رہا ہے۔دسویں صدی ہجری میں اپنے آغاز کے وقت اس کی صورت کیسی تھی؟

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''موذنوں نے اذان کے بعد درود وسلام کی بدعت رائج کر لی ہے، یہ لوگ فجر اور جمعہ کی اذان سے پہلے درود وسلام پڑھتے ہیں اور مغرب میں پڑھتے ہی

نہیں، کیوں کہ وقت قلیل ہوتا ہے۔ اس بدعت کی ابتدا سلطان ناصر صلاح
الدین بن ایوب کے دور میں ہوئی اور اسی کے حکم سے مصر اور اس کی عمل داری
والے علاقوں میں اس کا اجرا ہوا۔ یہ بدعت اس طرح شروع ہوئی کہ جب
حاکم مخذول قتل ہوا، تو اس کی بہن نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے کے
حق میں امام طاہر پر سلام کہیں۔ بعد والے خلفا پر بھی سلام کہا جاتا
رہا، پھر صلاح الدین نے اسے ختم کر کے نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام شروع
کرا دیا۔ اس نے بہت اچھا کیا۔ اللہ اسے جزائے خیر دے۔ ہمارے مشائخ اور
دیگر اہل علم سے پوچھا گیا کہ ان مؤذنوں کی طرح اذان کے بعد درود وسلام کیسا
ہے؟ تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ درود وسلام فی نفسہ تو سنت ہے، لیکن یہ طریقہ
بدعت ہے۔ جو کہ بالکل واضح ہے۔‘‘

(الفتاویٰ الفقهية الكبرىٰ: 131/1)

اذان کے بعد درود وسلام مسنون ہے، لیکن اس کا وہ طریقہ بدعت ہوگا، جو اسلاف امت سے ثابت نہیں۔ ابتداء میں صرف جمعہ اور فجر میں اذان سے پہلے درود پڑھا جاتا تھا، پھر ہر اذان سے پہلے پڑھا جانے لگا۔ آغاز میں حکمرانوں پر سلام پڑھا جاتا تھا، پھر ایک حاکم نے نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام شروع کروا دیا۔ اس حاکم کی نیت اچھی تھی کہ وہ ایک بدعت کو ختم کرنا چاہتا تھا، لیکن اس دور کے اہل علم کی دوراندیشی دیکھیں کہ انہوں نے اس وقت ہی اس کی کیفیت کو بدعت قرار دیا۔ آج دیکھ لیجیے کہ اس بدعت میں کس قدر اضافہ ہو گیا ہے؟

دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات و ارشادات کا نام ہے، اعمال کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط قرآن وسنت کی پیروی ہے۔ درود وسلام کے لئے وہی طریق

اپنانا ضروری ہے، جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہو۔ اس سے ہٹ کر کوئی بھی طریقہ اسے بدعت بنا دے گا:

❀ نافع بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص نے چھینک لی اور کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوں نہیں سکھایا، بلکہ آپ ﷺ نے چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ'' ہر حال میں ساری کی ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : ٢٧٣٨، مسند الحارث : ١٨٥٣، المستدرك للحاكم : ٤/٢٦٥۔٢٦٦، شُعَب الإيمان للبيهقي : ٨٨٨٤، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) کہتے ہیں:

لِأَنَّ الْعُطَاسَ وَرَدَ فِيهِ ذِكْرٌ يَّخُصُّهٗ، فَالْعُدُولُ إِلٰى غَيْرِهٖ أَوِ الزِّيَادَةُ فِيهِ؛ عُدُولٌ عَنِ الْمَشْرُوعِ وَزِيَادَةٌ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ بِدْعَةٌ وَّمَذْمُومٌ.

''چھینک کے بارے میں خاص ذکر وارد ہوا ہے، لہٰذا کوئی اور ذکر کرنا یا اس میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا شریعت کے طریقے سے انحراف اور اس میں

اضافہ کی کوشش ہے۔ یہ کام بدعت اور قابل مذمت ہے۔‘‘

(الحاوي للفتاوي :254/1، 255)

سوال: کیا درس حدیث کے شروع میں درود پڑھنا جائز ہے؟

جواب: درس و وعظ کے آغاز میں حمد وثناء کے ساتھ درود پڑھنا بھی جائز ہے۔

سوال: اگر قرآن کریم کی آیت میں نبی کریم ﷺ کا نام آ جائے، تو کیا اس وقت درود پڑھا جائے گا یا نہیں؟

جواب: قرآن کریم کی آیت یا نماز میں جہاں نبی کریم ﷺ کا نام آ جائے، وہاں رک کر درود نہیں پڑھا جائے گا، بلکہ اسے جاری رکھا جائے، کیونکہ ان مقامات پر درود پڑھنا مسموع نہیں۔ اسی طرح مسنون اذکار میں جہاں نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ ’’صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ وارد نہیں ہوا، وہاں درود نہ پڑھنا ہی مسنون ہے۔

سوال: جن ضمائر سے مراد نبی کریم ﷺ ہوں، تو کیا ان کے بعد بھی درود پڑھنا یا لکھنا ضروری ہے؟

جواب: جس ضمیر سے مراد نبی کریم ﷺ ہوں، اس کے بعد درود پڑھنا یا لکھنا ضروری نہیں، البتہ مستحب ضرور ہے۔

سوال: کیا درود کے لیے کوئی ممنوع وقت ہے؟

جواب: درود کے لیے کوئی ممنوع وقت نہیں۔ ہر وقت درود پڑھا جا سکتا ہے، اس کے لیے باوضو ہونا بھی شرط نہیں، بلکہ جنبی اور حائضہ بھی درود پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے درود پڑھنا مکروہ ہے؟

جواب: ہر نبی کے لیے درود پڑھا جا سکتا ہے، ’’صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ یا ’’علیہ السلام‘‘

جیسی اصطلاحات انبیائے کرام کے لیے خاص ہیں، انہیں غیر نبی کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے، البتہ ضمناً نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی آل اور اصحاب پر بھی درود پڑھا جاسکتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا تُصَلُّوا صَلَاةً عَلٰى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ يُدْعٰى لِلْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِالْاِسْتِغْفَارِ .

''نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی پر درود کے الفاظ استعمال مت کریں، بلکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کے الفاظ استعمال کریں۔''

(فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم للقاضي إسماعيل : 75، وسنده صحيحٌ)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةِ عَلٰى غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ يَعْنِي اسْتِقْلَالًا لَمْ تَكُنْ مِنَ الْأَمْرِ الْمَعْرُوفِ وَإِنَّمَا أُحْدِثَتْ فِي دَوْلَةِ بَنِي هَاشِمٍ .

''غیر نبی کے لیے مستقل طور پر ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا (خیر القرون میں) معروف نہیں تھا، یہ بنو ہاشم (عباسیہ) کے دور خلافت میں رائج ہوا۔''

(الشِّفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ : 68/2، فتح الباري لابن حجر : 170/11)

❀ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ عَلٰى غَيْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكْرُوهٌ إِذْ فِيهِ مُوَافَقَةُ الرَّوَافِضِ وَلِأَنَّ الْعَصْرَ الْأَوَّلَ خَصَّصُوا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ بِهٖ كَمَا خَصَّصُوا عَزَّ وَجَلَّ بِاللّٰهِ وَكَمَا لَا يُحْسِنُ أَنْ

يُقَالَ : مُحَمَّدٌ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنْ كَانَ عَزِيزًا جَلِيلًا لَا يُحْسِنُ أَنْ يُقَالَ : أَبُو بَكْرٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ الصَّلَاةُ هُوَ الدُّعَاءُ .

''رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں روافض کی موافقت ہے، نیز صدرِ اول میں ''علیہ الصلاۃ والسلام'' نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھا، جیسا کہ ''عزوجل'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ جیسے محمد عزوجل کہنا درست نہیں، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اسی طرح ابوبکر صلوات اللہ علیہ کہنا بھی درست نہیں، اگرچہ صلوٰۃ دعا کے معنی میں ہے۔''

(الوَسيط في المَذهب : 446/2)

✿ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

''جو بات اکثر علما نے کی ہے، وہی صحیح ہے کہ (غیر نبی کے لیے ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا) مکروہ تنزیہی ہے، علما نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں ان کے شعار کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن ممانعت کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ سلف صالحین ''صلاۃ'' مستقل طور پر انبیائے کرام کے لیے خاص سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ہم ''عزوجل'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص سمجھتے ہیں، اسی طرح ہم محمد عزوجل نہیں کہہ سکتے، بے شک آپ ﷺ عزیز وجلیل ہیں۔ اسی طرح ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما کے ناموں کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ'' نہیں کہہ سکتے، باوجود اس کے کہ اس کا معنی درست ہے۔''

(العُدّة في شرح العُمدة : 612/2)

سوال: قعدہ اولیٰ میں درود پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: پہلے قعدہ میں تشہد کے ساتھ درود پڑھنا جائز اور مستحب ہے اور دوسرے میں فرض ہے۔ پہلے قعدہ میں تشہد پر اکتفا بھی جائز ہے اور اس سے زائد اذکار، مثلاً درود، دُعا وغیرہ پڑھنا بھی جائز اور مستحب ہیں:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں:

يُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَّا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ، فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوهُ، ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ، ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوهُ، ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُّسْمِعُنَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعت دا فرماتے اور آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے۔ اللہ کا ذکر کرتے، اس کی حمد بجالاتے اور دُعا کرتے۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت ادا فرماتے۔ پھر بیٹھ جاتے اور اللہ کا ذکر، اس کی حمد اور اس سے دُعا کرتے، سلام اتنی آواز میں پھیرتے کہ ہمیں سنا دیتے۔''

(صحیح مسلم : 139/746)

❀ ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نو (9) رکعات ادا فرماتے اور آٹھویں کے بعد بیٹھتے، اللہ سے دعا کرتے اور درود پڑھتے۔ پھر سلام پھیرے بغیر اٹھتے اور نویں رکعت ادا کرنے کے بعد بیٹھتے۔ رب کی حمد وثنا کرتے اور درود پڑھ کر دعا کرتے۔ آخر میں اتنی بلند آواز سے سلام کہتے کہ ہمیں سنا دیتے تھے۔''

(سنن النّسائي :1721، السّنن الکبرٰی للبیھقي : 500/2، واللّفظ لہٗ، وسندہٗ صحیحٌ)

② سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دو رکعت کے بعد بیٹھیں، تو کہیں:

التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِینَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ.

پھر جو چاہیں اللہ سے مانگیں۔

(مسند الإمام أحمد : 437/1، مسند الطیالسي : 304، سنن النّسائي : 1164، المُعجم الکبیر للطّبراني : 47/10، ح : 9912، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 237/1، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (720) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (1951) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشہد میں یہ دُعا پڑھتے:

بِسْمِ اللّٰہِ، التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ، الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ، السَّلَامُ عَلَی النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِینَ، شَهِدْتُّ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ، شَهِدْتُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ.

پہلی دو رکعت کے بعد تشہد پڑھتے اور جو جی چاہتا وہ دعا کرتے۔“

(المؤطّا للإمام مالك : 191/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی پہلے قعدہ میں تشہد سے زائد پڑھتے تھے۔

❀ امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(الأمّ : 117/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) کہتے ہیں:

”پہلے تشہد میں بلا اختلاف درود فرض نہیں، مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں دو رائے ہیں، درست یہی ہے کہ پہلے قعدہ میں درود مستحب ہے۔“

(الأذكار : 67، بتحقيق الأرناؤوط)

سوال: جانور ذبح کرتے وقت درود پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اس موقع پر جو ذکر مسنون ہے، وہی پڑھنا چاہیے، ذبح کے وقت درود پڑھنا مشروع نہیں، کسی عمل کو کسی وقت یا موقع سے خاص کرنا شریعت کا وظیفہ ہے۔

سوال: جماع یا قضائے حاجت سے پہلے درود پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ان مواقع پر جو دعائیں مسنون ہیں، وہی پڑھنی چاہیے، درود کو ان مواقع سے خاص کرنا بے دلیل ہے، بغیر دلیل شرعی کے کسی جائز اور مستحب عمل کو کسی وقت یا موقع کے ساتھ خاص کر دینا اسے بدعت بنا دیتا ہے۔

سوال: رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام عین ایمان ہے۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، آپ کی ذات پر عیب لگائے یا صفات میں سے کسی صفت کا انکار کرے، یا دیدہ دانستہ آپ کی ایسی صفت بیان کرے، جو حقیقت میں آپ کی صفت

نہیں، تو وہ کافر ہے، ایسا شخص اگر تائب نہ ہو، تو مرتد ہے اور اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کا دینی وقانونی فریضہ ہے، کسی فردِ بشر کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

❁ **علامہ احمد بن حسین بن سہل ابوبکر فارسی رحمہ اللہ (۳۰۵ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا هُوَ قَذْفٌ صَرِيحٌ كَفَرَ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ .

''بلاشبہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہوئے آپ پر صریح تہمت لگائے، وہ شخص اہل علم کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے۔''

(فتح الباري لابن حجر : 281/12)

❁ **امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:**

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُ الْقَتْلَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے، اس کی سزا قتل ہے۔''

(الإجماع : 720، الإقناع : 584/2، الإشراف : 60/8)

❁ **علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّ السَّبَّ مِنْهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتِدَادٌ عَنِ الدِّينِ وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اخْتَلَفَ فِي وُجُوبِ قَتْلِهِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا دین سے ارتداد ہے۔ میں ایسے کسی مسلمان کو نہیں جانتا، جس نے گستاخ رسول کے قتل کے وجوب میں اختلاف کیا ہو۔''

(مَعالم السّنن : 296/3)

❁ **قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:**

''اللہ ہم سب کو توفیق بخشے، جان لیجئے کہ جو بھی نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہے، یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا آپ کی ذات یا نسب یا دین یا کسی خصلت میں نقص داخل کرے یا آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے ہوئے یا حقارت کے لیے یا شان میں کمی کرتے ہوئے یا عیب جوئی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو کسی چیز کے برابر کرے یا مشابہ کرے، تو وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے والا تصور ہوگا، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو برا بھلا کہنے والے کا ہے، یعنی اسے قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔......اسی طرح (وہ بھی گستاخ رسول ہے اور اس کی سزا بھی قتل ہے،) جو آپ ﷺ پر لعنت کرے، یا آپ پر بد دعا کرے، یا آپ کے نقصان کی تمنی کرے یا مذمت کے طور پر آپ کی طرف کچھ ایسا منسوب کرے، جو آپ کی شایان شان نہ ہو، یا آپ کے متعلق نامعقول، گھٹیا، گندی اور جھوٹی بات کرے یا آپ ﷺ کو پیش آنے والے مصائب اور آزمائشوں میں سے کسی کی آپ کو عار دے یا آپ ﷺ کے لائق جائز کسی بشری عارضہ کی وجہ سے آپ ﷺ کو حقیر سمجھے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اب تک کے تمام اہل علم اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفیٰ : 932/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَت الْأُمَّة عَلٰى قَتْلِ مُتَنَقِّصِهِ مِنَ الْمُسْلِمِين وَسَابِّهِ .

''امت کا اجماع ہے کہ جو مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرے یا آپ کو برا بھلا کہے، اسے قتل کر دیا جائے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی : 2/211)

سوال: کیا حدیث رسول کے ہوتے ہوئے قیاس کیا جا سکتا ہے؟

جواب: حدیث رسول حجت ہے، یہ نص ہے اور نص کو ٹھکرانا کسی طور بھی جائز نہیں، نص کے مقابلہ میں قیاس کو لانا تو اس سے بھی زیادہ قبیح حرکت ہے۔

❀ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسُ .

''(نص کے مقابلہ میں) سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٤/٨٦، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام، محمد بن ادریس، شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

''علم کی دو اقسام ہیں؛ ایک اتباع اور دوسری استنباط۔ اتباع کتاب اللہ کا ہو گا۔ اگر کتاب اللہ (میں پیش آمدہ مسئلہ کا حل) نہ ہو، تو سنتِ رسول کا۔ اگر سنتِ رسول میں بھی نہ ہو، تو ہمارے اسلاف کی ایسی جماعت کا جن کا (اسلاف میں سے) کوئی مخالف ہمیں معلوم نہ ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو، تو کتاب اللہ پر قیاس کیا جائے گا، اگر یہ بھی نہ ہو، تو سنتِ رسول پر قیاس کیا جائے گا اور اگر یہ بھی نہ ہو، تو جماعتِ اسلاف کے اس قول پر قیاس کیا جائے گا، جس کا (اسلاف میں سے) کوئی مخالف نہ ہو۔''

(مختلف الحدیث، ص 91)

سوال: کیا اجماعِ امت دلیل ہے؟

جواب: صحابہ کرام یا بعد والے علمائے حق جس حکم شرعی پر متفق ہو جائیں، وہ حق ہے، اس پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس سے محفوظ فرما لیا ہے کہ وہ

ساری کی ساری گمراہی پر جمع ہوجائے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

(النساء : ۱۱٤)

''جس کے لئے ہدایت واضح ہوجائے اور وہ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے اور سبیل مومنین سے ہٹ جائے تو ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم رسید کردیں گے، وہ براٹھکانہ ہے۔''

۞ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (م:١٣٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی مخالفت نہیں کرتا اور طریق سلف کی پیروی کرتا ہے، رضائے الٰہی کا طالب ہے، رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کوشاں ہے اور جماعت المسلمین کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔ پھر اس سے بتقاضائے بشریت گناہ صادر ہو جاتا ہے، یا گناہ کا ارادہ کر بیٹھتا ہے، تو مالک کریم اسے شیطان کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑیں گے، بلکہ اپنے لطف وکرم سے اس کا بچاؤ کریں گے اور برائی سے اس کی حفاظت کریں گے، جیسا کہ اللہ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ ''ہم نے ان سے برائی اور فحاشی کو دور کیا، کہ وہ ہمارے مخلص بندے جو تھے۔'' مطلب ان کے اخلاص کے سبب ہم نے ان سے برائی دور کردی، آیت کا عموم بتاتا ہے کہ اس میں تمام مخلص

لوگ شامل ہیں۔''

(تفسير السّعدي، ص ٢٠٢)

ثابت ہوا کہ سبیل مؤمنین سے مراد مسلمانوں کا اتفاقی واجماعی راستہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کے اجماع کو ٹھکرا کر دوسرا راستہ اختیار کرنا گمراہی اور اُخروی رسوائی کا باعث ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِي عَلٰى ضَلَالَةٍ أَبَدًا .

''اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی متفق نہیں کرے گا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم :116/1 ، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا پانچ وسق سے کم غلہ پر عشر واجب ہونے کے بارے میں کوئی دلیل ثابت ہے؟

جواب: عشر کا نصاب پانچ وسق غلہ ہے۔ اس بارے میں واضح حکم حدیث میں ثابت ہے، پانچ وسق سے کم غلہ پر عشر واجب ہونے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، اس بارے میں جو احادیث یا آثار سلف پیش کیے جاتے ہیں، وہ یا تو اس مفہوم پر دلالت نہیں کرتے یا ضعیف و نا قابل استدلال ہیں۔

سوال: کیا قول صحابی سے حدیث رسول کی تخصیص کی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔ احادیث رسول کے معانی ومفاہیم وہی معتبر ہیں، جو اسلاف امت نے بیان کیے ہیں، کیونکہ وہ ہی سب سے زیادہ نصوص سے واقف تھے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مواقیت کیا ہیں؟

جواب: مواقیت، میقات کی جمع ہے اور میقات احرام باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ ہر سمت والوں کا الگ الگ میقات ہیں، جن کا ذکر احادیث میں ہوا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَّذُكِرَ لِي وَلَمْ أَسْمَعْ أَنَّهٗ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ.

''رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لیے جحفہ، اہل نجد کے لیے قرن کو میقات مقرر کیا اور میں نے سنا نہیں، بل کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1527، صحيح مسلم : 1182، المنتقى لابن الجارود : 412)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لیے جحفہ، اہل نجد کے لیے قرن منازل، اہل یمن کے لیے یلملم۔ عمرو کہتے ہیں: ابن طاؤس نے الملم کہا ہے۔ کو میقات مقرر کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ

میقات وہاں کے باشندوں کے لیے بھی ہیں اور دیگر علاقوں کے ان لوگوں کے لیے بھی، جو وہاں سے گزر کر آئیں اور جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں ان کا میقات ان کے گھر سے ہی شروع ہوگا، حتی کہ مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔''

(صحيح البخاري : 1529، صحيح مسلم : 1181، المنتقى لابن الجارود : 413)

سوال: آفت کسے کہتے ہیں؟

جواب: آفت ایسی مصیبت یا نقصان کو کہتے ہیں، جس میں انسان کا اپنا قصور نہ ہو، مثلاً سیلاب، طوفان، زلزلہ وغیرہ۔ اسے آفاقی مصائب بھی کہتے ہیں۔

سوال: آل سے کیا مراد ہے؟

جواب: آل سے مراد اولاد اور ان کی اولادیں ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولادوں کے بارے میں بھی بولا گیا ہے اور معاندین کی اولادوں کے بارے میں بھی مستعمل ہے۔

سوال: کیا آل فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونا جنتی ہونے کے لیے کافی ہے؟

جواب: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، آپ کے شوہر نامدار سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں لخت جگر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے پر نص وارد ہوئی ہے۔ لیکن کسی کا محض اولاد فاطمہ سے ہونا دخول جنت کے لیے ناکافی ہے، بلکہ فیصلہ عقائد واعمال پر ہوگا۔

❀ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند فرمایا:

أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي، يَعْنِي فُلَانًا، لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ.

''سن لیں کہ فلاں قبیلے والے میرے دوست نہیں ہیں، میرے دوست اللہ تعالیٰ اور نیک مومن ہیں۔''

(صحيح البخاري : 5990، صحيح مسلم : 215، واللّفظ لهٗ)

اس حدیث کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ إِنَّمَا وَلِيِّيَ مَنْ كَانَ صَالِحًا وَإِنْ بَعُدَ نَسَبُهٗ مِنِّي وَلَيْسَ وَلِيِّي مَنْ كَانَ غَيْرُ صَالِحٍ وَإِنْ كَانَ نَسَبُهٗ قَرِيبًا .

''اس کا معنی یہ ہے کہ میری دوستی اس کے ساتھ ہے، جو نیک ہے، اگر چہ وہ نسب کے لحاظ سے میرا قریبی نہ ہو۔ نیز میری دوستی ایسے شخص کے ساتھ نہیں، جو نیک نہ ہو، اگر چہ وہ نسب کے اعتبار سے میرا قریبی ہو۔''

(شرح النّووي : 88/3)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾(المائدة : ٧٨)

''بنی اسرائیل کے کافروں پر داود اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی لعنت کی گئی۔''

❁ اس آیت کی تفسیر میں علامہ الکیا ہراسی رحمہ اللہ (٥٠٤ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ لَعْنِ الْكَافِرِينَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ أَوْلَادِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنَّ شَرْفَ النَّسَبِ لَا يَمْنَعُ مِنْ إِطْلَاقِ اللَّعْنِ فِي حَقِّهِمْ .

''اس آیت میں دلیل ہے کہ کافروں پر لعنت کرنا جائز ہے، اگر چہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد ہوں۔ نیز دلیل ہے کہ شرفِ نسب کسی (لعنت کے مستحق)

پر لعنت کا لفظ بولنے سے مانع نہیں ہے۔''

(أحكام القرآن : 86/3)

جن روایات میں اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے جنت کی نوید سنائی گئی ہے، وہ تمام کی تمام ضعیف، باطل اور ناقابل استدلال ہیں۔

سوال: اہل بیت کے مصداق کون ہیں؟

جواب: اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سمیت بعض قریبی رشتہ دار بھی شامل ہیں۔

❀ قرآن کریم ازواج مطہرات سے مخاطب ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾(الأحزاب : ٣٣)

''اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ آپ سے گناہ دور کر دے اور آپ کو خوب پاک صاف کر دے۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 410/6، بتحقيق سلامة، وسندهٗ حسنٌ)

❀ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهٗ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں اس پر مباہلے کو تیار ہوں کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی۔'' (تفسیر ابن کثیر: 411/6، وسندہٗ حسنٌ)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ فِي دُخُولِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ الْبَيْتِ هَاهُنَا؛ لِأَنَّهُنَّ سَبَبُ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَةِ .

''یہ آیت نص ہے کہ ازواج رسول ﷺ اہل بیت میں شامل ہیں، کیونکہ ازواجِ مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: 410/6، بتحقیق سلامة)

۞ نیز فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ الْمُرَادُ أَنَّهُنَّ كُنَّ سَبَبَ النُّزُولِ دُونَ غَيْرِهِنَّ فَصَحِيحٌ، وَإِنْ أُرِيدَ أَنَّهُنَّ الْمُرَادُ فَقَطْ دُونَ غَيْرِهِنَّ، فَفِي هٰذَا نَظَرٌ؛ فَإِنَّهُ قَدْ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ أَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ .

''اگر یہ مراد ہو کہ ازواجِ مطہرات کے علاوہ کوئی بھی اس آیت کے نزول کا سبب نہیں، تو یہ بات درست ہے، اگر یہ مراد لیا جائے کہ اہل بیت کے مفہوم میں ازواجِ مطہرات کے علاوہ کوئی شامل نہیں، تو یہ محل نظر ہے، کئی احادیث بتاتی ہیں کہ اہل بیت کا مفہوم وسیع ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 411/6، بتحقیق سلامة)

آیت کا مفہوم اگر چہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرف دیگر رشتہ داروں اور قرابت داروں کو بھی ملا ہے،

بل کہ اگر بیویاں اہل بیت ہیں تو رشتہ دار بالاولی اہل بیت میں شامل ہیں۔

❁ نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَّجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا.

''مسلمانو! کون اس شخص سے بدلہ لے گا، جس نے میرے اہل بیت کے حوالے سے مجھے تکلیف دی ہے؟ اللہ کی قسم! میری بیوی سراپا خیر ہے۔''

(صحيح البخاري: 4850، صحيح مسلم: 2770)

❁ حصین بن سبرہ رحمہ اللہ نے سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

مَنْ أَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ؟ أَلَيْسَ نِسَاؤُهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ؟

''زید! نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ آپ ﷺ کی ازواج اہل بیت میں شامل نہیں؟''

❁ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نِسَاؤُهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ.

''آپ ﷺ کی ازواج اہل بیت میں شامل ہیں۔''

(صحيح مسلم: 2408)

❁ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورت احزاب کی آیت (33) نازل ہوئی تو:

''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ فرمایا: میرے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اہل بیت میں شامل نہیں؟ فرمایا: آپ میری گھر والی ہیں اور بھلائی

والی ہیں، جب کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اللہ! میری بیوی اس کی زیادہ حق دار ہے۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 416/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔

❀ ایک روایت میں ہے :

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِكَ؟ قَالَ : بَلٰى، فَادْخُلِي فِي الْكِسَاءِ قَالَتْ : فَدَخَلْتُ فِي الْكِسَاءِ بَعْدَ مَا قَضٰى دُعَائَهٗ لِابْنِ عَمِّهٖ عَلِيٍّ وَّابْنَيْهِ وَابْنَتِهٖ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے اہل سے نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، آپ بھی چادر میں داخل ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا زاد سیدنا علی، اپنے نواسوں (سیدنا حسن و حسین) اور اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کے لیے دُعا کر چکے، تو میں بھی چادر میں داخل ہوگئی۔''

(مسند الإمام أحمد : 298/6، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت دو طرح کے ہیں:

از روئے قرآن آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت ہیں، جب کہ بزبانِ نبوت آپ ﷺ کے رشتہ دار بھی اہل بیت ہیں۔

سوال: آل نبی ﷺ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی

واجماعی عقیدہ ہے۔ بعض لوگ اہل بیت کو معصوم کہتے ہیں، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہ غلو پر مبنی عقیدہ ہے، جو نصاریٰ سے مستعار ہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

الْمَعْصُومُ مِنَّا أَهْلِ الْبَيْتِ خَمْسَةٌ؛ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفَاطِمَةُ، وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

''ہم اہل بیت میں پنج تن معصوم ہیں ؛ رسول اللہ ﷺ، (علی رضی اللہ عنہ) فاطمہ، حسن، حسین۔'' (مُعجم ابن الأعرابي : 1593)

سند جھوٹی ہے۔

① عمرو بن ابی مقدام ثابت ''ضعیف ومتروک'' ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''رافضی'' کہا ہے۔

(لِسان المیزان : 11/9)

② داود بن یحییٰ دہقان، ابوسلیمان کے متعلق ابن یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ، أَحَادِيثُهُ مَوْضُوعَةٌ.

''یہ کچھ بھی نہیں، اس کی احادیث جھوٹی ہیں۔''

(لسان المیزان لابن حَجَر : 426/2)

③ علاء بن صالح کا طارق بن شہاب سے سماع ممکن نہیں۔

④ اسحاق بن یزید کا تعین درکار ہے!

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ جَمِيعُ سَلَفِ الْمُسْلِمِينَ وَأَئِمَّةِ الدِّينِ مِنْ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ أَنَّهٗ لَيْسَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مَّعْصُومٌ وَلَا مَحْفُوظٌ مِنَ الذُّنُوبِ وَلَا مِنَ الْخَطَايَا .

''تمام اسلاف امت اور تمام گروہوں کے ائمہ دین کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی بھی گناہوں اور غلطیوں سے معصوم ومحفوظ نہیں ہے۔''

(جامع الرّسائل :266/1)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسُوا بِمَعْصُومِينَ؛ بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمْ مَا يَجُوزُ عَلٰى سَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِينَ .

''جان لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام اولیاء اللہ معصوم نہیں ہیں، بلکہ دوسرے مومن بندوں کی طرح ان سے بھی خطا سرزد ہوسکتی ہے۔''

(قَطْر الوَليّ، ص 248)

سوال: اذان وغیرہ کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: اس کا استعمال جائز ہے، لاؤڈ اسپیکر جدید سہولت ہے، جو چیزیں مقاصد (اعتقادات وعبادات) میں داخل نہ ہوں، بلکہ مبادی سے تعلق رکھتی ہوں اوران کے متعلق شرعی ممانعت بھی وارد نہ ہو، تو کسی مصلحت کے لئے انہیں مقرر کرنا جائز ہے، مثلاً: ہجری سال مقرر کرنا، مسجد میں سپیکر لگوانا، تبلیغ دین کے لئے دینی محافل ومجالس کا انعقاد کرنا اور کتابوں کی اشاعت کرنا وغیرہ۔

❁ عہد نبوی میں مکبر کے ذریعے آواز دور تک پہنچائی جاتی تھی۔

(صحيح مسلم : 413)

اب وہ آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے دور تک پہنچائی جاتی ہے۔ جس طرح اذان منارہ پر ہوتی تھی۔ (سنن ابي داود : ۵۱۹، وغیرہ، وسندہ حسن) اب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس میں آسانی ہے، اسے اختیار کرنا چاہیے، تمام علما اس سہولت کو استعمال کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

سوال: باجماعت نماز میں آمین کون کہے گا؟

جواب: باجماعت نماز میں امام بھی آمین کہے گا اور مقتدی بھی آمین کہیں گے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهٗ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مَنْ ذَنْبِهٖ .

''امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

(صحيح البخاري : ۷۸۰، صحيح مسلم : ۴۱۰)

❁ صحیح مسلم (۴۱۰، ۷۶۱) کی روایت ہے:

إِذَا قَالَ الْقَارِي : ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ (الفاتحة:۷) فَقَالَ مَنْ خَلْفَهٗ : آمِينَ، فَوَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .

''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ کہے، مقتدی بھی آمین کہیں اور اس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ

معاف کر دیئے جائیں گے۔''

❁ نعیم بن عبداللہ مجمر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ : ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (الفاتحة : ١)، ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾(الفاتحة : ٧) فَقَالَ : آمِينَ، فَقَالَ النَّاسُ : آمِينَ وَيَقُولُ : كُلَّمَا سَجَدَ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الِاثْنَتَيْنِ قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہا، تو انہوں نے آمین کہی۔ مقتدیوں نے بھی آمین کہی۔ سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہا۔ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میری نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے آپ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔''

(أحمد : ٤٩٧/٢، سنن النسائي : ٩٠٥، السنن الكبرٰى للبيهقي : ٨٥/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۴۹۹) امام ابن الجارود رحمہ اللہ (امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۹۸) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ اسحاق کوسج رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا؟ ''کیا آمین اونچی کہی جائے گی؟ فرمایا: جی ہاں، اللہ کی قسم امام و مقتدی آمین

اونچی کہیں گے۔امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ بھی کہی کہتے تھے۔آپ فرماتے ہیں : اونچی آمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کر جائے ، یہ امام پر زیادہ لازم ہوتی ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اتنی اونچی کہے کہ کم از کم قریب والے سن لیں، اگر صف کے آخر تک سنا دے،تو کیا بات ہے!حتی کہ مردوں کے پیچھے کھڑی عورتوں کو بھی سنا دے۔لوگ چھوڑ بھی دیں کوئی امام یا مقتدی اس سنت کو نہ چھوڑے۔شرم محسوس کر کے یا کسی خوف سے یا کسی مجبوری کے ڈر سے بھی نہ چھوڑے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے۔''

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل و إسحاق بن راهويه برواية الكوسج : ١٣٨/١)

سوال: آمین جہری کہی جائے گی یا آہستہ؟

جواب: جب قرأت جہری ہو، آمین بھی جہری کہی جائے گی اور جب قرأت سری ہو،تو آمین بھی آہستہ کہی جائے گی۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مَنْ ذَنْبِهِ .

''امام آمین کہے،تو آپ بھی آمین کہیں۔جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی،اس کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

(صحيح البخاري : ٧٨٠، صحيح مسلم : ٤١٠)

❀ صحیح مسلم (۴۱۰،۶۱ ۷) کی روایت ہے:

''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ کہے، مقتدی بھی آمین کہیں اور اس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

۞ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا امام سورۃ فاتحہ کے بعد باآواز بلند آمین کہے گا، تو آپ نے جواب میں فرمایا:

نَعَمْ، وَيَرْفَعُ بِهَا مَنْ خَلْفَهُ أَصْوَاتَهُمْ .

''جی ہاں! اور مقتدی بھی آواز بلند کریں گے۔''

پوچھا گیا دلیل کیا ہے؟، تو یہی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیش کی اور فرمایا:

فِي قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهُ أَمَرَ الْإِمَامَ أَنْ يَّجْهَرَ بِآمِينَ؛ لِأَنَّ مَنْ خَلْفَهُ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ تَأْمِينِهٖ إِلَّا بِأَنْ يَّسْمَعَ تَأْمِينَهُ .

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان 'جب امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں' وضاحت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امام کو باآواز بلند آمین کا حکم دیا ہے، کیوں کہ مقتدی جب تک امام کی آمین سن نہ لے، اس کی آمین کا وقت نہیں جان سکتا۔''

(الأم للشافعي : ۱۰۹/۱، الخلافيات للبيهقي : ۶۷/۲، ۶۸، مختصرا)

۞ امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳۔۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کا فرمان 'امام آمین کہے، تو آپ آمین کہیں' صراحت سے ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے مقتدی کو باآواز بلند آمین کہنے کا حکم دیا ہے،

یقیناً نبی کریم ﷺ مقتدی کو امام کی آمین ساتھ آمین کا حکم صرف اس صورت میں دے سکتے ہیں، جب اسے معلوم ہو کہ اب امام نے آمین کہی ہے۔ اگر امام آہستہ امام کہے، تو مقتدی کو کیسے معلوم ہو گا کہ امام نے آمین کہہ دی ہے، یا نہیں کہی، آپ کسی سے کہیں کہ فلاں آدمی جب فلاں بات کہے، تو آپ بھی وہی بات کہہ دیجئے گا مگر آپ کو اس کی بات سنائی نہیں دے گی، تو محال ہے کہ سنے بغیر وہی بات کہہ دے۔ اسے کیا معلوم کہ اس نے کس وقت کیا کہا ہے، جب کہ وہ سن ہی نہیں رہا۔ تو نبی کریم ﷺ مقتدی کو حکم دیں کہ امام کی آمین ساتھ آمین کہو اور مقتدی امام کی آمین سن بھی نہ رہا ہو؟ ایک عالم تو کم از کم اس وہے کو نہیں سمجھ پائے گا۔''

(صحیح ابن خزیمة تحت الحدیث : ٥٧٠)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) لکھتے ہیں:

لَوْلَا جَهْرُهُ بِالتَّأْمِينِ لَمَا أَمْكَنَ الْمَأْمُومُ أَنْ يُؤَمِّنَ مَعَهُ وَيُوَافِقَهُ فِي التَّأْمِينِ.

''اگر آمین بلند آواز سے نہ ہو تو ایک مقتدی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ امام کے ساتھ آمین کہے اور اس کی آمین امام کی آمین سے موافق ہو جائے۔''

(اعلام الموقعین : ٣٩٦/٢)

۞ علامہ سندھی حنفی (١١٣٨ھ) لکھتے ہیں:

''مصنف کتاب اس حدیث سے آمین بالجہر کا استدلال کر رہے ہیں، کیوں کہ اگر آمین آہستہ آواز سے ہو تو مقتدی امام کی آمین بارے جان ہی نہ پائے، تو

ایسی صورت میں مقتدی کو امام کے ساتھ آمین کہنے کا حکم مستحسن نہیں رہتا، یہ انتہائی دقیق استدلال ان احادیث کو راجح قرار دیتا ہے، جن میں آمین بالجہر کی صراحت موجود ہے۔''

(حاشية السّندي على سنن ابن ماجه : ۲۸۰/۱)

مذکورہ حدیث پر متعدد اہل علم نے اونچی آمین کے ابواب قائم کیے ہیں۔

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ : ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾(الفاتحة : ۷)، فَقَالَ : آمِينَ، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا، آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کے بعد باآواز بلند آمین کہا۔''

(سنن الترمذي : ۲٤۸، سنن الدارقطني : ۳۳٤/۱، ۱۲٦۹، شرح السنة للبغوي : ۵۸٦، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی (۲۴۸) اور حافظ بغوی (۵۸٦) نے ''حسن''امام دارقطنی رحمہ اللہ (۱۲٦۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (اعلام الموقعین :۳۹٦/۲) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق :۲۳٦/۱) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ سے جہری نمازوں میں آہستہ آمین کہنا ثابت ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ سے جہری نمازوں میں آہستہ آمین کہنا ثابت نہیں، اس بارے میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، سب میں ضعف ہے۔

۞ علامہ عبدالحئی لکھنوی، حنفی (۱۳۰۴ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

''کہتا ہوں: ہم نے بھی آپ کی طرح کئی برس اسی دشت کی سیاحی کی۔ اس کے گوشے گوشے سے واقف ہو گئے۔ انتہائی دقت نظری اور غور و فکر کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آمین بالجہر کہنا ہی صحیح ہے، کیوں کہ یہ اولاد عدنان کے سردار ﷺ کی احادیث سے مطابق ہے۔ نبی کریم ﷺ سے منقول آمین بالسر کی روایات ضعیف ہیں، جو صحیح روایات کی ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ صحیح ہوں، تب بھی ان کا مطلب یہ ہوگا آواز بہت شدید نہ ہو، بل کہ قدرے آہستہ ہو۔ ابن ہمام رحمہ اللہ بھی یہی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آمین بالجہر کی روایات کا یہ معنی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آمین بالجہر بعض اوقات کہی گئی یا تعلیم کے لئے کہی گئی، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور آمین بالجہر کو ابتدائے اسلام کا معاملہ قرار دینا انتہائی کم زور بات ہے، کیوں کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح قرار دی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں صراحت کی ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں ایمان لائے ہیں، باقی رہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ کے آثار، تو ان کی صحیح مرفوع احادیث کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔''

(السّعاية في كشف ما في شرح الوقاية : ١٧٦/٢)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اَلْاِنْصَافُ أَنَّ الْجَهْرَ قَوِيٌّ مِّنْ حَيْثُ الدَّلِيلِ .

''انصاف یہ ہے کہ آمین بالجہر کے دلائل قوی ہیں۔''

(التعليق المُمَجّد علٰي موطّأ الإم مالك، ص : ۱۰۵)

سوال: کیا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اونچی آمین کہنا ثابت ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابورافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کے مؤذن تھے۔ انہوں نے مروان سے طے کر رکھا تھا کہ جب تک میں صف میں داخل نہ ہو جاؤں، آپ ''ولا الضالین'' نہیں کہیں گے، تو جب مروان ''ولا الضالین'' کہتا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بآواز بلند آمین کہتے اور فرماتے: اہل زمین کی اہل آسمان سے آمین میں موافقت ہو گئی، تو زمین والوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

(السّنن الكبری للبيهقي : ۲/۸۵، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: سونے چاندی کے برتنوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے۔ یہ حرمت مردوں، عورتوں، بچوں، بڑوں، امیروں اور غریبوں سب کے لیے ہے۔

❀ عبداللہ بن عُکیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا، تو دہقان (گاؤں کا چوہدری) چاندی کے برتن میں پانی لے آیا، آپ نے اسے گرا دیا، پھر اس پر ان لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس سے منع کر دیا گیا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا تَشْرَبُوا فِي إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَلْبَسُوا الدِّيبَاجَ وَلَا

الْحَرِيرَ فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ .

''سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ہی دیباج وحریر (ریشم) کے کپڑے پہنو، کیوں کہ دنیا میں یہ ان (کافروں) کے لیے ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔''

(صحيح البخاري : 5837 ، صحيح مسلم : 2067)

❀ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ .

''چاندی کے برتن میں پینے والا درحقیقت اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈال رہا ہے۔''

(صحيح البخاري : 5634 ، صحيح مسلم : 2065)

(سوال): سونے چاندی کے چمچ سے کھانا کیسا ہے؟

(جواب): سونے اور چاندی کا کوئی برتن بھی جائز نہیں، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(سوال): کتے کے جھوٹے برتن کا کیا کیا جائے؟

(جواب): اسے سات بار پانی سے اور ایک بار مٹی سے مانج کر دھولیا جائے، وہ پاک ہو جائے گا، نیز اگر برتن میں کوئی چیز ہو، تو اسے انڈیل دیا جائے، وہ ناپاک ہو چکی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا .

''جب کتا کسی کے برتن سے پی جائے، تو اس برتن کو سات دفعہ دھوئیں۔''

(صحيح البخاري : 172 ، صحيح مسلم : 279)

❀ صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں:

أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ .

''پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔''

(سوال): کیا بعض برتنوں کے استعمال سے منع کیا گیا تھا؟

(جواب): شروعِ اسلام میں چار قسم کے برتنوں سے منع کیا گیا تھا، بعد میں یہ حرمت منسوخ ہوگئی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّنْبَذَ فِي الْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَالدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمَةِ وَالنَّقِيرِ ، قَالَ : وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقیر (تارکول لگا ہوا برتن) مزفت (روغنی برتن) دبا (کدو سے بنا ہوا برتن) حنتمہ (پرانا سبز مٹکا) اور نقیر (لکڑی کا برتن) میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، نیز فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

(سنن النّسائي : 5592، سنن ابن ماجه :3401، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۱۸۶۴) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۴۰۸) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۵۸) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے آپ کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سو اب ان کی زیارت کیا کریں، کیوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی ماں کی (قبر کی) زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے، یہ آخرت یاد دلاتی ہے، میں نے آپ کو تین دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا، میرا مقصد یہ تھا کہ مالدار لوگ ان لوگوں کے لیے

فراخی پیدا کریں، جن کے پاس (قربانی کی) گنجائش نہیں ہے، اب آپ کھائیں بھی اور جمع بھی کر سکتے ہیں اور میں نے آپ کو کچھ برتنوں (کے استعمال) سے روکا تھا، برتن کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتا، ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

(صحیح مسلم : 106/977)

سوال: اگر برتن کے ناپاک ہونے کا شک ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک برتن کے ناپاک ہونے کا ظن غالب نہ ہو، وہ پاک ہی متصور ہوگا، شک پر شرعی احکام کی بنیاد نہیں ڈالی جا سکتی۔ البتہ شبہ کو زائل کرنے کے لیے برتن کو دھولیا جائے۔

سوال: اگر پانی ناپاک ہو، پاک پانی میسر نہ ہو، تو کیا ناپاک پانی سے وضو کر سکتا ہے یا تیمّم کرے گا؟

جواب: وضو کے لیے پانی کا پاک ہونا شرط ہے، ناپاک پانی سے وضو نہیں، لہٰذا جسے پاک پانی نہ ملے، وہ تیمّم کرے گا، کیونکہ ناپاک پانی نہ طاہر ہے اور نہ مطہر۔

سوال: کیا چینی کے برتن استعمال کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: چینی وغیرہ کے برتن استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ صرف سونے اور چاندی کی دھاتوں سے بنے برتن ممنوع ہیں۔

سوال: کیا عیسائی کا جھوٹا پاک ہے؟

جواب: عیسائی کا جھوٹا پاک ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر بلی برتن میں منہ ڈال دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بلی برتن میں منہ ڈال دے، تو کوئی حرج نہیں، اس سے برتن یا برتن میں موجود کھانے پینے کی شے ناپاک نہیں ہوتی، دل مانے، تو اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

❀ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بہو، کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، تو انہوں نے انہیں وضو کے لیے پانی ڈال کر دیا۔ بلی آئی اور پینے لگی۔ انہوں نے اس کی طرف برتن جھکا دیا حتی کہ اس نے سیر ہو کر پی لیا، کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ نے مجھے دیکھ کر کہ میں انہیں دیکھ رہی ہوں فرمایا: اے بھتیجی! کیا آپ تعجب کر رہی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ (بلی) پلید نہیں ہے، کیوں کہ یہ تم پر گھومنے پھرنے والے مرد یا عورتوں میں سے ہے۔''

(موطأ الإمام مالك : 23,22/1، مسند الإمام أحمد : 5/303-309، سنن أبي داوٗد : 75، سنن النّسائي : 68، سنن التّرمذي : 92، سنن ابن ماجه : 367، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۰۴)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۹۹)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۶۰) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

(سوال): آئسہ عورت کی عدت کیا ہے؟

(جواب): آئسہ اس عورت کو کہتے ہیں، جس کو کبرِ سنی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے، اس کی عدت طلاق تین ماہ ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤) .

''وہ طلاق یافتہ عورتیں جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہوں، شک کی صورت میں ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''یہاں اللہ تعالیٰ نے ان عمر رسیدہ عورتوں کی عدت بیان کی ہے، جن کی ماہواری بڑھاپے کی وجہ سے ختم ہو گئی ہو، ان کی عدت تین ماہ ہے۔ ان کی تین ماہ عدت تین ماہواریوں کے عوض میں ہے، سورت بقرہ کی آیت کریمہ اس پر دلیل ہے۔ اسی طرح وہ بچیاں، جنہیں ابھی ماہواری شروع نہ ہوئی ہو، ان کی عدت بھی بوڑھی عورتوں کی طرح تین مہینے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ ''جن بچیوں کو ابھی ماہواری شروع نہ ہوئی ہو۔''

(تفسیر ابن کثیر : 149/8)

آئسہ کا شوہر فوت ہو جائے، تو وہ عام عورتوں کی طرح چار ماہ دس دن ہی عدت

وفات شوہر میں گزارے گی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرة: ٢٣٤)

''تم میں جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں چار ماہ دس تک عدت میں رہیں، جب وہ مقررہ مدت مکمل کرلیں، تو وہ عمدگی کے ساتھ جو کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

اس عدت کو مطلق بیان کیا گیا ہے، اس میں آئسہ بھی داخل ہے۔

سوال: قرآن کریم کی سب سے طویل آیت کون سی ہے؟

جواب: قرآن کریم میں سب سے طویل آیت سورت بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ ہے، جسے آیت دین بھی کہتے ہیں۔

سوال: قرآن کریم کی سب سے افضل آیت کون سی ہے؟

جواب: پورا قرآن افضل ہے، مگر اس میں سب سے افضل آیت الکرسی ہے، جو سورت بقرہ میں ۲۵۵ نمبر پر موجود ہے۔

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ: قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ

مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ : قُلْتُ : ﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (البقرة : 255) قَالَ : فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ : وَاللّٰهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ .

''ابومنذر! کیا آپ جانتے ہیں کہ کتاب اللہ کی کس آیت کی فضیلت سب سے زیادہ ہے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: ابومنذر! جانتے ہیں کہ کتاب اللہ کی کس آیت کی فضیلت سب سے زیادہ ہے؟ عرض کیا: آیۃ الکرسی ہے، آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا (حوصلہ افزائی مطلوب تھی) اور فرمایا: اللہ کی قسم! ابومنذر! آپ کو علم مبارک ہو۔''

(صحيح مسلم : 810)

سوال: کیا ایک آیت کی تلاوت کرنے پر بھی قرأت قرآن کا اطلاق ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔ ایک آیت کی تلاوت بھی قرأت ہے۔

سوال: کیا جنبی اور حائضہ ایک آدھ آیت تلاوت کر سکتے ہیں؟

جواب: جنبی اور حائضہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتے، البتہ کبھی کبھار ایک دو آیات پڑھ لے، تو گنجائش ہے، البتہ نہ پڑھنا بہتر ہے۔

❁ معروف فقیہ، محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّقْرَأَ الْجُنُبُ الْاٰيَةَ وَالْاٰيَتَيْنِ .

''وہ جنبی کے لیے ایک دو آیات پڑھنے میں حرج نہیں جانتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 102/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابواسحاق، عمرو بن عبداللہ، سبیعی، رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ : تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ ؟ قَالَ : الْآيَةَ وَالْآيَتَيْنِ .

''میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا حائضہ اور جنبی قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ تو فرمایا: ایک دو آیات پڑھ سکتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 102/1 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا؛ کیا حائضہ قرآن کی تلاوت کر سکتی ہے؟ تو فرمایا:

لَا ، إِلَّا طَرَفَ الْآيَةِ .

''نہیں، البتہ آیت کا کوئی ٹکڑا پڑھ سکتی ہے۔''

(سنن الدارمي : 1039 ، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا جنبی اور حائضہ قرآن کریم کو چھو سکتے ہیں؟

جواب: نہیں۔

سوال: سورت حج میں کتنے سجدے ہیں؟

جواب: سورت حج میں دو سجدے ہیں۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، کیا سورۂ حج میں دو سجدے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، سورۂ حج میں دو سجدے ہیں، جس نے یہ دو سجدے نہ کیے، اس نے ان دونوں آیات کو نہیں پڑھا یا وہ ان دونوں آیات کو نہ پڑھے۔

(سنن أبي داوٗد : ١٤٠٢، سنن التّرمذي : ٥٧٨، مسند أحمد : ١٥١/٤، ١٥٥، وسندهٗ حسن)

❁ ثعلبہ بن عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورۂ حج کی قراءت کی، اس میں دو سجدے کیے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ١١/٢، شرح معاني الآثار للطّحاوي : ٣٦٢/١، وسندهٗ صحيح)

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ نے سورۂ حج میں دو سجدے کیے۔

(مؤطأ الإمام مالك : ٢٠٦/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔

(السنن الكبرٰى للبيهقي : ٣١٨/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج میں دو سجدے کیے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ١١/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج کے آخری سجدہ کی تلاوت کی اور منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ١٨/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شافعی (الام : ١٣٨/١)، امام احمد بن حنبل (مسائل احمد واسحاق : ٩١/١)، امام اسحاق بن راہویہ (جامع ترمذی تحت حدیث : ٥٧٨)، امام عبداللہ بن مبارک (جامع ترمذی تحت حدیث : ٥٧٨) اور امام ابن منذر رحمہم اللہ (الاوسط لابن المنذر : ٢٦٧/٥) سورۂ حج میں دو سجدوں کے قائل ہیں۔

سوال: قرآن کریم میں کل کتنے سجدے ہیں؟

جواب: صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں کل پندرہ سجدے ہیں۔

سوال: آیت الکرسی کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب) آیۃ الکرسی قرآن مقدس کی افضل ترین آیت ہے، پچاس کلمات، ایک سو اسی (180) حروف اور دس (10) جملوں پر مشتمل ہے۔ ابتدا لفظ ''اللہ'' سے کی گئی ہے اوراس میں توحید کے گیارہ (11) دلائل، پانچ (5) اسمائے حسنیٰ اور چھبیس (26) صفات باری تعالیٰ کا ثبوت ہے، اللہ کی کرسی کا ذکر ہے، اسی لئے آیۃ الکرسی کہلاتی ہے۔:اس کے بے شمار فضائل ہیں۔ یہ قرآن کی سب سے افضل آیت ہے۔(صحیح مسلم:۸۱۰)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''وہ صدقے کی کھجوروں پر نگران تھے، انہوں نے کھجوروں کے ڈھیر پر ہاتھ کے نشان دیکھے گویا کسی نے وہاں سے کچھ اٹھایا ہو۔ اس واقعہ کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: چور کو پکڑنے کے لئے یہ وظیفہ پڑھیں۔ سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''پاک ہے وہ ذات جس نے تجھے محمد ﷺ کے لئے مسخر کیا۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یہ وظیفہ پڑھا، تو ایک جن نظر آیا۔ میں نے کہا: تجھے نبی کریم ﷺ کے حضور پیش کرتا ہوں، کہنے لگا، میں غریب ہوں، گھر والوں کے لئے کچھ لیا ہے، معافی چاہتا ہوں آئندہ نہیں آؤں گا، لیکن وہ دوبارہ آ گیا، نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا، تو آپ نے وہی دعا بتلائی، میں نے پڑھی، جن پھر سامنے آ گیا، اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ تھا، مگر اس نے آئندہ نہ آنے کا وعدہ کیا۔ میں نے پھر چھوڑ دیا۔ وہ دوبارہ آ گیا، نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: اسے پکڑنے کے لئے وہی دعا پڑھیں۔ دوبارہ وہ دعا پڑھی، تو جن دوبارہ قابو آ گیا، میں نے کہا: تو نے وعدہ خلافی کی ہے، اب تو ضرور تجھے نبی ﷺ پاس لے جاوں گا۔ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دیجئے،

آپ کو چند کلمات سکھاتا ہوں، جب آپ انہیں پڑھیں گے تو کوئی مذکر یا مونث جن آپ کے قریب نہیں پھٹکے گا، پوچھا: کون سے کلمات؟، کہا: ہر صبح وشام آیۃ الکرسی پڑھا کریں۔ میں نے اسے رہا کر دیا اور نبی کریم ﷺ کو یہ قصہ سنایا۔ فرمایا: کیا آپ جانتے نہیں؟ یقیناً بات ایسے ہی ہے۔''

(فضائل القرآن للنّسائي : 42، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مسند عبد بن حمید (178، وسندہٗ صحیح) میں الفاظ ہیں:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ إِنَّ لِهٰذِهِ الْآيَةِ لَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ تُقَدِّسُ الْمَلِكَ عِنْدَ سَاقِ الْعَرْشِ .

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں (ﷺ) محمد کی جان ہے! آیۃ الکرسی کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے، جو اپنے پڑھنے والے کے حق میں عرش الٰہی کے پائے کے پاس اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کرے گی۔''

❁ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ، إِلَّا الْمَوْتُ .

''ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والے کو جنت جانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی، سوائے موت کے۔''

(السّنن الکبریٰ للنّسائي : 9928؛ عمل الیوم واللیلة للنّسائي : 100؛ المُعجم الکبیر للطّبراني : 134/8؛ کتاب الصّلاة لابن حبّان کما في اتّحاف المَهرة لابن حَجَر : 259/6؛ ح : 6480؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ اور حافظ منذری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۱/ ۳۰۷) حافظ سیوطی رحمہ اللہ (التعقبات علی الموضوعات: ۸) نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ وائلی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔ (کمافی التذکرۃ للقرطبی: ۲۴)، حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (نتائج الافکار: ۲/ ۲۷۸۔۲۷۹)، حافظ ابن الہادی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (النکت علی ابن الصلاح: ۲/ ۴۷۹) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا مِنْ سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا سَهْلٍ وَلَا جَبَلٍ أَعْظَمُ مِنْ آيَةِ الْكُرْسِيِّ .

''آسمان وزمین، میدان وصحرا اور پہاڑ آیت الکرسی سے بڑے نہیں ہیں۔''

(الأسماء والصّفات للبيهقي : 633، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کیا باپ ہونا باعث فضیلت ہے؟

(جواب): یقیناً باپ بافضیلت رشتہ ہے، اس کے حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی۔ اسلام نے ماں کے بعد سب سے زیادہ مقام باپ کو دیا ہے۔ دونوں سے حسن سلوک کی تلقین کی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سے میرے عمدہ برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر آپ کے والد گرامی۔''

(صحيح البخاري :5971، صحيح مسلم : 2548)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ .

''اللہ کی رضا والد کی رضا میں اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔''

(سنن التّرمذي : 1899، وسندهٔ حسنٌ)

❀ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منبر لائیں۔ ہم منبر لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے : اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٔ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ .

''سب سے بڑی نیکی والد کے حب داروں سے تعلق رکھنا ہے۔''

(صحیح مسلم : 2552)

سوال: کیا باپ اپنے بیٹے سے ہبہ شدہ چیز واپس لے سکتا ہے؟

جواب: کسی کے لیے ہبہ شدہ چیز واپس لینا جائز نہیں، اس پر سخت وعید ہے، سوائے والد کے، وہ اپنی اولاد سے ہبہ شدہ چیز واپس لے سکتا ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کو تحفہ دے کر اس سے واپس لے لے، بجز والد کے، جو وہ اپنے بیٹے کو دیتا ہے۔ جو تحفہ دے کر واپس لیتا ہے، اس کی مثال کتے جیسی ہے، جو کھاتا ہے، جب سیر ہو جاتا ہے، تو قے کرتا ہے، پھر اسے چاٹ لیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 78,27/2، سنن أبي داوٗد : 3539، سنن النّسائي : 3720، سنن التّرمذي : 2132، سنن ابن ماجه : 2377، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۹۴) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۶/۲) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: اگر والد اپنے بیٹے کو قتل کر دے، تو کیا اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا؟

جواب: والد اپنے بیٹے کو قتل کر دے، تو اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا یا نہیں، اس بارے میں کوئی خاص دلیل ثابت نہیں، جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ باپ کو بیٹے کے بدلے قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا، وہ ثابت نہیں ہیں، واللہ اعلم!

سوال: رضاعی باپ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کسی نے کسی عورت کا دودھ پیا، تو وہ اس کی رضاعی ماں بن گئی اور اس کا خاوند اس کا رضاعی باپ بن گیا۔ اب دودھ پینے والی کا اپنا یا اس کی اولاد کا اس کے رضاعی باپ سے نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

''رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جنہیں ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1444)

(سوال): سوتیلے باپ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جس کی بیوہ یا مطلقہ ماں کسی شخص سے نکاح کرلے، تو وہ شخص سوتیلا باپ بن جاتا ہے اور اس کی بیوی کی بیٹیاں اس کی ''ربائب'' (زیر پرورش) بن جاتی ہیں، بیوی سے خلوت اختیار کر لی، تو اس کی سابقہ اولاد سے نکاح حرام ہو جاتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (النّساء : ٢٣)

''تمہاری پرورش میں موجود وہ لڑکیاں (بھی تم پر حرام ہیں)، جو تمہاری ان بیویوں (کی سابقہ شوہروں) سے ہیں، جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ اگر تم نے ان سے دخول نہیں کیا، تو تم پر کوئی حرج نہیں (کہ تم اپنی بیویوں کی سابقہ

لڑکیوں سے نکاح کرلو)۔''

(سوال): اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیا کو حلال کرنے والوں اور اللہ کی حلال کردہ اشیا کو حرام کرنے والوں کی پیروی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی چیز کی حلت وحرمت کا حکم دینا شریعت کا وظیفہ ہے، جانتے بوجھتے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنا یا حرام کردہ کو حلال کرنا شرک وکفر ہے۔ یہ یہود کا طرز عمل ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(التوبة: ٣١)

''انہوں نے اپنے علما اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا تھا۔''

❀ اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ان لوگوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتے ہوئے اپنے علما وصوفیا کو جو''رب'' بنایا تھا، وہ دو طرح سے ہوسکتا ہے؛ ایک تو یہ کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے علما وصوفیا نے اللہ کے دین کو بدلا ہے، پھر بھی وہ ان کی پیروی کرتے رہے، چنانچہ اپنے بڑوں کی پیروی میں انہوں نے بھی اللہ کے رسولوں کے دین کے خلاف اعتقاد بنا لیا، حالانکہ انہیں سب کچھ معلوم تھا، یہ کفر ہے اور اللہ ورسول نے اسے شرک بھی قرار دیا ہے، اگرچہ وہ اپنے علما وصوفیا کے لیے نماز نہ پڑھتے تھے، نہ ان کے سامنے سجدہ کرتے تھے، لہٰذا جو کوئی بھی کسی کی خلاف دین بات جانتے بوجھتے مانے اور اسی پر اپنا اعتقاد رکھے، ان کی طرح مشرک ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام

کرنے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے کے بارے میں ان کا اعتقاد درست تھا، لیکن پھر بھی گناہ میں انہوں نے علما وصوفیا کی پیروی کر لی، جس طرح ایک مسلمان گناہ سمجھتے ہوئے بھی کر لیتا ہے، تو اس صورت میں ان کا حکم ان جیسے دوسرے گناہ گاروں جیسا ہوگا (وہ مشرک قرار نہیں پائیں گے)۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 70/7)

❀ نیز لکھتے ہیں:

''جو شخص رسول کے علاوہ کسی ہستی کی اطاعت اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے، اس کے ہر حکم اور ہر ممانعت پر اس کی بات مانتا ہے، خواہ وہ اللہ و رسول کے حکم کے مخالف ہی کیوں نہ ہو، اس نے اسے اللہ کا شریک بنا لیا ہے۔...... یہ وہ شرک ہے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کیا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾(البقرة : ١٦٥) ''لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں، جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرنی چاہیے، حالانکہ اہل ایمان اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 267/10)

❀ شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ کی شریعت کے خلاف احکامات جاری کرنے والے لوگوں کے متبعین یقیناً مشرک ہیں، یہ بات واضح طور پر دوسری آیات میں مذکور ہے، جیسے مردار کو اللہ کا ذبیحہ کہہ کر حلال قرار دینے پر شیطان کے حکم کی پیروی کرنے والوں کے

بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ، وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلٰى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾(الأنعام : ١٢١)

''تم وہ (ذبیحہ) نہ کھاؤ، جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، یہ (مردار کھانا) فسق ہے، شیاطین اپنے حواریوں کو القا کرتے ہیں، تاکہ وہ تم سے مباحثہ کریں، اگر تم نے ان کی پیروی کر لی، تو مشرک ہو جاؤ گے۔'' اس آیت میں صراحت ہے کہ ان کی پیروی سے وہ مشرک ہو جائیں گے، یہ اطاعت میں شرک ہے اور اللہ کے دین کے خلاف کسی کا قانون وضابطہ تسلیم کر لینا ہی شیطان کی عبادت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے یوں منع فرمایا: ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَابَنِي آدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ، وَأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾(یٰس : ٦٠-٦١) ''اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو گے، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، نیز میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

(أضوأ البَیان : 83/4)

(سوال): مسواک کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): مسواک فطرت ہے، یہ منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ مسواک خود بھی کرتے اور امت کو بھی تلقین کرتے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دس خصائل فطرت ہیں؛ (۱) مونچھیں کاٹنا، (۲) داڑھی بڑھانا، (۳)

مسواک کرنا، (۴) وضو کرتے وقت ناک میں پانی چڑھانا، (۵) ناخن کاٹنا، (۶) انگلیوں کے جوڑ دھونا، (۷) بغلوں کے بال نوچنا، (۸) زیر ناف بال مونڈنا، (۹) استنجا کرنا۔ دسویں چیز راوی (مصعب) بھول گئے ہیں، کہتے ہیں: شاید وہ کلی ہو۔'' (صحیح مسلم: 261)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ .

''اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا، تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

(صحيح البخاري : 7240)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوءٍ .

''اگر میں اپنی امت کے لیے دشواری نہ سمجھتا، تو انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 460/2، 517، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 3031، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 43/1، صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۴۰) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُورَهٗ، فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ أَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ .

''ہم آپ ﷺ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتیں۔ رات کو جب اللہ کے امر سے بیدار ہوتے تو مسواک کر کے وضو کرتے۔''

(صحيح مسلم : 139/746)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، يَشُوصُ فَاهُ.

''نبی کریم ﷺ قیام اللیل کے لئے اٹھتے تو مسواک کرتے۔''

(صحيح البخاري : 889؛ صحيح مسلم : 46/255)

سوال: کیا دین میں آسانی ہے؟

جواب: ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ دین میں آسانی ہے، آسانی میں دین نہیں۔ بعض لوگ شریعت کے واضح حکم کو چھوڑ کر اس سے بھی آسان راستہ اختیار کرتے ہیں اور اسے دین بنا دیتے ہیں، یہ واضح الحاد ہے۔ دین کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے احکام پر عمل کرنا آسان ہے، یہ راہبوں کے دین کی طرح ناممکن یا محال نہیں، بلکہ اس پر ہر شخص عمل کر سکتا ہے، لہٰذا دین میں آسانی کہاں تک ہے، وہ بھی شریعت ہی طے کرے گی۔ البتہ جس مسئلہ میں شریعت نے کوئی حکم جاری نہیں کیا، اس میں شریعت کی روشنی میں آسان راستہ اختیار کرنا بہتر ہے، نبی کریم ﷺ کو بھی جب دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا کہا جاتا، تو آسان تر کو اختیار کرتے تھے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة : ۱۸۵)

''اللہ تعالیٰ تم سے آسانی کا ارادہ کرتا ہے، تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَأْثَمْ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسان تر کو ہی پسند فرمایا، جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہو۔“

(صحيح البخاري : 6786، صحيح مسلم : 2327)

سوال: جمعہ والے دن کو خاص کر کے عمل کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی عمل کو کسی دن کے ساتھ خاص کرنا اور اس پر مواظبت کرنا جائز نہیں، یہ شریعت کا وظیفہ ہے۔

سوال: کچا لہسن اور پیاز وغیرہ کھا کر مسجد جانا کیسا ہے؟

جواب: کچا لہسن، پیاز یا کوئی بھی بدبودار چیز کھا کر مسجد جانا جائز نہیں، یہ نمازیوں اور نماز میں حاضر ہونے والے فرشتوں کے لیے تکلیف دہ ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ، يُرِيدُ الثُّومَ، فَلَا يَغْشَانَا فِي مَسَاجِدِنَا .

”جس نے تھوم (لہسن) کے پودے میں کچھ بھی کھایا، وہ (نماز پڑھنے کے لیے) ہماری مسجد میں نہ آئے۔“

(صحيح البخاري : 854، صحيح مسلم : 564)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ

الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ بَنُو آدَمَ.

''جس نے پیاز، لہسن یا گیندنا (بدبودار سبزی) کھایا، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ پھٹکے، کیونکہ جس چیز سے انسان اذیت محسوس کرتے ہیں، اس سے فرشتے بھی اذیت محسوس کرتے ہیں۔''

لہسن اور پیاز پکا کر کھایا جا سکتا ہے، اس سے بدبو ختم ہو جاتی ہے، پکا لہسن یا پیاز کھا کر مسجد جانا جائز ہے۔

سوال: اگر منبر پر آیت سجدہ تلاوت کی، تو کیا نیچے اتر کر سجدہ تلاوت کیا جا سکتا ہے؟

جواب: سجدہ تلاوت مستحب ہے، منبر پر آیت سجدہ تلاوہ کی، تو اگر خطیب سجدہ تلاوت کرنا چاہتا ہے، تو وہ نیچے اتر کر سکتا ہے اور اگر ترک کرنا چاہتا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

❀ ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورت نحل کی تلاوت کی، جب آیت سجدہ پر پہنچے، تو منبر سے نیچے اترے اور سجدہ کیا، تو لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ آئندہ جمعہ پھر اسی سورت کی تلاوت کی، جب آیت سجدہ پر پہنچے، تو فرمایا: لوگو! ہمیں سجودِ تلاوت کا حکم نہیں دیا گیا، لہٰذا جس نے سجدہ کیا، اس نے اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا، اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (اس دن) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔'' (صحيح البخاري : 1077)

سوال: جمعہ کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: جمعہ کو خاص کر کے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ یہ ممانعت استحبابی ہے، اگر کوئی صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لے، تو گناہ گار نہ ہوگا۔

(سوال):اشیامیں اصل اباحت ہے یا حرمت؟

(جواب):عبادات میں اصل حرمت ہے اور معاملات میں اصل اباحت ہے۔کوئی عمل عبادت تب بنے گا، جب شریعت میں اس کا اذن ہو، ورنہ ممنوع وحرام ہوگا، اسی طرح معاملات میں کوئی چیز حرام یا مکروہ تب ہوگی، جب شریعت میں اس کی حرمت یا کراہت کا ذکر ہو، ورنہ وہ مباح اور جائز رہے گی۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقے سے معتبر ہوگی، جو اس نے اپنے انبیا علیہم السلام کی زبانی بیان کر دیا ہے، کیونکہ عبادت بندوں کے ذمہ اللہ کا حق ہے اور اس کا حق (ادا کرنے کا طریقہ) وہی ہے، جو اس نے خود پسند اور مقرر کیا ہے، البتہ شروط ومعاملات کو جب تک اللہ حرام قرار نہ دے، جائز ہوتے ہیں۔''

(إعلام المؤقعين :344/1)

(سوال):جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ کہنے کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب):اس بارے میں کوئی فضیلت ثابت نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ایک مرتبہ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ کہا، تو ستر فرشتے ایک ہزار دنوں میں بھی اس کا اجر وثواب لکھنے سے قاصر ہیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11509)

روایت ضعیف ومنکر ہے۔ ہانی بن متوکل اسکندرانی ضعیف ہے۔

(مَجمع الزّوائد للهيثمي : 163/10)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: طلاق بائن کیا ہے؟

جواب: جس طلاق کے بعد شوہر کے پاس رجوع کا حق باقی نہ رہے، اسے طلاق بائن کہتے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرۃ : ۲۳۰)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔''

سوال: کسی ایسے عمل کو دین کا حصہ بنانا، جس پر دلیل شرعی قائم نہیں، کیسا ہے؟

(جواب): عبادات میں اصل حرمت ہے، جب تک کسی عمل کے عبادت ہونے پر دلیل شرعی قائم نہیں ہو جاتی، اسے عبادت نہیں بنایا جا سکتا۔ احکام شرعیہ میں بغیر دلیل کے کوئی حکم داخل کرنا بدعت ہے، جس کی ممانعت بالکل واضح ہے۔ ہر بدعت ظلمت وضلالت، اتباعِ نفس ہے اور انہدام اسلام ہے اور ہر بدعت سیئہ اور قبیحہ ہے۔ جس کام کی اصل قرآن وحدیث میں نہ ہو، وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ.

''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : ٤٢٠٢، طبقات المحدّثين بأصبهان لأبي الشّيخ الأصبهاني : ٦٠٩/٣، المختارة للحافظ الضّياء المقدسي : ٢٠٥٤، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب : ٨٦/١)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کہتے ہیں کہ ''بدعت سے توبہ نہیں ہوتی۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی شریعت محمدیہ کے علاوہ کسی اور دین کا پیروکار ہوتا ہے، اس کے لیے برا عمل مزین کر دیا جاتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ اس عمل سے توبہ نہیں کر سکتا، کیونکہ توبہ کے لیے اپنے عمل کو برا جاننا ضروری ہے، یا اس بات کا احساس ہونا ضروری ہے کہ میں نے واجب یا مستحب عمل کو ترک کر دیا ہے، لہٰذا جب تک وہ کسی برے کام کو اچھا سمجھتا رہے گا، تب تک توبہ نہیں کرے

گا، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ اس پر حق واضح کر کے رشد و ہدایت سے نواز دے، جیسا کہ اللہ نے کفار، منافقین اور بہت سے بدعتیوں اور گمراہوں کو ہدایت دی ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : ۹/۱۰)

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (م:۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَحْدَثَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا؛ فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ : ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾(المائدة : ٤) فَمَا لَمْ يَكُنْ يَّوْمَئِذٍ دِيْنًا؛ لَا يَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا .

''اگر آج کوئی شخص امت میں نیا کام جاری کرتا ہے، وہ کام جس پر اسلاف امت نہیں تھے، تو وہ باور کروا رہا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی ہے۔ (معاذ اللہ!) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة : ٣) ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔'' جو چیز دور سلف میں دین نہیں تھی، وہ آج بھی دین نہیں۔'' (الإحكام لابن حزم : ٨٥/٦، وسندهٗ حسنٌ)

امام مالک رحمہ اللہ کے اس فرمان کی روشنی میں یوں سمجھئے کہ میں اگر بدعت جاری کرتا ہوں، تو گویا میں یہ باور کروا رہا ہوں کہ دین ناقص تھا، جسے میں نے مکمل کر دیا، یہ کار ثواب

تھا، جسے نبی کریم ﷺ نے بیان نہیں کیا اور میں بیان کر رہا ہوں، یوں میں نبی کریم ﷺ سے تجاوز کی کوشش کرتا ہوں، ہر بدعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی ہے، اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اہل ایمان بدعت کے تصور ہی سے کانپ کانپ جاتے ہیں۔

سوال: زندہ جانوروں کا گوشت کاٹنا کیسا ہے؟

جواب: زندہ اونٹ کی کوہان، دنبے کا کولہا یا کسی بھی جانور کا کوئی عضو کاٹنا جائز نہیں، اس سے منع کیا گیا ہے۔ کاٹا گیا گوشت مردار کے حکم میں ہے۔

❀ سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَجُبُّونَ أَسْنِمَةَ الْإِبِلِ، وَأَلْيَاتِ الْغَنَمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيِّتٌ.

''رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے، تو وہاں کے لوگ (زندہ) اونٹوں کی کوہانیں اور بکریوں (دنبہ) کی چکلیاں کاٹ لیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زندہ جانور کا جو حصہ کاٹا جائے، وہ حرام ہے۔''

(سنن أبي داوٗد: 2858، سنن الترمذي: 1480، وسندہٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۷۶) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴/ ۲۳۹) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: اشعار کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہدی (منیٰ میں قربانی) کے لیے اونٹ کو داہنی جانب جو زخم لگایا جاتا تھا، اسے ''اشعار'' کہتے ہیں۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ مقام پر ادا کی، پھر اپنی اونٹنی منگوائی، اس کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کیا اور خون کو آس پاس لگا دیا اور اس کے گلے میں دو جوتے لٹکا دیئے، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ جب وہ سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر بیداء پر چڑھ گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا تلبیہ پڑھا۔''

(صحيح مسلم : ١٢٤٣)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، يَرَوْنَ الْإِشْعَارَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ .

''اسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور دوسرے اہل علم کا عمل ہے، وہ اشعار کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ٩٠٦)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے قلادے اپنے ہاتھوں سے بٹے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قلادے پہنائے، اشعار کیا اور ہدی کے لیے

روانہ کردیا۔''

(صحيح البخاری : ١٦٩٦، صحيح مسلم : ١٣٢١/٣٦٢)

واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ اشعار، جو کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، کو مثلہ کہتے ہیں، یعنی امام صاحب اُسے جائز نہیں سمجھتے۔ بعض الناس نے امام صاحب کے قول کی یہ تاویل کی ہے کہ جب لوگوں نے اشعار میں مبالغہ کیا، تو اس وقت امام صاحب نے مثلہ کہا ہے۔

لیکن یہ تاویل بلا دلیل ہے، اہل علم نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا ردّ کیا ہے۔ ائمہ دین، محدثین کرام اور علمائے عظام ؒ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

① حافظ خطابی ؒ (٣٨٨ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْكَرَ الْإِشْعَارَ غَيْرَ أَبِي حَنِيفَةَ وَخَالَفَهُ صَاحِبَاهُ وَقَالَا فِي ذٰلِكَ بِقَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

''میں نہیں جانتا کہ کسی اہل علم نے اشعار کا انکار کیا ہو، سوائے ابوحنیفہ ؒ کے، جبکہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے اِن کی مخالفت کی ہے، دونوں شاگرد اس حوالے سے دیگر اہل علم کے موافق بات کرتے ہیں۔''

(مَعالم السّنن : 153/2)

② حافظ نووی ؒ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ اشعار اور ہدی والے اونٹوں کے گلے میں ہار پہننا مستحب ہے۔ سلف وخلف کے جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ ؒ نے کہا ہے کہ اشعار بدعت ہے، کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ ان کا یہ قول اشعار کے بارے میں بہت سی صحیح اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔ رہا ان کا

اشعار کو مثلہ کہنا، تو یہ درست نہیں، کیونکہ اشعار ایسے ہی ہے، جیسے فصد، سنگی، داغ دینا اور نشان لگانا ہوتا ہے۔'' (شرح مسلم : ۲۲۸/۸)

③ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (م۱۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَنْظُرُوا إِلٰى قَوْلِ أَهْلِ الرَّأْيِ فِي هٰذَا، فَإِنَّ الْإِشْعَارَ سُنَّةٌ، وَقَوْلُهُمْ بِدْعَةٌ.

''اس بارے میں اہل رائے کے قول کو مت دیکھیں۔ اشعار سنت ہے، جبکہ ان کا قول خود بدعت ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ٩٠٦، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوسائب سلم بن جنادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم امام وکیع رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ انہوں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی، جو کہ رائے میں دلچسپی رکھتا تھا، سے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ مثلہ ہے! آدمی کہنے لگا: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اشعار کو مثلہ کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام وکیع رحمہ اللہ سخت غصہ میں آ گئے اور فرمانے لگے: میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس طرح کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو قید کر لیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے، تاوقتیکہ آپ اپنے اس قول سے باز آ جائیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ٩٠٦، وسندهٗ صحيحٌ)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ اہل سنت کے بہت بڑے امام وکیع رحمہ اللہ کس قدر

اتباعِ سنت کے جذبہ سے سرشار ہیں؟ حدیثِ رسول کے خلاف کچھ سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ حدیث کے خلاف رائے پیش کرنے والوں پر شدید غصہ کا اظہار فرما رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسا ہی جذبہ صادقہ نصیب فرمائے، آمین!

④ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ فِي شَقِّ السَّنَامِ الْأَيْمَنِ وَسَلْتِ الدَّمِ عَنْهَا، ضِدَّ قَوْلِ مِنْ زَعَمَ أَنَّ إِشْعَارَ الْبُدْنِ مُثْلَةٌ، فَسَمّٰى سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُثْلَةً بِجَهْلِهٖ.

''قربانی کے اونٹوں کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کرنے اور خون کو لتھڑنے کا بیان، اس شخص کے ردّ میں جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اونٹوں کو اشعار کرنا مثلہ ہے، اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا نام مثلہ رکھ دیا ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : ٤/١٥٣، ح : ٢٥٧٥)

⑤ حافظ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحُكْمُ لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ إِلَّا التَّوَهُّمُ وَالظَّنُّ وَلَا تُتْرَكُ السُّنَنُ بِالظُّنُونِ.

''(امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے) اس قول پر کوئی دلیل نہیں، سوائے وہم اور ظن وتخمین کے، جبکہ سنتیں ظن وتخمین کی بنا پر نہیں چھوڑی جاسکتیں۔''

(الاستذكار : ٤/٢٦٤)

⑥ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اشعار کو مکروہ سمجھتا ہوں، یہ تو مثلہ ہے،

لیکن یہ کسی عالم کی ہفوات میں سے ہے کہ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، اسے وہ مثلہ قرار دے۔ ہر اس عقل پر افسوس ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر گرفت کرتی ہے۔ایسی عقل پر یہ لازم آتا ہے کہ اس کے نزدیک سنگی لگوانا، فصد کھولنا وغیرہ بھی مثلہ ہو اور وہ اس سے بھی رک جائے، نیز اس کے نزدیک ناک کاٹنے، دانت اکھیڑنے، کان کاٹنے وغیرہ کا قصاص لینا بھی مثلہ ہو اور چور اور فسادی آدمی کا ہاتھ کاٹنا بھی مثلہ ہو، شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا بھی مثلہ ہو، زمین میں فساد کرنے والے کو سولی دینا بھی مثلہ ہو۔ دراصل مثلہ تو اس نے کیا ہے، جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے فعلِ مبارک پر تنقید تک پہنچا دیا ہے، یہ وہ شخص ہے، جس نے اپنے نفس کا مثلہ کیا ہے۔ حالانکہ اشعار حجۃ الوداع میں کیا گیا تھا اور مثلہ سے ممانعت اس سے کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ مثلہ نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کا ایسا قول ہے، جس میں ان کا کوئی سلف نہیں، نہ ہی ان کے ہم زمانہ فقہائے کرام میں سے کسی نے ان کی موافقت کی ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تقلید کی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ ہم فتنہ (تقلید) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(المُحَلّٰی : ۷/۱۱۱۔۱۱۲)

⑦ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''ہدی کو اشعار کرنے کے متعلق صحیح صریح اور محکم سنت کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ یہ اُصول کے خلاف ہے، کہ اشعار مثلہ ہے۔ اللہ کی قسم! یہ سنت باطل اُصولوں کے خلاف ہے، جو سنت کے لیے نقصان دہ نہیں۔ جبکہ حرام مثلہ ایسی زیادتی

والاعمل ہے، جو اللہ تعالیٰ شعائر کی نہ سزا ہو سکتی ہے اور نہ تعظیم۔ رہا اونٹ کی کوہان کو شق کرنا، جو کہ مستحب یا واجب ہے، تا کہ اس سے معمولی خون نکلے، تو یہ شعار اسلام کا اظہار ہے۔ اس سنت کا قیام جو کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ترین اُمور میں سے ہے، بالکل اُصول (شرعیہ) کے موافق ہے۔ قرآن کی کس آیت نے یا کس حدیث نے اشعار کو حرام کیا، کہ جو یہ اُصول کے خلاف ہو گیا؟ اشعار کو حرام مثلہ پر قیاس کرنا، دنیا کا فاسد ترین قیاس ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ چیز کو اللہ کی مبغوض، مغضوب اور ممنوع پر قیاس کرنا ہے۔ اگر اشعار کی صرف یہی حکمت ہوتی کہ یہ شعائر الٰہیہ کی تعظیم اور اظہار ہے، یہ لوگوں کے لیے ایک طرح علامت ہوتی ہے کہ یہ جانور بیت اللہ کی طرف اللہ تعالیٰ کے لیے قربان ہونے جا رہا ہے، جس طرح بیت اللہ میں اس کے تقرب کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے، اس کے برعکس اللہ کے دشمن یعنی مشرکین اپنے خداؤں کے لیے ذبح کرتے ہیں اور ان کے لیے نماز پڑھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا اور موحدین کے لیے یہ مشروع کر دیا کہ ان کی قربانیاں اور نمازیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور موحدین شعائر توحید کا خوب اظہار کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین ہر دین پر غالب کر دیں۔ تو یہ وہ صحیح اُصول ہے، جس کے موافق سنت نے اشعار کو مشروع کیا ہے، وللہ الحمد!''

(إعلام المؤقعين : 255/2)

سوال: نماز ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ احادیث جن میں نماز ظہر کو گرمی کی وجہ سے ٹھنڈا کرنے کا حکم ہے، ان

سے مراد بقدر حاجت اول وقت سے کچھ مؤخر کرنا ہے۔ ہمارے ہاں تو موسم سرما میں بھی ظہر کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ یہ سراسر احادیث کی خلاف ورزی ہے، جبکہ امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (م:۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ وَقْتَ الظُّهْرِ، زَوَالُ الشَّمْسِ .

''اجماع ہے کہ ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو جاتا ہے۔''

(الإجماع : ٣٦)

نیز دیکھیں: (الأوسط لابن المنذر : ٣٥٥،٣٢٦/٢، الإستذكار لابن عبد البر : ٣٨/١، التّمهيد لابن عبد البر : ٧١/٨، المبسوط للسّرخسي : ١٤٢/١، عارضة الأحوذي لابن العربي : ٢٥٥/١، بدائع الصّنائع للكاساني : ٣٥٠/١، المجموع للنووي : ٢٤/٣، فتح الباري لابن حجر : ٢١/٢، وغيرهم)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ......

''سورج ڈھل جائے، تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔''

(صحيح مسلم : ٦١٢/١٧٣)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ، فَسَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ہم نماز ظہر ادا کرتے، تو گرمی کی سوزش سے

بچنے کے لئے کپڑے پر سجدے کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٥٤٢، صحيح مسلم : ٦٢٠)

❁ سیدنا جناب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

شَكَوْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ فِي الرَّمْضَاءِ، فَلَمْ يُشْكِنَا .

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی میں نماز (ظہر) کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری شکایت قبول نہیں کی۔''

(صحيح مسلم : ٦١٩)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا:

أَنْ صَلِّ الظُّهْرَ، إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ .

''زوال کے وقت ظہر کی نماز ادا کریں۔''

(موطأ الإمام مالك : ٧/١، وسنده صحيحٌ)

سوال: کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے: ''میں تمہیں بری کرتا ہوں۔''؟

جواب: یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں ہیں، لہٰذا شوہر کی نیت کو دیکھا جائے گا، اگر اس نے ان الفاظ سے طلاق مراد لی ہے، تو طلاق ہو جائے گی، ورنہ طلاق نہ ہوگی۔

سوال: اگر کوئی شخص ایک چیز فروخت کرتے وقت کہے کہ ''اس میں جو عیوب ہیں، وہ ابھی دیکھ لو، بعد میں جو عیوب ظاہر ہوں گے، میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔'' پھر بعد میں کچھ عیوب ظاہر ہوا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب چیز فروخت کرنے والے نے پہلے سے کہہ دیا تھا اور خریدنے والے

نے قبول کرلیا تھا، تو بعد میں ظاہر ہونے والے عیوب کا ذمہ دار فروخت کرنے والا نہیں ہوگا۔

سوال: تیمّم کا کیا حکم ہے اور اس میں ہاتھ کا مسح بغلوں تک کرنا کیسا ہے؟

جواب: پاک پانی میسر نہ ہو، تو پاک مٹی سے تیمّم جائز ہے۔ تیمّم میں صرف ہاتھوں اور چہرے کا مسح کیا جاتا ہے، ہاتھوں کے مسح میں بغلوں تک مسح کرنا مشروع نہیں۔ اس بارے میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (سنن ابی داود: ۳۲۸) ضعیف ہے، اس میں قتادہ رحمہ اللہ کا استاذ مبہم و نا معلوم ہے۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو (دیکھا) ایک آدمی الگ بیٹھا تھا، جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: فلاں! آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی؟ کہنے لگے: اللہ کے رسول! میں جنبی ہوگیا ہوں اور پانی دستیاب نہیں، فرمایا: مٹی استعمال کرلیں، یہی کافی ہے۔''

(صحيح البخاري: 344، صحيح مسلم: 682)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا .

''زمین میرے لیے مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔''

(صحيح مسلم: 523)

❁ عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ایک آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگا: میں جنبی ہوں، پانی نہیں ملا،

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز ہی نہ پڑھیے، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین! یاد نہیں، جب میں اور آپ ایک قافلہ میں (سفر کر رہے) تھے؟ ہم جنبی ہو گئے اور پانی نہ ملا، آپ نے نماز نہ پڑھی، مگر میں نے (جانوروں کی طرح) زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: آپ کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے، پھر پھونک مار کر اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں پر مل لیتے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: عمار! اللہ سے ڈریے! سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر آپ چاہتے ہیں، تو میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا۔

حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رحمہ اللہ نے مجھے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے، نیز حکم والی سند میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنی بیان کردہ روایت کے خود ذمہ دار ہیں۔''

(صحيح البخاري: 339، صحيح مسلم: 112/368)

سوال: کیا اونٹ کا جھوٹا اور پسینہ پاک ہے؟

جواب: اونٹ کے حلال ہونے پر امت کا اتفاق ہے، ہر حلال جانور کا جھوٹا اور پسینہ پاک ہے۔

سوال: کیا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس پر صحیح احادیث اور آثار صحابہ و تابعین دلالت کناں ہیں۔ جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں!، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔''

(صحيح مسلم: 360)

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ.

''ہم (صحابہ کرام) اونٹ کے گوشت (کھانے) سے وضو کرتے تھے، لیکن بکریوں کے گوشت سے وضو نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 36/1، ح: 517، وسنده صحيحٌ)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا: میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں ان کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 288/4، سنن أبي داوٗد: 184، سنن التّرمذي: 81، سنن ابن ماجه: 494، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 159/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (سنن ترمذی، تحت

حدیث : ۸۱) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۲)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۲۸) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ اعمش رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۱/۱۵۹) میں سماع کی تصریح کی ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل اور امام اسحق بن راہویہ رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

(سنن التّرمذي تحت الحديث :81)

سوال: ''جلالہ'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے گوشت سے گندگی کھا کھا کر بدبو آنے لگے۔ ایسے جانور کو فی الفور ذبح کرنا جائز نہیں، بلکہ اسے باندھ کر رکھا جائے، جب اس کے گوشت سے بدبو ختم ہو جائے، یعنی گندگی تحلیل ہو جائے، تو اسے ذبح کر کے کھایا جاسکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَبَنِ الْبَقَرَةِ الْجَلَّالَةِ، وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ، وَعَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (نجاست خور جانور) کا دودھ پینے، مجثمہ (جانور کو باندھ کر تیر اندازی کے ذریعے قتل کرنے) اور مشکیزہ کے منہ سے (منہ لگا کر) پینے سے منع کیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 226/1، سنن أبي داوٗد : 3786، سنن النّسائي : 4453، سنن التّرمذي : 1825، حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۵۵۲)، امام

ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۹۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۸۷) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۰۲/۲، ۱۰۳) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ المعجم الکبیر للطبرانی (۳۴۹/۱۱، ح: ۱۱۹۷۷) میں اس کا بسند ''صحیح'' شاہد بھی ہے۔

سوال: اونٹ کا نحر کیا جائے گا یا ذبح؟

جواب: اونٹ کو نحر کرنا مسنون ہے، البتہ اگر ذبح کر لیا جائے، تو بھی حرج نہیں۔

❀ زیاد بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَتٰى عَلٰى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا قَالَ : ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے، جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کرنا چاہ رہا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے کھڑا کیجئے اور اس کی بائیں ٹانگ باندھ دیجئے، یہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''

(صحيح البخاري : 1713، صحيح مسلم : 1320)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : ﴿اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ﴾ قَالَ : قِيَامًا عَلٰى ثَلَاثِ قَوَائِمَ مَعْقُولَةً بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَإِلَيْكَ .

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ﴾ کا معنی یہ

ہے کہ (اونٹ کو) تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے اور بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَإِلَيْكَ پڑھ کر نحر کرو۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم :7571، وسندهٗ صحيحٌ))

(سوال): اونٹ کا پیشاب پاک ہے یا نہیں؟

(جواب): جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، شریعت کی رُو سے ان کا پیشاب پاک ہے، حرمت پر کوئی دلیل ثابت نہیں۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''قبیلہ عکل یا عرینہ کے کچھ لوگ آئے، ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیت المال کی اونٹنیوں کے پاس جانے اور ان کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ چلے گئے، جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ یہ خبر صبح ہی پہنچ گئی، آپ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا، جب دن چڑھ آیا تو ان کو پکڑ لایا گیا۔ آپ نے حکم دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے، ان کی آنکھیں نکال دی گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں پھینک دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی دیا نہ گیا۔ ابو قلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ انجام اس لئے ہوا کہ انہوں نے قتل کیا، چوری کی، ایمان لانے کے بعد مرتد ہوئے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

(صحيح البخاري : ٢٣٣ ، صحيح مسلم : ١٦٧١)

فقہائے امت نے اس حدیث سے یہی سمجھا ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب وغیرہ

پاک ہوتا ہے۔

❁ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب کی وضاحت کرتے ہیں:

غَرْضُهٗ إِثْبَاتُ طَهَارَةِ أَبْوَالِ الدَّوَابِّ الْمَأْكُولَةِ لَحْمُهَا .

''امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب پاک ہیں۔''

(شرح تراجم ابواب صحیح البخاري)

❁ شیخ الاسلام ثانی ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس واقعے میں حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے کی دلیل موجود ہے کیونکہ حرام چیزوں کو بطور دوائی استعمال کرنا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نماز کے لیے اپنے منہ اور وہ کپڑے دھونے کا حکم نہیں ملا جن کو یہ پیشاب لگتا تھا۔ کسی وضاحت کو وقت ضرورت سے مؤخر کرنا جائز ہی نہیں (اگر یہ پیشاب ناپاک تھا تو اسی وقت ان کو وضاحت کی جانی چاہیے تھی)۔''

(زاد المَعاد : ٤/٨٤)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٢٣٤ ، صحيح مسلم : ٥٢٤)

اس حدیث سے بھی ائمہ حدیث اور فقہائے امت نے حلال جانوروں کے پیشاب کے

پاک ہونے کو ثابت کیا ہے

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ بکریوں کے باڑوں میں نماز کی اجازت اور اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت والی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ .

''ہمارے اصحاب (محدثین) کے ہاں اسی پر عمل ہے، نیز امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کا یہی فتوی ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : ٣٤٩)

سوال: اونٹ کی قربانی میں کتنے حصے ہو سکتے ہیں؟

جواب: اونٹ میں دس حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں عید الاضحیٰ کے موقع پر اونٹ میں دس اور گائے میں سات آدمی شریک ہوئے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٤٨٨، السّنن الكبرىٰ للنسائي : ٤١٢٣، ٤٣٩٢، ٤٤٨٢، سنن التّرمذي : ٩٠٥، سنن ابن ماجه : ٣١٣١، المستدرك للحاكم : ٢٣٠/٤، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امامِ ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۰۰۷) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط۱۲۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): اونٹ کے اصطبل میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اونٹ کی فطرت میں وحشت ہے، وہ انسان پر حملہ کر سکتا ہے، اس لیے اونٹ کے اصطبل میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں!، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔''

(صحیح مسلم: 360، المنتقی لابن الجارود: 25)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا: میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں ان کا گوشت کھا

کروضو کروں؟ فرمایا: نہیں۔

(مسند الإمام أحمد : 288/4، سنن أبي داوٗد : 184، سنن التّرمذي :81، سنن ابن ماجه : 494، السّنن الكبرٰی للبيهقي :159/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، **امام اسحاق بن راہویہ** رحمہ اللہ **(سنن التر مذي، تحت حدیث :۸۱) امام ابن خزیمہ** رحمہ اللہ **(۳۲)، امام ابن حبان** رحمہ اللہ **(۱۱۲۸) اور امام ابن الجارود** رحمہ اللہ **(۲۶)** نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: اونٹ کی زکوٰۃ کیا ہے؟

جواب: کم سے کم پانچ اونٹوں پر زکوٰۃ ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں، تفصیل احادیث میں بیان ہوئی ہے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَّلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَّلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ .

''پانچ اوقیہ (چاندی)، پانچ وسق (غلہ) اور پانچ اونٹوں سے کم مقدار پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري : 1447، صحيح مسلم : 979)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بحرین بھیجا، تو یہ خط لکھ کر دیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں پر فرض کیا ہے، جس مسلمان سے اس میں مذکور نصاب کے

مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے، تو وہ ادا کرے اور جس سے اس نصاب سے زائد مطالبہ کیا جائے، تو وہ صاف انکار کردے۔ چوبیس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکریوں کی شکل میں ہوگی، یعنی ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہوگی، جب اونٹ پچیس ہو جائیں، تو پھر پینتیس تک ان کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی) ہوگی، اگر بنت مخاض میسر نہ ہو، تو ایک ابن لبون (دو سالہ نر اونٹ) ہے، چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) ہے، چھیالیس سے ساٹھ تک حِقّہ (تین سالہ اونٹنی) ہے، جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہو، اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ (چار سالہ اونٹنی) ہے، چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہیں، اکانوے سے ایک سو بیس تک دو حقے ہیں جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہوں، جب اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو پھر ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ ہے، اگر فریضہ زکوٰۃ (کی ادائیگی) میں اونٹوں کی عمریں مختلف ہوں، مثلاً کسی کے ذمے اونٹوں کی زکوٰۃ میں جذعہ واجب ہے، لیکن اس کے پاس جذعہ نہیں بل کہ حقہ ہے تو اس سے حقہ قبول کرلیا جائے گا اور ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم لیے جائیں گے، اگر کسی کے ذمے حقہ ہے لیکن اس کے پاس حقہ نہیں بل کہ جذعہ ہے تو وہ جذعہ ہی اس سے قبول کرلیا جائیگا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حقہ ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے، بل کہ اس کے پاس بنت لبون ہے، تو وہ اس سے قبول کرلی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت لبون ہے،

لیکن اس کے پاس بنت لبون نہیں، بل کہ حقہ ہے، تو وہ حقہ ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ بنت لبون ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے بل کہ اس کے پاس بنت مخاض ہے تو وہ اس سے قبول کر لی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت مخاض ہے، لیکن اس کے پاس بنت مخاض نہیں، بل کہ بنت لبون ہے، تو وہ بنت لبون ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اگر کسی کے پاس بنت مخاض نہ ہو، بل کہ ابن لبون (دو سالہ نر اونٹ) ہو تو اس سے صرف یہی قبول کیا جائے گا ساتھ کچھ نہ لیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہیں، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر اس کا مالک اپنی مرضی سے نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے، اگر پانچ اونٹ ہوں، تو ایک بکری واجب ہے۔ بکریوں کی زکوٰۃ یوں ہے کہ چالیس سے لے کر ایک سو بیس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری واجب ہے، ایک سو بیس سے بڑھ جائیں، تو دو سو تک دو بکریاں واجب ہیں، دو سو سے بڑھ جائیں، تو تین سو تک تین بکریاں واجب ہیں، جب تین سو سے بھی بڑھ جائیں تو پھر ہر سو پر ایک بکری واجب ہے، بوڑھی یا عیب دار بکری زکوٰۃ میں قبول نہیں کی جائے گی، نہ ہی بکرا قبول کیا جائے گا، ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والے کی مرضی ہو تو ٹھیک ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے ڈر سے الگ الگ چرنے والی بکریوں کو اکٹھا کیا جائے نہ اکٹھی چرنے والیوں کو الگ الگ کیا جائے اور

جو جانور دو آدمیوں کے مشترکہ ہوں تو وہ مساوی طور پر زکوٰۃ کا حصہ نکالیں گے، اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہو، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے تو اس کی مرضی۔ چاندی میں چالیسواں حصہ واجب ہے، اگر کسی کے پاس ایک سونوے درہم ہوں، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے، تو اس کی مرضی۔''

(صحيح البخاري : 1448-1450-1455، المنتقى لابن الجارود : 342)

❀ بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چالیس چرنے والے اونٹوں پر بنت لبون ہے، اونٹوں کو ان کی جگہ سے نہ ہٹائیں (ان میں تفریق نہ کریں)، جو حصول اجر کی نیت سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اسے اجر ملے گا اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دے گا، ہم اس کی زکوٰۃ کے ساتھ آدھا مال بھی لے لیں گے، یہ تو ہمارے رب کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں اور ان (صدقات) میں سے آلِ محمد (ﷺ) کے لیے کچھ بھی جائز نہیں ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 5/2-4، سنن أبي داوٗد : 1575، سنن النّسائي : 2446، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۶۶)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۴۱) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۳۹۸) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا بیٹے کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے؟

جواب: بیٹا جب تک نابالغ ہے، اس کا نان ونفقہ باپ کے ذمہ ہے، اس کی تمام تر

بنیادی ضروریات کو پورا کرنا باپ کا فریضہ ہے۔

(سوال): اگر بیٹا باپ کے مال میں سے چوری کر لے، تو کیا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

(جواب): اگر چوری کا مال نصاب کو پہنچ جائے، یعنی چوری کی مقدار ربع دینار کے برابر یا اس سے زائد ہو، تو ہاتھ کاٹا جائے گا، اس حوالے سے بیٹے کے متعلق کوئی خصوصی حکم شریعت میں بیان نہیں ہوا۔ لہٰذا بیٹا بالغ ہو، تو چوری پر اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، واللہ اعلم!

(سوال): کیا بیٹے کی باپ کے حق میں گواہی قبول ہے؟

(جواب): جمہور اہل علم کے مطابق بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں گواہی معتبر نہیں۔

(سوال): کیا اولاد میں مساوات ضروری ہے؟

(جواب): اولاد کی مساوی مالی واخلاقی معاونت کی ہے، اولاد میں سے بعض کو نوازنا اور بعض کو ترک کر دینا ظلم ہے۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میرے والد بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تا کہ ان تحائف پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنائیں، جو انہوں نے مجھے دیے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو یہ تحائف دیے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! فرمایا: ''تو پھر یہ بھی واپس لے لیں۔''

(صحيح البخاري: 2586، صحيح مسلم: 1623)

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میرے والد مجھے اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اس تحفے پر گواہ بنائیں جوانہوں نے مجھے دیا تھا، انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے نعمان کو یہ غلام تحفہ دیا ہے آپ اس پر گواہ رہنا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اپنی تمام اولاد کو اس طرح کا تحفہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کو اچھا لگتا ہے کہ یہ سب آپ کے ساتھ برابر حسن سلوک کریں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: پھر کسی اور کو اس پر گواہ بنالیں۔“

(صحيح البخاري : 2587، صحيح مسلم : 1623)

سوال: متبنیٰ کا کیا حکم ہے؟

جواب: شروع اسلام تک عربوں میں رائج تھا کہ کسی کا بیٹا لے کر پالتے تھے اور وہ ان کا حقیقی بیٹا بن جاتا تھا، جو پالنے والے کی طرف منسوب ہو جاتا تھا، ان کا وارث بنتا تھا، الغرض وہ جگہ حاصل کر لیتا تھا، جو ایک حقیقی صلبی بیٹے کی ہوتی تھی۔ اسلام نے نسب کی حفاظت کے لیے اس سے منع کر دیا اور حقیقی باپ کی طرف نسبت کرنے کا حکم دیا۔ اب اسلام میں بیٹا یا بیٹی لے کر پالنا تو جائز ہے، مگر وہ کبھی بھی ان کی حقیقی اولاد نہیں بن سکتی، وراثت میں شریک نہیں، خود کو پالنے والوں کی طرف منسوب نہیں کر سکتی، وغیرہ۔

شروع میں نبی کریم ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو متبنیٰ بنایا تھا اور انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا اور حقیقی باپ کی طرف منسوب کرنے کا حکم دیا گیا، تو انہیں زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔

لہٰذا بچہ لے کر پالنا جائز ہے، مگر اس پر حقیقی بیٹے یا بیٹی کے احکام جاری کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا پوتے سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): نکاح اور پردہ میں جو حکم بیٹے کا ہے، وہی بیٹے کے بیٹے یعنی پوتے کا ہے، پودے سے نکاح جائز نہیں اور اس سے پردہ بھی نہیں۔

(سوال): نکاح کے وقت اگر مہر کی مقدار مبہم ہو، تو کتنا مہر واجب ہوگا؟

(جواب): اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا، یعنی وہ مہر ہے، جو دلہن کی بہنوں اور دادھیالی خاندان کی عورتوں کو دیا گیا ہو۔

(سوال): انگلی کی دیت کتنی ہے؟

(جواب): ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دِيَةُ الْأَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ، فِي كُلِّ إِصْبَعٍ عَشْرٌ مِّنَ الْإِبِلِ .

''ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔''

(سنن أبي داوٗد :4561، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۱۳۹۱) نے ''حسن صحیح غریب''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۰۱۲) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۸۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ .

''انگلیوں میں دس دس اونٹ (دیت) ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4562، سنن النّسائي : 4855، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

(سنن أبي داوٗد : 4556، سنن ابن ماجه : 2654، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 92/8)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ، وَجَمَعَ بَيْنَ إِبْهَامِهِ وَخِنْصَرِهِ، يَعْنِي فِي الدِّيَةِ .

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کو اکٹھا کر کے فرمایا: ان دونوں کی دیت برابر ہے۔''

(صحيح البخاري : 6895)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ وَّهٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ الْخِنْصَرُ وَالْإِبْهَامُ، وَالضِّرْسُ وَالثَّنِيَّةُ .

''یہ اور یہ یعنی انگوٹھا اور چھوٹی انگلی برابر ہیں، یہ اور یہ یعنی ڈاڑھ اور سامنے والا دانت (دیت میں) برابر ہیں۔''

(صحيح البخاري : 6895)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ وَّفِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ خَمْسٌ .

''انگلیوں میں دس دس اونٹ (دیت) ہے اور مواضح (ایسا زخم جس سے ہڈی ننگی ہو جائے) کی دیت پانچ پانچ اونٹ ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4566، سنن النّسائي : 4856، سنن التّرمذي : 1390، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): دستاویزات کے آخر میں انگوٹھے کا نشان لگانا کیسا ہے؟

(جواب): انگوٹھے کے نشان امتیاز کے لیے ہوتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے۔ آج کل جدید بائیومیٹرک نظام ہے، جس نے جانچ پڑتال کے لیے بہت سہولت فراہم کی ہے۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کے ذکر پر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا:

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ؛ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ.

"میری اطاعت اس وقت تک کرنا، جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں، تو آپ پر میری اطاعت نہیں۔"

(السّيرة لابن هشام: 82/6، وسندهٗ حسنٌ)

ہمارا فرض بنتا ہے کہ غلو وتقصیر سے بچتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو حرز جان بنائیں۔ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر بجالائیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے:

"تعظیم میں حد سے بڑھنا ممنوع ہے، جبکہ ادب اور توقیر واجب ہے۔ جب اطرا اور توقیر مشتبہ ہوجائیں تو عالم کو توقف کرنا چاہیے اور رُک جانا چاہیے، جب تک کسی بڑے عالم سے دریافت نہ کرلے، تاکہ حق واضح ہوجائے، پھر وہ اس کے بارے میں بات کرے، ورنہ خاموشی بہتر ہے۔ اسے وہی توقیر کافی ہے، جسے بے شمار احادیث میں وضاحت سے بیان کردیا گیا

ہے۔اسی طرح غلو سے اجتناب کرے،جس کا ارتکاب نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔وہ ان کی نبوت پر راضی نہیں ہوئے،بل کہ انہیں الہٰ اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت وصمدیت میں نقب لگایا۔یوں وہ گمراہ اور ناکام ہو گئے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں حد سے بڑھنا اللہ کی گستاخی کی طرف لے جاتا ہے۔ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کی بدولت ہمیں بچالے اور جیسے اسے پسند ہے، ہمارے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کی محبت راسخ فرمادے۔''

(میزان الاعتدال : 650/2)

نبی کریم ﷺ کا ذکر سن کر انگوٹھے چومنا بھی غلو ہے،اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رُو سے نبیٔ اکرم ﷺ کی توقیر ہوتی،تو صحابہ کرام اور ائمہ عظام اس کو اپناتے۔وہ سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کرتے تھے۔کسی ثقہ امام سے اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں،لہٰذا یہ دین نہیں، بلکہ دین کی خلاف ورزی ہے۔

یہ کہنا کہ ممانعت کی صریح دلیل نہیں،اس لیے ناجائز و بدعت نہیں کہنا چاہیے،تو اہل علم اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔عبادات اور دین کے متعلق احکام اللہ اور رسول ﷺ کی اجازت سے کیے جاتے ہیں،ممانعت نہ وارد ہونے کی وجہ سے نہیں۔اگر یہ قاعدہ مان لیا جائے کہ ممانعت وارد نہیں ہوئی،لہٰذا یہ کام جائز ہے،تو دنیا کی ہر بدعت اس میں سما جائے گی،کسی بھی کام کو بدعت کہنے کا جواز ہی نہیں رہے گا۔

اگر کوئی عید الفطر سے پہلے اذان کہے،اس کے بارے میں ممانعت نہیں ہے،تو کیا یہ مستحب کا درجہ پالے گی؟

❁ علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (٦٦٥ھ) فرماتے ہیں:

''جوکسی کام کو مشروع سمجھ کر کرتا ہے، جبکہ وہ مشروع نہیں ہوتا، تو وہ دین میں غلو کرتا ہے، بدعت ایجاد کرتا ہے اور زبانِ قال یا زبانِ حال سے اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔''

(الباعث على إنكار البِدَع والحَوادث، ص 20-21)

یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر انگوٹھے چومنے کے متعلق جتنے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، سب ضعیف و باطل ہیں۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر ''ابوالقاسم'' کنیت رکھنا کیسا ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے، آیئے اسے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي .

''میرا نام رکھ سکتے ہو، کنیت نہیں۔''

(صحيح البخاري : 6187، صحيح مسلم : 2133)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ .

''اللہ کے رسول! اگر آپ کے بعد میرے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو، کیا میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھ سکتا ہوں؟ فرمایا: جی ہاں۔''

(سنن أبي داود : 4967، سنن التّرمذي : 2843، السنن الكبرٰى للبيهقي : 309/9، وسندهٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۳۰۹/۴) نے امام بخاری وامام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ عِنْدَنَا صَحِيحٌ سَنَدُهٗ .

''ہمارے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔''

(تهذيب الآثار [مسند طلحة بن عبيد اللّٰه] : 690)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''قوی'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 573/10)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا القَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : لَمْ أَعْنِكَ قَالَ : سَمُّوا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي .

''بقیع میں ایک آدمی نے صدا لگائی: اے ابوالقاسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات فرمایا، کہنے لگا: میں نے آپ کو آواز نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے نام پر نام رکھ لو، لیکن کنیت نہیں۔''

(صحيح البخاري : 2121)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

''امام حمید بن زنجویہ رحمہ اللہ کتاب الادب میں فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی

اویس رحمہ اللہ سے پوچھا: امام مالک رحمہ اللہ کا اس شخص کے متعلق کیا فتویٰ تھا، جو نبی کریم ﷺ کا نام اور کنیت دونوں رکھے؟ تو انہوں نے ایک شیخ کی طرف اشارہ کیا، جو ہمارے ساتھ ہی بیٹھے تھے کہ یہ محمد بن مالک ہیں، امام مالک رحمہ اللہ نے ان کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ممانعت نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھی، کہیں کسی کو محمد یا ابوالقاسم کہہ کر آواز دی جائے، تو آپ ﷺ التفات فرمالیں، لیکن اب کوئی حرج نہیں ہے۔ حمید بن زنجویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں کسی کو آپ کی کنیت سے پکارنا مکروہ تھا، لیکن نام سے پکارنا مکروہ نہیں تھا، کیونکہ کوئی بھی نبی کریم ﷺ کو ان کے نام سے نہیں پکار سکتا۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے، تو یہ کراہت ختم ہو گئی، آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تھی کہ اگر ان کے ہاں بعد میں کوئی بچہ پیدا ہو، تو اس کا نام اور کنیت آپ ﷺ کے نام اور کنیت پر رکھ سکتے ہیں۔''

(السّنن الکبریٰ: 310/9)

عہد نبوی میں ابوالقاسم کنیت رکھنا منع تھا۔ اس ممانعت کی وجہ حدیث میں مذکور ہے، نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات ہوئی، تو وہ علت ختم ہو گئی، لہٰذا ممانعت بھی ختم ہو گئی۔ اب ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقا جائز ہے، نام محمد ہو یا کوئی اور ہو۔

❀ فقہ حنفی کے معتبر فتاویٰ میں لکھا ہے:

مَنْ كَانَ اسْمُهُ مُحَمَّدًا، لَا بَأْسَ بِأَنْ يُكْنٰى أَبَا الْقَاسِمِ .

''جس کا نام محمد ہو، اسے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(فتاویٰ عالمگیری:۳۶۲/۵)

(سوال): نماز میں امام کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز میں امام کی اقتدا واجب ہے، امام سے آگے بڑھنا جائز نہیں۔ مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ تمام ارکان و اعمال میں امام کی اقتدا کرے، یعنی نماز شروع کرنے، رکوع جانے، رکوع سے سر اٹھانے، سجدہ کرنے یا سجدہ سے اٹھنے، نیز سلام پھیرنے وغیرہ جیسے تمام ارکان و اعمال میں امام سے آگے نہ بڑھے، ورنہ سخت وعید کا مستحق ہوگا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ أَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ صُورَتَهٗ صُورَةَ حِمَارٍ؟ .

''جو امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھاتا ہے، کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر جیسا کر دے یا اس کی شکل گدھے کی شکل میں تبدیل کر دے؟''

(صحيح البخاري :691، صحيح مسلم : 427)

یاد رہے کہ تسبیحات، تحمیدات اور نماز کی دعاؤں وغیرہ میں امام سے سبقت بھی جائز ہے، مثلاً اگر کوئی دعائے استفتاح یا ثناء امام سے پہلے مکمل کر لے یا سورت فاتحہ کی قرأت امام سے پہلے کر لے، تو ایسا کرنا جائز ہے، یہ عمل امام کی اقتدا کے منافی نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَاقْرَأْ بِهَا وَاسْبُقْهُ .

''جب امام سورت فاتحہ پڑھے تو آپ بھی پڑھیے اور امام سے سبقت لے جایئے۔''

(جزء القراءة للبخاري : 146، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کا فعل واجب الاتباع ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا قول، فعل اور تقریر حجت اور واجب الاتباع ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ، قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾(آل عمران : ٣١)

''نبی! کہہ دیجئے، اگر آپ اللہ سے محبت کرتے ہیں، تو میرا اتباع کیجئے، اللہ آپ سے محبت کرے گا اور آپ کے گناہ معاف کر دے گا، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور مہربان ہے، کہہ دیجئے! اللہ اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری کریں، اگر انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''ہر شخص، جو اللہ سے محبت کا دعوی کرتا ہے اور نبی ﷺ کے طریقے کی پیروی نہیں کرتا، اس آیت کا فیصلہ ہے کہ وہ درحقیقت اپنے دعوی میں جھوٹا ہے، جب تک نبی ﷺ کے تمام اقوال وافعال کی پیروی نہیں کرتا۔''

(تفسیر ابن کثیر : ٣٢/٢)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ﴾(النّور :

٦٣) ''حکم رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے۔'' یہاں مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کے امر سے مراد آپ کا راستہ، منہج، طریقہ اور شریعت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال ہی میزان ہیں، جو قول وفعل آپ کے موافق ہو، قبول کیا جائے گا اور جو خلاف ہو، وہ اس کے قائل وفاعل پر لوٹا دیا جائے گا، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔'' (تفسیر ابن کثير : ٩٠/٦)

سوال: امام بھول کر پانچ رکعت پڑھا دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام بھول کر چار کے بجائے پانچ رکعت پڑھا دے، تو سجدۂ سہو لازم ہے، نماز مکمل ہو جائے گی۔ پانچ رکعت پڑھانے سے پوری نماز باطل نہیں ہوتی۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ تین (رکعتیں) ہوئی ہیں یا چار، تو وہ کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے، تاکہ شک والی رکعت اضافی ہو جائے، پھر سلام سے پہلے دو سجدہ سہو کر لے، اگر اس نے پانچ رکعت پڑھ لی ہیں، تو یہ سجدے انہیں جفت بنا دیں گے اور اگر چار ہی پڑھی ہیں، تو شیطان کو ذلیل کر دیں گے۔''

(صحيح مسلم :571)

❁ ابراہیم بن سوید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''علقمہ رحمہ اللہ نے انہیں پانچ رکعات نماز پڑھا دی، لوگوں نے کہا: اے ابوشبل! آپ نے نماز میں اضافہ کر دیا ہے، انہوں نے کہا: میں نے تو اضافہ نہیں کیا، لوگوں نے کہا: آپ نے اضافہ کیا ہے، ابراہیم کہتے ہیں: میں نے بھی مسجد کی ایک طرف سے کہا: جی ہاں! (آپ نے اضافہ کیا ہے) علقمہ رحمہ اللہ کہنے لگے:

او کانے! تو بھی یہی بات کہتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے مڑ کر دو سجدے کیے۔ پھر انہیں بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پانچ رکعتیں پڑھا دی تھیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بیٹھے بیٹھے دو سجدے کیے، پھر فرمایا: میں بھی انسان ہوں، جس طرح آپ بھولتے ہیں، میں بھی بھول جاتا ہوں۔''

(صحیح مسلم: 572)

سوال: نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات کہنا کیسا ہے؟

جواب: نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات بھی ثابت ہیں۔ (مسلم: ۹۵۷) اس صورت میں چوتھی تکبیر کے بعد بھی میت کے لیے دعائیں مانگی جائیں گی۔

سوال: کیا تکبیرات عیدین میں مقتدی بھی رفع یدین کریں گے؟

جواب: جی ہاں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے، حتی کہ جب وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، تو آپ ﷺ اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے، حتی کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، اسی حالت میں آپ اللہ اکبر کہتے۔ پھر رکوع فرماتے۔ جب آپ رکوع سے اپنی کمر اٹھانے کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ پھر سجدہ کرتے، لیکن سجدے میں رفع الیدین نہیں فرماتے تھے، البتہ ہر رکوع اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر پر رفع الیدین فرماتے تھے، حتی کہ اسی طرح آپ کی نماز مکمل ہو جاتی۔''

(سنن أبي داوٗد : ۷۲۲، المنتقٰی لابن الجارود : ۱۷۸، والسیاق لہٗ، وسندہٗ حسنٌ)

رکوع سے پہلے کہی جانے والی ہر تکبیر پر رسولِ اکرم ﷺ رفع الیدین فرماتے تھے۔ تکبیراتِ عیدین بھی چونکہ رکوع سے پہلے ہوتی ہیں، لہٰذا ان میں رفع الیدین کرنا سنتِ نبوی سے ثابت ہے، ائمہ اہل سنت کا بھی یہی موقف ہے۔ اور یہ سنت امام اور مقتدی دونوں کے لیے ہے، کیونکہ مقتدی کے لیے استثنیٰ ثابت نہیں۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کو سنت بنایا ہے۔ یہ ساری صورتیں قیام کی حالت میں تکبیر کی ہیں۔ لہٰذا جو بھی شخص قیام کی حالت میں تکبیر کہے گا، وہ اسی سنت سے استدلال کرتے ہوئے رفع الیدین کرے گا۔'' (الأوسط : ۲۸۲/٤)

سوال: کیا تحمل حدیث کے لیے بالغ ہونا شرط ہے؟

جواب: تحمل حدیث کے لیے بلوغت شرط نہیں، عاقل اور سمجھدار ہونا کافی ہے، بہت سے صحابہ سے ایسی احادیث منقول ہیں، جو انہوں نے نابالغی کی عمر میں سنی تھیں۔

سوال: ٹیک لگا کر کھانا کیسا ہے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ کھاتے پیتے وقت ٹیک نہ لگائی جائے۔

❀ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ایک شخص سے فرمایا:

لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِيءٌ.

''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

(صحيح البخاري : 5399)

سوال: دینی کاموں پر اجرت لینا کیسا ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کی تعلیم اور دینی اُمور پر اُجرت شرعاً جائز ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص دینی تعلیم بغیر معاوضہ طے کیے فراہم کرے اور لوگ اپنی خوشی سے تحفۃً اس کی خدمت کریں، تو وہ اُجرت نہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ بھی مُعلّمِ کائنات تھے۔ آپ ﷺ کو بھی تحفے پیش کیے جاتے تھے اور آپ ﷺ انہیں قبول فرمایا کرتے تھے۔ اسی لیے امتِ مسلمہ نے اجماعی طور پر ان تحائف کے جائز ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔ موجودہ دَور میں بھی اہل علم کی مالی خدمت اکثر اسی زمرے میں آتی ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''قرآنِ کریم اور حدیث کی تعلیم پر ماہانہ یا یک مشت اُجرت لینا سب جائز ہے۔ نیز دَم کرنے، مصاحف (قرآنِ کریم) لکھنے اور کتبِ احادیث کی کتابت کرنے کی اُجرت بھی جائز ہے، کیوں کہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل (وحی الٰہی میں) وارد نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس اس کا جواز ثابت ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی سند سے ہمیں بیان کیا گیا ہے۔''

(المحلّٰی بالآثار : 18/7)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۴)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

(سوال): کیا اجارہ جائز ہے؟

(جواب): اجارہ جائز ہے، بشرطیکہ کوئی شرعی قباحت نہ پائی جائے۔

(سوال): کیا اُمور دین پر اجرت لینا پیٹ میں انگارے ڈالنا ہے؟

(جواب): جو لوگ دینی اُمور پر اجرت کو حرام سمجھتے ہیں، وہ اس پر بعض قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں، جبکہ وہ آیات اجرت کی حرمت پر دلالت نہیں کرتیں، ملاحظہ ہو؛

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتَابِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیلًا اُولٰئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾

(البقرۃ: ۱۷٤)

''جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، بلاشبہ وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ نہ اُن سے کلام فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴾(آل عمران : ۱۸۷)

''جب اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ لیا جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو انہوں نے اسے پسِ پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت حاصل کر لی۔ بہت بُرا ہے جو وہ سودا کرتے ہیں۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾(التّوبة : ۹)

''انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت حاصل کی اور اس کے راستے سے روکا۔ بلاشبہ بہت بُرا ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

اِن آیات پر غور کرنے سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ کتاب اللہ کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینے سے مراد دنیاوی اغراض کے بدلے کتاب اللہ کی آیات کو چھپانا اور ان میں لفظی ومعنوی تبدیلی وتحریف ہے۔

❁ اس کی اصل تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسر قرآن، امام، اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن ابوکریمہ، سدی رحمہ اللہ (۱۲۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَأْخُذُوا طَمَعًا قَلِيلًا عَلٰى أَنْ تَكْتُمُوا مَا أَنْزَلْتُ .

''تم میری نازل کردہ آیات کو چھپا کر تھوڑا (دنیاوی) فائدہ نہ لو۔''

(تفسیر الطبري : 345/10، وسندهٗ حسنٌ)

امام، ابو جعفر، محمد بن جریر، طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) نے یہ تفسیر کی ہے:

''تم میری آیات کو ادنیٰ قیمت میں فروخت کرتے ہو اور اُن کے بدلے میں تھوڑا ساسامان حاصل کرتے ہو، میں نے اپنے رسول پر جو وحی نازل کی ہے، اس کے ساتھ کفر کرتے ہو اور میرے نبی کی نبوت کا انکار کرتے ہو، لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ میں تمہارے اوپر بھی وہی عبرت ناک سزائیں اور عذاب نازل کر دوں، جو تم سے پہلے اُن لوگوں پر نازل کی تھیں، جنہوں نے تمہارے جیسی رَوِش اختیار کی تھی۔''

(تفسیر الطبري :566/1)

لہٰذا اس آیت کی یہ تفسیر کرنا کہ دینی اُمور پر اُجرت لینا حرام ہے، قرآنِ کریم کی معنوی تحریف اور احادیثِ صحیحہ وفہم سلف کی صریح مخالفت ہے۔

حیرانی تو اس بات پر ہے کہ یہ سارے دلائل اسلافِ امت اور ائمہ دین کے پیش نظر تھے، لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی دینی اُمور پر اُجرت کا حرام ہونا ثابت نہیں کیا۔ ہم کیسے تسلیم کر لیں کہ وہ سب ان آیات کی صحیح تفسیر سے ناآشنا رہے اور اصل تفسیر تکفیریوں کے سمجھ میں آ گئی، جو اسلافِ امت کو ''دین فروش'' اور ''دوکان دار'' قرار دیتے ہیں؟

اسلافِ امت سب سے بڑھ کر ورع وتقویٰ والے تھے، علم میں فائق اور دین پر عمل کرنے میں بے تکلف تھے۔ اگر ان دلائل سے تعلیم قرآن اور دینی اُمور پر اُجرت کا حرام ہونا ثابت ہوتا تو وہ ضرور اس کے قائل ہوتے۔

سوال: اجتہاد کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی مسئلہ میں کتاب وسنت اور اجماع امت سے دلیل معلوم نہ ہو، تو اجتہاد پر عمل کرنا جائز ہے، سب سے پہلے اجتہاد اسلاف امت کا ہے، بعد والوں کے اجتہاد پر پہلوں کے اجتہاد کو فوقیت حاصل ہے، کیونکہ ان کے زمانے کو خیر القرون کہا گیا ہے، یہ افضلیت ہر لحاظ سے ہے، کیونکہ وہ علم وتقویٰ اور علمی حرص میں بے مثال تھے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ کا اجتہاد حجت ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا اجتہاد امت کے لیے حجت ودلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اجتہادی خطا پر قائم نہیں رکھتا، لہٰذا جب نبی کریم ﷺ کوئی اجتہاد کریں اور اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے، تو یہ وحی الٰہی ہے، اسے ماننا وحی الٰہی کو ماننا ہے اور اس کا انکار وحی الٰہی سے انکار ہے۔

سوال: کیا جذام کی وجہ نکاح فسخ ہوگا؟

جواب: جذام کی وجہ سے نکاح فسخ نہ ہوگا، اگر شوہر اور بیوی اکھٹے نہیں رہنا چاہتے، تو طلاق یا خلع کے ذریعے الگ ہو سکتے ہیں۔

سوال: کیا مزدور کی مزدوری جلدی ادا کرنی چاہیے؟

جواب: مزدور کی مزدوری جلدی ادا کرنا مستحب ہے، البتہ اگر مزدور سے تاخیر سے مزدوری دینا طے ہو جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: ہاتھ چومنا کیسا ہے؟

جواب: دست بوسی مشروع اور جائز ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتی ہیں:

كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ؛ قَامَ إِلَيْهَا، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا؛ قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ، فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا .

''وہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتیں،تو آپ ﷺ ان کی طرف کھڑے ہوتے، ان کے ہاتھ کو پکڑتے،اسے بوسہ دیتے اورانہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔اسی طرح جب نبی اکرم ﷺان کے ہاں تشریف لے جاتے،تو سیدہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی طرف کھڑی ہوتیں،آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں،اسے بوسہ دیتیں اورآپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 5217، السنن الکبرٰی للنسائي : 8311، 9192، سنن الترمذي : 3872، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کوامام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب'' کہاہےاورامام ابن حبان رحمہ اللہ (6953)نے اسے''صحیح''قرار دیاہے۔

فائدہ مہمہ :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی صحابی سے نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھ کو چومنا ثابت نہیں،اس بارے میں واردشدہ ساری کی ساری روایات''ضعیف''ہیں۔

البتہ سلف صالحین سے اہل علم وفضل کے ہاتھ چومنا ثابت ہے،جیسا کہ:

❁ مشہور تبع تابعی،عاصم بن بہدلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَا قَدِمْتُ عَلٰى أَبِي وَائِلٍ قَطُّ مِنْ سَفَرٍ؛ إِلَّا قَبَّلَ كَفِّي .

''میں جب بھی سفر سے واپس ابو وائل (شقیق بن سلمہ تابعی رحمہ اللہ) کے پاس

پہنچا،تو انہوں نے میرا ہاتھ چوما۔''

(القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي : 5، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حسین بن علی بن ولید جعفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رُبَّمَا فَعَلَهٗ لِي سُفْيَانُ، يَعْنِي ابْنَ عُيَيْنَةَ، يَعْنِي يُقَبِّلُ يَدَهٗ .

''بسا اوقات امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ میرا ہاتھ چوما کرتے تھے۔''

(القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي : 7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ، محدث ابومسہر رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِذَا خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ؛ اِصْطَفَّ النَّاسُ لَهٗ يُمْنَةً وَّيُسْرَةً، يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ، وَيُقَبِّلُوْنَ يَدَهٗ .

''جب آپ رحمہ اللہ مسجد کی طرف نکلتے، تو لوگ دائیں بائیں قطار بنا کر کھڑے ہوتے، آپ کو سلام کرتے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔''

(تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم :291)

اہل علم وفضل، والدین، نیک بزرگوں اور اساتذۂ کرام کی عزت وتکریم کرتے ہوئے ان کا ہاتھ چومنا شرعاً مشروع اور جائز ہے، بشرطیکہ ان میں عجب وتکبر پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں اجتناب ضروری ہو جائے گا۔

حصولِ تبرک کے لیے دست بوسی:

اگر کوئی شخص اولیاء اللہ اور صالحین کے ہاتھ حصولِ تبرک کے لیے چومتا ہے، تو یہ اقدام غیر شرعی، ناجائز ہونے کے ساتھ ساتھ قبیح بدعت اور منکر فعل ہے۔ اس کے بدعت ہونے کی دو وجہیں ہیں؛ پہلی یہ کہ تبرک آثارِ نبویہ کے ساتھ خاص ہے، اس تعظیم میں نبی

کریم ﷺ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری یہ کہ خیر القرون میں کسی ثقہ مسلمان سے کسی کے ہاتھ تبرکاً چومنا ثابت نہیں۔ سلف صالحین کی پیروی میں دین اپنانا چاہیے، کیونکہ وہ شریعت کے تقاضوں سے بخوبی واقف تھے اور انہیں پورا کرنے والے تھے۔

سوال: کیا امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ شیعہ تھے؟

جواب: ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت وصیانت، صداقت واخلاص کے حامل محدثین اور ائمہ مسلمین کی کفیل رہی ہے۔ دشمنانِ اسلام کی من گھڑت اور پرفتن باتیں ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں۔ ظالموں کی تمام خرافات، لب گیری اور طعن وتشنیع ان کے دامن کو داغ دار نہیں کر سکی، بلکہ ان کی رفعتِ شان کو اور زیادہ بلندی نصیب ہوئی۔ جب ان معاندین اور ظالمین کو محدثین کرام نے عاق کر دیا تو یہ ان کی عزت کے درپے ہو گئے۔ وہ ہمہ وقت ان نفوسِ قدسیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔

ائمہ اسلام میں سے ایک مشہور ومعروف نام محمد بن جریر طبری ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 224 ہجری کو طبرستان میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ جلیل القدر، رفیع الشان، سنی امام، حافظ، ثقہ اور متقن ہیں۔ دنیا آپ کو امام المفسرین کے معزز لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ محدث، فقیہ، مفسر، مؤرخ، لغوی اور مجتہد مطلق کی بلند شان رکھتے ہیں۔ آپ صاحبِ تصانیف ہیں اور آپ کا شمار کبار ائمہ اسلام میں ہوتا ہے۔ تفسیر قرآن کریم میں آپ کا منفرد نام ہے۔

کیا امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ شیعہ تھے؟:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ باتفاق علماءِ اسلام سنی مفسر اور امام ہیں۔ ان کی تفسیر اہل اسلام میں اس قدر مقبول ہے کہ ہر دور کے مسلمان قرآن فہمی کے لیے اس پر اعتماد کرتے

رہے ہیں، بعد میں آنے والے مفسرین اپنی اپنی تفاسیر میں اسے بنیادی اور اساسی مصدر اور ماخذ کے طور پر استعمال کرتے آئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تفسیر القرآن العظیم'' میں اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے ذکرِ خیر سے لبریز ہے۔

✿ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابن بالویہ محمد بن احمد الجلاب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''مجھ سے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے محمد بن جریر رحمہ اللہ سے کچھ تفسیر لکھی ہے؟ میں نے کہا: جی بالکل! میں نے ان سے تفسیر لکھی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: مکمل؟ میں نے کہا: جی ہاں! پوچھا: کس سن میں؟ میں نے کہا: 283 ھ سے لے کر 290 ھ تک۔ انہوں نے مجھ سے وہ نسخہ ادھار لیا اور کئی سال بعد واپس کیا۔ پھر انہوں نے کہا: میں نے شروع سے آخر تک پوری کتاب پڑھی ہے اور میرے علم کے مطابق روئے زمین پر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ یقیناً حنابلہ نے ان پر ظلم ڈھایا ہے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب البغدادي : 163/2 ، وسندهٗ صحيحٌ)

البتہ اس تفسیر کو منکرین حدیث اور ملحدین و زنادقہ اپنے گلے کا کانٹا سمجھتے ہیں۔ اہل باطل قرآن کریم کی مَن پسند تفسیر کرنا چاہتے ہیں اور قرآنِ مجید کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں، لیکن تفسیر طبری کے ہوتے ہوئے وہ اپنے ناکام اور مذموم مشن میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کا بُنا ہوا جال تار تار ہو جاتا ہے اور ان کی بنائی ہوئی خستہ عمارت دھڑام سے منہدم ہو جاتی ہے۔ تب منکرین حدیث اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آتے

ہیں اور بلا دلیل وثبوت اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔

مشہور منکرِ حدیث، تمنا عمادی نے ایک مضمون لکھا، جس میں یہ باور کرانے کی ناکام اور مذموم کوشش کی ہے کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ شیعہ تھے، تا کہ اہل اسلام کے دلوں میں امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر بے نظیر کی حیثیت محو ہو جائے، ''طلوعِ اسلام'' کو یہ بات اچھی لگی تو اس پر یوں تبصرہ کر ڈالا:

''علامہ تمنا نے اپنے اس مضمون میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابن جریر طبری در حقیقت شیعہ تھے۔ اگر یہ شیعہ تھے تو آپ خود سمجھ لیجیے کہ اہل سنت والجماعت جس تفسیر اور جس تاریخ کو اتنا معتبر سمجھتے ہیں، اس کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے اور اس بنیاد پر اٹھی ہوئی عمارتیں کس درجہ قابل اعتماد ہو سکتی ہیں۔''

(طلوعِ اسلام، ص:11، 7 مئی:1955ء)

دشمنانِ حدیث کی انتہائی کوشش ہے کہ اہل اسلام کا اس تفسیر سے اعتماد اٹھ جائے۔ یاد رہے یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ!

جب بھی قرآن مجید کی تفسیر کی بات آتی ہے تو مسلمانوں کی پہلی نظر تفسیر ابن جریر پر جا پڑتی ہے۔ یہ اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے پاس معتبر، مستند و مسند، بنیادی اور اساسی تفسیری اثاثہ ہے، جسے اہل اسلام نے ہمیشہ اپنے ماتھے کا جھومر بنایا ہے۔ اہل سنت والجماعت ہر دور میں اس پر نازاں رہے ہیں۔ یہ عظیم القدر اور رفیع الشان تفسیر، اہل زیغ و شبہات کے ردّ میں سیف مسلول ہے۔

ایک مغالطہ اور اس کی حقیقت:

دراصل سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ کے دور میں ان کا ایک ہم نام شخص

تھا،جس کا نام بھی محمد بن جریر تھا،البتہ اس کے دادا کا نام رستم تھا۔وہ بھی بغداد میں رہتا تھا۔اتفاق سے اس کا سن وفات بھی وہی ہے، جو سنی امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا ہے۔ دونوں کی کنیت بھی ایک ہے،جس کی بنیاد پر ظالموں نے اشتباہ واقع کر دیا۔محمد بن جریر بن رستم طبری نامی شخص کی صفات سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ پر تھوپ دیں اوراس بنا پر واویلا شروع کر دیا کہ ابن جریر طبری ابوجعفر رحمہ اللہ شیعہ ہیں، حالانکہ محمد بن جریر بن رستم طبری ابوجعفر نامی شخص ناپاک رافضی شیعہ ہے۔شیعہ کی معتبر کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔شیعہ شنیعہ بھی یہ فرق کرتے ہیں کہ محمد بن جریر بن یزید طبری سنی امام اورمحمد بن جریر بن رستم طبری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ مفسر کوکسی نے شیعہ نہیں کہا،جیسا کہ مشہورومعروف سوانح نگار حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

> ''ان کے ہم عصر اور ان کے بعد والے علما نے ان کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں،مگر کسی نے ان کو شیعہ قرار نہیں دیا۔ یہ اشتباہ ان (محمد بن جریر بن یزید طبری سنی اور محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی) کے نام، باپ کے نام، نسبت،کنیت،ایک زمانے اور کثرتِ تصانیف مشترک ہونے سے واقع ہوا۔''

(لسان المیزان: 5/100، 101)

۞ مؤرخِ اسلام،حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) وضو میں پاؤں پر مسح کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''بعض علمائے کرام کا دعویٰ ہے کہ ابن جریر نام کے دو شخص ہیں؛ان میں ایک شیعہ ہے،جس کی طرف یہ منسوب ہے۔اہل علم امام ابوجعفر کو ان صفات سے پاک قرار دیتے ہیں۔(شیعہ قرار دینے والوں کی طرف سے)امام صاحب

کی جس کلام کو دلیل بنایا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں پاؤں دھونے کو واجب قرار دیا ہے، لیکن ساتھ میں وہ پاؤں کے ملنے کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔ البتہ ملنے کو انہوں نے 'مسح' کے لفظ سے بیان کیا ہے اور اکثر لوگ ان کی مراد کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔ انہوں نے یہ نقل کر دیا کہ امام صاحب دھونے کے ساتھ پاؤں کا مسح کرنا بھی واجب سمجھتے ہیں (حالانکہ 'مسح' کا لفظ رگڑنے اور ملنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور امام صاحب کی یہی مراد تھی)۔''

(البداية والنهاية: 167/11، طبعة إحياء التراث)

معلوم ہوا کہ امام طبری رحمہ اللہ کو شیعہ کہنا یا تو ناواقفیت ہے یا پھر ہٹ دھرمی۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری کو اہل علم جانتے ہیں۔ آپ کی تفسیر ہر دور میں متداول رہی ہے۔ ہر زمانے کے علما اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں، لیکن کسی نے آپ کو شیعہ نہیں کہا۔ نہ معلوم منکرین حدیث خواہ مخواہ کیوں ادھار کھائے بیٹھے ہیں؟

سوال: اجماع امت دلیل قطعی ہے یا ظنی؟

جواب: اجماع امت معصوم ہے، یہ دلیل قطعی ہے، اللہ تعالیٰ نے امت کے اجماع کو غلطی سے محفوظ رکھا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِي عَلٰى ضَلَالَةٍ أَبَدًا .

''اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی متفق نہیں کرے گا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم: 116/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

أَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلٰی تَرْكِهٖ فَلَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلٰی عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِهٖ .

''جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، وہ کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے اسے چھوڑا ہی اس لئے تھا کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔''

(فضل علم السّلف علی علم الخلف، ص 31)

جس کام کے چھوڑنے پر سلف صالحین متفق ہوں، اسے کرنا جائز نہیں۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

''اجماع کی مخالفت کرنے والا خود خطا کار ہوتا ہے، کیونکہ اُمت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، لہٰذا سلف جس کام کو کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔ کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا غلطی، جو سلف صالحین کی مخالفت کرے گا، وہ خطا پر ہوگا اور یہی اس کے خطا کار ہونے کے لیے کافی ہے۔''

(المُوافقات : 72/3)

سوال: کیا آیت مبارکہ: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الأحزاب : ٣٣) میں ازواج مطہرات شامل ہیں؟

جواب: قرآن کریم ازواج مطہرات سے مخاطب ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الأحزاب : ٣٣)

''اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ آپ سے گناہ دور کردے اور آپ کو خوب پاک

صاف کردے۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 410/6، بتحقيق سلامة، وسندهٗ حسنٌ)

❀ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهٗ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں اس پر مباہلے کو تیار ہوں کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی۔''(تفسير ابن كثير : 411/6، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ فِي دُخُولِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ الْبَيْتِ هَاهُنَا؛ لِأَنَّهُنَّ سَبَبُ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَةِ .

''یہ آیت نص ہے کہ ازواج رسول ﷺ اہل بیت میں شامل ہیں، کیونکہ ازواجِ مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں۔''

(تفسير ابن كثير : 410/6، بتحقيق سلامة)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ الْمُرَادُ أَنَّهُنَّ كُنَّ سَبَبَ النُّزُولِ دُونَ غَيْرِهِنَّ فَصَحِيحٌ، وَإِنْ أُرِيدَ أَنَّهُنَّ الْمُرَادُ فَقَطْ دُونَ غَيْرِهِنَّ، فَفِي هٰذَا نَظَرٌ؛ فَإِنَّهٗ قَدْ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ أَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ .

''اگر یہ مراد ہو کہ ازواجِ مطہرات کے علاوہ کوئی بھی اس آیت کے نزول کا سبب نہیں، تو یہ بات درست ہے، اگر یہ مراد لیا جائے کہ اہل بیت کے مفہوم میں ازواجِ مطہرات کے علاوہ کوئی شامل نہیں، تو یہ محلِ نظر ہے، کئی احادیث بتاتی ہیں کہ اہل بیت کا مفہوم وسیع ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 411/6، بتحقيق سلامة)

آیت کا مفہوم اگرچہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرف دیگر رشتہ داروں اور قرابت داروں کو بھی ملا ہے، بل کہ اگر بیویاں اہل بیت ہیں تو رشتہ دار بالا ولیٰ اہل بیت میں شامل ہیں۔

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''قرآنِ کریم میں تدبر کرنے والا جس چیز میں شبہ نہیں کر سکتا، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہیں: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ آپ سے گناہ دور کر دے اور آپ کو خوب پاک صاف کر دے۔'' سیاق کلام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن والے مفہوم کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اے نبی کی ازواج! اللہ کی آیات و حکم جو آپ کے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں، انہیں یاد کریں۔'' کتاب و سنت کی جو نصوص اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں میں رسول ﷺ پر نازل کرتا ہے، ان پر عمل کریں۔ امام قتادہ سمیت کئی اہل علم نے یہ تفسیر کی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اے نبی

کی ازواج! اس نعمت کو یاد کرو، جو خاص آپ کو نصیب ہوئی کہ وحی صرف آپ کے گھروں میں نازل ہوتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس نعمت میں سب سے آگے تھیں، سب سے بڑھ کر اس غنیمت سے فائدہ اٹھانے والی تھیں اور اس بے بہا رحمت کا سب سے زیادہ حصہ پانے والی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وحی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ کے بستر پر نہیں اتری، سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے، جیسا کہ انہوں نے خود بیان فرمایا۔ وجہ اس خصوصیت کی یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی باکرہ سے شادی نہیں کی، اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی مرد نے خلوت اختیار نہیں کی، چنانچہ اس امتیاز کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب ہی مناسب تھا۔ اس آیت کے مطابق ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت میں سے ہیں، تو لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار بھی اہل بیت میں ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''میرے گھر والے اہل بیت ہونے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' اس کی ایک مثال صحیح مسلم میں موجود ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن میں جس کے بارے میں ہے، کہ وہ پہلے دن سے تقویٰ پر استوار کی گئی تھی، وہ کون سی مسجد ہے؟ فرمایا میری یہ مسجد ''مسجد نبوی'' ہے۔ حالانکہ یہ آیت تو مسجدِ قباء کے متعلق نازل ہوئی تھی، لیکن جب مسجد قبا پہلے دن سے ہی تقویٰ پر استوار کی گئی تھی، تو مسجد نبوی اس نام کی زیادہ حق دار تھی۔ اہل بیت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 6/415، 416، بتحقیق سلامة)

❁ حصین بن سبرہ رحمہ اللہ نے سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

مَنْ أَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ؟ أَلَيْسَ نِسَاؤُهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ؟

''زید! نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ آپ ﷺ کی ازواج اہل بیت میں شامل نہیں؟''

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نِسَاؤُهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ . ''آپ ﷺ کی ازواج اہل بیت میں شامل ہیں۔''

(صحيح مسلم : 2408)

سوال: کیا اہل بیت کا اجماع حجت ہے؟

جواب: روافض کے نزدیک اگر کسی مسئلہ پر صرف اہل بیت اجماع کر لیں، تو وہ حجت ہے، جبکہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ اہل بیت سے مراد پوری امت نہیں ہے، اجماع سے مراد ایک زمانہ کے تمام اہل حق علما کا اتفاق کرنا ہے، اس میں اہل بیت سے ہونے یا نہ ہونے کا ذکر نہیں۔

سوال: کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا؟

جواب: کسی کی خلافت کے ثبوت کے لیے تمام مسلمانوں کا متفق ہونا ضروری نہیں، چند مقتدر شخصیات کا اتفاق کافی ہے، جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام امت کا اجماع واتفاق ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جہانِ فانی سے رخصت ہوئے، تو انصار کہنے لگے:

''ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک آپ میں سے، عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: انصاریو! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو

امامت کا حکم دیا تھا؟ کون ہے جو ابو بکر سے مقدم ہونا چاہتا ہے؟ انصار کہنے لگے:
اللہ کی پناہ کہ ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنے کا سوچیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 21/1، 396، سنن النّسائي : 778، مصنّف ابن أبي شيبة : 330/2، 567/14، طبقات ابن سعد : 224/2، 178/3، السّنّة لابن أبي عاصم : 1193، المعرفة والتّاريخ للفسوي : 454/1، المستدرك للحاكم : 67/2، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 152/8، التّمهيد لابن عبد البر : 128/22، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کی سند کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 153/12)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ لِأَبِي بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ : اصْعَدِ الْمِنْبَرَ ، فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ حَتّٰى صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً .

''میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس دن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا کہ منبر پر چڑھیں، وہ مسلسل یہ بات کہتے رہے، حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے، پھر تمام لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔''

(صحيح البخاري : 7219)

❁ سالم بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرضِ موت میں غشی طاری ہوگئی، افاقہ ہوا، تو پوچھا: نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! تو فرمایا: بلال کو حکم دیں، وہ اذان کہیں اور ابو بکر سے کہیں کہ وہ نماز پڑھائیں:

''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) مہاجرین مشورہ کے لیے جمع ہوئے،

کہا: ہمیں انصار کے پاس لے چلو، ہم انہیں بھی اس معاملہ میں شریک کریں گے، انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ میں سے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس جیسی منقبت کس کے لیے ہے؟ ﴿إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التّوبة : ٤٠) ''جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور بیعت کی اور سب لوگوں نے اچھے اور خوبصورت انداز سے بیعت کی۔''

(السّنن الکبرٰی للنّسائي : 8109، 11219، الشّمائل للتّرمذي : 397، مسند عبد بن حمید : 365، المُعجم الکبیر للطّبراني : 6367، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۴۱-۱۶۲۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا کسی مسئلہ میں اختلاف کے بعد دوبارہ اسی مسئلہ پر اتفاق ہو سکتا ہے؟

(جواب): ایسا ممکن ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک زمانہ کے علما کا اختلاف رہا ہو اور بعد والے زمانہ میں اہل علم اس مسئلہ پر اتفاق کر لیں۔ اس کی مثالیں موجود ہیں۔

(سوال): اگر ایک زمانہ میں کسی مسئلہ پر اجماع ہو جائے اور اگلے کسی زمانہ میں اس مسئلہ پر اختلاف ہو جائے، تو کیا پہلا اجماع حجت رہے گا؟

(جواب): کسی مسئلہ پر اجماع ہو جائے، تو بعد والوں کا اس میں اختلاف کرنا جائز نہیں، وہ اجماع حجت ہی رہے گا۔ اس کا انکار جائز نہیں اور اس کی مخالفت بھی جائز نہیں۔

(سوال): کیا موجودہ دور میں اجماع ممکن ہے؟

(جواب): راجح یہی ہے کہ اجماع ہر دور میں ہو سکتا ہے۔ موجودہ دور میں مرزا غلام

احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے کافر اور مرتد ہونے پر اجماع ہوا ہے۔

سوال: جو شخص مزدور کی مزدوری نہیں دیتا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مزدور کی مقررہ مزدوری ادا کرنا واجب ہے، جو اس کی ادائیگی نہیں کرتا، وہ ظالم اور فاسق ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ فرماتا ہے: روز قیامت تین لوگوں کے خلاف میں خود مدعی ہوں گا؛ جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی، جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا، مگر اسے مزدوری ادا نہ کی۔''

(صحيح البخاري : 2227)

سوال: کیا گناہ کے کاموں میں مزدوری کرنا جائز ہے؟

جواب: گناہ کے کاموں میں کسی قسم کا تعاون کرنا جائز نہیں، مثلاً سودی کاروبار میں ہر قسم کی معاونت حرام ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ

بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔اور فرمایا: یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔''

(صحيح مسلم : 1598)

سوال: کیا نابینا کی امامت مکروہ ہے؟

جواب: نابینا کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

إِبَاحَةُ إِمَامَةِ الْأَعْمٰى كَالْإِجْمَاعِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''نابینا کی امامت کے جواز پر تقریباً اہل علم کا اجماع ہے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والإختلاف : ١٥٤/٤)

❀ سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے امام تھے۔ آپ نابینا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول! میرے گھر اور مسجد کے درمیان اندھیرا اور برساتی نالا حائل ہے، ہوں بھی نابینا، آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں وہ جگہ نماز کے لیے خاص کر دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اگلے دن) ان کے گھر آئے اور فرمایا: کہاں نماز پڑھوں؟ انہوں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھ دی۔''(صحيح البخاري : 667)

❀ امامِ اندلس، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے نابینا کی امامت کا جواز ملتا ہے، ہمارے مطابق اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔''(الاستذكار : 361/2)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کا کہنا کیسا ہے؟

جواب: جس پر موت کے آثار نمودار ہو جائیں، اس کے سامنے لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے، ہر مریض کو کلمہ پڑھنے کا نہیں کہنا چاہیے کہ وہ تلخی میں آ کر انکار کر دے۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .

''جس (صالح انسان) کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، جنت میں جائے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 247/5؛ سنن أبي داود : 3116؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (1/251، 500) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔''

(صحيح مسلم : 916)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کریں، جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ

ہوگا، وہ کسی روز تو جنت چلا ہی جائے گا، اگر چہ عذاب کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔''

(صحيح ابن حبان : 3004؛ وسندهٗ حسنٌ)

اہل علم کہتے ہیں کہ مریض اگر خود کلمہ نہ پڑھ سکتا ہو، تو حاضرین کو چاہئے کہ کلمہ کی تلقین نرم لہجے میں کریں، یوں نہ ہو کہ مریض کی طبیعت کی گھٹن اسے کلمے سے دور کر دے۔ مریض کلمہ پڑھ لے، تو دوبارہ تلقین نہ کریں، البتہ جب کوئی اور بات کر لے، تو دوبارہ سے تلقین کریں، یہ بھی یاد رہے کہ ایسا شخص جسے مرنے والا متہم یا مشکوک جانتا ہے، اسے تلقین نہیں کرنی چاہئے، یوں نہ ہو کہ مرنے والا اس سے الجھن محسوس کرنے لگے۔

سوال: کیا مرنے کے بعد کلمہ کی تلقین کی جا سکتی ہے؟

جواب: لا الہ الا اللہ کی تلقین قریب المرگ کو کرنی چاہیے، مرنے کے بعد کلمہ کی تلقین جائز نہیں، بلکہ غیر مسنون عمل ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَلْقِينِ الْمَرِيضِ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَالدُّعَاءِ لَهٗ عِنْدَهٗ.

موت کے وقت مریض کو تلقین اور اس کے لئے دعا کا بیان۔''

❁ نیز لکھتے ہیں:

''موت کے وقت مریض کو لا الہ الا اللہ کی تلقین مستحب ہے، بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ تلقین کے بعد جب تک قریب المرگ دوبارہ کلام نہ کرے، اسے تلقین نہیں کرنی چاہیے، تلقین میں زیادتی بھی نہیں کرنا چاہیے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 977)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ الْأَمْرِ بِتَلْقِينِ الشَّهَادَةِ مَنْ حَضَرَتْهُ الْمَنِيَّةُ .

''قریب المرگ کولا الہ الا اللہ کی تلقین کا حکم ہے۔''

(صحيح ابن حبان، قبل الحديث : 3003)

۞ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (656ھ) لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے فرمان: ''مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔'' کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت انہیں یاد دلائیں، آپ ﷺ نے قریب المرگ کو مردہ کہہ دیا ہے، کیونکہ موت اس کے پاس حاضر ہو چکی ہوتی ہے، مرنے والوں کو اس کلمہ کی تلقین کرنا سنت ماثورہ ہے، اس پر امت مسلمہ کا عمل رہا ہے، تلقین کا مقصد یہ ہے کہ مرنے والے کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو جائے، یوں اسی کلمہ پر اس کا خوش بختی کے ساتھ خاتمہ ہو اور فوت ہونے والا نبی کریم ﷺ کے اس عمومی فرمان میں داخل ہو جائے کہ جس (موحد، صالح) کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گی، وہ جنت میں داخل ہو گا۔''

(المُفهِم : 2/569-570، وانظر : زهر الربي للسّيوطي : 514)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

''مطلب یہ کہ قریب المرگ انسان کو لا الہ الا اللہ یاد کروائیں، تاکہ یہ اس کا آخری کلام ہو، حدیث میں آتا ہے: ''جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا، وہ جنتی ہے۔'' (سنن ابی داود: ۳۱۱۶، وسندہ حسن، اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۳۵۱) نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابن ملقن (البدر المنیر: ۵/۱۸۹) بھی اسے صحیح قرار دیتے ہیں) تلقین کرنے کا حکم استحبابی ہے، اس طریقہ تلقین پر علما کا اجماع ہے۔''

(شرح صحيح مسلم :300/1)

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ الَّذِي قَرُبَ مِنَ الْمَوْتِ .

''مراد قریب المرگ انسان ہے۔''

(الهداية، ص 136، كتاب الجنائز)

علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مراد قریب المرگ ہے، نہ کہ وہ جو فوت ہو چکا ہے، تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اسے کلمے کا حکم نہ کیا جائے، بلکہ اس کے پاس بیٹھ کر کلمے کا ذکر کیا جائے، بہت سے علما نے قبر پر تلقین کو بدعت قرار دیا ہے، تلقین سے مقصود ہے کہ مرنے والے کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو، اسی لیے جب وہ ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دے، تو دوبارہ تلقین نہ کی جائے، جب تک کہ وہ کوئی دوسری بات نہ کر لے۔''

(حاشية السّندي على النّسائي : 5/4، تحت الحديث : 1827)

سوال: کیا موت کے بعد میت کی آنکھیں بند کرنا مسنون ہے؟

جواب: موت کے بعد میت کی آنکھیں بند کرنا مسنون عمل ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کی میت پر تشریف لائے، ان کی آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کیں اور فرمایا:

''جب روح قبض ہوتی ہے، تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے، اہل خانہ یہ سن کر رونے لگے، تو فرمایا: اپنی جانوں کے لئے سوائے کلمہ خیر کے کچھ نہ کہیں، کیونکہ

فرشتے آپ کے کہے پر آمین کہتے ہیں۔“

(صحیح مسلم: 920)

سوال: نماز جنازہ کی تاخیر کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز جنازہ میں بلا وجہ تاخیر ناپسندیدہ ہے۔ جتنا جلدی ممکن ہو، میت کو سپرد خاک کر دینا چاہیے۔

سوال: لڑکا اور لڑکی میں بلوغت کی نشانیاں ظاہر نہ ہوں، تو کتنی عمر میں انہیں بالغ تصور کیا جائے گا؟

جواب: اگر کوئی علامت بلوغت ظاہر نہ ہو، تو لڑکے اور لڑکی کے لیے بلوغت کی عمر پندرہ سال مقرر ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) لکھتے ہیں:

”احتلام، زیر ناف بال اور پندرہ سال عمر مرد اور عورت کی بلوغت کی نشانی ہے، ان میں سے جو بھی علامت پائی جائے، فرائض وحدود کو واجب کر دے گی۔ البتہ عورت کی چوتھی علامت بلوغ ماہواری ہے۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کو ماہواری آئے، تو اس پر فرائض کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔“

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف: 4/388)

سوال: مرد وعورت پر عبادات کب لازم ہوتی ہیں؟

جواب: ہر مرد اور عورت پر عبادات بلوغت کے بعد لازم ہوتی ہیں۔

سوال: کیا اسلام میں سوگ ہے؟

جواب: اسلام میں سوگ جائز ہے، مگر صرف خواتین کے لیے۔ مردوں کے لیے کوئی سوگ نہیں۔

(سوال): کیا مکھیوں اور مچھروں کو جلایا جا سکتا ہے؟

(جواب): جانداروں کو جلانا جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا اور فرمایا: اگر آپ کو فلاں فلاں دو قریشی آدمی مل جائیں، تو انہیں آگ میں جلا دینا، پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آپ کو فلاں فلاں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتا ہے، اگر وہ مل جائیں، تو انہیں قتل کر دینا۔''

(المنتقى لابن الجارود : 1057، صحيح البخاري : 3016)

❀ سیدنا حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ .

''آگ کا عذاب صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : ٢٦٤٣، مسند الإمام أحمد : ٤٩٤/٣، سنن أبي داود : ٢٦٧٣، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : ١٤٩/٦)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ .

''آگ کا عذاب اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔''

(صحيح البخاري : ٣٠١٦)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ .

''کسی کو آگ میں مت جلائیں۔''

(صحيح البخاري : ٣٠١٧)

ثابت ہوا مچھروں، مکھیوں اور حشرات الارض وغیرہ کا خاتمہ جلا کر کرنا جائز نہیں، یہ ممنوع وحرام ہے۔

سوال: کیا جلنے سے ناپاک شے پاک ہوجائے گی؟

جواب: اگر ناپاک شے جل کر راکھ ہوجائے، تو وہ ناپاک نہیں رہتی۔

سوال: کیا امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کھجوریں کھانے سے ہوئی ؟

جواب: محدث احمد بن سلمہ نیشاپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''امام ابوحسین مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کے لیے مجلسِ مذاکرہ منعقد کی گئی۔ دورانِ مذاکرہ ایک حدیث بیان ہوئی، جو آپ کے علم میں نہ تھی، گھر واپس لوٹے، چراغ روشن کیا اور اہل خانہ سے کہا کہ کمرے میں کوئی نہ آئے۔ کہا گیا: کھجوروں کی ٹوکری ہدیہ میں آئی ہے۔ فرمایا: مجھے دے دیں، آپ کو دے دی گئی۔ آپ حدیث تلاش کرتے رہے اور ساتھ ساتھ کھجوریں کھاتے رہے۔ صبح ہوئی، تو کھجوریں ختم ہو چکی تھی اور حدیث بھی مل گئی۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : ١٠٣/١٣، وسندهٔ صحيحٌ)

❀ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد محمد بن عبداللہ نیشاپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

زَادَنِي الثِّقَةُ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّهٗ مِنْهَا مَاتَ .

''مجھے ایک ثقہ نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ رحمہ اللہ کھجوریں کھانے سے فوت ہو گئے۔''

واقعہ کا یہ حصہ ''ضعیف'' اور غیر ثابت ہے، کیوں کہ اسے بیان کرنے والا شخص مجہول اور مبہم ہے۔ ثابت ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات والا یہ واقعہ ثابت نہیں۔

(سوال): کیا حالت احرام میں خوشبو لگائی جا سکتی ہے؟

(جواب): احرام کے حالت میں خوشبو لگانا جائز نہیں، البتہ احرام باندھتے وقت اگر کوئی خوشبو لگا لے اور حالت احرام میں خوشبو آتی رہے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

طَيَّبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهٖ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ.

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے احرام باندھنے سے پہلے اور طواف (افاضہ) کرنے سے پہلے احرام کھولنے کے بعد خوشبو لگائی۔''

(صحيح البخاري: 1539، صحيح مسلم: 1189)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

''گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ (سر کے درمیان سے کنگھی) میں لگی ہوئی خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے۔''

(صحيح البخاري: 271، صحيح مسلم: 1190)

(سوال): شادی شدہ زانی کی سزا کیا ہے؟

(جواب): شادی شدہ زانی کی سزا یہ ہے کہ اسے پتھروں سے رجم کر دیا جائے۔

۞ علامہ ابوالقاسم رافعی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

''رجم کے بارے میں ماعز کا قصہ، غامدیہ خاتون کا واقعہ اور یہودیوں کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے مشہور ہیں۔ اس کے بعد خلفائے راشدین بھی رجم کرتے رہے اور یہ چیز تواتر کی حد تک پہنچ گئی۔''

(الشّرح الكبير :128/11)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''کوڑوں کی آیت: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ ''زانی اور زانیہ ہر دو کو سو کوڑے مارے جائیں۔'' میں یہ دلیل ہے کہ زانی چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اس کو کوڑے ہی مارے جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی متواتر سنت ہے کہ آپ ﷺ نے شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔''

(تحفة الطّالب بمعرفة أحاديث مختصر ابن حاجب، ص 347)

۞ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) نے رجم کی حدیث کو ''متواتر'' کہا ہے۔

(أحكام القرآن :465/1)

۞ علامہ شاشی حنفی (۳۴۴ھ) نے رجم کی حدیث کو ''متواتر'' کہا ہے۔

(أصول الشّاشي، ص 272)

۞ علامہ ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ ثُبُوتَ الرَّجْمِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاتِرُ الْمَعْنٰى .

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سے رجم کا ثبوت متواتر معنوی ہے۔''

(فتح القدير : 224/5)

ذیل میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جا رہا ہے، جو حدِ رجم کے متعلق روایات بیان کرتے ہیں۔

① **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ**

(صحيح البخاري : 6828، صحيح مسلم : 1697)

② **سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ**

(صحيح مسلم : 1690)

③ **سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ**

(صحيح مسلم : 1694)

④ **سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما**

(صحيح البخاري : 6824، صحيح مسلم : 1693)

⑤ **سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ**

(صحيح مسلم : 1692)

⑥ **سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ**

(صحيح مسلم : 1695)

⑦ **سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ**

(صحيح مسلم : 1696)

⑧ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(صحيح البخاري : 1329، صحيح مسلم : 1699)

⑨ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 6828، صحيح مسلم : 1697)

⑩ سیدنا براء بن عاذب رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1700)

⑪ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

(صحيح مسلم :1701)

⑫ سیدنا ہزال بن یزید اسلمی رضی اللہ عنہ

(سنن أبي داود : 4377، مسند الإمام أحمد : 217/5، وسندهٗ حسنٌ)

اجماع امت:

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) لکھتے ہیں:

''اس پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے، سوائے ان کے، جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، وہ مسلمان ہی نہیں ہیں، مسلمان کہتے ہیں کہ آزاد مرد اور عورت جب وہ شادی ہوں، اگر زنا کریں، تو ان کو رجم کیا جائے گا۔''

(المحلّى بالآثار : 169/12)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّجْمُ ثَابِتٌ بِسُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِاتِّفَاقِ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ .

''رجم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے، اسی طرح عام اہل علم کے اتفاق سے بھی ثابت ہے۔''

(الإشراف علی مذاهب العلماء : 251/7)

❁ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''رجم رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اس کو بہت سارے لوگوں نے نقل کیا ہے، یہ خبر بہت مشہور ہوئی ہے، اتنی کہ اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں رہی اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔''

(أحکام القرآن : 343/3)

❁ علامہ حلیمی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰی أَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا۔''

(المنهاج في شعب الإیمان : 32/3)

❁ علامہ ماوردی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

''رجم کے وجوب پر ہماری بیان کردہ قولی و فعلی احادیث رسول، اسی طرح صحابہ کرام کا قول و عمل، اس کا لوگوں میں مشہور ہونا اور اجماع منعقد ہونا دلیل ہیں، یہاں تک کہ اس کا حکم متواتر ہو گیا ہے۔ مگر خوارج، رجم کے منکر ہیں۔''

(الحاوي الکبیر : 191/13)

❁ حافظ ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مُجْمِعُونَ عَلٰی أَنَّ الرَّجْمَ مِنْ حُكْمِ

اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى مَنْ أَحْصَنَ .

''اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنا اللہ کا حکم ہے۔''

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد : 78/9)

❁ **نیز لکھتے ہیں:**

أَجْمَعَ فُقَهَاءُ الْمُسْلِمِينَ وَعُلَمَاؤُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا أَنَّ الْمُحْصَنَ حَدُّهُ الرَّجْمُ .

''مسلمان فقہا اور صحابہ کے دور سے آج تک کے اہل علم فقہا و محدثین کا اجماع و اتفاق رہا ہے کہ شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد : 79/9)

❁ **علامہ ابوالمظفر اسفرایینی رحمہ اللہ (۴۷۱ھ) لکھتے ہیں:**

''وہ (خوارج) یہ بھی سمجھتے ہیں کہ رجم شادی شدہ زانی پر واجب نہیں ہے اور اس بات میں وہ مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرتے ہیں۔''

(التبصير في الدين، ص 50)

❁ **علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۹۵ھ) لکھتے ہیں:**

أَمَّا الثُّيَّبُ الْأَحْرَارُ الْمُحْصَنُونَ فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ حَدَّهُمُ الرَّجْمُ .

''شادی شدہ آزاد زانیوں کی حد رجم ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(بداية المجتهد ونهاية المقتصد : 4/217-218)

❁ **علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:**

''پہلی فصل شادی شدہ زانی پر رجم کے واجب ہونے کے بیان میں، زانی چاہے مرد ہو یا عورت۔ یہ عام اہل علم صحابہ وتابعین کا قول ہے، ان کے بعد تمام زمانوں کے علما کا بھی یہی فتوی ہے، مگر خوارج اس کی مخالفت کرتے ہیں۔''

(المغني : 35/9)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) لکھتے ہیں:

إِذَا زَنَى الْمُحْصَنُ وَجَبَ الرَّجْمُ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''شادی شدہ شخص جب زنا کرے تو اس کو رجم کرنا واجب ہو جاتا ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 216/7)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ کنوارے زانی کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا، اہل قبلہ میں سے کوئی ایک بھی اس سزا کی مخالفت نہیں کرتا، البتہ قاضی عیاض وغیرہ نے خوارج کے متعلق بتایا ہے کہ وہ لوگ رجم کے منکر ہیں، اسی طرح بعض معتزلہ نظام اور اس کے ساتھی بھی منکر ہیں۔''

(شرح صحيح مسلم : 189/11)

❁ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الرَّجْمُ بِالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ .

''رجم سنت متواترہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔''

(مجموع الفتاوى : 399/20)

سوال: کیا خوارج رجم کے منکر ہیں؟

جواب: جی ہاں، خوارج رجم کے منکر ہیں۔

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

''اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ شخص کافر ہے، جو کتاب اللہ کی نص کو ٹھکراتا ہے یا رسول اللہ ﷺ کی اجماعی وقطعی دلیل جس کو ظاہر پر رکھنا واجب ہو، اس کو خاص کر دیتا ہے، جیسا کہ رجم کے انکار کی وجہ سے (بعض) خوارج کی تکفیر کی گئی ہے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی: 286/2)

اس سے مراد وہ شخص ہے، جو قرآن وسنت کی نصوص کو جانتے بوجھتے ٹھکرا دیتا ہے۔

سوال: کیا باپ اور بیٹے کی موجودگی میں بھائی وارث بنتا ہے؟

جواب: باپ اور بیٹے کی موجودگی میں بھائی وارث نہیں بنتا۔

سوال: اخوتِ ہجرت سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب مہاجرین مدینہ کی طرف ہجرت کر کے گئے، تو وہ بے سروسامان، بے گھر اور بے وطن تھے، نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں سے ہر ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا، اسے مؤاخات مدینہ کہتے ہیں، اس موقع پر انصار نے ایثار وقربانی کی عدیم النظیر مثالیں قائم کر دیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مہاجرین مکہ سے آئے، تو ان کے پاس سامان دنیا سے کچھ نہیں تھا، انصار کو اللہ نے زمین وجائیداد دے رکھی تھی، انصار نے ان کو اپنے باغات میں حصہ

دار بنا لیا، مہاجرین ان کے باغات میں کام کرتے اور فصل کی کٹائی پر اس کا نصف وصول کر لیتے۔ میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں، جو میرے اخیافی بھائی عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کی بھی والدہ تھی۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باغ تحفہ میں دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی ام ایمن رضی اللہ عنہا کو ان کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: غزوہ خیبر سے واپس مدینہ آ کر مہاجرین نے انصار کے دیئے ہوئے پھلوں کے حصے واپس کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو باغ واپس دے دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو اس باغ میں سے کچھ درخت عطا فرمائے۔''

(صحيح البخاري : 2630، صحيح مسلم : 1771)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے عرض کیا:

''اللہ کے رسول! اللہ کے رسول! ہمارے نخلستانوں کو ہمارے بھائیوں میں اور ہم میں تقسیم کر دیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی درست! ہم محنت کریں گے اور اس کے بدلے پھل سے حصہ وصول کر لیں گے، مہاجرین نے کہا: ہم نے سنا اور قبول کیا (ہمیں قبول ہے)۔''

(صحيح البخاري : 2325)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے امیر

ترین صحابی سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنا دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: عبدالرحمٰن! آپ جانتے ہیں کہ میں انصار کا امیر ترین فرد ہوں، آپ میرا آدھا مال لے لیجئے، میری دو بیویاں ہیں، ان میں جو خوبصورت لگے، اسے طلاق دے دیتا ہوں، عدت کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیجئے گا۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ آپ کے گھر میں برکت دے، مجھے آپ بازار کا رستہ بتلا دیجئے، بازار گئے اور کچھ گھی اور پنیر کما کر لے آئے۔''

(صحيح البخاري :3781)

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جھوٹ بولتے ہوئے کہے کہ میں نے تمہیں دو دن پہلے طلاق دے دی تھی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جھوٹ موٹ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ اگر شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا جھوٹی خبر بیان کرے، تو طلاق نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے؛

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : 2194، سنن التّرمذي : 1225، سنن ابن ماجه : 2039، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 58/2، سنن الدّارقطني : 256/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 210/3)

(سوال): کیا رؤیت ہلال میں ایک شخص کی خبر کافی ہے؟

(جواب): اگر ایک معتبر شخص بھی چاند دیکھنے کی خبر دے، تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ رؤیت ہلال میں ایک گواہی کافی ہے۔

(سوال): کیا مغربی ممالک کی کمپنیوں کا گوشت کھایا جا سکتا ہے، جبکہ اس پر انگلش میں لکھا ہوتا ہے کہ اسے شریعت کے مطابق ذبح کیا گیا ہے؟

(جواب): ایسی کمپنیوں کا گوشت کھایا جا سکتا ہے، البتہ اگر کسی قرینہ سے ظن غالب ہو کہ فلاں کمپنی میں شرعی طریقہ پر ذبح نہیں کیا جاتا، تو اس کمپنی سے گوشت نہیں لینا چاہیے۔

(سوال): کیا بول و براز کی شدت میں نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

(جواب): اگر بول و براز کی شدت اتنی ہو کہ نماز پڑھنا دشوار ہو، تو ایسی حالت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، بلکہ پہلے قضائے حاجت کی جائے، بعد میں تسلی کے ساتھ نماز ادا کی جائے، ورنہ وہ حضورِ قلبی سے نماز ادا نہیں کر سکے گا، نیز اسے طبی مسائل بھی بن سکتے ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ .

''کھانا حاضر ہو یا بول و براز کی شدت ہو، دونوں حالتوں میں نماز نہ پڑھی جائے۔''

(صحيح مسلم : 560)

(سوال): خود کو خصی کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): اپنی خواہش کو دبانے کے لیے خصی ہونا حرام اور ناجائز ہے۔ یہ خواہش

دبانے کا غیر شرعی طریقہ ہے۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے تبتل کرنا چاہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرما دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں (شادی نہ کرنے کی) اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔''

(صحيح البخاري : 5073، صحيح مسلم : 1402)

❁ علامہ ابن مازہ حنفی رحمہ اللہ (٦١٦ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ إِخْصَاءَ بَنِي آدَمَ حَرَامٌ بِالْاِتِّفَاقِ .

''انسانوں کو خصی کرنا بالاتفاق حرام ہے۔''

(المُحيط البُرهاني : 376/5، البناية شرح الهداية للعيني : 241/12)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ خِصَاءَ بَنِي آدَمَ لَا يَحِلُّ وَلَا يَجُوزُ، لِأَنَّهٗ مُثْلَةٌ وَتَغْيِيرٌ لِخَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَكَذٰلِكَ قَطْعُ سَائِرِ أَعْضَائِهِمْ فِي غَيْرِ حَدٍّ وَّلَا قَوَدٍ .

''مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ انسانوں کو خصی کرنا حلال اور جائز نہیں، کیونکہ یہ مثلہ اور تخلیق الٰہی میں تبدیلی ہے۔ اسی طرح حدود و قصاص کے علاوہ انسانوں کے باقی اعضاء کو کاٹنا بھی حرام ہے۔''

(تفسير القرطبي : 391/5)

سوال: جانوروں کو خصی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بلا کراہت جائز ہے۔ ممانعت پر پیش کردہ تمام روایات ضعیف ہیں۔

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ ھ) بیان کرتے ہیں:

''ہمیں اس (خصی کرنے کے جواز) میں اختلاف معلوم نہیں۔''

(المُغني: 476/3)

خصی جانور کا گوشت عمدہ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

(سوال): نس بندی کا شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب): نس بندی یعنی ایسا آپریشن جس کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے قوت تولید ختم ہو جائے اور ولادت کی اہلیت باقی نہ رہے۔ یہ ناجائز اور حرام عمل ہے۔

(سوال): کیا عورتیں حمل سے بچنے کے لیے اپنا نظام حمل ختم کرواسکتی ہیں؟

(جواب): عورت کا نظام حمل ضائع کروانا قطعاً جائز نہیں، خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ یہ بھی خصی کرنا ہے، جو کہ شرعاً جائز نہیں۔

(سوال): کیا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھے جاسکتے ہیں؟

(جواب): نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا ممنوع ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرمایا کہ آدمی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے۔''

(صحيح البخاري: 1220، صحيح مسلم: 545)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا گونگا گونگوں کا امام بن سکتا ہے؟

(جواب): اگر کوئی بولنے والا موجود نہیں، تو گونگا امام بن سکتا ہے۔

(سوال): قرآن کریم کی تلاوت اونچی آواز میں کرنی چاہیے یا پست آواز میں؟

(جواب): تلاوت کے وقت آواز زیادہ اونچی ہونی چاہیے، نہ بالکل پست، بس درمیانی آواز سے قرأت کرنی چاہیے، خاص کر جب اونچی آواز سے تلاوت کرنے سے کسی دوسرے کے آرام میں خلل آتا ہو۔

❁ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر تشریف لائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ آہستہ آواز سے قراءت کر رہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اونچی آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! جس ذات سے سرگوشی کر رہا تھا، اسے میں نے اپنی بات سنا دی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا، آپ بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس

سے سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! آپ اپنی آواز قدرے بلند کیجیے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کیجیے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1329 ، سنن التِّرمِذي : 447 ، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1161) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (733) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (1/310) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا یہود آمین سے حسد کرتے ہیں؟

جواب: یہود آمین سے حسد اور بغض کرتے ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْيَهُودَ يَحْسُدُونَكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ .

''یہود آپ سے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔''

(تاريخ بغداد للخطيب البغدادي : ٤٣/١١، المختاره لضياء الدين المقدسي : ١٠٧/٥، ح : ١٧٢٩، ١٧٣٠، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ .

''یہودی آپ سے اتنا حسد کہیں نہیں کرتے، جتنا سلام اور اور آمین کہنے پر کرتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجة : ٨٥٦، مسند إسحاق بن راهويه : ٥٧٩، الأدب المفرد للبخاري : ٩٨٨، التاريخ الكبير للبخاري : ٢٢/١، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۸۵) نے صحیح کہا ہے، حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الترغيب والترهيب : ١/١٩٦)

۞ حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَّرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ احْتَجَّ مُسْلِمٌ بِجَمِيعِ رُوَاتِهٖ .

''یہ سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ان تمام راویوں سے امام مسلم رحمہ اللہ نے احتجاجاً روایت لی ہے۔''

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة : ٨٥٦)

۞ حافظ عراقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ . ''اس کے رواۃ صحیح والے ہیں۔''

(فيض القدير : ٥/٤٤١)

اسماعیل بن ابی صالح صحیح مسلم کے راوی ہیں، جمہور نے ان کی توثیق کر رکھی ہے۔

۞ حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَمَالِكٌ وَّوَثَّقَهُ الْجُمْهُورِ .

''ان سے امام شعبہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے روایت لی ہے، انہیں جمہور نے ثقہ قرار دیا ہے۔''

(الترغيب والترهيب : ٣/١١٠)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَثَّقَهٗ نَاسٌ .

''انہیں محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔''

(الكاشف : ٤٧١/١)

یہ حدیث ان سے ان کے دو شاگرد خالد بن عبداللہ طحان اور حماد بن سلمہ بیان کر رہے ہیں، ان کی سہیل سے صحیح مسلم میں روایات ہیں۔

❀ **محمد بن اشعث** رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، آپ نے ہمیں حدیث بیان کی، فرماتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ یہودیوں کا ایک گروہ آیا۔ ایک نے اجازت لی اور کہا السام علیکم! 'آپ پر موت ہو' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک 'تجھ پر بھی'۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں غصہ پر قابو نہ پا سکی اور کہنے لگی تجھ پر بھی موت ہو، اللہ تمہارے ساتھ یوں یوں کرے، اب خیال گزرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کوئی گفتگو کی مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہیں۔ یہود کا وفد چلا گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سنی، تو غصے پر کنٹرول نہ کر سکی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: میں نے انہیں جواب دے تو دیا تھا، جو قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ جانتی ہو، یہود ہم سے حسد کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: ہمیں اللہ نے قبلہ عطا کیا، یہ لوگ محروم رہ گئے، ہمیں جمعہ عطا کیا، یہ محروم رہ گئے۔ ان وجہوں سے اور جو ہم امام کی اقتداء میں آمین کہتے ہیں اس وجہ سے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : ٥٦/٢، شعب الإيمان للبيهقي : ٢٧٠٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو حافظ عراقی (فیض القدیر للمناوی:۵/۴۴۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سلیمان بن کثیر عبدی جمہور کے نزدیک ''ثقہ'' ہے۔محمد بن اشعث، کندی ''حسن الحدیث'' ہے۔اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۲/۵) نے ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٦٢٥) نے اس کی حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۴۵) نے اس کی ایک حدیث کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔حافظ بیہقی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، یہ اس کی ضمنی توثیق ہے۔

یہودی دین اسلام کے پکے دشمن ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔وہ ہر سنت کو حسد، بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ان احادیث اور آثار سے ثابت ہوا کہ نماز میں امام کے پیچھے آمین پکار کر کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ظاہر ہے جب آمین اونچی کہی جائے گی تو یہودی حسد کرے گا۔اگر آہستہ کہیں گے، تو یہودیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ مسلمانوں نے آمین کہی ہے یا نہیں؟ جو لوگ اونچی آواز سے آمین سے روکتے ٹوکتے ہیں یا اونچی آمین کہنے والوں سے دلوں میں نفرت رکھتے ہیں، انہیں عبرت پکڑنی چاہیے۔آج بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی آمین سے گونج رہی ہے۔تمام اہل حدیث مساجد میں یہ سنت زندہ ہے۔ہم نے اسی سنت آمین کو یہاں مدلل بیان کیا ہے تا کہ جو لوگ آمین کہنے والوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ آمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔وہ اس سنت کو زندہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

سوال: جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر آہستہ کہنا چاہیے یا اونچی؟

جواب: تکبیر کہتے وقت آواز قدرے اونچی ہونی چاہیے۔

سوال: جہری نمازوں میں امام بسم اللہ اونچی آواز میں پڑھے گا یا آہستہ آواز میں؟

(جواب): جہری نمازوں میں بسم اللہ اونچی پڑھنا بھی ثابت ہے اور آہستہ بھی۔

❁ نعیم بن عبداللہ مجمر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ : ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (الفاتحة : ١)، ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة : ٧) فَقَالَ : آمِينَ . فَقَالَ النَّاسُ : آمِينَ وَيَقُولُ : كُلَّمَا سَجَدَ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الِاثْنَتَيْنِ قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہا، تو انہوں نے آمین کہی۔ مقتدیوں نے بھی آمین کہی۔ سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہا۔ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میری نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے آپ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٤٩٧/٢، سنن النسائي : ٩٠٥، السنن الكبرٰى للبيهقي : ٨٥/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۴۹۹) امام ابن الجارود رحمہ اللہ (امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۹۸) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا صَحِيحٌ وَرُوَاتُهٗ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ .

''یہ حدیث صحیح ہے۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

(سنن الدارقطني : ۳۰۵/۱، ح : ۱۱۵۵)

اس حدیث کو امام حاکم (۲۳۳/۱) نے امام بخاری و مسلم کی شرط پر''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ . ''یہ سند صحیح ہے۔''

(معرفة السنن والاثار : ۷۷۳، ۷۷٦)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ، لَا يَتَوَجَّهُ عَلَيْهِ تَعْلِيلٌ فِي اتِّصَالِ سَنَدِهٖ وَثِقَةِ رِجَالِهٖ .

''صحیح'' ہے،اس کے راویوں کی ثقاہت اور اتصال سند میں دورائے ہو ہی نہیں سکتیں۔''

(خلاصة الأحكام للنووي : ۳۷۱/۱)

نیز اس حدیث کو حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ (الاحکام الوسطی : ۳۷۵/۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق :۳۲۱/۲)اور نیموی حنفی (آثار السنن:۹۴) نے''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتدا بسم اللہ سے کرنے کے اثبات کی بہترین دلیل یہ حدیث ہے۔اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب آمین سے متعلق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث،سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوصالح رضی اللہ عنہ کی احادیث کے بعد ذکر کی ہے اور واضح کیا ہے کہ آمین بلند آواز سے ہے۔میں کہتا ہوں کہ صرف آمین بلند آواز سے کہنے کا استدلال درست نہیں،اس کے

ساتھ ساتھ بسم اللہ بھی بلند آواز سے کہنے کا استدلال کیا جائے۔ دونوں بلند آواز سے کہی جائیں، آمین بھی اور بسم اللہ بھی۔''

(تغليق التّعليق : ٣٢٣/٢، ٣٢٤)

جن روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، اس سے مراد ہے کہ اونچی نہیں پڑھتے تھے، بلکہ آہستہ پڑھتے تھے۔

سوال: حدیث ابن مسعود : ''تین چیزوں کو امام آہستہ پڑھے گا......'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا، التَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَآمِينَ .

''امام تین چیزیں آہستہ آواز سے کہے گا، تعوذ، بسم اللہ اور آمین۔''

(المحلّٰى بالآثار لابن حزم : ٢٨٠/٢، مسئله نمبر : ٣٦٣)

سند ''ضعیف'' ہے۔ ابوحمزہ، اعور قصاب کے بارے میں علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

هُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(عمدة القاري شرح صحيح البخارى : ٢٣٧/٨)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَّذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''حدیث میں ضعیف ہے۔''

(العلل الكبير للترمذي : ٣٢٢)

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال : ٤٥٢٨)

نیز متروک کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال : ٣٢١٤)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ لَّا يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ .

''کسی کھاتے کا نہیں۔اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ٢٣٦/٨)

امام نسائی نے ''لیس بثقۃ'' کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون : ٥٨١)

امام دارقطنی (العلل : ١٦٧/٥) اور حافظ بیہقی رحمہ اللہ (السنن الکبری : ٢٥٢/٢) نے ''ضعیف'' کہا ہے، نیز اس پر امام ترمذی، حافظ عقیلی، امام ابو حاتم رازی، امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہم کی جروح ہیں۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ الَّتِي يَرْوِيهَا خَاصَّةً عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُحَالًا يُّتَابَعُ عَلَيْهَا.

''خاص ابراہیم سے اس کی راویت کی متابعت تو ناممکن ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : ١٥٦/٨)

یہ روایت بھی ابراہیم نخعی سے ہے۔ابراہیم اس روایت میں مدلس ہیں۔

تنبیہ:

ابومعمر (البنایہ فی شرح الہدایہ للعینی : ۲/۲۲۶) اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ (المحلی بالا ثار لا بن حزم: ۲/۲۸۰، مسئلہ: ۳۶۳) میں ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ : يُخْفِي الْإِمَامُ أَرْبَعًا، التَّعَوُّذُ، وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، وَآمِينَ ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، امام تعوذ، بسم اللہ، آمین اور ربنا ولک الحمد، ان چاروں کو آہستہ پڑھے گا۔''

یہ بے سند قول ہے، لہٰذا قابل التفات نہیں۔

علامہ عبدالحئی، لکھنوی، حنفی (۱۳۰۴ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

''کہتا ہوں: ہم نے بھی آپ کی طرح کئی برس اسی دشت کی سیاحی کی۔ اس کے گوشے گوشے سے واقف ہو گئے۔ انتہائی دقت نظری اور غور وفکر کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آمین بالجہر کہنا ہی صحیح ہے، کیوں کہ یہ اولا دعدنان کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے مطابق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول آمین بالسر کی روایات ضعیف ہیں، جو صحیح روایات کی ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ صحیح ہوں، تب بھی ان کا مطلب یہ ہوگا آواز بہت شدید نہ ہو، بل کہ قدرے آہستہ ہو۔ ابن ہمام رحمہ اللہ بھی یہی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آمین بالجہر کی روایات کا یہ معنی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آمین بالجہر بعض اوقات کہی گئی یا تعلیم کے لئے کہی گئی، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور آمین بالجہر کو ابتدائے اسلام کا معاملہ قرار دینا انتہائی کم زور بات ہے، کیوں کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح قرار دی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری

میں صراحت کی ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں ایمان لائے ہیں، باقی رہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ کے آثار، تو ان کی صحیح مرفوع احادیث کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔''

(السّعاية في كشف ما في شرح الوقاية : ١٧٦/٢)

سوال: اداء اور قضا کسے کہتے ہیں؟

جواب: واجب کو مقررہ وقت پر ادا کرنا ''اداء'' کہلاتا ہے اور وقت سے مؤخر کرنا ''قضا'' کہلاتا ہے۔

سوال: کیا نماز تہجد کی قضا دی جا سکتی ہے؟

جواب: تہجد کسی وجہ سے رہ جائے، تو زوال آفتاب سے پہلے پہلے بارہ رکعات ادا کر لینی چاہیے۔ اس پر پورا اجر مل جاتا ہے۔

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ مَرِضَ؛ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی عمل شروع کرتے، تو اس پر دوام فرماتے۔ بیماری یا نیند کی وجہ سے رات کو تہجد رہ جاتی، تو دن کو بارہ رکعات ادا فرما لیتے۔''

(صحيح مسلم : 746)

② سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَأَهٗ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ

الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ.

''قیام اللیل یا اس کا بعض حصہ رہ جائے، تو فجر اور ظہر کے درمیان ادا کر لیں، تہجد کا ثواب پا لیں گے۔''(صحيح مسلم : 747)

رات کا وظیفہ رہ جائے، تو دن کو کیا جا سکتا ہے۔ یوں اجر وثواب سے آپ محروم نہیں رہیں گے اور تسلسل بھی قائم رہ جائے گا۔

سوال: رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ سالن کیا تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا سب سے پسندیدہ سالن کدو تھا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ آپ کے ایک غلام کے پاس گیا، جو درزی تھا، اس نے نبی کریم ﷺ کے حضور میں ایک تھالی پیش کی، جس میں ثرید تھی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا، نبی کریم ﷺ (اس ثرید میں سے) کدو ٹٹو لنے لگے، تو میں کدو ٹٹول ٹٹول کر آپ ﷺ کے سامنے رکھنے لگا، اس دن کے بعد مجھے بھی کدو کا سالن بہت محبوب ہے۔''

(صحيح البخاري : 5420، صحيح مسلم :2041)

سوال: ساری ساری رات مسلسل قیام کرنا کیسا ہے؟

جواب: دوام اور مواظبت کے ساتھ ساری ساری رات قیام غیر مستحسن ہے، البتہ کبھی کبھار پوری رات قیام کرنا جائز اور مستحب ہے۔

❁ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟، قُلْتُ : إِنِّي أَفْعَلُ

ذٰلِكَ، قَالَ : فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ؛ هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ .

''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ساری رات قیام کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں، کیا ایسا ہی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: جب آپ ایسے کریں گے تو آنکھ بیٹھ جائے گی اور آپ کمزور پڑ جائیں گے۔ جان کا آپ پر حق ہے، گھر والوں کا آپ پر حق ہے، لہٰذا روزہ رکھیں بھی اور چھوڑیں بھی، قیام بھی کریں اور سو بھی لیا کریں۔''

(صحيح البخاري : 1153؛ صحيح مسلم : 186/1159)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''تین آدمی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا احوال معلوم کرنے آئے، جب انہیں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے کم محسوس کیا، چنانچہ انہوں نے کہا: ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھلا کیا مقابلہ..؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی ہیں۔ ایک نے کہا: میں تو ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرا بولا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کبھی نہیں چھوڑوں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے اجتناب کروں گا اور شادی نہیں کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آ کر فرمایا: کیا آپ نے اس طرح کی باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں آپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، آپ سے زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں، میں نے شادی بھی کر رکھی ہے، لہٰذا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے، وہ میرے

طریقے پر نہیں۔"

(صحيح البخاري : 5053، صحيح مسلم :1401)

یہ روایت بخاری (7084) اور مسلم (1847) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

❀ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات نماز پڑھی اور فجر تک پڑھتے رہے، سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آج آپ نے جو نماز پڑھی ہے، ایسی نماز پڑھتے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جی ہاں! اس نماز میں شوق اور خوف کی آمیزش تھی، میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں، دو اس نے مجھے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے کہا اللہ میری امت کو پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ کرنا، یہ دعا قبول ہوئی، عرض کیا اللہ! دشمن ہم پر غالب نہ ہو، یہ بھی قبول ہوئی اور آخری دعا یہ تھی کہ اللہ ان میں پھوٹ نہ ڈالنا، یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔"

(سنن النّسائي : 1639، سنن التِّرمِذي : 2175، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن غریب صحیح" اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (7236) نے "صحیح" کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام : 595/1) نے اس کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔

ساری ساری رات قیام کرنا ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔ البتہ دوام ومواظبت کے بغیر کبھی کبھار ایسا کر لینا درست ہے۔

(سوال):شعر وشاعری کا کیا حکم ہے؟

(جواب):اشعار نثر ہی کی طرح ہیں، شاعرانہ کلام شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو، تو ایسا کلام پڑھنا جائز ہے، الفاظ میں غلو، جھوٹ اور خلاف حقیقت باتیں ہوں، تو ایسی شاعری اور ایسے شعراء کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ شاعر نہ تھے، مگر غیر ارادی طور پر آپ ﷺ نے بھی ایک دو اشعار کہے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کو شعر گوئی کا فرمایا کرتے تھے۔ بعض صحابہ کی تعریف وستائش بھی فرماتے تھے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اشعار کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ .

''وہ کلام ہے، اچھا ہو، تو اچھا اور برا ہو، تو برا۔''

(مسند ابی یعلیٰ : 4760، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً .

''بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 6145)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ، فَقَالَ :

اَللّٰھُمَّ إِنَّ الْخَیْرَ خَیْرُ الْآخِرَۃِ، فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ

فَأَجَابُوہُ:

نَحْنُ الَّذِینَ بَایَعُوا مُحَمَّدَا ...... عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِینَا أَبَدَا

''ایک ٹھنڈی صبح رسول اللہ ﷺ مہاجرین وانصار کی معیت میں خندق کھود رہے تھے، رسول اللہ ﷺ فرماتے:

''اللہ! اصل بھلائی تو آخرت میں ہے، تو مہاجرین وانصار کو معاف فرما۔''

تو صحابہ جواب میں کہتے:

''ہم نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر ہمیشہ کے لئے جہاد کی بیعت کر لی ہے۔''

(صحیح البخاري: 7201، صحیح مسلم: 1805)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے قریظہ کے دن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اُھْجُ الْمُشْرِکِینَ، فَإِنَّ جِبْرِیلَ مَعَکَ.

''(اشعار سے) مشرکین کی ہجو کیجئے، جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں۔''

(صحیح البخاري: 4124، صحیح مسلم: 2486)

مذموم اشعار کی مذمت بھی فرمائی گئی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَأَنْ یَمْتَلِیَٔ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَرِیہِ خَیْرٌ مِنْ أَنْ یَمْتَلِیَٔ شِعْرًا.

''کسی شخص کے پیٹ کا پیپ اور فاسد مادوں سے بھرنا، شعر بھرنے سے بہتر ہے۔''

(صحیح البخاري: 6155، صحیح مسلم: 2259)

(سوال): خنزیر کی کھال کا چمڑا بنانا کیسا ہے؟

(جواب): خنزیر نجس العین ہے، اس کی کسی چیز سے انتفاع جائز نہیں۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا ...... أَنَّ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَشَحْمَهُ وَوَدَكَهُ وَغُضْرُوفَهُ وَمُخَّهُ وَعَصَبَهُ حَرَامٌ كُلُّهُ وَكُلُّ ذٰلِكَ نَجِسٌ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ......خنزیر کا گوشت، چربی، چکنائی، نرم ہڈی، بھیجہ اور اعصاب سب کچھ حرام ہے، نیز سب نجس ہے۔''

(مَراتب الإجماع، ص 23)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''خنزیر کی حرمت میں پورے کا پورا خنزیر داخل ہے، یعنی اس کے تمام ظاہری اور باطنی اجزا۔ ذرا تدبر کیجئے کہ کیسے خنزیر کے گوشت کا ذکر کر کے اس کے کھانے کی حرمت کی طرف اشارہ کر دیا، چونکہ خنزیر میں زیادہ چیز گوشت ہے، اس لیے گوشت کا ذکر کر کے اس کے کھانے کو حرام کر دیا، کسی اور چیز کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے برعکس (احرام کے حالت میں) شکار (کی حرمت میں) یہ نہیں کہا کہ تم پر شکار کا گوشت حرام کیا گیا ہے، بلکہ خود شکار کو حرام کیا ہے، اس میں شکار کے جانور کو قتل کرنا اور اسے کھانا دونوں شامل ہیں۔ جبکہ جب (خنزیر کی) تجارت کو حرام کیا، تو پورے خنزیر کا ذکر کیا اور اس کی حرمت گوشت کے ساتھ خاص نہیں کی، تا کہ بیع کی حرمت زندہ اور مردہ خنزیر کو شامل ہو۔''

(زاد المَعاد: 674/5)

(سوال): کلماتِ اذان کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): اذان اسلام کا شعار ہے۔ غلبہ اسلام کی پکار ہے۔ اپنے اندر کئی عقائد کے مسائل کو سموئے ہوئے ہے۔ یہ پاکیزہ اور پُر تاثیر کلمات کا مجموعہ ہے۔ اذان اللہ کی زمین پر اس کی توحید کی پنجگانہ پکار ہے۔ اس کے کلمات دلوں کو مو لیتے ہیں۔ ایمان میں بہار آ جاتی ہے۔ عجیب سماں بندھ جاتا ہے۔ زمین و آسمان جھوم جاتے ہیں۔ فضائے آسمانی میں عجیب سے کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کیلئے پیغام ہے۔ اس میں کئی حکمتیں پنہاں ہیں۔ اذان سے شیطان بھاگتا ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جن، انسان یا جو چیز بھی مؤذن کی آواز سنتی ہے، قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گی۔'' (صحيح البخاري : 609)

(سوال): اذان کی ابتدا کیسے ہوئی؟

(جواب): سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ناقوس بجانے کا حکم دیا، تو میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہاتھ میں ناقوس پکڑے دیکھا اور اسے کہا: اللہ کے بندے! اسے فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: آپ اسے کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا: میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں، میں نے کہا: ضرور

بتائیں! اس نے کہا: یوں کہا کریں: اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ۔ **پھر اس نے تھوڑی دور جا کر کہا: اقامت یوں کہیں:** اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰہِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ **صبح ہوئی، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا، فرمایا: ان شاء اللہ! یہ سچا خواب ہے، بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو جایئے اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، انہیں بتاتے جائیں، وہ اذان دیں گے، کیوں کہ ان کی آواز آپ سے بلند ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ کلمات سنے، تو (جلدی سے) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے! اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''**

(مسند الإمام أحمد : 43/4، سنن أبي داوٗد : 499، سنن التّرمذي : 189، سنن ابن ماجه : 706، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام بخاری رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیهقي : ۱/۳۹۹)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۵۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع شرح المهذب : ۸۲/۳) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کو سالن کہا ہے؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کو بہترین سالن قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا، تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس تو صرف سرکہ ہی موجود ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منگوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرکہ کھاتے کھاتے ساتھ فرمانے لگے: سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے! سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے!''

(صحيح مسلم : 2052)

(سوال): کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مرغ کھایا؟

(جواب): جی ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کھایا ہے۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ مرغ کھا رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : 5518، صحيح مسلم : 1649)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): سب سے پہلے اذان کس نے دی؟

(جواب): سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے مؤذن مقرر ہوئے، آپ نے ہی نماز کے لیے سب سے پہلے اذان کہی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ناقوس بجانے کا حکم دیا، تو میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہاتھ میں ناقوس پکڑے دیکھا اور اسے کہا: اللہ کے بندے! اسے فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: آپ اسے کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا: میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں، میں نے کہا: ضرور بتائیں! اس نے کہا: یوں کہا کریں: اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ۔ پھر اس نے تھوڑی دور جا

کر کہا: اقامت یوں کہیں: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صبح ہوئی، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا، فرمایا: ان شاء اللہ! یہ سچا خواب ہے، بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو جایئے اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، انہیں بتاتے جائیں، وہ اذان دیں گے، کیوں کہ ان کی آواز آپ سے بلند ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ کلمات سنے، تو (جلدی سے) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے! اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 43/4، سنن أبي داوٗد : 499، سنن التّرمذي : 189، سنن ابن ماجه : 706، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام بخاری رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیهقي : ۱/ ۳۹۹)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۵۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع شرح المهذب: ۳/ ۸۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بھی مؤذن تھے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کو اذان کے لیے مقرر کیا، ان میں سے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

❁ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سکھائی اور فرمایا:

مُدَّ مِنْ صَوْتِكَ . ''آواز بلند کیجیے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٥٠٣، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اذان دوہری ہے یا اکہری؟

جواب: اذان دوہری اور اکہری دونوں طرح جائز ہے، جب اذان دوہری ہوگی، تو اقامت بھی دوہری ہوگی اور جب اذان اکہری ہوگی، تو اقامت بھی اکہری ہوگی۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کا حکم دیا گیا۔''

(صحيح البخاري : 603، صحيح مسلم : 378)

❁ سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے انیس (۱۹) کلمات اور اقامت (تکبیر) کے سترہ (۱۷) کلمات سکھلائے، اذان کے کلمات یہ ہیں: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ

أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه

اور اقامت کے کلمات یہ ہیں: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

(صحیح مسلم: 379، المنتقي لابن الجارود: 162)

❁ ***سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:***

كَانَ الْأَذَانُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَالْإِقَامَةُ وَاحِدَةً غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا قَالَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ ثَنّٰى بِهَا فَإِذَا سَمِعْنَاهَا تَوَضَّأْنَا وَخَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ.

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار تھے، البتہ «قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ» دو بار کہا جاتا تھا، ہم اقامت سن کر وضو کرتے اور نماز کے لیے آتے۔ ابو محمد کہتے ہیں: ابو مثنیٰ کا نام مسلم بن مہران ہے وہ کوفہ کی مسجد کے مؤذن تھے۔"

(مسند الإمام أحمد : 87/2، سنن أبي داوٗد : 510، سنن النّسائي : 629، وسندہٗ حسنٌ والحدیث صحیحٌ بشواھدہٖ)

اس حدیث کوامام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۴)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۴) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۶۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۱۹۷، ۱۹۸) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

دہری اذان مسنون ومشروع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو یہی اذان سکھائی تھی۔ (مسلم: ۳۹۷)

ترجیع والی اذان کواحناف مکروہ سمجھتے ہیں۔

❀ حدیث ابی محذور رضی اللہ عنہ کے متعلق حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علما کے مذہب پر بین اور واضح دلیل موجود ہے کہ دوہری اذان ثابت اور مشروع ہے۔''

(شرح مسلم : 81/4)

❀ علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

''سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا قول: ''پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفاظ دہرایئے اور آواز کچھ بلند کیجئے۔'' صراحت کر رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترجیع کا حکم دیا تھا۔ علم حدیث کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ائمہ احناف کا یہ خیال کہ سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کے لئے سکھائے گئے الفاظ کو ترجیع سمجھ لیا تھا، درست نہیں۔ راجح قول کے مطابق دونوں صورتیں جائز ہیں۔''

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه :242/1)

۞ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ مکہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دور تک اذان ترجیع کے ساتھ ہی جاری رہی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی ترجیع والی اذان اسی لیے اختیار کی۔ اس کا نہ انکار ممکن ہے، اور نہ اس کی تاویل درست ہے، کیونکہ اذان تو منبر و مینار پر دی جاتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ترجیع والی اذان میں صرف افضلیت وعدم افضلیت کا اختلاف ہے۔''

(فيض الباري : 204/2)

۞ علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب (۱۳۹۷ھ) لکھتے ہیں:

''حاصل کلام یہ ہے کہ ترجیع والی اذان کو مکروہ کہنا درست نہیں۔''

(مَعارف السّنن : 178/2)

۞ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''ترجیع چونکہ یقینی طور پر ثابت ہے، اس لیے اس کو مکروہ کہنا کسی طرح قرین انصاف نہیں۔'' (قاموس الفقہ، جلد۲، ص۴۵۴)

سوال: کیا آسیب زدہ شخص کے سامنے اذان کہنا مفید ہے؟

جواب: جس انسان میں جن وغیرہ داخل ہو جائے، اس کے پاس اذان کہی جائے، تو جن بھاگ جاتا ہے، کیونکہ اذان کی آواز سن کر جن ہوا خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

۞ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ .

''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے، تو شیطان پاد مارتے ہوئے اتنی دور

بھاگتا ہے، جہاں اسے اذان سنائی نہ دے، جب اذان مکمل ہوتی ہے، تو واپس لوٹ آتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 608، صحيح مسلم : 389)

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَحَسَّ بِالْغُولِ أَوْ أَشْرَفَ عَلَى الْمَصْرُوعِ، ثُمَّ أَذَّنَ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ مِنْ ذٰلِكَ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جب کوئی آدمی جن بھوت محسوس کرے یا کسی ایسے شخص کے قریب ہو، جس میں جن داخل ہو گیا ہو، پھر وہ (اس کے قریب) اذان دے، تو جن بھوت کا اثر جاتا رہے گا۔''

(مستخرج أبي عوانة، تحت الحديث : 977)

سوال : کیا اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے؟

جواب : اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الدَّعْوَةُ لَا تُرَدُّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ، فَادْعُوا .

''اذان اور اقامت کے دوران دعا رد نہیں ہوتی، لہٰذا اس گھڑی دُعا کیا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 225/3؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (427) نے ''صحیح'' کہا ہے، اس کے مزید شواہد بھی موجود ہیں، ملاحظہ ہو؛

(مسند الإمام أحمد : 172/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا، قَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُوَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا، فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهْ .

''کسی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! موذن ہم سے فضیلت لے گئے، فرمایا: آپ بھی وہی کلمات دہرائیں جو موذن کہہ رہا ہے، اذان کے بعد جو بھی دعا کریں، اللہ آپ کو عطا کرے گا۔''

(سنن أبي داود : 524؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (1695) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا .

''دو دعائیں رد نہیں ہوتیں یا اگر ہوتی ہیں، تو بہت کم:

① اذان کے وقت دعا۔ ② لڑائی کے وقت جب وہ خوب زوروں پر ہو۔''

(سنن أبي داود : 2540؛ سنن الدّارمي : 1023؛ المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 135/6؛ ح : 5756؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (1065) اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (419) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (113/2) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے روایت کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(سوال): کیا اذان فجر میں الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے؟

(جواب): اذان فجر میں یہ اضافہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ .

''سنت سے ثابت ہے کہ جب مؤذن اذانِ فجر میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے، تو اس کے بعد دو مرتبہ الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہے۔''

(سنن الدّارقطني :243/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي :423/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۶) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (۲۵۹۸) نے ''صحیح'' کہا ہے، جبکہ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

یاد رہے کہ جب کوئی صحابی کسی حدیث میں مِنَ السُّنَّةِ کے الفاظ کہے، تو وہ حدیث بالاتفاق مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے، ثابت ہوا کہ عہد نبوی میں الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ اذانِ فجر میں کہے جاتے تھے۔

تنبیہ:

مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۸۹) میں ''انس'' کی تصحیف ''لیس'' سے ہوگئی ہے۔

❁ یہ الفاظ خود نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو سکھائے تھے۔

(سنن أبي داوٗد :501، سنن النّسائي : 634، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حازمی نے امام

ابوداود، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ کی شرط پر ''حسن'' کہا ہے۔

(الاعتبار : 69-70)

عثمان بن سائب جمحی اور اس کا باپ السائب جمحی دونوں ''حسن الحدیث'' ہیں، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

❁ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی رحمہ اللہ (۶۸۳ھ) فرماتے ہیں:

تَوَارَثَتْهُ الْأُمَّةُ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک یہ عمل امت میں موروثی چلا آ رہا ہے۔''

(الاختیار لتعلیل المُختار :43/1)

تنبیہ:

الصلاۃ خیر من النوم کے الفاظ اذان فجر میں کہے جائیں گے، بعض اہل علم کی رائے ہے، یہ اذان سحری میں کہے جائیں، یہ مرجوح رائے ہے، کیونکہ رات کی اذان کو اذان فجر یا اذان الغداۃ نہیں کہتے۔ اس پر مزید دلائل بھی ہیں۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا اضافہ عہد فاروقی میں کیا گیا، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ اضافہ عہد نبوی سے ہے۔

❁ موطا امام مالک میں روایت ہے:

إِنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يُؤْذِنُهُ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَوَجَدَهُ نَائِمًا، فَقَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، فَأَمَرَهُ

عُمَرُ أَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ .

''(امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ان کو یہ بات پہنچی کہ مؤذّن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نمازِ صبح کی اطلاع دینے آیا، اس نے آپ کو سویا ہوا پایا تو کہا: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے)، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دے دیا کہ صبح کی اذان میں یہ کلمات پڑھا کرے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :72/1)

اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اذان میں ان الفاظ کا اضافہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا ہے، لیکن یہ قطعاً غلط بات ہے، کیونکہ اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے، امام مالک رحمہ اللہ تک یہ بات پہنچانے والا نامعلوم ہے! شریعت نے ہمیں نامعلوم اور ''مجہول'' لوگوں کی روایات قبول کرنے کا مکلّف نہیں ٹھہرایا، بلکہ جن سے اللہ کا دین لیں، ان کا اپنا دین بھی ہمیں معلوم ہونا ضروری ہے۔

❁ دوسری روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھا جانا اور مؤذّن سے کہا:

أَقِرَّهَا فِي أَذَانِكَ . ''یہ الفاظ اذان میں برقرار رکھیے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1)

سند ضعیف ہے، اسماعیل ''مجہول'' ہے، لہٰذا دونوں روایتیں مردود اور ناقابلِ حجت ہوئیں۔

ثابت ہوا کہ اذانِ فجر میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ سنت سے ثابت ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذّن سے فرمایا تھا کہ جب وہ فجر کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر پہنچے، تو الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے۔

(سنن الدّارقطني :250/1، ح : 935، وسندهٗ حسنٌ)

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے نہیں کہے، بلکہ سنت کی پیروی میں کہے تھے۔
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ الفاظ اذان میں کہنا ثابت ہیں۔

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1، وسندهٗ صحيحٌ)

امام عروہ بن زبیر (مصنف بن ابی شیبہ : ۱/ ۲۰۷، وسندہ صحیح)، امام محمد بن سیرین (مصنف بن ابی شیبہ : ۱/ ۲۰۷، وسندہ صحیح) اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (الصلاۃ لابی نعیم : ۲۴۸) اذان فجر میں ان کلمات کے قائل تھے۔

❁ اسود بن یزید رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ سَمِعَ مُؤَذِّنًا يَقُولُ فِي الْفَجْرِ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، فَقَالَ : لَا يَزِيدُونَ فِي الْأَذَانِ مَا لَيْسَ مِنْهُ.

''آپ رحمہ اللہ نے ایک مؤذن کو فجر کی اذان میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کہتے سنا، تو فرمایا: صحابہ کرام اذان میں اضافہ نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1)

سند سخت ضعیف ہے، حکیم بن جبیر ضعیف ومتروک ہے، عمران بن جعد مجہول ہے۔

❁ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے:

إِنَّ أَوَّلَ مَنْ ثَوَّبَ فِي الْفَجْرِ بِلَالٌ عَلٰى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ كَانَ إِذَا قَالَ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ.

''سب سے پہلے اذانِ فجر میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عہد ابی بکر میں الصلاۃ خیر من النوم کہا، آپ رضی اللہ عنہ جب حی علی الفلاح کہتے، تو دو مرتبہ الصلاۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 270/7)

سند ضعیف ہے، طاؤس بن کیسان نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا یہ قول مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: کیا اذان کے کلمات میں تقدیم وتاخیر جائز ہے؟

جواب: کلمات اذان میں تقدیم وتاخیر جائز نہیں، ترتیب ضروری ہے۔

سوال: کیا نابالغ بچہ اذان کہہ سکتا ہے؟

جواب: جب نابالغ امامت کرا سکتا ہے، تو اذان بالاولی کہہ سکتا ہے۔

سوال: مؤذن کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: مؤذنین کے بے شمار فضائل صحیح احادیث میں ثابت ہیں۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا .

''لوگ پہلی صفوں اور اذان کا اجر جان لیں تو اس کے لئے قرعہ اندازی کر گزریں گے، تپتی دوپہر میں نماز کا اجر جان لیں تو دوڑتے ہوئے آیا کریں اور اگر نماز فجر اور نماز عشاء کا ثواب جان لیں تو ہر صورت نماز کو حاضر ہوں گے، بھلے گھسٹ کر ہی کیوں نہ آنا پڑے۔''

(صحيح البخاري : 615؛ صحيح مسلم : 437)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا اتنی دور چلا جاتا ہے، جہاں سے اذان کی آواز سنائی نہ دے سکے، پھر اذان ختم ہوتے ہی واپس آجاتا ہے، تکبیر کہی جاتی ہے تو دور چلا جاتا ہے، تکبیر ختم ہوتی ہے تو واپس آکر نمازیوں کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ڈالتا ہے کہ تم فلاں چیز کے بارے میں سوچو، فلاں کو یاد کرو اور ایسی سوچیں لاتا ہے جو پہلے ذہن میں نہیں تھیں، نمازی انہی سوچوں میں گم ہو جاتا ہے، حتی کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات ادا کی ہیں۔''

(صحيح البخاري : 608؛ صحيح مسلم : 389)

❁ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

الْمُؤَذِّنُونَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''روز قیامت موذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔''

(صحيح مسلم : 387)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ، جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جن وانس بلکہ تمام چیزیں جو موذن کی آواز سنتی ہیں، روزِ قیامت اس پر

گواہی دیں گی۔''

(صحيح البخاري : 609)

اذان کے فضائل میں اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

سوال: قبر پر اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: قبر پر اذان اسلاف امت سے ثابت نہیں، یہ بعد والوں کا جاری کردہ عمل ہے، لہٰذا دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا بدعت ہے، احادیث میں اس کی اصل نہیں اور نہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین کے زمانہ ہی میں اس کا وجود ملتا ہے۔

اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا میت کے لئے نفع مند ہوتا تو صحابہ ضرور ایسا کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے تھے۔

ائمہ اربعہ سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں، احناف کی امہات الکتب میں تو اس کا ذکر ہی نہیں ملتا البتہ بعض حنفی علماء نے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا ہے اور اس کے بدعت ہونے پر صراحت کی ہے۔

❀ درِّ بحار میں ہے:

مِنَ الْبِدَعِ الَّتِي شَاعَتْ فِي بِلَادِ الْهِنْدِ الْأَذَانُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ الدَّفْنِ .

''ہندوستان میں عام ہونے والی بدعتوں میں سے ایک بدعت دفن کے بعد اذان کہنا بھی ہے۔'' (منقول از جاء الحق: 318/1)

❀ محمود بلخی کہتے ہیں:

اَلْأَذَانُ عَلٰی قَبْرٍ لَیْسَ بِشَيْءٍ .

''قبر پراذان کہنا کچھ نہیں ہے۔''

(منقول از جاء الحق:1/318)

❁ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''میت کو قبر میں داخل کرتے وقت مروّج اذان سنت نہیں، حافظ ابن حجر مکی نے اس کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے اسے بچے کے کان میں اذان دینے پر قیاس کرتے ہوئے اسے سنت سمجھا، تاکہ خاتمہ ابتدا سے مماثلت اختیار کر جائے، وہ درستی کو نہیں پہنچا۔''

(فتاویٰ شامی:2/235، جاء الحق:1/317-318)

سوال: کیا سیدنا آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین پر اتر کر اذان کہی؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کا اذان کہنا ثابت نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ فَاسْتَوْحَشَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَنَادٰی بِالْأَذَانِ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ : وَمَنْ مُحَمَّدٌ هٰذَا؟ فَقَالَ : هٰذَا آخِرُ وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

''آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا تو آدم علیہ السلام نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟

جبریل نے کہا: آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔''

(حلية الأولياء للأصبهاني : 107/5، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 437/7)

روایت ''ضعیف'' ہے۔علی بن بہرام بن یزید کوفی کی توثیق نہیں مل سکی، لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔(مجمع الزّوائد : 87/8)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَجَاهِيْلُ . ''اس روایت میں کئی مجہول ہیں۔''

(فتح الباري : 79/2)

سوال: اذان کا جواب کس طرح دیا جائے؟

جواب: اذان کے جواب میں وہی الفاظ دہرائیں جو موذن کہہ رہا ہے، البتہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہیں، الصلوۃ خیر من النوم کے جواب میں الصلوۃ خیر من النوم ہی کہیں گے۔اذان کے جواب سے فارغ ہو کر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھیں اس کے بعد دعا پڑھیں۔

❁ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اذان کے جواب میں یہ دعا پڑھتا ہے، روز قیامت اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهٗ .

''اے اللہ! اس دعوتِ کامل اور قائم ہونے والی نماز کے رب! تُو محمد (کریم ﷺ) کو خاص تقرب اور خاص فضیلت عطا کر اور انہیں اس مقام محمود

پر فائز فرما، جس کا تُو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔‘‘

(صحیح البخاري : 614)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
’’موذن کے جواب میں وہی کلمات دہرائیں جو وہ کہہ رہا ہے، پھر مجھ پر درو د بھیجیں، جو مجھ پہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، درود کے بعد میرے لئے وسیلہ طلب کریں، الوسیلہ جنت کا ایک مخصوص مقام ہے جو اللہ کے کسی خاص بندے کو ہی نصیب ہوگا، امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا، سو اس کو میری شفاعت ضرور ملے گی جو میرے لئے وسیلہ طلب کرتا ہے۔‘‘

(صحیح مسلم : 384)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

’موذن «أَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہے تو آپ بھی «أَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہیں، «أَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہے تو آپ بھی «أَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہیں، «أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ» تو «أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ» کہیں، «حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ» کہے تو «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ» کہیں، «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کہے تو «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ» کہیں، «أَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہے تو «أَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہیں، موذن «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہے تو آپ بھی صدق دل سے «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہیں۔ جنت میں داخل ہوں گے۔‘‘

(صحیح مسلم : 385)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے اذان کی آواز سنی اور یہ دعا پڑھی، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے:
اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُولًا، وَّبِالْإِسْلَامِ دِينًا .
''گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اس عقیدے پر راضی ہوں کہ اللہ میرا رب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی اور اسلام میرا دین ہے۔''

(صحيح مسلم : 386)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:
مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُوَذِّنَ : وَأَنَا اَشْهَدُ .
''جس نے اذان کی آواز سن کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں۔''

(صحيح مسلم : 386)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:
إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ الْمُوَذِّنَ يَتَشَهَّدُ، قَالَ : وَاَنَا، وَاَنَا .
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو شہادتین کہتے ہوئے سنتے تو فرماتے: میں بھی گواہی دیتا ہوں، میں بھی گواہی دیتا ہوں۔''

(سنن أبي داوٗد : 526؛ السّنن الكبرىٰ للبيهقي :409/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (1683) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (204/1) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا عورت اذان کہہ سکتی ہے؟

جواب: مسلمانوں کا متواتر ومتوارث عمل میں اذان مرد ہی دیتے رہے ہیں، لہٰذا نماز کے لیے عورت اذان نہیں کہے گی، یہ مرد کا وظیفہ ہے، البتہ اذان کا جواب دے گی۔

سوال: اذان کا استخفاف کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان شعار دین ہے۔ جانتے بوجھتے شعائر اسلام کا استخفاف کفر ہے، اذان کی توہین کرنے والا اگر تائب نہ ہو، تو وہ مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کا مذہبی فریضہ ہے۔

سوال: کیا نوافل کے لیے اذان کہی جا سکتی ہے؟

جواب: اذان پانچ فرض نمازوں کے لیے ہے، کسی نفل نماز کے لیے اذان نہیں۔ عیدین کی نمازیں اگرچہ فرض ہیں، مگر ان میں اذان مسنون نہیں۔

سوال: نماز وتر کے لیے اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: نماز وتر کے لیے اذان کہنا ثابت نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): اذان واقامت عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب): اذان وا قامت عربی زبان کے علاوہ کہنا خلاف سنت ہے۔ اذان شعار اسلام ہے، توحید باری تعالیٰ کا پیغام ہے، اس کی ادائیگی سنت کے مطابق ضروری ہے۔ امت مسلمہ کا متواتر اور متوارث عمل یہی ہے کہ اذان وا قامت عربی میں کہی جاتی ہے۔ غیر عربی میں اذان، اذان نہیں، بل شعار اسلام کی شکل مسخ کرنا ہے اور تعامل امت کی زبردست مخالفت ہے، شرعی احکام کی اہانت وتوہین ہے۔

۞ علامہ حسن شرنبلالی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

لَا يُجْزِيءُ الْأَذَانُ بِالْفَارِسِيَّةِ الْمُرَادُ غَيْرُ الْعَرَبِيِّ.

''فارسی یعنی غیر عربی میں اذان جائز نہیں۔''

(مراقي الفلاح، ص ۱۰٦)

۞ جناب عبدالشکور لکھنوی فاروقی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض فقہا نے مثل صاحب مراقی الفلاح وغیرہ کے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہے، مگر صحیح نہیں، (تبیین الحقائق، فتاویٰ قاضی خان)۔''

(علم الفقہ، حصہ دوئم، ص ۴۰۹)

''مگر صحیح نہیں'' حقائق سے چشم پوشی ہے، کیوں کہ موصوف خود ہی لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے، بشرط کہ لوگ سمجھ جائیں کہ اذان ہو رہی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اگر عربی الفاظ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو، جائز ہے۔''

(علم الفقہ، ص ۴۰۸)

سنت اور مسلمانوں کے موروثی عمل کے خلاف اقدام کو ''جائز'' قرار دینا دین اسلام کی کون سی خدمت ہے؟ اگر عربی میں اذان کہنے پر قدرت نہیں، تو غیر عربی میں اذان کہنے پر کیا دلیل ہے؟ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں صحابہ کرام اور ائمہ محدثین سلف صالحین کے منہج پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

فِي الْأَذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ .

''اذان میں صرف تعارف کا اعتبار ہے۔ (بھلے وہ کسی زبان میں ہو)''

(الهداية : ١٥٠/١)

مطلب یہ کہ اذان کے معروف الفاظ جو صحیح حدیث میں منقول ہیں، ان سے ہٹ کر کسی بھی زبان میں نماز کی طرف بلائے۔ لوگ یہ سمجھیں کہ نماز کی طرف بلایا جا رہا ہے، تو یہ درست ہوگا، جب کہ یہ انتہائی باطل ہے۔ اسے انہدام دین کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا، یہ تقلید ناسدید کی برکت ہے کہ دین کا حلیہ بگاڑا جا رہا ہے، امت میں موروثی عمل اور تعامل کو ختم کیا جا رہا ہے، ان سے کوئی پوچھے کہ فارسی میں اذان کا جواب کیسے دیا جائے گا؟

سوال: کیا فتح مکہ کے موقع پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کعبہ کی چھت پر اذان کہنا ثابت ہے؟

جواب: فتح مکہ کے موقع پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کعبہ کی چھت پر اذان کہنا ثابت

نہیں۔اس بارے میں مروی روایات کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَأَذَّنَ عَلَى الْكَعْبَةِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، تو انہوں نے کعبہ کے اوپر اذان کہی۔''

(اتّحاف المهرة لابن حجر : 4606)

یہ جھوٹی روایت ہے، اس کو یحییٰ بن ہاشم، سمسار، کوفی راوی نے گھڑا ہے۔ یہ ''کذاب'' اور ''وضاع'' ہے۔

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، فَرَقِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ، فَأَذَّنَ بِالصَّلَاةِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، تو انہوں نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نماز کے لیے اذان کہی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 405/7، ح : 36919، أخبار مكّة للفاكهي : 185)

سند ضعیف ہے، موسیٰ بن عُبَیدہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

③ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت یوں ہے:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، فَأَذَّنَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَوْقَ الْكَعْبَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، تو انہوں نے فتح مکہ والے دن کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔''

(جامع معمر بن راشد : 19464)

ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ کی سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملاقات تک نہیں ہوئی۔ یوں یہ روایت ''منقطع'' ہے۔

یہی روایت احادیث اسماعیل بن جعفر (ح:477 مختصراً) میں بیان ہوئی، تو اس میں ابو قلابہ نے نُبِّئْتُ (مجھے خبر دی گئی) کا لفظ بولا ہے۔ خبر دینے والا کون تھا؟ کچھ معلوم نہیں۔

④ ایک روایت یہ ہے:

جَاءَتِ الظُّهْرُ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا أَنْ يُؤَذِّنَ بِالظُّهْرِ، فَوْقَ ظَهْرِ الْكَعْبَةِ .

''فتح مکہ والے دن جب ظہر کا وقت ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر ظہر کی نماز کے لیے اذان کہنے کا حکم فرمایا۔''

(أخبار مكّة للأزرقي، ص1/274)

روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔

١۔ محمد بن عمر واقدی جمہور ضعیف و متروک ہے۔

٢۔ واقدی کے ''اشیاخ'' نامعلوم ہیں۔

⑤ جویریہ بن اسماء ضبعی کا بیان ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ يَّوْمَ الْفَتْحِ : كَيْفَ تَرَيْنَ الْإِسْلَامَ؟ قَالَتْ : بِأَبِي وَأُمِّي، مَا أَحْسَنَهُ لَوْلَا ثَلَاثُ

خِصَالٍ ؛ التَّجْبِيَةُ، وَالْخِمَارُ، وَزَقْوُ هٰذَا الْعَبْدِ الْأَسْوَدِ فَوْقَ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : «أَمَّا قَوْلُكِ : التَّجْبِيَةُ، فَلَا صَلَاةَ إِلَّا بِرُكُوعٍ، وَأَمَّا زَقْوُ هٰذَا الْعَبْدِ الْأَسْوَدِ فَوْقَ الْكَعْبَةِ، فَنِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ هُوَ، وَأَمَّا الْخِمَارُ، فَأَيُّ شَيْءٍ أَسْتَرُ مِنَ الْخِمَارِ» .

''نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ والے دن (سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی) سیدہ ہند رضی اللہ عنہا سے پوچھا: بتاؤ کہ اسلام کو کیسا پایا؟ وہ کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان! بہت اچھا پایا، لیکن یہ تین باتیں نہ ہوتیں تو اور اچھا ہوتا؛ (رکوع میں) گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا عمل، دوپٹہ اور کعبے کی چھت پر اس سیاہ غلام کا چیخنا (اذان کہنا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا تو اس لیے ضروری ہے کہ رکوع کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ رہی بات اس غلام کی کعبے کی چھت پر چڑھنے کی، تو یہ اللہ کا بندہ بہت اچھا ہے اور دوپٹے سے زیادہ پردے والی کون سی چیز ہے؟''

(تاریخ دِمَشق لابن عَساکر : 70/182-183)

سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ جویریہ بن اسماء تبع تابعی بلاواسطہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، یوں یہ روایت ''معضل''، یعنی سخت منقطع ہے۔

⑥ ابن ابی ملیکہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، يَوْمَ الْفَتْحِ، فَأَذَّنَ فَوْقَ الْكَعْبَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن حکم فرمایا، تو انہوں نے

کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔''

(طبقات ابن سعد : 177/3، دلائل النبوّة للبيهقي : 79/5، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 466/10)

سند''مرسل''ہونے کی بنا پر''ضعیف''ہے۔ تابعی بلاواسطہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں۔

⑦ عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ سے **منسوب** ہے:

إِنَّ بِلَالًا أَذَّنَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَوْقَ الْكَعْبَةِ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 407/7، ح : 36926)

سند ضعیف ہے۔

۱۔ ابوخالد احمر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۲۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے سماع ولقاء کا مسئلہ ہے۔

⑧ سعید بن مسیّب تابعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، فَلَمْ يَزَلْ فِيهَا، حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَقَالَ : يَا بِلَالُ ! قُمْ، فَأَذِّنْ فَوْقَ الْكَعْبَةِ بِالصَّلَاةِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، تو ظہر کے وقت تک اس میں رہے۔ پھر فرمایا: بلال! کھڑے ہوجایئے اور کعبہ کی چھت پر نماز کے لیے اذان کہیے۔''

(المَغازي للواقدي : 737/2، دلائل النّبوّة للبيهقي : 328/4)

سند سخت ''ضعیف'' ہے،

۱۔ محمد بن عمر واقدی متروک و کذاب ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ الْيَوْمَ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ بِحُجَّةٍ، وَأَنَّ حَدِيْثَهٗ فِي عِدَادِ الْوَاهِي .

''اس وقت اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ واقدی حجت نہیں ہے اور اس کی احادیث ضعیف ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 469/9)

۲۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تابعی ہیں اور بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، یوں یہ روایت ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے بھی ''ضعیف'' ہے۔

⑨ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بعض لوگ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ، أَمَرَ بِلَالًا، فَعَلَا عَلَى الْكَعْبَةِ عَلٰى ظَهْرِهَا، فَأَذَّنَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور نماز کے لیے اذان کہی۔''

(السّيرة النّبويّة لابن كثير : 575/3)

اس روایت کو بیان کرنے والے بعض آلِ جبیر بن مطعم نامعلوم اور ''مجہول'' لوگ ہیں۔ نامعلوم لوگوں کی بیان کردہ باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْاعْتِبَارُ بِالْآثَارِ بِرِوَايَةِ الْعُدُولِ وَالثِّقَاتِ، دُونَ الضُّعَفَاءِ وَالْمَجَاهِيلِ .

''ان آثار کا اعتبار کیا جائے گا، جو عادل اور ثقہ راویوں کے بیان کردہ ہوں۔ کمزور اور مجہول راویوں کی بیان کردہ روایات کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(الثّقات : 278/8)

⑩ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے **منسوب** ہے:

رَقِيَ بِلَالٌ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے۔''

(أخبار مكّة للفَاكهي، ص 186)

روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔

۱۔ محمد بن عبدالعزیز بن عمر زہری ''ضعیف، متروک، منکر الحدیث'' ہے۔

۲۔ احمد بن محمد بن عبدالعزیز ''مجہول'' ہے۔

۳۔ امام زہری ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

۴۔ فاکہی کے استاذ عبداللہ بن ابوسلمہ کی توثیق نہیں مل سکی۔

۵۔ صاحب کتاب فاکہی کی توثیق نہیں ملی۔

الحاصل :اس مفہوم کی ساری روایات ''ضعیف'' ہیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا کعبہ کی چھت پر اذان کہنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔

سوال: نوافل کے لیے اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: نوافل کے لیے اذان نہیں۔

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى أَنَّ النَّافِلَةَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا أَذَانَ لَهَا .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ دن رات کے نوافل کیلئے کوئی اذان نہیں۔''

(شرح صحیح البخاري : 251/2، الاستذکار لابن عبد البر :1/405)

سوال: کسی کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت کتنی بار لینی چاہیے؟

جواب: کسی کے گھر داخل ہونے کے لیے اجازت ضروری ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

(النّور : 27)

''ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوا کرو اور ان کے رہنے والوں کو سلام کہا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم غور وفکر کرو۔''

❁ نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

(النّور : 59)

''بچے حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو آپ کے پاس آنے کو اجازت لیا کریں، جیسا کہ ان سے قبل دوسرے بالغین لیتے ہیں، اللہ اپنے احکام اسی طرح آپ پہ واضح کرتا ہے، اللہ خوب علم والا، حکمت والا ہے۔''

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مدینہ منورہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے، وہ خوف زدہ تھے، ہم نے دریافت کیا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا تھا، میں ان کے دروازے پر آیا تو تین مرتبہ سلام کیا، جب مجھے سلام کا جواب نہیں ملا تو میں واپس آ گیا، بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: آپ میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ میں نے ان سے کہا: میں آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا، لیکن کسی نے جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، جب کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو واپس چلے جانا چاہئے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے: اس حدیث پر گواہ لاؤ، ورنہ میں آپ کو سزا دوں گا تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاضرین میں سے جو سب سے کم عمر ہے وہ ان کے ساتھ چلا جائے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا: حاضرین میں سے سب سے کم عمر مَیں ہوں، تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان کے ساتھ چلے جائیں۔''

(صحيح البخاري : 6245؛صحيح مسلم : 2153)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے سوراخ سے جھانک رہا تھا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کنگھی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُ، لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ، إِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ .

''اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہو تو میں اسے (لوہے کی کنگھی نما چیز) تمہاری دونوں آنکھوں میں چبھو دیتا، دیکھنے ہی کی وجہ سے تو اجازت کا قانون بنایا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري: 6241؛ صحيح مسلم: 2152)

تین بار اجازت طلب کرنے کی روایت متعدد طرق سے مروی ہے، سنت یہ ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے، دروازہ پر اس طرح کھڑا ہو کہ نظر اندر نہ پڑ رہی ہو، السلام علیکم کہنے کے بعد کہے: کیا میں اندر داخل ہو سکتا ہوں؟ اگر کوئی جواب نہ دے تو دوسری اور تیسری بار کہے، اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو واپس پلٹ آئے۔

سوال: اجازت طلب کرنے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: جب کوئی شخص سلام کے ذریعہ یا دروازہ پر دستک دے کر کسی سے اجازت طلب کرے اور اس سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو تو مناسب ہے کہ وہ اپنا تعارف کرائے کہ میں فلاں بن فلاں نام سے ملقب شخص ہوں، یا فلاں عرفیت سے جانا جاتا ہوں، یا اسی طرح کے اور الفاظ کے ذریعہ اپنا پورا معروف ومشہور نام یا کنیت بتائے کہ جس سے مکمل تعارف و واقفیت حاصل ہوتی ہو، جواب میں مَیں ہوں یا آپ کا خادم ہوں یا فلاں لڑکا ہوں، آپ کا پرستار ہوں، یا اسی طرح کے دیگر الفاظ کہنا، جس سے ان کی پہچان ہوتی ہو، مکروہ ونا پسندیدہ ہیں۔

❀ حدیث معراج میں ہے:

''پھر جبرائیل مجھے اوپر لے گئے ہم دوسرے آسمان پر پہنچ گئے، انہوں نے

دروازہ کھولنے کے لیے کہا: پوچھا گیا: کون؟ کہا: میں جبرائیل، پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون؟ کہا: محمد۔ پوچھا گیا: کیا ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا تھا؟ فرمایا: ہاں! پھر آگے پہنچے تو یحییٰ اور عیسیٰ سے ملاقات ہوگئی، وہ دونوں خالہ زاد تھے، فرمایا: یہ یحییٰ اور یہ عیسیٰ ہیں، انہیں سلام کیجیے، میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا، پھر فرمایا: صالح بھائی خوش آمدید! نبی صالح خوش آمدید!''

(صحيح البخاري : 3430)

❀ سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ باغ کے کنواں پر تشریف فرما تھے، اسی دوران سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا؛ کون؟ انہوں نے جواب دیا: ابوبکر، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: کون؟ جواب ملا کہ عمر بن خطاب ہیں، پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آئے۔

(صحيح البخاري : 3674، صحيح مسلم : 2403)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلٰى اَبِي، فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ : مَنْ ذَا فَقُلْتُ : اَنَا، فَقَالَ : اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا .

''میں اپنے والد کے ذمہ قرض کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو آپ نے فرمایا: کون؟ میں نے کہا: مَیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مَیں، مَیں!!!! گویا کہ آپ نے اسے ناپسند کیا۔''

(صحيح البخاري : 6250؛ صحيح مسلم : 2155)

(سوال): کیا ٹیلیفون پر بھی تین بار کال کی جائے گی؟

(جواب): ٹیلیفون، ڈور بیل وغیرہ سب کا وہی حکم ہے، جو استیذان یعنی اجازت طلب کرنے کا ہے، تین بار کال کرنی چاہیے، اگر جواب نہ آئے، تو رُک جانا چاہیے۔

(سوال): کیا نکاح کے لیے عورت سے اجازت لینی چاہیے؟

(جواب): اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، مگر نکاح کے صحیح ہونے کے لیے لڑکے اور لڑکی کا راضی ہونا ضروری ہے، نبی کریم ﷺ نے لڑکی سے بھی اجازت لینے کا حکم دیا ہے۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يُّزَوِّجَ ابْنَتَهٗ فَلْيَسْتَأْذِنْهَا .

''جب کوئی اپنی بیٹی کی شادی کرنے لگے، تو اس سے اجازت طلب کرے۔''

(مسند أبي يعلٰى : ٧٢٢٩، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ، وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا .

''شوہر دیدہ اپنے (نکاح کے) بارے میں اپنے ولی سے بڑھ کر حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی، اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔'' (صحيح مسلم : : ١٤٣١)

❁ دوسری روایت ہے:

لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ، وَالْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ، وَصُمْتُهَا إِقْرَارُهَا .

''ولی کو شوہر دیدہ کے (نکاح کے) متعلق کوئی اختیار نہیں، کنواری لڑکی سے

مشورہ لیا جائے گا، اس کی خاموشی ہی اقرار ہے۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

«أَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا» أَرَادَ بِهِ أَحَقَّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا بِأَنْ تَخْتَارَ مِنَ الْأَزْوَاجِ مَنْ شَاءَتْ، فَتَقُولُ : أَرْضٰى فُلَانًا، وَّلَا أَرْضٰى فُلَانًا، لَا أَنَّ عَقْدَ النِّكَاحِ إِلَيْهِنَّ دُونَ الْأَوْلِيَاءِ .

''بیوہ اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ خاوندوں میں سے جس کو چاہے پسند کرے، وہ کہے کہ میں فلاں کو پسند کرتی ہوں اور فلاں کو پسند نہیں کرتی، یہ مراد نہیں کہ عقدِ نکاح اولیاء کی بجائے ان کے ہاتھ میں ہے۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الحديث : ٤٠٨٧)

سوال: کیا وضو میں کانوں کا مسح کیا جائے گا؟

جواب: وضو میں کانوں کا مسح ضروری ہے، کیونکہ کان سر کا حصہ ہیں، تو جیسے سر کا مسح فرض ہے، اسی طرح کانوں کا مسح بھی ضروری ہے۔

سوال: کیا نماز میں ارسال الیدین ثابت ہے؟

جواب: نماز میں ہاتھ باندھنا تمام انبیائے کرام کی سنت ہے، ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی سے ثابت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھو۔''

(صحيح البخاري :631)

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا .

''ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔''

(المعجم الكبير للطبراني :199/11، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تنوير الحوالك :133/1)

نبی کریم ﷺ نے اپنی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تمام انبیائے کرام علیہم السلام نماز میں ہاتھ باندھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا قطعا ثابت نہیں۔

② سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى .

''پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھا۔''

(صحيح مسلم :401)

نیز بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ .

''پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور بازو پر رکھا۔''

(مسند أحمد : 318/4، سنن أبي داود : 727، سنن النسائي : 890، وسندہٗ صحیحٌ)

③ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاضِعٌ يَدِي الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَأَخَذَ بِيَدِي الْيُمْنٰى فَوَضَعَهَا عَلَى الْيُسْرٰى .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، میں نے (نماز میں) اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر باندھا ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا۔''

(سنن أبي داود : 755، سنن النسائي : 889، سنن ابن ماجه : 811، وسندہٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 224/2)

④ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ .

''صحابہ کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے۔''

(صحيح البخاري : 740)

⑤ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ، وَرَأَيْتُهٗ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ، وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى

عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصَلِ .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ ﷺ اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویٔ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 226/5، التحقيق لابن الجوزي : 338/1، جامع المسانيد والسنن للحافظ ابن كثير : 12/296-297، ح : 9693، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔

سوال: کیا خرگوش کا گوشت کھانا جائز ہے؟

جواب: خرگوش حلال ہے، اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِيهِ لِأَحَدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ .

''خرگوش کی حلت میں کسی عالم کا اختلاف نہیں۔''

(البِناية شرح الهداية للعيني : 599/11)

❁ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

أَلْأَرْنَبُ حَلَالٌ عِنْدَ الْكُلِّ وَنُسِبَ إِلَى الرَّوَافِضُ تَحْرِيمُهٗ .

''خرگوش سب کے ہاں حلال ہے، اس کی حرمت روافض سے منسوب ہے۔''

(العَرف الشّذي : 270/3)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم مرِ ظہران کے پاس سے گزر رہے تھے، وہاں ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا، لوگ اس کے پیچھے بھاگے، مگر تھک گئے۔ پھر میں (انس) اس کے پیچھے بھاگا بالآخر میں نے اسے پکڑ ہی لیا اور سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا، انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کی دونوں رانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں، میں انہیں لے کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو آپ نے انہیں قبول فرما۔''

(صحيح البخاري : 5535، صحيح مسلم : 1953)

❁ اس حدیث کے تحت علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ أَكْلِ الْأَرْنَبِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ خرگوش کا گوشت کھانا جائز ہے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 279/2)

❁ مخضرم تابعی، ابو رجاء عطاردی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ہم حج کی نیت سے سفر پر نکلے، تو (رستے میں) ایک شخص نے خرگوش کا شکار کیا اور اسے اپنے ناخن سے ذبح کیا، پھر اسے بھونا، لوگوں نے کھایا، مگر میں نے نہیں کھایا۔ جب (حج کے بعد) ہم مدینہ واپس آئے، تو میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: شاید آپ نے بھی ان کے ساتھ کھایا؟ میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: آپ نے اچھا کیا۔ اسے (گویا) گلا گھونٹ پر مارا گیا ہے۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 184/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے خرگوش کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا:

لَا بَأْسَ بِهَا .   ''خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 245/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابو وسیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن حسن بن علی رحمہ اللہ سے خرگوش کے متعلق پوچھا، تو فرمایا:

أَعَافُهَا، وَلَا أُحَرِّمُهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ .

''مجھے پسند نہیں، لیکن میں اسے مسلمانوں پر حرام نہیں کرتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 247/8، وسندهٗ حسنٌ)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۴۸، وسندہ صحیح) اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۴۸، وسندہ حسن) خرگوش کو مکروہ خیال کرتے تھے۔

❀ بعض ضعیف روایات میں ہے کہ خرگوش کو حیض آتا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ صَحَّ لَمْ يَكُنْ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى الْكَرَاهَةِ .

''یہ (حیض آنے والی حدیث) ثابت بھی ہو جائے، تب بھی اس سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔''

(فتح الباري : 662/9، حياة الحيوان للدميري، ص 38)

❀ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۳۰ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارے ایک دوست نے خرگوش کا شکار کیا، اسے دیکھا تو اس کے دو خصیے، ایک آلہ تناسل اور مادہ والی شرمگاہ تھی۔ یہ بات میں نے اپنے دوست اور کئی دوسرے لوگوں سے سنی ہے، جو اسی کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا: ہم سنتے آ

رہے ہیں کہ خرگوش ایک سال نر ہوتا ہے اور ایک سال مادہ، ہم یہ بات ماننے کو تیار نہ تھے، لیکن جب ہم نے خود یہ سب دیکھا، تو ہم جان گئے کہ یہ جب حاملہ ہوتا ہے، تو مادہ ہوتا ہے اور سال گزرنے کے بعد یہ نر بن جاتا ہے۔ یا تو ہوتا ہی ایسا ہے، یا پھر خرگوشوں میں بھی مخنث ہوتے ہیں، جیسے انسانوں میں ہوتے ہیں۔ بعض انسانوں میں مرد اور عورت دونوں کی شرمگاہیں ہوتی ہیں۔ خرگوش کو بھی حیض آتا ہے، جیسے عورتوں کو آتا ہے۔ میں جزیرہ میں رہتا تھا، وہاں میرا ایک پڑوسی تھا، اس کی ایک صفیہ نامی بیٹی تھی، جو تقریبا پندرہ سال تک لڑکی رہی، پھر اچانک اس میں مرد کی طرح آلہ تناسل نمودار ہوا اور اس کی داڑھی نکل آئے، تو اس کی عورت والی شرمگاہ بھی تھی اور مرد کی طرح آلہ تناسل بھی۔''

(الكامل في التّاريخ : 421/10)

سوال: اسباغ الوضو سے کیا مراد ہے؟

جواب: وضو کے اعضاء کو عمدہ طریقہ سے دھونا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہے، اسباغ وضو کہلاتا ہے۔

❁ محمد بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''لوگ برتن سے وضو کر رہے تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قریب سے گزرے، تو میں نے انہیں کہتے سنا: وضو اچھی طرح کرنا، کیوں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: (خشک) ایڑیاں جہنم میں جلیں گیں۔''

(صحيح البخاري : 165، صحيح مسلم : 242)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانا کیسا ہے؟

(جواب): مرد کے لیے ٹخنوں سے نیچے تہہ بند، شلوار، پائجامہ، قمیص وغیرہ لٹکانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا تکبر اور اسراف ہے۔ یہ عمل شنیع متکبرین اور عورتوں سے مشابہت وغیرہ کا موجب ہے، جبکہ اس سے اجتناب واجب ہے۔

❀ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴾(بني إسرائيل : ٣٧)

''زمین پر اکڑ کر مت چلو، نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾(لقمان : ١٨)

''اللہ تعالیٰ متکبر اور شیخی خورے کو پسند نہیں فرماتے۔''

ٹخنوں سے نیچے شلوار وغیرہ لٹکانے والے کے بارے میں شدید وعید آئی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهٗ، خُسِفَ بِهٖ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''(تم سے پہلے لوگوں میں) ایک آدمی تھا، جو تکبر اور غرور کی وجہ سے اپنا تہ بند گھسیٹ کر چلتا تھا (جان بوجھ کر اس نے کپڑا لٹکایا ہوا تھا)، وہ اس وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا، تا قیامت زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : ٥٧٩٠، صحيح مسلم : ٤٩/٢٠٨٨)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ .

''ٹخنوں کے نیچے جسم کا وہ حصہ جہاں تہ بند پہنچے، وہ آگ میں جلے گا۔''

(صحيح البخاري : ٥٧٨٧)

❁ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ قَالَ :فَقَرَاَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارًا، قَالَ اَبُو ذَرٍّ : خَابُوا وَخَسِرُوا، مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ .

''روز قیامت اللہ تین لوگوں سے کلام نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ اُن کا تزکیہ فرمائے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہو گا، سیدنا ابو ذر نے

عرض کیا: وہ تو ناکام ونامراد ہو گئے، یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ازار (ٹخنے سے نیچے) لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم سے سودا بیچنے والا۔"

(صحیح مسلم : 106)

❁ جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں، وہ جو کہتا ہے، اس پر عمل کرتے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ اللہ کے رسول ہیں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ کہا: علیک السلام یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: علیک السلام نہ کہو، علیک السلام تو میت کے لیے دعا و سلام ہے، کہو: السلام علیک، عرض کیا: کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا: میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ آپ تکلیف دور کرنے کی دعا اس سے کریں تو وہ قبول کرے گا، اگر قحط سالی میں مبتلا ہوں تو اس سے دعا کریں، وہ شادابی عطا فرمائے گا، آپ کسی ریگستان یا صحرا میں ہوں، آپ کی سواری گم ہو جائے، دعا کریں وہ آپ کی سواری لوٹا دے گا۔ عرض کیا: کوئی وصیت فرمائیں، فرمایا: کسی کو گالی مت دو، میں نے اس کے بعد کسی آزاد کو گالی نہیں دی اور نہ کسی غلام کو، نہ کسی اونٹ کو اور نہ کسی بکری کو، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی نیکی کو حقیر نہ جاننا، اگر اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے آپ ملتے ہیں تو یہ بھی نیکی ہے، ازار (شلوار وغیرہ) نصف پنڈلی تک رکھیں! اگر نہیں تو ٹخنوں تک، ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بہر حال بچیں۔ کیوں کہ یہ تکبر ہے، اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ کوئی آپ کو گالی دے اور آپ کو کسی ایسے عیب سے مطعون کرے

جو آپ میں موجود ہو تو آپ جوابا اسے گالی نہ دیں، اور نہ ہی اس میں موجود عیب پر مطعون کریں۔''

(سنن أبي داود : 4084؛ المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 6386؛وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (2722) نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (186/4) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری:5/11) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا اس شخص کے لیے شلوار ٹخنے سے نیچے رکھنا جائز ہے، جو ایسا تکبر کی وجہ سے نہیں کرتا؟

جواب: جانتے بوجھتے شلوار ٹخنوں سے نیچے کرنا ہی تکبر ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ احادیث جن میں خیلاء (تکبر) کا ذکر نہیں ہے، ان کے عموم کو ان احادیث کے ساتھ خاص کر دیا جائے، جن میں خیلاء (تکبر) کا ذکر ہے، یعنی وعید اس شخص کے لیے ہوگی، جو تکبر کی وجہ سے کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے۔''

(التّمهيد لابن عبد البر : ٢٤٤/٣، شرح مسلم للنووي : ٧١/١، ١٩٤/٢-١٩٥)

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ اس شبہ کا ازالہ کرتے ہیں:

''کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور کہے کہ میرا اس میں تکبر کا ارادہ نہیں ہے۔ یہ کہنا اس لیے جائز نہیں ہے کہ اس پر (کپڑا لٹکانے کی) نہی لفظی اعتبار سے شامل ہے اور یہ نہی کی علت، یعنی تکبر کو بھی شامل ہے۔ جب ایک لفظ حکم پر بھی شامل ہو تو آدمی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں اس کا ارتکاب نہیں کرتا، کیونکہ یہ (تکبر والی) علت مجھ میں

نہیں پائی جاتی ۔ یہ شریعت کی مخالفت ہے اور ایسا دعویٰ ہے، جسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ اپنے تکبر ہی کی وجہ سے اپنے کپڑے اور تہ بند کو لمبا رکھتا ہے، لہٰذا اس کا جھوٹ قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔''

(عارضة الأحوذي : ٢٣٨/٧)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس عبارت کا ماحصل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

اَلْإِسْبَالُ يَسْتَلْزِمُ جَرَّ الثَّوْبِ وَجَرُّ الثَّوْبِ يَسْتَلْزِمُ الْخُيَلَاءَ، وَلَوْ لَمْ يَقْصِدِ اللَّابِسُ الْخُيَلَاءَ .

''کپڑا لٹکانے سے گھسیٹنا لازم آتا ہے اور گھسیٹنے سے تکبر لازم آتا ہے، اگرچہ پہننے والا تکبر کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو۔''

(فتح الباري : ٢٦٤/١٠)

اس معنی کی تائید کئی احادیث سے ہوتی ہے۔

❀ سیدنا جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِرْفَعْ إِزَارَكَ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ .

''اپنا تہ بند نصف پنڈلی تک اٹھا کر رکھیے، اگر اتنا نہیں کر سکتے، تو (کم از کم) دونوں ٹخنوں تک اٹھا کر رکھیے، تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچئے، یہ تکبر ہے، اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٠٨٤، المعجم الكبير للطبراني : ٦٣٨٦، السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٣٦/١٠، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۲۲) نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸٦/۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ جان بوجھ کر کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکانا ہی تکبر اور عُجب وافتخار کی علامت ہے، خواہ تکبر کا قصد نہ بھی ہو۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میرا گزر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا۔ میری حالت یہ تھی کہ (غیرارادی طور پر) میری شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عبداللہ! اپنی شلوار اوپر کر، میں نے اوپر کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور زیادہ کر، میں نے اور زیادہ کر لی۔ اس کے بعد میں ہمیشہ خیال رکھتا تھا (کہ کہیں شلوار ٹخنے سے نیچے نہ چلی جائے)۔ لوگوں نے پوچھا، شلوار کہاں تک ہونی چاہیے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نصف پنڈلی تک۔''

(صحیح مسلم : ۲۰۸٦)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا:

مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ : أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ! فَقَالَ : إِنْ كُنْتَ عَبْدَ اللّٰهِ، فَارْفَعْ إِزَارَكَ .

''یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں عبداللہ ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہیں، تو اپنا تہبند ٹخنوں سے اوپر کر لیجیے۔''

(مسند الإمام أحمد : ۱٤۷/۲، مسند أبي يعلىٰ : ٥٦٤٤، شُعب الإيمان للبيهقي : ٦١١٩، وسندهٗ صحيحٌ)

غور فرمائیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی نیت کے بارے میں سوال نہیں کیا کہ کیا آپ نے کپڑا تکبر کی وجہ سے لٹکایا ہے یا ویسے ہی؟ بلکہ جوں ہی دیکھا، کپڑے کو اوپر اٹھانے کا حکم صادر فرما دیا، لہٰذا یہ کہنا کی تکبر کی نیت ہو تو ناجائز ہے، ورنہ نہیں۔ کیا سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں حسن ظن یہ ہے کہ انہوں نے تکبر کی بنا پر لٹکایا تھا، اس لیے نبیٔ اکرم ﷺ نے منع فرمایا؟

اصل بات یہ ہے کہ تکبر کی قید اس لیے لگائی گئی کہ بسااوقات نہ سمجھی میں یا خود بخود تہبند نیچے ہو جاتا ہے، اس پر یہ وعید نہیں، لیکن جو جانتے بوجھتے اس طرح کرے گا، وہ ضرور متکبر ہوگا اور وعید کا شکار ہوگا۔

سوال: کیا شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی؟

جواب: کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: جایئے اور وضو کیجئے۔ وہ گیا اور وضو کیا، پھر (ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکاتا ہوا) آیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جایئے اور وضو کیجئے۔ وہ دوبارہ گیا، وضو کیا، پھر آیا، تو ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ نے ایک باوضو انسان کو وضو کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شلوار لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ شلوار لٹکانے والے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٦٨/٤، سنن أبي داوٗد : ٦٣٨، ٤٠٨٦، السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٩٧٠٣، السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٢٤١/٢، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ٹخنوں سے نیچے شلوار وغیرہ لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں فرماتے۔اس پر یہ لازم ہے کہ وہ وضواور نماز لوٹائے۔

صاحب المنہل العذب المورود (۵/ ۱۲۳) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ''ضعیف'' ہے، بالفرض ثابت ہو بھی جائے تو یہ منسوخ ہے، کیونکہ اس کے خلاف اجماع واقع ہو گیا ہے۔

لیکن ان کا اس حدیث کو ''ضعیف'' کہنا صحیح نہیں ہے، ہم نے اس کی سند کا ''حسن'' ہونا بطریقِ احسن واضح کر دیا ہے، نیز اس کی منسوخیت کا دعویٰ بے دلیل ہے۔ہم اس اجماع سے واقف نہیں ہو سکے، جو اس کے خلاف ہوا ہے، بلکہ اس موہوم اجماع کے خلاف ثابت ہے۔

❀ مجاہد بن جبر تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''کہا جاتا تھا کہ جس کا تہبند ٹخنے کو چھو جائے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، (حصین بن عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ذر (بن عبداللہ ہمدانی رحمہ اللہ) نے کہا: جس کا تہبند زمین کو چھوئے،اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : ۳۸۸/۸، وسندهٗ صحيحٌ)

لہٰذا اجماع کا یہ دعویٰ باطل ہوا۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا معصیت ہے، جو بھی کسی معصیت میں مبتلا ہوگا، اسے وضو اور نماز کا حکم دیا جائے گا، کیونکہ وضو معصیت (نافرمانی) کی آگ کو بجھاتا ہے۔''

(التّهذيب علٰى سنن أبي داوٗد : ۵۰/۶)

❀ علامہ طیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''باوضوانسان کو وضو کا حکم دینے میں شاید یہ حکمت پنہاں ہو کہ (دوبارہ وضو کرنے کے بارے میں) حکم میں وہ غور وفکر کرے، جس بُری حرکت کا وہ مرتکب ہو رہا ہے، اس پر خبردار ہو جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے ظاہری طہارت کے حکم (کی تعمیل) کی برکت سے اس کے باطن کو تکبر اور افتخار و عُجب سے پاک کر دے گا، کیونکہ ظاہری طہارت باطنی طہارت پر اثر انداز ہوتی ہے۔''

(شرح الطيبي : ٢٦٨/٢)

✿ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نماز تواضع کی حالت ہوتی ہے، جبکہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا متکبر آدمی کا کام ہے، یہ دونوں کام باہم متعارض ہیں۔ اس شخص کو وضو لوٹانے کا حکم اسے ادب سکھانے اور تاکید کرنے کا سبب ہے، کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات (سرگوشیاں) کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کپڑا گھسیٹنے والے شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے اور نہ ہی اس سے کلام کریں گے، اسی لیے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

(عارضة الأحوذي : ٢٣٨/٧)

اس بات کی تاکید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنْظُرُ إِلٰى مُسْبِلِ الْإِزَارِ.

''یقیناً اللہ تعالیٰ کپڑا لٹکانے والے کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھتا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣٢٢/١، سنن النسائي : ٥٣٣٥، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز یہ روایت بھی مؤید ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ، فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي حِلٍّ وَّلَا حَرَامٍ.

''جس نے تکبر کی وجہ سے نماز میں کپڑا الٹکایا، اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی سروکار نہیں (یا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کو حلال کریں گے نہ دوزخ کو حرام)۔''

(سنن أبي داوٗد : ٦٣٧، السنن الکبریٰ للنسائي : ٩٦٨٠، وسندہٗ حسنٌ)

اگر کوئی کہے کہ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر تکبر کا ارادہ نہ ہو تو نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفہومِ مخالف تب ہوگا، جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ یہاں تو نص موجود ہے کہ ٹخنے سے نیچے کپڑا الٹکانا ہی تکبر ہے، لہٰذا جو بھی جان بوجھ کر کپڑا الٹکائے گا، وہ اس زمرہ میں آئے گا، خواہ تکبر کا ارادہ نہ بھی ہو۔

سوال: استبرائے رحم سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی شوہر دیدہ عورت جو آگے نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سابق شوہر سے علیحدگی کے بعد یہ واضح ہونے تک انتظار کرے کہ اس کے رحم میں سابق شوہر کا حمل ہے یا نہیں؟ اگر حمل ہے، تو وہ وضع حمل تک نکاح نہیں کر سکتی، تا کہ نسب کی حفاظت رہے۔

سوال: اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو کہے کہ ''تم استبرائے رحم کرلو۔'' کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

جواب: یہ طلاق کے صریح الفاظ نہیں، اگر ان الفاظ سے شوہر کی مراد طلاق تھی، تو

ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

(سوال): اگر کوئی شخص طلاق کے متصل بعد ''ان شاء اللہ'' کہہ دے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): طلاق کے متصل بعد یا پہلے ''ان شاء اللہ'' کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(سوال): کیا خرید و فروخت میں استثناء جائز ہے؟

(جواب): جس چیز کی خرید و فروخت جائز ہے، اس میں استثنا بھی جائز ہے، مثلاً کوئی درختوں کو فروخت کرے اور پھلوں کو مستثنیٰ کر دے، وغیرہ وغیرہ۔

(سوال): کیا استنجاء کے لیے ڈھیلے استعمال کرنا جائز ہے؟

(جواب): استنجاء پانی اور ڈھیلے دونوں سے جائز ہے۔ پانی کی موجودگی میں بھی ڈھیلے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ .

''جب کوئی وضو کرے، تو ناک میں پانی ڈال کر اسے جھاڑے اور استنجا کرنے والا طاق ڈھیلے استعمال کرے۔''

(صحيح البخاري : 162، صحيح مسلم : 237)

❀ عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں ہر چیز سکھائی ہے، حتی کہ بول و براز کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے، دائیں

ہاتھ سے استنجا کرنے اور تین سے کم ڈھیلے استعمال کرنے، نیز گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے بھی روکا ہے۔‘‘

(صحیح مسلم: 262)

(سوال): استحاضہ کیا ہے؟

(جواب): استحاضہ ایک بیماری ہے۔

❀ علامہ، عبید اللہ بن محمد بن عبد السلام، مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ جَرْيَانُ الدَّمِ مِنْ فَرْجِهَا فِي غَيْرِ أَوَانِهٖ مِنْ عِرْقٍ فِي أَدْنَى الرَّحِمِ دَونَ قَعْرِهٖ، يُقَالُ لِذٰلِكَ الْعِرْقِ الْعَاذِلُ .

’’یہ حیض ونفاس کے علاوہ شرمگاہ سے نکلنے والا خون ہے، یہ خون ایک رگ سے نکلتا ہے، یہ رگ رحم کے اندر نہیں ہوتی بل کہ رحم کے منہ کے پاس ہوتی ہے، اسے عرق عاذل کہتے ہیں۔‘‘

(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: 255/2، طبع جديد)

استحاضہ کا خون سرخ اور پتلا ہوتا ہے، اس میں بُو نہیں ہوتی۔

جس عورت کو یہ خون آتا ہو، اسے ’’مستحاضہ‘‘ کہا جاتا ہے۔ وہ پاک عورت کے حکم میں ہوتی ہے۔ مستحاضہ کے چند خاص احکام ومسائل ہیں۔

(سوال): کیا استحاضہ والی عورت نماز روزہ کرے گی؟

(جواب): مستحاضہ ایامِ حیض میں نماز وروزہ، تلاوتِ قرآن اور جماع سے رکی رہے گی، البتہ حیض ختم ہونے کے بعد غسل ضروری ہے۔ غسل کے بعد باقی دنوں میں اس کا حکم عام عورتوں جیسا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدہ فاطمہ بنتِ ابوحُبَیش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! استحاضہ کی مریض ہوں، میں پاک نہیں رہ سکتی۔ کیا نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ فرمایا: یہ رَگ کا خون ہے۔ (استحاضہ میں مبتلا ہونے کی صورت میں) ماہواری کے ایام میں نماز چھوڑ دیجئے، ماہواری ختم ہو تو خون دھوئیں اور نماز ادا کریں۔''

(صحيح البخاري: 228، صحيح مسلم: 333)

❁ صحیح بخاری کی ایک روایت (325) کے الفاظ یہ ہیں:

''سیدہ فاطمہ بنتِ ابوحُبَیش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں استحاضہ ہوں، پاک نہیں رہ سکتی۔ نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ فرمایا: یہ حیض نہیں، بلکہ ایک رَگ کا خون ہے۔ آپ (استحاضہ سے پہلے) جتنے دن حیض میں گزارتی تھیں، اتنے دن نماز سے رک جائیں، پھر غسل کریں اور نماز پڑھیں۔''

فائدہ:

❁ شرح معانی الآثار (162/1) میں ''حسن'' سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں:

لٰكِنَّهُ عِرْقٌ فَتَقَهُ إِبْلِيسُ، فَإِذَا أَدْبَرَتِ الْحَيْضَةُ؛ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي، وَإِذَا أَقْبَلَتْ؛ فَاتْرُكِي لَهَا الصَّلَاةَ.

''یہ ایک رگ ہے، جسے ابلیس پھاڑ دیتا ہے۔ حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز ادا کریں اور جب حیض آ جائے تو نماز سے رک جائیں۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدہ امِ حبیبہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے بارے

میں سوال کیا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ان کے غسل کا برتن دیکھا۔ وہ خون سے بھرا ہوا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک آپ کو حیض (کی پہلے سے معلوم مدت) روکے رکھے، رُکی رہیں، پھر غسل کریں اور نماز ادا کریں۔''

(صحیح مسلم : 334)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالْإِعْتِكَافُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَمَسُّ الْمُصْحَفِ وَحَمْلُهُ وَسُجُودُ التِّلَاوَةِ وَسُجُودُ الشُّكْرِ وَوُجُوبُ الْعِبَادَاتِ عَلَيْهَا فَهِيَ فِي كُلِّ ذٰلِكَ كَالطَّاهِرَةِ وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''نماز، روزہ، اعتکاف، تلاوت قرآن، مصحف کو چھونے اور اُٹھانے، سجدہ تلاوت، سجدہ شکر اور واجب عبادات میں مستحاضہ کا حکم پاک عورت کی طرح ہے، اس پر اجماع ہے۔''

(شرح النّووي : 17/4)

(سوال): کیا حالت استحاضہ میں عورت سے جماع جائز ہے؟

(جواب): مستحاضہ سے مجامعت کی جا سکتی ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾(البقرة : ٢٢٣)

''بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔اپنی کھیتی کو جیسے چاہو، آؤ۔''

آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ استحاضہ میں مجامعت جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ممانعت ثابت نہیں۔

❀ علامہ مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

دَمُ الِاسْتِحَاضَةِ كَالرُّعَافِ الدَّائِمِ، لَا يَمْنَعُ الصَّوْمَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الْوَطْئَ .

''استحاضہ کا خون، دائمی نکسیر کی طرح ہے۔ روزے، نماز اور جماع سے رکاوٹ نہیں۔''

(الهداية ص 64، فتاویٰ عالمگیری:39/1)

سوال: مستحاضہ کے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: مستحاضہ ایک وضو سے صرف ایک نماز پڑھ سکتی ہے۔ اسے ہر نماز کے لئے الگ سے وضو کرنا ہوگا ہے، مثلاً ظہر کی نماز کے لئے وضو کیا، تو نمازِ ظہر کے فرائض اور سنتیں ہی ادا کر سکتی ہے۔ دیگر نوافل یا قرآن کی تلاوت کرنا چاہتی ہے تو دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔ اسی طرح دو نمازیں جمع کرنی پڑیں تو ہر نماز کے لئے الگ سے وضو کرے گی۔

❀ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنتِ ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ .

''ہر نماز کے لئے الگ سے وضو کریں۔''

(صحيح البخاري :36/1، رقم الحديث : 228)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جب استحاضہ سے حیض کا فرق کر لے تو حیض کے ایام کو دیکھے، ان کے آغاز اور اختتام کے مطابق عمل کرے، حیض کے دن گزر جائیں، تو غسل کرے، استحاضہ کے باقی مسائل طہارت والے ہی ہیں۔ البتہ وہ ہر نماز کے لئے الگ سے وضو کرے، ایک وضو کے ساتھ ایک نماز پڑھ سکتی

ہے،اس کے علاوہ کوئی ایسی عبادت نہیں کر سکتی،جس کے لئے وضو شرط ہو، نبی کریم ﷺ کے فرمان؛''آپ ہر نماز کے لئے الگ وضو کریں۔' سے یہی ظاہر ہوتا ہے،جمہور اہل علم کا فیصلہ بھی یہی ہے۔''

(فتح الباري :1/409، 410)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں مہینہ، دو مہینے مستحاضہ رہتی ہوں۔ فرمایا: یہ حیض نہیں ہوتا، بلکہ ایک رگ کا خون ہوتا ہے۔حیض کے ایام میں نماز سے رک جائیں،حیض ختم ہو جائے تو غسل کریں اور ہر نماز کے لئے الگ وضو کریں۔''

(صحيح ابن حبّان : 1354، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ، فَقَالَ: : تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلًا وَّاحِدًا، ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ .

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا،مستحاضہ کیا کرے؟ فرمایا؛ حیض کے دنوں کا حساب رکھے،اتنے دن نماز نہ پڑھے، پھر ایک مرتبہ غسل کرے اور ہر نماز کے لئے الگ وضو کرے۔''

(صحيح ابن حبّان : 1355، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا فرمان ہے:

الْمُسْتَحَاضَةُ تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ حَيْضِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

''مستحاضہ ایامِ حیض میں نماز نہ پڑھے، پھر غسل کرے اور ہر نماز کیلئے الگ وضو کرے۔''(السنن الکبریٰ للبیھقي :329/1، وسندہٗ حسنٌ)

❁ **انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

اسْتُحِيضَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ آلِ أَنَسٍ، فَأَمَرُونِي، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ : أَمَّا مَا رَأَتِ الدَّمَ الْبَحْرَانِيَّ؛ فَلَا تُصَلِّي، وَإِذَا رَأَتِ الطُّهْرَ، وَلَوْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ، فَلْتَغْتَسِلْ وَتُصَلِّي.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی آل سے ایک عورت کو استحاضہ کا عارضہ لاحق ہوا۔ انہوں نے مجھے حکم دیا، میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا۔ تو فرمایا: جب تک حیض کا خون دیکھے، نماز سے رُکی رہے، جب طہر دیکھے، اگرچہ دن کا ایک حصہ ہی ہو، تو غسل کرکے نماز ادا کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شیبۃ :127/1، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ **سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے فرمایا؛**

تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ إِلٰى ظُهْرٍ، وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَإِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اسْتَثْفَرَتْ بِثَوْبٍ.

''ایک دن کے لئے ایک غسل کرے اور ہر نماز کے لیے الگ وضو کرے۔ خون زیادہ آئے تو کپڑا باندھ لے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :63/1، سنن أبي داوٗد :301، واللفظ لہٗ، وسندہٗ صحیحٌ)

(سوال): منگنی کے لیے استخارہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ نے منگنی کے لئے استخارہ کی مخصوص دعا سکھائی ہے۔ استخارہ خود کریں، کسی سے کروانا درست نہیں، ٹی وی چینلز پر استخارہ کا کاروبار عام ہے، دوسروں کے لئے استخارہ کیا جاتا ہے، یہ شکم پروری کا ذریعہ تو ہوسکتا ہے، شریعت نہیں ہے، ان سے بچیں اور اللہ سے تعلق مضبوط کریں، اسی میں بہتری ہے۔

❁ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کسی کو نکاح کا پیغام بھیجیں، تو اسے پوشیدہ رکھیں، وضو کریں، نماز پڑھیں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کریں اور یہ دعا پڑھیں:

أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ فَإِنْ رَأَيْتَ لِي فُلَانَةً (تُسَمِّيْهَا بِاسْمِهَا) خَيْرًا لِّي فِي دِيْنِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي فَاقْدُرْهَا لِي وَإِنْ كَانَ غَيْرُهَا خَيْرًا لِّي مِنْهَا فِي دِيْنِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي فَاقْضِ لِي بِهَا .

''یا اللہ! تو طاقت رکھتا ہے، میں نہیں رکھتا، تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا، تو ہی غیب کو جاننے والا ہے، اگر فلاں عورت (یہاں عورت کا نام لیا جائے) میرے دین، دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہے، تو اسے میرا مقدر بنا دے، اگر کوئی دوسری عورت میرے دین، دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہے، تو میرے حق میں اس کا فیصلہ فرما۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 133/4، ح :3901، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 147/7، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کوامام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1220) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (4040) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (314/1) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کے راویوں کو ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا، تو انہوں نے کہا:

مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى أُوَامِرَ رَبِّي ، فَقَامَتْ إِلٰى مَسْجِدِهَا .

''میں اس وقت تک کوئی کام نہیں کرتی، جب تک اپنے رب سے استخارہ نہ کر لوں، یہ کہہ کر اپنی جائے نماز پر کھڑی ہو گئیں۔''

(صحيح مسلم : 1428)

(سوال): نماز استخارہ کا طریقہ کیا ہے؟

(جواب): خیر و شر ہر کام کے دو پہلو ہیں، کسی بھی کام سے خیر کشید کر لینا اور شر سے سلامتی کے ساتھ گزر جانا انسان کے بس میں نہیں، یہ قدرت صرف اللہ کریم کے پاس ہے اور استخارہ نام ہے خود سپردگی کا، کہ اللہ میں یہ کام کرنے جا رہا ہوں، تو اس کا وکیل ہے، اس میں خیر عطا کرنا، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک کام میں بظاہر خیر نظر آتی ہے، مگر اس میں خیر ہوتی نہیں، یا خیر کے ساتھ شر بھی امڈ آتا ہے، اس لئے چاہیے کہ ہر کام سے پہلے استخارہ کر لیا جائے اور وہ کام اللہ کی نگہبانی میں سر انجام دیا جائے۔ تا کہ شر ختم ہو اور زندگی خوشیوں کا استعارہ بن جائے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ اسْتِحْبَابُ صَلَاةِ الْإِسْتِخَارَةِ لِمَنْ هَمَّ بِأَمْرٍ سَوَآءٌ كَانَ ذَلِكَ الْأَمْرُ ظَاهِرُ الْخَيْرِ أَمْ لَا .

''ہر کام سے پہلے استخارہ مستحب ہے، اس میں بظاہر خیر ہو یا نہ ہو۔''

(شرح مسلم : 144/5)

استخارہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور مسلمان کے لیے محفوظ قلعہ ہے، ہمارے ہاں اس سنت کو انتہائی بھیانک تعبیریں پہنا دی گئی ہیں، اسے ذوق اسلام کے مطابق سمجھنے کے بجائے اس قدر الجھا دیا گیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ استخارہ یہ ہے کہ دو رکعت ادا کریں اور دعائے استخارہ پڑھ کر کام شروع کریں، مثلا؛

☆ رشتہ طے کرنے کے لئے گھر سے نکلیں، تو استخارہ کریں۔

☆ کاروبار شروع کرنے سے پہلے استخارہ کریں۔

☆ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے استخارہ کرلیں۔

ہمارے ہاں جو یہ ذہن پایا جاتا ہیکہ استخارہ کے بعد سو جائیں، خواب میں اشارہ ملے گا، بے حقیقت ہے، قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔

سوال: کیا کسی سے قسم لی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، کسی اہم معاملہ میں قسم اٹھانے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: قسم اٹھائیے۔''

(صحيح البخاري : 2666، صحيح مسلم : 220/138)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ فرما دیا۔''

(صحيح مسلم : 1712)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): قضائے حاجت کے وقت قبلہ رو ہونا کیسا ہے؟

(جواب): قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنے کا جواز اس صورت میں ہے، جب سامنے کوئی اوٹ، دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو۔ اس مسئلہ میں وارد احادیث ملاحظہ ہوں:

❁ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(مدینہ والو!) قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرو، نہ پیٹھ، بل کہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لو۔ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم شام کے علاقہ میں گئے، دیکھا کہ وہاں باتھ روم قبلہ رُو بنے ہوئے تھے۔ ہم نے تو اپنا رخ قبلہ سے پھیر لیتے اور 'استغفر اللہ' پڑھتے۔''

(صحيح البخاري: ٣٩٤، صحيح مسلم: ٢٦٤)

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''انہیں کہا گیا کہ تمہارا نبی تو تمہیں ہر چیز ہی سکھاتا ہے، حتی کہ قضائے حاجت کے اصول بھی سمجھاتا ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے لیے قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے، دائیں ہاتھ، تین پتھروں سے کم اور لید یا ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(صحيح مسلم: ٢٦٢)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ عَلٰى حَاجَتِهٖ، فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا .

''قضائے حاجت کے لیے کوئی قبلہ کی طرف منہ کرے، نہ پیٹھ۔''

(صحيح مسلم : ٢٦٥)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

''لوگ ایسے ہی کہتے ہیں کہ قضائے حاجت کے لیے بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف منہ نہیں کیا جا سکتا، جب کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : ١٤٥، صحيح مسلم : ٢٦٦)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، مُسْتَقْبِلَ الشَّأْمِ .

''اپنے کسی کام کی غرض سے میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے قضائے حاجت کر رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : ١٤٨، صحيح مسلم : ٢٦٦)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کو جواب دیا، جو قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا نا

جائز سمجھتے تھے، کیوں کہ انہوں نے خود نبی کریم ﷺ کو قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تھا۔ جبکہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ممانعت والی حدیث سن رکھی تھی اور نبی کریم ﷺ کا عمل ان کے علم میں نہ آ سکا، تب ہی تو فرماتے ہیں:

مَا أَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْكَرَابِيسِ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ أَوِ الْبَوْلَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ أَوْ قَالَ الْكَعْبَةَ بِفَرْجٍ .

''میں ان باتھ رومز کا کیا کروں؟ جب کہ میں نے تو نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان سن رکھا ہے: قضائے حاجت کے وقت کوئی قبلہ رخ نہ ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٣٩/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ہمیں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کر کے پیشاب کرنے سے منع کرتے تھے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو موت سے ایک برس پہلے قبلہ رخ پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣٦٠/٣، سنن أبي داوٗد : ١٣، سنن الترمذي : ٩، سنن ابن ماجة : ٣١، شرح معاني الآثار : ٢٣٤/٤، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۵۸)، امام ابن حبان (۱۴۲۰) اور امام ابن الجارود رحمہم اللہ (۳۱) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''امام مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام بزار رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر لابن حجر: ۱/ ۱۲۸) نے ''حسن'' کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (شرح مسلم: ۳/ ۱۵۵) نے سند کو

''حسن'' کہا ہے۔حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر :۲/ ۳۰۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ سلیمان بن زیاد مصری کہتے ہیں:

''ایک جمعہ ہم سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے سلفچی (ہاتھ وغیرہ دھونے کا برتن) منگوایا اور ایک بچی سے کہا مجھے پردہ کریں، اس نے پردہ کیا، آپ نے اس برتن میں پیشاب کیا۔ اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رو بہ قبلہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔''

(صحيح ابن حبّان : ١٤١٩، وسندهٗ حسنٌ)

ان احادیث کی رو سے اکثر محدثین قبلہ کی طرف کر کے پیشاب کرنے کے بارے میں ممانعت والی روایات کو فضا اور صحرا پر محمول کرتے ہیں کہ پردہ یا اوٹ ہو، تو جائز ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہو، کیوں کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا ثابت ہے۔

❀ سید الفقہاء امام بخاری رحمہ اللہ یوں باب قائم کرتے ہیں:

بَابٌ : لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ، جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ.

''اس بات کا بیان کہ قضائے حاجت کے لیے قبلہ رخ نہ ہوا جائے الا کہ دیوار وغیرہ کی صورت میں کوئی عمارت حائل ہو۔''

❀ شارحِ صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) اس مسئلہ میں مذہبِ علما ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جو احادیث قبلہ رخ پیشاب کرنے کی ممانعت میں آئیں ہیں، انہیں صحرا پر محمول کریں گے اور یہ بات علمائے کرام کے ہاں طے ہے کہ جب جمع وتطبیق ممکن ہو، ترجیح پر عمل نہیں کیا جا سکتا، بل کہ جمع وتوفیق اور تمام احادیث پر عمل واجب ہو گا۔ اس مسئلہ میں جمع وتوفیق ممکن ہے، لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔ علمائے کرام نے صحرا اور عمارتوں میں اس لحاظ سے بھی فرق کیا ہے کہ عمارتوں میں قبلہ رخ نہ ہونے کا کہا جائے تو اس سے مشقت لاحق ہو گی، جب کہ صحرا میں ایسا کچھ نہیں ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ۱۵۵/۳)

❁ شارحِ بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پیشاب کرتے وقت قبلہ رخ ہونے کے حوالے سے عمارت اور صحرا میں فرق جمہور کا موقف ہے۔ امام مالک، شافعی اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ نیز تمام دلائل پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : ۲٤٦/۱)

تنبیہ نمبر ①:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ يَكْرَهُونَ أَنْ يَسْتَقْبِلُوا بِفُرُوجِهِمُ الْقِبْلَةَ، فَقَالَ : أُرَاهُمْ قَدْ فَعَلُوهَا، اسْتَقْبِلُوا بِمَقْعَدَتِي الْقِبْلَةَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ ایک قوم قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا حرام سمجھتی

ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسے ہی کرتے ہوں گے،آپ قبلہ رخ پیٹھ پھیرا کریں۔''

(سنن ابن ماجة : ٣٢٤، مسند الإمام أحمد : ١٨٤/٦، مسند الطيالسي : ١٥٤١، شرح معاني الآثار للطحاوي : ٢٣٤/٤)

سند''ضعیف'' ہے۔

① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَالِدُ بْنُ أَبِي صَلْتٍ عَنْ عِرَاكٍ مُّرْسَلٌ .

''خالد بن ابوصلت کی عراک سے روایت''مرسل''ہوتی ہے۔''

(التاريخ الكبير : ١٥٥/٣)

② خالد بن ابو صلت راوی ''مجہول'' ہے۔سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:٢٥٢/٦) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

❀ حافظِ اندلس علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ عَائِشَةَ فَهُوَ سَاقِطٌ....خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ وَهُوَ مَجْهُولٌ لَّا يُدْرٰى مَنْ هُوَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ضعیف ہے۔....خالد بن ابوصلت مجہول راوی ہے،اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں!''

(المحلىٰ بالآثار : ٢٦١/١)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَكَادُ يُعْرَفُ . ''اس کی پہچان ممکن ہی نہیں۔''

(ميزان الإعتدال : ٦٣٢/١)

❁ حافظ ابن حجر نے اسے ''مقبول'' (مجہول) کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : ١٦٤٣)

③ یہ ''منقطع'' ہے۔عراک کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں ہے۔امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (علل ابن ابی حاتم، ص۱۶۲۔۱۶۳) نے اس روایت کو ''مرسل'' کہا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے، وہ بھی عراک کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کا انکار کرتے ہیں۔جس روایت میں عراک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کی تصریح کی ہے اس میں علی بن عاصم واسطی راوی ''ضعیف'' ہے۔

④ سنن دارقطنی (۶۰/۱) میں «خالد الحذاء عن رجل عن عراك» کی سند سے خالد حذا اور عراک کے درمیان جو ''رجل'' ہے، وہ خالد بن ابوصلت ہے۔خالد نے عراک سے سماع کی تصریح نہیں کی۔یہ 'المزید فی متصل الاسانید' کی قبیل سے ہے، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے۔

تنبیہ نمبر ②:

❁ مروان اصفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی اونٹنی قبلہ رخ بٹھائی اور اس کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگے۔میں نے پوچھا: ابوعبد الرحمٰن! (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت) قبلہ رخ پیشاب کرنا منع نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں، لیکن یہ ممانعت فضا سے متعلقہ ہے، جب درمیان میں کوئی اوٹ ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : ١١، السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٩٢/١)

سند ''ضعیف'' ہے۔حسن بن ذکوان ''مدلس'' ہیں،سماع کی تصریح نہیں کی۔

اس حدیث کو امام ابن الجارود (٣٢)، امام ابن خزیمہ (٦٠) اور امام دارقطنی رحمہم اللہ (١/٥٥٦) نے ''صحیح'' اورامام حاکم رحمہ اللہ (١/٢٥٦) نے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہاہے۔نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

۞ علامہ حازمی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیاہے۔

(الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار، ص ٣٨)

الحاصل:

اگر سامنے دیوار یا پردہ حائل ہو،تو قبلہ رخ پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اکثر ائمہ سلف کا یہی موقف ہے۔بعض روایات بھی اسی موقف کوتقویت دیتی ہیں۔واللہ اعلم!

(سوال): نماز استسقاء کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): استسقاء کے معنی بارش طلب کرنے کے ہیں، بارش مولائے کریم کی بہت بڑی نعمت ہے، اسے بارانِ رحمت کہتے ہیں، انسانی وجود کی بقا اسی پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ اسے موخر کر دیں تو خشک سالی ڈیرے ڈال لیتی ہے، جاندار کئی ایک بیماریوں کی زد میں آ جاتے ہیں،خوراک کی کمی واقع ہو جاتی ہے، اسلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا درس دیاہےاور وہ نماز استسقا کی صورت میں ہے،استسقاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نیز اس پر مسلمانوں کا متوارث عمل ہے۔

۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے عید گاہ میں منبر رکھنے کا حکم فرمایا، وہ رکھ دیا گیا، آپ ﷺ نے ایک دن مقرر کیا، اس دن آپ ﷺ سورج طلوع ہوتے ہی نکلے اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اللہ کی بڑائی اور حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: آپ نے خشک سالی اور قحط کی شکایت کی ہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے پکاریں گے تو وہ قبول کرے گا، پھر آپ ﷺ نے دعا شروع کی: تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہیں، وہ رحمان ورحیم ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جو چاہے کرتا ہے، اللہ! تو ہی معبود برحق ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو غنی اور ہم محتاج۔ ہم پر بارش نازل فرما، اُسے ہمارے لئے تا دیر طاقت ونفع کا سبب بنا، پھر آپ ﷺ نے ہاتھ بلند کئے اور اتنے بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر آپ ﷺ نے کمر مبارک لوگوں کی طرف کی اور ہاتھ اٹھائے ہوئے اپنی چادر پلٹی، لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور نیچے اُتر کر دو رکعتیں پڑھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی پیدا کی، وہ کڑکی، گرجی اور برسی۔ آپ ﷺ اپنی مسجد میں واپس نہ آئے تھے کہ ندیاں بہہ پڑیں، لوگوں کو پناہ گاہوں کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہنس دیئے، حتی کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آنے لگیں، فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1173، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (2519) امام ابن حبان رحمہ اللہ (2860) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (328/1) نے بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ

ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی شرط برقرار رکھی ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (الأذكار، ص 160) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الصَّلَاةِ لِلْاِسْتِسْقَاءِ، وَعَلَيْهِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ.

''یہ حدیث نماز استسقاء کی مشروعیت پر دلیل ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق واجماع ہے۔''

(التّحبير لإيضاح معاني التيسير: 99/6)

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کرنے کے لیے دو رکعت ادا کیں اور اپنی چادر کو پلٹا۔''(صحيح البخاري: 1026، صحيح مسلم: 2/894)

❁ ایک روایت میں ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، قَالَ: فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَآئَهٗ، ثُمَّ صَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَائَةِ.

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جب نماز استسقا کے لئے نکلے،

آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف کمر مبارک کی اور دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اپنی چادر پلٹی اور اونچی قرأت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں۔''

(صحيح البخاري : 1025، صحيح مسلم:4/894)

صحیح مسلم میں جَهَرَ فِيهَا بِالْقَرَاءَةِ کے الفاظ نہیں ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اکرم ﷺ (بارش طلب کرنے کے لئے) عاجزی، انکساری اور گریہ زاری کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف نکلے، منبر پر جلوہ افروز ہوئے، لمبا خطبہ نہیں دیا، بلکہ زیادہ وقت دعا، گڑگڑاہٹ اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے میں لگے رہے، پھر نمازِ عید کی طرح دو رکعتیں پڑھیں۔''

(سنن أبی داوٗد : 1165، سنن النّسائي : 1507، سنن التِّرمِذي : 559، سنن ابن ماجه : 1266، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1405) امام ابن حبان رحمہ اللہ (2862) اور امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (6/33 :القسم المفقود) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ النُّعْمَانُ أَبُو حَنِيْفَةَ : لَا تُصَلّٰى صَلَاةُ الْاِسْتِسْقَاءِ وَلَا آمُرُهُمْ بِتَحْوِيْلِ الرِّدَآءِ وَلٰكِنْ يَّدْعُوْنَ وَ يَرْجَعُوْنَ بِجُمْلَتِهِمْ قَالَ أَبُوْ عِيْسىٰ : خَالَفَ السُّنَّةَ .

''امام ابوحنیفہ نعمان (بن ثابت) کہتے ہیں: استسقا کی نماز نہیں پڑھی جائے

گی، نہ ہی میں لوگوں کو چادر پلٹنے کا حکم دیتا ہوں، بلکہ دُعا کر کے سارے وہیں سے واپس آ جائیں گے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: انہوں نے یہ کہہ کر سنت کی مخالفت کی ہے۔"

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 559، طبع دارالسلام)

سوال: کیا نماز استسقاء سے پہلے تین دن روزے رکھنا مسنون ہے؟

جواب: نماز استسقاء سے پہلے تین روزے رکھنا مسنون عمل نہیں۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات میں ایسا کچھ نہیں ملتا۔

سوال: کیا نماز استسقاء کے لیے عیدگاہ کی طرف جانا مسنون ہے؟

جواب: بارش کی نماز کے لئے عیدگاہ وغیرہ کی طرف نکلنا سنت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَبَ رِدَاءَهٗ.

"نبی کریم ﷺ نمازِ استسقا کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلے، قبلہ رُخ ہو کر دو رکعتیں پڑھائیں اور چادر اُلٹ دی۔"

(صحيح البخاري : 1027، صحيح مسلم : 2/894)

سوال: کیا مکہ اور مدینہ میں بھی نماز استسقاء باہر نکل کر پڑھنا مسنون ہے؟

جواب: جی ہاں۔ مکہ و مدینہ میں بھی مسنون یہی ہے کہ نماز استسقاء کے لیے عیدگاہ یا صحرا وغیرہ کی طرف نکلا جائے۔

سوال: نماز استقاء انفرادی پڑھی جا سکتی ہے یا صرف اجتماعی ہی؟

(جواب): انفرادی بھی پڑھی جا سکتی ہے، البتہ اجتماعی پڑھنا مسنون ہے۔

(سوال): کیا بارش کے لیے صلحا سے دعا کروانا جائز ہے؟

(جواب): کسی زندہ صالح انسان سے دعا کرانا جائز ہے، یہ وسیلہ کی جائز صورت ہے۔ بارش کے لیے بھی دعا کرائی جا سکتی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ : فَيُسْقَوْنَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قحط کی صورت میں عباس بن عبد مطلب رضی اللہ عنہ (کی دعا) کے وسیلے سے بارش طلب کرتے اور دُعا فرماتے: یا اللہ! ہم تجھ سے تیرے نبی (کی دعا) کے وسیلے سے بارش طلب کرتے تھے، تُو ہمیں عطا کرتا تھا، اب ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا (کی دعا) کا وسیلہ پکڑتے ہیں، تو ہمیں بارش عطا فرما، اس طرح انہیں بارش عطا کی جاتی تھی۔''

(صحيح البخاري : 1010)

❀ صحابی رسول سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بارش کے لیے بہت ہی نیک تابعی یزید بن الاسود رحمہ اللہ کی دعا کا وسیلہ پکڑا تھا:

إِنَّ النَّاسَ قُحِطُوا بِدِمَشْقَ، فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَسْقِي بِيَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ .

''دمشق میں قحط پڑ گیا، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یزید بن الاسود رحمہ اللہ کے وسیلے سے

بارش طلب کرنے کے لیے نکلے۔''

(تاريخ أبي زرعة :602/1، تاريخ ابن عساكر : 112/65، 111، وسندهٗ صحيحٌ)

قارئین کرام! غور فرمائیں یہ بالکل وہی الفاظ ہیں، جو صحیح بخاری کی حدیث میں ہیں کہ اُس میں اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِب کے الفاظ ہیں اور اِس میں يَسْتَسْقِي بِيَزِيدَ بْنِ الْاَسْوَدِ کے الفاظ ہیں۔

❀ دوسری روایت میں اس کی وضاحت ہے:

''ایک دفعہ قحط پڑا، سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور دمشق کے لوگ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے، تو فرمایا: یزید بن الاسود جرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں آواز دی۔ وہ لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منبر پر بٹھایا اور خود ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دُعا کی: اللہ! ہم تیری بارگاہ میں سب سے بہتر اور افضل شخص کی سفارش لائے ہیں، اللہ! ہم تیرے پاس یزید بن الاسود جرشی کی سفارش لے کر آئے ہیں۔ (پھر فرمایا) یزید! اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھایئے (اور دُعا کیجئے)، یزید رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ جلد ہی افق کی مغربی جانب ایک ڈھال نما بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا، ہوا چلی اور بارش شروع ہوگئی، حتی کہ محسوس ہوا کہ لوگ اپنے گھروں تک بھی نہ پہنچ پائیں گے۔''

(المعرفة والتّاريخ للفسوي :219/2، تاريخ ابن عساكر:112/65، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔**

(الإصابة في تمييز الصحابة: 697/6)

❁ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابی رسول سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی نیک تابعی کی دُعا کا وسیلہ پکڑا تھا، ملاحظہ فرمائیں:

إِنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، فَقَالَ لِيَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ : قُمْ يَا بَكَّاءُ .

''سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ بارش طلب کرنے کے لیے میدان میں نکلے تو یزید بن اسود رحمہ اللہ سے کہا: اے اللہ کے حضور گڑگڑانے والے! کھڑے ہو جائیں اور دعا کریں۔''

(المعرِفة والتّاريخ للفَسوي: 220/2، تاريخ أبي زرعة: 602/1، تاريخ ابن عساكر: 212/65، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): نماز استسقاء کے لیے کتنی رکعات مسنون ہیں؟

(جواب): نماز استسقاء میں دو رکعت مسنون ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کرنے کے لیے دو رکعت ادا کیں اور اپنی چادر کو پلٹا۔'' (صحيح البخاري: 1026، صحيح مسلم: 2/894)

(سوال): نماز استسقاء میں چادر کو کیوں پلٹا جاتا ہے؟

(جواب): یہ عمل نیک فال لیتے ہوئے کیا جاتا ہے، کہ جس طرح چادر پلٹ گئی ہے،

اللہ تعالیٰ حالات کو بھی پلٹ دے گا اور بارانِ رحمت کا نزول فرمائے گا۔

سوال: بارش کو دیکھ کر کیا دعا کرنی چاہیے؟

جواب: بارش کے نفع مند ہونے کی دعا کرنی چاہیے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ، قَالَ: اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش دیکھتے، تو فرماتے: اللہ! اسے بے ضرر اور نفع مند بنا دے۔''

(صحيح البخاري : 1032)

❁ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بادل کو دور سے آتا دیکھتے، تو کام چھوڑ دیتے، اگرچہ نماز میں ہی کیوں نہ ہوتے، اس کے سامنے آکر دعا کرتے:

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أُرْسِلَ بِهٖ .

''اے اللہ! ہم اس بادل کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں''

بارش ہوتی، تو دو یا تین مرتبہ فرماتے:

اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا مَّرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا .

''اے اللہ! اسے نفع مند بنا۔''

اللہ تعالیٰ بادل ختم کر دیتے اور بارش نہ ہوتی، تو اللہ کی تعریف کرتے۔

(سنن ابن ماجه : 3889، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

(جواب): تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان مختلف دعائیں منقول وماثور ہیں، ان میں سے کوئی دعا پڑھی جاسکتی ہے، ساری دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تکبیر کہتے تو قرات سے پہلے ایک لمحہ خاموش رہتے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ قربان، آپ خاموشی کے وقفے میں کیا پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ.

''یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال، جتنی مشرق اور مغرب میں ہے، یا اللہ! مجھے گناہوں سے یوں پاک کر، جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اللہ! میری خطائیں برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔''

(صحيح البخاري: 744؛ صحيح مسلم: 598)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا فرماتے:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا، وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي، وَنُسُكِي، وَمَحْيَايَ، وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهٗ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ

الْمُسْلِمِينَ، اللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي، وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا، إِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ .

''میں اپنے چہرے کو ذات الٰہی کی طرف متوجہ کرتا ہوں، جس نے آسمان و زمین پیدا کیے۔ میں مشرک نہیں، میری نماز، قربانی، زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، میں پہلا مسلمان ہوں، یا اللہ! تو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی الہٰ نہیں، تو میرا رب، میں تیرا بندہ، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، گناہوں کا معترف ہوں، میرے تمام گناہ معاف فرما! صرف تو ہے جو گناہ معاف کرتا ہے، اچھے اخلاق کی راہنمائی کر، رہنمائی تو ہی کرتا ہے، برے اخلاق سے بچا، برے اخلاق سے تو ہی بچاتا ہے۔ میں حاضر ہوں، تمام بھلائی تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے، برائی تیری طرف منسوب نہیں، میں تیرے ساتھ قائم اور تیری طرف لوٹنے والا ہوں تو بہت بابرکت اور بہت بلند ہے، میں تجھ سے معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(صحيح مسلم :771)

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے اور یہ کلمات ادا کرتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرَكَ .

''یا اللہ! تو پاک ہے، حمد وثنا تیرے ہی لئے ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند وبرتر ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 50/3، 69؛سنن أبي داود : 775؛سنن النّسائي : 900؛ سنن التّرمذي : 242؛ سنن ابن ماجه : 804؛ وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا ثناء کے آخر میں وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ کے الفاظ ثابت ہیں؟

جواب: ثناء کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ قطعاً ثابت نہیں۔

سوال: حجر اسود کو استلام کا کیا حکم ہے؟

جواب: استلام کے معنی چھونے کے ہیں، خواہ بوسہ لے کر چھونا ہو یا ہاتھ سے ہو۔ طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا، ہاتھ سے چھونا یا اشادہ کرنا ہر طرح جائز ہے۔

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا، پھر فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

❁ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ فَقَالَ : مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انہوں نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو چھوا، پھر ہاتھ کو بوسہ دے کر فرمایا: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، ایسا کرنا نہیں چھوڑا۔''

(صحيح البخاري : 1606 ، صحيح مسلم : 1268)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب مکہ آئے، تو حجر اسود کے پاس آ کر اسے بوسہ دیا، پھر دائیں طرف چلتے ہوئے تین چکروں میں رمل (تیز تیز چلنا) کیا اور چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے۔''

(صحيح مسلم : 1218)

سوال: کیا قرآن کریم کی تلاوت کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے؟

جواب: قرآن کریم کی تلاوت کے لیے قبلہ رُخ ہونا ضروری نہیں۔ یہ حکم صرف نماز کے لیے ہے، ہر عبادت کے لیے نہیں، البتہ بعض اُمور میں قبلہ رخ ہونا مستحب ضرور ہے، مثلاً دعا وغیرہ کے لیے رو بہ قبلہ ہونا مستحب ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا حجر اسود کا بوسہ لینا صنم پرستی ہے؟

جواب: حجر اسود جنتی پتھر ہے، کوئی مسلمان اسے پوجنے کے لیے یا اس کی تعظیم وعبادت کے لیے بوسہ نہیں دیتا، بلکہ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے استلام کیا ہے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا، پھر فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

سوال: روایت: ''مشت زنی کرنے والا ملعون ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ حدیث بے اصل ہے۔

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ : نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُونٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

''حدیث: ''مشت زنی کرنے والا ملعون ہے۔'' بے اصل ہے۔''

(الأسرار المرفوعة، ص 376)

(سوال): جلق (مشت زنی) کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جلق (مشت زنی) ناجائز، حرام اور لغو ہے۔ انتہائی قبیح اور رسوا کن گناہ ہے۔ دین و دنیا کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس سے قوائے جسمانی کمزور ہو جاتے ہیں، قبل از وقت بڑھاپا چھا جاتا ہے۔ چہرے کی رعنائی ختم ہو جاتی ہے۔ نامردی اور بانجھ پن کا سبب ہے۔ نسیان کا مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ اعصابی، دماغی اور جسمانی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

''اکثر اہل علم مشت زنی کو حرام سمجھتے ہیں، بعض اہل علم نے تو کہا ہے کہ یہ اپنے ہی ساتھ زنا کرنے کے مترادف ہے۔ یہ معصیت ہے، اسے شیطان نے ایجاد کیا اور لوگوں میں جاری کر دیا، یہاں تک کہ یہ ایک بحث و مباحثہ بن چکا ہے، کاش کہ اس پر گفتگو ہی نہ کی جاتی۔ اگر اس کے جواز پر دلیل بھی قائم ہو جائے، تب بھی معزز لوگ اس کے گھٹیا پن کی وجہ سے اس سے اعراض کریں گے۔''

(تفسير القرطبي: 106/12)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ (المؤمنون: ٧)

''جو اس کے سوا کچھ اور تلاش کرے، تو یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے متعہ کے متعلق پوچھا، تو فرمایا:

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، قَالَ: وَقَرَأَتْ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى غَيْرَ مَا زَوَّجَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَوْ مَا مَلَّكَهُ فَقَدْ عَدَا.

''میرے اور آپ کے مابین کتاب اللہ فیصل ہے۔ آپ نے آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝﴾ (المومنون: ٥)
''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں......'' لہٰذا جس نے اپنی زوجہ یا لونڈی کے علاوہ کسی سے شہوت پوری کی، اس نے حد سے تجاوز کیا۔''

(النّاسخ والمَنسوخ للقاسم بن سلّام: 131، مسند الحارث [بغية الباحث]: 479، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 206/7، 207، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (305/2، 393) نے اسے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ اس آیت کے تحت امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَحِلُّ الْعَمَلُ بِالذَّكَرِ إِلَّا فِي الزَّوْجَةِ أَوْ فِي مِلْكِ الْيَمِينِ وَلَا يَحِلُّ الْاِسْتِمْنَاءُ .

''عضو خاص کو صرف بیوی یا لونڈی (کے ساتھ جماع) میں استعمال کیا جا سکتا ہے، مشت زنی جائز نہیں۔''

(الأمّ: 102/5)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْاِسْتِمْنَاءَ بِالْيَدِ حَرَامٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ .

''اس آیت میں دلیل ہے کہ مشت زنی حرام ہے، اکثر اہل علم یہی کہتے ہیں۔''

(تفسير البغوي: 410/5)

❁ علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جو بات ہم نے کی ہے، اس کی دلیل علامہ عثمان بن علی زیلعی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) نے ذکر کیا ہے کہ ''مشت زنی کی حرمت اس فرمان باری تعالیٰ سے ثابت ہوتی ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ......﴾ ''یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں......'' نیز علامہ زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ نے صرف بیوی اور لونڈی سے استمتاع کو مباح کیا ہے۔'' (تبیین الحقائق:۱/۳۲۳) علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے نکتہ پیش کیا ہے کہ بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی سے شہوت پوری کرنا حلال نہیں ہے۔ ہذا ما ظہر لی واللہ سبحانہ اعلم!''

(فتاویٰ شامی: 399/2)

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُونُ لَهٗ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ أَجْرٌ .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی (حلال طریقے سے) اپنی شہوت پوری کرتا ہے، کیا اس کے لیے اس میں بھی اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتائیں کہ اگر وہ حرام ذریعہ سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے، تو کیا اس پر گناہ ہے؟ (یقیناً ہے) تو اسی طرح اگر وہ حلال ذریعہ سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے، تو اس کے لیے اس میں اجر ہے۔''

(صحیح مسلم: 1006)

مشت زنی کے گناہ ہونے پر یہ حدیث دلیل ہے، کیونکہ اس میں ناجائز طریقے سے شہوت پوری کی جاتی ہے۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ، وَلَوْ أَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (عورتوں سے الگ رہنا) کی اجازت نہیں دی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اجازت دے دیتے، تو ہم اپنے آپ کو خصی کر لیتے۔''

(صحيح البخاري : 5073، صحيح مسلم : 1402)

یہ حدیث دلیل ہے کہ مشت زنی حرام ہے، یہ تبتل سے بڑھ کر ہے، جو انسان کو خصی کر دیتی ہے۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَرِهَ الْاِسْتِمْنَاءَ .

''آپ رحمہ اللہ مشت زنی کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف عبد الرزاق : 13586، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْاِسْتِمْنَاء فَالْأَصْلُ فِيهِ التَّحْرِيمُ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ وَعَلٰى فَاعِلِهِ التَّعْزِيرُ؛ وَلَيْسَ مِثْلَ الزِّنَا .

''جمہور اہل علم کے نزدیک مشت زنی حرام ہے اور ایسا کرنے والے پر تعزیر

(سزا) ہے، البتہ یہ زنا کی طرح نہیں ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 229/34)

۞ **علمائے احناف کا فتویٰ ہے:**

اَلْاِسْتِمْنَاءُ حَرَامٌ، وَفِيهِ التَّعْزِيرُ .

''مشت زنی حرام ہے، اس پر تعزیر ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری : 170/2، الجوهرة النّيّرة للزَّبِيدي : 155/2)

۞ **علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:**

مَنِ اسْتَمْنٰی بِيَدِهٖ لِغَيْرِ حَاجَةٍ عُزِّرَ، وَإِنْ فَعَلَهٗ خَوْفًا مِّنَ الزِّنَا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ .

''جو بغیر ضرورت کے مشت زنی کرے، اس کو تعزیرا سزا دی جائے گی اور جو زنا کے خوف سے ایسا کرے، تو اس پر تعزیر نہیں ہے۔''

(المقنع في فقه الإمام أحمد، ص 440)

۞ **علامہ طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی (۵۴۲ھ) لکھتے ہیں:**

إِنْ قَصَدَ تَسْكِينَ شَهْوَةٍ، أَرْجُو أَنْ لَّا يَكُونَ عَلَيْهِ وَبَالٌ .

''جو تسکین شہوت کا ارادہ کرے، تو میرے مطابق اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

(خلاصة الفتاویٰ : 260/1، البحر الرّائق لابن نُجَيم : 293/2، البِناية للعَيني : 39/4، عُمدة القاري للعيني : 69/20)

۞ **محدث محمد عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:**

فِي الْاِسْتِمْنَاءِ ضَرَرٌ عَظِيمٌ عَلَى الْمُسْتَمْنِي بِأَيِّ وَجْهٍ كَانَ

فَالْحَقُّ أَنَّ الْاِسْتِمْنَاءَ فِعْلٌ حِرَامٌ لَا يَجُوزُ ارْتِكَابُهٗ لِغَرَضِ تَسْكِينِ الشَّهْوَةِ وَلَا لِغَرَضٍ آخَرَ وَمَنْ أَبَاحَهٗ لِأَجْلِ التَّسْكِينِ فَقَدْ غَفَلَ غَفْلَةً شَدِيدَةً وَلَمْ يَتَأَمَّلْ فِيمَا فِيهِ مِنَ الضَّرَرِ .

''کسی بھی صورت میں مشت زنی کرنے والے کیلئے اس فعل میں بہت بڑا ضرر ہے۔ حق بات یہی ہے کہ مشت زنی حرام فعل ہے، تسکین شہوت یا کسی بھی مقصد کے لیے اس کا ارتکاب جائز نہیں۔ جس نے تسکین شہوت کے لیے اس کی اجازت دی، وہ بہت بڑی غفلت کا شکار ہو گیا، اس نے یہ نہیں دیکھا کہ اس میں کتنا نقصان ہے۔''

(تحفة الأحوذي : 4/169)

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَقُولُ بِجَوَازِهٖ لِمَنْ خَافَ الْوُقُوعَ فِي الزِّنَا .

''جسے زنا کا اندیشہ ہو، ہم اس کے لیے بھی مشت زنی کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتے۔''

(تمام المنّة، ص 420)

❁ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النّور : ۳۳)

''جو لوگ اسباب نکاح کی قدرت نہیں رکھتے، انہیں پاک دامن رہنا چاہیے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار کر دے۔''

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ .

''جو شخص اپنی عزت نفس کا خیال رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا، جو بے نیاز رہے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا اور جو صبر کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دے گا۔''

(صحيح البخاري : 1469، صحيح مسلم : 1053)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ .

''جوانو! آپ میں سے جو کوئی اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ شادی کر لے اور جو اسباب نکاح کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے، اس سے اس کی شہوت ٹوٹ جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 5065، صحيح مسلم : 1400)

شہوت کی تسکین کے لیے مشت زنی کی اجازت قطعاً درست نہیں۔ مندرجہ بالا دلائل سے اس نظریہ کا رد ہوتا ہے۔ استعفاف اور صبر سے کام لے، شہوت کو توڑنے کے لیے روزے رکھے۔

سوال: ہوا خارج ہونے پر استنجاء کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہوا خارج ہونے پر استنجاء کرنے کا ثبوت کتاب وسنت اور اسلاف امت سے ثابت نہیں، اہل علم نے اسے بدعت کہا ہے۔

❁ فقہ حنفی میں ہے:

بِدْعَةٌ وَّهُوَ الْاِسْتِنْجَاءُ مِنَ الرِّيحِ .

''ہوا خارج ہونے پر استنجا کرنا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/50)

(سوال): کیا مذی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): مذی نکلنے پر وضو لازم ہے۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّ ابْنَتَهٗ كَانَتْ تَحْتِي فَأَمَرْتُ رَجُلًا فَسَأَلَهٗ، فَقَالَ : مِنْهُ الْوُضُوءُ .

''مجھے کثرت سے مذی آتی تھی، مگر میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا، کیوں کہ آپ ﷺ کی بیٹی (سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے نکاح میں تھیں، چنانچہ میں نے ایک آدمی (مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ) سے کہا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: اس سے وضو ضروری ہے۔''

(صحيح البخاري : 269)

❁ سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: جس پانی کے بعد منی نکلتی ہے، اسے مذی کہتے ہیں اور ہر جوان کو مذی آتی ہے، چنانچہ ایسی کیفیت میں آپ شرمگاہ اور خصیتین کو دھو لیا کریں اور نماز والا وضو کرلیا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 342/4، سنن أبي داوٗد : 211، سنن التّرمذي : 133، سنن ابن ماجه : 651، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: قضائے حاجت کی دعا کیا ہے؟

جواب: بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کے لیے مسنون دعا ہے۔

❁ **بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:**

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ .

''یا اللہ! میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 142، صحيح مسلم : 375)

❁ **بیت الخلا سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں:**

غُفْرَانَكَ . **''میں تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔''**

(سنن أبي داوٗد : 30، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نومولود بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: نومولود بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

سوال: نماز فجر کا افضل وقت کیا ہے؟

جواب: نماز فجر صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے۔

نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہوتا ہے۔

❁ **علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:**

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ أَوَّلَهُ الصُّبْحُ الصَّادِقُ وَآخِرَهُ تَطْلُعُ الشَّمْسُ .

''امت کا اجماع ہے کہ نماز فجر کا اول وقت صبح صادق ہے اور آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔''

(تبيين الحقائق :79/1)

نبی کریم ﷺ نماز فجر غلس (رات کے آخری حصے کے اندھیرے) میں ادا کرتے تھے، دلائل ملاحظہ ہوں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ .

''صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے۔''

(صحيح مسلم : 612)

اس حدیث مبارکہ میں نماز فجر کے ابتدائی اور انتہائی وقت کو بیان کیا گیا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ .

''مؤمن عورتیں اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں حاضر ہوتی تھیں، وہ چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں، پھر وہ نماز ادا کر کے اپنے گھروں کو لوٹتیں تو اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔''

(صحیح البخاري : 578، صحیح مسلم : 645)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نماز ظہر دوپہر کے وقت ادا فرماتے، عصر سورج کے سرخ ہونے کے وقت (نہ کہ زرد ہونے کے وقت)، مغرب غروب آفتاب کے وقت ادا فرماتے اور نماز عشاء جب لوگ زیادہ ہوتے، تو جلد ادا فرماتے اور جب لوگ کم ہوتے، تو لیٹ کر دیتے اور نماز فجر اندھیرے میں ادا فرماتے تھے۔''

(صحیح البخاري : 565، صحیح مسلم : 646)

❁ سیدنا ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهٗ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ .

''نبی کریم ﷺ نماز فجر ادا فرماتے، تو ہم میں سے ہر کوئی (صرف) اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو پہچان لیتا تھا۔ آپ ﷺ ساٹھ سے سو تک آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔''

(صحیح البخاري :541، صحیح مسلم : 647)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ، وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا .

''نبی کریم ﷺ فجر کی نماز اس وقت کھڑی کرتے، جب فجر (صادق) پھوٹتی اور لوگ ایک دوسرے کو پہچان نہیں پاتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 614)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، قَالَ : فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ .

''ہم نے غزوہ خیبر میں خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کی۔''

(صحيح مسلم : 1365)

❀ سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيسَ حَتّٰى مَاتَ، وَلَمْ يَعُدْ إِلٰى أَنْ يُّسْفِرَ .

''اس کے بعد وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (فجر) اندھیرے میں ہی رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فجر روشنی میں ادا نہیں کی۔''

(سنن أبي داود : 394، سنن الدّارقطني : 975، السّنن الكبرىٰ للبيهقي :363/1، التّمهيد لابن عبد البرّ : 18/8، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۳۹۲)، امام ابن حبان (۱۴۹۴) اور امام حاکم رحمہم اللہ (۱/۱۹۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(مَعالم السّنن :295/1)

❀ حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(شرح التّرمذي : 360/3)

(سوال): اسقاطِ حمل سے کیا مراد ہے؟

(جواب): اسقاطِ حمل (Miscarriage) سے مراد ہے؛ حمل گرا دینا۔ شرعی لحاظ سے ایسا کرنا جائز اور حلال نہیں، اس میں کئی مفاسد اور مضرات ہیں۔ اسقاط جس مقصد کے لیے بھی ہو، ناجائز ہے۔ جس بچے کی رحم مادر میں تخلیق ہو چکی ہے، اس کو دنیا میں آنے کا مکمل حق حاصل ہے، اس کا اسقاط کرانا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ﴾(بني إسرائيل: ٣١)

''اپنی اولادوں کو قتل مت کرو۔''

(سوال): کیا اسلام اور ایمان میں فرق ہے؟

(جواب): کتاب وسنت کی نصوص میں ایمان واسلام کا لفظ کبھی تو اکٹھا آتا ہے اور کبھی ان کو الگ الگ ذکر کیا گیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یا یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں؟

اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، یاد رہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ وتابعین کے بعد شروع ہوا، ان سے منقول آثار بتاتے ہیں کہ ان کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں یعنی اسلام اور ہے اور ایمان اور۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جو کہ دونوں کو ایک سمجھتے تھے:

''وہ (محمد بن نصر رحمہ اللہ) اپنے اختیار کردہ مذہب پر صحابہ وتابعین یا اسلام کے مشہور ائمہ کرام میں سے کسی ایک کا بھی قول نقل نہیں کر پائے کہ اس نے اسلام

اور ایمان کی حقیقت کو ایک قرار دیا ہو، بلکہ میرے علم میں اسلاف میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی۔''

(الإيمان، ص ٣٤٩)

ایمان و اسلام میں فرق تو صحابہ و تابعین کا اجماعی قول ہے، اکثر اہل سنت والجماعت اسی پر قائم ہیں۔

جبکہ ان کو ایک کہنے والوں میں امام بخاری، امام محمد بن نصر مروزی، امام ابن مندہ اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہم رحمہم اللہ شامل ہیں۔

دلائل:

ایمان و اسلام کو دو الگ الگ حقائق کہنے والوں کے پاس کتاب و سنت کے بہت سے دلائل ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾(الحُجُرات : ١٤)

''اعرابیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے، بلکہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُسْتُفِيدَ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ أَنَّ الْإِيمَانَ أَخَصُّ مِنَ الْإِسْلَامِ، كَمَا هُوَ

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایمان، اسلام سے زیادہ خاص چیز ہے، یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ۳۲۷/۷)

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں (مال غنیمت) تقسیم کیا، ایک آدمی کو نہ دیا، وہ مجھے اچھا لگتا تھا، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے فلاں کو نہیں دیا، جبکہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن یا مسلمان۔ میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر پہلی بات دہرائی: آپ نے فلاں کو نہیں دیا، جبکہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن یا مسلمان۔ میں پھر پہلی بات دہرائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلا سا ہی جواب دیا، پھر فرمایا: سعد! میں ایک شخص کو مال غنیمت دیتا ہوں، جبکہ دوسرا شخص مجھے اس سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے، مبادا کہ اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل جہنم میں نہ گرا دے۔''

(صحيح البخاري : ۲۷، صحيح مسلم : ۱۵۰)

اس مذہب کی ایک مشہور دلیل حدیث جبریل بھی ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں الگ الگ سوال کیے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قَدْ فَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ مُسَمَّى الْإِسْلَامِ، وَمُسَمَّى الْإِيمَانِ، وَمُسَمَّى الْإِحْسَانِ .

''نبی کریم ﷺ نے حدیث جبریل میں اسلام، ایمان اور احسان کو الگ الگ قرار دیا ہے۔'' (الإيمان، ص ١)

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان و اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں کا اپنا اپنا معنی ہے، چنانچہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے، جبکہ ایمان باطنی اعمال کا نام ہے۔

بعض اہل علم نے اس فرق کی بڑی اچھی وضاحت کی ہے، وہ یہ کہ دونوں میں بسا اوقات فرق ہوتا ہے اور بسا اوقات فرق نہیں ہوتا، چنانچہ جب یہ دونوں الفاظ الگ الگ استعمال ہوں، تو دونوں کا ایک ہی معنی ہوتا ہے اور جب اکٹھے ہوں، تو الگ الگ معنی دیتے ہیں، جب دونوں اکٹھے ہوں، تو اسلام کی تفسیر ظاہری اعمال اور ایمان کی باطنی اعمال سے ہو گی، جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے۔

اس کے برعکس جب وہ علیحدہ علیحدہ آئیں، تو ہر ایک دوسرے کو بھی شامل ہوتا ہے، جیسا کہ وفد عبد القیس والی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایمان کی تفسیر ظاہری اعمال سے کر دی، نیز فرمان باری تعالیٰ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران: ١٩) ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔'' بھی اس پر شاہد ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب ایمان و اسلام ایک جگہ جمع ہوں، تو الگ الگ معنی دیتے ہیں اور جب الگ الگ استعمال ہوں، تو ان کا معنی ایک ہوتا ہے، حافظ خطابی، حافظ بغوی، حافظ ابن الصلاح، علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن رجب وغیرہم رحمہم اللہ اسی تفصیل کے قائل ہیں۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ سعد رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کا ظاہر ایمان اور اسلام میں فرق کو ضروری قرار دیتا ہے، اس مسئلہ میں اہل علم نے لمبی بحث کی ہے اور بڑی بڑی کتابیں لکھ دی ہیں، یہاں

اختصار کے پیش نظر جو بات بیان کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ایمان اور اسلام بسا اوقات ایک ہی ہوتے ہیں، چنانچہ مسلم کو مومن کہہ دیا جاتا ہے اور مومن کو مسلم۔ اکثر یہ مختلف ہوتے ہیں، چنانچہ ہر مسلم کو مومن نہیں کہا جا سکتا، جبکہ ہر مومن کو مسلم کہنا درست ہوتا ہے، ان دونوں کو ایک معنی میں اس وقت استعمال کیا جاتا ہے، جہاں ظاہر و باطن برابر ہوں، اگر ایسا نہ ہو، تو یہ مختلف ہو جاتے ہیں، اس موقع پر مسلم کا معنی ہوگا: وہ ظاہری طور پر مطیع ہو گیا ہے، اس حدیث میں أَوَ مُسْلِمًا اسی معنی میں ہے۔ فرمان باری تعالیٰ: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ''اعرابیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے، تم ایمان نہیں لائے، بلکہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے۔'' (الحجرات :۱۴) بھی یہی بتاتا ہے کہ اسلام سے مراد ظاہری اطاعت ہے، عربی شاعر امیہ بن ابی صلت کے اس شعر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے:

أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ

لَهُ الرِّيحُ تَحْمِلُ مُزْنًا ثِقَالًا

''میرا چہرہ اس ذات کے لیے مطیع ہو گیا، جس کے لیے بھاری بادل اٹھائے ہوئے ہوا مطیع ہے۔'' (أعلام الحديث : ١/١٦٠ـ١٦١)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تحقیق بات یہی ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا ہے، جب اسلام اور ایمان کے بارے پوچھا گیا، تو آپ نے اسلام کی تفسیر ظاہری اعمال اور ایمان

کی ارکان خمسہ سے کی، ہم بھی جب ایمان واسلام کا اکٹھا تذکرہ کریں، تو وہی جواب دینا ہمارے لیے ضروری ہے، جو نبی اکرم ﷺ نے دیا، البتہ جب اسلام کا نام اکیلا لیا جائے، تو اس میں بلا شبہ ایمان بھی داخل ہو جاتا ہے، یہی بات حق ہے، نیز مسلمان کو کیا مومن بھی کہا جا سکتا ہے؟ اس بارے بحث ہو چکی ہے؟

(الإيمان، ص ٢٤٦)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہماری مذکورہ تفصیل سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے، یعنی جب اسلام اور ایمان میں سے ہر ایک کا الگ الگ ذکر کیا جائے، تو اس وقت ان میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اگر دونوں کو اکٹھا ذکر کیا جائے، تو دونوں میں فرق ہوگا، وہ یہ کہ ایمان دل کی تصدیق، اقرار اور معرفت کا نام ہے، جبکہ اسلام بندے کی اللہ کے سامنے ظاہری اطاعت، خشوع وخضوع اور انکساری کو کہا جاتا ہے......لہٰذا ایمان سے مراد تصدیق قلبی اور اسلام سے مراد ظاہری عمل ہے۔''

(جامع العُلوم والحِكَم، ص ٢٥)

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْإِسْلَامُ، وَمَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ : أَنْ يُسْلِمَ قَلْبُكَ لِلّٰهِ، وَأَنْ يَّسْلَمَ مِنْكَ كُلُّ مُسْلِمٍ، وَكُلُّ ذِي عَهْدٍ .

''اسلام کیا ہے؟ یہ کہ آپ کا دل اللہ کے لیے خالص ہو جائے، نیز آپ سے ہر مسلمان اور ذمی محفوظ ہو جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٢٣/١٤، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ زہری رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا﴾(الحُجُرات : ١٤) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نَرٰى أَنَّ الْإِسْلَامَ الْكَلِمَةُ، وَالْإِيمَانَ الْعَمَلُ .

''ہمارے مطابق اسلام کلمہ اور ایمان عمل ہے۔''

(تفسير عبد الرّزاق : ٣/٢٣٣ـ٢٣٤، وسندهٗ صحيحٌ)

امام زہری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی دینے والے کو مسلمان کہا جاتا ہے، منافق وغیرہ اس میں شامل ہوتے ہیں، لیکن ایمان صرف اسی کے مقدر میں ہوتا ہے، جو عمل کرے اور اصل عمل تو دل کا ہے، اس طرح امام صاحب کا یہ فرمان اسلام کو ظاہری اور ایمان کو باطن سے خاص کرتا ہے، لہٰذا اسلام کو کلمہ کہنا، لغوی طور پر ہے، نہ کہ شرعی اعتبار سے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل میں اور حدیث ابن عمر میں اس کی جو وضاحت کی ہے، وہ زہری رحمہ اللہ جیسے امام سے مخفی نہیں تھی۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب توحید و رسالت کی گواہی دینے والا ہر شخص یہود و نصاری سے جدا ہو کر مسلمان بن جاتا ہے اور اس پر اسلامی احکام جاری ہو جاتے ہیں، تو بلا استثنیٰ اسی کو بالجزم اختیار کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں، اسلام کلمہ ہے، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے ان کی موافقت بھی کی ہے، ان کی مراد یہ نہ تھی کہ ضروری اسلام صرف کلمہ ہی ہے، کیونکہ زہری رحمہ اللہ جیسے شخص سے یہ مخفی رہنا ناممکن ہے۔''(مَجموع الفتاوٰی : ٧/٤١٥)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بچوں کے ناموں کے متعلق شریعت نے کیا راہنمائی کی ہے؟

جواب: ہر معاملہ کی طرح شریعت نے ناموں کے متعلق بھی راہنمائی کی ہے۔ اچھے اور خوبصورت نام رکھنے کی ترغیب دی ہے، نبی کریم ﷺ نے جن صحابہ کے نام درست نہ تھے، ان کو تبدیل فرمایا، تا کہ نام سے ہی نیک شگون لیا جائے۔

❁ امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے پوچھا: آپ کا نام؟، عرض کیا: حزن (جس کا معنی تنگی و پریشان ہے)، فرمایا: (حزن نہیں، بلکہ) آپ کا نام سہل (آسانی وفراخی) ہوگا، مگر میرے دادا نے نام تبدیل نہ کیا، تو اس وقت سے حزن وملال ہمارا مقدر بنا ہوا ہے۔

(صحيح البخاري : 6190)

❁ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو اُسید رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام بدل کر منذر رکھا، تو اس دن سے اسے منذر کہا جانے لگا۔

(صحيح البخاري : 6191، صحيح مسلم : 2149)

سوال: دوران نماز سامنے سانپ یا کوئی زہریلا جانور آجائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: دوران نماز بھی ان زہریلی اشیا کو مارنے کا حکم ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ.

''نبی کریم ﷺ نے نماز میں بھی دو کالی چیزوں (سانپ اور بچھو) کو مارنے کا حکم دیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 473/2، سنن أبي داوٗد : 921، سنن النّسائي : 1203، سنن التّرمذي : 390، سنن ابن ماجه : 1245، صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۸٦۹)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۳۵۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۵٦/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر ۱۸۸/۴) نے بھی ''صحیح'' قرار دیا ہے، سفیان کی متابعت ہوئی ہے، مسند احمد (۴۷۳/۲) میں یحییٰ بن ابی کثیر نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

سوال: شراب کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: شراب اور ہر نشہ آور چیز کو کھانا یا پینا حرام ہے، خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ ہو، جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منبر رسول اللہ ﷺ پر خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثنا کی اور وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: امابعد! جس روز شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا اس وقت وہ انگور، کھجور، گندم، جَو اور شہد پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی اور خمر (شراب) ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جو عقل کو ڈھانپ لے (زائل کر دے)۔''

(صحيح البخاري : 4619، صحيح مسلم : 3032)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ تُجْعَلُ خَلًّا فَكَرِهَهُ.

''نبی کریم ﷺ سے شراب کا سرکہ بنانے کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے اسے ناپسند کیا۔''

(صحیح مسلم: 1983)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ.

''ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔''

(صحیح البخاري: 5585، صحیح مسلم: 2001)

❁ سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ عِنْدَنَا أَشْرِبَةً أَوْ شَرَابًا مِّنْ هٰذَا الْبِتْعِ مِنَ الْعَسَلِ وَالْمِزْرِ مِنَ الذُّرَةِ وَالشَّعِيرِ فَمَا تَأْمُرُنَا فِيهَا؟، قَالَ: أَنْهَاكُمْ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ.

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارے پاس کچھ مشروبات ہیں جو بتع یعنی شہد کی شراب، اور مزر یعنی مکئی اور جو کی نبیذ ہے، تو آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ہر نشہ آور چیز سے روکتا ہوں۔''

(صحیح البخاري: 4343، صحیح مسلم: 1733)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ.

''ہرنشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر خمر حرام ہے۔''

(صحیح مسلم : 2003)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّنْبَذَ فِي الْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَالدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمَةِ وَالنَّقِيرِ، قَالَ : وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقیر (تارکول لگا ہوا برتن) مزفت (روغنی برتن) دبا (کدو سے بنا ہوا برتن) حنتمہ (پرانا سبز مٹکا) اور نقیر (لکڑی کا برتن) میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، نیز فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 501/2، سنن النّسائي : 5592، سنن ابن ماجه : 3401، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۱۸۶۴)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۴۰۸) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۵۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ .

''ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 16/2۔21، سنن النّسائي : 5590، سنن التّرمذي : 1864، سنن ابن ماجه : 3390، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۶۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۵۹) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ.

''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو، تو اس کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 343/3، سنن أبي داوٗد : 3681، سنن التّرمذي : 1865، سنن ابن ماجه : 3393، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۶۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ اس حدیث کا ایک دوسرا طریق صحیح ابن حبان (۵۳۸۲) میں آتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ.

''جس چیز کا ایک فرق (16 رطل وزن) نشہ پیدا کرے، اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 6/71ـ131، سنن أبي داوٗد : 3687، سنن التّرمذي : 1866، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۸۳) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۶۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْهَاكُمْ عَنْ قَلِيلِ مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ.

''جس چیز کی زیادہ مقدار استعمال کرنے سے نشہ آتا ہو، تو میں آپ کو اس کی کم

مقدار سے بھی منع کرتا ہوں۔''

(سنن النّسائي : 5611، سنن الدّارمي : 2099، مسند أبي يعلٰى : 694، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۷۰) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۶۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے آپ کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سو اب ان کی زیارت کیا کریں، کیوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی ماں کی (قبر کی) زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے، یہ آخرت یاد دلاتی ہے، میں نے آپ کو تین دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا، میرا مقصد یہ تھا کہ مالدار لوگ ان لوگوں کے لیے فراخی پیدا کریں، جن کے پاس (قربانی کی) گنجائش نہیں ہے، اب آپ کھائیں بھی اور جمع بھی کر سکتے ہیں اور میں نے آپ کو کچھ برتنوں (کے استعمال) سے روکا تھا، برتن کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتا، ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

(صحیح مسلم : 106/977)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ أَنْ يُّخْلَطَا جَمِيعًا، وَعَنِ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ أَنْ يُّخْلَطَا جَمِيعًا، وَّكَتَبَ إِلٰى أَهْلِ جُرَشٍ أَنْ لَّا يَخْلِطُوا الزَّبِيبَ وَالتَّمْرَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ گدر (آدھی پکی ہوئی) کھجور اور (مکمل) پکی ہوئی کھجور، نیز خشک انگور (کشمش) اور کھجور کو اکٹھا ملا کر نبیذ بنایا جائے، نیز

آپ نے جُرش والوں کولکھ بھیجا کہ وہ خشک انگوراور کھجور کوملا کرنبیذ نہ بنائیں۔‘‘

(صحيح مسلم : 1990)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا أُنْزِلَ آخِرُ الْآيَاتِ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

’’جب سورت بقرہ کی آخری آیات اتریں، جن میں سود کا بیان ہے، تو نبی کریم ﷺ باہر نکلے اور لوگوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت کی، پھر آپ نے شراب کی خرید وفروخت کوحرام قرار دیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 459، صحيح مسلم : 1580)

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی:

’’فلاں آدمی نے شراب بیچی ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فلاں شخص کو اللہ تباہ کرے، اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے، ان پر چربی حرام کی گئی، توانہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 2223، صحيح مسلم : 1582)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے شراب، بت، مردار اور خنزیر کی خرید وفروخت کوحرام قرار دیا ہے۔ مسلمانوں میں سے کسی نے پوچھا: مردار کی چربی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اس سے چمڑے اور کشتیوں کو رنگا جاتا ہے، نیز لوگ اس سے چراغ

بھی جلاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: حرام ہے، اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے، جب ان پر چربی حرام ہوئی، تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھالی۔''

(صحيح البخاري : 2236، صحيح مسلم :1581)

سوال: کیا حق شفعہ ثابت ہے؟

جواب: ہر غیر منقولہ جائیداد کی خریداری کا اول حق دار پڑوسی ہے، جب تک اس پر جائیداد پیش نہ کی جائے، کسی دوسرے کو دینا جائز نہیں اور وہ حق شفعہ کر کے اس لین دین کو روک سکتا ہے، البتہ حق شفعہ ایک بار ہی حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد پڑوسی کو دوبارہ دعویٰ شفعہ کا حق حاصل نہیں۔

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَيُّكُمْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ أَوْ نَخْلٌ فَلَا يَبِعْهَا حَتّٰى يَعْرِضَهَا عَلٰى شَرِيكِهٖ .

''جس کے پاس زمین یا کھجور (کا باغ) ہو، تو وہ اسے اپنے ساجھی پر پیش کیے بغیر فروخت نہ کرے۔''

(مسند الإمام أحمد : 307/3، سنن النّسائي : 4704، سنن ابن ماجه : 2492، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (۵۵۲۴) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۴۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ مسند حمیدی (۱۳۰۹) میں سفیان بن عیینہ اور ابو الزبیر نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ شِرْكٍ لَّمْ يُقْسَمْ رَبْعَةٍ، أَوْ حَائِطٍ لَّا يَحِلُّ لَهٗ أَنْ يَّبِيعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيكَهٗ، فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ فَإِنْ بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهٖ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس مشترکہ چیز میں شفعہ کا حق رکھا ہے، جو تقسیم نہ ہوئی ہو، خواہ مکان ہو یا باغ ہو، اپنے ساجھی کو اطلاع دیے بغیر اسے بیچنا مالک کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ (ساجھی) چاہے گا، تو خرید لے گا، چاہے گا، تو چھوڑ دے گا۔ اگر مالک ساجھی کو بتائے بغیر فروخت کر دے، تو ساجھی اس کا زیادہ حقدار ہے۔''

(صحيح مسلم : 1608)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّمَا جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا، جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو، لیکن جب حدود مقرر ہو جائیں اور راستے بدل دیے جائیں، تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔''

(صحيح البخاري : 2213)

❁ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْجَارُ أَحَقُّ بِدَارِ الْجَارِ أَوِ الْأَرْضِ .

”پڑوسی ہمسائے کا گھر یا زمین خریدنے کا زیادہ حقدار ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 5/8-12، سنن أبي داوٗد : 3517، سنن التّرمذي : 1368، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ کہا ہے اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٦٤٤) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❀ سیدنا شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهٖ، زَادَ أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ : قُلْتُ لِعَمْرٍو : مَا سَقَبُهٗ؟ قَالَ : الشُّفْعَةُ، قُلْتُ : زَعَمَ النَّاسُ أَنَّهُ الْجِوَارُ؟ قَالَ : إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ ذٰلِكَ .

”پڑوسی قربت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔ابونعیم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے عمرو سے پوچھا:سقب سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:اس سے شفعہ مراد ہے۔میں نے کہا:لوگ تو کہتے ہیں کہ اس سے پڑوس مراد ہے۔ انہوں نے کہا:لوگ تو یہی کہتے ہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 389/4، مسند الطّيالسي : 973-1272، سنن الدّارقطني : 224/4، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٦٤٥) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

سوال:حرمت والے مہینے کون کون سے ہیں؟

جواب:حرمت والے مہینے چار ہیں؛

① ذوالقعدہ ② ذوالحجہ ③ محرم ④ رجب

(سوال): کیا سانپ بچھو وغیرہ کے ڈسنے پر دَم کرنا جائز ہے؟

(جواب): کوئی زہریلی چیز ڈس لے، تو جس طرح دوائی استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح دَم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ دَم کے الفاظ میں شرک وبدعت کی آمیزش نہ ہو، یہ بھی علاج کی ایک قسم ہے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''کسی سفر کے دوران ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، تو ایک بچی آ کر کہنے لگی: اس قبیلے کے سردار کو بچھو وغیرہ نے کاٹ لیا ہے اور ہمارے معالج غائب ہیں۔ کیا آپ میں کوئی دم کرنا جانتا ہے؟ ایک صحابی اس کے ساتھ چل دیئے۔ ہم نے انہیں کبھی دم کرتے نہیں دیکھا تھا، لیکن انہوں نے دم کیا اور وہ سردار صحت یاب ہو گیا۔ سردار نے انہیں تیس بکریاں دیں اور ہمیں دودھ بھی پلایا، وہ بکریاں لے کر آ گئے، تو ہم نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ دم کیسے کیا جاتا ہے؟ کہنے لگے: نہیں، میں نے تو بس سورت فاتحہ پڑھی اور دم کر دیا۔ بکریوں کے بارے میں ہم نے طے کیا، کہ اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کریں گے، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں۔ پھر ہم مدینہ منورہ پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ سورت فاتحہ سے دم کیا جاتا ہے؟ بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لیں اور میرا حصہ بھی رکھیے گا۔''

(صحيح البخاري: 5007، صحيح مسلم: 2201)

(سوال): کیا انگلیوں پر تسبیح کرنا جائز ہے؟

(جواب): تسبیح کسی بھی چیز پر گنی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کا مقصود گنتی پوری کرنا ہوتا ہے،

لہٰذا انگلیوں پر گن کر تسبیح کرنا جائز ہے۔

(سوال): کیا بہرے کو نکاح کا گواہ بنایا جا سکتا ہے؟

(جواب): چونکہ بہرہ سن نہیں سکتا، اس لیے وہ گواہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، البتہ اگر وہ نکاح نامہ اور اس میں طے شدہ شرائط پڑھ سکتا ہے، تو اس کی گواہی معتبر ہے۔

(سوال): اُصول شرع کتنے ہیں؟

(جواب): محدثین کرام کے ہاں بالا جماع اُصول شرع چار ہیں۔

① قرآن مجید ② حدیث ③ اجماع ④ قیاس صحیح۔

۞ علامہ ابوالحسین یحییٰ بن ابی الخیر یمنی رحمہ اللہ (۵۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأُصُولُ الَّتِي بَنٰى أَصْحَابُ الْحَدِيثِ عَلَيْهَا أَقْوَالَهُمُ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَالْإِجْمَاعُ وَالْقِيَاسُ .

''محدثین نے جن اُصولوں پر اپنے اقوال کی بنیاد ڈالی ہے، وہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں۔''

(الانتصار في الرّدّ على المُعتزلة القدرية الأشرار :1/102)

انہیں دلائل شرعیہ، احکام شرعیہ، ادلہ اربعہ، مآخذ شرعیہ، ادلۃ الاحکام، دلائل الفقہ، اُصول اربعہ، ادلۃ اجتہادیہ، مصادر اربعہ اور ادلہ سمعیہ بھی کہا جاتا ہے۔

۞ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْمُهَلَّبُ وَغَيْرُهُ : إِذَا كَانَ الرَّأْيُ وَالْقِيَاسُ عَلٰى أَصْلٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ أَوْ إِجْمَاعِ الْأُمَّةِ فَهُوَ مَحْمُودٌ، وَهُوَ الْاِجْتِهَادُ وَالْاِسْتِنْبَاطُ الَّذِي أَبَاحَهُ اللّٰهُ لِلْعُلَمَاءِ، وَأَمَّا

الرَّأْيُ الْمَذْمُومُ وَالْقِيَاسُ الْمُتَكَلَّفُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ، فَهُوَ مَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى هٰذِهِ الْأُصُولِ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ ظَنٌّ وَنَزْغٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَالدَّلِيلُ عَلٰى صِحَّةِ هٰذَا قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾(بني إسرائيل : ٣٦)

''علامہ مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے: جب رائے اور قیاس کی بنیاد کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع امت پر ڈالی جائے، تو وہ قیاس اور رائے محمود ہے۔ یہی وہ اجتہاد اور استنباط ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے علما کے لیے مباح قرار دیا ہے۔ جبکہ مذموم رائے اور ممنوع قیاس وہ ہے، جس کی بنا ان اُصولوں پر نہ ڈالی جائے، کیونکہ یہ محض گمان ہے اور شیطان کی چال ہے۔ اس کی دلیل فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾(بني إسرائيل : ٣٦) ''اس کی پیروی مت کریں، جس کا آپ کو علم نہیں۔''

(شرح صحيح البخاري : 351/10، التّوضيح لابن المُلَقِّن : 66/33)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأُصُولَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَالْإِجْمَاعُ وَالْقِيَاسُ وَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ فِي الْحَقِيقَةِ هُمَا الْأَصْلُ وَالْآخَرَانِ مَرْدُودَانِ إِلَيْهِمَا .

''اُصول شریعت درحقیقت قرآن، سنت، اجماع اور قیاس (صحیح) ہیں۔ درحقیقت قرآن اور حدیث ہی اصل ہیں، دوسرے دو (اجماع وقیاس) انہی کی طرف لوٹتے ہیں۔''

(فتح الباري : 366/4)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) نے بھی یہی اصول ذکر کیے ہیں۔

(كتاب المَجروحين : 158/3)

۞ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) نے بھی چار اُصول ذکر کیے ہیں۔

(كشف المُشكِل من حديث الصّحيحَين : 423/3)

۞ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) نے بھی چار اصول ذکر کیے ہیں۔

(سُبُل السّلام : 14/1)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) نے بھی یہی کہا ہے۔

(نيل الأوطار : 257/5)

سوال: قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی مشروع اور مستحب مؤکد سنت ہے، شعائر اسلام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے، یہ ضروریات دین میں سے ہے، جانتے بوجھتے اس کا انکار کفر والحاد ہے، مسلمانوں کا متواتر اور متوارث عمل ہے۔

۞ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الضَّحَايَا لَا يَجُوزُ ذِبْحُهَا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ .

''اجماع ہے کہ دس ذوالحجہ کے طلوع فجر سے پہلے قربانیاں ذبح کرنا جائز نہیں۔''

(الاجماع، ص 78)

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

اَلَّذِي يُضَحّٰى بِهٖ بِإِجْمَاعٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ الْأَزْوَاجُ الثَّمَانِيَةُ

وَهِيَ الضَّأْنُ وَالْمَعِزُ وَالْإِبِلُ وَالْبَقَرُ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ چار قسم کے جوڑوں کی قربانی ہوگی، بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد : 188/23)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (682ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ .

''مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔''

(الشّرح الكبير : 530/3)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ أَصْلَ مَشْرُوعِيَّتِهِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهَا بَيْنَ الْأُمَّةِ فَإِنَّهُ يَكْفُرُ .

''جس عمل کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہو، اس کا سرے سے انکار کر دے، تو کافر ہو جائے گا۔''

(فتاویٰ شامی : 314/6)

❁ نیز نقل کرتے ہیں:

لَوْ أَنْكَرَ أَصْلَ الْوِتْرِ وَأَصْلَ الْأُضْحِيَّةِ كَفَرَ .

''اگر کوئی شخص وتر اور قربانی کی مشروعیت کا انکار کرے، وہ کافر ہو جائے گا۔''

(فتاویٰ شامی : 314/6)

سوال: قربانی کے لیے جانور کی عمر کتنی ہونی چاہیے؟

جواب: قربانی کے جانور کا دوندا ہونا شرط ہے، یہ کم سے کم عمر ہے، ورنہ اس سے

زائدعمر کے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ .

''دونداجانور ہی ذبح کریں، تنگی کی صورت میں بھیڑ کی نسل سے جذعہ ذبح کرلیں۔''

(صحيح مسلم : ١٩٦٣)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''ارباب علم مُسِنَّةٌ دوندے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کو کہتے ہیں، نیز اس حدیث میں وضاحت ہے کہ بھیڑ کے علاوہ جنس کا جَذَعَةٌ بطور قربانی جائز نہیں، بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ اس پر اجماع ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : ٢/١٥٥)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَنِيًّا فَصَاعِدًا وَاسْتَسْمِنْ فَإِنْ أَكَلْتَ أَكَلْتَ طَيِّبًا وَإِنْ أَطْعَمْتَ أَطْعَمْتَ طَيِّبًا .

''قربانی کا جانور دوندا یا اس سے بڑا ہو، اسے خوب فربہ کیجئے، جب کھلائیں، تو اچھا کھلائیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٩/٢٧٣، وسندهٗ صحيحٌ)

تمام اہل لغت کے نزدیک مسنہ کا معنی دوندا ہے۔ بعض اہل علم نے سہولت کے پیش نظر جانور کی عمر بیان کردی ہے۔ اگر اس عمر کو پہنچ جاتا ہے، مگر دوندا نہیں ہوتا، تو قربانی جائز

نہیں۔اس لیے قربانی میں شرط جانور کے دوندا ہونے کی ہے، نہ کہ عمر کی۔

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ العِلْمِ أَنْ لَا يُجْزِءَ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ، وَقَالُوا: إِنَّمَا يُجْزِءُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بکری کی جنس کا''جذعہ'' قربانی میں کفایت نہیں کرتا، جبکہ بھیڑ کی جنس کا''جذعہ'' کفایت کرتا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث: ١٥٠٨)

۞ سیدنا ابو بردہ بن دینار انصاری رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم فرمایا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس کھیرا بکرا ہے، جو دوندا سے بہتر ہے۔فرمایا:

اِذْبَحْهَا، وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

''آپ اسی کی قربانی کر سکتے ہیں، لیکن کسی اور کے لیے کھیرا بکرا کفایت نہیں کرے گا۔''

(صحيح البخاري: ٩٦٨، صحيح مسلم: ١٩٦١)

''جذعہ'' کی عمر میں اختلاف ہے، جمہور ایک سال کے قائل ہیں اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا لَهُ سَنَةٌ تَامَّةٌ، هٰذَا هُوَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَهُوَ الْأَشْهَرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَغَيْرِهِمْ.

''بھیڑ کی جنس کا ''جذعہ'' مکمل ایک سال کا ہوتا ہے، یہی ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ترین ہے اور اہل لغت کے ہاں مشہور ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ۲/۱۵۵)

اس حدیث میں مذکورہ حکم عام ہے اور ہر جانور کو شامل ہے، وہ بکری کی جنس ہو یا بھیڑ کی، گائے کی جنس ہو یا اونٹ کی، سب کا دوندا ہونا ضروری ہے، وہ صحیح احادیث جن میں بھیڑ کے جَذَعَةٌ کی قربانی کا جواز ہے، وہ تنگی پر محمول ہیں، یعنی دوندا جانور نہ ملے، تو ایک سال کا دنبہ یا بھیڑ ذبح کی جاسکتی ہے، اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

تنگی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛

① دوندا جانور دستیاب نہ ہونا۔

② قوت خرید سے باہر ہونا۔

تنبیہ:

بعض ناعاقبت اندیش جانور دوندا باور کروانے کے لئے سامنے والے دانت توڑ دیتے ہیں، یہ محض دھوکا اور فریب ہے، ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

(سوال): جانور میں کون سے عیوب قربانی کے لیے مانع ہیں؟

(جواب): جانور میں درج ذیل عیوب ونقائص نہ ہوں؛

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ، الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِي .

''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں: (۱) کانا (۲) واضح بیمار (۳) لنگڑا

(۴) شکستہ ولاغر۔''

(مسند الإمام أحمد : ٨٤/٤، سنن أبي داؤد : ٢٨٠٢ ، سنن النسائي : ٤٣٧٤ ، سنن الترّمذي : ١٤٩٧ ، سنن ابن ماجه : ٣١٤٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن خزیمہ (۲۹۱۲)، امام ابن حبان (۵۹۱۹، ۵۹۲۲)، امام ابن الجارود (۴۸۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۴۶۸) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

خریداری کے بعد عیب پیدا ہو جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ أَصَابَهَا بَعْدَ مَا اشْتَرَيْتُمُوهَا فَأَمْضُوهَا، وَإِنْ كَانَ أَصَابَهَا قَبْلَ أَنْ تَشْتَرُوهَا فَأَبْدِلُوهَا .

''خریداری کے بعد عیب پیدا ہو، تو قربانی کر لیں، عیب پہلے سے موجود ہو، تو جانور بدل لیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٨٩/٩ ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ أُضْحِيَتَهٗ فَمَرِضَتْ عِنْدَهٗ، أَوْ عَرَضَ لَهَا مَرَضٌ فَهِيَ جَائِزَةٌ .

جانور خریدنے کے بعد بیمار ہو جائے، تو قربانی جائز ہے۔''

(مصنّف عبدالرّزاق : ٣٨٦/٤ ، ح : ٨١٦١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (قربانی کے) جانور

کی آنکھیں اور کان بغور دیکھنے کا حکم فرمایا۔

(سنن النّسائي : ٤٣٨١، سنن التّرمذي : ١٥٠٣، سنن ابن ماجه : ٣١٤٣، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح'' امام ابن خزیمہ (۲۹۱۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

یہ حکم وجوبی نہیں، بلکہ استحباب پر محمول ہے۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کان کٹے اور ٹوٹے سینگ والے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٨٠٥، سنن النّسائي : ٤٣٨٢، سنن التّرمذي : ١٥٠٣، سنن ابن ماجه : ٣١٤٥، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امامِ ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

یاد رہے کہ کان اور سینگ میں معمولی نقص مضر نہیں۔

تنبیہ:

① بعض جانوروں کے پیدائشی طور پر خصیتین نہیں ہوتے، ایسے جانوروں کی قربانی درست ہے۔

② پیدائشی طور پر سینگوں کا نہ ہونا قربانی سے مانع نہیں۔

③ حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے، اجتناب بہتر ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا ایام قربانی میں کوئی وقت قربانی کے لیے ممنوع ہے؟

(جواب): ایام قربانی میں کوئی وقت ممنوع نہیں، دن رات میں کسی بھی وقت قربانی کی جاسکتی ہے۔

(سوال): جو شخص بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو، کیا وہ لیٹ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): ایسا مجبور شخص لیٹ کر نماز پڑھ سکتا ہے، نماز بہر صورت ادا کرنی ہے۔

(سوال): کیا حائضہ کے لیے پاک ہو کر مقام مخصوصہ پر خوشبو لگانا جائز ہے؟

(جواب): جی ہاں، حیض کی باقی ماندہ بدبو کو ختم کرنے کے لیے کوئی بھی خوشبو استعمال کی جاسکتی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حیض کا غسل کیسے کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا طریقہ سکھایا۔ پھر فرمایا: خوشبو کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کریں۔ بولی: کیسے پاکیزگی حاصل کروں؟ فرمایا: سبحان اللہ (تعجب ہے کہ ایسی بات بھی سمجھ میں نہیں آئی)، اس سے پاکیزگی حاصل کریں۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ چھپالیا۔''

(صحیح مسلم: 332)

سوال: کیا حائضہ مسجد میں داخل ہوسکتی ہے؟

جواب: حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَتْ : فَقُلْتُ : إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ : إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ .

''رسولِ اکرم ﷺ نے مسجد سے مجھے حکم فرمایا: چٹائی پکڑائیں۔ عرض کیا: میں تو ماہواری میں ہوں، فرمایا: ماہواری آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

(صحیح مسلم : 298)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ، نَاوِلِينِي الثَّوْبَ، فَقَالَتْ : إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ : إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ .

''رسولِ اکرم ﷺ مسجد میں تھے، آپ نے فرمایا: عائشہ! مجھے کپڑا پکڑائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حائضہ ہوں۔ فرمایا: ماہواری ہاتھ کو تو نہیں آئی۔''

(صحیح مسلم : 299)

معلوم ہوا کہ ماہواری میں مسجد میں داخلہ جائز نہیں۔ ایامِ مخصوصہ میں مسجد میں داخلہ ممنوع نہ ہوتا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چٹائی پکڑانے سے احتراز نہ کرتیں اور نبی کریم ﷺ کو وضاحت کی نوبت نہ آتی، پھر رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ ہاتھ داخل کرنے میں کوئی حرج

نہیں، واضح اشارہ ہے کہ حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛

إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ البَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ؛ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (بحالتِ اعتکاف) سے اپنا سر مبارک میری جانب (حجرہ میں) داخل فرماتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے بلاضرورت گھر نہیں آتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 2029، صحيح مسلم : 297)

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی، حائضہ کا مسجد میں داخلہ جائز ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد میں داخل کیوں نہ ہوئیں اور انہیں باہر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کنگھی کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں دوشیزائیں، حائضہ عورتیں اور پردہ نشین خواتین کو بھی عیدگاہ میں لے کر جائیں، البتہ حائضہ نماز کی جگہ سے الگ رہیں، جبکہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ فرمایا: اس کی اسلامی بہن اسے اپنی چادر دے دے۔“

(صحيح البخاري :981، صحيح مسلم : 890)

۞ امام بیہقی رحمہ اللہ باب باندھتے ہیں؛

بَابُ الْحَائِضِ لَا تَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَلَا تَعْتَكِفُ فِيهِ .

''حائضہ مسجد میں داخل ہوسکتی ہے، نہ اس میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔''

(السنن الکبریٰ :308/1)

اسلافِ امت بھی حائضہ کا مسجد جانا جائز نہیں سمجھتے تھے:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

كَانَتْ لَا تَرٰى بَأْسًا أَنْ تَمَسَّ الْحَائِضُ الْخُمْرَةَ .

''آپ رضی اللہ عنہا حائضہ کے لئے (مسجد کی) چٹائی چھونے میں حرج نہیں جانتی تھیں۔''

(سنن الدارمي : 1116، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا تَقْرَبِ الْمَسْجِدَ حَتّٰى تَطْهُرَ .

''حائضہ پاک ہونے تک مسجد کے قریب نہ پھٹکے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :342/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يَقُولُ لِجَارِيَتِهٖ : نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَتَقُولُ :
إِنِّي حَائِضٌ، فَيَقُولُ : إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ بِيَدِكِ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لونڈی کو مسجد سے چٹائی پکڑانے کا حکم دیتے۔ وہ کہتی: حائضہ ہوں۔ فرماتے: حیض ہاتھ کو تو نہیں آیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 360/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ أَنْ تَضَعَ الْحَائِضُ فِي الْمَسْجِدِ الشَّيْءَ وَتَأْخُذَهُ مِنْهُ، وَلَا تَدْخُلُهُ .

''ماہواری میں مسجد سے کوئی چیز اٹھائے یا رکھے، اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 360/2، وسندهٗ صحيحٌ)

نوٹ:

بعض اہل علم کا موقف ہے کہ حائضہ مسجد میں داخل ہوسکتی ہے، استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں،

إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ .

''مسلمان نجس نہیں ہوتا۔'' (صحيح مسلم : 372)

یہ استدلال انتہائی ضعیف اور کمزور ہے۔ اس بحث کا تعلق پا کی ناپا کی سے نہیں، بل کہ شریعت کا حکم ہے حائضہ کا مسجد میں داخلہ جائز نہیں، اس حدیث کو دلیل بنا کر حائضہ کو مسجد میں داخلے کی اجازت دی جاسکتی ہے، تو پھر اسی حدیث کی رُو سے اس کے لئے نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن وغیرہ کی اجازت بھی ہونی چاہیے۔

کسی صحابی یا تابعی سے باسند صحیح ثابت نہیں کہ اس نے ماہواری میں مسجد جانا جائز قرار دیا ہو۔

تنبیہ:

❁ عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُونَ فِي الْمَسْجِدِ، وَهُمْ مُّجْنِبُونَ، إِذَا تَوَضَّؤُوا وُضُوءَ الصَّلَاةِ.

''میں نے کئی صحابہ کو دیکھا وہ حالتِ جنابت میں وضو کر کے مسجد میں بیٹھ جاتے تھے۔''

(تفسير ابن كثير : 313/2، نقلا عن سنن سعيد بن منصور)

اس اثر کی سند ضعیف ہے، ہشام بن سعد مدنی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

ماہواری میں مسجد جانا جائز نہیں۔

(سوال): ہم جنس پرستی کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

(جواب): فطری خواہش کی تکمیل کی حد مقرر ہے؛ اپنی بیوی کے پاس آؤ یا اپنی لونڈی سے حظ اٹھاؤ، اس کے سوا کوئی تیسرا رستہ اپنانا منع ہے۔

یعنی یہ دو رستے فطرت سے ہیں اور ان سے سوا جتنے بھی راہ ڈھونڈ لئے گئے ہیں، وہ اللہ کے باغیوں کے اختیار کردہ رستے ہیں، وہ چاہے غیر عورت سے زنا ہو یا ہم جنس پرستی (Homosexuality)، ہر دو طریقے قبیح اور غیر فطری ہیں۔

اسلام نے جس طرح ایک زانی کے لئے حد مقرر کی ہے، اسی طرح ایک ہم جنس پرست (Homosexual) پر بھی حد مقرر کی گئی ہے۔

ہم جنس پرستی معاشرے کے لئے ناسور ہے، یہ ایسی درندگی ہے، جو زہر ہلاہل سے زیادہ قاتل ثابت ہوتی ہے۔ یہ انتہائی مہلک غلطی اور نفس کا دھوکہ ہے، جو عزت کے معیار کو تار تار کر دیتا ہے۔ اس خبیثہ سے ہر حقیقت شناس اور سلیم الفطرت انسان کو گھن آتی ہے، دل

کالے ہو جاتے ہیں اور یہ انسانی صحت کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ جو قومیں اس عمل میں مبتلا کر دی جائیں، اللہ کی جانب سے سخت گرفت کا شکار ہو جاتی ہیں، ناسپاسی اور نافرمانی کے برے نتائج ان کی حالت سے ظاہر ہوتے ہیں، ان کی اخلاقی زندگی کا معیار انتہائی پست ہونے لگتا ہے، عفت و عصمت کا جوہر گم کر بیٹھتی ہیں اور ہمت و شجاعت ان سے مفقود ہو جاتی ہے۔

❁ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (۱۸۷ھ) فرمایا کرتے تھے:

لَوْ أَنَّ لُوطِيًّا اغْتَسَلَ بِكُلِّ قَطْرَةٍ مِنَ السَّمَاءِ لَقِيَ اللّٰهَ غَيْرَ طَاهِرٍ .

''ایک لوطی اگر آسمان سے گرنے والے پانی کے ہر قطرے سے نہالے، تو بھی اللہ کو ناپاکی کی حالت میں ملے گا۔''

(ذمّ الهوىٰ لابن الجوزي، ص 208، وسندهٗ صحيحٌ)

لواطت سے رشتوں کا تقدس اور حرمت بھی ختم ہو جاتی ہے، اسی لئے قرآن مجید نے اسے فاحشہ اور خبائث سے تعبیر کیا ہے۔ فاحشہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنی حد سے گزر جائے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف: 33)

''کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری و باطنی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے، میرے رب نے اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ تم اس کے ساتھ شرک کرنے لگو، جس پر کوئی دلیل

نازل نہیں ہوئی ہے، اور اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہنے لگو جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔''

زنا اور لواطت ناحق اور ناجائز طریقہ ہے، اس لئے باطل ہے اور فحاشی ہے۔ شیطان تم کو فحاشی کی طرف ہی بلاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾(البقرة : 169)

''وہ تم کو برائی، بے حیائی اور اللہ پر جھوٹ باندھنے کا حکم دیتا ہے۔''

افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ بعض ممالک میں اس رسوائی اور فحاشی کو قانونی تحفظ دے دیا گیا ہے۔ مرد مرد سے نکاح کر لیتا ہے اور عورت عورت سے نکاح کر لیتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چیلنج ہے، انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ اللہ کی زمین پر فساد کی بدترین صورت ہے۔

❁ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولٰى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

''پہلی نبوتوں کا کلام جو لوگوں کو پہنچا ہے، وہ یہ ہے کہ جب آپ میں حیا نہ رہے تو آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 6120)

آہ کہ اب قوموں سے شرم وحیا کا عنصر مفقود ہوتا جا رہا ہے، اسی لئے ان شنیع جرائم

کو جواز کے پردے میں چھپانے کی کوششیں بھی عام ہو رہی ہیں، ارے جو عمل انسان کو اپنے رب کا باغی اور نافرمان بنا دے، وہ کیونکر جائز اور بہتر عمل ہو سکتا ہے؟

بھلا اسلام ایسے جرم کی حمایت کیسے کر سکتا ہے؟ اس مہلک اور کبیرہ گناہ کو سند جواز دینے والوں سے کوئی پوچھے کہ کفار کے برے اعمال، جن کی پاداش میں وہ خود ہلاک ہو گئے، خیر کے پیامبر کیونکر ہو سکتے ہیں؟ یہ تو بے حیائی اور نری بے شرمی ہے، جس میں سرتاسر ہلاکت خیزیاں پنہاں ہیں۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾

(بني إسرائيل : 32)

''زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو، یقیناً یہ فحاشی اور برا راستہ ہے۔''

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزْنُوا . ''زنا مت کرو۔''

(صحيح البخاري : 18، صحيح مسلم : 1709)

(سوال): غلام آزاد کرنے پر کیا اَجر و ثواب ہے؟

(جواب): غلام کو آزاد کرنے کا بڑا اجر و ثواب بیان ہوا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا، اسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ .

''جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا، تو اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے

آزاد کرنے والے کا ہر عضو جہنم سے محفوظ رکھے گا۔''

(صحيح البخاري : 2517، صحيح مسلم : 1509)

سوال: کیا کوئی ایسا عمل ہے، جس پر غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ملتا ہو؟

جواب: اب غلاموں کا دور تو نہیں ہے، البتہ کچھ ایسے اعمال موجود ہیں، جن کے کرنے سے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، ملاحظہ فرمائیں؛

❀ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص دس مرتبہ یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .

''اللہ کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے، خاص اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

اسے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔''

(صحيح البخاري : 6404؛صحيح مسلم : 2693؛ واللفظ لهٗ)

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے دن میں سو مرتبہ یہ کلمہ کہا:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے،

اسی کی بادشاہی ہے، حمد اسی کے لیے خاص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔‘‘
اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھ دی جائیں گی، شام تک شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور اس دن عمل میں کوئی اس کا ہم پلہ نہیں ہوگا، سوائے اس سے بھی زیادہ عمل کرنے والے کے۔‘‘

(صحيح البخاري : 6403؛ صحيح مسلم :2691)

سوال: کیا اعتکاف صرف مسجد میں جائز ہے؟

جواب: مرد ہو یا عورت، اعتکاف مسجد کے ساتھ خاص ہے، نیز اعتکاف ہر مسجد میں ہوسکتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾(البقرة : ١٨٧)

’’تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو۔‘‘

❀ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَمَّ اللّٰهُ الْمَسَاجِدَ كُلَّهَا وَلَمْ يَخُصَّ شَيْئًا مِنْهَا .

’’اللہ تعالیٰ نے تمام مسجدوں کو شامل کیا ہے، کسی مسجد کو خاص نہیں کیا۔‘‘

(مؤطأ الإمام مالك :313/1)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْاعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا .

’’تمام مساجد میں اعتکاف (کا بیان)‘‘

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 2025)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِکَافُ جَائِزٌ فِي جَمِیعِ الْمَسَاجِدِ عَلٰی ظَاهِرِ الْآیَةِ .

''آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔''

(الإشراف علی مذاهب العلماء : 160/3)

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا .

''میرے لیے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔''

(صحیح البخاري : 335، صحیح مسلم :521)

اس حدیث کے تحت علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پوری زمین میں نماز جائز ہے، ورنہ تو نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ پیشاب و پاخانہ مسجد کے علاوہ ہر جگہ جائز ہے، لہٰذا یہ بات درست ہے کہ مسجد کے علاوہ مقامات کا مسجد والا حکم نہیں ہے، یہ بھی درست ہے کہ مسجد کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار : 428/3)

③ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِکَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، یُجْمَعُ فِیهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے، جس میں نماز با جماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شیبة : 90/3، وسندهٗ صحیحٌ)

④، ⑤ امام حکم بن عتیبہ اور امام حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْتَكَفُ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يَجْمَعُونَ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں کیا جا سکتا ہے، جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يُجْمَعُ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے، جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ، إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ .

''اعتکاف اس مسجد میں درست ہے، جس میں نماز کی جماعت ہوتی ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا قِلَابَةَ اعْتَكَفَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ .

''امام ابوقلابہ رحمہ اللہ نے اپنے علاقے کی مسجد میں اعتکاف کیا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 89/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالِاعْتِكَافِ فِي مَسَاجِدِ الْقَبَائِلِ .

''قبائل کی مساجد میں اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، أَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ الْاعْتِكَافُ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ يُجَمَّعُ فِيهِ .

''ہمارا اتفاقی مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے، اس میں اعتکاف کرنا مکروہ نہیں ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 313/1)

(سوال): اعتکاف کی فضیلت کیا ہے؟

(جواب): اعتکاف کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل ہے، آپ نے اس پر ہمیشگی کی، صحابہ کرام نے بھی بڑے ذوق وشوق سے اعتکاف کیا، ہر دور کے صلحا کا اس پر عمل رہا ہے۔ لیکن اعتکاف کی مخصوص فضیلت کے متعلق جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں، ساری کی ساری ضعیف ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَا زَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے، حتی کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔''

(صحيح البخاري : 2026، صحيح مسلم : 1172)

(سوال): اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اعتکاف سنت ہے، البتہ جس نے اعتکاف کی نذر مانی ہو، تو اس کے لیے نذر پوری کرنا واجب ہے۔

(سوال): مسنون اعتکاف کیا ہے؟

(جواب): مسنون اعتکاف رمضان کا آخری عشرہ ہے۔ ایک دو دن کا اعتکاف مسنون نہیں، البتہ اگر ایک یا دو دن کے اعتکاف کی نذر مانی ہے، تو اسے پورا کرنا ضروری ہے، باقی جو مسنون اور مستحب اعتکاف ہے، وہ رمضان میں آخری عشرہ ہے، واللہ اعلم!

(سوال): کیا اعتکاف کے لیے روزے کی شرط ہے؟

(جواب): اعتکاف الگ عبادت ہے اور روزہ الگ۔ جو شخص بیماری یا کبرِ سنی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو، وہ اعتکاف کر سکتا ہے۔ اسی طرح جو معتکف دوران اعتکاف بیمار ہو جائے اور روزہ توڑ دے، تو اس کا اعتکاف برقرار ہے، کیونکہ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے روزہ شرط نہیں ہے۔

(سوال): کیا نابالغ بچہ اعتکاف کر سکتا ہے؟

(جواب): اعتکاف نفلی عبادت ہے، ہر بالغ و نابالغ کر سکتا ہے، البتہ انتظامی ضرورت کے لیے اگر نابالغ بچوں پر پابندی لگا دی جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

(سوال): اگر دوران اعتکاف عورت کو حیض آ جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): دوران اعتکاف حیض آنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، حائضہ فوراً مسجد سے نکل جائے، اس پر اعتکاف کی قضا واجب نہیں، کیونکہ اعتکاف نفلی عبادت ہے اور نوافل کی قضا واجب نہیں ہوتی۔

(سوال): جو معتکف بلا ضرورت مسجد سے باہر کام کاج کے لیے چلا جائے، اس کے

اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس کا اعتکاف فاسد ہے، کیونکہ مسجد سے انتہائی ضروری کام کے لیے ہی جایا جا سکتا ہے۔

(سوال): دوران اعتکاف سگریٹ نوشی کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دورانِ اعتکاف سگریٹ پینا گناہ ہے، البتہ اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

(سوال): کیا اعتکاف توڑنے پر قضا واجب ہے؟

(جواب): اعتکاف نفلی عبادت ہے، اس کی قضا مستحب ہے، واجب نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جب کسی نفل کو شروع کر کے ترک کیا جائے، تو اس کی قضا واجب ہو جاتی ہے، جبکہ جمہور اہل علم کا مذہب ہے کہ کسی نفل کام کو شروع کیا جائے، تو اختتام تک نفل ہی رہتا ہے، واجب نہیں ہوتا، سوائے نفلی حج اور عمرہ کے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ میں آپ کا خیمہ لگاتی اور آپ فجر کے بعد اس میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے خیمہ لگانے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دے دی، تو انہوں نے خیمہ لگایا، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی خیمہ لگا دیا، صبح جب اتنے سارے خیمے دیکھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیا؟ جب بتا دیا گیا تو فرمایا: آپ اسے نیکی سمجھ رہی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ کا اعتکاف ترک کر دیا اور شوال کا ایک عشرہ اعتکاف کیا۔''

(صحيح البخاري: 2033)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نوافل رہ جائیں، تو قضا مستحب ہے، مالکیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ عمل شروع کرنے کے بعد اگر مکمل نہیں کیا تو قضا واجب ہے۔ حالانکہ یہ استدلال درست نہیں۔''

(فتح الباري : 277/4)

ازواج مطہرات سے ثابت نہیں کہ انہوں نے اعتکاف کی قضا دی ہو۔

سوال: کیا ''اعرج'' (لنگڑا) کی امامت جائز ہے؟

جواب: امامت کا اہل ہو، تو لنگڑا شخص امام بن سکتا ہے، کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا لنگڑا جانور قربانی میں ذبح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جانور میں لنگڑا پن بالکل ظاہر ہو، تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر معمولی سا لنگڑا پن ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

۞ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ، الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِي .

''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں: (۱) کانا (۲) واضح بیمار (۳) واضح لنگڑا (۴) شکستہ و لاغر۔''

(مسند الإمام أحمد : ٨٤/٤، سنن أبي داؤد : ٢٨٠٢ ، سنن النسائي : ٤٣٧٤ ، سنن التّرمذي : ١٤٩٧ ، سنن ابن ماجه : ٣١٤٤، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نابینا شہادت دے سکتا ہے؟

(جواب): قرائن وشواہد کی بنا پر نابینا کی شہادت قبول ہے۔

(سوال): کیا نابینا نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب): نابینا نکاح کر سکتا ہے۔

(سوال): کیا کانا جانور قربانی لگ سکتا ہے؟

(جواب): کانا جانور قربانی میں ذبح نہیں کیا جا سکتا۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں: (۱) کانا (۲) واضح بیمار (۳) واضح لنگڑا (۴) شکستہ ولاغر۔''

(مسند الإمام أحمد : ٨٤/٤، سنن أبي داؤد : ٢٨٠٢ ، سنن النسائي : ٤٣٧٤ ، سنن التّرمذي : ١٤٩٧ ، سنن ابن ماجه : ٣١٤٤، وسندهٗ صحيحٌ)

البتہ اگر عیب خریداری کے بعد پیدا ہوا ہے، تو اس کی قربانی کی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ أَصَابَهَا بَعْدَ مَا اشْتَرَيْتُمُوهَا فَأَمْضُوهَا، وَإِنْ كَانَ أَصَابَهَا قَبْلَ أَنْ تَشْتَرُوهَا فَأَبْدِلُوهَا .

''خریداری کے بعد عیب پیدا ہو، تو قربانی کر لیں، عیب پہلے سے موجود ہو، تو جانور بدل لیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٨٩/٩ ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ أُضْحِيَتَهٗ فَمَرِضَتْ عِنْدَهٗ، أَوْ عَرَضَ لَهَا مَرَضٌ

فَهِيَ جَائِزَةٌ .

جانور خریدنے کے بعد بیمار ہو جائے، تو قربانی جائز ہے۔''

(مصنّف عبدالرّزاق : ٤/٣٨٦ ، ح : ٨١٦١، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: جس نے بے ہوشی کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دی یا کفریہ کلمات منہ سے نکال دیے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بے ہوشی میں کیا گیا کوئی عمل معتبر نہیں، اس حالت میں جو کچھ بھی سرزد ہو، اس پر مؤاخذہ نہیں، کیونکہ بے ہوش انسان آفاقہ تک مکلّف نہیں رہتا۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد : 741، وسندهٗ صحيحٌ)

لہٰذا حالت بے ہوشی میں دی گئی طلاق معتبر نہیں اور اس حالت میں کفر کلمات ادا کرنے سے کفر لازم نہیں آتا، البتہ اسے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

سوال: اگر دوران حج بے ہوشی ہو جائے، تو حج کا کیا حکم ہے؟

جواب: بے ہوشی سے حج فاسد نہیں ہوتا، اسے چاہیے کہ آفاقہ کے بعد وہ مناسک حج جاری رکھے۔

سوال: کیا بے ہوشی سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا بے ہوشی کے بعد غسل کرنا ضروری ہے؟

جواب: بے ہوشی سے آفاقہ ہو، تو غسل کرنا مستحب ہے۔

❁ عبداللہ بن عتبہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے بارے میں نہیں بتائیں گی؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو استفسار فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں، وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا: میرے لیے برتن میں پانی ڈالیے۔ ہم نے ایسا کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا۔ تین دفعہ اسی طرح ہوا۔۔۔''

(صحيح البخاري : 687، صحيح مسلم : 418)

اس سے ثابت ہوا کہ غشی کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حالت روزہ میں بے ہوشی ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بے ہوشی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: روزہ کب افطار کرنا چاہیے؟

جواب: روزہ افطار کا وقت غروب آفتاب کے فوراً بعد ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾(البقرة : ١٨٧)

''روزہ رات تک مکمل کرو۔''

پوری امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جوں ہی سورج غروب ہو، روزہ افطار کر دیا جائے۔ احادیث صحیحہ اس کی تائید کرتی ہیں۔

❀ بشیر ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صُومُوا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ، وَأَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ، فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ فَأَفْطِرُوا .

''روزہ ایسے رکھیں، جیسے اللہ نے حکم دیا ہے اور روزہ رات تک مکمل کریں، جوں ہی رات داخل ہو، افطار کر لیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 225/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ .

''جب اس (مغرب کی) طرف سے رات نمودار ہو جائے، اس (مشرق کی) طرف سے دن ختم ہو جائے اور سورج غروب ہو جائے، تو روزے دار کی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1954 ، صحيح مسلم : 1100)

سوال: کیا غروب آفتاب کے بعد روزہ جلدی افطار کرنا مسنون و مستحب ہے؟

جواب: روزہ جلدی افطار کرنا انبیا کی سنت اور اہل سنت کا شعار ہے۔ احادیث متواترہ اور اجماع امت اس پر دلالت کناں ہیں اور اسی میں امت کی خیر پنہاں ہے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ .

''لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 1957 ، صحيح مسلم : 1098)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے:

بَابُ ذِكْرِ دَوَامِ النَّاسِ عَلَى الْخَيْرِ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ وَفِيهِ كَالدِّلَالَةِ عَلٰى أَنَّهُمْ إِذَا أَخَّرُوا الْفِطْرَ وَقَعُوا فِي الشَّرِّ .

''اس بات کا بیان ہے کہ لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ جب افطار میں تاخیر کریں

گے،تو شر میں واقع ہو جائیں گے۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث: 2059)

۞ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اشارہ کیا ہے کہ (دنیوی واخروی) معاملات کی بربادی کا سبب جلد افطار کرنے کی سنت کو بدلنا ہے۔ نیز افطاری میں تاخیر اور اس حوالے سے سنت کی مخالفت کرنا، جانتے بوجھتے امور (دین ودنیا) کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔''

(إكمال العلم بشرح صحيح مسلم: 34/4)

۞ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (٦٦١ھ) لکھتے ہیں:

''روزہ جلدی افطار کرنے میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت ہے، یہ ستاروں کے طلوع ہونے پر افطار کرتے تھے، پھر یہ ہماری امت میں اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے، یہ ان کی نشانی ہے، حالانکہ اس عمل پر رسول اللہ ﷺ راضی نہیں تھے۔''

(المُيَسَّر في شرح مصابيح السّنّة: 463/2، المِرقاة للملا علي: 1381/4)

۞ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''غروب شمس کے یقین ہو جانے کے فورا بعد افطار کرنا بالاتفاق مستحب ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ نیز اس میں شیعہ کا رد ہے کہ جو افطار میں تاخیر کرتے ہیں اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ شاید لوگوں کے خیر پر رہنے کا سبب جلدی افطار کرنا ہے، کیونکہ اگر وہ افطار تاخیر سے کریں گے، تو خلاف سنت عمل کے مرتکب ٹھہریں گے اور خیر پر تب تک رہیں گے، جب تک سنت پر عمل پیرا رہیں گے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 26/2)

❀ علامہ زیلعی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى الرَّدِّ عَلَى الشِّيعَةِ الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ الْفِطْرَ إِلٰى ظُهُورِ النَّجْمِ لِأَنَّهُمْ إِذَا أَخَّرُوهُ كَانَ عَلٰى خِلَافِ السُّنَّةِ .

''اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو ستاروں کے طلوع ہونے تک افطاری میں تاخیر کرتے ہیں، کیونکہ یہ تاخیر خلافِ سنت ہے۔''

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق :343/1)

❀ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) لکھتے ہیں:

فِي التَّعْجِيلِ رَدٌّ عَلَى الشِّيعَةِ الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ إِلٰى ظُهُورِ النُّجُومِ .

''روزہ جلدی افطار کرنے میں شیعہ کا رد ہے، جو افطاری کو ستاروں کے طلوع ہونے تک مؤخر کرتے ہیں۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 400/13)

❀ تابعی کبیر، ابوعطیہ وادعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں اور مسروق رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے، ہم نے کہا: ام المومنین! دو صحابی ہیں، ایک جلدی افطار کر لیتے ہیں اور نماز بھی جلدی ادا کرتے ہیں، جبکہ دوسرے (تھوڑی) تاخیر سے افطار کرتے ہیں اور نماز میں بھی تاخیر کر دیتے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کون ہیں، جو افطار اور نماز میں جلدی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، تو سیدہ نے فرمایا: جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم : 1099)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، لِأَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُونَ .

''دین تب تک غالب رہے گا، جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود ونصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔''

(سنن أبي داود : 2353، السنن الكبرى للنسائي : 3313، سنن ابن ماجه : 1698، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۰۶۰) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۰۳) نے صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۳۱) نے اسے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع:۶/۴۰۴) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادُهٗ صَحِيحٌ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند ''صحیح'' ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزّجاجة : 71/2)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ صَلّٰى صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يُفْطِرَ، وَلَوْ عَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَاءٍ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے افطار کیے بغیر مغرب

کی نماز پڑھائی ہو، چاہے پانی کے ایک گھونٹ پر ہی افطار کرلیں۔"

(صحیح ابن حبان : 3504، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا .

"ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔"

(المُعجم الکبیر للطّبراني : 199/11، وسندہٗ صحیحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔

(تنویر الحوالك : 133/1)

ان تمام احادیث کے متعلق حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ مُتَوَاتِرَةٌ صِحَاحٌ .

"یہ احادیث متواتر اور "صحیح" ہیں۔"

(الاستذکار : 345/3)

❀ علامہ ابن رشد قرطبی (۵۹۵ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مِنْ سُنَنِ الصَّوْمِ تَأْخِيرَ السُّحُورِ وَتَعْجِيلَ الْفِطْرِ .

"فقہا کا اجماع واتفاق ہے کہ سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا روزے کی سنن میں شامل ہے۔"

(بداية المجتهد ونهاية المقتصد : 404/1)

❀ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ سُنَّةٌ مُّتَّفَقٌ عَلَيْهَا .

''افطار میں جلدی کرنا بالاتفاق سنت ہے۔''

(الشافي في شرح مسند الشافعي : 198/3)

❀ امام ابو جمرہ ضبعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''آپ رحمہ اللہ (عالم اہل بیت) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ رمضان میں افطاری کیا کرتے تھے۔ جب شام ہوتی، تو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے سوتیلے بیٹے کو بھیجتے کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھے۔ جوں ہی سورج غروب ہوتا، وہ خبر دیتا، تو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کھانا شروع کر دیتے، ہم بھی کھانے لگ جاتے، کھانے سے فارغ ہوتے، تو اقامت کہی جاتی، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور نماز پڑھاتے، ہم بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/3، وسندهٗ صحيحٌ)

المیہ:

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

''اب لوگوں کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ غروب شمس کے ایک وقت بعد اذان دیتے ہیں، اس خیال سے کہ وقت پوری طرح داخل ہو جائے، افطاری تاخیر سے کرتے ہیں اور سحری جلدی کرتے ہیں، سنت کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں، اسی لیے ان میں خیر کم اور شر زیادہ ہے۔ باقی، اللہ ہی مددگار رہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 199/4)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ قَوْلُ طَائِفَةٍ مِّنْ أَهْلِ الْبِدَعِ كَالرَّوَافِضِ وَنَحْوِهِمْ، وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ الْمُعْتَدُّ بِهِمْ.

''افطار میں تاخیر کرنا اہل بدعت روافض وغیرہ کا مذہب ہے، معتمد علیہ علما میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب : 353/4)

سوال: افطاری کی دعا کیا ہے؟

جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

''پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اللہ نے اگر چاہا تو اجر ثابت ہو گا۔''

(سنن أبي داود : 2357؛ عمل اليوم والليلة للنّسائي : 299؛ وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ اس حدیث کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني : 182/2)

امام حاکم رحمہ اللہ (422/1) نے اس حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: اقامت کن نمازوں کے لیے کہی جاتی ہے؟

جواب: اقامت ان باجماعت نمازوں کے لیے کہی جاتی ہے، جن کے لیے اذان دی جاتی ہے، یعنی پانچ نمازیں اور نماز جمعہ۔ عیدین، نماز وتر اور دیگر نوافل کی جماعت کے

کے لیے اقامت نہیں کہی جائے گی۔

سوال: کیا کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: جس کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی جائے، اس کھانے پینے میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

❁ سیدنا عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش میں ایک یتیم لڑکا تھا، ایک مرتبہ (دورانِ کھانا) میرا ہاتھ برتن میں گھوم رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹا! اللہ کا نام لے کر دائیں ہاتھ سے برتن کے کنارے سے وہ کھانا کھائیں جو آپ کے قریب ہو: اس کے بعد میں ویسے ہی کھانا کھاتا تھا۔''

(صحيح البخاري: 5376؛ صحيح مسلم: 2022)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھانے کی ابتداء بسم اللہ سے کریں اور اگر بھول جائے بعد میں یاد آئے تو یہ دعا درمیان میں پڑھ لیں:

بِسْمِ اللّٰهِ فِي اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ .

''اللہ کے نام سے، کھانے کا آغاز واختتام اسی کے نام سے۔''

(مسند الإمام أحمد: 246/6-207-208-265؛سنن أبي داود: 3767؛ سنن التّرمذي: 1858؛ سنن ابن ماجه: 3264؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (5214)، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (زاد المعاد: 397/2) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (108/4) نے ''صحیح

الاسناد‘‘اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

’’آدمی گھر داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے آج تمہیں کھانا ملے گا نہ رہائش، گھر داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے، تو شیطان کہتا ہے، تمہاری رہائش اور خوراک کا بندوبست ہو گیا ہے۔‘‘

(صحيح مسلم : 2018)

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو اس وقت تک کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے، جب تک نبی کریم ﷺ شروع نہیں فرماتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اپنا ہاتھ بڑھاتے تھے، ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے، اچانک ایک بچی آئی گویا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہے، اس نے کھانے میں ہاتھ رکھنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پکڑ لیا، پھر ایک دیہاتی آیا، وہ بھی اسی طرح تھا جیسا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہو، آپ نے اسے بھی ہاتھ سے پکڑ لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کھانے پر ’’بسم اللہ‘‘ نہ پڑھی جائے تو شیطان اس پر دسترس حاصل کر لیتا ہے، وہ اس بچی کو لے کر آیا تا کہ وہ اس کے لیے ذریعے دسترس حاصل کر سکے، لیکن میں نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا، پھر وہ دیہاتی کو لایا تا کہ وہ اس کے لیے ذریعے دسترس

حاصل کر سکے، لیکن میں نے اسے بھی ہاتھ سے پکڑ لیا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میری جان ہے، بے شک اس (شیطان) کا ہاتھ اس (بچی) کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔''

(صحيح مسلم : 2017)

❁ سیدنا امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے، ایک شخص کھانا کھا رہا تھا، اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی، یہاں تک کہ ایک لقمہ باقی رہ گیا، جب وہ لقمہ اس نے منہ کی طرف اٹھایا تو اس نے کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ.

''اللہ کے مبارک نام سے اس کا آغاز واختتام کرتا ہوں۔''

یہ سن کر نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے، فرمایا: ''شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا، جب اس نے بسم اللہ پڑھ لی، تو شیطان نے اپنے منہ کا سب کچھ قے کر دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 336/4، سنن أبي داوٗد : 3768، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 282، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (108/1) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا میزبان کا مہمانوں کو بار بار کھانا تناول کرنے کا کہنا درست ہے؟

جواب: میزبان کا مہمانوں کو یہ کہنا کہ کھانے پینے کے لیے اور لیں یا مزید تناول فرمائیں وغیرہ افضل ومستحب ہے، تا آنکہ ان کے سیراب ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ پیٹ

بھر کر کھانے کے لئے بار بار اصرار کرنا مستحب ہے۔

❀ امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، مَیں (زمانہ نبوی میں) بھوک کے مارے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا، کبھی میں بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا، ایک دن میں راستے میں بیٹھ گیا، جو صحابہ کرام کی گزر گاہ تھی، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے، میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا: میرے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دیں مگر وہ چلے گئے اور کچھ نہیں کہا، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، میں نے ان سے بھی قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی اور پوچھنے کا ایک مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دیں مگر وہ بھی گزر گئے اور کچھ بھی نہیں کھلایا، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو مسکرا دیئے اور آپ میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو پڑھ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہر! میں نے عرض کیا: لبیک، اللہ کے رسول! فرمایا: میرے ساتھ آ جایئے اور آپ چلنے لگے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل دیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے، میں نے اجازت طلب کی، مجھے اجازت مل گئی، جب آپ داخل ہوئے تو ایک پیالہ میں دودھ ملا، دریافت فرمایا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ کہا: فلاں مرد یا فلان عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تحفہ بھیجا ہے، فرمایا: ابو ہر! عرض کیا: لبیک، اللہ کے رسول! فرمایا: اہل صفہ

کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس بلالاؤ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے، وہ نہ کسی گھر میں پناہ ڈھونڈتے، نہ کسی کے مال میں اور نہ کسی کے پاس، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے پاس بھیج دیتے اور اس میں سے کچھ نہیں رکھتے تھے، البتہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ آتا تو انہیں بلا بھیجتے اور خود بھی اس میں کچھ کھاتے اور انہیں بھی شریک کرتے، چنانچہ مجھے یہ بات ناگوار گزری، میں نے سوچا: یہ دودھ ہے ہی کتنا، کہ سارے صفہ والوں میں تقسیم ہو جائے، اس کا حقدار میں تھا کہ اسے پی کر کچھ قوت حاصل کرتا، جب صفہ والے آئیں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائیں گے اور میں انہیں دے دوں گا، مجھے تو شاید اس دودھ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا، لیکن اللہ اور اس کے رسول کے حکم برآوری کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا، چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچائی، انہوں نے آکر اجازت چاہی، اجازت مل گئی، پھر وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ بنا کر بیٹھ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی: میں نے عرض کیا: لبیک، اللہ کے رسول! فرمایا: سب حاضرین کو پلاؤ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیالہ پکڑ لیا اور ایک ایک کو دینے لگا، ایک شخص دودھ پی کر جب سیراب ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا پھر دوسرے شخص کو دیتا، وہ بھی سیر ہو کر پیتا، پھر پیالہ مجھ کو واپس کر دیتا، اسی طرح تیسرا بھی پی کر پیالہ مجھے واپس کر دیتا، اسی طرح میں نبی کریم تک پہنچا، لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے، آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر میری طرف دیکھا اور مسکرا کر

فرمایا: ابو ہر! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! فرمایا: اب میں اور تم باقی ہیں، عرض کیا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور پیو، میں نے بیٹھ کر دودھ پیا، نبی کریم ﷺ برابر فرماتے رہے: اور پیو، آخر مجھے کہنا پڑا: نہیں، اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! اب بالکل گنجائش نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے دے دو، میں نے پیالہ نبی کریم ﷺ کو دے دیا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا خود پی لیا۔''

(صحيح البخاري: 6452)

سوال: کھانے پینے کے بعد کی دعا کیا ہے؟

جواب: کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا .

''اللہ تعالیٰ بندے کے اس طرزِ عمل پر خوش ہوتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھائے، تو اس پر حمد بیان کرے یا ایک گھونٹ پیئے، تو اس پر حمد بیان کرے۔''

(صحيح مسلم: 2734)

کھانے پینے کے بعد مندرجہ ذیل دعائیں مسنون ہیں؛

❀ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دستر خوان اٹھاتے، تو یہ دُعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ، رَبَّنَا .

''ہر قسم کی پاکیزہ تر اور بابرکت حمد اللہ کے لیے ہے، اس کھانے سے کفایت کی جاسکتی ہے نہ اسے خیر آباد کہا جاسکتا ہے، اے ہمارے ربّ! نہ ہی اس سے بے نیازی دکھائی جاسکتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5458)

❁ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانَا وَاَرْوَانَا، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مَكْفُورٍ .

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے، جس نے ہماری کفالت کی اور ہمیں سیراب کیا، اس کھانے سے کفایت کی جاسکتی ہے، نہ اس نعمت کی ناشکری کی جاسکتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5459)

❁ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا لیتے تو یہ دُعا پڑھتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَطْعَمَ، وَسَقٰى وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا .

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے، جس نے کھلایا، پلایا اور حلق سے اترنے والا بنایا اور پھر اس کے خروج کی راہ بنائی۔''

(سنن أبي داود : 3851؛ عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 285؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (5220) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے کھانے کے بعد یہ دعا پڑھیں:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَطْعَمَنِي هٰذَا الطَّعَامَ، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّة .
''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور میری کسی بھی کوشش اور طاقت کے بغیر رزق عطا کیا۔''
اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

(سنن أبي داود : 4023؛ سنن التّرمذي : 3458؛ سنن ابن ماجه : 3285؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام حاکم رحمہ اللہ (507/1) نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار:120/1 ؛معرفۃ الخصال المکفرۃ،ص74) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

❁ عبدالرحمٰن بن جبیر رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ سال خدمت کرنے والے صحابی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا شروع کرتے ،تو بسم اللہ پڑھتے اور کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے:
اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَسَقَيْتَ، وَاَغْنَيْتَ، وَاَقْنَيْتَ وَهَدَيْتَ، وَاَحْيَيْتَ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا اَعْطَيْتَ .
''اللہ! تُو نے کھانا کھلایا، پانی پلایا، (بھوک سے) کفایت کیا، ہدایت عطا فرمائی اور زندگی عطا فرمائی، تیرے دیئے پر تیرا شکر اور تیری ہی تعریف۔''

(عمل اليوم واللّيلة لابن السُّنّي : 466؛ مسند الإمام أحمد : 4/62ـ5/375؛ السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 6898؛ وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز میں ادھر اُدھر التفات کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں نگاہ سجدے والی جگہ پر ہونی چاہیے، دائیں بائیں یا اوپر نگاہ ڈالنا جائز نہیں، حالت تشہد میں نگاہ انگشت شہادت پر ہونی چاہیے۔

سوال: کیا نماز تراویح میں نابالغ بچہ امام بن سکتا ہے؟

جواب: حاضرین میں سب سے زیادہ قاری نابالغ بچہ ہو، تو وہ فرض اور نفل ہر نماز کے لیے بن سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابو یزید جرمی عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم لوگوں کی گزرگاہ پر موجود پانی کے پاس رہتے تھے، چنانچہ ہم ان سے پوچھتے رہتے تھے کہ یہ دین کیسا ہے؟ انہوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: میرے والد اپنے محلے کے لوگوں کی طرف سے اسلام کی معلومات لینے گئے، تو جب تک اللہ تعالی نے چاہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، پھر جب واپس آئے، تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ وہ ہمیں دیکھ کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں ایک سچے رسول کے پاس سے آرہا ہوں۔ پھر فرمایا: وہ آپ کو فلاں فلاں کاموں کا حکم دیتے ہیں اور فلاں فلاں کاموں سے روکتے ہیں، نیز یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں، جب نماز کا وقت ہو، تو ایک آدمی اذان کہے، پھر وہ امامت کرائے، جو آپ میں سے قرآن زیادہ جانتا ہو، ہمارے محلے والوں نے غور کیا، تو مجھ سے زیادہ

قرآن جاننے والا کسی کو نہ پایا، کیوں کہ میں قافلے والوں سے قرآن یاد کرتا رہتا تھا، چنانچہ انہوں نے مجھے آگے (کھڑا) کر دیا، میں چھ برس کی عمر میں انہیں نماز پڑھاتا رہا۔''

(صحيح البخاري: 4302)

(سوال): ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعے امامت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ان ذرائع سے امامت جائز نہیں۔ اقتداء کے لیے امام کی طرف قصد ضروری ہے۔

(سوال): جس امام سے فروعی اختلاف ہو، کیا اس کی اقتدا میں نماز جائز ہے؟

(جواب): فروعی اختلاف ہو، تو امامت درست ہے، البتہ جو شخص اعتقادی مسائل میں راہِ راست پر نہ رہے، اس کی اقتدا جائز نہیں۔

(سوال): امامت کا زیادہ حق دار کون ہے؟

(جواب): امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے، جو قرآن کا بڑا قاری ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''مہاجرین جب مکہ سے مدینہ آئے، تو انہوں نے قباء کے ساتھ عصبہ کے مقام پر پڑاؤ کیا، تو سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کی امامت کروائی، کیوں کہ وہ سب سے زیادہ قرآن جانتے تھے۔ ان میں سیدنا ابو سلمہ بن عبدالاسد اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔''

(صحيح البخاري: 692)

❁ سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَ ةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا، وَّلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهٖ، وَلَا يُقْعَدُ فِي بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ إِلَّا بِإِذْنِهٖ .

''لوگوں کی امامت وہ کرائے، جوسب سے زیادہ کتاب اللہ (قرآن) کو پڑھنے والا ہو، اگر قرأت میں سب برابر ہوں، تو پھر امامت وہ کرائے، جو سنت کوزیادہ جانتا ہو، اگر سنت میں سب برابر ہوں، تو پھر وہ کرائے، جس نے پہلے ہجرت کی ہو، اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں، تو وہ کرائے، جوسب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو، کوئی کسی کی سلطنت میں اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے اور نہ ہی بغیر اجازت اس کی عزت کی جگہ پر بیٹھے۔''

(صحیح مسلم: 673)

سوال: کیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہر اُمتی کا فریضہ ہے؟

جواب: مسلمان ہونے کا تقاضا ہے کہ ہر برائی کو حتی المقدور روکا جائے اور بساط کے مطابق نیکی وتقویٰ کا حکم دیا جائے۔

❀ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَّأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ أُولٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾(التوبة : ٧١)

''مومن مرداور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے، بُری باتوں سے منع کرتے، نماز پڑھتے، زکوٰۃ دیتے، اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہی پر اللہ مہربان ہوگا، اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَاَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ اَضْعَفُ الْإِيمَانِ .

''برائی دیکھیں تو ہاتھ سے ختم کریں، اگر طاقت نہ ہو، تو زبان سے روکیں، اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں برا جانیں، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

(صحيح مسلم : 49)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپ یقیناً نیکی کا حکم کرو گے اور برائی سے منع کرو گے، ورنہ قریب ہے کہ اللہ آپ پر عذاب نازل کر دے، پھر اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں ہوں گی۔''

(سنن التّرمذي : 2169، وسندهٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن'' کہا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: لوگوں میں سب سے زیادہ حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟

جواب: ماں وہ رشتہ ہے، جو سب سے بڑھ کر حسن سلوک کی مستحق ہے، ماں باپ کا ہر جائز حکم پورا کرنا ضروری ہے، ان کو تنگ کرنا یا برا بھلا کہنا گناہِ کبیرہ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

(بني إسرائيل : ٢٤_٢٥)

”آپ کا رب فیصلہ کرتا ہے کہ اس کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اگر تمہارے والدین یا ان میں سے کوئی بڑھاپے میں پہنچ جائیں، تو انہیں اُف بھی نہیں کہنا، بلکہ بڑی عمدہ بات کرنی ہے۔ عجز و نیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرو کہ اے اللہ! جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے، تو بھی اُن پر رحمت فرما۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سے میرے عمدہ برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر آپ کے والد گرامی۔''

(صحيح البخاري: 5971، صحيح مسلم: 2548)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے، پوچھا گیا: یارسول اللہ! کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ فرمایا: وہ کسی کے باپ کو برا بھلا کہے گا، تو وہ بھی اس کے باپ اور اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔''

(صحيح البخاري: 5973، صحيح مسلم: 90)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ.

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا؛ ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد: 6180، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''منبر لائیں۔ ہم منبر لائے ،آپ ﷺ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے : اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا ماں کو وراثت میں حق دار بنایا گیا ہے؟

جواب: ماں ہر صورت وراثت کی حق دار ہے، البتہ مختلف حالتوں میں اس کے حصے کی مقدار مختلف ہے، مگر کسی حالت میں ماں محروم نہیں ہوتی۔

سوال: کیا مصحف سے دیکھ کر نماز میں قرأت کی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز میں زبانی قراءت کی قدرت نہ ہو تو قرآن ہاتھ میں پکڑ کر قرأت کی جا سکتی ہے، محدثین اسے جائز سمجھتے تھے، نیز اگر سامع حافظ نہ ہو، تو وہ بھی ایسا کر سکتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ .

''ان کے غلام ذکوان انہیں امامت قرآن مجید سے دیکھ کر کرواتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1/96 تعليقاً، مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337؛ كتاب المَصاحف لابن أبي داود : 797، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 2/253، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام : 1/550) نے سند کو ''صحیح'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغليق التعليق : 2/291) نے روایت کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ **امام ایوب سختیانی** رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدٌ لَّا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّؤُمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ .

''امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی قوم کی امامت کروائے اور قرأت قرآن مجید سے دیکھ کر کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام شعبہ** رحمہ اللہ، بیان کرتے ہیں:

فِي الرَّجُلِ يَؤُمُّ فِي رَمَضَانَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ، رَخَّصَ فِيهِ .

''حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کی رخصت دیتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام حسن بصری** رحمہ اللہ اور **امام محمد بن سیرین** رحمہ اللہ، فرماتے ہیں:

''نماز میں قرآن پکڑ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''نماز میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 337/2؛ وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَرٰی بِالْقِرَاءَ ةِ مِنَ الْمُصْحَفِ فِي رَمَضَانَ بَأْسًا، يُرِيدُ الْقُرْآنَ.

''رمضان المبارک میں قرآن سے دیکھ کر قراءت میں حرج نہیں۔''

(كتاب المصاحف لابن أبي داوٗد: 805، وسندهٗ حسنٌ)

❁ محمد بن عبداللہ بن مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ عَنِ الْقِرَائَةِ فِي الْمُصْحَفِ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَقَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّاسُ مُنْذُ كَانَ الْإِسْلَامُ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ.

''میں نے امام زہری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگ امامت کرواتے ہوئے قرآن ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں؟ فرمایا: شروع اسلام سے ہر دور کے مسلمان ایسا کرتے آئے ہیں۔''

(كتاب المَصاحف لابن أبي داوٗد: 806، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام مالک رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص قرآن ہاتھ میں پکڑ کر امامت کرواتا ہے؟، فرمایا:

لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ إِذَا اضْطُرُّوا. ''اگر مجبوری ہو، تو حرج نہیں۔''

(كتاب المَصاحف لابن أبي داود: 808، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يُصَلِّي وَالْمُصْحَفُ إِلٰى جَنْبِهٖ، فَإِذَا تَرَدَّدَ نَظَرَ فِيهِ .

''امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نماز پڑھتے، تو قرآن ان کے پہلو میں پڑا ہوتا۔ جب بھول جاتے تو اسے دیکھ لیتے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 420/2، ح :3931، وسندہٗ صحيحٌ)

❀ ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَنَسٌ يُّصَلِّي وَغُلَامُهٗ يُمْسِكُ الْمُصْحَفَ خَلْفَهٗ، فَإِذَا تَعَايَا فِي آيَةٍ، فَتَحَ عَلَيْهِ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو ان کا غلام ان کے پیچھے قرآن پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ جب آپ کسی آیت پر رکتے تو لقمہ دے دیتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 337/2، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 212/3، وسندہٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ قرآن پکڑ کر قراءت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس کے خلاف سلف سے کچھ ثابت نہیں۔

شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری (2 /185) کی تحقیق میں اسے بوقت ضرورت جائز قرار دیا ہے۔

(سوال): حدیث سفینہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يَكُونُ مُلْكٌ ثُمَّ قَالَ سَفِينَةُ : أَمْسِكْ، خِلَافَةُ أَبِي بَكْرٍ وَخِلَافَةُ عُمَرَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ

وَخِلَافَةُ عُثْمَانَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ ثُمَّ خِلَافَةُ عَلِيٍّ تَكْمِلَةُ الثَّلَاثِينَ قُلْتُ : فَمُعَاوِيَةُ؟ قَالَ : كَانَ أَوَّلَ الْمُلُوكِ .

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: میری اُمت میں خلافت تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی۔ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: شمار کر لیجئے، سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت بارہ برس چھ ماہ تھی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال تھی، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نے تیس سال پورے کر دیئے۔ (سعید بن جمہان رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ؟ فرمایا: وہ پہلے بادشاہ تھے۔''

(مسند الطّيالسي : 1203، مسند الإمام أحمد : 221/5، سنن التّرمذي : 2226، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ .

''خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال تک ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، بادشاہت عطا کر دے گا۔''

(سنن أبي داود : 4646، وسندهٗ صحيحٌ)

حشرج بن نباتہ کی متابعت سنن ابی داود (۴۶۴۶) وغیرہ میں عبد الوارث بن سعید بصری (ثقہ، ثبت) نے اور مسند احمد (۵/ ۲۲۰، ۲۲۱) وغیرہ میں حماد بن سلمہ (ثقہ ثبت) اور سنن ابی داود (۴۶۴۷) میں العوام بن حوشب الواسطی نے کی ہے۔

رہا مسئلہ سعید بن جہمان کا، تو جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔

اس کی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (السنۃ للخلال،ص:۴۱۹)،امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (تاریخ یحیی بن معین:۳٦۹۵)،امام ابن عدی رحمہ اللہ (الکامل:۳/ ۴۰۲)،امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ (المعرفۃ والتاریخ:۲/ ۸۷)، امام ترمذی رحمہ اللہ (السنن : ۲۲۲٦، بتحسین حدیثه)امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (السنۃ:۱۲۲۲،بتصحیح حدیثه)،امام ابن الجارود رحمہ اللہ (المنتقی : ۹۷٦، بتصحیح حدیثه) امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : ۴/ ۲۸۷)، امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک : ۳/ ۷۱، بتصحیح سنده) اورحافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد : ۹/ ۳٦٦)وغیرہم نے توثیق کی ہے۔

کسی ثقہ امام نے انہیں ''ضعیف''نہیں کہا۔

رہا امام بخاری رحمہ اللہ (التاریخ الصغیر : ۱/ ۱۹٦) اور حافظ ساجی رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب:۴/ ۱۴) کا «لَا يُتَابَعُ عَلٰی حَدِيثِهٖ» ''اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی۔'' سے مراد یہ حدیث نہیں ہے۔

ویسے بھی جب حشرج بن نباتہ واضح ثقہ ہے،تو متابعت نہ بھی ہو،تو حرج نہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَثِيْرٌ مِّنَ الثِّقَاتِ قَدْ تَفَرَّدُوْا، فَيَصِحُّ أَنْ يُّقَالَ فِيْهِمْ : لَا يُتَابَعُوْنَ عَلٰى بَعْضِ حَدِيْثِهِمْ.

''کتنے ہی ثقہ راوی ہیں،جن کے بارے میں کہنا درست ہو گا کہ ان کی متابعت نہیں ہوئی۔''(تاریخ الإسلام : 4/ 1199، ت بشار)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب ''من تکلم فیه وهو موثق أو صالح الحدیث''(۱۲۷) میں ذکر کیا ہے،لہٰذا حافظ ذہبی کا ''قوم یضعّفون''(میزان الاعتدال

:۱۳۱/۲) کہنا مضر نہیں۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا ''شَیْخٌ یُکْتَبُ حَدِیثُہٗ وَلَا یُحْتَجُّ بِہٖ''(اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔) کہنے سے اس کی ہر ہر حدیث کا مضطرب ہونا لازم نہیں آتا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (السنۃ للخلال، ص: ۴۱۹)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۶۵۷)، امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (السنۃ: ۱۲۲۲) اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاوی: ۱۸/۳۵) نے اس حدیث کو، جبکہ امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک: ۷۱/۳) اور حافظ بوصیری رحمہ اللہ (اتحاف الخیرۃ: ۲۷۶/۸) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (سنن ترمذی: ۲۲۲۶) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (موافقۃ الخُبر الخَبر: ۱۴۱/۱) نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سعید بن جمہان صغیر تابعی اور صدوق راوی تھے۔''

کسی ''ثقہ'' محدث نے اس حدیث پر کلام نہیں کیا، بلکہ محدثین نے اس حدیث کی تصحیح کر کے اسے قبول کیا ہے، لہٰذا ابن خلدون مورخ (تاریخ ابن خلدون: ۴۵۸/۲) اور ابن العربی مالکی (العواصم من القواصم، ص: ۲۰۱) کا اسے بغیر دلیل کے صحیح تسلیم نہ کرنا ناقابل التفات ہے۔

حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے محدثین کا استدلال:

① میمونی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ خلافت بارے کیا خیال ہے؟ فرمایا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم (ہی خلیفہ تھے)، کہا گیا، آپ حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے

استدلال کرتے ہیں؟ فرمایا: میں حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے بھی استدلال کرتا ہوں، ایک دوسری دلیل بھی مدنظر ہے، وہ یہ کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہ خوبی جانتا ہوں کہ وہ سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں امیر المومنین کے نام سے موسوم نہیں ہوئے، نہ ہی آپ نے جماعت، جمعہ اور حدود قائم کیں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے یہ کام کیا، معلوم ہوا کہ اب یہ کام ان پر واجب ہو گیا تھا، جو پہلے واجب نہ تھا۔''

(الإعتقاد : 469، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں
''خلافت کے بارے میں ہم حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے دلیل لیتے ہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد لعبد اللّٰه : 1833)

② امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''یہ حدیث ائمہ اربعہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔''

(الإبانة عن أصول الدّيانة :251)

③ امام ابن حبان رحمہ اللہ (صحیح ابن حبان: ۶۶۵۷)

④ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (صریح السنۃ، ح: ۷)

⑤ امام آجری رحمہ اللہ (الشریعۃ: ۵۶۴)

⑥ امام بیہقی رحمہ اللہ (الاعتقاد: ۴۶۷) بھی اس حدیث سے خلفائے اربعہ کا ہی اثبات کرتے ہیں۔

❁ امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَحَقَّ بِالْوِلَايَةِ مِنْهُمَا فَقَدْ

خَطَّأَ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَالْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارَ، وَمَا أُرَاهُ يَرْتَفِعُ لَهُ مَعَ هٰذَا عَمَلٌ إِلَى السَّمَاءِ .

''جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے خلافت کے زیادہ حق دار تھے، اس نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، مہاجرین اور انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کو غلط قرار دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف بلند ہو۔''

(سنن أبي داوٗد : 4630، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ **حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

''اہل سنت جو اہل فقہ و اہل الحدیث ہیں، ان کا مذہب ہے کہ سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مقدم کیا جائے اور سیّدنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کی جائے، ان کے محاسن ذکر کیے جائیں، ان کے فضائل عام کیے جائیں اور ان کے حق میں استغفار کیا جائے۔ یہی حق ہے، جس کا خلاف جائز نہیں۔ والحمدللہ!'' (الإستذکار : 110/5)

سوال: کیا حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے؟

جواب: حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے، بشرطیکہ شریعت کی مخالفت میں نہ ہو، ورنہ اطاعت نہیں۔

❀ **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ

كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَأْوِيْلًا﴾

(النّساء : ۵۹)

''اہل ایمان ! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے ولی الامر کی اطاعت کرو، اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ ورسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اس میں خیر ہے اور بہترین انجام ہے۔''

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَى الرَّدِّ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ الرَّدُّ إِلٰى كِتَابِهٖ، وَمَعْنَى الرَّدِّ إِلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّدُّ إِلٰى سُنَّةٍ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، وَهٰذَا مِمَّا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ .

''اللہ کی طرف پھیرنے کا معنی قرآن کی طرف پھیرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف پھیرنے کا معنی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف رجوع ہے، اس بارے میں تمام مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔''

(شرح الصّدور بتحريم رفع القبور، ص 3)

(سوال): کیا سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی؟

(جواب): سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تمام لوگوں نے بیعت کر لی۔

۞ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ سنا، وہ منبر پر بیٹھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے اگلا دن تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے، کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا: مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے بعد تک

زندہ رہیں گے اور سب سے آخر میں فوت ہوں گے۔ اگر محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں، تو اللہ نے آپ کے درمیان وہ چیز رکھی ہے، جس کے ذریعے اس نے محمد ﷺ کی رہنمائی فرمائی تھی، ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں اور غار میں ان کے ساتھ دوسرے تھے۔ وہ آپ کے اُمور چلانے کے زیادہ مستحق ہیں، کھڑے ہو جائیں اور ان کی بیعت کریں۔ صحابہ کرام کے ایک گروہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کی بیعت کر لی تھی اور عام بیعت منبر پر ہوئی۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس دن سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے کہ منبر پر چڑھیے۔ وہ بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے، تو لوگوں نے ان کی عام بیعت کی۔''

(صحيح البخاري : 7219)

سوال: امیر مہدی کے متعلق اہل سنت کا نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا۔ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے، قربِ قیامت پیدا ہوں گے اور وہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کے پھریرے لہرائیں گے۔

ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ مہدی کے بارے میں مروی احادیث متواتر اور صحیح ہیں۔ اہل علم کی تحقیق ملاحظہ ہو:

① حافظ عقیلی رحمہ اللہ (م:۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْمَهْدِيِّ أَحَادِيْثُ جِيَادٌ.

''مہدی کے بارے میں عمدہ احادیث ہیں۔''

(الضّعفاء الكبير : 254/3)

❀ **نیز فرماتے ہیں:**

فِي الْمَهْدِيِّ أَحَادِيثُ صَالِحَةُ الْأَسَانِيدِ .

''مہدی کے بارے احادیث کی سندیں ثابت ہیں۔''

(الضّعفاء الکبیر : 75/2)

② **علامہ ابوالحسین محمد بن حسین الآبری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:**

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ وَاسْتَفَاضَتْ بِكَثْرَةِ رُوَاتِهَا عَنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَهْدِيِّ .

''ظہور مہدی کے بارے میں سیدنا محمد مصطفی ﷺ سے متواتر و مشہور روایات مروی ہیں۔''

(تهذيب التهذيب لابن حجر : 144/9)

③ **حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:**

اَلْأَحَادِيْثُ فِي التَّنْصِيْصِ عَلٰى خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ أَصَحُّ إِسْنَادًا وَفِيْهَا بَيَانُ كَوْنِهٖ مِنْ عِتْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''مہدی کی آمد کے بارے میں احادیث کی سندیں صحیح ہیں۔ ان میں وضاحت ہے کہ مہدی خانوادہ نبوت سے ہوں گے۔''

(تاریخ ابن عساکر : 517/47، تهذيب التّهذيب لابن حجر : 126/9)

④ **علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:**

أَجْمَعَتِ الْعُلَمَاءُ أَنَّ خُرُوجَ الْمَهْدِيِّ حَقٌّ لَّا شَكَّ فِيهِ وَلَا رَيْبَ، وَأَنَّ خُرُوجَهٗ يَكُونُ قَبْلَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ، وَقَبْلَ نُزُولِ

عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ مہدی کا آنا برحق ہے، جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، نیز اجماع ہے کہ مہدی کا آنا دجال کے خروج اور عیسیٰ بن مریم علیہالسلام کے نزول سے پہلے ہوگا۔''

(المسالك في شرح مؤطأ الإمام مالك : 321/7)

⑤ مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

''صحیح متواتر احادیث میں ہے کہ مہدی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہوں گے،لہٰذا مہدی کو عیسی بن مریم علیہ السلام قرار دینا درست نہیں۔''

(تفسير القرطبي : 122/8)

⑥ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يُحْتَجُّ بِهَا عَلٰى خُرُوجِ الْمَهْدِيِّ أَحَادِيثُ صَحِيحَةٌ .

''مہدی کی آمد والی احادیث صحیح ہیں۔'' (منهاج السنّة : 95/4)

سوال: ''امام غائب'' کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: امیر مہدی کے مقابلہ میں روافض نے ''امام غائب'' بنا رکھا ہے۔ وہ ان کا ''مہدیٔ منتظر'' ہے۔اس کا نام محمد بن حسن عسکری رکھا ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اس سے مراد وہ مہدی ہیں، جو آخر زمانے میں ہوں گے۔ وہ ایک خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ امام ہوں گے۔ ان سے مراد وہ مہدیٔ منتظر نہیں جس کے

بارے میں رافضی دعویٰ کرتے ہیں اور سامراء کے ایک مورچے سے اس کے ظہور کے منتظر ہیں۔اس کی کوئی حقیقت نہیں، نہ اس کے بارے میں کوئی روایت واثر ہی موجود ہے۔‘‘

(النّهاية في الفِتَن والمَلاحِم :49/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

’’مہدی نکلیں گے۔ان کا ظہور مشرق کے علاقے سے ہوگا، نہ کہ سامراء کے مورچے سے، جاہل رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ مہدی اس غار میں موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں ان کے خروج کے منتظر ہیں۔ یہ ایک قسم کی بے وقوفی، بہت بڑی رسوائی اور شیطان کی طرف سے شدید ہوس ہے، کیونکہ اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں، قرآن سے نہ سنت رسول سے، عقل سے اور نہ استحسان (قیاس) سے۔‘‘

(النّهاية في الفِتَن والمَلاحِم :55/1)

مزید لکھتے ہیں:

’’جن بارہ اماموں کے بارے میں روایات منقول ہیں، وہ سارے قریشی ہوں گے، ان سے مراد وہ بارہ نہیں، جن کی امامت کا دعویٰ رافضی کرتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت کی ہے، نیز ان کے گمان کے مطابق آخری مہدی منتظر ہوگا، جو سامراء کے پہاڑوں میں روپوش ہے، جس کا کوئی وجود اور نام ونشان نہیں ہے، بلکہ حدیث میں جن بارہ ائمہ کی خبر دی گئی ہے، ان سے مراد خلفائے اربعہ سیدنا

ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم نیز عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں،
ائمہ اہل سنت کا بارہ اماموں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(البداية والنّهاية : 278/6)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امامی رافضیوں کی چوتھی بات یہ ہے کہ مہدی کا نام محمد بن حسن عسکری ہے، جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ وہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل سے ہے، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل سے نہیں۔ وہ آبادیوں میں موجود ہے، لیکن آنکھوں سے اوجھل ہے۔ عصا کا وارث ہے، خلا کو پُر کرے گا، وہ چھوٹا سا تھا، جب سامراء کے مورچے میں داخل ہوا تھا۔ یہ پانچ سو سال (اور اب سے کوئی بارہ سو سال) پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد نہ کسی آنکھ نے اسے دیکھا، نہ اس کے بارے میں کوئی خبر ملی، نہ کوئی نشان ملا۔ امامی شیعہ ہر روز گھوڑے لے کر مورچے کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرتے ہیں اور اسے آوازیں لگاتے ہیں کہ اے ہمارے مولیٰ تو نکل، اے ہمارے مولا تو نکل۔ پھر وہ ناکامی و نامرادی کے ساتھ واپس لوٹ جاتے ہیں۔ یہ ان کی اور ان کے امام منتظر کی روداد ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مَا آنَ لِلسِّرْدَابِ أَنْ يَّلِدَ الَّـذِي كَلَّمْتُمُوهُ بِجَهْلِكُمْ مَّا آنَـا
فَعَلٰى عُقُولِكُمُ الْعَفَاءُ، فَإِنَّكُمْ ثَلَّثْتُمُ الْعَنْقَـاءَ وَالْغِيْـلَانَا

ابھی وقت نہیں آیا، ابھی وقت نہیں آیا کہ مورچے سے وہ شخص نمودار ہو، جس سے تم اپنی جہالت کی بنا پر باتیں کرتے ہو۔ تمہاری عقلوں پر مٹی پڑ گئی ہے اور

تم عنقاء اور غیلان (عربوں کے ہاں دو وہمی وخیالی چیزوں) کو تین کر رہے ہو۔ یہ لوگ بنی آدم کے لیے باعث عار ہیں، کوئی صاحب عقل وبینش ان کی بیوقوفی پر ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

(المنار المنیف : 153)

عنقاء وہ پرندہ ہے، جس کا نام لیا جاتا ہے، لیکن وجود نہیں ملتا۔ اسی طرح غیلان چڑیل کو کہتے ہیں، جس کا نام تو ہے، لیکن وجود کوئی نہیں، اسی طرح شیعوں کے مہدی اور امام غائب کا نام ہی ہے، وجود کوئی نہیں۔

سوال: ودیعت (امانت) کے کیا احکام ہیں؟

جواب: ودیعت وہ مال ہے، جو کسی کے پاس رکھوایا جائے اور اس پر معاوضہ نہ ہو۔ مال رکھوانے والے کو ''مودِع'' اور جس کے پاس رکھوایا جائے، اسے ''مودَع'' کہتے ہیں۔ ودیعت بالاجماع جائز ہے۔ مودَع پر مال کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ جب مالک اپنی امانت واپس مانگے، تو اسے لوٹائی جائے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾(النّساء : ٥٨)

''اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دو۔''

② ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ﴾(البقرة : ٢٨٣)

''اگر آپس میں امن وامان ہو، تو جسے امانت سونپی گئی ہے، وہ اس کی ادائیگی

(مالک کو) کردے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے، جو اس کا رب ہے۔''

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ﴾

(آل عمران: 75)

''بعض اہل کتاب ایسے ہیں کہ آپ ان کے پاس خزانہ بھی بطور امانت رکھیں، تو آپ کو واپس لوٹا دیں گے۔''

کوئی بھی چیز بطور امانت رکھنا معاشرتی ضرورت ہے، جس کا شریعت نے بھی لحاظ رکھا ہے۔ آیات بالا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ امانت رکھنا جائز ہے، تب ہی تو اسے صحیح سلامت مالکوں کو لوٹانے کا حکم ہوا ہے۔ نیز امانت کو لکھنے اور بسا اوقات نہ لکھنے کا جواز بھی بیان ہوا ہے، اگر یہ جائز نہ ہوتا، تو اس کے عدم جواز پر نص قائم ہو جاتی۔

مودَع کے لیے ضروری ہے کہ وہ ودیعت کردہ مال کی حفاظت ایسے کرے، جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اسے اپنے قبضے میں رکھے اور لا پرواہی نہ کرے۔

ودیعت تلف ہو جائے؟:

ودیعت کردہ چیز مودَع کے پاس ضائع ہو جائے، تو اس کا نقصان کس کے ذمہ ہوگا، مودَع کے یا مودِع کے؟

اس کی مختلف صورتیں ہیں، بعض صورتوں میں اس نقصان کا ذمہ دار مودَع ہوگا اور بعض صورتوں میں یہ نقصان مودِع کا ہی ہوگا اور وہ مودَع سے مطالبہ کا مجاز نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں مودَع ضامن ہے:

مندرجہ ذیل صورتوں میں نقصان کا ذمہ دار مودَع ہوگا۔

① مودَع مال کی حفاظت نہ کرے، بلکہ اسے تلف ہوتا دیکھے، لیکن باوجود استطاعت کے، اس کی حفاظت نہ کرے، مثلاً اس کے سامنے لوگ مال کو نقصان پہنچا رہے ہوں اور طاقت کے باوجود نہ روکے۔

② مالک کی اجازت کے بغیر مال کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور اسی دوران نقصان ہو گیا، تو ذمہ دار بھی استعمال کرنے والا ہوگا۔

③ مودَع امانت کسی ایسے شخص کے سپرد کر دے، جو حفاظت کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو، اس کے پاس مال تلف ہو گیا، تو اس کا نقصان مودَع کے ذمہ ہوگا۔

④ ودیعت کردہ مال کو مودَع اپنے مال کے ساتھ اس انداز میں شامل کر لے کہ اسے علیحدہ کرنا دشوار ہو، تو بھی مودَع ذمہ دار ہے۔

⑤ اگر مودِع مال واپس مانگے، لیکن مودَع مُکر جائے کہ آپ نے مجھے مال دیا ہی نہیں، پھر بعد میں اقرار کر لے، لیکن عذر پیش کرے کہ مال تلف ہو گیا ہے، تو اس صورت میں مودَع ضامن ہوگا اور مودِع مال کے مطالبہ کا مجاز ہوگا۔

جن صورتوں میں مودَع ضامن نہیں:

① اگر مال ودیعت پر قدرتی آفت آ جائے، تو اس صورت میں نقصان کا ذمہ دار مودَع نہیں ہوگا، بلکہ اس کا نقصان مودِع (مال کے مالک) کو ہی ہوگا۔

② مال چوری ہو جائے یا ڈاکو لوٹ کر لے جائیں۔ مال کو بچانا مودَع کی استطاعت سے باہر ہو، تو نقصان کا ذمہ دار مودَع کو نہ ٹھہرایا جائے گا۔

③ مودَع نے چیز کو استعمال نہیں کیا، لیکن پھر بھی خراب ہو گئی، مودَع کو اس کے خراب ہونے کا بھی علم نہیں، تو اس خرابی کا ذمہ دار مودَع نہ ہوگا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: انسانی اعضا کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسانی اعضاء واجزاء کی خرید وفروخت جائز نہیں، کیونکہ جب ایک آزاد انسان کی خرید وفروخت جائز نہیں، تو اس کے کسی جزو کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ فرماتا ہے: روز قیامت تین لوگوں کے خلاف میں خود مدعی ہوں گا؛ جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی، جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا، مگر اسے مزدوری ادا نہ کی۔''

(صحيح البخاري : 2227)

اصل انسان کے وجود کی حرمت ہے، اس لیے تو کئی زخموں پر دیت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے وجود میں بے جا تصرف نہیں منع فرمایا ہے، وہ خود کو جان بوجھ کر زخمی نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ وہ اپنا کوئی عضو کسی کو عطیہ کر دے۔ یاد رہے کہ انسان کا خون اس میں داخل نہیں، کیونکہ خون عطیہ کرنے سے اس کی کمی پوری ہو جاتی ہے، اسی لیے خون کے عطیہ میں اہل علم نے گنجائش رکھی ہے۔

سوال: کیا مسجد میں غیر مسلم داخل ہو سکتا ہے؟

جواب: حرم مکہ کے علاوہ غیر مسلم ہر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ نصوص میں مسجد

حرام میں داخل ہونے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾(التّوبة : ٢٨)

''اہل ایمان! مشرک نجس ہیں، اس سال (۹ ھ) کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آئیں۔''

(سوال): کیا انسان کو آگ کا عذاب دینا جائز ہے؟

(جواب): انسان تو انسان، کسی بھی جاندار کو آگ کا عذاب دینا جائز نہیں، آگ کا عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا اور فرمایا: اگر آپ کو فلاں فلاں دو قریشی آدمی مل جائیں، تو انہیں آگ میں جلا دینا، پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آپ کو فلاں فلاں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتا ہے، اگر وہ مل جائیں، تو انہیں قتل کر دینا۔''

(المنتقى لابن الجارود : 1057، صحيح البخاري : 3016)

❁ سیدنا حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ .

''آگ کا عذاب صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : ٢٦٤٣، مسند الإمام أحمد : ٤٩٤/٣، سنن أبي داود : ٢٦٧٣، وسندهٗ حسنٌ)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : ١٤٩/٦)

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ .

''آگ کا عذاب اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔''

(صحيح البخاري : ٣٠١٦)

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ .

''کسی کو آگ میں مت جلائیں۔''

(صحيح البخاري : ٣٠١٧)

✿ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ، لِنَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق خارجی لائے گئے، انہوں نے ان کو (بطور سزا) جلا دیا۔ جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم ہوا، تو انہوں نے فرمایا:

میں ہوتا، تو کبھی نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے: آپ اللہ کا عذاب مت دیں، چنانچہ میں انہیں قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 6922)

❁ سنن ترمذی (۱۴۵۸، وقال: حسن صحیح، وسندہ صحیح) میں ہے:

بَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ .

''جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی، تو انہوں نے فرمایا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا ہے۔''

ثابت ہوا انسان مسلمان ہو یا کافر، اسے آگ سے جلانا جائز نہیں، آگ کا عذاب صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے۔

سوال: کیا مسلم علاقوں میں غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟

جواب: بعض علاقے خالص مسلمانوں کے ہوتے ہیں، جن کو مسلمان ہی آباد کرتے ہیں، پھر غیر مسلم بھی مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگتے ہیں، جیسے اسلامی تاریخ میں بصرہ اور بغداد وغیرہ کے نام ملتے ہیں، تو وہاں اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ بناتا ہے، تو اس عبادت گاہ کو گرا دیا جائے گا۔ ان میں ناقوس بجانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، شراب فروخت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ہی خنزیر کھانے کی اجازت دی جائے گی اور نہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو شرک کی دعوت دے سکتا ہے۔

❁ علامہ ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ (۵۲۰) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ أَجْمَعِينَ .

(جو گرجا گھر آمد اسلام کے بعد بنائے گئے، انہیں منہدم کر دیا جائے گا اور نئے گرجے بنانے سے باز رہا جائے گا) یہ مسلمان علما کا اجماعی و اتفاقی مذہب ہے۔''

(سراج الملوك، ص 138)

❁ امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ (۱۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي لَبَيْتِ رَحْمَةٍ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَيْتِ عَذَابٍ .

''رحمت والے گھر کو عذاب والے گھر کے قریب نہیں ہونا چاہیے۔''

(الأموال للقاسم بن سلام : 263، الأموال لابن زنجويه : 401، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اس قول کی وضاحت میں امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أُرَاهُ يَعْنِي الْكَنَائِسَ وَالْبِيعَ وَبُيُوتَ النِّيرَانِ، يَقُولُ : لَا يَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ مَعَ الْمَسَاجِدِ فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ .

''ان کی مراد کنیسے، گرجے اور مجوسیوں کے آتش کدے ہیں۔ یہ چیزیں مسلمانوں کے علاقوں میں اللہ کی مسجدوں کے ساتھ نہیں ہونی چاہئیں۔''

(الأموال، تحت الحديث : 263)

❁ علامہ سبکی (۷۵۶ھ) کہتے ہیں:

إِذَا أَبْقَيْنَا كَنِيسَةً فَإِنَّا نَقُولُ بِأَنْ لَا نَهْدِمَهَا ...... وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ الْإِذْنُ فِيهَا وَلَا الْتِزَامٌ بِذٰلِكَ وَلَا التَّمْكِينُ مِنْ تَرْمِيمِهَا إِذَا شُعِّثَتْ وَلَا إِعَادَتُهَا إِذَا خَرِبَتْ، كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَرِدْ بِهِ دَلِيلٌ

شَرْعِيٌّ مَعَ أَنَّهُ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ فَلَا يُمْكِنُ مِنْهُ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الْمُحَرَّمَاتِ أَنَّهُمْ مَمْنُوعُونَ مِنْهَا مِثْلَنَا حَتَّى يَرِدَ دَلِيلٌ عَلَى التَّقْدِيرِ فِيهِ وَالتَّمْكِينِ مِنْهُ أَعْنِي التَّرْمِيمَ وَالْإِعَادَةَ فَكَانَ مَمْنُوعًا .

''جب ہم کوئی کنیسا باقی رکھتے ہیں، تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم کنیسوں کو منہدم نہیں کرتے۔......اس سے اجازت دینا لازم نہیں آتا، نہ ان کا التزام کرنا لازم آتا ہے اور جب وہ گر رہے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کرتے اور جب وہ خراب ہو رہے ہوں، تو ان کی اصلاح نہیں کرتے، کیونکہ ایسے کسی کام پر کوئی شرعی دلیل وارد نہیں ہوئی، یہ محرمات میں سے ہے اور محرمات میں اصل ممانعت ہے۔ جب تک کہ کوئی دلیل ان کی ترمیم یا مرمت کی مل جائے، لہٰذا یہ ممنوع ہے۔''

(فتاوى السّبكي : 2/386-387)

❁ امام عمرو بن میمون بن مہران رحمہ اللہ (۱۴۷ھ) بیان کرتے ہیں:

''عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے لکھا کہ نصرانیوں کو شام میں ناقوس بجانے سے منع کر دیں، فرمایا: ان کو سر کی مانگ نکالنے سے منع کیا جائے گا۔ ان کے پیشانی کے بال کاٹنے کا حکم دیا، نیز حکم دیا کہ اپنی پٹیاں کس کر باندھیں، زین پر سوار نہ ہوں۔ عمامہ اور ریشم نہ پہنیں۔ اپنی صلیب گرجے کے اوپر آویزاں نہ کریں۔ تو اگر ان میں سے کوئی شخص ایسا کرے گا، اس کو اتار دیا جائے گا۔ نیز لکھا کہ ان کی خواتین کو کجاوں پر سوار ہونے سے منع کیا جائے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 19235، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: غیر مسلم مقتولین کا مثلہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اسلام نے احترامِ آدمیت پر زور دیا ہے، غیر مسلم جو مقتول پڑا ہے، اسلام میں اس کے جسم کی بے حرمتی جائز نہیں، مسلمانوں کو مثلہ وغیرہ سے منع کر دیا گیا ہے۔

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتے، پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کریں، اللہ کے منکروں سے لڑائی کریں، دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، جب مشرک دشمن سے لڑائی ہو، تو انہیں لڑائی سے پہلے تین چیزوں (میں سے کوئی ایک ماننے) کی دعوت دینا، ان میں سے جو بات بھی وہ مان جائیں، اسے قبول کر لینا اور ان سے لڑائی نہ کرنا، انہیں اسلام کی دعوت پیش کریں، اگر وہ اسے قبول کر لیں، تو انہیں بتائیں کہ انہیں بھی وہی حقوق و فرائض ملیں گے، جو باقی مسلمانوں کے ہیں، پھر انہیں اپنے گھروں سے دار المہاجرین (مدینہ) منتقل ہونے کی دعوت دیں، اگر وہ قبول کر لیں، تو انہیں بتائیں کہ ان کے بھی وہی حقوق و فرائض ہوں گے، جو باقی مہاجرین کے ہیں، اگر وہ اسلام تو لے آئیں، مگر اپنے گھروں (علاقے) میں ہی رہنا پسند کریں، تو انہیں بتائیں کہ ان کے حقوق اعرابی مسلمانوں جیسے ہوں گے، ان پر عام مسلمانوں والا حکم نافذ ہوگا (یعنی نماز زکوٰۃ وغیرہ) اور مال غنیمت اور فے میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا، اگر وہ اس بات (اسلام) سے انکار کر دیں، تو انہیں جزیہ ادا کرنے کے لیے کہنا، اگر وہ مان جائیں، تو قبول کر لینا اور ان سے لڑائی نہ کرنا، لیکن اگر وہ

نہ مانیں، تو پھر اللہ سے مدد مانگنا اور ان سے جہاد کرنا، جب آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کرلیں اور وہ آپ سے اللہ اور اس کے رسول کا عہد (ضمانت) مانگیں، تو انہیں اللہ اور رسول کا عہد نہ دینا، بل کہ اپنا، اپنے آبا اور اپنے ساتھیوں کا عہد دینا، کیوں کہ اپنے، اپنے ساتھیوں اور آبا کے عہد کو توڑنا اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑنے کی بہ نسبت آپ کے لیے آسان ہے، جب آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کریں اور وہ آپ سے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا مطالبہ کریں، تو ایسا نہ کرنا، کیا معلوم آپ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا درست فیصلہ معلوم کر پاتے ہو (یا نہیں)؟ البتہ ان کا فیصلہ خود کرنا۔‘‘

(صحیح مسلم :1731)

(سوال): انسان پر اللہ تعالیٰ کے فرائض وواجب کب عائد ہوتے ہیں؟

(جواب): انسان جب عمرِ بلوغ کو پہنچ جائے، تو اس پر فرائض وواجباب عائد ہوتے ہیں، اس کی نیکیاں اور برائیاں لکھی جاتی ہیں۔

(سوال): انصار نے مہاجرین سے کیسا سلوک کیا؟

(جواب): جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے، تو وہ بے سروسامان تھے، کھانے پینے کے اشیا اور رہائش کے لیے مکان نہ تھے، اس وقت انصار نے ایثار کی ایسی مثالیں قائم کیں، کہ جن کی نظیر ملنا مشکل ہے، مہاجرین کو رہنے کے لیے گھر دیے، اپنے کاروبار میں شریک کیا، بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں، آپ جس کو پسند کریں، میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، آپ اس سے شادی کر لینا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوَ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوا وَادِيًا، أَوْ شِعْبًا وَسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا، أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا ظَلَمَ بِأَبِي وَأُمِّي لَقَدْ آوَوْهُ وَنَصَرُوهُ وَكَلِمَةً أُخْرٰى.

''انصار ایک رستے پہ جائیں اور باقی لوگ دوسرے رستے پہ، میں انصار کے ساتھ رہوں گا، اگر ہجرت نہ ہوتی، تو میں ایک انصاری ہوتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے ماں باپ قربان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبالغہ نہیں کیا، انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی، آپ کو پناہ فراہم کی۔''

(صحیح البخاري: 3779)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مہاجرین مکہ سے آئے، تو ان کے پاس سامان دنیا سے کچھ نہیں تھا، انصار کو اللہ نے زمین و جائیداد دے رکھی تھی، انصار نے ان کو اپنے باغات میں حصہ دار بنا لیا، مہاجرین ان کے باغات میں کام کرتے اور فصل کی کٹائی پر اس کا نصف وصول کر لیتے۔ میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں، جو میرے اخیافی بھائی عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کی بھی والدہ تھی۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باغ تحفہ میں دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی ام ایمن رضی اللہ عنہا کو ان کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: غزوہ خیبر سے واپس مدینہ آ کر مہاجرین نے انصار کے دیئے ہوئے

پھلوں کے حصے واپس کر دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو باغ واپس دے دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو اس باغ میں سے کچھ درخت عطا فرمائے۔''

(صحيح البخاري : 2630، صحيح مسلم :1771)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے عرض کیا:

''اللہ کے رسول! اللہ کے رسول! ہمارے نخلستانوں کو ہمارے بھائیوں میں اور ہم میں تقسیم کر دیجئے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی درست! ہم محنت کریں گے اور اس کے بدلے پھل سے حصہ وصول کر لیں گے، مہاجرین نے کہا: ہم نے سنا اور قبول کیا (ہمیں قبول ہے)۔''

(صحيح البخاري : 2325)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے امیر ترین صحابی سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنا دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: عبد الرحمٰن! آپ جانتے ہیں کہ میں انصار کا امیر ترین فرد ہوں، آپ میرا آدھا مال لے لیجئے، میری دو بیویاں ہیں، ان میں جو خوبصورت لگے، اسے طلاق دے دیتا ہوں، عدت کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیجئے گا۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ آپ کے گھر میں برکت دے، مجھے آپ بازار کا رستہ بتلا دیجئے، بازار گئے اور کچھ گھی اور پنیر کما کر لے آئے۔''

(صحيح البخاري :3781)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اللہ و روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، انصار سے بغض نہیں رکھے گا، اگر ہجرت نہ ہوتی، تو میں ایک انصاری ہوتا، اگر انصار ایک وادی کی طرف چل پڑیں، تو میں انصار کے ساتھ رہوں گا، انصار کا مجھ سے قرب دوسروں کی نسبت ایسا ہے، جیسا کہ تحتانی لباس کا بالائی لباس کی نسبت جسم سے۔''

(صحيح مسلم : 76)

سوال: ''انفاق فی سبیل اللہ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اس میں قتال سمیت وہ تمام اُمور داخل ہیں، جو اعلائے کلمۃ اللہ سے متعلقہ ہیں، مدارس پر خرچ کرنا بھی انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے، کیونکہ مدارس کے قیام کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت ہے۔

سوال: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، شِبْرًا شِبْرًا وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ : فَمَنْ .

''آپ ضرور بالضرور پہلی قوموں کے پیچھے لگ جاؤ گے، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کی بل میں گھس گئے، تو آپ بھی ان کے پیچھے گھس جاؤ گے، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا پہلی قوموں سے آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ فرمایا: اور کون۔''

(صحيح البخاري : 7320، صحيح مسلم : 2669)

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

(جواب): یہ خطاب صحابہ کو ہے، مگر اس سے مراد بعد والے لوگ ہیں، کیونکہ صحابہ کرام اسی ہدایت پر قائم رہے، جس پر نبی کریم ﷺ انہیں چھوڑ کر گئے، صحابہ کرام بدعات ومعاصی سے کوسوں دور تھے۔ بدعات وخرافات بعد کے زمانوں میں جاری ہوئیں۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ پوری اُمت یہود ونصاریٰ کی طرح کافر ہوجائے گی، بلکہ اس حدیث میں بعض گناہ اور شریعت کی مخالفت مراد ہے، جو عہد صحابہ کے بعد رونما ہوئی۔

(سوال): صدقہ فطر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(جواب): صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر بالغ ونابالغ، مرد وعورت، آزاد وغلام پر فرض ہے، جس کی ادائیگی گھر کے سربراہ پر واجب ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر رمضان میں صدقہ فطر فرض کیا ہے، جو ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد اور غلام پر کھجور یا جو کا ایک صاع ہے۔''

(صحيح البخاري : 1504، صحيح مسلم : 984)

(سوال): قرآن کریم کی کتنی آیات ہیں؟

(جواب): قرآن کریم کی چھ ہزار (٦٠٠٠) سے زائد آیات ہیں، زائد کتنی ہیں، اس میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (٦٦٦٦) آیات ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی، ص ٤١٥) لیکن یہ قول بے دلیل ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض کے نزدیک وقف مکمل آیت ہے اور بعض کے نزدیک وقف الگ آیت نہیں ہے۔

(سوال): کیا مچھلی حلال ہے؟

(جواب): سمندری جانور حلال ہے، یہ مردہ حالت میں بھی مل جائے، تو بھی حلال ہے، اسے کھایا جا سکتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾(المائدة : ٣)

''تم پر مردار کو حرام کر دیا گیا ہے۔''

یہ حکم عام ہے، مچھلی اور سمندری جانوروں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾(المائدة : ٩٦)

''تمہارے فائدے کے لیے سمندر کا شکار اور کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔''

❁ اس کی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا لَفِظَ مَيْتًا فَهُوَ طَعَامُهُ.

''جس مردار کو سمندر باہر پھینک دے، وہ سمندر کا کھانا ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 6434، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

طَعَامُهُ : مَا قَذَفَ.

''سمندر کے کھانے سے مراد وہ جانور ہے، جسے سمندر باہر پھینک دے۔''

(تفسير الطّبري : 727/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم سمندری سفر

کرتے وقت اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اگر اس سے وضو کریں، تو پیاسے رہ جاتے ہیں۔ کیا ہم سمندری پانی سے وضو کرلیا کریں؟ فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 361/2، موطأ الإمام مالك : 22/1، سنن أبي داوٗد : 83، سنن النّسائي : 59، سنن التّرمذي : 69، سنن ابن ماجه : 386-3246، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۱۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۳)، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر لابن حجر : ۱/۱۰) حافظ بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ : ۲/۵۶، ح : ۲۸۱) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع : ۱/۸۲) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط : ۱/۲۴۷) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ السَّمَكَ الطَّافِيَ حَلَالٌ وَأَنَّهٗ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَا كَانَ مَوْتُهٗ فِي الْمَاءِ وَبَيْنَ مَا كَانَ مَوْتُهٗ خَارِجَ الْمَاءِ مِنْ حَيَوَانِهٖ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مر کر پانی پر تیرنے والی مچھلی حلال ہے، نیز دلیل ہے کہ جو جاندار صرف پانی میں ہی زندہ رہ سکتے ہیں، ان میں سے کوئی جانور پانی کے اندر مر جائے یا پانی سے باہر مر جائے، دونوں میں کوئی فرق نہیں (یعنی دونوں حلال ہیں)۔''(مَعالم السّنن :44/1)

❁ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سمندر کے مردار کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهٗ .

''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیھقي : 253/9، وسندۂ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَيْتَةُ الْبَحْرِ حَلَالٌ، وَمَاؤُهُ طَهُورٌ.

''سمندر کا مردار حلال ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔''

(المُستدرك للحاکم :501، وسندۂ حسنٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنْ ضَرَبْتَ الْحُوتَ بِعَصَاكَ فَقَتَلْتَهُ، أَوْ رَمَيْتَهُ بِحَجَرٍ فَمَاتَ فَكُلْهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، وَالْجَرَادُ مِثْلُ ذٰلِكَ.

''اگر آپ لاٹھی سے مچھلی پر وار کریں اور وہ مر جائے یا پتھر پھینک کر ماردیں، تو وہ جس حالت میں بھی ہو، اسے کھا سکتے ہیں، ٹڈی کا بھی یہی حکم ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 8670، وسندۂ صحیحٌ)

❁ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

''بعض حضرات نے ''حل'' کے معنی ''پاک'' کے مراد لیے ہیں، یعنی سمندر کے مردہ کو حلال نہیں قرار دیا گیا ہے، بلکہ پاک کہا گیا ہے، مگر یہ تاویل دور از کار اور بعید از انصاف معلوم ہوتی ہے۔''

(قاموس الفقہ، جلد 2، ص289)

مچھلی کی تمام انواع واقسام حلال ہیں، اسی طرح پانی میں رہنے والے تمام جاندار حلال ہیں، جو پانی سے باہر اپنے زندگی بحال نہیں رکھ سکتے، اگر وہ مرجائیں، تو انہیں ذبح

کیے بغیر کھایا جا سکتا ہے۔

طافی کی حلت:

مچھلی مر کر پانی کی سطح پر آ جائے، یا پانی اسے کنارے پر پھینک دے، تو اسے طافی کہتے ہیں، یہ حلال ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں؛

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم نے غزوہ خبط میں شرکت کی، ہمارے امیر سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، ہم بھوک سے دوچار تھے کہ سمندر نے مردار مچھلی باہر پھینک دی، جس کا نام عنبر تھا۔ وہ مچھلی ہم نے تقریباً نصف ماہ کھائی۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی سیدھی کی، (وہ اتنی بڑی تھی کہ) ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔''

(صحيح البخاري: 5493، صحيح مسلم: 1935)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

كُلُوا، رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ، أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ.

''اسے کھا لیں، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے رزق پیدا کیا ہے، اگر کچھ حصہ بچا ہو، تو ہمیں بھی کھلائیے گا، ایک صحابہ نے اس مچھلی کا گوشت پیش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔''

(صحيح البخاري: 4362، صحيح مسلم: 1935)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِبَاحَةُ مَيْتَاتِ الْبَحْرِ كُلِّهَا سَوَاءٌ فِي ذٰلِكَ مَا مَاتَ بِنَفْسِهٖ

أَوْ بِاصْطِيَادٍ وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى إِبَاحَةِ السَّمَكِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سمندر کے تمام مردار حلال ہیں، خواہ وہ مردار خود بخود مرا ہو، یا شکار سے۔ مچھلی کے حلال ہونے پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 86/13)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''ایسا نہیں کہا جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بھوک کی وجہ سے) مجبور تھے، اس لیے انہوں نے ضرورت کے تحت وہ مردار مچھلی کھالی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمندر کا پانی خشک ہو گیا ہو یا سمندر نے اسے (زندہ حالت میں) باہر پھینکا ہو۔ کیونکہ صحابی کے الفاظ ہیں: ''سمندر نے ایک مردہ مچھلی باہر پھینکی۔'' اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی لہر نے جو مچھلی ساحل پر پھینکی تھی، وہ پانی میں پہلے ہی مر چکی تھی۔'' (التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 754/5)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَشْهَدُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهٗ أَكَلَ السَّمَكَ الطَّافِيَ عَلَى الْمَاءِ .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مر کر پانی کی سطح پر تیرنے والی مچھلی کا گوشت کھایا۔''

(سنن الدّارقطني : 4724، سنن أبي داود : 3815[في بعض النُّسخ، كما في الأطراف للمزي : 6602]، وسندهٗ حسنٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَشْهَدُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ قَالَ : كُلُوا السَّمَكَةَ الطَّافِيَةَ .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مرکر پانی کی سطح پر آنے والی مچھلی کھا سکتے ہیں۔''

(غريب الحديث للحربي : 569/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے؟

جواب: حلال جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے، مطلب کہ اگر حلال جانور ذبح کیے بغیر مرجائے، تو مردہ ہونے کے بعد بھی اس کے چمڑے سے انتفاع جائز ہے، کہ اسے رنگ لیا جائے، تو قابل استعمال ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ .

''دباغت سے چمڑا پاک ہو جاتا ہے۔''

(صحيح مسلم : 366)

سوال: کیا دباغت سے کتے کا چمڑا پاک ہو جائے گا؟

جواب: کتا نجس العین ہے، کسی حرام جانور کا چمڑا رنگنے سے پاک نہیں ہوتا، خواہ اسے ذبح کرلیا جائے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی صفت ضحک (ہنسنا) ثابت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت ضحک (ہنسنا) ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہنسنا ایسا ہے، جیسے اس کی شان کے لائق ہے، یہ مخلوق کے ہنسنے کی طرح نہیں، کیونکہ ذات وصفات میں اللہ کی کوئی مثل نہیں۔ ہنسنا اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ، جنہیں صفات اختیاریہ بھی کہتے ہیں، میں

سے ہے۔ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے ہے۔ وہ جب چاہے کر لے، جب چاہے نہ کرے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ .

”اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں پر ہنستا ہے، جن میں سے ایک دوسرے کو (میدانِ مقتل میں) قتل کر دیتا ہے، مگر دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔“

(صحيح البخاري : 2826، صحيح مسلم : 1890)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ إِلٰى رَجُلَيْنِ ....

”خبردار! اللہ تعالیٰ دو بندوں پر ہنستا ہے۔“

(المعجم الكبير للطّبراني : 101/9، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابوبکر، محمد بن حسین، آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ الْإِيمَانِ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ، اعْلَمُوا وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ لِلرَّشَادِ مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ أَنَّ أَهْلَ الْحَقِّ يَصِفُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهٖ رَسُولُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهٰذَا مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ مِمَّنِ اتَّبَعَ وَلَمْ يَبْتَدِعْ وَلَا يُقَالُ فِيهِ : كَيْفَ؟ بَلِ التَّسْلِيمُ لَهٗ وَالْإِيمَانُ بِهٖ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

يَضْحَكُ كَذَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ صَحَابَتِهِ وَلَا يُنْكِرُ هٰذَا إِلَا مَنْ لَا يُحْمَدُ حَالُهٗ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ .

''اس پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے۔ یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح قول وعمل کی توفیق عطا فرمائے، اہل حق اللہ کی وہی صفات بیان کرتے ہیں جو اس نے اپنے لئے بیان فرمائی ہیں، یا رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمائی ہیں۔ بدعات سے کنارہ کش رہنے والے متبعین شریعت علماء کا یہی موقف ہے۔ ان صفات کی کیفیت کا سوال نہیں کیا جائے گا، بل کہ انہیں تسلیم کیا جائے گا اور اس بات پر ایمان لایا جائے گا کہ اللہ ہنستا ہے۔ یہ بات نبی کریم ﷺ اور اصحاب نبی ﷺ نے بیان کی ہے، اس کا انکار کوئی برا شخص ہی کرسکتا ہے۔''

(الشّريعة : 1051/2)

❀❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط۱۳۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کتنی چاندی ہو، تو زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: کم سے کم ساڑھے باون تولہ چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال: زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کیا انجام ہے؟

جواب: زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے تیسرا رکن ہے، زکوٰۃ صاحب نصاب پر فرض ہے، جو اس کی ادائیگی نہیں کرتا، وہ خود پر بڑا ظلم کرتا ہے اور روز قیامت اس کا وہ مال، جس کی وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا، اس کے لیے وبال جان بن جائے گا اور مختلف روپ دھار کر اس کی عاقبت تباہ کرے گا۔

❁ سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَایَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کی بیعت (عہد) کی۔“

(صحيح البخاري : 1401، صحيح مسلم : 56)

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اونٹوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ اونٹ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گے اور اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے کھروں اور پاؤں سمیت اس کو روندیں گے، گائیوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ گائیاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گی اور اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے سینگوں سے اسے ماریں گی اور اپنے پاؤں سے اس کو روندیں گی، بکریوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ بکریاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گی، اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے سینگوں سے اسے ماریں گی اور کھروں سے اس کو روندیں گی، ان میں ایک بکری بھی بغیر سینگوں کے یا ٹوٹے ہوئے سینگوں والی نہ ہوگی، جو مال دار آدمی مال کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اور منہ کھول کر اس کا پیچھا کرے گا، جب وہ (سانپ) اس کے پاس آئے گا، تو وہ آدمی اس سے بھاگ جائے گا۔ سانپ اسے آواز دے گا کہ اپنا مال لے جا، جسے تو چھپا چھپا کر رکھتا تھا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، جب وہ کوئی چارہ نہیں پائے گا، تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دے گا، وہ اسے اونٹ کی طرح چبا دے گا۔

ابوزبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ الفاظ میں نے عبید بن عمیر سے سنے ہیں، پھر میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے بھی عبید بن عمیر کی طرح ہی

بیان کیا۔ نیز عبید بن عمیر کہتے ہیں: ایک آدمی نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ !اونٹوں کا حق کیا ہے؟ فرمایا: گھاٹ پر اس کا دودھ دوہ کر دینا، پانی پلانا، جفتی کے لیے مستعار دینا، تحفے میں دینا اور اللہ کے راستے میں اس پر سوار کرنا۔''

(صحیح مسلم: 27/988، المنتقی لابن الجارود: 335)

سوال: اہل بیت کے ناموں کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا ''علیہ الصلاۃ والسلام'' وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسلک محدثین معتدل مسلک ہے، ہر ایک کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے۔ جو جس کا مقام ہے، اسے دیتا ہے۔ افراط وتفریط اور غلو وتقصیر سے اجتناب کرتا ہے۔ صحابہ کرام کے حوالے سے مذہب اہل سنت والجماعت کی پیروی ضروری ہے، حزم واحتیاط بھی اسی میں ہے۔ اہل حق جس کے متعلق جو بات کرتے ہیں، وہ علم وعدل پر مبنی ہوتی ہے، جبکہ اہل بدعت وضلال جہالت اور ظلم کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

اہل بیت سے عقیدت ومحبت اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا ایمان ہے، ساتھ ساتھ غلو وتقصیر سے بچنا بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ اہل بیت کی شان میں غلو کرتے ہوئے درست الفاظ کا استعمال نہیں کرتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام''، ''علیہ الصلاۃ والسلام'' لکھنا یا ''مولی علی'' کہنا یا ''کرم اللہ وجہہ'' لکھنا یا پڑھنا، اسی طرح حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور مہدی رحمہ اللہ کے ساتھ ''امام'' اور ''علیہ السلام'' کا لفظ لکھنے یا پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ روافض کی ایجاد ہے اور ان کا شعار ہے۔ بعض کتب احادیث میں ناسخین نے یہ الفاظ ذکر کر دیئے ہیں، اصل میں نہیں ہیں۔ ائمہ اہل سنت تمام صحابہ کے لئے ایک جیسے الفاظ کا استعمال کرتے

تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' بخاری کے ایک نسخہ میں ۲ بار، ابوداود میں ۲۹ بار، نسائی میں ا بار، السنن الکبریٰ للنسائی میں ۸ بار، ابن ماجہ میں ۲ بار، موطا مالک میں ا بار، مصنف عبدالرزاق میں ۲ بار اور مسند اسحاق میں ا بار لکھا گیا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ''کرم اللہ وجہہ'' کے الفاظ نسائی میں ۵ بار اور ابن ماجہ میں بھی ۵ بار ذکر ہوئے ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ ''علیہا السلام'' صحیح بخاری کے ایک نسخہ میں ۳۷ بار، ابوداود میں ۲ بار، ابن ماجہ میں ۳ بار ذکر ہوا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بخاری کے ایک نسخہ میں ۳ بار، ابوداود اور نسائی میں ا، ا بار ''علیہ السلام'' ذکر ہوا ہے، جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بخاری میں ۳ بار، سنن نسائی اور ابن ماجہ میں ا، ا بار ذکر ہوا ہے۔

اسی طرح عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لیے بخاری کے ایک نسخہ میں ا بار اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے لیے ایک بار ''علیہا السلام'' ذکر ہوا ہے۔

یہ الفاظ محدثین نے نہیں لکھے، بلکہ ناسخین نے اپنی طرف سے لکھ دیے ہیں، علما نے ان پر نکیر کی ہے۔ بطور شعار ان کا استعمال درست نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں، بہت ساری کتابوں میں کاتبین کی جانب سے یہ طریقہ غالب آ گیا ہے کہ وہ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ''علیہ السلام'' لگاتے ہیں، باقی صحابہ کے ساتھ نہیں لگاتے، اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ''کرم اللہ وجھہ'' لکھتے

ہیں۔تو ان کا معنی اگرچہ صحیح ہے، لیکن مناسب ہے کہ اس معاملے میں تمام صحابہ کو برابر رکھا جائے، کیونکہ یہ تعظیم اور تکریم کے باب سے ہے اور شیخین اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس تعظیم کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق دار ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

(تفسير ابن كثير : 478/6، المَوَاهب اللَّدنية للقَسطلاني : 277/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا تُصَلُّوا صَلَاةً عَلٰی أَحَدٍ إِلَّا عَلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ يُدْعٰی لِلْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِالْاِسْتِغْفَارِ .

''نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی پر درود کے الفاظ استعمال مت کریں، بلکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کے الفاظ استعمال کریں۔''

(فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم للقاضي إسماعيل : 75، وسنده صحيحٌ)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةِ عَلٰی غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ يَعْنِي اسْتِقْلَالًا لَمْ تَكُنْ مِنَ الْأَمْرِ الْمَعْرُوفِ وَإِنَّمَا أُحْدِثَتْ فِي دَوْلَةِ بَنِي هَاشِمٍ .

''غیر نبی کے لیے مستقل طور پر ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا (خیر القرون میں) معروف نہیں تھا، یہ بنو ہاشم (عباسیہ) کے دور خلافت میں رائج ہوا۔''

(الشِّفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ : 68/2، فتح الباري لابن حجر : 170/11)

❁ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں روافض کی موافقت ہے، نیز صدرِ اول میں ''علیہ الصلاۃ والسلام'' نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھا، جیسا کہ ''عزوجل'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ جیسے محمد عزوجل کہنا درست نہیں، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اسی طرح ابوبکر صلوات اللہ علیہ کہنا بھی درست نہیں، اگرچہ صلوٰۃ دعا کے معنی میں ہے۔''

(الوَسيط في المَذهب: 446/2)

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

''جو بات اکثر علما نے کی ہے، وہی صحیح ہے کہ (غیر نبی کے لیے ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا) مکروہ تنزیہی ہے، علما نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں ان کے شعار کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن ممانعت کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ سلف صالحین ''صلاۃ'' مستقل طور پر انبیائے کرام کے لیے خاص سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ہم ''عزوجل'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص سمجھتے ہیں، اسی طرح ہم محمد عزوجل نہیں کہہ سکتے، بے شک آپ ﷺ عزیز وجلیل ہیں۔ اسی طرح ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما کے ناموں کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ'' نہیں کہہ سکتے، باوجود اس کے کہ اس کا معنی درست ہے۔''

(العُدّة في شرح العُمدة: 612/2)

❁ علامہ ابن عابدین شامی (1252ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّمَا أَحْدَثَهُ الرَّافِضَةُ فِي بَعْضِ الْأَئِمَّةِ وَالتَّشَبُّهُ بِأَهْلِ الْبِدَعِ

مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَتَجِبُ مُخَالَفَتُهُمْ.

''یہ بدعت روافض نے اپنے بعض ائمہ کے لئے ایجاد کر لی ہے اور اہل بدعت سے مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے، سو ان کی مخالفت واجب ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 753/6)

(سوال): اگر مسلم علاقے میں غیر مسلموں کو معاہدے کے تحت رہنے کی اجازت دی جائے، تو کیا ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر غیر مسلم معاہدین سے معاہدہ طے پا جائے کہ ان کی عبادت گاہوں کو باقی رکھا جائے گا، تو اس معاہدے کی پاسداری کرنی چاہیے، البتہ نئے معبد خانے بنانے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے اور سر عام شراب، خنزیر وغیرہ کی خرید و فروخت کی اجازت نہ دی جائے، البتہ جب معاہدہ ختم ہو جائے، تو مسلم حکمران غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنے کا مجاز ہوگا۔

❀ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْكَنَائِسِ تُهْدَمُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْهَا فِي الْحَرَّةِ.

''آپ سے کنیسوں سے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا ان کو گرا دیا جائے گا؟ فرمایا: نہیں، البتہ مدینہ کے گرد حرہ میں اگر کوئی ہو، تو اس کو گرا دیا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 32984، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا مِنْ عَطَاءٍ مَحْمُولٌ عَلٰى مَا إِذَا حَصَلَ صُلْحٌ عَلَيْهَا أَوْ احْتَمَلَ ذٰلِكَ.

''عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول اس بات پر محمول ہے کہ جب ان گرجوں کے متعلق صلح ہو جائے یا صلح کا امکان ہو۔''

(فتاوی السّبكي : 394/2)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ صُولِحُوا عَلٰى أَنْ يُخْلٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النِّيرَانِ وَالْأَوْثَانِ فِي غَيْرِ الْأَمْصَارِ .

''ان سے صلح کی گئی کہ ان کے آتش کدوں اور بتوں کو شہروں کے علاوہ غیر آباد علاقوں میں باقی رکھا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32986، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عوف بن ابی جمیلہ اعرابی رحمہ اللہ (۱۴۷ھ) بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ مَعْمَرٍ أُتِيَ بِمَجُوسِيٍّ بَنٰى بَيْتَ نَارٍ بِالْبَصْرَةِ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ .

''میں عبداللہ بن عبید بن معمر کے پاس حاضر ہوا، ان کے پاس ایک مجوسی کو لایا گیا، جس نے بصرہ میں آتش کدہ بنایا تھا، تو انہوں نے مجوسی کی گردن قلم کر دی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32989، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ سبکی رحمہ اللہ اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بصرہ ایک بنجر زمین تھی، اسے مسلمانوں نے آباد کیا، تعمیر کیا اور اس میں سکونت پذیر ہوئے، لہٰذا اس میں کنیسا بنانا جائز نہیں تھا، نہ آتش کدہ بنانا جائز تھا۔ اس مجوسی نے آتش کدہ بنایا، تو یہ نقض عہد تھا، اسی لئے

اس کی گردن قلم کردی گئی۔''

(فتاوى السّبكي : 397/2)

۞ علامہ ابن ماجشون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بلاد اسلام میں کنیسا نہیں بنایا جائے گا، ہاں اگر وہ ذمی ہوں، اسلامی شہر سے الگ رہتے ہوں، ان کے درمیان مسلمان نہ ہوں، تو اس میں ان کی مرضی ہے، وہ شراب لائیں یا خنزیر خریدیں۔ البتہ جب مسلمانوں کے درمیان رہیں تو ضروری ہے کہ پرانے کنیسے اگر ٹوٹ گئے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کی جائیگی، الا یہ کہ وہ معاہدے کی شرط ہو، تو پھر اس کو پورا کیا جائے گا، ان کو اس سے زائد بنانے سے منع کیا جائے گا، چاہے وہ زیادت ظاہری ہو یا باطنی۔''

(النّوادر والزّيادات على ما في المدوّنة للقيرواني المالكي : 376/3، الجامع لمسائل المدوّنة للصقلي : 441/15)

علامہ ماوردی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

''اہل شرک کے جو علاقے مسلمانوں نے دشواری کے ساتھ فتح کیے، ایسے بلاد میں نئے کلیسے اور گرجے بنانے پر صلح کرنا جائز نہیں۔ لیکن جو کنیسے پہلے سے موجود ہوں، وہ اگر پرانے ہو گئے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کی جائے گی۔ یہ ویران علاقے کے حکم میں ہوں گے۔ البتہ فتح کے وقت جو پرانے کنیسے یا گرجے موجود ہوں، تو اگر ان سے صلح ہو جائے، تو ان کو باقی رکھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛ ا۔ یہ معبد خانے باقی رکھے جائیں گے، کیونکہ یہ مسلمانوں کے مال غنیمت سے خارج ہیں۔ یہی صورت درست ہے۔ اسی لیے جن علاقوں کو دشواری کے ساتھ فتح کیا گیا ہے، ان میں بھی کلیسے اور کنیسے باقی

رکھے گئے ہیں۔۲۔ان کی ملکیت مسلمانوں کو حاصل ہوگی،ان سے گرجوں اور کنیسوں کا حکم ختم ہوجائے گا۔ یہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں شامل ہوں گے۔ذمیوں کا ان پر کوئی حق نہیں ہوگا۔کیونکہ اہل ذمہ کی تعمیر شدہ عمارتوں کی کوئی حرمت نہیں،لہٰذا یہ مال غنیمت میں ہی شامل ہوں گی۔‘‘

(الحاوي الكبير : 14/321-322)

نیز فرماتے ہیں:

’’اگر کہا جائے کہ ہم ان شہروں میں کئی کلیسے اور کنیسے دیکھتے ہیں،جیسا کہ بصرہ کوفہ اور بغداد وغیرہ میں ہیں اور یہ اسلامی شہر ہیں،جن کو بادشاہ منصور نے بنایا ہے۔ہم کہیں گے:اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ ان کو بعد میں بنایا گیا ہے،تو ان کو گرانا واجب ہوگا اور اگر یہ شہر بسانے سے پہلے موجود تھے،کیونکہ نصرانی پادری اپنے صوامع،گرجے وغیرہ صحراؤں میں بناتے تھے اور دنیا سے کٹ کر ان میں بیٹھتے تھے۔تو انہیں قائم رکھا جائے گا،منہدم نہیں کیا جائے گا۔اگر ان کی تعمیر کا صحیح وقت معلوم نہ ہوسکے،تو ان کو ظاہری حالت پر قائم رکھا جائے گا،استصحاب کے طور پر۔‘‘

(الحاوي الكبير : 14/321)

(سوال): کافر ذمی مسلمان کو قتل کردے،تو کیا اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا؟

(جواب): اگر کوئی کافر ذمی مسلمان کو قتل کردے،تو اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

(سوال): اہل کتاب کو سلام کہنا کیسا ہے؟

(جواب): اہل کتاب پر سلام میں پہل نہیں کرنی چاہیے،جیسا کہ صحیح احادیث سے

ثابت ہے، ہاں اگر وہ سلام کہیں، تو جواب میں ''وعلیکم'' کہہ دیں گے۔

(صحيح البخاري : 6256، صحيح مسلم : 2165)

لیکن جواب میں کہا گیا سلام، سلام تحیہ نہیں، بلکہ امان ہے، جو کافر کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔

❀ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ مَرَّ بِرَجُلٍ هَيْئَتُهٗ هَيْئَةُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، فَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ عُقْبَةُ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ : أَتَدْرِي عَلٰى مَنْ رَدَدْتَ؟ فَقَالَ : أَلَيْسَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ؟ فَقَالُوا : لَا، وَلٰكِنَّهٗ نَصْرَانِيٌّ، فَقَامَ عُقْبَةُ فَتَبِعَهٗ حَتّٰى أَدْرَكَهٗ فَقَالَ : إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَبَرَكَاتِهٖ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، لٰكِنْ أَطَالَ اللّٰهُ حَيَاتَكَ وَأَكْثَرَ مَالَكَ .

''آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کا گزر ہوا، جس کی ظاہری ہیئت مسلمانوں والی تھی، اس شخص نے آپ کو سلام کہا، تو آپ نے اس کا جواب دیا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو آپ سے غلام نے کہا: جانتے ہیں کہ آپ نے کسے سلام کہا ہے؟ تو عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ مسلمان نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: جی نہیں، یہ عیسائی ہے۔ تو سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ اس عیسائی کے پیچھے گئے اور اس کے پاس پہنچ کر فرمایا: بلاشبہ اللہ کی رحمت اور برکات صرف مومنین کے لیے ہیں، لیکن اللہ تیری عمر دراز کرے اور تجھے مال کی کثرت عطا کرے۔''

(السنن الكبرى للبيهقي : 203/9، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ ہر ایک کو سلام کہا کرتے تھے، (راوی کہتے ہیں کہ) مجھے نہیں معلوم

کہ کسی نے سلام کہنے میں سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے پہل کی ہو، ہاں ایک دفعہ ایک یہودی جو ستون کے پیچھے چھپا تھا، سامنے آیا اور اس نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کو سلام کہا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تمہاری بربادی ہو، یہودی! ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگا: میں نے دیکھا کہ آپ کثرت سے سلام کہتے ہیں، تو میں نے جان لیا کہ یہ کوئی فضیلت والا عمل ہے، تو میں نے چاہا کہ یہ عمل میں بھی اختیار کروں، سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری بربادی ہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سلام کو ہماری امت کے لیے تحفہ اور اہل ذمہ کے لیے امان بنایا ہے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 109/8 ، ح : 7518 ، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

① سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں (شعب الایمان للبیہقی : ۸۳۷۸، وسندہ حسن) ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر مسلم وغیر مسلم کو سلام کہا کرتے تھے۔ جبکہ مندرجہ بالا اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے غیر مسلم کو سلام کہنے سے رجوع کر لیا تھا، یہی حدیث کے موافق ہے۔

② سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر (شعب الایمان للبیہقی : ۸۵۱۸) ابراہیم نخعی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَعَلَّهٗ لَمْ يَبْلُغْهُ مَا بَلَغَ غَيْرَهٗ مِنَ السُّنَّةِ، وَمُتَابَعَةُ السُّنَّةِ أَوْلٰى .

''ممکن ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو غیر مسلم کو سلام کہنے کی ممانعت کا علم نہ ہو سکا ہو۔ لہٰذا حدیث کا اتباع ہی اولیٰ ہے۔''

③ محمد بن کعب کے قول (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۵۰) کی سند ضعیف ہے، مسعودی مختلط ہے، یزید بن ہارون بعد از اختلاط روایت لی ہے۔

④ سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا ابو درداء اور سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم اہل شرک کو سلام کہا کرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 25752)

سند ضعیف ہے؛

۱۔ اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے روایت ضعیف ہوتی ہے، محمد بن عجلان مدنی ہیں، نیز اسماعیل بن عیاش مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۲۔ محمد بن عجلان مدلس ہیں، ان کا ابو درداء وغیرہ سے سماع کا مسئلہ ہے۔

⑤ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اہل کتاب کو خط میں ''سلام علیک'' لکھتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 25748)

سند ضعیف ہے۔ اس میں ''رجل'' مبہم ہے، نیز سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔

⑥ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قصہ (مستدرک حاکم: ۴۹۴۶) مجہول رواۃ پر مشتمل ہے۔

⑦ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے قول کی سند پر آگاہی نہیں ہو سکی۔

فائدہ:

مشرکین، کفار اور مومنین ایک ساتھ بیٹھے ہوں، تو سلام کہہ سکتے ہیں۔

(صحيح البخاري : 6254، صحيح مسلم : 1798)

لیکن نیت مسلمانوں کو سلام کرنے کی ہوگی، کیونکہ کفار کو سلام کہنا جائز نہیں۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے مسلمانوں کی جماعت کو

سلام کہا، جس میں عیسائی بھی موجود تھا، تو اس پر اعتراض ہوا، اس نے کہا: میں نے نیت میں صرف مسلمانوں کو مراد لیا ہے، نیز اسے کہا گیا کہ تجھے یہ الفاظ کہنے چاہیے تھے کہ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آیا اسے پہلے الفاظ (یعنی السلام علیکم) کہنا چاہیے تھا یا دوسرے الفاظ (یعنی السلام علی من اتبع الہدیٰ)؟ تو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے جواب دیا:

''سلام کہنے میں صرف پہلے الفاظ ہی جائز ہیں، اسی طرح سلام کا جواب بھی انہی الفاظ میں دیا جائے گا، مسلمانوں کی جماعت میں عیسائی موجود ہو، تو مسلمانوں کی نیت کر کے سلام کہا جا سکتا ہے۔ اب رہے السلام علی من اتبع الہدیٰ کے الفاظ، تو یہ صرف ان خطوط کے آغاز میں مشروع ہے، جو کفار کو لکھے جائیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے۔''

(الحاوي للفتاوي :297/1)

اگر کوئی کہے کہ کافر کو سلام میں پہل کیونکر درست ہے؟ تو اس کے جواب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُفَسِّرِينَ قَالُوا : لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْ هٰذَا التَّحِيَّةَ إِنَّمَا مَعْنَاهُ : سَلِمَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مَنْ أَسْلَمَ وَلِهٰذَا جَاءَ بَعْدَهٗ أَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى .

''مفسرین کرام نے کہا ہے کہ یہاں سلام سے مراد تحیۃ الاسلام نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی ہے کہ اسلام قبول کرنے والا عذاب الٰہی سے سلامت رہے، اسی لیے تو اس (آیت) کے بعد (والی آیت میں) ہے کہ تکذیب اور روگردانی کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري :38/1)

بعض سلف کا کہنا ہے کہ کافر کو ''سلام علیک'' بھی کہہ سکتے ہیں، تو اس سلام سے مراد تحیۃ الاسلام نہیں ہے، بلکہ یہ کفار کے لیے (قبول اسلام کے ذریعہ) عذاب الٰہی سے حفاظت کی دعا ہے۔

فائدہ: اگر مسلمان کو خط لکھا جائے تو اس میں السلام علیکم ہی کہا جائے گا۔

❀ کاتب مغیرہ، وراد ثقفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ الْمُغِيرَةُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ : سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ !

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا: سلام علیک، اما بعد!''

(صحيح مسلم : 593)

الحاصل:

غیر مسلم کو تحیۃ الاسلام یعنی السلام علیکم نہیں کہہ سکتے، نہ پہل کرتے ہوئے اور نہ ہی اس کے سلام کے جواب میں۔ اگر وہ سلام کہے، تو جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہا جا سکتا ہے، کیونکہ کفار السام علیکم کہتے ہیں یا اسلوبا السلام علیکم کہہ کر نیت میں ہلاکت کی دعا کرتے ہیں، لہٰذا ''وعلیکم'' کہہ کر ان پر وہی لوٹا دی جائے۔

سوال: کیا قادیانیوں کو سلام کہنا جائز ہے؟

جواب: قادیانی مرتد کافر ہیں، ان سے مکمل سوشل بائیکاٹ ہے، ان کو سلام کہنے میں پہل کرنی چاہیے، نہ ان کے سلام کا جواب دینا چاہیے، کیونکہ یہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے، جس کا نفاذ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

سوال: کیا قادیانیوں کو اہل کتاب کہہ سکتے ہیں؟

(جواب): اہل کتاب سے مراد صرف یہود ونصاریٰ ہیں، قادیانیوں کو اہل کتاب یا اہل قبلہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ وہ مرتد ہیں۔

(سوال): کیا عقیدۂ ختم نبوت کا منکر زندیق ہے؟

(جواب): بلاشبہ عقیدۂ ختم نبوت کا منکر زندیق ومرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے۔

(سوال): اہل ہویٰ سے کون لوگ مراد ہیں؟

(جواب): اہل ہویٰ سے مراد وہ لوگ ہیں، جو اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، ان کے نزدیک کتاب وسنت معیار نہیں، بلکہ اپنی خواہش معیار ہے۔ ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں رسوا اور بے فیض ہیں، تمام رحمتیں ان کے لیے ہیں، جو اپنی خواہشات کو وحی الٰہی پر قربان کر دیتے ہیں اور حتی الوسع وحی کا اتباع کرتے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغٰى، وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾(النّازعات: ٣٧_٤١)

”جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکے رکھا، تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔“

(سوال): عشرہ ذوالحجہ کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): ذوالحجہ کے پہلے دس دن انتہائی بابرکت اور حرمت والے ہیں، ان ایام کے نیک اعمال دوسرے دنوں کے اعمالِ صالحہ پر ایک گوناں فضیلت رکھتے ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان ایام کے اعمال صالحہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں، عرض کیا، دوسرے دنوں میں کیا جانے والا جہاد بھی ان سے افضل نہیں؟ فرمایا، نہیں، ہاں! اگر کوئی آدمی اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلے اور کچھ واپس نہ آئے۔''

(صحیح البخاري : ٩٦٩، سنن أبي داؤد : ٢٤٣٨، سنن التّرمذي : ٧٥٧، سنن ابن ماجه : ١٧٢٧)

ان مبارک دنوں میں نفلی نماز، نفلی روزوں، صدقہ وخیرات، ذکرواذکار، تکبیر وتہلیل اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام مولائے رحمٰن ورحیم کی بے پایاں رحمت اور لامتناہی مغفرت کا باعث ہے۔ ان دنوں میں کیے جانے والے مبارک اعمال میں سے ایک عالی مرتبت وذی شان عمل ''قربانی'' بھی ہے، جو اسلام کا باکمال اور ممتاز شعار ہے۔

سوال: ایام بیض سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایام بیض سے مراد چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے، تین راتوں میں چونکہ چاند زیادہ روشن ہوتا ہے، اس لیے انہیں بیض یعنی روشن کہا جاتا ہے۔

سوال: ایام بیض کے روزوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ایام بیض کے تین روزے پورا مہینہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔ ہر روزہ دس روزوں کے برابر اجر رکھتا ہے۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

إِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ

عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ .

''جب آپ ہر ماہ تین روزے رکھیں،تو (قمری مہینہ کی) تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ (ایام بیض) کے روزے رکھا کریں۔''

(سنن النّسائي : 2424، سنن التّرمذي :761، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کوامام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (٢١٢٨) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (٣٦٥٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ **نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا:**

إِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ .

''آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیں،تو آپ کو ہر نیکی کے بدلے دس گناہ اجر ملے گا اور اس طرح پورا سال روزے رکھنے کے برابر اجر ملے گا۔''

(صحيح البخاري : 1975، صحيح مسلم : 1159)

❁ **یزید بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:**

صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ، وَصَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ يُذْهِبْنَ وَحَرَ الصَّدْرِ .

''ماہ رمضان اور ہر ماہ تین دن روزہ رکھنے سے دل کا کینہ ختم ہوتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 263/5، سنن أبي داوٗد : 2999، سنن النّسائي : 4151،

وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٥٥٧) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (١٠٩٩) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: ایام تشریق سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

سوال: ذوالحجہ کی تکبیرات کب تک کہی جائیں گی؟

جواب: ❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ﴾(الحجّ : ٣٧)

''تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو، کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾(البقرة : ٢٠٣)

''ایامِ معدودات میں اللہ کا ذکر کرو۔''

❀ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ . ''یہاں ایام تشریق مراد ہیں۔''

(معرفة السنن والآثار للبيهقي : 255/4، وسندہٗ صحیحٌ)

اس کی سند کو حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر : ٤٣٠/٦) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر : ٦٠٨/٢) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

تکبیرات کا آغاز یومِ عرفہ (نو ذوالحجہ) کی نمازِ فجر سے ہوتا ہے اور اختتام تیرہ ذوالحجہ کی عصر کے بعد ہوتا ہے۔ اس پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا ہے۔

(العُدّة في أصول الفقه لابن الفرّاء : 1061/4)

یکم ذوالحجہ سے ان تکبیرات کا آغاز کرنے پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نو ذوالحجہ کو نمازِ فجر سے لے کر آخری یومِ تشریق (تیرہ ذوالحجہ) کو نمازِ عصر کے بعد تک تکبیرات پڑھتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 165/2، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ تکبیرات بآواز بلند فرض نمازوں کے بعد بھی کہنی چاہئیں اور عام اوقات میں بھی۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم اتنی بات پر متفق ہیں کہ ان دنوں (نو ذوالحجہ سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک) میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہنا مشروع ہے۔ اس باب میں کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں، البتہ آثار صحابہ و تابعین اور مسلمانوں کا عمل منقول ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 22/9)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں (بآواز بلند) تکبیرات کہتے تھے کہ حاضرین مسجد آپ کی تکبیر کو سن لیتے، وہ بھی تکبیرات کہنے لگتے، تو بازار والے سن لیتے، وہ بھی تکبیرات کہنے لگتے، یوں منیٰ ایک ساتھ تکبیر سے گونج اُٹھتا۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 6267، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ ان دنوں (ایام تشریق) میں منی کے اندر فرض نمازوں کے بعد، بستر پر، خیمے میں اور چلتے پھرتے تکبیرات کہتے تھے۔''

(الأوسط لابن المُنذر : 299/4، وسندهٗ حسنٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا شوہر دیدہ عورت کے لیے بھی ولی کی اجازت شرط ہے؟

(جواب): عورت کنواری ہو یا شوہر دیدہ، بالغ ہو یا نابالغ، ہر صورت نکاح کے لیے ولی کی اجازت و رضامندی شرط ہے۔ جو نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر کیا جائے، وہ منعقد نہیں ہوتا، بلکہ باطل ہے۔

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے، میرا ایک چچازاد بھی آیا، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے) نکاح کے پیغام آنے لگے، تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آ گیا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی اپنی بہن کا نکاح تجھ سے نہیں کرے گا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ......﴾ پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔''

(صحيح البخاري: ٥١٣٠، سنن أبي داوٗد: ٢٠٨٧، واللّفظ لهٗ، سنن التّرمذي: ٢٩٨١)

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں، کیونکہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی، اگر معاملہ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا، تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (ان کو اپنے سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ معاملہ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے، ہاں عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ۲۹۸۱)

۞ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ عَقْدَ النِّكَاحِ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ دُونَهُنَّ، وَإِنَّهُ لَيْسَ إِلَى النِّسَاءِ، وَإِنْ كُنَّ ثَيِّبَاتٍ مِنَ الْعَقْدِ شَيْءٌ.

''اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کا اختیار اولیا کو سونپا ہے، نہ کہ خود عورتوں کو، نیز دلیل ہے کہ نکاح کا کچھ بھی اختیار خواتین، خواہ وہ شوہر دیدہ ہی ہوں، کو حاصل نہیں ہے۔''

(المستدرك للحاكم، تحت الحديث : ۲۷۱۹)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نکاح میں ولی کا ہونا شرط ہے، اگر یہ شرط نہ ہوتی تو مرد

کی عورت میں اور عورت کی مرد میں دلچسپی کافی ہو جاتی، اسی حدیث کے ذریعے اس قیاس کا بھی رد ہو جاتا ہے جس قیاس کے ذریعے امام ابوحنیفہ نے ولی کی اجازت کی شرط کے نہ ہونے پر حجت لی ہے، انہوں نے نکاح کو بیع (خرید وفروخت) پر قیاس کیا ہے، اس طرح کہ اس معاملے میں عورت اس معاملہ میں خودمختار ہے، ولی کی ضرورت نہیں اور یہی معاملہ نکاح کا ہے، انہوں نے ولی کی اجازت نکاح کے لیے شرط ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث کو چھوٹی بچی پر محمول کیا ہے اور اس قیاس کے ذریعے ان احادیث کے عموم کو خاص کیا ہے، لیکن یہ قیاس فاسد ہے۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مقابلہ میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔'' (نیل الأوطار : ۱۹۷/٤)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''نکاح میں ولی کی اجازت کی شرط ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولی کی اجازت نکاح کے لیے شرط ہے، ان کا کہنا ہے کہ عورت قطعاً اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، انہوں نے مذکورہ احادیث کو دلیل بنایا ہے، ان میں سے قوی ترین دلیل وہ سببِ نزول ہے جو اس آیتِ کریمہ کے بارے میں مذکور ہے اور یہ ولی کی اجازت شرط ہونے پر صریح ترین دلیل ہے، ورنہ ان (سیدنا معقل رضی اللہ عنہ) کے روکنے کے کوئی معنیٰ نہیں، نیز یہ کہ اگر وہ عورت خود نکاح کر سکتی ہوتی تو اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتی اور جو اپنے معاملے میں خودمختار ہو، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی نے اس کو اس کام سے روک دیا ہے، امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں کسی

صحابی کا اختلاف ان کے علم میں نہیں۔''

(فتح الباري : ۱۸۷/۹)

سوال: کیا ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے؟

جواب: ایمان کی کمی بیشی پر قرآن، حدیث کی نصوص اور سلف صالحین کے آثار میں واضح دلائل موجود ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ اہل ایمان کے درجات مختلف ہیں، بعض نیکیوں میں سبقت لے جانے والے، بعض میانہ رو اور بعض گناہ گار ہوتے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾

(فاطر : ۳۲)

''پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا، جو ہمارے بندوں میں سے منتخب شدہ تھے، بعض ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے، بعض درمیانے درجے کے اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لیجانے والے تھے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے مراتب میں تفاوت کی وضاحت فرمائی ہے۔

اب ایمان میں کمی وبیشی کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾(آل عمران : ۱۷۳)

''(ایمان داروں کی حالت یہ ہے کہ) جب لوگ ان کو کہتے ہیں کہ سب لوگ ان کے خلاف جمع ہو چکے ہیں، لہٰذا ان سے ڈر جاؤ، اس بات نے ان کا ایمان بڑھا دیا اور انہوں نے کہا، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾(التّوبة : ١٢٤)

''جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے، تو ان (کفار) میں سے بعض کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کے ایمان کو اس سورت نے بڑھایا ہے، سو جو لوگ مومن ہیں، اس نے ان کے ایمان کو تو بڑھا دیا ہے اور وہ خوش ہیں۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ مِنْ أَكْبَرِ الدَّلَائِلِ عَلٰى أَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ أَكْثَرِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنْ أَئِمَّةِ الْعُلَمَاءِ، بَلْ قَدْ حَكَى الْإِجْمَاعَ عَلٰى ذٰلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ.

''یہ آیت کریمہ ایمان کی کمی وبیشی پر سب سے بڑی دلیل ہے، سلف وخلف ائمہ دین کا یہی مذہب ہے، بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ١٧٥/٤)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، نیز شرابی شراب پیتے وقت، چور چوری کرتے وقت اور ڈاکو ڈاکہ ڈالتے وقت مومن نہیں ہوتا، جب لوگ اس کی

طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : ٢٤٧٥، صحيح مسلم : ٥٧)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر خیر (ایمان) ہوا، وہ آگ سے نکل جائے گا، جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر (ایمان) ہوا، وہ جہنم سے نکل جائے گا اور جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر (ایمان) ہوا، وہ جہنم سے نکل جائے گا۔''

(صحيح البخاري : ٤٤، صحيح مسلم : ١٩٣)

صحیح بخاری میں ''من خیر'' کی جگہ ''من ایمان'' کے الفاظ ہیں۔

اس بارے میں اور بھی بہت سی آیات واحادیث موجود ہیں، نیز اس پر سلف وخلف کا اجماع بھی ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

اِتَّفَقَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ وَقَالُوا : إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ، وَعَمَلٌ، وَعَقِيدَةٌ، يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ، وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ عَلٰى مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ فِي الزِّيَادَةِ، وَجَاءَ فِي الْحَدِيثِ .

''صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد والے سنی علماء کا اسی بات پر اجماع ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ ایمان قول، عمل اور

عقیدے کا نام ہے، یہ اطاعت سے زیادہ ہوتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث نے اس کی زیادت کو بیان کیا ہے۔''

(شرح السّنة : ۱/۳۸۔۳۹)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَبَتَ لَفْظُ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ مِنْهُ عَنْ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُعْرَفْ فِيهِ مُخَالِفٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ .

''ایمان میں کمی بیشی کے الفاظ صحابہ کرام سے ثابت ہیں، کسی صحابی کی اس مسئلہ میں ان کی مخالفت ثابت نہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ۷/۶۷۲)

سوال: کیا اعمال، ایمان میں داخل ہیں؟

جواب: سلف صالحین اور ان کے مخالف مرجی فرقہ میں ایمان کے مسائل میں سب سے زیادہ اختلاف اسی مسئلہ میں تھا کہ عمل ایمان میں داخل ہیں یا نہیں؟ سلف صالحین، صحابہ وتابعین کا مذہب یہ تھا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، وہ اس سے مراد دل کا قول وعمل، زبان کا قول اور اعضا کا عمل لیتے تھے، اس بارے میں ان کا اجماع ہے۔

مرجئہ کا کہنا ہے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے، اعمال اس میں داخل نہیں، بلکہ اس کے ثمرات ہیں، اپنے اسی موقف کی وجہ سے وہ ایمان میں کمی وبیشی اور استثنا کے منکر ہوئے۔

جوں ہی یہ بدعت امت میں ظاہر ہوئی، سلف صالحین اور اہل ارجا کے مابین اختلاف ونزاع کا سلسلہ چل نکلا۔

سلف صالحین نے مرجئہ کے قول کو باطل ثابت کیا اور ان کو بدعتی و گمراہ قرار دے کر امت کو ان کے اس شنیع مذہب سے دور کیا۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''سلف صالحین نے ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے، جنہوں نے ایمان سے اعمال کو خارج کیا، جن اہل علم نے اس کا رد کیا، ان میں سے سعید بن جبیر، میمون بن مہران، قتادہ بن دعامہ، ایوب سختیانی، ابراہیم نخعی، محمد بن مسلم زہری، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہم رحمہم اللہ ہیں۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعی عقیدہ ہے، ہم نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو اس کے خلاف پایا ہے اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اسلاف (صحابہ کرام) ایمان اور عمل میں فرق نہیں کرتے تھے۔''

(جامع العُلوم والحِكَم، ص ٢٣-٢٤)

اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مرجئہ کے نزدیک ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جبکہ سلف صالحین کے نزدیک ایمان قول و عمل سے مرکب ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) سلف کا مذہب نقل کرتے ہیں:

''ایمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی معرفت، دل سے ان کی تصدیق، زبان سے اقرار، محبت و انکساری سے اطاعت، ظاہری و باطنی طور پر عمل، ان کے نفاذ اور حسب استطاعت ان کی طرف دعوت سے مرکب ہے، نیز ایمان کا کمال اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور اسی کے لیے نفرت میں ہے۔''

(الفوائد، ص ١٩٦)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) مرجئہ کا مذہب نقل کرتے ہیں:

''مرجئہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جہمیہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی ہے اور مرجئہ کے نزدیک دلی اور زبانی تصدیق ہے۔...... ان کا اصل اعتراض یہی ہے کہ مرکب چیز ایک جز کے ختم ہونے سے زائل ہو جاتی ہے، جیسے دس کا عدد ایک مرکب حقیقت ہے، اگر ایک بھی ختم ہو جائے، تو دس باقی نہیں رہتے، اسی طرح دوسرے مرکب اجسام ہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی: ۷/۵۱۰۔۵۱۱)

اس سلسلہ میں ان کی سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا کہنا ہے کہ لغت میں ایمان صرف تصدیق کا معنی دیتا ہے۔

❁ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بارے مرجئہ کے ہاں سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ لغت میں ایمان صرف تصدیق پر بولا جاتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ تصدیق صرف دل سے ہوتی ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ صرف دل اور زبان سے ہوتی ہے، حالانکہ ہم نے عرب کی لغت میں دیکھا ہے کہ ہر وہ عمل جس سے دل اور زبان کا عمل ثابت ہو، اسے تصدیق کہا گیا ہے۔''

(تعظیم قدر الصَّلاۃ: ۲/۷۱٦)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اس اصول میں مرجئہ کتاب و سنت اور اقوال صحابہ و تابعین سے ہٹ گئے ہیں، انہوں نے اپنی عقل اور لغت پر اعتماد کیا ہے، یہ اہل بدعت کا طریقہ ہے۔

......یہی وجہ ہے کہ ہم معتزلہ، مرجئہ، روافض اور دیگر اہل بدعت کو دیکھتے ہیں، وہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے، عقل اور لغت سے کرتے ہیں، اسی لیے آپ انہیں احادیث نبوی اور صحابہ، تابعین واسلاف کے آثار پر اعتماد کرتا نہیں دیکھیں گے، نہ یہ احادیث کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اجماع سلف کی، وہ تو اپنی عقل اور لغت پر انحصار کرتے ہیں، آپ کبھی نہیں پائیں گے کہ وہ تفسیر بالماثور کی کتابوں، احادیث اور آثار سلف پر اعتماد کرتے ہوں، بلکہ وہ تو ادب کی کتب اور اپنے بڑوں کے وضع کردہ علم کلام کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں۔''

(الإيمان، ص ١١٤)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ، قَالُوا : إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ، وَعَمَلٌ، وَعَقِيدَةٌ.

''صحابہ، تابعین اور بعد کے محدثین اس پر متفق ہیں کہ اعمال ایمان میں شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ایمان قول، عمل اور عقیدے (تصدیق) کا نام ہے۔''

(شرح السّنة : ٣٨/١)

❁ امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (٣٦٠ھ) فرماتے ہیں:

''اے قرآن وحدیث کے علماء اور دین کے فقہاء! اللہ تم پر اور ہم پر رحم کرے! جان لیں کہ اگر تم قرآن پر حکم الٰہی کے مطابق غور وفکر کرو گے، تو جان لو گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول پر ایمان لانے کے بعد مومنوں پر عمل کو لازم

قرار دیا ہے، نیز ان کو رضا مندی کا سرٹیفکیٹ اور جنت کے حصول اور آگ سے نجات کی صورت میں بدلہ ایمان اور عمل صالح دونوں کی موجودگی میں دیا ہے، یعنی اللہ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کو ملایا ہے، صرف ایمان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں کیا، حتیٰ کہ اپنی توفیق کے مطابق نیک عمل بھی اس کے ساتھ ملا دیا، لہٰذا کسی کا ایمان مکمل ہی تب ہوگا جب وہ دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرے گا، قرآن پر غور وفکر اور اس کی ورق گردانی کرنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں۔

اللہ تم پر اور ہم پر رحمت کرے! جان لو کہ میں نے قرآن کی ورق گردانی کی ہے، تقریباً پچاس ایسے مقامات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ صرف ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں کرے گا، بلکہ اس کی رحمت اور اس کی توفیق کے مطابق نیک اعمال بھی ایمان کے ساتھ شامل ہوں گے۔

یہ ان لوگوں کا رد ہے جو صرف معرفت کو ایمان کہتے ہیں، نیز ان لوگوں کا بھی جو صرف دل کی معرفت اور زبان کے اقرار کو ایمان کہتے ہیں، اگرچہ عمل نہ بھی کرے! ہم ایسے کہنے والے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

(الشریعة : ٢/٦١٨ـ٦١٩)

سوال: اشارے سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص مجبوری کی وجہ سے لیٹ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا، تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے گا، اس کے لیے کسی صورت نماز ترک کرنا جائز نہیں۔

سوال: برہنہ حالت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جو کسی ایسی مجبوری میں پھنس جائے کہ اس کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کوئی کپڑا موجود نہ ہو، تو وہ برہنہ حالت میں ہی نماز پڑھے گا، البتہ اگر کپڑا تو ہے، مگر ناپاک ہے، تو وہ ناپاک کپڑے میں نماز پڑھے گا، اس صورت میں برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(سوال): کیا باز حلال ہے؟

(جواب): باز حرام ہے، کیونکہ وہ پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی (نوکیلے دانت) والے درندے اور ہر پنجے (سے شکار کرنے) والے پرندے سے منع کیا ہے۔''

(صحيح مسلم: 1934)

(سوال): باغی کسے کہتے ہیں؟

(جواب): باغی دو طرح کا ہوتا ہے۔

① امام حق کے خلاف خروج کرنے والا اور اس کی خلافت کا منکر۔

② اجتہادی خطا کی بنا پر امام حق کے خلاف کسی مسئلہ میں لڑنے والا۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، وہ لعنت کا مستحق ہوگا، نہ ظالم یا فاسق، بلکہ مؤول ماجور ہے۔ تبھی تو سیدنا حسن نے سیدنا معاویہ سے صلح کر لی تھی، اگر حقیقی باغی ہوتے، تو ان سے صلح کا کیا مطلب تھا، ان سے تو لڑنا ہوتا ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَ تْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾(الحجرات : ۹)

''مومنوں کے دو گروہ باہم جھگڑ پڑیں، تو ان کی صلح کرا دیں، ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے، تو باغی سے لڑائی کریں، تا آں کہ اللہ کے فیصلہ کی طرف مائل ہو جائے۔ جب مائل ہو جائے، تو عدل کے ساتھ ان کی صلح کرا دیں اور انصاف کریں، کیوں کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

قرآن نے بغاوت کے باوجود دونوں گروہوں کو مومن کہا ہے۔

سوال: باطنیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: باطنیہ خوارج کا ایک گروہ ہے، اس کے انتہائی خطرناک عقائد ہیں، کئی ضروریات دین کے منکر ہیں، ان کے کافر، بے دین اور زندیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

❀ علامہ عبدالقاہر بغدادی، اسفرائینی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَتِ الْبَاطِنِيَّةُ مِنْ فِرَقِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ بَلْ هِيَ مِنْ فِرَقِ الْمَجُوسِ .

''باطنیہ مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہے، بلکہ یہ مجوسیوں سے نکلا ہوا فرقہ ہے۔''

(الفَرق بين الفِرَق، ص 16)

سوال: اگر شادی شدہ مرد کسی کنواری لڑکی سے شادی کرے، تو اس کے پاس کتنا قیام کرے گا؟

جواب: اگر کسی شخص نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری کنواری لڑکی سے

شادی کی، تو وہ نئی دلہن کے پاس ایک ہفتہ شب گزاری کرے گا اور اگر ثیبہ (شوہر دیدہ) سے شادی کی ہے، تو تین راتیں گزارے گا۔ یہ مستحب ومسنون ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

السُّنَّةُ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَّإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا .

''سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کنواری لڑکی سے شادی کرے، تو اس کے پاس سات راتیں قیام کرے اور جب کوئی ثیبہ (شوہر دیدہ) سے شادی کرے، تو تین راتیں قیام کرے۔''

(صحيح البخاري : 5214، صحيح مسلم :1461)

سوال: کنوارے زانی کی سزا کیا ہے؟

جواب: کنوارے زانی کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا زید بن خالد اور سیدنا شبل رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک آدمی آ کر کہنے لگا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے، اس کا مدمقابل جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، وہ بھی کھڑا ہو کر کہنے لگا: ٹھیک ہے، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے اور مجھے (بات کی) اجازت دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہیے، اس نے کہا: میرا بیٹا ان کے ہاں ملازم تھا، وہ ان کی بیوی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو گیا، مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے، تو میں نے اس کے فدیے میں ایک سو

بکریاں اور ایک غلام دیا ہے، اس کے بعد میں نے علما سے پوچھا، تو انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اس کی عورت پر رجم کی سزا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم واپس ہوں گے اور آپ کے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، انیس! آپ اس آدمی کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ اعتراف کر لے، تو اسے سنگسار کر دیں۔''

(صحيح البخاري: 6827، صحيح مسلم: 1697، المنتقى لابن الجارود: 811)

سوال: طوطے کا کیا حکم ہے؟

جواب: طوطا حلال ہے، اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں، یہ پنجے سے شکار کرنے والے پرندوں میں سے نہیں، اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے طوطے وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''ان کی خرید و فروخت بلا اختلاف جائز ہے۔''

(المَجموع شرح المُهذّب: 240/9)

سوال: بحیرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنے بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے، ان کی تعظیم کرتے تھے۔ انہی جانوروں میں سے ایک کو ''بحیرہ'' کہتے تھے۔ اسلام نے ان تمام جانوروں کو حرام قرار دیا اور ان جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑنا بھی ناجائز قرار دیا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(المائدة : 103)

''اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیے، بلکہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔''

سوال: کیا سمندر کا پانی پاک ہے؟

جواب: سمندر کا پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کیا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ فَنَحْمِلُ الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحَلَالُ مَيْتَتُهٗ» .

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم سمندری سفر کرتے وقت اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اگر اس سے وضو کریں، تو پیاسے رہ جاتے ہیں۔ کیا ہم سمندری پانی سے وضو کر لیا کریں؟ فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 361/2، موطأ الإمام مالك : 22/1، سنن أبي داوٗد : 83، سنن النّسائي : 59، سنن التّرمذي : 69، سنن ابن ماجه : 386-3246، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳) امام

ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۱۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۳)، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر لابن حجر : ۱/۱۰) حافظ بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ : ۵۶/۲، ح : ۲۸۱) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع : ۱/۸۲) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط : ۱/۲۴۷) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

۞ علامہ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ مُتَّصِلٌ ثَابِتٌ . ''اس کی سند متصل، ثابت ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير :346/1)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ جَلِيلٌ . ''یہ حدیث صحیح اور جلیل القدر ہے۔''

(البدر المُنير :348/1)

سوال: بدعت کیا ہے؟

جواب: اہل علم نے بدعت کی مختلف تعبیرات بیان کی ہیں، ملاحظہ ہو؛

۞ علامہ عینی حنفی (م:۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

''دین میں بدعت ہر اس نئے کام کو کہتے ہیں، جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ ایسا عمل، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ پایا گیا ہو۔'' (عمدة القاري : ۳۷/۲۵)

۞ علامہ شاطبی (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِي الشَّرِيعَةَ يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمُبَالَغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ .

''شریعت کی مشابہت میں نکالا گیا وہ طریقہ، جس کا مقصود عبادت میں مبالغہ ہو، بدعت کہلاتا ہے۔''(الاعتصام : ۳۰/۱)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''بدعت وہ دین ہے، جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم نہیں دیا اور جس کا حکم شریعت میں نہ ہو اس پر عمل کرنے والا بدعتی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی معنی ہے: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنْ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾(الشوری:۲۱)''کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں؟ جنہوں نے ان چیزوں کو دین بنا دیا ہے، جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔''

(الاستقامة : ۵/۱)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (م:۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''بدعت سے مراد وہ چیز ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل ودلیل نہ ہو، ہاں! جس کی شریعت میں اصل ودلیل موجود ہو، شرعی بدعت نہیں، اگر چہ لغوی اعتبار سے بدعت ہو۔''(جامع العلوم والحِکَم : ۱۹۳)

❁ نیز لکھتے ہیں:

''جس عمل کو اللہ نے اپنے قرب کا ذریعہ نہ بنایا ہو، اس کے ذریعے قرب تلاش کرنے کا عمل باطل ومردود ہے۔ جیسے مشرکین مکہ بیت اللہ میں سیٹیاں اور تالیاں بجا کر عبادت کرتے تھے۔ بدعی اعمال کے ذریعہ حصول تقرب کی مثال وہی ہے، جیسے کوئی آلات موسیقی، رقص اور احرام کے سوا سر ننگا رکھ کر اللہ کا تقرب چاہے، یا دیگر بدعات کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ مان کر ان پہ عمل پیرا

ہو۔ایک عمل اگر کسی ایک عبادت میں بہ طور نیکی کیا جاتا ہے،تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسری عبادات میں اس کا شمول بھی نیکی بن جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ پہ کھڑے دیکھ کر اس کی وجہ دریافت کی، اس نے بتایا کہ میں نے نذر مان رکھی ہے کہ میں بیٹھوں گا نہیں بلکہ کھڑا رہوں گا، اسی طرح سائے میں بھی نہیں آوں گا۔اسی حالت میں روزہ رکھوں گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں اور سائے میں آجائیں، البتہ روزہ مکمل کریں۔آپ ﷺ نے اس آدمی کے دھوپ میں کھڑے رہنے کو نیکی نہیں بتایا کہ جس کی نذر پوری کی جائے۔روایات میں آتا ہے کہ اس آدمی نے یہ نذر جمعہ والے دن نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنتے وقت مانی تھی، آپ ﷺ منبر پر تھے، اس نے نذر مانی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے رہیں گے، میں تعظیماً آپ کے خطبہ کو سننے کے لیے کھڑا رہوں گا اور سائے میں نہیں آؤں گا، لیکن نبی کریم ﷺ نے اسے نیکی نہیں سمجھا کہ جس کی نذر پوری کرنا ضروری ہے۔حالانکہ نماز، اذان اور وقوف عرفہ کے دوران دعا سمیت کئی مقامات پر کھڑے ہونا اور محرم کے لیے سورج کے روبرو ہونا عبادت ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جو کام کسی ایک عبادت میں مشروع ہو، وہ دوسری عبادت میں ممنوع بھی ہوسکتا ہے، سو شریعت کے اتباع کی ضرورت ہے، جس سے کسی کام کی مشروعیت عدم مشروعیت کا معلوم ہوسکے۔''

(جامع العلوم والحِكَم: ١٧٨/١)

❁ علامہ احمد بن محمد بن حسن شمنی حنفی رحمہ اللہ (٨٧٢ھ) لکھتے ہیں:

''علم، عمل یا کوئی ایسی حالت، جسے شبہ کی بنا پر رسول اللہ ﷺ سے منقول حق کے مقابلہ میں گھڑ لیا گیا ہو اور اسے بدعت حسنہ کا نام دے کر دین قویم اور صراط مستقیم قرار دیا گیا ہو بدعت ہے۔''

(رد المحتار علی الدّر المختار المعرورف به فتاوٰی شامي : ١/٥٦٠، حاشية الطّحطاوي علی مراقي الفلاح، ص ٣٠٣، درر الحکام شرح غرر الأحکام لملا خسرو : ١/٨٥)

❀ علامہ شریف جرجانی (م: ٨١٦ھ) لکھتے ہیں:

الْبِدْعَةُ : هِيَ الْأَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، وَلَمْ يَكُنْ مِّمَّا اقْتَضَاهُ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ .

''بدعت وہ نیا کام ہے، جس پر صحابہ وتابعین کا عمل نہ ہو اور نہ ہی دلیل شرعی اس کی متقاضی ہو۔'' (کتاب التّعریفات، ص ٤٣)

سوال: کیا شہد کی شراب حلال ہے؟

جواب: خمر (شراب) جس چیز سے بھی بنائی جائے، ناجائز اور حرام ہے، البتہ شہد سے بنایا گیا نبیذ حلال ہے۔

❀ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ .

''ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔''

(صحيح البخاري : 5585، صحيح مسلم :2001)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۸)

غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری

سوال: بدعت حسنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: بدعت کو سَیِّئَۃ (بُری) اور حَسَنَۃ (اچھی) میں تقسیم کرنا درست نہیں، کیونکہ ہر بدعت سَیِّئَۃ (بُری) ہے، کوئی بدعت حَسَنَۃ (اچھی) نہیں۔

قارئین کرام! بدعت کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس کی اصل قرآن وسنت اور اجماع میں نہ ہو، تو جس کی دلیل نہ ہو، وہ حسنہ کیسے بن سکتی ہے؟

✿ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا التَّقْسِيمَ أَمْرٌ مُّخْتَرَعٌ، لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، بَلْ هُوَ نَفْسُهُ مُتَدَافِعٌ، لِأَنَّ مِنْ حَقِيقَةِ الْبِدْعَةِ أَنْ لَّا يَدُلَّ عَلَيْهَا دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، لَا مِنْ نُصُوصِ الشَّرْعِ، وَلَا مِنْ قَوَاعِدِهٖ .

''بدعت کی تقسیم بذات خود اختراع وبدعت ہے، کیوں کہ اس تقسیم پر کوئی دلیل شرعی نہیں، بلکہ بدعت کی تعریف ہی اس تقسیم کا رد کرتی ہے، بدعت کی تعریف یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی نص یا شرعی قاعدہ دلالت نہ کرے۔''

(الاعتصام: ۱/۲٤٦)

✿ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾(النّحل : ١١٦)

''اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے کسی چیز کو اپنی صواب دید سے حلال یا حرام قرار نہ دیا کرو، اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:٧٧٤ھ) لکھتے ہیں:

''ہر وہ شخص جس نے کسی شرعی ثبوت و دلیل کے بغیر کوئی بدعت جاری کی، وہ اس آیت کا مصدق ہے۔ ایسا انسان محض اپنی رائے اور نفسانی خواہش سے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : ٧٧٩/٢)

بدعت جاری کرنے کا مطلب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، تو کیا اللہ پر باندھا ہوا جھوٹ سئیہ یا حسنہ میں تقسیم ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ أَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(البقرة : ٨٠)

''وہ کہتے ہیں کہ ہم گنتی کے چند دن آگ میں جلیں گے، اے محمد ﷺ کہہ دیجئے! کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی نہ

کرے؟ یا بغیر علم کے اللہ پر جھوٹ بولتے ہو؟''

معلوم ہوا کہ دینی احکام و مسائل میں بغیر دلیل کے بات کرنا اللہ پر بہتان و افترا ہے۔اس کو اللہ پر جھوٹ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ اور بدعت میں یہی تو ہوتا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے دین نہ کہا ہو، اس کو دین کہہ دیا جاتا ہے، لہٰذا کسی صورت اللہ پر جھوٹ کو حسنہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾(النّساء : ۱۷)

''اہل کتاب! دین میں غلو مت کرو، اور اللہ پر جھوٹ مت باندھو۔''

اس آیت میں ''غلو فی الدین'' سے منع کیا گیا ہے، اور بدعت غلو ہی کی ایک صورت ہے، سو ایسے ممنوع کام کو ''حسنہ'' نہیں کہا جا سکتا، وہ سیئہ ہی ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .

''بدعت قبیح ترین عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(صحیح مسلم : ۸٦۷/٤۳)

اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی رحمہ اللہ (م:٦۷۱ھ) کہتے ہیں:

يُرِيدُ مَا لَمْ يُوَافِقْ كِتَابًا أَوْ سُنَّةً، أَوْ عَمَلَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہر وہ عمل ہے، جو کتاب و سنت اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے موافق نہ ہو۔''

(تفسير القرطبي : ۸۷/۲)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِقَوْلِهِ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، مَا أُحْدِثَ وَلَا دَلِيلَ لَهٗ مِنَ الشَّرْعِ بِطَرِيقٍ خَاصٍّ وَّلَا عَامٍ .

''ہر بدعت گمراہی ہے، اس سے مراد ہر وہ نئی چیز ہے، جس کی شریعت میں خاص یا عام کوئی دلیل نہ ہو۔''(فتح الباري : ۲٥٤/۱۳)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .

''جو ہمارے دین میں ایسا کام جاری کرے، جس کی اصل (کتاب وسنت و اجماع میں) نہ ہو، وہ باطل ہے۔''

(صحيح البخاري : ۲٦۹۷، صحيح مسلم : ۱۷۱۸/۱۷)

جو عمل کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہے اور باطل ہے اور باطل حسنہ نہیں ہوسکتا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' اس پر عمل ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو اپنے عموم پر رکھا جائے۔ جو لوگ بدعت کو سئیہ وحسنہ میں تقسیم کرتے ہیں اور تس پہ استدلال کرتے ہیں کہ فلاں کام کی ممانعت دین میں نہیں، لہٰذا وہ بدعت حسنہ ہے، وہ لوگ واضح خطا پر ہیں۔''

(مجموع الفتاوٰی : ۳۷۰/۱۰۔ ۳۷۱)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .

''ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے ''حسنہ'' کا نام دیں۔''

(السّنة للمَروزيّ : ٢٤، المَدخَل إلى السّنن الكبرٰى للبيهقي : ١٩١، وسندهٗ صحيحٌ)

جلیل القدر صحابی ہر بدعت کو گمراہی قرار دے رہے ہیں اور صاف بتا رہے ہیں کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ .

''بدعات سے بچو، کیونکہ بدعت گمراہی ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٦١١، حلية الأولياء لأبي نعيم : ٢٣٣/١، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۲۷۰/۳، ۴۶۰/۴) نے اس قول کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر بدعت کو ضلالت قرار دے رہے ہیں، لہٰذا بدعت میں حسن وخوبی نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِيَّايَ وَالْبِدَعَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ .

''اللہ کے دین میں بدعات جاری کرنے سے بچیں۔''

(البِدَع والنّهي عنها لمحمّد بن وضّاح القرطبي : ٧٥، وسندهٗ صحيحٌ)

جلیل القدر صحابی مطلق طور پر بدعات سے منع کر رہے ہیں، لہٰذا ہر بدعت ممنوع اور بری ہے۔ اگر کچھ بدعات اچھی بھی ہوتیں، تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ بری بدعات جاری کرنے سے بچو اور اچھی بدعات جاری کرتے رہو۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ہر خطبہ میں فرماتے تھے:

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا .

''(دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور بدترین اعمال بدعات ہی ہیں۔''

(البِدَع والنّهي عنها للقرطبي : ٦١، المعجم الكبير للطّبراني : ١٠٠/١، وسندهٗ صحيحٌ)

جب ہر بدعت گمراہی ہے، تو گمراہی کو اچھا کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م: ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

''سلف صالحین صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کا بدعت اور بدعتی کی مذمت اور انہیں قبیح جانتے ہوئے ان سے دور رہنے پر اجماع ہے، سلف سے اس بارے میں توقف یا اس کی کسی صورت کا استثنا ثابت نہیں، ہماری تحقیق میں ہر بدعت کو باطل بلکہ ناحق کہنے پر اجماع ہے۔''

(الاعتصام : ١٤١/١)

جن نصوص میں بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے، وہ عام ہیں، ان میں تخصیص اور تقسیم ثابت نہیں۔

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَهْبَانِيَّةَنِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾(الحديد : ٢٧)

''نصاریٰ نے دین میں رہبانیت کی بدعت نکالی، ہم نے یہ کام ان کے لئے مشروع نہیں کیا تھا، مگر انہوں نے رضائے الٰہی کی چاہت میں ایسا کیا اور اس

کی کما حقہ پابندی بھی نہیں کی۔''

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے اس فعل قبیح پر مذمت فرمائی ہے۔

❀ عبدالرحمٰن بن عمر رستہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کی موجودگی میں اہل بدعت اور عبادت میں ان کی جہد کا ذکر ہوا، تو فرمایا:

''اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول کرے گا، جو توحید وسنت کے مطابق ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ (الحديد : ٢٧) ''انہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی، جو ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔'' اللہ نے ان کا یہ عمل قبول نہیں کیا، بلکہ اس پر انہیں جھاڑ پلائی۔ پھر امام صاحب نے فرمایا: توحید وسنت کو لازم پکڑیں۔''

(حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني : ٨/٩، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

''جس کام کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، شرعا اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ جس کام کی اصل ودلیل موجود ہو، وہ بدعت نہیں۔ لہٰذا شریعت میں جسے بدعت کہا جاتا ہے، وہ مذموم ہے، لغوی معنی کے اعتبار سے بدعت مذموم نہیں۔''

(فتح الباري : ١٣/٢٥٣)

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (م: ٧٩٥ھ) لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' یہ فرمان جامع کلمات میں سے ہے، کوئی عمل اس کے حکم سے خارج نہیں۔ یہ حدیث دین کا ایک عظیم قاعدہ ہے اور اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ ہے: ''جو شخص ہمارے دین میں

ایسا کام جاری کرے، جس کی اصل اس (کتاب وسنت اور اجماع) میں نہ ہو، وہ باطل ہے۔'' چنانچہ کسی کام کو دین کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد دین کے کسی اصول پر نہیں ہوتی تو وہ کام گمراہی کہلائے گا، دین اس سے بری ہے۔ خواہ اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری و باطنی اقوال و اعمال سے۔ بعض سلف کے کلام میں بعض بدعات کی تحسین وارد ہوئی ہے، یہ تحسین لغوی بدعات کی ہے، شرعی بدعات کی نہیں۔''

(جامع العلوم والحِكَم، ص ۱۹۳)

معلوم ہوا کہ ہر بدعت مذمومہ ہے، خواہ اس کا تعلق عقیدے سے ہو، یا اعمال سے، لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے:

''ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔'' (جاءالحق، ص۲۰۵)

کیونکہ جن نصوص میں بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے، وہ عام ہیں۔ ان میں تخصیص اور تقسیم ثابت نہیں۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (م:۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ مَا أُحْدِثَ بَعْدَ عَهْدِ الصَّحَابَةِ لَا يَكُونُ حَسَنًا .

''عہد صحابہ کے بعد جاری ہونے والی کوئی بدعت ''حسنہ'' نہیں ہو سکتی۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : ۴۹۳/۱)

ثابت ہوا کہ عمل صحابہ بدعت نہیں ہوتا، جس کسی نے بدعت کہا ہے، تو اس کی مراد بدعت لغوی ہے، نہ کہ شرعی۔

سوال: کیا تراویح کی جماعت بدعت ہے؟

جواب: تراویح کی جماعت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور جو عمل رسول اللہ ﷺ

سے ثابت ہو، وہ بدعت کیسے ہوسکتا ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں لوگوں نے بھی نماز پڑھی، اگلی رات نماز پڑھائی، تو نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی، پھر لوگ تیسری یا چوتھی رات بھی جمع ہوئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے نہ نکلے۔ صبح ہوئی، تو فرمایا: میں نے آپ کا شوق عبادت دیکھا، لیکن باہر اس لئے نہیں آیا کہ کہیں آپ پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے، راوی کہتے ہیں: یہ رمضان کا واقعہ ہے۔''

(صحيح البخاري : 1129، صحيح مسلم :177/761، واللّفظ لهٗ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رات تشریف لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگ اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ تیسری رات مسجد میں نمازی بڑھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ چوتھی رات مسجد تنگی داماں کا شکوہ کرنے لگی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے، حاضرین مسجد کہنے لگے: نماز (تراویح)! لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے وقت ہی تشریف لائے۔''

(صحيح البخاري : 2012، صحيح مسلم :178/761)

❁ دوسری روایت میں ہے:

خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ، فَتَعْجِزُوا عَنْهَا .

”مجھے خدشہ ہوا کہ قیام اللیل فرض نہ ہوجائے اور آپ اس سے عاجز آجائیں۔“

(صحیح البخاري : 924، صحیح مسلم :178/761)

دراصل بعض حضرات کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول سمجھنا مشکل ہو گیا، تو انہوں نے جھٹ سے جماعتِ تراویح کو بدعت کہہ دیا۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ.

”(ہمارے زمانے میں) اس کی تجدید نو کیا خوب ہے!“

(صحیح البخاري : ۲۰۱۰)

باجماعت تراویح کو بدعت نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تراویح کی جماعت کرائی ہے، پھر خدشہ کے پیش نظر ترک کر دی، جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں دوبارہ نمازِ تراویح باجماعت ادا ہوتے دیکھی، تو اس کی تحسین فرمائی، کیوں کہ اس کی اصل عہد نبوی میں موجود تھی، لہٰذا اس سے مراد حقیقی بدعت نہیں، بلکہ لغوی بدعت ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (م:۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ فِيمَا صَنَعَ خِلَافُ مَا مَضٰى مِنْ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ أَوْ إِجْمَاعٍ، فَلَمْ يَكُنْ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ، بَلْ كَانَ إِحْدَاثَ خَيْرٍ، لَّهٗ أَصْلٌ فِي السُّنَّةِ.

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہیں تھا، لہٰذا یہ گمراہی والی بدعت نہیں، بلکہ یہ ایسی بھلائی کا احیا تھا، جس کی اصل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی۔“ (السّنن الصّغیر : ۸۱۷)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (م:۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' یہ فرمان جامع کلمات میں سے ہے، کوئی عمل اس کے حکم سے خارج نہیں۔ یہ حدیث دین کا ایک عظیم قاعدہ ہے اور اس فرمان نبوی ﷺ کے مشابہ ہے: ''جو شخص ہمارے دین میں ایسا کام جاری کرے، جس کی اصل اس (کتاب وسنت اور اجماع) میں نہ ہو، وہ باطل ہے۔'' چنانچہ کسی کام کو دین کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد دین کے کسی اصول پر نہیں ہوتی، تو وہ کام گمراہی کہلائے گا، دین اس سے بری ہے۔ خواہ اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری و باطنی اقوال و اعمال سے۔ بعض سلف کے کلام میں بعض بدعات کی تحسین وارد ہوئی ہے، یہ تحسین لغوی بدعات کی ہے، شرعی بدعات کی نہیں۔ لغوی طور پر کسی کام کو بدعت کہنے کی ایک مثال سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے، انہوں نے رمضان المبارک میں مسجد کے اندر لوگوں کو جمع کر کے ان کے لیے ایک امام منتخب کیا، پھر ایک دن آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، دیکھا کہ صحابہ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، تو فرمایا: یہ تجدید نو کیا خوب ہے!''

(جامع العلوم والحِكَم : ۱۲۸/۲)

سوال: جہر کے ساتھ اجتماعی ذکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذکر الٰہی مشروع و مستحب ہے، مگر اونچی آواز سے اجتماعی ذکر کرنا بدعت ہے، کیونکہ ذکر کی یہ ہیئت کتاب وسنت اور عمل صحابہ کے موافق نہیں ہے۔

❁ عمرو بن سلمہ ہمدانی، تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ہم صبح کی نماز سے پہلے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے

ہوئے تھے کہ آپ گھر سے نکلیں اور ہم آپ کے ساتھ مسجد جائیں۔سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا : ابوعبدالرحمٰن، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے نکل آئے ہیں؟ عرض کیا : ابھی تو نہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے، تو ہم ان کی طرف لپکے۔سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : ابو عبدالرحمٰن ! میں نے ابھی مسجد میں بہت عجیب کام دیکھا ہے، الحمدللہ ! وہ خیر کا کام ہی لگتا ہے، پوچھا ! وہ کونسا کام ہے؟ عرض کیا : زندگی رہی تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ میں نے مسجد میں لوگوں کے کئی حلقے دیکھے، وہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ ہر حلقے میں ایک آدمی ہے، جو کہتا ہے کہ سو دفعہ اللہ اکبر کہو، لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں، وہ سو دفعہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہو، لوگ سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سبحان اللہ کہو، وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ نے ان سے کیا کہا؟ عرض کیا: میں نے تو کچھ نہیں کہا، آپ کی رائے اور فیصلے کا انتظار تھا۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان سے کہہ دیتے کہ وہ (تسبیحات نہیں، بلکہ) اپنی برائیاں شمار کریں اور میں ضامن ہوں کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ پھر آپ ہمارے ساتھ نکلے اور ایک حلقے کے پاس پہنچ گئے، وہاں رُک کر فرمایا: یہ کیا دیکھ رہا ہوں میں؟ کہنے لگے: ابوعبدالرحمٰن ! ہم کنکریوں کے ساتھ اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ شمار کر رہے ہیں۔فرمایا: اپنے گناہ شمار کریں ! میں ضامن ہوں کہ آپ کی

کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ مزید فرمایا: آہ، اے امتِ محمد ﷺ! کتنی جلدی آپ پر ہلاکت آ گئی۔ نبی ﷺ کے صحابہ ابھی کثیر تعداد میں موجود ہیں، آپ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے، آپ کے برتن ابھی ٹوٹے نہیں۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یا تو آپ محمد ﷺ کے طریقے سے بہتر طریقے پر ہو یا پھر گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو۔ وہ کہنے لگے: ابوعبدالرحمٰن! واللہ، ہم تو نیکی کے ارادے سے ایسا کر رہے تھے۔ فرمایا: کتنے ہی نیکی کے طلب گار ہیں، جو نیکی کو نہیں پا سکتے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اللہ کی قسم! لگتا ہے کہ ان میں اکثریت تمہاری ہوگی، اتنا کہہ کر آپ واپس آ گئے۔ عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر لوگ جنگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہم پر تیر برسا رہے تھے۔''

(سنن الدّارمي: ٦٠/١-٦١، اتّحاف المَهرة لابن حجر: ٣٩٩/١٠-٤٠٠، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''عمرو بن عبداللہ بن فرقد سلمی اور معضد نے مسجد بنائی، وہ نماز مغرب اور عشا کے درمیان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اللہ اکبر اور الحمد للہ کا ورد کرتے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی، تو خبر دینے والے سے فرمایا کہ یہ لوگ جس وقت دوبارہ بیٹھیں، مجھے اطلاع دیجیے گا، جب مخبر نے اطلاع کی، تو آپ وہاں گئے۔ اس وقت آپ نے سر پر ٹوپی اوڑھ رکھی تھی وہ ٹوپی اتاری اور فرمانے لگے میں ام عبد کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم! تم لوگوں نے ایک سیاہ بدعت جاری کی

ہے یا علم وفضل میں اصحاب محمد ﷺ سے بڑھ گئے ہو، تو معضد نامی منہ پھٹ بولا: اللہ کی قسم! نہ تو ہم بدعت کے مرتکب ہیں اور نہ ہی اصحاب محمد ﷺ سے زیادہ علم والے، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اگر پہلوں کی اتباع کرتے رہو گے، تو وہ واضح ہدایت پر تھے اور اگر دائیں بائیں جانے لگے، تو کھلی گمراہی تمہارا مقدر ہے۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : ۱۲٦/۹، ح : ۸٦۳۳، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مسیّب بن نجبہ رحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''میں نے مسجد میں چند لوگوں کا حلقہ دیکھا، وہ کہہ رہے تھے کہ جس نے اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہا اس کے لئے اتنا اجر ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: علقمہ! اٹھئے، میرے ساتھ چلئے، جب آپ نے ان کا حلقہ دیکھا، تو علقمہ سے کہا، ان کا دھیان دوسری طرف کریں، جب آپ نے ان کا ذکر سن لیا، تو فرمایا: یا تو تم گمراہی اور گناہ کے مرتکب ہو یا اصحاب محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت والے۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : ۱۲۵/۹، ح : ۸٦۲۸، حسنٌ)

❁ اس سے ملتے جلتے ایک اور واقعہ کے بعد آپ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ لَأَهْدٰى مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَصْحَابِهٖ، إِنَّكُمْ لَمُتَمَسِّكُونَ بِطَرَفِ ضَلَالَةٍ .

''یا تو تم لوگ محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہی کا راستہ چن چکے ہو۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : ۱۲۸/۹، ح : ۸٦۳۹، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ ابن دقیق العید (م:۷۰۲ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنْكَرَ هٰذَا الْفِعْلَ، مَعَ إِمْكَانِ إِدْرَاجِهِ تَحْتَ عُمُومِ فَضِيلَةِ الذِّكْرِ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خاص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ اس فعل پر نکیر کی ہے، حالانکہ ذکر کے عمومی دلائل کے تحت اس کا ادراج ممکن تھا۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: ۲۰۲/۱)

جب ذکر جیسے مشروع کام کی ہیئت، طریقہ، رنگ ڈھنگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نہ صرف بدعت قرار دیا، بلکہ امت کی تباہی و بربادی کا سبب قرار دیا، تو ان کے مذکورہ قول سے صدیوں بعد جنم لینے والی بدعات کو سہارا کیسے دیا جا سکتا ہے؟

(سوال): نماز فجر اور نماز عصر کے بعد مصافحہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت اور مستحب عمل ہے، مگر اسے کسی وقت یا عمل کے ساتھ خاص کرنا شریعت کا وظیفہ ہے، لہٰذا بغیر ملاقات کے، نماز فجر اور عصر کے بعد بالخصوص مصافحہ کرنا بدعت ہے، کیونکہ شریعت میں اس وقت مصافحہ مشروع نہیں کیا گیا۔

❀ علامہ ابن عابدین، شامی، حنفی (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

''نماز ادا کرنے کے بعد مصافحہ کرنا بہرصورت مکروہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی نماز کی ادائیگی کے بعد مصافحہ نہیں کیا، نیز یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 381/6)

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''ہمارے موجودہ زمانے میں اکثر علاقوں، خصوصاً دکن کے علاقوں، جو بدعتوں اور فتنوں کا گڑھ ہیں، میں دو کام رواج پا گئے ہیں، جن کو ترک کرنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ لوگ نمازِ فجر کے وقت مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام نہیں کہتے، بلکہ داخل ہو کر سنتیں ادا کرتے ہیں، پھر فرض ادا کرنے اور اذکار کرنے کے بعد ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ یہ ایک قبیح امر ہے، کیونکہ سلام کہنا تو ملاقات کے وقت سنت ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، نہ کہ مجلس کے دوران۔ دوسرے یہ کہ وہ نماز فجر وعصر، عیدین اور جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، حالانکہ مصافحہ بھی ملاقات کے شروع ہی میں سنت ہے۔''

(السّعاية في الكشف عمّا في شرح الوقاية، ص 264)

سوال: بدعتی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اہل بدعت مذموم ہیں، بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (م:۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

''اگر آج کوئی شخص امت میں نیا کام جاری کرتا ہے، وہ کام جس پر اسلاف امت نہیں تھے، تو وہ باور کروا رہا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی ہے۔ (معاذ اللہ!) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة: ۳) ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔'' جو چیز دور سلف میں دین نہیں تھی، وہ آج بھی دین نہیں۔'' (الإحكام لابن حزم: ۸۵/٦، وسندهٗ حسنٌ)

امام مالک ؒ کے اس فرمان کی روشنی میں یوں سمجھئے کہ میں اگر بدعت جاری کرتا ہوں،تو گویا میں یہ باور کروار ہاہوں کہ دین ناقص تھا، جسے میں نے مکمل کردیا، یہ کارثواب تھا، جسے نبی کریم ﷺ نے بیان نہیں کیا اور میں بیان کر رہا ہوں، یوں میں نبی کریم ﷺ سے تجاوز کی کوشش کرتا ہوں، ہر بدعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی ہے، اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اہل ایمان بدعت کے تصور ہی سے کانپ جاتے ہیں۔

❁ علامہ شاطبی ؒ (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

''جان لیجیے کہ بدعت کی موجودگی میں نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ بدعتی کی مجالس سے عصمت چھین لی جاتی ہے، وہ اپنے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ بدعتی کو اللہ نے ملعون قرار دیا ہے اور جو شخص بدعتی کے پاس جاتا ہے وہ اسلام کے انہدام میں اس کا معاون بنتا ہے۔اس کی عبادت اسے اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ بدعت، بغض و عناد کا سبب ہے، نیز شفاعت رسول سے محروم کرتی اور سنتوں کو مٹاتی ہے۔ بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام انسانوں کا گناہ ہوگا، جو اس پر عمل کریں گے۔اس کی معافی نہیں ہوگی۔اس پر ذلت ورسوائی اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا، وہ نبی ﷺ کے حوض سے دُور کر دیا جائے گا، ڈر ہے کہ وہ کفار میں شمار کیا جائے اور وقت آخر برے انجام کا شکار ہو۔ روز آخرت روسیاہ ہوگا اور اسے عذاب جہنم سے دوچار کیا جائے گا۔ رسول کریم ﷺ نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا ہے، مسلمان اس سے بری ہیں۔شدید خدشہ ہے کہ عذاب آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی

کوئی بڑا فتنہ اسے آن لے گا۔''

(الاعتصام : ١/١٠٦۔ ١٠٧)

سوال: سری اذکار کو جہری ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جن اذکار کو سری آواز سے پڑھنا مشروع ہے، انہیں اونچی آواز سے پڑھنا جائز نہیں، ورنہ عمل بدعت بن جائے گا، کیونکہ کسی جائز و مشروع عمل میں غیر ثابت کیفیت داخل کر دی جائے، تو وہ عمل بدعت بن جاتا ہے۔

سوال: کیا مستحب کام کو واجب کا درجہ دینا اسے بدعت بنا دے گا؟

جواب: جی ہاں، کسی جائز یا مستحب عمل کے ساتھ واجب کی طرح معاملہ کرنا اسے بدعت بنا دے گا۔

❁ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لَا يَجْعَلْ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلَاتِهِ يَرٰى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهِ .

''اپنی نماز میں اس طرح شیطان کا حصہ نہ بنالیں کہ (سلام کے بعد) دائیں جانب سے مقتدیوں کی طرف پھرنا اپنے اوپر لازم کر لیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی دفعہ بائیں جانب سے پھرتے دیکھا ہے۔''

(صحيح البخاري : ٨٥٢، صحيح مسلم : ٧٠٧)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی جائز و مستحب کام پر اصرار کرنا، اس کے ساتھ واجب کا معاملہ کرنا، اسے شیطانی کام بنا دیتا ہے۔

❁ علامہ طیبی رحمہ اللہ (م:۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ جو شخص مستحب عمل پر دوام کرے، اسے عزیمت سمجھ کر رُخصت پر عمل چھوڑ دے، تو شیطان نے اسے گمراہ کر دیا ہے، پھر اس کا کیا بنے گا، جو بدعت اور منکر عمل پر ہمیشگی کرتا ہے؟''

(شرح المشکوٰۃ: ۱۰۵۱/۳)

سوال: کیا عیدین کے لیے اذان اور اقامت کا اجراء بدعت ہے؟

جواب: جی ہاں، عیدین کے لیے اذان و اقامت کہنا بدعت ہے، کیونکہ عہد نبوی میں عیدین بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی جاتی تھیں۔

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ، غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ، بِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ.

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مرتبہ عیدین ادا کیں، اس کے لیے نہ اذان کہی گئی اور نہ اقامت۔''

(صحیح مسلم: 887)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''عید کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (نماز عید) میں شرکت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے بجائے نماز سے ابتدا کی، اس میں نہ کوئی اذان تھی اور نہ اقامت۔''

(صحیح مسلم: 885)

سوال: غیر مسلموں سے مشابہت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): غیر مسلموں سے مذہبی اُمور میں مشابہت جائز نہیں۔اس کی مذمت بیان کی گئی ہے،البتہ دنیاوی جائز اُمور میں مشابہت اختیار کرنا ممنوع نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَ الذِّلَّةُ، وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ .

''ذلت و رسوائی میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کا مقدر ہے اور جس نے کسی (غیر مسلم) قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ انہی میں سے ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٥٠/٢، وسندهٗ حسنٌ)

اس کی سند کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (اقتضاء الصّراط المستقيم : ٢٥٠/١) نے ''جید'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سِيَر أعلام النّبلاء : ٥٠٩/١٥) نے ''صالح'' حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخريج أحاديث الإحياء : ٣١٨) نے ''صحیح'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباري : ٢٧١/١٠) نے ''حسن'' کہا ہے۔

(سوال): طلاق بدعی کسے کہتے ہیں؟

(جواب): طلاق سنی یہ ہے کہ عورت کو ایسے طہر میں ایک طلاق دی جائے، جس میں اس سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کیے گئے ہوں۔ جو طلاق اس طریقہ سے ہٹ کر ہو، وہ بدعی طلاق ہے۔ بدعی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حالت حیض میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایامِ مخصوصہ میں طلاق مکروہ ہے، لیکن واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ

❁ نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

''انہوں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیجیے، پھر طہر یا حمل میں طلاق دیں۔''

(صحيح البخاري : 5252، صحيح مسلم :1471، واللفظ لهٗ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ پر یوں تبویب فرمائی ہے:

بَابٌ إِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ تَعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ .

''حائضہ کو دی گئی طلاق شمار ہوگی۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں نے حیض میں طلاق دی۔ (میرے والد گرامی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا، تو فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیں، پھر طلاق دینا چاہیں، تو طہر میں دیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا اس طلاق کو شمار کیا جائے گا۔ فرمایا: جی ہاں۔''

(سنن الدارقطني : 5/4، السنن الكبرٰى للبيهقي : 326/7، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔''

(مسند الطيالسي : 68، مسند عمر بن الخطّاب لابن النجّاد : 1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں؛

حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ .

''یہ ایک طلاق شمار ہوئی۔'' (صحيح البخاري : 5253)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَّا نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الْبِدَعِ لَا يُقْتَدٰى بِهِمْ .

''جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں سبھی نے یہ کہا کہ حیض میں طلاق واقع ہوگی، البتہ بعض اہل بدعت نے اس کے خلاف کہا ہے، ان کی بات ناقابل التفات ہے۔''

(الإشراف : 187/5)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگرچہ سب اہل علم کے ہاں حیض میں دی گئی طلاق بدعت اور غیر مسنون ہے، لیکن سب کے نزدیک واقع ہو جائے گی۔ صرف اہل بدعت نے اس کی مخالفت کی ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 58/15)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جب خاوند اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دے، تو وہ اس حیض کو عدت میں شمار نہیں کرے گی، جس میں طلاق واقع ہوئی ہے۔......اس پر اجماع ہے۔''

(البِناية شرح الهداية : 607/5)

سوال: اگر غیر مدخولہ بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: حیض میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، اب چونکہ غیر مدخولہ کی ایک ہی طلاق ہوتی ہے، لہٰذا غیر مدخولہ کو حالت حیض میں طلاق ہو جائے، تو عقد سے نکل جاتی ہے۔

سوال: کیا حج قران کے لیے ہدی (جانور) ہونا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں، حج قران (عمرہ اور حج کا اکٹھا احرام باندھنا) کے لیے ہدی (قربانی کا جانور) ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی حج قران کیا اور جانور ذبح کیا۔

❀ ابو جعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر کہا: مجھے نبی کریم ﷺ کے حج کے متعلق بتائیں، تو انہوں نے انگلیوں پر نو (۹) تک گنا، پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ (مدینہ میں) نو سال رہے، لیکن (اس عرصہ میں) حج نہیں کیا، پھر دسویں سال لوگوں میں اعلان کرایا کہ رسول اللہ ﷺ حج کرنے جا رہے ہیں، یہ سن کر بہت سے لوگ مدینہ میں جمع ہو گئے اور ہر ایک کی یہ حسرت تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرے اور آپ کے عمل کے مطابق عمل کرے، رسول اللہ ﷺ (حج کے لیے) نکلے، تو ہم بھی آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے، جب ہم ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے، تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر کو جنم دے دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ اب میں کیا کروں؟

فرمایا: غسل کریں اور (شرمگاہ پر) مضبوطی سے کپڑا باندھ کر احرام باندھ لیں، رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی پھر قصواء (اونٹنی) پر سوار ہوئے، حتی کہ جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیداء پر چڑھی، تو میں نے تا حد نگاہ رسول اللہ ﷺ کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں سوار اور پیادہ لوگوں کا جم غفیر دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں تھے، آپ پر قرآن کا نزول ہوتا تھا، آپ اس کی تأویل وتفسیر جانتے تھے، آپ جو جو عمل کرتے ہم بھی ویسے ہی کرتے جاتے۔ آپ ﷺ نے توحید کا اعلان کیا: «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ» (میں حاضر ہوں الٰہی! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور ہر قسم کی بادشاہت تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں) اور لوگوں نے بھی تلبیہ کہا، وہ بھی تلبیہ کہتے تھے (یعنی لوگوں نے کچھ الفاظ کا اضافہ کیا) لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی کا انکار نہیں کیا (منع نہیں کیا) اور رسول اللہ ﷺ تلبیہ کہتے رہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حج ہی کے ارادے سے نکلے تھے، ہمیں عمرے کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا، یہاں تک کہ جب ہم آپ کے ساتھ بیت اللہ میں آئے، تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں معمول کے مطابق چلے، پھر مقام ابراہیم کی طرف تشریف لائے، تو یہ آیت تلاوت کی ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ) آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا، جعفر بن

محمد کہتے ہیں: میرے والد بیان کرتے تھے: مجھے تو یہی معلوم ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ہی بیان کیا ہے کہ آپ دو رکعتوں میں سورت اخلاص اور سورت کافرون پڑھتے تھے، پھر بیت اللہ کی طرف پلٹے اور حجر اسود کا بوسہ لیا پھر دروازے سے صفا کی طرف نکل گئے، جب صفا کے قریب پہنچے، تو یہ دعا پڑھی «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ» (صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، میں وہیں سے (سعی) شروع کرتا ہوں، جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔)، آپ نے صفا سے ابتدا کی اور اس پر چڑھ گئے، جب بیت اللہ پر نظر پڑی، تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور توحید بیان کی اور فرمایا: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ أَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ» (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور تمام تعریفیں اسی کو زیبا ہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جماعتوں کو اکیلے ہی شکست دے دی) پھر اس (سعی) کے درمیان دعا مانگی اور یہی کلمات تین مرتبہ دہرائے، پھر آپ مروہ کی طرف اتر گئے، یہاں تک کہ جب آپ کے قدم نشیب (اترائی) پر پڑے، تو وادی کے درمیان تیز دوڑنے لگے، جب ہم چڑھائی پر آتے، تو معمول کے مطابق چلنے لگتے، حتی کہ مروہ پر چڑھ کر بھی آپ نے ویسے ہی کیا جیسے صفا پر کیا تھا، حتی کہ جب (سعی

کے) آخری چکر میں مروہ پر چڑھے تو فرمایا: اگر وہ حالات جو مجھے بعد میں معلوم ہوئے، پہلے معلوم ہو جاتے، تو میں ہدی (قربانی) کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اسے (حج کو) عمرہ میں تبدیل کر دیتا، چنانچہ آپ میں سے جس کے پاس ہدی نہیں ہے وہ احرام کھول دے اور اس (حج) کو عمرہ میں تبدیل کر لے۔ نبی کریم ﷺ اور جن کے پاس ہدی کے جانور تھے ان کے سوا سب لوگوں نے احرام کھول دیا اور بال کترائے۔ سیدنا سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: اللہ کے رسول! یہ (حکم) اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دو مرتبہ فرمایا: عمرہ حج میں اس طرح داخل ہو گیا ہے، یہ حکم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ راوی کہتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم ﷺ کے قربانی کے اونٹ لے کر آئے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ انہوں نے کنگھی کی ہوئی ہے، رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور سرمہ بھی لگا رکھا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان پر اعتراض کیا، تو کہنے لگیں: میرے والد محترم نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل پر اکسانے کے لیے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ وہ بات دریافت کرسکوں، جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی ہے اور میں نے اس پر اعتراض کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سچ کہتی ہیں، وہ سچ کہتی ہیں۔ آپ نے جب احرام باندھا تھا، کیا نیت کی تھی؟ عرض کیا: میں نے التجا کی تھی: الٰہی! میں بھی اسی کا احرام باندھتا

ہوں جس کا تیرے رسول ﷺ نے باندھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو قربانی کا جانور ہے، آپ بھی احرام نہ کھولیں۔ ہدی کے جتنے جانور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے اور نبی کریم ﷺ مدینہ سے لائے تھے ان کی تعداد سو تھی، نبی کریم ﷺ اور جن کے پاس ہدی کے جانور تھے، ان کے سوا سب لوگوں نے احرام کھول دیے اور بال کترائے۔ جب ترویہ (آٹھ ذوالحج) کا دن تھا، تو وہ منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے (منی کا رخ کیا) اور حج کا احرام باندھا، رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نماز پڑھی (اگلے روز) نماز فجر پڑھ کر تھوڑی دیر انتظار کیا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا، آپ نے نمرہ میں بالوں سے بنا ہوا خیمہ لگانے کا حکم دیا، لگا دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے منی سے چلنا شروع کر دیا، قریش کو یقین تھا کہ جس طرح دور جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ بھی مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس قیام فرمائیں گے، لیکن رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزر کر عرفات کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ نمرہ کے مقام پر ایک خیمہ نصب کیا ہوا ہے، آپ نے وہیں پڑاؤ کیا، یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا، تو آپ نے قصواء نامی اونٹنی منگوائی، اس پر زین سجائی گئی تو آپ اس پر سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر ایسے ہی حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی، اس ماہ اور اس شہر میں حرمت ہے۔ سن لیں! زمانہ جاہلیت کے تمام امور میرے ان قدموں تلے ہیں (یعنی آج سے معطل ہیں) جاہلیت کے خون بھی میرے ان قدموں تلے

ہیں، سب سے پہلا خون جسے میں معاف کرتا ہوں وہ ہمارے خاندان کے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے، وہ بنوسعد میں دودھ پیتا بچہ تھا، ہذیل (قبیلہ) نے اسے قتل کر دیا۔ زمانہ جاہلیت کا سود موقوف کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے عباس بن عبد المطلب کا سود ختم کرتا ہوں چنانچہ وہ سب ختم کر دیا گیا ہے۔ خواتین کے (حقوق کے) متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، کیوں کہ تم نے اللہ کی امانت کے طور پر انہیں (اپنے عقد میں) لیا ہے، اللہ کے کلمہ (نکاح) کے ذریعے تم نے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے (یعنی انہیں بیویاں بنایا ہے) تمہارے ان پر حقوق یہ ہیں کہ وہ آپ کے کسی بھی ناپسندیدہ شخص کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں، اگر وہ حکم عدولی کریں، تو پھر اس انداز میں مارو کہ نشان نہ پڑیں اور دستور کے مطابق ان کے نان ونفقہ (اخراجات) کی ذمہ داری تمہارے ذمہ ہے۔ میں تمہیں کتاب اللہ دے کر جا رہا ہوں اگر تم اس کو تھامے رکھو گے (اس پر عمل پیرا ہو گے) تو اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ آپ سے میرے متعلق پوچھا جائے گا، تو آپ کیا جواب دیں گے؟ انہوں نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے تھے، اپنی امت کی خیر خواہی کی تھی اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو گئے۔ آپ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: الٰہی! گواہ رہنا، الٰہی! گواہ رہنا۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اقامت (تکبیر) کہی، آپ نے نماز ظہر ادا کی پھر اقامت کہی تو نماز عصر ادا کی اور آپ نے ان دونوں (نمازوں) کے

درمیان کچھ (نفل وغیرہ) نہیں پڑھا۔ پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوکر میدان عرفات میں آئے تو اپنی قصواء اونٹنی کے پیٹ کو چٹانوں کی طرف کیا اور جبل مشاۃ (ایک جگہ کا نام یا ٹیلہ وغیرہ) کو اپنے سامنے رکھا اور سورج غروب ہونے تک قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے رہے حتی کہ زردی بھی تھوڑی سی غائب ہونے لگی، جب سورج مکمل طور پر غروب ہوگیا تو آپ ﷺ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور سفر شروع کر دیا، آپ ﷺ نے اونٹ کی نکیل کو اس طرح کھینچا کہ اس (اونٹنی) کا سر پالان کے اگلے سرے سے آلگا۔ آپ اپنے داہنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرما رہے تھے: آرام سے چلیں۔ جہاں کہیں ریت کا ٹیلہ یا پہاڑ (چڑھائی) آتا تو آپ نکیل ڈھیلی کر دیتے تا کہ وہ چڑھ جائے۔ (اسی طرح) آپ مزدلفہ پہنچ گئے تو آپ نے ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ مغرب اور عشا کو جمع کیا، پھر طلوع فجر تک رسول اللہ ﷺ لیٹے رہے جب فجر طلوع ہوئی، تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی۔ ابن یحییٰ کہتے ہیں: حسن بن بشیر نے جابر کی روایت میں اس جگہ کہا تھا: اذان اور اقامت کے ساتھ، جب کہ نفیلی نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے۔ پھر آپ قصواء پر سوار ہوکر مشعر حرام تشریف لائے، تو اس پر چڑھے اور الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ پڑھا، خوب روشنی ہونے تک آپ نے وہیں وقوف کیا۔ پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے، فضل بن عباس کو پیچھے سوار کر لیا، جو حسین بالوں، سفید رنگت اور خوبصورت چہرے والے شخص تھے، جب رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، تو فضل ان عورتوں کو دیکھنے لگے جو ہودجوں

میں بیٹھی جا رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فضل کے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور فضل نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرف اپنا ہاتھ رکھا، تو فضل نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا، وہ انہیں دیکھے جا رہے تھے، یہاں تک کہ جب وادی محسر میں پہنچے، تو آپ نے سواری کو تھوڑا سا تیز کیا۔ پھر اس درمیانی راستہ کو اختیار کیا جو جمرہ کبریٰ تک پہنچا تا ہے۔ درخت کے پاس والے جمرے پر پہنچ کر آپ نے سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے۔ آپ نے ایسی کنکریاں ماریں جو انگلی کے سرے پر رکھ کر پھینکی جاتی ہیں، آپ نے وادی کے وسط سے کنکریاں ماریں، پھر قربان گاہ کی طرف آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے، باقی اونٹ ذبح کرنے کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، تو انہوں نے ذبح کیے، آپ نے انہیں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اپنی ہدی میں شریک کیا، پھر ہر اونٹ میں سے کچھ حصہ لینے کا حکم دیا، چنانچہ وہ ہنڈیا میں ڈال کر پکایا گیا، تو دونوں نے اس کا گوشت کھایا اور شوربہ پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کی طرف پلٹے اور مکہ میں ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر آپ بنو عبدالمطلب کے پاس تشریف لائے، جو آب زمزم پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بنو عبدالمطلب! پانی نکالیں، اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ پانی پلانے کے سلسلہ میں آپ پر غالب آ جائیں گے، تو میں بھی آپ کے ساتھ پانی نکالتا۔ انہوں نے آپ کو پانی پیش کیا، تو آپ نے نوش فرمایا۔''

(صحیح مسلم : 1218، المنتقی لابن الجارود : 459)

سوال: کیا پکنے سے پہلے درختوں پر لگے پھلوں کی خرید وفروخت جائز ہے؟

(جواب): جب تک پھلوں میں پکنے کے آثار ظاہر نہ ہو جائیں، اس وقت تک ان کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلاحُهٗ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکنے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2183، صحيح مسلم : 1539)

❀ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَصْلُحُ بَيْعُ النَّخْلِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلاحُهٗ قَالُوا : وَمَا صَلاحُهٗ؟ قَالَ : تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ .

''پکنے سے پہلے کھجوروں کو بیچنا جائز نہیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: پکنے کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: سرخ یا زرد ہو جانا۔''

(صحيح البخاري : 2195، صحيح مسلم : 1555)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ نَهٰى الْبَايِعَ وَالْمُشْتَرِيَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکنے (سرخ ہونے) سے پہلے کھجوریں بیچنے سے منع فرمایا ہے اور سفید ہونے سے پہلے بالیاں (سٹے) بیچنے سے منع فرمایا ہے، حتی کہ وہ آفات سے محفوظ ہو جائیں، آپ نے بیچنے والے اور خریدنے والے

دونوں کو منع فرمایا ہے۔''

(صحیح مسلم : 1535)

(سوال): کیا اعمال، ایمان میں داخل ہیں؟

(جواب): اعمال، ایمان ہیں۔ یہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِطْلَاقُ اسْمِ الْإِيمَانِ عَلَى الْأَعْمَالِ فَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ .

''اعمال پر ایمان کا لفظ بولنا اہل حق کے لیے اجماعی واتفاقی طور پر جائز ہے۔''

(شرح النّووي :1/149)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾(البقرۃ : ١٤٣)

''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (نماز) کو ضائع کرنے والا نہیں۔''

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (٤٦٣ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْمُفَسِّرُونَ أَنَّهُ أَرَادَ صَلَاتَكُمْ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَسَمَّى الصَّلَاةَ إِيمَانًا .

''مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی نماز مراد ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نماز کو ایمان کہا ہے۔''

(التّمهيد : ٩/٢٥٣)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ .

''بلاشبہ حیا ایمان ہے۔''

(صحيح البخاري : 24، صحيح مسلم : 36)

سوال: انسانی پاخانہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسانی پاخانہ اور پیشاب ناپاک ہیں، جسم یا کپڑوں کو لگ جائیں، تو اسے دھوئے بغیر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جو شخص پیشاب کے چھینٹوں سے کپڑوں یا بدن کو محفوظ نہیں رکھتا، اس کے متعلق وعید شدید بھی وارد ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے جرم میں عذاب نہیں دیا جا رہا، ایک تو ان میں سے وہ تھا، جو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا، پھر آپ نے تر ٹہنی پکڑی، اس کے دو حصے کئے اور دونوں قبروں میں گاڑ دیا، صحابہ نے عرض کیا: آقا! آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں نہیں سوکھیں گی، ان سے عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی۔''

(صحيح البخاري : 218، صحيح مسلم : 292)

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

''پیشاب اور غیبت چغلی کو عذاب قبر کے ساتھ خاص کرنے میں کیا راز ہے، بعض اہل علم نے اس کا ذکر کیا ہے کہ قبر، آخرت کی پہلی منزل ہے، اس میں ایک نمونہ دکھایا گیا ہے کہ قیامت کے دن کیا جزا سزا ملے گی۔ روز قیامت بندے کو جن گناہوں پر سزا ملے گی، اس کی دو قسمیں ہیں؛ ① حقوق اللہ، ②

حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے جس کا فیصلہ کیا جائے گا، وہ نماز ہے اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون (قتل) کا فیصلہ ہوگا۔ برزخ (قبر) میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق اور جو گناہ ان کا سبب بنتے ہیں، کا فیصلہ کیا ہے۔ پس نماز کا پیش خیمہ طہارت ہے، جو حدث اور گندگی سے پاک ہونے کے لیے کی جاتی ہے۔ اور چغلی اور عزت دری خون (قتل) کا پیش خیمہ ہے، کسی کو اذیت پہنچانے کے لیے یہ دونوں کام بہت آسان ہیں۔ اسی لیے برزخ (قبر) میں بھی ان دونوں (پیشاب اور چغلی غیبت) کا حساب اور عذاب ہوگا۔''

(تفسیر ابن رجب : 361/2)

سوال: اہل باطل کا اہل حق سے رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ سے اہل حق کو اہل باطل کی طرف سے ستایا گیا، پہلے انبیائے کرام علیہم السلام سے لے کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اہل حق اہل باطل کی طرف سے نشانہ بنتے آرہے ہیں، مگر اہل حق عزیمت کے ساتھ حق پر قائم رہتے ہیں اور اس کی نشر و اشاعت میں ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً يُقَالُ لَهُمْ الْقُرَّاءُ فَأُصِيبُوا، فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلٰى شَيْءٍ مَا وَجَدَ عَلَيْهِمْ، فَقَنَتَ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَيَقُولُ : إِنَّ عُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ .

''نبی کریم ﷺ نے قراء صحابہ پر مشتمل ایک جماعت (قبیلہ رعل، ذکوان اور عصیہ) کی طرف بھیجی، توانہیں (بے دردی) شہید کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو جتنا دکھ اس سانحہ پر ہوا، اتنا کبھی نہیں ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ (قبیلہ رعل، ذکوان اور عصیہ) ایک مہینہ نماز فجر میں قنوت کی، آپ ﷺ فرماتے تھے: قبیلہ عصیہ نے اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔''

(صحيح البخاري : 6394، صحيح مسلم : 677)

❁ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے پہلی وحی کے بعد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ إِلَّا عُودِيَ .

''جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں، یہ پیغام آج تک جو بھی لایا، اسے ضرور ستایا گیا۔''

(صحيح البخاري : 3، صحيح مسلم : 160)

سوال: بغیر دلیل فتویٰ دینا کیسا ہے؟

جواب: دلیل کتاب وسنت ہیں۔ جو فتویٰ نصوص کتاب وسنت سے ہٹ کر ہو، اس کی مذمت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا .

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے قبض نہیں کرے گا کہ بندوں (کے سینوں سے) چھین لے، بلکہ اللہ تعالیٰ علما کو فوت کر کے علم قبض کرے گا، یہاں تک کہ کوئی

عالم باقی نہیں رہے گا، پھر لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، تو وہ علم (یعنی کتاب وسنت کی نصوص) کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 100، صحيح مسلم : 2673)

❀ علامہ ابن الوزیر رحمہ اللہ (۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ لَّيْسَ بِعَالِمٍ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُسَمّٰى فِي الشَّرْعِ عَالِمًا، وَإِنْ عَرَفَ جَمِيعَ الْعُلُومِ مَاعَدَا الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَهٰذَا ظَاهِرٌ لَا نَعْلَمُ فِيهِ نِزَاعًا .

''جو کتاب وسنت کا علم نہیں رکھتا، وہ شرعی اعتبار سے عالم کہلوانے کا حق دار نہیں، اگرچہ وہ کتاب وسنت کے علاوہ تمام علوم میں مہارت رکھتا ہو۔ یہ بات بالکل واضح ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الرّوض الباسم : 77/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا، أَجْنَبَ فِي شِتَاءٍ، فَسَأَلَ فَأُمِرَ بِالْغُسْلِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا لَهُمْ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ ثَلَاثًا قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ الصَّعِيدَ أَوْ التَّيَمُّمَ طَهُورًا .

''ایک آدمی سردی کے موسم میں جنبی ہو گیا۔ اس نے مسئلہ پوچھا، تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے غسل کیا، تو مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کو برباد کرے، انہوں نے اسے مار ڈالا

(یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی) اللہ نے مٹی یا تیمّم کو تمھارے لیے طہارت (پاکیزگی) کا ذریعہ بنایا ہے۔"

(مسند الإمام أحمد : 1/380، سنن ابن ماجه : 572، سنن الدّارقطني : 191,190/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۲۸)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۷۳)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۱۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۱۶۵) نے "صحیح" کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ولید بن عبداللہ بن ابی رباح "ثقہ" ہیں، امام دارقطنی رحمہ اللہ (سنن الدارقطنی : ۳/ ۷۲) اور حافظ بیہقی رحمہ اللہ (السنن الکبری: ۶/۲) کا اسے "ضعیف" کہنا مرجوح ہے۔ اسے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے "ثقہ" کہا ہے، (الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ۹/۹)، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات" (۷/ ۵۴۹) میں ذکر کیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ قَلِيلُ الْحَدِيثِ جِدًّا . "اس کی بہت کم روایات ہیں۔"

ان ائمہ کرام نے اس کی حدیث کی تصحیح کر رکھی ہے، لہٰذا اس کی توثیق ہی راجح ہے۔

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْعِلْمِ أَنَّهٗ عَابَهُمْ بِالْفَتْوٰى بِغَيْرِ عِلْمٍ وَأَلْحَقَ بِهِمُ الْوَعِيدَ بِأَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ وَجَعَلَهُمْ فِي الْإِثْمِ قَتَلَةً لَهٗ .

"اس حدیث میں علمی نکتہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے بغیر علم فتویٰ دینے کو معیوب جانا، انہیں وعید سنائی، ان کے لیے بددعا کی اور انہیں اِس قتل پر گناہ

گار ٹھہرایا۔‘‘(مَعالِم السّنن :104/1)

صحابہ کرام نے اجتہاد کرتے ہوئے اسے غسل کرنے کا حکم دیا، مگر یہ اجتہاد کتاب وسنت کی نصوص پر مبنی نہ تھا، جس پر نبی کریم ﷺ انہیں گناہ گار قرار دیا۔ صحابہ تو مغفور ہیں، لہٰذا اب اگر کوئی کتاب وسنت کی نصوص کے بغیر اجتہاد کرے، تو وہ مذموم ہے اور وہ اس وعید میں داخل ہے، پھر وہ شخص کس قدر گناہ گار ہوگا، جو کتاب وسنت کی واضح نصوص کے خلاف فتویٰ دیتا ہے!

سوال: مسجد میں تھوکنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہی ہے کہ تھوک صاف کردیا جائے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا .

’’مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے زائل کردیا جائے۔‘‘

(صحيح البخاري : 415، صحيح مسلم : 552)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے آخری کھانے میں پیاز کھایا؟

جواب: اس حوالے سے ایک ضعیف حدیث مروی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِيهِ بَصَلٌ .

’’آخری کھانا، جو رسول اللہ ﷺ نے تناول فرمایا، اس میں پیاز شامل تھا۔‘‘

(سنن أبي داود : 3829)

سند ضعیف ہے۔ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے، سماع بالتسلسل درکار ہے!

❁ جس روایت میں بقیہ بن ولید کی متابعت ہے، وہاں خالد بن معدان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کررہے ہیں، جو کہ مرسل ہے۔

(سوال): احسان جتلانے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی سے نیکی کرکے پھر اسے تکلیف پہنچانے کے لیے یا شرمندہ کرنے کے لیے احسان جتلانا گناہ ہے، اس سے نیکی ضائع ہو جاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾

(البقرة : 264)

''مومنو! اپنے صدقات احسان جتلا کر اور اذیت دے کر برباد نہ کرو۔''

مفسرین کی رائے یہ ہے کہ خیرات ضائع کرنے اور مٹانے سے مراد ثواب کو ضائع کرنا ہے۔

❁ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روز قیامت اللہ تعالیٰ تین لوگوں سے کلام نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ اُن کا تزکیہ فرمائے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ تو ناکام و نامراد ہو گئے، یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ازار (ٹخنے سے نیچے) لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم سے سودا بیچنے والا۔'' (صحیح مسلم : 106)

(سوال): بعض عورتیں بال گوندھتے وقت پراندہ کا استعمال کرتی ہیں، شرع میں اس کا

کیا حکم ہے؟

جواب: پراندہ کا استعمال جائز ہے، اس کے بارے میں ممانعت وارد نہیں ہوتی، البتہ وِگ ممنوع ہے۔

❁ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالْقَرَامِلِ . ''پراندہ میں کوئی حرج نہیں۔''

(سنن أبي داود :4171، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَأَنَّهٗ يَذْهَبُ إِلٰى أَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ شُعُورُ النِّسَاءِ .

''سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے نزدیک ممانعت وِگ لگانے کی ہے (نہ کہ پراندہ وغیرہ کی)۔''

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْقَرَامِلُ لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ . ''پراندے میں کوئی حرج نہیں۔''

(سنن أبي داود ، تحت الرقم :4171)

❁ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَخَّصَتِ الْفُقَهَاءُ فِي الْقَرَامِلِ، وَكُلُّ شَيْءٍ وُصِلَ بِهِ الشَّعْرُ مَا لَمْ يَكُنِ الْوَصْلُ شَعْرًا فَلَا بَأْسَ بِهٖ .

''فقہاء نے پراندہ کی رخصت دی ہے۔ بالوں کے علاوہ جس چیز سے بھی بالوں کو گوندھا جائے، جائز ہے۔''

(غريب الحديث : 217/3)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۰)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: خچر کا کیا حکم ہے؟

جواب: خچر حرام جانور ہے، یہ گدھے سے پیدا ہوتا ہے۔اس کا وہی حکم ہے، جو گھریلو گدھے کا ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''اکثر اہل علم کا یہی قول ہے (کہ خچر کا گوشت حرام ہے)۔''

(الإشراف : 143/8)

❁ علامہ محدث محمد عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

بِهٖ قَالَ الْأَكْثَرُ وَهُوَ الْحَقُّ .

''جمہور کا مذہب یہ ہے (کہ خچر حرام ہے) اور یہی حق ہے۔''

(تحفة الأحوذي : 44/5)

❁ علامہ مُظہری رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

لَحْمُ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ حَرَامٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

''خچر اور گدھے کا گوشت بالاتفاق حرام ہے۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح : 487/4)

(سوال): کیا سبزیوں میں زکوٰۃ ہے؟

(جواب): سبزیوں پر زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔

❁ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعُلَمَاءُ الْيَوْمَ مُجْمِعُونَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَالْحِجَازِ، وَالشَّامِ عَلَى أَنْ لَّا صَدَقَةَ فِي قَلِيلِ الْخَضِرِ وَلَا فِي كَثِيرِهَا، إِذَا كَانَتْ فِي أَرْضِ الْعُشْرِ .

''عراق، حجاز اور شام کے اہل علم آج اس بات پر متفق ہیں کہ سبزیاں کم ہوں یا زیادہ، اگر وہ عشر والی زمین میں ہوں، تو ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔''

(كتاب الأموال : 502)

اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ .

''پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔''

(صحيح البخاري : 1484، صحيح مسلم : 979)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے ان اہل علم نے استدلال کیا ہے جن کے نزدیک کسی بھی سبزی پر زکوٰۃ واجب نہیں، کیونکہ ان کے بقول سبزی کو ماپا نہیں جاتا، جبکہ حدیث میں زکوٰۃ اسی چیز کے لیے مقرر کی گئی ہے، جس کو ماپا جا سکے، جیسا کہ

دانے اور غلہ ہوتا ہے۔جن چیزوں کو ماپا نہیں جاتا، وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ پھل اور سبزیاں وغیرہ۔اکثر اہل علم یہی بات کہتے ہیں، سوائے امام ابوحنیفہ کے۔وہ سبزیوں میں بھی زکوٰۃ کو واجب سمجھتے ہیں۔''

(مَعالم السّنن : 14/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ پانچ وسق سے کم زمینی پیداوار پر عشر نہیں ہوتا، سوائے امام ابوحنیفہ کے۔وہ کہتے ہیں کہ ہر اس چیز پر عشر ہوگا، جس کی کاشت کا مقصد زمین کی نمو ہو، سوائے لکڑی، بانس، بھنگ اور اس درخت کے جس پر پھل نہ لگتا ہو۔''

(فتح الباري : 350/3)

یہ کہنا کہ یہ حدیث صرف تجارت کے بارے میں ہے، درست نہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ جس پیداوار میں زکوٰۃ ہے، اس میں زکوٰۃ کا نصاب کم از کم پانچ وسق ہے۔

۞ عظیم تابعی میمون بن مہران رحمہ اللہ سے سبزیوں پر زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

لَيْسَ فِيهَا زَكَاةٌ، حَتّٰى تُبَاعَ، فَإِذَا بِيعَتْ وَبَلَغَتْ مِأَتَيْ دِرْهَمٍ، فَإِنَّ فِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ.

''سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں، حتی کہ ان کو بیچ دیا جائے۔جب بیچا جائے اور ان کی قیمت دو سو درہم (نصاب) تک پہنچ جائے، تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی۔''

(كتاب الأموال : 502، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام محمد بن مسلم، ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(أيضًا، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عالم اہل کوفہ، امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ .

''سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔'' (مصنّف ابن أبي شيبة : 139/3، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مفتی مکہ، عظیم تابعی، امام عطا بن ابو رباح رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 139/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام اہل شام، مکحول تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْخَضِرِ زَكَاةٌ؛ إِلَّا أَنْ يَّصِيرَ مَالًا، فَيَكُونُ فِيهِ زَكَاةٌ .

''سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر ان کو بیچ کر مال بنا لیا جائے، تو اس میں زکوٰۃ ہوگی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 139/3، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: حدیث: ''جو بھی زمین سے نکلے، اس پر عشر ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: حدیث کی کتابوں میں ان الفاظ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔ فقہ حنفی کی کتاب ''ہدایہ'' میں یہ روایت بے سند منقول ہے۔

❁ ہدایہ میں ہے:

قَوْلُهٗ : مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَفِيهِ الْعُشْرُ .

''فرمان نبوی ہے: زمین جو کچھ بھی اُگاتی ہے، اس میں عشر ہے۔''

(الهداية : 107/1)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 420/3)

(سوال): حلال جانوروں کے پیشاب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔

۞ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا فرماتے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٢٣٤ ، صحيح مسلم : ٥٢٤)

اس حدیث سے بھی ائمہ حدیث اور فقہائے امت نے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے کو ثابت کیا ہے۔

۞ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ قِيلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَدِّثْنَا مِنْ شَأْنِ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ، فَقَالَ عُمَرُ : خَرَجْنَا إِلٰى تَبُوكَ فِي قَيْظٍ شَدِيدٍ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا أَصَابَنَا فِيهِ عَطِشٌ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّ رِقَابَنَا سَتَنْقَطِعُ حَتّٰى أَنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَذْهَبُ يَلْتَمِسُ الْمَاءَ فَلَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَظُنَّ أَنَّ رَقَبَتَهٗ

سَتَنْقَطِعُ حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ يَنْحَرُ بَعِيرَهٗ فَيَعْصِرُ فَرْثَهٗ فَيَشْرَبُهٗ وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ عَلٰى كَبِدِهٖ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَوَّدَكَ فِي الدُّعَاءِ خَيْرًا فَادْعُ لَنَا، فَقَالَ : أَتُحِبُّ ذٰلِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَرَفَعَ يَدَيهُ فَلَمْ يُرْجِعْهُمَا حَتّٰى قَالَتِ السَّمَاءُ فَأَظْلَمَتْ، ثُمَّ سَكَبَتْ فَمَلَأُوا مَا مَعَهُمْ، ثُمَّ ذَهَبْنَا نَنْظُرُ فَلَمْ نَجِدْهَا جَازَتِ الْعَسْكَرَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ ہمیں ساعتِ عسرہ (غزوہ تبوک کے مشکل وقت) کے متعلق کچھ بیان کریں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ہم سخت گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے، ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، ہمیں اتنی سخت پیاس لگی تھی کہ ہلاکت کا خوف لاحق ہونے لگا، یہاں تک کہ ہمارا آدمی پانی کی تلاش میں نکلتا، مگر خالی ہاتھ واپس لوٹ آتا، اسے بھی گمان گزرتا کہ ابھی اس کا سانس رک جائے گا۔ بالآخر ایک شخص نے اپنا اونٹ ذبح کیا، اس کی اوجھری نچوڑی اور اس سے نکلنے والا پانی پی لیا، اس کا بقیہ حصہ اپنے جگر پر رکھ لیا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بلاشبہ اللہ تعالیٰ آپ کو دعا کا بہترین بدلہ دیتا ہے، آپ اللہ سے دعا فرمائیے! فرمایا: کیا آپ یہ چاہتے ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، ابھی ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ بادل گرجنے لگے، گھٹائیں چھا گئیں اور خوب برسیں۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے برتن بھر لیے۔ ہم نے غور کیا، تو معلوم

ہوا کہ یہ بارش ہمارے لشکر پر ہی برسی۔''

(صحيح ابن خزيمة : 101، صحيح ابن حبان : 1383، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۵۶٦) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

محدثین کرام نے اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر دلیل پکڑی ہے۔ بہت ساری احادیث اس مؤقف کی مؤید ہیں۔

سوال: گائے کی قربانی میں کتنے حصے کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: گائے کی قربانی میں زیادہ سے زیادہ سات حصے کیے جا سکتے ہیں، اکیلا شخص بھی گائے قربان کر سکتا ہے، ایک گائے میں دو، چار، پانچ افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں، سات حصے کرنا ضروری نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں عید الاضحیٰ کے موقع پر اونٹ میں دس اور گائے میں سات آدمی شریک ہوئے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٤٨٨، السّنن الكبرىٰ للنسائي : ٤١٢٣، ٤٣٩٢، ٤٤٨٢، سنن التّرمذي : ٩٠٥، سنن ابن ماجه : ٣١٣١، المستدرك للحاكم : ٤/٢٣٠، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۰۰۷) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم نے حدیبیہ والے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی، ایک اونٹ اور

گائے کو سات سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا گیا۔“

(صحیح مسلم : ۱۳۱۸)

سوال: کیا گائیوں پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: چرنے والی گائیوں پر زکوٰۃ ہے، فارم میں پالی جانے والی گائیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”اونٹوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ اونٹ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گے اور اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے کھروں اور پاؤں سمیت اس کو روندیں گے، گائیوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ گائیاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گی اور اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے سینگوں سے اسے ماریں گی اور اپنے پاؤں سے اس کو روندیں گی، بکریوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ بکریاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گی، اس شخص کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا، وہ اپنے سینگوں سے اسے ماریں گی اور کھروں سے اس کو روندیں گی، ان میں ایک بکری بھی بغیر سینگوں کے یا ٹوٹے ہوئے سینگوں والی نہ ہوگی، جو مال دار آدمی مال کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے

گا اور منہ کھول کر اس کا پیچھا کرے گا، جب وہ (سانپ) اس کے پاس آئے گا، تو وہ آدمی اس سے بھاگ جائے گا۔ سانپ اسے آواز دے گا کہ اپنا مال لے جا، جسے تو چھپا چھپا کر رکھتا تھا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، جب وہ کوئی چارہ نہیں پائے گا، تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دے گا، وہ اسے اونٹ کی طرح چبا دے گا۔

ابوزبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ الفاظ میں نے عبید بن عمیر سے سنے ہیں، پھر میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے بھی عبید بن عمیر کی طرح ہی بیان کیا۔ نیز عبید بن عمیر کہتے ہیں: ایک آدمی نے پوچھا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اونٹوں کا حق کیا ہے؟ فرمایا: گھاٹ پر اس کا دودھ دوہ کر دینا، پانی پلانا، جفتی کے لیے مستعار دینا، تحفے میں دینا اور اللہ کے راستے میں اس پر سوار کرنا۔''

(صحیح مسلم: 27/988، المنتقی لابن الجارود: 335)

❀ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا، تو حکم دیا کہ تیس گائیوں میں سے ایک تبیعہ (گائے کا ایک سالہ نر یا مادہ بچہ) لینا اور ہر بالغ شہری سے ایک دینار یا اس کے مساوی معافری (یمن کا کپڑا) لینا۔''

(سنن أبي داوٗد: 1578، سنن النّسائي: 2454، سنن التّرمذي: 623، سنن ابن ماجه: 1803، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۶۸)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۸۸۶) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۱۰۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۳۹۸) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے

ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بحرین بھیجا، تو یہ خط لکھ کر دیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں پر فرض کیا ہے، جس مسلمان سے اس میں مذکور نصاب کے مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے، تو وہ ادا کرے اور جس سے اس نصاب سے زائد مطالبہ کیا جائے، تو وہ صاف انکار کر دے۔ چوبیس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکریوں کی شکل میں ہوگی، یعنی ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہوگی، جب اونٹ پچیس ہو جائیں، تو پھر پینتیس تک ان کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی) ہوگی، اگر بنت مخاض میسر نہ ہو، تو ایک ابن لبون (دو سالہ نر اونٹ) ہے، چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) ہے، چھیالیس سے ساٹھ تک حِقّہ (تین سالہ اونٹنی) ہے، جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہو، اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ (چار سالہ اونٹنی) ہے، چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہیں، اکانوے سے ایک سو بیس تک دو حقے ہیں جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہوں، جب اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو پھر ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ ہے، اگر فریضہ زکوٰۃ (کی ادائیگی) میں اونٹوں کی عمریں مختلف ہوں، مثلاً کسی کے ذمے اونٹوں کی زکوٰۃ میں جذعہ واجب ہے، لیکن اس کے پاس جذعہ نہیں بل کہ حقہ ہے تو اس سے حقہ قبول کر لیا جائے گا اور ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم لیے جائیں گے، اگر کسی کے ذمے حقہ ہے

لیکن اس کے پاس حقہ نہیں بل کہ جذعہ ہے تو وہ جذعہ ہی اس سے قبول کرلیا جائیگا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حقہ ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے، بل کہ اس کے پاس بنت لبون ہے، تو وہ اس سے قبول کر لی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت لبون ہے، لیکن اس کے پاس بنت لبون نہیں، بل کہ حقہ ہے، تو وہ حقہ ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ بنت لبون ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے بل کہ اس کے پاس بنت مخاض ہے تو وہ اس سے قبول کر لی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت مخاض ہے، لیکن اس کے پاس بنت مخاض نہیں، بل کہ بنت لبون ہے، تو وہ بنت لبون ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اگر کسی کے پاس بنت مخاض نہ ہو، بل کہ ابن لبون (دوسالہ نر اونٹ) ہو تو اس سے صرف یہی قبول کیا جائے گا ساتھ کچھ نہ لیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہیں، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر اس کا مالک اپنی مرضی سے نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے، اگر پانچ اونٹ ہوں، تو ایک بکری واجب ہے۔ بکریوں کی زکوٰۃ یوں ہے کہ چالیس سے لے کر ایک سو بیس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری واجب ہے، ایک سو بیس سے بڑھ جائیں، تو دو سو تک دو بکریاں واجب ہیں، دو سو سے

بڑھ جائیں، تو تین سو تک تین بکریاں واجب ہیں، جب تین سو سے بھی بڑھ جائیں تو پھر ہر سو پر ایک بکری واجب ہے، بوڑھی یا عیب دار بکری زکوٰۃ میں قبول نہیں کی جائے گی، نہ ہی بکرا قبول کیا جائے گا، ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والے کی مرضی ہو تو ٹھیک ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے ڈر سے الگ الگ چرنے والی بکریوں کو اکٹھا کیا جائے نہ اکٹھی چرنے والیوں کو الگ الگ کیا جائے اور جو جانور دو آدمیوں کے مشترکہ ہوں تو وہ مساوی طور پر زکوٰۃ کا حصہ نکالیں گے، اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہو، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے تو اس کی مرضی۔ چاندی میں چالیسواں حصہ واجب ہے، اگر کسی کے پاس ایک سو نوے درہم ہوں، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے، تو اس کی مرضی۔''

(صحيح البخاري: 1448، 1450، 1455)

(سوال): ارجاء کیا ہے؟

(جواب): عمل یعنی سنت کو ایمان نہ ماننا ارجاء ہے۔

(سوال): روافض اہل سنت کو صحابہ کی محبت پر ناصبی کہتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت تمام صحابہ سے محبت کرنا ایمان سمجھتے ہیں، ہر صحابی کو اس کا حق دیتے ہیں، اہل بیت سے محبت بھی ایمان سمجھتے ہیں، اس کے باوجود روافض اہل سنت کو ناصبی کہتے ہیں، یہ بے حقیقت بات ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرمایا کرتے تھے:

إِنْ كَانَ نَصْبًا حُبُّ صَحْبِ مُحَمَّدٍ

فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ أَنِّي نَاصِبِي

''اگر اصحاب محمد ﷺ سے محبت کرنا ناصبیت ہے، تو جن وانس گواہ رہیں کہ پھر میں ناصبی ہوں۔''

(مَدارج السّالكين لابن القيم : 87/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنْ تَعَرَّضَ إِلٰى أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ بِسَبٍّ فَهُوَ شِيعِيٌّ غَالٍ نَبْرَأُ مِنْهُ، وَمَنْ تَعَرَّضَ لِأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَهُوَ رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ حِمَارٌ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ.

''جس نے کسی ایک بھی صحابی کو برا بھلا کہا، وہ غالی شیعہ ہے، ہم اس سے اعلان براءت کرتے ہیں اور جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرے، وہ خبیث رافضی اور گدھا ہے، ہم اس سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(تاريخ الإسلام : 146/5)

سوال: مردوں پر نوحہ خوانی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نوحہ خوانی حرام ہے، خواہ مردہ سامنے ہو یا نہ ہو۔

❀ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیعت لی کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔''

(صحيح البخاري : 1306؛ صحيح مسلم : 936)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں میں زمانہ کفر کی دو چیزیں پائی جاتی ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور

میت پرنوحہ کرنا۔‘‘

(صحيح مسلم : 67)

نوحہ یہ ہے کہ محاسن چیخ چیخ کر بیان کئے جائیں۔حادثہ کے وقت ضرورت سے زیادہ چیخ وپکار امورممنوعہ میں سے ہے،البتہ محاسن گنوائے بغیر میت پررولیا جائے،تو درست ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

’’سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے، جب آپ اندر گئے، تو انہیں تیمارداروں کے ہجوم میں پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا وفات ہوگئی ہے؟ لوگوں نے بتایا: اللہ کے رسول! نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے مرض کی شدت دیکھ کر) رو پڑے، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنسو بہاتے دیکھا، تو وہ بھی رونے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنیں! اللہ تعالیٰ آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دے گا، البتہ! عذاب اس وجہ سے ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کیا (یعنی اگر زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا باعث بنتی ہے، میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے مارتے، پتھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی جھونک دیتے تھے۔‘‘

(صحيح البخاري : 1304؛ صحيح مسلم : 924)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابو سیف لوہار کے ہاں گئے، یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے) کو دودھ پلانے والی دائی کے خاوند تھے، نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، پیار کیا اور سونگھا، پھر کسی دن دوبارہ آئے، دیکھا کہ اس وقت ابراہیم رضی اللہ عنہ دم توڑ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھیں آنسوؤں سے نم ہیں، تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بول پڑے: اللہ کے رسول! بھلا آپ بھی لوگوں کی طرح رو رہے ہیں، فرمایا: ابن عوف! یہ تو رحمت ہے، پھر رسول اللہ ﷺ دوبارہ پرنم دیدہ ہوئے اور فرمایا: آنکھیں بہہ رہی ہیں، دل غم سے نڈھال ہے، مگر زبان سے وہی کہیں گے، جو ہمارے رب کو پسند ہے، ابراہیم! تیری جدائی غمگین کرگئی۔''

(صحيح البخاري : 1303)

سوال: کیا بلغم ناقض وضو ہے؟

جواب: بلغم سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا بلغم آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: بلغم سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: بھنگ کا کیا حکم ہے؟

جواب: بھنگ حرام ہے، کیونکہ یہ نشہ آور ہے، ہر نشہ آور شے حرام ہے، اس کا کھانا اور خرید و فروخت سب حرام ہے۔

❀ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''چرس کے حرام ہونے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 10/11)

❁ علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) نقل کرتے ہیں:

''قرافی اور ابن تیمیہ نے حشیش کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 459/6، قرة عين الأخيار: 15/7)

سوال: بھنگ پی کر طلاق دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: چونکہ بھنگ نشہ ہے، اس سے بھنگی کی طلاق کا وہی حکم ہے، جو نشی کی طلاق کا حکم ہے۔ اگر نشہ اس قدر ہو کہ طلاق دینے والے کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، تو ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء: ٤٣)

''ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ اس بات کو جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو۔''

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَعَلَ سُبْحَانَهٗ قَوْلَ السَّكْرَانِ غَيْرَ مُعْتَبَرٍ، لِأَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مَا يَقُولُ.

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نشے میں دھت شخص کی بات کو غیر معتبر قرار دیا ہے، کیوں کہ وہ جو کہہ رہا ہوتا ہے، اسے جانتا نہیں ہوتا۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد: 190/5)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يَأْتِي السَّكْرَانُ فِي كَلَامِهِ وَفِعْلِهِ بِمَا لَا يَأْتِي بِهِ وَهُوَ صَاحٍ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقولُونَ، فِإِنَّ فِيهَا دَلَالَةً عَلٰى أَنَّ مَنْ عَلِمَ مَا يَقُولُ؛ لَا يَكُونُ سَكْرَانًا .

''نشے میں دھت شخص سے ایسے اقوال وافعال سرزد ہو جاتے ہیں کہ ہوش وحواس میں وہ ایسا نہیں کرسکتا۔اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾(النساء 4 : 43)(یہاں تک کہ تم جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو)۔اس فرمانِ باری تعالیٰ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جو شخص اپنی بات کو جان رہا ہو، وہ نشے میں نہیں ہوتا۔''(فتح الباري : 390/9)

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ نشے میں دی گئی طلاق کے واقع نہ ہونے کی دلیل ہے، کیوں کہ اس وقت آدمی کو اپنے کہے کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسلم قبیلہ کا ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔اس نے آ کر بتایا کہ اس سے زنا سرزد ہو گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چہرۂ مبارک موڑ لیا۔وہ شخص اس طرف آ گیا جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ مبارک کیا تھا اور چار دفعہ قسم اٹھائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا: کیا تمہیں جنون تو لاحق نہیں؟''

(صحيح البخاري : 5270، صحيح مسلم :1691)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث پر ان الفاظ سے باب قائم فرماتے ہیں:

بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ

وَأَمْرِهِمَا، وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ والشِّرْكِ وَغَيْرِهِ .
''زبردستی اور مجبور کر کے لی گئی طلاق، نشے میں دھت اور مجنون کی طلاق، نیز طلاق اور شرک وغیرہ میں غلطی اور بھول چوک کا بیان۔''

❀ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تبویب میں بہت سے احکام موجود ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت کا حکم اس شخص پر لاگو ہوتا ہے، جو ذی شعور ہو، اپنے اختیار اور مرضی سے کام کر رہا ہو، نیز وہ ہوش وحواس میں ہو۔ (نیت والی) حدیثِ نبوی سے استدلال بھی ان چیزوں کا اثبات کرتا ہے، کیوں کہ جو ذی شعور نہ ہو اور اپنی مرضی واختیار سے کچھ کر رہا ہو، اس کے قول وفعل میں اس کی نیت شامل نہیں ہوتی۔ یہی حکم غلطی سے، بھول چوک کر یا مجبور ہو کر کسی کام کو کرنے والے کا ہے۔''

(فتح الباري: 389/9)

اگر مجنون اپنے بارے میں زنا کرنے کا اعتراف کرے تو اس پر حد بھی لاگو نہیں ہوگی، لہٰذا ایسے شخص کی دی گئی طلاق بالاولی واقع نہیں ہوگی۔

❀ سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول! مجھے پاک کر دیجیے۔ انہوں نے چار بار یہی بات دوہرائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کیا: زنا سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا اسے پاگل پن تو لاحق نہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ وہ پاگل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس نے شراب پی

رکھی ہے؟ ایک شخص کھڑا ہوا اور ان کا منہ سونگھا، لیکن شراب کی بُو محسوس نہیں کی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ چناں چہ انہیں رجم کر دیا گیا۔''

(صحیح مسلم : 1695)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بَيِّنٌ فِي هٰذَا أَنَّهٗ قَصَدَ إِسْقَاطَ إِقْرَارِهٖ بِالسُّكْرِ، كَمَا قَصَدَ إِسْقَاطَ إِقْرَارِهٖ بِالْجُنُونِ، فَدَلَّ أَنْ لَّا حُكْمَ لِقَوْلِهٖ.

''اس حدیث میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ نے جس طرح جنون میں کیے گئے اقرار کو کالعدم قرار دینے کا ارادہ فرمایا، اسی طرح نشے میں کیے گئے اقرار کو بھی کالعدم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشے کی حالت میں کہی گئی بات پر شرعی حکم لاگو نہیں ہوگا۔'' (السنن الکبریٰ : 359/9)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ حُجَّةٌ لِّمَنْ لَّمْ يَرَ طَلَاقَ السَّكْرَانِ طَلَاقًا.

''اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل موجود ہے، جو نشے میں دھت شخص کی طلاق کو معتبر نہیں سمجھتے۔'' (معالم السنن : 321/3)

❀ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

أَجْمَعُوا أَنَّهٗ لَوْ سَكِرَ مِنَ الْبَنْجِ ...... وَنَحْوِهٖ لَا يَقَعُ طَلَاقُهٗ.

''(حنفی فقہا) کا اجماع ہے کہ اگر بھنگ یا کسی چیز سے نشہ طاری ہو جائے، تو اس حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/353)

(سوال): اُلو کے متعلق کیا حکم ہے؟

(جواب): اُلو حرام ہے، اہل علم نے اسے شکاری پرندوں میں ذکر کیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی (نوکیلے دانت) والے درندے اور ہر پنجے (سے شکار کرنے) والے پرندے سے منع کیا ہے۔''

(صحیح مسلم : 1934)

(سوال): کیا اُلو سے بدشگونی لینا جائز ہے؟

(جواب): زمانۂ جاہلیت میں جن پرندوں کو شگون کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، ان میں اُلو کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، اسلام نے ان بدشگونیوں کا رد کیا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ .

''بیماری (بذات خود) متعدی نہیں، نہ ہی بدشگونی ہے، نہ اُلو سے بدشگونی لینا جائز ہے، نیز صفر کے مہینے میں نحوست نہیں۔''

(صحيح البخاري : 5757، صحيح مسلم : 2220)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: خانہ کعبہ کی تعمیر کتنی بار ہوئی؟

جواب: اس کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتا ہے، البتہ کئی مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی۔

سوال: کعبہ میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: خانہ کعبہ کے اندر نماز جائز ہے، کسی بھی سمت منہ کیا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ، وَلَيْسَ عَلٰى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ .

''رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی، لہٰذا بیت اللہ کے کسی بھی کونے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔''

(صحيح البخاري : 1599)

سوال:

جواب:

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ثابت نہیں کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوئے، لہٰذا انہیں مولودِ کعبہ کہنا درست نہیں۔ اس بارے میں پیش کی جانی والی روایات جھوٹی ہیں، ان پر علمی

وتحقیقی تبصرہ ملاحظہ ہو:

❀ امِ عارہ بنت عبادہ سے منسوب ہے:

''میں ایک دن عرب خواتین کے پاس تھی کہ ابو طالب مغموم و پریشان تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: ابو طالب! کیا ہوا؟ کہنے لگے: فاطمہ بنت اسد سخت دردِ زِہ میں مبتلا ہیں۔ یہ کہہ کر ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔ اسی اثنا میں محمد ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: چچا جان! کیا مسئلہ ہے؟ کہا: فاطمہ بنت اسد دردِ زِہ میں ہیں۔ انہیں کعبہ میں بٹھا دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر بیٹھ جائیے۔ انہوں نے ایک خوش رو، نظیف اور حسین ترین بچہ جنم دیا۔ ابو طالب نے اس کا نام علی رکھا۔ نبی اکرم ﷺ یہ بچہ اٹھا کر گھر لے آئے۔''

(مناقب عليّ بن أبي طالب لابن المَغازلي، الرقم: 3)

جھوٹی روایت ہے:

① ابو طاہر یحییٰ بن حسن علوی کون ہے؟ کوئی پتہ نہیں۔

② محمد بن سعید دارمی کی توثیق درکار ہے!

③ زیدہ بنت قریبہ کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

④ ان کی ماں ام العارہ بنت عبادہ کون ہے؟ معلوم نہیں۔

مجہول در مجہول روات کی بیان کردہ روایت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

''خانہ کعبہ میں سب سے پہلے سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور بنو

ہاشم میں سب سے پہلے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی۔''

(أخبار مکّة للفاكهي : 3/198، الرقم : 2018)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① فاکہی رحمہ اللہ کے استاذ ابراہیم بن ابو یوسف کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔شریعت نے ہمیں ثقہ اور معتبر راویوں کی روایات کا مکلّف ٹھہرایا ہے، نہ کہ مجہول اور غیر معتبر راویوں کے بیان کردہ قصے کہانیوں کا۔

② صاحب کتاب فاکہی رحمہ اللہ کا ترجمہ نہیں ملا۔

تنبیہ : امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک :3/384) فرماتے ہیں کہ متواتر (مشہور) ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مولود کعبہ ہیں۔

رہی مؤرخین کی تصریحات، تو وہ بھی اس کے بالکل خلاف ہیں، سبھی کہتے ہیں کہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ پہلے اور آخری مولودِ کعبہ ہیں۔

لہٰذا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولودِ کعبہ ہونا کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں۔اس بارے میں کوئی صحیح وصریح روایت ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولادت اور وفات کے حوالے سے کچھ ثابت نہیں کہ آپ کی ولادت یا وفات کون سے مہینے اور کون سی تاریخ کو ہوئی؟ بعض لوگوں نے اڑتی اڑتی باتوں کو حقیقت کا رنگ دے کر دین بنا لیا ہے، جو کسی طرح جائز نہیں۔

سوال : کیا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کعبہ کی چھت پر اذان کہنا ثابت ہے؟

جواب : فتح مکہ کے موقع پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کعبہ کی چھت پر اذان کہنا ثابت نہیں۔اس بارے میں مروی روایات کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے **منسوب** ہے:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَأَذَّنَ عَلَى الْكَعْبَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، تو انہوں نے کعبہ کے اوپر اذان کہی۔''

(اتّحاف المهرة لابن حجر : 4606)

یہ جھوٹی روایت ہے، اس کو یحییٰ بن ہاشم، سمسار، کوفی راوی نے گھڑا ہے۔ یہ ''کذاب'' اور ''وضاع'' ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، فَرَقِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ، فَأَذَّنَ بِالصَّلَاةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، تو انہوں نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نماز کے لیے اذان کہی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 405/7، ح : 36919، أخبار مكّة للفاكهي : 185)

سند موسیٰ بن عُبَیدہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ یہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے **منسوب** ہے:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، فَأَذَّنَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَوْقَ الْكَعْبَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، تو انہوں نے فتح مکہ والے

دن کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔''

(جامع معمر بن راشد : 19464)

ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ کی سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملاقات تک نہیں ہوئی۔ یوں یہ روایت ''منقطع'' ہے۔

یہی روایت أحاديث إسماعيل بن جعفر (ح:477 مختصراً) میں بیان ہوئی، تو اس میں ابوقلابہ نے نُبِّئْتُ (مجھے خبر دی گئی) کا لفظ بولا ہے۔ خبر دینے والا کون تھا؟ کچھ معلوم نہیں۔

❀ ایک روایت یہ ہے:

جَاءَ تِ الظُّهْرُ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا أَنْ يُؤَذِّنَ بِالظُّهْرِ، فَوْقَ ظَهْرِ الْكَعْبَةِ.

''فتح مکہ والے دن جب ظہر کا وقت ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر ظہر کی نماز کے لیے اذان کہنے کا حکم فرمایا۔''

(أخبار مكّة للأزرقي، ص :274/1)

سند ''ضعیف'' روایت ہے۔

① محمد بن عمر واقدی ''متروک و کذاب'' ہے۔

② اس کے ''اشیاخ'' نامعلوم ہیں۔

❀ جویریہ بن اسماء ضبعی سے مروی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن (سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی) سیدہ ہند رضی اللہ عنہا سے پوچھا: بتاؤ کہ اسلام کو کیسا پایا؟ وہ کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان! بہت اچھا پایا، لیکن یہ تین باتیں نہ ہوتیں تو اور اچھا ہوتا؛ (رکوع

میں) گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا عمل، دوپٹہ اور کعبے کی چھت پر اس سیاہ غلام کا چیخنا (اذان کہنا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا تو اس لیے ضروری ہے کہ رکوع کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ رہی بات اس غلام کی کعبے کی چھت پر چڑھنے کی، تو یہ اللہ کا بندہ بہت اچھا ہے اور دوپٹے سے زیادہ پردے والی کون سی چیز ہے؟''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 182/70، 183)

سند ''ضعیف'' ہے، جویریہ بن اسماء تبع تابعی ہیں اور بلاواسطہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کررہے ہیں۔ یوں یہ روایت ''معضل''، یعنی سخت منقطع ہے۔

❁ ابن ابوملیکہ تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا، يَوْمَ الْفَتْحِ، فَأَذَّنَ فَوْقَ الْكَعْبَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن حکم فرمایا، تو انہوں نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔''

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد : 177/3، دلائل النبوّة للبیهقي : 79/5، تاریخ دمشق لابن عساکر : 466/10)

سند ''مرسل'' ہونے کی بنا پر ''ضعیف'' ہے۔ تابعی بلاواسطہ رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کررہے ہیں۔

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

إِنَّ بِلَالًا أَذَّنَ، يَوْمَ الْفَتْحِ، فَوْقَ الْكَعْبَةِ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 407/7، ح : 36926)

اس قول کی سند ابو خالد احمر کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، نیز عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے سماع ولقاء کا مسئلہ بھی ہے۔

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے :

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، فَلَمْ يَزَلْ فِيهَا، حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَقَالَ : يَا بِلَالُ ! قُمْ، فَأَذِّنْ فَوْقَ الْكَعْبَةِ بِالصَّلَاةِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، تو ظہر کے وقت تک اس میں رہے۔ پھر فرمایا: بلال! اٹھیے اور کعبہ کی چھت پر نماز کے لیے اذان کہیے۔''

(المغازي للواقدي : 737/2، دلائل النبوّة للبيهقي : 328/4)

سند سخت ''ضعیف'' ہے،

① محمد بن عمر واقدی متروک وکذاب ہے۔

② سعید بن مسیّب تابعی رحمہ اللہ بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، یوں یہ روایت ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے بھی ''ضعیف'' ہے۔

❁ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بعض لوگ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ، أَمَرَ بِلَالًا، فَعَلَا عَلَى الْكَعْبَةِ عَلٰى ظَهْرِهَا، فَأَذَّنَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم

فرمایا۔وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور نماز کے لیے اذان کہی۔“

(السّيرة النبويّة لابن كثير : 575/3)

اس روایت کو بیان کرنے والے بعض آلِ جبیر بن مطعم نامعلوم اور ”مجہول“ لوگ ہیں۔نامعلوم لوگوں کی بیان کردہ باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

رَقِيَ بِلَالٌ عَلٰی ظَهْرِ الْكَعْبَةِ .

”بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے۔“

(أخبار مكّة للفاكهي، ص 186)

سخت ”ضعیف“ ہے۔

① محمد بن عبدالعزیز بن عمر زہری ”ضعیف، متروک، منکر الحدیث“ ہے۔

② احمد بن محمد بن عبدالعزیز ”مجہول“ ہے۔

③ ابن شہاب زہری ”مدلس“ ہیں۔

④ فاکہی کی توثیق ثابت نہیں۔

⑤ فاکہی کے استاذ عبداللہ بن ابوسلمہ کی توثیق نہیں مل سکی۔

الحاصل:

اس مفہوم کی ساری روایات ”ضعیف“ ہیں۔سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا کعبہ کی چھت پر اذان کہنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔

(سوال): مسجد میں خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مسجد میں خرید وفروخت جائز نہیں، یہ اللہ کے ذکر کی جگہیں ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتا دیکھیں تو کہیں:

لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ .''

اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔''

کسی کو گم شدہ چیز کا اعلان کرتا دیکھیں تو کہیں:

لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ . ''اللہ کرے نہ ملے۔''

(سنن الترمذي : 1321؛ عمل اليوم والليلة للنسائي : 176؛ سنن الدارمي : 1401؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (562) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1305) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (1650) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (561/2) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: حمل کی بیع کا کیا حکم ہے؟

جواب: حمل کی بیع جائز نہیں، اس میں دھوکہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کی بیع سے منع کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2143، صحيح مسلم : 1514)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ.

''رسول اللہ ﷺ نے (بیع غرر) دھوکے کی بیع اور (بیع حصاۃ) کنکری والی بیع سے منع کیا ہے۔''

(صحيح مسلم : 1513)

سوال: بیع ملامسہ اور منابذہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیع ملامسہ (محض چھونے سے بیع منعقد کر دینا) اور بیع منابذہ (کسی چیز کی طرف کنکری وغیرہ پھینکنا، جس چیز کو کنکری لگ جائے، اس کی بیع منعقد کر دینا) ناجائز ہیں، یہ ایام جاہلیت کے خرید وفروخت کے رائج طریقے تھے، اس سے منع کر دیا گیا، کیونکہ اس میں دھوکہ پایا جاتا ہے، نیز خریدار اور فروخت کرنے والے کو اختیار باقی نہیں رہتا۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ فَأَمَّا الْبَيْعَتَانِ فَالْمُلَامَسَةُ وَالْمُنَابَذَةُ وَأَمَّا اللِّبْسَتَانِ فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے دو طرح کی بیع ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے اور دو طرح کے لباس اشتمال صما اور ایک کپڑے سے اس طرح گوٹھ مارنے سے منع کیا ہے کہ شرمگاہ پر کپڑا نہ ہو۔''

(صحيح البخاري : 6284، صحيح مسلم : 1512)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَبَايَعُوا بِإِلْقَاءِ الْحَصٰى وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَايَعُوا بِالْمُلامَسَةِ وَمَنِ اشْتَرٰى مِنْكُمْ مُحَفَّلَةً فَكَرِهَهَا فَلْيَرُدَّهَا وَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ.

''کنکری پھینک کر بیع (سودا) نہ کریں، دھوکہ نہ دیں (یعنی دھوکہ دینے کے لیے قیمت نہ بڑھائیں) اور بیع ملامسہ (محض چھو کر بیع) نہ کریں۔ جو ایسا جانور خریدے، جس کا دودھ (دھوکہ دینے کے لیے) روکا گیا ہو اور وہ اسے ناپسند کرتا ہے، تو اسے واپس کر دے اور ساتھ غلے کا ایک صاع بھی دے۔''

(مسند الإمام أحمد : 460/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: بیع مزابنہ اور محاقلہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایام جاہلیت میں خرید و فروخت کے جو طریقے رائج تھے، ان میں مزابنہ اور محاقلہ بھی شامل ہے، ان میں سود اور دھوکہ پایا جاتا ہے۔ بیع مزابنہ کا مطلب ہے کہ درخت پر لگے پھلوں کی اسی جنس کے ٹوٹے ہوئے پھلوں کے بدلے میں خرید و فروخت کرنا۔ بیع محاقلہ کہتے ہیں کہ کھیت میں موجود سٹھے والے دانوں کی کاشت کیے گئے دانوں کے بدلے خرید و فروخت کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوع کی ان دونوں صورتوں سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس میں واضح دھوکہ اور سود پایا جاتا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ الْآخَرُ : بَيْعِ السِّنِينَ

وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا .

''رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ ،مخابرہ اور معاومہ (کئی سالوں کی بیع)
سے منع فرمایا ہے۔ایک راوی کے الفاظ ہیں: کئی سالوں کی بیع اور بیع میں استثنا
سے منع فرمایا ہے، البتہ'عرایا'(اندازہ کرنے) کی رخصت دی ہے۔''

(صحيح مسلم : 1536)

(سوال): بیع مصراۃ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بیع مصراۃ حرام ہے۔مُصَرَّاۃٌ سے مراد وہ جانور ہے،جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک دیا گیا ہو۔

اگر کوئی بکری یا اونٹنی وغیرہ کو بیچنے کے ارادے سے خریدار کو دودھ زیادہ باور کروانے کے لیے ایک دو دن تھنوں میں دودھ روکے رکھے،تو یہ کام ناجائز وحرام اور دھوکا ہے۔

❁ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ التَّصْرِيَةَ حَرَامٌ .

''جانور کے تھنوں میں دودھ روکنے کی حرمت پر کوئی اختلاف نہیں۔''

(إحكام الأحكام : ١١٢/٢)

یہ اقدام اس جانور کو عیب دار بنا دیتا ہے،اگر کوئی غلطی سے ایسا جانور خرید لے اور بعد میں اسے جانور کا وہ عیب پتہ چل جائے ،تو شریعت نے اسے اجازت دی ہے کہ تین کے اندر اندر لوٹا سکتا ہے۔لیکن جب جانور واپس کرے گا،تو جو دودھ پیا ہے،اس کے عوض ایک صاع (دوسیر چار چھٹانک) کھجور دے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهٗ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ .

''(خریدار کو دھوکا دینے کے لیے) اونٹنیوں اور بکریوں کا دودھ نہ روکیں، جو ایسا جانور خرید لے، وہ دو باتوں میں سے ایک کا اختیار رکھتا ہے، چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو مالک کو واپس کر دے، ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی دے۔''

(صحيح البخاري : ٢١٤٨، صحيح مسلم : ١٥٢٤)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُّصَرَّاةً فَهُوَ فِيهَا بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، لَا سَمْرَاءَ .

''جو دودھ روکی ہوئی بکری خرید لے، وہ تین دن تک (واپس کرنے کا) اختیار رکھتا ہے اور اگر اس نے بکری واپس کرنی ہو، تو اس کے ساتھ ایک کھجور کا صاع بھی دے، نہ کہ گندم کا۔''

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُجْتَمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَثُبُوتِهٖ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ .

''اس حدیث کی صحت اور ثبوت پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : ٢٠٨/١٨)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا مِنْهُمْ الشَّافِعِيُّ،

وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

''ہمارے اصحاب امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کے یہاں اسی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ۱۲۵۲)

❀ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُّصَرَّاةً أَوْ نَاقَةً، ...... فَهُوَ مِنْهَا بِآخِرِ النَّظَرَيْنِ، إِذَا هُوَ حَلَبَ إِنْ رَدَّهَا، رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ .

''جو ایسی بکری یا اونٹنی خریدے، جس کا دودھ روک لیا گیا، اس کا دودھ دوہنے کے بعد اس کے پاس دو اختیار ہیں۔ اگر تو اس نے وہ واپس کرنی ہو، تب وہ اس کے ساتھ ایک صاع طعام (کھجور) بھی مالک کو دے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : ۱۸۸۱۹، وسندهٗ صحيحٌ)

حدیث مصراۃ اور احناف:

آپ جان چکے ہیں اس حدیث کی سند صحیح اور متواتر ہے، ائمہ حدیث و نقل نے اس پر اجماع کیا ہے۔ لیکن اہل الرائے اس حدیث کو خلاف قیاس قرار دے کر رد کرتے ہیں۔

اس حدیث پر انہوں نے مختلف اعتراضات بھی وارد کر رکھے ہیں۔ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ''عارضۃ الاحوذی'' میں اس حدیث پر وارد آٹھ اعتراضات کے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیے ہیں۔

❀ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسُ .

''(نص کے مقابلہ میں) سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٤/٨٦، وسندهٔ حسنٌ)

جب نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تین دن کے اندر اندر جانور واپس کرے اور جتنا دودھ بھی پی لیا ہے، اس کے بدلے ایک صاع کھجور ادا کرے۔ اب آقائے کریم ﷺ کے اس فرمان کے مقابلہ میں قیاس کھڑا کرنا تعجب خیز ہے۔

سوال: براق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو سفر معراج میں بیت اللہ سے بیت المقدس تک سفر جس جانور پر کروایا گیا، وہ ''براق'' ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ، وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ، وَدُونَ الْبَغْلِ، يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ، قَالَ : فَرَكِبْتُهُ حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ، قَالَ : فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ

''میرے پاس براق لایا گیا، یہ سفید رنگ کا ایک لمبوترا جانور تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے ذرا چھوٹا، جہاں نگاہ جاتی وہاں اس کے قدم پڑتے، میں اس پر سوار ہو گیا اور ہم بیت المقدس تک پہنچ گئے، بیت المقدس پہنچ کر اس کو ایک کڑے سے باندھ دیا گیا، یہ وہ کڑا ہے، جہاں انبیائے کرام بھی اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم : 162)

❁ سیدنا مالک بن صعصعہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ہمیں اسراء ومعراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

...... ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ، يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ، فَوْقَ الْحِمَارِ، وَدُونَ الْبَغْلِ، يَقَعُ خَطْوُهُ عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهِ، فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ .

''......ایک سفید جانور لایا گیا، جس کا نام ''براق'' تھا۔ جو جسامت میں گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اپنا ایک قدم انتہائے نظر پر رکھتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا۔''

(صحيح البخاري : 3887، صحيح مسلم : 164، واللّفظ لهٗ)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِهٖ عَلٰى دَابَّةٍ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ .

''متواتر روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا سفر ''براق'' نامی جانور پر شروع کرایا گیا۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 264/5)

سوال: کیا تدلیس، ارسال اور راوی کا مجہول ہونا صحت روایت میں مانع ہے؟

جواب: محدثین کرام کے اُصولوں میں تدلیس، ارسال اور راوی کی جہالت صحت روایت میں مانع ہے، جبکہ احناف نے محدثین کے اُصولوں کے خلاف اپنے اُصول وضع کیے ہیں، روایات کی تحقیق میں معیار محدثین کے اُصول ہی ہیں، کیونکہ روایات محدثین کی ہیں، انہیں قبول یا رد کرنے کے اُصول بھی وہ ہوں گے، جو محدثین نے کتاب وسنت سے اخذ کیے ہیں۔

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُكَلِّفِ اللّٰهُ أَحَدًا أَنْ يَأْخُذَ دِينَهٗ عَمَّنْ لَا يُعْرَفُ .

''اللہ تعالیٰ نے کسی کو غیر معروف لوگوں سے دین حاصل کرنے کا مکلّف نہیں بنایا۔''

(الكامل لابن عدي :207/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا نَحْنُ فَإِنَّا لَا نَقْبَلُ مِنَ الْأَحَادِيثِ إِلَّا حَدِيثًا قَدْ عُرِفَتْ رُوَاتُهٗ بِالْعَدَالَةِ وَالصِّدْقِ فِي الرِّوَايَةِ فَإِذَا كَانَ بَعْضُ رُوَاتِهٖ مَطْعُونًا فِيهِ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ فَأَدْنٰى حَالِهٖ أَنْ يَكُونَ غَيْرَ ثَابِتِ الْعَدَالَةِ وَالصِّدْقِ فَلَا نَقْبَلُ حَدِيثَهٗ حَتّٰى نَقِفَ مِنْ حَالِهٖ عَلٰى مَا يُوجِبُ قَبُولَ خَبَرِهٖ .

''ہم (محدثین) وہی حدیث قبول کرتے ہیں، جس کے راوی عدالت اور صدقِ روایت میں معروف ہوں، اگر سند کا کوئی راوی ائمہ محدثین کے ہاں مطعون ہو، تو اس کی ادنیٰ صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس کی عدالت اور صداقت ثابت نہ ہو، تو بھی ہم اس کی حدیث قبول نہیں کریں گے، یہاں تک کہ ہم اس کے حال سے واقف ہو جائیں، کیونکہ راوی کے حال سے واقف ہونا قبول روایت کے لیے ضروری ہے۔''

(القِراءة خَلفَ الإمام، ص201)

❀ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (۴۲۸ھ) لکھتے ہیں:

جِهَالَةُ الرَّاوِي لَا تَقْدَحُ فِي رِوَايَتِهٖ .

”راوی کی جہالت روایت میں قدح کا باعث نہیں ہے۔“

(التّجريد :196/1)

❁ امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ (۲۶۱ھ) ”مرسل“ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرْسَلُ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ .

”ہمارے اور محدثین کے ہاں مرسل حجت نہیں ہے۔“

(مقدمة صحيح مسلم، ص 20)

❁ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (۴۲۸ھ) لکھتے ہیں:

إِرْسَالُ الْخَبَرِ لَا يُؤْثِرُ فِيهِ عِنْدَنَا .

”ہمارے نزدیک روایت کا مرسل ہونا (قبول روایت میں) مؤثر نہیں۔“

(التّجريد :196/1)

❁ نیز لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمُرْسَلَ وَالْمُسْنَدَ عِنْدَنَا سَوَاءٌ .

”ہمارے (احناف کے) نزدیک مرسل اور مسند (متصل) برابر ہیں۔“

(التّجريد : 2984/6، 5396/10، 5922/11)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قُلْنَا : لَا نَقْبَلُ مِنْ مُدَلِّسٍ حَدِيثًا حَتّٰى يَقُولَ فِيهِ : حَدَّثَنِي أَوْ سَمِعْتُ …… .

”ہم کسی مدلّس سے کوئی بھی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ اس میں سماع کی تصریح نہ کر دے۔“

(الرّسالة، ص 380)

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَكُونُ حُجَّةً فِيمَا دَلَّسَ .

''مدلس راوی تدلیس والی روایت میں حجت نہیں ہوتا۔''

(الكامل لابن عدي :34/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (۴۲۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلتَّدْلِيسُ لَا يَقْدَحُ فِي الرِّوَايَةِ .

''تدلیس، روایت میں قدح کا باعث نہیں۔''

(التّجريد :165/1)

سوال: کیا روافض سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یوم شہادت کو عید مناتے ہیں؟

جواب: روافض سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت کو عید مناتے ہیں، آپ کا قاتل ابولؤلؤ مجوسی کو بابا شجاع الدین کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ عید ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو منائی جاتی ہے۔

❀ مشہور شیعہ، نعمت اللہ جزائری نے ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے:

نُورٌ سَمَاوِيٌّ يَكْشِفُ عَنْ ثَوَابِ يَوْمِ قَتْلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ .

(الأنوار النّعمانية :108/1)

❀ عباس قمی شیعہ نے لکھا ہے:

إِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيدٍ، وَهُوَ مِنْ خِيَارِ الْأَعْيَادِ .

''یہ عید کا دن ہے اور یہ بہترین عید ہے۔''

(الكُنٰی والألقاب : 55/2)

(سوال): کیا محدثین روافض کی روایت سے حجت پکڑتے تھے؟

(جواب): محدثین غالی روافض کی روایت سے قطعاً حجت نہیں پکڑتے تھے۔

❁ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (۲۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُكْتَبُ عَنِ الرَّافِضَةِ فَإِنَّهُمْ يَكْذِبُونَ .

''روافض سے حدیث نہیں لکھی جائے گی، کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 28/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا التَّشَيُّعُ فِي عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِينَ فَهُوَ الرَّفْضُ الْمَحْضُ فَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ الرَّافِضِيِّ الْغَالِي وَلَا كَرَامَةَ .

''متاخرین کی اصطلاح میں تشیع، رفض محض کو کہتے ہیں، پس غالی رافضی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، نہ اس کی عزت وتکریم ہے۔''

(تهذيب التّهذيب :94/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ غَالِبَهُمْ كَاذِبٌ وَلَا يَتَوَرَّعُ فِي الْإِخْبَارِ .

''روافض میں اکثر جھوٹے ہیں، حدیث بیان کرنے میں محتاط نہیں۔''

(تهذيب التّهذيب : 458/8)

(سوال): کیا محدثین صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے کی روایت قبول کرتے تھے؟

(جواب): صحابہ کو گالیاں دینے والا اسلام سے خارج ہے، اس کی روایت قبول نہیں۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ يَشْتِمُ عُثْمَانَ أَوْ طَلْحَةَ أَوْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَجَّالٌ لَا يُكْتَبُ عَنْهُ وَعَلِيهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ .

''جو بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابیٔ رسول کو گالی دے، وہ دجال (پرلے درجے کا جھوٹا) ہے، اس سے روایت نہیں لی جائے گی، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور پوری انسانیت کی لعنت ہو۔''

(تاريخ الدّوري: 2670)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ فَهُوَ أَهْلٌ أَنْ لَّا يُرْوٰى عَنْهُ .

''جو کسی بھی صحابی کو برا بھلا کہے، وہ اس قابل نہیں کہ اس سے روایت قبول کی جائے۔''

(تهذيب التّهذيب: 438/11)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: روایت: اَلْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ کا کیا حکم ہے؟

جواب: روایت: اَلْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ ائمہ علل حدیث کی تحقیق میں ضعیف ہے۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ وغیرہ نے جب اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی، تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ بول پڑے:

هٰذَا كَلَامُ مَنْ لَا شَمَّ الْعِلَلِ .

''یہ اس انسان کا کلام ہے، جس نے علل حدیث کو سونگھا بھی نہیں۔''

(تنقيح التّحقيق : 51/1)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِذَاكَ الْقَائِمِ .

''اس حدیث کی (کوئی) سند قابل احتجاج نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 37)

امام احمد بن حنبل اور امام دارقطنی رحمہما اللہ کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے۔

نوٹ:

یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف ثابت ہے۔

(سنن الدّارقطني : 324، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کے نزدیک جب ایک روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہو، تو مرفوع کو ترجیح حاصل ہوگی۔ جبکہ یہ اُصول ائمہ علل حدیث کا نہیں۔

❁ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الطَّرِيقَةُ الَّتِي سَلَكَهَا الْمُؤَلِّفُ وَمَنْ تَابَعَهٗ ...... طَرِيقَةٌ ضَعِيفَةٌ، لَمْ يَسْلُكْهَا أَحَدٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ وَأَئِمَّةِ الْعِلَلِ فِي الْحَدِيثِ.

''جو طریقہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ وغیرہ نے اپنایا ہے (کہ مرفوع کو ترجیح ہو گی) یہ ضعیف ہے، محققین اور ائمہ علل حدیث میں سے کسی نے یہ اختیار نہیں کیا۔''

(تنقيح التّحقيق :207/1)

سوال: کیا قول صحابی حجت ہے؟

جواب: قول صحابی حجت ہے، جب نص کے معارض نہ ہو۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْحَدِيثَ الْمَرْفُوعَ إِذَا صَحَّ لَا يَجُوزُ مُعَارَضَتُهٗ بِقَوْلِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ، وَقَوْلُ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَ فَقْدِ النَّصِّ، وَأَمَّا إِذَا وُجِدَ نَصٌّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَابِتٌ صَحِيحٌ فَلَا يَجُوزُ الْعَدُولُ عَنْهُ.

''جب مرفوع صحیح حدیث آجائے، تو کسی (اُمتی) کے قول سے اس کا معارضہ جائز نہیں، خواہ وہ (اُمتی) کوئی بھی ہو۔ صحابی کا قول حجت ہے، مگر جب نص

موجود نہ ہو، البتہ جب رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت نص موجود ہو، تو اسے چھوڑنا جائز نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 898/5)

سوال: کیا بلبل حلال ہے؟

جواب: بلبل چڑیا کی ایک قسم ہے، لہٰذا حلال ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ بڑے اچھے اخلاق والے تھے، میرا ایک بھائی تھا، جسے ابوعمیر کہا جاتا تھا، راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، انہوں نے عمیر کی بجائے فطیم کہا، نبی کریم ﷺ جب اس کے پاس آتے، تو فرماتے:

يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ .

''ابوعمیر! آپ کے بلبل کو کیا ہوا؟''

اس کے پاس بلبل تھا، جس سے وہ پیار کے ساتھ رہتا تھا۔

(صحيح البخاري : 6203؛ صحيح مسلم : 2150)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ تشہد میں أَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ پڑھتے تھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ تشہد میں وہی پڑھتے تھے، جو امت کو تعلیم دیا۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لِذٰلِكَ بَلْ أَلْفَاظُ التَّشَهُّدِ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا (رَّسُولُ اللّٰهِ أَوْ) عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ .

''یہ بے اصل ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ سے تشہد کے متعلق متواتر ثابت ہے کہ

آپ ﷺ تشہد میں یہ پڑھتے تھے:أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا (رَّسُولُ اللّٰهِ أَوْ) عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ۔''

(التّلخيص الحبير :523/1)

(سوال): حافظ بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب ''دلائل النبوۃ'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): حافظ بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب ''دلائل النبوۃ'' عدیم النظیر ہے۔ حافظ رحمہ اللہ اس میں اسانید ذکر کر کے عہدہ برآ ہو گئے۔ محدثین کا یہی طریقہ ہے اور یہی ذمہ داری ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

عَلَيْكَ يَا أَخِي بِكِتَابِ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ لِلْبَيْهَقِيِّ، فَإِنَّهٗ شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّنُورٌ.

''اے میرے بھائی! امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوۃ کو لازم پکڑیے، کیونکہ اس میں دلوں کے لیے شفا، ہدایت اور نور ہے۔''

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء : 216/20)

(سوال): صوفیوں کے احوال و مکاشفات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): صوفی گمراہ ہیں، ان کے ہاتھوں جو بھی خرق عادت اُمور ظاہر ہوتے ہیں، وہ استدراجات ہیں، انہیں شیطان کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ ان کے احوال و مکاشفات کا کوئی اعتبار نہیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَغْتَرَّ الْمُسْلِمُ بِكَشْفٍ وَّلَا بِحَالٍ، فَقَدْ تَوَاتَرَ الْكَشْفُ وَالْبُرْهَانُ لِلْكُهَّانِ وَلِلرُّهْبَانِ، وَذٰلِكَ مِنْ إِلْهَامِ الشَّيْطَانِ، أَمَّا

حَالُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ وَكَرَامَاتُهُمْ فَحَقٌّ .

''کوئی مسلمان (گمراہوں کے) کشف وحال سے دھوکہ مت کھائے، کیونکہ کاہنوں اور راہبوں کے احوال ومکاشفات بھی متواتر منقول ہیں، یہ شیطان کا الہام ہے۔البتہ اولیاءاللہ کے مکاشفات وکرامات حق ہیں۔''

(تاریخ الإسلام : 591/13)

سوال: کیا جنات کا وجود ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت بالاتفاق جنات کے وجود کے قائل ہیں۔ جنات غیبی مخلوق ہے، اکثر اوقات نظر نہیں آتے، بعض اوقات نظر آجاتے ہیں۔ یہ کھاتے پیتے ہیں، ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ ہے، یہ شرع کے مکلّف ہیں، ان میں بھی مؤمن اور کافر ہوتے ہیں۔انہیں موت بھی آتی ہے، البتہ ان کی عمریں لمبی ہوتی ہیں، جن انسان میں داخل ہوسکتا ہے۔ جنات مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔بعض انسانوں سے ان کا کلام کرنا بھی ثابت ہے۔ جنات کو نیکیوں پر اجر ملے گا اور گناہوں پر عذاب ہوگا، بالفاظ دیگر انسانوں کی طرح جنات بھی جنت اور جہنم میں جائیں گے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ كَمَا اتَّفَقُوا عَلٰى وُجُودِ الْجِنِّ .

''جس طرح ائمہ مسلمین کا جنات کے وجود پر اتفاق ہے، اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ جن انسان میں داخل ہوسکتا ہے۔''

(الرّدّ على المنطقيين، ص 470)

❀ نیز فرماتے ہیں:

وُجُودُ الْجِنِّ ثَابِتٌ بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَسُنَّةِ رَسُولِهِ، وَاتِّفَاقِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَأَئِمَّتِهَا، وَكَذَلِكَ دُخُولُ الْجِنِّيِّ فِي بَدَنِ الْإِنْسَانِ ثَابِتٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''جنوں کا وجود کتاب وسنت سے ثابت ہے، اس پر اسلاف امت اور ائمہ اہل سنت کا اجماع ہے۔ اسی طرح ائمہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جن انسانی بدن میں داخل ہوسکتا ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ : 12/3، مجموع الفتاوی : 277/24)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں:

لَمْ يُخَالِفْ أَحَدٌ مِنْ طَوَائِفِ الْمُسْلِمِينَ فِي وُجُودِ الْجِنِّ، وَجُمْهُورُ طَوَائِفِ الْكُفَّارِ عَلٰى إِثْبَاتِ الْجِنِّ وَإِنْ وُجِدَ فِيهِمْ مَنْ يُنْكِرُ ذٰلِكَ فَكَمَا يُوجَدُ فِي بَعْضِ طَوَائِفِ الْمُسْلِمِينَ كَالْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ، مَنْ يُنْكِرُ ذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ جُمْهُورُ الطَّائِفَةِ وَأَئِمَّتِهَا مُقِرِّينَ بِذٰلِكَ، وَهٰذَا لِأَنَّ وُجُودَ الْجِنِّ قَدْ تَوَاتَرَتْ بِهِ أَخْبَارُ الْأَنْبِيَاءِ، عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، تَوَاتُرًا مَعْلُومًا بِالْاِضْطِرَارِ، وَقَالَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ فِي كِتَابِهِ الشَّامِلِ : اِعْلَمُوا، رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْفَلَاسَفَةِ وَجَمَاهِيرَ الْقَدَرِيَّةِ وَكَافَّةَ الزَّنَادِقَةِ أَنْكَرُوا الشَّيَاطِينَ وَالْجِنَّ رَأْسًا .

''(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۱۰/۱۹میں ہے کہ) مسلمانوں کے کسی گروہ نے جنات کے وجود میں اختلاف نہیں کیا، اسی طرح کفار کے اکثر گروہ جنات کا وجود مانتے ہیں، اگر ان میں کوئی فرقہ جنات کے وجود کا منکر ہے، تو مسلمانوں میں سے بھی بعض گروہ مثلاً جہمیہ اور معتزلہ جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں، البتہ اکثر گروہ اور ان کے ائمہ جنات کے وجود کے اقراری ہیں، اس لیے کہ جنات کے وجود پر انبیائے کرام علیہم السلام کی حکایات اتنی متواتر ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔ امام الحرمین رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں فرمایا: ''اللہ آپ پر رحم کرے! جان لیجئے کہ بہت سے فلاسفہ، اکثر قدریہ اور تمام زنادقہ نے شیاطین اور جنات کے وجود کا سرے سے انکار کر دیا ہے۔''

(عمدة القاري: 182/15)

تفصیل کے لیے علامہ محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۹ھ) کی کتاب ''آکام المرجان فی احکام الجان'' ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: تالاب میں مچھلی کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: تالاب میں مچھلی کی خرید و فروخت جائز نہیں، اس میں دھوکہ پایا جاتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بیع غرر) دھوکے کی بیع اور (بیع حصاۃ) کنکری والی بیع سے منع کیا ہے۔''

(صحيح مسلم : 1513)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مُجْمَعٌ عَلٰى ذٰلِكَ .

''اس پر اجماع ہے کہ پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت دھوکہ ہے۔''

(نيل الأوطار : 175/5)

سوال: کیا ایمان بڑھتا گھٹتا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اس پر قرآن وحدیث کے واضح دلائل موجود ہیں۔

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

أَمَّا الْمُحَدِّثُونَ فَكُلُّهُمْ إِلٰى أَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ .

''تمام محدثین کا مذہب ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔''

(فيض الباري :60/1)

سوال: کیا احناف کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان اور عام مؤمن کا ایمان برابر ہے؟

جواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نزدیک ایمان ابی بکر اور ایمان ابلیس ایک ہے۔

❁ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَإِيمَانُ إِبْلِيسَ وَاحِدٌ، قَالَ إِبْلِيسُ : يَا رَبِّ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ : يَا رَبِّ .

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک ہے۔ ابلیس نے کہا تھا: ''اے میرے رب'' اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کہا: ''اے میرے رب۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 502/15، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

ظَاهِرٌ أَنَّهٗ لَا تَفَاوُتَ فِيهِ بَيْنَ إِيمَانِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَبَيْنَ إِيمَانِ أَدْنٰى مُؤْمِنٍ مِنْ أُمَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ إِيمَانَ أَدْنٰى مُؤْمِنٍ يَشْتَمِلُ عَلٰى جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي يَشْتَمِلُ عَلَيْهَا إِيْمَانُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَكَمَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْتَزَمَ الْإِتْيَانَ بِجَمِيعِ الشَّرِيعَةِ، كَذٰلِكَ أَدْنٰى مُؤْمِنٍ مِّنَ الْأُمَّةِ أَيْضًا الْتَزَمَ بِجَمِيعِهَا، فَلَا فَرْقَ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى، إِنَّمَا الْفَرْقُ فِي الْخَشِيَّةِ وَالتُّقٰى وَمُخَالَفَةِ الْهَوٰى، فَلَوْ وُزِنَتْ إِيمَانُهٗ بِهٰذَا الْمَعْنٰى لَتَرَجَّحَ إِيمَانُهٗ، عَلٰى جَمِيعِ أُمَّتِهٖ.

''یہ بات واضح ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان اور اُمت محمدیہ کے ایک ادنیٰ مؤمن کے ایمان میں کوئی تفاوت نہیں، کیونکہ ادنیٰ مؤمن کا ایمان بھی ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے، جن پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان مشتمل ہے، جیسے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تمام شرعی اُمور کو اپنایا، اسی طرح اُمت کے ادنیٰ مؤمن نے بھی تمام شرعی اُمور کو اپنایا، اس لحاظ سے دونوں کی ایمان میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ خشیت الٰہی، تقویٰ اور ترک خواہشات میں فرق ہے، اس اعتبار سے اگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا وزن کیا جائے، تو ایمان ابی بکر رضی اللہ عنہ ساری امت کے ایمان سے بھاری ہے۔''

(فيض الباري :1/64-65)

اہل سنت کے ہاں اعمال ایمان میں داخل ہیں، نیز اہل سنت کے نزدیک معرفت الٰہی دل کا عمل ہے، اس میں بھی کمی زیادتی ہے، کسی میں معرفت زیادہ اور کسی میں کم۔ خشیت الٰہی اور تقویٰ بھی اعمال ہیں، جو ایمان کا جزو ہیں، ان کی وجہ سے ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے۔ یہ محدثین کا مذہب ہے، حق مذہب محدثین میں منحصر ہے اور مسلک محدثین اسلم، اعلم اور احکم ہے، جو مسلک محدثین سے منحرف ہو گیا، وہ گمراہ ہو گیا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عام مؤمن کے ایمان میں تفاوت ہے، جب عام مؤمنوں کے ایمان میں تفاوت ہے، تو صحابہ اور عام مؤمنوں کے ایمان میں بالاولیٰ تفاوت ہے۔ جو فرق کاشمیری صاحب نے بیان کیا ہے، ائمہ اہل سنت نے یہ فرق نہیں کیا۔

سوال: محرم کی کیا تعریف ہے؟

جواب: علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ضَبَطَ الْعُلَمَاءُ الْمَحْرَمَ بِأَنَّهُ كُلُّ مَنْ حَرُمَ عَلَيْهِ نِكَاحُهَا عَلَى التَّأْبِيدِ بِسَبَبٍ مُبَاحٍ يُحَرِّمُهَا .

''اہل علم نے ''محرم'' کی تعریف یہ کی ہے کہ ہر وہ رشتہ جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو اور یہ حرمت کسی مباح سبب کی بنا پر ہو۔''

(سُبُل السّلام : 2/305)

سوال: عورت سے بیعت کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: عورت سے زبانی کلامی بیعت ہے، اس کا ہاتھ چھونا جائز نہیں۔

سوال: باغ خریدنے کے بعد آفت سے تباہ ہو گیا، تو نقصان کس کا ہوگا؟

(جواب): اگر خریدار نے رقم کی ادائیگی کر دی اور باغ اپنے قبضہ میں کر لیا، تو آفت آنے کی صورت میں نقصان کا ذمہ دار بھی خریدار ہوگا، البتہ اگر سودا ہو گیا، مگر قبضہ نہیں ہوا، بلکہ بیچنے والے کے تصرف میں ہے، تو آفت آنے کی صورت میں نقصان کا ذمہ دار باغ کا مالک ہوگا، وہ تلف شدہ باغ کی رقم کا مطالبہ خریدار سے نہیں کر سکتا، کیونکہ ابھی باغ خریدار کے قبضہ میں آیا ہی نہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَرًا، فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ؟

''اگر آپ نے اپنے بھائی سے باغ کا سودا کیا اور اسے آفت آ پڑی، تو آپ کے لیے جائز نہیں کہ اس سے کچھ رقم وصول کریں، کیا آپ اپنے بھائی سے بغیر حق کے مال لینے چاہتے ہیں؟''

(صحیح مسلم: 1554)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفت زدہ باغ کی قیمت معاف کرنے کا حکم دیا۔''

(صحیح مسلم: 1554)

(سوال): عورت کا گھر سے باہر نکلنا کیسا ہے؟

(جواب): عورت کا معنی پردہ ہے، اس کی عزت و شرف یہی ہے کہ یہ گھر میں رہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾(الأحزاب : ٣٣)

''اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔''

عورت کے لیے اس کی چادر چاردیواری باعث امن ہے، عورت کا باہر نکلنا خود اس کے لیے بھی باعث فتنہ ہے اور دوسرے کے لیے بھی۔ شیطان اس کے ذریعہ انسانوں میں وساوس پیدا کرتا ہے، بہت سے برائیاں جنم لیتی ہیں، جبکہ عورت رب تعالیٰ کے قریب تر اس وقت ہوتی ہے، جب وہ اپنے گھر کے اندر رہو۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ رَبِّهَا، إِذَا كَانَتْ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ.

''عورت پردہ ہے، یہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے، جب وہ اپنے گھر کے اندر رہو، جب یہ باہر نکلتی ہے، تو شیطان اس پر جھانکتا ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 7616، وسندهٗ صحيحٌ)

البتہ اگر کوئی شرعی عذر ہو، تو عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، مگر اس صورت میں انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے مکمل بدن کو ڈھانپے، وضع قطع اور چال ڈھال میں شوخ پن ظاہر نہ کرے، عورت کے باہر نکلنے سے شیطان لوگوں کے دلوں میں غلط خیالات اور وساوس پیدا کرتا ہے، اس لیے معاشرے کی بہتری اور نسل کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ خواتین انتہائی ناگزیر صورت حال کے علاوہ گھر سے باہر نہ نکلیں۔

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ،

فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ .

''بلاشبہ عورت سامنے سے آئے یا جائے، وہ شیطان کی صورت میں آتی جاتی ہے (یعنی شیطان اس عورت کے ذریعے لوگوں کے لیے فتنہ پیدا کرتا ہے۔) لہٰذا جب آپ میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے (اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہو) تو وہ اپنی بیوی سے وظیفہ زوجیت ادا کرے، اس طرح اس کے دل میں پیدا ہونے والا وسوسہ ختم ہو جائے گا۔''

(صحیح مسلم : 1403)

سوال: تابعی کسے کہتے ہیں اور اس کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھا ہو اور ایمان پر ہی وفات پائی ہو، اسے تابعی کہتے ہیں۔

❁ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا دَامَ فِيكُمْ مَنْ رَآنِي وَصَاحَبَنِي، وَاللّٰهِ لَا تَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا دَامَ فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ رَآنِي وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِي .

''آپ خیر پر رہیں گے، جب تک میرا کوئی صحابی حیات رہے گا۔ اللہ کی قسم! جب تک آپ میں تابعی زندہ رہے گا، خیر پر ہی رہیں گے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 32417، السُّنّة لابن أبي عاصم : 630/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں؟

جواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تابعی ہونا ثابت نہیں۔

❁ امام حمزہ سہمی رحمہ اللہ (۴۲۷ھ) فرماتے ہیں:

سُئِلَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ سَمَاعِ أَبِي حَنِيفَةَ يَصِحُّ؟ قَالَ : لَا وَلَا رُؤْيَةً وَلَمْ يَلْحَقْ أَبُو حَنِيفَةَ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ .

''میں سن رہا تھا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا (صحابہ سے) سماع ثابت ہے؟ فرمایا: نہیں، (کسی صحابی کو) دیکھنا بھی ثابت نہیں۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔''

(سؤالات السّهمي للدّارقطني، ص 263، الرقم : 383، تاريخ بغداد للخطيب : 340/5، العِلَل المُتناهية لابن الجوزي :65/1)

متقدمین ائمہ حدیث کا اس قول پر اجماع ہے، کوئی بھی اس کے خلاف نہیں کہتا۔

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ لِأَبِي حَنِيفَةَ سَمَاعٌ مِّنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔''

(تاريخ بغداد : 338/5، 161/10)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

''کسی جھوٹے نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے والد کے ساتھ سفر کیا اور سات متاخر صحابہ سے بالمشافہ ملاقات کی۔ جبکہ درست بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لائے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 387/3)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا

ہے، مطلب کہ امام صاحب رویۃً تابعی ہیں۔ جس بنا پر حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ بات کی ہے، وہ بنا ہی باطل ہے، ملاحظہ فرمائیں؛

❀ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے **منسوب** ہے :

رَأَيْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔''

(الأسامي والكُنٰى لأبي أحمد الحاكم الكبير : 64/3، مَناقب الإمام أبي حنيفة، ص 14، تاريخ الإسلام : 990/3، تذكِرَة الحُفّاظ :168/1)

تبصرہ:

یہ باطل قول ہے۔ سیف بن جابر کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀ امام ابونعیم فضل بن دُکین رحمہ اللہ (۲۱۸ھ) سے **منسوب** ہے:

رَأَى أَنَسَ بنَ مَالِكٍ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ کو دیکھا ہے۔''

(أخبار أبي حنيفة وأصحابِهٖ، ص 18)

تبصرہ:

یہ جھوٹا قول ہے۔

① احمد بن محمد بن صلت ابوالعباس حمانی ''کذاب، وضاع'' ہے۔

(ميزان الاعتدال للذّهبي :140/1)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ . ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(الضّعفاء والمتروكون : 59)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصّحابة : 572/4)

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

رَأَى أَنَسَ بنَ مَالِكٍ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ کو دیکھا ہے۔''

(تاريخ بغداد : 444/15)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ بِعَيْنِهِ .

''یقیناً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ کو دیکھا ہے۔''

(العِلَل المتناهية :128/1)

یہ بے بنیاد قول ہے۔ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کا رد کر دیا ہے۔ اب اگر کسی کے پاس کوئی صحیح دلیل ہے، تو وہ پیش کرے!

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُحَدِّثِينَ أَنْكَرُوا مُلَاقَاتَهٗ مَعَ الصَّحَابَةِ .

''محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے ملاقات کا انکار کیا ہے۔''

(شرح مُسند أبي حنيفة :581/1)

جتنی بھی مرفوع روایات ہیں، جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع

ذکر کیا ہے، وہ جھوٹی ہیں۔ یہ احمد بن محمد بن صلت حمانی (کذاب) وغیرہ کی وضع کردہ ہیں۔

تنبیہ:

محمد بن اسحاق، ابن الندیم (۴۳۸ھ) نے لکھا ہے:

كَانَ مِنَ التَّابِعِينَ لَقِيَ عِدَّةً مِّنَ الصَّحَابَةِ .

''ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین میں سے تھے، آپ نے کئی صحابہ سے ملاقات کی۔''

(الفِهرِست :298/1)

تبصرہ:

ابن الندیم غیر ثقہ، رافضی اور معتزلی ہے، لہٰذا اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہ غیر معتبر شخص ہے، اس کی مذکورہ تصنیف پکار پکار کر کہتی ہے کہ یہ کسی معتزلی اور گمراہ کی تصنیف ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے!...... جب میں نے اس کی کتاب کا مطالعہ کیا، تو مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ یہ رافضی معتزلی ہے، یہ اہل سنت کو ''حشویہ''، اشاعرہ کو ''مجبرہ'' اور ہر اس شخص کو، جو شیعہ نہ ہو، ''عامی'' کہتا ہے۔ اس نے امام شافعی رحمہ اللہ کے حالات زندگی میں ایسی بات ذکر کی، جو واضح جھوٹ ہے۔''

(لِسان المیزان : 72/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تقریب التہذیب (۷۱۵۳) میں طبقہ سادسہ ذکر کیا ہے۔ اس طبقہ کے راویوں کا کسی صحابی سے سماع ولقا نہیں۔ ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی نہیں تھے۔

۞ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''......یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین میں سے نہیں ہیں، اس کی بنیاد وہ ہے، جو شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحت سے بیان کر دی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو چھٹے طبقے میں ذکر کیا ہے، اس طبقہ کے رواۃ کو صغار تابعین کی معاصرت حاصل ہوتی ہے، لیکن ان کی کسی صحابہ سے ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔ یہ بات انہوں نے تقریب التہذیب (کے مقدمہ) میں ذکر کی ہے۔''

(البحر الرّائق : 92/7)

۞ علامہ ابراہیم بن علی ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷٦ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ یَأْخُذْ أَبُو حَنِیفَةَ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں لی۔''

(طَبَقات الفقهاء، ص 86)

۞ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ یَلْقَ أَحَدًا مِّنْهُمْ وَلَا أَخَذَ عَنْهُ؛ وَأَصْحَابُهٗ یَقُولُونَ : إِنَّهٗ لَقِيَ جَمَاعَةً مِّنَ الصَّحَابَةِ وَرَوٰی عَنْهُمْ، وَلَا یَثْبُتُ ذٰلِكَ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ میں سے کسی سے ملاقات نہیں کی، نہ ہی ان میں سے کسی سے روایت لی ہے۔ جبکہ حنفی مقلدین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ کی ایک جماعت ملاقات کی اور ان سے روایت لی ہے۔ یہ بات محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔''

(جامع الأصول : 952/12)

یہی بات علامہ ابن خلکان (وفیات الاعیان: ۴۰۶/۵)، علامہ ابو الفداء (المختصر فی اخبار البشر: ۵/۲)، علامہ ابن الوردی (تاریخ ابن الوردی: ۱۸۸/۱)، علامہ یافعی (مرآۃ الجنان: ۲۴۳/۱) اور علامہ ابو الیمن العلیمی رحمہم اللہ (التاریخ المعتبر: ۳۰۱/۳) نے کہی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَأْخُذْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ .

''امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں لی۔''

(تهذيب الأسماء واللّغات : 216/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ لَهٗ حَرْفٌ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ .

''امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کسی صحابی سے ایک حرف بھی نقل کرنا ثابت نہیں۔''

(سِير أعلام النُّبلاء : 391/6)

❀ حافظ ابو الفضل عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ لَمْ تَصِحَّ لَهٗ رِوَايَةٌ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ .

''امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کسی صحابی سے روایت ثابت نہیں۔''

(شرح مُسند أبي حنيفة لمُلّا علي القاري :581/1)

❀ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُعْتَمَدُ أَنَّهٗ لَا رِوَايَةَ لَهٗ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ .

''درست بات یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کسی صحابی سے کوئی روایت نہیں۔''

(فتح المُغيث : 342/3)

حاصل کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رؤیۃً یا روایۃً تابعی نہیں ہیں۔ راوی میں اصل عدالت ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدالت ثابت نہیں۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارے تمام ائمہ (محدثین) کے نزدیک ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حجت پکڑنا جائز نہیں، میرے مطابق اس بارے محدثین کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ تمام علاقوں اور جہتوں کے ائمہ مسلمین اور اہل ورع نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جرح کی ہے اور ہر ایک نے ان پر قدح (ضعف) کا لفظ بولا ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 64/3)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

''تمام محدثین ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مجروح ہونے پر متفق ہیں۔ (ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر) جرح کرنے والے محدثین تین قسم کے ہیں؛ ① محدثین کی ایک جماعت نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عقائد اور اصول کی وجہ سے جرح کی، ② محدثین کی ایک جماعت نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت اور قلت حفظ وضبط میں جرح کی ہے، ③ محدثین کی ایک جماعت نے اس لیے جرح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صحیح احادیث کے مخالف رائے قائم کرتے تھے۔''

(المُنتظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم : 8/131-132)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَبْقَ مُعْتَبَرٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ .

''کوئی معتبر امام ایسا نہیں، جس نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جرح نہ کی ہو۔''

(المُنتظَم في تاريخ المُلُوك والأمم : 143/8)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: فرشتوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ فرشتوں کا وجود ثابت ہے، ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ قرآن وحدیث، اجماع امت اس پر دلیل ہیں، عقلی طور پر بھی فرشتوں کا وجود محال نہیں۔ فرشتے غیبی مخلوق ہیں، ان پر ایمان، ایمان بالغیب ہے، یہ لطیف مخلوق ہیں، نور سے تخلیق ہوئے ہیں، یہ انسانوں اور جنوں سے پہلے موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مقرب بندے قرار دیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے، اسے بجالاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض اُمور پر مامور کیا ہے، ان کا زمین پر اترنا اور آسمان پر چڑھنا ثابت ہے، ان میں سے بعض حاملین عرشِ الٰہی ہیں، وہ اس کے اردگرد اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں، سارے کے سارے فرشتے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، نیز اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، یہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، ان پر ہر وقت خشیت الٰہی اور خوف الٰہی طاری رہتا ہے۔

فرشتے محض ارواح نہیں، بلکہ مجسم مخلوق ہیں، البتہ انہیں کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی، ان کے دلوں اور پروں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ عقل رکھتے ہیں، جو فرشتوں کی عقل کا انکار کرے، وہ خود بے عقل ہے۔ مشرکین مکہ فرشتوں کے بارے میں یہ بدعقیدگی رکھتے تھے کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہیں اللہ کے ہاں سفارشی بناتے تھے۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے بعض فرشتوں کو دیکھا ہے، بعض صلحا نے بھی فرشتوں کو دیکھا ہے، جیسا کہ سیدہ مریم علیہا السلام نے جبریل علیہ السلام کو انسانی شکل میں دیکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل وصورت میں بھی دیکھا تھا۔ فرشتوں کی صفات قرآن وحدیث میں ثابت ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾(النّساء: ١٣٦)

''جو بھی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز آخرت کا انکار کرے، یقیناً وہ پرلے درجے کا گمراہ ہے۔''

❁ علامہ رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الدَّلَائِلُ النَّقْلِيَّةُ فَلَا نِزَاعَ الْبَتَّةَ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي إِثْبَاتِ الْمَلَائِكَةِ، بَلْ ذٰلِكَ كَالْأَمْرِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہے کہ فرشتوں کے وجود پر انبیائے کرام علیہم السلام کے مابین کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہ ان کا اجماعی مسئلہ ہے، واللہ اعلم!''

(تفسير الرّازي: 385/2، تفسير نيشابوري: 214/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (٨٠٤ھ) فرماتے ہیں:

يَجِبُ الْإِيمَانُ بِجَمِيعِ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَمَنْ ثَبَتَ تَعْيِينُهٗ

كَجِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ وَجَبَ الْإِيمَانُ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يَثْبُتْ آمَنَّا بِهِ إِجْمَالًا، وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ، وَمَا ثَبَتَ مِنْ ذٰلِكَ بِالنَّصِّ وَالتَّوَاتُرِ كَفَرَ مَنْ يَكْفُرُ بِهِ .

''اللہ تعالیٰ کے سارے کے سارے فرشتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔جن فرشتوں کی تعیین ثابت ہے، مثلاً جبریل، میکائیل اور اسرافیل،تو ان پر معین ایمان واجب ہے اور جن کی تعیین ثابت نہیں، ان پر اجمالاً ایمان لانا واجب ہے، جیسا کہ انبیائے کرام اور رسل علیہم السلام ہیں، (ان میں سے بعض کی تعیین ہے اور بعض کی تعیین نہیں) فرشتوں، نبیوں اور رسولوں میں سے جس کے متعلق نص اور تواتر ثابت ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 174/3)

❁ نیز ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ إِثْبَاتُ الْمَلَائِكَةِ، وَالرَّدُّ عَلٰى مَنْ أَنْكَرَهُمْ مِنَ الْمُلْحِدَةِ وَالْفَلَاسِفَةِ .

''اس حدیث میں فرشتوں کے وجود کا ثبوت ہے اور ملحدین اور فلاسفہ کا رد ہے، جو فرشتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 232/2)

❁ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

رَجُلٌ عَابَ مَلَكًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ كَفَرَ .

''جو شخص کسی فرشتے پر عیب جوئی کرے، وہ کافر ہو جاتا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری : 266/2، مَجمع الأنهر لشيخي زادة :692/1)

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا، ایمان کے چھ ارکان میں سے ہے۔ فرشتوں کا انکار ملحدین اور فلاسفہ کرتے ہیں، اہل سنت والجماعت فرشتوں کے وجود وصفات کو مانتے ہیں، ان پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتے کا انکار بھی کفر ہے۔

❀ لغوی امام، علامہ، الخلیل بن احمد، فراہیدی رحمہ اللہ (۱۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَسَدُ لِلْإِنْسَانِ، وَلَا يُقَالُ لِغَيْرِ الْإِنْسَانِ جَسَدٌ مِنْ خَلْقِ الْأَرْضِ، وَكُلُّ خَلْقٍ لَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ مِنْ نَحْوِ الْمَلَائِكَةِ وَالْجِنِّ مِمَّا يَعْقِلُ فَهُوَ جَسَدٌ .

''انسانی وجود کو ''جسد'' کہا جاتا ہے، انسان کے علاوہ کسی زمینی مخلوق کے لیے ''جسد'' کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، اسی طرح جس ذی عقل مخلوق کو کھانے پینے کی احتیاج نہیں، جیسے فرشتے اور جنات، ان کے وجود کو بھی ''جسد'' کہتے ہیں۔''

(العَين : 47/6)

(سوال): کیا سیدنا آدم علیہ السلام نے تخلیق کے بعد فرشتوں کو سلام کیا تھا؟

(جواب): تخلیق کے بعد آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فرشتوں کو سلام کہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَهُ قَالَ : اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى أُولٰئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، جُلُوسٌ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا : السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَزَادُوهُ : وَرَحْمَةُ اللّٰهِ .

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا، تو فرمایا: جائیے، وہ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے، انہیں سلام کہیے اور ان کے جواب کو غور سے سنیے گا، وہی آپ اور آپ کی اولاد کا سلام ہوگا، تو آدم علیہ السلام (گئے اور) السلام علیکم کہا، فرشتوں نے جواب میں ''السلام علیک ورحمۃ اللہ'' کہا، فرشتوں نے جواب میں ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا۔''

(صحيح البخاري: 6227)

سوال: ملک الموت ہر آن میں ہزاروں لاکھوں جانیں کیسے قبض کر لیتے ہیں؟

جواب: روح قبض کرنے پر ملک الموت مامور ہیں، نیز قرآن کریم میں ان معاونین کا بھی ثبوت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾

(الأنعام: ٦١)

''جب تم میں سے کسی پر موت (کی گھڑی) آتی ہے، تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے بغیر کمی بیشی کے (وقت مقررہ پر) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔''

❁ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾

(الأنعام: 93)

''اگر آپ اس وقت کو دیکھیں کہ جب ظالم لوگ موت کی تلخیوں میں ہوں گے، فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے (اور کہیں گے) تم اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا، بوجہ کہ تم اللہ پر ناحق جھوٹ باندھتے رہے اور اس کی آیات سے تکبر کرتے رہے۔ (تو یہ بڑا ہولناک منظر ہوگا۔)''

❁ اسی طرح ایک جگہ بیان ہوا:

﴿وَلَوْ تَرٰی إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾(الأنفال: 50)

''اگر آپ اس وقت کو دیکھیں کہ جب فرشتے کفار کی جان نکالیں گے، ان کے منہ اور پیٹھ پر ماریں گے (اور کہیں گے) آگ کا عذاب چکھو۔ (تو آپ بڑا ہولناک منظر دیکھیں گے۔)''

سوال: کیا پل صراط کی حقیقت ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ پل صراط کی حقیقت ہے۔ ملحدین پل صراط کو مجاز پر محمول کرتے ہیں۔ ہر دور کے علمائے حق نے ان کا رد کیا ہے۔

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

مَا ذَكَرَهُ الْقَائِلُ مَرْدُودٌ بِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْأَخْبَارِ، وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَجِبُ بِذٰلِكَ، وَأَنَّ الْقَادِرَ عَلٰى إِمْسَاكِ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُمْسِكَ عَلَيْهِ الْمُؤْمِنَ فَيُجْزِيهِ أَوْ يُمْشِيهِ وَلَا يُعْدَلُ عَنِ الْحَقِيقَةِ إِلَى الْمَجَازِ إِلَّا عِنْدَ الْاِسْتِحَالَةِ وَلَا اسْتِحَالَةَ

فِي ذٰلِكَ، لِلْآثَارِ الْوَارِدَةِ فِي ذٰلِكَ وَثُبَاتِهَا بِنَقْلِ الْأَئِمَّةِ الْعُدُولِ :
﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُورًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُورٍ﴾

''جو اعتراض ذکر کیا گیا ہے، اس کا رد ہماری ذکر کردہ احادیث سے ہو جاتا ہے، پل صراط پر ایمان لانا واجب ہے۔ جو ذات فضا میں پرندوں کو ٹھہرا سکتی ہے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مؤمن کو (اس کے برے اعمال کے بدلے میں) پل صراط پر روک لے اور اس کی سزا دے یا اسے (اس کے اچھے اعمال کے بدلے میں صحیح سلامت) گزار دے۔ حقیقت سے مجاز کی طرف اسی وقت جایا جاتا ہے، جب اسے حقیقت پر رکھنا محال ہو، جبکہ یہاں حقیقت پر ماننا محال نہیں ہے، کیونکہ اس بارے میں (صحیح) احادیث مروی ہیں اور عادل ائمہ نے انہیں نقل کیا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُورًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُورٍ﴾ ''جس کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے، اس کے لیے کوئی نور نہیں۔''

(التّذكرة بأحوال الموتىٰ، ص 758)

سوال: سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَامَ الْإِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، فَإِنْ ذَكَرَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ، فَإِنِ اسْتَوٰى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ، وَيَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ .

''جب امام دو رکعتوں کے بعد (تشہد بیٹھے بغیر) کھڑا ہو جائے، تو اگر اسے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ جائے، تو وہ (تشہد کے لیے) بیٹھ جائے اور اگر سیدھا ہو جائے، تو پھر نہ بیٹھے اور (آخر میں) سجدہ سہو کر لے۔''

(سنن أبي داود : 1036، سنن ابن ماجه : 1208، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 440/1)

اس روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: روایت ضعیف ہے۔ جابر بن یزید جعفی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❀ **علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

قَالَ صَاحِبُ التَّنْقِيحِ : ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''صاحب تنقیح (1/187) کے مطابق جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(نصب الرّاية : 87/1)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔'' (طَبقات المدلّسين : 53)

❀ **نیز لکھتے ہیں:**

ضَعِيفٌ رَافِضِيٌّ . ''ضعیف اور رافضی ہے۔'' (تقريب التّهذيب : 878)

❀ **امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَيْسَ فِي كِتَابِي عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثُ .

''میری کتاب میں جابر جعفی کی صرف یہی ایک روایت ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الحديث : 1036)

امام طحاوی رحمہ اللہ کی سند سے ''جابر جعفی'' کا واسطہ گر گیا ہے، کیونکہ ابراہیم بن طہمان کے اساتذہ میں جابر جعفی ہے، مغیرہ بن شبل (شبیل) نہیں۔ مغیرہ بن شبل (شبیل) کے شاگردوں میں جابر جعفی ہے، مگر ابراہیم بن طہمان نہیں۔

اسی طرح طحاوی ہی کی دوسری سند میں بھی قیس بن ربیع اور مغیرہ بن شبل کے درمیان جابر جعفی کا واسطہ گر گیا ہے، کیونکہ قیس بن ربیع کے اساتذہ میں جابر جعفی ہے، مغیرہ بن شبل نہیں اور مغیرہ کے شاگردوں میں جابر جعفی ہے، قیس بن ربیع نہیں۔

سوال: کفن تیار کر کے رکھنا کیسا ہے؟

جواب: کفن تیار کر کے رکھا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے چادر مانگی، تو آپ ﷺ نے دے دی، لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ آپ نے چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا، تو اس نے جواب میں کہا:

وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ : فَكَانَتْ كَفَنَهُ .

''اللہ کی قسم! میں نے یہ چادر صرف اس لیے مانگی ہے کہ اسے اپنا کفن بناؤں گا، سیدنا سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ چادر ہی اس کا کفن بنی۔''

(صحيح البخاري : 5810)

نبی کریم ﷺ نے اس پر انکار نہیں کیا، لہٰذا کفن تیار کر کے رکھنا مکروہ نہیں۔ عام حالات میں اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

سوال: جمائی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جمائی سستی اور کاہلی کی علامت ہے، یہ شیطان کی طرف سے ہے، وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں سست کرتا ہے، جمائی سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ جب جمائی آئے، تو منہ پر ہاتھ رکھنا چاہیے اور جتنا ممکن ہو، اس پر قابو پانا چاہیے، نیز آواز نکالنے سے

بچنا چاہیے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چھینک کو اللہ پسند کرتا اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، جسے چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے اور سننے والا ہر مسلمان «یرحمك اللّٰه» (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہے، رہی جمائی تو وہ شیطان کی طرف سے، جمائی آئے تو اسے روکنے کی حتی المقدور کوشش کریں، جب کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان مسکراتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6223)

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چھینک اللہ کی طرف سے ہے اور جمائی شیطان کی طرف سے، جب کسی کو جمائی آئے تو اسے چاہیے کہ وہ منہ پر اپنا ہاتھ رکھے اور جب بندہ ھاھا کہہ کر آواز نکالتا ہے تو وہ شیطان ہے جو اس کے پیٹ سے بولتا ہے۔''

(مسند الحميدى : 1195، صحيحٌ)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''علمائے کرام اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ چھینک کا سبب محمود و بہتر اور جسم کا ہلکا ہونا ہے جو کہ غذا اور اختلاط کی قلت کی وجہ سے ہے، یہ پسندیدہ اور محبوب عمل ہے، کیونکہ یہ شہوت نفس کو کمزور اور اطاعت کو آسان بناتا ہے اور جمائی اس کے برعکس ہے، واللہ اعلم۔''

(الأذكار، ص 269)

سوال: کیا عورت کالا لباس پہن سکتی ہے؟

جواب: عورت کالا لباس پہن سکتی ہے۔ (بخاری: ۵۸۴۵)

❁ اس پر اجماع بھی ہے۔ (نیل الاوطار للشوکانی: ۲/۱۱۳)

سوال: کیا دانوں والی تسبیح کا کیا حکم ہے؟

جواب: دانوں والی تسبیح پر ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس سے مقصود صرف گنتی ہوتی ہے، اسی طرح گنتی کے لیے جتنے جدید آلات موجود ہیں، سب کا استعمال درست ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَحْيَى مَعَهُ مِسْبَاحٌ، فَيُدْخِلُ يَدَهُ فِي ثِيَابِهِ، فَيُسَبِّحُ .

''امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کے پاس تسبیح تھی۔ وہ اپنے کپڑے میں ہاتھ داخل کر کے تسبیح کرتے رہتے۔''

(تاریخ ابن معین بروایة الدّوري : 314/4)

❁ علامہ ابن علان رحمہ اللہ (۱۰۵۷ھ) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

زَعْمُ أَنَّهَا بِدْعَةٌ غَيْرُ صَحِيحٍ .

''تسبیح کو بدعت کہنا درست نہیں۔''

(الفتوحات الرّبّانية :251/1)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ وَلَا مِنَ الْخَلَفِ الْمَنْعُ مِنْ جَوَازِ عَدِّ الذِّكْرِ بِالسُّبْحَةِ، بَلْ كَانَ أَكْثَرُهُمْ يَعُدُّونَهُ بِهَا وَلَا يَرَوْنَ ذٰلِكَ مَكْرُوهًا .

''سلف اور خلف میں کسی سے بھی منقول نہیں کہ وہ تسبیح پر ذکر شمار کرنے کو منع کرتا ہو، بلکہ اکثر تسبیح پر ذکر شمار کرتے تھے اور اسے مکروہ خیال نہیں کرتے تھے۔''

(الحاوي للفتاوي : 7/2)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِاتِّخَاذِ السُّبْحَةِ لِغَيْرِ رِيَاءٍ .

''اگر ریا کاری کی نیت نہ ہو تو آلہ تسبیح کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔''

(فتاویٰ شامی :650/1)

❁ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

''سلف وخلف میں سے کسی سے بھی اس کا مکروہ ہونا منقول نہیں بلکہ جو شخص آلہ تسبیح کو دلجمعی، حضور قلبی، دل کی زبان کے ساتھ ذکر میں شمولیت اور ذکر کو بہت زیادہ مخفی رکھنے کے ساتھ استعمال کرتا ہے، اس کے لیے یہ مستحب بھی ہے۔ رہے وہ لوگ جو آلہ تسبیح کو استعمال کرنے میں سخت غفلت کا شکار ہیں، ان کے آلہ تسبیح کے دانوں پر زیب وزینت اور مہنگی قیمت کا رنگ غالب ہے اور وہ اسے بغیر حضور قلبی و ذہنی کے اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ باتیں کرتے، خبریں سنتے اور آگے بیان کرتے وقت بھی اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کے دانوں کو حرکت دیتے رہتے ہیں، ان کے دل اور زبانیں دنیاوی امور میں مشغول ہوتی ہیں، تو ان لوگوں کا یہ فعل قابل مذمت، اور قبیح ترین مکروہات میں سے ہے۔''

(فیض القدیر للمناوی : 355/4)

تنبیہ:

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ

وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى أَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهِ .

''وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک خاتون کے پاس گئے۔ اس کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں، جن پر وہ تسبیح کر رہی تھی۔''

(سنن أبي داوٗد : 1500، سنن الترمذي : 3568، مسند سعد : 88)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۳۷) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار: ۱/۸۱) نے ''حسن'' کہا ہے۔

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ خزیمہ نامی راوی مجہول الحال ہے۔ صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۶/۲۶۸) میں ذکر کیا ہے۔

سوال: کیا اذان فجر میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کا اضافہ عہد نبوی سے تھا؟

جواب: اذانِ فجر میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ عہد نبوی سے شامل ہیں، یہ کہنا کہ اذان میں یہ الفاظ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے محتاج دلیل ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ .

''سنت سے ثابت ہے کہ جب مؤذّن اذانِ فجر میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے، تو اس کے بعد دو مرتبہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہے۔''

(سنن الدّارقطني :243/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي :423/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۶) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (۲۵۹۸) نے ''صحیح'' کہا ہے، جبکہ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

یادرہے کہ جب کوئی صحابی کسی حدیث میں مِنَ السُّنَّةِ کے الفاظ کہے، تو وہ حدیث بالاتفاق مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے، ثابت ہوا کہ عہد نبوی میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ اذانِ فجر میں کہے جاتے تھے۔

تنبیہ:

مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۸۹) میں ''انس'' کی تصحیف ''لیس'' سے ہوگئی ہے۔

② یہ الفاظ خود نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو سکھائے تھے۔

(سنن أبي داوٗد :501، سنن النّسائي : 634، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حازمی نے امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ کی شرط پر ''حسن'' کہا ہے۔

(الاعتبار : 69-70)

❀ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی رحمہ اللہ (۶۸۳ھ) فرماتے ہیں:

تَوَارَثَتْهُ الْأُمَّةُ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا .

''رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک یہ عمل امت میں موروثی چلا آرہا ہے۔''

(الاختيار لتعليل المُختار :43/1)

تنبیہ:

الصلاۃ خیر من النوم کے الفاظ اذان فجر میں کہے جائیں گے، بعض اہل علم کی رائے ہے، یہ اذان سحری میں کہے جائیں، یہ مرجوح رائے ہے، کیونکہ رات کی اذان کو اذان فجر یا

اذان الغداة نہیں کہتے۔اس پر مزید دلائل بھی ہیں۔

تنبیہ:

❀ موطا امام مالک میں روایت ہے:

إِنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يُؤْذِنُهُ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَوَجَدَهُ نَائِمًا، فَقَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ .

''(امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ان کو یہ بات پہنچی کہ مؤذّن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز صبح کی اطلاع دینے آیا، اس نے آپ کو سویا ہوا پایا تو کہا: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے)، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دے دیا کہ صبح کی اذان میں یہ کلمات پڑھا کرے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :72/1)

اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اذان میں ان الفاظ کا اضافہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا ہے، لیکن یہ قطعاً غلط بات ہے، کیونکہ اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے، امام مالک رحمہ اللہ تک یہ بات پہنچانے والا نامعلوم ہے! شریعت نے ہمیں نامعلوم اور ''مجہول'' لوگوں کی روایات قبول کرنے کا مکلّف نہیں ٹھہرایا، بلکہ جن سے اللہ کا دین لیں، ان کا اپنا دین بھی ہمیں معلوم ہونا ضروری ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھا جانا اور مؤذّن سے کہا:

أَقِرَّهَا فِي أَذَانِكَ . ''یہ الفاظ اذان میں برقرار رکھیے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1)

سند ضعیف ہے، اسماعیل ''مجہول'' ہے، لہٰذا دونوں روایتیں مردود اور نا قابل حجت ہوئیں۔

ثابت ہوا کہ اذانِ فجر میں الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ سنت سے ثابت ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذّن سے فرمایا تھا کہ جب وہ فجر کی اذان میں حَيَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر پہنچے، تو الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے۔

(سنن الدّارقطني :250/1، ح : 935، وسندۂ حسنٌ)

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے نہیں کہے، بلکہ سنت کی پیروی میں کہے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ الفاظ اذان میں کہنا ثابت ہیں۔

(مصنّف ابن أبي شیبة :208/1، وسندۂ صحیحٌ)

امام عروہ بن زبیر (مصنف بن ابی شیبہ : ۱/ ۲۰۷، وسندہ صحیح)، امام محمد بن سیرین (مصنف بن ابی شیبہ : ۱/ ۲۰۷، وسندہ صحیح) اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (الصلاۃ لابی نعیم : ۲۴۸) اذان فجر میں ان کلمات کے قائل تھے۔

(سوال): تحویل قبلہ سے قبل مسلمان کس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے؟

(جواب): صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کا یہ اتفاقی نظریہ رہا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سولہ یا سترہ برس تک بیت المقدس کی طرف منہ کر نماز ادا کرتے رہے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ کی اقتدا میں اسی طرح نماز پڑھتے رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیرینہ خواہش یہ تھی کہ آپ کا قبلہ مسجدِ حرام ہو، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر قبلہ تبدیل کر دیا۔

سورۃ البقرۃ کی آیت (۱۴۴) میں اسی بات کا تذکرہ ہے، صحابہ و تابعین و ائمہ دین

نے اس آیت کی بالاتفاق یہی تفسیر کی ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''علمائے امت کا اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے منسوخ ہونے والا معاملہ قبلہ کا ہے، نیز ان کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ تحویل قبلہ والا معاملہ مدینہ میں ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس سے ہٹ کر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم مدینہ میں دیا گیا۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 49/17)

❁ نیز لکھتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْعُلَمَاءُ فِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَلّٰى إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا .

''اس میں علمائے امت کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے (تقریباً) سولہ ماہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کیں۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 134/23)

(سوال): غلام آزاد کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): جو شخص کسی مسلمان غلام آزاد کرے، اللہ تعالیٰ اس کے غلام کے ہر عضو کے بدلے، آزاد کرنے والے کا عضو جہنم سے آزاد کر دے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً، اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ

النَّارِ، حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ .

''جو کسی مسلمان کو آزاد کرتا ہے، اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے میں ایک عضو کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو شرمگاہ کے بدلے (آزاد کر دیتا ہے)۔''

(صحيح البخاري : 6715، صحيح مسلم : 1509)

(سوال): کیا اللہ اکبر کے علاوہ کسی کلمہ سے نماز شروع کی جا سکتی ہے؟

(جواب): نماز میں صرف اللہ اکبر کہہ کر داخل ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اللہ اکبر سے نماز میں داخل ہوتے تھے۔

❀ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ .

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو قبلہ رُخ ہوتے، رفع الیدین کرتے اور اللہ اکبر کہتے تھے۔''

(سنن ابن ماجه : 803، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۸۷) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۸۶۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ صَرِيحٌ وَحَدِيثٌ صَحِيحٌ فِي تَعْيِينِ لَفْظِ التَّكْبِيرِ .

''اللہ اکبر کے تعین میں یہ واضح نص اور صحیح حدیث ہے۔''

(تفسير القُرطبي :1/176)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتدا اللہ اکبر سے کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 498)

❁ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهَا لَا تَنْعَقِدُ إِلَّا بِالتَّكْبِيرِ .

''یہ دلیل ہے کہ نماز اللہ اکبر کے ساتھ ہی منعقد ہوتی ہے۔''

(كشف المشكل : 415/4)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ .

''جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوں، تو اللہ اکبر کہیں۔''

(صحيح البخاري : 757، صحيح مسلم : 397)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ نماز کا آغاز اللہ اکبر سے کرے۔ یہ حکم وجوبی ہے۔''

(أعلام الحديث :496/1)

❁ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي . ''میری طرح نماز پڑھیں۔''

(صحيح البخاري :631)

اس حدیث کی رو سے ہر نمازی پر فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ اکبر کہے۔

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ سے ایسا قطعاً ثابت نہیں کہ آپ نے تکبیرِ تحریمہ یا سلام میں ان معین الفاظ کے علاوہ کوئی لفظ ادا کیا ہو، یہ الفاظ اللہ اکبر اور السلام علیکم ہیں۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 22/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَإِحْرَامُهَا التَّكْبِيرُ، وَانْقِضَاؤُهَا التَّسْلِيمُ .

''وضو نماز کی چابی ہے، نماز کا آغاز اللہ اکبر سے اور اختتام سلام سے ہی ہوتا ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 16/2 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس اثر کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 174/2)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہلِ علم صحابہ اور تابعین کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ نماز کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے۔ ''اللہ اکبر'' کے بغیر انسان نماز میں داخل نہیں ہوتا۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 238)

❁ سعید بن حارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ افْتَتَحَ، وَحِينَ رَكَعَ، وَبَعْدَ أَنْ قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ .

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرتے اور رکوع کو جاتے وقت اور

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنے کے بعد (سجدے کو جاتے ہوئے بھی) بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔"

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 18/2، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام :350/1)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوِ افْتَتَحَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ بِسَبْعِينَ اسْمًا مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ يُكَبِّرْ لَمْ يُجْزِهٖ .

"اگر کوئی شخص نماز کو اللہ تعالیٰ کے ستر ناموں سے بھی شروع کرے، مگر اللہ اکبر نہ کہے، تو اسے کفایت نہیں کرے گا۔"

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 238، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

"لفظ تکبیر کا تقاضا ہے کہ نماز کی تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کے ساتھ خاص ہے، نہ کہ اللہ کی تعظیم وجلال پر مبنی دیگر صفات۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس عمومی فرمان کی تخصیص ہے: ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ "اللہ کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔" قرآن میں موجود مطلق ذکر سے سنت کے ساتھ اللہ اکبر کی تخصیص کر دی گئی، خصوصا جب قولی حدیث کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی مل جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت "اللہ اکبر" کہتے تھے۔"

(المَسالك : 343/2، عارضة الأحوذي :17/1)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ) رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی شخص عربی جاننے کے باوجود فارسی میں نماز شروع کرے اور فارسی میں ہی قرأت کرے، تو اُسے کفایت کرے گا۔ امام ابوبکر (ابن منذر) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کفایت نہیں کرے گا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور اس کے بھی خلاف ہے، جو نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے، نیز مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے، ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی موافقت نہیں کی۔''

(الإشراف على مَذاهب العلماء : 8/2)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ إِيجَابِ التَّكْبِيرِ، وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.

''اللہ اکبر کے وجوب اور نماز کے آغاز کا بیان۔''

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 732)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

مَقْصُودُ الْبُخَارِيِّ أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَفْتَتِحُ إِلَّا بِالتَّكْبِيرِ، وَلَا تَنْعَقِدُ بِدُونِهِ.

''امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نماز اللہ اکبر سے ہی شروع ہوتی ہے اور اس کے بغیر منعقد نہیں ہوتی۔''

(فتح الباري لابن رجب : 310/6)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): نومولود کو گھٹی دینے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے نومولود بچوں کو لاتے تھے اور تبرک کے لیے آپ سے گھٹی دلواتے تھے۔ تبرک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص عمل ہے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (780ھ) فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے علاوہ کسی کے لیے یہ (تبرک) مقرر نہ کیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بھی تھے۔ ان کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا گیا۔ نہ سیدنا عمر سے کوئی اس طرح کا تبرک لیا گیا۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے افضل تھے، پھر سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام تھے، کسی صحابی کے بارے میں باسند صحیح ثابت نہیں کہ کسی صحابی یا تابعی نے ان کے ساتھ تبرک والا ایسا سلسلہ جاری کیا ہو، بلکہ انہوں (دیگر صحابہ و تابعین) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر مبنی اقوال و افعال اور طریقہ کار میں پہلوں کی پیروی پر اکتفا کیا، لہٰذا یہ ان کی طرف سے تبرک بالآثار کو ترک کرنے پر اجماع ہے۔'' (الاعتصام: 2/8-9)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) لکھتے ہیں:

''اسی طرح آثار کے ساتھ تبرک کا معاملہ ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ تبرک لیا کرتے تھے،لیکن آپس میں وہ ایسا نہیں کرتے تھے، نہ ہی تابعین کرام،صحابہ کرام کے آثار کے ساتھ تبرک لیتے تھے،حالانکہ ان کی قدر ومنزلت بہت بلند تھی۔''

(الحِكَم الجديدة، ص 55)

گھٹی تبرک کی ایک صورت ہے، غیر نبی سے تبرک جائز نہیں، لہٰذا گھٹی بھی جائز نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ، تابعین اور اسلاف امت میں سے کسی کا گھٹی دلوانا ثابت نہیں۔

(سوال): اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ نے جن اشیا کو حلال کیا ہے، اس کو حرام کرنا اور جن کو حرام کیا ہے، ان کو حلال کرنا، شرک ہے اور اس حوالے سے مخلوق کی بات ماننا شرک فی الا طاعت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾(المائدة : ٨٧)

''ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو تم حرام نہ کرو، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے، نیز حد سے تجاوز مت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(التّوبة : ٣١)

''انہوں نے اپنے علما اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا تھا۔''

۞ اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ان لوگوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتے ہوئے اپنے علما وصوفیا کو جو ''رب'' بنایا تھا، وہ دو طرح سے ہو سکتا ہے؛ ایک تو یہ کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے علما وصوفیا نے اللہ کے دین کو بدلا ہے، پھر بھی وہ ان کی پیروی کرتے رہے، چنانچہ اپنے بڑوں کی پیروی میں انہوں نے بھی اللہ کے رسولوں کے دین کے خلاف اعتقاد بنالیا، حالانکہ انہیں سب کچھ معلوم تھا، یہ کفر ہے اور اللہ و رسول نے اسے شرک بھی قرار دیا ہے، اگرچہ وہ اپنے علما وصوفیا کے لیے نماز نہ پڑھتے تھے، نہ ان کے سامنے سجدہ کرتے تھے، لہٰذا جو کوئی بھی کسی کی خلاف دین بات جانتے بوجھتے مانے اور اسی پر اپنا اعتقاد رکھے، ان کی طرح مشرک ہوگا۔

دوسرے یہ کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے کے بارے میں ان کا اعتقاد درست تھا، لیکن پھر بھی گناہ میں انہوں نے علما وصوفیا کی پیروی کر لی، جس طرح ایک مسلمان گناہ سمجھتے ہوئے بھی کر لیتا ہے، تو اس صورت میں ان کا حکم ان جیسے دوسرے گناہ گاروں جیسا ہوگا (وہ مشرک قرار نہیں پائیں گے)۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ۷/۷۰)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''جو شخص رسول کے علاوہ کسی ہستی کی اطاعت اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے، اس کے ہر حکم اور ہر ممانعت پر اس کی بات مانتا ہے، خواہ وہ اللہ و رسول کے حکم کے

مخالف ہی کیوں نہ ہو، اس نے اسے اللہ کا شریک بنالیا ہے۔...... یہ وہ شرک ہے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کیا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾(البقرة : ١٦٥) ''لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں، جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرنی چاہیے، حالانکہ اہل ایمان اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ١٠/٢٦٧)

❁ شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ کی شریعت کے خلاف احکامات جاری کرنے والے لوگوں کے متبعین یقیناً مشرک ہیں، یہ بات واضح طور پر دوسری آیات میں مذکور ہے، جیسے مردار کو اللہ کا ذبیحہ کہہ کر حلال قرار دینے پر شیطان کے حکم کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ، وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلٰى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾(الأنعام : ١٢١) ''تم وہ (ذبیحہ) نہ کھاؤ، جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، یہ (مردار کھانا) فسق ہے، شیاطین اپنے حواریوں کو القا کرتے ہیں، تاکہ وہ تم سے مباحثہ کریں، اگر تم نے ان کی پیروی کر لی، تو مشرک ہو جاؤ گے۔'' اس آیت میں صراحت ہے کہ ان کی پیروی سے وہ مشرک ہو جائیں گے، یہ اطاعت میں شرک ہے اور اللہ کے دین کے خلاف کسی کا قانون وضابطہ تسلیم کر لینا ہی شیطان کی عبادت ہے، اس

سے اللہ تعالیٰ نے یوں منع فرمایا: ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَابَنِي آدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ، وَأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾(يٰس : ٦٠-٦١)''اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو گے، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، نیز میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

(أضوأ البيان : ٤/٨٣)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد حرام کیا تھا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہیں کیا، البتہ یہ فرمایا کہ میں اس سے پرہیز کروں گا۔ قرآن میں جو ﴿لِمَ تُحَرِّمُ﴾(التّحريم : ١)ہے، وہ لِمَ تَمْنَعُ کے معنی میں ہے، یعنی اے پیغمبر! آپ خود کو ایسے چیز سے کیوں روکتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے، قرآن پاک میں یہ معنی مستعمل ہے، مثلاً:

❁ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ﴾(القصص : ١٢)

''ہم نے موسیٰ پر دائیوں (کے دودھ) کو روک دیا۔''

سوال: کیا کسی صورت میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے؟

جواب: جھوٹ کبیرہ گناہ ہے، مگر کچھ اُمور ایسے ہیں، جن میں جھوٹ بولنے کی نوبت آجائے، تو جھوٹ بھی بولا جا سکتا ہے۔

❁ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ الكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا، اَوْ يَقُولُ خَيْرًا.

''لوگوں کے درمیان صلح کرانے والا شخص جھوٹا نہیں، وہ خیر و بھلائی کی بات ہی آگے پہنچاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2692، صحيح مسلم : 2605)

❁ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تین معاملات میں جھوٹ بولا جا سکتا ہے، جنگ کے دوران (دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے)، لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اور شوہر بیوی کے ساتھ یا بیوی کا شوہر کے ساتھ (اظہار محبت کرتے ہوئے)۔''

(صحيح مسلم : 2605)

سوال: جس کام کے حلال و حرام ہونے میں اشتباہ ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کام کے حلال و حرام ہونے کا علم نہ ہو، تو اہل ذکر سے پوچھ لینا چاہیے، البتہ جب تک علم نہ ہو جائے، تو اس مشتبہ کام سے بچنا ضروری ہے، اس سے ورع وتقویٰ قائم رہے گا۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''حلال و حرام دونوں واضح ہیں، ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے، تو جو شبہات سے بچ گیا، اس نے دین وعزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں مبتلا ہو گیا، وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے، تو قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں چرائے گا، سن لیں! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی

حرام کردہ اشیا ہیں، خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہوتا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے، تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے، تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھیں! وہ دل ہے۔''

(صحیح البخاري : 52، صحیح مسلم : 1599)

سوال: کیا نماز کی تکمیل کے لیے سلام پھیرنا ضروری ہے؟

جواب: تشہد کے آخر پر نماز کی تکمیل پر سلام پھیرنا ضروری ہے، ورنہ نماز صحیح نہ ہوگی، کیونکہ نماز کا آغاز اللہ اکبر سے اور اختتام السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے کرنا ضروری ہے، نبی کریم ﷺ نے نماز کا اختتام ہمیشہ سلام سے کیا، کسی اور صنیع سے نماز کی تکمیل نہیں کی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتی ہیں:

كَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ .

''نبی کریم ﷺ نماز کا اختتام سلام سے کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم : 498)

❁ ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَمِيرًا كَانَ بِمَكَّةَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : أَنّٰى عَلِقَهَا؟ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ .

''امیر مکہ (نماز کے اختتام پر) دونوں طرف سلام پھیرتے تھے، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: انہوں نے یہ سنت کہاں سے سیکھ لی؟ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم :581)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَإِحْرَامُهَا التَّكْبِيرُ، وَانْقِضَاؤُهَا التَّسْلِيمُ.

''وضو نماز کی چابی ہے، نماز کا آغاز اللہ اکبر سے اور اختتام سلام سے ہی ہوتا ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 16/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس اثر کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 174/2)

سوال: تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت ادا کرنا تحیۃ المسجد کہلاتا ہے، اہل علم کا اجماع ہے کہ تحیۃ المسجد مشروع، مسنون و مستحب عمل ہے، اس کی بڑی تاکید آئی ہے، البتہ اسے واجب کہنا درست نہیں۔ اس بارے میں امر کے الفاظ استحباب پر محمول ہیں۔

❁ حمران بن ابان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے وضو کا پانی لایا، وہ چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اچھی طرح وضو کیا، کہا: میں نے اسی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح وضو کیا اور فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اور پھر مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھی، اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: دھوکے میں نہ رہ جانا۔''

(صحيح البخاري : 6433)

❁ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ.

''مسجد میں داخل ہوں تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کر لیں۔''

(صحيح البخاري : 444، صحيح مسلم : 714)

❀ ایک روایت میں ہے:

لَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ .

''اس وقت تک نہ بیٹھئے، جب تک دو رکعت نہ پڑھ لیں۔''

(صحيح البخاري : 444، صحيح مسلم : 714)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ اسْتِحْبَابُ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَهِيَ سُنَّةٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ تحیۃ المسجد کے لیے دو رکعت مستحب ہیں، اس کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : 226/5)

❀ مسروق رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

''آپ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے، میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ ایک آدمی نے انہیں سلام کہا تو کہنے لگے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بالکل سچ فرمایا۔ عرض کیا: وہ کیا؟ فرمانے لگے: علاماتِ قیامت سے ہے کہ آدمی جان پہچان والے کو ہی سلام کہے گا، آدمی مسجد میں داخل ہو کر طول و عرض کو عبور کر لے گا، مگر اس میں دو رکعت نماز نہیں پڑھے گا اور نوجوان بوڑھے کو دو پہاڑوں کے نشیب میں (یہ محاورتاً بولا گیا ہے، دور دراز مقام کی طرف اشارہ ہے) قاصد بنا کر بھیجے گا۔''

(مسند الشاشي : 400، وسندهٗ صحيحٌ)

خیال رہے تحیۃ المسجد واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، دو رکعت ادا کئے بغیر بیٹھنا صحابہ سے ثابت ہے:

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی توبہ کے واقعہ میں کہتے ہیں:

''میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں مسکرائے کہ رخ انور سے ناراضی چھلک رہی تھی۔ فرمایا: آیئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر (مسجد میں) بیٹھ گیا۔''

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2779)

❀ اس حدیث پر امام نسائی رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

اَلرُّخْصَةُ فِي الْجُلُوْسِ فِيهِ وَالْخُرُوْجِ مِنْهُ بِغَيْرِ صَلَاةٍ .

''نماز ادا کئے بغیر مسجد میں بیٹھنے اور نکلنے کی رخصت کا بیان۔''

(سنن النّسائي : 732)

❀ نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَمُرُّ فِي الْمَسَجِدِ، وَلَا يُصَلِّي فِيهِ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز ادا کئے بغیر مسجد سے گزر جاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :340/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''صحابہ کرام مسجد میں داخل ہوتے اور نماز ادا کئے بغیر نکل جاتے۔ میں نے خود سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :340/1، وسندهٗ حسنٌ)

ان تمام آثارِ صحیحہ وحسنہ سے ثابت ہوا کہ تحیۃ المسجد مستحب ہے۔ اس کا حکم استحباب وسنیت پر محمول ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْفَتْوٰی عَلٰی أَنَّ الْأَمْرَ فِي ذٰلِكَ لِلنَّدْبِ .

تمام اربابِ فتویٰ کا اتفاق ہے کہ تحیۃ المسجد کا حکم استحباب پر محمول ہے۔''

(فتح الباري :1/537)

سوال: خطبہ جمعہ کے دوران آنے والا تحیۃ المسجد ادا کرے گا یا نہیں؟

جواب: خطبہ جمعہ کے دوران آنے والا دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے گا۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، أَوْ قَدْ خَرَجَ، فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ .

''دورانِ خطبہ مسجد میں آنے والا دو رکعت ادا کرے۔''

(صحيح البخاري : 1166؛ صحيح مسلم : 875)

سوال: کیا اوقات ممنوعہ میں بھی تحیۃ المسجد ادا کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: تحیۃ المسجد سببی نماز ہے، سببی نمازیں ممنوعہ اوقات میں بھی ادا کی جا سکتی ہیں، لہٰذا جب بھی مسجد میں داخل ہو، اس وقت تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، أَوْ قَدْ خَرَجَ، فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ .

''دورانِ خطبہ مسجد میں آنے والا دو رکعت ادا کرے۔''

(صحيح البخاري : 1166؛ صحيح مسلم : 875)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

''ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تحیۃ المسجد ممنوع اوقات میں بھی پڑھی جاسکتی ہے، یہ سببی نماز ہے اور سببی نماز ہر وقت ادا کی جاسکتی ہے۔''

(شرح مسلم: 164/6)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''بلال! قبول اسلام کے بعد کون سا عمل ہے، جس پر آپ کو سب سے زیادہ ثواب کی امید ہو؟ میں نے جنت میں آپ کے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے سب سے زیادہ اُمید اس عمل پر ہے کہ رات ہو یا دن، جب بھی مَیں نے وضو کیا، تو تحیۃ الوضو ادا کی ہیں۔''

(صحيح البخاري: 1149، صحيح مسلم: 2458)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے تحیۃ الوضو کی فضیلت و سنیت ثابت ہوتی ہے، یہ نماز ممنوع اوقات، مثلاً طلوع آفتاب، زوال، غروب شمس، نماز عصر اور فجر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ سببی نماز ہے۔''

(شرح مسلم: 13/16)

سوال: تحیۃ الوضو کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: وضو کے بعد نوافل پڑھنا تحیۃ الوضو کہلاتا ہے، یہ مشروع و مستحب عمل ہے۔

❁ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''بلال! قبول اسلام کے بعد کون سا عمل ہے، جس پر آپ کو سب سے زیادہ ثواب کی امید ہو؟ میں نے جنت میں آپ کے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ سیدنا

بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے سب سے زیادہ اُمید اس عمل پر ہے کہ رات یا دن میں جب بھی مَیں نے وضو کیا، تو تحیۃ الوضوادا کی ہیں۔"

(صحيح البخاري : 1149، صحيح مسلم : 2458)

یہ خواب کا واقعہ ہے، اسے واقعہ معراج سے تعبیر کرنا درست نہیں۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھی طرح وضو کر کے خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت ادا کرنے والے مسلمان پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' (صحيح مسلم : 234)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو میری طرح وضو کرے، پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ دل میں کوئی وسوسہ نہ آنے پائے تو اس کے پچھلے (تمام صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 159؛ صحيح مسلم : 1934)

سوال: سفر میں نماز قصر کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سفر میں نماز قصر کرنا مشروع و جائز ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رخصت ہے، اسے اختیار کرنا مسنون ہے۔ البتہ اگر کوئی سفر میں پوری نماز بھی پڑھ لے، تو جائز ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر بھی کر لیتے تھے اور پوری بھی پڑھ لیتے تھے، اسی طرح روزہ چھوڑ بھی دیتے تھے اور رکھ بھی لیتے تھے۔''

(سنن الدّارقطني : 2298، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ﴾ ''اگر تم خوف کی حالت میں ہو، تو نماز قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔'' لیکن اب تو لوگ امن میں ہیں (لہٰذا اب قصر نہیں کرنی چاہیے) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی طرح مجھے بھی تعجب ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر صدقہ کیا ہے، لہٰذا اس کے صدقہ کو قبول کریں۔''

(صحیح مسلم: 686)

سوال: بیماری کی وجہ سے نماز میں کیا تخفیف ہے؟

جواب: نماز ہر صورت میں فرض ہے، البتہ مختلف حالتوں میں اس میں تخفیف کی گئی ہے، بیمار آدمی اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا، تو وہ بیٹھ کر پڑھ لے، ورنہ لیٹ کر، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو، تو اشارے سے پڑھ لے، مگر کسی صورت ترک کرنا جائز نہیں، اگر وضو نہیں کر سکتا، تو پاک مٹی سے تیمّم کر لے، اسی طرح دو نمازوں کو جمع کر لے، جماعت میں حاضر نہیں ہو سکتا، تو گھر میں ہی ادا کر لے، علی ہذا القیاس بہت سے آسانیاں ہیں، جو بیمار شخص کے لیے کی گئی ہیں، مگر سانس چلنے تک نماز کی ادائیگی ضروری ہے، یہ بھی یاد رہے کہ بیماری کی وجہ سے اس کے اجر وثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔

❁ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا.

''اگر کوئی حالت اقامت یا صحت یابی میں نیک عمل کرتا ہے، اسے بیماری یا سفر

میں بھی ویسے ہی اجر ملتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2996)

(سوال): اگر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نماز پڑھنا بھول جائے، تو جب بھی یاد آئے، فوراً ادا کر لے، خواہ نماز کا وقت گزر بھی چکا ہو۔ بھول پر مؤاخذہ نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا .

''جو نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہے، اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب اسے یاد آئے، نماز پڑھ لے۔''

(صحيح البخاري : 597، صحيح مسلم : 684)

(سوال): زہر پینے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): زہر پینا حرام ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ يَعْنِي السَّمَّ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام دوا یعنی زہر سے منع فرمایا۔''

(سنن التّرمذي : 2045، وسندهٗ حسنٌ)

اگر کوئی جان بوجھ کر زہر پی لیتا ہے اور اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، تو یہ خودکشی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے زہر پی کر خودکشی کی، تو (روز قیامت) زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم میں ایک لمبی مدت تک زہر پیتا رہے گا۔''

(صحيح البخاري : 5778، صحيح مسلم : 109)

تنبیہ:

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے زہر پینا ثابت نہیں۔

❁ ابوسفر رحمہ اللہ اور ابو بردہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقامِ حیرہ کی طرف گئے، تو قبیلہ بنو مرازبہ کے ہاں قیام کیا، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا، آپ نے اسے پکڑا، ہتھیلی پر رکھا اور بسم اللہ پڑھ کر نگل گئے۔ اللہ کے حکم سے اس زہر نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 548/6، المُعجم الكبير للطّبراني : 105/4)

روایت ضعیف ہے۔ ابوسفر اور ابو بردہ دونوں کا سیدنا خالد بن ولید سے سماع نہیں۔

❁ اسی طرح کی روایت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

(فضائل الصّحابة لأحمد : 1481)

جس روایت میں زہر پینے کا ذکر ہے، وہ ضعیف ہے، اس میں سفیان بن عیینہ اور اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی۔ بلاشبہ یہ سند صحیح بخاری میں مذکور ہے، مگر وہاں زہر پینے کے الفاظ ذکر نہیں ہوئے۔ اُصول یہ ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ مدلس کے وہی الفاظ معتبر ہوں گے، جہاں سماع کی تصریح ہوگی۔

سوال: حرام اشیا سے علاج کرنا کیسا ہے؟

جواب: حرام اشیا سے علاج کرنا جائز نہیں۔

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کی بابت سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا یا ایسا کرنا ناپسند فرمایا، عرض کیا: میں تو بہ طور دوائی استعمال کرتا ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دوائی نہیں، بیماری ہے۔''

(صحيح مسلم : 1984)

مسلمان حکما و اطبا کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے حلال اشیا میں علاج تلاش کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے ساتھ اس کا علاج بھی اتارا ہے۔

(سوال): سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوتراب'' رکھنے کی وجہ کیا تھی؟

(جواب): سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوتراب'' خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کنیت کو بہت پسند کرتے تھے۔

❀ ایک شخص سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

''مدینہ کا فلاں امیر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر برا بھلا کہتا ہے، پوچھا: کیا کہتا ہے؟ کہا: وہ منبر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کہتا ہے، سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہنس دیے اور فرمایا: بخدا! یہ نام تو ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا، یہ نام تو ان کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ راوی نے پوری حدیث سننے کی غرض سے عرض کیا: ابوعباس! یہ کب کا واقعہ ہے؟ فرمایا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، پھر مسجد جا کر لیٹ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا کہ آپ کے عم زادے کہاں ہیں؟ عرض کیا: مسجد میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد آئے، دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں، نیچے سے چادر سرک گئی ہے اور مٹی ان

کی پیٹھ کو لگ رہی ہے، نبی کریم ﷺ مٹی کو جھاڑنے لگے اور فرمایا: ابوتراب! اٹھ جایئے، ابوتراب! اٹھ جایئے۔''

(صحیح البخاري: 3703، صحیح مسلم: 2409)

سوال: مٹی کھانا کیسا ہے؟

جواب: مٹی کھانا جائز نہیں، یہ صحت کے لیے مضر ہے اور جو شے صحت کے لیے نقصان دہ ہو، اس کو کھانا جائز نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾(البقرة: ١٩٥)

''اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

سوال: نماز تراویح کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: نماز تراویح کا وقت نماز عشاء سے لے کر سحری تک رہتا ہے، اس دوران کسی بھی وقت ادا کی جاسکتی ہے، نماز تراویح عشاء سے پہلے پڑھنا بدعت ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''تراویح میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ اسے نماز عشا کے بعد ادا کیا جائے، اس پر سلف امت اور ائمہ اسلام کا اتفاق ہے۔ جس نے عشا سے پہلے تراویح ادا کی، اس نے سنت کے مخالفین اہل بدعت کا رستہ اختیار کیا۔''

(الاختیارات لشیخ الإسلام ابن تیمیة لابن عبد الهادي، ص 41)

سوال: کیا عورتیں بھی تراویح پڑھیں گی؟

جواب: عورتوں اور بچوں کے لیے بھی نماز تراویح مشروع و مستحب ہے۔

۞ علمائے احناف لکھتے ہیں:

اَلتَّرَاوِیحُ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ جَمِیعًا بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ وَمَنْ بَعْدَھُمْ مِنَ الْأَئِمَّۃِ مُنْکِرُھَا مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ مَرْدُودُ الشَّھَادَۃِ .

''تراویح مردوں اور عورتوں سب کے لیے مؤکد سنت ہے، اس پر صحابہ اور بعد والے ائمہ کا اجماع ہے، اس کا منکر بدعتی گمراہ ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں۔''

(غنية المستملي لإبراهيم الحلبي، ص 382، مَجمع الأنهر لشيخي زاده: 135/1، حاشية الطّحطاوي، ص 411)

۞ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلتَّرَاوِیحُ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ لِمُوَاظَبَۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِجْمَاعًا .

''تراویح مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ خلفائے راشدین نے اس پر ہمیشگی کی ہے۔''

(الدّرّ المختار: 43/2)

سوال: کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہے؟

جواب: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہے۔

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا فَضْلُہٗ عَلٰی سَائِرِ الصَّحَابَۃِ فَھُوَ مِمَّا اجْتَمَعَ عَلِیہِ أَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ، وَأَمَّا عِلْمُہٗ فَکَذٰلِكَ، وَقَدْ حَکٰی أَبُو بَکْرٍ ابْنُ السَّمْعَانِيِّ وَغَیْرُہٗ إِجْمَاعَ أَھْلِ السُّنَّۃِ عَلِیہِ أَیْضًا .

''سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دیگر صحابہ میں افضل ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے علم میں فائق ہونے پر بھی اجماع ہے، حافظ ابو بکر ابن سمعانی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس پر بھی اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 112/6)

سوال : کیا خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے؟

جواب : خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے، بلا عذر بیٹھنا درست نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ (الجمعة : ١١)

''وہ آپ کو (منبر پر) کھڑے چھوڑ گئے۔''

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہو جاتے، جیسا کہ اب آپ لوگ کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 920، صحيح مسلم : 861)

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ وَيَقْرَأُ آيَاتٍ وَّيَذْكُرُ اللّٰهَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، پھر بیٹھ جاتے، پھر

کھڑے ہو کر آیات تلاوت کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے۔ آپ کا خطبہ اور نماز درمیانہ ہوا کرتا تھا۔'' (صحيح مسلم : 862، المنتقى لابن الجارود : 296)

❁ **امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:**

الَّذِي عَلَيْهِ عَمَلُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ مَا يَفْعَلُهُ الْأَئِمَّةُ، وَهُوَ جُلُوسُ الْإِمَامِ عَلَى الْمِنْبَرِ أَوَّلَ مَا يَرْقِي إِلَيْهِ، وَيُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ وَالْإِمَامُ جَالِسٌ، فَإِذَا فَرَغَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْأَذَانِ قَامَ الْإِمَامُ فَخَطَبَ خُطْبَةً، ثُمَّ جَلَسَ وَهُوَ فِي حَالِ جُلُوسِهِ غَيْرُ خَاطِبٍ وَّلَا يَتَكَلَّمُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ الْخُطْبَةَ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يَنْزِلُ عِنْدَ فَرَاغِهِ.

''تمام علاقوں کے اہل علم ائمہ کا عمل یہ ہے کہ امام منبر پر چڑھ کر بیٹھ جاتا ہے، مؤذن اذان دیتا ہے، امام بیٹھا ہوتا ہے، جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتا ہے، تو امام کھڑا ہوتا ہے اور خطبہ دیتا ہے، پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس دوران خطاب یا کلام نہیں کرتا، پھر کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا خطبہ دیتا ہے، پھر خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اتر آتا ہے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع : 58/4)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل دو روایتوں کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَّأَوْتَرَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ تراویح اور وتر پڑھائے۔''

(مسند أبي يعلٰى : 326/2، المعجم الصّغير للطّبراني : 190/1، فتح الباري لابن حَجَر : 12/3)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1070) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (2409) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ وَسَطٌ .

''اس کی سند حسن ہے۔'' (ميزان الاعتدال في نقد الرّجال : 311/3)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے آج رات ایک کام کیا ہے۔ فرمایا: اُبی! وہ کیا؟ عرض کیا:

میرے گھر کی عورتوں نے کہا: ہم قرآنِ کریم نہیں پڑھی ہوئیں، لہٰذا ہم آپ کے ساتھ قیام کریں گی:

فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، قَالَ : فَكَانَ شِبْهَ الرِّضَا، وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا .

''میں نے انہیں آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں، پھر وتر پڑھائے۔ اس بات پر آپ ﷺ نے رضامندی کا اظہار فرمایا۔''

(مسند أبي يعلیٰ : 362/2، زوائد مسند الإمام أحمد : 115/5، المعجم الأوسط للطّبراني : 141/4، قيام اللّيل للمروزي : 217)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (2550) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (مجمع الزّوائد : 74/2)

جواب: یہ دونوں روایتیں منکر و غیر محفوظ ہیں۔ عیسیٰ بن جاریہ اگرچہ حسن الحدیث ہے، مگر اس کی منکر روایات ہیں، ان روایات کو عیسیٰ بن جاریہ سے صرف یعقوب بن عبد اللہ قمی نے بیان کیا ہے، اگرچہ یہ بھی حسن الحدیث ہے، مگر امام دارقطنی رحمہ اللہ (العلل : ۹۲/۳) نے ''لیس بالقوی'' کہہ کر اشارہ کیا ہے، کہ یہ ''وہم وخطا'' کا شکار ہو جاتا تھا۔ اس کی تائید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی ہو جاتی ہے:

صَدُوقٌ يَهِمُ . ''صدوق ہے، مگر وہم کا شکار ہو جاتا تھا۔''

(تقريب التّهذيب : 7822)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ .

''اس کی منکر احادیث ہیں۔''

(تاریخ ابن معين برواية الدّوري : 4825)

❁ نیز فرماتے ہیں:

حَدِيثُهُ لَيْسَ بِذَاكَ .

''اس کی حدیث قوی نہیں۔''

(تاریخ ابن معين برواية الدّوري : 4810)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرٌ . ''یہ منکر (الحدیث) ہے۔''

(الضّعفاء والمتروكون : 423)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کی روایات کو''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرِّجال : 437/6)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن جاریہ کی غیر محفوظ روایات میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو بھی شمار کیا ہے۔

❁ حافظ ابن طاہر مقدسی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو''غیر محفوظ'' کہا ہے۔

(ذخيرة الحُفّاظ : 1194/2)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مراسیل حجت ہیں؟

جواب: دین کا بیشتر حصہ مراسیل صحابہ پر مبنی ہے۔ مراسیل صحابہ حجت ہیں۔ اس پر دلیل صحیح بخاری کی دوسری حدیث ہے، جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی وحی کے احوال بیان کر رہی ہیں، حالانکہ وہ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں، یقیناً انہوں نے یہ حدیث یا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی (اس اعتبار سے یہ مرسل نہیں ہے) یا کسی صحابی کی زبانی سنی ہو

گی، اس لحاظ سے یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے۔

غیر صحابی کی مرسل حجت نہیں، بلکہ یہ ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

سوال: کیا خواتین علمائے ربانی سے دینی راہنمائی لے سکتی ہیں؟

جواب: خواتین کے لیے علمائے حق سے دینی راہنمائی لینا جائز ہے۔

❀ اسلم مولیٰ عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى السُّوقِ، فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ، فَقَالَتْ : يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ ....

''میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا، تو ایک نوجوان عورت آپ رضی اللہ عنہ کو ملی اور عرض گزار ہوئی: اے امیر المومنین!......۔''

(صحيح البخاري : 4160)

سوال: کیا خواتین گروپ کے ساتھ حج یا عمرہ پر جا سکتی ہیں؟

جواب: اس بارے میں مطلق طور پر اجازت نہیں دی جا سکتی ہے اور نہ روکا جا سکتا ہے، بلکہ حالات اور کیفیات کے اعتبار سے فتویٰ مختلف ہوگا۔

اگر خواتین کا گروپ عمرہ یا حج کے لیے جانا چاہتا ہے اور ان کے ساتھ کوئی صالح انسان چلا جائے، جو ان سے میل جول کیے بغیر ان کی ضروریات کا دھیان رکھے، ان سے الگ رہے، تو اس کی گنجائش ہے۔ یہ ان خواتین کے لیے ہے، جن کے ساتھ محرم نہ ہو، یا محرم کا ساتھ جانا ممکن نہ ہو۔ نیز یہی حکم ان خواتین کا بھی ہے، جن کے شوہر سعودی عرب میں مقیم ہیں اور وہ انہیں ایئر پورٹ پر وصول کر لیں۔

سوال: کیا رو بہ قبلہ ہو کر دعا کرنا مستحب ہے؟

جواب: دعا کے لیے رو بہ قبلہ ہونا دعا کے آداب میں سے ہے، یہ مستحب و مشروع ہے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ .

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھائے۔''

(صحيح مسلم : 1763)

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جب نماز استسقا کے لئے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف کمر مبارک کی اور دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اپنی چادر پلٹی اور اونچی قرأت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں۔''

(صحيح البخاري : 1025، صحيح مسلم : 4/894)

❁ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی یا دُعا کا ارادہ کیا، تو رو بہ قبلہ ہو کر چادر پلٹی۔''

(صحيح البخاري : 1028، صحيح مسلم : 3/894)

❁ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے، بارش طلب کی، رو بہ قبلہ ہو کر چادر پلٹی اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر قبلہ رُخ ہو کر دعا کی۔''

(مسندالإمام أحمد : 41/4، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے کھائے؟

(جواب): جی ہاں، بعض غزوات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے بھی کھانے پڑے۔

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُنَا نَغْزُو وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ، وَهٰذَا السَّمُرُ، وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ، مَا لَهُ خِلْطٌ .

''مجھے یاد ہے کہ ہم غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس کھانے کے لیے ''حبلہ'' (درخت کا نام) کے پتوں اور کیکر کے درخت کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہم میں سے کوئی پاخانہ کرتا، تو وہ بکری کی مینگنیوں کی طرح ہوتا، جو (خشکی کی وجہ سے) ملا ہوا نہیں ہوتا تھا۔''

(صحيح البخاري : 6453، صحيح مسلم : 2966)

(سوال): کیا وضو میں ترتیب شرط ہے؟

(جواب): جی ہاں، وضو میں ترتیب ضروری ہے۔

(سوال): کیا کلمات اذان میں ترتیب ضروری ہے؟

(جواب): جی ہاں، کلمات اذان میں ترتیب ضروری ہے۔

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ الْأَذَانُ إِلَّا مُرَتَّبًا؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ يَخْتَلُّ بِعَدَمِ التَّرْتِيبِ، وَهُوَ الْإِعْلَامُ، فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُرَتَّبًا، لَمْ يُعْلَمْ أَنَّهُ أَذَانٌ، وَلِأَنَّهُ شُرِعَ فِي الْأَصْلِ مُرَتَّبًا، وَعَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا مَحْذُورَةَ مُرَتَّبًا .

''بلا ترتیب اذان درست نہیں، کیونکہ ترتیب کے بغیر اذان کہنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا، اذان کا مقصد (مرتب الفاظ سے) اطلاع دینا ہے، جب الفاظ مرتب نہیں ہوں گے، تو پتہ نہیں چلے گا کہ اذان ہو رہی ہے، نیز اس لیے بھی کہ اذان ابتدا ہی سے مرتب مشروع ہوئی ہے، نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو مرتب اذان کی تعلیم دی تھی۔''

(المغني :438/1)

سوال: کیا کفار کی عورتوں کو دیکھنا جائز ہے؟

جواب: عورت مسلمان ہو یا کافرہ، اسے بری نظر سے دیکھنا جائز نہیں۔ یہ آنکھوں کا زنا ہے، اسلام نے ہر اس عمل سے روکا ہے، جو دل کو پراگندہ کرتا ہے۔ بدنظری سے بھی دل میلا ہوتا ہے۔ دینی و دنیاوی اعتبار سے اس کے برے اثرات کئی کبیرہ گناہوں سے زیادہ ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾(النّور : ٣٠)

''(اے نبی!) مؤمن مردوں سے فرما دیجئے کہ وہ (اجنبی عورتوں کے سامنے) نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی محفوظ رکھیں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکی کا باعث ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْكَافِرَاتِ فِي تَحْرِيمِ الزِّنَا بِهِنَّ سَوَاءٌ فَكَذٰلِكَ فِي تَحْرِيمِ النَّظْرِ إِلَيْهِنَّ مُتَجَرِّدَاتٍ، فَهُنَّ

سَوَاءٌ فِيمَا أُبِيحَ مِنَ النَّظْرِ إِلَيْهِنَّ فِي حَقِّ الشَّهَادَةِ أَوْ إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِنَّ، وَهٰذَا كُلُّهٗ مِنَ الضُّرُورَاتِ الَّتِي تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں مؤمن ہوں یا کافرہ، دونوں سے زنا حرام ہے، اسی طرح ان کو برہنہ حالت میں دیکھنا بھی حرام ہے، نیز بعض جائز اُمور میں دونوں کی طرف دیکھا جا سکتا ہے، مثلاً شہادت دیتے وقت یا ان پر حد قائم کرتے وقت۔ یہ سب کچھ ان مجبوریوں میں سے ہے، جن کی وجہ سے کئی ناجائز کام جائز ہو جاتے ہیں۔''

(شرح صحيح البخاري : 240/5)

سوال: زنا کی سنگینی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: شریعت مطہرہ میں نکاح کو مشروع قرار دے دیا گیا ہے۔ اس میں انفرادی واجتماعی طور پر عافیت ہے، سلامتی کی ضمانت ہے۔ کسی بھی معاشرے کو زنا کے برے اثرات سے پاک کرنے کا واحد حل نکاح ہے۔ نکاح اسلام کا نظام عفت ہے، نیز یہ فطرت بھی ہے۔ نکاح تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔

زنا کبیرہ گناہ ہے، اس کا شمار فجور میں ہوتا ہے، یہ بالا جماع حرام ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلًا﴾

(بني إسرائيل : ٣٢)

''زنا کے قریب بھی مت پھٹکو، کیونکہ یہ فحاشی اور برا راستہ ہے۔''

زنا کی وجہ سے انسانوں کا قتل ہوتا ہے، جان کو خطرہ رہتا ہے، دشمنیاں جنم لیتی ہیں۔

قیمتی مال کا ضیاع ہوتا ہے، زنا فساد فی الارض کی قبیح ترین صورت ہے، یہ معاشرے کو متعفن کر دیتا ہے، اس کی وجہ سے زندگی کا سکون عنقا ہو جاتا ہے، شرم وحیا کا جنازہ اُٹھ جاتا ہے، پاکیزگی اور پاکدامنی داؤ پر لگ جاتی ہے، عزت دار خواتین خود کو غیر محفوظ محسوس کرتی ہیں، رشتوں کا تقدس اور حرمت پامال ہو جاتی ہے، زنا کی قباحتوں کو اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا، نیز یہ رسوائی اور جہنم کا راستہ ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰی تَحْرِيمِ الزِّنَا.

''زنا کے حرام ہونے پر فقہا کا اجماع ہے۔''

(الإجماع: 630)

❁ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلزِّنٰی مِنَ الْكَبَائِرِ، وَلَا خِلَافَ فِيهِ.

''زنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(تفسير القُرطبي: 253/10)

❁ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد خطبہ میں فرمایا:

لَا تَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ.

''جس قوم میں فحاشی عام ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

(سيرة ابن هشام: 318/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(البداية والنّهاية: 415/9)

(سوال): حدیث: ''اللہ کے ہاں سب سے افضل نماز، جمعہ کی نماز فجر باجماعت ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ روایت شعب الایمان للبیہقی (۲۷۸۳) اور حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۷/ ۲۰۷) میں آتی ہے۔ اس کی سند صحیح ہے، یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح بیان ہوئی ہے، مگر اس کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ (العلل: ۱۳/ ۲۲۸) نے کہا ہے۔ مرفوع بیان کرنا کسی راوی کا وہم ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ موقوف روایت مرفوع حکمی ہے، کیونکہ جو بات اس روایت میں کہی گئی ہے، وہ اجتہاد یا رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔

(سوال): فقہائے احناف کی ذکر کردہ روایات کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): فقہا اور اہل رائے نقل حدیث میں معتبر اور محتاط نہیں، ان کی کتب میں ایسی بہت سے روایات ہیں، جو محدثین کے ہاں یا تو بے اصل ہیں یا ضعیف و منکر ہیں، دراصل علم حدیث ان کا میدان ہی نہیں، یہ ہر اس روایت کو دلیل بنا لیتے ہیں، جو ان کے مذہب یا رائے کی تائید کرتی ہے، اس لیے نقل حدیث میں فقہا کی کتب معیار نہیں ہوسکتیں۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الطَّبْقَةُ الْأُخْرٰی وَهُمْ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالنَّظْرِ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يُعَرِّجُونَ مِنَ الْحَدِيثِ إِلَّا عَلٰی أَقَلِّهٖ وَلَا يَكَادُونَ يُمَيِّزُونَ صَحِيحَهٗ مِنْ سَقِيمِهٖ، وَلَا يَعْرِفُونَ جَيِّدَهٗ مِنْ رَدِيئِهٖ وَلَا يَعْبَؤُونَ بِمَا بَلَغَهُمْ مِنْهُ أَنْ يَحْتَجُّوا بِهٖ عَلٰی خُصُومِهِمْ إِذَا وَافَقَ مَذَاهِبَهُمُ الَّتِي يَنْتَحِلُونَهَا وَوَافَقَ آرَائَهُمُ الَّتِي

يَعْتَقِدُونَهَا وَقَدِ اصْطَلَحُوا عَلٰى مَوَاضِعَةٍ بَيْنَهُمْ فِي قُبُولِ الْخَبَرِ الضَّعِيفِ وَالْحَدِيثِ الْمُنْقَطِعِ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ قَدِ اشْتُهِرَ عِنْدَهُمْ وَتَعَاوَرَتْهُ الْأَلْسِنُ فِيمَا بَيْنَهُمْ مِنْ غَيْرِ ثَبْتٍ فِيهِ أَوْ يَقِينٍ عُلِمَ بِهٖ، فَكَانَ ذٰلِكَ ضَلَّةً مِّنَ الرَّأْيِ وَغَبْناً فِيهِ .

''اہل فقہ اور اہل رائے میں سے اکثر ایسے ہیں، جو احادیث کی طرف بہت کم دھیان دیتے ہیں، وہ صحیح، ضعیف اور عمدہ، ردی میں فرق نہیں کر سکتے، جب کوئی (ضعیف) روایت ان کے اختیار کردہ مذاہب اور آراء کے موافق ہو، تو وہ اسے اپنے مخالف پر دلیل بناتے اور کسی قسم کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہوں نے ضعیف اور منقطع روایت کو قبول کرنے کے لیے اصطلاحات وضع کر رکھی ہیں، جب وہ (ضعیف روایت) ان کے ہاں مشہور ہو جائے اور بغیر ثبوت اور علم یقینی کے ان کے مابین زبانوں پر جاری ہو جائے۔ یہ رائے کی گمراہی اور دھوکہ ہے۔''

(مَعالم السّنن :3/1)

❁ خطیب ابوبکر بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ الرَّأْيِ فَجُلُّ مَا يَحْتَجُّونَ بِهٖ مِنَ الْأَخْبَارِ وَاهِيَةُ الْأَصْلِ ضَعِيفَةٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ بِالنَّقْلِ .

''اہل رائے جن روایات کو (اپنے مذہب پر) دلیل بناتے ہیں، ان میں اکثر و بیشتر کی اصل کمزور ہوتی ہے اور وہ محدثین کے ہاں ضعیف ہوتی ہیں۔''

(الفقيه والمتفقه : 151/2)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنِّي لَمْ أَجِدْ أَتْقَنَ فِي بَابِ النَّقْلِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ، ثُمَّ الْفُقَهَاءُ، ثُمَّ أَهْلُ اللُّغَةِ فَإِنَّهُمْ لَا يَأْتُونَ بِحَدِيثٍ لَا يَكُونُ لَهُ أَصْلٌ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ، وَأَمَّا الَّذِينَ أُشْرِبَتْ قُلُوبُهُمْ فَنَّ الْمَعْقُولِ فَإِنَّهُ تَبَيَّنَ بَعْدَ الْإِسْتِقْرَاءِ أَنَّهُمْ لَا عِلْمَ لَهُمْ بِأَنَّ الْحَدِيثَ مَا هُوَ؟ وَأَنَّ الْبَحْثَ عَنِ الْأَسَانِيدِ مَاذَا؟ وَلٰكِنَّهُمْ إِذَا سَمِعُوا النَّاسَ قَالُوا فِي كَلَامٍ : إِنَّهُ حَدِيثٌ، جَعَلُوا يَقُولُونَ : إِنَّهُ حَدِيثٌ وَإِنْ كَانَ مَوْضُوعًا .

''جان لیجئے کہ میں نے نقل روایت میں محدثین سے زیادہ متقن (مضبوط ومعتبر) کسی کو نہیں پایا، ان کے بعد فقہا ہیں، پھر اہل لغت ہیں، کیونکہ یہ حضرات ایسی کوئی حدیث نقل نہیں کرتے، جس کی اَصل کتب حدیث میں موجود نہ ہو۔ البتہ جو لوگ فن معقول کے خوگر ہیں (ان سے مراد متکلمین ہیں)، تو چھان بین کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ انہیں یہ نہیں معلوم کہ حدیث کیا ہے؟ نیز یہ بھی نہیں معلوم کہ اسانید کی تحقیق کیسے ہوتی ہے؟ بلکہ یہ جب لوگوں کو کہتے سنتے ہیں کہ یہ حدیث ہے، تو یہ بھی کہنے لگ جاتے ہیں: ''یہ حدیث ہے۔'' خواہ وہ من گھڑت ہی کیوں نہ ہو۔''

(فیض الباري :202/1)

سوال: کیا کفن میں سفید رنگ ہونا مستحب ہے؟

جواب: کفن سفید رنگ کا ہونا مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کفن بھی سفید تھا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ يَّمَانِيَةٍ لَّيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا، جن میں قمیص تھی، نہ عمامہ۔''

(صحيح البخاري : 1264، صحيح مسلم : 939)

سوال: کیا کبیرہ گناہ سے ایمان ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: سلف صالحین، صحابہ و تابعین کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے، یہ بڑھتا گھٹتا ہے، نیکیوں سے اس میں اضافہ اور برائیوں سے اس میں کمی ہوتی ہے، البتہ ہر برائی سے کمی ایک جیسی نہیں ہوتی، بلکہ بعض گناہوں سے ایمان بالکل ختم ہو جاتا ہے، جیسے شرک، اللہ کو گالی دینا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی وغیرہ، جبکہ بعض گناہوں سے ایمان بالکل ختم نہیں ہوتا، بلکہ اس میں کمی ہو جاتی ہے، ان میں سے بعض کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ، صغیرہ تو کبیرہ سے بچنے کی وجہ سے معاف ہو جاتے ہیں، لیکن کبیرہ کے لیے توبہ ضروری ہے۔ گناہ ہوتے تو کفر کے شعبہ جات ہی ہیں، لیکن ہر گناہ سے انسان کا فر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''جمہور متقدمین و متاخرین گناہوں کی صغیرہ و کبیرہ پر تقسیم کے قائل ہیں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے، اس پر کتاب و سنت کے دلائل اور سلف و خلف کا عمل واضح ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ۸۵/۲)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''لیکن ہر شعبہ کفر کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوجاتا، حتی کہ اس میں حقیقت کفر نہ پائی جائے، اسی طرح ہر شعبہ ایمان کی وجہ سے آدمی مومن نہیں بنتا، جب تک اس میں اصل ایمان اور اس کی حقیقت نہ پائی جائے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم : ۲۳۷/۱)

صحابہ وتابعین کا اجماعی فیصلہ ہے کہ گناہ صغیرہ وکبیرہ دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلذُّنُوبُ تَنْقَسِمُ إِلٰی صَغَائِرَ وَكَبَائِرَ بِنَصِّ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ، وَإِجْمَاعِ السَّلَفِ وَبِالِاعْتِبَارِ .

''گناہوں کی صغیرہ وکبیرہ میں تقسیم قرآن، سنت، اجماع سلف اور قیاس سب دلائل سے ثابت ہے۔''

(مَدارج السّالکین : ۳۲۱/۱)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ بَعْدَهُمْ وَالْأَئِمَّةِ، عَلٰی أَنَّ مِنَ الذُّنُوبِ كَبَائِرَ وَصَغَائِرَ .

''گناہوں کے صغیرہ وکبیرہ ہونے پر دلیل قرآن، حدیث اور صحابہ، تابعین اور پوری امت کا اجماع ہے۔''

(الجواب الکافي : ۱۲۵/۱)

سوال: کیا قرآن وحدیث میں نسخ ثابت ہے؟

جواب: نسخ اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ مالک ذوالجلال انسانوں کی ذہنی نشوونما کے مطابق مختلف اوقات میں احکام تبدیل کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کی حکمتیں ہیں، جن کی بنا پر اس نے کئی احکام دیئے، پھر تبدیل کر دیئے۔ پہلے قبلہ بیت المقدس تھا، پھر اللہ نے بیت المقدس سے تبدیل کر کے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا، پچھلی شریعتوں میں تعظیمی سجدہ روا رکھا گیا، مگر ہماری شریعت میں حرام قرار دے دیا گیا ہے۔تو یہ سب نسخ کی صورتیں ہیں، قرآن کی آیات میں بھی نسخ ہوتا رہا ہے۔اس پر اجماع ہے۔

سورت بقرہ (۱۰۶)، سورت رعد (۳۹)، سورت نحل (۱۰۱)، سورت نساء (۱۶۰)، سورت مجادلہ (۱۲) اور سورت اعلیٰ (۶) میں نسخ کا ثبوت موجود ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُونَ كُلُّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلٰى جَوَازِ النَّسْخِ فِي أَحْكَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى، لِمَا لَهٗ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْحِكَمِ الْبَالِغَةِ، وَكُلُّهُمْ قَالَ بِوُقُوعِهٖ .

''تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ کے احکام میں نسخ بالکل جائز ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں اللہ کی بالغ حکمتیں ہیں، سبھی کہتے ہیں کہ نسخ کا وقوع حق ہے۔''

(تفسير ابن كثير :379/1، تفسير القرطبي : 63/2، وغيرهما)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِهٖ وَأَنْكَرَهُ الْيَهُودُ ظَنًّا مِّنْهُمْ أَنَّهٗ بَدَاءٌ كَالَّذِي يَرَى الرَّأْيَ ثُمَّ يَبْدُو لَهٗ وَهُوَ بَاطِلٌ لِأَنَّهٗ بَيَانُ مُدَّةِ الْحُكْمِ كَالْإِحْيَاءِ بَعْدَ الْإِمَاتَةِ وَعَكْسِهٖ وَالْمَرَضِ بَعْدَ

الصِّحَّةِ وَعَكْسِهِ وَالْفَقْرِ بَعْدَ الْغِنٰى وَعَكْسِهِ وَذٰلِكَ لَا يَكُونُ بَدَاءً فَكَذَا الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ (شریعت میں) نسخ ہوسکتا ہے، یہود نے اس کا انکار کیا ہے، یہ اپنی جانب سے گمان کرتے ہیں کہ یہ بداء ہے، جیسے کوئی شخص ایک رائے قائم کرے، پھر اسے کوئی اور رائے درست معلوم ہو جائے۔ یہ بات باطل ہے، کیونکہ نسخ کسی حکم کی مدت کا بیان ہوتا ہے، جیسے مارنے کے بعد زندہ کرنا، یا زندہ کرنے کے بعد مارنا، تندرستی کے بعد بیماری یا بیماری کے بعد تندرستی، امیری کے بعد غریبی یا غریبی کے بعد امیری۔ جیسے ان سب امور کو بداء نہیں کہتے، اسی طرح امر اور نہی کو بھی بداء نہیں کہہ سکتے۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 67/3)

❁ نیز نقل کرتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : كَيْفَ يَقَعُ النَّسْخُ إِلٰى غَيْرِ بَدَلٍ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى : ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا﴾ وَهٰذَا إِخْبَارٌ لَّا يَدْخُلُهُ خُلْفٌ، فَالْجَوَابُ أَنْ نَقُولَ : كُلُّ مَا ثَبَتَ الْآنَ فِي الْقُرْآنِ وَلَمْ يُنْسَخْ فَهُوَ بَدَلٌ مِمَّا قَدْ نُسِخَتْ تِلَاوَتُهُ وَكُلُّ مَا نَسَخَهُ اللّٰهُ مِنَ الْقُرْآنِ مِمَّا لَا نَعْلَمُهُ الْآنَ فَقَدْ أَبْدَلَهُ بِمَا عَلِمْنَاهُ وَتَوَاتَرَ إِلَيْنَا لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ .

''اگر کہا جائے کہ ایسا نسخ کیوں کر واقع ہوسکتا ہے، جس کا کوئی نعم البدل ہی نہ

دیا جائے، اللہ فرماتے ہیں: ''ہم جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلوا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔'' یہ آیت ہے جس میں وعدہ خلافی ہو ہی نہیں سکتی۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس وقت قرآن میں جو کچھ بھی موجود ہے اور منسوخ نہیں ہوا تو یہ ان آیات کا نعم البدل ہی ہے، جو آیات منسوخ ہو چکی ہیں، اللہ نے قرآن سے جتنا کچھ بھی منسوخ کیا ہے، جسے ہم نہیں جانتے، تو اللہ نے اس کے بدلے میں ہم کو وہ قرآن دیا ہے، جسے ہم جانتے ہیں اور اس کے الفاظ و معانی ہم تک بطریق متواتر پہنچے ہیں۔''

(الإتقان في علوم القرآن: 87/3)

نسخ تین طرح کا ہوتا ہے:

① حکم اور تلاوت دونوں منسوخ جیسا کہ دس رضعات۔

② تلاوت منسوخ اور حکم باقی، جیسا کہ یہ حکم کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں، تو انہیں رجم کردو۔

③ حکم منسوخ اور تلاوت باقی، اس کی کئی مثالیں ہیں۔

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) آیت: ﴿مَا نَنسَخ مِن آيَةٍ أَو نُنسِهَا﴾ اور ﴿سَنُقرِئُكَ فَلا تَنسٰى، إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں:

هَاتَانِ السُّورَتَانِ مِمَّا قَدْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يُنسِيَهٗ بَعْدَ أَنْ أَنْزَلَهٗ، وَهٰذَا لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ، قَادِرٌ عَلٰى مَا يَشَاءُ؛ إِذْ كُلُّ ذٰلِكَ مُمْكِنٌ.

وَلَا يَتَوَهَّمُ مُتَوَهِّمٌ مِنْ هٰذَا وَشَبَهِهٖ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ ضَاعَ مِنْهُ

شَيْءٌ، فَإِنَّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ؛ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ وَبِأَنَّ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمُ انْعَقَدَ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي تَعَبَّدْنَا بِتِلَاوَتِهِ وَبِأَحْكَامِهِ هُوَ مَا ثَبَتَ بَيْنَ دُفَّتَيِ الْمُصْحَفِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَّلَا نُقْصَانٍ .

''یہ دو سورتیں وہ ہیں، جن کو نازل کرنے کے بعد ان کو بھلا دینے کا اللہ نے ارادہ کیا ہے، تو یہ بالکل ایسے ہی ہے، کیونکہ اللہ جو ارادہ کرے، وہ کرتا ہے، جو چاہے، وہ کرنے پر قادر ہے، یہ سب ممکن ہے۔ کوئی شخص یہ وہم اور شبہ نہ پال لے کہ قرآن سے کچھ ضائع ہو گیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' اسی پر صحابہ و تابعین و ائمہ سلف کا اجماع ہوا ہے کہ جس قرآن کی تلاوت ہم عبادت کے لئے کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہیں، وہ قرآن ان دو گتوں کے درمیان، بغیر کسی زیادت و نقصان کے موجود ہے۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 94/3)

کیا قرآن غیر محفوظ ہے؟:

بعض مستشرقین اور مستغربین یہ اعتراض اچھالتے ہیں کہ قرآن کریم غیر محفوظ ہے۔ اس میں تغیر و تبدل اور تحریف واقع ہوئی ہے، کئی ایسی آیات ہیں، جو منسوخ ہیں، جن کی پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد بھی تلاوت ہوتی رہی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ تو امم سابقہ میں بھی موجود تھا، محض قرآن پر اعتراض کی تو کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ نسخ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ نسخ عہد نبوی میں بھی تھا۔ صحابہ کرام

ناسخ ومنسوخ کی تحقیق رکھتے تھے۔لہٰذا دعویٰ نسخ کوئی نئی بات نہیں۔

نیز نسخ قرآن کی خوبیوں میں سے ہے،قرآن اللہ کا کلام ہے،وہ جب چاہتا اپنے کلام کو اپنے بندوں کے لیے باقی رکھتا،جب چاہتا منسوخ کر دیتا۔بندوں کو کوئی حق نہیں کہ کلام الٰہی میں نسخ کے حوالے سے تشکیک وارد کریں۔

یہ اسلوب کی حکمت ہے،یہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت میں تھا کہ فلاں حکم فلاں وقت تک موزوں ہے،اسے تب تک باقی رکھا گیا، بعد میں منسوخ کر دیا گیا یا منسوخ کر کے اس سے بہتر حکم نازل کر دیا گیا۔البتہ بعض جگہ پر حکم کو منسوخ کر کے،اس کی تلاوت کو باقی رکھا گیا ہے،اس پر اعتراض اٹھایا جاسکتا ہے کہ جب حکم ہی نہ رہا،تو تلاوت باقی رکھنے کا فائدہ؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ تلاوت باقی رکھنے میں بیش بہا حکمتیں کارفرما ہیں،مثلاً؛

① اللہ تعالیٰ کی نعمت کی یاد دہانی ہو جاتی ہے،کیوں کہ جن آیات کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہیں ان میں امت پر تخفیف کی گئی ہے۔

② مومن کی آزمائش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نسخ والے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے،یا نہیں؟مومن تو اسے تسلیم کر لیتا ہے اور منافق اور کافر مجادلہ ومخاصمہ کرتا ہے۔

③ ان آیات کی تلاوت بھی عبادت ہے اور اس پر ڈھیروں اجر وثواب ہے۔

④ نسخ عقلاً بھی مانع نہیں۔ہم اللہ کی بندے ہیں اور وہ ہمارا مالک ہے،لہٰذا مالک جب چاہے،حکم ارشاد فرمادے اور جب چاہے اسے منسوخ قرار دے۔نسخ تسلیم کرنا عبودیت وغلامی کا حق ادا کرنا ہے۔

⑤ اس سے امت محمدیہ کی فضلیت ثابت ہوتی ہے،کیونکہ انہوں نے اتباع کی عدیم النظیر مثال قائم کی ہے کہ اس حکم کو بھی تسلیم کیا،جس کے الفاظ قرآن میں موجود نہیں۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ لِيَظْهَرَ بِهٖ مِقْدَارُ طَاعَةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِي الْمُسَارَعَةِ إِلٰى بَذْلِ النُّفُوسِ بِطَرِيقِ الظَّنِّ مِنْ غَيْرِ اسْتِفْصَالٍ لِطَلَبِ طَرِيقٍ مَقْطُوعٍ بِهٖ فَيُسْرِعُونَ بِأَيْسَرِ شَيْءٍ كَمَا سَارَعَ الْخَلِيلُ إِلٰى ذَبْحِ وَلَدِهٖ بِمَنَامٍ وَالْمَنَامُ أَدْنٰى طَرِيقِ الْوَحْيِ وَأَمْثِلَةُ هٰذَا الضَّرْبِ كَثِيرَةٌ .

''نسخ میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس سے امت محمدیہ کی کمال اطاعت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ وہ ظن (جسے عقل جھٹ سے تسلیم نہ کرے) سے ثابت ہونے والے حکم پر بھی دل و جان سے کاربند رہتے ہیں، کسی قطعی حکم کی تفصیل طلب نہیں کرتے۔ وہ ادنی سے اشارے پر لپک جاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام خواب کی بنا پر اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے، جبکہ خواب وحی کا ادنی ترین ذریعہ ہے۔ اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 72/3)

مزید معلومات کے لیے تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر کا مطالعہ مفید رہے گا۔

(سوال): ترکہ کسے کہتے ہیں؟

(جواب): مرنے والا اپنی ملکیت میں جو مالیت چھوڑتا ہے، اسے ترکہ کہتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حسن بن زیاد لؤلؤی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی بالاتفاق ”ضعیف، متروک وکذاب“ ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ تَرَكَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ، وَصَرَّحَ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ بِكَذِبِهِ.

”حسن بن زیاد لؤلؤی کو کئی ایک ائمہ نے ”متروک“ قرار دیا ہے اور بہت سے ائمہ نے اس کے ”کذاب“ ہونے کی صراحت کی ہے۔“

(البداية والنّهاية : 355/8)

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کی تحقیق درکار ہے؛

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ كَانَ لِي أَرْبَعُونَ بِنْتًا زَوَّجْتُ عُثْمَانَ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ حَتَّى لا يَبْقٰى مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ.

”اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں، تو میں سب کی سب کو یکے بعد دیگرے عثمان (بن عفان رضی اللہ عنہ) سے بیاہ دیتا۔“

(فضائل الخلفاء لأبي نعيم : 24، جزء من حديث ابن شاهين : 9)

جواب: روایت جھوٹی ہے۔

① علاء بن عمرو ''متروک وکذاب'' اور ''وضاع'' ہے۔

الکامل لابن عدی (263/8) میں علاء کی متابعت ہے، لیکن یہ متابعت مفید نہیں، کیونکہ اس کی سند میں علی بن احمد بن بسطام ''مجہول الحال'' ہے۔

② نضر بن منصور عنزی ضعیف ہے۔

③ ابوجنوب، عقبہ بن علقمہ ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(البداية والنّهاية : 382/10)

سوال: روایت: لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ وَلَا فَتًى إِلَّا عَلِيٌّ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت الکامل لابن عدی (۶/ ۴۵۸) وغیرہ میں آتی ہے۔ یہ سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ''الموضوعات (۱/ ۳۸۱) میں ذکر کیا ہے۔

❀ الکامل لابن عدی کی سند جھوٹی ہے۔

① عیسیٰ بن مہران ''کذاب ووضاع'' ہے۔

② محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ''ضعیف'' ہے۔

❀ معجم ابن الآبار (ص۱۶۴) کی سند بھی ضعیف ہے۔

① حبان بن علی عنزی ''ضعیف'' ہے۔

② محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ''ضعیف'' ہے۔

❀ معجم ابن الآبار (ص۱۶۴) میں ابوجعفر باقر کا قول بھی جھوٹا ہے۔

① سعد بن طریف اسکاف حنظلی ''متروک وکذاب ووضاع'' ہے۔

② یہ روایت مرسل ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ، وَحَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ سند ضعیف ہے اور حدیث منکر ہے۔''

(البداية والنّهاية : 519/10)

(سوال): سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّ سِينَ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰهِ شِينٌ .

''بلال کی ''سین'' اللہ کے ہاں ''شین'' ہے۔''

اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ أَشْهَدُ کو أَسْهَدُ پڑھتے تھے، نیز سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ''شین'' کو ''سین'' میں بدل دیتے تھے۔

اس روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): یہ سب بے اصل ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اس روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اصل نہیں۔''

(البداية والنّهاية : 305/8، 103/10)

(سوال): کتاب ''قوت القلوب'' اور اس کے مؤلف کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): قوت القلوب الی معاملۃ المحبوب نامی کتاب مشہور صوفی اور ملحد ابو طالب محمد بن علی مکی (۳۸۶ھ) کی ہے۔

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ذَكَرَ فِيهِ أَشْيَاءَ مُنْكِرَةً مُسْتَشْنِعَةً فِي الصِّفَاتِ .

''مصنف نے اس کتاب میں صفات باری تعالیٰ کے متعلق منکر اور قبیح و شنیع باتیں ذکر کی ہیں۔''

(تاریخ بغداد : 89/3)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

ذَكَرَ فِيهِ الْأَحَادِيثَ الْبَاطِلَةَ وَمَا لَا يُسْتَنَدُ فِيهِ إِلٰى أَصْلٍ مِّنْ صَلَوَاتِ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَوْضُوعِ وَذَكَرَ فِيهِ الْاِعْتِقَادَ الْفَاسِدَ .

''مصنف نے اس کتاب میں دن رات کی نمازوں کے متعلق جھوٹی، بے سند اور بے اصل روایات ذکر کی ہیں، ان کے علاوہ بھی من گھڑت روایات درج کی ہیں، نیز اس کتاب میں فاسد اعتقادات بھی بیان کیے ہیں۔''

(تلبيس إبليس، ص 204)

❁ نیز فرماتے ہیں:

ذَكَرَ فِيهِ أَحَادِيثَ لَا أَصْلَ لَهَا .

''مصنف نے اس کتاب میں بے اصل احادیث ذکر کی ہیں۔''

(المُنتظم : 385/14)

حافظ ابو طاہر محمد بن علی بن العلاف رحمہ اللہ (۴۴۲ھ) بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ بَغْدَادَ فَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ فِي مَجْلِسِ الْوَعْظِ، فَخُلِّطَ

فِي كَلَامِهِ، وَحُفِظَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : لَيْسَ عَلَى الْمَخْلُوقِينَ أَضَرُّ مِنَ الْخَالِقِ، فَبَدَّعَهُ النَّاسُ وَهَجَرُوهُ.

''ابو طالب مکی بغداد آیا، تو لوگ اس کا وعظ سننے کے لیے جمع ہوئے، وہ اپنے ہی کلام میں اختلاط کا شکار ہو گیا، اس کے متعلق یہ محفوظ ہے کہ اس نے کہا: '' مخلوق کے لیے اس کے خالق سے زیادہ نقصان دہ کوئی نہیں۔'' (اس نے یہ بات کہی) تو لوگوں نے اسے بدعتی قرار دیا اور اسے چھوڑ دیا۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 89/3)

۞ علامۃ الہند، نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُلْحِدُ لَا تَسْأَلْ عَنْ كُفْرِهِ وَإِلْحَادِهِ فِي آيَاتِ اللّٰهِ وَافْتِرَائِهِ عَلَى اللّٰهِ مَا لَمْ يَقُلْهُ، كَقَوْلِ بَعْضِهِمْ فِي تَفْسِيرِ قَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿وَإِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ﴾ : مَا عَلَى الْعِبَادِ أَضَرُّ مِنْ رَبِّهِمْ، وَيُنْسَبُ هٰذَا الْقَوْلُ إِلٰى صَاحِبِ قُوْتِ الْقُلُوبِ.

''مت پوچھیے کہ ملحد کا کفر کیا ہے، وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد کرتا ہے اور وہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر ایسی باتیں گھڑتا ہے، جو اس نے کہی ہی نہیں ہوتیں؟! جیسے بعض ملحدین نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَإِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ﴾ کی تفسیر میں کہا ہے: ''بندوں کے لیے ان کے رب سے زیادہ نقصان دہ کوئی نہیں۔'' یہ قول ''قوت القلوب'' کے مصنف (ابو طالب مکی) کی طرف منسوب ہے۔''

(فتح البیان في مقاصد القرآن : 15/1)

سوال: علم منطق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): علم منطق باطل علم ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فَنُّ الْمَنْطِقِ فَنٌّ خَبِيثٌ مَذْمُومٌ، يَحْرُمُ الْاِشْتِغَالُ بِهِ، مَبْنِيٌّ بَعْضُ مَا فِيهِ عَلَى الْقَوْلِ بِالْهَيُولَى الَّذِي هُوَ كُفْرٌ، يَجُرُّ إِلَى الْفَلْسَفَةِ وَالزَّنْدَقَةِ، وَلَيْسَ لَهُ ثَمَرَةٌ دِينِيَّةٌ أَصْلًا، بَلْ وَلَا دُنْيَوِيَّةٌ نَصَّ عَلٰى مَجْمُوعِ مَا ذَكَرْتُهُ أَئِمَّةُ الدِّينِ، وَعُلَمَاءُ الشَّرِيعَةِ فَأَوَّلُ مَنْ نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَنَصَّ عَلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِهِ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ، وَالْغَزَالِيُّ فِي آخِرِ أَمْرِهِ، وَابْنُ الصَّبَّاغِ صَاحِبُ الشَّامِلِ، وَابْنُ الْقُشَيْرِيِّ، وَنَصْرٌ الْمُقَدِّسِيُّ، وَالْعِمَادُ بْنُ يُونُسَ، وَحَفَدُهُ، وَالسِّلَفِيُّ، وَابْنُ بُنْدَارٍ، وَابْنُ عَسَاكِرَ، وَابْنُ الْأَثِيرِ، وَابْنُ الصَّلَاحِ، وَابْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، وَأَبُو شَامَةَ، وَالنَّوَوِيُّ، وَابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ، وَالْبُرْهَانُ الْجَعْبَرِيُّ، وَأَبُو حَيَّانَ، وَالشَّرْفُ الدِّمْيَاطِيُّ، وَالذَّهَبِيُّ، وَالطِّيبِيُّ، وَالْمَلَوِيُّ، وَالْأَسْنَوِيُّ، وَالْأَذْرُعِيُّ، وَالْوَلِيُّ الْعِرَاقِيُّ، وَالشَّرْفُ بْنُ الْمُقْرِي، وَأَفْتٰى بِهِ شَيْخُنَا قَاضِي الْقُضَاةِ شَرَفُ الدِّينِ الْمَنَاوِيُّ، وَنَصَّ عَلَيْهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْمَالِكِيَّةِ ابْنُ أَبِي زَيْدٍ صَاحِبُ الرِّسَالَةِ وَالْقَاضِي أَبُو بَكْرِ بْنُ الْعَرَبِيِّ،

وَأَبُو بَكْرٍ الطَّرْطُوشِيُّ، وَأَبُو الْوَلِيدِ الْبَاجِّيُّ، وَأَبُو طَالِبٍ الْمَكِّيُّ صَاحِبُ قُوتِ الْقُلُوبِ، وَأَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْحِصَارِ، وَأَبُو عَامِرِ بْنُ الرَّبِيعِ، وَأَبُو الْحَسَنِ بْنُ حَبِيبٍ، وَأَبُو حَبِيبٍ الْمَالِقِيُّ، وَابْنُ الْمُنِيرِ، وَابْنُ رُشْدٍ، وَابْنُ أَبِي جَمْرَةَ، وَعَامَّةُ أَهْلِ الْمَغْرِبِ، وَنَصَّ عَلَيْهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَنَفِيَّةِ أَبُو سَعِيدٍ السِّيرَافِيُّ، وَالسِّرَاجُ الْقَزْوِينِيُّ، وَأَلَّفَ فِي ذَمِّهِ كِتَابًا، سَمَّاهُ «نَصِيحَةُ الْمُسْلِمِ الْمُشْفِقِ لِمَنِ ابْتُلِيَ بِحُبِّ عِلْمِ الْمَنْطِقِ» وَنَصَّ عَلَيْهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَنَابِلَةِ ابْنُ الْجَوْزِيِّ، وَسَعْدُ الدِّينِ الْحَارِثِيُّ، وَالتَّقِيُّ ابْنُ تَيْمِيَّةَ، وَأَلَّفَ فِي ذَمِّهِ وَنَقْضِ قَوَاعِدِهِ مُجَلَّدًا كَبِيرًا سَمَّاهُ «نَصِيحَةُ ذَوِي الْأَيْمَانِ فِي الرَّدِّ عَلٰى مَنْطِقِ الْيُونَانِ» وَقَدِ اخْتَصَرْتُهُ فِي نَحْوِ ثُلُثِ حَجْمِهِ، وَأَلَّفْتُ فِي ذَمِّ الْمَنْطِقِ مُجَلَّدًا سُقْتُ فِيهِ نُصُوصَ الْأَئِمَّةِ فِي ذٰلِكَ، وَقَوْلُ هٰذَا الْجَاهِلِ : إِنَّ الْمَنْطِقَ فَرْضُ عَيْنٍ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، يُقَالُ لَهُ : إِنَّ عِلْمَ التَّفْسِيرِ وَالْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ الَّتِي هِيَ أَشْرَفُ الْعُلُومِ لَيْسَتْ فَرْضَ عَيْنٍ بِالْإِجْمَاعِ، بَلْ هِيَ فَرْضُ كِفَايَةٍ، فَكَيْفَ يَزِيدُ الْمَنْطِقُ عَلَيْهَا؟! فَقَائِلُ هٰذَا الْكَلَامِ : إِمَّا كَافِرٌ، أَوْ مُبْتَدِعٌ، أَوْ مَعْتُوهٌ لَا يَعْقِلُ .

’’منطق خبیث اور مذموم فن ہے، اس میں مشغول ہونا حرام ہے، اس فن کی بعض جزئیات نظریۂ ہیولیٰ (اس نظریہ سے مراد یہ ہے کہ وجود کائنات سے پہلے ایک مادہ موجود تھا، جس کی کوئی معین شکل وصورت نہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس مادہ کے ذریعہ کائنات کی اشیا کو تخلیق کیا، اس نظریہ کی رو سے اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بنانے کے لیے مادہ یعنی میٹیریل کا محتاج ہے، نعوذ باللہ!) پر مبنی ہے، جو کہ کفر ہے، یہ فلسفہ اور زندقہ تک پہنچا دیتا ہے، نیز منطق کا ذرا بھر بھی دینی فائدہ نہیں ہے، بلکہ دنیاوی فائدہ بھی نہیں ہے۔ جو معروضات میں (سیوطی رحمہ اللہ) نے عرض کی ہیں، تقریباً یہی باتیں ائمہ دین اور علمائے شریعت نے بھی کی ہیں۔ سب سے پہلے منطق کے رد میں جس نے بات کی، وہ امام شافعی رحمہ اللہ ہیں، شوافع اصحاب میں سے جنہوں نے علم منطق کا رد کیا، ان میں امام الحرمین، غزالی نے اپنی آخر عمر میں، ’’الشامل‘‘ کے مصنف ابن صباغ، ابن قشیری، نصر مقدسی، عماد بن یونس اور ان کے پوتے، سلفی، ابن بندار، ابن عساکر، ابن الاثیر، ابن صلاح، ابن عبد السلام، ابو شامی، نووی، ابن دقیق العید، برہان جعبری، ابو حیان، شرف دمیاطی، ذہبی، طیبی، ملوی، اسنوی، اذرعی، ولی العراقی اور شرف ابن مقری رحمہم اللہ شامل ہیں، ہمارے شیخ قاضی القضاۃ شرف الدین مناوی رحمہ اللہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ ائمہ مالکیہ میں سے ’’الرسالہ‘‘ کے مصنف ابن ابی زید، قاضی ابوبکر ابن العربی، ابوبکر طرطوشی، ابوالولید باجی، ’’قوت القلوب کے مصنف (صوفی ملحد) ابو طالب مکی، ابوالحسن بن حصار، ابو عامر بن الربیع، ابوالحسن بن حبیب، ابو حبیب مالقی، ابن المنیر ،

ابن رشد، ابن ابی جمرہ اور اکثر مغربی اہل علم رحمہم اللہ نے منطق کا رد کیا ہے۔ منطق کا رد کرنے والے ائمہ حنفیہ میں ابوسعید سیرافی اور سراج قزوینی رحمہما اللہ شامل ہیں، قزوینی رحمہ اللہ نے منطق کے رد میں ایک کتاب بھی لکھی، جس کا نام «نَصِيحَةُ الْمُسْلِمِ الْمُشْفِقِ لِمَنِ ابْتُلِيَ بِحُبِّ عِلْمِ الْمَنْطِقِ» رکھا۔ منطق کا رد کرنے والے ائمہ حنابلہ میں ابن الجوزی، سعد الدین حارثی اور تقی الدین ابن تیمیہ رحمہم اللہ شامل ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منطق کی مذمت اور اس کے قواعد کے بطلان پر ضخیم کتاب بھی لکھی، جس کا نام «نَصِيحَةُ ذَوِي الْأَيْمَانِ فِي الرَّدِّ عَلٰى مَنْطِقِ الْيُونَانِ» ہے۔ میں (سیوطی رحمہ اللہ) نے اس کتاب کو تہائی حجم میں خلاصہ بھی کیا ہے، نیز میں نے علم منطق کی مذمت پر ایک کتاب بھی لکھی ہے، میں نے اس میں ائمہ کے اقوال درج کیے ہیں۔ ایک جاہل نے کہا ہے کہ ''منطق (کو سیکھنا) ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ اس جاہل سے کہا جائے گا کہ علم تفسیر، علم حدیث اور علم فقہ، جو سب سے اشرف علوم ہیں، ان کو سیکھنا بھی بالا جماع فرض عین نہیں، بلکہ فرض کفایہ ہے، تو منطق کو ان علوم پر فوقیت کیسے حاصل ہو گئی؟ لہٰذا اس قول کا قائل (منطق کو فرض عین کہنے والا) یا تو کافر ہے، یا بدعتی یا بیوقوف اور بے عقل۔''

(الحاوي للفَتاوي :1/300-301)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دور سے درود وسلام سنتے ہیں؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر میں درود وسلام سننا شرعی دلیل سے ثابت نہیں، اس بارے میں ذکر کردہ تمام روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

(سوال): امام کونماز میں سہو ہو جائے، تو عورتیں اس کی درستی کس طرح کرائیں؟

(جواب): امام کو سہو ہو جائے، تو مرد ''سبحان اللہ'' کہہ کر تنبیہ کریں گے اور اگر اقتدا میں خواتین ہیں، تو وہ امام کو غلطی پر تنبیہ کرنے کے لیے ''تصفیق'' (تالی کی طرح ہاتھ پر ہاتھ مارنا) کریں گی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ .

''نماز میں امام کو کسی غلطی پر متنبہ کرنا ہو، تو مرد 'سبحان اللہ' کہیں اور خواتین تالی بجائیں (ہاتھ پر ہاتھ ماریں)۔''

(صحيح البخاري : 1203، صحيح مسلم : 422)

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ کو کیا ہو گیا ہے، جب آپ کو نماز میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے، تو تالیاں بجانے لگتے ہیں؟ حالانکہ یہ حکم تو صرف خواتین کے لیے ہے، اگر کسی کو نماز میں کوئی مسئلہ درپیش ہو جائے تو وہ 'سبحان اللہ' کہے۔''

(صحيح البخاري : 684، صحيح مسلم :421)

(سوال): کسی پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی معین مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں، یہ اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔ کتاب وسنت میں جن کاموں پر لعنت کی گئی ہے، ان پر بغیر تعیین کے لعنت کی جا سکتی ہے، مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ سودی لین دین کرنے والوں پر لعنت ہے، وغیرہ وغیرہ۔

❀ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ .

''مومن پر لعن طعن کرنا اور اس پر کفر کی تہمت لگانا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔''

(صحيح البخاري : 6047)

❁ **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ اَنْ يَكُونَ لَعَّانًا .

''صدیق کو زیب نہیں دیتا کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔''

(صحيح مسلم : 2597)

❁ **سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''کثرت سے لعن طعن کرنے والے روز قیامت نہ شفاعت کر سکیں گے اور نہ گواہی دیں گے۔''

(صحيح مسلم : 2598)

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:**

لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی، بال جڑوانے والی، بدن گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5937، صحيح مسلم : 2124)

❁ **سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ .

''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور اس کے وکیل بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

(صحيح مسلم : 1597)

❁ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے گودنے والی، گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت بھیجی ہے، آپ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی کھانے سے منع فرمایا ہے اور تصویر بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5347)

❁ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ .

''زمین کے نشانات تبدیل کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(صحيح مسلم : 1978)

❁ فرمان نبوی ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

''اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو اپنے والد پر لعنت بھیجے، اللہ کی اس پر لعنت ہو، جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔''

(صحيح مسلم : 1978)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا، فَبَاعُوهَا .

''یہود پر اللہ کی لعنت ہو، ان پر چربی حرام کی گئی، تو انہوں نے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 2223، صحيح مسلم : 1582)

اس کے علاوہ کئی اعمال قبیحہ کے مرتکبین پر نبی کریم ﷺ نے لعنت کی ہے۔

سوال: مشرکانہ تصویروں کا کیا حکم ہے؟

جواب: شرک کا سبب سب سے پہلے صلحا کی تصویریں بنیں، پھر تصویروں سے مورتیاں بنائی گئیں۔ لہٰذا جو تصویر تعظیم کی غرض سے بنائی جائے، وہ حرام ہے، کیونکہ یہ شرک کی ابتدا ہے۔ پہلی تمام قوموں میں بتوں کی پوجا کا سبب یہی تعظیم کی غرض سے بنائی جانے والی تصویریں ہی تھیں۔

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے، تو آپ ﷺ کی کسی زوجہ نے گرجا کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجا کا نام ''ماریہ'' تھا، سیّدہ ام سلمہ اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا:

أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .

''یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیتے۔ پھر اس میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

(صحيح البخاري :1341؛ صحيح مسلم : 528)

۞ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

''بعض مشرکین فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور مصائب کے وقت انہیں پکارتے تھے اور بعض مشرکین پتھروں کی عبادت کرتے تھے اور مصائب کے وقت ان کو پکارتے تھے۔ یہ پتھر اصل میں نیک لوگوں کی مورتیاں ہوتی تھیں، جن سے وہ محبت کیا کرتے تھے اور ان پر اعتقاد رکھتے تھے، جب وہ فوت ہو گئے، تو ان کی یاد میں انہوں نے تصویریں بنالیں۔ ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد وہ ان کی عبادت کرنے لگے، پھر لمبا وقت گزرنے کے بعد وہ ان پتھروں کی ہی عبادت کرنے لگے۔ بعض مشرکین مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے، بعض ستاروں کی عبادت کرتے تھے اور مشکلات میں انہیں پکارتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا، کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائیں۔''

(تطهير الاعتقاد، ص 56)

(سوال): کیا نماز کی ہر رکعت کے آغاز میں ''تعوذ'' پڑھا جائے گا؟

(جواب): نماز کی پہلی رکعت میں تعوذ پڑھا جائے گا، بقیہ رکعات کے شروع میں تعوذ نہیں پڑھا جائے گا، بلکہ بسم اللہ پڑھ کر سورت فاتحہ پڑھی جائے گی۔

(سوال): کیا کنوارے زانی کو ایک سال کے لیے جلاوطن کرنا ثابت ہے؟

(جواب): کنوارے زانی کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

۞ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا زید بن خالد اور سیدنا شبل رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک آدمی آ کر کہنے لگا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ

کیجیے، اس کا مد مقابل جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، وہ بھی کھڑا ہو کر کہنے لگا: ٹھیک ہے، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے اور مجھے (بات کی) اجازت دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہیے، اس نے کہا: میرا بیٹا ان کے ہاں ملازم تھا، وہ ان کی بیوی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو گیا، مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے، تو میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک غلام دیا ہے، اس کے بعد میں نے علما سے پوچھا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اس کی عورت پر رجم کی سزا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم واپس ہوں گے اور آپ کے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے، انیس! آپ اس آدمی کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ اعتراف کر لے، تو اسے سنگسار کر دیں۔''

(صحيح البخاري: 6827، صحيح مسلم: 1697، المنتقى لابن الجارود: 811)

سوال: کیا سیاہ خضاب لگانا اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنا ہے؟

جواب: سیاہ خضاب لگانا اسلاف امت کی ایک بڑی جماعت سے ثابت ہے۔ اسے حرام کہنا درست نہیں، نیز یہ اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنے کے زمرہ میں نہیں آتا۔

سوال: تفسیر اور تاویل میں کیا فرق ہے؟

جواب: متقدمین اور متاخرین کے ہاں تفسیر اور تاویل میں فرق ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''تاویل سے تین مفہوم مراد لیے گئے ہیں؛ ① متاخرین کی اصطلاح میں

تاویل: اکثر متاخرین کی اصطلاح میں تاویل سے مراد ہے: لفظ کو کسی دلیل کی بنا پر راجح معنی سے مرجوح معنی کی طرف پھیرنا۔ان متاخرین کی اصطلاح کے مطابق کسی لفظ کا وہ معنی، جو اس کی ظاہری مراد سے مطابقت رکھتا ہو، تاویل نہیں کہلائے گا۔ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''تاویل'' کے لفظ سے یہی مراد لیا ہے، نیز تمام نصوص کی ظاہری مدلول کے برعکس تاویلات ہیں، جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا تاویل کرنے والے جانتے ہیں۔متاخرین میں سے بہت سے اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر رکھا جائے گا، ان کا ظاہری معنی ہی مراد ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان نصوص کی ان مفاہیم کے علاوہ بھی تاویل ہے، جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ائمہ اربعہ وغیرہ کو ماننے والوں میں کئی نام نہاد اہل سنت اس متناقض مؤقف کا شکار ہو گئے ہیں۔ ② **جمہور مفسرین کے ہاں تاویل:** تاویل سے مراد کلام کی تفسیر ہے، چاہے ظاہری معنی کے موافق ہو یا نہ ہو۔ جمہور مفسرین وغیرہ کی اصطلاح میں اسے ہی تاویل کہتے ہیں۔اس تاویل کو علم میں پختہ لوگ جانتے ہیں۔ یہ معنی ان سلف کے موافق ہے، جو اس فرمان باری تعالیٰ پر وقف کرنے کے قائل ہیں: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلْعِلْمِ﴾ ''اس کی تاویل کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ لوگ جانتے ہیں، جو علم میں راسخ ہیں۔'' ③ **قرآن وسنت میں وارد تاویل:** تاویل سے مراد وہ حقیقت ہے، جس کی طرف کلام کو لوٹایا جاتا ہے، اگرچہ آپ اس کے ظاہری معنی سے واقف ہوں۔ پس جنت کے کھانے، پینے، لباس، نکاح اور وقوع

قیامت وغیرہ کے متعلق جو خبر دی گئی ہے، ان کی تاویل سے مراد ان میں پائے جانے والے حقائق ہیں، نہ کہ وہ معانی مراد ہیں، جنہیں ذہنوں میں تصور کیا جاتا ہے اور زبان سے ادا کیا جاتا ہے۔ لغت قرآن میں بھی تاویل سے یہی مراد ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق ذکر کیا: ﴿يَا أَبَتِ هٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا﴾(يوسف : ١٠٠)''ابا جان! یہی میرے خواب کی تاویل ہے، جسے میں نے (برسوں) پہلے دیکھا تھا، اسے میرے رب نے سچ کر دیا ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾(الأعراف : ٥٣)''یہ لوگ اس کے آخر نتیجے کے منتظر ہیں، جس دن اس کا آخر نتیجہ آئے گا، اس دن وہ لوگ، جو اسے پہلے سے بھولے ہوئے تھے، کہیں گے کہ یقیناً ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے تھے۔'' نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾(النّساء : ٥٩)''اگر کسی مسئلہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو، یہ بہت بہتر ہے اور انجام کار کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔'' اس تاویل کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(الفتوی الحِمويّة الكُبرىٰ :1/287-290)

(سوال): تفسیر کے ماخذ کیا ہیں؟

(جواب): اہل سنت مفسرین تفسیر کرتے ہوئے عموماً چار مآخذ کو مدنظر رکھتے ہیں؛

① قرآن ② حدیث ③ اقوال سلف صالحین

④ لغت۔

(سوال): تفسیر زمخشری کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): ابو القاسم، محمود بن عمر بن محمد، زمخشری (۴۶۷۔۵۳۸ھ) نحوی، لغوی، متکلم، معتزلی مفسر، علم بیان اور بلاغت کے امام تھے۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں، ان میں مشہور الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل في وجوه التاویل ہے۔ آپ عقیدہ میں معتزلہ کے امام تھے۔

اس لیے آپ کی تفسیر اعتزالیات اور ضلالات سے بھرپور ہے۔ ساتھ ساتھ بیان وادب، اعجاز قرآن، نظم قرآن، بلاغت قرآن اور جمال قرآن کے دریا بہا دیے ہیں۔ لیکن قرآن آیات سے اندازِ بلاغت میں اپنے باطل معتزلی مذہب کے دلائل تراشتے ہیں، چنانچہ اس تفسیر سے بچنا ہی بہتر ہے، خصوصا اس کے لیے جو اس میدان میں نو وارد ہو۔

ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ آیات سے اپنے باطل مذہب کی تائید حاصل کریں، اس کے خلاف آنے والی آیات کی تاویل کریں۔ قرآن کریم میں معانی وبیان کی جو دولتِ بلاغت موجود ہے اسے اہتمام سے بیان کرتے ہیں لیکن جب ایسا لفظ آجائے جو ان کے مذہب کے موافق نہ ہو تو ظاہری معنی ترک کر دیتے ہیں۔ لغت میں موجود کوئی دوسرا لغوی معنی دینے یا اسے مجاز، استعارہ اور تمثیل قرار دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

بالفاظ دیگر قرآن کریم سے انداز بلاغت میں اپنے باطل معتزلی مذہب کے دلائل

تراشتے ہیں۔ کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو اہل سنت والجماعت پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ اہل سنت کے برے برے نام رکھتے ہیں مثلاً ہشویہ، مجبرہ اور مشبہہ۔

اسرائیلی روایات بہت کم ذکر کرتے ہیں۔ احادیث کو ''روی'' کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں یا آخر میں ''اللہ اعلم'' کہہ دیتے ہیں۔ ہر سورت کی تفسیر کے آخر میں اس کے فضائل میں جھوٹی احادیث بیان کرتے ہیں۔ فقہی مسائل میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتے۔ اپنے مذہب حنفیہ میں متعصب نہیں۔

آپ نے تفسیر معتزلہ کی حمایت میں لکھی ہے۔ کئی اہل علم نے آپ کا رد کیا۔

❁ علامہ بلقینی کہتے ہیں:

اِسْتَخْرَجْتُ مِنَ الْكَشَّافِ اعْتِزَالًا بِالْمَنَاقِيشِ .

''میں نے موازنہ کر کر کے تفسیر کشاف سے مذہب معتزلہ نکالا۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 190/2)

❁ علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے اَلْإِنْصَافُ فِيمَا تَضَمَّنَهُ الْكَشَّافُ مِنَ الْاِعْتِزَالِ نامی کتاب لکھی ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كُنْ حِذْرًا مِّنْ كَشَّافِهٖ .   ''اس کی تفسیر سے بچ کر رہیے گا۔''

(میزان الاعتدال : 78/4)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے علامہ زمخشری پر تفصیلی رد کیا ہے۔

(الفتاوی الکبریٰ : 85/5)

سوال: تفسیر بالرائے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): تفسیر بالرائے مندرجہ ذیل صورتوں میں مذموم ہے۔

① جو شخص قرآن کی تفسیر کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو، وہ تفسیر کرے۔

② جس آیت کی تفسیر نبی کریم ﷺ یا سلف امت سے ثابت ہو، تفسیر بالرائے کرنے والا اس تفسیر کے خلاف تفسیر کرے۔

③ جن آیات میں سلف سے تفسیر ثابت نہیں، ان میں عربی لغت کے خلاف تفسیر کرے۔

④ جو اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو، وہ اجتہاد کر کے قرآن کی تفسیر کرے۔

⑤ قرآن کی متشابہ آیات کا اپنی رائے سے کوئی معنی بیان کرے، جو سلف صالحین سے منقول نہیں ہے۔

⑥ آیت کی ایسی تفسیر کرے، جو مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو۔

⑦ جن آیات میں عقل اور غور وفکر کے استعمال کی گنجائش ہے، ان میں اپنی رائے کو یقینی اور قطعی قرار دے۔

(سوال): کیا نماز میں ایک سلام پر اکتفا کرنا جائز ہے؟

(جواب): نماز میں ایک سلام پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، اس پر اجماع ہے۔ اس بارے میں مرفوع روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّهُ يَكُونُ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ خَارِجًا مِّنَ الصَّلَاةِ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ایک سلام کے ساتھ نمازی نماز سے نکل جاتا ہے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع: 446/5)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ''اللہ تعالیٰ بلحاظ ذات عرش پر بھی ہے اور ایسے ہی ہمارے ساتھ بھی ہے۔''
اس عقیدہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت میں سے یہ کسی کا عقیدہ نہیں۔ یہ متکلمین اور گمراہ صوفیوں کا عقیدہ ہے، جس میں وہ متناقض ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، اس کا علم ہر جگہ ہے۔

سوال: صلاۃ رغائب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو صلاۃ رغائب ادا کی جاتی ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، علما نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ بِدْعَةٌ قَبِيحَةٌ مُنْكَرَةٌ أَشَدَّ إِنْكَارٍ، مُشْتَمِلَةٌ عَلٰى مُنْكَرَاتٍ، فَيَتَعَيَّنُ تَرْكُهَا وَالْإِعْرَاضُ عَنْهَا، وَإِنْكَارُهَا عَلٰى فَاعِلِهَا، وَعَلٰى وَلِيِّ الْأَمْرِ وَفَّقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْعُ النَّاسِ مِنْ فِعْلِهَا، فَإِنَّهٗ رَاعٍ، وَكُلُّ رَاعٍ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَقَدْ صَنَّفَ الْعُلَمَاءُ كُتُبًا فِي إِنْكَارِهَا وَذَمِّهَا، وَتَسْفِيهِ فَاعِلِهَا، وَلَا يُغْتَرُّ بِكَثْرَةِ الْفَاعِلِينَ

لَهَا فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْبُلْدَانِ، وَلَا بِكَوْنِهَا مَذْكُورَةً فِي قُوْتِ الْقُلُوبِ، وَإِحْيَاءِ عُلُومِ الدِّينِ وَنَحْوِهِمَا فَإِنَّهَا بِدْعَةٌ بَاطِلَةٌ، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ أَحْدَثَ فِي دِينِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ، وَفِي الصَّحِيحِ، أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ، وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهٖ، أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَقَدْ أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَ التَّنَازُعِ بِالرُّجُوعِ إِلٰى كِتَابِهٖ فَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾، وَلَمْ يَأْمُرْ بِاتِّبَاعِ الْجَاهِلِينَ، وَلَا بِالْاِغْتِرَارِ بِغَلَطَاتِ الْمُخْطِئِينَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''صلاۃ رغائب قبیح اور منکرترین بدعت ہے، کئی منکر کاموں پر مشتمل ہے، لہٰذا اسے ترک کرنا، اس سے اعراض کرنا اور صلاۃ رغائب پڑھنے والوں پر رد کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ حاکم وقت کو توفیق دے، اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ رعایا کو صلاۃ الرغائب جیسی بدعت سے منع کرے، کیونکہ حاکم ذمہ دار ہے اور ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری کی بابت باز پرس ہوگی۔ اہل علم نے کئی کتب تصنیف کی ہیں، جن میں صلاۃ الرغائب پر نکیر اور اس کی مذمت کی گئی ہے، نیز صلاۃ الرغائب پڑھنے والے کی بیوقوفی کو واضح کیا گیا ہے۔ کوئی شخص اس بات

سے دھوکہ نہ کھائے کہ مختلف علاقوں میں بہت سے لوگ یہ نماز پڑھتے ہیں، نیز اس سے بھی دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ اس کا ذکر ''قوت القلوب'' اور ''احیاء علوم الدین'' وغیرہ جیسی کتابوں میں موجود ہے، کیونکہ یہ باطل بدعت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے: ''جس نے ہمارے دین میں ایسا عمل جاری کیا، جو دین کا حصہ نہیں، تو وہ عمل مردود و باطل ہے۔'' نیز صحیح حدیث میں ہے: ''جس نے (دین میں) ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا حکم نہ تھا، تو وہ باطل و مردود ہے۔'' صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے اختلافات کے وقت اپنی کتاب کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، فرمایا: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ''اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے جاہلوں کے پیچھے چلنے کا حکم نہیں دیا اور نہ خطا کاروں کی غلطیوں کا شکار ہونے کو کہا ہے۔''

(فتاوى النّووي، ص 57)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لِذٰلِكَ .

''صلاۃ الرغائب بے اصل ہے۔''

(البداية والنّهاية : 270/4)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ .

''جس نے بدعتی کی تعظیم کی، اس نے انہدام اسلام پر معاونت کی۔''

(الشّريعة للآجرّي : ٢٠٤٠، تاريخ ابن عساكر : ٤٥٦/٢٦)

جواب: اس حدیث کی سند ''صحیح'' ہے۔

ابوالفضل عباس بن یوسف شکلی ''مقبول الروایۃ'' اور مشہور محدث ہیں۔

- خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ صَالِحًا مُتَنَسِّكًا .

''آپ رحمہ اللہ نیک صالح انسان تھے۔''

(تاريخ بغداد : 44/14)

- حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَحَلَ وَطَوَّفَ الشَّامَ .

''آپ رحمہ اللہ نے علمی اسفار کیے اور (حصول حدیث کے لیے) ملکِ شام میں گھومتے رہے۔''

(تاريخ دِمَشق : 456/26)

- حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ مَشَاهِيرِ الشُّيُوخِ، وَهُوَ مَقْبُولُ الرِّوَايَةِ .

''آپ مشہور محدثین میں سے تھے، آپ مقبول الروایۃ ہیں۔''

(تاريخ الإسلام : 479/23، وفي نسخة : 282/7)

سوال: روایت ہے کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کی ایک اونٹنی نے آپ ﷺ کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور مرگئی تھی۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بے سند اور بے اصل ہے۔

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الدَّلَجِيُّ : وَأَمَّا قِصَّةُ الْعَضْبَاءِ، فَلَمْ أَدْرِ مَنْ رَوَاهَا .

''علامہ محمد بن محمد بن مخلص دلجی رحمہ اللہ (۷۴۷ھ) کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ نبی کریم ﷺ کی ''عضباء'' نامی اونٹنی کا قصہ کس نے روایت کیا ہے؟''

(شرح الشّفاء :640/1)

سوال: ''نبی کریم ﷺ کا ایک گدھا تھا، اس کا نام ''یعفور'' تھا، آپ ﷺ کی وفات کے غم میں کنوئیں میں گر کر مر گیا تھا۔'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ روایت کتاب المجروحین لابن حبان (۳۰۹/۲) میں آتی ہے، یہ جھوٹی ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا أَصْلَ لَهٗ وَإِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِشَيْءٍ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، اس کی سند کچھ بھی نہیں۔''

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ فَلَعَنَ اللّٰهُ وَاضِعَهٗ فَإِنَّهٗ لَمْ يَقْصِدْ إِلَّا الْقَدْحَ فِي الْإِسْلَامِ، وَالْإِسْتِهْزَاءَ بِهٖ .

''یہ من گھڑت حدیث ہے، اس کے گھڑنے والے پر اللہ کی لعنت ہو، اس کا

مقصد اسلام کو بدنام کرنا اور اس کا استہزاء کرنا ہے۔''

(الموضوعات :294/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''باطل (جھوٹی)'' کہا ہے۔

(میزان الاعتدال : 34/4)

اس روایت کا راوی محمد بن مزید ابوجعفر وضاع ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٰذَا الشَّيْخِ .

''اس شخص سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(کتاب المجروحين : 309/2)

سوال: مخلوق کی پکار کرنا کیسا ہے؟

جواب: مخلوق زندہ ہو یا میت، جاندار ہو یا بے جان، اس کی پکار جائز نہیں، مافوق الاسباب مدد کے لیے غیر اللہ کی پکار بالاتفاق شرک ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ائمہ اہل سنت میں کوئی اس کا قائل نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (المؤمن : ٦٥)

''خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجنّ : ١٨)

''اللہ کے سوا کسی کو (مافوق الاسباب مدد کے لیے) مت پکارو۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾(الجنّ : ٢٠)

''کہہ دیجیے، میں اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾(الأحقاف : ٥)

''اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے، یہ اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کو جواب نہیں دے سکتے، وہ تو ان کی دعا و پکار سے غافل ہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾(القصص : ٨٨)

''اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : ١٤)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾(الرَّعد : ١٤)

''جولوگ غیراللہ سے دعائیں کرتے ہیں، وہ غیران پکارنے والوں کی کوئی دعا قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جس نے پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلائیں، تاکہ پانی اس کے منہ تک آسکے، حالاں کہ وہ پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، (غیراللہ سے) کافروں کی دعا سراسر بے سود ہے۔''

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ مُتَّفِقُونَ عَلٰى مَا عَلِمُوهُ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ أَنَّ الْعَبْدَ لَا يَجُوزُ لَهٗ أَنْ يَعْبُدَ وَلَا يَدْعُوَ وَلَا يَسْتَغِيثَ وَلَا يَتَوَكَّلَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ، وَأَنَّ مَنْ عَبَدَ مَلَكًا مُقَرَّبًا أَوْ نَبِيًّا مُرْسَلًا أَوْ دَعَاهُ أَوْ اسْتَغَاثَ بِهٖ فَهُوَ مُشْرِكٌ، فَلَا يَجُوزُ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُ : يَا جِبْرَائِيلُ أَوْ يَا مِيكَائِيلُ أَوْ يَا إِبْرَاهِيمُ أَوْ يَا مُوسٰى أَوْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اغْفِرْ لِي أَوِ ارْحَمْنِي أَوِ ارْزُقْنِي أَوِ انْصُرْنِي أَوْ أَغِثْنِي أَوْ أَجِرْنِي مِنْ عَدُوِّي أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، بَلْ هٰذَا كُلُّهٗ مِنْ خَصَائِصِ الْإِلٰهِيَّةِ، وَهٰذِهٖ مَسَائِلُ شَرِيفَةٌ مَعْرُوفَةٌ قَدْ بَيَّنَهَا الْعُلَمَاءُ وَذَكَرُوا الْفَرْقَ

بَيْنَ حُقُوقِ اللّٰهِ الَّتِي يَخْتَصُّ بِهَا دُونَ الرُّسُلِ، وَالْحُقُوقِ الَّتِي لَهُ وَلِرُسُلِهِ، كَمَا يُمَيِّزُ سُبْحَانَهُ بَيْنَ ذٰلِكَ فِي مِثْلِ قَوْلِهِ : ﴿وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾، فَالتَّعْزِيرُ وَالتَّوْقِيرُ لِلرَّسُولِ، وَالتَّسْبِيحُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا لِلّٰهِ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کرے، اس کی پکار کرے، اس سے (مافوق الاسباب) مدد مانگے یا اس پر توکل وبھروسا کرے۔ نیز مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جس نے کسی مقرب فرشتے یا نبی کی عبادت کی یا اسے پکارا، یا اس سے مدد مانگی، تو وہ مشرک ہے، کسی مسلمان کے نزدیک جائز نہیں کہ کوئی یہ کہے: اے جبریل، اے میکائیل، اے ابراہیم، اے موسیٰ، اے اللہ کے رسول! میرے گناہ معاف فرما، یا مجھ پر رحم فرما، یا مجھے رزق عطا فرما، یا میری مدد فرما، یا میری مدد کو پہنچ، یا مجھے دشمن سے بچا، وغیرہ۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہے۔ یہ عقائد بالکل واضح اور معروف ہیں، جنہیں اہل علم نے کھول کھول کر بیان کیا ہے، نیز اہل علم نے اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جو اس کے ساتھ خاص ہیں اور وہ حقوق، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے مابین مشترک ہیں، سب کو ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرمان میں (اپنے اور رسول کے حقوق میں) امتیاز کیا ہے: ﴿وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ ''تم اس (نبی کریم ﷺ) کی عزت وتوقیر

کرواور اس (اللہ تعالیٰ) کی صبح وشام تسبیح بیان کرو۔'' تعزیر (عزت) اور توقیر رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اور صبح وشام کی تسبیح اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔''

(مَجموع الفتاوی : 272/3)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ يَسْتَغِيثُ بِمَخْلُوقٍ إِمَّا حَيٌّ أَوْ مَيِّتٌ، سَوَاءً كَانَ ذٰلِكَ الْمَخْلُوقُ مُسْلِمًا أَوْ نَصْرَانِيًّا أَوْ مُشْرِكًا، فَيَتَصَوَّرُ الشَّيْطَانُ بِصُورَةِ ذٰلِكَ الْمُسْتَغَاثِ بِهٖ، وَيَقْضِي بَعْضَ حَاجَةِ ذٰلِكَ الْمُسْتَغِيثِ، فَيَظُنُّ أَنَّهٗ ذٰلِكَ الشَّخْصُ، أَوْ هُوَ مَلَكٌ تَصَوَّرَ عَلٰى صُورَتِهٖ، وَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ أَضَلَّهٗ لِمَا أَشْرَكَ بِاللّٰهِ كَمَا كَانَتِ الشَّيَاطِينُ تَدْخُلُ فِي الْأَصْنَامِ وَتُكَلِّمُ الْمُشْرِكِينَ .

''کچھ مشرکین ایسے ہیں، جو زندہ یا فوت شدہ مخلوق سے (فوق الاسباب) مدد طلب کرتے ہیں، چاہے وہ مخلوق مسلمان ہو یا عیسائی یا مشرک۔ تو شیطان اس شخص کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس سے مدد مانگی گئی ہوتی ہے اور مدد مانگنے والے کی کوئی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ مدد مانگنے والا سمجھتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے یا سمجھتا ہے کہ یہ اس شخص کی صورت میں فرشتہ ہے، جبکہ درحقیقت وہ شیطان ہوتا ہے، جو پکارنے والے کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے لیے گمراہ کرتا ہے۔ جیسا کہ شیاطین بتوں کے اندر داخل ہو جاتے تھے اور مشرکوں سے ہم کلام ہوتے تھے۔''

(الفرقان بين أولياء الرّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 429)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''مردوں سے حاجات طلب کرنا، ان سے مدد مانگنا اور ان کی طرف رجوع کرنا بھی شرک کی اقسام میں سے ہے۔ کائنات کے شرک کرنے کی وجہ یہی ہے۔ میت کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، وہ اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں، چہ جائیکہ اس کے نفع ونقصان کا مالک ہو، جو اس سے مدد مانگ رہا ہے، اس سے اپنی ضرورت پوری کرنا کا طالب ہے یا اس سے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کرنے کا سوال کر رہا ہو۔ یہ سفارش کرنے والے اور جس کے لیے سفارش کی جا رہی ہے، کے متعلق اس شخص کی جہالت ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کے لیے پکارنے اور سوال کرنے کو اپنی اجازت کا سبب نہیں بنایا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کا سبب کمال توحید ہے۔ جبکہ یہ مشرک ایسا سبب پیش کر رہا ہے، جو سفارش کی اجازت کے لیے مانع ہے، یہ تو ایسے ہی ہے، جیسے کوئی اپنی ضرورت کے لیے ایسی چیز سے مدد مانگے، جو اس کی ضرورت کے حصول کے لیے مانع ہو۔ ہر مشرک کی یہی حالت ہے۔ میت تو خود محتاج ہوتی ہے کہ کوئی اس کے لیے دعا کرے، کوئی اس کے لیے رحم کا سوال کرے اور کوئی اس کے لیے استغفار کرے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت کی ہے کہ جب ہم مسلمانوں کے قبرستان کی زیارت کریں، تو ان کے لیے رحم کی دعا کریں اور ان کے لیے عافیت اور مغفرت کا سوال کریں۔ مگر مشرکین اس کے برعکس کرتے ہیں۔ وہ قبروں کی زیارت اس لیے کرتے ہیں کہ ان کی عبادت

کریں، ان سے حاجات طلب کریں اوران سے مدد مانگیں۔ وہ ان کی قبروں کوعبادت گاہیں بنا دیتے ہیں، ان کی طرف قصد کرنے کو حج کا نام دیتے ہیں، ان کے پاس ٹھہرتے ہیں، اپنے سر مونڈتے ہیں۔ وہ معبود برحق کے ساتھ شرک کرتے ہیں، دین کو بدلتے ہیں، اہل توحید سے دشمنی رکھتے ہیں اور مؤحدین کوفوت شدگان کا گستاخ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ یہ خود شرک کے ساتھ خالق کی گستاخی کرتے ہیں اور اللہ کے اہل توحید دوستوں کی بھی تنقیص کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہیں کرتے۔ یہ لوگ ان مؤحدین کی مذمت کرتے ہیں، ان پر عیب جوئی کرتے ہیں اوران سے دشمنی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہستیوں کے بھی سخت گستاخ ہیں، جنہیں یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، کیونکہ یہ گمان کیے بیٹھے ہیں کہ وہ ان کے اس اقدام سے راضی ہیں، اس کا حکم انہیں ان ہستیوں نے ہی دیا ہے اور وہ اس وجہ سے ان سے محبت کرتی ہیں۔ یہ لوگ ہر زمان ومکان میں تشریف لانے والے رسولوں اورتوحید کے دشمن ہیں۔......اس شرک اکبر سے وہی نجات پا سکتا ہے، جوتوحید کوخالص اللہ تعالیٰ کے لیے کردے، اللہ کے لیے مشرکوں سے عداوت رکھے اوران سے بغض وعناد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اختیار کرے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا اپنا دوست، الہ اور معبود بنالے اور اپنی محبت، خوف، اُمید، عاجزی، توکل، استعانت، التجا اور استغاثہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردے، اپنے قصد وارادہ کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردے، اس کے حکم کا متبع بن جائے اور اس کی رضا کا متلاشی ہو جائے، جب سوال کرے، اللہ سے سوال کرے، جب

مدد مانگے ،تو اللہ سے مانگے اور جب عمل کرے،تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے گا، اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد حاصل ہو جائے گی۔''

(مَدارج السّالكين :346/1)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَازِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام لائے ،تو ہم قوت وطاقت میں بڑھ گئے۔''

جواب: یہ قول صحیح بخاری (۳۶۸۴) میں ثابت ہے۔

سوال: کیا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں شل ہو گیا تھا؟

جواب: غزوہ اُحد میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مشرکین کے حملہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے، تیروں کی بوچھاڑ سے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

❁ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ .

''میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا، وہ شل ہو چکا تھا، آپ رضی اللہ عنہ اس ہاتھ کے ساتھ غزوہ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : 4063)

سوال: کیا سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی گئی؟

(جواب): سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی گئی۔

(صحيح البخاري : 3812، صحيح مسلم : 2483)

(سوال): کیا غزوہ اُحد میں کسی صحابی نے فرشتوں کو دیکھا تھا؟

(جواب): غزوہ اُحد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرشتوں کو دیکھا تھا۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهِ يَوْمَ أُحُدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابُ بَيَاضٍ، مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، يَعْنِي جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

''میں نے غزوہ اُحد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں دو بندوں کو دیکھا، جنھوں نے سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا، انہیں میں نے نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں، یعنی سیدنا جبرائیل اور سیدنا میکائیل علیہما السلام۔''

(صحيح البخاري : 4054، صحيح مسلم : 2306، واللّفظ لهٗ)

(سوال): اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا کیا معنی ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا معنی ہے کہ اسے ہر اس چیز سے منزہ اور پاک قرار دیا جائے، جو اس کے شایانِ شان نہیں یا اس کے لیے جائز نہیں، مثلاً مثل، شبہ اور نقص۔

(سوال): امام بخاری رحمہ اللہ کا نام کیا ہے؟

(جواب): امام رحمہ اللہ کا نام ''محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بَرْدِزْبَہ'' ہے۔

(سوال): امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب کا کیا نام ہے؟

(جواب): صحیح بخاری، ان کتب احادیث میں سے ہے، جو ''الجامع'' کہلواتی ہیں۔ علما

نے تتبع کے بعد صحیح بخاری کا یہ نام تجویز کیا ہے؛

اَلْجَامِعُ الصَّحِيحُ الْمُسْنَدُ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَنِهٖ وَأَيَّامِهٖ .(هُدَى السَّاري لابن حجر، ص ٦)

جامع وہ کتاب ہوتی ہے، جو تمام انواع حدیث پر مشتمل ہو، جن کی انسانی زندگی میں احتیاج ہو۔ وہ آٹھ انواع ہیں، جن کا مجموعہ ''عارف شامت'' ہے۔ وہ یہ ہیں: ① عقائد ② احکام ③ رقائق ④ فتن ⑤ شمائل ⑥ آداب ⑦ مناقب ⑧ تفسیر، اس کے ساتھ تاریخ، مغازی اور سیر ملحق ہیں۔

یہ مصادر کتب اور ابواب فقہیہ کی ترتیب سے ہوں گے۔ صحیح بخاری کی ہر کتاب مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے، جیسے کتاب الایمان وغیرہ۔

سوال: کیا کسی صحابی سے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پینا ثابت ہے؟

جواب:

❀ سیدہ اُمیمہ بنت رُقَیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهٗ قَدَحٌ مِنْ عِيدَانٍ يَبُولُ فِيهِ ثُمَّ يُوضَعُ تَحْتَ سَرِيرِهٖ فَجَاءَ تِ امْرَأَةٌ يُقَالُ لَهَا : بَرَكَةُ جَاءَ تْ مَعَ أُمِّ حَبِيبَةَ مِنَ الْحَبَشَةِ فَشَرِبَتْهُ فَطَلَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا : شَرِبَتْهُ بَرَكَةُ فَسَأَلَهَا فَقَالَتْ شَرِبْتُهٗ فَقَالَ : لَقَدِ احْتَضَرْتِي مِنَ النَّارِ بِحِضَارٍ أَوْ قَالَ : جُنَّةٍ أَوْ هٰذَا مَعْنَاهُ .

''نبی اکرم ﷺ کے پاس لکڑی کا ایک پیالا تھا، جس میں آپ پیشاب کرتے

تھے، پھر اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔ ایک برکتہ نامی عورت آئی، وہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی۔ اس نے وہ پیالا نوش کر لیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: میں نے اسے پی لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے آگ سے بچاؤ حاصل کر لیا ہے، یا فرمایا: ڈھال بنالی ہے، یا اس طرح کی کوئی بات فرمائی۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 3342، وسندهٗ حسنٌ ، الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البرّ : 251/4، وسندهٗ حسنٌ ، المُعجم الكبير للطَّبَراني : 189/24، السّنن الكبرى للبيهقي : 67/7، وسندهٗ صحيحٌ)

غالباً یہ کام اس لونڈی سے غلطی سے سرزد ہو گیا تھا اور غلطی سے ایک ناپسندیدہ کام کرنے پر جو کراہت اور تکلیف بعد میں اسے ہوئی اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جہنم سے آزادی مل گئی، کیونکہ مؤمن کی کوئی مشقت و تکلیف نیکی سے خالی نہیں ہوتی۔

یہ روایت صحیح سند سے مروی ہے، ہم سند کے مکلّف ہیں، جب سند صحیح ہے، تو متن حدیث پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔

سوال: سلسلہ نقشبندیہ کس کی طرف منسوب ہے؟

جواب: سلسلہ نقشبندیہ محمد بن محمد بخاری الملقب بہ شاہ نقشبند (۶۹۱ھ) کی طرف منسوب ہے، یہ گمراہ صوفیا میں سے تھا۔

سوال: ''مولانا رومی'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: محمد بن محمد بن حسین بن احمد، رومی (۶۷۲ھ) کا شمار گمراہ صوفیا میں ہوتا ہے۔ ''مولانا رومی'' کی کتاب ''اسرار نامہ'' تصوف پر مشتمل ہے۔ فارسی میں منظوم کلام ''مثنوی'' بھی مشہور ہے۔ یاد رہے کہ ایسے صوفیا اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، ان

کے عقائد ونظریات ملحدانہ ہیں۔

(سوال): ''فریدالدین عطار'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): یہ محمد بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن شعبان، ہمدانی، المعروف بہ العطار (۶۲۷ ھ) ہے۔ اس کا شمار بھی گمراہ صوفیوں میں ہوتا ہے۔ فارسی زبان میں تصوف پر اس کا کلام ہے۔ ''جمجمہ نامہ''، ''ہفت آباد''، ''ہیلاج نامہ''، ''لسان الغیب''، ''گل خسرو'' اور ''شہباز نامہ'' اس کی مشہور تالیفات ہیں۔ یہ ملحدانہ فکر کا حامل تھا۔

(سوال): ہمارے حنفی بھائی جس طرح سجدہ سہو کرتے ہیں، کیا وہ طریقہ ثابت ہے؟

(جواب): ہمارے حنفی بھائی سجدہ سہو میں جو طریقہ اختیار کرتے ہیں، وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ بعض اس روایت کو دلیل بناتے ہیں، مگر اس سے استدلال درست نہیں، تفصیل ملاحظہ ہو۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے، (سلام پھیرنے کے بعد) دو سجدے کیے، پھر تشہد بیٹھے، پھر سلام پھیرا۔''

(سنن أبي داوٗد : ۱۰۳۹، سنن التّرمذي : ۳۹۵، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن غریب صحیح''، امام ابن الجارود (۲۴۷) امام ابن خزیمہ (۱۰۶۲) نے ''صحیح'' اور امام ابنِ حبان (۲۶۷۰، ۲۶۷۲) ، امام حاکم (۱/ ۳۲۳) نے بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

تشہد کا ذکر محمد بن سیرین کے شاگردوں میں سے صرف اشعث بن عبدالملک حرانی نے کیا ہے، اگر چہ وہ ''ثقہ'' ہیں، مگر یہ زیادت محفوظ نہیں، کیونکہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں

کہ ''میں نے تشہد کے بارے میں (کچھ) نہیں سنا، تشہد بیٹھنا ہی مجھے محبوب ہے۔'' (سنن ابی داؤد: ۱۰۱۰) تو یہ اس روایت کے لیے موجبِ ضعف ہے، نیز امام ابن منذر (الاوسط: ۳/ ۳۱۷)، حافظ بیہقی (۲/ ۳۵۵)، حافظ ابن عبدالبر (التمہید: ۱۰/ ۲۰۹) وغیرہم رحمہم اللہ نے تشہد کے الفاظ کو خطا اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔

سوال: کیا کسی بڑے عالم کا ہاتھ چومنا جائز ہے؟

جواب: اہل علم و فضل، والدین، نیک بزرگوں اور اساتذۂ کرام کی عزت و تکریم کرتے ہوئے ان کا ہاتھ چومنا مشروع اور جائز ہے، بشرطیکہ ان میں عجب و تکبر پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں اجتناب ضروری ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص اولیاء اللہ اور صالحین کے ہاتھ حصولِ تبرک کے لیے چومتا ہے، تو یہ اقدام غیر شرعی، ناجائز ہونے کے ساتھ ساتھ قبیح بدعت اور منکر فعل ہے۔ اس کے بدعت ہونے کی دو وجہیں ہیں؛ پہلی یہ کہ تبرک آثارِ نبویہ کے ساتھ خاص ہے، اس تعظیم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری یہ کہ خیر القرون میں کسی ثقہ مسلمان سے کسی کے ہاتھ تبرکاً چومنا ثابت نہیں۔ سلف صالحین کی پیروی میں دین اپنانا چاہیے، کیونکہ وہ شریعت کے تقاضوں سے بہ خوبی واقف تھے اور انہیں پورا کرنے والے تھے۔

سوال: کیا باپ اپنی بیٹی کو بوسہ دے سکتا ہے؟

جواب: باپ اپنی بیٹی کو بوسہ دے سکتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''قیام و قعود اور عادات و خصائل اور سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مشابہت میں نے کسی کی نہیں دیکھی، وہ جب رسول

اللہ ﷺ کے پاس تشریف لاتیں، آپ ان کے استقبال کو کھڑے ہو جاتے، انہیں بوسہ دیتے اور اپنے جگہ پر بٹھا لیتے۔ رسول اللہ ﷺ جب ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کے استقبال کو کھڑی ہو جاتیں، آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ بٹھا دیتیں۔ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، تو جھک کر آپ ﷺ کو بوسہ دیا، سر اٹھایا، تو آپ رو رہی تھیں، پھر آپ ﷺ پر جھک گئیں، اب کی بار سر اٹھایا، تو ہنس رہی تھیں۔ میں نے (دل میں) کہا: میں سمجھتی تھی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے عقل مند خاتون ہیں، لیکن یہ بھی عام عورتوں کی طرح ہی نکلیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ بھلا جب آپ نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں، پھر سر اٹھایا، تو رونے لگ گئیں تھیں، پھر جھکی تھیں اور سر اٹھانے کے بعد ہنسنے لگ گئیں تھیں، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو کہنے لگیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے خبر دی تھی کہ وہ اس بیماری میں وفات پا جائیں گے، اس لئے میں رونے لگ گئی۔ پھر مجھے بتایا کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں آپ ﷺ کے ساتھ ملوں گی، تو میں ہنس دی تھی۔''

(سنن أبي داود : 5217، سنن التّرمذي : 3872، المعجم الكبير للطّبراني : 421/22، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے۔

سوال: کیا ایک ہاتھ سے مصافحہ ثابت ہے؟

جواب: ایک ہاتھ سے مصافحہ ثابت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا:

تَرَوْنَ يَدِي هٰذِهٖ صَافَحْتُ بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''آپ میرا یہ ہاتھ دیکھ رہے ہیں، اس ہاتھ کے ساتھ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کیا تھا۔''

(التّمهيد لابن عبد البرّ : 247/12، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

بِيَدٍ وَّاحِدَةٍ تُجْزِیءُ .

''ایک ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے۔''

(العَرف الشّذي : 151/4)

❁ مفتی محمود حسن گنگوہی دیوبندی صاحب نقل کرتے ہیں:

''ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ ایک ہاتھ سے بھی صحیح اور دونوں ہاتھوں سے بھی۔''

(ملفوظات فقیہ الامت، قسط سابع، ص23)

سوال: مصافحہ اور معانقہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مردوں کا مردوں سے اور عورتوں کا عورتوں سے معانقہ اور مصافحہ جائز ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نماز میں سورت فاتحہ سے پہلے اور قرأت کے بعد ''سکتہ'' کرنا ثابت ہے؟

جواب: نماز میں سورت فاتحہ سے پہلے یا سورت فاتحہ کے بعد یا قرأت کے بعد ''سکتہ'' کرنا ثابت نہیں۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حَفِظْتُ سَكْتَتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ، سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ عِنْدَ الرُّكُوعِ .

''میں نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) نماز میں دو ''سکتے'' یاد کیے۔ایک سکتہ، جب امام تکبیر تحریمہ کہتا ہے،تو قرأت تک اور دوسرا سکتہ فاتحہ اور سورت کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے۔''

(سنن أبي داود : 777، 778، سنن التّرمذي :251، سنن ابن ماجه : 844)

سند ضعیف ہے۔اس میں حسن بصری رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔سماع کی تصریح نہیں کی۔ یاد رہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا انہوں نے سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے یا نہیں۔اس حوالہ سے مختلف آراء پائی جاتی ہیں، اکثر محدثین کے نزدیک حسن بصری کا سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَكْثَرَ الْحُفَّاظِ لَا يُثْبِتُونَ سَمَاعَ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ مِنْ سَمُرَةَ فِي غَيْرِ حَدِيثِ الْعَقِيقَةِ .

''اکثر محدثین حسن بصری کا سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں سمجھتے، سوائے عقیقہ والی حدیث کے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 288/5، 35/8)

❀ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (٦٦١ھ) فرماتے ہیں:

كَثِيرٌ مِّنْ أَئِمَّةِ النَّقْلِ يَقُولُونَ : إِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ سَمُرَةَ .

''بہت سے محدثین کہتے ہیں: حسن بصری نے سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(المُیَسَّر في شرح مَصابیح السّنة : 715/2)

اس بنا پر ''سکتہ'' والی روایت منقطع ہوئی، منقطع روایت حجت نہیں ہوتی۔

جن کے نزدیک حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے، تو حسن بصری ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا روایت ''معنعن'' ہے اور مدلس کی ''معنعن'' روایت قابل حجت نہیں ہوتی۔

بعض محدثین کے مطابق حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی کتاب تھی، جس سے وہ روایت کرتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ مذکورہ روایت بھی کتاب سے ہے، نیز علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (احکام القرآن : ۵۳/۳) وغیرہ نے اس روایت کو ''غیر ثابت'' کہا ہے۔ جن اہل علم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے، وہ سماع کے ثبوت کے قائل ہیں، اس صورت میں بھی لازم ہے کہ سماع کی تصریح بیان کی جائے، کیونکہ مدلس راوی کا اپنے شیخ سے سماع تو ہوتا ہے، مگر وہ روایت ''عن'' سے

بیان کرنے کی وجہ سے نا قابل احتجاج ہوتی ہے۔ یہاں بھی حسن بصری مدلس ہیں، ''عن''
سے روایت کر رہے ہیں، لہٰذا ضعیف ہے۔

سوال: کیا انبیائے کرام کے خواب ''وحی'' ہوتے ہیں؟

جواب: اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب ''وحی'' ہوتے ہیں۔

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اِتِّفَاقُهُمْ عَلٰى أَنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ وَحَقٌّ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب وحی اور حق ہیں۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 66/19)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَآ أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾(الصّافّات : ۱۰۲)

''انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا: بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں، آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انہوں (اسماعیل علیہ السلام) نے کہا: ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، اسے بجا لائیے۔''

❁ فرشتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ، وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ .

''بلاشبہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) آنکھ سو رہی ہے اور دل جاگ رہا ہے۔''

(صحيح البخاري :7281)

دل کا فہم اور معرفت بیدار تھی، تا کہ دل وحی کو محفوظ کر سکے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي .

''میری آنکھ سوتی ہے، دل نہیں سوتا۔''

(صحيح البخاري : 3569، صحيح مسلم : 738)

❁ عبید بن عمیر رحمہ اللہ (۶۸ھ) فرماتے ہیں:

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ .

''انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔''

(صحيح البخاري، تحت الحديث : 138)

ثابت ہوا کہ ہر وحی قرآن نہیں، قرآن کے علاوہ بھی وحی ہے اور وہ حدیث ہے۔ قرآن خواب میں نہیں اُترا، صرف حدیث اُتری ہے۔

(سوال): حجاج بن یوسف کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): حجاج بن یوسف جبار وسفاک بادشاہ تھا۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

نَسُبُّهُ وَلَا نُحِبُّهُ، بَلْ نُبْغِضُهُ فِي اللّٰهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَوْثَقِ عُرَى الْإِيْمَانِ .

''ہم اسے برا بھلا کہتے ہیں، اس سے محبت نہیں رکھتے، بلکہ اللہ کے لیے اس سے بغض رکھتے ہیں، کیونکہ اللہ کے لیے بغض رکھنا ایمان کا مضبوط ترین کڑا ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 4/343)

(سوال): کہتے ہیں کہ ''سانپ نے جنت میں جا کر سیدنا آدم علیہ السلام کو درخت کھانا کا کہا۔'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ قول یہود کی طرف سے آیا ہے، قرآن اس کی نفی کرتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾(الأعراف : ٢٠)

''شیطان نے دونوں کو پھسلایا۔''

(سوال): کیا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت کو مانتے تھے؟

(جواب): شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت کو مانتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کو چوتھا برحق خلیفہ راشد بھی تسلیم کرتے تھے۔

❁ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَضْلُ عَلِيٍّ وَوِلَايَتُهُ لِلّٰهِ وَعُلُوُّ مَنْزِلَتِهِ عِنْدَ اللّٰهِ مَعْلُومٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، مِنْ طُرُقٍ ثَابِتَةٍ أَفَادَتْنَا الْعِلْمَ الْيَقِينِيَّ، لَا يُحْتَاجُ مَعَهَا إِلٰى كَذِبٍ وَلَا إِلٰى مَا لَا يُعْلَمُ صِدْقُهٗ.

''صحیح (متواتر) روایات جو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں، میں ثابت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بافضیلت شخصیت ہیں، آپ اللہ کے ولی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عالی مقام رکھتے ہیں۔ان فضائل کے ہوتے ہوئے جھوٹی روایات کی ضرورت نہیں۔''

(مِنهاج السّنّة : 165/8)

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ عمرو بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ أَبَا طَالِبٍ قَالَ : كُنْتُ بِذِي الْمَجَازِ وَمَعِي ابْنُ أَخِي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدْرَكَنِي الْعَطَشُ، فَشَكَوْتُ

إِلَيْهِ فَقُلْتُ : يَا ابْنَ أَخِي قَدْ عَطِشْتُ، وَمَا قُلْتُ لَهُ ذَاكَ وَأَنَا أَرٰى أَنَّ عِنْدَهُ شَيْئًا إِلَّا الْجَزَعُ، قَالَ : فَثَنٰى وَرِكَهُ، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ : يَا عَمِّ أَعَطِشْتَ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ فَأَهْوٰى بِعَقِبِهٖ إِلَى الْأَرْضِ فَإِذَا بِالْمَاءِ، فَقَالَ : اشْرَبْ يَا عَمِّ قَالَ : فَشَرِبْتُ .

''ابوطالب کہتے ہیں: میں ''ذوالمجاز'' میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے یعنی نبی کریم ﷺ تھے۔ مجھے پیاس لگی، تو میں نے محمد (ﷺ) سے شکایت کی، عرض کیا: بھتیجے! میں پیاسا ہوں، یہ میں نے صرف جزع فزع کرتے ہوئے کہا، مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس بھی (پینے کے لیے) کچھ نہیں ہے۔ تو انہوں (نبی کریم ﷺ) نے سواری سے اُترنے کے لیے اپنے کولہے کو موڑا، پھر نیچے اترے اور پوچھا: چچا جان! آپ کو پیاس لگی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، تو انہوں نے اپنی ایڑھی زمین پر ماری، تو اچانک پانی نکل آیا، پھر فرمایا: چچا جان! پانی پیجیے، تو میں نے پی لیا۔''

(طَبقات ابن سعد : 152/1)

جواب: یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ عمرو بن سعید صغیر تابعی ہیں، نبی کریم ﷺ کے چچا ابوطالب کے بارے میں کیسے بیان کر سکتے ہیں؟

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے کسی موقع پر آٹے میں اپنا لعاب مبارک ڈالا تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر آٹے میں لعاب دہن ڈالا تھا۔

(صحيح البخاري : 4102، صحيح مسلم : 2039)

سوال: کیا بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): محض بوسہ و کنار سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(سوال): حج و عمرہ میں بالوں کو قصر کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حج و عمرہ میں حلق افضل ہے، البتہ قصر (بال کٹوانا) بھی جائز ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے۔ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں کے لیے بھی دُعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے۔ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں کے لیے بھی دُعا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے۔ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں کے لیے بھی دُعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بال کتروانے والوں پر بھی اللہ رحم فرمائے۔''

(صحيح البخاري : 1727، صحيح مسلم :1301، المنتقى لابن الجارود : 485)

(سوال): کیا دو عمرہ کرنے والے ایک دوسرے کا سر مونڈ سکتے ہیں؟

(جواب): جی ہاں۔

(سوال): تقلید کسے کہتے ہیں؟

(جواب): تقلید دو طرح کی ہے، تقلید ممدوح اور تقلید مذموم۔ تقلید لغوی ممدوح ہے، علما جو عامی کے لئے تقلید جائز قرار دیتے ہیں، وہ یہی ہے۔ اور اصطلاحی تقلید مذموم ہے۔ یہ کسی کے لئے جائز نہیں، عقائد ہوں یا فروع ہر دو میں تقلید ممنوع اور ناجائز ہے۔ ائمہ اسلام نے اس کی مذمت کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقائد میں تقلید نہیں، فروع میں تقلید ہے، یہ محض دعویٰ ہے، حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

تقلید کی تعریف:

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِعْرَاضِ عَنْ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ وَاتِّخَاذِ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ مِعْيَارًا عَلٰی ذٰلِكَ وَتَرْكِ النُّصُوصِ لِقَوْلِهٖ وَعَرْضِهَا عَلَيْهِ وَقَبُولِ كُلِّ مَا أَفْتٰى بِهٖ وَرَدِّ كُلِّ مَا خَالَفَهٗ .

''قرآن وسنت اور آثار صحابہ سے اعراض اور کسی خاص شخصیت کو اس پر معیار بنا لینا، پھر اس کی وجہ سے نصوص کو چھوڑ دینا، نصوص کو اس کے قول پر پیش کرنا اور صرف وہ نصوص قبول کرنا، جن پر اس شخصیت خاص نے فتوی دیا ہو اور اس کے مخالف تمام روایات کو رد کر دینا، (تقلید کہلاتا ہے)۔''

(إعلام المؤقعين : 177/2)

سوال: کیا تقلید سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے؟

جواب: تقلید جہالت ہے، اس سے علم یقینی حاصل نہیں ہوسکتا۔

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) لکھتے ہیں:

بَيَّنَ أَنَّهُمْ مُتَحَكِّمُونَ، وَلَا دَلِيلَ لَهُمْ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ أَمَرَهُمْ بِمَا ادَّعَوْا، وَقَدْ مَضٰى ذَمُّ التَّقْلِيدِ وَذَمُّ كَثِيرٍ مِّنْ جِهَالَاتِهِمْ، وَهٰذَا مِنْهَا .

''اس میں بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ زبردستی حکم لگاتے ہیں، ان کے پاس اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ فحاشی کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ تقلید کی مذمت اور ان کی بہت ساری جہالتوں کی مذمت گزر چکی ہے، یہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔''

(تفسير القرطبي : 187/7)

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مَا لَمْ يُتَبَيَّنْ وَلَمْ يُتَيَقَّنْ فَلَيْسَ بِعِلْمٍ، وَإِنَّمَا هُوَ ظَنٌّ، وَالظَّنُّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا.

''اس پر علما کا اجماع ہے کہ جو واضح اور یقینی نہ ہو، وہ علم نہیں ہوتا، وہ ظن ہوتا ہے اور ظن جو ہوتا ہے، حق سے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔''

(إعلام المؤقعين : 2/138)

سوال: تقلید کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیا کو مبعوث فرمایا، انہیں وحی کا پابند بنایا۔ اس نے وحی کی پیروی کی بجائے، خواہشات نفس کی پیروی شروع کردی۔ کم ہمتی کا مظاہرہ کیا۔ اپنی عقل کی کمی پر دلیل قائم کردی۔ یوں چشمہ نبوت سے سیراب نہ ہوسکا۔ انبیا کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا اور تقلید کا پٹہ گلے میں ڈال لیا۔ تقلید کی کوکھ سے کئی برائیوں نے جنم لیا، حتی کہ کفر بھی تقلید کی پیداوار ہے۔ تعصب بھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ اس سے بغاوت اور معصیت نے بھی جنم لیا ہے، تقلید کی وجہ سے شریعت کے احکام ومسائل کو الجھا دیا گیا ہے، مثلاً فقہ حنفی کی کتابوں کی بہ نسبت قرآن وحدیث کو سمجھنا بہت آسان ہے۔

بیسیوں آیات بینات اور احادیث مبارکہ سے تقلید کا بطلان کیا گیا ہے، کئی اہل علم نے تقلید کا رد کیا ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ نے شریعت کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اگر ایک امام ایک بات نہیں کہے گا تو وہی دوسرا امام کہہ دے گا۔ تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ امت نے اجماعی طور پر حق کو

چھوڑ دیا اور وہ ہمیشہ باطل رہ جائے۔تو لوگوں کے اعمال کی مصلحت اس میں نہیں ہے کہ وہ ایک ہی امام کے پیرو ہوکر رہیں اور اس کے قول سے انحراف تک نہ کریں، اس سے تقلید کا فساد بھی واضح ہو جاتا ہے اور اسی لئے بادشاہوں اور اہل حل وعقد نے جب دیکھا کہ لوگ تقلید محض پر کاربند ہوتے جارہے ہیں، اپنے امام کے سوا کسی کی سنتے تک نہیں، تفرقے کا شکار ہو گئے ہیں۔تو بادشاہ حضرات ہر فرقے سے الگ الگ قاضی مقرر کرنے لگے۔تاکہ ایک امام کے قول پر رکے رہنے سے کوئی حق ضائع نہ ہو جائے۔تو ان باشاہوں کے مناسب یہ تھا کہ جب لوگوں کو فرقوں میں بٹتا دیکھتے تو ان کو منع کرتے، لیکن انہوں نے وہ کام کیا، جو الٹا فرقوں کے تعصب پر اصرار کا باعث بن گیا۔ یہ اسلام کے ابتدائی ایام میں نہیں ہوا، بلکہ تقریبا سو برس بعد ہوا، نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی طاقت اللہ ہی کے لئے۔''

(التّنبیه علی مُشکلات الهِدایة : 924/5)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''آدمی امام ابوحنیفہ، مالک، احمد بن حنبل یا شافعی کا مقلد ہو، پھر وہ بعض مسائل میں اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے کے مذہب کو زیادہ قوی پائے اور اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ دے، تو یہ بہت بہتر ہوگا، اس کے دین وعدالت میں کوئی قدح نہیں کی جائے گی۔اس میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہ حق کے زیادہ قریب ہے اور اللہ و رسول کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے، بہ نسبت اس شخص کے جو رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کسی معین امام کے لئے تعصب دکھاتا ہے اور

سمجھتا ہے کہ اس کے امام کا قول ہی حق ہے، باقی ائمہ کا حق نہیں، ایسا شخص گمراہ ہے، گمراہ گر ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو نوبت اس کے کفر تک پہنچ جاتی ہے، تب اس سے توبہ کروائی جائے، اگر کر لے تو ٹھیک وگرنہ قتل کر دیا جائے، کیونکہ جب وہ کسی شخص معین کے متعلق یہ عقیدہ بنا لیتا ہے کہ صرف اسی کا اتباع واجب ہے، دیگر ائمہ کی نہیں، تو وہ گویا اپنے امام کو رسول جیسا بنا دیتا ہے اور یہ کفر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عامی پر کسی امام کی تقلید واجب ہے، بغیر یہ معین کئے کہ وہ زید ہے یا عمر ہے۔ تو جو شخص ائمہ سے محبت کرنے والا ہوتا ہے، ان کا دوست ہوتا ہے، وہ سب ائمہ کی بات سنتا ہے۔ تو جس کی بات موافق سنت ہو، قبول کر لیتا ہے۔ تو صحابہ اور ان کے بعد کے ائمہ متفقہ عقائد پر ہیں، اگرچہ ان کے درمیان بعض فروعات میں اختلاف ہوا ہے۔ لیکن ان کا اجماع قطعی حجت ہے۔ اللہ سب پر رحمت کرے۔ تو جو شخص کسی ایک امام کے لئے تعصب دکھاتا ہے، باقیوں کو چھوڑ دیتا ہے، اس کی مثال ان جیسی ہے، جو ایک صحابی کے لئے تعصب دکھاتے ہیں، باقیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے نواصب، روافض اور خوارج کرتے ہیں۔''

(التّنبیه علی مُشکلات الهِدایة : 2/542-542، الإتباع، ص 80)

❀ مزید لکھتے ہیں:

''اختلافی مسائل کو اللہ و رسول کی طرف لوٹانا واجب ہے، اللہ فرماتے ہیں: ''اگر تم کسی بھی مسئلہ میں اختلاف کا شکار ہو جاؤ، تو اسے اللہ و رسول کی طرف لوٹاؤ۔'' اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب اس کی کتاب کی طرف لوٹانا ہے۔

رسول کی طرف لوٹانے سے مراد آپ کی زندگی میں آپ کی ذات کے پاس جانا تھا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کو دیکھا جائے گا۔مقلدین ایسا مگر نہیں کرتے، بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کسی امام نے کوئی بات کہہ دی ہے، بس اسی پر جمے رہتے ہیں، نہیں دیکھتے کہ اس کے مخالف بھی کوئی قول موجود ہے یا نہیں، بلکہ امام کی نص تو گویا ان کے نزدیک شریعت کی نص ہے، حالانکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کے مذہب کی کتابوں میں اصحاب فتاویٰ کے اقوال ہوتے ہیں اور امام سے اس سلسلہ میں کچھ منقول ہی نہیں ہوتا۔''

(الإتّباع، ص31)

سوال: بعض لوگ مندرجہ ذیل آیت سے تقلید کا جواز ثابت کرتے ہیں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

(الفاتحة: 6-7)

''(اللہ!) سیدھے رستے کی طرف ہماری رہنمائی کر، ان لوگوں کا رستہ، جن پر تیرا انعام ہے۔''

اس استدلال کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اس آیت کریمہ میں منعم علیہم کے راستے کو صراط مستقیم کہا گیا ہے، ان کی پیروی کی توفیق مانگی گئی ہے، یہ قرآن وسنت کا متفقہ فہم ہے، جسے اہل حق نے اختیار کر رکھا ہے۔تقلید تو کافر قوموں کا شعار رہا ہے، اس میں کجی ہے، اس لیے تقلید راہِ حق نہیں۔علمائے حق نے تقلید سے منع کیا ہے۔

❀ علامہ رازی رحمہ اللہ (606ھ) ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ سب (نصوص) تحقیق، استدلال اور تفکر کے وجوب اور تقلید کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں، لہٰذا جو شخص استدلال اور تحقیق کی دعوت دیتا ہے، وہ قرآن اور انبیا کے دین کے موافق ہے اور جو تقلید کی دعوت دیتا ہے، وہ قرآن کے خلاف ہے اور دین کفار کے موافق ہے۔''

(تفسير الرازي: 327/2)

❀ مزید لکھتے ہیں:

''اگر قرآن میں صرف یہی آیات ہوتیں، تو یہ تقلید کے ابطال کے لیے کافی تھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ یہ کفار اپنے عقائد کے ثبوت پر کسی عقلی یا نقلی دلیل سے تمسک نہیں کرتے، نیز یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ان کے نظریات کی بنیاد محض اپنے آبا اور اسلاف کی تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام باتیں بہ طور مذمت اور عیب کے ذکر کیں ہیں، اس سے تقلید کا بطلان ہوتا ہے۔''

(تفسير الرّازي: 627/27۔ 628)

سوال: تقیہ کیا ہے؟

جواب: تقیہ شیعہ مذہب کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ شیعہ تقیہ کو ضروریات دین کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقیہ نہ کرنے والا تارک نماز کی مانند ہے۔ تقیہ کے ذریعہ یہ لوگ اپنے باطن میں کفر محض رکھتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ نفاق کی بری صورت ہے۔

❀ جعفر صادق رحمہ اللہ (۱۴۸ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے:

إِنَّ تِسْعَةَ أَعْشَارِ الدِّينِ فِي التَّقِيَّةِ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَّا تَقِيَّةَ لَهٗ .

''دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا، اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔'' (أصول الكافي للكُلَيْني : 2/217)

شیعہ اُصول حدیث کے مطابق یہ قول صحیح ہے۔

❀ شیعہ عالم، ابن بابویہ قمی (۳۸۱ھ) نے لکھا ہے:

اَلتَّقِيَّةُ وَاجِبَةٌ لَا يَجُوزُ رَفْعُهَا إِلٰى أَنْ يَّخْرُجَ الْقَائِمُ، فَمَنْ تَرَكَهَا قَبْلَ خُرُوجِهٖ فَقَدَ خَرَجَ عَنْ دِينِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعَنْ دِينِ الْإِمَامِيَّةِ وَخَالَفَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالْأَئِمَّةَ .

''تقیہ واجب ہے، جب تک قائم (شیعہ کا آخری امام) کا خروج نہیں ہوتا، تقیہ کو ترک کرنا جائز نہیں۔ جس نے امام کے خروج سے پہلے تقیہ کو ترک کیا، وہ اللہ کے دین اور مذہب امامیہ سے خارج ہو گیا اور اس نے اللہ، اس کے رسول اور ائمہ (معصومین) کی مخالفت کی۔''

(الاعتقادات، ص 114

شیعہ مذہب کی حقیقت تقیہ ہے۔ یہ اس حقیقت کو اختیار کرتے ہوئے اپنے کفریہ عقائد واعمال کو چھپاتے ہیں اور خود کو امت مسلمہ ظاہر کرتے ہیں۔ شیعہ قرآن کریم کے بارے میں بالاتفاق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن میں نقص واقع ہو گیا ہے۔ جب شیعہ سے پوچھا جائے، تو تقیہ کرتے ہوئے فوراً قرآن کو غیر محرف بتاتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت کی کتب میں موجود احادیث کا انکار کرتے ہیں، لیکن جب ان سے پوچھا جائے، تو تقیہ کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ، خصوصاً اصحاب ثلاثہ، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کو مرتد کافر اور غاصب سمجھتے ہیں، لیکن تقیہ کی وجہ سے برملا اس کا اظہار

نہیں کرتے۔شیعہ اپنے ائمہ معصومین کو نبی کریم ﷺ کے علاوہ باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر فائق سمجھتے ہیں، لیکن تقیہ کرتے ہوئے سرعام اس کا اظہار نہیں کرتے۔

چونکہ کفریہ اعتقادات میں شیعہ تقیہ کرتے ہیں اور اہل سنت کے موافق عقیدے کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے عوام ان کے متعلق بہتر رائے رکھتی ہے۔

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''روافض میں نفاق اور زندیقیت باقی تمام (باطل) فرقوں سے زیادہ ہے۔ بلکہ ہر رافضی میں نفاق کا ایک شعبہ ضرور پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نفاق کی اساس و بنیاد جھوٹ ہے اور زبان سے ایسی بات کرنا ہے، جو دل میں نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ زبان سے ایسی بات کرتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہوتی۔ روافض اسے اپنے دین کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اس کا نام ''تقیہ'' رکھتے ہیں۔......اللہ تعالیٰ نے اہل بیت اور دوسرے مومنوں کو اس سے بچائے رکھا، بلکہ وہ تو سب سے زیادہ سچے اور حقیقی ایمان والے لوگ تھے۔ ان کے دین کی بنیاد تقویٰ پر تھی، نہ کہ تقیہ پر۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ (آلُ عِمْرَانَ : ۲۸) ''مومنوں کو چاہیے کہ وہ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست مت بنائیں۔ جس نے ایسا کیا، تو اسے اللہ تعالیٰ کی حمایت نہیں، الا یہ کہ کفار سے بچاؤ مقصود ہو۔'' میں کفار سے بچاؤ کا حکم دیا گیا، نہ کہ نفاق اور جھوٹ کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے کلمہ کفر بولنا مباح کیا

ہے،جس کو کفریہ کلمہ بولنے پر مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔لیکن اہل بیت کے کسی فرد کو مجبور نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت یا کسی اور کو اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا، چہ جائیکہ انہیں اپنے مدح وثنا پر مجبور کیا ہو۔ بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت صحابہ کرام کے فضائل کا اظہار کرتے تھے، ان کی تعریف وستائش کرتے تھے اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے تھے۔ کسی صحابی نے انہیں کسی کام پر مجبور نہیں کیا، اس پر سب کا اتفاق ہے۔ بنوامیہ اور بنوعباس کے دور میں ایسے بہت سے افراد موجود تھے، جو ایمان وتقویٰ میں سیدنا علی بن ابی طالب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے کم تر تھے۔ وہ ان حکمرانوں کے کئی اقدامات کو ناپسند کرتے تھے، وہ ان کی مدح وثنا نہیں کرتے تھے، نہ انہیں اپنے قریب کرتے تھے۔اس کے باوجود یہ لوگ ان سے خوف نہیں کھاتے تھے اور نہ وہ حکمران انہیں مجبور کرتے تھے۔ جبکہ سب کا اتفاق ہے کہ خلفائے راشدین کے متعلق یہ کہنا بہت بعید ہے کہ وہ لوگوں کو مجبور کرتے ہوں اور اطاعت (نہ کرنے پر) سزا دیتے ہوں۔ جب (اُموی اور عباسی) حکمرانوں کے دور میں لوگوں کو مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ ایسی بات کہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہے۔تو خلفائے راشدین کے دور کے لوگوں کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں ایسی باتیں، بلکہ جھوٹ کہنے، جھوٹی گواہی دینے اور کفر کا اظہار کرنے پر مجبور کر دیا گیا، جیسا کہ روافض کہتے ہیں، حالانکہ انہیں کسی نے مجبور نہیں کیا۔معلوم ہوا کہ جس (تقیہ) کی بنیاد پر روافض (جھوٹا) اظہار کرتے ہیں، اس کی بنیاد جھوٹ، نفاق اور زبان سے ایسی بات کہنا ہے،

جو دل میں نہ ہو۔ یہ مومن کو کلمہ کفر پر مجبور کرنے کی قبیل سے نہیں ہے۔''

(مِنهاج السُّنّة النّبويّة : 2/46-48)

(سوال) : کیا نکاح متعہ کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حرام کیا؟

(جواب) : بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں متعہ حلال ہی تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو حرام قرار دیا تھا۔ ان کے دلائل کا جائزہ ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقَبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالدَّقِيقِ، الْأَيَّامَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، حَتّٰى نَهٰى عَنْهُ عُمَرُ، فِي شَأْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ .

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں کھجوروں اور آٹے کی ایک مٹھی کے عوض متعہ کیا کرتے تھے، حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن حریث کے معاملے میں ہمیں اس سے منع فرما دیا۔''

(صحيح مسلم : 16/1405)

اس حدیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں متعہ سے روکا، یہ نہیں کہ انہوں نے خود اسے حرام کیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے متعہ کی حرمت معلوم نہیں ہو سکی تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بتانے پر معلوم ہو گئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں متعہ سے روکا، تو بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام کر دیا تھا۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے، تو آپ نے خطبہ دیا: لوگو! بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین دفعہ متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے جس شادی شدہ کے بارے متعہ کرنے کا علم ہوا، اسے ضرور رجم کر دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ پیش کر دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام کرنے کے بعد حلال کر دیا تھا، تو چھوڑ دوں گا۔''

(سنن ابن ماجه : 1963، مسند البزّار : 183، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متعہ کی اجازت دینے کے بعد اس سے منع کرنا سیدنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہے، جبکہ ممانعت کے بعد اس کی اجازت ثابت نہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ سے منع کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی موافقت میں تھا۔ یہ بات تب سمجھ میں آتی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کو، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعہ کرتے رہے اور انہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روکا، ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے روکنے کا عمل اپنے اجتہاد سے نہیں کیا تھا، بلکہ اس ممانعت کی دلیل انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کو ہی بنایا تھا۔ اس کی صراحت سنن ابن ماجہ کی اس روایت میں ہے، جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (فتح مکہ کے موقع پر) تین دن متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اس سے (ہمیشہ کے لیے) منع فرما دیا۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 172/9)

نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی متعہ شریعت اسلامیہ میں منسوخ اور حرام تھا، اسی لیے تو وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بتانے پر اس کے قائل ہو گئے، ورنہ جس چیز کی رخصت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے کیسے حرام کر سکتے ہیں اور ان کے کہنے پر دوسرے صحابہ اس سے کیونکر رک سکتے ہیں؟

امام طحاوی رحمہ اللہ (321ھ) فرماتے ہیں:

''رہا سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ ہم متعہ کرتے رہے، یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے روک دیا، تو ممکن ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متعہ سے روکنا معلوم نہ ہوا ہو اور اس ممانعت کا علم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے روکنے سے ہی ہوا ہو۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شروع میں مباح کردہ عمل سے رک جانا دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ اور حرام ہونا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) ثابت ہو چکا تھا۔''

(شرح معاني الآثار : 26/3)

سوال: کیا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے؟

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے۔

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَوَّلُ مَنْ صَلّٰى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ فِي مَوضِعٍ آخَرَ : أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ادا کی، دوسری

جگہ فرمایا: (بچوں میں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 371/4، فضائل الصّحابة للنّسائي : 34، سنن التّرمذي : 3735، وسنده حسنٌ)

اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' امام حاکم (143/3) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ مورخ اسلام، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، ابھی تلک وہ بالغ بھی نہ ہوئے تھے کہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے، اس سلسلے میں بیان کی جانے والی حدیث ثابت نہیں، درست یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آزاد مردوں میں اور سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آزادکردہ غلاموں میں سب سے اول مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔''

(البداية والنهاية : 31/11)

سوال: اگر کوئی نماز میں سجدہ تلاوت والی آیات پڑھے اور سجدہ تلاوت کے بغیر رکوع کر لے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز درست ہے۔ سجدہ تلاوت مشروع و مستحب ہے، واجب نہیں۔ احناف کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے، اگر کوئی سجدہ تلاوت کے بغیر رکوع میں چلا گیا اور رکوع کو سجدہ کے قائم مقام نہ سمجھا، تو ان کے نزدیک نماز نہ ہوگی۔ یہ بے دلیل اور بدعی مؤقف ہے۔ اسلاف امت میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اللہ تعالیٰ کے لیے عقیدہ ''بداء'' رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے عقیدہ ''بداء'' رکھنا جائز نہیں۔

❁ علامہ ابن قرقول رحمہ اللہ (۵۶۹ھ) ''بداء'' کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

هُوَ ظُهُورُ شَيْءٍ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ ظَهَرَ قَبْلُ .

''ایک چیز جو پہلے ظاہر نہ تھی، اس کا بعد میں ظاہر ہونا۔''

(مَطالع الأنوار :460/1)

❁ علامہ شہرستانی رحمہ اللہ (۵۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْبَدَاءُ لَهٗ مَعَانٍ؛ اَلْبَدَاءُ فِي الْعِلْمِ وَهُوَ أَنْ يَظْهَرَ لَهٗ خِلَافُ مَا عَلِمَ؛ وَلَا أَظُنُّ عَاقِلًا يَعْتَقِدُ هٰذَا الْاِعْتِقَادَ، وَالْبَدَاءُ فِي الْإِرَادَةِ، وَهُوَ أَنْ يَظْهَرَ لَهٗ صَوَابٌ عَلٰى خِلَافِ مَا أَرَادَ وَحَكَمَ، وَالْبَدَاءُ فِي الْأَمْرِ : وَهُوَ أَنْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ، ثُمَّ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ آخَرَ بَعْدَهٗ بِخِلَافِ ذٰلِكَ .

''بداء کے کئی معانی ہیں؛ ① علم میں بداء: وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ پر وہ بات واضح ہو، جو اس کے علم کے خلاف ہے۔ میرا نہیں خیال کہ کوئی صاحب عقل اللہ تعالیٰ

کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ ② ارادہ میں بداء: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ارادے اور فیصلے کے خلاف درست بات ظاہر ہو۔ ③ امر میں بداء: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کا حکم دے، بعد میں اس کے خلاف کسی اور چیز کا حکم دے دے۔''

(المِلَل والنِّحَل :148/1)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ؛ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمٰى، بَدَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ ....

''بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کو کوڑھ کا مرض تھا، دوسرا گنجا تھا اور تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان کی آزمائش کرے......۔''

(صحيح البخاري : 3464، صحيح مسلم : 2964)

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بعض راویوں نے «بَدَا لِلّٰهِ» کے الفاظ بیان کیے ہیں، یہ غلطی ہے۔ درست الفاظ «بَدَا اللّٰهُ» ہیں۔

(أعلام الحديث : 1569/3)

اگر کوئی «بَدَا لِلّٰهِ» کے الفاظ کو درست بھی سمجھے، تب بھی ان کا معنی ارادہ کرنے کا ہے۔

❀ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) «بَدَا لِلّٰهِ» کا معنی بیان کرتے ہیں:

سَبَقَ فِي عِلْمِ اللّٰهِ، فَأَرَادَ فِعْلَهُ وَإِظْهَارَهُ فِي الْخَارِجِ .

''یہ پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا ارادہ کرلیا اور اسے دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 619/19)

❁ اس معنی کی تائید صحیح مسلم (۲۹۶۴) کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:

...... فَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ ....

''......اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا۔......''

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے ''بدا'' بمعنی ارادہ جائز ہے۔

(سوال): مندرجہ ذیل دو معارض روایتوں کے درمیان تطبیق کیا ہے؟

❁ جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ : وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ : مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلّٰى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ .

''(پہلی اُمتوں میں) ایک شخص کہنے لگا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ میرے نام کی قسم دے کر کہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا، میں نے اُسے معاف کر دیا ہے اور تیرے اعمال بے وقعت کر دیے ہیں۔''

(صحيح مسلم :2621)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ .

''یقیناً اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2703، صحيح مسلم : 1675)

جواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جائز اور حق کام کے لیے قسم کھانے کے متعلق ہے، جبکہ سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ناجائز اور ناحق قسم کھانے کے متعلق ہے، کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کی وسعت سے ناواقف ہو کر اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھاتا ہے، دوسرے لفظوں میں وہ اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہہ دیتا ہے، جو اسے نہیں کہنی چاہیے تھی، جس بنا پر اس کی قسم جھوٹی ہو جاتا ہے اور اس کا ناک خاک آلود ہو جاتا ہے۔

کوئی اللہ تعالیٰ پر حکم جاری نہیں کر سکتا، کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو فلاں جرم کی وجہ سے معاف نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ کے بندے اللہ کی مشیئت اور ارادہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے ہم نیکوکاروں کے لیے اُمید رکھ سکتے ہیں اور گناہ گاروں کے بارے میں اللہ کے عذاب سے ڈریں گے، کسی معین شخص کے بارے میں حتمی اور قطعی طور پر جنتی یا جہنمی کا دعویٰ نہیں کر سکتے، البتہ کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے میں نص قائم ہو چکی ہو، تو اسے بالجزم جنتی یا جہنمی کہہ سکتے ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ يَتَأَلَّى عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ .

''جو اللہ تعالیٰ پر (ناحق) قسم اٹھائے گا، اللہ اسے جھوٹا کر دے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 297/13، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: مندرجہ ذیل واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

''ایک چرواہے نے جوش محبت میں اپنے اللہ سے باتیں کیں کہ آپ مجھے مل جاویں، تو پاؤں دباؤں اور دودھ پلاؤں، وہ خدا کو اتنا پیارا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے

الفاظ پر نظر کر کے اس کو گستاخ قرار دیا اور ایسے الفاظ سے روکا، تو حق تعالیٰ کا سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم ہوا:

۔ تو برائے وصل کردن آمدی　　　نے برائے فصل کردن آمدی

''تم تو سب کو ہم سے ملانے کے واسطے آئے، ہم سے جدا کرنے کے لیے نہیں آئے۔''

(تذکرۃ الخلیل، از محمد عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی، ص249)

(جواب): یہ محض جھوٹ ہے۔ بعض لوگ دین میں انتہائی غیر محتاط ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام علیہم السلام پر بے دریغ جھوٹ باندھتے ہیں۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي ....

''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد انہیں تنقید کا نشانہ مت بنانا......۔''

(سنن التّرمذي: 3862)

(جواب): اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ عبد الرحمٰن بن زیاد (اس کے نام میں اختلاف ہے۔) ''مجہول الحال'' ہے، صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات (۱۷/۵)'' میں ذکر کیا ہے۔

(سوال): کیا سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے بعد از وفات کلام کرنا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنا ثابت ہے؟

جواب: روایت کے بعض الفاظ یہ ہیں:

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْأَمِينُ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ ضَعِيفًا فِي جِسْمِهِ، قَوِيًّا فِي أَمْرِ اللّٰهِ، صِدْقٌ صِدْقٌ، وَكَانَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ.

''ابوبکر صدیق وامین، خلیفۂ رسول رضی اللہ عنہ جسمانی طور پر کمزور ہیں، مگر اللہ کے حکم (کو اختیار و نافذ کرنے) میں قوی ہیں۔ یہ حق ہے، یہ حق ہے اور یہ بات پہلی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔''

(من عاش بعد المَوت لابن أبي الدّنيا، ص 22، دلائل النّبوة للبيهقي : 56/6، وسندهٗ حسنٌ)

- حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔
- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا قِصَّةُ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ وَكَلَامُهٗ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَشَهَادَتُهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ بِالصِّدْقِ، فَمَشْهُورَةٌ مَرْوِيَّةٌ مِنْ وُجُوهٍ كَثِيرَةٍ صَحِيحَةٍ.

''سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا قصہ اور آپ رضی اللہ عنہ کا وفات کے بعد کلام کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی صداقت کی گواہی دینا، بہت ساری صحیح روایات سے مروی ہے۔''

(البداية والنّهاية : 393/9)

سوال: صحابی کی کیا تعریف ہے؟

جواب: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَصَحُّ مَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ أَنَّ الصَّحَابِيَّ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ، وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدْخُلُ فِيمَنْ لَقِيَهٗ مَنْ طَالَتْ مُجَالَسَتُهٗ لَهٗ أَوْ قَصُرَتْ، وَمَنْ رَوٰى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَرِو، وَمَنْ غَزَا مَعَهٗ أَوْ لَمْ يَغْزُ، وَمَنْ رَآهُ رُؤْيَةً وَلَوْ لَمْ يُجَالِسْهُ، وَمَنْ لَمْ يَرَهٗ لِعَارِضٍ كَالْعَمٰى .

''میرے مطابق صحابی کی سب سے صحیح تعریف یہ ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور حالت اسلام میں وفات پائی ہو۔ ملاقات کرنے والوں میں وہ صحابہ بھی داخل ہیں، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لمبا عرصہ گزارہ اور وہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے تھوڑا عرصہ گزارا، نیز وہ صحابہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی اور وہ بھی، جنہوں نے حدیث بیان نہیں کی، وہ بھی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ کیا اور وہ بھی، جنہوں نے غزوہ نہیں کیا، وہ بھی جنہوں نے محض دیدار کیا، مگر مجلس اختیار نہیں کی اور وہ بھی جنہوں نے کسی عارضے کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہیں کیا، جیسے نابینا ہونا۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة :158/1)

سوال: کیا صحیح بخاری کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف متواتر ہے؟

جواب: جی ہاں، صحیح بخاری متواتر کتاب ہے۔

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مُتَوَاتِرٌ عَنْهُ .

''صحیح بخاری، امام بخاری رحمہ اللہ سے متواتر ثابت ہے۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 23/2، المُعِين في تَفَهُّم الأربعين، ص 76)

سوال: کیا صحیح مسلم کی نسبت امام مسلم رحمہ اللہ سے متواتر ہے؟

جواب: صحیح مسلم، امام مسلم رحمہ اللہ سے متواتر ثابت ہے۔

❁ شارحِ مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

صَحِيحُ مُسْلِمٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي نِهَايَةٍ مِّنَ الشُّهْرَةِ وَهُوَ مُتَوَاتِرٌ عَنْهُ مِنْ حَيْثُ الْجُمْلَةِ فَالْعِلْمُ الْقَطْعِيُّ حَاصِلٌ بِأَنَّهٗ تَصْنِيفُ أَبِي الْحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ .

''امام مسلم رحمہ اللہ کی ''صحیح'' انتہائی مشہور کتاب ہے، مجموعی طور پر یہ امام رحمہ اللہ سے متواتر ثابت ہے، اس کا امام مسلم رحمہ اللہ کی تصنیف ہونا علم قطعی ویقینی سے معلوم ہے۔''

(شرح النّووي : 11/1)

❁ علامہ بقاعی رحمہ اللہ (٨٨٥ھ) فرماتے ہیں:

تَخْتَصُّ الْكُتُبُ السِّتَّةُ الْمَشْهُورَةُ كَأَبِي دَاوُدَ مَثَلًا بِأَنَّا لَا نَحْتَاجُ فِيهَا إِلٰى إِسْنَادٍ خَاصٍ مِّنَّا إِلٰى مُصَنِّفِيهَا، فَإِنَّهٗ تَوَاتَرَ عِنْدَنَا أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ تَصْنِيفُ أَبِي دَاوُدَ مَثَلًا حَتّٰى لَوْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مُنْكِرٌ، حَصَلَ لِطُلَّابِ هٰذَا الْفَنِّ مِنَ الْاِسْتِخْفَافِ

بِعَقْلِهِ، مَا يَحْصُلُ لَوْ قَالَ : لَمْ يَكُنْ فِي الْأَرْضِ بَلَدٌ تُسَمّٰى بَغْدَادُ، وَعَنِ الْإِمَامِ نَجْمِ الدِّينِ الزَّاهِدِيِّ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَنَفِيَّةِ أَنَّهٗ قَالَ فِي «الْقِنْيَةِ» : إِنَّ الْكُتُبَ الْمَشْهُورَةَ لَا يُحْتَاجُ فِيهَا إِلٰى إِسْنَادٍ خَاصٍ، بَلْ يُقْطَعُ بِنِسْبَتِهَا إِلٰى مَنِ اشْتُهِرَتْ عَنْهُ .

''حدیث کی کتب ستہ مثلاً سنن ابی داود کا خاصہ ہے کہ ہمیں ان کتب کی ان کے مصنفین تک سندوں کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک یہ بات متواتر ثابت ہے کہ مثلاً سنن ابی داود، امام ابوداود رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص اس بات کا انکار کرے، تو فن حدیث کے طالب علموں کو چاہیے کہ ایسے شخص کی عقل کا مذاق اُڑائیں، جیسے اس شخص کی عقل کا مذاق اُڑانا بنتا ہے کہ جو کہے: ''کرۂ ارض پر ''بغداد'' نام کا کوئی شہر نہیں ہے۔'' حنفی امام نجم الدین زاہدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''القنیہ'' میں فرمایا ہے: ''مشہور کتب کے لیے خاص سند کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ جو کتاب جس امام سے مشہور ہو جائے، ہم قطعیت کے ساتھ اس کتاب کی نسبت اس کی طرف کر سکتے ہیں۔''

(النُّكت الوفِيّة بما في شرح الألفيّة :1/169-170)

❁ علامہ ابوالبقاء ہاشمی رحمہ اللہ (۶۶۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّوَاتُرُ لَا سَبِيلَ إِلٰى رَدِّهٖ .

''تواتر کو کسی صورت رد نہیں کیا جا سکتا۔''

(تخجيل من حَرّف التّوراة والإنجيل : 2/541)

سوال: کیا کسی دیوبندی عالم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ''غیر فقیہ'' کہا ہے؟

جواب: جی ہاں، علامہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو "غیر فقیہ" قرار دیا ہے۔

(الكوكب الدُّرِّي على جامع التّرمذي :309/1)

سوال: کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی تعزیر (۸۰) کوڑے مقرر کی؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مشورہ سے شراب کی تعزیر میں (۸۰) کوڑے لگائے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جس نے شراب پی تھی، تو آپ نے اسے دو چھڑیوں کے ساتھ تقریبا چالیس کوڑے لگائے۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سزا دی، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا، تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہلکی ترین سزا (۸۰) کوڑے ہے۔"

(صحيح البخاري : 6773، صحيح مسلم : 1706)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَعُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ، وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ .

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (شرابی کو) چالیس (۴۰) اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اَسی (۸۰) کوڑے لگائے۔ یہ سب سنت ہے، مگر میرے نزدیک چالیس (۴۰) کوڑے مارنا زیادہ محبوب ہے۔"

(صحیح مسلم : 1707)

(سوال): کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے۔

❁ امام عبداللہ بن ادریس اودی رحمہ اللہ (۱۹۲ھ) فرماتے ہیں:

كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْإِيمَانَ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ .

''جھوٹا ہے وہ شخص، جو کہتا ہے کہ ایمان بڑھتا ہے، نہ گھٹتا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 516/15، وسندہٗ صحیحٌ)

(سوال): مندرجہ ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ، فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا قَطُّ ....

''......اللہ تعالیٰ جہنم سے مٹھی بھرے گا اور ایسے لوگوں کو باہر نکال لے گا، جنہوں نے کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا......۔''

(صحیح مسلم : 183)

(جواب): اس سے مراد وہ موحدین ہیں، جنہوں نے صرف ایمان قبول کیا، مگر کوئی نیکی نہیں کی، یا نیکیاں تو کمائیں، مگر ان میں اخلاص نہیں تھا۔

(سوال): احناف جمعہ کی اذان سے پہلے سنتوں کے لیے وقت دیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): احناف خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ کرتے ہیں، خطبہ سے پہلے وعظ کرنا ثابت

نہیں۔ اس کے بعد اذان دیتے ہیں، پھر سنتوں کے لیے وقت دیتے ہیں، یہ طریقہ نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی سے ثابت نہیں، بلکہ صحیح احادیث کے خلاف بھی ہے، نیز اسلاف امت اس سے ناواقف تھے۔

چونکہ احناف کے نزدیک جمعہ سے پہلے چار سنتیں مؤکدہ ہیں، اس سے وہ سنتوں کے لیے وقت دیتے ہیں، جبکہ خطبہ جمعہ سے پہلے نماز کی رکعات متعین نہیں، نیز یہ مؤکدہ بھی نہیں۔

سوال: امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنی کتاب الثقات میں بعض راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ وَلَا ابْنُ مَنْ هُوَ .

''میں اسے اور اس کے باپ کو نہیں جانتا۔''

جب امام رحمہ اللہ راوی اور اس کے باپ سے ہی واقف نہیں، تو پھر ''الثقات'' میں کیسے ذکر کر دیا؟

جواب: یہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کی کمال علمی دیانت ہے۔ ایک راوی کو خود نہیں جانتے، مگر اس کی توثیق کسی دوسرے محدث سے معلوم کر رکھی ہے، اس کے اعتماد پر ''الثقات'' میں ذکر کر دیتے ہیں۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّهُ اعْتَمَدَ فِي تَوْثِيقِهِ عَلٰى غَيْرِهِ .

''ظاہر ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس راوی کی توثیق میں دوسروں پر اعتماد کیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد :1/230)

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ سے ذوالحجہ کی تکبیرات کے الفاظ ثابت ہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ سے تکبیرات ذوالحجہ کے الفاظ ثابت نہیں۔اس بارے میں مروی تمام مرفوع روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❁ سنن دارقطنی (۵۰/۲) والی مرفوع روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔اس میں عمرو بن شمر ''متروک وکذاب'' ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَكْثِرُوا فِيهَا مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّحْمِيدِ .

''عشرہ ذوالحجہ میں بکثرت تسبیح وتحمید بیان کریں۔''

(مستخرج أبي عوانة : 3024)

سند ضعیف ہے۔اس سند میں موسیٰ بن ابی عائشہ کا ذکر ہے، یہ راوی کی خطا ہے۔ دراصل یہاں یزید بن ابی زیاد ہے، جیسا کہ دیگر تمام سندوں میں مذکور ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس سند کو محفوظ قرار دیا ہے، جس میں یزید بن ابی زیاد ہے۔

(علل الدّارقطني : 376/12)

یزید بن ابی زیاد سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز مدلس بھی ہے۔لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

(سوال): کیا ذوالحجہ کی تکبیرات میں اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کے الفاظ ثابت ہیں؟

(جواب): یہ الفاظ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں:

(مصنّف ابن أبي شيبة : 167/2)

مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ ابواسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

نوٹ:

تکبیرات میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی و بڑائی پر مبنی کوئی بھی الفاظ پڑھے جا سکتے ہیں۔

(سوال): کیا مسافر ذوالحجہ کی تکبیرات کہیں گے؟

(جواب): مسافر اور مقیم سب کے لیے ذوالحجہ کی تکبیرات پڑھنا مستحب ہے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

يُكَبِّرُ النَّاسُ فِي الْآفَاقِ وَالْحَضَرِ وَالسَّفَرِ كَذٰلِكَ، وَمَنْ يَحْضُرُ مِنْهُمْ الْجَمَاعَةَ، وَلَمْ يَحْضُرْهَا وَالْحَائِضُ وَالْجُنُبُ وَغَيْرُ الْمُتَوَضِّیءِ فِي السَّاعَاتِ مِنْ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.

''تمام علاقوں کے لوگوں کو سفر وحضر میں تکبیرات پڑھنی چاہیے، کوئی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے یا بغیر جماعت کے۔ اسی طرح حائضہ، جنبی اور بے وضو دن رات کی ہر گھڑی میں تکبیرات کہیں۔''

(كتاب الأمّ: 275/1)

(سوال): قرآن کریم کی تلاوت پر کتنا اجر ملتا ہے؟

(جواب): قرآن کریم افضل ذکر ہے، اس کی تلاوت عبادت ہے، اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ ﴿الم﴾ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ

حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ .

''جس نے قرآن کریم میں سے ایک حرف پڑھا، اسے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا اجر دس گنا لکھا جاتا ہے، میں نہیں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے، بلکہ ''الف'' الگ حرف ہے، ''لام'' الگ حرف ہے اور ''میم'' الگ حرف ہے۔''

(سنن التّرمذي : 2910، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا نماز جمعہ اور نماز عید کی قرأت میں سورت اعلیٰ اور سورت غاشیہ پڑھنا مسنون ہے؟

جواب: مسنون ہے کہ نماز جمعہ اور نماز عید کی قرأت میں سورت اعلیٰ اور سورت غاشیہ پڑھی جائے۔

۞ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید میں سورت اعلی اور سورت غاشیہ پڑھا کرتے تھے، اگر عید اور جمعہ اکٹھے آجاتے تو دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے۔''

(صحيح مسلم : 878، المنقتى لابن الجارود : 265)

سوال: کیا قرآن کو خوب صورت آواز میں پڑھنا مستحب ہے؟

جواب: قرآن کو جتنا ہو سکے، خوبصورت آواز میں پڑھنا چاہیے، الفاظ کے مخارج وتجوید کا خیال رکھنا چاہیے۔

۞ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ

الْقُرْآنَ حُسْنًا .

”قرآن کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بنائیں، کیونکہ خوبصورت آواز قرآن کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہے۔“

(سنن الدّارمي : 3544، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: قرآن کی تلاوت اونچی آواز میں کرنی چاہیے یا پست آواز میں؟

جواب: اونچی اور پست دونوں طرح تلاوت جائز ہے، بہتر ہے کہ قرآن کی تلاوت کرتے وقت آواز نہ بہت زیادہ اونچی ہو، نہ بالکل پست، بلکہ درمیانی آواز میں تلاوت کرنی چاہیے۔ اگر اونچی آواز میں تلاوت کرنے سے کسی کے آرام میں خلل آئے، تو آواز آہستہ رکھنی چاہیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ قِرَاءَ ةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهٗ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ، وَهُوَ فِي الْبَيْتِ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اس قدر بلند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تلاوت کر رہے ہوتے اور صحن میں سنائی دیتی۔“

(سنن أبي داوٗد : 1327، شمائل التّرمذي : 322، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کبھی بلند اور کبھی آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے۔“

(سنن أبي داوٗد : 1328، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1159)، امام ابن حبان (2603) اور امام حاکم رحمہم اللہ

(310/1) نے ''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ آہستہ آواز سے قراءت کر رہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اونچی آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔عرض کیا: اللہ کے رسول! جس ذات سے سرگوشی کر رہا تھا، اسے میں نے اپنی بات سنا دی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا، آپ بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے۔عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس سے سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آپ اپنی آواز قدرے بلند کیجیے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کیجیے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1329، سنن التّرمِذي : 447، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1161) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (733) نے ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (310/1) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا سال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن کریم کی تلاوت واجب ہے؟

جواب: سال میں ایک مرتبہ قرآن کریم مکمل پڑھنا واجب نہیں۔ جتنا پڑھا جائے

گا، اتنا مفید ہے۔

(سوال): تلبیہ کے کیا الفاظ ہیں؟

(جواب): سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ پڑھتے تھے: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ''میں حاضر ہوں الٰہی! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور ہر قسم کی بادشاہت تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔''

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے تلبیہ میں یہ الفاظ زیادہ کرتے تھے: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ . ''میں حاضر ہوں، تیری اطاعت میں سعادت ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھوں میں ہیں، آپ ہی مطلوب ہیں اور تمام عمل آپ پر منتہی ہیں۔''

(صحيح البخاري: 1549، صحيح مسلم: 1184، المنتقى لابن الجارود: 434)

(سوال): کیا تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا چاہیے؟

(جواب): تلبیہ پڑھتے وقت آواز قدرے بلند ہونی چاہیے۔

(سوال): حاجی کو عرفہ میں قیام کے دوران کیا پڑھنا چاہیے؟

(جواب): سب سے بہتر دعا یوم عرفہ کی ہے، لہٰذا اس دن بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے، خوب لگن و دل جمعی سے دعا کرنی چاہئے، زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن، ذکر الٰہی اور دعاؤں میں مشغول رہنا چاہئے، اپنے لئے بھی دعائیں کرے، دوسروں کو اپنی دعاؤں

میں شامل کرے، اپنے والدین، اساتذہ، عزیز و اقارب اور دوست واحباب کے لئے دل کھول کر دعائیں کرنی چاہئے۔

اس جگہ بکثرت تلبیہ پڑھنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور خوب دعا و ذکر میں گریہ زاری کے ساتھ محو ہونا مستحب ہے، یہ وہ مقام ہے، جہاں آنسو بہانا، لغزشیں معاف اور مرادیں پوری ہونے کی امید کی جاتی ہے، بلاشبہ یہ نہایت عظیم مقام ووقوف اور بلند پایہ بابرکت اجتماع ہے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے صالحین و مخلصین بندے اور برگزیدہ لوگ یکجا ہوتے ہیں، یہ دنیا کے دیگر اجتماعات کی بہ نسبت نہایت عظیم ومقدس اجتماع ہے، اس مقام پر کی جانے والی دعاؤں میں چند پسندیدہ دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(البقرة: ٢٠١)

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

سوال: کیا ساری رات قیام کرنا جائز ہے؟

جواب: کبھی کبھار پوری رات قیام کرنا جائز ہے، مگر اسے معمول نہیں بنانا چاہیے۔

❁ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ساری رات قیام کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں، کیا ایسا ہی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: جب آپ ایسے کریں گے تو آنکھ بیٹھ جائے گی اور آپ کمزور پڑ جائیں گے۔ جان کا آپ پر حق ہے، گھر والوں کا آپ پر حق ہے، لہٰذا روزہ رکھیں بھی اور چھوڑیں بھی، قیام بھی کریں اور سو بھی لیا کریں۔''

(صحيح البخاري : 1153؛ صحيح مسلم : 186/1159)

❀ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات نماز پڑھی اور فجر تک پڑھتے رہے، سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آج آپ نے جو نماز پڑھی ہے، ایسی نماز پڑھتے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جی ہاں! اس نماز میں شوق اور خوف کی آمیزش تھی، میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں، دو اس نے مجھے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے کہا اللہ میری امت کو پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ کرنا، یہ دعا قبول ہوئی، عرض کیا اللہ! دشمن ہم پر غالب نہ ہو، یہ بھی قبول ہوئی اور آخری دعا یہ تھی کہ اللہ ان میں پھوٹ نہ ڈالنا، یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔''

(سنن النّسائي : 1639، سنن التِّرمِذي : 2175، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب صحیح'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (7236) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام : 595/1) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

ساری ساری رات قیام کرنا ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔ البتہ! دوام ومواظبت کے بغیر کبھی کبھار ایسا کر لینا درست ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

صفات باری تعالیٰ اور عقیدہ اہل سنت

سوال: صفات باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے، جس طرح کتاب وسنت میں وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حقیقی اور باکمال ہیں، ان میں تاویل یعنی نصوص اور صفات باری تعالیٰ کو ان کے حقیقی معنی و مدلول سے پھیر دینا، تحریف (نصوص کو ان کے حقیقی معنی سے پھیر دینا)، تکییف (تمثیل کے بغیر صفت کی کیفیت بیان کرنا)، تمثیل (اللہ کی صفت کو مخلوق کی صفت کے مثل قرار دینا)، تشبیہ (اللہ کی صفت کو مخلوق کی صفت کے مشابہ قرار دینا)، تعطیل (اللہ تعالیٰ کی صفت کا انکار کرنا) اور تفویض (صفات کے الفاظ کو تو ماننا، مگر معنی کا انکار کر دینا) جائز نہیں۔

نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ ہر وہ شخص جو صفات باری کو معطل کرتا ہے، وہ رب تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ کی صفات کو مخلوق کے مشابہ قرار دیتا ہے، وہ درحقیقت ان صفات کو معطل کر رہا ہوتا ہے۔ نیز وہ ان صفات کی کیفیت بھی بیان کر رہا ہوتا ہے۔ گویا تمثیل وتکییف کے باب میں عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں اور یہ صفات توقیفی ہیں، صفات کا منکر، ذات باری

تعالیٰ کا منکر ہے اوران انکار کفرِ جحود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت تین طرح سے ہوتی ہے، اس کے ناموں، اس کے کاموں اور اس کی صفات سے۔ جو صفات میں گمراہ ہوگیا، وہ ذات میں گمراہ ہوگیا، کیونکہ صفات باری تعالیٰ، ذات باری تعالیٰ کی غیر نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ماننے سے مخلوق کی ذات سے تشبیہ لازم نہیں آتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے شایان شان ہے اور مخلوق کی ذات اس کے شایان شان ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے سے مخلوق کی صفات سے تشبیہ لازم نہیں آتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے شایان شان ہیں اور مخلوق کی صفات اس کی شایان شان ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات مثل، تشبیہ اور نقص سے پاک ہے، اسی طرح اس کی صفات بھی مثل، تشبیہ اور نقص سے پاک ہیں۔

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارا اور حجاز، تہامہ، یمن، عراق، شام اور مصر کے سب علماء کا یہی مسلک ہے کہ ہم اللہ کی ان صفات کا اثبات کرتے ہیں جن صفات کا اثبات اس نے اپنے لئے کیا ہے، ہماری زبانیں اس کی اقراری اور ہمارے دل اس کے مصدق ہیں، ہاں ہم اللہ کے چہرے کو مخلوق کے چہروں سے تشبیہ نہیں دیتے، ہمارا اللہ تشبیہ سے بلند ہے اور معطلین کی ہفوات سے بالا ہے، اہل باطل اللہ کو عدم مانتے ہیں، کیوں کہ وہ اس کی صفات کے انکاری ہیں اور جس کی صفات نہ ہوں وہ عدم ہوتا ہے، حالاں کہ میرا اللہ عدم نہیں ہے، اللہ جہمیہ کی باتوں سے بہت بلند ہے جو اللہ کی ان صفات کا انکار کرتے ہیں جن کا اللہ نے اپنے لئے

اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے لئے اثبات کیا ہے۔''

(كتاب التوحيد وإثبات صفات الرّبّ: 26/1)

❀ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۳۶۸۔۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ قرآن وسنت میں وارد ہونے والی تمام صفات کا اثبات کیا جائے، ان پر ایمان لایا جائے، انہیں حقیقت پر محمول کیا جائے، نہ کہ مجاز پر۔ اہل سنت نہ تو ان صفات کی کیفیت بیان کرتے ہیں نہ کسی صفت کو محدود ومحصور سمجھتے ہیں، جب کہ اہل بدعت، جہمیہ، معتزلہ اور خوارج سبھی ان صفات کا انکار کرتے ہیں، کسی صفت کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ جو ان صفات کا اقرار کرتے ہیں وہ مشبہ ہیں، اہل سنت کا یہ کہنا ہے کہ منکرین صفات اصل میں ذات باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ حق وہی ہے، جو کتاب وسنت کے قائلین یعنی ائمہ اہل سنت نے بیان کر دیا ہے۔''

(التمهيد لما في المُوَطّأ من المعاني والأسانيد: 144/7)

❀ نیز فرماتے ہیں:

رَوَاهَا السَّلَفُ وَسَكَتُوا عَنْهَا وَهُمْ كَانُوا أَعْمَقَ النَّاسِ عِلْمًا وَّأَوْسَعَهُمْ فَهْمًا وَّأَقَلَّهُمْ تَكَلُّفًا وَّلَمْ يَكُنْ سُكُوتُهُمْ عَنْ عِيٍّ فَمَنْ لَّمْ يَسَعْهُ مَا وَسِعَهُمْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ .

''احادیثِ صفات، سلف نے بیان کی ہیں اور بیان کیفیت سے خاموش رہے ہیں۔ سلف صالحین کا علم سب سے گہرا، فہم سب سے زیادہ وسیع تھا۔ ان میں تکلف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ان کا صفات باری تعالیٰ کی بابت سکوت لاعلمی

کی بنا پر ہرگز نہیں تھا۔ (سنیئے!) جو سلف کے علم پر اکتفاء نہیں کرتا وہ خساروں کا سوداگر اور ناکام زمانہ ہے۔''

(جامع بَيان العلم وفضله : 945/2)

❀ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾، رَدٌّ عَلَى الْمُشَبِّهَةِ، وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(الشُّورٰی : ١١)، رَدٌّ عَلَى الْمُعَطِّلَةِ، فَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ، وَلَيْسَ لَهٗ فِيهَا شَبِيهٌ، فَالْمَخْلُوقُ وَإِنْ كَانَ يُوصَفُ بِأَنَّهٗ سَمِيعٌ بَصِيرٌ، فَلَيْسَ سَمْعُهٗ وَبَصَرُهٗ كَسَمْعِ الرَّبِّ وَبَصَرِهٖ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ إِثْبَاتِ الصِّفَةِ تَشْبِيهٌ، إِذْ صِفَاتُ الْمَخْلُوقِ كَمَا يَلِيقُ بِهٖ، وَصِفَاتُ الْخَالِقِ كَمَا يَلِيقُ بِهٖ .

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ''اس جیسی کوئی شے نہیں۔'' میں مشبہہ کا رد ہے اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشُّورٰی : ١١) ''وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔'' میں معطلہ کا رد ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے، ان صفات میں باری تعالیٰ جیسا کوئی نہیں۔ اگرچہ مخلوق کو بھی ''سمیع'' اور ''بصیر'' کہا گیا ہے، مگر مخلوق کا ''سننا'' اور ''دیکھنا''، رب تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے جیسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے سے تشبیہ لازم نہیں آتی، کیونکہ مخلوق کی صفات

مخلوق کے لائق ومناسب ہیں اور خالق کی صفات، خالق کے لائق ومناسب ہیں۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 137)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنْ يُّوصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ، وَبِمَا وَصَفَتْهُ بِهٖ رُسُلُهٗ نَفْيًا وَّإِثْبَاتًا، فيُثْبَتُ لِلّٰهِ مَا أَثْبَتَهٗ لِنَفْسِهٖ، وَيُنْفٰى عَنْهُ مَا نَفَاهُ عَنْ نَّفْسِهٖ .

”اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی وہی صفات بیان کی جائیں، جو اس نے اپنے لئے بیان کی ہیں، یا جو انبیائے کرام نے نفیاً و اثباتاً اللہ کے لئے بیان کی ہیں، تو اللہ کے لئے ان چیزوں کا اثبات کیا جائے جن کا اللہ نے اپنے لئے اثبات کیا، اور ان چیزوں کی اللہ سے نفی کی جائے جن کی اللہ نے اپنے لئے نفی کی۔“

(الرِّسالة التَّدْمُرِيَّة، ص: ٤)

متکلمین کہتے ہیں کہ اگر چہ سلف صالحین اور ائمہ اسلام صفات باری تعالیٰ کو ان کے ظاہری اور حقیقی معنی سے نہیں پھیرتے تھے، مگر ہم نے صفات باری تعالیٰ کو ان کے ظاہری وحقیقی معنی سے اس لیے پھیرا ہے، تاکہ عوام کو صفات کے فہم میں تشویش نہ ہو۔

اس مفروضے کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ صرف صفات باری تعالیٰ میں اہل سنت والجماعت کے عقائد سے انحراف کا ایک بہانہ ہے۔

متکلمین سرے سے صفات کی حقیقت نہیں مانتے، بلکہ تاویل کو واجب سمجھتے ہیں، خالق کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ سمجھ کر ان کی تاویل کرتے ہیں۔ اس لیے اہل سنت کہتے ہیں کہ ہر ممثل معطل ہے اور ہر معطل ممثل ہے، کیونکہ تعطیل کی بنیاد تشبیہ ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ''ہاتھ'' ثابت کیا ہے، اہل سنت تو اس کو بغیر کیفیت بیان کیے حقیقت اور ظاہر پر رکھتے ہیں اور خالق کے ہاتھ کو مخلوق کے ہاتھ کے مشابہ نہیں سمجھتے، مگر متکلمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ کو ثابت نہیں کرتے، جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہاتھ کا اثبات کیا ہے، وہاں ''قدرت'' کی تاویل کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ ثابت کریں گے، تو مخلوق کے بھی ہاتھ ہیں، اس سے تشبیہ لازم آئے گی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جسے متکلمین بھی ثابت کرتے ہیں، مخلوق کی بھی ذات ہے، یہاں تشبیہ لازم کیوں نہیں آتی؟، لہٰذا جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے اثبات سے مخلوق کی ذات سے تشبیہ لازم نہیں آتی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کے اثبات سے بھی مخلوق کی صفات سے تشبیہ لازم نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''کلام'' ہے، اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صوت وحروف سے کلام کرتا ہے، قرآن کریم بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جسے اللہ نے صوت وحروف سے تلفظ کیا ہے۔ جبکہ متکلمین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم صوت وحروف کے بغیر کلام کیا ہے، کیونکہ اگر صوت وحروف سے کلام کرنا مانیں گے، تو مخلوق سے تشبیہ لازم آئے گی، لہٰذا قرآن مجید کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے تلفظ کردہ نہیں ہیں، دوسرے لفظوں میں قرآن کریم جبریل نے اللہ تعالیٰ سے الفاظ وحروف میں نہیں سنا، اس لیے فارسی زبان میں قرآن پڑھنا جائز سمجھتے ہیں، یہ سلف کے اجماع کے خلاف ہے۔

اہل سنت کے نزدیک نزول باری تعالیٰ حق ہے، اس کی کیفیت اللہ جانتا ہے۔ اہل کلام اس صفت میں بھی تاویل کرتے ہیں اور نزول باری تعالیٰ سے مراد ''اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا نزول'' یا ''فرشتے کا نزول'' یا ''اَمر کا نزول'' لیتے ہیں۔ یہ بھی سلف کی مخالفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا قرآن، متواتر احادیث، اجماع امت اور فطرت سے ثابت ہے، اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے، وہ اس کی تاویل نہیں کرتے اور اس کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ عرش پر ہے، وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جلیلہ کے لائق ہے۔ جبکہ متکلمین کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا ایک ہی معاملہ ہے، جب عوام اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں، تو صفات باری تعالیٰ کی معرفت میں تشویش کیوں؟

درحقیقت یہ عقیدہ توحید سے انحراف ہے، جب تاویل عوام کے لیے کی ہے، تو علما اس تاویل کو دین کیوں بناتے ہیں؟، نیز اسلاف امت پر اعتراض کیوں کرتے ہیں؟

دوسرا یہ کہ سلف صالحین میں بھی عوام تھے، جب انہوں نے صفات میں تاویل نہیں کی اور ان کو حقیقی وظاہری معنی سے نہیں ہٹایا، تو بعد والوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ سلف صالحین کی مخالفت میں صفات باری تعالیٰ میں تاویل کریں۔ آج بھی اہل سنت والجماعت کے عوام صفات باری تعالیٰ کے حقیقی معنی سمجھنے میں کسی تردد یا تشویش کا شکار نہیں، بلکہ ان کے لیے وہی حقیقی معنی سمجھنا آسان ہے، جو سلف صالحین نے اختیار کیا ہے۔

تاویل سے ایک بڑا خطرہ یہ لازم آیا ہے کہ یہ لوگ صفات باری تعالیٰ میں گمراہ ہو گئے، اہل سنت کے منہج سے منحرف ہو گئے، یوں گمراہ فرقوں، مثلاً جہمیہ، مفوضہ، معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، معطلہ، ممثلہ، مکیفہ اور مشبہہ وغیرہ کے ہم عقیدہ بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کو حقیقی اور ظاہری معنی میں تسلیم کرنا بھی عبادت ہے، جو صفات میں تاویل کرتا ہے، دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انکاری ہے۔

❁ امام دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

بِهٰذَا الرَّبِ نُؤْمِنُ، وَإِيَّاهُ نَعْبُدُ، وَلَهٗ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، فَمَنْ قَصَدَ بِعَبادَتِهٖ إِلٰى إِلٰهٍ بِخَلَافِ هٰذِهِ الصِّفَاتِ، فَإِنَّمَا يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ .

''ہم (مذکورہ صفات سے متصف) رب پر ایمان لاتے ہیں، اسی کی عبادت کرتے ہیں، اس کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور اسی کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ جس نے اُس الہ کی عبادت کا قصد کیا، جس کی یہ صفات نہیں، تو درحقیقت اس نے غیر اللہ کی عبادت کی۔''

(الرّدّ على الجَهمية، ص 3-4)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُعَطِّلُ يَعْبُدُ عَدَمًا وَالْمُمَثِّلُ يَعْبُدُ صَنَمًا وَالْمُوَحِّدُ يَعْبُدُ رَبًّا لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى وَالصِّفَاتُ الْعُلٰى .

''تعطیل کرنے والا (اللہ کی صفات کا انکار کرنے والا) عدم (جس کا وجود ہی نہ ہو) کی عبادت کرتا ہے، ممثّل (اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینے والا) بت کی عبادت کرتا ہے، جبکہ موحد ایسے رب کی عبادت کرتا ہے، جس کی کوئی مثل نہیں، اس کے خوبصورت نام ہیں اور عالی شان صفات ہیں۔''

(الصّواعق المُرسلة :148/1)

صفات باری تعالیٰ میں تاویل درحقیقت قرآن وحدیث، اجماع سلف صالحین اور فطرت کی مخالفت ہے۔

متکلمین صفات باری تعالیٰ کے متعلق آیات کو متشابہات میں ذکر کرتے ہیں، کہتے

ہیں کہ ان آیات کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ نہیں، مگر ان کا مفہوم ظاہری طور پر نہیں سمجھا جا سکتا، یوں وہ ''مفوضہ'' کے قریب قریب چلے گئے۔

اسی طرح متکلمین صفات باری تعالیٰ کو مجاز قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مراد ''غلبہ اور قدرت'' لیتے ہیں۔

اہل کلام نقلی دلیل کو ظنی قرار دے کر عقلی دلیل کو قطعی کہہ کر دونوں میں تعارض واقع کر کے، صفات باری تعالیٰ کے حقیقی معنی کو اپنی عقل نارساں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

❀ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''صفات باری کے مسئلے میں جو صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، سلف کا مذہب ان کے اثبات اور انہیں ظاہر پر محمول کرنے کا ہے، سلف کیفیت اور تشبیہ کے قائل نہیں ہیں، ایک گروہ اللہ کی ان صفات کا انکاری ہے، جن کا اس نے اثبات کیا ہے۔ایک گروہ نے اثبات تو کیا، لیکن تشبیہ وتکییف کی طرف نکل گئے۔حق ان کے دو انتہاؤں کا درمیانی راستہ ہے، (کیوں کہ) اللہ تعالیٰ کا دین افراط وتفریط کے درمیان اعتدال پسندی کا نام ہے۔

دراصل صفات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ذات باری تعالیٰ میں ہی گفتگو کرنا ہے۔ان میں بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، جو ذات باری تعالیٰ کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ تو بدیہی بات ہے کہ رب العالمین کا اثبات اس کی ذات کا اثبات ہے، نہ کہ اس کی کیفیت کا۔اسی طرح صفات کا اثبات وجود کا اثبات ہے، نہ کہ کیفیت اور تحدید کا۔لہٰذا جب ہم کہیں گے کہ صفت ید، سمع اور بصر اللہ کے لیے ثابت ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ یہ صفات ہیں، جنہیں اللہ

تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ید (ہاتھ) کا معنی قدرت ہے اور سمع و بصر کا معنی علم ہے۔ نہ ہی انہیں جوارح (جسمانی اعضاء) قرار دیں گے۔ اور نہ ہی انہیں ہاتھوں، کانوں اور آنکھوں، جو کہ جسمانی اعضاء ہیں اور کام کرنے کے آلہ کار ہیں، کے ساتھ تشبیہ دیں گے، بل کہ ہم کہیں گے کہ ان کا اثبات واجب ہے، کیوں کہ یہ شریعت سے ثابت ہیں اور تشبیہ کی نفی کرنا بھی از حد ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾(الشّوریٰ : ۱۱) ''اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔'' نیز فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ﴾(الإخلاص : ۳) ''اور اس کے ہم سر کوئی نہیں ہے۔''

(سير أعلام النّبلاء : 284/18، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ هُمُ الثَّابِتُونَ عَلَى اعْتِقَادِ مَا نَقَلَهٗ إِلَيْهِمُ السَّلَفُ الصَّالِحُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنْ أَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيمَا لَمْ يَثْبُتْ فِيهِ نَصٌّ فِي الْكِتَابِ وَلَا عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَئِمَّةٌ، وَقَدْ أُمِرْنَا بِاقْتِدَاءِ آثَارِهِمْ، وَاتِّبَاعِ سُنَّتِهِمْ وَهٰذَا أَظْهَرُ مِنْ أَنْ يُحْتَاجَ فِيهِ إِلٰى إِقَامَةِ بُرْهَانٍ، وَالْأَخْذُ بِالسُّنَّةِ وَاعْتِقَادُهَا مِمَّا لَا مَرِيَّةَ فِي وُجُوبِهٖ.

''اہل سنت ان عقائد پر قائم ہیں، جو سلف صالحین ﷭ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیے ہیں یا جن عقائد کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی، انہیں صحابہ کرام ﷡ سے نقل کیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام ائمہ تھے اور ہمیں ان کے منہج وسنت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے، یہ بات بالکل واضح ہے، اس کے لیے کوئی دلیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔سنت کو اختیار کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ بنانا واجب ہے،اس میں کوئی شک نہیں۔''

(الرّدّ علی من أنکر الحرف والصّوت، ص 144)

جو ائمہ اہل سنت کے عقائد پر نہیں، وہ حق سے منحرف ہے، کیونکہ حق عقائد اہل سنت میں منحصر ہے۔ائمہ سلف پر بے اعتمادی اسلام پر بے اعتمادی ہے، کیونکہ اسلام کی حقیقی تعبیر محدثین عظام ہیں، اہل سنت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے عقائد کی بنیاد وحی پر ڈالی ہے، دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے عقائد میں گمراہی داخل نہیں ہوسکتی، نہ ہی ان میں کوئی گمراہ داخل ہوسکتا ہے۔

بعض احناف کے عقائد میں گمراہی آ گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اہل سنت والجماعت سے عقیدہ اخذ نہیں کیا، بلکہ بڑے بڑے گمراہ لوگ ان میں شامل ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی گمراہی ان میں داخل کر دی، مثلاً کوئی بڑا اشعری تھا، وہ فروع میں حنفی ہو گیا،تو اس نے اشعریت ان میں پروان چڑھائی۔اسی طرح کوئی بڑا معتزلی تھا،فروع میں حنفی ہو گیا،تو اعتزال کا فتنہ ان میں پھیل گیا،کوئی نامور ماتریدی ان میں داخل ہوا،تو اس نے اپنی گمراہیاں ان میں چھوڑ دیں،اسی طرح کوئی جہمی تھا،تو وہ حنفیت میں تجہم پھیلاتا رہا،کوئی غالی رافضی تھا،تو تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر ان میں گمراہ کن عقائد داخل کرتا رہا۔

یوں کئی لوگ عقائد میں اشعری، ماتریدی، معتزلی، جہمی وغیرہ بن گئے۔ جبکہ اہل سنت میں یہ افتراق اور تشتت نہیں، ان کے عقائد متفقہ ہیں، کیونکہ انہوں نے یہ عقائد سلف صالحین سے لیے ہیں اور سلف نے یہ عقائد صحابہ کرام سے اور صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھے تھے۔

❁ علامہ ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَهْلَ الْحَدِيثِ هُمْ عَلَى الْحَقِّ، أَنَّكَ لَوْ طَالَعْتَ جَمِيعَ كُتُبِهِمُ الْمُصَنَّفَةِ مِنْ أَوَّلِهِمْ إِلٰى آخِرِهِمْ، قَدِيمِهِمْ وَحَدِيثِهِمْ مَعَ اخْتِلَافِ بُلْدَانِهِمْ وَزَمَانِهِمْ، وَتَبَاعُدِ مَا بَيْنَهُمْ فِي الدِّيَارِ، وَسُكُونِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَطْرًا مِّنَ الْأَقْطَارِ، وَجَدْتَّهُمْ فِي بَيَانِ الْاعْتِقَادِ عَلٰى وَتِيرَةٍ وَاحِدَةٍ، وَنَمْطٍ وَاحِدٍ يَجْرُّونَ فِيهِ عَلٰى طَرِيقَةٍ لَا يَحِيدُونَ عَنْهَا، وَلَا يَمِيلُونَ فِيهَا، قَوْلُهُمْ فِي ذٰلِكَ وَاحِدٌ وَنَقْلُهُمْ وَاحِدٌ، لَا تَرٰى بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا، وَلَا تَفَرُّقًا فِي شَيْءٍ مَّا وَإِنْ قَلَّ، بَلْ لَوْ جَمَعْتَ جَمِيعَ مَا جَرٰى عَلٰى أَلْسِنَتِهِمْ، وَنَقَلُوهُ عَنْ سَلَفِهِمْ، وَجَدتَّهٗ كَأَنَّهٗ جَاءَ مِنْ قَلْبٍ وَّاحِدٍ، وَجَرٰى عَلٰى لِسَانٍ وَاحِدٍ، وَهَلْ عَلَى الْحَقِّ دَلِيلٌ أَبْيَنُ مِنْ هٰذَا؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾، وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاعْتَصِمُوا

بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾

وَأَمَّا إِذَا نَظَرْتَ إِلٰى أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ، رَأَيْتَهُمْ مُتَفَرِّقِينَ مُخْتَلِفِينَ أَوْ شِيَعًا وَّأَحْزَابًا، لَا تَكَادُ تَجِدُ اثْنَيْنِ مِنْهُمْ عَلٰى طَرِيقَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي الْاعْتِقَادِ، يُبَدِّعُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، بَلْ يَرْتَقُونَ إِلَى التَّفْكِيرِ، يُكَفِّرُ الْابْنُ أَبَاهُ وَالرَّجُلُ أَخَاهُ، وَالْجَارُ جَارَهٗ، تَرَاهُمْ أَبَدًا فِي تَنَازُعٍ وَّتَبَاغُضٍ، وَاخْتِلَافٍ، تَنْقَضِي أَعْمَارُهُمْ وَلَمَا تَتَّفِقُ كَلِمَاتُهُمْ : ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ﴾ .

''اہل حدیث (محدثین) کے حق پر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر آپ پہلے محدثین سے لے کر بعد تک کے محدثین کی تمام کتب کا مطالعہ کریں، تو باوجود اس کے کہ ان کے علاقے اور زمانے مختلف تھے، ان کے وطن جدا جدا تھے، مگر آپ دیکھیں گے کہ عقائد کے بیان میں سب کا طریقہ اور منہج ایک ہے، انہوں نے عقائد کے باب میں جو رستہ اختیار کیا ہے، اس سے منحرف نہیں ہوئے، ان کے عقائد اور دلائل ایک جیسے ہیں، آپ کو ان کے مابین (عقیدے کے) معمولی مسئلہ میں بھی اختلاف اور افتراق نظر نہیں آئے گا، بلکہ اگر آپ وہ تمام کلمات جمع کر لیں، جو ان کی زبانوں پر جاری ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنے اسلاف سے نقل کیے ہیں، تو آپ کو یوں محسوس ہوگا کہ یہ ایک ہی دل اور زبان سے نکلے ہوئے جملے ہیں۔ کیا حق پر ہونے کے لیے اس

سے واضح بھی کوئی دلیل ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ ''یہ لوگ قرآن پر تدبر کیوں نہیں کرتے، اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا، تو لوگوں کو اس میں بہت زیادہ اختلاف نظر آتا۔'' نیز فرمان الٰہی ہے : ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور جدا جدا مت ہوں۔'' جب آپ اہل بدعت کو دیکھیں گے، تو وہ افتراق، اختلاف، گروہ بندیوں اور دھڑوں میں نظر آئیں گے، عقیدہ کے باب میں آپ کو ان میں سے دو شخص بھی ایک نہج پر دکھائی نہیں دیں گے۔ اہل بدعت میں بعض ایک دوسرے کو بدعتی کہتے ہیں اور بعض تو تکفیر تک چلے جاتے ہیں، بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو اور پڑوسی پڑوسی کو کافر کہتا ہے۔ آپ انہیں ہمیشہ لڑتے جھگڑتے، باہم بغض وعناد رکھتے اور اختلاف وانتشار کا شکار دیکھیں گے، ان کی زندگیاں گزر گئیں، مگر ان کے نظریات ایک نہ ہو سکے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ﴾ ''(اے نبی!) آپ انہیں یکجا دیکھتے ہیں، جبکہ ان کے دل پھوٹ کا شکار ہیں، اس لیے کہ یہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔''

(الحُجّة في بَيان المَحجة : 239/2)

خبرواحد عقیدہ میں حجت؟

سوال: کیا خبرواحد عقیدہ میں حجت ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحیح حدیث سے عقیدہ ثابت ہوتا ہے، خواہ وہ خبرواحد ہو، یا خبرمتواتر۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْاعْتِقَادِ كُلِّهِ فِي صِفَاتِ اللّٰهِ وَأَسْمَائِهِ إِلَّا مَا جَاءَ مَنْصُوصًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ أَوْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ وَمَا جَاءَ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ أَوْ نَحْوِهِ يَسْلَمُ لَهُ وَلَا يُنَاظَرُ فِيهِ .

''اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات کے سمیت عقیدہ میں صرف وہی حجت ہے، جس کی وضاحت کتاب اللہ میں موجود ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت ہو یا اجماع امت سے ثابت ہو۔ عقیدے کی تمام یا کچھ مباحث میں اگر اخبار آحاد وارد ہوں، تو اسے قبول کیا جائے گا، اس (کے قبول وعدم قبول) میں بحث ومباحثہ نہیں ہوگا۔''

(جامع بیان العلم وفضله : 942/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

الَّذِي نَقُولُ بِهٖ إِنَّهٗ يُوجِبُ الْعَمَلَ دُونَ الْعِلْمِ كَشَهَادَةِ الشَّاهِدَيْنِ وَالْأَرْبَعَةِ سَوَاءٌ وَعَلٰى ذٰلِكَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ وَكُلُّهُمْ يَدِينُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِي الْاِعْتِقَادَاتِ وَيُعَادٰى وَيُوَالٰى عَلَيْهَا وَيَجْعَلُهَا شَرْعًا وَدِينًا فِي مُعْتَقَدِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ جَمَاعَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ ....

''(خبر واحد کے بارے میں) ہمارا موقف یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، لیکن یہ علم (یقینی) کا فائدہ نہیں دیتی۔ جیسے گواہی دو کی ہو یا چار کی، ہوتی تو برابر ہی ہے۔ اکثر فقہا اور محدثین کا یہی موقف ہے۔ سب اہل علم عادل راوی کی خبر واحد کو عقیدہ میں حجت مانتے ہیں، اس کی وجہ سے عداوت اور محبت کرتے ہیں۔ اہل سنت کی ایک بڑی جماعت نے خبر واحد کو عقیدہ میں دین اور شریعت مانا ہے......۔''

(التّمهيد لما في الموطأ من المَعاني والأسانيد :8/1)

❁ اس پر تعلیق لگاتے ہوئے عبدالسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۵۲ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْإِجْمَاعُ الَّذِي ذَكَرَهٗ فِي خَبَرِ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِي الْإِعْتِقَادَاتِ يُؤَيِّدُ قَوْلَ مَنْ يَقُولُ : إِنَّهٗ يُوجِبُ الْعِلْمَ وَإِلَّا فَمَا لَا يُفِيدُ عِلْمًا وَّلَا عَمَلًا كَيْفَ يُجْعَلُ شَرْعًا وَّدِينًا يُّوَالٰى عَلَيْهِ وَيُعَادٰى .

''علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جو ذکر کیا ہے کہ عادل راوی کی خبر واحد کے عقائد میں حجت ہونے پر اجماع ہے، اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے: یہ علم

(یقینی) کا فائدہ بھی دیتی ہے، کیونکہ جو علم اور عمل کا فائدہ نہ دیتی ہو، اسے شرع یا دین کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے محبت اور عداوت کا معیار بنایا جا سکے؟''

(المُسوّدة في أصول الفقه، ص 245)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

اَلْإِيمَانُ بِكُلِّ مَا أَخْبَرَ بِهِ الرَّسُولُ وَيَجِبُ الْإِيمَانُ بِكُلِّ مَا أَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحَّ بِهِ النَّقْلُ عَنْهُ فِيمَا شَاهَدْنَاهُ، أَوْ غَابَ عَنَّا، نَعْلَمُ أَنَّهُ حَقٌّ، وَصِدْقٌ، وَسَوَاءٌ فِي ذٰلِكَ مَا عَقَلْنَاهُ وَجَهِلْنَاهُ، وَلَمْ نَطَّلِعْ عَلٰى حَقِيقَةِ مَعْنَاهُ، مِثْلُ حَدِيثِ الْإِسْرَاءِ وَالْمِعْرَاجِ وَكَانَ يَقْظَةً لَّا مَنَامًا فَإِنَّ قُرَيْشًا أَنْكَرَتْهُ وَأَكْبَرَتْهُ، وَلَمْ تُنْكِرِ الْمَنَامَاتِ، وَمِنْ ذٰلِكَ أَنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ لَمَّا جَاءَ إِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيَقْبِضَ رُوحَهُ لَطَمَهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ فَرَجَعَ إِلٰى رَبِّهٖ فَرَدَّ عَلَيْهِ عَيْنَهُ، وَمِنْ ذٰلِكَ أَشْرَاطُ السَّاعَةِ، مِثْلُ خُرُوجِ الدَّجَّالِ وَنُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقْتُلُهُ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ، وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ مِمَّا صَحَّ بِهِ النَّقْلُ.

''رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کی بھی خبر دی ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، (اگر) اس روایت کی نقل صحیح ہو۔ ہم نے اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو یا وہ چیز ہم سے اوجھل ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ حق اور سچ ہے۔ وہ بات ہماری عقل

میں آئے یا نہ آئے یا ہم اس کے حقیقی معنی سے آشنا نہ ہو سکیں۔ مثلاً اسرا اور معراج کی حدیث۔ معراج جاگتے ہوئے ہوئی، نہ کہ خواب میں، کیونکہ قریش نے اس واقعہ معراج کا انکار کیا اور اسے بہت بڑی بات خیال کیا، جبکہ قریش خوابوں کے منکر نہیں تھے۔ اسی طرح (اس حدیث کا بھی انکار کیا کہ) جب ملک الموت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس روح قبض کرنے آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے تھپڑ مارا اور آنکھ پھوڑ دی۔ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا تو اللہ نے آنکھ کو صحیح کر دیا۔ اسی طرح قیامت کی نشانیاں مثلاً؛ دجال کا خروج اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول اور ان کا دجال کو قتل کرنا، یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض کا خروج، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور اسی طرح کی دیگر صحیح احادیث۔''

(لمعة الاعتقاد، ص 28)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ وُجُوبَ تَصْدِيقِ كُلِّ مُسْلِمٍ بِمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَرَسُولُهٗ مِنْ صِفَاتِهٖ لَيْسَ مَوْقُوفًا عَلٰى أَنْ يَّقُومَ عَلَيْهِ دَلِيلٌ عَقْلِيٌّ عَلٰى تِلْكَ الصِّفَةِ بِعَيْنِهَا فَإِنَّهٗ مِمَّا يُعْلَمُ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِيْنِ الْإِسْلَامِ أَنَّ الرَّسُولَ إِذَا أَخْبَرَنَا بِشَيْءٍ مِّنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَجَبَ عَلَيْنَا التَّصْدِيقُ بِهٖ وَإِنْ لَّمْ نَعْلَمْ ثُبُوتَهٗ بِعُقُولِنَا وَمَنْ لَّمْ يُقِرَّ بِمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ حَتّٰى يَعْلَمَهٗ بِعَقْلِهٖ فَقَدْ أَشْبَهَ الَّذِينَ قَالَ اللّٰهُ عَنْهُمْ : ﴿قَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا أُوتِيَ

رُسُلُ اللّٰهِ، اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسالَتَهٗ﴾ وَمَنْ سَلَكَ هٰذَا السَّبِيلَ فَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ لَيْسَ مُؤْمِنًا بِالرَّسُولِ وَلَا مُتَلَقِّيًا عَنْهُ الْأَخْبَارَ بِشَأْنِ الرُّبُوبِيَّةِ وَلَا فَرْقَ عِنْدَهٗ بَيْنَ أَنْ يُخْبِرَ الرَّسُولَ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ أَوْ لَمْ يُخْبِرْ بِهٖ فَإِنَّ مَا أَخْبَرَ بِهٖ إِذَا لَمْ يَعْلَمْهُ بِعَقْلِهٖ لَا يُصَدِّقُ بِهٖ بَلْ يَتَأَوَّلُهٗ أَوْ يُفَوِّضُهٗ وَمَا لَمْ يُخْبِرْ بِهٖ إِنْ عَلِمَهٗ بِعَقْلِهٖ آمَنَ بِهٖ، وَإِلَّا فَلَا فَرْقَ عِنْدَ مَنْ سَلَكَ هٰذَا السَّبِيلَ بَيْنَ وُجُودِ الرَّسُولِ وَإِخْبَارِهٖ وَبَيْنَ عَدَمِ الرَّسُولِ وَعَدَمِ إِخْبَارِهٖ، وَكَانَ مَا يَذْكُرُهٗ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ وَالْإِجْمَاعِ فِي هٰذَا الْبَابِ عَدِيمَ الْأَثَرِ عِنْدَهٗ وَهٰذَا قَدْ صَرَّحَ بِهٖ أَئِمَّةُ هٰذَا الطَّرِيقِ .

''صفات باری تعالیٰ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خبر پر مسلمان کی تصدیق کرنے کا وجوب عقل پر موقوف نہیں ہے کہ عقل اس صفت کی حقیقت پر دلالت کرے۔ کیونکہ یہ دین کا بنیادی اصول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہمیں اللہ کی کسی صفت کے متعلق خبر دیں تو ہمارے لیے اس پر ایمان لانا واجب ہے، اگر چہ ہماری عقل اسے قبول نہ کرے۔ جو عقل کے قبول کرنے تک رسول اللہ ﷺ کی بات کی تصدیق نہ کرے، وہ ان لوگوں جیسا ہے، جن کے بارے اللہ کا فرمان ہے: ﴿قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ، اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسالَتَهٗ﴾ **''کفار نے کہا: ہم تب تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک ہمیں بھی وہ کچھ دے دیا جائے، جو رسولوں کو**

دیا گیا ہے۔(حالانکہ) اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے رسالت کسے سونپنی ہے۔“
جو اس ڈگر پر چلتا، وہ درحقیقت نہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی رب تعالیٰ کے بارے بیان کردہ احادیث کو لیتا ہے۔اس کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کسی بات کی خبر دیں یا نہ دیں،کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی بات اگر اس کی عقل میں نہ آئے،تو وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا، بلکہ اس کی تاویل کرتا ہے یا تفویض سے کام لیتا ہے اور جس چیز کی خبر رسول اللہ ﷺ نے نہ دی ہو،لیکن اس کی عقل میں آ گئی ہو،تو اس پر ایمان لاتا ہے۔ایسے شخص کے نزدیک رسول اللہ ﷺ اور آپ کی احایدث کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے،اس بارے میں قرآن،حدیث یا اجماع کے دلائل کوئی اثر نہیں رکھتے۔اس رستے کے راہبروں نے اس بات کی صراحت بھی کر رکھی ہے۔“

(شرح العقيدة الأصفهانية، ص 44)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُفَرِّقْ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ الْبَتَّةَ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْأَحْكَامِ وَأَحَادِيثِ الصِّفَاتِ، وَلَا يُعْرَفُ هٰذَا الْفَرْقُ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ التَّابِعِينَ، وَلَا مَنْ تَابَعَهُمْ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ، وَإِنَّمَا يُعْرَفُ عَنْ رُؤُوسِ أَهْلِ الْبِدَعِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ.

”احادیث احکام اور احادیث صفات میں نہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کوئی فرق کیا

اور نہ کسی اور محدث نے اور نہ ہی یہ فرق کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا امام سے ثابت ہے، بلکہ یہ تقسیم سراخیلِ اہل بدعت اور ان کے متبعین سے ہی ملتی ہے۔''

(مختصر الصّواعق المرسلة، ص 606-607)

❁ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

يُشِيرُ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ إِلَى الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعَطِّلَةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالرَّافِضَةِ، الْقَائِلِينَ بِأَنَّ الْأَخْبَارَ قِسْمَانِ؛ مُتَوَاتِرٌ وَآحَادٌ، فَالْمُتَوَاتِرُ، وَإِنْ كَانَ قَطْعِيَّ السَّنَدِ، لٰكِنَّهُ غَيْرُ قَطْعِيِّ الدِّلَالَةِ، فَإِنَّ الْأَدِلَّةَ اللَّفْظِيَّةَ لَا تُفِيدُ الْيَقِينَ! وَلِهٰذَا قَدَحُوا فِي دِلَالَةِ الْقُرْآنِ عَلَى الصِّفَاتِ! قَالُوا : وَالْآحَادُ لَا تُفِيدُ الْعِلْمَ، وَلَا يُحْتَجُّ بِهَا مِنْ جِهَةِ طَرِيقِهَا، وَلَا مِنْ جِهَةِ مَتْنِهَا! فَسَدُّوا عَلَى الْقُلُوبِ مَعْرِفَةَ الرَّبِّ تَعَالَى وَأَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ مِنْ جِهَةِ الرَّسُولِ، وَأَحَالُوا النَّاسَ عَلٰى قَضَايَا وَهْمِيَّةٍ، وَمُقَدِّمَاتٍ خَيَالِيَّةٍ، سَمَّوْهَا قَوَاطِعَ عَقْلِيَّةً، وَبَرَاهِينَ يَقِينِيَّةً .

''شیخ (امام طحاوی رحمہ اللہ) اس (عبارت) سے جہمیہ، معطلہ، معتزلہ اور روافض پر رد کر رہے ہیں، جن کا کہنا ہے کہ اخبار کی دو قسمیں ہیں؛ متواتر اور آحاد، اخبار متواترہ کی سند اگرچہ قطعی ہوتی ہیں، مگر وہ اپنے مدلول میں قطعی نہیں ہوتیں، کیونکہ لفظی دلائل، علم یقینی کا فائدہ نہیں دیتے!۔ اسی لیے انہوں نے قرآنی آیات سے ثابت صفات میں قدح وطعن کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خبر آحاد علم یقین کا فائدہ نہیں دیتیں، نیز یہ سند اور متن کے لحاظ سے قابل حجت

بھی نہیں ہیں!۔اس طرح انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مروی اللہ تعالیٰ کی ذات،اسماء،صفات اورافعال کی معرفت سے دلوں کوروک دیااورلوگوں کو بے بنیاد واقعات اور خیالی مفروضوں پر لگا دیا،جنہیں یہ لوگ ''قواطع عقلیہ'' (قطعی عقلی دلائل)اور''یقینی براہین'' کا نام دیتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 354)

❁❁❁❁❁❁❁